تفسیر القرآن

urdukutabkhanapk.blogspot

سر سید احمد خان

اردو کتب خانہ
URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا

تفسیر القرآن

وہو

الہدیٰ والفرقان

https://urdukutabkhanapk.blogspot.com/

من تصنیف نجم الہند الاسلام جناب ڈاکٹر سر سید احمد خان
کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی

بفرمایش منشی فضل الدین ککے زئی تاجر کتب قومی
کشمیری بازار لاہور

مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور

قیمت فی جلد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل القران علی محمد رسولہ علیہ السلام ھدایتہ للانام والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد قد ھد انا بہ الی الاسلام و علی الہ واصحابہ الی یوم القیام۔

امابعد۔ جبکہ غدر کا زمانہ گزر گیا اور مسلمانوں پر بھی جو کچھ گذرنا تھا گذر گیا تو مجھ کو اپنی قوم کی اصلاح کی فکر ہوئی۔ میں نے اس میں بہت غور کی اور ایک زمانہ دراز کے غور کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ان کی دینی و دنیوی اصلاح بغیر اس کے کہ ان کو علوم و فنون جدیدہ میں جو اور قوموں کے مایۂ افتخار ہیں اور اس زبان میں جو ہم پر بمشیتہ اللہ حکومت کرتی ہے تعلیم نہ دیجاوے اور کسی طرح ممکن نہیں۔

اس طریقہ سے دنیوی اصلاح کے ہونے کا تو ایسا مسئلہ تھا جس میں کچھ اختلاف نہیں ہو سکتا مگر یہ مسئلہ کہ دینی اصلاح کے لئے بھی وہ مفید ہے معرض بحث میں تھا۔ بلکہ کوئی بھی اس کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ یہ بات ظاہر تھی۔ کہ جن لوگوں نے ان علوم میں توغل کیا۔ خواہ وہ عیسائی ہوں یا مسلمان یا ہندو۔ انہوں نے اپنے مذہبی عقائد سے ہاتھ دھویا۔ اس لئے کہ انہوں نے علوم جدید کے مسائل کو سچ اور صحیح اور درست جانا۔ اور عقائد مذہبی کو جب اس کے برخلاف پایا۔ تو اس کو غلط مانا۔

یہ مشکل کچھ اسی وقت میں پیش نہیں آئی۔ بلکہ اس وقت بھی پیش آئی تھی جبکہ فلسفہ یونانی مسلمانوں میں پھیلا تھا اور مذہبی اصول و عقائد کو اس نے درہم و برہم کر دیا تھا۔ مگر اس زمانہ کے علما نے اس پر توجہ کی اور علم کلام ایجاد کیا اور مذہب کی حمایت میں فلسفہ یونانی سے مقابلہ کیا اور انہوں نے صرف تین کام کئے۔ یا تو مسائل مذہبی کو فلسفہ یونانی کے مطابق کر دکھایا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یا ان کے دلائل کو غلط کر دیا۔ یا مشتبہ۔ مگر اس زمانہ میں جو سخت مشکل پیش آئی ہے وہ یہ ہے کہ فلسفہ اور طبیعیات یونانی بھی جس کی بنا پر اس زمانہ کے علما نے بہت سے مذہبی مسائل بھی قائم کیے تھے علوم جدیدہ سے غلط ثابت ہوا ہے اور علوم جدیدہ کے دلائل صرف قیاسی اور فرضی ہی نہیں رہے بلکہ تجربہ اور عمل نے ان کو درجہ مشاہدہ تک پہنچا دیا ہے۔ یہاں تک کہ عام طور پر مسئلہ محقق مانا جانے لگا کہ علوم مذہب کے مخالف ہیں اور وہ مذہب کو اسی طرح جلا دیتے ہیں جیسے چھوٹے پودے کو پالا۔

جبکہ میں نے علوم جدیدہ و انگریزی زبان کو مسلمانوں میں رواج دینے کی کوشش کی تو مجھ کو خیال ہوا کہ کیا درحقیقت وہ علوم مذہب اسلام کے ایسے ہی برخلاف ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ میں نے بقدر اپنی طاقت کے تفسیروں کو پڑھا۔ اور بجز ان مضامین کے جو علم ادب سے علاقہ رکھتے ہیں باقی کو محض فضول اور مملو بروایات ضعیف و موضوع اور قصص بے سروپا سے پایا جو اکثر یہودیوں کے قصوں سے اخذ کیے گئے تھے۔ پھر میں نے بقدر اپنی استعداد و طاقت کے کتب اصول تفسیر پر توجہ کی۔ اس امید سے کہ ان میں ضرور کوئی ایسے اصول قائم کیے ہونگے جن کا ماخذ خود قرآن مجید یا کوئی اور ایسا ہو گا۔ جس پر کچھ کلام نہ ہو سکے۔ مگر ان میں بجز اس قسم کے بیان کے کہ قرآن مجید میں فلاں فلاں علم ہیں۔ مثلاً فقہ و کلام و وعظ اور اسباب خفائے نظم قرآن و لطافت نظم اور بیان اختلاف تفاسیر کے یا شرح غریب قرآن کے اور کچھ نہیں ہے۔ جو زیادہ مبسوط ہیں ان میں آیات مکی و مدنی۔ صیفی و شتائی۔ یوی و لیلی اور ان کے حروف و کلمات یا بحث مجاز وغیرہ کے کوئی ایسے اصول نہیں بتائے ہیں جن سے وہ مشکلات جو درپیش ہیں حل ہو سکیں۔

پھر میں نے بقدر اپنی طاقت کے خود قرآن مجید پر غور کی اور چاہا کہ قرآن ہی سے سمجھنا چاہیے کہ اس کا نظم کن اصولوں پر واقع ہوا ہے۔ اور جہاں تک میری طاقت میں تھا میں نے سمجھا اور میں نے پایا کہ جو اصول خود قرآن مجید سے نکلتے ہیں ان کے مطابق کوئی مخالفت علوم جدیدہ میں نہ اسلام سے ہے اور نہ قرآن سے۔ اگر راست پرسی من شاکر قرآن عظیم ام و ہذا قولی کما قال شاہ ولی اللہ۔ پھر میں نے انہیں اصول پر ایک تفسیر قرآن مجید کی لکھنی شروع کی جو اس وقت سورۃ النحل تک ہو چکی ہے۔

اس تفسیر کے چھپنے اور مشتہر ہونے پر لوگوں نے مخالفت کی اور اس کی تردید میں کتابیں لکھیں میں نے ان پر کچھ التفات نہیں کیا اور نہ دیکھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ انہوں نے کیا لکھا ہو گا۔ مگر ان دنوں میں پیارے مہدی نواب محسن الملک نے مجھے دو خط لکھے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھی تفسیر کے بعض یا اکثر مقامات کی نسبت اسی قسم کے شبہات ہیں جو اور لوگوں کو ہیں۔ اور وہ دونوں خط اور ان کے جواب یہ ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پہلا خط نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علیخان کا

بنام

سید احمد خان

حیدرآباد دکن — ۹ اگست سنہ ۱۸۹۲ء

جناب عالی

+ + + + + + + + + + + + + + + + + +

دوسری بات لکھنے کی یہ ہے کہ آجکل میں آپ کی تفسیر دیکھ رہا ہوں جسے درحقیقت ابتک اچھی طرح بلکہ سرسری طور پر بھی نہ دیکھا تھا اور اُسکے نہ دیکھنے کا سبب آپ سے کہہ بھی دیا تھا۔ غالباً آپ اس بات کے سننے سے تو خوش نہ ہونگے کہ میں اب تک آپ کی رایوں سے اتفاق نہیں کرتا۔ اور ہر بحث میں نہ اُسے قرآن کی وہ تفسیر جس کو کوئی قرآن کے مطالب کی تشریح اور تفصیل اور تفسیر کہے نہیں سمجھتا بلکہ اکثر جگہ تفسیر کو تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ تصور کرتا ہوں۔ مگر اس میں شبہ نہیں ہے کہ جس مضمون کو آپ نے لکھا ہے ایسی عمدگی اور خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے کہ اگر آدمی نہایت ہی راسخ الاعتقاد نہ ہو تو ضرور اس کی تصدیق کرنے لگے اور بلا شبہ ایک جادو کئے ہوئے آدمی کی طرح آمنا وصدقنا پکارنے لگے۔ واقعی خدا نے دل کے حالات کو الفاظ میں ادا کرنے اور تحریر میں لانیکی عجیب حیرت انگیز قوت اور طاقت آپ کو دی ہے کہ اگر اُسے جادو کہیں یا سحر تو بے محل نہ ہوگا۔ افسوس ہے کہ آپ نے اُن مسائل کو جو آجکل یورپ کے وہ تعلیم یافتہ لوگ جو مذہب کے پورے پابند اور معتقد نہیں ہیں صحیح اور یقینی اور غیر قابل الاعتراض سمجھتے ہیں مان لیا اور قرآن کی آیتوں کو جن میں اُن کا ذکر ہے ایسا مأول کر دیا کہ وہ تاویل ایسے درجہ پر پہنچ گئی کہ اُس پر تاویل کا لفظ بھی صادق نہیں ہوسکتا۔ آپ نے مسلمان مفسروں کو تو خوب گالیاں دیں اور بُرا بھلا کہا اور یہودیوں کو مقلد بنایا۔ مگر آپ نے خود اس زمانے کے لامذہبوں کی باتوں پر ایسا یقین کر لیا کہ اُن کو مسائل محققہ صحیحہ یقینیہ قرار دیکر تمام آیتوں کو قرآن کے مأول کر دیا۔ اور لطف یہ ہے کہ آپ اُسے تاویل بھی نہیں کہتے (تاویل کو تو آپ کفر سمجھتے ہیں) بلکہ صحیح تفسیر اور اصلی تفسیر قرآن کی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ نہ سیاق کلام نہ الفاظ قرآنی نہ محاورات عرب سے اُس کی تائید ہوتی ہے۔ اگر آپ میرے اس شبہ کو کسی طرح دور کر سکیں تو مجھے ایسی خوشی ہو کہ کسی اور چیز سے نہ ہو۔ اس لئے کہ اکثر مقامات اُسکے ایسے عمدہ اور پاکیزہ اور اعلےٰ درجے کے ہیں کہ بعد قرآن و حدیث کے اگر کوئی اُسے ورد زبان کرے اور دل پر نقش تو دنیا میں عالم اور سچا مسلمان ہو اور عاقبت میں اُن ثوابوں کا مستحق ہو جو سچے مسلمانوں کے لیے خدا نے مقرر کئے ہیں +

محسن الملک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جواب از طرف سید احمد خان

مکرم مہدی

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

میں نہایت خوش ہوں کہ آپ نے میری تفسیر کو دیکھنا شروع کیا ہے۔ مجھے نہایت خوشی ہے کہ آپ اُس کو مخالفانہ اور غیر معتقدانہ طور پر دیکھیں اور اُس کی ایک بات پر بھی یقین نہ کریں سب کو غلط سمجھیں مگر اُس کو دیکھیں اور غور سے پڑھیں ٭

آپ نے اس خط میں لکھا ہے کہ اکثر جگہ تفسیر کو تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ تصور کرتا ہوں۔ یقینی آپ کے پاس خدا کی بھیجی ہوئی وحی تو آئی نہیں جس سے آپ کو ثابت ہوا ہو کہ اس قول سے رضی قائل یعنی خدا کی یہ نہیں ہے۔ پس ضرور ہے کہ کوئی اور ذریعہ آپ کے پاس ہے جس کی وجہ سے آپ نے تفسیر کے مقامات کو بما لا یرضی بہ قائلہ قرار دیا ہے ٭

میں نے بہت سوچا کہ وہ ذریعہ آپ کے پاس کیا ہے اور وہ ذریعے دو معلوم ہوئے۔ اوّل بچپن کی تربیت بچپن سے باتوں کو سنتے سنتے اُن کا نقش کالحجر دل میں ہو جاتا ہے جس کا مٹانا بہت ہی زبردست دل اور نہایت ہی قوت ایمانیہ کا اور بہت ہی غور و فکر کا کام ہے ٭

دوسرا ذریعہ جو پہلے ذریعہ کا مشبہ ہے۔ مگر اُس پہلے کو نہایت قوی اور مضبوط کرنے والا ہے وہ علما کے اقوال اور تفاسیر کے مندرجہ رطب و یابس روایتیں اور قصے ہیں۔ گو آپ نے اسی خط میں ایک فقرہ لکھا ہے کہ *"میرے نزدیک یہ ساری خرابیاں غلط مذہبی خیالات اور تقلید سے پیدا ہوئی ہیں اور مسلمانوں کو اسی کمبخت تقلید نے اندھا بہرا گونگا بنا دیا ہے" مگر افسوس ہے کہ تم یہ خیال نہیں کرتے کہ خود تمہارا بھی یہی حال ہے۔ آبائی خیالات کو اور خصوصاً ایسے خیالات کو جو مذہبی روایتوں پر مبنی ہیں چھوڑنا نہایت مشکل ہے۔ آپ یہ دعویٰ نہ کریں کہ میں آبائی مذہب کو چھوڑ کر شیعہ سے سنی ہو گیا ہوں۔ اوّل تو بہت سے اسباب آپ کے گرد ایسے جمع تھے کہ جن کے سبب سے شیعہ مذہب نے بخوبی جڑ دل میں نہیں پکڑی تھی۔ علاوہ اس کے یہ تبدل صرف جزئیات میں تھا جو قابل اعتبار نہیں ہے۔ مگر جن امور کو آپ تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ قرار دیتے ہیں۔ اُن کی جڑ بہت زیادہ گہری اور نہایت مضبوط دل میں بیٹھی ہوئی ہے اُس کا اکھڑنا اور اس کی دوسری بات کا بیٹھنا گو کہ وہ دوسری بات کیسی ہی سچ و صحیح ہو بہت زیادہ دشوار اور بہت زیادہ مشکل ہے۔ مگر چونکہ آپ کے پاس کوئی دلیل اس بات کی نہیں ہے کہ آپ تفسیر کو تفسیر القول بما لا یرضی

---

* تو واضح ہو کہ یہ فقرہ خط کے پہلے فقرے میں ہے جو چھوڑ دیا ہے اس لئے کہ وہ متعلق الٰہ آباد کانفرنس کے جھگڑے کا تھا۔ تفسیر کے مضمون سے متعلق نہیں تھا۔ سید احمد ٭

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بہ قائلہ ہے تعبیر کریں۔ ہاں اُس کو غلط سمجھیں۔ اُس کو تسلیم نہ کریں یہ دوسری بات ہے۔ مگر ما لا یرضی بہ قائلہ نہیں کر سکتے ؛

آپنے اپنے خط میں لکھا ہے۔ کہ "افسوس ہے کہ آپ اُن مسائل کو جو آج کل یورپ کے وہ تعلیم یافتہ لوگ جو مذہب کے پورے پابند اور معتقد نہیں ہیں صحیح اور یقینی اور غیر قابل الاعتراض سمجھتے ہیں مان لیا ہے اور قرآن کی آیتوں کو جن میں اُن مسائل کا ذکر ہے ایسا تاویل کر دیا ہے کہ وہ تاویل ایسے درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ کہ اُس پر تاویل کا لفظ بھی صادق نہیں ہو سکتا ؛

تمہارے اس فقرے سے میں خوش بھی ہوا اور متعجب بھی ہوا۔ خوش تو اس لئے ہوا کہ تم نے اُس پر تاویل کا صادق آنا نہیں مانا۔ کیونکہ میں قرآن مجید میں تاویل کو مطابق اُس کے مفہوم عام کے کفر سمجھتا ہوں ؛

متعجب اس لئے ہوا کہ تم نے اُس فقرے میں یہ قید کیوں لگائی ہے کہ جو مذہب کے پورے پابند اور معتقد نہیں ہیں۔ کیا اگر کوئی لامذہب یعنی غیر معتقد کسی مذہب کا مذاہب موجودہ میں سے یہ بات کہے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ تو کیا اُس کے لامذہب ہونے سے یہ بات غلط ہو جاوے گی۔ اگر کوئی نہایت پابند مذہب کہے کہ دو اور دو پانچ ہوتے ہیں۔ تو کیا اُس کے پابند مذہب ہونے سے یہ بات صحیح ہو جاوے گی۔ حاشا و کلا ؛

ہاں ایک بات آپنے بہت صحیح کہی ہے کہ اگر آپ میری تفسیر کے کسی مقام کو خلاف سیاق کلام (اگرچہ مجھکو نہایت شبہ ہے کہ تم اس بات کو سمجھے بھی ہو کہ قرآن مجید کا سیاق کلام کیا ہے اور کس طور پر ہے) اور خلاف الفاظ قرآن اور خلاف محاورہ عرب جاہلیت ثابت کر دو۔ تو میں اُسی وقت اپنی غلطی کا مقر ہو جاؤنگا مگر مجاز و حقیقت میں یا استعارہ و کنایہ یا خطابیات میں بحث مت کرنا کیونکہ جیسا تم کو کسی لفظ کے حقیقی یا لغوی معنی لینے کا حق ہے ویسا ہی مجھ کو اُسکے مجازی معنی لینے یا استعارہ اور کنایہ یا از قسم خطابیات قرار دینے کا حق ہے اور اُس کے لئے ایک عام مثل دینی کافی ہے جیسے کہ علماء نے نسبت خدا کے ید اور وجہ اور استوا علی العرش اور ہبوط کے مذاہب مختلفہ اختیار کئے ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ شاید تم بھی اُنکے حقیقی اور لغوی معنی نہیں لیتے اور اُنکے لئے کوئی وجہ رکھتے ہو۔ اُسی طرح میں بھی ایسا کرنے کے لئے قطعی اور یقینی وجہ رکھتا ہوں۔ پس اُس پر کبھی بحث نہ ہوگی بلکہ مکابرہ ہوگا ؛

جانِ من حقیقت یہ ہے۔ کہ تم نے خدا کی عظمت کا جس عظمت کے وہ لائق ہے اور قرآن مجید کی صداقت کا جس صداقت کے وہ لائق ہے اور مذہب اسلام کی عزت اور سچائی کا جس عزت اور سچائی کے وہ لائق ہے۔ اپنے دل پر نقش کالحجر نہیں کیا ہے اس لئے تمہاری رائے یا تمہارا دل، اور تمہارا ایمان ڈانواں ڈول ہوتا ہے۔ اگر تمام خیالات کو دل سے محو کر کے یہ سچا اور دلی یقین کر لو کہ خدا سچا ہے اور قرآن اُس کا کلام

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور بالکل سچا ہے تو تم کو اِس قسم کے شبہات ہرگز پیدا نہ ہوں ✦

پس سمجھو کہ تفسیر لکھنے میں میرے اصول کیا ہیں۔ اُنکے بالاستیعاب بیان کرنے کے لئے تو ایک رسالہ مستقل چاہیے۔ مگر میں چند کو جو مقدم ہیں بتلاتا ہوں ✦

پہلا اصول یہ ہے کہ خدا سچا ہے اور قرآن مجید اُس کا کلام اور بالکل سچ اور صحیح ہے۔ کوئی علم یعنی سچ اُس کو جھٹلا نہیں سکتا بلکہ اُس کی سچائی پر زیادہ روشنی ڈالتا ہے ✦

دوسرا اصول یہ ہے کہ اب ہمارے سامنے دو چیزیں موجود ہیں (۱) ورک آف گاڈ یعنی خدا کے کام (۲) ورڈ آف گاڈ یعنی خدا کا کلام یعنی قرآن مجید اور ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ کبھی مختلف نہیں ہوسکتا۔ اگر مختلف ہو۔ تو ورک آف گاڈ تو موجود ہے جس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ اور اس لئے ورڈ آف گاڈ جس کو کہا جاتا ہے اُس کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔ نعوذباللہ منہا اس لئے ضرور ہے۔ کہ دونوں متحد ہوں ✦

تیسرا اصول۔ ورک آف گاڈ یعنی قانون قدرت ایک عملی عہد خدا کا ہے۔ اور وعدہ اور وعید یہ قولی معاہدہ ہے۔ اور ان دونوں میں سے کوئی بھی خلاف نہیں ہوسکتا لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ اُس کی تسلیم سے خدا کی قدرت مطلق میں نقصان آتا ہے جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارا خیال ہے۔ محض غلط اور وہم اور ناسمجھی ہے۔ اس راز کے سمجھانے کو چند سطریں کافی نہیں ✦

چوتھا اصول۔ خواہ یہ تسلیم کرو کہ انسان مذہب یعنی خدا کی عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے خواہ یہ کہو کہ مذہب انسان کے لئے بنایا گیا ہے۔ دونوں حالتوں میں ضرور ہے کہ انسان میں بہ نسبت دیگر حیوانات کے کوئی ایسی چیز ہو۔ کہ وہ اُس بار کے اُٹھانے کا مکلف ہو۔ اور انسان میں وہ شے کیا ہے؟ عقل ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ جو مذہب اس کو دیا جاوے وہ عقل انسانی کے مافوق نہ ہو (مجھکو افسوس ہے کہ تم ہرگز نہیں سمجھتے کہ عقل انسانی اور عقل شخصی میں کیا فرق ہے) اگر وہ عقل انسانی کے مافوق ہے تو انسان اُس کا مکلف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اُس کی ایسی مثال ہوگی جیسے کہ بیل یا گدھے کو امورِ دنی کا مکلف قرار دیا جاوے یا جو نپور کا قاضی بنا دیا جاوے ✦

مذہب اسلام اور خدا کا کلام اِن تمام نقصانوں سے پاک ہے وہ بتاتا ہے کہ تم سمجھو لو اور سمجھکر یقین کر لو کہ جو کچھ خدا بتاتا ہے اور کہتا ہے وہ سچ ہے۔ اس سے زیادہ سچائی کیا ہوسکتی ہے جو بانی اسلام کی زبان سے کہدینے کو خدا نے فرمایا ہے۔ انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰہکم الٰہ واحد انما انا بشیر و نذیر۔ جان من مذہب اسلام اور خدا کے کلام کو دیو پری کے قصے مت بناؤ۔ ورنہ جو فوقیت اسلام کو دوسرے مذاہب باطلہ سے ہے وہ ساقط ہو جاتی ہے۔ اور انسان عقل انسانی کی بموجب قابل یقین نہیں رہتا ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جاہل ایک بات کو جو عقل انسانی کے مافوق ہے مان سکتا ہے اس وجہ پر کہ فلاں بزرگ نے کہی ہے اور اس کا ایمان مضبوط رہتا ہے۔ کیونکہ وہ اسکے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ مگر جس کو خدا نے عقل انسانی یا اُس کا کوئی حصہ عطا کیا ہے وہ ایسی بات پر جو کہ مافوق عقل انسانی ہے یقین نہیں کر سکتا +

میں نے بہت سے عالموں کو یہ بات کہتے سنا ہے اور شاید تم نے بھی گذرا ہو گا کہ فلاں بات دل میں تو نہیں منطبق یا سمجھ میں تو نہیں آتی مگر قرآن یا حدیث میں آئی ہے مان لینی چاہیئے۔ اس طرح مان لینے پر یقین اور ایمان کامل کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ گو کہ نجات کے لیے کافی ہو +

اب تمہارے دل میں بہت سے شبہات پیدا ہونگے اور تم خیال کروگے کہ مذہب اسلام اور قرآن مجید میں تو بہت باتیں مافوق عقل انسانی ہیں۔ مگر یہ تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔ قرآن مجید اس نقصان سے پاک ہے +

تم نے بہت مدت تک نوکری کی اب اُس کو چھوڑو و علیگڈھ میں چلے آؤ یہاں رہو چندمدت کی گفتگو اور سمجھانے اور بتانے کے بعد تم کو ثابت ہو جاوے گا کہ اسلام میں اور قرآن مجید میں کوئی بات مافوق عقل انسانی نہیں ہے۔ والسلام +

از الہ آباد
۱۷۔ اگست ۱۸۹۲ء

خاکسار
سید احمد

دوسرا خط نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علیخان کا

بنام

سید احمد

حیدرآباد دکن ۱۹۔ ستمبر ۱۸۹۲ء

جناب عالی

آپ کا خط ۱۷۔ اگست کا لکھا ہوا پہنچا۔ مجھے اس کا ذرا بھی خیال نہ تھا۔ کہ اُن دو فقروں پر جو یوں ہی سرسری طور پر میرے قلم سے آپ کی تفسیر کی نسبت نکل گئے تھے۔ آپ اتنی توجہ فرماوینگے اور اُس کے متعلق ایسا بڑا خط لکھیں گے۔ مگر میں نہایت خوش ہوں۔ کہ آپنے اُس پر ایسی توجہ فرمائی اور مجھے اپنے شبہات کا زیادہ تفصیل سے عرض کرنیکا موقع دیا۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ نہایت ٹھنڈے دل سے میری اس تحریر کو ملاحظ فرماوینگے اور محققانہ جواب سے میرے دل کے سارے شکوک دور کر دینگے آپ یقین کیجئے کہ میں اگرچہ آپکے نزدیک آبائی تقلید کی دلدل میں پھنسا ہوں۔ مگر اُس سے نکلنے پر آمادہ ہوں۔ بشرطیکہ آپ مجھے ثابت کر دیں کہ میں درحقیقت کسی ایسی دلدل میں پھنسا ہوں اور یہ کہ اُس سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نکلنے کے بعد کسی ایسے گہرے تاریک اور آگ سے بھرے ہوئے غار میں گرنیکا اندیشہ نہیں ہے جسکی نسبت میرے حق میں دلدل میں پھنسا رہنا زیادہ مفید ہے +

حضرت ۔ آپ نے اٹھارہ برس کے بعد میرے دل پر تازیانہ لگایا ہے اور بھرے ہوئے زخم کو پھر ہرا کیا ہے اگر اس کے درد سے میں چلاؤں اور نالہ و شیون کروں تو مجھے معذور سمجھئے اور میرے شور و فغاں کو سنکر میرے درد کی دوا فرمائیے ۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اور چوٹ لگا دیں اور مجھے چلانے اور غل مچانے پر زیادہ مجبور کر دیں +

جناب والا ۔ آپ نے میرے اس خیال کی نسبت جو آپ کی تفسیر کی نسبت ہے دو سبب قرار دیئے ہیں ۔ ایک آبائی خیالات کی پابندی ۔ دوسرے علما کے اقوال اور تفاسیر پر یقین ۔ پہلے امر کی نسبت میں تسلیم کرتا ہوں کہ خدا نے اپنی مہربانی سے مجھے مسلمان کے گھر میں پیدا کیا ۔ بچپن سے میرے کان میں اسلام کی باتیں ڈالیں ۔ لڑکپن سے میں اسلامی باتیں سنتا رہا اور بلاشبہ ان کا بہت بڑا اثر میرے دل پر ہوا ۔ مگر میں یہ بات نہیں مان سکتا کہ جو کچھ میں نے سنا اور جو کچھ سنی ہوئی باتوں کا اثر میرے دل پر ہوا وہ عموماً ایسا قوی تھا ۔ کہ اس کو میں دل سے مٹا نہیں سکتا ۔ میں اپنی زندگی کے پچھلے دنوں پر جب ایک سرسری نظر ڈالتا ہوں تو ایک بہت بڑا سلسلہ ایسے خیالات اور اعتقادات کا پاتا ہوں جن میں نہایت تغیر و تبدل ہوا ہے ۔ بہت سی چیزیں ایسی دیکھتا ہوں جنکو میں اول صحیح سمجھتا تھا مگر اب غلط جانتا ہوں اور بہت سے خیالات ایسے ہیں جن کو ایک زمانہ میں برا سمجھتا تھا مگر اب اچھا سمجھتا ہوں ۔ پھر میں یہ تغیر خیالات کا صرف جزئیات میں نہیں پاتا بلکہ اصول اور کلیات میں بھی ۔ پس اگر آپکے ارشاد کے موافق آبائی تقلید کی جڑ میرے دل میں ایسی مضبوط ہوتی ۔ کہ کسی طرح وہ اکھڑ نہ سکتی ۔ تو میں اپنے دل سے ایسے خیالات کو جو لڑکپن سے میرے دل میں جمے ہوئے تھے کیونکر اکھاڑ کر پھینک دیتا اور بہت سی ایسی باتوں کو جو سنتے سنتے کالنقش فی الحجر ہو گئی تھیں حرف غلط کی طرح صفحۂ دل سے کس طرح مٹا سکتا ۔ اس لئے جہاں تک میں اپنے دل کو دیکھتا ہوں اُسے حق کے قبول پر آمادہ اور آبائی خیالات اور رسم و رواج اور قوم اور برادری کی پابندی سے آزاد پاتا ہوں ۔ اس پر میری رائے جبکہ آپ کی تفسیر کے بعض مضامین سے ایسی مخالف ہے کہ اس کی نسبت لقول بما لا یرضی بہ قائلہ کہہ بیٹھا تو اس کا کوئی نہ کوئی سبب ہوگا ۔ بظاہر حالات تو مقتضے اس کے تھے کہ میں آپ کی رائے سے اتفاق کرتا ۔ اور آپ کے ہر خیال کو اچھا سمجھتا ۔ اس لئے کہ علاوہ اس یقین کے کہ جو مجھے آپ کے اسلام اور عالی دماغی اور بلند خیالی اور پاک باطنی پر ہے میرے دل کو آپ سے وہ نسبت ہے جو لوہے کو مقناطیس سے ۔ جس طرح کہ اس کے اختیار سے خارج ہے کہ مقناطیس کی طرف نہ جھکے اور اپنے آپ کو اس کی کشش سے بچا سکے اسی طرح میرے امکان میں نہیں ہے کہ آپ کی بات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نہ مانوں اور آپ کے خیالات کا ہمصفیر نہ ہوں۔ مگر باوجود اس کے جب کہ میں آپ کی تفسیر کے بعض مضامین کا مخالف ہوا اور مخالف بھی ایسا کہ اُس مخالفت کو نہ آپ کی وہ عظمت و وقعت جو میرے دل میں ہے روک سکی۔ نہ وہ محبت وارادت جو مجھے آپ سے ہے اُس کی مانع ہوئی۔ نہ آپکی جادو بھری تحریر نے اثر کیا۔ نہ آپکی پُرزور تقریر نے۔ تو میرے پیارے سید! خدا کے لئے انصاف کرو۔ کہ اس کا سبب بچپن کی سُنی سُنائی باتوں کا اثر ہوگا۔ یا اُس قوت ایمانیہ کا جس کے مقابلے میں سارے خیالات محبت اور عظمت اور ارادات کے دب گئے۔ اور یہ کمزور دل کا کام ہے یا اس زبردست دل کا جس نے حق بات پر کسی اور چیز کو غالب ہونے نہ دیا +

دوسرا سبب۔ میری مخالفت کا آپ اُس اعتقاد کو قرار دیتے ہیں جو مجھے علما کے اقوال اور تفاسیر کے رطب و یابس روایات پر ہے اور جو آپ کے نزدیک پہلے سبب کا قوی اور مضبوط کرنیوالا ہے۔ آپ کی اس تحریر نے نہایت متعجب کیا۔ اس لئے کہ آپ سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ میرے خیالات اس بارہ میں کیا ہیں اور علما اور اُن کی کتابوں کی نسبت میں کیا رائے رکھتا ہوں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ میرے نزدیک نہ کوئی کتاب خدا کی کتاب کے سوا غلطی سے پاک ہے گو وہ کیسی ہی اصح الکتب کیوں نہ سمجھی گئی ہو۔ اور نہ کوئی شخص سوائے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے خطا اور غلطی سے محفوظ ہے۔ گو وہ صحابی اور امام ہی کیوں نہ ہو۔ بلاشبہ اسلام اس پر فخر کرسکتا ہے کہ اس میں بہت بڑے مفسر اور محدث اور مجتہد اور عالم اور فقیہہ اور حکیم ہوئے۔ اور بہت مفید اور قابل قدر کتابیں لکھی گئیں۔ اور ہمارے بزرگوں نے بہت بڑا ذخیرہ علم کا ہمارے لئے چھوڑا اور ہم ان کے علم اور اجتہاد اور رائے اور تالیفات سے بہت بڑی مدد پاتے ہیں۔ مگر کوئی بھی اُن میں معصوم نہ تھا۔ نہ کسی پر جبریل امین وحی لائے تھے نہ کسی کی شان میں خدا نے ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی فرمایا تھا۔ اِس پر بھی اگر کوئی کسی کو ہر طرح سے ہر بات میں اور ہر حالت میں واجب التقلید سمجھے اور باوجود ظاہر ہوجانے غلطی کے خواہ وہ عقل و فطرت کی وجہ سے ہو یا کسی اور سبب سے اُسی کی کہی ہوئی یا لکھی ہوئی بات کو صحیح سمجھتا اور یقین کرتا رہے تو وہ میرے نزدیک مشرک فی صفۃ النبوۃ ہے اور عقل سے خارج اور راہ راست سے کوسوں دور۔ کیا خوب فرمایا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے من جمد الحق وقفا علی واحد من النظار فھو الی الکفر والتناقض اقرب بس جب کہ عالموں اور کتابوں کی نسبت میری یہ رائے ہو اور جسے آپ خوب جانتے ہوں تو آپ میرے اس تعجب اور تاسف کا اندازہ کرسکتے ہیں جو آپ کی تحریر سے مجھے ہوا ہوگا۔ خیر آپ کو اختیار ہے جو سبب چاہیں آپ اس کا قرار دیں خواہ بچپن کے خیالات کو خواہ علما کے اقوال پر یقین رکھنے کو۔ مگر میرے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نزدیک تو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ آپ کی تفسیر بعض مقام پر تفسیر الکلام بما لا یرضی بہ قائلہ ہے۔

جناب من۔ مجھے تو آپ نے اپنی تفسیر کے اعلیٰ مقامات کے نہ سمجھنے پر یہ الزام لگایا۔ کہ بچپن کی سنی سنائی ہوئی باتیں دل میں ایسی جم گئی ہیں۔ کہ انہوں نے غور و فکر کی قوت کو بیکار کر دیا ہے۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ اس زمانہ کے فلاسفر اور سائنس (علم) کے جاننے والے جو تمام درجے نیچر (فطرۃ) کے طے کر کے نئی روشنی دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ آنحضرت کی نسبت کہیں کہ گو آپنے تقلید چھوڑ دی کتابوں کو ردی سمجھا عالموں اور مفسروں کی تضحیک کی اور اپنے نزدیک تحقیق کے بڑے بڑے درجہ پر قدم رکھا اور قرآن کو نیچر اور قوانین نیچر کے مطابق کرنے میں بڑی زحمت اٹھائی مگر باوجود اس عالی دماغی اور روشن ضمیری اور محققانہ خیالات اور حکیمانہ دماغ کے بچپن کی سنی سنائی باتوں کے اثر سے آپ اپنے آپ کو بچا نہ سکے[1] اور اب تک خدا کے مقرر رسول کے قائل اور اصول دین کے معتقد بنے رہے۔ قصور معاف، آپ کو اس کے جواب دینے میں اتنی آسانی نہ ہوگی جتنی کہ مجھے آپ کے ارشاد کے جواب دینے میں ہے۔ اس لئے کہ میں ایک حد پر پہنچ کر عقل کو معزول اور فطرت سے اپنے آپ کو بیخبر کر کے اپنا پیچھا چھڑا لوں گا۔ اور علی بدین العجائز کا اقرار کرنے لگوں گا۔ مگر آپ کو بڑی مشکل پیش آئے گی کہ آپ ایک اصل کو بھی اصول دین سے اور ایک اعتقاد کو بھی منجملہ معتقدات مذہب کے ماڈرن سائنس (علوم جدیدہ) اور زمانہ حال کے فلسفہ کی رو سے اور نیچر کے مطابق ثابت نہ کر سکیں گے[2] یہ میرا کہنا درحقیقت معارضہ بالمثل نہیں ہے اور نہ آپ کی جناب میں گستاخانہ خیال۔ میں اپنی ارادت اور عقیدت اور آپ کی شان کو اس سے بہت رفیع و اعلیٰ سمجھتا ہوں کہ کوئی بے ادبانہ اور گستاخانہ بات زبان پر لاؤں مگر عقیدت یا عظمت حقائق کو بدل نہیں سکتی۔ جو کچھ میں نے کہا ہے یہ ایک واقعہ ہے اور اس زمانہ کے فلاسفر اور حکیم اور نئی سائنس کے عالم مذہبی خیالات رکھنے والوں کی نسبت یہی کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک بہت بڑا یورپین عالم اپنی ایک مشہور کتاب میں جہاں اس نے خدا کی قدرت اور ارادہ اور علم اور تصرف فی العالم اور خالق خیر و شر ہونے سے انکار کیا ہے اور اسے صرف ایک ایسی علۃ العلل قرار دیا ہے جسے کسی قسم کا اختیار یا تصرف عالم میں نہیں ہے کہتا ہے کہ یہ عقیدہ پرانے خیالات سے زیادہ تر

---

[1] تو عجب نہیں کہ اس تمام پر جو کچھ کہا ہے سچ ہو مگر میں نے اپنی دانست میں خدا اور رسول کو اور اسلام کی حقیقت کو بعد تحقیق اور بعد یقین ظاہری و بشر کے مانا ہے میری کل تاثیر بچپن کی سنی ہوئی باتوں اور تعلیم پانے ہونے کے نہ تھا جو ایسا انکار نہیں کر سکتا۔ ۱۲ سید احمد

[2] یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مجھ کو یقین ہے کہ میں عمدہ بتا ہو سکوں گا۔ ولا افخر فی ذالک ولکن لیطمئن قلبی ولا حاجۃ لی ان اقول علی بدین العجائز۔ ۱۲ سید احمد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

صاف اور عاقلانہ ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس کے ماننے کے لئے زیادہ قوتِ دل کی ضرورت ہے اور جن لوگوں کو ہر معمولی واقعہ میں خدا کی خاص قدرت اور ارادہ اور پیش بینی اور ہر روزمرہ کی چیزوں اس کی نگرانی اور علم کے آثار پانے کی عادت ہوگئی ہے اُن کو یہ عقیدہ سرد اور غیر تسکین بخش معلوم ہوگا۔ لیکن اُمیدیں اور خیالات واقعات کے مقابلہ میں بے طاقت ہیں"۔ ایک اور صاحب فرماتے ہیں کہ "جسے لوگ خدا اور خالق کہتے ہیں وہ خود انسان کا مخلوق ہے" یعنی اپنے دل سے اُسے پیدا کر لیا ہے اور اپنے صفات کا جامع قرار دیا ہے"۔ یہ صاحب دنیا کے ناقص اور نکمّا اور بے ترتیب ہونے پر اُسکے بنانے والے کو براہ تمسخر و ظرافت آموز قرار دے کر خدا کے ماننے والوں کو احمق اور بے وقوف کہتے اور کتب آسمانی کے غلط اور جھوٹ ہونے پر اُنہیں کی شہادت لاتے ہیں۔ چنانچہ انجیل سی پاک کتاب کی نسبت آپ فرماتے ہیں کہ "میری رائے میں کسی دانشمند آدمی کو اس بات کے یقین دلانے کو انجیل انسان کی بناوٹ بلکہ وحشیانہ ایجاد ہے۔ صرف اسی قدر ضرورت ہے کہ وہ انجیل کو پڑھے"۔ پھر آپ لوگوں سے فرماتے ہیں کہ "تم انجیل کو اس طرح سے پڑھو جیسے کہ تم اور کسی کتاب کو پڑھتے ہو۔ اور اسکی نسبت ایسے خیالات کرو جیسے کہ اور کتابوں کی نسبت کرتے ہو۔ اپنی آنکھوں سے تعظیم کی پٹی نکال ڈالو۔ اور اپنے دل سے خوف کے بھوت کو بھگا دو اور دماغ اوہام سے خالی کرو۔ تب انجیل مقدس کو پڑھو۔ تو تم کو تعجب ہوگا کہ تم نے ایک لحظہ کے لئے بھی کیونکر اس جہالت اور ظلم کے مصنف کو عقلمند اور نیک اور پاک خیال کیا تھا"۔ یہ خیالات کچھ ایک دو مصنفوں کے نہیں ہیں بلکہ کثرت سائنس کے جاننے والے مذہب کے ماننے والوں اور خدا کے متصف بصفات وجودیہ و سلبیہ سمجھنے والوں پر نہایت تعجب اور تاسف کرتے ہیں۔ پس جبتک کہ آدمی علم کی معراج کے اس درجہ پر نہ پہنچ جاوے وہ ایسے لوگوں کے نزدیک ضرور آبائی خیالات کا پابند سمجھا جاویگا اور جب تک خدا اور رسول اور معاد اور اصول دین کو مانتا ہے گو وہ کتنی ہی زینے علم و نیچر کے طے کر چکا ہو مجھ ہی سا ضعیف القلب اور کمزور ٹھہرے گا۔ مگر فرق ہوگا تو کمی بیشی کا۔ مجھے ایسے لوگ زیادہ بودے دل کا سمجھیں گے اس لئے کہ میں خدا کو قاضی الحاجات سمجھتا ہوں۔ دعا کو ایک سبب حصول مقصد کا اور اجابت دعا کے معنی مطلب کا حاصل ہونا جانتا ہوں۔ جبریل کو ایک فرشتہ وحی کا لانیوالا اور نبوت کو ایک خدا کا دیا ہوا خیال کرتا ہوں۔ آپکو ان باتوں کے انکار سے بہ نسبت میرے زیادہ اور زیادہ

* آپ یقین کریں کہ جب ہم اُن کے مقابل کچھ لکھیں گے تو اُنہی کے ان اقوال کا غلط ہونا نیچر کی رو سے اور عقلی دلائل سے ثابت کر دیں گے۔ ... سید احمد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بہت داد سمیں گے۔ مگر پورا مرد اور بچپن کی سنی سنائی باتوں کی قید سے کامل آزاد نہیں گے۔ اس لئے کہ آپ بھی خدا کے معتقد رسول کے قایل قرآن مجید کے مقر ہیں اور عذاب وثواب حشر ونشر وغیرہ اصول دین کو مانتے ہیں گو بعض کی حقیقت میں عام مسلمین سے کچھ اختلاف رکھتے ہوں +

بہر حال جو دو سبب آپنے میری مخالفت کے اپنی تفسیر سے قرار دیئے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی میں نہیں مانتا۔ (الحمد للہ۔ ۱۲ سید احمد) اب رہا یہ امر کہ میرے پاس خدا کی بھیجی ہوئی وحی آتی تھی۔ جس سے مجھے ثابت ہوا کہ مرضی قایل یعنی خدا کی وہ نہیں ہے جو آپ سمجھے ہیں۔ اس کی نسبت باادب تمام عرض کرتا ہوں کہ مجھ پر تو وحی آنے کی ضرورت جب ہوتی۔ کہ میں کوئی ایسی بات بیان کرتا جو انسانوں کی معمولی سمجھ سے خارج ہوتی یا وہ معنے قرآن کے بیان کرتا جسے نہ صاحب الوحی سمجھے تھے نہ صحابہ نہ آیمہ نہ عام مسلمین[۱]۔ ہاں آپنے بعض مقامات پر قرآن کے وہ معنے بتاتے ہیں جو نہ لفظوں سے نکلتے ہیں نہ محاورہ عرب کے مطابق ہیں نہ سیاق کلام کے موافق بلکہ جو اسلام کا منشا اور قرآن کا مقصود اور پیغمبر کی ہدایت کی اصلی غرض ہے ان سب کے خلاف۔ پس ایسی صریح اور صاف بات کے لئے مجھ پر وحی آنے کی ضرورت نہ تھی اور خدا کی عام مرضی معلوم ہونے کے بعد جو معنی اس کے خلاف لئے گئے اس پر لا یرضیٰ بہ قایلہ کہنا بیجا نہ تھا۔ اب رہا اس کا ثبوت۔ وہ میں آیندہ آپ کی تفسیر کے بعض اقوال نقل کرکے بخوبی دونگا[۲] +

مگر اتنا آپ یہ خیال نفرماویں کہ میں اس ضرورت سے بے خبر ہوں جس نے آپ کو تفسیر لکھنے پر مجبور کیا۔ یا مذہب اور علم کی اس لڑائی سے ناواقف ہوں جو نہایت زور شور سے اس زمانہ میں ہو رہی ہے۔ یا میں علم کے حملہ کو خفیف سمجھتا ہوں جو وہ نئے ڈھنگ سے اور نو ایجاد ہتھیاروں سے مذہب پر کر رہا ہے یا میں پہلے زمانہ کی موجودہ کتابوں کو اس وقت کی ضرورت کیلئے کافی سمجھتا ہوں یا نئے خیالات دیکھ کر انکا مخالف ہوں۔ غالباً بہت آدمی ایسے ہونگے جو مجھ سے بڑھ کر اس بات کے خواہشمند ہوں کہ مذہب علم کے حملہ سے بچایا جاوے اور کم ایسے لوگ ہوں گے جو آپ کی اس مردانہ ہمت کی داد دیتے ہوں۔ آپ اس لڑائی میں اسلام کا سفید علم لیکر علم کے سامنے آئے اور ایسے غالب اور قومی حریف سے مصالحت کی کوشش کی۔ مجھ سے بڑھکر کوئی نہیں جانتا کہ تفسیر کے لکھنے سے آپکا مقصود کیا ہے۔ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ اسلام اپنی سلطنت پر قایم ہے اور علم اس کا

[۱] ابھی یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوا اور بغیر اس کے ثابت کرنے کے کیونکر اس کو دلیل گردانا ہے + سید احمد ۱۲

[۲] جب دو گے اور جب ثابت کر لو گے تب دلیل ہوگی۔ اس وقت اس پر استدلال بے موقع ہے + سید احمد ۱۲

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دوست سمجھا جائے اور آپ کی تفسیر میں اس بات کی بہت سی نشانیاں بھی پائی جاتی ہیں اور وہ غور سے دیکھنے والے کو نہایت اعلےٰ مضامین اور حکیمانہ خیالات اور محققانہ باتوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ لاریب فیه انه کنز مدفون من جواهر الفواید وبحر مشحون بنفایس الفواید مگر میں یہ نہیں مانتا کہ آپ ہر جگہ اس مقصود کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے بلکہ برخلاف اُس کے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ بعض جگہ تسامح کے درجہ سے گزر کر مغالطہ میں پڑ گئے اور جس حد پہ پہنچکر آپ کو ٹھہرنا چاہئے تھا اُس سے گذر گئے۔ آپ نے اُن باتوں کو جو اُس زمانہ کے علم وسائینس نے پیدا کی ہیں بغیر کسی شک وشبہ کے صحیح اور یقینی مان لیا۔ اور جو باتیں قرآن میں بظاہر اُس کی مخالف معلوم ہوئیں اُن میں ایسی تاویلیں کرنی شروع کیں کہ قرآن کا مقصود ہی فوت ہو گیا اور اس پر ستم ظریفی آپ کی یہ ہے کہ آپ تاویل کو کفر قرار دیتے اور اپنی تفسیر کو قرآن کے الفاظ اور سیاق اور محاورے اور مقصود ومحاورے کے مطابق بتاتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی آپ کا اصل مقصود کوسوں دور رہا۔ اس لئے کہ نیچر اور لاآف نیچر اگر وہی ہے جو اس زمانہ کے یورپین حکیم بتاتے ہیں تو خدا کی خدائی اور رسولوں کی رسالت اور عذاب وثواب کا اقرار وہی آبائی تقلید اور بچپن کی سُنی سنائی باتوں کا اثر سمجھا جاوے گا۔ اور قرآن باوجود انکار معجزات اور خرق عادات اور دعا اور اجابت دعا اور فرشتوں اور جنات کے نیچر اور لاآف نیچر کے مخالف ہی رہے گا۔ پس میرے نزدیک آپ دو مصیبتوں میں سے ایک میں سے بھی نہ نکل سکے۔ کہیں قرآن کے معنے سمجھنے میں غلطی کی اور کہیں نیچر اور لاآف نیچر کے ثابت کرنے میں۔ بعض جگہ تو آپ قرآن کا وہ مطلب سمجھے جو نہ خدا سمجھا نہ جبرئیل نہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ اصحاب نہ اہلبیت نہ عامہ مسلمان اور کہیں نیچر کے دائرہ سے نکل گئے اور مذہبی آدمیوں کی طرح پرانے خیالات اور پرانی دلیلوں اور پرانی باتوں کا گیت گانے لگے۔ چنانچہ آپ کی تفسیر میں دونوں باتوں کا جلوہ نظر آتا ہے جہاں آپ نے دعا اور اجابت دعا کے مشہور معنوں سے انکار کیا معجزات اور خرق عادات کو ناممکن سمجھکر حضرت عیسیٰ کے بے باپ پیدا ہونے اور اُن کی طفلی کے زمانہ کے وقعات اور احیائے اموات وغیرہ باتوں کو اہل کتاب کی کہانیاں بتلایا وہاں آپ نے دکھا دیا کہ آپ کی تفسیر قرآن کے الفاظ اور سیاق عبارت اور اُس کے عام منشاء سے کچھ مناسبت اور مطابقت نہیں رکھتی۔ اور جہاں آپ نے خدا کی خدائی اور پیغمبر کی پیغمبری اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے اور ثواب عذاب وغیرہ کا اقرار کیا گو اُس کی حقیقت میں علمائے ظاہری کی رایوں سے اختلاف کیا ہو وہاں آپ نے ثابت کر دیا کہ نیچر اور لاآف نیچر کا کچھ بھی اثر آپ پر نہیں ہوا وہی سب پُرانے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خیالات آپ کے دل میں سمائے ہوئے ہیں۔ جن پر نیچر کے جاننے والے اور لا آف نیچر کے ماننے والے ہنستے ہیں۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ اعتقادات لا آف نیچر (قوانین فطرت) کے مطابق ہیں (ہاں ۱۲ سید احمد) یا ماڈرن سائنس (علوم جدیدہ) سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے (ہاں ہو سکتی ہے ۱۲ سید احمد) اور اعتقادات کا تو کیا ذکر ہے۔ آپ صرف خدا کی خدائی فلسفہ جدیدہ سے ثابت کر دیجئے (بیشک ۱۲ سید احمد) اور اس کے خالق اور قادر اور حکیم اور علیم ہونے کا ثبوت حکماء زمانہ حال کے اقوال سے پیش کیجئے اس کی مجھے حاجت نہیں۔ ۱۲ سید احمد) میرے نزدیک اکثر فلسفی تو ایسے باہمت اور بہادر دل کے قوی ہیں کہ وہ خدا کے وجود کے اعتقاد سے بڑھکر کسی بات کو بیہودہ نہیں سمجھتے اور نعوذ باللہ خدا کو خود انسان کے وہم و خیال کا پیدا کیا ہوا کہتے ہیں۔ ہاں بعض اس کے وجود کے قائل ہیں یا یوں کہیئے کہ منکر نہیں ہیں۔ مگر وہ بھی کس خدا کے قائل ہیں اُس خدا کے نہیں جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور محمدؐ کا خدا ہے بلکہ اُس خدا کے جو ڈارون اور ہیکل کا خدا ہے جس کا نام اُن کی زبان میں فرسٹ کاز اور عربی میں علۃ العلل ہے وایں خدا ہوے نئی آید و بکارِ نمی آید۔ اُن کے خدا نے نہ کسی چیز کو اپنے ارادے اور مرضی سے پیدا کیا اور نہ کر سکتا ہے نہ کسی چیز میں تصرف کیا نہ کر سکتا ہے نہ وہ کسی قسم کا اختیار رکھتا ہے نہ کسی چیز کو جانتا ہے نہ کسی بات کو سنتا ہے۔ نہ قاضی الحاجات ہے نہ سمیع الدعوات۔ نہ فاعل مختار ہے نہ قادر علے الاطلاق۔ ہاں اس سے انکار نہیں کہ وہ ایک ہستی ہو جس سے کوئی غیر معلوم مادہ بلا اس کے اختیار اور بغیر اس کی مرضی کے اور بغیر تقدم زمانہ کے ظاہر یا پیدا ہو گیا۔ اور اس سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا اور تیسرے سے چوتھا۔ وہلم جرا مواد پیدا ہوتے ہوتے مادی کائنات کا ظہور ہوا اور ایک ناکامل حالت سے آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے لاکھوں کروڑوں برسوں کے تغیرات اور تنازعات کے بعد یہ دنیا بنی۔ اور جو کچھ اب ہم دیکھتے ہیں اس کا اس طور پر ظہور تدریجی عمل میں آیا۔ ولکن لیس فیہما ما یدل علی الاختیار بل کلہ عن الاضطرار۔ پس اگر یہ مسئلہ نیچر کا مان لیا جاوے اور یہ لاز آف نیچر تسلیم کر لئے جاویں۔ تو فرمائیے کہ وہ خدا جو خالق اور صانع قادر اور مرید سمیع علیم مصور اور حکیم اور کیا کیا مانا جاتا ہے کہاں باقی رہتا ہے اور جب تک کوئی ڈراون کا ہمخیال اور ہیکل کا ہمصفیر نہ بن جاوے کیونکر وہ دل کا مضبوط اور دانشمند کہا جا سکتا ہے[1]۔ رہا اُن کا

[1] ہم ان کی ان سب باتوں کی غلطی نیچر سے ثابت کرنے کو موجود ہیں اور نیچر ہی سے اُس خدا کو ثابت کرتے ہیں جو ابراہیم اور محمدؐ کا خدا ہے۔ ۱۲ سید احمد۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہم خیال اور ہم صفیر ہونا۔ اس کی کسی اور کو خواہش ہو تو ہو مگر مجھے تو نہ اس کی خواہش ہے اور نہ طاقت (شاباش۔ شاباش ۲۔ سید احمد) میرا بودا دل اور ضعیف دماغ تو اپنے اولڈ (پرانے) خدا کے چھوڑنے اور ساری صفات سے اُسے خالی کر کے صرف فرسٹ کاز (علۃ العلل) ماننے سے بہت گھبراتا اور لرزتا ہے (شاباش۔ شاباش ۲۔ سید احمد) میں تو اپنی نادانی اور بزدلی کو اپنے حق میں ایسے حکیموں کی دانائی اور جوانمردی سے بہت زیادہ مفید سمجھتا ہوں۔ لان البلاھۃ ادنی الی الخلاص من فطانۃ تبراء والعمی اقرب الی السلامۃ من بصیرۃ حولاء۔

اب میں اس خط کو تمام کرتا ہوں اس لئے کہ جو دلچسپ مضمون آپ نے چھیڑا ہے وہ ایک یا دو خط میں نہیں آسکتا۔ ضرور ہے کہ ایک سلسلہ ایسی تحریرات کا آپ کی اور آپ کی بدولت اور شائقین کی خدمت میں پیش کیا جاوے۔ میں اگلے خط میں نیچر اور لا آف نیچر اور ورک آف گاڈ یعنی خدا کے کام اور ورڈ آف گاڈ یعنی خدا کے کلام سے جو آپکی تفسیر کے اصول میں سے ایک اصول ہے بحث کروں گا۔ اور اس بات کو دکھادوں گا اس زمانہ کی سائنس کی رُو سے جن کو آپ ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ کہتے ہیں بلکہ خود گاڈ خیالی ڈھکوسلے اور اولڈ فیشن والوں کے سڑیل خیالات ہیں۔ کہاں کا گاڈ اور کہاں کا ورک آف گاڈ اور کیسا ورڈ آف گاڈ۔ علم کی روشنی نے ان تاریک خیالات سے دنیا کو پاک کرنا شروع کردیا ہے اور جن کے دل نئے خیالات کی تیز شعاعوں سے روشن ہوگئے ہیں۔ وہ ان لغویات کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اُن کے نزدیک ان پرانی باتوں اور ان جہالت و وحشت کے یادگار خیالات کی جگہ اب باقی نہیں رہی الا اُن دلوں میں جو آبائی تقلید کے بندوں میں پھنسے ہوئے اور بچپن کی سُنی سُنائی باتوں کے دام میں گرفتار ہیں۔ ورنہ ماڈرن سائنس نے فتویٰ دیدیا ہے کہ خدا وجود معطل ہے۔ رزاقی اور الوہیت بیہودہ خیالات ہیں۔ دعا اور عبادت وحشیوں اور جاہلوں کے ڈر اور خوف کا نتیجہ ہے۔ نبوت دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ وحی افسانہ ہے۔ الہام خواب ہے۔ روح فانی ہے۔ قیامت ڈھکوسلا ہے۔ عذاب و ثواب انسانی اوہام ہیں۔ دوزخ و جنت الفاظ بے معنی ہیں۔ انسان صرف ایک ترقی یافتہ بندر ہے۔ مابعد الموت نہ سزا ہے نہ جزا۔ وہ مرنے کے بعد سب جھگڑوں قصوں سے پاک ہے۔ پس اے میرے بزرگ سر سید اور اے میرے پیارے مرشد یہ ہیں خیالات ان لوگوں کے جو کہ حقیقت میں دل کے قوی اور عقل کے کامل اور حکمت کے موجد اور علم کے دریا کے شناور ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الذین یستحبون الحیواۃ الدنیا علی الآخرۃ و یصدون عن سبیل اللہ و یبغونہا عوجاً اولئک فی ضلال بعید ؎

محسن الملک

جواب از طرف سید احمد خاں

مکرمی مہدی

آپ کا نہایت طولانی خط نہایت دلچسپ فصیح و زبردست۔ دلکش مملو از قوت۔ ایمانی و ممزوج از فطرت ربانی پہنچا۔ خوبی تحریر و فصاحت بیان جیسا کہ آپ کا خاصہ تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ کی ہر تحریر میں پایا جاتا ہے خواہ میرے نام کا ہو خواہ لکچر اشاعت الاسلام پر خواہ اور کوئی لکچر۔ معاف کیجئے۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ ذرا سی کسر تعمق نظر میں رہ جاتی ہے۔ وعندی ھذا دابکم۔

بات یہ ہے کہ میں خود یہ چاہتا ہوں کہ کوئی دوست اور صاحب سمجھ ایسا ہو جو میری تفسیر پر متوجہ ہو اور اس کی غلطیوں سے مجھے آگاہ کرے۔ اور شاید آپ کو یقین ہوگا کہ اگر وہ آگاہی آپ سے مجھ کو حاصل ہو۔ تو اس سے زیادہ خوشی مجھے اور کوئی نہیں ہو سکتی مگر جس طرح پر آپ نے یہ خط لکھا ہے یا آئندہ نسبت کسی مقام تفسیر کے کچھ لکھیں وہ کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو داب آپ کا میرے خیال میں ہے وہ مجھ کو اس طرف لے جاوے گا کہ پوری غور نہیں کی اور اصل بات نہیں سمجھی۔

فروع ہمیشہ متفرع ہوتے ہیں کسی اصول پر اور اس لئے فروع پر بحث مفید نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اصل جس پر وہ فرع متفرع ہے صحیح یا غلط قرار پاوے۔ اگر وہ اصل صحیح ٹھہرے تو ضرور ہے کہ فروع اس کے تابع قرار دیئے جاویں اور صحت اصل ہی دلیل قاطع اور برہان قطعی اس امر کی صحت کی ہوگی جو بات کہ بلحاظ تابع ہونے اس فرع کے اپنی اصل سی قرار دی گئی ہے۔

؎ لاکن یا حبیبی انت تنظر کالاحول بعین واحدۃ لا بعینین تارۃ تنظر الاسلام بعین و تارۃ اقوال الملحدین بعین ولا تنظر ما بجانب الآخر فلو نظرت کلیہما بعینین لکشفت لک حقیقۃ الاسلام ظاھرھا وباطنہ وظہرت لک الاغلاط والصواب فی اقوال الملحدین الذین ذکرت اقوالہم باعظم الشان وفضل البرھان ولا اخترت صراطاً مستقیما اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ آمین ۱۲۔ سید احمد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مثلاً امام شافعی کے نزدیک حرمت مصاہرت بدون ازدواج شرعی کے نہیں ہو سکتی۔ اب اس پر یہ امر متفرع ہے کہ اگر کسی کے باپ کی کسی عورت سے آشنائی ہو اور کتنی ہی مدت رہی ہو بیٹا اُس سے نکاح کر سکتا ہے۔ یا خود کسی شخص نے کسی عورت سے آشنائی رکھی ہو پھر اُس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔ اس فرع کی بہت عیوب اور خرابیاں بیان ہو سکتی ہیں لیکن جب تک وہ اصل غلط نہ ٹھہرے فرع کے نقصان و عیوب بیان کرنے سے کوئی نقصان لازم نہیں آتا۔ بلکہ صحت اصل دلیل قاطع صحت فرع کی ہے وہ بحال خود باقی رہتی ہے۔ جب تک کہ وہ اصل باطل نہ ہو۔

مشکل یہ ہے کہ ہم میں اور تم میں یہ امر طے نہیں ہوئے کہ اصول تفسیر کیا ہیں۔ یا کیا ہونے چاہئیں۔ جب وہ اصول قرار پا جاویں اُس وقت کسی خاص آیت پر بحث ہو سکتی ہے۔ اور بغیر اس کے یہ کہدینا کہ یہ تفسیر نہ محاورہ عرب کے مطابق ہے نہ سیاق کلام کے موافق۔ بلکہ جو اسلام کا منشا اور قرآن کا مقصود اور پیغمبر کی ہدایت کی اصل غرض ہے اُن سب کے برخلاف ہے۔ کچھ مؤثر نہیں۔ اس طرح اُوٹ پٹانگ بات کہدینے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے اور آپ سے مکاتبات ہوں صرف متعلق تفسیر اور وہ بطور رسالہ کے جمع کئے جاویں اور اُس کا نام "مکاتبات الخلان فی اصول التفسیر و علوم القرآن" رکھا جاوے۔ شروع ان مکاتبات کی اس طرح پر ہو۔ کہ میں آپ کی خدمت میں ہر ایک اصول تفسیر کو وقتاً فوقتاً بھیجوں۔ اگر وہ اصول آپ کے نزدیک صحیح ہو تو آپ اُس پر لکھ دیں۔ کہ یہ اصول صحیح ہے۔ پس وہ ہم میں اور آپ میں اصول مسلمہ ہوگا۔ خواہ وہ اصول ہم دونوں نے بلحاظ مذہب آبائی تسلیم کیا ہو خواہ از روئے تحقیق کے

اور جس اصول کو آپ غلط تصور کریں اس کی تردید کریں۔ بعد تحریرات تین امر اُس کی نسبت ہوں گے۔ یا تو آپ اُس کو تسلیم کر لیں گے تو وہ اصول مسلمہ فریقین ہو جاویگا اور یا آپ کی تردید کو میں تسلیم کر لوں گا۔ تو اُس پر کوئی تفریع معانی قرآن میں نہ کی جاوے گی۔ یا ہم دونوں میں اختلاف باقی رہے گا۔ اس صورت میں وہ اصول آپ کے مقابلہ میں حجت نہ ہوگا۔

جب یہ اصول اس طرح پر طے ہو جاویں اُس وقت میں آپ کو اجازت دوں گا کہ اب میری تفسیر کے جس مقام کو آپ غلط سمجھیں اُس پر تحریر فرما دیں۔ مگر جب تک اس طرح پر اوّل اصول نہ قرار پا لیں اعتراضات و تحریرات و جواب و سوال محض بے سود معلوم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہوتے ہیں۔ اور اوقات عزیز کا ضایع ہوتا ہے۔ اگر اس طرح ایک سالہ اصول تفسیر کی تحقیق میں ہماری اور آپ کی تحریرات کا جمع ہو جاوے تو کچھ شبہ نہیں کہ نہایت ہی مفید اور بکار آمد ہوگا۔ پس اگر آپ اس بات کو منظور کریں تو میں آپ کی خدمت میں اُن اصولوں کو وقتاً فوقتاً بھیجنا شروع کروں۔ بعد اس کے نسبت تفسیر کے جو تحریر ہو وہ ہو۔

اخیر خط میں جو آپ نے لکھا ہے کہ متّے خیالات کی روشنی سے میں بتاؤں گا کہ نہ خدا ہے نہ ورک آف گاڈ اور نہ ورڈ آف گاڈ بلکہ انسان ایک بندر ترقی یافتہ ہے جو فنا ہو جاوے گا۔ یہ مباحث تفسیر کی بحث سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے جب کہ آپ تفسیر کی صحت و عدم صحت سے بحث کرتے ہیں۔ تو قرآن کا تسلیم کرنا لازم آتا ہے اور اُس کو تسلیم کر کے اُس کی معنی کی صحت پر یا عدم صحت پر بحث رہ جاتی ہے۔ اگر خدا پر بحث کی جاوے تو وہ جداگانہ بحث ہے۔ پس آپ کا یہ خط اُس حد سے جس پر آپ نے پہلا خط لکھا ہے اور جس کا جواب میں نے لکھا خارج ہے اور جب اس طرح خارج از بحث کلام ہوتا ہے۔ تو اس کی نسبت تحریرات فضول معلوم ہوتی ہیں۔ والسلام۔

الٰہ آباد — خاکسار

۱۰۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء — سید احمد

اس خط کا جواب غالباً بسبب کثرت کام کے میرے پاس نہیں آیا۔ میرا ارادہ تھا کہ جب میری تفسیر پوری ہو جاوے گی اور اوّل سے آخر تک قرآن بنظر غایر تمام ہو جاوے گا۔ اُس وقت میں دیباچہ تفسیر کا لکھوں گا اور اس میں وہ تمام اصول بیان کروں گا جو تفسیر لکھنے میں میں نے اختیار کیے ہیں۔ مگر چونکہ اُس کو زمانہ دراز درکار تھا۔ اس لیے میں نے خیال کیا کہ مقدم اصولوں کو جو میں نے تفسیر کے لکھنے میں اختیار کیے ہیں لکھ دوں اور باقی اصول اُس وقت پر منحصر رکھوں جب کہ تفسیر تمام ہو جاوے اور خدا کی مرضی اُن کے لکھنے پر ہو۔ پس یہ چند مقدم اصول ہیں جن پر میری تفسیر مبنی ہے اور جو ایک سالہ کی صورت میں لکھے گئے ہیں اور اس لیے میں نے اس کا نام بھی **تحریر فی اصول التفسیر** رکھا ہے۔ اب میں ان اصولوں کو شروع کرتا ہوں۔ وبہ نستعین وھو نعم المولےٰ ونعم النصیر۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الاصل الاول

یہ بات مسلم ہے کہ ایک خدا خالق کائنات موجود ہے۔ وھو واحد صمد لم یلد ولم یولد۔ واجب الوجود۔ حی لا یموت۔ ازلی و ابدی۔ وھو علۃ العلل لجمیع المخلوقات علیما کان وعلی ما تکون ✦

الاصل الثانی

یہ بھی مسلم ہے کہ اُس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیا مبعوث کئے ہیں اور محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم رسول برحق وخاتم المرسلین ہیں ✦

الاصل الثالث

یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے۔ نزل علے قلب محمد صلے اللہ علیہ وسلم او یوحی الیہ وانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ ✦

الاصل الرابع

یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن مجید بلفظہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل ہوا ہے یا وحی کیا گیا ہے۔ خواہ یہ تسلیم کیا جاوے کہ جبرئیل فرشتہ نے آنحضرت تک پہنچایا ہے جیسا کہ مذہب عام علمائے اسلام کا ہے۔ یا ملکہ نبوت نے جو روح الامین سے تعبیر کیا گیا ہے آنحضرت کے قلب پر القا کیا ہے جیسا کہ میرا خاص مذہب ہے کما قلت ؎

زجبرئیل امیں قرآں بہ پیغامے نمیخواہم
ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم

اور ان دونوں صورتوں کا نتیجہ متحد ہے اور اس لئے اس پر کوئی بحث ضرور نہیں ہے ✦

مگر میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ صرف مضمون القا کیا گیا تھا اور الفاظ قرآن آنحضرت صلعم کے ہیں جن سے آنحضرت نے اپنی زبان میں جو عربی تھی اُس مضمون کو بیان کیا ہے۔ والعجب ثم العجب علے ما قال الامام حجۃ الاسلام بل حجۃ اللہ فی الانام الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی کتابہ التفہیمات الالٰہیہ حیث قال۔ فمن ذالک (ای من التدلیات) القرآن العظیم و ذالک ان الفاظ القرآن انما ھی من اللغۃ العربیۃ التی یعرفھا محمد صلے اللہ علیہ وسلم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وتعبیرہا والمعانی فایضۃ من الغیب تعلیماله صلی اللہ علیہ وسلم تدلیا الی الخلق فھم صار کلاماالھیا انما صار کلاما لان ارادۃ الخیر بالناس امدت فی خیالہ علیہ السلام فی اللتی جمعت الالفاظ ونظمیا ثم امد فی ھذا النظم فالبس لباسا مجاکیا للجبروت تخصص بذالک تدلیا الھیا وسمی کلام اللہ (تفہیمات الہیہ صفحہ ۱۸۰) اللھم الا ان یقال ھذا بیان تدلیات وھو رحمۃ اللہ علیہ ادرج القراٰن من حیث القاء المعانی تحت التدلیات +

مگر یہ قول شاہ صاحب کا عقل اور نفس الامر دونوں کے مخالف ہے خود قرآن مجید میں ہے کہ وانہ لتنزیل رب العالمین نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین (سورۂ شعرا آیت ۱۹۲-۱۹۴) دوسری جگہ فرمایا ہے - انا انزلنا قرانا عربیا لعلکم تعقلون (سورۂ یوسف آیت ۳) اس سے ظاہر ہے کہ نزول قرآن قلب آنحضرت پر عربی زبان میں ہوا تھا نہ یہ کہ صرف معنی القا ہوئے تھے اور الفاظ جن سے وہ معنی تعبیر کئے گئے ہیں آنحضرت کے تھے +

نفس الامر کے اس لئے برخلاف ہے کہ خود تم اپنے نفس پر غور کرو کہ کوئی مضمون دل میں مجرد عن الالفاظ آہی نہیں سکتا اور نہ القا ہوسکتا ہے تخیل یا تصور کسی مضمون کا مستلزم ان الفاظ کے تخیل یا تصور کا ہے جن کا وہ مضمون مدلول ہے مضمون کا الفاظ سے مجرد ہونا محالات عقلی سے ہے اور اس لئے قرآن مجید بلفظہ آنحضرت کے قلب پر القا ہوا تھا اور وہی بالفاظہ اسی نظم سے جس طرح القا ہوئے آنحضرت نے لوگوں کو پڑھ سنایا ہے

الاصل الخامس

قرآن مجید بالکل سچ ہے کوئی بات اس میں غلط یا خلاف واقع مندرج نہیں ہے خود قرآن مجید میں ہے وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید (سورۂ فصلت المسجدہ آیت ۴۱) اور حکایتہً کسی کا قول نقل کرنا صرف بغرض بیان یا بغرض تردید یا لوگوں کے اعتقادات کو جو منافی مقصد قرآن کے نہیں ہیں بلا بحث اُن کی اصلیت اور واقفیت کے تسلیم کرکے اُن پر استدلال کرنا یا بطور حجت الزامی کے پیش کرنا یا امور ظاہر الوقوع کو اُن کی ظاہری حالت پر بلا اُن کی اصلیت پر بحث کے بیان کرنا یا کلام غیر مقصود بالذات کا اثنائے کلام میں آنا قرآن مجید کی صداقت کی منافی نہیں ہے +

الاصل السادس

صفات ثبوتی اور سلبی ذات باری کے جس قدر قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں سب سچ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور درست ہیں مگر اُن صفات کی ماہیت کا من حیث ھی ھی جاننا مافوق عقل انسانی ہے اس لئے وہ صفات جس کیفیت یا جس حیثیت سے ہمارے ذہن میں ہیں اور جن کو ہم نے ممکنات سے اخذ کیا ہے بعینہ وبحیثیتہ ذات باری پر جو واجب الوجود ہے منسوب نہیں کر سکتے اور صرف یہ کہتے ہیں کہ اُن صفات کے جو معنی مصدری ہیں وہ ذات باری میں موجود ہیں یعنی علم ایجاد۔ قدرت۔ حیات۔ الی غیر ذالک اور نیز اُن صفات کا ذات واجب الوجود یا علۃ العلل میں ہونا ضروری سمجھتے ہیں +

الاصل السابع

صفات باری عین ذات ہیں اور وہ مثل ذات کے ازلی و ابدی ہیں او مقتضائے ذات ظہور صفات ہے باری دجہ کان و باری شان یکون۔ علمائے متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ صفات باری عین ذات ہیں۔ اور نہ غیر ذات۔ مگر فلاسفۃ الیونین عین ذات سمجھتے ہیں اور اس لئے ان کا ظہور مقتضائے ذات قرار دیتے ہیں مگر یہ سب نزاع لفظی ہے اور نتیجہ واحد ہے ہاں اس میں شبہ نہیں کہ متکلمین نے جو امر اختیار کیا ہے اس کیلئے حجت ساطع اور برہان قاطع نہیں ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفہیمات الٰہیہ میں فرماتے ہیں کہ ان نزاع الفلاسفۃ والمتکلمین فی ان اللہ تعالٰی خالق بالاختیار او بالایجاب لیس فی معارک المعنی فی شئی۔ لما کان الارادۃ عند الفلاسفہ عین الذات کان الابداع ایجابا +

الاصل الثامن

تمام صفات باری کی نامحدود اور مطلق عن القیود ہیں یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید پس وہ اُن وعدوں کے کرنے کا مختار تھا جن کو اُس نے کیا ہے اور اس قانون فطرت کے قائم کرنے کا بھی مختار تھا جس پر اُس نے کسی کائنات کو بنایا ہو یا اس موجودہ کائنات کو بنایا ہے یا آئندہ اور کسی صورت میں بناوے مگر اُن وعدہ اور قانون فطرت میں جب تک کہ وہ قانون فطرت قائم ہے تخلف محال ہے اور اگر ہو تو ذات باری کی صفات کاملہ میں نقصان لازم ہے اور ان وعدوں کا کرنا اور قانون فطرت پر کائنات قائم کرنا اس کی قدرت کے مطلق عن القیود اور نامحدود ہونے کی معارض نہیں ہو سکتا +

قال اللہ تعالٰی۔ وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت لھم مغفرۃ واجر عظیم۔ والذین کفروا وکذبوا بآیاتنا اولئک اصحاب الجحیم (ایت ۱۰۔۹ سورۃ المائدہ ۵) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وعد اللہ المنافقین والمنافقات والکفار نار جہنم خالدین فیہا۔ (آیت ۶۹ سورۃ التوبہ ۹) +

وعد اللہ المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا (آیت ۷۳ سورۃ التوبہ ۹) +

جنات عدن التی وعد الرحمٰن عبادہ بالغیب انہ کان وعدہ ماتیا (آیت ۶۱ سورہ مریم ۱۹)

وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودات قل اتخذتم عند اللہ عہدا فلن یخلف اللہ عہدہ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون (آیت ۸۰ سورۃ البقرہ ۲) +

ونادی اصحاب الجنۃ اصحاب النار ان قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فہل وجدتم ما وعد ربکم حقا قالوا نعم (آیت ۴۴ الاعراف ۷) +

ولولا کلمۃ سبقت من ربک لقضی بینہم (آیت ۴۵ فصلت ۴۱ حم السجدہ) +

ان اللہ لا یخلف المیعاد (آیت ۹ آل عمران ۳) +

کان وعدہ مفعولا (آیت ۱۸ مزمل ۷۳) +

فاصبر ان وعد اللہ حق (۷۷، ۵۵ سورۃ المؤمن ۴۰) +

ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اور تخلف وعدہ نہیں ہونے کا اور باوجود ان وعدوں اور اُن کی عدم تخلف کے جابجا اپنے تئیں قادر مطلق اور فعال لما یرید بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وعدہ اور عدم تخلف وعدہ اس کے قادر مطلق ہونے اور اس کی صفات کے مطلق عن القیود ہونے کی منافی نہیں ہے +

یہی حال قانون فطرت کا ہے جس پر یہ کائنات بنائی گئی ہے پہلا قولی وعدہ ہے اور قانون فطرت عملی وعدہ قانون فطرت میں سے بہت کچھ خدا نے ہم کو بتایا ہے اور بہت کچھ انسان نے دریافت کیا ہے گو کہ انسان کو ابھی بہت کچھ دریافت نہ ہوا ہو۔ اور کیا عجب ہے کہ بہت کچھ دریافت نہ ہو۔ مگر جسقدر دریافت ہوا ہے وہ بلاشبہ خدا کا عملی وعدہ ہے جس سے تخلف قولی وعدہ کی تخلف کے مساوی ہے جو کبھی نہیں ہو سکتا +

خدا نے فرمایا ہے۔ انا کل شی خلقناہ بقدر (آیت ۴۹ قمر ۵۴) پس جس اندازہ پر خدا نے چیزوں کو پیدا کیا ہے اس سے تخلف نہیں ہو سکتا +

پھر خدا فرماتا ہے ولکل امۃ اجل فاذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون (آیت — اعراف ۷) پس ممکن نہیں ہے کہ جو وقت جس چیز کے لئے مقرر ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وہ کسی طرح ٹل سکے +

پھر خدا فرماتا ہے ۔ فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون (آیت ۲۹ ۔ الروم ۳۰) پس جس فطرت پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے اس کی تبدیلی نہیں ہو سکتی +

دوسری جگہ فرماتا ہے ۔ لا تبدیل لکلمات اللہ (آیت ۶۵ ۔ یونس ۱۰) ہمارے نزدیک کلمات اللہ اور خلق اللہ دو مرادف الفاظ ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ فطرت میں تبدیلی نہیں ہو سکتی +

پھر فرمایا ہے ۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (آیت ۶۲ احزاب ۳۳) پس جو طریق کہ خدا نے مقرر کیا ہے اس میں تبدل نہیں ہو سکتا +

یہ تو عام ہدایتیں نسبت قانون فطرت کے تھیں مگر خدا نے ہم کو خاص خاص قانون فطرت بھی بتائے ہیں اور فرمایا ہے کہ لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ۔ ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ۔ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشاناہ خلقا اخر ۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین (آیت ۱۲۔۱۴ ۔ المومنین ۲۳) +

دوسری جگہ فرماتا ہے کہ ۔ فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام ما نشاء الی اجل مسمی ثم نخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئا (آیت ۵ ۔ الحج ۲۲) +

ایک جگہ فرماتا ہے ۔ من آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون (آیت ۲۰ ۔ الروم ۳۰) +

علاوہ ان کے اور بہت سی آیتیں اسی مضمون کی ہیں جن میں ہم کو قانون فطرت یہ بتایا ہے کہ جوڑے سے یعنی زن و مرد سے اور نطفہ کے ایک مدت معین تک مقر جگہ میں رہنے سے انسان پیدا ہوتا ہے پس اس قانون فطرت کے برخلاف اسی طرح نہیں ہو سکتا جس طرح کہ قول و عہد کے خلاف نہیں ہو سکتا +

ایک جگہ فرمایا ہے ۔ وآیۃ لہم اللیل نسلخ منہ النہار فاذا ہم مظلمون والشمس تجری لمستقر لہا ذالک تقدیر العزیز العلیم ۔ والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار وکل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فی فلک یسبحون (آیت ۳۷-۴۰ سورہ یٰسٓ ۳۶) +

پس یہ نہیں ہو سکتا کہ سورج خلاف قانون فطرت جس طرح کہ وہ چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے کسی کے لئے چلنے سے ٹھیر جاوے اور چاند اپنی منزلیں طے کرتا ہوا جس طرح ہلال ہوتا تھا پھر ہلال نہ ہو۔ نہ یہ ہو سکتا ہے کہ سورج اور چاند ٹکرا جاویں۔ نہ یہ ہو سکتا ہے کہ رات دن گڈمڈ ہو جاویں اور جب کہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سورج کا چلنا زمین کی حرکت سے دکھائی دیتا ہے تو اسی آیت سے لازم آتا ہے کہ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ زمین حرکت کرنے سے کسی وقت کسی کے واسطے ٹھیر جاوے ایسا ہونا خلاف قانون فطرت کے ہے اور وہ ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کے برخلاف ہونا ناممکن ہے +

پھر خدا نے ابراہیم کی زبان سے قانون قدرت بتلایا کہ فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بہا من المغرب فبہت الذی کفر (آیت ۲۶۰ البقرہ ۲) پس یہ بات غیر ممکن ہے کہ جب تک یہ قانون فطرت قایم ہے سورج مشرق سے طلوع نہ کرے اور اسی کے ساتھ یہ بھی ناممکن ہے کہ زمین مغرب سے مشرق کی طرف اپنے محور پر گردش نہ کرے اس کے برخلاف ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کے برخلاف ہونا ناممکن ہے +

ایک جگہ ابراہیم کے قصہ میں فرمایا ہے۔ فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اقتلوہ او حرقوہ فانجاہ اللہ من النار (آیت ۲۴ عنکبوت ۲۹) فانجاہ اللہ من النار سے ثابت ہوتا ہے کہ احراق خاصہ نار کا ہے +

ایک اور جگہ تمثیل میں فرمایا ہے۔ فاصابہا اعصار فیہ نار فاحترقت (آیت ۲۶۶ البقرہ ۲) پس ان دونوں آیتوں سے خدا نے ہم کو قانون فطرت یہ بتایا کہ آگ جلا دینے والی ہے۔ پس جب تک یہ قانون فطرت قایم ہے اس کے برخلاف ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کے برخلاف ہونا ناممکن ہے +

ایک جگہ موسیٰؑ کے قصہ میں فرمایا ہے کہ۔ واذ فرقنا بکم البحر فانجینٰکم واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون (آیت ۴۷ البقرہ ۲) +

ایک جگہ فرمایا ہے۔ فاغرقناہم فی الیم بانہم کذبوا بآیاتنا وکانوا عنہا غافلین (آیت ۱۳۶ اعراف ۷)

ایک جگہ فرمایا ہے۔ وقوم نوح لما کذبوا الرسل اغرقناہم وجعلناہم للناس آیۃ (آیت ۳۹ - فرقان ۲۵) +

ان آیتوں میں اور ان کی مثل بہت سی آیتوں میں خدا نے یہ قانون فطرت بتایا کہ پانی میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جو جل چیز ڈوب جاتی ہے پس جب تک یہ قانون قدرت قایم ہے پانی سے یہ فطرت معدوم نہیں ہو سکتی اس کا معدوم ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کے برخلاف ہونا ناممکن ہے +

ایک جگہ خدا فرماتا ہے۔ ھو الذی ارسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ وانزلنا من السماء ماء طھورا لنحیی بہ بلدۃ میتا ونسقیہ مما خلقنا انعاما واناسی کثیرا آیت ۵۰ فرقان ۲۵) پس یہ خیال ہو سکتا کہ بغیر بادل کے پانی برسے اور فوائد مینہ کے جو خطفے بیان کئے ہیں وہ اس سے حاصل نہ ہوں۔ ان کے خلاف ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کا برخلاف ہونا ناممکن ہے +

یہ چند آئتیں ہم نے بطور مثال کے لکھی ہیں ان کے سوا اور بہت کچھ قرآن مجید میں آیا ہے اور خدا نے ہم کو قانون فطرت بتایا ہے +

علاوہ اس کے انسان نے ان چیزوں کے تجربہ سے جو خدا نے پیدا کی ہیں اس کی مخلوقات کے قانون فطرت کو معلوم کیا ہے اور بے شبہ وہ دعوے نہیں کر سکتا کہ اس نے مخلوقات کے تمام قوانین فطرت کو دریافت کر لیا ہے ان میں سے بہت سے ایسے محقق ہیں جو درجہ یقین کو پہنچ گئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو ابھی درجہ یقین کو نہیں پہنچے اور معلوم نہیں کہ ابھی تک کس قدر نا معلوم ہیں +

جو کچھ کہ ہم نے قرآن مجید کی آیتوں سے قانون فطرت بتایا ہے اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ قانون فطرت عام نہیں ہے بلکہ اس میں مستثنیات بھی ہیں لیکن اس کے ذمہ ان مستثنیات کا قرآن مجید سے ثابت کرنا لازم ہوگا۔ مگر ہمارا یہ دعوے ہے کہ قرآن مجید سے کسی قانون فطرت میں مستثنے ہونا ثابت نہیں ہوتا جس کو ہم آیندہ بیان کرینگے +

جو قانون قدرت کہ انسان نے تجربہ سے قایم کیا ہے اس کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ جب تمام قانون فطرت ابھی تک نامعلوم ہیں تو ممکن ہے کہ کوئی قانون فطرت ایسا ہو جس سے مستثنیات ثابت ہوتے ہوں۔ مگر یہ کہنا کافی نہیں ہے اس لئے امکان عقلی تو کوئی شے وجودی نہیں ہے صرف ایک خیال غیر محقق الوقوع ہے۔ وان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ علاوہ اس کے امکان کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جو کبھی ہوا ہو اور کبھی نہ ہو لیکن جس چیز کا کبھی وقوع ثابت نہ ہوا ہو تو اس پر امکان کا اطلاق غلط اور محض سفسطہ ہے۔ غرضکہ جو شخص قانون فطرت میں مستثنیات کا مدعی ہو اس کو ان مستثنیات کے کبھی واقع ہونے کو ثابت کرنا بھی لازم ہے +

الاصل التاسع

قرآن مجید میں کوئی امر ایسا نہیں ہے جو قانون فطرت کے برخلاف ہو واما المعجزات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فقد ثبت من القرآن انه علیہ الصلوٰۃ والسلام ما ادعیٰ باحد من المعجزات و قال علیہ السلام انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد وقال علیہ السلام فی موضع اخر انما انا بشیر ونذیر۔ ولھذا قال المحقق الاجل الشاہ ولی اللہ فی التفہیمات الالٰھیہ ولم یذکر اللہ سبحانہ شیئاً من المعجزات فی کتابہ ولم یشر الیھا فقط ✦

مگر شاہ صاحب کے اس قول سے یہ بات بخوبی مشکل ہے کہ اُن کی مراد اس نفی سے کیا ہے آیا اُن کا یہ مطلب ہے کہ قرآن مجید میں کسی نبی کے کسی معجزہ کا ذکر نہیں ہے یا صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی معجزہ کا ذکر نہونے سے مگر ہم تنزلاً قبول کرتے ہیں کہ اُن کا مطلب صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی معجزہ کا ذکر نہیں ہے۔ مگر ہم کو دیکھنا چاہئے کہ اُن کا قول نسبت معجزات کے کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ فانہ سبحانہ احدی مجرد من الصفات فی مرتبہ واحدۃ وبلحاظ واحد و مقرون بالصفات فی مرتبہ اخری ولحاظ اخر وعلی ھذا القیاس ان مواطن نفس الامر متفاوتۃ منھا مواطن الاسباب وفیہ العلۃ والمعلول فقط والسبب والمسبب و من التحقق عندنا انہ لم یترک الاسباب قط ولن یترک ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا وانما المعجزات والکرامات امور اسبابیۃ غلب علیھا السبوغ فباینت سائر الاسبابیات (التفہیمات الٰھیہ صفحہ ۵۳) ✦

پس شاہ صاحب معجزات کو بسبب اسباب سمجھتے ہیں اور اس قول پر معجزات کا وقوع قانون فطرت کے مطابق ہوتا ہے اور ہم کو اس میں کچھ بحث نہیں ہے۔ بحث اس میں ہے جب کہ معجزات کو مافوق الفطرت قرار دیا جائے جس کو انگریزی میں سپر نیچرل کہتے ہیں اور اس سے انکار کرتے ہیں اور ان کا وقوع ایسا ہی ناممکن قرار دیتے ہیں جیسے کہ قول وعدہ کا ایفا نہ ہونا۔ اور علانیہ کہتے ہیں کہ کسی ایسے امر کے واقع ہونے کا ثبوت نہیں ہے جو مافوق الفطرت ہو اور جس کو تم معجزہ قرار دیتے ہو اور اگر بفرض محال خدا کی قدرت کے حوالہ پر اس کو تسلیم بھی کریں تو وہ ایک بیفائدہ امر ہوگا جو مثبت کسی امر کا ہے اور نہ مسکت للخصم ✦

بیشک ہمارے بعض اخوان کو اس پر غصہ آویگا اور قرآن مجید سے بعض امور کو معجزہ قرار دیکر اور اُن کو مافوق الفطرت سمجھ کر پیش کرینگے اور کہینگے کہ قرآن مجید میں معجزات مافوق الفطرت موجود ہیں ✦

ہم اُن کے اس قول کو نہایت ٹھنڈے دل سے سنینگے اور عرض کرینگے کہ جو آیت قرآن مجید کی آپ پیش کرتے ہیں اور اُس سے معجزات مافوق الفطرت پر استدلال فرماتے ہیں آیا اُس کے کوئی دوسرے معنی بھی ایسے ہیں جو موافق زبان کلام عرب کے اور موافق محاورات اور استعمالات اور استعارا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قرآن مجید کے ہو سکتے ہیں اگر نہ ہو سکتے ہوں تو ہم قبول کریں گے کہ ہمارا یہ اصول غلط ہے۔ اور اگر ہو سکتے ہوں تو ہم نہایت ادب سے عرض کریں گے کہ آپ اس بات کو ثابت نہیں کر سکے کہ قرآن مجید میں معجزات مافوق الفطرت موجود ہیں۔ اگر وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں مفسرین کے اقوال پیش کریں یا یہ کہیں کہ تیرہ سو برس سے کسی نے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین یا علمائے مجتہدین و مفسرین نے یہ معنی نہیں کئے بلکہ خدا بھی یہ معنی نہیں سمجھا جو تم کہتے ہو تو ہم ادب سے عرض کریں گے کہ اس دلیل سے ہم کو معاف رکھئے اور صرف یہ بتائیے کہ قرآن مجید کے الفاظ سے اور محاورات اور استعمال سے جو قرآن مجید میں آئے ہیں وہ معنی جو ہم نے بیان کئے صحیح ہوتے ہیں یا نہیں۔ غرضکہ جب تک وہ ہم کو ثابت نہ کریں کہ اس آیت کے جو انہوں نے معنی پیش کی ہے اور کوئی معنی بجز اس کے جو وہ بیان کرتے ہیں ہو ہی نہیں سکتے اور وہ آیت مافوق الفطرت ہونے پر نص صریح ہے اس وقت تک ہم اس کا مافوق الفطرت ہونا تسلیم نہیں کریں گے لیکن کسی آیت کے کوئی معنی بیان کرنا اور اس کی صحت کے لئے خدا کے قادر مطلق ہونے پر حوالہ کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ ہمارے نزدیک خدا موجب اپنے وعدہ کے سب کام اس قانون قدرت کے مطابق کرتا ہے جو اس نے بتایا ہے +

واما ماهية نفس الانسان والقوى المودعة فيها وما يكون لها بعد الموت من حشر الاجساد وغيرها وكيف يكون يوم الآخرة وما حقيقة الجنة والجحيم وما كيفية نعيمها وعقابها فكلها خارجة عن فهم الانسان لانها مالا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر ولهذا سبحانه جل شانه بينها بمثال يليق بفهم الانسان وبين نعيمها على افضل ما يرغب به الانسان و عقابها على اكبر ما يدهش به لكنها ليست بخارجة عن قانون الفطرة بل كلها امثال واستعارات لاحوالها ونعيمها وعقابها لكي يتخيل بها الانسان نوع تخيل ما فيه وما بعد الموت وما نعيمها وعقابها ولهذا سياق الكلام المجيد في ضرب الامثال في امور شتى لتفهيم الانسان وتوضيح البيان بقدر الامكان ولا يخفى هذا على من قرأ القرآن بالامعان والتدبر +

هذا قولي في الفطرة التي قدرها الله سبحانه تعالى لكنا لا نخص صفات الله تبديل نقول ان يشاء يذهب السموات والارض وبينهما الاجل اجل لها ويأت باخرين على الفطرت يشاء كما قال الله تعالى ولله ما في السموات وما في الارض وكفى بالله وكيلا ان يشاء يذهبكم ايها الناس ويات باخرين وكان الله على ذالك قديرا (آیت ۱۳۲- نساء ۴) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الاصل العاشر

قرآن مجید جس قدر نازل ہوا ہے تمام موجود ہے نہ اس میں سے ایک حرف کم ہوا ہے نہ زیادہ ہوا ہے وتواترت علیہ جیل بعد جیل وقرن بعد قرن الی زماننا ھذا وقال اللہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (آیت ۹ - الحجر ۱۵)

الاصل الحادی عشر

ہر ایک سورہ کی آیات کی ترتیب بھی نزدیک منصوص ہے - اذا نزلت الآیات اشار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انھا من سورۃ کذا بعد آیۃ کذا وحفظھا الحافظ فی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی ھذا الترتیب ولم یزل الصحابۃ والتابعون ومن بعدھم یقرؤن القرآن علی ھذا فثبت ترتیب الآیات علی ھذا السوال من التواتر جیلا بعد جیل وقرنا بعد قرن الی زماننا ھذا - اور یہی قول شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے جہاں فوز الکبیر میں انہوں نے فرمایا ہے کہ "در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سورتے علیحدہ محفوظ و مضبوط بود"

الاصل الثانی عشر

قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ نہیں ہے یعنی اس کی کوئی آیت کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوئی - ولیس فی القرآن نوع من الاشارۃ علی ھذا واما آیتہ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا متعلقۃ بشرایع ما قبل الاسلام لا بآیات القرآن ولا شک ان اھل الکتاب من الیھود والنصاری والمشرکین لا یودون من احکام الاسلام ما خالف شرایعھم فذکرہ سبحانہ تعالیٰ ولا وقال ما یود الذین کفروا من اھل الکتاب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم - ثم قال ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا الم تعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر (آیت ۹۹-۱۰۰ - البقرہ ۲) فظاھر ان النسخ المذکور فی الآیۃ المذکورۃ متعلق بشرایع ما قبل الاسلام لا بآیات القرآن ولا دلیل علی ان المراد بلفظ الآیۃ فی قولہ واذا بدلنا آیتا مکان آیۃ (آیت ۱۰۳ - النحل ۱۶) آیات القرآن ولا دلیل علی ان قولہ یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب (آیت ۳۹ - الرعد ۱۳)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

متعلق بجنسہ آیات القرآن - فتدبر +

الاصل الثالث عشر

قرآن مجید دفعۃً واحدۃً نازل نہیں ہوا ہے بلکہ نجماً نجماً نازل ہوا ہے - قال اللہ تعالٰی و قرآناً فرقنٰہ لتقرأہ علی الناس علٰی مکث ونزلنٰہ تنزیلا (آیت ۱۰۷ - بنی اسرائیل ۱۷) وقتاً فوقتاً واقعات کے پیش آنے سے روح القدس یعنی ملکہ نبوت کو انبعاث ہوا اور اس کے سبب سے وحی نازل ہوئی پس مختلف اوقات کے کلام کا مجموعہ ہے جو خدا نے وقتاً فوقتاً بمقتضائے اس وقت کے نازل کیا ہے اور بطور ایک تصنیف کی ہوئی کتاب کے نہیں ہے جس میں اول مصنف ابواب و فصول کو تقسیم کر کے اس کے مضامین کو ترتیب خاص سے مرتب کرتا ہے شاہ ولی اللہ صاحب فوز الکبیر میں لکھتے ہیں کہ "قرآن ابروش متون مبوب مفصل ساختہ نشدہ است تا بہر مطلبے از آن ربابی یا فصلے مذکور شود بلکہ قرآن را مانند مجموعہ مکتوبات فرض کن چنانکہ بادشاہان بر رعایائے خود بحسب اقتضائے حال مثال می نویسند و بعد زمانے مثال دیگر و علی ہذا القیاس تا آنکہ مثل بسیار جمع شود شخصے آن شدہ را تدوین کند مجموعہ مرتب سازد ہمچنیں ملک علی الاطلاق بر پیغمبر خود صلے اللہ علیہ وسلم برائے ہدایت بندگان بحسب اقتضائے حال سورۃً بعد سورۃ نازل فرمود و در زمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر سورتے علیحدہ محفوظ و منضبط بود اما سور تہا تدوین نفر مودند بعد زمان حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہمہ سورتہا در یک مجلد بترتیب خاص جمع نمودند و ایں مجموع بمصحف مسمی شد (فوز الکبیر صفحہ ۲۷) +

قرآن مجید کا نجماً نجماً نازل ہونا اور وقتاً فوقتاً واقعات کے پیش آنے پر ملکہ نبوت کا انبعاث اور وحی کا نازل ہونا ایک طبعی امر ہے - انسان کے دماغ میں متعدد قسم کے علوم و فنون کا ملکہ موجود ہوتا ہے مگر بغیر محرک کے وہ ملکہ تحریک میں نہیں آتا پس قرآن مجید کا اس منوال پر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ایک تصنیف کی ہوئی کتاب نہیں ہے جس کے مضامین کو مصنف پہلے سے سوچ کر اور اپنی مرضی کے موافق کتاب مرتب کرتا ہے +

قرآن مجید کے اوقات مختلفہ کے کلام کے مجموعہ ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ جس طرح مختلف اوقات میں کلام کرتے ہیں اور اس وقت بمقتضائے محل و بغرض مزید تنبیہ اشخاص کے اس کلام کے دوہرانے کی ضرورت پڑتی ہے جو کسی پہلے وقت میں کہا گیا تھا بعض مضمون کو جو مہتم بالشان ہیں ہر دفعہ کے کلام میں بار بار جتلانا پڑتا ہے - بعض دفعہ کسی قصہ کی تلمیح کرنی ہوتی ہے بعض دفعہ کسی قصہ کے اسی جزو کا بیان کافی ہوتا ہے جو اس وقت کے کلام کیلئے ضرور ہے بعض دفعہ کسی قصہ کے بالاجمال اور بعض دفعہ زیادہ تفصیل سے بیان کرنا مقتضائے کلام ہوتا ہے غرضکہ ہر ایک امر جو مختلف اوقات میں کلام کرنے میں پیش آتا ہے وہ سب قرآن مجید میں پایا جاتا ہے اور یہ کافی ثبوت اس بات کا ہے کہ قرآن ایک تصنیف کی ہوئی کتاب نہیں ہے -

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور جب کہ اُس میں صرف کلمات وحی ہی لکھے گئے ہیں تو مبادی کلام جس سے وحی متعلق ہے اُس میں شامل نہیں ہیں اور اس سبب سے بعض مقامات قرآن مجید میں بلکہ متعدد ایسے ہیں کہ ایک مقصد بیان کرتے کرتے دوسرا مطلب بیان ہونے لگتا ہے جو ایک نیا یا اجنبی معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے بلکہ مبادی کلام کے مندرج نہ ہونے سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ بعض دفعہ قرینہ حالیہ کسی کلام کے منشا پر دلالت کرتا ہے اور متکلم بغیر اس کے کہ اپنے کلام میں اُس کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت سمجھے اپنا کلام شروع کر دیتا ہے اور جب کہ صرف متکلم ہی کا کلام بلا بیان اس قرینہ حالیہ کے لکھا جاوے تو جو دلالت کلام کی قرینہ حالیہ سے پائی جاتی تھی وہ اس میں نہیں ہوتی اور اس لئے اُس کی تلاش یا تعین کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی بنیاد پر علمائے اسلام نے آیات کی شان نزول تفتیش کرنے پر توجہ کی ہے جس کی بنیاد صرف روایات ضعیف پر ہے اور اس لئے زیادہ پر امن طریقہ یہ ہے کہ جہاں اُس کی ضرورت ہو حتی المقدور صرف قرآن مجید کے سیاق و سباق کلام سے اور اُس کی طرز والے کلام سے اس کو تلاش کیا جاوے اور جو اصول کہ قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں اُن کو ہر ایسے مقام پر ملحوظ رکھا جاوے +

الاصل الرابع عشر

موجودات عالم اور مصنوعات کائنات کی نسبت جو کچھ خدا نے قرآن مجید میں کہا ہے وہ سب ہو بہو بجمیع الحیثیات مطابق واقع ہے۔ نہیں ہو سکتا کہ اُس کا قول اُس کی مصنوعات کے مخالف ہو یا مصنوعات اس کے قول کی مخالف ہوں۔ بعض جگہ ہم نے قول کو ورڈ آف گاڈ اور اُس کی مصنوعات کو ورک آف گاڈ سے تعبیر کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ورڈ آف گاڈ اور ورک آف گاڈ دونوں کا متحد ہونا لازم ہے۔ اگر ورڈ، ورک کے کسی حیثیت سے مطابق نہیں ہے تو ایسا ورڈ، ورڈ آف گاڈ نہیں ہو سکتا۔

الاصل الخامس عشر

باوجود اس بات کے تسلیم کرنے کے کہ قرآن مجید بلفظہ کلام خدا ہے مگر جب کہ وہ عربی میں اور انسان کی زبان میں نازل ہوا ہے تو اُس کے معنی اسی طرح پر لگائے جاویں گے جیسے کہ ایک نہایت فصیح عربی زبان میں کلام کرنے والے کے معنی لگائے جاتے ہیں اور جس طرح کہ انسان استعارہ و مجاز کنایہ و تشبیہ و تمثیل اور دلائل لمی و اقناعی و خطابی و استقرائی و الزامی کو کلام میں لاتا ہے اسی طرح قرآن مجید میں بھی استعارہ و مجاز کنایہ و تشبیہ و تمثیل اور دلائل لمی و اقناعی و خطابی و استقرائی و الزامی سب موجود ہیں علاوہ اس کے ہم کو ان اصول اور ان قولی و عملی قاعدوں پر غور کرنا ضرور ہوتا ہے جو خود خدا نے کئے ہیں اور اُس طرز کلام اور طریق استعمال الفاظ کو دیکھنا لازم ہوتا ہے جو مخصوص قرآن مجید سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہے اور جس کے لئے ہم کو ایک آیت کی تفسیر بیان کرنے میں دوسری آیت سے استمداد لینی پڑتی ہے ؛

ہر ایک کلام کے معنی قرار دینے میں وہ کلام کسی کا ہو خواہ خدا کا یا انسان کا مندرجہ ذیل باتوں کا محقق ہونا ضرور ہے ؛

(۱) جس لفظ کے جو معنی قرار دیئے گئے ہیں اس کی نسبت جاننا چاہئے کہ وہ لفظ انہیں معنوں میں وضع کیا گیا ہے ؛

(۲) اس بات کا قرار دینا کہ جن معنوں میں وہ لفظ وضع کیا گیا تھا ان معنوں سے کسی دوسرے معنوں میں مستعمل نہیں ہوا ہے ؛

(۳) اگر وہ لفظ مشترک المعنی ہے تو اس بات کا قرار دینا لازم ہے کہ وہ ان مشترک معنوں میں سے کس معنی میں مستعمل کیا گیا ہے۔ ضمائر جن کا مرجع مختلف ہو سکتا ہو وہ بھی الفاظ مشترک المعنی میں داخل ہیں ؛

(۴) اس بات کو قرار دینا ضرور ہے کہ وہ اُن اصلی معنوں میں بولا گیا ہے جو اس سے متبادر ہوتے ہیں یا مجازی معنوں میں ؛

(۵) اس بات کو قرار دینا کہ اُس کلام میں کوئی شے مضمر ہے یا نہیں ؛

(۶) اس بات کو قرار دینا ضرور ہے کہ جن معنوں پر وہ لفظ دلالت کرتا ہے اُس میں کوئی تخصیص بھی ہے یا نہیں ؛

(۷) یہ بات دیکھنی لازم ہے کہ جو معنی اُس لفظ کے قرار دیے گئے ہیں اس پر کوئی عقلی معارضہ بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہ معنی صحیح نہ ہونگے۔ اور یہ بات کوئی نئی نہیں ہے بلکہ تمام علمائے اسلام نے سینکڑوں مقاموں میں اس کی پیروی کی ہے مثلاً خدا کے عرش پر استوا ہونے میں۔ اس کے ہاتھ اور منہ اور ساق ہونے میں اور مثل ان کے اور بہت سے لفظوں کے اصلی معنی اس لئے نہیں لئے گئے کہ دلیل عقلی ان کے برخلاف تھی پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اور الفاظ کے ایسے معنی جو دلیل عقلی سے محال ہیں یا خود اس قانون فطرت کے مخالف ہیں جو خود خدا نے بیان کیا ہے یا تجربہ کے مخالف ہیں چھوڑ کر دوسرے معنی نہ لئے جاویں ؛

اس میں کچھ شک نہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں الفاظ کے معنی معین و مستعمل تھے اور اگر ہم تسلیم کر لیں کہ وہی معنی بتواتر ہم تک پہنچے ہیں تو اس سے صرف امر اول کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ مگر اس بات کا تصفیہ کہ لفظ دوسرے معنوں میں مستعمل نہیں ہوا اور اگر وہ مشترک المعنی ہے تو کون سے معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور وہ مجازی معنوں میں مستعمل ہوا ہے یا نہیں الی غیر ذالک نہیں ہو سکتا پس جب تک کہ سات امر کی پیروی نہ کی جاوے جس کی پیروی بہت سے مقاموں میں علمائے اسلام

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نے ٹی ہے نہ کسی انسان کے کلام کے معنی صحیح طور پر قرار دیے جا سکتے ہیں نہ خدا کے کلام کے ؛

قرآن مجید کے معنی قرار دینے میں ہم کو ایک اور مشکل پیش آتی ہے کہ عرب جاہلیت کا کلام بہت کم ہم تک پہنچا ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس میں سے بہت بڑا حصہ ضائع ہو گیا ہے اور علمائے علم ادب اس بات کو خود تسلیم کرتے ہیں پس یہ امر قابل تعین نہیں ہے کہ اہل لغت اور علمائے علم ادب نے جو معنی الفاظ کے لغت کی کتابوں میں اور اس کے محاورات اور استعارات کو لکھا ہے اور ان کے سوا اور کوئی معنی اور استعارات زمانۂ جاہلیت اور خود زمانۂ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں نہ تھے ؛

بلاشبہ اس امر میں ہم مجبور ہیں اور بجز اس کے کہ قرآن مجید کے معنی قرار دینے میں موجودہ لغت کی کتابوں اور علم ادب کی کتابوں کی طرف رجوع کریں اور کچھ چارہ نہیں ہے لیکن اگر بالفرض ہم کو قرآن مجید سے کسی لفظ کا ایسے طور پر استعمال یا ایسے معنوں میں استعمال بطور یقین کے ثابت ہو جاوے تو کتب لغت یا علم ادب کی کتابوں میں نہ ملے تو ہم اس کے اختیار کرنے میں کوئی وجہ تامل نہیں پاتے اور ایسا کرنے میں ہم قرآن مجید کے ساتھ اس سے زیادہ کچھ نہ کریں گے جو کلام جاہلیت کے ساتھ کیا ہے کیونکہ ہماری تمام لغت کی کتابوں اور علم ادب کی کتابوں کی بنیاد اسی بات پر ہے کہ ہم نے وہ معنی یا محاورہ کلام جاہلیت سے اخذ کیا ہے ؛

(۸) قرآن مجید کے معنی قرار دینے میں ہم کو ایک اور امر کا تصفیہ بھی لازم ہے کہ جس کلام پر ہم استدلال کرتے ہیں آیا وہ کلام مقصود ہے یا غیر مقصود کیونکہ اگر وہ کلام غیر مقصود ہے تو اس پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ کلام غیر مقصود قرآن مجید میں بہت جگہ پایا جاتا ہے اور انسان کے کلاموں میں بھی کلام غیر مقصود ہوتا ہے جس پر حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ مثلاً خدا کا یہ فرمانا کہ ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنہا لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط (آیت ۳۸۔ اعراف ۷) اس سے یہ استدلال نہیں ہو سکتا کہ کسی وقت میں اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نکل جاوے گا کیونکہ وہ کلام غیر مقصود ہے بلکہ صرف ان لوگوں کے جنہوں نے خدا کے احکام کو جھٹلایا ہے جنت میں داخل ہونے کے عدم امکان کا بیان ہے۔ اسی طرح اس آیت سے آسمان کے دروازوں کے ہونے پر بھی استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ کلام اس مقصد کے لئے نہیں بولا گیا ہے بلکہ صرف خدا کی رحمت سے محروم رہنے کے مقصد سے بولا گیا ہے۔ اسی طرح کلام غیر مقصود کی بہت سی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں اور ان سے ان کے اصلی معنوں پر استدلال نہیں ہو سکتا ؛

اسی کے ضمن میں بہت بڑی بحث تاویل کی آتی ہے یعنی جب کسی لفظ کے اصلی معنی نہیں بن سکتے تو دوسرے معنی اختیار کرتے ہیں جس سے قول قائل کا صحیح ہو جاوے۔ مگر میں اس مقصد سے تاویل کو قرآن مجید میں جائز نہیں سمجھتا اور میری رائے یہ ہے کہ تاویل اس کو کہتے ہیں جبکہ یہ تحقیق ہو جاوے کہ قائل کا اس کلام سے درحقیقت یہ مطلب تھا اور وہ مقصد صحیح نہ ہو اور اس وقت اس کلام کے دوسرے معنی اختیار کئے جاویں تاکہ وہ کلام صحیح ہو جاوے اور اگر قائل کا درحقیقت وہی مقصد ہو جو بعد تاویل کے قرار دیا گیا ہے تو وہ تاویل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نہیں ہے بلکہ قایل کے اصلی مقصد کا ظاہر کرنا ہے۔ مثلاً قایل کا یہ قول کہ "زید اسد" اگر قایل کا درحقیقت لفظ اسد سے حیوان معروف مراد ہو اور وہ زید پر صادق نہ آوے اور کوئی شخص خلاف مقصد اُس قایل کے اس کے معنی شجاعت کے لے تو درحقیقت یہ تاویل ہے۔ اور اگر قایل نے اسد کے لفظ سے خود ہی شجاعت مراد لی ہو تو اسد سے شجاعت مراد لینا تاویل نہیں ہے بلکہ قایل کے اصلی مطلب کا اظہار ہے۔ اسی طرح جب ہم قرآن مجید کے کسی لفظ کے اصلی معنی نہیں لیتے بلکہ مجازی معنی لیتے ہیں تو ہم اس کو تاویل نہیں کہتے اس لئے کہ ہم بقدر اپنی طاقت کے یہی سمجھتے ہیں کہ خدا نے انہی مجازی معنوں میں اس لفظ کو استعمال کیا ہے +

قرآن مجید کے معانی بیان کرنے میں سب سے زیادہ دھوکا انسان کو اُن مقامات پر پڑتا ہے جہاں قرآن میں قصص انبیائے سابقین بیان ہوئے ہیں۔ انبیائے سابقین کے قصے عہد عتیق کی کتابوں میں بھی آئے ہیں اور علمائے یہود نے بھی قصص انبیا مستقل کتابوں میں لکھے ہیں جن میں بہت کچھ باتیں دور از عقل و خلاف قانون فطرت مندرج ہیں وہ قصے مشہور تھے اور ہمارے علما بھی اُن سے مانوس تھے اور اُن کے عجائبات کو جو قانون فطرت کے برخلاف تھے معجزات قرار دیتے تھے۔ وہ قصے قرآن میں بھی بیان ہوئے ہیں اور وہ بیان بہت کچھ اُسی کے مشابہ اور مماثل ہے جو اُن قصوں کی نسبت بیان ہوا ہے۔ مگر قرآن مجید کے الفاظ اُن قصوں میں اس طرح آئے ہیں کہ اُن سے وہ باتیں جو دور از عقل اور خلاف قانون قدرت اُن قصوں میں مشہور تھیں اُن کا ثبوت نہیں ہوتا۔ ہمارے علمائے متقدمین نے اس بات پر خیال نہیں کیا بلکہ جہاں تک اُن سے ہوسکا قرآن مجید کے الفاظ کو اُن قصوں پر بعینہ حمل کرنے پر کوشش کی اور اُس کے کئی سبب تھے +

اول۔ یہ کہ اُن قصوں کی کیفیت مشہورہ اُن کے دل میں بسی ہوئی تھی اس لئے قرآن مجید کے اُن الفاظ پر انہوں نے توجہ نہیں کی +

دوسرے یہ کہ اُن کے پاس ہر ایک عجیب چیز کو گو کہ وہ کیسی ہی قانون فطرت کے برخلاف کیوں نہ ہو خدا کی قدرت عام کے تحت میں داخل کر دینے کا نہایت سہل طریقہ تھا اور اس سبب سے اُن الفاظ کی حقیقت پر غور کرنے کو توجہ مائل نہیں ہوتی تھی +

تیسرے یہ کہ اُن کے زمانہ میں نیچرل سائنس نے ترقی نہیں کی تھی اور کوئی اُن کو قانون فطرت کی طرف رجوع کرنے والی اور اُن کی غلطیوں سے متنبہ کرنے والی نہ تھی۔ پس یہ اسباب اور مثل اِن کے اور بہت سے اسباب ایسے تھے کہ اُن کی کافی توجہ قرآن مجید کے اُن الفاظ کی طرف نہیں ہوئی +

مثلاً اُن کے زمانہ میں یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوا تھا کہ طوفان نوح کا تمام دنیا میں عام ہونا اور پانی کا اونچے سے اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں سے بلند ہو جانا محالات سے اور خلاف واقع ہے اور اس لئے اُن کے خیال میں یہ بات نہ آئی کہ قرآن مجید میں جو الارض کا لفظ ہے اس میں الف لام استغراق کا نہیں ہے بلکہ عہد کا ہے +

حضرت ابراہیم کے قصے میں کوئی نص صریح اس بات پر نہیں ہے کہ درحقیقت اُن کو آگ میں ڈال

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دیا گیا تھا مگر انہوں نے اس بات پر خیال نہیں کیا +

اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت میں کوئی نص صریح قرآن مجید میں موجود نہیں ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے +

اسی طرح حضرت یونس کے قصے میں اس بات پر قرآن مجید میں کوئی نص صریح نہیں ہے کہ درحقیقت مچھلی اُن کو نگل گئی تھی ابتلع کا لفظ قرآن میں نہیں ہے التقمہ کا لفظ ہے جس کے صرف منہ میں پکڑ لینا مراد ہے کیونکہ جب کوئی لفظ تاکید کا اس کے ساتھ نہیں جیسے التقمہ فلقمھا تو التقم کے معنی ابتلع کے نہیں ہو سکتے۔ اور اگر فرض کرو کہ بغیر لفظ تاکید کے بھی اس کے معنی ابتلع کے ہوں تو بھی لقم والتقم کے دو معنی ہیں بایک سرعۃ الاکل۔ دوسرے المتبادر علیہ دوران دوسرے معنوں سے بلع ثابت نہیں ہوتا۔ پس دوسرے معنوں پر جو مطابق قانون فطرت کے تھے انہوں نے توجہ نہیں کی اور اس آیت میں کہ فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون (آیت ۱۴۳ و ۱۴۴ سورۃ الصافات ۳۷) اس پر التفات نہیں کیا کہ لبث فی بطن الحوت کی نفی دو طرح پر متحقق ہو سکتی ہے۔ اول اس طرح پر کہ مچھلی نے نگلا ہی نہیں۔ دوسرے اس طرح کہ نگلا ہو مگر اس کے پیٹ میں ٹھیرے نہ ہوں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ اگر میں اس کو نہ بچاتا تو وہ قبر میں ہوتا۔ اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ قتل نہیں ہو جاتا نہ یہ کہ قبر میں جا کر نکل آتا۔ مگر انہوں نے ان معنوں پر توجہ نہیں کی۔ غرضکہ اس قسم کی بہت سی مثالیں قرآن مجید میں ہیں۔ ہم کو ضرور ہے کہ صرف الفاظ قرآن مجید کے پابند رہیں نہ اُن قصوں کے جو یہود و نصاریٰ میں مذکور و مشہور ہیں +

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ "نقل از بنی اسرائیل دسیسہ ایست کہ در دین ما داخل شد بعد از آنکہ لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم قاعدہ مقرر است۔ پس دو چیز لازم آمد یکے آنکہ تعریض قرآن یا درسنت حضرت پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم بیان یافتہ شود مرتکب نقل از اہل کتاب نباید شد مثلاً چوں محل آیت ولقد فتنا سلیمان والقینا علے کرسیہ جسدا ثم اناب درسنت نبویہ یافتہ نشود مثل قصہ کہ انشاء اللہ مواخذہ بر آن است مرتکب ذکر سخرہ مارد حرا باید شد۔ دوم آنکہ الضرورۃ یتقدر بقدر الضرورۃ را در نظر داشتہ قدر اقتضاء تعریض سخن باید گفت تا بشہادت قرآن تصدیق کردہ باشیم و از زیادت زبان باید کشید" (فوز الکبیر صفحہ ۹۰-۹۰) +

ہم سے کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کے معنی اس طور پر قرار دینے ضرور ہیں جس طرح کہ ایک اُمی آدمی اُس کے معنی سمجھ سکتا ہے کیونکہ بدوین اور تمام قبائل عرب کے اَن پڑھ تھے۔ پس اُس زمانہ کے اہل عرب جس طرح سیدھے سادھے طور پر الفاظ قرآن کے ظاہری معنی سمجھتے تھے اُسی طرح ہم کو قرآن کے معنے بیان کرنے چاہئیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم اسی طرح کرتے ہیں کیونکہ الفاظ کے وہی معنے لیتے ہیں جو عرب جاہلیت سمجھتے تھے کلام جاہلیت ہی کی بنا پر صرف و نحو و لغت کی کتابیں بنی ہیں جن سے ہم قرآن مجید کے معنے بیان کرتے ہیں اور موجودہ علم ادب عربی زبان کا بدویوں اور اہل عرب کے کلام پر مبنی ہے۔ مگر بحث اس پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آجاتی ہے جب کہ بلحاظ علوم و فنون کے قرآن مجید پر توجہ کی جاتی ہے اور جس سے اہل عرب بالکل ناواقف اور عاری محض تھے اس حالت میں بھی ہم کوئی نئی بات پیش نہیں کرتے بلکہ خود موافق زبان اہل عرب کے قرآن مجید کے الفاظ کے اُن معنوں پر توجہ کرتے ہیں جو علوم کی ترقی کے سبب ہم کو صحیح و درست معلوم ہوتے ہیں +

مثلاً اہل عرب بجز اس کے جس پر وہ رہتے تھے اس کو ارض کہتے تھے اور جو نیلی نیلی چیز گنبد نما ان کے سر پر تھی اس کو سما جانتے تھے اور ان غور بحثوں سے جو علوم میں ان سے متعلق ہیں محض ناواقف تھے اور اس میں جو نتیجہ ہدایت اور تعلیم روحانی اور وحدت قدرت ذات باری کا قرآن مجید سے مقصود تھا وہ ان کو حاصل ہوتا تھا۔ مگر جب بلحاظ علوم کے قرآن کے الفاظ پر بحث کی جاوے تو اس وقت ان سے کہتے ہیں کہ الفاظ قرآن کے وہ معنی لینے جو مطابق زبان عرب کے اور ان علمی بحثوں کے مطابق ہیں کیوں نظر انداز کئے جاتے ہیں اور جو قانون فطرت خود خدا نے بتایا ہے اُس کے مطابق وہ معنی جو کلام عرب کے مطابق ہیں کیوں نہیں لئے جاتے +

ہم سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید کا یہی سمجھتے ہیں کہ وہ اُس طرز کلام میں نازل ہوا ہے کہ اُمی اور عالم و جاہل فلسفی کسی طرح پر اُس کے معنی سمجھیں سیدھے سادہ طور پر یا علمی و فلسفی طریقہ پر مگر نتیجہ میں سب متحد ہو جاتے ہیں۔ کوئی کلام بجز قرآن مجید کے ایسا نہیں ہے کہ وہ جاہل اور اُمی محض کو بھی اُسی نتیجہ پر پہنچا دے جس نتیجہ پر ایک عالم فلسفی کو پہنچاتا ہے بلکہ ہر ایک بقدر اپنے علم اور استعداد کے اُس سے فائدہ اٹھا کر ایک منزل مقصود پر پہنچتا ہے +

ہم سے طعناً کہا جاتا ہے کہ جب حکمت و ہیئت و فلسفہ یونانی مسلمانوں میں پھیلا اور جو اُس زمانہ میں بالکل سچ و صحیح اور مطابق حقیقت واقع سمجھا جاتا تھا۔ علمائے اسلام نے قرآن مجید کے ان مقامات کی جو اُن کے مطابق معلوم ہوتے تھے تائید کی اور ان مقامات کو جو بظاہر مخالف اُن علوم کے معلوم ہوتے تھے اُن کے مطابق کرنے پر کوشش کی۔ اب کہ معلوم ہوا کہ وہ علوم غلط اصول پر مبنی تھے اور اُن کا علم ہیئت بالکل خلاف حقیقت تھا اور علم طبیعات اور تجربی سینس نے زیادہ ترقی کی تو اب ان معنوں سے جو اگلے علما نے مطابق یونانی علوم کے قرار دئیے تھے تخلف کرتے ہو اور دوسرے معنی اختیار کرتے ہو جو حال کے علوم کے مطابق ہیں اور کیا عجب ہے کہ آئندہ زمانہ میں اُن علوم کو اور زیادہ ترقی ہو اور جو امور اس وقت محقق معلوم ہوتے ہیں وہ غلط ثابت ہوں اس وقت قرآن مجید کے الفاظ کے دوسرے معنی قرار دینے کی ضرورت ہوگی وعلیٰ ہذا القیاس قرآن لوگوں کے ہاتھ میں ایک کھلونا ہو جائے گا +

ہم اس طعنہ کو بطور ایک بشارت کے نہایت خوشی سے تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ہمارا یقین ہے کہ قرآن مجید حقیقت امور کے مطابق ہے کیونکہ وہ ورڈ آف گاڈ ہے اور یہ بالکل ورک آف گاڈ اس کے مطابق ہے مگر اس پر بھی بہت بڑا معجزہ یہ ہے کہ ہمارے ہر درجہ علم میں ان امور میں جن کی ہدایت کے لئے یہ قرآن نازل ہوا ہے یکساں ہدایت کرتا ہے اس کے الفاظ ایسے اعجاز سے نازل ہوئے ہیں کہ جہاں تک ہمارے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

علوم کو ترقی ہوتی جاوے گی اور اس ترقی یافتہ علوم کے لحاظ سے ہم اس پر غور کرینگے تو معلوم ہوگا کہ اس کے الفاظ اس لحاظ سے بھی مطابق حقیقت ہیں اور ہم کو ثابت ہو جاویگا کہ جو معنی ہم نے پہلے قرار دیئے تھے اور اب غلط ثابت ہوئے وہ ہمارے علم کا قصور تھا نہ الفاظ قرآن کا۔ پس اگر ہمارے علوم کو آئندہ زمانہ میں ایسی ترقی ہو جاوے کہ اس وقت کے امور محققہ کی غلطی ثابت ہو تو ہم پھر قرآن مجید پر رجوع کرینگے اور اس کو ضرور مطابق حقیقت پاوینگے اور ہم کو معلوم ہوگا کہ جو معنی ہم نے پہلے قرار دیئے تھے وہ ہمارے علم کا نقصان تھا۔ قرآن مجید ہر ایک نقصان سے بری تھا ✦

مثلاً فرض کرو کہ قرآن مجید سے ہم نے یہ سمجھا تھا کہ سورج زمین کے گرد پھرتا ہے جس سے طلوع و غروب ہوتا ہے اب معلوم ہوا کہ سورج ساکن ہے اور زمین سورج کے گرد پھرتی ہے اب ہم قرآن مجید پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا پھرنا قرآن مجید میں بطور حقیقت واقع کے بیان نہیں ہوا بلکہ علی ما یشہد والناس بیان ہوا ہے اور وہ سچ ہے پس ہم نے جو اس کو بطور حقیقت واقع کے سمجھا تھا وہ ہماری غلطی تھی نہ قرآن مجید کی غرضکہ ترقی علوم سے ہم کو ان امور سے رجوع کرنا جو ہم نے پہلے نسبت قرآن کے قرار دیئے تھے اور قرآن مجید کا اس کے مطابق پانا جس کی طرف ہم نے بعد ترقی علم رجوع کی ہے ہمارے علم سابق کا نقصان اور قرآن مجید کے کامل ہونے کا ثبوت ہے مگر ہماری نسبت کسی قسم کی طعنہ زنی کا سبب نہیں ✦

یہ بحثیں جہاں تک ہیں صرف ان امور سے متعلق ہیں جو علوم سے اور طبیعات سے علاقہ رکھتے ہیں۔ باقی رہے وہ امور جو روحانی تعلیم سے متعلق ہیں اور جن کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ حاوی ہے ہر وقت میں ایک حالت مستقل پر قایم ہیں اس میں نہ کبھی تبدل ہوا نہ ہوگا۔ نہ ہونیکی حاجت۔ جس کے لئے منطوق آیہ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا شاہد عادل ہے ✦

الآن نختم الکلام ونقول ہذہ اصول معدودۃ من الاصول التی اسسنا علیہا تفسیر القرآن ونبین کلہا فی وقت اٰخر ان شاء اللہ تعالیٰ ✦

تمام شد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حصّہ اوّل

تفسیر القرآن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سورۃ الفاتحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ فاتحہ

قرآن مجید کی سورتوں کو جو سورۃ کہتے ہیں اُسکی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں سب سے صاف یہ ہے کہ سورت شہر کی فصیل کو کہتے ہیں جس سے شہر محدود ہو جاتا ہے۔ اُسی مناسبت سے قرآن مجید کی آیات معینہ محدودہ پر سورت کا اطلاق کیا گیا ہے +

قرآن مجید میں بھی آٹھ جگہ سورت کا لفظ آیا ہے۔ اگرچہ وہاں لفظ سورۃ سے قرآن مجید کی سورتیں جو سورتوں کے نام سے مشہور ہیں مراد نہیں ہے۔ بلکہ اُن سے قرآن مجید کا ایک حصہ مراد ہے جسمیں کوئی پورا مطلب اور منشا بیان کیا گیا ہو۔ مگر جبکہ کوئی حصہ تعین کیا جاویگا تو ضرور ہے کہ وہ حصہ معین و محدود ہوگا۔ اُسی مناسبت سے قرآن مجید میں اُسپر سورت کا اطلاق ہوا ہے پس اُسکی پیروی سے اُن مجموعۂ آیات پر جو درحقیقت معین و محدود اور اپنے ماقبل و مابعد سے علیحدہ ہیں۔ سورت کا اطلاق کرنا۔ نہایت درست و صحیح ہے +

قرآن مجید میں ایک سو چودہ ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ اُن میں سے بجز انتیس ۲۹ کے جنکی ابتدا میں حروف مقطعات ہیں اور کسی کو خدا تعالیٰ نے کسی نام سے موسوم نہیں کیا جسقدر نام سورتوں کے ہیں وہ سب بعد کے رکھے ہوئے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ ہی میں یہ نام مشہور ہوگئے ہیں۔ مگر اُن میں سے کسی بات کا کچھ ثبوت نہیں ہے۔ حدیثوں میں جو اِن سورتوں میں سے بعض کے نام آئے ہیں اگرچہ وہ حدیثیں ثابت نہیں ہیں۔ تاہم اگر انکو ثابت بھی مانا جاوے تو اُس سے بجز اس کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ راوی اخیر کے زمانہ میں وہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سورت اُس نام سے مشہور تھی ❖

یہودیوں کا دستور تھا کہ توریت کی سورتوں کو یا اُسکے شروع کے لفظ سے موسوم کرتے تھے۔ یا جس معاملہ یا مطلب پر وہ سورت دلالت کرتی تھی اُسی میں سے کوئی لفظ لیکر اُسکا نام رکھدیتے تھے۔ مثلاً توریت کی پہلی سورت کے شروع میں لفظ "براشیت" בראשית آیا ہے اُسکا نام اُنھوں نے "سورہ براشیث" פרשת בראשית رکھا تھا اور دوسری سورت میں حضرت نوح کا قصہ ہے اُسکا نام "سورہ نوح" פרשת נח رکھا تھا اُسی قاعدہ کے مطابق اہل اسلام نے بھی قرآن مجید کی سورتوں کے نام رکھے ہیں۔ اس سورت کا نام جو سورہ فاتحہ رکھا ہے اِس لحاظ سے رکھا گیا ہے کہ قرآن مجید اس سے شروع ہوتا ہے۔ مگر یہ نام اُن ناموں میں سے نہیں ہے جو وحی سے ٹھہرائے گئے ہیں ❖

(اختلاف قرآت) جب قرآن نازل ہوتا تھا۔ تو متفرق ٹکڑوں پر لکھ لیا جاتا تھا اور لوگ جو سنتے تھے اُسکو بر زبان یاد بھی کر لیا کرتے تھے۔ مگر جیسا کہ عام قاعدہ فطرت انسانی کا ہے بر زبان یاد کرنے والوں کو پیش آتا تھا۔ یعنی جسکا حافظہ قوی تھا اُسکو نہایت صحت و ضبط کے ساتھ یاد رہتا تھا اور جسکا حافظہ قوی نہ تھا اُسکو ایسے ضبط سے یاد نہ رہتا تھا۔ اور اسوجہ سے اختلاف قرأت پیدا ہو گئے تھے۔ کسی کو واو کی جگہ ف یاد رہگئی۔ کسی کو زیر کی جگہ زبر کسی کو سکون کی جگہ تشدید یا اور کچھ شبہہ نہیں کہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ کوئی شخص بر زبان یاد رکھنے میں کوئی کلمہ یا آیت بھول گیا۔ یا کوئی غیر کلمہ اوسکی زبان پر چڑھ گیا جو درحقیقت اوسمیں نہ تھا۔ غرضکہ زبانی یاد رکھنے میں جو امور کہ موافق فطرت انسانی پیش آسکتے ہیں اُس زمانہ کے لوگوں کو بھی پیش آتے تھے۔ مگر جو لغزشیں اس طرح واقع ہوتی تھیں اُسکے درست کرنے والے یا تو وہ لوگ تھے جو نہایت صحت و ضبط سے یاد رکھتے تھے یا وہ متفرق لکھے ہوئے پرچے تھے جو قرآن نازل ہونے کے وقت لکھ لیئے جاتے تھے۔ غرضکہ زبانی غلطیاں یا تو بخوبی یاد رکھنے والوں سے یا متفرق لکھے ہوئے پرچوں سے جو لوگوں کے پاس تھے صحیح ہو جاتی تھیں ❖

یہ اختلاف روز بروز جیسا کہ عام قاعدہ ہے بڑھتا جاتا تھا۔ اسلیئے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں صحابہ نے اسپر اتفاق کیا۔ کہ اُن متفرق پرچوں کو جمع کر کر تمام قرآن مجید کو ایک جگہ لکھ لینا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

چاہیئے۔ تاکہ اختلاف نہ بڑھے۔ پس زید بن ثابت نے وہ تمام متفرق پرچے جمع کیئے اور انہیں ہمعصروں سے جو قرآن کو بخوبی یاد رکھتے تھے اور جنکے پاس متفرق پرچے لکھے ہوئے تھے ملایا۔ اور اول سے آخر تک قرآن مجید لکھ لیا +

حضرت عثمانؓ کے وقت تک بلاد دور دست میں اسلام پھیل گیا تھا۔ اور صرف ایک قرآن کا مدینہ میں ہونا کافی نہ تھا۔ اسلیئے اُنھوں نے اس قرآن کی جسکو زید بن ثابت نے لکھا تھا متعدد نقلیں کیں۔ اور دور دور کے ملکوں میں بھیجدیا۔ یہ کارروائی نہایت مفید ہوئی اور سب سے بڑا یہ کام ہوا کہ اُس زمانہ سے پہلے کسی کو کوئی سورۃ یاد تھی اور کسی کو کوئی سورۃ یاد تھی۔ کسی کو دو یاد تھیں۔ کسی کو دس یاد تھیں۔ کسی کو آدھی یاد تھی۔ کسی کو پاؤ۔ اب سینکڑوں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنکو بہ ترتیب من اوّلہ الیٰ آخرہ تمام قرآن یاد تھا +

اگرچہ اب وہ غلطیاں جو نسبت اسقاط یا اضافہ کلمات کے زبانی یاد رکھنے والوں کو پڑتی تھیں۔ بالکل جاتی رہیں۔ مگر پھر بھی کسی قدر اختلاف قرأت باقی رہا۔ اسلیئے کہ یہ سب قرآن جو لکھے گئے تھے قدیم کوفی خط میں تھے جسمیں نہ نقطے ہوتے تھے نہ اعراب۔ اور اگرچہ عرب اس سبب سے کہ انکی زبان تھی اُسکو بخوبی بلا تکلف بصحت پڑھتے تھے۔ مگر پھر بھی بعضے ایسے لفظ تھے کہ بلحاظ قواعد صرف و نحو زبان عرب کے۔ یا یوں کہو کہ مطابق بول چال اہل عرب کے اگر اسکو (یے) سے پڑھو تو بھی معنی ٹھیک ہوتے ہیں۔ اور اگر (تے) سے پڑھو تو بھی معنے ٹھیک ہوتے ہیں۔ اگر سکون سے پڑھو تو بھی صحیح ہے۔ اور اگر تشدید سے پڑھو تو بھی صحیح ہے چنانچہ اب اس قسم کے اختلاف قرأت مگر بہت کم باقی رہ گئے +

تھوڑے دنوں بعد جبکہ بعض صحابہ اور بہت سے تابعین زندہ تھے۔ اور ہزاروں شخص قرآن مجید کو بہ ترتیب من اوّلہ الیٰ آخرہ یاد رکھنے والے موجود تھے۔ اس اختلاف کے رفع کرنے پر بھی کوشش کی گئی۔ اور قرآن مجید میں اعراب و نقاط بالکل لگا دیئے۔ کتابوں میں تو بلا شبھہ اُن پہلے اختلافوں کا ذکر ہوتا ہے مگر فی الواقع اختلاف قرأت بالکل جاتا رہا۔ اور ہزارہا آدمی ہر زمانہ میں ایسے موجود ہو گئے جنکو بہ ترتیب من اوّلہ الیٰ آخرہ قرآن حفظ یاد تھا۔ اور کسی کی قرأت میں ایک حرف یا ایک اعراب کا بھی فرق نہ تھا۔ اور آجکے دن ہی جو یکم شوال سنہ ۱۳

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہوئی مطابق سنہ ۱۲۹۴ ہجری موافق اکتوبر سنہ ۱۸۷۷ عیسوی کے ہی ہزاروں حافظ ہر ملک میں اسی قسم کے موجود ہیں۔ درحقیقت یہ شرف سوائے قرآن مجید کے اور کسی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔ کہ اگر تمام دنیا سے قرآن کے قلمی اور چھاپہ کے نسخے معدوم کر دیئے جاویں تو حافظوں کے سینہ سے پھر قرآن بالکل ایسا ہی نقل ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ہے اور جس میں ایک لفظ اور ایک شوشہ ایک اعراب کا بھی فرق نہ ہوگا ؛

اسکے سوا ایک اور قسم کا اختلاف قرأت ہے جو عرب کی مختلف قوموں کے لہجہ اور محاورہ زبان سے علاقہ رکھتا ہے۔ یا جو اختلاف گنواروں اور اشرافوں اور پڑھے لکھوں اور جاہلوں کی زبان میں ہوتا ہے۔ اسکو اختلاف قرأت پر منسوب کرنا بیجا ہے۔ کیونکہ وہ اختلاف قرأت نہیں ہے۔ بلکہ اختلاف تلفظ ہے جسکو انگریزی زبان میں "پرونسی ایشن" کہتے ہیں ؛

توریت اور صحف انبیاء اور انجیل کے قلمی نسخے جو اب دنیا میں موجود ہیں۔ وہ آپس میں نہایت مختلف ہیں۔ اگرچہ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں۔ کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتب مقدسہ میں تحریف لفظی کی ہے! اور نہ علماے متقدمین و محققین اس بات کے قائل تھے مگر علماے متاخرین اس بات کے قائل ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتب مقدسہ میں تحریف و تبدیل کی ہے۔ اسپر عیسائی مصنفوں نے اس امر محال کے اثبات پر کوشش کی ہے کہ قرآن میں بھی تحریف ثابت کریں۔ اور انھوں نے اپنی اس ناشدنی سعی میں کامیاب ہونے کو تین امر پر استدلال کیا ہے۔ اول اختلاف قرأت پر جسکا بتفصیل اوپر مذکور ہوا۔ دوم شیعہ مذہب کی ایسی روایتوں پر جنکو خود شیعہ بھی تسلیم نہیں کرتے جنمیں کذاب اور ایک گروہ کے طرفدار راویوں نے بیان کیا ہے کہ قرآن میں اور بھی آیتیں یا سورتیں حضرت علی اور اہلبیت کی شان میں ہیں جو جامعین قرآن نے داخل نہیں کیں۔ سوم ان لغو اور بیہودہ روایتوں پر جنمیں بعض آیات متروک التلاوت یا منسوخ التلاوت کا ہونا بیان کیا گیا ہے اور جنکو شریر و بدمذہب آدمیوں نے شہرت دیا ہے ؛

قرآن مجید کے اختلاف قرأت کو اور توریت و صحف انبیاء و زبور و انجیل کے اختلاف عبارت کو یکساں قرار دینا عمدہ دانستہ ایک غلطی کرنا ہے۔ ریورنڈ مسٹر ہان ان مختلف عبارتوں کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لکھتے وقت لکھتے ہیں کہ ،، دو یا زیادہ مختلف عبارتوں میں صرف ایک عبارت صحیح ہوسکتی ہے ۔ باقی خواہ تو دیدہ و دانستہ تبدیل کیگئی ہونگی یا وہ نقل کرنے والوں کی غلطیاں ہونگی ،، پھر وہ یہودی اور عیسائی کتب مقدسہ میں اختلاف عبارت ہونے کے چار سبب لکھتے ہیں اوّل لکھنے والے کی غفلت یا غلطی ۔ دوم جن نسخوں سے نقل کی گئی ہو اُنکا غلط یا ناقص ہونا ۔ سوم نقل کرنے والے کا بلا کافی و معتبر سند کے اصل عبارت میں اصلاح دینا ۔ چہارم دیدہ و دانستہ کسی خاص فریق کی تائید کے لیے عبارت کا بگاڑ دینا ۔ پس قرآن مجید کا کوئی بھی اختلاف قرأت اِن حالتوں میں سے کسی حالت کے ساتھ بھی مناسبت نہیں رکھتا ✤

علاوہ اِسکے قرآن مجید کی تحریف ثابت کرنے کو عیسائی مصنفوں نے جن مذکورہ بالا حجوں پر استدلال کیا ہے اور جو مخرج فی نفسہ غلط ہیں ۔ اُنکی غلطی ثابت کرنے پر ایک طولانی بحث کرنے سے زیادہ تر یہ مختصر بات بیان کرنی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ جس بنا پر عیسائیوں نے تحریف قرآن کا دعویٰ کیا ہے اُس طرح پر دعویٰ کرنا بمقابل اُن مسلمانوں کے جو دعویٰ تحریف لفظی کا کتب مقدسہ یہودیوں و عیسائیوں میں کرتے ہیں صحیح نہیں ہوسکتا اسلیئے کہ اُن مسلمانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ جسطرح پر کہ ابتدا میں توریت و صحف انبیا و انجیل و زبور لکھی گئی تھی بعد اُسکی تحریر کے یہودیوں اور عیسائیوں نے اُسمیں تحریف لفظی کی ہے اور جملے اور کلمے اور آیتیں نکالدی ہیں اور اپنی طرف سے آیتیں اور جملے اور کلمے بلکہ کتابیں کی کتابیں لکھکر داخل کردی ہیں ✤

پس اگر کوئی عیسائی اُسکے مقابلہ میں قرآن کی تحریف کا دعویٰ کرنا چاہے ۔ تو اُسکو اختلاف قرأت یا روایات غیر مسلمہ اہل مذہب کا پیش کرنا کافی نہیں ہے ۔ بلکہ وہ اُنکے مقابل جب ہوسکتا ہے جب وہ یہ دعویٰ کرے کہ جو قرآن زید بن ثابت نے ابتدا میں لکھا تھا اُسکی تحریر کے بعد آیت یا سورت اُسمیں سے نکالڈالی گئی ہے ۔ اور یہ آیت یا یہ کلمات اُسمیں بڑھا دیئے گئے ہیں ۔ یا یہ صیغے یا یہ اعراب تبدیل کر دیئے گئے ہیں ۔ اور اگر وہ یہ دعوےٰ نہیں کرسکتا تو بالفرض زید بن ثابت نے جو کچھ کیا ہو ۔ کیا ہو ۔ مگر قرآن پر تحریف کا دعویٰ نہیں ہوسکتا ۔ کیونکہ جیسا وہ جب لکھا گیا تھا ۔ ویسا ہی ابتک موجود ہے ✤

زید بن ثابت نے جب قرآن لکھا تھا اور جسکی نقل حضرت عثمانؓ نے کی تھی ۔ اُس نے بغیر قواعد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رسم خط کے بعض منضبط نہیں ہوئے تھے۔ اور اس سبب سے بہت سے الفاظ زید بن ثابت نے اسطرح لکھے ہیں جو ان قواعد رسم خط جو کہ بعد منضبط ہوئے مختلف ہیں مگر صرف اس خیال سے کہ جو کچھ زید بن ثابت نے لکھا ہے اُسمیں تبدیلی نہ واقع ہونے پاوے حضرت عثمان نے بھی وہی رسم خط رہنے دی تھی۔ اور اُسکے بعد تمام مسلمانوں نے صرف قرآن کی تحریر میں اسی رسم خط کو رہنے دیا۔ اور یہاں تک اوسمیں غلو کیا کہ اُسکے برخلاف رسم خط تحریر قرآن میں اختیار کرنے کو گناہ اور کفر قرار دیدیا ÷

قاری مصطفےٰ تفسیر بحر العلوم کے مصنف نے لکھا ہے کہ "مطابقت خط مصحف عثمانی بر کاتب قرآن از واجبات دینی ست کہ اجماع صحابہ بداں واقع شدہ است و مخالفت اجماع حرام باشد و جمہور علما و ائمہ مذاہب اربعہ سنیہ بریں اند در مقنع آمدہ سُئِلَ مَالِكٌ هَلْ يُكْتَبُ مَا اَحْدَثَهُ النَّاسُ مِنَ الْهِجَا فَقَالَ لَا اِلَّا عَلَى الْكِتْبَةِ الْاُوْلٰى ÷

اور اتقان فے علوم القرآن میں لکھا ہے کہ "كَانَ اَحْمَدُ يُحَرِّمُ مُخَالَفَةَ خَطِّ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ وَاوٍ اَوْ یَاءٍ اَوْ اَلِفٍ اَوْ غَیْرِ ذٰلِكَ ÷

اور ابن مہران کا قول ہے کہ "اِتِّبَاعُ الْمُصْحَفِ فِیْ هِجَاءِهٖ وَاجِبٌ وَمَنْ طَعَنَ فِیْ شَیْءٍ مِنْ هِجَاءِهٖ فَهُوَ كَالطَّاعِنِ فِیْ تِلَاوَتِهٖ لِاَنَّهُ بِالْهِجَاءِ یُتْلٰی" ÷

اور حدیقۃ البیان میں لکھا ہے کہ "اگر کسی اعتقاد کند کہ بر موافق امام یعنی مصحف عثمانی نباید نوشت نسبت خطا بر قلم او لیں کردہ باشد زیرا کہ در لوح محفوظ بہماں طور نوشتہ شدہ است و نیز بجناب صحابہ رضی اللہ عنہ بلکہ بجناب رسالت معلم صحابہ و بجبرئیل معلم رسول نسبت خطا واقع میشود و زیادتی و کمی در قرآن حاصل می آید و ایں ہمہ قریب کفر ست" ÷

اور کتاب ہجا میں ابی عبد اللہ محمد کا یہ قول ہے کہ "مَنْ خَالَفَ الْاِمَامَ صَارَ فَاسِقًا وَدَخَلَ تَحْتَ وَعِیْدِ مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ ÷

اور ایضاح میں لکھا ہے کہ "یُكْرَهُ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ مِنَ الْمُصْحَفِ الَّذِیْ یُخَالِفُ مَا خَطَّهٗ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ رض ÷

یہ تشدد اسی مطلب سے ہیں کہ جو کچھ زید بن ثابت نے لکھا اور جسکی بعینہٖ نقل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کی۔ اُسمیں ذرہ بھی فرق نہ پڑنے پایا۔ چنانچہ آجتک قرآن مجید اُسی طرح محفوظ ہے۔ پس ہر شخص یہ بات کہہ سکیگا اور قبول کرسکیگا کہ دنیا میں کوئی قلمی کتاب بجز قرآن مجید کے ایسے موجود نہیں ہے۔ کہ تیرہ سو برس (۱۳۰۰) کے بعد بھی ایسی ہی موجود ہو جیسی کہ پہلے دن لکھی گئی تھی جسمیں ایک شوشہ تک کا فرق نہیں۔ اور باوجودیکہ لاکھا قلمی نسخے اس کے پھیلے۔ مگر سب یکساں ہیں۔ پھر ایسی کتاب کی نسبت یہ کہنا کہ اُسمیں بھی اس قسم کی تحریف ہوئی ہے جیسی کہ مسلمان توریت و انجیل میں بیان کرتے ہیں۔ ایسی بات ہے جسکو کوئی شخص نہ بت پرست نہ یہودی۔ نہ عیسائی۔ نہ سیاہ کافر۔ غرضکہ کوئی بھی تسلیم نہیں کرسکتا۔ سر ولیم میور صاحب بھی اپنی کتاب مسمّی لیف آف محمد میں تسلیم کرتے ہیں کہ ،، دنیا میں غالباً کوئی اور ایسی کتاب نہیں ہے جسکی عبارت بارہ سو برس (۱۲۰۰) تک ایسی خالص رہی ہو ❊

(آیات) علاوہ اعراب کے قرآن کے نسخوں میں اور بھی نشان پائے جاتے ہیں جو آیات وغیرہ کے نشان کہلاتے ہیں ❊

(گول چھوٹا سا دائرہ) آیت پوری ہونے کی نشانی ہے ❊

مـ (م) یہ نشان اسلیئے ہے کہ اُس کلمہ پر ٹھیر جانا اور اُسکو آئندہ کے کلمے سے نہ ملانا نہایت ضرور ہے ❊

ط (ط) یہ نشان اس لیئے ہے کہ اُس کلمہ پر ٹھیر جانا اور اگلے کلمہ کو جدا شروع کرنا بہتر ہے ❊

ج (ج) یہ نشان اسلیئے ہے کہ وہاں ٹھیر جانا جائز ہے ❊

ز (ز) یہ نشان اسلیئے ہے کہ یہاں ٹھیر جانا تجویز کیا گیا ہے۔ مگر ملانا بہتر ہے ❊

ص (ص) یہ نشانی اسلیئے ہے کہ یہاں ٹھیر جانے کی رخصت دی گئی ہے ❊

یہ پانچ نشانیاں تو وہ تھیں جو متقدمین نے اختیار کی تھیں مگر متاخرین نے سات اور بڑھائیں ❊

قف (قف) گویا ٹھیرنے کا حکم ہے ❊

ق (ق) یعنے بعضوں نے یہاں ٹھیر جانا کہا ہے ❊

صلی (صلی) اس کلمہ کو اگلے کلمے سے ملا ہوا پڑھنا بہتر ہے ❊

- (لا) یعنی یہاں ٹھیرنا جائز نہیں بلکہ ملا ہوا پڑھنا بہتر ہے ÷
- (سکتہ) یعنے ٹھیرلو مگر دم نہ لو ÷
- (ک) یعنے کذالک ہے یعنے اوپر کا نشان ہے ÷
- (قف) یعنے بعضوں نے کہا ہے کہ یہاں ٹھیرنا نہیں چاہئے ÷

بہرحال یہ سب نشان علما نے قرآن کا مطلب سمجھانے کو بنائے ہیں۔ وحی سے نہیں لگائے گئے ہیں ÷

قرآن مجید جب نازل ہوا تو عرب اُسکو اپنے لہجہ میں پڑھتے تھے جیسا کہ اہل زبان کا دستور ہے۔ اور علاوہ ادائے مخارج حروف کے جو اُنکی زبان تھی، وہ کسی لفظ کو زور دیکر پڑھتے تھے اور کسی جگہہ وقفہ کر کر کسی کو مد دیکر اور کسی کو قصر کر کر۔ پچھلے عالموں نے اُسی خیال سے آیات اور وقف مقرر کیے ہیں۔ مگر جب قرآن لکھا گیا تھا تو وہ اُن اشاروں سے معرا تھا۔ پس یہ نشان آیتوں کے کسی کو انکے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کرتے۔ قرآن مجید کا طرز کلام اور اُسکا مضمون خود بتاتا ہے۔ اور ہر ایک محقق اور عالم بلکہ ہر ذی عقل و فہم اُسکے معنی دریافت کر کر سمجھ سکتا ہے کہ کہاں مطلب ختم ہوا اور کہاں سے دوسرا مطلب شروع ہوا۔ اور یہی سبب ہے کہ بعض علما نے ایک ہی فقرہ کو دو یا زیادہ ٹکڑوں میں منقسم سمجھا ہے اور اُسکی دو یا تین آیتیں قرار دی ہیں۔ اور بعضوں نے کل فقرہ کو ایک ہی آیت سمجھا ہے۔ اور اس سبب سے ایک عالم اُسی ایک فقرہ میں دو یا تین آیتیں کہتا ہے۔ اور ایک عالم ایک ہی۔ اور اب بھی ہر ایک مفسر مجاز ہے کہ لحاظ ربط کلام کے جہاں وہ چاہے آیت قرار دے۔ میں اپنی تفسیر میں مطالب کے بیان میں اسی طریقہ کو اختیار کرونگا مگر میں نے شمار آیتوں کا اُسکے مطابق رہنے دیا ہے۔ جو مؤلف نجوم الفرقان نے اختیار کیا ہے۔ اسلیئے کہ اس کتاب کے مؤلف نے نہایت خوبی سے قرآن مجید کے ہر ایک لفظ کو بتایا ہے کہ کس کس آیت میں ہے اور وہی شمار قائم رکھنے سے مجھکو اپنی تفسیر میں الفاظ وارد قرآن کا نشان دینے کو جہاں کہیں ان کے نشان دینے کی ضرورت ہو نہایت آسانی ہوگی ÷

یہی سبب ہے کہ باوجودیکہ میرے نزدیک ہر ایک سورت پر جو بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی ہے وہ اُس سورت کی آیتوں میں سے ایک آیت ہے مگر میں نے اُسپر شمار آیت کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نہیں لگایا۔ کیونکہ مؤلف نجوم الفرقان نے ہر ایک سورت میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو شمار آیتوں سے خارج رکھا ہے۔ اگر میں اُسکو شمار آیتوں میں داخل کر دیتا تو بالکل شمار مختلف ہو جاتا اور الفاظ وار وہ قرآن کا پتہ و نشان درست نہ رہتا ✤

(مضامین قرآن) قرآن مجید کے بعض مضامین اور احکام ایسے ہیں جو توریت یا انجیل کے مضامین سے یا یہودیوں کی روایات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اور اُسکا طرز کلام ایسا ہے جو زمانہ جاہلیت کے طرز کلام سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور بعض احکام ایسے ہیں جو زمانۂ جاہلیت میں بھی رائج تھے اور بعض جگہ طریقہ نظم قرآن ایسا ہے جو اور مشرک قوموں کی مقدس کتابوں میں بھی جن کو وہ الہامی سمجھتے تھے موجود ہے۔ اور اس سبب سے مخالفین اسلام نے قرآن مجید پر اعتراض کیے ہیں اور کہا ہے کہ یہ باتیں وہاں سے لیگئی ہیں ✤

مگر معترضوں کی یہ ایک علانیہ غلطی ہے۔ اسلیے کہ پیغمبر درحقیقت اُس قوم کے لیے یا اُس زمانہ کے لوگوں کے لیے جسمیں وہ پیدا ہوئے۔ بُرائیوں کی اصلاح کرنیوالے اور اچھی باتوں کے قائم کرنیوالے اور سچ بات کو تسلیم کرنیوالے اور حق بات کو بیان کرنے والے ہوتے ہیں اور ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ بات ناممکن ہے کہ کسی پیغمبر کے زمانہ سے پہلے جو باتیں مروّج ہوں۔ یا جو باتیں بطور مذہب کے جاری ہوں۔ یا بطور تواریخی واقعات کے مشہور ہوں۔ یا بطور مقدس کلام کے سمجھی جاتی ہوں۔ یا اگلے ادیان حقہ کا بقیہ ہوں وہ سب غلط و جھوٹھ اور خراب اور ناواجب ہوں۔ بلکہ بالضرور سچ میں جھوٹھ اور اچھی میں بُری ملی ہوتی ہیں۔ اور اس لیے جو شخص کہ اصلاح کے منصب پر ہو اُسکو اُن اچھی باتوں کو قائم رکھنا اور سچ بات کو تسلیم کرنا اور نیک کاموں کو بحال رکھنا ضرور و لازم ہوتا ہے۔ اور ایسا کرنا علانیہ نیکی اور بے ریائی اور اُس اصلاح کرنیوالے کی سچائی پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر قرآن مجید میں بھی ایسا ہے تو یہ وجہ اُسپر کچھ اعتراض کی نہیں ہے۔ بلکہ اُسکی سچائی کی دلیل ہے ✤

پارسی یعنی آتش پرستوں میں یہ رواج تھا کہ اُنکے مقدس صحیفوں کے سر دفتر پر جنکو وہ الہامی سمجھتے تھے ایک ایسا فقرہ لکھا ہوا ہوتا تھا جو مماثل بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے ہے اور وہ فقرہ یہ ہے ✤

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نہ شید شمذانی فرہشند لاھرہشنگ زمیان فرامیدی

ترجمہ بنام ایزد بخشایندہ بخشایشگر مہربان دادگر

مگر یہ فقرہ کیا عجیب ہے کہ الہامی ہو الیا عمدہ ہے کہ جو شخص خدا پر ایمان لانے کا حامی ہو۔ اور اوسی کی لوگوں کو ہدایت کرتا ہو۔ وہ ضرور اُسکو تسلیم کریگا۔ اور اُسکا مؤید ہوگا۔ پس قرآن مجید میں ہر سورت پر بسم اللہ الرحمن الرحیم ہونے پر اعتراض کرنا اور اُسکو ایک سرقہ قرار دینا ایک نا انصافی اور محض مکابرہ ہے۔ کون شخص ہے جو خدا کو مانتا ہو۔ اور لوگوں کو بھی منوانا چاہے اور اس فقرہ کو مٹا دے اور نہ خدا ایسا کر سکتا ہے کہ جو کلام اوسکی مرضی کے مطابق ہے اُسکے برعکس کوئی کلام نازل کرے ؎

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ مٰلِكِ يَوْمِ
الدِّيْنِ ۝۳ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ
اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴ اِهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵ صِرَاطَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝۶
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ
لَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان ÷
سب بڑائیاں خدا ہی کے لیئے ہیں جو تمام
عالموں کا پالنے والا ہے ۝۱ بڑا مہربان ہی
اور بڑا رحم والا ۝۲ حاکم ہے انصاف کے دنکا ۝۳ ہم تیری
ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد
چاہتے ہیں ۝۴ ہمکو سیدھی راہ پر چلا ۝۵
اُن لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے بخشش
کی ہے ۝۶ نہ اُن کی راہ پر جن پر تیرا غصہ
ہوا ہو اور نہ بھٹکنے والوں کی راہ پر ۝۷

اِس سورۃ میں کچھ تو خدا کی تعریف ہے اور کچھ اپنی عاجزی اور کچھ دعا۔ پس گویا بندوں کی زبان سے کہی گئی ہے۔ اور بلاشبہ بندوں کو خدا سے اسی طرح التجا کرنی زیبا ہے ÷

دعا جب دل سے کی جاتی ہے ہمیشہ مستجاب ہوتی ہے۔ مگر لوگ دعا کے مقصد اور استجابت کا مطلب سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جس مطلب کے لیئے ہم دعا کرتے ہیں۔ دعا کرنے سے وہ مطلب حاصل ہو جاویگا۔ اور استجابت کے معنی اُس مطلب کا حاصل ہو جانا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلطی ہے حصول مطلب کے جو اسباب خدا نے مقرر کیئے ہیں۔ وہ مطلب تو اُنہی اسباب کے جمع ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر دعا نہ اُس مطلب کے اسباب میں سے ہے۔ اور نہ اُس مطلب کے اسباب کو جمع کرنے والی ہے۔ بلکہ وہ اُس قوت کو تحریک کرنے والی ہے۔ جس سے اُس رنج و مصیبت اور اضطرار میں جو مطلب حاصل ہونے سے ہوتا ہی تسکین دیتی ہے۔ اور جبکہ دعا دل سے اور اپنے تمام فطرتی قوا کو متوجہ کر کر کیجاتی ہے اور خدا کی عظمت اور اُسکی بے انتہا قدرت کا خیال اپنے دل میں جمایا جاتا ہے تو وہ قوت تحریک میں آتی ہے۔ اور اُن تمام قوتوں پر جن سے اضطرار پیدا ہوا ہے اور اس مصیبت کا رنج برانگیختہ ہوا ہے۔ اُن سب پر غالب ہو جاتی ہے اور انسان کو صبر و استقلال پیدا ہو جاتا ہے اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اسی کیفیت کا دل میں پیدا ہونا دعا کا مستجاب ہونا ہے +

اسی امر کا اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں میں فرمایا کہ "الدعاء مخ العبادۃ" یعنی دعا خالص عبادت ہے اور اس سے بھی واضح کر کر فرمایا کہ "الدعاء ھو العبادۃ" یعنی دعا عبادت ہی ہے اور پھر فرمایا کہ تمھارا پروردگار کہتا ہے کہ "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" یعنے مجھکو پکارو یعنی میری عبادت کرو میں تمھارے لیئے اُس عبادت کو قبول کرونگا + شکوۃ

پس دعا سے مطلب کا حاصل ہونا موعود نہیں ہے۔ بلکہ عبادت کا جو نتیجہ ہے۔ وہ موعود ہے۔ دعا کے ساتھ کبھی مطلب کا حاصل ہوجانا اتفاقیہ بات ہے۔ جو اسکے اسباب جمع ہونے سے حاصل ہوجاتا ہے +

۳ (ملک یوم الدین) یعنی اُسدن کا جسدن کہ اُس نور فطرت کے کام میں لانے یا نہ لانے کا جو خدا نے ہر ایک انسان میں بموافق اُسکی حالت کے رکھا ہے نتیجہ ظاہر ہوگا +

۴ (انعمت علیھم) جن پر انعام ہوا وہ لوگ ہیں جنھوں نے خدا کی نشانیوں پر غور کیا ہے۔ اور جو نور فطرت خدا نے اُن میں رکھا ہے۔ اُسکو کام میں لائے ہیں۔ اور قومی اور ملکی اور تمدنی اور آبائی امور کی الفت و موانست اور خلقی امور کی قوت پر اُسکو غالب کیا ہے۔ یا غالب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور سب چیزوں کو چھوڑ کر وہ راہ اختیار کی ہے جو خدا نے بتائی ہے

۵ (المغضوب) جن پر غضب ہوا۔ وہ لوگ ہیں جو اُس نور فطرت کو کام میں نہیں لائے اور نہ کام میں لانے کی کوشش کی۔ اور آبائی اور ملکی و تمدنی امور کے بوجھ میں دبکر اور خلقی امور کی قوت میں مغلوب رہے اور جو راہ خدا نے بتائی تھی اُسکو اختیار نہیں کیا +

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان ہے الٓمّٓ وہ کتاب ہے	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ

(الٓمّٓ) یہ سورت اُنھی اونتیس[۲۹] سورتوں میں سے ہے جنکو خود خدا نے اُن کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ حروف مقطعات اُن سورتوں کے نام ہیں۔ جن کے ابتدا میں آئے ہیں۔ اور جو سورتیں باہم کسی قسم کی مناسبت رکھتی ہیں اُن کے ایک ہی سے نام مقرر کیئے ہیں۔ اب یہاں تین باتیں غور طلب ہیں۔ ایک یہ کہ اُنھی اونتیس سورتوں کے نام مقرر کرنے کا کیا سبب ہے۔ دوسرے یہ کہ حروف مقطعات سے کیوں اُن کے نام مقرر کیئے ہیں۔ تیسری یہ کہ جن حروف مقطعات سے اُن سورتوں کے نام مقرر کیئے ہیں اُنھی حروف سے اُن کا نام مقرر کرنے کا کیا سبب ہے ٭

قرآن مجید پر غور کرنے سے علانیہ پایا جاتا ہے کہ جس سورت کو خدا تعالیٰ نے قسمیہ طور پر یا اِس طرز کلام پر شروع کیا ہے۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ یا یہ خدا کی کتاب ہے۔ اُس مقام پر خدا نے اُس سورت کو کسی اسم سے موسوم کیا ہے۔ تاکہ اُسکا نام لینے سے اُسکے مسمّٰی پر اُس امر کا اطلاق ہو۔ جس کا اطلاق کرنا منظور ہے۔ اور جن سورتوں کو اِس طرز کلام سے شروع نہیں کیا اُن کا نام رکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی ٭

مثلاً اِس سورت کا نام جسکی ہم تفسیر کرتے ہیں (الٓمّٓ) ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے طرز کلام اِس طرح پر شروع کیا ہے۔ کہ یہ سورت خدا کی کتاب کی ہے۔ تو اُسنے اِس سورت کا نام لیکر کہدیا کہ الٓمّٓ یعنے اسکا مسمّٰی وہ کتاب ہے۔ پس الٓمّٓ جو اِس سورت کا نام ہے مبتدا ہے اور ذٰلک مبتداء ثانی ہے۔ اور الکتٰب اُسکی خبر ہے۔ اور یہ مبتدا و خبر ملکر پہلے مبتداء کی خبر ہیں۔ اور الٓمّٓ یعنی الم کا مسمّٰی ذٰلک الکتٰب پر محمول ہے ٭

یہ بات بھی صاف ہے کہ اگر اِن سورتوں کے نام الفاظ بامعنی سے مرکب ہوتے تو اُن معنوں کا جنپر وہ الفاظ دلالت کرتے۔ ذٰلک الکتٰب پر حمل ہونے کا شبہ پڑتا۔ اور معنی سے قطع نظر کرکے اُسکے مسمّٰی کا محمول ہونا بہت کم خیال میں جاتا۔ پس خدا تعالیٰ نے حروف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مفرد کو جو ترکیب کلام کے اصول بھی ہیں۔ اور معانی سے مبرا بھی ہیں اسماء سور اختیار کیا۔ تاکہ بجز معنے کے محمول ہونے کے اور کوئی احتمال ہی نہ رہے +

البتہ اس بات کا تصفیہ کہ ان حروف کو اس سورۃ کے نام کے لیئے کیوں مخصوص کیا مشکل ہے۔ دنیا میں بھی جو شخص کسی کا کچھ نام رکھتا ہے اور جو مناسبت یا علت اس نام رکھنے کی اُس کے دل میں ہوتی ہے۔ اُسکا سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ پس یہ قرار دینا کہ خدا نے اس مناسبت سے اُن حروف مقطعات سے اس سورت کو موسوم کیا ہے ایک مشکل بات ہے اور ضرور ہے کہ باہم علما کے اسمیں اختلاف ہو چنانچہ بہت سا اختلاف ہوا بھی ہے۔ یہانتک کہ بعضوں نے کہا کہ اس مناسبت کا علم خدا ہی کو ہے۔ مگر ہر شخص بقدر اپنی فہم کے اُس مناسبت کے بیان کرنے کا بلاشبہ مجاز ہے +

میری سمجھ یہ ہے کہ بعضی دفعہ اہل عرب حروف مقطعات بولتے تھے اور اُس سے اشارہ کسی مطلب کی طرف ہوتا تھا۔ جیسے کہ اس شعر میں ہے +

قلت لها قفی فقالت لی ق + لا تحسبی انا نسینا الایجاف

یعنی میں نے اُس سانڈہنی سوار عورت سے کہا کہ ٹھیر جا یہ مت خیال کر کہ میں سانڈہنی ہنکانا بھول گیا ہوں۔ اُس نے کہا کہ قاف یعنی وقفت ٹھیر گئی میں پس حرف قاف سے پورا کلام "وقفت" کا مراد ہے +

سورہ بقرہ۔ اور سورہ آل عمران۔ اور سورہ عنکبوت۔ اور سورہ روم۔ اور سورہ لقمان اور سورہ سجدہ۔ اِن سب کے سرے پر الٓمٓ ہے جو اُن سورتوں کا نام ہے۔ ان تمام سورتوں میں خدا تعالیٰ نے احکام الٰہی کی تعمیل اور امر بالمعروف کی تاکید اور لیل و نہار کے اختلاف اور عالم میں جو آیات قدرت کردگار ہیں اُن سے خدائے واحد کے وجود پر استدلال کیا ہے اور موت کا اور اُسکے بعد کے حالات کا بیان فرمایا ہے۔ اور اسی سبب الٓمٓ سے اُن سورتوں کو موسوم کیا ہے۔ تاکہ اُن تینوں حرفوں سے اُن مطالب عظیمہ کی طرف اشارہ ہو۔ اور انہی مطالب عظیمہ کا ذکر اِن سب سورتوں میں تھا۔ اس لیئے اُن سب کو ایک ہی نام سے موسوم کیا +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

علماء اسلام نے رفع التباس کے لیئے اُن سورتوں کے نام کے ساتھ جنکے متحد نام تھے۔ یا جنمیں حروف مقطعات زیادہ تھے۔ یا کسی سورت کے اہم مضمون پر زیادہ وضاحت سے اشارہ کرنے کی غرض سے اور نیز اُن سورتوں کے لیئے جو کسی نام سے موسوم نہ تھیں۔ اُسے یہودی قاعدہ کے مطابق۔ اُسی سورت میں سے کوئی لفظ اُس سورت کی طرف اشارہ کرنے کے لیئے منتخب کیا۔ جو رفتہ رفتہ بطور اُن سورتوں کے نام کے متصور ہونے لگے مگر درحقیقت وہ الفاظ ہیں جو علماء نے اُن سورتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لیئے اختیار کیئے ہیں +

(الکتاب) خدا اپنے رسول سے فرماتا ہے کہ الٓمٓ یعنی اُسکا اسم ہے وہ کتاب ہے۔ یعنی وہ کتاب جو ہم تجھپر نازل کرتے ہیں۔ عام بول چال کا محاورہ ہی کہ جب کوئی شخص کوئی کتاب تصنیف کرنی یا لکھنی شروع کرے۔ یا شروع کرنی چاہے۔ تو قبل اِس کے کہ وہ لکھی جا چکے۔ یا تصنیف ہو چکے اُسپر کتاب کا لفظ بولتا ہے۔ اِس خیال سے کہ وہ تصنیف ہو چکنے اور لکھی جا چکنے کے بعد کتاب ہوگی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے بھی قرآن مجید پر قبل اُس کے لکھے جانے کے کتاب کا اطلاق کیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خدا کی مرضی تھی کہ لکھی جاوے۔ اور اسمیں بھی کچھ شبہ نہیں کہ جسقدر قرآن نازل ہوتا تھا اُسیوقت آنحضرت ہی کے وقت میں لکھ لیا جاتا تھا +

لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (۱)
الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ
یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
یُنْفِقُوْنَ (۲) وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ
بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ
قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ (۳)

پرہیزگاروں کے لیے راہنما ہو جسمیں کچھ شک
نہیں (۱) جو آنکھ سے اوجھل پر ایمان لاتے ہیں اور
درستی سے نماز کو ادا کرتے ہیں، اور جو کچھ ہمنے اُنکو دیا ہے
اُسمیں سے دیتے ہیں (۲) اور جو لوگ اُسپر ایمان
لاتے ہیں جو تجھپر نازل کیا گیا ہے اور جو تجھسے پہلے
نازل کیا گیا تھا، اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں (۳)

(۱) (لاریب فیه) کے معنے اگلے مفسروں نے یہ بیان کیے ہیں کہ اُسکے خدا کی طرف سے ہونے میں کچھ شبہ نہیں، گویا یہ خطاب ہے اُن لوگوں کی طرف جو قرآن کے خدا کی طرف سے ہونے میں جبکہ وہ نازل ہوتا تھا شک کرتے تھے، اور بطور یقین کے بلا دلیل بیان کرنا اس بات پر اشارہ ہے کہ یہ دعوی ایسی دلائل سے ثابت ہے یا ثابت ہوگا کہ جو بمنزلہ بدیہی کے ہیں، جیسے کہ عام بول چال میں دستور ہے کہ جو بات یقینی ہوتی ہے اُسکی دلیلیں بیان کرنے سے پہلے کہہ دیتے ہیں کہ اس بات میں کچھ شک نہیں اور پھر اُسکی دلیل بیان کیجاتی ہے۔

مگر میری سمجھ میں اس مقام میں اُن معنوں کے اختیار کرنے سے دوسرے معنی اختیار کرنے بہتر ہیں، خدا تعالی نے اسجگہ تین فرقوں کا حال بیان کیا ہے۔ ایمان والوں کا کافروں کا۔ منافقوں کا۔ جو دل میں کافر ہیں اور جھوٹ موٹ ظاہر میں اپنے تئیں مسلمان کہتے ہیں، پس لاریب فیه کے ایسے معنے لینے زیادہ تر مناسب ہیں جو ان فرقوں میں سے کسی کے حال کے مناسب ہوں، اور وہ یہ معنے ہیں کہ اس کتاب کے پرہیزگاروں یعنے ایمان والوں کے لیئے ہادی ہونے میں کچھ شک نہیں، جو اس کتاب کو مانتے ہیں اور اُسکی ہدایتوں پر چلتے ہیں، جنمیں سے سب سے بڑا حکم خدا پر ایمان لانا اور نماز کا ادا کرنا اور خیرات کا دینا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو لوگ اس کتاب کو مانتے ہیں وہی اس کتاب سے ہدایت پاوینگے، اور جو نہیں مانتے وہ ہدایت نہیں پا سکتے گو کہ فی نفسہ سب کے لیئے ہدایت ہو، اسکی مثال ایسی ہے کہ مثلاً ایک دوا جو فی نفسہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	وہی اپنے پروردگار کی مہربانی سے سیدھی راہ پر ہیں، اور وہی مراد کو پہونچے ہیں (۴) ہاں جو کفر میں پڑے ہیں

کسی مرض سے شفا دینے والی ہے تو وہ فی نفسہ تو اُس مرض کی سب مریضوں کے لئے شفا ہے الا شفا وہی پاوینگے جو اُسکا استعمال کرینگے، اسیطرح قرآن بھی سبکے لیے ہدایت ہے مگر ہدایت وہی پاوینگے جو پرہیزگار ہیں یعنی وہ جو اُسکی ہدایتوں پر چلتے ہیں +

اگر یہ معنی تسلیم کیئے جاویں تو،، ہدی،، کا لفظ بدل ہے ضمیر مجرور سے جو،، فیہ،، میں ہے اور جار مجرور ثابت یا کائن سے متعلق ہوکر لانفی جنس کی خبر ہے یعنی،، لاریب فی کونہ ہادیا للمتقین،، جسکے معنے یہ ہوئے کہ پرہیزگاروں کے لیئے قرآن کے ہادی ہونے میں کچھ شک نہیں +

(۳) غیب اُسے کہتے ہیں جو آنکھ سے اوجھل ہو، مگر یہاں اُس ذات پاک سے مراد ہے جو باوجود ہونے کے نہ آنکھ سے اور نہ کسی اور حواس سے محسوس ہوتی ہے نہ ہوسکتی ہے، اور بجز اسکے کہ عقل یہ کہتی ہے کہ ہے، اور کچھ نہیں بتا سکتے، اُس تفسیر میں جو عبد اللہ بن عباس کی طرف منسوب ہے یہ لکھا ہے،، ویقال الغیب ھو اللہ،، پس معنے یہ ہوئے کہ پرہیزگار وہ ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں +

(۴) (ان الذین کفروا) جو لوگ کفر میں پڑے ہیں اُنکی نسبت خدا نے فرمایا،، ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ،، مگر کسی مفسر نے اُسکے حقیقی معنی مراد نہیں لیئے، کیونکہ نہ کسی انسان کے دل پر اور نہ کان پر سچ مچ کی مہر لگی ہوتی ہے، اور نہ کسی کی آنکھوں پر سچ مچ کا پردہ پڑا ہوا ہے، بلکہ سچ بات کے نہ سمجھنے اور حق بات کے نہ سننے اور ٹھیک بات پر نہ غور کرنے کو بطور استعارہ دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دینے اور آنکھوں پر پردہ ڈالنے سے بیان کیا ہے +

بلا تشبیہ یہ ایسا ہی کلام ہے جیسے کہ ایک ناصح شفیق کسی کو افعال ذمیمہ چھوڑنے اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥﴾ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٦﴾

خواہ انکو ڈراؤ خواہ انکو ڈراؤ نہ انکو سب برابر ہے وہ ایمان نہیں لانے کے (۵) مہر کردی ہے اللہ نے انکے دلوں پر، اور انکے کانوں پر، اور انکی آنکھوں پر پردہ ہے، اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے (۶)

اخلاق حمیدہ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہو، مگر وہ شخص اسکی نصیحت پر کان نہ دھرتا ہو، اور ایک شخص فصیح و بلیغ اس حالت کو دیکھکر کہے کہ، بذاتوں نا اہلوں کو تم نصیحت کرو یا نہ کرو وہ کبھی نہیں مانینگے، اُن کے دل پتھر کے ہیں اور آنکھیں اندھی اور کان بہرے خدا نے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اور انکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے، پس جس محاورہ میں انسان اسطرح بات چیت کرتے ہیں اُسی انسانی محاورہ پر خدا نے بھی کلام کیا ہے۔

(مسئلہ جبر و اختیار) ان آیتوں سے یا اور آیتوں سے جو اسکی مثل ہیں جبر و اختیار کے مسئلہ پر بحث کرنا قرآن مجید کے سیاق کلام کے منافی ہے، قرآن مجید کی کسی آیت سے نہ انسان کے اپنے افعال میں مجبور ہونے پر استدلال ہو سکتا ہے نہ مختار ہونے پر، نہ بین الجبر والاختیار ہونے پر، مگر افسوس ہے کہ علماء متقدمین نے اسپر بحث کی ہے، اور غلطی اُس کو ایک ایسا مسئلہ سمجھا ہے جو مسائل اسلام میں داخل ہے، اور جو وحی یا قرآن سے ثابت ہے۔ اور پھر آپس میں مختلف رائیں قرار دی ہیں، ایک گروہ انسان کے اپنے افعال میں مجبور ہونے کا قائل ہے، دوسرا گروہ مختار ہونے کا اور تیسرا بین الجبر والاختیار کا جو بالفعل مذہب اہلسنت و جماعت کا ہے ✦

انسان اپنے افعال میں مجبور ہو یا مختار یا بین الجبر والاختیار۔ ایک جدا مسئلہ ہے، جو انسان کی فطرت کی تحقیقات پر منحصر ہے، اور اسکی فطرت پر مباحثہ کرنے کے بعد جو ثابت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷﴾	اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا پر اور اخیر دن پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ نہیں ایمان لائے (۷)

ہوئے ہو، ہمارا مقصد اس مقام پر صرف اسقدر کہنا ہی کہ قرآن مجید سے ان باتوں میں سے کسی پر استدلال کرنا، اور اسکو ایک مسئلہ اسلام منزل من اللہ سمجھنا غلطی ہی۔

قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے جا بجا بندوں کے افعال کو، بلکہ ہر ایک چیز کو اپنی طرف منسوب کیا ہی، جو کام بندوں سے ہوتے ہیں اُنکی نسبت فرماتا ہی، کہ ہمنے کیا، یا جو چیزیں کہ اور اسباب سے پیدا ہوتے ہیں اُن اسباب کو بیچ میں سے نکالکر فرماتا ہی کہ، ہمنے کیا، ہمنے مینھ برسایا، ہمنے درخت اُگائے، ہمنے دریا بہائے، ہمنے سمندر میں جہاز تیرائے، ہمنے اوڑتے جانور ہوا میں تھمائے، پس اس تمام طرز کلام سے واسطوں کا درحقیقت درمیان میں نہونا یا اُس شے کا اُن افعال میں مجبور یا مختار ثابت کرنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اپنی عظمت وشان اور اپنے علۃ العلل یعنے تمام چیزوں کی اخیر علت یا خالق ہونے کا بندوں پر اظہار مقصود ہوتا ہے، اور اسلیئے اس قسم کے کلام سے انسان کا اپنے افعال میں مجبور یا مختار ہونے کا استنباط واستدلال کرنا صحیح نہیں ہوسکتا، بلکہ ایسا کرنا داخل تفسیر القول بما لا یرضی قائلہ کے ہی، کیونکہ اس کلام سے اس بات کی حقیقت کا بیان کرنا کہ انسان اپنے افعال میں مجبور ہی یا مختار یا بین الجبر والاختیار مقصود ہی نہیں ہے ؛

خدا اپنے تئیں علۃ العلل جمیع کائنات کا بتاتا ہی، پس اگر تمام حوادث و افعال کو جو عالم میں تمام مخلوقات، انسان، حیوان، عناصر، قوی، وغیرہ سے ہوتے ہیں اپنی طرف نسبت کرے، اور ہر چیز کی نسبت یہ کہے کہ ہمنے کیا، تو یہ نسبت صحیح ودرست ہوگی۔ علاوہ اسکے مصری اور یونانی حکما کا یہ خیال تھا کہ دو چیزیں ازلی اور ابدی ہیں، ایک خدا، اور ایک مادہ، خدا نے اُس قدیم ازلی اور ابدی مادہ سے تمام دنیا کو بنایا اور رچایا ہے، اور ایک گروہ زردشتیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ دو متقابل کے وجود ہیں، ایک یزدان یعنی خدا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۸﴾	دہوکا دیتے ہیں اللہ کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ بجز اپنے آپ کے اور کسی کو دہوکا نہیں دیتے، اور سمجھتے نہیں (۸)

دوسرا اہرمن یعنی شیطان، نیک کام خدا کرتا ہے اور بد کام شیطان، اور یہ مذہب اُس ریگستان میں بھی پھیلگیا تھا جہاں اِن غلطیوں کا اصلاح کرنے والا پیدا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ کو قرآن مجید میں اُن دونوں عقیدوں کا مٹانا اور اپنی ذات واحد کو خالق جمیع کائنات بتانا اور اپنے تئیں وحدہ لاشریک جتانا مقصود تھا ؛

پس سب سے عمدہ طریقہ اِس باریک مسئلہ کے سمجھانے کا یہی تھا کہ تمام افعال کو اُن کے تمام واسطوں کو دور کر کر خاص اپنی طرف منسوب کرے، اور کبھی اُن واسطوں کی طرف، تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ علۃ العلل صرف ایک ذات وحدہ لاشریک ہے، اور جو واسطے ہمکو دکھائی دیتے ہیں، بلاشبہ وہ واسطے ہیں، مگر علۃ العلل اُن سب کی وہی ایک ذات وحدہ لاشریک ہے، پس جس کلام کا یہ موضوع ہو اُس سے اس مطلب کو نکالنا کہ انسان اپنے افعال میں مجبور ہے یا مختار یا بین الجبر والاختیار اُس کلام کو غیر ما وضع لہ میں استعمال کرنا ہے۔ ہاں یہ ایک تمدنی اور طبعی اور عقلی مسئلہ ہے جو انسان کی خلقت کے لحاظ سے بحث اور غور ہو سکتی ہے جسکو ہم مختصراً بیان کرتے ہیں ؛

اُن علما اور حکما نے جنھوں نے انسانی فطرت پر غور کی ہے، دو طرح پر انسان کو اپنے افعال میں مجبور پایا ہے، ایک امور خارجیہ کے سبب جیسے کہ قومی و ملکی و تمدنی امور کی الف و موانست کا، اور بچپن سے کسی امر کی ممارست و تربیت و صحبت کا ایسا قوی اثر ہوتا ہے کہ وہ اُنھی افعال کو مستحسن سمجھتا ہے، اور اُنھی کے کرنے پر اُسکا دل اُسکو مجبور کر دیتا ہے گو یہ مجبوری اکثر اُسکی سمجھ میں نہیں آتی، کیونکہ بظاہر اُس پر کسی کا جبر نہیں ہوتا، مگر درحقیقت اُنھی قومی و ملکی و تمدنی اور بچپن سے کسی امر کی ممارست و تربیت و صحبت کا اثر رفتہ رفتہ بے معلوم اُسمیں ایسا سرایت کر جاتا ہے کہ جس سے اُن افعال کے کرنے پر جنکو وہ کرتا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ	اُنکے دلوں میں بیماری ہے،

مجبور ہوتا ہے، اور جن باتوں کو وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنی مرضی سے کرتا ہوں درحقیقت وہ اُسی قوی اثر کے سبب سے مجبوری کرتا ہے +

دوسری قسم کی مجبوری اپنے افعال میں خود انسان کو اپنی خلقت کے سبب سے ہوتی ہے، ہم تمام دنیا کی چیزوں میں اُنکی ایک فطرت پاتے ہیں جسکے برخلاف ہرگز نہیں ہوتا ہم دیکھتے ہیں کہ معدنی چیزیں ہوا میں نہیں اُڑتی پھرتیں، پانی ہوا کے اوپر نہیں رہتا، مچھلی زمین پر زندہ نہیں رہتی، درندے جانوروں سے درندگی، پرند جانوروں سے پرواز آبی جانوروں سے شناوری کبھی زائل نہیں ہوتی، پس وہ سب اُن افعال کے سرزد ہونے میں جو اُنسے منسوب ہیں بمقتضائے اپنی خلقت کے مجبور ہیں +

اسی طرح ہم انسانوں میں بھی دیکھتے ہیں کہ وہ بھی اپنے افعال میں بمقتضائے اپنی فطرت کے مجبور ہیں جسکی آنکھ خدا نے ایسی بنائی ہے جس سے دور کی چیز دکھائی دیتی ہے، تو وہ دور کی چیز دیکھنے میں مجبور ہے۔ اسیطرح انسانوں کی بناوٹ ایسی ہے کہ جو افعال ظاہری و باطنی اُن سے سرزد ہوتے ہیں، وہ اُن میں مجبور محض ہیں، اگر بالفرض ایک نہایت رحمدل نیک طبیعت شخص کے اعضا، دل و دماغ کی بناوٹ، ایک نہایت شقی القلب بیرحم بدذات آدمی کیسی ہوتی، تو اُس سے بھی وہی افعال صادر ہوتے جو اُس بدذات سے ہوتے ہیں، اگر ایک بیوقوف آدمی کے اعضا کی بناوٹ ایک عقلمند آدمی کے اعضا کی بناوٹ سے تبدیل ہوسکے، تو اُس عقلمند سے اُس بیوقوف کیسے افعال اور اُس بیوقوف سے اُس عقلمند کیسے افعال سرزد ہونے لگیں گے۔ غرضیکہ علم تشریح ابدان سے ثابت ہوگیا ہے کہ جس قسم کی بناوٹ انسان کی ہوتی ہے اُسی کے مناسب افعال خواہ نخواہ اُس سے سرزد ہوتے ہیں، نہایت بیرحم سفاک قاتلوں کی کھوپری میں ایک خاص قسم کی بناوٹ ہے، اور تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ہر قاتل و سفاک کی کھوپری اُسی بناوٹ کی ہوتی ہے، پس جس کی کھوپری اُس بناوٹ کی ہوگی، وہ ضرور سفاک قاتل بیرحم ہوگا، اور جو بیرحم سفاک قاتل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا	پھر خدا نے اُنکی بیماری کو بڑھا دیا

ہوگا اُسکی کھوپری اُسی بناوٹ کی ہوگی، پس اُن افعال میں جو خلقت انسانی سے علاقہ رکھتے ہیں انسان مجبور ہے، اور یہ ایسی بدیہی باتیں ہیں جن سے کوئی بھی جبکہ وہ اُس علم میں واقفیت حاصل کرے انکار نہیں کرسکتا +

اسکو اور صاف طرح سے غور کرو جسکو ہر کوئی سمجھ سکے، بعضے لوگ ایسے ہیں جنکا حافظہ بہت قوی ہے، بعضے ایسے ہیں جنکو کوئی بات یاد نہیں رہتی، بعضے ایسے ہیں جنکے قوے قوی ہیں بعضے نہایت ضعیف القوٰی ہیں، بعضے ایسے ہیں کہ کسی کام کو ایسا عمدہ کرتے ہیں کہ اوروں سے باوصف کوشش کے ایسا نہیں ہوسکتا، کسیکا ہاتھ خوشنویسی کے لائق ہوتا ہے، کسیکا مصوری کے، کسیکا دماغ علم ادب کے مناسب ہوتا ہے، کسیکا ریاضی کے، کسی کی بناوٹ کسی خاص امر کے ایسی مناسب ہوتی ہے کہ اُسکے مثل دوسرا نہیں ہوسکتا، پس یہ تمام تفاوت انسانوں میں فطرت کے باعث سے ہیں، اور جو افعال کہ اُس فطرت پر مبنی ہیں اُنکے صادر ہونے میں وہ مجبور ہیں +

بااینہمہ ہم انسانوں میں ایک اور چیز بھی پاتے ہیں جو نیک و بد میں تمیز کرسکتی ہے، یا ایک بات کو دوسری بات پر ترجیح دیسکتی ہے۔ یہ قوت بھی کبھی بلکہ اکثر قومی و ملکی و تمدنی امور کی الف و موانست سے، اور بچپن سے کسی امر کی ممارست و تربیت و صحبت کے اثر سے موثر ہوجاتی ہے، اور اُس قوت کی ایسی حالت کو تمام اہل مذاہب کانشنس یعنی نور ایمان و نور دہرم سے تعبیر کرتے ہیں، مگر درحقیقت وہ قابل اعتماد اور لائق طمانیت کے نہیں ہے کیونکہ اُسکا دوست و غیر دوست دونوں قسم کے اثروں سے موثر ہوتا، اور مخالف اثروں سے ایک ہی نتیجہ حاصل ہونا ممکن ہے، ایک مسلمان کے لیئے کسی بت کو سجدہ کرنا جسقدر اُسکے نور ایمان کے برخلاف ہے ویسا ہی ایک بت پرست کے نور دہرم کے موافق ہے، پس ایک شے دو مخالف نتیجے پیدا کرتی ہے +

مگر اسکے سوا ایک اور قوت بھی انسان میں پائی جاتی ہے جو اُن تمام اثروں پر غالب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿٩﴾	اور اُن کے لئے دُکھ دینے والا عذاب ہے، اس بات پر کہ جھوٹ کہتے تھے (۹)

ہو جاتی ہے، اور جسکو میں نور قلب یا نور فطرت کہتا ہوں ــــ ہمارے پاس بہت سی لوگوں کی نسبت تاریخی شہادت موجود ہے جنھوں نے بچپن سے ایک خاص قوم کی رسم وعادات میں تربیت پائی، اور اُنہی ملکی وتمدنی باتوں کے سوا اور کوئی خیال اُنکے دلوں میں نہیں گذرا اور دراز زمانہ دراز تک اُسی قومی وملکی وتمدنی امور کی الف وموانست میں رہے، اور ایک ہی سی صحبت پائی، اور ایک ہی سی تربیت ہوئی، اور پھر خود انھوں نے اپنی سوچ سمجھ اور غور وفکر سے جسکو الہام کہنا چاہیئے اُن تمام بندشوں کو توڑا، اور اُنکے عیبوں کو جانا اور اپنے تئیں اُس سے آزاد کیا، اور اور لوگوں کے آزاد کرنے میں کوشش کی +

یہ قوت فکری کم وبیش تمام انسانوں میں فطری ہے، اور ہر شخص خود اپنے حال پر فکر کر کر سمجھ سکتا ہے کہ وہ اُسکے کام میں لانے پر قادر ہے، اور یہی وہ قوت ہے جو حق وباطل میں تمیز کرتی ہے، اور اصلی سچ کو پرکھ لیتی ہے، اور انسان کو اپنی حالت کی اصلاح پر متوجہ کرتی ہے، اور تمام بوجھوں کو جو انسان پر بسبب اُسکے ملکی وتمدنی وآبائی رسم ورواج کی الف وموانست سے ہوتے ہیں اُن کو اُٹھا دیتی ہے، اسی قوت کو زندہ رکھنے اور کام میں لانے کی، اور اس بوجھ یعنے ملکی وتمدنی وآبائی رسم ورواج کی الف وموانست کے اُٹھانے کی جا بجا قرآن میں ہدایت ہوئی ہے، اور یہی قوت ہے جسکے باعث انسان مکلف ہوا ہے، اور دیگر حیوانات سے افضل کہا گیا ہے +

یہ سچ ہے کہ یہ قوت بھی انسانوں میں بمقتضائے اُن کی خلقت کے قوی اور ضعیف ہے مگر معدوم نہیں، اور جنمیں معدوم ہو وہ مکلف نہیں، بلکہ مرفوع القلم ہے ــ کبھی یہ قوت پند ونصیحت اور سمجھانے بجھانے اور دلیلوں اور نشانیوں کے بتانے اور صحبت کے اثر سے تحریک میں آجاتی ہے، جیسے کہ اُن لوگوں کا حال ہوتا ہے جو سچی راہ بتانے والوں کی ہدایتوں کو سمجھکر اور یقین کر کر پیروی کرتے ہیں، بشرطیکہ اُس پیروی کی اور کوئی ایسی وجہ نہو جس نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾	اور جب اُنسے کہا جاوے کہ مت بگاڑ ڈالو دنیا میں تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں (۱۰) ہاں وہی ہیں بگاڑنے والے پر سمجھتے نہیں (۱۱)

انسان کو خفیہ خفیہ اپنے افعال پر مجبور کر دیا ہو، اور اُس نے اُس فطری قوت کو بغیر کام میں لائے اُس خفیہ مجبوری سے وہ پیروی نہ کی ہو۔ اور کبھی وہ قوت فطری ایسی قوی ہوتی ہے کہ خود بخود اُسمیں سے وہ روشنی اُٹھتی ہے، اور حق و باطل میں فرق دکھاتی ہے، اور ملکی تمدنی اور آبائی رسم و رواج کی الف و موانست کے بوجھ کو اُٹھا دیتی ہے، یہی وہ لوگ ہیں جو شرع کی زبان میں پیغمبر اور تمدنی اصطلاح میں رفارمر کہلاتے ہیں +

یہی قوت تھی جسنے ایک جوان کے دل کو خود اپنی روشنی سے روشن کر دیا، جو، اور کلدانیاں میں رہتا تھا، اور جسکا نام ابراہیم تھا، بچپن سے اُسنے اپنے پیارے باپ کی گود میں پرورش پائی، بجز بتوں کے اُسکی آنکھ نے کچھ نہیں دیکھا، اور بجز بتوں کی پرستش کے نغموں کے اُسکے کانوں نے کچھ نہیں سُنا، اور پھر سمجھا تو یہ سمجھا کہ ہائے میرا پیارا باپ اور میری پیاری قوم بُری گمراہی میں ہے۔ یہ سوچکر گھبرایا اور چاروں طرف دیکھنے لگا کہ پھر سچ کیا ہے۔ چاند کو روشن دیکھکر خیال کیا کہ شاید یہ سچ ہو۔ سورج کو چمکتا دیکھکر سوچا کہ شاید یہ سچ ہو۔ مگر اُس نور فطرت نے بتایا کہ یہ سب جھوٹ ہے، اُسنے سب سے مُنہ موڑا اور سچی بات پکار اُٹھا کہ ،، اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ،، +

ایک یتیم بن ماںباپ کے بچے کا حال سُنو، جسنے نہ اپنی ماںکے کنار عاطفت کا لطف اُٹھایا، نہ اپنے باپ کی محبت کا مزہ چکھا، ایک ریگستان کے ملک میں پیدا ہوا، اور اپنے گرد بجز اونٹ چرانے والوں کے غول کے کچھ نہ دیکھا، اور بجز لات و منات و عزیٰ کو پکارنے کی آواز کے کچھ نہ سُنا مگر وہ کبھی نہ بھٹکا، اور کہا تو یہ کہا کہ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ،، پس یہ تمام روشنیاں اُس نور فطرت کی خود آپ ہی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٢﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿١٣﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١٤﴾

اور جب اُنسے کہو کہ تم اُسطرح ایمان لاؤ جسطرح اور لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اسطرح ایمان لاویں جسطرح بیوقوف ایمان لائے ہیں، ہاں وہی ہیں بیوقوف پر جانتے نہیں (١٢) اور جب وہ اُن لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے ہیں، اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھی ہیں، ہم تو اُنسے بجز ٹھٹھا کرنیکے اور کچھ نہیں کرتے تھے (١٣) خدا اُنسے ٹھٹھا کرتا ہے، اور اُنکو اُنکی گمراہی میں کہ اُسمیں بھٹکاتے ہوئے رکھتا ہے (١٤)

آپ روشن ہوئی تھیں، اور جنھوں نے نہ صرف اُنکو بلکہ تمام جہان کو منور کر دیا ✦

(١٢) (واذا قیل لهم) اِن آیتوں میں اُس گفتگو کا اشارہ ہے جو منافق اور کافر آپسمیں کرتے تھے، یعنے کافر سمجھتے تھے کہ منافقوں کا اسطرح ظاہر میں اپنے تئیں مسلمان جتانا فساد ڈالنا ہے، تو وہ اُنسے کہتے تھے کہ تم فساد مت ڈالو اور اپنے تئیں مسلمان مت جتلاؤ، یا جس طرح اور لوگ سچ مچ مسلمان ہوگئے ہیں تم بھی ہو جاؤ، تو وہ اُنکو جواب دیتے تھے کہ ہمارا ظاہر میں مسلمانوں میں ملا رہنا فساد کی بات نہیں ہے، بلکہ اچھی بات ہے، نہ ہم اور بیوقوفوں کی طرح ایمان لا سکتے ہیں، خدا تعالی نے اُن منافقوں کی ان دونو باتوں کی بُرائی بتلائی، اور ان آیتوں سے اگلی آیت میں اسطرح کی گفتگو کا سبب فرمایا، کہ اُس طرح کی گفتگو کا سبب یہ تھا کہ منافق جب مسلمانوں سے ملتے تھے تو کہتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں، اور جب کافروں میں جاتے تھے تو کہتے تھے کہ ہم مسلمانوں سے اپنے تئیں مسلمان بتلا کر ٹھٹھا کرتے ہیں ہم تو درحقیقت تمہارے ہی ساتھی ہیں، کافر تو منافقوں کو اسلیئے مفسد بتاتے تھے کہ وہ کافروں کو دہوکے میں ڈالتے تھے، اور خدا نے اُنکو اِس لیئے مفسد بتایا کہ مسلمانونکو دہوکا دیتے تھے، منافق سچے مسلمانوں کو بیوقوف بتلاتے تھے، مگر خدا نے اُنہیں کو بیوقوف بنایا

(١٤) (الله یستهزئ بهم) اِس لفظ سے یہ بحث کرنی کہ خدا کی شان سے ٹھٹھا کرنا کیونکر ہو سکتا ہے، ٹھٹھے کی بات ہے لوگوں میں ٹھٹھی غلطی ہے جو قرآن مجید کے طرز

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٥﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿١٦﴾	یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت دیکر گمراہی کو خریدا ہی، پھر اُنکی تجارت نے کچھ فائدہ نہ دیا، اور نہ اُنھوں نے ہدایت پائی (۱۵) اُنکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص نے آگ جلائی، پھر جب اُس آگ نے جو کچھ کہ اُسکے اردگرد ہی اُسکو روشن کیا تو اللہ تعالیٰ نے روشنی دیکھنے والوں کی روشنی چھین لی اور اُنکو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں دیکھتے (۱۶)

لفظ کے (قطع نظر کر کر انسانی محاورے) حقیقی و لغوی معنے لینے چاہتے ہیں، قرآن مجید جیسا کہ ہم یقین کرتے ہیں بیشک خدا کا کلام ہے، مگر وہ انسانوں کی زبان میں اور انسانوں کے محاورہ بات چیت میں بولا گیا ہے، پس جسطرح کہ ایک انسان دوسرے انسان سے بات کرتا ہے، اور اپنی گفتگو میں مجاز و استعارہ و کنایہ کا استعمال کرتا ہے، اور بعضی وقعہ عام مشہور بات کو بطور استدلال کے لاتا ہے، اور کبھی مخاطب کی وسعت علم و عقل و فہم کے مطابق طرز کلام اختیار کرتا ہے، کبھی محال امر کو محال بات پر تعلیق کرتا ہی کبھی مزاحًا کوئی بات کہتا ہے، اسیطرح قرآن کو بھی سمجھنا چاہیئے، اور اُنہی اصولوں پر اُسکے معنی قرار دینے لازم ہیں۔ کبھی کبھی آپسمیں لوگ کہتے ہیں کہ وہ ہمکو کیا چڑاتا ہے، ہم ہی اُسکو چڑاتے ہیں، حالانکہ وہ اُسکو کچھ نہیں چڑاتے، بلکہ اُسی کے چڑانے کو اپنا چڑانا تعبیر کرتے ہیں، اور اس سے مقصود صرف اُس شخص کی بیوقوفی کا جتلانا ہوتا ہے۔ اسی طرح کافروں کی بیوقوفی جتلانے کو اس مقام پر خدا نے فرمایا کہ کافر مسلمانوں سے کیا ٹھٹھا کرتے ہیں، خدا اُنسے ٹھٹھا کرتا ہے، جو اُن کو ایسی حالت میں چھوڑ رکھا ہی، پس کافروں کا مسلمانوں سے ٹھٹھا کرنا ہی خدا کا کافروں سے ٹھٹھا کرنا ہے +

(۱۶) (مثلھم) میں آگ جلانے والی یا موسلا دھار مینہ یا مشبہ بہ نہیں ہیں، بلکہ منافقوں کی حالت کو اُن لوگوں کی حالت سے تشبیہ دی ہے جنھوں نے آگ جلانیوالے کی روشنی

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (۱۷) أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمٰتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكٰفِرِينَ (۱۸) يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ

گونگے ہیں بہرے ہیں اندھے ہیں پھر وہ راہ پر نہیں پلٹنے کے (۱۷) یا انکی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے موسلادھار مینہ کا برسنا جسمیں اندھیری اور کڑک اور چمک ہو، بجلی کی کڑک سے موت کے ڈر کے مارے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالتے ہیں، حالانکہ خدا کافروں کو گھیرے ہوئے ہے (۱۸) بجلی انکی بینائی لوچک لیتی ہوئی لگتی ہے، جب انکو روشنی معلوم ہوتی ہے تو اوسمیں چلتے ہیں

دیکھی اور پھر اندھیرے میں پڑ گئے [رات کو رستہ چلنے والے جلتی ہوئی آگ دیکھکر رستہ پہچانتے تھے اور قافلہ کے لوگونکا پڑا ہونا خیال کرتے تھے اور جب آگ بجھ جاتی تھی تو اندھیرے میں رستہ ٹٹولتے حیران کھڑے رہجاتے تھے] یا جنھوں نے بجلی کی خوفناک چمک میں رستہ دیکھا اور پھر اندھیرے میں کھڑے رہ گئے، یہ دونوں تشبیہیں منافقوں کے حال کے مطابق تھیں کہ اسلام کی روشنی سے کچھ کچھ راہ پر آتے تھے اور پھر گمراہی کے اندھیرے میں ٹکراتے رہجاتے تھے ؛

(۱۹) (یکاد البرق) ان آیتوں میں خدا تعالیٰ نے فطرت انسانی کی وہ حالت بیان فرمائی ہے جو ایسے موقعہ پر مینہ اور کڑک وچمک میں خوف سے ہوجاتی ہے، اور تھوڑا سا رستہ بھی دکھائی دیجاتا ہے، اور اس ظاہری تمثیل سے اُس تھوڑی سی ہدایت اور زیادہ تر گمراہی کی تمثیل سمجھائی ہے جو منافقوں کے حال کے مناسب تھی، اور آخر کو اپنی قدرت کے قانون اور اپنے وجود کے آثار اور اپنی حکمت کاملہ کی نشانیوں سے اپنے ہونے پر استدلال کیا ہے۔ تمام قرآن میں جس عمدگی و خوبی سے قوانین قدرت سے خدا تعالیٰ نے اپنے وجود پر استدلال کیا ہے درحقیقت نہایت پیارا اور دل میں اثر کرنے والا بے مثل اور بے نظیر ہے اور یہ ایسا عمدہ طریقہ استدلال کا ہے جو عالم اور جاہل سب کی سمجھ میں آتا ہے ؛

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا وَلَوْ شَآءَ
اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ يٰٓاَيُّهَا
النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ
خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۹) الَّذِيْ
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ
السَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا
لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ
اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۲۰) وَاِنْ كُنْتُمْ
فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا

اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو ٹھہرے رہجاتے ہیں، اور اگر خدا چاہے تو انکی سماعت و بینائی لیجاوے، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اے لوگو اپنے پروردگار کی بندگی کرو جسنے تمکو اور جو تم سے پہلے تھے انکو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار ہو (۱۹) (خدا وہ ہے) جسنے بنایا تمھارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو ڈیرہ ؎ اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے تمھارے کھانے کے لیئے پھل اوگائے پھر اللہ کی برابر کسی کو مت کرو اور (یہ سب باتیں) تم جانتے ہو (۲۰) اور اگر تم شک میں پڑے ہو اس چیز میں جو ہم نے نازل کی ہے

؎ البناء مصدر سمی به المبنی بیتا کان فیه او خباء او طرافا و ابنیة العرب اخبیتهم ومنه بنی علی امرأته لانهم کانوا اذا تزوجوا ضربوا علیها خباء جدیدا (الکشاف و بیضاوی)

(۲۱) (مما نزلنا) سے مراد قرآن ہے، جو نبی پر بذریعہ وحی کے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے، پس اس مقام پر جبتک کہ وحی و نبوت کی حقیقت نہ بیان ہو اسوقت تک اس آیت کا مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا ؛

وحی تو وہی ہوتی ہے جو خدا سے پیغمبر کو دی جاتی ہے، مگر اگلے مفسرین نے اسکا بیان کہ وہ کیونکر دیجاتی ہے ٹھیک طور پر نہیں کیا، انھوں نے خدا و رسول کو دنیا کے بادشاہ اور وزیر کی مانند اور وحی کو بادشاہ کے کلام یا حکم یا پیغام کی مانند سمجھا ہے، اور جبریل کو ایک مجسم فرشتہ پادشاہ و وزیر میں ایلچی پیغام لیجانے والا قرار دیا ہے؛

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ آسمان پر جبرئیل خدا کا کلام سنکر آنحضرت پر اوترتے تھے اور وہ پیغام کہدیتے تھے۔ پھر اس تقریر پر انکو یہ مشکل پیش

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عَلٰی عَبۡدِنَا	اپنے بندے پر

آئی کہ خدا کے کلام میں تو حروف اور آواز نہیں ہے، پھر جبرئیل نے وہ کیونکر سنا ہوگا، پھر اسکا جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے جبرئیل میں ایسی سماعت پیدا کی ہو جو خدا کا کلام سن لیتا ہو، پھر اسمیں یہ قدرت رکھی ہو کہ وہ عبارت میں اسکی تعبیر کر سکے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا نے لوح محفوظ میں اسی ترتیب سے قرآن پیدا کر دیا ہو، اور جبرئیل نے اسکو پڑھکر یاد کر لیا ہو۔ یا یہ ہوا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز جسم دار میں سے خاص طرح کی آوازیں ٹھیر ٹھیر کر نکالی ہوں اور جبرئیل نے بھی اسی کے ساتھ آواز ملالی ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو بتا دیا ہو کہ یہی وہ عبارت ہے، جو ہمارے کلام قدیم کو پورا ادا کر دیتی ہے ◆

یہ تقریریں ہمارے علماء قدیم کی اسی قسم کی تقریریں ہیں جن پر آج لوگ ہنستے ہیں، اور قرآن مجید اور مذہب اسلام کو مثل ان تقریروں کے لغو سمجھتے ہیں۔ امام صاحب نے اس بات پر غور نہیں فرمایا ہے، کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ہی میں ایسی سماعت یا لوح محفوظ میں سے پڑھنے کی قدرت یا جس جسم میں سے وہ اونچی نیچی آوازیں نکلتی تھیں اُنسے کلام سمجھ لینے کی طاقت کیوں نہیں پیدا کی جو خدا کا کلام سن لیتے اور سمجھ لیتے تاکہ اس تکلیف کی کہ جبرئیل سنیں پھر اسکی عبارت بنائیں پھر آنحضرت کو آکر سنائیں حاجت نہ رہتی۔ اسکی بھی تشریح امام صاحب نے نہیں فرمائی کہ اُن اونچی نیچی آوازوں سے آواز ملا لینے کے بعد جبرئیل کو خدا نے کیونکر بتایا کہ یہ وہی عبارت ہے، آیا اُنہی اونچی نیچی آوازوں سے، اُنسے تو جاننا محال تھا کیونکہ دور لازم آتا ہے، پھر اور کسی طرح بتایا ہوگا، مگر پہلے ہی اُسی طرح بتا دیا ہوتا، ولا شک ان هذه هفوات لیس لها فی الاسلام نصیب، نبوت کو بھی علماء متقدمین نے ایک عہدہ سمجھا ہے کہ خدا جسکو چاہتا ہے یا جسکو منتخب کرتا ہے وہ نبی ہوتا ہے، جیسے بادشاہ اپنے بندوں میں سے کسی کو وزیر کسی کو دیوان کسی کو بخشی مقرر کرتا ہے، اور وہ کسی منصب کو لیکر وہ کام شروع کرتا ہے، اور مبعوث ہونے کے ٹھیک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تو تم لاؤ	فَأْتُوا

یہی معنے اونھوں نے سمجھے ہیں ÷

مگر میری سمجھ یہ نہیں ہے، میں نبوت کو ایک فطری چیز سمجھتا ہوں۔ نبی کو اپنی ماں کے پیٹ ہی میں کیوں نہو، نبی ہوتا ہے، النبی نبی ولو کان فی بطن امہ، جب پیدا ہوتا ہے تو نبی ہی پیدا ہوتا ہے، جب مرتا ہے تو نبی ہی مرتا ہے ÷

نبی کا لفظ یہودیوں میں زیادہ تر مستعمل تھا، وہ اُسکو لفظ نبا سے مشتق کرتے تھے، جسکے معنے خبر دینے کے ہیں۔ وہ اُس بات کے قائل تھے کہ انبیا مثل نجومیوں کے دنیا کی باتوں میں سے غیب کی بات یا آیندہ ہونیوالی باتیں بتا دیتے ہیں، شاید اتنا فرق سمجھتے ہوں کہ نجومی ستاروں کے حساب یا شیطانوں کے اسرار سے بتاتے تھے، اور انبیا ربانی کرشمہ سے، پس جو شخص کہ کوئی پشینگوئی نہیں کرتا تھا، اُسکو نبی یا پیغمبر نہیں کہتے تھے، مگر اسلام میں اور مسلمانوں میں یہ خیال نہیں ہے، وہ اُن سب کو جن پر خدا نے وحی نازل کی ہے نبی جانتے ہیں اور پیغمبر مانتے ہیں، گو کہ اُسنے کوئی بھی پشینگوئی نہ کی ہو، بلکہ مذہب اسلام تو یہ بتاتا ہے کہ ،، لا یعلم الغیب الا ھو،، یہی سبب ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایک صاحب وحی کو نبی یا پیغمبر کہا گیا ہے جن میں سے اکثر کو جیسے داؤد و سلیمان کو یہودی نبی نہیں کہتے

بہر حال اس لفظی بحث کو جانے دو، نبوت درحقیقت ایک فطری چیز ہے جو انبیا میں بمقتضاے اپنی فطرت کے مثل دیگر قواے انسانی کے ہوتی ہے۔ جس انسان میں وہ قوت ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے، اور جو نبی ہوتا ہے اُس میں وہ قوت ہوتی ہے جس طرح کہ تمام ملکات انسانی اُسکی ترکیب اعضا، دل و دماغ و خلقت کی مناسبت سے علاقہ رکھتے ہیں، اسی طرح ملکۂ نبوت بھی اُس سے علاقہ رکھتا ہے، یہ بات کچھ ملکۂ نبوت پر ہی موقوف نہیں ہے، ہزاروں قسم کے جو ملکات انسانی میں بعضی دفعہ کوئی خاص ملکہ کسی خاص انسان میں از روے خلقت و فطرت کے ایسا قوی ہوتا ہے کہ وہ اُسی کا امام یا پیغمبر کہلاتا ہے، لوہار بھی اپنے فن کا امام

اُس کی مانند کوئی سورت	بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ

یا پیغمبر ہوسکتا ہے، شاعر بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہوسکتا ہے، ایک طبیب بھی فن طب کا امام یا پیغمبر ہوسکتا ہے، مگر جو شخص روحانی امراض کا طبیب ہوتا ہے اور جسمیں اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ بمقتضاے اُسکی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہے، وہ پیغمبر کہلاتا ہے۔ اور جسطرح کہ اور قواے انسانی بمناسبت اسکے اعضا کے قوی ہوتے جاتے ہیں اُسیطرح یہ ملکہ بھی قوی ہوتا جاتا ہے، اور جب اپنی پوری قوت پر پہونچ جاتا ہے، تو اُس سے وہ ظہور میں آتا ہے جو اُسکا مقتضی ہے، جسکو عرف عام میں بعثت سے تعبیر کرتے ہیں ÷

خدا اور پیغمبر میں بجز اُس ملکہ نبوت کے جسکو ناموس اکبر اور زبان شرع میں جبرئیل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا، اُسکا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جسمیں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے، اُسکا دل ہی وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا پاس پیغام لیجاتا ہے اور خدا کا پیغام لیکر آتا ہے، وہ خود ہی وہ مجسم چیز ہوتا ہے جسمیں سے خدا کے کلام کی آوازیں نکلتی ہیں، وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے، جو خدا کے بیحرف بے صوت کلام کو سنتا ہے، خود اُسی کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اُٹھتی ہے، اور خود اُسی پر نازل ہوتی ہے، اُسی کا عکس اُسکے دل پر پڑتا ہے، جسکو وہ خود ہی الہام کہتا ہے، اُسکو کوئی نہیں بلواتا بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے، "وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی" ÷

جو حالات و واردات ایسے دل پر گذرتے ہیں، وہ بھی بمقتضاے فطرت انسانی اور سب کے سب قانون فطرت کے پابند ہوتے ہیں، وہ خود اپنا کلام نفسی ان ظاہری کانوں سے اسیطرح پر سنتا ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اُس سے کہ رہا ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو ان ظاہری آنکھوں سے اسطرح پر دیکھتا ہے جیسے دوسرا شخص اُسکے سامنے کھڑا ہوا ہے ÷

ان واقعات کے بتلانے کو اگرچہ یہ قول "بالکل سچا ہے کہ" قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی.. مگر ہم بطور تمثیل کے گو وہ کیسی ہی کم رتبہ ہو اسکا ثبوت دیتے ہیں، ہزاروں

وَادْعُوْا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۱﴾	اور خدا کے سوا اپنے حمایتیوں کو بھی بلالو اگر تم سچے ہو (۲۱)

شخص ہیں جنہوں نے مجنونوں کی حالت دیکھی ہوگی، وہ بغیر بولنے والے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں تنہا ہوتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسیکو کھڑا ہوا باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں یہ وہ سب انہی کے خیالات ہیں جو سب طرف سے بیخبر ہو کر ایک طرف مصروف ہو اسمیں مستغرق ہیں، اور باتیں سنتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں پس ایسے دل کو جو فطرت کی رو سے تمام چیزوں سے بے تعلق، اور روحانی تربیت میں مصروف اور اسمیں مستغرق ہو ایسی واردات کا پیش آنا کچھ بھی خلاف فطرت انسانی نہیں ہے، ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا مجنون ہے اور پچھلا پیغمبر، گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنون بتاتے تھے ✝

پس وحی وہ چیز ہے جسکو قلب نبوت پر بسبب اسی فطرت نبوت کے مبداء فیاض نے نقش کیا ہے۔ وہی انتقاش قلبی کبھی مثل ایک بولنے والی آواز کے انہی ظاہر کانوں سے سنائی دیتا ہے، اور کبھی وہی نقش قلبی دوسرا ہو کر بولنے والے کی صورت میں دکھائی دیتا ہے، مگر بجز اپنے آپ کے نہ وہاں کوئی آواز ہے نہ بولنے والا، خدا نے بہت سی جگہ قرآن میں جبرئیل کا نام لیا ہے، مگر سورہ بقرۃ میں اسکی ماہیت بتائی ہے، جہاں فرمایا ہے کہ، جبرئیل نے تیرے دل میں قرآن کو خدا کے حکم سے ڈالا ہے،، دل پر اوتارنے والی، یا دل میں ڈالنے والی، وہی چیز ہوتی ہے جو خود انسان کی فطرت میں ہو، نہ کوئی دوسری چیز جو فطرت سے خارج اور خود اسکی خلقت سے جسکے دل پر ڈالی گئی ہے جدا گانہ ہو، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی ملکۂ نبوت کا جو خدا نے انبیاء میں پیدا کیا ہے جبرئیل نام ہے۔ یہی مطلب قرآن کی بہت سی آیتوں سے پایا جاتا ہے جیسے کہ سورہ قیامۃ میں فرمایا ہے کہ،، اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ،، یعنی ہمارا ذمہ ہے وحی کو تیرے دل میں اکٹھا کر دینے اور اسکے پڑھ دینے کا ،، فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ،، پھر جب ہم اسکو پڑھ چکیں تو اس پڑھنے کی پیروی کر

✝ فانه نزله على قلبك باذن الله (بقرآیت ۹۱)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پھر اگر تم نہ کر سکے اور نہ کر سکو گے تو بچو اُس آگ سے جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، جو تیار ہی کافروں کے لیے (۲۲)	فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ (۲۲)

"ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ".. پھر ہمارا ذمہ ہے اُسکا مطلب بتانا، ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا اور پیغمبر میں کوئی واسطہ نہیں ہے، خود خدا ہی پیغمبر کے دل میں وحی جمع کرتا ہے وہی پڑھتا ہے وہی مطلب بتاتا ہے، اور یہ سب کام اُسی فطری قوت نبوت کے ہیں جو خدا تعالیٰ نے مثل دیگر قوای انسانی کے انبیا میں بمقتضائے اُن کی فطرت کے پیدا کی ہے۔، اور وہی قوت ناموس اکبر ہے۔، اور وہی قوت جبرئیل پیغامبر +

اسی طرح خدا تعالیٰ سورہ والنجم میں فرماتا ہی، "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" یعنی محمد صلعم اپنی خواہش نفس سے نہیں کہتا مگر یہ تو وہ بات ہی جو اُس کے دل میں ڈالی گئی ہے۔، "عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ذُوْ مِرَّةٍ"، اُسکو سکھایا ہی بڑی قوت والے صاحب دانش نے، "فَاسْتَوٰی وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی"، پھر ٹھیرا اور وہ بہت بلند کنارہ پر تھا، "ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی"، پھر پاس ہوا اور ادھر کھڑا ہوا، "فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی"، پھر دو کمانوں یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا، "فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی"، پھر اپنے بندہ کے دل میں ڈالی وہ بات جو ڈالی - یہ تمام مشاہدہ اگر انہی ظاہری آنکھوں سے تھا، تو وہ عکس خود اپنے دل کی تجلیات ربانی کا تھا، جو بمقتضائے فطرت انسانی و فطرت نبوت دکھائی دیتا تھا، اور دراصل بجز ملکہ نبوت کے جسکو جبرئیل کہو یا اور کچھ کچھ نہ تھا +

علماء اسلام نے انبیا اور عام انسانوں میں بجز اسکے کہ اُنکو ایک عہدہ ملگیا ہے جو ممکن تھا کہ اُن میں سے بھی کسی کو ملجاتا، اور کچھ فرق نہیں سمجھا، اور اسی لیے ابو منصور ماتریدیہ نے نبی اور امت کی مثال سلطان و رعیت کی سمجھی ہے۔ مگر میری سمجھ میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ	اور بشارت دے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کیئے ہیں کہ اُن کے لیئے جنتیں ہیں :

یہ مثال ٹھیک نہیں ہے، نبی او امت کی مثال راعی وغنم کیسی ہے، اگو نبی و امت انسانیت میں شریک ہیں، جیسیکہ راعی و غلام حیوانیت میں، مگر نبی و امت میں فطرت نبوت کی ایسی ہی فصل ہے، جیسیکہ راعی و غنم میں ناطقیت کی ؛

قرآن مجید کا نجما نجما نازل ہونا بھی بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ وہ بمقتضائے اُسی فطرت کے نازل ہوا ہے، ہم بمقتضائے فطرت انسانی یہ بات دیکھتے ہیں کہ تمام ملکات انسانی کسی محرک یعنی کسی امر کے پیش آنے پر اپنا کام کرتے ہیں، اسیطرح ملکۂ نبوت بھی جبھی اپنا کام کرتا ہے جبکہ کوئی امر پیش آتا ہے۔ ہمارے دل میں سینکڑوں مضمون ہوتے ہیں، سینکڑوں نصیحتیں ہوتی ہیں، اشعار یاد ہوتے ہیں، دوستوں کی صورتیں، اور مکانوں کی باغوں اور جنگلوں کی تصویریں دماغ میں موجود ہوتی ہیں، مگر جبتک اُنپر متوجہ ہونے کا کوئی سبب نہو وہ سب بے معلوم رہتی ہیں، یہی حال ملکۂ نبوت کا ہے، نبی معہ اپنے ملکۂ نبوت کے موجود ہوتا ہے، کھاتا ہے، پیتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے، دنیوی باتیں جنکو نبوت سے کچھ تعلق نہیں ہیں اسیطرح پر کرتا ہے جسطرح کہ اور تمام انسان کرتے ہیں، مگر جب کوئی ایسا امر پیش ہوتا ہے جو اُس ملکۂ نبوت کی تحریک کا باعث ہو، اُسوقت وہ ملکۂ نبوت اپنا کام کرتا ہے، اسی باریک دقیقہ کی طرف خدا نے اشارہ کرنے کو اپنی نبی کی زبان سے یہ کہوایا کہ،، اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ،، اور خود آنحضرت نے فرمایا کہ،، اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ دِيْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ رَّاْيِيْ فَاِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ،، (رواہ مسلم) یعنی میں بھی تو انسان ہی ہوں جب تمکو تمہارے دین کی کسی بات کا حکم دوں تو اُسکو مان لو اور جب میں کوئی بات اپنی رائے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ	جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں،

سے کہوں تو بے شک میں بھی انسان ہوں +

[فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ] جیسے شروع تفسیر میں سورۃ کے لفظ کی تحقیق میں بتایا تھا، کہ جہاں قرآن میں لفظ سورۃ کا آیا ہے اُس سے کوئی سورۃ جو سورتوں کے نام سے مشہور ہیں مراد نہیں ہے، بلکہ کوئی حصہ قرآن کا مراد ہے +

جو لوگ کہ قرآن پر خدا کی وحی سے ہونے میں شک کرتے تھے اُنکا شبہ مٹانے کو خدا نے اُن سے فرمایا کہ اگر تم اُسکو خدا سے نہیں سمجھتے تو تم بھی اُسکی مانند لاؤ +

یہ مضمون کئی طرح پر قرآن میں آیا ہے، اُس مقام پر تو یہ فرمایا ہے کہ قرآن کے کسی ٹکڑے یا حصہ کے مانند تم بھی لاؤ +

اسیطرح سورہ یونس [1] میں فرمایا ہے کہ،، کیا کافر قرآن کو کہتے ہیں کہ یوں ہی بنالیا ہے تو تو اُنسے کہہ کہ اُسکے ٹکڑے یا حصہ کی مانند تم بھی بنا لاؤ +

اور سورہ ہود [2] میں فرمایا ہے کہ،، کیا کافر قرآن کو کہتے ہیں کہ یوں ہی بنالیا ہے تو تو اُنسے کہہ کہ اُسکے دس ہی ٹکڑوں یا حصوں کی مانند تم بھی یوں ہی بنا لاؤ،، +

اور سورہ اسریٰ میں [3] فرمایا ہے کہ "تو کہدے کہ اگر جن وانس اِس بات پر جمع ہوں کہ اِس قرآن کی مانند بنا لاویں تو اُسکی مانند نہ بنا لا سکینگے،، +

اور سورہ قصص [4] میں فرمایا ہے کہ،، تو اُنسے کہدے کہ خدا کے پاس سے کوئی کتاب لاؤ جو توریت و قرآن سے زیادہ ہدایت کرنے والی ہو" +

ان سب آیتوں پر غور کرنے کے بعد اِس بات کو سمجھنا چاہیے کہ قرآن کی مانند سے کیا مراد ہے، ہمارے تمام علما و مفسرین نے یہ خیال کیا ہے کہ قرآن نہایت اعلیٰ

[1] ام یقولون افتراہ قل فاتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین (یونس ۳۸)

[2] ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین (ہود-۱۲)

[3] قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا — (اسریٰ-۹۰)

[4] قل فاتوا بکتاب من عند اللہ ھو اھدیٰ منھما اتبعہ ان کنتم صادقین (قصص-۴۹)

كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۔	جب دفعہ اُن کو وہاں چکھنے کو پھل ملے تو کہیں یہ وہی ہے جو پہلے ہمکو ملا تھا،

فصاحت وبلاغت پر واقع ہوا ہے، اور اُس زمانہ میں اہل عرب کو فصاحتؕ بلاغت کا بڑا ہی دعوی تھا، پس خدا نے قرآن کے من اللہ ثابت کرنے کو یہ معجزہ قرآن میں رکھا کہ ویسا فصیح کلام کوئی بشر نہیں کہہ سکتا، اور نہیں کہہ سکا، پس اُنھوں نے قرآن کی مانند سے فصاحت وبلاغت میں مانند ہونا مراد لیا ہے ✦

مگر میری سمجھ میں اِن آیتوں کا یہ مطلب نہیں ہے، اسمیں کچھ شک نہیں ہے کہ قرآن مجید نہایت اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ فصاحت وبلاغت پر واقع ہے اور چونکہ وہ ایسی وحی ہے جو پیغمبر کے قلب نبوت پر، نہ بطور معنی ومضمون کے بلکہ ملفوظہؕ والی گئی تھی جسکے سبب سے ہم اُسکو وحی متلو یا قرآن یا کلام خدا کہتے اور یقین کرتے ہیں، اسلئے ضرور تھا کہ وہ ایسے اعلیٰ درجہ فصاحت پر ہو، جو بےمثل وبے نظیر ہو، مگر یہ بات کہ اُسکی مثال کوئی نہیں کہہ سکا یا کہہ سکتا، اُسکے من اللہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی کسی کلام کی نظیر نہ ہونا اِس بات کی تو بلاشبہ دلیل ہے، کہ اُسکی مانند کوئی دوسرا کلام موجود نہیں ہے، مگر اِسکی دلیل نہیں ہے، کہ وہ خدا کی طرف سے ہے، بہت سے کلام انسانوں کے دنیا میں ایسے موجود ہیں، کہ اُنکے مثل فصاحتؕ بلاغت میں آجتک دوسرا کلام نہیں ہوا، مگر وہ من اللہ تسلیم نہیں ہوتے، تو اِن آیتوں میں کوئی ایسا اشارہ ہے جس سے فصاحت وبلاغت میں معارضہ چاہا گیا ہو، بلکہ صاف پایا جاتا ہے، کہ جو ہدایت قرآن سے ہوتی ہے اُس میں معارضہ چاہا گیا ہے، کہ اگر قرآن کے خدا سے ہونے میں شبہ ہو، تو کوئی ایک سورۃ یا دس سورتیں یا کوئی کتاب مثل قرآن کے بنا لاؤ جو ایسی ہادی ہو۔ سورۂ قصص میں آنحضرتؐ کو صاف حکم دیا گیا ہے کہ، تو کافروں سے کہدے کہ کوئی کتاب جو توریت وقرآن سے زیادہ ہدایت کرنیوالی ہو اُسے لاؤ، توریت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا	کیونکہ ایک ہی سے (پھل) لائے جاوینگے

فصیح نہیں ہے، بلکہ عام طور کی عبارت ہے، اسلیئے کہ علاوہ قومی دستورات وتاریخانہ مضامین کے جو اُسکے جامع نے اُس میں شامل کیئے ہیں، جس قدر مضامین وحی کے اُسمیں ہیں، اُنکا القاء بھی بلفظہٖ شاید بجز احکام عشرہ توریت کے جنکو حضرت موسیٰؑ نے پہاڑ میں بیٹھ کر پتھر کی تختیوں پر کھود لیا تھا، پایا نہیں جاتا۔ پس ظاہر ہے کہ قرآن گو کیسا ہی فصیح ہو، مگر جو معارضہ ہے، وہ اُسکی فصاحت و بلاغت یا اُسکی عبارت کے بے نظیر ہونے پر نہیں ہے، بلکہ اُس کے بے مثل ہادی ہونے میں ہے، جو بالتصریح سورۃ قصص کی آیت میں بیان ہوا ہے، ہاں اسکی فصاحت و بلاغت اُس کے بے نظیر ہادی ہونے کو زیادہ تر روشن و مستحکم کرتی ہے ؛

ان آیتوں کے مخاطب اہل عرب تھے، پس جب قرآن نازل ہوا تو اُسوقت جو عرب کا حال تھا اُسکو ذرا اسطرح پر خیال میں لانا چاہیئے کہ اُسکا نقشہ آنکھوں کے سامنے جم جاوے۔ وہ تمام قوم ایک لٹیری، چور، و قزاق، خانہ بدوش قوم تھی جو مثل کنجروں کے اپنا ڈیرہ گدھوں و خچروں پر لادے پڑی پھرتی تھی، غیر قوموں نے ،،سارشین،، جو لفظ ،،سارقین،، کا محرف ہے خطاب دیا تھا، بغض و عداوت و کینہ جو بدترین خصائص انسانی سے ہیں اُنکے رگ و ریشہ میں پڑا ہوا تھا، یہانتک کہ وہاں کے جانور بھی کینہ میں ضرب المثل ہیں (شتر کینہ) خوں ریزی بیرحمی، قتل اولاد، اُن میں ایسے درجہ پر تھی جسکی نظیر کسی قوم کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی، کنواری اور بیاہی عورتیں زنا کو اپنا فخر سمجھتی تھیں، جسطرح مرد کسی نامی عورت یا مشہور خاندان کی عورت سے زنا کرنا فخریہ اپنی قوم میں بیان کرتا تھا، اسی طرح عورتیں کسی نامی یا مشہور خاندانی مرد سے زنا کرنا فخریہ بیان کرتی تھیں، تمام کی قوم جاہل وامی تھی، بجز شراب خواری و بت پرستی کے کچھ کام نہ تھا، اور قوموں سے ایسے کونے میں پڑی ہوئی تھیں کہ کچھ روشنی تعلیم و تربیت کی اُن تک نہیں پہنچی تھی،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ	اور وہاں اُنکے لیئے پاکیزہ عورتیں ہیں،

اُسی قوم میں کا ایک شخص جسنے چالیس برس اپنی عمر کے اُنہی کے ساتھ صرف کیئے تھے، ربانی روشنی سے جو خدانے بمقتضاے فطرت اُسمیں رکھی تھی منور ہوا اور روحانی تربیت کے حقائق و دقائق ایسے الفاظ میں جو عالم اور حکیم اور فلسفی اور نیچرلسٹ و دہریے سے لیکر عام جاہلوں بدوٗں صحرانشینوں کی ہدایت کے لیئے بھی یکساں مفید تھے علانیہ بیان کیئے، جو ممکن نہ تھا کہ بغیر اسکے کہ وہ خدا کی طرف سے ہوں بیان کیئے جا سکتے، فطرت کے قاعدے کے مطابق ممکن نہ تھا کہ بغیر اُس فطرت نبوت کے جو خدا اپنے انبیاء میں ودیعت کرتا ہے ایسی قوم کے کسی شخص کے اسطرح کے خیالات اور اقوال و نصایح ہوں، جیسے کہ قرآن میں ہیں، یا ایسی تاریک و خراب حالت کی قوم کا کوئی شخص بغیر اُس نور کے جو خدانے اُسکو دیا ایسی ہدایتیں بتا دے، جیسی کہ قرآن میں ہیں، یہ بجز خدا سے ہونے کے اور کسی طرح ہو ہی نہیں سکتیں، اسی امر کی نسبت خدانے فرمایا کہ اگر تمکو اُسکے خدا سے ہونے میں شک ہے تو فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ +

(۲۲) [فان لم تفعلوا] اور پھر فرمایا کہ اگر تم نکر سکے اور پھر بطور یقین کے فرمایا کہ نکر سکوگے [کیونکہ ایسی قوم کے ایسے خیالات ہونے جیسے کہ قرآن میں ہیں ممکن ہی نہ تھے] تو اُس کو خدا کی طرف سے سمجھ لو اور عذاب سے بچو +

ان آیتوں میں خدا تعالیٰ نے جنت و نار یا دوزخ و بہشت کا ذکر کیا ہے، جنت و نار کی نسبت لفظ ،، اُعِدَّتْ ،، جسکے معنے طیار یا آمادہ کے ہیں چار جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اول تو اسی آیت میں ہے ،، اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِينَ ،، اور پھر سورۂ آل عمران میں ہے ،، وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِينَ ،، اور پھر اُسی سورۃ میں جنت کی نسبت دوسری جگہ ہے ،، أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ،، اور پھر سورۂ حدید میں ہے ،، أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ،، اس لفظ پر علماء اسلام نے استدلال کر کر یہ عقیدہ قائم کیا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَهُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾	،،اور وہ ہمیشہ وہاں رہینگے (۲۴)

کر ،، اَلْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوْقَتَانِ ،، یعنے بہشت اور دوزخ دونو پیدا ہو چکی ہیں یعنی بالفعل موجود ہیں۔ مگر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ ان آیتوں سے یا ،، اُعِدَّتْ ،، کے لفظ سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ✤

تمام قرآن کا طرز بیان اسطرح پر ہے کہ آیندہ کی باتوں کا جو یقینی ہونیوالی ہیں ماضی کے صیغوں سے بیان کیا جاتا ہے ، جو انکے قطعی ہونے پر دلالت کرتے ہیں اسیطرح ان آیتوں میں جو باتیں ہونیوالی ہیں انکو بطور ہو چکی ، یعنی ماضی کے صیغہ سے بیان کیا ہے ، مثلاً پہلی آیت مین فرمایا ہے ، بچو اس آگ سے جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جو تیار ہے کافروں کے لیئے ،، آدمیوں پر ایندھن کا اطلاق اسوقت ہو سکتا ہے ، جب وہ آگ بھڑکانے کے لیئے آگ میں ڈالے جاوینگے ، اور ان علمائے اسلام کے نزدیک اگر یہ ہوگا تو قیامت میں حساب وکتاب کے بعد ہوگا ، پس اسوقت نہ کوئی آدمی جہنم کی آگ کا ایندھن ہے ، اور نہ کوئی ایسی آگ موجود ہے جسکا ایندھن آدمی ہوں ، ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ ایسا ہوگا ، پس اگر ہوگا تو بالفعل موجود ہونا قائم نہ دوسری آیت میں بہشتیوں کی نسبت پھل کا ملنا اور ایک سے پھل کا ملنا اور انکا کہنا کہ یہ تو وہی ہے جو پہلے ملا تھا ، سب ماضی کے صیغوں سے بیان ہوا ہے ، حالانکہ اگر یہ ہوگا تو قیامت کے بعد ہوگا ، جب لوگ حساب وکتاب کے بعد بہشت میں جاوینگے علاوہ اسکے اگر کسی کام کا بدلا یا کسی جرم کی سزا یقینی ہو تو اس کہنے سے کہ اگر تم یہ بات کروگے تو اسکا یہ صلہ اور یہ جرم کروگے تو اسکی یہ سزا تمھارے لیئے طیار ہے ، یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صلہ یا ذریعہ سزا بالفعل موجود بھی ہو ، بلکہ اس طرز کلام کا صرف یہ مفاد ہے کہ وہ بدلا یا سزا ملنی یقینی ہے - پس یہ مسئلہ کہ بہشت اور دوزخ دونوں بالفعل مخلوق و موجود ہیں قرآن سے ثابت نہیں ✤

جنت یا بہشت کی ماہیت جو خود خدا تعالیٰ نے بتلائی ہے وہ تو یہ ہے ،، فَلَا تَعْلَمُ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا	اللہ کچھ شرماتا نہیں ایک مچھر کی یا اس سے بھی بڑھکر مثال کہنے میں ،

نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون ،، (یعنی کوئی نہیں جانتا کہ کیا اُنکے لیئے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) چھپا رکھی گئی ہے اُسکے بدلے میں جو وہ کرتے تھے †

پیغمبر خدا صلعم نے جو حقیقت بہشت کی فرمائی جیسیکہ بخاری و مسلم نے ابوہریرہؓ کی سند پر بیان کیا ہے وہ یہ ہے ،، قال اللہ تعالی اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ،، یعنی اللہ تعالی نے فرمایا کہ طیار کی ہے میںنے اپنے نیک بندوں کے لیئے وہ چیز جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے اور نہ کسی کان نے سُنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اُسکا خیال گذرا ہے ۔ پس اگر حقیقت بہشت کی یہی باغ اور نہریں اور موتی کے اور چاندی سونے کی اینٹوں کے مکان اور دودھ او شراب اور شہد کے سمندر اور لذیذ میوے اور خوبصورت عورتیں اور لونڈے ہوں ، تو یہ تو قرآن کی آیت اور خدا کے فرمودہ کے بالکل مخالف ہے کیونکہ ان چیزوں کو تو انسان جان سکتا ہے ، اور اگر فرض کیا جاوے کہ ویسی عمدہ چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سُنیں تو بھی ،، ولا خطر علی قلب بشر سے خارج نہیں ہوسکتیں ، عمدہ ہونا ایک اضافی صفت ہے اور جبکہ ان سب چیزوں کا نمونہ دنیا میں موجود ہے تو اُسکی صفت اضافی کو جہاں تک کہ ترقی دیتے جاؤ انسان کے دل میں اُسکا خیال گذر سکتا ہے ، حالانکہ بہشت کی ایسی حقیقت بیان ہوئی ہے کہ ،، ولا خطر علی قلب بشر ،، پس بہشت کی جو یہ تمام چیزیں بیان ہوئی ہیں درحقیقت بہشت میں جو ،، قرۃ اعین ،، ہوگا اُسکے سمجھانے کو بقدر طاقت بشری تمثیلیں ہیں ، نہ بہشت کی حقیقتیں †

† سورۃ المسجدہ آیت ۱۷

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ	پھر جو ایمان لائے ہیں جانتے ہیں کہ سچ سچ وہ خدا کی کہی ہوئی ہے،

انسان مطابق اپنی فطرت کے اُنہی چیزوں کو سمجھ سکتا ہے اور اُنہی کا خیال اُسکے دل میں آسکتا ہے، جو اُسنے دیکھی یا چھوئی یا چکھی یا سونگھی یا قوت سامعہ سے محسوس کی ہوں، اور بہشت کی جو "قرۃ اعین" یعنی راحت یا لذت ہے، اُسکو نہ انسان نے دیکھا ہے، نہ چھوا ہے، نہ چکھا ہے، نہ سونگھا ہے، نہ قوت سامعہ نے اُسکا حس کیا ہے، پس فطرت انسانی کے مطابق انسان کو اُسکا بتلانا ناممکن ہے، اسکے سوا ایک اور مشکل درپیش ہے، کہ جو کچھ انسان کو بتایا جاتا ہے وہ اُن الفاظ سے تعبیر ہوتا ہے جو انسان کی بول چال میں ہیں، اور جو چیز کہ انسان نے نہ دیکھی نہ چھوئی نہ چکھی نہ سونگھی نہ قوت سامعہ سے حس کی، اُسکے لیئے کوئی لفظ انسان کی زبان میں نہیں ہوتا، اور اسلیئے اُسکا تعبیر کرنا گو کہ خدا ہی تعبیر کرنا چاہے محالات سے ہے۔ اسکے سوا ایک اور سخت مشکل یہ ہے، کہ کوئی انسان اُن کیفیات کو بھی جو اِس دنیا میں ہے تعبیر نہیں کرسکتا، کوئی شخص کھٹاس، مٹھاس، درد، دُکھ، رنج و راحت، کی کچھ بھی کیفیت نہیں بتا سکتا، یا اُسکے لیئے دوسرا لفظ بدلدیتا ہے، یا کوئی مشابہت اور نظیر اُسکی لاتا ہے، جو وہ بھی مثل پہلی کے محتاج بیان ہوتی ہے، پس بہشت کی کیفیت یا لذت کا جسکو "قرۃ اعین" سے تعبیر کیا ہے بیان کرنا گو کہ خدا ہی اُسکا بیان کرنا چاہے محال سے بھی بڑھکر محال ہے +

مگر جبکہ انسان کو ایک بات کے کرنے کو اور ایک بات کے نہ کرنے کو کہا جاوے، تو بالطبع انسان اُسکی منفعت اور مضرت کے جاننے کا خواہاں ہوتا ہے اور بغیر جاننے اُسکے کرنے یا نہ کرنے پر راغب یا متنفر نہیں ہوتا، اسواسطے ہر ایک پیغمبر کو بلکہ ہر ایک رِفارمر یعنے مصلح کو اُس منفعت و مضرت کا کسی تمثیل و تشبیہ سے بتانا پڑتا ہے +

"قرۃ اعین" کی ماہیت یا حقیقت یا کیفیت یا اصلیت کا بتانا تو محالات سے ہے

وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا	اور جو کفر میں پڑے ہیں کہتے ہیں کہ ایسی مثل کہنے سے خدا نے کیا ارادہ کیا ہے ،

اسلیئے انبیاء نے اُن راحتوں اور لذتوں یا رنج اور تکلیفوں کو جو انسان کے خیال میں ایسی ہیں جو اُنسے زیادہ نہیں ہو سکتیں، بطور جزا و سزا اُن افعال کے بیان کیا ہے ، اور غرض اُن سے بعینہٖ وہی اشیاء نہیں ہیں ، بلکہ جو رنج و راحت ، لذت و کلفت اُن سے حاصل ہوتی ہے اُس کیفیت کو ،، قُرَّۃِ اَعْیُنٍ ،، سے تشبیہاً بیان کرنا مقصود ہوتا ہے ، گو وہ تشبیہ کیسی ہی ادنے اور ناچیز ہو ؛

موسیٰ نے اُس ،، قُرَّۃِ اَعْیُنٍ ،، کو اولاد پیدا ہونے مینھ برسنے رزق کے فراغ ہونے دشمنوں پر غلبہ پانے ، اور اُس کلفت کو اولاد کے مرنے قحط پڑنے و با پھیلنے شکست کھانے کی کیفیت کی تشبیہ میں بیان کیا - یہ تشبیہیں اگرچہ بنی اسرائیل کے دل پر بہت موثر تھیں ، مگر درحقیقت ایسی نہ تھیں کہ جو تمام انسانوں کی طبیعت پر حاوی ہوں محمد مصطفےٰ صلعم نے اُسکو ایسی تشبیہوں میں بیان کیا ہے ، کہ تمام انسانوں کی طبیعتوں پر حاوی ہیں ، اور کل انسانوں کی خلقت اور جبلت کے نہایت ہی مناسب ہیں ؛

تمام انسانوں کی خواہ وہ سرد ملک کے رہنے والے ہوں خواہ گرم ملک کے ، مکان کی آراستگی ، مکان کی خوبی ، باغ کی خوشنمائی بہتے پانی کی دلربائی ، میوؤں کی تر و تازگی ، سب کے دل پر ایک عجیب کیفیت پیدا کرتی ہے ، اسکے سوا حسن یعنے خوبصورتی سب سے زیادہ دل پر اثر کرنے والی ہے ، خصوصاً جبکہ وہ انسان میں ہو ، اور اُس سے بھی زیادہ جبکہ عورت میں ہو ، پس بہشت کی وہ قرۃ اعین کو اُن فطری راحتوں کی کیفیات کی تشبیہ میں ، اور دوزخ کی مصائب کو آگ میں جلنے ، اور لہو پیپ پلائے جانے ، اور تھوہر کھلائے جانے کی تمثیل میں بیان کیا ہے تاکہ انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ بڑی سے بڑی راحت و لذت ، یا سخت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ	بہتوں کو اُس سے گمراہ کرتا ہے،
كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا	اور بہتوں کو اُس سے ہدایت کرتا ہے، اور بجز
الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾	بدکاروں کے کسی کو اُس سے گمراہ نہیں کرتا (۲۶)

سے سخت عذاب وہاں موجود ہے، اور درحقیقت جو لذت و راحت یا رنج و کلفت وہاں ہے، انکو اُس سے کچھ بھی مناسبت نہیں، یہ تو صرف ایک اعلیٰ راحت واحتظاظ، یا رنج و کلفت کا خیال پیدا کرنے کو اُس پیرایہ میں جسمیں انسان اعلیٰ سے اعلیٰ احتظاظ و رنج کو خیال کرسکتا تھا بیان کیا ہے +

یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے، اُس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں باغ میں شاداب و سرسبز درخت ہیں، دودھ و شراب و شہد کی ندیاں بہہ رہی ہیں، ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے، ساقی و ساقنیں نہایت خوبصورت، چاندی کے کنگن پہنے ہوئے، جو ہمارے ہاں کی گھوسنیں پہنتی ہیں، شراب پلا رہی ہیں، ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے، ایک نے ران پر سر دھرا ہے، ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے، ایک نے لب جاں بخش کا بوسہ لیا ہے، کوئی کسی کونے میں کچھ کر رہا ہے، کوئی کسی کونے میں کچھ، ایسا بیہودہ پن ہے جسپر تعجب ہوتا ہے، اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اُس سے ہزار درجہ بہتر ہیں +

علماے اسلام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے بسبب اپنی رقت قلبی اور توجہ الی اللہ اور خوف و رجا کے غلبہ کے، جو آدمی کے دل پر زیادہ اثر کرنے سے ایسے درجہ پر پہنچا دیتا ہے کہ اصل حقیقت کے بیان کرنے کی جرأت نہیں رہتی) یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جو امر الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے، اُسی کو تسلیم کرلیں، اور اُسکی حقیقت اور اُسکے مقصد کو خدا کے علم پر چھوڑ دیں، اسواسطے وہ بزرگ تمام اُن باتوں کو تسلیم کرتے ہیں جنکو کوئی بھی نہیں مان سکتا، اور وہ باتیں جیسیکہ عقل اور اصلی مقصد بانی مذہب کے برخلاف ہیں، ویسی ہی مذہب کی سچائی اور بزرگی اور تقدس کے مخالف ہیں +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۵﴾	جو اللہ کے عہد کو پکا کرکے توڑتے ہیں اور جس چیز کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے اُس کو کاٹتے ہیں، اور دنیا میں فساد ڈالتے ہیں، وہی لوگ ٹوٹے میں پڑے ہیں (۲۵)

اس امر کے ثبوت کیلئے بانی مذہب کا ان چیزوں کے بیان کرنے سے صرف اعلیٰ درجہ کی راحت کا بقدر فہم انسانی خیال پیدا کرنا مقصود تھا، نہ واقعی اُن چیزوں کا دوزخ و بہشت میں موجود ہونا، ایک حدیث کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو ترمذی نے بریدہ † سے روایت کی ہے اُسمیں بیان ہے کہ، ایک شخص نے آنحضرت سے پوچھا کہ بہشت میں گھوڑا بھی ہوگا آپ نے فرمایا کہ تو سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہو کر جہاں چاہیگا اُڑتا پھریگا۔ پھر ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت وہاں اونٹ بھی ہوگا، آپنے فرمایا کہ وہاں جو کچھ چاہوگے سب کچھ ہوگا، پس اس جواب سے مقصود یہ نہیں ہے کہ درحقیقت بہشت میں گھوڑے اور اونٹ موجود ہونگے، بلکہ صرف اُن لوگوں کے خیال میں، اُس اعلیٰ درجہ کی راحت کے خیال کا پیدا کرنا ہے، جو اُنکے خیال اور اُنکی عقل و فہم و طبیعت کے مطابق اعلیٰ درجہ کی ہوسکتی تھی۔ اسی کی مانند اور بہت سی حدیثیں ہیں، اور اگر اُن سب کو صحیح بھی مان لیا جاوے تب بھی کسی کا مقصود اُن اشیاء کا بعینہٖ بہشت میں موجود ہونا نہیں ہے بجز اسکے کہ جہاں تک انسان کی عقل و طبیعت کے موافق اعلیٰ درجہ کی راحت کا خیال پیدا ہو سکے وہ پیدا ہو †

حکماء الٰہی اور انبیاء ربانی دونوں ایک سا کام کرتے ہیں، فرق یہ ہے کہ حکماء

† عن بريدة ان رجلا قال يا رسول الله هل في الجنة من خيل قال ان الله ادخلك الجنة فلا تشاء ان تحمل فيها على فرس من ياقوتة حمراء يطير بك في الجنة حيث شئت الا فعلت وسأله رجل فقال يا رسول الله هل في الجنة من ابل قال فلم يقل له ما قال لصاحبه فقال ان يدخلك الله الجنة يكن لك فيها ما اشتهت نفسك ولذت عينك . رواه الترمذي

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ	کیونکر تم نہیں مانتے اللہ کو حالانکہ تم مردہ (یعنی کچھ نہ تھے †) پھر تمکو زندہ (یعنی سوجھ والا اور مشہور و معروف) کیا، پھر تمکو مار یگا

صرف اُن چند لوگوں کو تربیت کرسکتے ہیں جنکا دل و دماغ تربیت پاچکا ہے۔ برخلاف اسکے انبیاء تمام کائنات انام کو تربیت کرتے ہیں، جنکا بہت بڑا حصہ قریب کل کے محض ناتربیت یافتہ جاہل وحشی جنگلی بدوی بےعقل و بددماغ ہوتا ہے، اور اسی لیئے انبیاء کو یہ مشکل پیش آتی ہے، کہ اُن حقائق و معارف کو، جنکو تربیت یافتہ عقل بھی مناسب غور و فکر و تامل سے سمجھ سکتی ہے، ایسے الفاظ میں بیان کریں کہ تربیت یافتہ دماغ اور کوڑ مغز دونوں برابر فائدہ اُٹھاویں۔ قرآن مجید میں جو عجیب چیز ہے وہ یہی ہے کہ اسکا طرز بیان ہر ایک کے مذاق اور دماغ کے موافق ہے، اور باوجود اس قدر اختلاف کے دونوں نتیجہ پانے میں برابر ہیں۔ انہی آیات کی نسبت دو مختلف دماغوں کے خیالات پر غور کرو، ایک تربیت یافتہ دماغ خیال کرتا ہے کہ وعدہ و وعید دوزخ و بہشت کے، جن الفاظ سے بیان ہوئے ہیں اُنسے بعینہ وہی اشیاء مقصود نہیں، بلکہ اُسکا بیان کرنا صرف اعلیٰ درجہ کی خوشی و راحت کو جو فہم انسانی کے لائق تشبیہ میں لاتا ہے، اس خیال سے اُسکے دل میں ایک بے انتہا عمدگی نعیم جنت کی، اور ایک ترغیب اوامر کے بجا لانے اور نواہی سے بچنے کی پیدا ہوتی ہے۔

† قال القفال وھو کقولہ تعالیٰ ،، ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً فبین سبحانہ و تعالیٰ ان الانسان کان لاشی یذکر فجعلہ سمیعا بصیرا ومجازہ من قولھم فلان میت الذکر وھذا امر میت وھذہ سلعۃ میتۃ اذا لم یکن لھا طالب ولا ذاکر قال المخبل السعدی

واحییت لذکری وما کنت خاملا ۔ ولکن بعض الذکر انبہ من بعض

فکذا معنی الایۃ وکنتم امواتا ای خاملین ولا ذکر لکم لانکم لم تکونوا شیئا فاحیاکم ای جعلکم سمیعاً بصیراً ۔ (تفسیر کبیر)

† کنتم امواتا لخاملی الذکر فاحیاکم بالظہور ۔۔ والعرب یسمی کل خامل میتا وکل امر مشہور حیا (تفسیر مجمع البیان)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٦﴾	پھر جلا وے گا، پھر اُس کے پاس جاؤ گے (۲۷)

اور ایک کوز مغز مُلّا یا شہوت پرست زاہد یہ سمجھتا ہے، کہ درحقیقت بہشت میں نہایت خوبصورت ان گِنت حوریں ملینگی، شرابیں پینگے، میوے کھاوینگے، دودھ و شہد کی ندیوں میں نہاوینگے، اور جو دل چاہیگا وہ مزے اُڑاوینگے اور اِس لغو و بیہودہ خیال سے دن رات اوامر کے بجا لانے اور نواہی سے بچنے میں کوشش کرتا ہے، اور جس نتیجہ پر پہلا پہنچا تھا اُسی پر یہ بھی پہنچ جاتا ہے، اور کافۂ انام کی تربیت کا کام بخوبی تکمیل پاتا ہے، پس جس شخص نے ان حقائق قرآن مجید پر جو فطرت انسانی کے مطابق ہیں غور نہیں کی اُس نے درحقیقت قرآن کو مطلق نہیں سمجھا، اور اُس نعمت عظمیٰ سے بالکل محروم رہا ❊

(متشابھا) جو مطلب قرآن مجید کا ہمنے بیان کیا ہے اُسکے مطابق ہمکو نہ کچھ ،،ثمرہ،، کے لفظ پر بحث کرنی ضرور ہے اور نہ ،،متشابہا،، کے لفظ پر کیونکہ اِس لفظ سے پھل کی عمدگی پر اُسی مقصود سے زیادہ تعجب دلاتا ہے، مگر تعجب یہ ہی کہ بعض ہمارے علماء اسلام نے بھی ،،متشابہا،، کی تفسیر میں ثمر سے درختوں کے میوے مراد نہیں لیئے۔ بیضاوی ‡ میں لکھا ہے کہ ،،اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جو لذت دنیا میں خدا کی معرفت اور اُسکی طاعت میں حاصل تھی تو جنت میں وہ لذت بڑھکر ہوگی اس لیئے ان الفاظ سے کہ ،،یہ وہی ہے جو ہمکو پہلے ملا تھا،، ثواب مراد ہوسکتا ہے اور ایک ہی سی ہونے سے بزرگی اور علو مدارج میں ایک سا ہونا، یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہ کافروں کے حق میں کہا گیا ہی

‡ وان للاٰیۃ محملا اٰخر وھو ان مستلذات اھل الجنۃ فی مقابلۃ ما رزقوا فی الدنیا من المعارف والطاعات متفاوتۃ فی اللذۃ بحسب تفاوتھا فیحتمل ان یکون المراد من ھذا الذی رزقنا انہ ثوابہ ومن تشابھھما تماثلھما فی الشرف والمزیۃ وعلو الطبقۃ فیکون ھذا فی الوعد نظیر قولہ ذوقوا ما کنتم تعملون فی الوعید (بیضاوی)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا	اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمھارے لیے سب کچھ جو زمین میں ہے ؛

کر چکو جو تم جانتے تھے" ✤

تفسیر کشف الاسرار میں ✤ بھی لکھا ہے کہ جنت و نار کی جو چیزیں بیان ہوئی ہیں وہ سب تمثیلیں ہیں نہ حقیقتیں تاکہ جو چیز ہمارے پاس ہے اُس سے اُس چیز کا جو ہم سے پوشیدہ ہے کچھ خیال ہو ✤

(۲۴) [اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖ] تمام مفسرین اس آیت کی نسبت لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں مکھی و مکڑی و چیونٹی کا ذکر کیا ہے، اسپر کافر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ ایسی حقیر چیزوں کا ذکر کرنا خدا کی شان کے لائق نہیں ہے، اُسپر یہ آیت نازل ہوئی کہ مچھر یا اُس سے زیادہ حقیر چیز کی مثل کہنے میں خدا شرماتا نہیں، مگر اس صورت میں اس آیت کو پہلی و پچھلی آیتوں سے کچھ تعلق نہیں رہتا، بلکہ اس آیت سے اس بات پر اشارہ پایا جاتا ہے کہ، اوپر کی آیتوں میں جو بیان جنت و نار کا ہوا ہے وہ صرف بطور ایک حقیر مثل کے ہے، مگر اللہ حقیر سے حقیر مثل کہنے میں بھی نہیں شرماتا، جو سعید ہیں وہ اُسکا مقصد سمجھتے ہیں اور ہدایت پاتے ہیں، اور جو شقی ہیں وہ اُس کے مقصود پر غور نہیں کرتے بلکہ حقارت سے دیکھتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں ✤

[عَهْدَ اللّٰهِ] عہد آپس میں دو شخصوں کے ایک قول ہے، جسکا منشاء یہ ہے کہ اُسکی رعایت رکھی جاوے اور پورا کیا جاوے، اور ایجاب و قبول سے وُہ موثق ہو جاتا ہے، کبھی یہ عہد بذریعہ قول کے ہوتا ہے اور کبھی بغیر قول کے، مثلاً یہ عہد کرنا کہ میں دس من گیہوں دونگا ایک قولی عہد ہے، مگر من کی مقدار بھی جو

✤ واعلم ان الله تعالى خاطبنا بالامثال ليدلنا على الحاضر عندنا بالغائب عندنا و ان الاسماء متفقة للدلالة والمعاني مختلفة ولذلك لا يبقى في النار من شجر الزقوم و السلاسل ... بل كلها تاكل ما في النار وما في الجنة من فرشها وانهارها الا الذي ... (تفسیر کشف الاسرار)

ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَھُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٧﴾	پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو اُسکو ٹھیک سات آسمان کر دیئے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے (۲۷)

مروج ہو ایک عہد ہے بغیر قول کے، جو اُس قولی عہد کے ضمن میں داخل ہے پس عہد بالقول اور بالحال دونوں طرح پر ہوتا ہے، خدا کا عہد جو مخلوق سے ہے، یا مخلوق کا عہد جو خدا سے ہے، وہ قولی نہیں ہو سکتا، کیونکہ اُسکی ذات لفظوں کے بولنے اور آواز کے نکلنے سے جو انسان سے متعلق ہے بری ہے، پس خدا کا قول وہ انسانی فطرت ہے، جسپر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے، اُسکی قدرت کی نشانیاں جو دنیا میں اور خود انسان میں ہیں اور جو عقل و تمیز انسان میں بالواسطہ یا بلا واسطہ اُنکے سمجھنے کی موجود ہے، اُسکے خدا ہونے پر موثق عہد ہے، جسکا دونوں طرف سے ایجاب و قبول ہوا ہے، خود انسان کی فطرت اور جو قوائے متحرک اور قوت مانع یا معتدل کرنے والی اُن قویٰ کی اُس میں رکھی ہے وہ ٹھیک اُس کے دین یا شریعت کے بجالانے کا جو عین فطرت ہے پکا عہد ہے، پس جو لوگ اُس عہد کو توڑتے ہیں وہی بدکار ہیں اور وہی اُن مثلوں سے گمراہ ہوتے ہیں ◆

(۲۶) اِس آیت میں تین لفظ غور کرنے کے قابل تھے ۔ کُنْتُمْ اَمْوَاتًا۔ فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ۔ اِس آیت کا ترجمہ اِس طرح پر کیا ہو کہ پہلے دو لفظوں کا حل اُس سے ہو جاتا ہو، پچھلے لفظ پر ہم وہاں بحث کرینگے جہاں بعث و نشر کی حقیقت بیان کرینگے، یہ مسئلہ اِس قابل ہے کہ ایک مناسب مقام پر پوری تقریر اُسپر لکھی جاوے ◆

(۲۷) سَبْعَ سَمٰوٰتٍ) سات کے لفظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ سات سے زیادہ آسمان نہوں، بلکہ اُس زمانہ کے لوگ جو بلحاظ سبع سیارات یہ سمجھتے تھے کہ آسمان سات ہیں، اُنہی لوگوں کے خیال کے مطابق سات کا لفظ اطلاق ہوا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا

یہ کچھ میری ہی رائے نہیں ہے بلکہ اگلے مفسروں کی ؎ بھی یہی رائے ہے۔ "سموات" جمع ہے سماء کی جسکے معنے اونچے کے ہیں، یہ لفظ عرب کی زبان میں اور یہودیوں کی زبان میں اُس زمانہ سے بولا جاتا ہے جبکہ یونانی علم ہیئت کا وجود بھی نہ تھا، قرآن مجید میں بھی اس لفظ کا اطلاق اُسی محاورہ میں ہوا ہے جو اُس زمانہ میں تھا، مگر قرآن مجید کے نازل ہونے کے زمانہ میں اور اُسکے بعد بالتخصیص مسلمانوں میں یونانی علم ہیئت کا بڑا رواج ہو گیا تھا۔ یونانیوں نے آسمان کو ایک جسم شفاف صلب کروی الشکل مقعر و محدب کا محیط زمین کے جسمیں ستارے جڑے ہوئے ہیں تسلیم کیا تھا، یونانی مسئلے مسلمانوں میں بہت رائج ہو گئے تھے اور سب (الاّ شاذ و نادر) بطور سچے مسئلوں کے تسلیم کیئے جاتے تھے، یہانتک کہ قرآن کے بیانات کو بھی اُنکے مطابق کیا جاتا تھا۔ البتہ علماء علم کلام نے یونانیوں کے چند مسائل میں ترمیم اور بعض میں اختلاف کیا تھا جنکو وہ صریح مذہب کے برخلاف سمجھتے تھے، اور اُسکے سوا باقی مسائل کو بطور سچ کے تسلیم کرتے تھے۔ آسمانوں کا مسئلہ بھی ایسا ہی تھا جسمیں علماء اسلام نے کچھ تھوڑی سی ترمیم کی تھی اور اُسکے جسم کروی محیط ارض کے ہونے اور ستاروں کے اُسمیں جڑے ہوئے ہونے اور آسمانوں کے زمین کے گرد چکر کھانے کو ویسا ہی تسلیم کیا تھا جیسا کہ یونانیوں نے بیان کیا تھا۔ اسلیئے تفسیروں میں اور مذہبی کتابوں میں آسمان کے وہی معنی یا اُسکے قریب قریب مروج ہو گئے جو یونانی حکیموں نے بیان کیئے تھے، اور بہت بڑی غلطی یہ پڑ گئی کہ لفظ تو لیا قرآن کا اور اُسکے معنے لیئے یونانی حکیموں

؎ فان قال قائل فهل يدل التخصيص على سبع سموات على نفي العدد الزائد قلنا الحق ان تخصيص العدد بالذكر لا يدل على نفي الزائد (تفسیر کبیر)

کہ میں زمین میں	اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ

کے، اور رفتہ رفتہ وہ معنے ذہن میں ایسے راسخ ہو گئے کہ اُنکا انکار کرنا گویا قرآن کا انکار کرنا ٹھہر گیا، مگر ایسا سمجھنا بناء فاسد علی الفاسد ہے ﷺ اسلیئے میں ان معنوں سے جو اکثر مفسرین سمجھتے ہیں، انکار کرتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ جن جن چیزوں پر قرآن مجید میں سماء یا سموات کا اطلاق آیا ہے، وہی معنے سماء و سموات ہم قرار دینگے، نہ وہ معنی جو علماء اسلام نے یونانی حکیموں کی پیروی سے قرار دیئے ہیں +

قرآن مجید میں جسکا بیان اُسکے ہر ایک موقعہ پر آویگا، اُس وسعت پر بھی سماء کا اطلاق ہوا ہے جو ہر شخص اپنے سر کے اوپر دیکھتا ہے اور اُس نیلی چیز پر بھی ہوا ہے جو گنبد سی چھت کے مانند ہر شخص کو اُسکے سر کے اوپر دکھائی دیتی ہے۔ اور اُن چمکتے چمکتے جسموں پر بھی ہوا ہے جنکو ہم ستارے یا کواکب کہتے تھے۔ بادلوں پر بھی ہوا ہے جو مینھ برساتے ہیں، مگر قرآن نے آسمان کے وہ معنے جو یونانی حکیموں نے بیان کیئے ہیں کہیں نہیں تبلائے اسلیئے ہم اُنسے انکار کرتے ہیں، اور جو معنی قرآن نے تبلائے ہیں اُنہی معنوں میں سے کوئی معنے سماء کے لفظ کے سمجھتے ہیں +

اِس مقام پر سماء کے لفظ سے وہ وسعت مراد ہے جو ہر شخص اپنے سر کے اوپر دیکھتا ہے، پس آیت کے معنی یہ ہیں کہ خدا اُس وسعت کی طرف متوجہ ہوا جو انسان کے سر پر بلند دکھائی دیتی ہے، اور ٹھیک اُسکو سات بلندیاں کر دیں سات سیارہ کواکب کو ہر کوئی جانتا تھا، عرب کے بدو بھی اُنسے بخوبی واقف تھے، وہ ستارے اوپر تلے دکھائی دیتے ہیں، یعنی ایک سب سے نیچا، دوسرا اُس سے اونچا، اور تیسرا اُس سے اونچا، اور علیٰ ہذا القیاس، اور اُن کواکب کے سبب جو بطور روشن نشانوں کے اُس وسعت مرتفع میں دکھائی دیتے ہیں اُس وسعت

خَلِيفَةً	ایک خلیفہ بنانے والا ہوں

کے ساتھ جدا جدا حصّے یا درجے یا طبقے ہو جاتے ہیں، پس اسی کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اسکو ٹھیک سات آسمان کر دیئے ٭

یہ معنی جو ہمنے بیان کیئے اگرچہ لوگوں کو ایک نئی بات معلوم ہوتی ہوگی مگر یہی معنے بعض معتبر مفسروں نے بھی سمجھے ہیں، تفسیر٭ بیضاوی میں لکھا ہی کہ "سماء سے یہ اجرام علوی (جنمیں کواکب بھی داخل ہیں) مراد ہیں یا اوپر کی طرفیں" پس انہی مجمل لفظوں کی یہ تفصیل ہے جو ہمنے بیان کی ہے ٭

(۲۸) [وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ] اس آیت سے وہ ذکر شروع ہوا ہے جو آدم کا قصہ کہلاتا ہے، تمام مفسرین اسکو ایک واقعی جھگڑا یا مباحثہ سمجھتے ہیں جو خدا اور فرشتوں میں ہوا، تعالیٰ شانہ عما یقولون ٭

"ملائک" کے معنے ایلچی یا پیغامچی کے ہیں، عبرانی، یونانی، اور فارسی میں جو لفظ ملک کے لیئے ہیں اُن سب کے معنی بھی ایلچی کے ہیں۔ جو خدا کا پیغام نبیوں کو پہنچاتا ہے، توریت میں بعض جگہہ عام ایلچی کے لیئے بھی بولا گیا ہے اور بعض جگہہ مذہبی پیشواؤں اور ابر اور ہوا اور وبا کے لیئے، مگر فرشتوں کے وجود کی نسبت لوگوں کے عجیب عجیب خیالات ہیں۔ انسان کی یہ ایک طبعی بات ہے کہ جب کسی ایسی مخلوق کا ذکر ہو جسکو وہ نہیں جانتا ہو خواہ نخواہ اُسکے دل میں اُس مخلوق کے ایک جسمانی جسم متحیز کا جسکے رہنے کی کوئی جگہہ بھی ہو خیال جاتا ہے، پھر اُن کے اوصاف پر خیال کرتے کرتے اُنکی ایک صورت جو اُن اوصاف کی مقتضی ہوتی ہے اُسکے خیال میں قرار پاتی ہے، اور پھر وہ اس بات کو تو بھول جاتا ہی کہ میں اُس مخلوق کو نہیں جانتا، نہ میں نے اُسکو کبھی دیکھا ہے اور یوں جاننے لگتا ہی کہ وہ مخلوق وہی ہے جو میرے خیال میں ہے، اور جب وہ خیال لوگوں میں

٭ والمراد بانتما بهذه الاجرام العلوية او جهات العلو (بیضاوی)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ	بولے کیا تو اسمیں ایسے کو خلیفہ کریگا جو اسمیں فساد کرے اور خون بہا دے،

نسل ورنسل چلا آتا ہے، تو ایسا مستحکم ہو جاتا ہے کہ گویا اسمیں شک وشبہ مطلق ہے ہی نہیں، یہی حال فرشتوں کی نسبت ہوا ہے، انکو نورانی سمجھکر گورا گورا سفید برف کا رنگ، نوری شمع کی مانند باہیں، بلور کیسی پنڈلیاں، ہیرے کیسے پاؤں ایک خوبصورت انسان کی شکل، مگر نہ مرد نہ عورت تصور کیا ہی، آسمان انکے رہنے کی جگہہ قرار دی ہے، آسمان سے زمین پر آنے اور زمین سے آسمان پر جانے کے لیئے انکے پر لگائے ہیں، کسی کو شان وار، اور کسی کو غصہ ور وغضبناک، کسی کو کم شان کا کسی کو صور پھونکتا، کسی کو آتشیں کوڑے سے مینھہ برساتا خیال کیا ہی، بعض اقوام نے جو زیادہ غور وفکر کی ہے، تو انکے لیئے نہ جسم مانا ہے، اور نہ انکا متحیز ہونا تسلیم کیا ہے، اور اسلیئے فرشتوں کی نسبت انسانوں کے دو فرقے ہو گئے ہیں، ایک وہ جو فرشتوں کے وجود اور انکے متحیز ہونے دونوں باتوں کے قائل ہیں، اور ایک وہ کہ انکے متحیز ہونے کے قائل نہیں، بعض بت پرست سمجھتے تھے کہ فرشتے سعد اور نحس کواکب کی روحیں ہیں، مجوسی اور بعض بت پرستوں کا یہ خیال تھا کہ عالم کی ترکیب نور وظلمت سے ہے، اور نور وظلمت دونوں موجود حقیقتیں ہیں، مگر آپسمیں مختلف، اور ایک دوسرے کی ضد، نور کے بھی بال بچے پیدا ہوتے ہیں اور ظلمت کے بھی بال بچے پیدا ہوتے ہیں، مگر نہ اسطرح جیسے کہ انسان او حیوان جنتے جناتے ہیں، بلکہ اسطرح جیسیکہ حکیم سے حکمت اور روشن چیز سے روشنی، اور احمق سے حماقت، نور کی اولاد تو فرشتے ہیں، اور ظلمت کی اولاد شیطان، حکماء عقول ہی پر جنکو انھوں نے تسلیم کیا ہے فرشتہ کا اطلاق کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ فرشتے حقیقت موجودہ غیر متحیز ہیں اور انکی حقیقت نفوس انسانی کی حقیقت سے زیادہ تر قوی ہے، اور انسان کی بہ نسبت انکو علم بھی زیادہ ہے، ان میں سے کچھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ	اور ہم تو تیری تعریف جپتے ہیں اور تجھ پاک کو یاد کرتے ہیں ،

تو آسمانوں سے اُس قسم کا علاقہ رکھتے ہیں جیسیکہ ہمارے بدن سے ہماری روح ، اور کچھ بجز استغراق کے ذات باری میں کسی چیز سے علاقہ نہیں رکھتے اور وہی ملائکہ مقربین ہیں ، اور بعض فلاسفہ کہتے ہیں کہ انکے سوا دو قسمیں اور ہیں ، اور وہ زمین کے فرشتہ ہیں اور دنیا کے امورات کو درست کرتے ہیں جو نیک کام کرنیوالے ہیں وہ تو فرشتے ہیں اور جو بدکام کرنیوالے ہیں وہ شیطان ہیں ✚ یہودی فرشتوں کو آدمی کی صورت پر مجسّم مانتے تھے ، اور اُنکو اجسام حقیقی سمجھتے تھے ، البتہ اُنکے جسم کے مادہ کو مثل انسان کے جسم کے مادہ کے نہیں مانتے تھے ، بلکہ یہ کہتے تھے کہ اُنکا جسم مادۂ غلیظ سے مرکب نہیں ہے ، وہ اپنے تئیں انسانوں کو دکھا بھی دیتے ہیں اُنسے بات چیت بھی کرتے ہیں اُنکے ساتھ کھانا بھی کھاتے ہیں اور غائب بھی ہو جاتے ہیں ، پھر کوئی اُنکو نہیں دیکھ سکتا ۔ اُنکے کھانا کھانے کے باب میں کہتے ہیں ، کہ ظاہر میں کھاتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ، مگر انسانوں کی خوراک نہیں کھاتے ، بلکہ اُنکا کھانا اور ہی کچھ ہے ، یہودیوں میں جو ایک صدوقی فرقہ تھا وہ فرشتوں کا قائل نہ تھا ، عیسائیوں کا بھی یہی خیال تھا کہ فرشتے جسم رکھتے ہیں ، اور مقدس ہیں ، انجیل میں حضرت عیسیٰ کو فرشتوں سے برتر کہا گیا ہے ، اور بہشتیوں کی نسبت کہا ہے کہ وہ فرشتوں کے مانند ہونگے ✽

عرب کے بُت پرست فرشتوں کو ایک مجسّم اور متحیز چیز سمجھتے تھے ، اور جانتے تھے کہ وہ کھاتے پیتے نہیں ، اور نہ کچھ بشری ضرورت اُنکو ہے ، وہ آسمانوں پر رہتے ہیں اور زمین پر آتے جاتے ہیں ، وہ یہ سمجھتے تھے کہ انسان بھی فرشتوں کو زمین پر رہتے چلتے پھرتے دیکھ سکتا ہے ، اسی خیال سے وہ آنحضرت صلعم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾	کہا میں جانتا ہوں وہ کچھ جو تم نہیں جانتے (۲۹)

کی نسبت کہا کرتے تھے، کہ اگر وہ پیغمبر ہیں تو اُنکے ساتھ فرشتے کیوں نہیں ہیں، عام مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے جو عرب کے بُت پرستوں کا تھا، وہ فرشتوں کو ہوا کی مانند لطیف اجسام سمجھتے ہیں، اور مختلف شکلوں میں بنجانے کی اُن میں قدرت جانتے ہیں، اور خیال کرتے ہیں کہ وہ آسمانوں پر رہتے ہیں اور پر دار ہیں کہ اُڑ کر زمین پر اُترتے ہیں، اور زمین پر سے اُڑ کر آسمان پر چلے جاتے ہیں اور چیلوں کی طرح آسمان اور زمین کے بیچ میں منڈلاتے ہیں، غرضکہ تمام اقوام میں فرشتوں کی نسبت انسانی نقائص سے پاک ہونے کا اور ایک اعلیٰ تقدس کا خیال تھا، اسی خیال کی وجہ سے نیک اور اچھی آدمی کو بھی مجازاً فرشتہ کہتی تھے، جیسیکہ حضرت یوسف کو زلیخا کی سہیلیوں نے کہا، مَا ھٰذَا بَشَرًا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ

میں کہتا ہوں کہ جسطرح انسان سے فروتر مخلوق کا ایک سلسلہ ہم دیکھتے ہیں اُسیطرح انسان سے برتر مخلوق ہونے سے انکار کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے شاید کہ ہو، گو وہ کیسی ہی عجیب اور ناقابل یقین ہو۔ مگر ایسی خلقت کے درحقیقت موجود ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس بات کا ثبوت کہ ایسی خلقت ہے نہیں ہے، قرآن مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانوں نے اعتقاد کر رکھا ہے ثابت نہیں ہوتا، بلکہ برخلاف اُسکے پایا جاتا ہے، خدا فرماتا ہے۔ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ مَلَکٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَکًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ۔ وَلَوْ جَعَلْنٰہُ مَلَکًا لَّجَعَلْنٰہُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْھِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ، یعنے کافروں نے کہا کہ کیوں نہیں بھیجا پیغمبر کے ساتھ فرشتہ، اور اگر ہم فرشتہ بھیجتے تو بات پوری ہو جاتی، ڈھیل میں نہ ڈالے جاتے، اور اگر ہم فرشتہ ہی پیغمبر کرتے تو اُسکو آدمی ہی بناتے اور بلا شبہ اُنکو ویسے ہی شبہ میں ڈالتے جیسیکہ اب شبہ میں پڑے ہیں، اس آیت سے پایا جاتا ہے کہ فرشتے نہ کوئی جسم رکھتے ہیں اور نہ دکھائی دیکتے ہیں، اُنکا ظہور بلا شمول مخلوق موجود کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا	اور (اللہ نے) آدم کو سارے کے سارے نام بتا دیئے

نہیں ہو سکتا، "لَجَعَلْنٰهُ رَجُلًا" قید احترازی نہیں ہے، اسجگہ انسان بحث میں تھا اسلیئے "لَجَعَلْنٰهُ رَجُلًا" فرمایا ورنہ اس سے مراد عالم موجود مخلوق ہے ✦

ان باریک باتوں پر غور کرنے سے اور اس بات کے سمجھنے سے کہ خدا تعالیٰ جو اپنے جاہ و جلال اور اپنی قدرت اور اپنے افعال کو فرشتوں سے نسبت کرتا ہے تو جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے اُنکا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قوتوں کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کیئے ہیں ملک یا ملائکہ کہا ہے جنمیں سے ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔ پہاڑوں کی صلابت پانی کی رقت، درختوں کی قوت نمو، برق کی قوت جذب و دفع، غرضکہ تمام قویٰ جن سے مخلوقات موجود ہوئی ہیں اور جو مخلوقات میں ہیں، وہی ملائک و ملائکہ ہیں جنکا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، انسان ایک مجموعہ قوائے ملکوتی اور قوائے بہیمی کا ہے، اور ان دونوں قوتوں کی بے انتہا ذریات ہیں، جو ہر ایک قسم کی نیکی و بدی میں ظاہر ہوتی ہیں، اور وہی انسان کے فرشتے اور انکی ذریات اور وہی انسان کے شیطان اور اس کی ذریات ہیں ✦

بعض اکابر اہل اسلام کا بھی یہی مذہب ہے جو میں کہتا ہوں، اور امام محی الدین ابن عربی نے فصوص الحکم میں یہی مسلک اختیار کیا ہے شیخ عارف باللہ مؤید الدین ابن محمود المعروف بالجندی نے، جو مریدان خاص شیخ صدر الدین قونوی، مرید امام محی الدین ابن عربی سے ہیں، شرح فصوص الحکم میں فرشتوں کی نسبت بہت بڑی بحث لکھی ہے[1] شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنی اصطلاح میں تمام عالم کو مجموع

---

[1] قال الشیخ رضی اللہ عنہ فی فصوص الحکم، وکانت الملٰئکة من بعض قوی تلک الصورة التی ھی صورة العالم المعبر عنه فی اصطلاح القوم بالانسان الکبیر" قال الشیخ مؤید الدین ابن محمود الجندی الذی اخذ الطریق من الشیخ صدر الدین قونوی (دیکھو صفحہ ۱۰۱)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ فَقَالَ أَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِأَسْمَاءِ هٰٓؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾	پھر انکو یعنی آدم یا انسان کو) فرشتوں کے سامنے کیا اور کہا کہ مجھکو انکے نام (یعنی وہ حقائق و معارف جو انمیں ہیں) بتاؤ اگر تم سچے ہو (۲۹)

من حیث المجموع انسان کبیر کہتے ہیں، اور انسان کو انسان صغیر، مقصود انکا اس اصطلاح سے یہ ہے کہ انسان عالم کی ایک فرد ہے، اور جسقدر قوے انسان میں ہیں وہ جزئیات ہیں، اور جو اسکے کلیات ہیں وہ انسان کبیر ہے، اور فرماتے ہیں، کہ اُس عالم یعنے انسان کبیر کے جو قوے ہیں اُنہی میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ)

وهو عن الشيخ محي الدين ابن العربي صاحب الفصوص، "اعلم ان الملئكة هي ارواح القوى القائمة بالصور الحسية والارواح النفسية والعقلية القدسية وتسميتها ملئكة لكونها روابط وموصلات الاحكام الربانية والاثار الالهية الى العوالم الجسمانية فان الملك في اللغة هو القوة والشدة فلما قويت هذه الارواح بالانوار الرباني وتأيدت واهتدت بها وقويت النسب الربانية والاسماء الالهية ايضا على ايصال احكامها واثارها وايصال انوارها واظهارها سميت ملئكة وهم ينقسمون الى علوى روحاني وسفلي طبيعي عنصري مثالي نوراني فمنهم المهيمون منهم المسخرون ومنهم المرادة من الاعمال بالاحوال والانفاس الصافون والحافون والعالون الى اخر ما قال" ✦

قال الشيخ رضي الله عنه "فكانت الملئكة كالقوى الروحانية والحسية التي في نشأة الانسان فكل قوة منها محجوبة بنفسها لا ترى افضل من ذاتها"، قال الشارح "القوى الحسية التي في نشأة الانسان هي التي متعلقاتها المحسوسات كالابصار والسماع والشم والذوق واللمس وما تحتها من الكليات من الانواع والشخصيات واما القوى الروحانية فكالمخيلة والمتفكرة والحافظة والذاكرة والعاقلة الناطقة فهذه القوى الكليات وتشخصاتها في حيطة الروح النفساني ومنشأها ومجاري تصرفاتها واحكامها واثارها الدماغ وكالقوى الطبيعية مثل الجاذبة والماسكة والهاضمة والغاذية والمنمية والمربية والمصورة وشخصياتها راجعة الى الروح الطبعي وكالحلم والعلم والوقار والعناد والشجاعة والعدالة والسياسة والغيرة والرياسة وغيرها مما تحتها من الشخصيات والانواع بالمماثلة والمشاكلة والمباشرة والمناثرة عائدة الى روح الحيواني والنفساني وكما ان هذه القوى منبثة في اقطار نشأة الانسان وانكان لكل جنس وصنف ونوع من هذه القوى محلا مخصصا بها هو محل ظهور احكامه واثاره ومنشأ حقائقه واسراره ولكن حكم جمعية الانسان سار في الكل بالكل فكذلك العالم الذي هو الانسان الكبير في زعم كليات هذه القوى وامهاتها بجزئياتها وانواعها وشخصياتها منتشرة ومنبثة في فضاء السموات والارضين وما بينهما وما فيهما من العوالم وتعينات هذه القوى والارواح في كل حال بما يناسبه ويوافقه على الوجه الذي يليق ويطابقه بها ملائكة الامر النازل من حضرات الربوبية ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾	بولے توہی برگزیدہ ہے، تونے جو کچھ ہمکو سکھایا ہے اسکے سوا ہم کچھ نہیں جانتے بیشک توہی جاننے والا حکمت والا ہے (۳۰)

سے بعض کا نام ملائک ہے +

شیخ رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ وہ قوائے جنکو ملائک کہتے ہیں انسان کبیر یعنے عالم کے لیئے ایسے ہیں جیسے انسان کے لیئے قوی ہیں، شارح کہتے ہیں کہ دیکھنا اور سننا اور سونگھنا اور چکھنا اور چھونا جو انسان میں ہے، وہ سب انہی قوائے ملکوتی حسیہ کے ماتحت ہیں اور قوت متخیلہ اور متفکرہ اور حافظہ اور ذاکرہ اور عاقلہ و ناطقہ انہی قوائے ملکوتی روحانیہ کے تابع ہیں، اور جاذبہ اور ماسکہ اور ہاضمہ اور غاذیہ اور منمیہ اور مربیہ اور مصورہ انہی قوائے ملکوتی طبعیہ میں داخل ہیں اور حلم اور علم اور وقار اور سمجھ اور شجاعت اور عدالت اور سیاست اور ریاست انہی قوای ملکوتی حیوانیہ میں شامل ہیں، اور یہ تمام قوی آسمان و زمین اور ان کی فضا میں پھیلے ہوئے ہیں +

پس شیخ اور انکے متبع بھی ملائکہ کا اطلاق صرف قوائے عالم پر کرتے ہیں، ہمارے استنباط اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے استنباط میں صرف اتنا فرق ہے، کہ شیخ کے نزدیک تمام قوائے جو اجسام مرئیہ و غیر مرئیہ اور اشیاء محسوسہ و غیر محسوسہ میں ہیں وہ جزئیات ہیں اور جو ان کے کلیات ہیں وہ ملائک ہیں، اور یہ جزئیات انکے ذریات، شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکاشفہ سے ان جزئیات کے کلیات کو جانا ہوگا، مگر چونکہ ہمکو وہ مکاشفہ حاصل نہیں ہے، اسلیئے ہم انھیں قوی کو جنکو شیخ اور انکے متبع ذریات ملائک قرار دیتے ہیں ملائکہ کہتے ہیں، مطلب ایک ہی صرف لفظوں یا جاننے نجاننے کا پھیر ہے +

شیطان کی + نسبت تو قیصری شرح فصوص میں نہایت صاف صاف ہی

+ فی القیصری شرح الفصوص فی ذیل بیان ابلیس، ''قیل ابلیس هو قوة الوهمية الكلب تلتی ... (بقیہ صفحہ ۵۹)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ يَآدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ	کہا اے آدم انکے (یعنی فرشتوں کے) نام (یعنی انکے) حقائق و معارف (انکو) یعنی فرشتوں کو بتادے،

بات لکھی ہے جو ہمنے کہی ہے، اُسمیں لکھا ہے کہ بعضوں نے یہ بات کہی ہے کہ انسان کبیر یعنے عالم میں جو قوت وہمیہ کلیہ ہے وہی ابلیس ہے،، اور ہر ایک انسان میں جو قوت وہمیہ ہے وہی ابلیس کی ذریات ہیں، مگر شارح کہتا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے، وہم نہیں، بلکہ نفس امارہ جو انسان میں ہے وہی ذریات ابلیس ہے، خدا نے بھی فرمایا ہے "کہ جو وسوسے دل میں آتے ہیں اُنکو ہم جانتے ہیں،، اور فرمایا ہے کہ نفس ہی بُرائی کرنے کو کہتا ہے،، آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ "سب دشمنوں سے زیادہ دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پہلوؤں میں ہے،، اور آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا کہ،، شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے،، اور ٹھیک یہ حالت نفس کی ہے،، غرضکہ تمام محققین اِس بات کے قائل ہیں کہ انہی قوے کو جو انسان میں ہیں اور جن کو نفس امارہ یا قوائے بہیمیہ تعبیر کرتے ہیں یہی شیطان ہے +

اگر فرض کریں کہ فرشتے اور شیطان ایک علیحدہ وجود رکھتے ہیں جیسکہ عموماً مسلمانوں کا عقیدہ ہے تو بھی یہ بات بحث طلب ہے کہ کیا فی الواقع یہ مباحثہ خدا اور فرشتوں میں ہوا تھا؟ کیونکہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے خدا سے مباحثہ نہیں کرسکتے۔ بلکہ اُسکے حکم کو بجالاتے ہیں، خدا نے فرمایا ہے،، وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ

بقیہ شرح فی العالم الکبیر والقوی الوھمیۃ التی فی الاشخاص الانسانیۃ والحیوانیۃ افرادھا لمعارضتھما مع العقل الھادی طریق الحق وفیہ نظر لان نفس المنطبعۃ ھی الاولیٰ بالنسبۃ والوھم من سدنتھا وتحت حکمھا لانھا من قواھا فھی اولیٰ بذلک کما قال تعالیٰ ونعلم ما توسوس بہ نفسہ وقال ان النفس لامارۃ بالسوء وقال علیہ السلام اعدیٰ عدوک نفسک التی بین جنبیک وقال علیہ السلام الشیطٰن یجری من بنی آدم مجری الدم وھذا شان النفس ۔۔ +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ	پھر جب آدم نے انکے (یعنی فرشتوں کے) نام انکو (یعنی فرشتوں کو) بتا دیئے (خدا نے) کہا کہ میں تمکو کہتا تھا کہ میں آسمانوں کی اور زمین کی چھپی باتوں کو جانتا ہوں

یَعۡمَلُوۡنَ ۔ یعنے کافروں نے کہا کہ خدا نے بیٹا بیٹی بنائے ہیں حالانکہ وہ اُس سے پاک ہے بلکہ (جنکو وہ بیٹا بیٹی کہتے ہیں وہ) معزز بندے (یعنی عمدہ مخلوق) ہیں خدا کے آگے بڑھکر بات نہیں کرتے اور جو وہ کہتا ہے وہی وہ کرتے ہیں، اِس آیت سے فرشتوں کو مجال مباحثہ خدا سے نہیں معلوم ہوتی، پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ فی الواقع فرشتوں نے خدا سے مباحثہ یا جھگڑا ٹنٹا کیا تھا ✝

اصل یہ ہے کہ اِن آیتوں میں خدا تعالیٰ انسان کی فطرت کو اور اُسکے جذبات کو تبلاتا ہے، اور جو قوائے بہیمیہ اُسمیں ہیں اُنکی بُرائی یا اُنکی دشمنی سے اُسکو آگاہ کرتا ہے، مگر یہ ایک نہایت دقیق راز تھا جو عام لوگوں کی اور اونٹ چرانے والوں کی فہم سے بہت دور تھا، اسلیئے خدا نے انسانی فطرت کی زبان حال سے، آدم و شیطان کے قصے یا خدا اور فرشتوں کے مباحثہ کی طور پر اُس فطرت کو بیان کیا ہے، تاکہ ہر کوئی خواہ اُسکو فطرت کا راز سمجھے، خواہ فرشتوں اور خدا کا مباحثہ خواہ شیطان و خدا کا جھگڑا، اصلی مقصد حاصل کرنے سے محروم نہ رہے، اِسطرح پر عام و خاص سمجھدار و ناسمجھ عالم و جاہل کا یکساں قرآن مجید سے مقصد پانا در حقیقت بہت بڑا معجزہ قرآن کا ہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ، خدا نے فرشتوں سے کہا کہ، آؤ ہم آدمی کو اپنی صورت پر بناویں، یہ مضمون مسلمان مفسروں کے دل میں تھا، اور وہ اُسکو مثل یہودیوں کے ایسا ہی سمجھ رہے تھے جیسیکہ ایک آدمی سے ایک آدمی بات کرتا ہے، اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ، کو بھی اُنھوں نے ویسا ہی سمجھا اور آدم و شیطان کا قصہ بنا لیا ورنہ وہ صرف انسان کی فطرت کا زبان حال سے بیان ہے ✝

✝ سورہ انبیاء (آیت ۲۶ و ۲۷)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾	اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اُسکو بھی جانتا ہوں (۳۱)

اسطرح مخلوق کی زبان حال سے سوال و جواب میں مطالب کا بیان اور جگہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے، خدانے زمین کی زبان حال سے حکایتاً فرمایا کہ جب ہمنے † آسمان و زمین سے کہا کہ تم دونوں خواہ نخواہ حاضر ہو دونوں نے کہا کہ ہم دونوں بخوشی حاضر ہیں۔ اور جہنم کی نسبت فرمایا ‡ کہ جسدن ہم جہنم کو کہینگے کہ تو بھر گئی؟ تو وہ کہیگی کہ ہواِس سے زیادہ اور بھی؟ پس اِن آیتوں میں خدا تعالیٰ نے ایسی چیزوں کی زبان حال سے جو گویا نہیں ہیں، سوال و جواب کے طور پر اُنکی فطرت کو جسطرح کہ انسان کے خیال میں آسکتی ہے بیان کیا ہے +

قصہ یا حکایت کئی طرح پر بیان کیجاتی ہے، اور وہ بیان بالکل سچ ہوتا ہے کبھی ایک واقعہ کا بیان کیا جاتا ہے جو درحقیقت واقع ہوچکا ہے، مثلاً زید نے عمرو سے تکرار کی اور آخر کار زید نے عمرو کو مار ڈالا، پس اِس واقعہ کا بیان کرنا ایک ایسے قصہ اور واقعہ کا بیان کرنا ہے جو واقع ہوچکا ہے، اور وہ بیان بالکل سچ ہے اور کبھی اُن واقعات کا بیان کیا جاتا ہے جو انسان خواب میں دیکھتا ہے جسمیں عجیب واقعات پیش آتے ہیں، اُن واقعات کا بیان کرنا بھی باوجودیکہ اُنمیں سے ایک بھی بجز خیال کے ظاہر میں واقع نہیں ہوا، بالکل سچا بیان ہے، بشرطیکہ صراحتاً یا اشارتاً یا کنایۃً یا قرینہ سے یا کسی کلام ماسبق سے یا طرز کلام سے پایا جاوے مگر یہ بیان اُن واقعات کا ہے جو خواب میں دیکھے ہیں۔ اور کبھی کسی کی حالت سے جو امور مترشح ہوتے ہیں، اُس حالت کو بطور ایک متکلم کے قرار دیکر اُسکی زبان سے قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بیان بر خلاف اُس حالت کے ہے جسکو بطور متکلم کے قرار دیا

---

† ثم استوى الى السماء وهي دخان فقال لها وللارض ائتيا طوعا او كرها قالتا اتينا طائعين (سورہ حم سجدہ آیت ۱۰)

‡ يوم نقول لجهنم هل امتلئت وتقول هل من مزيد (سورہ ق آیت ۲۹)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ	اور جب ہمنے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو اُنھوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے،

قرار دیا ہے تو وہ قصہ جھوٹا ہے، اور قرآن مجید میں اِس قسم کا کوئی قصہ نہیں ہے، اور اگر وہ حالت اُسچیز میں فرض کرلی گئی ہے، اور اُس حالت مفروضہ کو متکلم قرار دیکر قصہ بیان کیا گیا ہی، تو وہ صرف ایک شاعرانہ مضمون ہے، اور اگر وہ حالت واقعی اور صحیح ہے، اور بیان بھی اُس حالت کے مطابق ہے، تو وہ بیان بھی بالکل سچ اور درست ہی، کیونکہ اُس بیان کا منشا یہ نہیں ہوتا، کہ زمین بولی تھی اور آسمان پکارا تھا اور دوزخ چلائی تھی، بلکہ کسی فائدہ کے لیئے صرف اُس حالت کی کیفیت کا اظہار مطلوب ہوتا ہی۔ قرآن مجید کی تمام حکایتیں جو کسی کی زبان حال سے تعبیر کیگئی ہیں سب ایسی ہی ہیں اور اسلیئے بالکل سچ ہیں ✝

امثال کا بھی یہی حال ہی کہ کبھی ایک ایسی بات کی مثال بیجاتی ہی جو درحقیقت واقع ہوچکی ہے، اور کبھی ایک ایسی بات کی بھی مثال دیجاتی ہے جو صرف فرضی ہے، اور کبھی واقع نہیں ہوئی، مگر اُسکی مثال دینی نہ غلط ہوتی ہے نہ جھوٹ، قرآن مجید جو انسان کی زبان میں، اور انسان کے محاورہ بول چال میں، نازل ہوا ہے۔ اور جسمین بہت سی ایسی بھی باتین ہیں جو ہمارے تجربہ و مشاہدہ سے بالاتر ہیں، اِسلیئے اُن مطالب کو طرح طرح کی مثالوں اور حکایتوں سے بیان کیا ہے، قرآن مجید پر غور کرتے وقت اُن چیزوں کا خیال نرکھنا، اور تمام تمثیلوں اور حکایتوں کو یوں قرار دینا، کہ یہ یوں ہی واقع ہوچکی ہیں، تفسیر القرآن بما لا یرضیٰ قائلہ میں داخل ہے، صاحب تفسیر کشف الاسرار نے اسی آیت کی بحث میں جس کی ہم تفسیر کر رہے ہین اسی مطلب کی طرف اپنی ✝ تفسیر مین اشارہ کیا ہی

✝ .. قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک .. المعنی ان الله تعالی اخبر فی کتابه العزیز بما یجب ان ینتفع به من الاخبار ومن اول العالم الی آخره ولما لم یکن لنا الی علم ما ولان یعلمنا سبیل الاضراب ومثال الامثال منقسم الی قسمین احدهما نوضحه

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٤﴾	انکار کیا اور تکبر کیا، اور وہ کافروں میں سے تھا (۳۲)

(وعلم آدم الاسماء) ،، علم ،، کے لفظ سے علماء محققین نے پڑھانا یا سکھانا یعنے تعلیم کرنا مراد نہیں لیا ہی، بلکہ انسان میں اُن قوٰے کا مخلوق کرنا مراد لیا، جن سے انسان تمام چیزوں کو جانتا اور سمجھتا اور خیال کرتا اور سوچتا اور نئی باتیں ظاہر کرتا اور چند باتوں کے ملانے سے ایک نتیجہ نکالتا ہے ٭ بیضاوی میں لکھا ہی کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ،، اللہ تعالیٰ نے آدم کو مختلف اجزا اور متباین قوتوں سے پیدا کیا تھا جو طرح طرح کے معقولات اور محسوسات اور متخیلات اور متوہمات کے جاننے کے لائق تھیں، اور حقائق اشیاء اور انکے خواص اور اُن کے اسماء اور علوم کے اصول اور صنایع کے قواعد اور انکے آلات کی کیفیت اُسکے دل میں ڈالی تھی ،، پس جو چیزیں کہ فطرت انسانی میں ہیں اُنھیں کو خدا تعالیٰ نے تعلیم کرنیکے لفظ سے تعبیر کیا ہے ٭

،، آدم ،، کے لفظ سے وہ ذات خاص مراد نہیں ہی جسکو عوام الناس اور مسجد کے ملا باوا آدم کہتے ہیں، بلکہ اُس سے نوع انسانی مراد ہے، جیسا کہ تفسیر کشف الاسرار و ہتک الاستار میں لکھا ہے ،، وما المقصود بادم آدم وحدہ ،، اور خود خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ،، لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ،، پس کم کا خطاب کل انسانوں کی طرف ہی اور آدم سے بنی آدم یعنی نوع انسان مراد ہیں ٭

،، اسماء ،، کے لفظ کے معنی اکثر مفسرین نے وہ سمجھے ہیں جسکو ہم نام کہتے ہیں جیسے

بقیہ شیرت المتکلم ان یکون وقع فی الوجود والامر قد کان فی الوجود وجریٰ بنا الاولی ان نضرب الامثال وقع فی الوجود لنعلم من ذلک مثلہ لا بمجرد الحکایۃ عما وقع - ھذا الکتاب یشتمل علی الامثال التی یحتاج الی علمھا الانسان من اول ابداعہ الی آخر رجعہ الی اللہ سبحانہ - والمراد بالامثال ما یستقر بالامثال فی النفوس من الھیات ولھذا قال لقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل فانہم (تفسیر ...)

٭ والمعنی انہ تعالیٰ خلقہ من اجزاء مختلفۃ وقوی متباینۃ مستعد الادراک انواع المدرکات من المعقولات والمحسوسات والمتخیلات والموھومات والھمہ معرفۃ ذوات الاشیاء وخواصھا واسمائھا واصول العلم وقوانین الصناعات وکیفیۃ آلاتھا (بیضاوی)

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ	اور ہمنے آدم سے کہا کہ بس تو اپنے جوڑی سمیت جنت میں

گھوڑا، گدھا، ٹٹو، یا کلو، نتھو، بدھو، مگر یہ ٹھیک نہیں ہے بیضاوی نے اسما کی تفسیر یا اسکے اشتقاقی † معنے مراد لیئے ہیں پس "علم آدم الاسماء" سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو سب چیزوں کے نام بتا دیئے تھے جو درحقیقت اس وقت خارج میں موجود بھی نہ تھیں، بلکہ جو قویٰ اسمیں پیدا کیئے ہیں، اور جنکے سبب اسکا ذہن ایک نشان یا دلیل سے دوسری طرف منتقل ہوتا ہے، اور نتیجہ پیدا کرتا ہے، اُسکو اسماء کے لفظ سے بیان کیا ہے، اور جو کہ یہ قویٰ ایسے تھے جنسے انسان تمام چیزوں، محسوسات و معقولات کو جان سکتا ہے، اسی لیئے "کلہا" کے لفظ سے اُسکی تاکید کی ہے، جس سے اس بات کا اشارہ ہے کہ تمام چیزوں کے جاننے کا مادہ انسان میں ودیعت کیا گیا ہے، ان قوے کو جو اسماء کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اسمیں بڑا دقیقہ یہ ہے کہ انسان کسی چیز کی حقیقت و ماہیت کو نہیں جانتا جو کچھ وہ جانتا ہے وہ صرف اسماء ہی اسماء ہیں پس "عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" کہنا بالکل انسان کی فطرت کے مطابق اور اُسکے بیان کے نہایت ہی مناسب ہے ✦

تفسیر کشف الاسرار ‡ میں اس سے بھی زیادہ وضاحت اور عمدگی سے بیان کیا ہے کہ ہر شے کا علم بالقوہ جو انسان کی فطرت میں ہے اُسی کو "علم آدم الاسماء" سے تعبیر کیا ہے۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ خدا تعالیٰ نے انسان میں ایسے قویٰ پیدا کیئے ہیں، جنسے ہر ایک چیز کو سمجھ سکتا ہے، اور دلیل سے نتیجہ کو حاصل کر سکتا ہے

† والاسم باعتبار الاشتقاق ما یکون علامۃ للشئ ودلیلا یرفعہ الی الذہن من الالفاظ والصفات والافعال (بیضاوی)

‡ اعلم ان اللہ جل اسمہ، وحبی آدم ما یحتاج الیہ من کون خلقہ علی ما ہو علیہ من الخلقۃ ان طلقۃ وعلمہ اما بنی العقل واشبہہ ومبلغ التوبہ ما یجب لکل مسمی من اسم وقد علمت ان کل منطوق بہا سم فعلمہ علی الاجمال معہ وہذا العلم فی جبلۃ ذریتہ موجود ... علی کل شئ بالقوۃ ولکنہ بزداد لجیدت فلاستحضار کل شئ بالفعل، علم الانسان ما لم یعلم ... من ہذا العلم فی کل زمن وقوم بحسب ما اراد اللہ (تفسیر کشف الاسرار)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۴﴾	اور اسمیں سے دل بھر کر کھاؤ جہاں سے چاہو اور اس درخت کے پاس مت جاؤ نہیں تو ظالموں میں سیا ہو گے (۳۴)

"عرضہم" میں جو ضمیر جمع مذکر کی ہے اُسکا مرجع اوپر مذکور نہیں ہے، اسلیئے تمام مفسرین نے اسماء کے لفظ سے جو ضمناً اُسکے مسمیات سمجھ میں آتے ہیں، اُس طرف اس ضمیر کو راجع کیا ہے، پھر یہ مشکل پیش آئی ہے کہ اُسکے لیئے ضمیر مؤنث کا ہونا چاہیئے تھا، نہ ضمیر جمع مذکر کا۔ اس کا حل صاحب تفسیر بیضاوی نے یہ کیا ہے، کہ مسمیات میں ذوی العقول و غیر ذوی العقول سب شامل تھے اسلیئے تغلیباً ضمیر جمع مذکر کی جو ذوی العقول کے لیئے مخصوص ہے لائی گئی ہے۔

مگر میرے نزدیک "ھم" کی ضمیر انسانوں کی طرف راجع ہے جو ضمناً لفظ آدم سے سمجھے جاتے ہیں، جیسے ابھی بتایا ہے کہ آدم سے شخص خاص مراد نہیں ہے، بلکہ انسان مراد ہے، اور اس مقام پر افراد انسانی کا موجود ہونا بھی تسلیم نہیں کیا گیا ہے، بلکہ صرف اُسکی فطرت کا بیان کرنا تسلیم ہوا ہے، اور اسلیئے ضمیر جمع مذکر غائب کا اُسکے لیئے لانا بالکل صحیح تھا گویا خدا تعالیٰ نے تمام چیزوں کے جاننے کی قوت انسان میں اور اُسکی ذریات میں ودیعت کر کر تنزلاً فرشتوں سے کہا کہ تم سب باتیں تو کیا بتاؤگے انسان ہی میں جو کچھ ودیعت کیا گیا ہے اُسی کو بتلا دو جب وہ عاجز آ لیئے تو خدا نے انسان سے کہا کہ تو اُن حقائق و معارف کو جو فرشتوں میں ہیں بتلا دے اس آیت میں جو "ھم" کی ضمیر ہے وہ انسان کی طرف راجع ہے اور "انبئھم" اور "اسمائھم" میں جو "ھم" کی ضمیر ہے وہ فرشتوں کی طرف راجع ہے۔

اس قصہ میں جو سجدہ کا لفظ آیا ہے اُسکے معنی زمین پر سر ٹیکنے کے نہیں ہیں، بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری یا تذلل کے ہیں، سجدہ کے لفظ کو ان معنوں میں

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ	پھر شیطان نے انکو اس سے ڈگمگا دیا پھر ان دونوں کو اس سے جسمیں وہ تھے نکلوایا،

مستعمل ہونے کے ثبوت میں بیضاوی نے دو شعر نقل کیے ہیں، پہلا شعر یہ ہے ۔

بجمع تضل البلق فی حجراته + تری الاکم فیه سجدا للحوافر

یہ شعر زید الخیل الطائی کا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹیلے و جنگل اسکے گھوڑوں کی ٹاپوں کو سجدہ کرتے ہیں، یعنی ٹاپوں کے نیچے ذلیل ہوتے ہیں اور روندے جاتے ہیں، دوسرا شعر یہ ہے +

فقلن لها ہجا ابا خطامه + وقلن له اسجد للیلی فاسجد

یہ شعر حمید ابن ثور الہلالی کا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ کیسا ہی وحشی و شریر اونٹ لیلی کے سامنے لیجاویں اور لیلی کی سہیلیاں اسکو کہیں کہ لیلی کو سجدہ کر تو سجدہ کرتا ہے یعنی گردن ڈالکر تابعداری کرتا ہے +

تین لفظ اس قصہ میں اور ہیں، جنت، شجر، ہبوط، علماء اسلام نے اسکے بیان میں عجیب باتیں کی ہیں، جو لوگ کہ صرف لفظوں ہی پر چلتے ہیں انھوں نے تو جنت کو ایک خیالی بہشت عالم بالا پر مان لیا، اور درخت سے بھی سچ مچ کا کوئی درخت (گیہوں کا یا انگور کا یا انجیر کا) اور ''ہبوط'' سے عالم بالا سے زمین پر گرنا +

توریت میں بھی یہ قصہ نہایت عمدگی و لطافت سے بیان کیا گیا ہے، اسمیں جنت سے ایک باغ کا دنیا میں آدم کے لیئے لگانا، اور اسمیں دو درختوں کا ہونا جنکے کھانے سے آدم کو منع کیا تھا، ایک درخت ''علم خیر و شر'' اور دوسرا درخت ''حیات'' بیان ہوا ہے، یہودی اور عیسائیوں نے بھی توریت کے بیان لطیف کو نہایت ابتر و خراب طرح پر بیان کیا ہے، اور یہ سمجھے ہیں کہ درحقیقت خدا نے عدن میں ایک باغ اگایا تھا، اور اسمیں سچ مچ کے دو درخت تھے، ایک کی یہ تاثیر تھی کہ اسکے کھانے سے علم خیر و شر آجاتا ہے، جیسے سقمونیا کے کھانے سے دست آجاتے ہیں، اور دوسرے کا پھل امرت پھل ہے، جسکے کھانے سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ	اور ہمنے اُن کو کہا کہ اس میں سے اترو، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو

آدمی کبھی نہیں مرتا۔ پس بہت سے علماء اسلام نے جنکو اس قسم کے قصص میں یہودیوں کی پیروی کرنیکی عادت پڑگئی ہے اُنکی پیروی کی اُنھوں نے کہا کہ جنت زمین پر تھی اور ہبوط سے اُنھوں نے جنت سے باہر نکالدینے کے معنی لیے، معتزلہ نے اُسکی جگہ بھی بتادی کہ فلسطین میں یا فارس و کرمان کے بیچ میں تھی، اور بعضوں نے کہا کہ سدرۃ المنتہیٰ بھی زمین ہی پر تھا +

مگر ہم ان معنوں میں سے کسی کو تسلیم نہیں کرتے ہم شروع ہی سے اس قصہ کو ایک واقعی قصہ نہیں سمجھتے بلکہ صرف انسانی فطرت کا اُس فطرت کی زبان حال سے بیان قرار دیتے ہیں، پس انسان کا جنت میں رہنا اُسکی فطرت کی ایک حالت کا بیان ہے جبتک کہ وہ مکلف کسی امر و نہی کا نتھا۔ لِلّٰهِ دَرُّ مَنْ قَالَ۔

طفلی و دامان مادر خوش بہشتی بودہ است + چوں بپای خود رواں گشتیم سرگرداں شدیم

اور اُسکا شجر ممنوعہ کے پاس جانا یا اُسکا پھل کھانا اُسکی فطرت کی اُس حالت کا بیان ہے جبکہ وہ اوامر و نواہی کا مکلف ہوا، اور ہبوط سے اُسکی فطرت کے اُس حالت کا تبدیل ہونا مراد ہے جبکہ وہ غیر مکلف سے مکلف ہوا، ہبوط + کے لفظ کا استعمال صرف انتقال مکانی ہی پر مختص نہیں ہے +

اس بات کا ذکر کہ خدا نے کس چیز سے آدم کو یا تمام زمین پر چلنے والے جانداروں کو پیدا کیا متعدد لفظوں سے قرآن میں آیا ہے، ایک جگہ فرمایا ہے، "اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ،، ایک جگہ فرمایا ہے،، خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ،، اور ایک جگہ فرمایا ہے، مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ،، ایک جگہ فرمایا ہے،، هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا،، ایک جگہ فرمایا ہے،، خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنَ الْمَآءِ،، ایک جگہ فرمایا ہے ،، وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ،،

+ قال ابو القاسم البلخی و ابو مسلم الاصفہانی هذه الجنة فی الارض وحمل الاهباط علی الانتقال من بقعة الی بقعة کما فی قوله تعالی اهبطوا مصرا (تفسیر کبیر سورہ بقر آیت ۳۵)

وقال المعتزلة انها بستان کان بارض فلسطین او بین فارس و کرمان خلقه الله تعالی امتحانا لآدم (بیضاوی سورہ بقر آیت ۳۵)

قال القاضی ان سدرة المنتهی فی الارض سمیت بها لان علم الملک ینتهی الیها (مرقاۃ)

+ هبط ثمن السلعة هبوطا نقص وهبطه لازم وهبطا (قاموس)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ (۳۴)	اور تمکو زمین میں ایک مدت تک ٹھیرنا اور رکھنا ہے (۳۴)

"تراب" کے معنی مٹی کے ہیں، "طین" کے معنی گارے کے ہیں "صلصال" کے معنی تپلے گارے کے ہیں، اور "حمأ مسنون" اُس بدبو کیچڑ کو کہتے ہیں جو پانی کی تہ میں بیٹھی ہوئی ہوتی ہے۔ "الماء" کا لفظ جس جگہ آیا ہے "خلق کل دابۃ من الماء" اور "جعلنا من الماء کل شئ حی" ان دونوں مقام میں جو لفظ "الماء" ہے اُس سے تو نطفہ مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ دابہ کے پہلے جو لفظ "کل" ہے اسمیں تمام دابہ جو زمین پر چلتے ہیں داخل ہیں، چنانچہ خود قرآن میں اُسکی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ "منہم من یمشی علی بطنہ ومنہم من یمشی علی رجلین ومنہم من یمشی علی اربع" اور بہت سے دابہ ایسے ہیں جو نطفے سے پیدا نہیں ہوتے اور "من الماء بشرا" میں جو لفظ "ماء" ہے اس سے بھی نطفہ مراد نہیں ہو سکتا اسلیئے کہ یہاں بیان انسان کی اول خلقت کا ہے؛ اور خلقت اول انسان کی نطفہ سے نہیں ہو سکتی بلکہ اُس سے دریا یا سمندر کا پانی مراد ہے، اور دلیل اسکی یہ ہے کہ اسی آیت کے اوپر خدا نے فرمایا ہے "ھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینہما برزخا وحجرا محجورا" اسکے بعد فرماتا ہے "وھو الذی خلق من الماء بشرا" پس الماء میں جو الف لام ہے وہ صاف اُسی پانی کی طرف اشارہ کرتا ہے جسکا اوپر بیان ہے † بیضاوی نے بھی بطور قول مرجح اسی بات کو اختیار کیا ہے، اور پانی سے وہی پانی مراد لیا ہے، پس ان تمام آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام چیزوں کی ترکیب کیمیاوی سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے اُس سے انسان مخلوق ہوا ہے ❊

دو چیزوں کا آپسمیں مرکب ہونا دو طرح پر ہوتا ہے، ایک اسطرح پر کہ ظاہر میں اُن

† خلق من الماء بشرا یعنی الذی خمر بہ طینۃ آدم او جعلہ جزء من مادۃ البشر لتجتمع وتتسلسل وتقبل الاشکال والہیات بسہولۃ (بیضاوی)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ	پھر آدم نے اپنے پروردگار سے چند کلمے سیکھے پھر (خدا نے) اُسکو معاف کیا،

دونوں کے اجسام ملگئے اور دیر کے بعد پھر جدا ہوگئے، مثلاً ہم ایک بوتل میں پانی اور نہایت باریک ریت ڈالیں اور بوتل کو خوب ہلاویں تو ریت اور پانی بالکل ملجاویگا، مگر جب تھوڑی دیر رکھدیں تو ریت الگ اور پانی الگ ہوجاویگا۔ یا ہم مٹی میں پانی ڈالکر اُسکو گارا بناویں تو مٹی اور پانی ملجاویگا، مگر جب رہنے دیں تو پانی ہوا ہوکر نکلجاویگا اور نری مٹی رہجاویگی، اسطرح پر دو چیزوں کا مرکب ہونا درحقیقت حقیقی ترکیب نہیں ہے ✦

اور ترکیب کیمیاوی یہ ہے کہ دو چیزیں آپسمیں اسطرح پر ملیں کہ ازخود جدا نہو سکیں، بلکہ وہ دونوں ملکر ایک تیسری چیز بنجاوے۔ پس "تراب" اور "طین" اور "صلصال" اور "حمأ مسنون" اور "ماء" کی ترکیب کیمیاوی سے جو چیز پیدا ہوتی ہے اُس سے انسان پیدا ہوا ہے، وہ چیز غالباً وہ ہے جو سطح آب پر جمع ہوجاتی ہے، اور نہ وہ مٹی ہوتی ہے نہ ریت نہ گارا نہ کیچڑ بلکہ اُن سب کی ترکیب کیمیاوی سے ایک اور ہی چیز بنجاتی ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اُسی سے تمام جاندار، انسان و حیوان، مخلوق ہوئے ہیں، اور یہی بات قرآن سے پائی جاتی ہے ✦

قرآن مجید میں آدم کا قصہ آٹھ جگہ آیا ہے، سورۂ بقر، سورۂ آل عمران، سورۂ اعراف، سورۂ حجر، سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف، سورۂ طٰہٰ، سورۂ ص، میں، کسی جگہ کوئی مضمون بیان ہوا ہے، کسی جگہ کوئی، کسی جگہ اجمال ہے، کسی جگہ تفصیل، کسی جگہ ایک مضمون کو کسی لفظ سے ظاہر کیا ہے، دوسری جگہ کسی لفظ سے، مگر سب کا نتیجہ یا مقصد متحد ہے، ہم حاشیہ پر ✝ اِن آٹھوں جگہ کی آیتوں کو اسطرح پر جمع کرتے ہیں

✝ وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً ‌ؕ قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا وَيَسۡفِكُ الدِّمَآءَ ۚ	✝ اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں بولے کیا تو اُسمیں ایسے کو خلیفہ کریگا جو اُسمیں فساد کرے اور خون بہاوے اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿٣٥﴾ بیشک وہی بڑا معاف کرنیوالا بڑا مہربان ہے۔ (۳۵)

جسمیں تمام مضمون اور الفاظ ایک جگہ سلسلہ وار جمع ہو جاویں اور اُسکے مقابل میں اُنکا ترجمہ بھی اُسی سلسلہ سے لکھتے ہیں تاکہ کل قصہ اُنہی الفاظ میں جو قرآن میں آئے ہیں ایک جگہ ہو جاوے، اور پھر اپنی سمجھ کے موافق جو ہمنے قرآن کا مطلب سمجھا ہی اُسی قصہ کو

نحن نسبح بحمدك ونقدس لك قال
اني اعلم ما لا تعلمون (سورہ بقر) اني خالق
بشرا من طين (ص) من تراب (آل عمران) من
صلصال من حما مسنون (الحجر) وعلم آدم
الاسماء كلها ثم عرضهم على الملئكة فقال انبئوني
باسماء هؤلاء ان كنتم صدقين قالوا سبحنك
لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم
قال يا آدم انبئهم باسمائهم فلما انبأهم باسمائهم قال
الم اقل لكم اني اعلم غيب السموات والارض
واعلم ما تبدون وما كنتم تكتمون (بقر) و
لقد خلقنكم ثم صورنكم ثم قلنا للملئكة
اسجدوا لآدم (سورہ اعراف) فاذا سويته ونفخت
فيه من روحي فقعوا له سجدين (الحجر) فسجد
الملئكة كلهم اجمعون (الحجر) الا ابليس
لم يكن من السجدين (اعراف) كان من الجن
ففسق عن امر ربه (الكهف) ابى ان يكون مع
السجدين (الحجر) واستكبر وكان من الكفرين
(بقر) قال يا ابليس ما لك الا تكون مع السجدين
(الحجر) ما منعك ان تسجد لما خلقت بيدي
استكبرت ام كنت من العالين (ص) ما
منعك الا تسجد اذ امرتك (اعراف) قال
ءاسجد لمن خلقت طينا (بنی اسرائیل) لم اكن
لاسجد لبشر خلقته من صلصال من حما
مسنون (الحجر) انا خير منه خلقتني من نار
وخلقته من طين (اعراف) قال فاهبط منها فما يكون
لك ان تتكبر فيها فاخرج منها مذءوما مدحورا
(اعراف)

ہم تو تیری تعریف جپتے ہیں اور تجھ پاک کو یاد کرتے ہیں کہا میں
جانتا ہوں وہ کچھ جو تم نہیں جانتے۔ میں پیدا کرنیوالا ہوں
ایک آدمی گارے مٹی ریتیلے گارے سے اور بدبو کیچڑ سے اللہ
نے آدم کو سب نام سکھا دیئے پھر انکو فرشتوں کے سامنے
پیش کیا اور کہا مجھکو انکے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو بولے تو
ہی برگزیدہ ہے تو نے جو کچھ ہمکو سکھایا ہے اُسکے سوا ہم کچھ
نہیں جانتے بیشک تو ہی جاننے والا حکمت والا ہی کہا اے
آدم ان کے نام ان کو بتا دے پھر جب آدم نے انکے نام انکو بتا
دیئے خدا نے کہا کیا میں تمکو کہتا تھا کہ میں آسمانوں کی اور زمین کی چھپی
ہوئی باتوں کو جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے تھے
اسکو بھی جانتا ہوں۔ بیشک ہمنے تمکو پیدا کیا اور تمہاری شبیہ بنائی
پھر ہمنے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ جب میں اسکو
ٹھیک کر چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اسکو سجدہ
کرتے ہوئے جھک پڑو۔ پھر سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر شیطان
نے نہیں کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں نہ تھا وہ جن میں سے تھا
پس نافرمانی کی اسنے اپنے پروردگار کی سجدہ کرنے والوں کے
ساتھ ہونے سے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے
تھا خدا نے کہا اے ابلیس کیوں تو سجدہ کرنیوالوں کے ساتھ
نہوا کس چیز نے تجھکو منع کیا کہ سجدہ کرے اسکو جسکو میں نے
اپنے ہاتھ سے بنایا تکبر کیا تو نے یا تو بڑوں میں ہے کس بات نے تجھکو
سجدہ کرنے سے روکا کہ حکم کئے پر بھی تو سجدہ نہ کرے۔ ابلیس نے کہا کیا میں ایسے کو سجدہ
کروں جسے تو نے گارے سے پیدا کیا ہے میں ایسا نہیں ہوں کہ اس شخص
کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی مٹی سے بنایا ہے میں اس سے بہتر ہوں مجھکو
تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسکو مٹی سے خدا نے کہا پھر اتر جا یہاں سے
تیرا کام نہیں ہے کہ تو اس میں گھمنڈ کرے
جو یہاں تجھکو نہیں ہے یہاں سے نکل جا ذلیل و خوار ہوکر نکل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا	ہمنے اُنکو کہا اسمیں سے تم سب اُترو،

بیان کرتے ہیں۔ تاکہ پڑھنے والے بخوبی دونوں بیانوں کا مقابلہ کرسکیں +
اِس قصہ میں چار فریق بیان ہوئے ہیں، ایک خدا، دوسرے فرشتے،
(یعنے قوائے ملکوتی) تیسرے ابلیس یا شیطان (یعنے قوائے بہیمی) چوتھے آدم،
(یعنی انسان جو مجموعہ اُن قوائے کا ہے اور جسمیں عورت و مرد دونوں شامل ہیں) مقصود

فانک رجیم۔ ان علیک اللعنۃ الی یوم الدین (الحجر) انک من الصٰغرین قال انظرنی الی یوم یبعثون قال انک من المنظرین (اعراف) الی یوم الوقت المعلوم قال رب بما اغویتنی لازینن لھم فی الارض (الحجر) فبعزتک لاغوینھم اجمعین (ص) لاقعدن لھم صراطک المستقیم ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شاکرین (اعراف) قال ارئیتک ھذا الذی کرمت علی لئن اخرتن الی یوم القیٰمۃ لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا (بنی اسرائیل) الا عبادک منھم المخلصین قال ھذا صراط علی مستقیم (الحجر) قال فالحق والحق اقول (ص) لمن تبعک منھم لاملئن جھنم (اعراف) منک وممن تبعک منھم اجمعین (ص) اذھب فمن تبعک منھم فان جھنم جزاؤکم جزاء موفورا واستفزز من استطعت منھم بصوتک واجلب علیھم بخیلک ورجلک وشارکھم فی الاموال والاولاد وعدھم وما یعدھم الشیطٰن الا غرورا (بنی اسرائیل)

بیشک تو مردود ہے اور بیشک تجھپر قیامت تک لعنت رہیگی بیشک تو ذلیلوں میں ہے ابلیس نے کہا کہ قیامت تک مواخذہ نہونے کی مجھے مہلت دے خدا نے کہا تجھکو مہلت دی گئی وقت معین تک ابلیس نے کہا کہ اے پروردگار مجھکو تیرے بہکانے ہی کی قسم کہ میں دنیا میں بُری باتوں کو انھیں اچھی کر دکھاؤنگا اور قسم ہے تیری عزت کی اُن سب کو بہکاؤنگا اور اُنکے لیئے تیرے سیدھے رستے کی راہ ماری کرنے کو گھات میں بیٹھونگا پھر اُنکے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُنکے دہائیں سے اور اُنکے بائیں سے اُنپر آن پڑونگا اور تو اُن میں سے بہتوں کو شکر کرنیوالا نپاویگا ابلیس نے کہا کہ مجھے بتا کہ کیوں اس شخص کو مجھپر بزرگی دی ہے اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو اس شخص کی اولاد کو بجز چند کے جڑ پیڑ سے اُکھاڑ دونگا بجز تیرے خالص بندوں کے جو اُنمیں ہوں خدا نے کہا کہ خالص بندہ ہونا ہی میرے تک پہنچنے کا سیدھا رستہ ہے خدا نے کہا کہ سچ بات یہ ہے اور سچ ہی کہتا ہوں جو لوگ اُنمیں سے تیری پیروی کرینگے بیشک بھردونگا جہنم کو تجھ سے اور اُن سب سے جنھوں نے انمیں سے تیری پیروی کی جا پھر جو کوئی اُنمیں سے تیری پیروی کریگا تو بیشک جہنم تمھاری سزا ہوگی پوری سزا بہکا اُن میں سے جسکو بہکا سکے اپنی آواز سے اور چڑھ جا اُنپر اپنے سوار و پیدل لیکر اور حصہ بانٹ لے اُنکے مال میں اور اولاد میں اور اُن سے وعدہ کرلے اور کوئی وعدہ اُن سے شیطان نہیں کرنے کا بجز دھوکے کے

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ	جب میری طرف سے تمھارے پاس کوئی ہدایت پہنچے پھر جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے

قصہ کا انسانی فطرت کی زبان حال سے انسان کی فطرت کا بیان کرتا ہے - خدا جو سب کا پیدا کرنیوالا ہے اگویا قوائے ملکوتی کو مخاطب کرکر فرماتا ہے کہ میں ایک مخلوق یعنی انسان کثیف مادہ سے پیدا کرنے کو ہوں اگر وہی میرا نائب ہونے کے لائق ہے

ان عبادی لیس لک علیھم سلطان الا
من اتبعک من الغاوین (الحجر) وکفی
بربک وکیلا (بنی اسرائیل) وقلنا (بقر) یاادم
اسکن انت وزوجک الجنۃ فکلا (اعراف)
منھا رغدا (بقر) حیث شئتما ولا تقربا
ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظلمین (اعراف)
فقلنا یاادم ان ھذا عدو لک ولزوجک
فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی ان
لک الا تجوع فیھا ولا تعری وانک
لا تظمؤا فیھا ولا تضحی (طہ) فوسوس
لھما الشیطن لیبدی لھما ما وری
عنھما من سوأتھما (اعراف) قال یاادم
ھل ادلک علی شجرۃ الخلد وملک لا یبلی
(طہ) وقال ما نھکما ربکما عن ھذہ
الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من
الخلدین وقاسمھما انی لکما لمن
النصحین فدلھما بغرور فلما ذاقا
الشجرۃ بدت لھما سوأتھما وطفقا
یخصفان علیھما من ورق الجنۃ (اعراف)
ونادٰھما ربھما الم انھکما عن تلکما الشجرۃ
واقل لکما ان الشیطن لکما عدو مبین
(اعراف) فازلھما الشیطن عنھا فاخرجھما
مما کانا فیہ وقلنا اھبطوا بعضکم
لبعض عدو ولکم فی الارض مستقر و
متاع الی حین (بقر) قال فیھا تحیون

بے شک میرے بندوں پر تجھکو کچھ غلبہ نہیں ہے بجز ان گمراہوں کے جنھوں نے تیری پیروی کی اور اے پیغمبر تیرا خدا اُن کی کارسازی کے لیئے کافی ہے خدا نے کہا اے آدم تو اور تیرا جوڑا جنت میں رہ اور کھاؤ اُسمیں سے پھر کر جہاں سے تم چاہو اور اس درخت کے پاس مت جاؤ اگر جاؤگے تو ظالموں میں سے ہوگے - خدا نے کہا اے آدم یہ ابلیس بیشک تیرا اور تیرے جوڑے کا دشمن ہے تمکو جنت میں سے نہ نکالدے کہ تم بدبخت ہو جاؤ یہاں تو تم نہ بھوکے ہوگے نہ ننگے ہوگے نہ یہاں پیاسے ہوگے اور نہ دھوپ میں جلوگے - پھر وسوسہ ڈالا انکو شیطان نے تاکہ جو پوشیدہ برائیاں اُن میں تھیں انکو ظاہر کرے شیطان نے کہا اے آدم کیا بتلاؤں میں تجھکو ہمیشہ رہنے کا درخت اور پرانی نہونے والی سلطنت اور کہا کہ خدا نے تمکو بجز اسکے اور کسی لیئے اس درخت سے منع نہیں کیا کہ تم فرشتے ہو جاؤگے یا ہمیشہ رہوگے اور اُن سے قسم کھا کر کہا کہ بے شبہ میں تمھارا خیر خواہ ہوں پھر اُن کو دھوکے میں ڈالا پھر جب اُنھوں نے اُس درخت کو چکھا تو اُن دونوں کی شرمگاہیں ظاہر ہوگئیں اور اُنھوں نے بہشت کے درخت کے پتوں سے اُن کو چھپانا شروع کیا خدا نے اُن دونوں کو للکارا کہ کیا میں نے تمکو اس درخت کے کھانے سے منع نہیں کیا تھا اور نہیں کہدیا تھا کہ شیطان تمھارا علانیہ دشمن ہے پس اُنکو شیطان نے اُس سے ڈگمگا دیا اور جسمیں تھے اُسمیں سے نکالدیا خدا نے کہا اُترو تم میں سے ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھارے لیئے ایک مدت تک زمین میں رہنا اور اُس سے منفعت اُٹھانی ہے اُس میں تم جیوگے

فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون (۳۶)	تو اُن پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۳۶)

جب میں اُسکو پیدا کرچکوں تو تم سب اُسکو سجدہ کرنا، اِس مقام پر مخاطبین کو اِس بات کا کہ اُس مخلوق میں قوائے بہیمیہ ہونگے عالم قرار دیا گیا، اور بمقتضائے فطرت اُن قوائے کے، اُنھوں نے کہا کہ کیا تو ایسے کو خلیفہ کریگا جو زمین پر فساد مچاوے اور خون بہاوے، اور قوائے ملکوتی نے اپنی فطرت اسطرح بیان کی کہ ہم تو تیرے ہی تعریف کرتے ہیں اور تجھ پاک کو یاد کرتے ہیں ۔

پچھلا فقرہ قوٰے کی فطرت کو بھی بتاتا ہی، جو قوٰے جس کام کے لیئے ہیں وہی کام کرتے رہتے ہیں، کہ وہی اُنکی تسبیح اور تقدیس ہے، قوت نامیہ انماء اور قوت ناطقہ نطق، قوت احراق احرق، قوت سیالہ اسیلان، قوت جامدہ انجماد کے سوا اور کچھ نہیں کرسکتی، انسان باوجودیکہ قوائے متضادہ ملکوتیہ و بہیمیہ سے مرکب ہی مگر اُسمیں ایسی قدرت ہے کہ ایک قوت پر دوسری قوت کو غلبہ دیسکتا ہی، اور جس قوت سے چاہے کام لے سکتا ہی، غیر معلوم چیزوں کو جان جاتا ہی، عالم کے اجزا میں ترکیب دیکر ایک نئی چیز ایجاد کرلیتا ہی، اور عالم کے تبدل میں ایک بڑی مداخلت رکھتا

وفیہا تموتون ومنہا تخرجون (اعراف) وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ (طہ) فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم (بقر) قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین (اعراف) ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدیٰ (طہ) قلنا اہبطوا منہا جمیعا فاما یاتینکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون (بقر) فلا یضل ولا یشقیٰ (طہ)

اسی میں مروگے اُس میں سے اُٹھوگے، نافرمانی کی آدم نے اپنے پروردگار کی اور بہک گیا، پھر آدم کے دل میں ڈالیں اُس کے پروردگار نے چند باتیں پھر اُسکو خدا نے معاف کیا وہ بے شک بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے، آدم اور اُسکی جورو نے کہا اے پروردگار ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمکو نہ بخشیگا اور مہربانی کریگا تو بیشک ہم نقصان والوں میں ہونگے، پھر اُسکے پروردگار نے اُسکو پسند کیا اور اُسکو معاف کیا اور سیدھی راہ بتائی، خدا نے کہا کہ تم سب یہاں سے اُترو جو پھر میرے پاس سے تمہارے پاس ہدایت پہنچیگی پھر جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کریگا تو اُسپر کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوگا اور نہ بہکیگا اور نہ بدبخت ہوگا

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۳۷)	اور جن لوگوں نے نہ مانا اور میری نشانیوں کو جھٹلایا وہ آگ میں پڑنیوالے لوگ ہیں وہ اُسی میں ہمیشہ رہینگے (۳۷)

ہے، اور بیشک خدا کا نائب کہلانے کا مستحق ہے ✦

انسان کی فطرت کا مخاطبین پر فطرتی تفوق ظاہر کرنے کو، تمام کمالات نفسانی و روحانی و حقائق و معارف کو انسان کی فطرت میں ودیعت کر کر، جسکو تعلیم اسماء سے تعبیر کیا ہی، انسان کو مخاطبین کے سامنے کیا، کہ جو حقائق و معارف انمیں ہیں اُنکو بتلاؤ، قوائے بسیطہ کی فطرت میں اُسکا علم نہ تھا، پس گویا وہ بولے کہ ہم تو ان کمالات کو نہیں جانتے، ہم تو اُتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے بتایا ہی، یعنی جس حد و فطرت پر پیدا کیا ہی اُسکے سوا کچھ نہیں کر سکتے، مگر انسان کی زبان حال نے جسکی فطرت میں ادراک کلیات و جزئیات تھا مخاطبین کی حقیقت کو بتا دیا اور گویا مخاطبین نے زک پائی، اب خدا اپنی قدرت و کمال کے اظہار کے لیئے انسانی محاورہ کے موافق جیسے انسان کسی کو زک دیکر دھراتا ہی فرماتا ہی، کہ کیوں میں نہ کہتا تھا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ✦

اسکے بعد خدا تعالیٰ نے اُن قوائے متضادہ کی جنسے انسان مرکب ہی اسطرح پر فطرت بتائی ہے، کہ قوائے ملکوتی اطاعت پذیر و فرمانبردار ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں، الا قوائے بہیمیہ نہایت سرکش اور نافرمانبردار ہیں اُنہی کو قابو میں لانا اور فرمانبردار کرنا انسان کا انسان ہونا ہے ✦

اُنکے سرکش ہونے کو کبھی تو ان لفظوں سے بیان کیا ہی کہ ابلیس نے سجدہ نہیں کیا، کہیں یوں فرمایا ہی کہ اُسنے اپنے خدا کے حکم کی نافرمانی کی اور سجدہ کرنے سے انکار کیا، کہیں فرمایا ہی کہ اُس کافر نے غرور کیا اور کہا کہ کیا میں ایسی مخلوق کو سجدہ کروں جو سڑی مٹی سے بنی ہی، میں تو اُس سے افضل ہوں وہ تو مٹی کا پتلا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ	اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمکو بخشی ہیں اور مجھسے اقرار پورا کرو میں تمسے اقرار پورا کرونگا اور پھر مجھی سے ڈرو

ہے اور میں آگ کا پوت ہوں۔ قوائے بہیمیہ کو جنکا مبدا حرارت غریزی وحرارت خارجی ہے آگ سے مخلوق ہونا بیان کرنا ٹھیک ٹھیک اُنکی فطرت کا بتلانا ہے پھر جو فطرتی تضاد اُن دونوں قسم کے قویٰ میں ہے اُسکے اظہار کے لئے قوائے بہیمیہ کو بطور ایک سخت دشمن کے قرار دیا ہے اور اُسکی زبان حال سے اُسکی فطرت بیان کی ہے کہ میں ہمیشہ جبتک انسان زندہ ہے یا قیامت تک یعنی جبتک اُسکی اولاد رہیگی اُسکو بہکاتا اور راہ راست پر سے بھٹکاتا رہونگا۔ یہ الفاظ کہ میں انسان کو دہنے بائیں آگے پیچھے غرضکہ ہر چہار طرف سے گھیرونگا صاف صاف اُن قوائے بہیمیہ کی فطرت کا اظہار کرتے ہیں جو انسان میں ہے، اور ہر ذی عقل و ہوش غور کرنے پر خود اپنے میں یہ سب باتیں پاتا ہے، اور جان سکتا ہے کہ کسطرح اُن قوائے بہیمیہ نے چاروں طرف سے اُن کو گھیر رکھا ہے ؁

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ؁ بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

پھر خدا تعالیٰ نے نیک آدمیوں کی فطرت کو، اور اُس دشمن کے فریب میں آنے والوں، اور نہ آنے والوں کے فطری نتیجہ کو بتایا ہے، اور فرماتا ہے کہ تو جتنی چاہے دشمنی کر اور جسطرح چاہے اپنے لشکر سے اُنپر چڑھائی کر، مگر نیک آدمیوں پر تیرا کچھ قابو نہ ہوگا وہی بہکینگے جو تیرے یعنی قوائے بہیمیہ کے تابع ہونیوالے ہیں، اور دونوں کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ پہلے بہشت میں چین کرینگے، اور پچھلے دوزخ میں بھرے جاوینگے ؁

اسکے بعد خدا تعالیٰ نے انسان کی زندگی کے دونوں حصوں کو بتایا ہے پہلے حصہ کو یعنے جبکہ انسان غیر مکلف اور تمام قیود سے مبرا ہوتا ہے بہشت میں بسنے اور چین کرنے

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ (۳۸)	اور اُسپر ایمان لاؤ جو میں نے اسکو تصدیق کرتا ہوا نازل کیا ہو جو تمھارے پاس ہی اور اسکے اول منکروں میں نہو اور مت لو میری نشانیوں پر تھوڑی سی قیمت اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو (۳۸)

اور میووں کے کھانے پینے سے تعبیر کیا ہی، اور جب دوسرا حصہ اُسکی زندگی کا شروع ہونے والا ہی، تو اُسکے قدیم دشمن کو پھر بُلایا ہی جسنے اُسکو بہکا کر درخت ممنوعہ کو کھلایا ہے +

یہ وہ حصہ انسان کی زندگی کا ہی جبکہ اُسکو رشد ہوتا ہی، اور عقل و تمیز کے درخت کا پھل کھا کر مکلف اور اپنے تمام افعال و اقوال و حرکات کا ذمہ دار ہوتا ہے، زندگی کے ضروری سامان کے لئے خود محنت کرتا ہی، اور نیک و بد کو خود سمجھتا ہی اپنی بدی سے واقف ہوتا ہی، اور اُسکو چھپاتا ہی، یہ فطرت انسانی خدا تعالیٰ نے باغ کے استعارہ میں بیان کی ہی، اسلیئے تمام فطرت کو باغ ہی کے استعارہ میں بیان فرمایا ہی، سن رشد و تمیز کے پہنچنے کو درخت معرفت خیر و شر کے پھل کھانے سے اور انسان کا اپنے بدیوں کے چھپانے کو درخت کے پتوں سے ڈھانکنے سے تعبیر کیا ہی، مگر شجرۃ الخلد کے پھل تک اُسکو نہیں پہنچایا جس سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ ایک فانی وجود ہی اور اُسکو دائمی بقا نہیں +

اخیر کو نہایت عمدگی سے اُسکا خاتمہ بیان کیا ہی، کہ تم سب نکل جاؤ اور جا کر زمین پر رہو وہی تمھارے ٹھیرنے کی جگہ ہی، اُسمیں تم رہو گے، اُسمیں مرو گے، اُسمیں سے اُٹھو گے، تمھاری بدیوں کا علاج بھی وہیں ہی، جو نیک بندے ہوں اُنکی ہدایت پر چلنا اور اپنی بدیوں سے شرمندہ ہو کر اُنکے کرنے سے باز آنا اور خدا سے پکا اقرار کرنا کہ پھر نہ کرینگے اور پھر مت کرنا، تم اپنے دشمن پر فتح پاؤ گے پھر تمکو کچھ ڈر اور خوف نہو گا اچھے خاصے مقبول بندے ہو گے +

یہ ایک نہایت عمدہ اور دلچسپ بیان فطرت انسانی کا ہی، مگر عام لوگ اس راز

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾	اور مت شبہ ڈالو سچ میں جھوٹ ملا کر اور مت چھپاؤ سچ کو جبکہ تم جانتے ہو (۳۹)

فطرت کے سمجھنے کے قابل نہ تھے اسلیئے خدا نے ابتدا سے اس راز کو ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں بیان کیا ہی جسکو ہر کوئی سمجھ سکتا ہی اور جو نتیجہ راز فطرت سے انسان کو حاصل ہونا چاہیئے وہ ہر شخص کو حاصل ہوتا ہی۔ خواہ تم یہ سمجھو کہ حقیقۃً فرشتوں میں مباحثہ ہوا اور شیطان نے خدا سے نافرمانی کی اور آدم بھی گیہوں کا درخت کھا کر خدا کا نافرمانبردار رہا، خواہ میں یوں سمجھوں کہ اس بڑے تماشا کرنیوالے نے جو بھانمتی کا ایک تماشا بنایا ہی اُسکے راز کو اس بھانمت کی اصطلاح میں بتایا ہی۔

(یعنی بنی اسرائیل) اس مقام پر خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا قصہ بیان کیا ہی اور انکی نافرمانی کو دوھرایا ہی اور جو مہربانیاں اُنپر کیں اُنکو یاد دلایا ہی تاکہ اُس رحمت کو جو نبی آخر الزمان کے پیدا کرنے اور قرآن کے نازل ہونیسے دنیا پر ہی اُسکی قدر کریں اور اُسکی ہدایت پر چلیں اور جو خرابیاں اُنھوں نے اپنے سچے مذہب میں ملا دی تھیں اُنکو چھوڑ دیں اور نجات پاویں ٭

بنی اسرائیل کا قصہ قرآن میں بہت جگہ مذکور ہی مگر اکثر لوگوں کو اسمیں یہ دھوکا ہوتا ہی کہ وہ تمام واقعات کا حضرت موسیٰ ہی کے وقت میں ہونا سمجھتے ہیں حالانکہ اُنمیں ایسے بھی واقعات ہیں جو حضرت موسیٰ سے پہلے اور اُنکے بعد بھی ہوئے ہیں ٭

حضرت موسیٰ سے جو واقعات متعلق ہیں وہ سورہ بقر، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، یونس، ہود، بنی اسرائیل، کہف، مریم، طہٰ، مؤمنین، شعراء، نمل، قصص، صافات، مؤمن، زخرف، دخان، نازعات، میں سورتوں میں آئے ہیں اُن میں مکرر مضامین بیان ہوئے ہیں اور کسی میں کسی جگہ کا واقعہ بیان ہوا ہی کسی میں کہیں کا ہم اُن تمام آیات اور الفاظ کو منتخب کر کر بہ ترتیب موسیٰ کے قصہ کو معہ ترجمہ

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ﴿۴۰﴾

نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو (۴۰)

حاشیہ پر لکھدیتے ہیں کہ تمام قصہ جسقدر کہ قرآن مجید میں ہی بلفظہ بترتیب معلوم ہو جاوے اور پھر ہر ایک آیت کے مطلب کو اسکے مناسب مقام پر بیان کرینگے ۔ سورۂ بقر میں اس مقام پر جو واقعات حضرت موسٰی کے بیان ہوئے ہیں انھیں سے واقعہ عبور بحر اور غرق فرعون قابل غور کے ہے اول تو بہت لوگوں نے

نتلو علیک من نبأ موسٰی وفرعون بالحق لقوم یؤمنون ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم ویستحیی نساءھم انہ کان من المفسدین (قصص) یسومونکم (آل فرعون) سوء العذاب (بقر) یقتلون (اعراف) یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم (بقر) نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون (قصص)

واوحینا الی ام موسٰی ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ (قصص) اقذفیہ فی التابوت (طہ) فالقیہ (قصص) فاقذفیہ فی الیم فلیلقہ الیم بالساحل یاخذہ عدو لی وعدو لہ (طہ) ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین فالتقطہ آل فرعون (قصص) فبصرت (ای اخت موسٰی) بہ عن جنب وھم لا یشعرون (قصص)

قالت امرأت فرعون قرت عین لی ولک لا تقتلوہ عسٰی ان ینفعنا او نتخذہ ولدا (قصص) وحرمنا علیہ المراضع من قبل

ہم ٹھیک ٹھیک تجھکو سنا دیں ایمان والوں کے لئے موسٰی و فرعون کی کچھ خبریں فرعون دنیا میں بہت بڑھ گیا تھا اور مصر کے بسنے والوں کو گروہ گروہ بنا دیا تھا اور اُن میں سے ایک گروہ کو زبون حالت میں پہنچا دیا تھا ذبح کر ڈالتا تھا اُنکے بیٹوں کو اور جیتا رہنے دیتا تھا اُنکی بیٹیوں کو اور وہ مفسدوں میں سے تھا، فرعون والے بنی اسرائیل کو بُری طرح کے عذاب پہنچاتے تھے۔ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو مار ڈالتے تھے ذبح کر ڈالتے تھے اور اُنکی بیٹیوں کو جیتا رہنے دیتے تھے اور اس میں بنی اسرائیل پر اُن کے پروردگار کی طرف سے بڑی بلا تھی، ہم نے اُن پر جو دنیا میں کمزور ہو گئے تھے مہربانی کرنی چاہی اور اُن کو سردار بنانا اور اُن کو وارث بنانا اور زمین پر قدرت والا ٹھہرانا اور فرعون اور ہامان اور اُن کے لشکروں کو جس بات پر وہ ڈرتے تھے اُنکے ہاتھ سے دکھلانا چاہا ۔

ہم نے موسٰی کی ماں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ موسٰی کو دودھ پلاوے جب اُسکو موسٰی کی بابت جانے کا خوف ہو تو اُسکو ایک صندوق میں رکھدے پھر اُسکو ڈالدے پھینکدے دریا میں پھر دریا اُسکو کنارہ پر ڈال دیگا اُسکو اُٹھا لے گا میرا دشمن اور اُسکا دشمن اور تو مت ڈر اور نہ غمگین ہو ہم اُسکو پھر تیرے پاس لوٹا دیں گے اور اُسکو رسولوں میں سے کرینگے (جب موسٰی کی ماں نے اُسکو دریا میں ڈالدیا اور وہ صندوق کنارہ پر آلگا) تو فرعون کے لوگوں نے [illegible] اُسکو اُٹھا لیا موسٰی کی بہن نے دور سے اُسکو دیکھا اور فرعون والے نہیں جانتے تھے ۔ فرعون کی عورت بولی کہ یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اُس کو مت مارو۔ شاید اس سے ہمکو نفع ہو اور ہم اُسکو بیٹا بنالیں۔ ہم نے پہلے ہی پلائیوں کا دودھ اُسپر حرام کر دیا تھا

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٤٤﴾	کیا لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو۔ اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو اور تم کتاب توریت پڑھتے ہو پھر کیا تم سمجھتے نہیں (۴۴)

یہ غلطی کی ہے جو یہ سمجھے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے دریائے نیل سے عبور کیا تھا یہ بالکل غلط ہے، بلکہ انھوں نے بحر احمر کی ایک شاخ سے عبور کیا تھا۔ تمام مفسرین حضرت موسیٰ کے عبور اور فرعون کے غرق ہونے کو بطور ایک ایسے معجزے کے قرار دیتے ہیں جو خلاف قانون قدرت واقع ہوا ہو جسکو انگریزی میں سپرنیچرل

فقالت هل ادلكم على اهل بيت يكفلونه لكم وهم له ناصحون فرددنه الى امه كى تقر عينها ولا تحزن (قصص)
ولما بلغ اشده واستوى (قصص) دخل المدينة على حين غفلة من اهلها فوجد فيها رجلين يقتتلان هذا من شيعته وهذا من عدوه فاستغاثه الذى من شيعته على الذى من عدوه فوكزه موسى فقضى عليه (قصص) فاصبح فى المدينة خائفا يترقب فاذا الذى استنصره بالامس يستصرخه قال له موسى انك لغوى مبين. فلما ان اراد ان يبطش بالذى هو عدو لهما قال يا موسى اتريد ان تقتلنى كما قتلت نفسا بالامس (قصص) وجاء رجل من اقصى المدينة يسعى قال يا موسى ان الملاء يأتمرون بك ليقتلوك فاخرج انى لك من الناصحين فخرج منها خائفا يترقب قال رب نجنى من القوم الظلمين (قصص) قال موسى لفتاه لا ابرح حتى ابلغ مجمع البحرين او امضى حقبا فلما بلغا مجمع بينهما نسيا حوتهما

موسیٰ کی بہن بولی کہ کیا میں تمکو ایسے گھر والے بتادوں جو تمھارے لیئے اسکو پالیں اور اسکا اچھی طرح خیال رکھیں (پھر اُنھوں نے موسیٰ کی ماں ہی کو بتایا) پھر ہمنے موسیٰ کو اسکی ماں ہی کے پاس لوٹا دیا تاکہ اسکی آنکھ ٹھنڈی رہے اور غمگین نہ ہو
جب موسیٰ جوان ہوا اور قد آور ہوا تو شہر والوں کی بے خبری میں شہر میں گیا وہاں اُسنے دو آدمیوں کو مار پیٹ کرتے پایا ایک تو موسیٰ کی قوم کا تھا اور ایک اسکے دشمنوں میں تھا موسیٰ کی قوم والے نے اسکے دشمن کی فریاد کی موسیٰ نے اُس کو ایک گھونسا مارا ۔۔۔ کہ وہ مرگیا پھر شہر ہی میں ڈرتے ہوئے اور کسی خرابی کے آنے کی توقع میں صبح کی جسکی مدد موسیٰ نے کل کی تھی اُسنے موسیٰ کو پکارا موسیٰ نے اُسے کہا کہ تو ہی علانیہ جھگڑالو ہے پھر موسیٰ نے اسکی جو اسکا اور موسیٰ کا بھی دشمن تھا پکڑنے کا ارادہ کیا (جو چلایا تھا وہ یہ سمجھا کہ موسیٰ مجھی کو پکڑیگا) کہا کہ اے موسیٰ کیا تو میرے مار ڈالنے کا بھی ارادہ کرتا ہے جسطرح کہ کل تو نے ایک آدمی کو مار ڈالا اتنے میں ایک آدمی شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا آیا کہا اے موسیٰ فرعون کے درباری تیری نسبت مشورہ کرتے ہیں کہ تجھکو مار ڈالیں بس یہاں سے نکل جا میں تیرا خیر خواہ ہوں پھر موسیٰ ڈرتا ہوا اور کسی آفت کی توقع کرتا ہوا وہاں سے نکلا اور کہا اے پروردگار اس ظالم قوم سے مجھے بچا۔
موسیٰ نے اپنے ساتھی جوان سے (غالباً اسی شخص سے جس نے فرعون کے مشورہ کی خبر دی تھی) کہا کہ میں ٹھیرنے کا ہی نہیں جب تک دریاؤں کے ملنے کے مقام تک نہ پہنچ جاؤں یا چلا جاؤں بہت دنوں تک (یعنی اس سے پرے) پھر جب وہ دونوں دریاؤں کے ملنے کے مقام تک پہنچے تو اپنی مچھلی وہاں رکھ کر بھول گئے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ (۴۲)

اور صبر کرنے سے اور نماز پڑھنے سے مدد لو اور ہاں بے شبہہ وہ بڑی مشکل ہے مگر اُنپر کچھ مشکل نہیں جو خدا کے سامنے عاجزی کرتے ہیں (۴۲)

کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری وہ پھٹ گیا اور پانی مثل دیوار یا پہاڑ کے اِدھر اُدھر کھڑا ہوگیا اور پانی نے بیچ میں خشک رستہ چھوڑ دیا حضرت موسیٰ اور تمام بنی اسرائیل اُس رستہ سے پار اُتر گئے فرعون بھی اُسی رستہ میں کود پڑا اور پھر سمندر مل گیا اور سب ڈوب گئے، اگر درحقیقت یہ واقع

فاتخذ سبيله في البحر سربا فلما جاوزا قال لفتاه آتنا غداءنا لقد لقينا من سفرنا هذا نصبا قال أرأيت إذ أوينا إلى الصخرة فإني نسيت الحوت وما أنسانيه إلا الشيطن أن أذكره واتخذ سبيله في البحر عجبا قال ذلك ما كنا نبغ فارتدا على آثارهما قصصا فوجدا عبدا من عبادنا آتيناه رحمة من عندنا وعلمناه من لدنا علما قال له موسى هل أتبعك على أن تعلمن مما علمت رشدا قال إنك لن تستطيع معي صبرا وكيف تصبر على ما لم تحط به خبرا قال ستجدني إن شاء الله صابرا ولا أعصي لك أمرا قال فإن اتبعتني فلا تسئلني عن شيء حتى أحدث لك منه ذكرا فانطلقا حتى إذا ركبا في السفينة خرقها قال أخرقتها لتغرق أهلها لقد جئت شيئا إمرا قال ألم أقل إنك لن تستطيع معي صبرا قال لا تؤاخذني بما نسيت ولا ترهقني من أمري عسرا فانطلقا حتى إذا لقيا غلاما فقتله قال أقتلت نفسا زكية بغير نفس لقد جئت

پھر مچھلی نے خشک جگہ میں سے دریا کا رستہ لیا پھر جب وہ آگے آگے بڑھے تو موسیٰ نے اپنے ساتھی جوان سے کہا کہ ہمارا صبح کا کھانا لاؤ ہمنے تو اپنے اس سفر میں بڑی مصیبت اٹھائی اُس جوان نے کہا کہ تمنے دیکھا ہوگا کہ جب ہم اُس پتھر سے تکیہ لگا کر بیٹھے تو میں اُس مچھلی کو بھول گیا (یعنی اُسکا خیال نہ رہا) اور اس قصہ کا ذکر کرنا (یعنی مجھ سے) بجز شیطان کے کسی نے مجھکو نہیں بھلایا اور مچھلی نے عجب طرح سے دریا میں اپنا رستہ لیا موسیٰ نے کہا یہی ہے جو ہم چاہتے تھے (یعنی دونوں دریاؤں کے ملنے ہی تک ہم آنا چاہتے تھے اب آگے کہیں جانا نہیں) پھر وہ دونوں اپنے قدموں کا نشان دیکھتے ہوئے اُلٹے پھرے۔ پھر اُن دونوں کو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ ملا جسپر ہمنے اپنی مہربانی کی تھی اور اُسکو اپنے پاس سے دانشمندی سکھائی تھی موسیٰ نے اُس سے کہا کہ کیا میں تمہارے ساتھ ہو لوں اگر مجھکو بھی اُن دانشمندیوں میں سے جو تمنے سیکھی ہیں سکھاؤ اُس بندے نے کہا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کرسکوگے اور تم کسطرح اُس بات پر صبر کرو گے جو تمہاری واقفیت کے احاطہ میں نہیں ہے موسیٰ نے کہا انشاءاللہ تم مجھکو صبر کرنیوالا پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم میں نافرمانی نہ کرونگا اُس بندے نے کہا کہ اگر تم میری تابعداری کرنی چاہتے ہو تو جبتک میں خود نہ کہدوں مجھسے کسی بات کو مت پوچھنا پھر دونوں چلے یہانتک کہ جب ایک کشتی پر سوار ہوئے تو اُس بندے نے کشتی میں شگاف کر دیا موسیٰ نے کہا کیا تمنے کشتی کے لوگوں کے ڈبونے کیلیے اُس میں شگاف کیا ہے تو دیکھو تمنے یہ عجیب بات کی اُس بندے نے کہا میں نے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کرسکوگے موسیٰ نے کہا کہ جو بات میں بھول گیا اُس پر مجھسے مواخذہ مت کرو اور میرے کام میں مجھ پر سختی نہ کرو۔ پھر دونوں چلے یہانتک کہ جب ایک جوان ملے تو اُس بندے نے اُس جوان کو مار ڈالا موسیٰ نے کہا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الذین یظنون انھم
ملقوا ربھم وانھم
الیہ راجعون (۴۳)

وہ وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں کہ ضرور
اپنے پروردگار سے ملیں گے اور
ضرور وہ اُسکے پاس پھر جاوینگے (۴۳)

خلاف قانون قدرت واقع ہوا تھا تو خدا تعالیٰ سمندر کے پانی ہی کو ایسا سخت کردیتا کہ مثل زمین کے اُسپر سے چلے جاتے۔ خشک رستہ نکالنے ہی سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ واقعہ یا معجزہ جو اُسکو تعبیر کرو مطابق قانون قدرت کے واقع

شیئا نکرا قال الم اقل لک انک
لن تستطیع معی صبرا قال ان
سألتک عن شیء بعدها فلا
تصاحبنی قد بلغت من لدنی عذرا
فانطلقا حتی اذا اتیا اهل قریة
استطعما اهلها فابوا ان
یضیفوهما فوجدا فیها جدارا
یرید ان ینقض فاقامه قال
لو شئت لتخذت علیه اجرا
قال هذا فراق بینی وبینک
سانبئک بتاویل ما لم تستطع
علیه صبرا اما السفینة فکانت
لمساکین یعملون فی البحر فاردت
ان اعیبها وکان وراءهم ملک
یاخذ کل سفینة غصبا واما الغلام
فکان ابواه مؤمنین فخشینا ان
یرهقهما طغیانا وکفرا فاردنا ان
یبدلهما ربهما خیرا منه زکوة و
اقرب رحما واما الجدار فکان
لغلامین یتیمین فی المدینة و
کان تحته کنز لهما وکان ابوهما
صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشدهما
ویستخرجا کنزهما رحمة من
ربک وما فعلته عن امری ذلک
تاویل ما لم تسطع علیه صبرا (کہف)

کہ کیا تونے ایک شخص بیگناہ کو بغیر جان کے بدلے مار ڈالا
دیکھو تونے برا کام کیا اُس بندے نے کہا کہ میں نے تجھسے نہ
کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کرسکوگے موسے نے کہا کہ گر
اسکے بعد میں تجھسے کوئی بات پوچھوں تو پھر مجھکو اپنے ساتھ
مت رکھنا میں اپنا عذر تمھارے سامنے پیش کرتا ہوں۔
پھر وہ دونوں چلے یہانتک کہ جب ایک گانوں کے لوگوں کے
پاس پہنچے تو اُن سے کھانا مانگا انھوں نے انکو کھانا کھلانے
سے انکار کیا وہاں ان دونوں نے ایک دیوار دیکھی کہ
گرپڑنا چاہتی ہے اُن دونوں نے اسکو سیدھا بنا دیا (حضرت
موسے کو بھوک لگی ہوئی تھی کسی نے کھانے کو دیا نہ تھا کچھ
پیسا پاس نہ تھا) انھوں نے اُس بندے سے کہا کہ اگر تم
چاہتے تو اسپر مزدوری لے لیتے اُس بندے نے کہا کہ بس اب
مجھ میں اور تم میں جدائی ہے میں ان باتوں کی تاویل جنپر
تم صبر نہ کرسکے بتا دیتا ہوں۔ وہ کشتی تو غریب آدمیوں
کی تھی جو دریا میں کھیوا کھیا کرتے تھے میں نے اسکو عیب دار
کردینا چاہا ان کے پرے ایک بادشاہ ہے جو زبردستی سے
ہر ایک کشتی کو پکڑ لیتا ہے۔ اور وہ نوجوان اُسکے ماں باپ ایمان
والے ہیں مجھکو خوف ہوا کہ یہ اُن کو سرکشی اور کفر میں تنگ کریگا
پس میں نے چاہا کہ اُنکا پروردگار اسکا نعم البدل پاکیزگی
اور محبت میں انکو دیگا۔ اور وہ دیوار شہر کے دو یتیم
لڑکوں کی تھی اور اُس کے نیچے اُنکے لیئے خزانہ تھا اور انکا
باپ اچھا آدمی تھا پس میرے پروردگار نے چاہا کہ جب وہ
دونوں جوانی میں بھرپور ہوں وہ اپنا خزانہ نکال لیں تیرے
پروردگار کی مہربانی سے اور میں نے یہ کام اپنی طرف سے
نہیں کیئے یہ بیان ان باتوں کا ہے جنپر تو صبر نہ کرسکا +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۴۷)

اے بنی اسرائیل یاد کرو میری نعمتوں کو جو میں نے تمکو دی ہیں اور میں نے تمکو تمام عالموں پر بزرگی دی (۴۷)

ہوا تھا۔ جو مطلب مفسرین نے بیان کیا ہے وہ مطلب قرآن مجید کے لفظوں سے بھی نہیں نکلتا ٭

سمندر میں راستہ ہو جانے کی نسبت قرآن مجید میں تین جگہ ذکر آیا ہے اول سورۂ بقر میں جہاں فرمایا ہے کہ ،، اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ ،، دوم ـ سورہ شعرا میں

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۔ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ

اور جب موسیٰ شہر مدین کی طرف چلے تو کہا کہ امید ہے کہ میرا پروردگار مجھکو سیدھا رستہ بتا دے اور جبکہ شہر مدین کے پانی کے پاس پہنچے تو وہاں لوگوں کے گروہ کو مویشی کو پانی پلاتے پایا اور اُن سے پرے دو عورتوں کو پایا کہ اپنے مویشی کو روکے کھڑی ہیں موسیٰ نے کہا کہ تمہارا کیا حال ہے اُنھوں نے کہا کہ جبتک چرواہے پانی پلا کر نہ لیجاویں ہم نہیں پلا سکتیں اور ہمارا باپ بڑا بڈھا ہے پھر موسیٰ نے اُن دونوں کے مویشی کو پانی پلا دیا پھر چھاؤں میں جا کھڑے ہوئے پھر کہا کہ اے میرے پروردگار تو نے میری یہ حالت کر دی ہے کہ تھوڑی سی بھلائی کا بھی محتاج ہوں پھر اُن دونوں میں سے ایک شرمیلی چلتی ہوئی موسیٰ کے پاس آئی کہا میرے باپ نے تجھکو بلایا ہے تاکہ ہمارے مویشی کو جو پانی تو نے پلایا ہے اُسکی اُجرت دے پھر جب موسیٰ اُس کے پاس (یعنی اُس عورت کے باپ کے پاس) آئے اور اپنا قصہ اُس سے کہا تو اُس نے کہا کہ مت ڈر تو نے ظالم قوم سے نجات پائی اُسکی بیٹیوں میں سے ایک نے کہا کہ اے باپ اسکو مزدوری پر رکھ لے کیا اچھا مزدور جسکو تو مزدوری پر لگا وے طاقت ور اور دیانت دار ہونا چاہئے اُس شخص نے موسیٰ سے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کر دوں اس بات پر کہ تو آٹھ برس تک میری مزدوری کرے پھر اگر تو دس برس پورے کرے تو تیری طرف سے ہو گا میں تجھ پر مشقت ڈالنا نہیں چاہتا تو مجھکو انشاء اللہ اقرار پورا کرنے والوں میں پاویگا موسیٰ نے کہا کہ مجھ میں

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور ڈرو اُس دن سے جبکہ کوئی کچھ بھی کسی کے کام نہ آویگا اور اُس کے لیئے کوئی سفارش قبول نہوگی اور نہ کچھ اُسکے بدلے میں لیا جاویگا اور نہ اُسکی مدد کی جائیگی (۴۵)

جہاں فرمایا کہ ،، اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ،، تیسرے - سورہ طٰہ میں جہاں فرمایا ہے کہ ،، فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ،، پہلی آیت میں توکوئی لفظ ایسا نہیں ہے

وبینک ایما الاجلین قضیت فلا
عدوان علی واللہ علی ما نقول
وکیل (قصص) فلبثت سنین فی اہل
مدین ثم جئت علی قدر یا موسیٰ (طٰہ)
فلما قضی موسی الاجل و
سار باہلہ آنس من جانب الطور
نارا قال لاہلہ امکثوا انی آنست
نارا لعلی آتیکم منہا بخبر (قصص)
وآتیکم بشہاب قبس (نمل)
جذوۃ من النار لعلکم تصطلون
(قصص) او اجد علی النار ہدی (طٰہ)
فلما اتاہا نودی من شاطی الوادی
الایمن (قصص) من جانب الطور
الایمن (مریم) فی البقعۃ المبارکۃ من
الشجرۃ (قصص) ان بورک من فی النار
ومن حولہا وسبحان اللہ رب العٰلمین
یا موسیٰ انہ انا اللہ العزیز الحکیم (نمل)
انی انا اللہ رب العالمین (قصص) انی انا
ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس
طوی (طٰہ) وما تلک بیمینک یا موسیٰ قال ہی
عصای اتوکؤا علیہا واہش بہا علی غنمی
ولی فیہا مآرب اخری (طٰہ) الق عصاک فلما رآہا

اور تجھ میں یہ اقرار ہوچکا اُن دونوں مدتوں میں سے جونسی میں پوری کروں تو پھر مجھپر زیادتی نہو اور جو ہم کہتے ہیں خدا اُسپر مددگار ہے - پھر موسیٰ اہل مدین میں چند سال ٹھہر پھر تو اے موسیٰ وقت پر آگیا +

پھر جب موسیٰ نے میعاد مقررہ پوری کی اور اپنی بی بی کو لیکر چلا تو اُسکو پہاڑ کی جانب سے آگ معلوم ہوئی موسیٰ نے اپنی بی بی سے کہا کہ ٹھہرو مجھے آگ معلوم ہوئی ہے شاید میں وہاں سے کچھ خبر لے آؤں یا ایک بھڑکتی لکڑی اُٹھالاؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں تاکہ تم تاپو یا آگ کے پاس کوئی راہ بتلانے والا پاؤں - پھر جب موسیٰ آگ کے پاس آیا تو جنگل کے دہانیں کنارے سے پہاڑ کی دہانیں طرف سے اُس مبارک جگہ میں درخت میں سے کسی نے اُسکو آواز دی کہ جو آگ میں ہے اور جو اُسکے گرد ہے اُسی کو برکت دیگئی ہے اور اللہ پاک ہے اور تمام عالموں کا پالنے والا ہے اے موسیٰ بیشک میں خدا ہوں سب پر غالب اور بڑی حکمت والا بیشک میں ہی خدا ہوں تمام عالموں کا پالنے والا بیشک میں تیرا خدا ہوں پھر جوتیاں اُتار ڈال بیشبہ تو پاک جنگل میں پھرتا ہے اے موسیٰ یہ کیا تیرے دہانیں ہاتھ میں ہے موسیٰ نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے اسکو میں ٹیک لیتا ہوں اور اس سے اپنے ریوڑ پر پتے جھاڑ لیتا ہوں اور وہ میرے اور کام میں بھی آتی ہے خدا نے کہا کہ اپنی لاٹھی ڈالدے (جب ڈال دی) تو لاٹھی کو چلتے ہوئے دیکھا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ	اور اُسوقت کی نعمت کو یاد کرو جبکہ ہمنے تمکو فرعون والوں سے بچایا، بری عذاب تمکو دیتے تھے ،

جس سے سمندر کے جدا ہو جانے یا پھٹ جانے کو خلاف قانون قدرت قرار دیا جا سکے۔ دوسری آیت میں جو الفاظ ہیں اُنہی پر تمام مفسرین کا دار و مدار ہے وہ "ان اضرب بعصاک البحر" کے یہ معنی لیتے ہیں کہ خدا نے موسیٰ سے

تهتز کانها جان ولی مدبرا ولم یعقب
یا موسیٰ اقبل (قصص) خذها ولا تخف
سنعیدها سیرتها الاولیٰ (طٰہٰ)
اسلک یدک فی جیبک (قصص) واضمم
یدک الی جناحک تخرج بیضاء من
غیر سوء اٰیۃ اخریٰ (طٰہٰ) واضمم الیک
جناحک من الرهب فذانک برهانان
من ربک (قصص) فی تسع اٰیات (نمل)
الی فرعون وملائه انهم کانوا قوما
فاسقین (قصص) وقربناه نجیا (مریم)
ثم ارسلنا موسیٰ واخاه هارون
باٰیاتنا وسلطان مبین الی فرعون
وملائه (ہود) هامان وقارون (مومن)
ان اخرج قومک من الظلمات الی النور
(ہود) ان ائت القوم الظالمین قوم فرعون
(شعرا) اذهب الی فرعون انه طغیٰ (نازعات)
قال رب انی اخاف ان یکذبون (شعرا)
رب انی قتلت منهم نفسا (قصص) ولهم
علیّ ذنب فاخاف ان یقتلون (شعرا)
ویضیق صدری ولا ینطلق لسانی (شعرا)
رب اشرح لی صدری ویسر لی امری
واحلل عقدۃ من لسانی یفقهوا قولی
(طٰہٰ) واخی هارون هو افصح منی لسانا (قصص)
اجعل لی وزیرا من اهلی هارون اخی (طٰہٰ)
فارسل الی هارون (شعرا) فارسله معی ردا
(قصص) قال سنشد عضدک باخیک

گویا کہ وہ سانپ ہے تو موسیٰ پیٹھ پھیر کر بلٹا اور پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا خدا نے کہا اے موسیٰ آگے بڑھ اسکو پکڑ لے اور مت ڈر وہ جیسی پہلی تھی ویسی ہی ہو جاویگی ڈال اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں اور اپنے ہاتھ کو اپنے بازو سے ملا دے تیرا ہاتھ بے عیب سفید نکلیگا بطور ایک دوسری نشانی کے جو ڈر تجھکو ہوا ہے اس سے اپنے کو دونوں بازو ملا کر تھام پھر یہ دونوں نشانیاں ہیں تیرے پروردگار کی نو نشانیوں میں کی فرعون اور اسکے درباریوں کے لیے بیشک وہ بدکار قوم ہے اور ہمنے موسے کو باتیں کرنے سے مقرب کیا +

پھر ہمنے موسیٰ اور اسکے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں اور علانیہ غلبہ کے ساتھ فرعون اور اسکے درباریوں ہامان اور قارون کے پاس بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیرے میں سے روشنی میں نکال لا دے، جا ظالم قوم کے پاس جو فرعون کی قوم ہے جا فرعون کے پاس کہ وہ سرکش ہے موسے نے کہا کہ اے پروردگار میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دینگے اے پروردگار میں نے اُن میں کا ایک آدمی مار ڈالا ہے مینے اُن کا قصور کیا ہے پھر میں ڈرتا ہوں کہ وہ مار ڈالینگے میرے سینہ میں دم گھٹ جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی اے پروردگار میرے سینہ کو کھول دے اور میرا کام مجھ پر آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھیں اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھسے زیادہ فصیح ہے میرے کنبہ میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر کر پھر ہارون کو میرے پاس بھیج پھر اسکو میرے ساتھ بطور مددگار کے بھیج خدا نے کہا کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے مضبوط کرینگے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يذبحون ابناءكم و
يستحيون نساءكم وفي ذلكم
بلاء من ربكم عظيم (۴۹)

تمھارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمھاری عورتوں کو
زندہ رہنے دیتے تھے اور اسمیں تمھارے پروردگار
کی طرف سے تمھارے لیئے بلاء عظیم تھی (۴۹)

کہا کہ سمندر کو اپنی لاٹھی سے مار چنانچہ حضرت موسٰی نے لاٹھی ماری اور سمندر ہٹ گیا یا پھٹ گیا یا سمندر کی تہ زمین کھل گئی وہ اس جملہ کو اسطرح پر بطور شرط وجزا کے قرار دیتے ہیں کہ شرط گویا علت ہے اور جزا اُسکا معلول یعنی

ونجعل لكما سلطانا (قصص) قال قد
اوتيت سؤلك ياموسى (طه) اذهب انت
واخوك باياتي ولا تنيا في ذكري اذهبا
الى فرعون انه طغى (طه) قال كلا فاذهبا
باياتنا انا معكم مستمعون فاتيا فرعون
فقولا انا رسول رب العالمين ان ارسل
معنا بني اسرائيل (شعرا) فقولا له قولا
لينا لعله يتذكر او يخشى قالا ربنا اننا
نخاف ان يفرط علينا او ان يطغى قال
لا تخافا انني معكما اسمع وارى فاتياه
(طه) فقل هل لك الى ان تزكى و
اهديك الى ربك فتخشى
(نازعات) فقولا انا رسولا ربك
فارسل معنا بني اسرائيل
ولا تعذبهم قد جئناك
باية من ربك (طه) *
قال فمن ربكما ياموسى قال ربنا الذي
اعطى كل شيء خلقه ثم هدى قال
فما بال القرون الاولى قال علمها
عند ربي (طه) قال فرعون وما رب العالمين
قال رب السموات والارض وما بينهما
ان كنتم موقنين قال لمن حوله الا تستمعون
قال ربكم ورب اباءكم الاولين
قال ان رسولكم الذي ارسل اليكم

اور تم دونوں کو غلبہ دونگا خدا نے کہا اے موسٰی جو تو نے
مانگا تجھکو دیا گیا جا تو اور تیرا بھائی میری نشانیوں سمیت اور
سستی نہ کرو میری نصیحت میں تم دونوں فرعون پاس جاؤ
کہ وہ سرکش ہے خدا نے کہا کہ وہ ہرگز تمکو نہ مار سکینگے پھر تم دونوں
میری نشانیوں سمیت جاؤ میں تمھارے ساتھ ہوں تمھاری بات
سنونگا پھر فرعون کے پاس جاؤ اور پھر اس سے کہو کہ ہم دونوں تمام
عالموں کے پروردگار کے رسول ہیں ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجدے
اور اس سے نرم بات کہو شاید نصیحت لے اور خوف کرے انھوں
نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار بیشک ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر زیادتی
کرے یا ہم سے سرکشی کرے خدا نے کہا کہ تم مت ڈرو میں تمھارے
ساتھ ہوں تمھاری بات سنونگا اور تمکو دیکھتا ہونگا پھر اسکے پاس
جاؤ موسٰی گئے اور کہا کہ تجھکو پاک ہونیکی خواہش ہے اور میں تجھکو
تیرے پروردگار کی راہ بتاؤں تاکہ تو خوف کرے خدا نے کہا کہ تم
دونوں فرعون سے کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے رسول ہیں
پھر ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجدے اور انکو عذاب مت دے
ہم تیرے پروردگار کی نشانی لائے ہیں * فرعون بولا اے موسٰی
تمھارا پروردگار کون ہے موسٰی نے کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے کہ جسنے
تمام چیزوں کی خلقت انکو عطا کی ہے پھر سیدھی راہ بتائی ہے
فرعون نے کہا پھر اگلے زمانہ کے لوگونکا کیا حال ہے موسٰی نے کہا کہ
انکی خبر خدا کو ہے فرعون نے کہا کہ تمام عالموں کا خدا کون ہے موسٰی نے کہا
کہ جو آسمان کا اور زمین اور جو کچھ انمیں ہے سب کا پروردگار ہے اگر تم
یقین لاؤ فرعون نے ان لوگوں سے جو اسکے اردگرد تھے کہا کہ کیا تم نہیں سنتے
پھر موسٰی نے کہا کہ تمہارا پروردگار اور تمہارے باپ دادوں کا - فرعون
نے اپنے درباریوں سے کہا کہ تمھارے پاس جو رسول آیا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ
الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ
اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ
اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور (اُسوقت کی نعمت کو یاد کرو) جبکہ ہمنے
تمہارے سبب سے سمندر کو جدا کر دیا (یعنی ہٹا
دیا) پھر ہمنے تمکو بچا دیا اور ہمنے فرعون والوں کو
ڈبو دیا اور (یہ سب کچھ) تم دیکھتے تھے (۵۰)

لاٹھی مارنے کے سبب سے سمندر پھٹ گیا اور زمین نکل آئی۔ مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے "انفلق" ماضی کا صیغہ ہے اور عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ جب ماضی جزاء میں واقع ہوتی ہے تو اُسکی دو حالتیں ہوتی ہیں اگر ماضی اپنے معنوں پر نہیں ہے

لمجنون قال رب المشرق والمغرب وما بینہما ان کنتم تعقلون قال لئن اتخذت الٰہا غیری لاجعلنک من المسجونین (شعرا) قال الم نربک فینا ولیدا ولبثت فینا من عمرک سنین وفعلت فعلتک التی فعلت وانت من الکافرین قال فعلتہا اذاً وانا من الضالین ففررت منکم لما خفتکم فوھب لی ربی حکما وجعلنی من المرسلین وتلک نعمۃ تمنہا علیّ ان عبدت بنی اسرائیل (شعرا) فقال لہ فرعون انی لاظنک یٰموسیٰ مسحورا (بنی اسرائیل) قال اولو جئتک بشیٔ مبین (شعرا) قال ان کنت جئت بآیۃ فات بہا (اعراف) ان کنت من الصادقین فالقیٰ عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین و نزع یدہ فاذا ھی بیضاء للناظرین (شعرا) قال موسیٰ یا فرعون انی رسول من رب العالمین حقیق علیٰ ان لا اقول علی اللہ الا الحق قد جئتکم ببینۃ من ربکم فارسل معی بنی اسرائیل (اعراف) فاستکبر ھو وجنودہ فی الارض بغیر الحق وظنوا انہم الینا لا یرجعون (قصص) فاستکبروا وکانوا قوما عالین (مومن) مجرمین (یونس) فقالوا انؤمن لبشرین مثلنا

البتہ دیوانہ ہے موسیٰ نے کہا کہ تمام عالموں کا خدا وہی ہے) جو مشرق و مغرب کا اور جو اسمیں ہے اس سب کا پروردگار ہے اگر تم سمجھو فرعون نے کہا کہ اگر تو نے میرے سوا اور کسی کو خدا ٹھیرایا تو میں ضرور تجھکو قیدیوں میں داخل کردونگا فرعون نے کہا کہ کیا ہمنے تجھکو نہیں پالا جبکہ تو ہم میں بچہ تھا اور کیا تو نے بسر نہیں کیئے ہم میں اپنی عمر کے چند سال اور تو نے وہ کام کیا جو کیا اور تو ناشکروں میں سے ہے موسیٰ نے کہا کہ میں نے کیا تھا جبکہ میں گمراہوں میں تھا پھر میں تمسے ڈرا اور تم میں سے بھاگ گیا پھر خدا نے مجھکو حکم دیا اور مجھکو پیغمبروں میں کیا اور یہ بھلائی جسکا احسان تو مجھ پر رکھتا ہے اس بنا پر ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے فرعون نے موسیٰ سے کہا کہ میں تجھکو سحر زدہ سمجھتا ہوں موسیٰ نے کہا کہ جب بھی اگر میں کوئی صریح نشانی لاؤں فرعون نے کہا کہ اگر تو کوئی نشانی لا سکتا ہے تو اُس نشانی کو لا اگر تو سچا ہے پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالدی پھر یکایک وہ ہو بہو سانپ تھی اور اپنا ہاتھ نکالا پھر یکایک دیکھنے والوں کو چمکتا معلوم ہوتا تھا موسیٰ نے کہا کہ اے فرعون میں پروردگار عالموں کا رسول ہوں مجھکو لائق ہے کہ میں خدا پر سوائے سچ کے اور کچھ نہ کہوں میں لایا ہوں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی نشانی پھر میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجدے پھر فرعون اور اس کے لشکروں نے بغیر کسی حق کے دنیا میں تکبر کیا اور سمجھا کہ وہ ہمارے پاس نہ پھریں گے پھر انہوں نے تکبر کیا اور وہ ایک قوم بڑے ہی گنہگار تھی بولی کہ کیا ہم ایسے دو شخصوں پر ایمان لاویں جو ہمارے جیسے ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور جب ہمنے چالیس راتوں کا موسٰی سے وعدہ کیا اُسپر تمنے موسٰے کے پیچھے بچھڑا بنا لیا اور تم ظالم تھے (۴۸)

بلکہ شرط کی معلول ہوتی ہے تو اُسوقت اُسپر ف، نہیں لاتے اور جبکہ وہ اپنے معنوں پہ باقی رہتی ہے اور جزا کی معلول نہیں ہوتی تب اُسپر ف.. لاتے ہیں جیسے کہ اِس مثال میں ہے، ان اکرمتنی فاکرمتك امس،، یعنی اگر تعظیم کریگا تو میری تو میں تیری تعظیم کل کرچکا ہوں،، اس مثال میں جزا (یعنی گذشتہ کل میں تعظیم کا کرنا) شرط کی معلول نہیں ہے کیونکہ وہ اُس سے پہلے ہوچکی تھی، اسیطرح اس آیت

وقومهما لنا عابدون (مومن) فظلموا (اعراف) فكذبوهما (مومن) قال الملأ من قوم فرعون ان هذا لساحر عليم (اعراف) قال للملا حوله ان هذا لساحر عليم يريد ان يخرجكم من ارضكم بسحره فماذا تامرون قالوا ارجه واخاه وابعث فى المدائن حاشرين ياتوك بكل سحار عليم (شعراء) قال اجئتنا لتخرجنا من ارضنا بسحرك يا موسٰى فلناتينك بسحر مثله فاجعل بيننا وبينك موعدا لا نخلفه نحن ولا انت مكانا سوى قال موعدكم يوم الزينة وان يحشر الناس ضحى فتولى فرعون فجمع كيده ثم اتى (طه) قال فرعون ائتونى بكل ساحر عليم (يونس) فجمع السحرة لميقات يوم معلوم وقيل للناس هل انتم مجتمعون لعلنا نتبع السحرة ان كانوا هم الغالبين (شعراء) فلما جاء السحرة فرعون قالوا ان لنا لاجرا ان كنا نحن الغالبين قال نعم وانكم اذا لمن المقربين (شعراء) فتنازعوا امرهم بينهم واسروا النجوى قالوا ان هذان

اور اُنکی قوم ہماری غلام ہے پھر اُنھوں نے ظلم کیا اور اُن دونوں کو جھٹلایا اور کہا کہ جھوٹے جادوگر ہیں فرعون نے اپنے اور اُسکے درباریوں سے کہا کہ یہ جادوگر بڑا جاننے والا ہے چاہتا ہے کہ تمکو تمھارے ملک سے اپنے جادو سے نکالدے پھر تم کیا کہتے ہو وہ بولے کہ اُسکو اور اُسکے بھائی کو مہلت دے اور شہروں میں (جادوگروں کے) اکٹھا کرنے والوں کو بھیج کہ تیرے پاس لے آویں ہر ایک بڑے علم والے جادوگر کو فرعون نے کہا کہ اے موسٰی کیا تو ہمارے پاس ہمکو ہمارے ملک سے اپنے جادو سے نکالنے کو آیا ہے پھر بے شبہ ہم بھی تیرے پاس ویسا ہی جادو لاوینگے پس کسی چوپٹ میدان میں ہم میں اور اپنے میں (مقابلہ کے لیے) کوئی وقت مقرر کر نہ ہم اُسکے برخلاف کریں اور نہ تو موسٰی نے کہا کہ جشن کا دن تمھارے وعدے کا ہے اور تھوڑے دن چڑھے سب آدمی وہاں اکٹھے ہوجاویں پھر فرعون (اپنے محل میں) گیا اور اپنے جادوگروں کو جمع کیا فرعون نے کہا کہ ہر ایک بڑے جادوگر کو بلاؤ پھر تمام جادوگر وقت معین پر جمع ہوگئے اور لوگوں سے کہا کہ کیا تم بھی اکٹھے ہوگے تاکہ اگر جادوگر غالب آجاویں تو ہم اُنکا ساتھ دیں جب فرعون کے جادوگر فرعون کے پاس آئے تو اُنھوں نے کہا کہ اگر ہم غالب ہوں تو ہمارے لیئے کچھ انعام ہے فرعون نے کہا کہ ہاں تب تو تم مقربوں میں ہوگے پھر تکے باہم اُنکے کام میں کچھ جھگڑا ہوا اور اُنھوں نے اپنے مشورہ کو چھپایا ۔ اُنھوں نے کہا کہ بے شبہ یہ دونوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ	پھر اس کے بعد بھی ہمنے تمکو معاف کردیا

ہیں سمندر کا پھٹ جانا یا زمین کا کھل جانا ضرب کا معلول نہیں ہو سکتا ؛ اصل یہ ہے کہ یہودی اس بات کے قائل تھے کہ حضرت موسیٰ کے لاٹھی مارنے سے سمندر پھٹ گیا تھا اور زمین نکل آئی تھی اور لاٹھی مارنے سے پتھر میں سے

لساحران یریدان ان یخرجاکم من ارضکم بسحرهما ویذهبا بطریقتکم المثلی فاجمعوا کیدکم ثم ائتوا صفا وقد افلح الیوم من استعلی (طه) قالوا یا موسی اما ان تلقی واما ان نکون اول من القی (طه) اما ان نکون نحن الملقین قال القوا فلما القوا سحروا اعین الناس واسترهبوهم وجاءو بسحر عظیم (اعراف) فالقوا حبالهم وعصیهم وقالوا بعزة فرعون انا لنحن الغلبون (شعرا) فاذا حبالهم وعصیهم یخیل الیه من سحرهم انها تسعی (طه) فلما القوا قال موسی ما جئتم به السحر ان الله سیبطله (یونس) فاوجس فی نفسه خیفة موسی قلنا لا تخف انک انت الاعلی (طه) واوحینا الی موسی ان الق عصاک فاذا هی تلقف ما یأفکون (اعراف) فالقی عصاه فاذا هی تلقف ما یأفکون (شعرا) ما صنعوا انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی (طه) فوقع الحق وبطل ما کانوا یعملون فغلبوا هنالک وانقلبوا صاغرین والقی السحرة ساجدین (اعراف) سجدا (طه) قالوا امنا برب العلمین رب موسی وهرون قال فرعون امنتم به قبل ان اذن لکم ان هذا لمکر مکرتموه فی المدینة لتخرجوا منها اهلها فسوف تعلمون (اعراف) انه لکبیرکم الذی علمکم السحر لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف

جادوگر ہیں اپنے جادو کے زور سے تمکو تمہارے ملک سے نکالنا اور تمہارے عمدہ مذہب کو کھو دینا چاہتے ہیں پس اپنے جادوگروں کو جمع کرلے کہا کہ پھر اکٹھے ہو کر چلو اور آج کے دن جو غالب ہوگا وہی کامیاب ہوگا۔ چنانچہ یوم موعود کو سب جمع ہوئے، فرعون کے جادوگروں نے موسیٰ سے کہا کہ یا تو تو پہلے ڈال یا ہم پہلے ڈالتے ہیں موسیٰ نے کہا تم ہی ڈالو پھر جب انھوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر نظر بندی کردی اور انکو ڈرا دیا اور بہت بڑا جادو کر لائے جب انھوں نے رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہا کہ فرعون کی عزت کی قسم ہم ہی غالب ہیں تب تو موسیٰ کے خیال میں آئی رسیاں..... اور لاٹھیاں انکے جادو سے چلتی ہوئی دکھنے لگیں۔ موسیٰ نے کہا کہ جو تم لائے ہو یہ جادو ہے اسکو خدا باطل کریگا پھر موسیٰ دل میں ڈر گیا خدا نے کہا کہ مت ڈر تو ہی جیتے گا۔ خدا نے موسیٰ کے دل میں ڈالا کہ اپنی لاٹھی ڈال کہ وہ اس سب بناوٹ کو نگل جاویگی پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی پھر اس سب بناوٹ کو جو انھوں نے کی تھی نگلتی تھی انھوں نے تو جادوگروں کا سا مکر کیا تھا اور حق کے سامنے جادوگر کامیاب نہیں ہو سکتا پس حق ثابت ہو گیا اور جو... انھوں نے کیا تھا وہ باطل ہوگیا پھر وہاں ہار کر ذلت سے لوٹ گئے اور فرعون کے جادوگروں نے سجدہ کیا بولے ہم پروردگار عالموں پر ایمان لائے جو موسیٰ و ہارون کا پروردگار ہے۔ فرعون نے کہا کہ تم میری اجازت سے پہلے موسیٰ پر ایمان لائے بیشبہ یہ مکر ہے جو تمنے اس شہر میں شہر والوں کے نکالنے کو کیا پھر عنقریب اسکا نتیجہ جانو گے موسیٰ ہی تمہارا گرو ہے جسنے تمکو سکھایا ہے ضرور میں تمہارے ایک طرف کے اور تمہارے پاؤں دوسری طرف کے

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۴۹)	شاید کہ تم شکر کرو (۴۹)

پانی بہ نکلا تھا، علماء اسلام تفسیروں میں اور خصوصًا بنی اسرائیل کے قصوں میں یہودیوں کی پیروی کرنے کے عادی تھے اور قرآن مجید کے مطالب کو خواہ نخواہ کھینچ تان کر یہودیوں کی روایتوں کے موافق کرتے تھے اسلئے اُنھوں نے سمجھا

وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَا اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ (طٰہٰ) وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (الاعراف) وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (اعراف) فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ وَجَحَدُوْا بِهَا (نمل) وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى (طٰہٰ) فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ (قصص) قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ (یونس) قَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ ۔۔۔۔۔۔

کاٹوں گا اور تمکو کھجوروں کے درختوں کی تنوں کی سولی پر چڑھا دونگا اور بلاشبہ تم جانو گے کہ کون سب سے زیادہ عذاب دینے میں سخت ہے اور کسکا عذاب زیادہ پائدار ہے، وہ بولے کہ جو چیزیں علانیہ ہمارے سامنے ہوئی ہیں اُنپر اور اُسپر جسنے ہمکو پیدا کیا ہے تجھکو ہم ترجیح نہیں دیسکتے پھر جو تو حکم دینا چاہتا ہے حکم دے، اور تو ہمپر نہیں بگڑتا مگر اسلئے کہ ہم اپنے پروردگار کی نشانیوں پر ایمان لائے ہیں اور کوئی گناہ نہیں ٹھراتا، اے ہمارے پروردگار (جب یہ مصیبتیں) ہمپر آویں تو ہمارے دل میں صبر ڈالدے اور ہمکو مسلمان مار ✦

اور بلاشبہ ہمنے فرعون والوں کو قحطوں میں اور پھلوں کی کم پیداوار میں گرفتار کیا شاید کہ وہ نصیحت پکڑیں پھر جب اُنکو فراخی ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ یہ تو ہمارے لیئے ہی، اور جب اُنپر سختی پڑتی تھی تو موسیٰ کی اور اُنکے ساتھ کے لوگوں کی نحوست بتلاتے تھے، سمجھو کہ اسکے سوا کوئی بات نہیں کہ جو نحوست اُنکے لیئے تھی وہ خدا کے پاس سے تھی مگر اُنمیں کے بہت سے لوگ نہیں جانتے، فرعون والوں نے موسیٰ سے کہا کہ جو نشانیاں تم لاؤ گے تاکہ ہمپر اُنسے جادو کرو تو ہم تجھپر ایمان نہیں لانے کے، پھر ہمنے اُنپر طوفان اور ٹڈی دل اور جوئیں اور مینڈک اور خون کا مینھ نازل کیا جدا جدا نشانیاں پھر اُنھوں نے تکبر کیا اور وہ گنہگار قوم تھی، جب اُنکے پاس دکھائی دیتی ہوئی ہماری نشانیاں آئیں تو بولے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہی اور اُن نشانیوں کا انکار کیا، اور البتہ ہمنے فرعون کو اپنی تمام نشانیاں دکھلائیں پھر اُسنے جھٹلایا اور انکار کیا، اور جب موسیٰ اُنکے پاس ہماری نشانیاں لیکر آیا تو بولے کہ یہ تو کچھ نہیں مگر بنایا ہوا جادو ہے اور ہمنے نہیں سنا اپنے اگلے باپ دادوں سے ایسی بات نہیں سُنی، اور موسیٰ نے کہا کہ میرا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ کون اُسکے پاس سے ہدایت لیکر آیا ہی اور کسکے لیئے پچھلے گھر کی بھلائی ہوگی، فرعون والے بولے کہ کیا تو ہمارے پاس اسلیئے آیا ہے کہ ہمکو اُس بات سے جسپر ہمنے اپنے باپ دادا کو پایا ہے پھیر دے اور تم دونوں کو دنیا میں بڑائی ہو اور ہم تم دونوں کو نہیں مانتے ہیں فرعون نے کہا کہ اے دربار یو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ	اور (یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور صحیح کو غلط سے جدا کرنے والی (چیز) دی

بھی اور وہاں بھی جہاں قرآن میں آیا ہے "فضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا" ضرب کے معنے زدن کے لیئے اور اُس سیدھی سادھی معجزہ کو ایک معجزہ خارج از قانون قدرت بنا دیا +

اس مقام پر ضرب کے معنے "زدن" کے نہیں ہیں بلکہ چلنے کے یا جلد چلنے کے ہیں جیسے عرب بولتے ہیں "ضرب فی الارض" چلا یا دوڑا زمین پر خود

ما علمت لکم من الٰہ غیری فاوقد لی یا ھامان علی الطین فاجعل لی صرحا لعلی اطلع الی الٰہ موسیٰ (قصص) لعلی ابلغ الاسباب اسباب السموات (مومن) وانی لاظنہ من الکٰذبین (قصص) وجاءھم ای قوم فرعون) رسول کریم ان ادوا الی عباد اللہ انی لکم رسول امین وان لا تعلوا علی اللہ انی اٰتیکم بسلطان مبین وانی عذت بربی وربکم ان ترجمون وان لم تؤمنوا لی فاعتزلون (دخان) فلما جاءھم بالحق من عندنا قالوا اقتلوا ابناء الذین اٰمنوا معہ واستحیوا نساءھم وما کید الکٰفرین الا فی ضلٰل وقال فرعون ذرونی اقتل موسیٰ ولیدع ربہ انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظھر فی الارض الفساد (مومن) وقال رجل مومن من اٰل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینٰت من ربکم وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب یٰقوم لکم الملک	میں تمھارے لیئے سوائے اپنے کوئی خدا نہیں جانتا پھر اے ہامان میرے لیے مٹی کی اینٹیں آگ میں پکا اور میرے لیے اونچا محل بنا تاکہ میں موسیٰ کے خدا کے پاس چڑھ جاؤں اور میں تو اُسکو جھوٹوں میں سمجھتا ہوں اور آیا فرعون کی قوم کے پاس ایک بزرگ پیغمبر (یعنے موسیٰ) یہ کہتا ہوا کہ میرے حوالے کرو خدا کے بندوں کو بیشک میں تمھارے لئے خدا کا بھیجا ہوا امانت دار پیغمبر ہوں اور تم خدا پر سرکشی مت کرو میں ضرور تمھارے سامنے کھلی دلیلیں لاتا ہوں اور بے شبہ میں نے اپنے پروردگار اور تمھارے پروردگار کی اس بات سے کہ تم مجھکو سنگسار کرو پناہ مانگی ہے اور اگر تم مجھکو نہیں مانتے تو مجھسے جدا ہو جاؤ پھر جب موسیٰ انکے پاس ہمارے پاس سے حق بات لیکر آیا تو بولے کہ ان لوگوں کے بیٹوں کو مار ڈالو جو اُسپر ایمان لائے ہیں اور اُنکی عورتوں کو زندہ رہنے دو حالانکہ کافروں کی مکاری بجز گمراہی کے اور کچھ نہیں اور فرعون نے کہا مجھکو چھوڑ دو (یعنی اجازت دو) کہ میں موسیٰ کو مار ڈالوں اور وہ اپنے پروردگار کو پکارا ہی کرے بلا شبہ مجھکو خوف ہے کہ تمھارا دین بدلدے اور ملک میں فساد برپا کرے اور فرعون والوں میں سے ایک مسلمان شخص نے جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کہا کیا تم ایسے شخص کو مار ڈالوگے جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور تمھارے پاس تمھارے پروردگار سے نشانیاں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۞۵۰	کہ شاید تم راہ پر آؤ (۵۰)

قرآن مجید میں آیا ہے وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ (نساء) یعنی جب تم چلو زمین پر یعنی سفر کرو تو کچھ حرج نہیں ہے کہ نمازیں کمی کرو، پس صاف معنی یہ ہیں کہ خدا نے حضرت موسیٰ کو کہا کہ "اپنی لاٹھی کے سہارے سے سمندر میں چل وہ پھٹا ہوا یا کھلا ہوا ہے یعنی پایاب ہو رہا ہے۔ سورہ طٰہٰ میں

الیوم ظاھرین فی الارض فمن ینصرنا من بأس اللہ ان جاءنا قال فرعون ما اریکم الا ما اری وما اھدیکم الا سبیل الرشاد (مومن) وقال الذی امن یا قوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب مثل داب قوم .... نوح وعاد و ثمود والذین من بعدھم وما اللہ یرید ظلما للعباد ویا قوم انی اخاف علیکم یوم التناد یوم تولون مدبرین ما لکم من اللہ من عاصم ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد (مومن) ولقد جاءکم یوسف من قبل بالبینات فما زلتم فی شک مما جاءکم بہ حتی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا (مومن) وقال فرعون یا ھامان ابن لی صرحا لعلی ابلغ الاسباب اسباب السموات فاطلع الی الہ موسیٰ وانی لاظنہ کاذبا وکذلک زین لفرعون سوء عملہ وصد عن السبیل وما کید فرعون الا فی تباب (مومن)

لایا ہے اور اگر وہ جھوٹا ہو تو اسکا جھوٹ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہو تو تم کو بعض وہ مصیبتیں پہونچیں گی جنکا وہ وعدہ کرتا ہے ہرگز خدا اس شخص کو جو حد سے تجاوز کرنے والا در دروغگو ہو ہدایت نہیں کرتا اے میری قوم آج کے دن تمھاری بادشاہت ہے دنیا پر غالب ہو پھر خدا کے عذاب سے اگر وہ پھر آ جاوے کون ہمکو مدد دیگا فرعون نے کہا کہ میں تمکو بجز اُسکے جو میں دیکھتا یا سمجھتا ہوں اور کچھ نہیں سمجھاتا اور میں تمکو بجز راہ راست کے اور کچھ نہیں بتاتا، اُس شخص نے جو ایمان لے آیا تھا کہا کہ اے میری قوم بیشک میں تم پر ایسے دن کا جو اگلے گروہوں پر گذرا ہے خوف کرتا ہوں جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور اُنکی جو اُنکے بعد ہوئیں حالت ہوئی اور خدا بندوں پر ظلم کرنیکا ارادہ نہیں کرتا اے میری قوم بیشک میں تم پر چلا چلاہٹ پڑنے کے دن کا خوف کرتا ہوں جس دن کہ تم اوندھے منہ پیٹھ پھیر کر پھرو گے کوئی تمکو خدا سے بچانے والا نہو گا اور جسکو خدا گمراہ کرتا ہے اُسکو کوئی راہ بتانے والا نہیں ہوتا البتہ تمھارے پاس اس سے پہلے کھلی ہوئی نشانیاں لیکر یوسف آیا پھر تم ہمیشہ اُس بات میں جو وہ تمھارے پاس لایا تھا شبہ میں رہے یہانتک کہ جب وہ مرگیا تو تم نے کہا کہ ہرگز نہیں بھیجنے کا اللہ اُسکے بعد کسی پیغمبر کو ✦

فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے ایک محل بنا تاکہ میں رستوں تک یعنی آسمانوں کے رستوں تک پہنچ جاؤں پھر موسیٰ کے خدا کے پاس چڑھ جاؤں اور میں تو اُسکو جھوٹا سمجھتا ہوں اور ایسے ہی فرعون کو اچھے کر دکھائے گئے تھے اُسکے بد عمل اور سیدھے رستے سے روک دیا گیا تھا اور فرعون کے مکر تباہی کے اور کچھ نہ تھے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ | اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا

جو آیت ہے اُسمیں صاف بیان ہوا ہے کہ میرے بندوں کو رات کو سمندر میں سوکھے رستہ سے لیکر نکل چل پس جو معجزہ تھا وہ یہی تھا کہ ایسی مشکل کے وقت میں سمندر کے پایاب ہونے سے خدا تعالیٰ نے موسیٰ کو اور تمام بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجے سے بچا دیا اور جب فرعون نے پایاب اُترنا چاہا تو پانی چڑھ گیا تھا وہ معہ اپنے لشکر کے ڈوب گیا ❊

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی فَبَغٰی
عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَا اِنَّ
مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ
اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ
اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ
مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ
اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ قَالَ اِنَّمَآ
اُوْتِيْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ اَوَلَمْ يَعْلَمْ
اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ
مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا
وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ فَخَرَجَ
عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِيْنَتِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ
يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا
مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ
عَظِيْمٍ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ
وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ
عَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ
فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا
كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ وَاَصْبَحَ
الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ

قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا پھر اُسنے بچھر گیا اور ہمنے اُسکو اتنے خزانے دیئے تھے کہ اُسکی کنجیاں ایک قوی گروہ پر بھی بھاری تھیں جب اُسکی قوم نے اُس سے کہا کہ مت اترا کہ خدا اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو کچھ خدا نے تجھکو دیا ہے اسمیں آخرت کو ڈھونڈ اور اپنے حصہ کو دنیا میں سے مت بھول اور احسان کر جسطرح کہ خدا نے تجھپر احسان کیا ہے اور دنیا میں فساد مت چاہ کہ اللہ تعالیٰ مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا ۔

اُسنے کہا کہ مجھکو یہ دولت صرف میری دانائی کے سبب دی گئی ہے ۔ کیا وہ یہ نہ سمجھا کہ بے شبہ خدا نے کسی زمانہ میں اُس سے پہلے اُنکو ہلاک کر دیا جو اُس سے بھی زیادہ قوی اور زیادہ دولت والے تھے اور کیا گنہگار اپنے گناہوں پر پوچھے نہ جاوینگے پھر قارون اپنی قوم کے سامنے تجمل سے نکلا جو لوگ دنیا ہی کی زندگی کو چاہتے تھے اُنھوں نے کہا کہ کاش ہمارے پاس بھی وہ کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے بیشک وہی بڑا صاحب نصیب ہے ؛ اور جن لوگوں کو دانش دی گئی تھی اُنھوں نے کہا افسوس تمپر ، خدا کا ثواب اُنکے لیئے جو ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کیئے ہیں بہت اچھا ہے اور وہ بجز صبر کرنیوالوں کے اور کسی کو نہیں ملتا ، پھر ہمنے قارون کو اُسکے گھر سمیت زمین میں دھسا دیا پھر کوئی گروہ خدا کے سوا اُسکے لیئے نہ تھا جو اُسکی مدد کرے اور نہ وہ آپ مدد کر سکتا تھا اور جن لوگوں کو اُسکے مرتبہ کی آرزو تھی بالصرور وہ کہتے ہوئے صبح کی

یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ	کہ اے میری قوم تمنے اپنی جانوں پر بچھڑا بناکر ظلم کیا

اس مقام پر یہ بحث پیش آویگی کہ جب ،،ضرب،، کے معنی چلنے کے آتے ہیں اور اسکے صلہ میں ،،فی،، کا لفظ آتا ہے جیسیکہ ،،اذا ضربتم فی الارض،، میں ہے حالانکہ ،،ان اضرب بعصاك البحر،، اور فاضرب بعصاك البحر،، میں ،،فی،، نہیں ہے مگر فی کے نہونے سے کچھ حرج نہیں ہے اسلیئے کہ جب ،،ضرب،، کے

ویکان الله یبسط الرزق لمن یشاء من عباده ویقدر لولا ان من الله علینا لخسف بنا ویکانه لا یفلح الکافرون (قصص) +

ونادی فرعون فی قومه قال یٰقوم الیس لی ملك مصر وهذه الانهار تجری من تحتی افلا تبصرون ام انا خیر من هذا الذی هو مهین ولا یکاد یبین فلولا القی علیه اسورة من ذهب او جاء معه الملائکة مقترنین (زخرف) ولما وقع علیهم الرجز قالوا یا موسی ادع لنا ربك بما عهد عندك لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لك ولنرسلن معك بنی اسرائیل فلما کشفنا عنهم الرجز الی اجل هم بالغوه اذا هم ینکثون (اعراف) و اخذناهم بالعذاب لعلهم یرجعون وقالوا یا یها الساحر ادع لنا ربك بما عهد عندك اننا لمهتدون (زخرف) وقال موسی ربنا انك اتیت فرعون وملأه زینة واموالا فی الحیوة الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلك ربنا اطمس

،،اور ہو اللہ اپنے بندوں میں سے جسکے لیئے چاہتا ہے رزق کو فراخ کرتا ہے اور جسکے لیئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اگر خدا ہمپر احسان نہ کرتا تو ہمکو دھنسا دیتا ، اوہو، وہ نہیں فلاح پہنچاتا کافروں کو +

اور فرعون نے اپنے لوگوں میں پکار کر کہا کہ اے لوگوں کیا میرے پاس مصر کا ملک نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے ملک کے نیچے بہتی ہیں پھر کیا تم نہیں دیکھتے ہو؟ یا میں اچھا ہوں اُس شخص سے جو ذلیل ہے اور نہیں بیان کر سکتا کیوں نہ اُسپر ڈالے گئے سونے کے کنگن اور کیوں نہ اسکے ساتھ فرشتے ساتھ رہنے کو آئے - اور جب فرعون والوں پر آفت پڑی تو بولے اے موسیٰ ہمارے لیئے اپنے پروردگار سے جسطرح اُسنے تجھکو بتایا ہے دعا مانگ اگر ہمپر سے آفت جاتی رہی تو ہم تجھپر ضرور ایمان لاوینگے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دینگے ، پھر جب ہمنے اُنپر سے ایک مدت تک آفت کو دور کر دیا جس آفت تک وہ پہنچنے کو تھے تو وہ پھر گئے ؛ اور ہمنے اُنکو عذاب میں گرفتار کیا کہ شاید وہ اُسکے بدلہ سے پھر جاویں - فرعون والوں نے کہا اے جادوگر ہمارے لیئے اپنے پروردگار سے جسطرح کہ اُسنے تجھکو بتایا ہے دعا مانگ بیشک ہم ہدایت پاگئے ہیں موسیٰ نے کہا اے ہمارے پروردگار تونے فرعون کو اور اسکے سرداروں کو تجمل اور دولت دنیا کی زندگی میں دی ہے بدلے ہمارے پروردگار کیا اسلیئے کہ تیرے رستہ سے گمراہ کریں اے پروردگار ہمارے ستیاناسی ڈال

فتوبوا الیٰ بارئکم	پھر معافی چاہو اپنے پروردگار سے ،

معنے چلنے کے لیئے جاتے ہیں تو بواسطہ حرف جر یعنی ،، فی ،، کے متعدی کیا جاتا ہے اور جو افعال کہ بواسطہ حرف جر کے متعدی ہوتے ہیں اُن میں حرف جر کو محذوف کرنا اور فعل کو بلا واسطہ مفعول کی طرف متعدی کرنا جائز ہے - اور اس مفعول کو منصوب علی نزع الخافض کہتے ہیں ــ اس مقام پر فعل ،، اضلو ،،

علی اموالھم واشدد علی قلوبھم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم قال قد اجیبت دعوتکما فاستقیما ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون (یونس) قال موسیٰ لقومہ استعینوا باللہ واصبروا ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا ومن بعد ما جئتنا قال عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون (اعراف) ✝

ولقد اوحینا الیٰ موسیٰ ان اسر بعبادی فاضرب لھم طریقا فی البحر یبسا لا تخاف درکا ولا تخشی (طہ) فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون واترک البحر رھوا انھم جند مغرقون (دخان) ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم (شعرا) واذ فرقنا بکم البحر فانجینٰکم واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون

اُن کے مالوں پر اور سختی ڈال اُنکے دلوں پر پھر وہ نہیں ایمان لاوینگے جبتک کہ دُکھ دینے والا عذاب نہ دیکھینگے ، خدا نے کہا کہ تم دونوں کی دعا قبول کی گئی پھر مستقل رہو اور اُنکی راہ مت چلو جو نہیں جانتے - موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا سے مدد مانگو اور صبر کرو بیشک یہ زمین خدا کی ہے اُسکو اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور آخر کو بھلائی پرہیزگاروں کے لیئے ہے ، اُنھوں نے کہا کہ ہمکو تو تیرے آنے سے پہلے اور تیرے آنے کے بعد اذیت ہی دی گئی ہے موسیٰ نے کہا کہ قریب ہے خدا تمھارے دشمن کو ہلاک کریگا اور عنقریب تمکو زمین پر خلیفہ کر دیگا پھر دیکھیگا کہ تم کسطرح کرو گے ✝

ہمنے موسیٰ پر وحی کی کہ رات کو لیچل میرے بندوں کو چل اُن کے لیئے سمندر کے سوکھے رستہ میں مت خوف کر پکڑ لیئے جانے سے اور نہ اور کسی طرح کا ڈر کر ، لیچل میرے بندوں کو رات کو تم (دشمن سے) تعاقب کیے جاؤ گے ، اور چھوڑ چل سمندر کو ایسی حالت میں کہ ✝ اُترا ہوا ہے بیشک فرعون کے لوگ ایک لشکر ہے کہ ڈبویا جاویگا - چل اپنی لاٹھی کے سہارے سے سمندر میں کہ وہ پھٹا ہوا ہے پھر تھا ہر ایک ٹکڑہ بڑی پہاڑی کی مانند اور جب کہ ہمنے تمھارے سبب سے سمندر کو جدا کر دیا پھر ہمنے تمکو بچایا اور ہمنے فرعون والوں کو ڈبو دیا اور تم دیکھتے تھے ــ

✝ ،، رھوا ،، کا ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب نے ،، تھم رہا ،، کیا ہے اور شاہ رفیع الدین صاحب نے ،، خشک ،، کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے ،، آرمیدہ ،، اور قاموس میں اُس کے معنی لکھے ہیں ،، المرتفع والمنخفض ضد السکون ،، ✝

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ	پس مار ڈالو اپنے آپ کو،

کے ،،عصا،، کے ساتھ ربط دینے کو ایک حرف جر یعنی ،،ب،، ،،عصا،، پر آچکی تھی پھر اُسی فعل کو مفعول کی جانب متعدی کرنے کے لیئے دوسرے حرف جر یعنے ،،فی،، کا لانا کسقدر فصاحت کلام کے مناسب نہ تھا اور اسلیئے اُسکا حذف اولی تھا پس تقدیر کلام کی یہ ہے کہ ،،فاضرب بعصاک فی البحر،، اور قرینہ

(بقر) فاتبعوهم مشرقين فلما
تراء الجمعان قال اصحاب موسیٰ
انا لمدرکون قال کلا ان معی
ربی سیهدین (شعرا) فاتبعهم فرعون
بجنوده فغشیهم من الیم ما غشیهم
واضل فرعون قومه وما هدی (طٰہٰ)
وازلفنا ثم الآخرین وانجینا موسیٰ
ومن معه اجمعین ثم اغرقنا
الآخرین (شعرا) فانتقمنا منهم فاغرقنا
هم فی الیم بانهم کذبوا
بآیاتنا وکانوا عنها غافلین (اعراف)
فاخذناه وجنوده فنبذناهم
فی الیم (قصص) فاراد ان
یستفزهم من الارض فاغرقناه
ومن معه جمیعا وقلنا من بعده
لبنی اسرائیل اسکنوا الارض
فاذا جاء وعد الآخرة جئنا
بکم لفیفا (بنی اسرائیل)
وظللنا علیکم الغمام وانزلنا
علیکم المن والسلوی کلوا من طیبات
ما رزقناکم وما ظلمونا ولکن کانوا
انفسهم یظلمون (بقر) ونزلنا علیکم المن
والسلوی کلوا من طیبات ما
رزقناکم ولا تطغوا فیه فیحل علیکم غضبی
ومن یحلل علیه غضبی فقد هوی (طٰہٰ)

پھر سورج کے نکلتے ہی فرعون والوں نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا پھر جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے لوگوں نے کہا کہ اب ہم پکڑے گئے موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں بیشک میرے ساتھ میرا خدا ہے جو ٹھیک رستہ بتاویگا۔ پھر فرعون نے اپنے لشکر سمیت اُنکا پیچھا کیا پھر ڈھانک دیا اُنکو سمندر میں سے جسنے اُنکو ڈھانک لیا، اور غلط راہ پر لیگیا فرعون اپنی قوم کو اور ٹھیک رستہ نہ بتایا۔ اور ہمنے پچھلوں کو قریب کر دیا اور ہمنے موسیٰ کو اور جو اُسکے ساتھ تھے سب کو بچا دیا پھر ہمنے پچھلوں کو ڈبو دیا۔ پھر ہمنے بدلا لیا اُنسے اور ہمنے اُنکو سمندر میں ڈبو دیا اسلیئے کہ بیشبہ اُنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور اُس سے غافل تھے پھر پکڑا ہمنے فرعون کو اور اُسکے لشکر کو اور اُنکو ہمنے سمندر میں ڈالدیا۔ فرعون چاہتا تھا کہ اُنکو زمین سے نکال دے پھر ہمنے اُسکو ڈبو دیا اور سب کو جو اُسکے ساتھ تھے اور اُسکے بعد ہمنے بنی اسرائیل کو کہا کہ رہو اِس زمین پر پھر جب آویگا آخرت کا وعدہ تو ہم تمکو لا دینگے طرح طرح سے ۰

ہمنے تمپر چھاؤں کی ابر کی اور تمپر من و سلویٰ اُتارا کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہمنے تمکو دیں اور ہمنے اُنپر ظلم نہیں کیا مگر اُنھوں نے آپ اپنے پر ظلم کیا تھا۔ اور ہمنے تمپر من و سلویٰ اُتارا کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہمنے تمکو دی ہیں اور اُنمیں زیادتی مت کرو تاکہ میرا غصہ تمپر نازل ہو اور جسپر میرا غصہ نازل ہو لو وہ ہلاک ہوئے۔ اور حد کر دیئے ہمنے بنی اسرائیل کے اسباط کے بارہ گروہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ	یہ اچھا ہے تمہارے لئے تمہارے پروردگار کے نزدیک ،

حذف ،،فی،، کا خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہے کیونکہ یہی قصہ انہی الفاظ سے سورہ طٰہٰ میں بھی آیا ہے جہاں فرمایا ہے کہ: فاضرب لهم طريقا في البحر ، اس ایک جگہ لفظ ،،فی،، مذکور ہے تو یہی قرینہ باقی مقامات میں اسکے محذوف ہونے کا ہے ۔ اسی آیت میں فعل ،،اضرب،، کے بلا واسطہ حرف جر متعدی الے

وقطعناهم اثنتي عشرة اسباطا امما و
اوحينا الى موسى اذ استسقاه قومه ان
اضرب بعصاك الحجر فانبجست (اعراف)
فانفجرت منه اثنتا عشرة عينا قد علم كل
اناس مشربهم كلوا واشربوا من رزق
الله ولا تعثوا في الارض مفسدين (بقرہ)
واذ قلتم يا موسى لن نصبر على طعام
واحد فادع لنا ربك يخرج لنا مما تنبت الارض
من بقلها وقثائها وفومها وعدسها وبصلها
قال اتستبدلون الذي هو ادنى بالذي
هو خير اهبطوا مصرا فان لكم ما سألتم (بقرہ)
وجاوزنا ببني اسرائيل البحر فاتوا
على قوم يعكفون على اصنام لهم
قالوا يا موسى اجعل لنا الٰها كما لهم
اٰلهة قال انكم قوم تجهلون
ان هؤلاء متبر ما هم فيه و
باطل ما كانوا يعملون (اعراف)
واذ قلنا ادخلوا هذه القرية
فكلوا منها حيث شئتم رغدا و
ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة
نغفر لكم خطاياكم وسنزيد المحسنين
فبدل الذين ظلموا قولا غير الذي
قيل لهم فارسلنا عليهم رجزا من السماء

اور ہمنے موسیٰ پر وحی کی جبکہ اسکی قوم نے پانی مانگا کہ چل اپنی لاٹھی کے سہارے اس چٹان پر اس سے بہتے ہیں ، پھوٹ نکلے ہیں بارہ چشمے ان میں ہر ایک نے اپنا گھاٹ جان لیا کھاؤ اور پیو خدا کے دیئے ہوئے رزق سے اور زمین پر مفسد ہو کر نافرمانی مت کرو جب تم کہا کہ اے موسیٰ ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے ہم اپنے پروردگار سے دعا مانگ کہ ہمارے لئے وہ چیزیں نکالے جو زمین اگاتی ہے ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز اور لہسن موسیٰ نے کہا کیا تم بدلنا چاہتے ہو بُرے کو بھلے سے جا اترو شہر میں کہ تم کو ملے گا جو تم مانگتے ہو +

اور ہم بنی اسرائیل کو دریا سے نکال لے گئے پھر وہ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جو اپنے بتوں کی سیوا کرتے تھے بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایسے معبود بنا جیسے انکے معبود ہیں موسیٰ نے کہا کہ بیشک تم جاہل قوم ہو یہ خراب حالت ہے جسمیں یہ لوگ ہیں اور غلط ہے جو یہ کرتے ہیں اور جب ہمنے کہا کہ داخل ہو اس شہر میں پھر کھاؤ اسمیں سے جو چاہو پیٹ بھر کر اور داخل ہو دروازوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہو کہ ہم معافی چاہتے ہیں بخشدینگے ہم تمہاری سب خطائیں اور نیکی کرنے والوں کو زیادہ دینگے پھر ظالموں نے بات بدلدی اسکے سوا جو انسے کہی گئی تھی پھر ہمنے انکی بدکاری کے سبب ان پر آسمان سے آفت بھیجی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَتَابَ عَلَيْكُمْ	پھر (خدانے) تمکو معاف کیا،

المفعول ہونے کی مثال بھی موجود ہے، شاہ ولی اللہ صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ،، پس بروبرائے ایشاں درراہ خشک ،، یعنی شاہ صاحب نے ،، ضرب ،، کے معنی زدن کے نہیں لیئے رفتن کے لیئے ہیں جو لازمی ہے اور لفظ ،، طریقا ،، اس آیت میں ،، اضرب ،، کا مفعول ہے اور بلا واسطہ حرف جر متعدی الی المفعول ہوا ہے ✦

جغرافیہ کے نقشوں کے دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ خلیج عرب اور بحر احمر عدن کے پاس مل گئے ہیں دونوں طرف پہاڑ ہیں اور انکے بیچ میں نہایت

بما كانوا يفسقون ٥ (الظلمون (اعراف))
ولما جاء موسى لميقتنا وكلمه ربه قال
رب ارني انظر اليك قال لن ترانى ولكن
انظر الى الجبل فان استقر مكانه فسوف
ترانى فلما تجلى ربه للجبل جعله دكا و
خر موسى صعقا فلما افاق قال
سبحنك تبت اليك وانا اول
المؤمنين قال يموسى انى اصطفيتك
على الناس برسلتى وبكلامى فخذ
ما اتيتك وكن من الشاكرين (اعراف)
واذ قلتم يموسى لن نؤمن لك
حتى نرى الله جهرة (البقرہ) واختار
موسى قومه سبعين رجلا لميقاتنا
(اعراف) فاخذتكم الصعقة وانتم
تنظرون ثم بعثنكم من بعد
موتكم لعلكم تشكرون (بقر) فلما
اخذتهم الرجفة قال رب لو شئت
اهلكتهم من قبل واياى (اعراف)
واذ اخذنا ميثاقكم ورفعنا فوقكم
الطور خذوا ما اتينكم بقوة و
اذكروا ما فيه لعلكم تتقون (بقرہ)

اور جب موسیٰ ہمارے وقت مقررہ پر آیا اور اس کے پروردگار نے اس سے بات کی تو اس نے کہا کہ تو مجھے اپنے تئیں دکھادے تاکہ میں تجھکو دیکھوں خدا نے کہا کہ تو مجھکو ہرگز نہیں دیکھ سکیگا لیکن تو اس پہاڑ کو دیکھ پھر اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو تو مجھکو دیکھ سکیگا، پھر جب اسکے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی کی تو اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گرا پھر جب ہوش میں آیا تو کہا کہ تو پاک ہے اے اللہ میں توبہ کرتا ہوں تیرے سامنے اور میں پہلا ایمان لانے والا ہوں خدا نے کہا اے موسیٰ میں نے تجھکو اور لوگوں پر اپنا رسول کرنے اور خود کلام کرنے سے برگزیدہ کیا ہے پھر جو میں تجھکو دیتا ہوں اسکو لے اور شکر کرنے والوں میں ہو۔ اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم تجھپر ایمان نہ لاوینگے جبتک کہ علانیہ خدا کو نہ دیکھیں۔ اور موسیٰ نے ہمارے وقت مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی قوم میں سے ستر آدمی چھانٹے پھر تمکو بجلی کی کڑک نے پکڑ لیا اور یہ سب باتیں تم دیکھتے تھے پھر ہمنے تمکو تمھارے مرجانے (بیہوش ہوجانے) کے بعد اٹھایا کہ شاید تم شکر کرو۔ پھر جب انکو کپکپاہٹ نے پکڑا تو موسیٰ نے کہا اے پروردگار اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی انکو اور مجھکو بھی مار ڈالتا۔ اور جب ہمنے تم سے قول لیا اور ہمنے تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا کہ مضبوط پکڑ دو جو ہمنے تمکو دیا ہے اور یاد رکھو جو کچھ اسمیں ہے ... شاید کہ تم بچ جاؤ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (۵۱)	ہاں وہ بڑا معاف کرنیوالا بڑا مہربان ہی (۵۱)

تنگ رستہ ہی، جو جہاز خلیج عرب سے بحر احمر میں جاتے ہیں وہ اُسی تنگ رستہ میں ہوکر گذرتے ہیں اس رستہ کو طے کرنیکے بعد بحر احمر ملتا ہی جو نہایت بڑا اور وسیع سمندر ہے جب اُسکے شمال کی طرف چلے جاؤ تو اخیر کو اسکی دو شاخیں ہوگئی ہیں، اگر تم اپنے دھائیں ہاتھ کو چت کر کر سب اُنگلیاں بند کرو اور صرف بیچ کی اُنگلی اور کلمے کی انگلی کھول دو اور دونوں کو پھیلا کر تا تو بحر احمر کی شاخوں کی بالکل صورت بنجاویگی کلمہ کی اُنگلی دھائیں طرف رہیگی اور بیچ کی اُنگلی بائیں طرف اور اُن دونوں کے بیچ میں ایک مثلث کی صورت دکھائی دیگی بحر احمر کی دھائیں شاخ جو جانب شرق ہے چھوٹی ہے جیسے کہ کلمہ کی اُنگلی چھوٹی ہے اور بائیں شاخ جو جانب غرب ہے کسیقدر بڑی ہے

وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ (اعراف)
وَمَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يَا مُوسَىٰ قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَىٰ أَثَرِي وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ (طہ) وَوَاعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ (اعراف) وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُوَارٌ (اعراف)
قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ (طہ) فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُوَارٌ فَقَالُوا هَٰذَا إِلَٰهُكُمْ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ قَبْلُ

اور جب ہمنے اُنپر پہاڑ کو اُٹھایا گویا کہ وہ سایبان تھا اور اُنھوں نے گمان کیا کہ وہ اُنپر گرے گا مضبوطی سے پکڑ جو ہمنے تمکو دیا ہے۔ ہمنے موسیٰ سے کہا کہ کیوں تو جلدی کر کے چلا آیا اپنی قوم کے پاس کہا وہ بھی میرے پیچھے ہیں اور میں تیرے پاس جلدی چلا آیا ہوں تاکہ اے پروردگار تو راضی ہو، اور وعدہ کیا ہمنے موسیٰ سے تیس رات کا اور ہمنے پورا کیا اُسکو دس سے پھر تمام ہوگئی میعاد اُسکے پروردگار کی چالیس رات، اور موسےٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میری قوم میں میرا خلیفہ ہو اور اصلاح کر اور مفسدوں کے طریق کی پیروی مت کر موسےٰ کی قوم نے اُسکے بعد اپنے زیور سے ایک بچھڑے کا پتلا بنایا جس میں سے آواز نکلتی تھی۔ خدا نے موسیٰ سے کہا کہ ہمنے تیرے بعد تیری قوم کو فتنہ میں ڈالا اور سامری نے اُن کو گمراہ کر دیا۔ پھر سامری نے اُنکے لیئے بچھڑے کا پتلا بنایا جس میں آواز نکلتی تھی پھر وہ بولے کہ یہ ہے ہمارا خدا اور موسےٰ کا خدا موسےٰ تو بھول گیا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ اُنکی بات کا اُلٹ کر جواب نہیں دیتا اور نہ اُن کے لیئے ضرر اور نہ نفع پہنچانے کا مالک ہے۔ اور پہلے ہی سے ہارون نے اُنسے کہا تھا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ

اور (یاد کرو) جب تمنے کہا اے موسیٰ ہم تجھپر یقین نہیں کرینگے

جیسیکہ بیچ کی اُنگلی بڑی ہے اور یہ سمجھو کہ بیچ کی اُنگلی یعنے بڑی شاخ کے بائیں طرف مصر ہے اور اُن دونوں اُنگلیوں کے بیچ میں جو مثلث جگہ ہے وہ جگہ اُن جنگلوں اور پہاڑوں کی ہے جہاں بنی اسرائیل چالیس برس تک ٹکراتے پڑے پھرے اور اُسی جگہ کوہ سینا یا کوہ طور ہے جسپر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجلی ہوئی اور توریت ملی ❖

جس زمانہ میں بنی اسرائیل مصر میں رہتے تھے اور فرعون مشہور بادشاہ تھا اُس زمانہ میں اُسکا دار السلطنت شہر رامیسس تھا اُسکے بائیں طرف تھوڑی فاصلہ پر

یاقوم انما فتنتم به وان ربکم الرحمان فاتبعونی واطیعوا امری قالوا لن نبرح علیه عاکفین حتی یرجع الینا موسیٰ (طه) فرجع موسیٰ الی قومه غضبان اسفا (طه) قال موسیٰ لقومه یاقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذٰلکم خیر لکم عند بارئکم (بقر) اِن الذین اتخذوا العجل سینالهم غضب من ربهم وذلة فی الحیوة الدنیا (اعراف) قال یاقوم الم یعدکم ربکم وعدا حسنا افطال علیکم العهد ام اردتم ان یحل علیکم غضب من ربکم فاخلفتم موعدی (طه) قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم والقی الالواح واخذ براس اخیه یجره الیه قال ابن ام

کہ اے قوم اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم اس سے فتنہ میں ڈالے گئے ہو اور بیشک تمھارا پروردگار رحم والا ہے میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو اُنھوں نے کہا کہ ہم اسی کے سیوا کیا کرینگے جب تک کہ موسیٰ لوٹکر نہ آوے پھر موسیٰ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر آیا غصہ میں بھرا ہوا افسوس کرتا ہوا موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تمنے اس بچھڑے بنانے میں اپنی جانوں پر ظلم کیا توبہ کرو اللہ کے سامنے اور مار ڈالو اپنی جانوں کو یہی تمھارے حق میں تمھارے خدا کے نزدیک بہتر ہے جن لوگوں نے بچھڑا بنایا قریب ہے کہ اُنکے پروردگار کا غصہ اُن تک پہنچیگا اور ذلت دنیا کی اس زندگی میں ❖

موسیٰ نے کہا کہ اے میری قوم کیلئے خدا نے وعدہ نہیں کیا تھا اچھا وعدہ اور کیا ایک لمبا زمانہ تمپر گذر گیا تھا بلکہ تمنے چاہا کہ تمپر تمھارے پروردگار کا غصہ اُترے اسلئے تمنے میرے وعدے کے برخلاف کیا۔ موسیٰ نے کہا کہ بُرا کیا تمنے میرے بعد کیا جلدی کی تمنے اپنے پروردگار کے حکم میں اور پھینک دیا الواح توریت کو اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنے طرف کھینچا اُسنے کہا کہ اے میرے ماجائے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً | جبتک کہ ہم علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں،

دریائے نیل تھا اور دائیں طرف یعنی جانب شرق تین منزل کے فاصلہ پر
بحر احمر کی بڑی شاخ تھی حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو شہر رامیس سے لیکر نکلے پہلی
منزل "سکوت" میں ہوئی دوسری منزل "ایثام" میں تیسری منزل "فہاخیرت"
میں یہ مقام بحر احمر کی بڑی شاخ کے بائیں کنارہ پر یعنی جانب غرب اس شاخ
کی نوک کے پاس واقع تھا۔ جب فرعون نے مع اپنے لشکر کے بنی اسرائیل کا
تعاقب کیا تو راتوں رات حضرت موسیٰ بنی اسرائیل سمیت بحر احمر کی بڑی شاخ کی
نوک میں سے جہاں ہمنے نقشہ میں نقطوں کا نشان کر دیا ہے پار اُتر گئے معلوم ہوتا

انّ القوم استضعفونی وکادوا
یقتلوننی فلا تشمت بی الاعداء و
لا تجعلنی مع القوم الظالمین (اعراف)
انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل
ولم ترقب قولی (طہ) قالوا ما اخلفنا
موعدك بملكنا ولكنا حملنا اوزارا من
زینة القوم فقذفناها فكذلك القی
السامری (طہ) قال فما خطبك یا
سامری قال بصرت بما لم یبصروا
به فقبضت قبضة من اثر الرسول
فنبذتها وكذلك سولت لی نفسی
قال فاذهب فان لك فی الحیوة
ان تقول لا مساس (طہ)
ولما سكت عن موسی الغضب
اخذ الالواح وفی نسختها
هدی ورحمة للذین هم لربهم
یرهبون (اعراف) ثم اتینا
موسی الكتاب تماما علی الذی
احسن وتفصیلا لكل شیٔ وهدی
ورحمة لعلهم بلقاء ربهم
یؤمنون (انعام) +

ان لوگوں نے مجھکو کمزور جانا تھا اور مجھکو مارنے والے
تھے پھر میرے دشمنوں کو مت خوش کرو اور مت
کرو مجھکو ان ظالم لوگوں کے ساتھ۔ مجھکو یہ ڈر تھا
کہ تو یہ کہیگا کہ تونے تفریق ڈالدی بنی اسرائیل میں
اور نہ انتظار کیا تونے میری بات کا۔ اُنھوں نے
کہا کہ ہمنے تو اپنے اختیار سے تیرے وعدہ کے خلاف
نہیں کیا بلکہ ہم قوم قبطی کے زیور کا بوجھ اٹھا رہے تھے
پھر ہمنے اسکو پھینکدیا اور اسیطرح پھینکدیا سامری نے
پھر سامری نے بچھڑے کی مورت بنائی جسمیں سے آواز
نکلتی تھی) ۔ موسیٰ نے کہا کہ اے سامری تیرا کیا حال
ہے اُسنے کہا کہ مجھے وہ بات سوجھائی جو اُنکو نہیں
سوجھائی پھر میں نے پیغمبر کے پاؤں تلے کے نشان
کی مٹی لی پھر میں نے بچھڑے میں ڈالدی اور اسیطرح
کرنا میرے دل نے مجھے اچھا بتایا موسیٰ نے کہا کہ دور
ہو تجھکو اس دنیا میں یہی سزا ہے کہ تو کہتا رہیگا
کہ میرے پاس مت آؤ۔ پھر جب موسیٰ کا غصہ تھما
تو اُسنے الواح کو اٹھا لیا اور اُسمیں اُنکے لیے ہدایت اور
رحمت تھی جو ڈرتے ہیں۔ پھر ہمنے موسیٰ کو کتاب
دی جو لوگ نیکی کرنے والے ہیں اُنپر نعمت پوری
کرنے کو اور ہر چیز کی تفصیل بتانے کو اور ہدایت اور
رحمت کرنے کو کہ شاید وہ اپنی پروردگار سے ملنے پر ایمان لاویں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۲﴾	پھر تمکو گرج نے پکڑ لیا اور تم دیکھتے تھے (۵۲)

ہے کہ اُسوقت بسبب جوار بھاٹے کے جو سمندر میں آتا رہتا ہے اُس مقام پر کہیں خشک زمین نکل آتی تھی اور کہیں پایاب رہجاتی تھی بنی اسرائیل پایاب و خشک راستہ سے راتوں رات پار اُتر گئے۔ یہی مطلب صاف اِس آیت سے پایا جاتا ہے جو سورۂ دخان میں ہے کہ ،، وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ،، جسکا ٹھیک مطلب یہ ہے کہ چھوڑ چل سمندر کو ایسی حالت میں کہ اُترا ہوا ہی۔ صبح ہوتے فرعون نے جو دیکھا کہ بنی اسرائیل پار اُتر گئے اُسنے بھی اُنکا تعاقب کیا اور لڑائی کی گاڑیاں اور سوار و پیادے غلط رستے پر سب دریا میں ڈالدیئے اور وہ وقت پانی کے بڑھنے کا

ولقد اخذ الله ميثاق بني اسرائيل و بعثنا منهم اثني عشر نقيبا و قال الله اني معكم لئن اقمتم الصلوٰة و اٰتيتم الزكوٰة و اٰمنتم برسلي و عزرتموهم و اقرضتم الله قرضا حسنا (مائده) +	اور جب ہمنے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا اور اُن میں سے بارہ سردار ٹھہرائے گئے اور خدا نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم قائم کرتے رہوگے نماز اور تم دیتے رہوگے زکوٰۃ اور تم ایمان لاتے رہوگے میرے رسولوں پر اور تم مدد کرتے رہوگے اُنکی اور تم قرض دیتے رہوگے اللہ کو قرض حسنہ +
اذ قال موسٰى لقومه ان الله يامركم ان تذبحوا بقرة قالوا اتتخذنا هزوا قال اعوذ بالله ان اكون من الجاهلين قالوا ادع لنا ربك يبين لنا ما هي قال انه يقول انها بقرة لا فارض ولا بكر عوان بين ذلك فافعلوا ما تؤمرون قالوا ادع لنا ربك يبين لنا ما لونها قال انه يقول انها بقرة صفراء فاقع لونها تسر الناظرين قالوا ادع لنا ربك يبين لنا ما هي ان البقر تشابه علينا و انا ان شاء الله لمهتدون قال انه يقول انها بقرة	جب موسٰی نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا تمکو یہ حکم کرتا ہے کہ ذبح کرو بیل کو اُنھوں نے کہا کہ کیا تو ہمسے ہنسی کرتا ہے موسٰی نے کہا کہ میں تو اللہ سے پناہ مانگتا ہوں جاہل قوم سے اُنھوں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے پوچھ کہ ہمکو بتلا دے کہ وہ کیسا بیل ہو کہا کہ وہ بیل نہ بوڑھا ہوا ور نہ بچا میانہ سال ان دونوں کے بیچ میں کرو جو تمکو حکم دیا جاتا ہے اُنھوں نے کہا کہ ہمارے لیئے اپنے پروردگار سے پوچھ کہ بتلا دے کیا ہو اسکا رنگ موسٰی نے کہا کہ خدا کہتا ہے کہ وہ بیل تُرہ ڈہلتے زرد رنگ کا ہو اسکا رنگ خوش کرتا ہو دیکھنے والوں کو اُنھوں نے کہا کہ پوچھ ہمارے لیئے اپنے پروردگار سے کہ بتلا دے کیسا ہے کہ ہمپر بیل مشتبہ ہو گئے ہیں اور اگر خدا نے چاہا تو ہم ہدایت پاویں گے۔ موسٰی نے کہا کہ خدا کہتا ہے تو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ	پھر ہم نے تمکو اُٹھایا تمہارے مردہ ہونے کے بعد

تھا لمحہ میں پانی بڑھگیا جیسکہ اپنی عادت کے موافق بڑھتا ہے اور ڈباؤ ہو گیا جس میں فرعون اور اُسکا لشکر ڈوب گیا ✦

علما اسلام کا زمانہ گیارہ بارہ سو برس سے سمجھنا چاہیئے اُن بزرگوں نے جو اپنے ہوش میں بحر احمر اور اُسکی شاخ کو جس میں سے حضرت موسیٰ ؑ اور بنی اسرائیل نے عبور کیا تھا نہایت عمیق اور ایک قہار سمندر دیکھا ہے اور اُنکے خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ کیا ہی بڑا جوار بھاٹا آوے وہ جگہ کبھی پایاب نہیں ہوسکتی اسلیئے اُنہوں

.... لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث مسلّمۃ لا شیۃ فیہا قالوا الآن جئت بالحق فذبحوھا وما کادوا یفعلون (بقر) یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خٰسرین قالوا یا موسیٰ ان فیہا قوما جبارین وانا لن ندخلہا حتی یخرجوا منہا فان یخرجوا منہا فانا داخلون قال رجلان من الذین یخافون انعم اللہ علیہما ادخلوا علیہم الباب فاذا دخلتموہ فانکم غالبون وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین قالوا یا موسیٰ انا لن ندخلہا ابدا ما داموا فیہا فاذہب انت وربک فقاتلا انا ہٰہنا قاعدون قال رب انی لا املک الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین قال فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض فلا تاس علی القوم الفٰسقین (مائدہ)

ایسا بیل ہو جو نہ جوتا ہو کر زمین کو پھاڑے یا کھیتی کو پانی دے اُسکے تمام اعضا مسلّم ہوں اور اُس میں کوئی دھبہ نہو اُنھوں نے کہا اب تو نے ٹھیک بات بتائی پھر اُنھوں نے ذبح کیا اور کرتے نہیں لگتے تھے ✦

اے لوگوں تم اُس پاک زمین میں داخل ہو جو خدا نے تمہارے لیئے لکھدی ہے اور مت پھیرو اپنے پیٹ کے بل پیچھے پھر پلٹوگے نقصان اُٹھانیوالے اُنھوں نے کہا اے موسےٰ اُس میں تو بہت زبردست قوم رہتی ہے ہم ہرگز اُس میں نہیں جائینگے جب تک کہ وہ اُس میں سے نہ نکل جاویں جب وہ اُس میں سے نکل جاویں گے تب ہم اس میں داخل ہوں گے اُن میں سے دو آدمیوں نے کہا جو خدا سے ڈرتے تھے جن پر خدا نے نعمت کی تھی کہ اے لوگوں جا گھسو اس قوم کے دروازہ میں جب تم جا گھسوگے تو تم ہی غالب ہو گے اور خدا ہی پر بھروسا کرو اگر تم ایمان والے ہو اُنھوں نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز اسمیں نہیں گھسینگے جبتک کہ وہ اسمیں ہیں تو جا اور تیرا پروردگار تم دونوں لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں موسیٰ نے کہا اے میرے پروردگار مجھکو اختیار نہیں مگر اپنی جان پر اور اپنے بھائی پر پھر ہم میں اور اس بدکار قوم میں فرق کر خدا نے فرمایا کہ وہ حرام کردی گئی ہے اُن پر چالیس برس تک وہ ٹکرلیتے پھرینگے زمین میں اور تو رنج مت کر اس بدکار قوم پر ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۲﴾	تاکہ تم شکر کرو (۵۲)

نے قرآن مجید کی صاف صاف عبارت اور الفاظ کو جو صریح جوار بھاٹے اور
خشک زمین کے نکل آنے پر دلالت کرتے تھے اُلٹ پلٹ کر اس واقعہ کو بطور
ایک عجیب واقعہ کے بنایا اور ایسا معجزہ جو قانون قدرت کو بھی توڑ دے
ٹھہرا لیا۔ مگر حقیقت حال یہ نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں جب بنی اسرائیل
نے عبور کیا بحر احمر ایسا قہار سمندر نہ تھا جیسا کہ اب ہے گو اُس زمانہ کا صحیح جغرافیہ
ہمکو نہ ملے مگر بہت پُرانا جغرافیہ جو بطلیموس نے بنایا تھا معہ اُسکے نقشجات کے جو
بطلیموس کے جغرافیہ کے مطابق بنائے گئے ہیں خوش قسمتی سے ہمارے پاس
موجود ہے اور اُسمیں بحر احمر کا بھی نقشہ ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس کے
زمانہ تک بحر احمر میں بہت چھوٹے بڑے جزیرے موجود تھے اور یہ صاف دلیل اس
بات کی ہے کہ اُس زمانہ میں بحر احمر ایسا قہار سمندر نہ تھا جیسا کہ اب ہے یا جیسا کہ ہمارے
علماء اسلام بارہ سو برس سے اُسکو دیکھتے آئے ہیں۔ بحر احمر کی اس حالت پر
خیال کرنے سے بالکل یقین ہوجاتا ہے کہ وہ مقام جہاں سے بنی اسرائیل اُترے
بلاشبہ جوار بھاٹے کے سبب رات کو پایاب اور دن کو عمیق ہوجاتا ہوگا مزید توضیح
کے لیے بطلیموس کے جغرافیہ میں سے بعینہ بحر احمر کے نقشہ کو ہم اس مقام پر نقل
کرتے ہیں یہ جغرافیہ ہمارے پاس اصل یونانی زبان میں جسمیں بطلیموس نے لکھا
تھا معہ لیٹن ترجمہ کے موجود ہے جو ۱۶۱۸ء میں لوئیس سیزدہم شہنشاہ فرانس کے
عہد میں چھپا تھا اُس میں وہ تمام جزیرے جو بحر احمر میں موجود تھے مندرج ہیں۔
مؤرخین کے قول کے بموجب بنی اسرائیل سنہ عیسوی سے دو ہزار یا سو تیرہ برس
قبل بحر احمر کی شاخ سے اُترے تھے اور بطلیموس جس نے جغرافیہ لکھا اور جسکو
گلاڈیس ٹالمی کہتے ہیں سنہ عیسوی کی دوسری صدی میں تھا پس بنی اسرائیل کے
عبور کرنے کے دو ہزار سات سو برس بعد تک وہ جزیرے موجود تھے۔ یہ بطلیموس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ	اور چھادیا ہمنے تمپر بادل ،

یونانی تھا مگر مصر میں رہتا تھا اور اسلیئے بحر احمر کا جو حال اُسنے لکھا ہو زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔ سمندر کے جزیرے مدت تک نکلے رہتے ہیں اور پھر کسی زمانہ میں اُن اسباب سے جنکا ذکر علم جوالجی میں ہے دفعۃً زمین میں بیٹھ جاتے ہیں اور جہاں لوگ بستے تھے اور جن پایاب مقامات پر لوگ چلتے تھے وہاں دفعۃً میلوں گہرا پانی ہو جاتا ہے

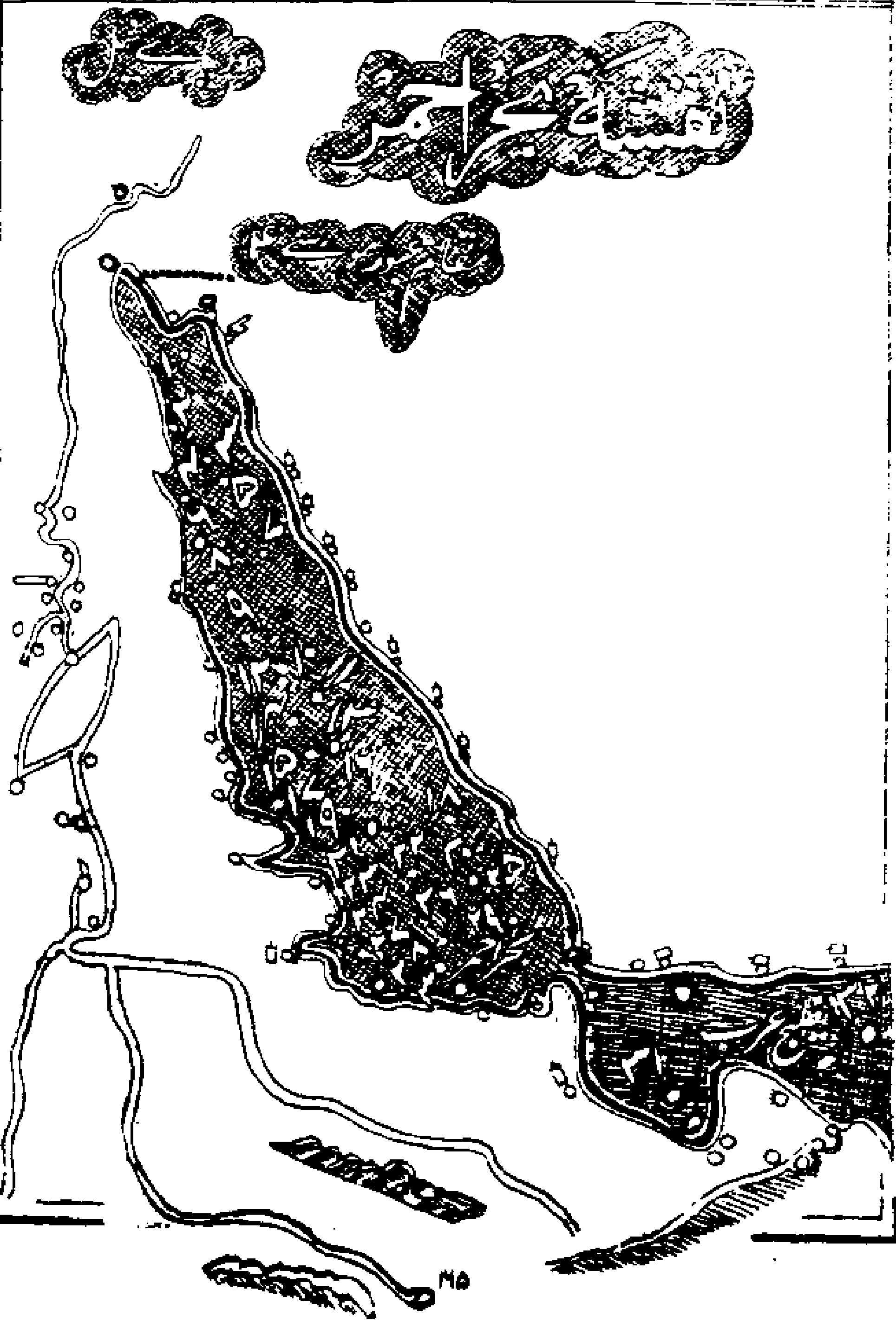

۳۵

وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى	اور اتارا ہم نے تم پر من و سلوے

اسی طرح بطلیموس کے زمانہ کے بعد کسی وقت میں یہ جزیرے بھی جو بحر احمر میں تھے غائب ہو گئے ہیں اور اب ہمکو اتنا بڑا قہار سمندر دکھائی دیتا ہے مگر موسیٰ کے عہد میں ایسا نہ تھا اور اس بات پر یقین کرنے کی بہت سی وجوہات ہیں کہ حضرت موسیٰ کو اس مقام پر سمندر کے پایاب ہو جانے کا حال معلوم تھا اور اسی سبب سے یہ رستہ انھوں نے اختیار کیا تھا کیونکہ سمندر کے پار ایسے جنگل و پہاڑ تھے کہ جس میں فرعون کو لشکر لیجانا اور بنی اسرائیل کا تعاقب کرنا غیر ممکن تھا ✽

اسمائے جزیرہ ہائے بحر احمر

۱ ثمی جنیس
۲ ورنس
۳ رجینیا
۴ اگشی تھولن
۵ ویوتم
۶ اشارنچ
۷ پالی پیچ
۸ ایڈاپلیڈس
۹ جبسی نشں
۱۰ اگوما ڈیرم

۱۱ جریکم
۱۲ سیبٹی رودرم
۱۳ کیٹی تھری
۱۴ میرولن
۱۵ تھرب ڈی قیس
۱۶ ساگرٹیس
۱۷ مجودم
۱۸ مورڈی مینڈ
۱۹ ڈیف نین
۲۰ ایری

۲۱ اگبن تھین
۲۲ کیم لبتا
۲۳ نگبرنیا
۲۴ ارنیان
۲۵ ملیاکی
۲۶ بیکائی
۲۷ ایڈینی
۲۸ ڈایودورلے
۲۹ پینش
۳۰ اسی ڈس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ	کھاؤ پاکیزہ چیزوں میں سے جو کچھ ہمنے تمکو دی ہیں

(۱۵) (عجل) بچھڑا بنانے کا واقعہ اُسوقت ہوا تھا، جبکہ حضرت موسیٰ چالیس دن رات پہاڑ پر جا کر رہے تھے. بنی اسرائیل نے بچپن سے مصریوں میں پرورش پائی تھی، اور دیکھا کرتے تھے کہ وہ ساری قوم بتوں کی اور جانوروں کی پرستش کرتی تھی؛ مصری بندر اور سانپ اور بیل اور اور بہت قسم کے جانوروں کی پوجا کیا کرتے تھے، جب بنی اسرائیل سمندر کے پار ہوئے تو وہاں بھی اُنھوں نے بتوں کی پرستش کرتے ہوئے لوگوں کو پایا، اور موسیٰ سے کہا کہ ہمکو بھی ایسے ہی معبود بنا دے (یہ قصہ سورہ اعراف میں ہے) گمان غالب ہوتا ہے کہ وہ لوگ بچھڑے ہی کی مورت کی پوجا کیا کرتے ہونگے، اور اسی کی نقل پر بنی اسرائیل نے بھی بچھڑے کی مورت بنائی تھی جسکے سبب خدا کی خفگی ہوئی +

(فاقتلوا) اِس آیت سے یہ بات نہیں پائی جاتی کہ بنی اسرائیل میں سے کسی ایک نے بھی اپنے آپ کو مار ڈالا تھا کیونکہ یہ کہنا کہ "مار ڈالو اپنے آپ کو" حضرت موسیٰ کا قول ہے اور یہ کہنا ایسی طرح کا کہنا ہے، جیسے کوئی بزرگ کسی کو نفرین کرتے وقت کہے کہ "ڈوب مر ایسا کرنے سے تو تیرا مر جانا بہتر ہے" پس بنی اسرائیل پر خود حضرت موسیٰ کے غصہ کے یہ الفاظ ہیں خدا نے اُنکو اپنے تئیں آپ مار ڈالنے کا حکم نہیں دیا تھا نہ اُن میں سے کسی نے اپنے تئیں آپ مار ڈالا تھا - یہ مطلب اِس آیت کے پچھلے حصہ سے جسمیں معاف کردینے کا ذکر ہے زیادہ تر صاف ہو جاتا ہے کیونکہ جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی تھی اُنہی کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ "پھر خدا نے تمکو معاف کیا" +

(۵۲) (نری اللہ جھرۃ) انسان کے دل میں کسی چیز کے دیکھنے کی خواہش تین طرح پر پیدا ہوتی ہے اُسکا حال اور اوصاف سننے سے، یا دل میں کسی خاص قسم کا ذوق و شوق پیدا ہو جانے سے یا اُسکا حال کہنے والے کی بات پر یقین کرنے سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۴﴾	اور انھوں نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا بلکہ اپنا آپ نقصان کرتے تھے (۵۴)

موسیٰ کو بھی خدا کے دیکھنے کا شوق ہوا مگر وہ شوق دوسری قسم کا تھا جسکے غلبہ میں انسان کی عقل پر پردہ پڑجاتا ہے، اور بھولی اور بھولی بات کہہ اٹھتا ہے، بنی اسرائیل نے بھی خدا کا دیکھنا چاہا مگر یہ انکا سوال تیسری قسم کا تھا، وہ موسیٰ کی اس بات پر کہ خدا ہے پروردگار عالم موجود ہے اور اسنے موسیٰ کو اپنا پیغمبر کیا ہے یقین نہیں لاتے تھے، اور اس بنا پر انھوں نے کہا تھا کہ ہمیں خدا کو دکھا دے، جبتک ہم علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیوینگے تجھپر ایمان نہ لاوینگے، حضرت موسیٰؑ اپنے شوق کے سبب جس میں انسان کو ذہول ہوجاتا ہے بھول گئے کہ خدا ان آنکھوں سے دکھائی نہیں دے سکتا، اور بنی اسرائیل نے اپنی حماقت سے یہ چاہا کہ علانیہ خدا کو ہم دیکھ لیں، اور یہ نہ سمجھے کہ خدا اپنے تئیں کیونکر دکھا سکتا ہے، اور نہ کوئی خدا کو دیکھ سکتا ہے، ہر کوئی اسکی قدرت کا کرشمہ دیکھتا ہے، اور اسی سے اسکی ذات کے موجود ہونے پر یقین لاتا ہے +

(صاعقۃ) صاعقہ کے معنے لغت میں، موت، کے بھی ہیں، اور، عذاب مہلک، کے بھی ہیں، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس عذاب سے کوئی ہلاک ہوئے بغیر رہے ہی نہیں، اور عذاب یا بلا آنے کی سنسناہٹ اور گڑگڑاہٹ اور کڑک کے معنی بھی آئے ہیں اور بجلی اور آسمان پر سے گرنے والی آگ کے معنی بھی ہیں، اور، صعق، بکسر العین کے معنی ہیں، ،غشی علیہ،، یعنی بیہوش کیا گیا +

اب دیکھنا چاہیئے کہ اس جگہہ ،،فاخذتکم الصاعقۃ،، کے کیا معنی ہیں، موت، کے معنی تو یہاں ہو نہیں سکتے اس لیئے کہ، وانتم تنظرون، کا مطلب غلط ہوجاتا ہے کیونکہ موت کی نسبت وانتم تنظرون نہیں کہہ سکتے. امام فخرالدین رازی بھی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں، صاعقہ، کے معنی موت کے نہیں ہیں کیونکہ موت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا	اور (یاد کرو) جب ہمنے کہا کہ اِس شہر میں جاؤ پھر اُسمیں سے سیر ہو کر کھاؤ جہاں چاہو

کی نسبت، تنظرون، نہیں آسکتا اور اِس کے سوا خدا نے سورہ اعراف میں فرمایا ہے کہ ،،وخر موسیٰ صعقا،، اور پھر فرمایا ہے کہ ،،فلما افاق،، اور افاقہ موت سے نہیں ہوتا بلکہ غشی سے ہوتا ہے۔ سورۂ اعراف میں، صاعقہ، کی جگہ، رجفہ، فرمایا ہے جس کے معنے کپکپاہٹ کے ہیں غرضکہ اس جگہہ، صاعقہ، کے معنی موت کے نہیں ہیں بلکہ ٹھیک معنی، گرج، اور گڑگڑاہٹ کے ہیں خواہ وہ گرج بجلی کی ہو خواہ وہ گڑگڑاہٹ بادل کی ہو یا کسی آتشیں پہاڑ کی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جبکہ اسی آیت میں ہی کہ ،،ثم بعثناکم من بعد موتکم،، تو یہ ایک قوی ثبوت اِس بات کا ہے کہ یہاں ،صاعقہ، کے معنی موت کے ہیں۔ مگر مفسرین اور خصوصاً امام فخرالدین اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ بھی ،بعث، کا اطلاق لا بعد الموت پر بھی ہوتا ہے جیسیکہ خدا نے فرمایا ہے کہ ،، فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ،، پس، بعثنا، کے لفظ سے تو ،صاعقہ، کے معنی موت کے لینے پر استدلال نہیں ہو سکتا رہا لفظ ،موت، کا اسکی نسبت مفسرین نے نہایت سہل رستہ اختیار کیا ہے جو ہمکو نہایت ہی مشکل اور پیچدار معلوم ہوتا ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ محققین کا یہ قول ہے کہ ،صاعقہ، سے مراد تو سبب موت ہے، اور موت کے معنی موت ہی کے ہیں، خدا نے اُن لوگوں کو جو خدا کو دیکھنے گئے تھے صاعقہ سے جو سبب اُنکی موت کا ہوا مار ڈالا، اور پھر حضرت موسیٰ کی دعا سے اور گڑگڑا کر یہ کہنے سے ،کہ یہ تو ستر کے ستر مر گئے اب بنی اسرائیل کو میں کیا جواب دونگا، اور میری نبوت کی گواہی کون دیگا، خدا نے اُنکو پھر زندہ کر دیا۔

مگر میری سمجھ میں خدا ے پاک کا کلام ایسا بودا نہیں ہے، بلکہ جیسا اُسکا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۵﴾	اور دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے گھسو اور کہو کہ ہم معافی چاہتے ہیں ہم تمھارے قصور معاف کرینگے اور اچھے لوگوں کو زیادہ دینگے (۵۵)

قانون قدرت مستحکم اور مضبوط ہے، ویسا ہی اُسکا کلام بھی مضبوط ہے جبکہ ہمکو یہ ثابت ہو گیا کہ، صاعقہ، کے معنی، موت، کے نہیں ہیں، بلکہ اس مقام پر ہو بھی نہیں سکتے، اور، بعث، کا اطلاق، لابعد الموت، پر بھی آتا ہے تو ہم لفظ، موت، کو اُسکے حقیقی معنوں پر یعنی بدن سے جان نکلجانے پر اطلاق نہیں کرسکتے، بلکہ مردے کے مانند ہو جانے پر اطلاق کرتے ہیں، اور اسکی دلیل خود قرآن مجید میں موجود ہے، اسلیئے کہ جو واقعہ اس مقام پر بیان ہوا ہے، یہی واقعہ سورۂ اعراف میں بھی آیا ہے، اور وہاں یہ فرمایا ہے کہ،، فلما اخذتھم الرجفۃ قال رب لو شئت اھلکتھم من قبل وایای،، یعنی بنی اسرائیل میں سے ستر آدمی جو خدا کے دیکھنے کے لیئے گئے تھے ڈر کے مارے کانپنے لگے تو حضرت موسٰی نے کہا کہ اے پروردگار اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی انکو اور مجھکو بھی مار ڈالتا،

اِس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اُنکے مرنے تک نوبت نہ پہنچی تھی، یا بیہوش ہو گئے تھے یا اُنکی حالت مردے کیسی ہو گئی تھی، اور اسی سبب سے یہاں اُنپر مردہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ علاوہ اسکے حضرت موسٰی پر بھی پروردگار کی تجلی ہوئی تھی، جسکے سبب پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا، وہاں یہ لفظ ہیں کہ،، وخر موسٰی صعقا،، یعنی موسٰی بیہوش ہو کر گر پڑا، سورہ احزاب [1] میں خود خدا تعالٰی نے خوف کی حالت کو موت کی بیہوشی کی حالت سے تشبیہ

[1] فاذا جاء الخوف رأیتھم ینظرون الیک تدور اعینھم کالذی یغشی علیہ من الموت (احزاب) آیت ۱۹

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۵۶)	پھر ظالموں نے اُسکے سوا جو ہمنے اُنسے کہی تھی بات بدل دی، پھر ہمنے اُن پر جنھوں نے نا انصافی کی تھی آسمان سے برائی بھیجی اسلیئے کہ وہ برے کام کرتے تھے (۵۶)

دی ہے، پس ان سب آیتوں کے ملانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر بھی یہی حالت گذری تھی +

،، موت،، کے لفظ کا نہایت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے امام فخرالدین رازی اور صاحب تفسیر ابن عباس نے سورہ زمر کی تینتالیسویں آیت میں بلفظ،، موت کو بمعنی،، نوم،، قرار دیا ہے اور،، حین موتھا،، کی تفسیر،، حین منامھا،، کی ہے اور قرآن مجید میں رنج میں پڑے رہنے پر بھی موت کے لفظ کا استعمال ہوا ہے جہاں سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے کہ،، قل موتوا بغیظکم،، یعنے اپنے غصہ سے مرجاؤ یعنی اُسمیں مبتلا رہو۔ ڈھے ہوئے شہر اغیر آباد یا فصل گذری ہوئی زمین پر بھی موت کا استعمال ہوتا ہے، بے جان یا معدوم شے پر بھی موت کا لفظ بولا جاتا ہے، جہاں فرمایا ہے،، کُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ،، اور اور جگہ فرمایا ہے کہ،، يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ،، غرضکہ جہانتک غور کیا جاتا ہے اس مقام پر لفظ،، موتکم،، سے جو قرآن مجید میں آیا ہی اُن لوگوں کے فی الحقیقت مرجانے پر استدلال نہیں ہوسکتا +

یہ تمام واقعات موسیٰ و بنی اسرائیل پر سینا کے مقام میں گذرے تھے، وہاں ایک سلسلہ پہاڑوں کا ہے جسکو،، طور سینا،، یا،، طور سینین،، کہتے ہیں، اور کبھی صرف،، طور،، ہی اُسکا نام لیتے ہیں، کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں وہ کوہ آتش فشاں تھا، جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم علانیہ خدا کو دیکھنا چاہتے ہیں، تو وہ بجز اسکی قدرت کاملہ کے ایک عظیم الشان کرشمہ کے اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ
فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ
فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ
عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَ
لَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۵۷

اور (یاد کرو اُسوقت کو) جبکہ موسیٰ نے اپنی
قوم کے لیے پانی چاہا تو ہمنے کہا کہ چل اپنی لاٹھی کے
سہارے اس چٹان پر، پس اُس سے پھوٹ نکلے ہیں بارہ
چشمے، بیشک جان لیا ہر شخص نے اپنا گھاٹ، کھاؤ اور
پیو خدا کے دیئے ہوئے رزق میں سے اور مت پھرو زمین
میں (یعنی ملک میں) فساد مچاتے (۵۷)

کچھ اُنکو نہیں دکھا سکتے تھے، پس وہ اُنکو اُس پہاڑ کے قریب لیگئے جسکی آتش فشانی اور گڑگڑاہٹ اور زور شور کی آواز اور پتھروں کے اُڑنے کے خوف سے وہ بیہوش یا مردے کی مانند ہوگئے، خدا تعالیٰ اُن تمام کاموں کو جو اُسکے قانون قدرت سے ہوتے ہیں خود اپنی طرف منسوب کرتا ہے، جنکے منسوب کرنے کا بلاشبہ وہ مستحق ہے، اسیطرح ان واقعات عجیبہ کو بھی اُسنے اپنی طرف منسوب کیا ہے +

اس بات کے آثار کہ وہ کوہ سینا درحقیقت آتش فشاں تھا، ابتک پائے جاتے ہیں، اور ہر شخص اب بھی جاکر دیکھ سکتا ہے، ایک بہت بڑا عالم شخص یعنے کیمن اسٹینلی حال میں بطور سیاحت اُس وادی میں گئے تھے جہانسے حضرت موسےٰ اور بنی اسرائیل گذر کیا تھا، اُنھوں نے اس پہاڑ کا حال اسطرح پر لکھا ہے کہ ،،چٹانوں کی راہ سے جو بطور زینے کے بنی ہوئی تھیں ہم ایک وادی میں پہنچے جو سرخ پتھر کے پہاڑوں کے درمیان تھا یہاں پر عجیب وغریب پہاڑ دیکھنے میں آئے جنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا سرخ و سیاہ مادہ کی گرم نہریں اُنپر بہتی ہیں۔ درحقیقت آتشی مادہ اوپر بہ آیا تھا جبکہ وہ زمین سے اُٹھے تھے، یہ راستہ ایسی جگہہ ہوکر گذرتا تھا جہاں بجز جلے ہوئے مادوں اور خاکستر کے اور کچھ نہ تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی ہتھیار ڈھالنے کے کارخانہ میں ڈھیر ہوتے ہیں یہاں اکثر ایسی چیزیں دیکھنے میں آئیں جنکو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا

اور (یاد کرو) جب کہ تمنے کہا کہ اے موسیٰ ہم ایک کھانا کھانے پر صبر نہ کرینگے پس اپنے پروردگار سے ہمارے لئے مانگ کہ پیدا کرے ہمارے لئے اون چیزوں میں سے جنکو زمین اُگاتی ہے اوسکی ساگ پات اور ککڑی اور اوسکی گیہوں اور اوسکی مسور اور اوسکی پیاز میں سے

کوئی نیا آدمی آتش فشاں پہاڑ کا آثار تصور کرے، لیکن یہ غلط فہمی ہے جلے پہاڑوں کی مانند جو بڑے بڑے ڈھیر معلوم ہوتے ہیں وہ صرف لوہے کے ریزے ہیں جو بھربھرے پتھروں کی بناوٹ میں ملے ہوئے ہیں، سرخی مائل پتھر کی چٹانوں میں جو آتشی عمل کے آثار پائے جاتے ہیں، وہ اُنکے ابتدائی اُٹھان سے متعلق ہیں، نہ کسی بعد کے انقلاب سے، ہر جگہ پانی کے عمل کے آثار ہیں آگ کے کہیں نہیں ہیں" ؎

کینن اسٹینلی بہت بڑے پادری اور عیسائی مذہب کے پیشوا ہیں، عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ درحقیقت خدا ہی آگ کی صورت میں پہاڑ پر اُترا تھا، اسلئے اُنھوں نے اپنی تحریر میں اُس پہاڑ کو آتشیں پہاڑ کہنے سے بہت بچایا ہے، مگر جو شے کہ موجود ہے اُسکو کوئی شخص ہیر پھیر کر بیان کرنے سے معدوم نہیں کر سکتا، خود توریت میں جو کچھ اس پہاڑ کی نسبت بیان ہوا ہے (اگر صحیح تسلیم کیا جاوے) تو کچھ شبہ نہیں رہتا کہ وہ آتش فشاں پہاڑ تھا، کتاب خروج باب نوزدہم میں لکھا ہے، کہ بوقت طلوع صبح رعدہا و برقہا و غمامہ مظلمہ بالائے کوہ نمایاں شد و آواز کرنا بحدے شدید شد کہ تمامی قومی کہ در اردو بودند لرزیدند ✦ ✦ ✦ و تمامی کوہ سینی را دود فراگرفت ✦ ✦ و دودش مثل دود تنور متصاعد بود و تمامی کوہ بغایت متزلزل شد، یہ تمام حالتیں وہ ہیں جو کوہ آتش فشاں میں واقع ہوتی ہیں، اور اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں وہ آتش فشاں تھا، اور کینن اسٹینلی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ	موسیٰ نے کہا کہ کیا بدلتے ہو اسکو جو گھٹیا ہے اس سے جو اچھا ہے اُتر پڑو کسی شہر میں پھر بیشک تمھارے لیے وہ چیز ہے جو تم مانگتے ہو، اور ڈالی گئی اُن پر ذلت اور مسکنت اور مستحق ہوئے اللہ کے غصہ کے

یہ تاویل کہ وہ نشانیاں اُس پہاڑ کی بناوٹ ہی کی ہیں صحیح نہیں ہو سکتی۔ خدا کی تجلی ہر چیز میں ہے۔ جسکو اُسنے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا اور پیدا کیا، ہم بلاشبہ کہہ سکتے ہیں کہ، فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّنَا عَلَی الْجَبَلِ، فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّنَا عَلَی النَّحْلِ، فَلَمَّا تَجَلّٰی ربنا علی الانسان، فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّنَا علی الحِمار، فَلَمَّا تجلی ربنا علی البعوضۃ، ومافوقہا فقد وقع کذا، مگر کسی مادی یا فانی صورت میں نہ خدا آسکتا ہے نہ سما سکتا ہے پس ہم توریت کے الفاظ پر کہ "خداوند در آتش براں نزول نمود"، یقین نہیں لاسکتے گو کیسن اسٹینلی کو یقین ہو ہاں اگر ان لفظوں کے معنی بھی تجلی اور ظہور قدرت کے لیئے جاویں۔ تو پھر مقام انکار نہیں رہتا ✝

(۵۴) (وَظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ) توریت میں بنی اسرائیل پر بادلوں کی چھانوں ہونے کا واقعہ عجیب طرح سے لکھا ہے، کہ بادل تمام دن بنی اسرائیل✝ کو راہ بتانے کے لیئے اُنکے آگے آگے چلتا تھا، اور جہاں ٹھہر جاتا تھا، وہاں بنی اسرائیل مقام کرتے تھے، اور رات کو وہی بادل روشنی کا ستون ہو جاتا تھا۔ مگر اسپر کیونکر یقین ہو سکتا ہے جبکہ چالیس برس تک بنی اسرائیل کو منزل مقصود تک پہنچنے کا رستہ نہیں ملا۔ ہمارے علماء مفسرین نے بھی اپنی عادت کے موافق یہودیوں کی پیروی کی ہے اور اس آیت کی

✝ دیکھو کتاب خروج باب ۱۳ درس ۲۱ و ۲۲ و باب ۴۰ درس ۳۴ – ۳۸۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (۵۸)	اور یہ اسلیئے کہ وہ نہ مانتے تھے اللہ کی نشانیوں کو، اور مار ڈالتے تھے پیغمبروں کو ناحق، اور یہ اسلیئے ہوا کہ اُنھوں نے نافرمانی کی، اور وہ حد سے تجاوز کر جاتے تھے (۵۸)

تفسیر میں ایسی قسم کی باتیں جن کا اشارہ تک اس آیت میں نہیں ہے۔ بیان کی ہیں۔

قرآن مجید سے بنی اسرائیل کے ساتھ ساتھ بادل کا پھرنا نہیں معلوم ہوتا، اس آیت سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت دھوپ اور گرمی کی سختی میں بادل آجانے سے خدا نے انکی تکلیف کو دور کر دیا جسکا بطور ایک احسان کے ذکر کیا ہے۔ بڑی غلطی لوگوں کے خیال میں یہ ہے کہ جو امور موافق قانون قدرت کے ظہور میں آتے ہیں، انکو نہ معجزہ سمجھتے ہیں، نہ احسان جتلانے یا ماننے کے قابل جانتے ہیں، اور اسلیئے آسمیں بالطبع ایسی باتیں شامل کر لیتے ہیں، جو قانون قدرت سے خارج ہوں، حالانکہ خدا تعالیٰ نے تمام قرآن مجید میں جابجا بندوں پر انہی باتوں سے اپنا احسان جتلایا ہے، اور انہی کو بطور معجزہ کے بتلایا ہے، جسکو اُسنے اپنی قدرت کاملہ سے، موافق قانون قدرت کے پیدا کیا ہے ؎

جب بنی اسرائیل بحر احمر کی شاخ کو پار کر گئے جسکا پانی بسبب جوار بھاٹے کے اُترتا چڑھتا تھا، تو اُس پار پتھر اور ریگستان کا ایک سطح بیابان ہے، وہاں اکثر ریگ کا طوفان رہتا ہے، جو اُس ملک کے ساتھ مخصوص ہے، اور حال کے سیاحوں نے بھی اُس کو دیکھا ہے، اس ریت کے میدان میں دھوپ کی شدت سے بنی اسرائیل کو بڑی تکلیف ہوئی ہوگی، خصوصاً اس وجہ سے کہ ریت بھی بھوبل کی مانند گرم ہوگی جسپر چلنا اور بیٹھنا نہایت مشکل ہوگا، ایسے وقت میں ابر کا آجانا بلاشبہ بنی اسرائیل کے حق میں بہت بڑی نعمت تھی، اُس کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ	اسمیں کچھ شک نہیں کہ جو ایمان لائے ہیں اور جو لوگ یہودی ہوئے ہیں اور عیسائی اور صابئین جنہے یقین کیا اللہ پر اور اخیر دن پر اور اچھے عمل کیے تو انکے لیے مزدوری انکے پروردگار کے پاس ہے اور نہ انکو کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے (۵۹)

اس مقام پر بطور احسان کے خدا نے یاد دلایا ہے ؛

(منّ وسلویٰ) منّ ایک چیز ہے جو بطور ترنجبین کے ایک خاص قسم کی جھاڑیوں پر جم جاتی ہے ، اور سلوے ، بٹیر کی قسم کا جانور ہے جو اُس جنگل میں جہاں بنی اسرائیل گئے تھے بکثرت پایا جاتا تھا ، اور وہاں وہی انکے غذا تھی پس اُسی کا ذکر قرآن مجید میں ہے ، باقی عجائبات ، منّ ، کے جو توریت میں بیان ہوئے ہیں اور جنپر یقین کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسے کہ قانون قدرت سے انکا کرنا ، اُنکا کچھ ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے ، گو مفسرین نے اور انبیا کے قصے لکھنے والوں نے یہودیوں کی پیروی سے اپنی تصنیفات میں اُنکا ذکر کیا ہے ؛

حال کے سیّاحوں نے بھی اُس جنگل میں ، منّ ، کو پایا ہے ، کپتان اسٹینلی لکھتے ہیں ، "کہ چشمہ مرہ سے گذر کر دو وادیاں دیکھیں جسمیں سے ایک یقینا ایلم ہوگی ۔ عام صورت اس وسیع میدان کی یہ تھی کہ ایک ریگستان تھا اور جابجا پانی کے سے راستے جیسے کوئی دریا خشک ہو جاتا ہے بنے ہوئے تھے ، اُن وادیوں کے راستہ راستہ جاکر عجیب سیاہ و سفید پہاڑ ملتے ہیں ۔ یہ بیابان بغیر درخت اور گھاس کے تھا لیکن اُن دو وادیوں میں جنپر ایلم کا شبہ ہوتا ہے ، درخت اور جھاڑیاں موجود تھیں ۔ یہاں کے کھجور کے درخت چھوٹے چھوٹے تھے ، اور پہاڑ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۰﴾	اور (یاد کرو) جبکہ ہمنے تمہارا قول لیا اور ہمنے تمھارے اوپر پہاڑ کو اونچا کیا کہ پکڑو جو چیز کہ تمکو دیجاتی ہے مضبوطی سے اور یاد رکھو جو کچھ اسمیں ہے تاکہ تم پرہیزگار رہو (۶۰)

تر سک، کے درخت بھی تھے جنکے پتوں پر وہ شے پائی جاتی ہے جسکو اہل عرب، من کہتے ہیں،، ؛

(۵۵) وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا اس آیت میں جو کچھ بیان ہوا ہے، وہ حضرت موسیٰ کے وقت کا قصہ نہیں ہے، بلکہ بنی اسرائیل کا حال ہے، جبکہ وہ حضرت یوشع کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے تھے اس شہر کا نام قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے مگر قدیم نام اُسکا ،یریحو، ہے جسکو یونانی میں ،جریکو، کہتے ہیں اور مسلمان مفسروں نے اُسکو ،اریحا، لکھا ہے ؛

(وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا) سجدہ سے مراد حقیقی سجدہ کرنا نہیں ہے جسمیں ماتھا زمین پر ٹیکنا ہوتا ہے، بلکہ خشوع و خضوع سے خدا کا شکر کرتے ہوئے داخل ہونا مراد ہے، تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ،،اراد بہ الخضوع وھو الاقرب،، یعنے سجدہ سے مراد عاجزی ہے اور یہی معنی اسجگہہ زیادہ اچھے ہیں ؛

(۵۶) فَبَدَّلَ اس تبدیل سے کسی لفظ کا بدلدینا مراد نہیں ہے، کیونکہ اُنکو الفاظ نہیں بتائے گئے، بلکہ استغفار یعنی گناہوں سے معافی چاہنے کا حکم تھا، مگر اُنھوں نے اُس حکم کو بدلڈالا، اور توبہ و استغفار کی کچھ پرواہ نہ کی، بلکہ فتح کے سبب مغرور و متکبر ہوگئے، امام فخرالدین رازی نے بھی یہ معنی اختیار کئیے ہیں، چنانچہ اُنھوں نے لکھا ہے کہ ،، لما امروا بالتواضع وسوال المغفرۃ لم یمتثلوا امر اللہ ولم یلتفتوا الیہ ،، یعنی جبکہ اُنکو تواضع اور استغفار کرنے کا حکم دیا گیا تھا تو اُنھوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کی، اور اُسپر التفات نہ کیا،

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ	پھر تم پھر گئے اُسکے بعد، پھر اگر تم پر خدا کا فضل اور اُسکی رحمت نہوتی تو تم ٹوٹے میں پڑنے والوں میں سے ہوتے، اور بے شک تم اُنکو جانتے ہو جنھوں نے تم میں سے سبت کے دن زیادتی کی

اور بیضاوی میں بھی یہی مطلب تسلیم کیا گیا ہے کہ، بدلوا بما امروا بہ من التوبۃ والاستغفار طلب ما یشتہون من اعراض الدنیا۔ یعنی انھوں نے بدل دیا حکم توبہ واستغفار کا جو اُنکو دیا گیا تھا دنیاوی چیزوں کے چاہنے سے جسکے وہ خواہشمند تھے ۔

(۵۷) (فانفجرت) اس آیت میں بھی ایک امر بحث کے لائق تھا کہ پانی کے بارہ چشمے کیونکر پیدا ہوئے تھے اور اس بحث کو ہمنے سینتالیسویں آیت ‡ کی تفسیر میں بالاستیعاب بیان کیا ہے۔ پہاڑی ملک کو اہل عرب حجر کہتے ہیں جیسے کہ عرب الحجر یعنے عرب کا پہاڑی حصہ، فاضرب بعصاک الحجر میں لفظ حجر کا استعمال ہوا ہے، بحر احمر کی شاخ کو عبور کرنے کے بعد ایک وادی ملتا ہے جسکا قدیم نام ایثام ہے وہاں پانی نہیں ملتا توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک چشمہ تھا جسکا پانی نہایت تلخ تھا پی نہیں سکتے تھے اسلیئے اُسکا نام، مرہ، رکھا ہے حال کے زمانے کے سیاحوں نے بھی وہاں ایک چشمہ پایا ہے جسکو وہ، مرہ، خیال کرتے ہیں، یہی مقام ہے جہاں بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے پانی مانگا تھا اس مقام کے پاس پہاڑیاں ہیں جنکی نسبت خدا نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ، فاضرب بعصاک الحجر، یعنی اپنی لاٹھی کے سہارے سے اس پہاڑی پر چڑھ چل، اس پہاڑی کے پرے ایک مقام

‡ دیکھو صفحہ ۹۷ نوٹ ۱۶ ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ (٦١)	پھر ہمنے انکو کہا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل وخوار (۶۱)

ہے جسکو توریت میں "ایلم" لکھا ہے وہاں بارہ چشمے پانی کے جاری تھے جسطرح پہاڑی ملک میں پہاڑوں کی جڑ یا چٹانوں کی درازوں میں سے جاری ہوتے ہیں جنکی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ "فانفجرت منه اثنتا عشرة عينا" یعنے اُس سے پھوٹ نکلے ہیں بارہ چشمے، اگرہم توریت کی عبارت پر یقین کریں تو اس سے بھی پایا جاتا ہے اور اُسکی یہ عبارت ہے کہ "، بعد ازاں بہ ایلم آمدند و در انجا دوازدہ چشمۂ آب یافتند و ہفتاد درخت خرما بود و در آنجا بہ پہلوے آب اردو زدند" ❋

یہ مقام اب بھی موجود ہے، اور سیاحوں نے دیکھا ہے، مگر اب وہاں پانی کے چشمے نہیں بہتے، کیونکہ پہاڑی چشمے انقلاب زمانہ سے سوکھ جاتے ہیں، جیسے کہ مکہ معظمہ میں زمزم کا چشمہ خشک ہوگیا ہے، مگر ایسے مقاموں کو ہمیشہ لوگ مقدس سمجھتے ہیں، اور اُسکے یادگار یا نشان قائم رکھنے کو وہاں کنوئیں کھود دیتے ہیں جسطرح کہ مکہ معظمہ میں چاہ زمزم کھودا گیا ہے، اُس مقام پر بھی جہاں حضرت موسیٰ کو بارہ چشمہ پانی کے ملے تھے، لوگوں نے کسی ما میں کنوئیں کھودے ہیں، اور اب وہاں ستر کنوئیں موجود ہیں، اور وہ مقام عیون موسیٰ کے نام سے مشہور ہے، اس مقام پر بھی، ثمر سک، کے درخت ہوتے ہیں جنکے پتوں پر، من، جم جاتا ہے ❋

(۵۸) (وَاِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسٰى) اس آیت کی تفسیر میں مفسروں نے دو زمانے کی جدا جدا باتوں کو خلط ملط کر دیا ہے، یہ بہت لمبی آیت ہے اور اسکے جدا گانہ دو حصے ہیں، ایک حصہ اُس سوال و جواب کا ہے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ سے

❋ کتاب خروج باب ۱۵ درس ۲۷ ❋

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ (۶۶)	پھر ہم نے اُس واقعہ کو اُس قوم کے لیے جو اُس واقعہ کے زمانہ میں تھی اور اُسکے لیے جو اُس واقعے کے بعد آئیگی بطور عبرت کے بنا دیا اور بطور نصیحت کے پرہیزگاروں کیلئے

کیا تھا، اور دوسرا حصہ اُن واقعات کا ہے جو بعد حضرت موسیٰ بلکہ اُس سے بھی بہت زمانہ کے بعد بنی اسرائیل پر واقع ہوئے تھے +

جن جنگلوں اور میدانوں میں بنی اسرائیل پڑے پھرتے تھے، وہاں بجز جنگل کے جانوروں کے شکار کے یا اُس مویشی کے گوشت کے جو بنی اسرائیل کے ساتھ تھے اور کوئی چیز کھانے کو میسر نہوتی تھی، اور ایک ہی قسم کا کھانا کھاتے کھاتے بنی اسرائیل دق ہو گئے تھے، جسکی شکایت اُنھوں نے حضرت موسیٰ سے کی، اور زمین کی پیداوار کھانے کو مانگی، جو شکار کے گوشت سے ادنیٰ درجہ کی تھی، حضرت موسیٰ کا اصلی مقصد فلسطین میں جانا اور وہاں کے شہروں پر قبضہ کرنے کا تھا، مگر بنی اسرائیل عمالیقیوں اور کنعانیوں سے ڈرتے تھے، اور لڑنے پر اور ملک کے فتح کرنے پر آمادہ نہوتے تھے، پس جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے زمین کی پیداوار کا کھانا ملنے کی خواہش کی، تو اُنھوں نے جواب دیا کہ کسی شہر میں چل پڑو اور جا اُترو وہاں سب کچھ ملیگا، پس اس سے یہ سمجھنا کہ اُنکے سفر میں کوئی شہر پڑا تھا، اور حضرت موسیٰ نے یا خدا نے اُسمیں اُترنے کا حکم دیا تھا ایک صریح غلط فہمی ہے +

دوسرا حصہ آیت کا اُن واقعات کے بیان میں ہے، جبکہ بنی اسرائیل فلسطین میں پہنچ گئے اور شہروں کو فتح کر لیا اور اُسمیں آباد ہو گئے، اور پھر اُنکی بدیوں اور بُرائیوں اور انبیا کے قتل کے سبب اُنپر آفت پڑی، اور ذلیل و خوار اور مسکین بے یار و دیار ہو گئے اور باوجودیکہ اُنھیں سے بادشاہان ذیشان پیدا ہوئے، مگر تمام قوم میں سے وہ شان و شوکت بیکلخت جاتی رہی، اور اسوقت تک اُنکا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝ ٦٣

اور یاد کرو) جبکہ موسٰی نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا تمکو حکم دیتا ہی کہ ایک بیل کو ذبح کر ڈالو، بولے کہ کیا تو ہمسے ٹھٹھا کرتا ہی (موسٰی نے) کہا کہ خدا کی پناہ کہ میں نادانوں میں سے ہو جاؤں، بولے کہ ہمارے لیئے اپنے پروردگار سے پوچھ ہمکو بتا دے کہ وہ کیسا ہی، (موسٰی نے) کہا کہ وہ یہ کہتا ہی کہ ایک بیل ہی نہ بڈھا اور نہ بچا ان کے درمیان درمیان ہی، پھر کرو جو حکم تمکو دیا گیا ہے (۶۳)

یہی حال ہے ٭

(۶۲) (وَرَفَعْنَا) یہ مضمون دو مقام میں آیا ہے ایک تو اسی آیت میں ہے کہ ہمنے تمھارے اوپر پہاڑ کو اونچا کیا، اور سورہ اعراف میں یہ لفظ ہیں "واذ نتقنا الجبل فوقھم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بھم" ان دونوں مقاموں میں چار لفظ ہیں جنکے معنی حل ہونے سے مطلب سمجھ میں آویگا۔ رفع۔ فوق۔ نتق۔ ظلۃ ٭

"رفع" کے معنی اونچا کرنے کے ہیں، مگر اس لفظ سے یہ بات کہ جو چیز اونچی کی گئی ہے وہ زمین سے بھی معلق ہو گئی ہو لازم نہیں آتی دیوار اونچا کرنے کو بھی "رفعنا" کہہ سکتے ہیں حالانکہ وہ زمین سے معلق نہیں ہوتی ٭

"فوق" کے لفظ کو بھی اس شے کا زمین سے معلق ہونا لازم نہیں ہے ٭

"نتق" کا لفظ البتہ بحث طلب ہے جسکے معنی مفسرین نے مذہبی عجائبات بنانے کو "قلع" کے بھی لیئے ہیں، جسکو زمین سے یا جگہ سے علیحدہ کر لینا لازم ہے، اور "رفع" کے بھی لیئے ہیں جسکو علیحدہ کر لینا لازم نہیں ہی، بیضاوی میں لکھا ہے "واذ نتقنا الجبل فوقھم" ای قلعناہ ورفعناہ" مگر قاموس میں اسکے معنی ہلا دینے کے لکھے ہیں "نتقہ زعزعہ" اور "زعزع" کے معنی ہلا دینے کے ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾	بولے کہ ہمارے لیئے اپنے پروردگار سے پوچھ، ہمکو بتاوے کہ کیا اُسکا رنگ ہے (موسیٰ نے) کہا وہ یہ کہتا ہی کہ وہ زرد خالص رنگ کا بیل ہی دیکھنے والونکو خوش آتا ہی (۶۴)

"الزعزعة تحريك الريح الشجرة ونحوها او كل تحريك شديد" یعنی زعزعہ کے معنی ہوا کا درخت کو ہلانے کے ہیں اور ہر جنبش شدید کو بھی "زعزعہ" کہتے ہیں، پس صاف طور سے "نتقنا" کے معنی ہلا دینے کے ہیں یعنی ہمنے پہاڑ کو ہلا دیا اور الفاظ "وظنوا انه واقع بهم" زیادہ تر پہاڑ کے ہلا دینے کے جس سے اُنکو اُسکے گر پڑنے کا گمان ہوا مناسب ہیں ✤

"ظلہ" کے معنی سائبان کے بھی ہو سکتے ہیں، چھتری کے بھی ہو سکتے ہیں اور جو چیز کہ ہمپر سایہ ڈالے اُسکے بھی ہو سکتے ہیں "اور اُس چیز کا زمین سے معلق ہمارے سر پر ہونا ضرور نہیں ہے، تفسیر کبیر میں لکھا ہی "الظلة كل ما اظلك من سقف بيت او سحابة او جناح حايطة" یعنی ظلہ ہر اُس چیز کو کہتے ہیں جو سایہ ڈالے گھر کی چھت ہو یا ابر کا ٹکڑا یا احاطہ کا بازو یعنی دیواریں، ظلہ کے لفظ سے بھی، یہ بات لازم نہیں آتی کہ وہ معلق سر کے اوپر ہو ✤

اب غور کرنا چاہیئے کہ واقعہ کیا تھا، بنی اسرائیل جو خدا کے دیکھنے کو گئے تھے طور یا طور سینین کے نیچے کھڑے ہوئے تھے، پہاڑ اُنکے سر پر نہایت اونچا اٹھا ہوا تھا، وہ اُسکے سایہ کے تلے تھے، اور طور بسبب آتش فشانی کے شدید حرکت اور زلزلہ میں تھا، جسکے سبب وہ گمان کرتے تھے کہ اُنکے اوپر گر پڑیگا، پس اُس حالت کو خدا تعالیٰ نے ان لفظوں میں یاد دلایا ہے کہ، "ورفعنا فوقكم الطور، نتقنا الجبل فوقهم كانه ظلة وظنوا انه واقع بهم" پس ان الفاظ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو عجیب ہو یا مطابق واقع اور موافق قانون قدرت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٦٥﴾

بولے کہ ہمارے لیے پروردگار سے پوچھ ہمکو بتا وے کہ وہ کیا ہے بات یہ ہے کہ ہمکو وہ بیل مشتبہ ہو گیا ہے اور بیشک اگر خدا نے چاہا تو ہم ٹھیک بات پالیویں گے (یعنی جس بیل کے ذبح کرنیکا حکم دیا ہے اسکو ٹھیک جان لینگے (۶۵)

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٦٦﴾

(موسیٰ نے) کہا کہ وہ یہ کہتا ہے کہ وہ ایک بیل ہے نہ سدھا ہوا زمین جوتنے کو اور نہ کھیتی میں پانی دینے کو سالم ہے (یعنی کان غیرہ کٹے ہوئے یا کوئی عضو نقص نہیں ہے) نہ اسمیں کوئی دھبا ہے (یعنی یکرنگ ہے) بولے اب تو نے ٹھیک پتا بتا دیا پھر انھوں نے اسکو ذبح کر ڈالا اور کرتے ہوئے لگتے نہ تھے (۶۶)

نہو، ہاں مفسرین نے اپنی تفسیروں میں اس واقعہ کو عجیب و غریب واقعہ بنا دیا ہے اور ہمارے مسلمان مفسر (خدا اُن پر رحمت کرے) عجائبات دور از کار کا ہونا مذہب کا فخر اور اسکی عمدگی سمجھتے تھے، اسلیئے انھوں نے تفسیروں میں لغو اور بیہودہ عجائبات بھر دی ہیں، بعضوں نے لکھا ہے کہ کوہ سینا کو خدا اُنکے سر پر اُٹھا لایا تھا کہ مجھ سے اقرار کرو نہیں تو اسی پہاڑ کے تلے کچل دیتا ہوں، اور بعضوں نے کہا کہ نہیں بیت المقدس کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کو اُکھاڑ کر ہوا میں اُڑا لایا تھا، اور پانچ میل کا چوڑا اور پانچ میل کا لمبا تھا، اتنی بڑائی اُسکی اسلیئے تھی کہ کل لشکر بنی اسرائیل کا اُسکے تلے ایک ہی دفعہ میں کچل جاوے یہ تمام خرافاتیں لغو و بیہودہ ہیں اور خدای پاک کا کلام پاک ایسی بیہودہ باتوں سے پاک ہے ❖

(۶۱) (کُونُوا قِرَدَةً) ہو جاؤ بندر، اسکی تفسیر میں بھی ہمارے علماء مفسرین نے عجیب و غریب باتیں بیان کی ہیں، اور لکھا کہ وہ لوگ سچ مچ صورت و شکل اور حیثیت میں بھی بندر ہو گئے تھے، بعضوں کا قول ہے کہ وہ سب تیسرے دن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۗ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿٦٧﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۗ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾

اور (یاد کرو) جبکہ تمنے ایک شخص کو مارڈالا پھر اسکوایک دوسرے پر دھرنے لگے اور اللہ اسکو ظاہر کرنیوالا ہی جسکو تم چھپاتے تھے (۶۷) پھر ہمنے کہا کہ اُسی مقتول کو اُسکے ٹکڑے یعنی اعضا سے مارو اسطرح اللہ زندہ کردیتا ہی (یعنی ظاہر کردیتا ہی) مرے ہوئے (یعنی نامعلوم قاتل) کو اور اپنی نشانیاں تمکو دکھلاتا ہی تاکہ تم سمجھو (۶۸)

مرگئے، اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ بندر جو اب درختوں پر چڑھتے اور ایک ٹہنی سی دوسری ٹہنی پر اُچھلتے پھرتے ہیں اُنہی بندروں کی نسل میں سے ہیں ❖

مگر یہ تمام باتیں لغو وخرافات ہیں، خدائے پاک کے کلام پاک کا یہ مطلب نہیں ہی۔ یہودیوں کی شریعت میں سبت کا دن عبادت کا تھا، اور اُسمیں کوئی کام کرنا یا شکار کھیلنا منع تھا، مگر ایک گروہ یہودیوں کا جو دریا کے کنارہ پر رہتا تھا فریب سے سبت کے دن بھی شکار کھیلتا تھا، اُنکی قوم کے شایخوں نے منع کیا جب نمانا تو اُنکو قوم سے منقطع برادری سے خارج کھانے پینے سے الگ میل جول سے علحدہ کردیا، اور وہ توریت پر نہ چلنے والوں کو ایسا ہی کیا کرتے تھے، اور اسی لیئے اُنکی حالت بندروں کی سی حالت ہوگئی تھی جسکی نسبت خدانے فرمایا کہ ،،کونوا قردۃ خاسئین،، یعنی جسطرح بندر بلا پابندی شریعت حرکتیں کرتے ہیں جسطرح انسانوں میں بندر ذلیل وخوار ہیں، اُسی طرح تم بھی انسانوں سے علحدہ اور ذلیل وخوار و رسوا رہو، جسکے سبب اُس زمانے کے لوگوں کو عبرت ہو، اور آیندہ آنے والے اُنکی ذلت و رسوائی کا حال سُنکر عبرت پکڑیں ❖

یہ کہنا کہ وہ لوگ سچ مچ کے بندر ہوگئے تھے، بجز اہل الجنہ کے اور کوئی تسلیم نہیں کرسکتا تھا، اسی سبب سے بعض مفسرین نے بھی اُنکے سچ مچ کے بندر ہوجانے

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ۭ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاۗءُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (٦٩)	پھر اُسکے بعد بھی تمھارے دل سخت ہوگئے پس وہ پتھر کی مانند ہیں بلکہ اُس سے بھی زیادہ سخت اور ہاں پتھروں میں سے تو ایسا بھی ہی کہ پھوٹ نکلتی ہیں اُس سے نہریں اُنھی میں سے ایسا بھی ہی کہ پھٹ جاتا ہی پھر اُس سے پانی نکلتا ہی، اور اُنھی میں سے ایسا بھی ہی کہ خدا کے خوف سے گر پڑتا ہی، اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُس سے بیخبر نہیں ہے (٦٩)

سے انکار کیا ہے، جسکو ہم بطور تائید اپنی کلام کے اس مقام پر نقل کرتے ہیں، بیضاوی میں لکھا ہی، "وقال مجاهد ما مسخت صورهم ولكن قلوبهم فمثلوا بالقردة كما مثلوا بالحمار في قوله كمثل الحمار يحمل اسفارا"، یعنی مجاہد کا قول ہی کہ اُنکی صورتیں بندر کی سی نہیں ہوگئی تھیں بلکہ اُنکے دل بندروں کے سے ہوگئے تھے اور اسی لیئے بندروں کے ساتھ اُنکو تشبیہ دی ہی، جیسیکہ خدا نے گدھے کے ساتھ اپنے اس قول میں کہ اُنکی مثال گدھے کی ہی جسپر کتابیں لدی ہوئی تشبیہ دی ہی ؛

(۶۳) (تذبحوا بقرة) یہ قصہ توریت میں بھی ہی ؛ مگر اسمیں بنی اسرائیل کا موسیٰ سے اُسکا اتا پتا پوچھنا مذکور نہیں ہی، اور اُسکے ذبح کے بعد جو قصہ توریت میں ہے وہ قرآن مجید میں نہیں ہی بہر حال اتنی بات کہ خدا نے ایک بیل کے ذبح کرنیکا حکم دیا قرآن اور توریت دونوں میں موجود ہی، البقرہ، بالتحریک ومع التا گائے اور بیل دونو پر بولا جاتا ہی، اور قرآن مجید کے یہ الفاظ کہ، "لا ذلول تثير الارض ولا تسقى الحرث"، صاف اُسکے بیل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ قرآن کے تمام الفاظ سے اور اُن پتوں اور نشانیوں سے جو بتلائے گئے ہیں صاف پایا جا

؛ دیکھو کتاب اعداد باب ۱۹

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾	(اے مسلمانو) کیا تم اس بات کی توقع رکھتے ہو کہ (یہودی) تمکو مان لینگے حالانکہ بلاشبہ اُنہی میں کا ایک گروہ تھا جو خدا کا کلام سنتا تھا اور پھر اُسکو سمجھنے کے بعد بدل دیتا تھا اور خود بھی جانتے تھے (۷۰)

ہے، کہ وہ بیل بت پرستوں یا کافروں کے طریقہ پر بطور سانڈھ کے چھوڑا ہوا تھا تفسیر کبیر میں بھی مسلّمۃ کی تفسیر ،، ای وحشیۃ مرسلۃ من الحبس،، لکھی ہے جو ٹھیک چھوڑے ہوئے سانڈ کی ہے، اور اُسی کے ذبح کر ڈالنے کا موسٰی نے حکم دیا تھا، اور بنی اسرائیل چاہتے تھے کہ وہ ذبح ہونے سے بچ جاوے، اسی لئے اُسکے اتے پتے پوچھتے تھے، پس اس قصہ میں کوئی اعجوبہ بات نہیں ہے، جس بچھڑہ کو بنی اسرائیل نے پوجا تھا اُسکا معدوم کرنا اور جس بیل کو بطور سانڈھ کے چھوڑا تھا کہ وہ بھی ایک قسم کی پرستش ہے اُسکو ذبح کر ڈالنا اُس شرک و کفر کے مٹانیکے لیئے تھا، ہمارے علماء مفسرین نے بلاشبہ غلطی کی ہے جو یہ سمجھا ہے کہ یہ قصہ اگلی آیت ،،واذ قتلتم نفسًا،، سے متعلق ہے اور پہلی آیت کو خدا نے پیچھے کر دیا ہے ٭

(۶۷) (واذ قتلتم) اس قصہ کو پہلے قصہ سے کچھ تعلق نہیں ہے، بیل کے ذبح کرنے کا قصہ ختم ہو چکا، یہ دوسرا قصہ ہے، کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا تھا اور قاتل معلوم نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسٰی کے دل میں یہ بات ڈالدی کہ سب لوگ جو موجود ہیں اور اُنہی میں قاتل بھی ہے مقتول کے اعضا سے مقتول کو ماریں جو لوگ درحقیقت قاتل نہیں ہیں وہ بسبب یقین اپنی بیجرمی کے ایسا کرنے میں کچھ خوف نہ کرینگے، مگر اصلی قاتل بسبب خوف اپنے جرم کے جو ازروے فطرت

٭ اول هذه القصة (ای قصة واذ قال موسی لقومه) قوله تعالی واذ قتلتم نفسًا فادّٰرءتم فیها وانما فکّ عنه وقدمت لاستقلاله (بیضاوی)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (٧١) أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ (٧٢)	اور جب وہ اُن لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لائے ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا تم اُنسے کہدیتے ہو وہ چیز جو خدا نے تمپر ظاہر کی ہی تاکہ وہ اسی بات سے جو تمہارے خدا کے پاس سے آئی ہے تم سے حجت کریں کیا تم سمجھتے نہیں (۷۱) کیا وہ نہیں جانتے کہ بیشک اللہ جانتا ہی جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں (۷۲)

انسان کے دل میں اور بالتخصیص جہالت کے زمانہ میں اس قسم کی باتوں سے ہوتا ہی ایسا نہیں کریگا، اور اُسیوقت معلوم ہوجاویگا، اور وہی نشان جو خدا نے انسان کی فطرت میں رکھے ہیں لوگوں کو دکھا دیگا، اس قسم کے حیلوں سے اس زمانہ میں بھی بہت سے چور معلوم ہوجاتے ہیں، اور وہ بسبب خوف اپنے جرم کے ایسا کام جو دوسرے لوگ بلاخوف بہ تقویت اپنی بیجرمی کے کرتے ہیں نہیں کرسکتے، پس یہ ایک تدبیر قاتل کے معلوم کرنے کی تھی اس سے زیادہ اور کچھ نہ تھا +

ہمارے مفسرین نے ان آیتوں کی یہ تفسیر کی ہی کہ پہلا اور پچھلا ایک ہی قصہ ہی اور پچھلی آیتوں میں جو بیان ہوا ہی وہ باعتبار وقوع کے مقدم ہی، اور قصہ یوں قرار دیا ہی کہ بنی اسرائیل نے ایک شخص کو قتل کیا تھا اُسکا قاتل معلوم کرنے کو خدا نے ایک بیل کے ذبح کرنیکا حکم دیا اور یہ کہا کہ اس مذبوح بیل کے اعضا سے مقتول کو مارو، اُنکے مارنے سے مقتول زندہ ہوگیا اور اُسنے اپنے قاتل کو بتلا دیا +

مگر اس تفسیر میں متعدد نقصان ہیں، اول تو پچھلی آیتوں کو مقدم قرار دینا اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿۷۹﴾	اور اُنہی میں بعضے ان پڑھ ہیں لکھنا بھی نہیں جانتے بجز زبانی پڑھنے کے اور وہ کچھ نہیں ہیں بجز اسکے (کہ خدا کی طرف سے اُسکے ہونیکا) گمان کرتے ہیں پھر افسوس ہے اُن لوگوں پر جو اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں ایک نوشتہ پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ لیلیویں اُسکے بدلے تھوڑی سی قیمت، پھر افسوس ہے اُنکے لیئے اُسپر جو اُنکے ہاتھوں نے لکھا اور افسوس ہے اُنکے لیئے اُسپر جو وہ کماتے ہیں (۷۹)

دونوں قصوں کو ایک کر دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ دوسرے ،، کذلک یحیی اللہ الموتی ،، کے معنی جب مربوط ہوتے ہیں جب اُسکے پہلے یہ جملہ ،، فاحیاہم اللہ ،، مقدر مانا جاوے ،، اور ایسے جملہ کو جو خارج از عقل اور خلاف عادت باری تعالیٰ ہے اپنی طرف سے بغیر موجود ہونے کسی یقینی یا اشارہ صریح کے مقدر ماننا عبارت قرآن میں اضافہ کرنا ہے۔ تیسرے یہ کہ باوجود اس اضافہ کے یہ ماننا پڑیگا کہ ،، کذلک یحیی اللہ الموتی ،، سے مراد احیاء اموات بروز بعث ونشر ہے اور اسجگہہ بعث ونشر کے حال کے بیان کرنیکا کوئی محل وموقع نہیں ہے اور نہ کوئی مباحثہ بعث ونشر کی بابت ہے ؛

جو سیدھے سادے صاف صاف معنی آیتوں کے ہمنے بیان کیئے ہیں، اور جنمیں نہ آیتوں کی ترتیب اُلٹنی پڑتی ہے اور نہ کسی جملہ خلاف از عقل و بغیر سند کے نقل کے اپنی طرف سے بڑھانے کی حاجت ہوتی ہے، اور جو صاف طور پر قرآن مجید سے پایا جاتا ہے، شاید اُسکی نسبت بھی بعض لوگ کچھ شبہ کرینگے ۔

اول تو یہ کہینگے ،، اضربوہ ،، میں ضمیر مذکر کی ہے اور ،، ببعضہا ،، میں ضمیر مؤنث

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (۷۴) بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۷۵) وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۷۶)

اور کہتے ہیں کہ بجز چند گنتی کے دنوں کے ہمکو آگ نہیں چھوئیگی تو اُن سے کہہ کیا تمنے اللہ سے کوئی اقرار لیا ہے کہ اللہ اپنے اقرار سے ہرگز خلاف نہیں کریگا یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جو نہیں جانتے (۷۴) ہاں جسنے برائی کمائی اور گھیر لیا اُسکو اُسکی خطاؤں نے پھر وہی آگ میں پڑنیوالے ہیں وُہی ہمیشہ اُسمیں رہینگے (۷۵) اور جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے وہ جنت میں جانیوالے ہیں وُہ ہمیشہ اُسمیں رہینگے (۷۶)

کی، اور دونوں کا مرجع ہمنے مقتول ٹھہرایا ہے۔ مگر یہ اعتراض کسی طرح صحیح نہیں ہونیکا، اس آیت سے پہلے ،، واذ قتلتم نفسا ،، واقع ہے اور بعضہا کی ضمیر نفس کی جانب راجع ہے اور نفس مؤنث ہے اور اُسکے لیے مؤنث ہی کی ضمیر ہونی چاہیئے "اضربوہ" کی ضمیر کو بھی تمام مفسرین نے نفس ہی کی جانب راجع کیا ہے، مگر باعتبار شخص مقتول کے اُسکا مذکر لانا جائز قرار دیا ہے، چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے ،، الہاء فی قولہ تعالی فاضربوہ ضمیر وھو اما ان یرجع الی النفس وحینئذ یکون التذکیر علی تاویل الشخص والانسان واما الی القتیل وھو الذی دل علیہ قولہ وما کنتم تکتمون"

دوسرا یہ شبہ کرینگے کہ ،، یحیی ،، اور ،، موتی ،، کے لفظ کے ہمنے وہ معنی نہیں لیے جو صریح اُن لفظوں سے پائے جاتے ہیں۔ مگر یہ اعتراض بھی صحیح نہوگا اسلیے کہ ہمنے ان لفظوں کے وہی معنی لیے ہیں جن معنوں میں خود خدا نے ان لفظوں کو استعمال کیا ہے جہاں فرمایا ہے † ،، وکنتم امواتا فاحیاکم ،، یعنی تم مردہ یعنی معدوم یا غیر موجود یا نا معلوم تھے، پھر ہمنے تمکو زندہ یعنی مخلوق یا موجود یا ظاہر کیا ایسی

† دیکھو صفحہ ۳

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۷﴾	اور (یاد کرو) جبکہ ہمنے بنی اسرائیل سے قول لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور قرابت مندوں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ اور کہو لوگوں کیلئے اچھی بات اور قائم رہو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ پھر تم پھر گئے بجز چند کے تم میں سے اور تم پھر جانے والے ہو (۷۷)
وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۸﴾	اور (یاد کرو) جب کہ ہمنے تمھارا قول لیا کہ آپس میں خونریزی مت کرو اور اپنے لوگوں کو اپنے گھروں سے مت نکالو پھر تمنے اقرار کیا اور تم شاہد ہو (۷۸)

دلیل سے ہمنے یہاں سے، یحیی اور، موتی، کے یہی معنی لئے ہیں، کہ نامعلوم قاتل معلوم ہوگیا، اور ان معنوں کے صحیح ہونے پر خود اسی مقام میں خدا تعالےٰ نے اشارہ کیا ہے، اوپر کی آیت میں لفظ واللہ مخرج آیا ہے، اُسی کے مقابل اس آیت میں یحیی اللہ کا لفظ آیا ہے۔ اوپر کی آیت میں تکتمون کا لفظ آیا ہے، اُسی کے مقابل اس آیت میں موتی کا لفظ آیا ہے، پس علانیہ ثابت ہے کہ یحیی اللہ سے ظاہر ہونا قاتل کا اور موتی سے نامعلوم یا غیر ظاہر ہونا قاتل کا مراد ہے نہ مقتول کا زندہ ہونا خدا اپنی قدرت اور اپنی حکمت کو، اُنہی باتوں میں جو انسان روزمرہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں ظاہر کرتا ہے، مگر انسان کا خیال اُسپر قناعت نہیں کرتا اور دور از کار باتوں کو پسند کرتا ہے +

تیسرا شبہ یہ کرینگے کہ "کذلک یحیی اللہ الموتی،" کے قبل ہکو یہ جملہ کہ "فاظہرہ اللہ" مقدر ماننا پڑیگا، مگر یہ جملہ نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف قرآن، اور نہ خلاف سیاق کلام خدا، کیونکہ خود خدا نے فرمایا ہے، "واللہ مخرج" برخلاف اُس پہلے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ
أَنفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنكُم
مِّن دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِم
بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِن يَأْتُوكُمْ
أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ
عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفَتُؤْمِنُونَ
بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ
فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ
مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ
إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (۷۹)
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ
الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ (۸۰)
وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ
وَقَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا
عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ

پھر تم ہی وہ ہو کہ مار ڈالتے ہو اپنے لوگوں کو
اور نکال دیتے ہو اپنے گروہ کو اُنکے گھروں سے
اُن پر گناہ اور زیادتی سے ایک دوسرے کے مددگار
ہوتے ہو اور اگر وہ غیر قوم کے قیدی ہو کر تمہارے
پاس آتے ہیں تو فدیہ دیکر چھوڑ لیتے ہو اور اُنکا
نکالدینا بھی تو تم پر حرام ہے پھر کیا ایمان لاتے ہو
کتاب کے ایک ٹکڑے پر اور انکار کرتے ہو اُسکے
دوسرے ٹکڑے سے پھر کیا سزا ہے اُس شخص کی
جو تم میں سے ایسا کرے بجز خواری کے دنیا کی زندگی
میں اور قیامت کے دن سخت تر عذاب میں
ڈالے جاویں اور جو کچھ تم کرتے ہو اُس سے
خدا بیخبر نہیں ہے (۷۹) یہ وہ لوگ ہیں
جنھوں نے لیلیا ہے دنیا کی زندگی کو آخرت کے
بدلے پھر نہ اُنپر سے عذاب کی تخفیف ہوگی اور نہ
اُنکی مدد کیجاویگی (۸۰) اور بے شبہ ہمنے دی موسٰی
کو کتاب اور اُسکے بعد پے درپے بھیجے ہمنے
پیغمبر اور ہمنے دیں عیسٰی مریم کے بیٹے کو
نشانیاں

جملے کے کہ نہ وہ زمین کا ہے نہ آسمان کا ⁂

(۸۱) (وآتینا عیسی ابن مریم البینٰت) بینات صفت ہے اور جہاں صرف لفظ بینات ہے وہاں اُسکا موصوف جسکی وہ صفت ہے مقدر ہے، پس خدا کے کلام پر غور کرکر موصوف مقدر کو قرار دینا چاہیئے، خدا کے کلام میں ہمیشہ بینات کا موصوف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ	اور ہمنے اُسکی تائید کی روح قدس سے

آیات کا لفظ آیا ہے، جیسیکہ اسی سورہ میں آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا ہے "ولقد انزلنا الیک اٰیات بیّنات" اسلیئے جو معنی آیات بیّنات کے ہیں وہی معنی صرف بیّنات کے بھی ہیں، کیونکہ آیات اُسکا موصوف وہاں مقدر ہے، اور جو مراد لفظ بیّنات سے ہی، مع اُس صفت کے جسپر لفظ بیّنات دلالت کرتا ہی۔

(آیہ) کے معنی لغت میں علامت یعنی نشانی کے ہیں، اور علامت ہمیشہ اُسپر جسکی وہ نشانی ہو دلالت کرتی ہے، پس آیت کے معنی دلالت کرنیوالے کے ہوتے جیسے کہ امام فخر الدین رازی نے بھی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھا ہی "ان الآیۃ ھی الدالۃ" اور جو کہ قرآن مجید کے فقرے بھی خدا کی وحدانیت اور انبیاء کی نبوت اور احکام شریعت پر دلالت کرتے ہیں، اسلیئے اُسکے ہر فقرہ کو بھی آیت کہتے ہیں جیسیکہ تفسیر معالم التنزیل میں "ولقد انزلنا الیک اٰیات بیّنات" کی تفسیر میں لکھا ہی "واضحات مفصلات بالحلال والحرام والحدود والاحکام" اور جبکہ فقرات قرآن پر اسلیئے کہ وہ احکام پر دلالت کرتے ہیں آیات کا اطلاق ہوا، تو آیات سے خود احکام بھی جو اُس شخص کے وجود اور عظمت وجلال اور قدرت وسطوت واختیار پر دلالت کرتے ہیں جسنے وہ احکام صادر کیئے ہیں مراد لیئے جاسکتے ہیں، درحقیقت آیات کے لفظ سے قرآن مجید کی آیتیں یا احکام جو خدا نے اُن آیتوں میں نازل فرمائے ہیں مراد لینا ایک ہی بات ہی۔

قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال کبھی تو خدا کی جانب سے ہوا ہی، جیسیکہ اس آیت میں "ولقد انزلنا الیک اٰیات بیّنات" اور کبھی بطور قول کفار یا اہل الکتاب کے ہوا ہے، جیسیکہ اس آیت میں ہی "وقالوا لولا یاتینا بآیۃ من ربہ" پس جہاں قرآن میں اس لفظ یعنی "آیت" یا "آیات" یا "بیّنات" یا "آیات بیّنات" کا استعمال خدا کی جانب سے ہوا ہے، اُس سے ہمیشہ وہ احکام یا نصائح اور مواعظ مراد ہیں، جو خدا تعالیٰ نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿۸۱﴾ وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَا يُؤْمِنُونَ ﴿۸۲﴾	کیا جب کبھی کوئی پیغمبر تمھارے پاس وہ چیز لایا جسکو تمھارا جی نہ چاہتا تھا تو تمنے اُس سے سرکشی نہیں کی پھر ایک گروہ کو تمنے جھٹلایا اور ایک گروہ کو تمنے مار ڈالا (۸۱) اور بولے کہ ہمارے دل (ایمان سے) ڈھکے ہوئے ہیں (نہیں) بلکہ اُنپر اُنکے کفر کے سبب اللہ نے لعنت کی ہے پس ذرا سا بھی ایمان نہ لائینگے (۸۲)

بذریعہ اپنے کلام یا وحی کے انبیا پر نازل فرمائے ہیں، اُن احکام و مواعظ میں سے بعضے خفی ہیں جنکی حکمت بہ تامل و تدقیق نظر سمجھ میں آتی ہی، اور بعضے ایسے ہیں جو نہایت صاف اور واضح بدیہی ہیں، اسی لیئے خدا نے کبھی صرف آیات سے اور کبھی آیات بینات سے اور کبھی زیادہ تر بدیہی ہونے کے سبب صرف بینات سے اُنکو تعبیر کیا ہے ✦

اس بیان سے ظاہر ہے کہ ہم آیات بینات سے جہانکہ وہ خدا کی طرف سے بولا گیا ہی، وہ چیز مراد نہیں لیتے جسکو لوگ معجزہ یا معجزات کہتے ہیں، گو مفسرین نے اکثر مقامات میں بلکہ قریباً کل مقامات میں ان الفاظ سے معجزات ہی مراد لیئے ہیں مگر یہ غلطی ہے، معجزہ پر آیت یا آیات کا اطلاق ہو نہیں سکتا، کیونکہ معجزہ امر مطلوب پر یعنی اثبات نبوت یا خدا کی طرف سے ہونے پر دلالت نہیں کرتا، اور نہ وہ بصفت بینات موصوف ہو سکتا ہی، اسلیئے کہ اُسمیں اگر وہ ہو بھی تو بھی کوئی ایسی وضاحت جس سے اُسکا حق اور واقعی ہونا اور خدا کی طرف سے ہونا پایا جاوے کبھی نہیں ہوتی صرف احکام ہی ہیں جو بینات کی صفت سے موصوف ہو سکتے ہیں ✦

معجزہ نبوت کے ثبوت کی کیونکر دلیل ہو سکتا ہی، اثبات نبوت کے لیئے دل خدا کا

✦ نقرأ یا ما یؤمنون، سما یؤمنون علیلا او لاکثیر و یقول ما یؤمنون بقلیل ولا بکثیر تفسیر کبیر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ
اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَ
كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ
عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ
مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ
اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ بِئْسَمَا
اشْتَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ
وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۸۴﴾

اور جب اُنکے لیئے اللہ کے پاس سے کتاب (یعنی قرآن) آئی سچ بتانیوالی اُس چیز کو جو اُنکے پاس ہی حالانکہ اُس سے پہلے (اُسی سے) اُن لوگوں پر جو کافر تھے فتح پانی چاہتے تھے، پھر جب اُنکے پاس آئی وہ چیز جسکو وہ جانتے تھے اُس سے انکار کیا پس لعنت ہی خدا کی انکار کرنے والوں پر (۸۳) بُری چیز ہی جو کچھ کہ آپ اُنھوں نے اپنے لیئے لی ہی کہ انکار کریں اُس چیز سے (یعنی قرآن سے) جسکو خدا نے بھیجا ہی اس ضد سے کہ خدا اُسکو بھیجے اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جسپر چاہے، پھر مستحق ہوئے غصہ پر غصہ کے اور کافروں کیلیئے سخت عذاب ہی (۸۴)

وجود اور اُسکا متکلم ہونا اور اُسمیں اپنے ارادہ سے کام کرنیکی قدرت کا ہونا اور اُسکا تمام بندوں کا مالک ہونا ثابت کرنا چاہیئے۔ پھر اسکا ثبوت چاہیئے کہ وہ اپنی طرف سے رسول و پیغمبر بھیجا کرتا ہی، پھر یہ ثابت ہونا چاہیئے کہ جو شخص دعوے نبوت کرتا ہے وہ درحقیقت اُسکا بھیجا ہوا ہی۔ ہم پہلی دو باتوں سے قطع نظر کرتے ہیں کیونکہ کہا جا سکتا ہی کہ قرآن مجید میں ایسے مقامات پر اکثر اہل کتاب مخاطب ہیں جو اُن دونو پہلی باتوں کو مانتے تھے، اور اس لیئے معجزات سی صرف تیسری بات کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے ؎

مگر وہ تیسری بات بھی معجزے سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ قاضی ابی الولید محمد بن رُشد نے اپنی کتاب میں جسکا نام ،،کتاب الکشف عن مناہج الادلہ فی عقائد الملۃ،، ہے بعثت انبیاء پر نہایت لطیف مباحثہ لکھا ہی، جسکا ماحصل ہم بھی اس مقام پر لکھتے ہیں، اُنھوں نے لکھا ہی کہ خدا کی طرف سے رسولوں کے آنے میں دو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور جب اُنسے کہا جاتا ہے کہ اُس چیز پر ایمان لاؤ جو خدا نے بھیجی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اُسپر ایمان لائے ہیں جو ہمپر اُتری ہے اور اُسکے سوا کسی کو نہیں مانتے حالانکہ وہ سچ ہے اور سچ بتاتی ہے اُسچیز کو جو اُنکے پاس ہے۔ اے محمد تو اُنسے کہدے کہ اگر تم اُسی کو مانتے ہو جو تمھارے پاس ہے تو پھر تمنے کس لیئے اگلے زمانہ میں اللہ کے نبیوں کو مار ڈالا اگر ایمان والے تھے (۸۵)

چیزیں غور طلب ہیں۔ اول رسول کے ہونیکا ثبوت۔ دوسرے وہ چیز جس سے ظاہر ہو کہ یہ شخص جو رسول ہونیکا دعوی کرتا ہے رسولوں میں سے ایک رسول ہے، اور اپنے دعوے میں جھوٹا نہیں ہے۔ انسانوں میں سے ایسے انسان کے ہونے پر متکلمین نے دنیا کے حالات پر قیاس کر کر استدلال کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے، کہ اللہ تعالی متکلم ہے اور صاحب ارادہ، اور بندوں کا مالک، اور دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ ایسا شخص مجاز ہے کہ اپنے مملوک بندوں کے پاس اپنا ایلچی یا رسول بھیجے، تو خدا کی نسبت بھی ممکن ہے کہ اپنے بندوں پاس اپنا رسول بھیجے۔ اور یہ بات بھی دنیا میں دیکھی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں بادشاہ کا ایلچی ہوں اور بادشاہی نشانیاں اُسکے پاس ہیں تو واجب ہوتا ہے کہ اُسکا ایلچی ہونا قبول کیا جاوے۔ متکلمین کہتے ہیں کہ یہ نشانیاں رسولوں کے ہاتھ سے معجزوں کا ہونا ہے ✣

ابن رشد فرماتے ہیں کہ یہ دلیل عام لوگوں کے لیئے کسیقدر مناسب ہو، مگر جب غور سے دیکھا جاوے تو ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ جو شخص بادشاہ کے ایلچی ہونیکا دعوی کرتا ہے اُسوقت تک اُسکو سچا نہیں مانا جاسکتا جبتک کہ یہ نہ معلوم ہو کہ جو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۸۶﴾	بیشک تمہارے پاس موسیٰ کھلی ہوئی نشانیاں لیکر آیا پھر اُسکے بعد تمنے بچھڑا بنالیا اور تم ظالم ہو (۸۶)

نشانیاں وہ دکھاتا ہی وہی نشانیاں بادشاہ کے ایلچی ہونے کی ہیں، اور یہ بات دو طرح سے ہوسکتی ہی یا تو خود بادشاہ نے اپنی رعیت سے کہدیا ہوگا کہ جس شخص کے پاس تم میری ان خاص نشانیوں کو دیکھو تو اُسکو میرا رسول یا ایلچی جانو، یا بادشاہ کی عادت سے یہ بات معلوم ہوگئی ہو کہ وہ ایسی نشانیاں بجز اپنے ایلچی یا رسول کے اور کسی کو نہیں دیتا۔ جبکہ یہ بات ہی تو کوئی کہہ سکتا ہی کہ یہ بات کہاں سے معلوم ہوگی کہ بعض انسان کے ہاتھ سے معجزوں کا ہونا رسول ہونے کی خاص نشانی ہی کیونکہ دو حال سے خالی نہیں، یا یہ بات شرع سے جانی گئی ہوگی یا عقل سے، شرع سے جاننا تو غیر ممکن ہی، کیونکہ شرع تو رسول ثابت ہونے کے بعد ٹھہریگی اور ابتک رسول ہونا ہی ثابت نہیں ہوا ہی اور عقلاً بھی اس بات کا قرار دینا کہ یہ نشانیاں مخصوص رسولوں کی ہیں غیر ممکن ہی ہاں اگر وہ نشانیاں بہت سی دفعہ اُنہی لوگوں سے ظاہر ہوتیں جو رسول ہونیکا دعوی کرتے ہیں اور اُنکے سوا اور کسی سے نہیں ہوتیں تو جو لوگ رسولوں کے ہونے کو مانتے ہیں اُنکے لیئے دلیل ہوسکتی، اور اُسوقت یہ کہا جا سکتا کہ اس شخص نے جو رسول ہونیکا دعوی کرتا ہی معجزے دکھلائے ہیں، اور جو شخص کہ معجزے دکھاتا ہی وہ رسول ہوتا ہے، اور اسلیئے یہ شخص بھی رسول ہی۔ مگر یہ ماننا کہ اس شخص نے جو رسول ہونیکا دعوی کرتا ہی معجزے دکھلائے ہیں، اُسیوقت ہوسکتا ہی جبکہ اول تسلیم کرلیا جاوے کہ ایسی باتیں انسان سے ہوسکتی ہیں، اور درحقیقت اُنکا ہونا بخوبی محسوس ہوا ہو، اور یقین ہوگیا ہو کہ وہ کسی لاگ اور کسی حکمت سے اور خواص اشیاء سے نہیں ہوئیں اور جو دکھائی دیا ہی وہ نظر بندی نہ تھی، بلکہ حقیقت میں واقع ہوا ہی۔ اور یہ کہنا

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٧﴾

اور (یاد کرو) جب ہمنے تمسے قرار لیا اور ہمنے تمپر طور کو اونچا کیا کہ مضبوط پکڑو اس چیز کو جو ہمنے تمکو دی ہی اور (اسکو) مانو، (اپنی زبان سے تو انھوں نے) کہا کہ ہمنے مانا (مگر انکی زبان حال اور کردار نے کہا کہ) ہمنے نہ مانا اور انکے دلوں میں پلادیگئی تھی بچھڑے کی (محبت) انکے کفر کے سبب کہدے کہ بری بات ہے جسکے کرنے کو تمھارا ایمان تمکو حکم دیتا ہے اگر تم ایمان والے ہو (۸۷)

کہ جو شخص معجزے دکھاتا ہی وہ رسول ہوتا ہی، جب صحیح ہوگا کہ پہلے رسولوں کا وجود اور یہ بات کہ وہ معجزے بجز رسولوں کے اور کسی نے نہیں دکھائے مان لیا جاوے، کیونکہ اس قسم کی منطقی دلیل کا جسمیں دو مقدمے ملاکر نتیجہ نکالا جاتا ہی یہ خاصہ ہی کہ دونوں مقدمے مان لیئے گئے ہوں، مثلاً جس شخص کے سامنے یہ دلیل کیجاوے کہ العالم محدث، تو ضرور ہی کہ اُسکو یہ بات معلوم ہو کہ عالم موجود ہی اور محدث بھی ہی، پس اب ایک معترض کہہ سکتا ہی کہ یہ بات کہ جو شخص معجزے دکھاتا ہی وہ رسول ہوتا ہے کہاں سے ثابت ہوئی ہی، کیونکہ ابتک رسالت ہی کا وجود ثابت نہیں ہوا ہے، اور دو مقدموں کو ملاکر نتیجہ نکالنے کیلیئے اول اُن دونو کا ثابت ہوجانا ضرور تھا۔ اور یہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ جب رسولوں کا ہونا عقلاً ممکن ہی تو انکے ہونے پر عقل دلالت کرتی ہی، کیونکہ وہ امکان اِس قسم کا امکان نہیں ہی جو موجودات کی طبیعت میں پایا جاتا ہے، جسطرح کہ ہم کہتے ہیں کہ ممکن ہی کہ مینھ برسے اور نہ برسے، اسلیئے کہ جو امکان موجودات کی طبیعت میں مانا جاتا ہی وہ اسلیئے مانا جاتا ہی کہ وہ شی کبھی موجود ہوتی ہی اور کبھی نہیں ہوتی، جیسیکہ مینھ کا حال ہی کہ کبھی برستا ہی اور کبھی نہیں برستا، اور اسلیئے عقل بطور قاعدہ کلیہ کے یہ بات کہتی ہی کہ مینھ کا برسنا ممکن ہی۔ اور واجب کا حال اسکے برخلاف ہی اور وہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۸﴾	کہہ دے کہ اگر آخرت کا گھر خدا کے نزدیک اور لوگوں کے سوا بالتخصیص تمھارے ہی لیئے ہے تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو (۸۸)

وہ ہے جو ہمیشہ موجود اور محسوس ہو، اور اسلیئے اُسکی نسبت عقل بطور قاعدہ کلیہ کے یہ بات کہتی ہے کہ اُسکا متغیر ہونا اور بدلا جانا ممکن نہیں، پس جو شخص کسی ایک رسول کے ہونیکا بھی قائل ہوگیا ہو تو اُسکے مقابل میں کہا جاسکتا ہے کہ رسولوں کا ہونا ممکن ہے، مگر جو شخص رسول ہونیکا قائل ہی نہ ہو تو اُسکے مقابل میں اُسکا امکان کہنا جہالت ہے، اور لوگوں کی طرف سے ایلچی کا ہونا ممکن مانا گیا ہے تو اس سبب سے مانا گیا ہے کہ اُنکے ایلچیوں کا وجود ہمنے پایا ہے، اگر یہ کہا جاوے کہ لوگوں کی طرف سے ایلچیوں کے وجود کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کی طرف سے بھی رسولوں کا ہونا ممکن ہو، جیسیکہ عمرو کے ایلچی کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ زید کی طرف سے بھی ایلچی کا ہونا ممکن ہے، تو یہ بھی ٹھیک نہیں ہوگا اسلیئے کہ ایسی صورت میں عمرو اور زید دونوں کی طبیعتوں کا مساوی ہونا ضرور ہے، اور یہ مساوات خدا اور بندوں میں نہیں ہے، اور اگر آیندہ کے لیئے رسول ہونیکا امکان فی نفسہ مان لیا جاوے، تو یہ تسلیم ایک امکانی امر کی تسلیم ہوگی نہ اسکے وقوع کی، اور یہ نہ معلوم ہوگا کہ اُسنے بھیجا بھی ہے یا نہیں، جیسیکہ اس بات میں شک ہوتا ہے کہ عمرو نے کسی گذشتہ زمانہ میں ایلچی بھیجا یا نہیں اور آیندہ زمانے میں بھیجنے میں شک کرنا کہ آیندہ بھی وہ بھیجیگا یا نہیں گذشتہ زمانے کے شک کرنے سے بالکل مختلف ہے پھر جب ہمکو یہ بات معلوم نہیں کہ زید نے گذشتہ زمانہ میں کوئی ایلچی بھیجا ہے یا نہیں تو ہمکو یہ کہنا صحیح نہو گا کہ جسکے پاس زید کی نشانیاں ہیں وہ زید کا ایلچی ہے جبتک کہ ہم یہ نہ جان لیں کہ یہ نشانیاں اُسکے ایلچی ہونے کی نشانیاں ہیں، اور یہ بات جب ہوگی جب ہم جان چکے ہوں کہ اُسنے اپنا ایلچی بھیجا ہے پس جبکہ ہمنے یہ تسلیم بھی کرلیا کہ رسالت ہوتی ہے اور معجزے بھی ہوتے ہیں، تو کسطرح ہمکو یہ بات معلوم

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾	اور ہرگز کبھی اُسکی آرزو نکرینگے اُسکے سبب سے جو اُنکے ہاتھوں نے پیش کیا ہو (یعنی بسبب اپنے اعمال بد کے) اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو (۸۹)

نہوگی کہ جسنے وہ معجزے دکھلائے ہیں وہ رسول ہے۔ کیونکہ اُسکے رسول ہونیکا ثبوت خدا کی طرف سے تو اُسوقت تک نہیں ہوسکتا جبتک کہ اُسکا رسول ہونا ثابت نہولے ورنہ تصحیح الشئی بنفسہ لازم آتی ہے جو باطل ہے اور تجربہ اور عادت سے بھی اُسکے رسول ہونیکا ثبوت نہیں ہوسکنے کا بجز اسکے کہ معجزے رسول ہی دکھا یا کریں اور کوئی نہ دکھا سکے حالانکہ خرق عادت جسکا ایک نام معجزہ بھی ہی رسول اور غیر رسول دونوں دکھا سکتے ہیں۔ اِن تمام مشکلات کے سبب متکلمین نے اُن سب باتوں کو چھوڑ کر صرف یہ بات کہی کہ جس شخص کے پاس معجزہ یعنے عاجز کرنے والی چیز ہو وہ رسول ہی، مگر یہ بھی صحیح نہوگا بجز اسکے کہ دہ شے معجز فی نفسہ رسالت اور رسول پر دلالت نہ کرے، اور عقل میں یہ قوت نہیں کہ وہ جب کوئی عجیب خرق عادت دیکھے تو یہ جان لے کہ وہ ربانی ہی اور رسالت پر دلیل قاطع، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ دیکھنے والا یہ اعتقاد کرے کہ جس شخص سے یہ خرق عادت ہوئی ہے، وہ ایک بڑا شخص ہے، اور بڑا شخص جھوٹ نہیں بولیگا، بلکہ اُسکے رسول ماننے کو یہ بھی کافی نہوگا جبتک کہ یہ بھی نہ مان لیا جائے کہ رسالت درحقیقت ایک چیز ہے، اور ایسی خرق عادت بجز رسول کے اور کسی بڑے شخص سے نہیں ہوتی۔ شے معجز بھی رسالت پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ عقل نہیں جان سکتی کہ رسالت اور شے معجز میں کیا علاقہ ہی، جبتک یہ نہ مان لیا جائے کہ اعجاز، رسالت کے افعال میں سے ایک فعل ہے، جیسیکہ بیمار کا اچھا کرنا طب کے افعال میں سے ایک فعل ہی، اور جو شخص بیمار کو اچھا کردیتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ طب کا وجود ہی، اور یہ شخص طبیب ہی، پس یہ تمام دلیلیں بودی ہیں۔ اور اگر ہم بطور تنزل کے رسالت کے امکان لعری کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾	اور بیشک تو اُنکو پاویگا سب آدمیوں سے زیادہ حریص زندگی پر، اور اُن لوگوں سے بھی زیادہ تر (حریص) جو مشرک ہیں، ہر ایک اُنمیں کا چاہتا ہے کہ کاش اُسکو ہزار برس کی عمر دیجاوے اور لمبی عمر ہونا بھی اُسکو عذاب سے بچانیوالا نہیں، اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں (۹۰)

امکان و توع فرض کرلیں اور معجزہ کو بھی اُس شخص کے سچا ہونے کی دلیل مان لیں جو رسالت کا دعوی کرتا ہے، تو بھی اُن لوگوں کے نزدیک جو کہتے ہیں کہ رسول کے سوا اور سے بھی شئے معجز ظاہر ہوتی ہے، رسالت پر معجزہ کی دلالت لازمی نہیں ہونے کی، اور متکلمین اس بات کے قائل ہیں کہ شئے معجز کبھی جادوگر سے اور ولی سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس مقام پر جو انھوں نے یہ شرط لگائی ہے، کہ شئے معجز اُسی وقت رسالت پر دلالت کرتی ہے، جبکہ وہ رسالت کے دعوی کیساتھ مقارن ہو، اور جو شخص رسول نہیں ہو اور وہ یہ دعوی کرے کہ میں رسول ہوں شئے معجز کو دکھانا چاہے تو نہ دکھا سکے گا، یہ ایک ایسی بات ہو جسپر کوئی دلیل نہیں، نہ تو اُسکا نشان منقولات میں پایا جاتا ہے اور نہ عقل سے معلوم ہوسکتا ہی، اور یہ کہنا کہ شئے معجز ایک بڑے شخص سے ظاہر ہوتی ہے، اور جو شخص جھوٹا دعوی کرے وہ بڑا شخص نہیں ہے، اور اسلیئے اُس سے ظاہر نہوگی، اسلیئے غلط ہوجاتا ہی کہ متکلمین جادوگر سے شئے معجز کا ظاہر ہونا تسلیم کرتے ہیں، اور جادوگر بڑا شخص تسلیم نہیں کیا جاسکتا ✦

اِن سب خرابیوں پر خیال کرکے بعض لوگوں نے یہ کہا ہے، کہ یہ اعتقاد ٹھیک ہو کہ خرق عادت بجز انبیا کے اور کسی سے نہیں ہوتا، اور سحر صرف ایک

✦ والضمیر (لای ضمیر ھو) ✦✦ لما دل علیہ یعمر وان یعمر بدل منہ (بیضاوی)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۹۱﴾	کہہ دے جو کوئی دشمن ہو جبرئیل کا کیونکہ اسنے ڈالا ہو تیرے دل پر اللہ کے حکم سے (وہ کلام جو) سچ بتایا ہوا اس چیز کو جو اس کے پیشتر ہی اور ہدایت اور خوشخبری ہو ایمان والوں کیلئے (۹۱)

ذھت بندی ہی، نہ قلب عین شی یعنی معجزہ سے لکڑی سچ مچ کا سانپ بنجاتی ہے، اور سحر سے وہ سانپ نہیں بنتی، بلکہ لوگوں کو سانپ دکھائی دیتی ہو اور اسی وجہ سے اُن لوگوں نے کرامات اولیا سے انکار کیا ہو (واضح ہو کہ اسی خیال پر شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں کرامات اولیا سے انکار کیا ہی) مگر قاضی ابن رشد اس اعتقاد کی بھی تردید کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تم کو رسول خدا صلعم کے حال سے ظاہر ہوگا، کہ آنحضرت نے نہ کسی ایک شخص کے اور نہ کسی ایک گروہ کے ایمان پر دعوت کرتے وقت یہ نہیں کیا، کہ اس سے پہلے اسکے سامنے کوئی خرق عادت کی ہو، اور ایک چیز کو دوسری چیز میں بدل دیا ہو یعنی لکڑی کا سانپ اور سانپ کی لکڑی، اور سونے کو مٹی اور مٹی کو سونا بنا دیا ہو، اور اسلام لانے کی دعوت کے وقت کوئی کرامات اور کوئی خوارق عادات آنحضرت صلعم سے ظاہر نہیں ہوئی، اگر ظاہر ہوئی ہو تو معمولی حالات میں بغیر اسکے کہ کرامات یا خرق عادت کا دعویٰ کیا ہو، اور اسکا ثبوت خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہی جہاں خدا نے آنحضرت صلعم سے فرمایا ہی کہ، کافر کہتے ہیں کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لائینگے

قالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنة من نخیل وعنب فتفجر الانھار خلالھا تفجیرا او تسقط السماء کما	جبتک کہ تو زمین پھاڑ کر ہمارے لیے چشمے نہ نکالے، یا تیرے پاس کھجور و انگور کا باغ ہو جسکے بیچ میں تو بہتی ہوئی نہریں نہ نکالے زور سے بہتی، یا تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے نہ ڈالے، یا خدا اور فرشتوں کو اپنے سامنے نہ لاوے یا تیرے لیئے کوئی مزین گھر نہو، یا تو آسمان پر چڑھ

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ	جو شخص خدا کا دشمن ہے

علينا كسفا او تاتى بالله والملائكة قبيلا او يكون لك بيت من زخرف او ترقى فى السماء ولن نؤمن لرقيك حتى تنزل علينا كتابا نقرؤه قل سبحان ربى هل كنت الا بشرا رسولا۔
وما منعنا ان نرسل بالآيات الا ان كذب بها الاولون ؞

نجاوے، اور ہم تو تیرے منتر پر ہرگز ایمان نہیں لاوینگے، جبتک کہ ہم پر ایسی کتاب نہ اُترے جو ہم پڑھ لیں (اسپر خدا اپنے پیغمبر سے کہتا ہو کہ) تو اُنسے کہدے، کہ پاک ہی میرا پروردگار میں تو کچھ نہیں ہوں مگر رسول (اور خدا نے فرمایا کہ) نہیں روکا ہمکو آیات کے بھیجنے سے مگر یہ کہ جھٹلایا اُنکو اگلوں نے ؞

غرضکہ قاضی ابن رشد نے معجزات کو مثبت نبوت قرار نہیں دیا، اور اُسکے بعد صرف قرآن کو مثبت نبوت قرار دیا ہی،، اور قریبًا قریبًا وہی لکھا ہے † جو اس بحث میں ہم لکھ چکے ہیں، مگر وہ بحث اس مقام سے متعلق نہیں ہی۔

قاضی ابن رشد نے جو اتنی بڑی بحث لکھی ہی اُسکا حاصل یہ ہی، کہ اگر خدا کو موجود و مرید و متکلم و قادر و مالک عباد تسلیم بھی کر لیا جاوے، اور یہ بھی مان لیا جاوے کہ وہ رسول بھی بھیجا کرتا ہے، اور معجزات کا بھی وقوع قبول کر لیا جاوے، تب بھی معجزات کے وقوع سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی، کہ وہ شخص خدا کا رسول ہے، مختصر طور پر اسکی یہ دلیلیں ہیں ؞

(۱) جو امر کہ واقع ہوا اُسکی نسبت اُس امر کے لزوم کا ثبوت نہیں ہوتا کہ جس شخص سے وہ واقع ہو وہ رسول ہوتا ہے ؞

(۲) کوئی خرق عادت ایسی معلوم نہیں ہی جو بطور خاصہ رسولوں سے مخصوص ہو ؞

(۳) کچھ ثبوت نہیں ہے کہ خرق عادت سے رسالت کو کیا تعلق ہے ؞

(۴) اسکا ثبوت نہیں ہوتا کہ اُسکا وقوع قانون قدرت کے مطابق نہیں

† دیکھو صفحہ ۳۵ لغایت ۴۰

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور اُسکے فرشتوں کا	وملئکتہ

ہوا کیونکہ بہت سے عجائبات اب بھی ایسے ظاہر ہوتے ہیں جو فی الحقیقت اُنکا وقوع قانون قدرت کے مطابق ہوتا ہے مگر وہ قانون ابھی لامعلوم ہے +

(۵) اسکا کچھ ثبوت نہیں ہوتا کہ جو امر واقع ہوا وہ خواص نفس انسانی سے جو ہر ایک انسان میں ہے کچھ تعلق نہیں رکھتا +

(۶) غیر انبیاء سے جو امور خرق عادت کے واقع ہوتے ہیں اور جو انبیا سے واقع ہوتے ہیں اُن دونوں میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں ہے +

(۷) یہاں تک کہ اہل ہنر سے جو امور واقع ہوتے ہیں اُن میں خرق عادت میں امتیاز نہایت ہی مشکل ہوتا ہے +

کوئی معترض غلطی سے کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید میں جسطرح آیات بینات کا اطلاق قرآن کی آیتوں یا احکام ونصایح ومواعظ قرآنی پر ہوا ہے اسی طرح معجزات پر ہوا ہے اور وہ آیتیں قرآن کی غلط فہمی سے اسکی دلیل میں پیش کر سکتا ہے پس مناسب ہے کہ ہم اس مقام پر بتادیں کہ ان آیتوں میں سے آیات بینات سے معجزے مراد نہیں ہیں +

پہلی آیت سورۂ مائدہ کی ہے جہاں خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی نسبت فرمایا ہے کہ ،، اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا۔ واذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل۔ واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی۔ واذ تخرج الموتیٰ باذنی ۔ واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبینات فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین ،، اس آیت میں مفسرین کے نزدیک حضرت عیسیٰ کے معجزات کا بیان ہے اور پھر کہا گیا ہے کہ کافروں نے کہا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بینات سے جو اس

وَرُسُلِهٖ	اور اُسکے رسولوں کا

آیت میں ہے معجزے مراد ہیں جنکو کافروں نے جادو کہا۔ صاحب تفسیر بیضاوی نے بھی ہٰذا کا اشارہ ،، الذی جئتنا بہ ،، کی طرف کیا ہی جس سے صاحب بیضاوی کے نزدیک بھی اسجگہ بیّنات سے معجزے مراد ہیں ٭

مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے، اول تو ان ہٰذا کا مشار الیہ الذی جئت بہ ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ ظرف واقع ہوا ہی کففت کا جیسیکہ خود صاحب بیضاوی نے بھی اسکو تسلیم کیا ہی، پس ان ہٰذا کا مشار الیہ ما بہ کففت ہی نہ الذی جئت بہ، کیونکہ اذ جئتہم ظرف اور جزو زائد ہے جو کلام میں مقصود بالذات نہیں ہوتا، اور کففت خود فعل مسند ہی جو مقصود بالذات ہی اور اسلیئے ہٰذا کا اشارہ اُسکی طرف اولیٰ ہی غرضکہ حضرت عیسیٰ کا بنی اسرائیل کے حملے سے بچ جانے کو جو اُنھوں نے اُنکے قتل کا ارادہ سی اُسوقت کیا تھا جبکہ وہ احکام خدا اُنکو سنا رہے تھے کافروں نے کھلا ہوا جادو بتایا، بیّنات کے لفظ سے اُسکو کچھ تعلق نہیں ہی ٭

دوسرے یہ کہ جب سادے طور سے تمام اس آیت پر نظر ڈالی جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ پر جو اکرام کیئے تھے اُنکو ادا ذکر کر بیان کیا ہی، اور اخیر کو جو قول کافروں کا تھا اُسکا ذکر کیا ہی، پس وہ قول اُنھی چیزوں سے متعلق ہے جنسے کہ وہ متعلق ہو سکتا ہی، نہ یہ کہ اُس سے کوئی خاص معنی لفظ بیّنات کے ثابت ہو سکتے ہیں ٭

دوسری آیت سورہ بنی اسرائیل کی ہی، جہاں خدا نے فرمایا ہی ،، وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون، وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بہا وما نرسل بالآیات الا تخویفا ،، اس آیت سے قاضی ابن رشد نے استدلال کیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے ادعائے نبوت کے ساتھ کوئی معجزہ کسی کو نہیں دکھلایا جیسیکہ اوپر بیان ہوا ہے ، اور اس سے پایا جاتا ہی، کہ قاضی ابن رشد نے اس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَجِبْرِيْلَ	اور جبریل

آیت میں جو لفظ "آیات" ہے اُس سے معجزات مراد لیئے ہیں۔ صاحب تفسیر بیضاوی نے بھی یہ سمجھا ہو کہ جو معجزات قریش نے طلب کیئے تھے اس آیت میں لفظ بینات سے وہی معجزے مراد ہیں ÷

مگر اس تفسیر میں چند نقصان ہیں، اول تو یہ سمجھ میں نہیں آسکتا کہ خدا نے لوگوں کی نہ ماننے یا جھٹلانے سے کیوں معجزوں کا بھیجنا بند کر دیا۔ دوسرے یہ کہ آدم سے عیسیٰ تک برابر کیوں بھیجتا رہا۔ اور کیوں اگلوں کو ایسی بیرحمی سے غارت کرتا رہا، اسلیئے میری سمجھ میں اس مقام پر بھی آیات کے معنی معجزات کے لینا صحیح نہیں، یہاں بھی احکام کے ہی معنی ہیں، جو حکم خاص کسی کو یا کسی قوم کو دیا گیا ہو وہ بھی آیت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہو۔ جیسیکہ سورۂ آل عمران سے ثابت ہوتا ہو کہ حضرت زکریا سے جبکہ خدا نے کہا کہ تیرے بیٹا ہوگا، تو انھوں نے عرض کیا "رب اجعل لی اٰیۃ" یعنی اے پروردگار میرے لیئے خاص آیت یعنی حکم مقرر کر۔ خدا نے کہا "اٰیتک الا تکلم الناس ثلٰثۃ ایام الا رمزا" یعنی تیری آیت یعنی تیرے لیئے یہ حکم ہو کہ تین دن تک بجز اشارے کے کسی آدمی سے بات نکر۔ قوم ثمود کو جو احکام حضرت صالح نے نسبت ناقہ کے بتلائے اُنکے سبب اُسپر بھی آیت کا اطلاق ہوا ہو جہاں خدا نے فرمایا ہو "ھٰذہ ناقۃ اللہ لکم اٰیۃ"، کیونکہ وہ اونٹنی فی نفسہ کوئی معجزہ نہ تھی ÷

پس اب اس آیت پر غور کرنا چاہیئے جسپر بحث ہو خدا تعالیٰ نے تمام قرآن میں کوئی حکم خاص نسبت کسی شخص کے یا خاص کسی قوم کے مخصوص نہیں کیا ہو، بلکہ تمام انسانوں کے لیئے یکساں حکم ہیں، اور نہ کسی حکم میں کوئی خاص بات یا کسی امر کی نشانی کا ہونا بتایا ہو، برخلاف اسکے بعض اگلی امتوں پر بعض احکام خاص خاص بطور نشانی کے تھے، پس خدا فرماتا ہو کہ ہمنے وہ احکام اسلیئے نہیں بھیجے کہ اگلی قومیں جن پر وہ احکام تھے وہ اُسکو سچا نہیں لاسکیں۔ اور اُسی کے ساتھ بطور تمثیل کے قوم ثمود کا ذکر آیا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور میکائیل کا	وَمِيْكٰلَ

جنکو حکم تھا کہ ادنیٰ کو کھاتا پیتا پڑا پھرنے دیں، اور کسی طرح ستاویں نہیں، اور پھر اخیر کو بتا دیا کہ وہ خاص احکام صرف ڈر قائم رکھنے کیلیئے تھے نہ مقصود بالذات ÷

(۹۲) وجبریل ومیکال یہودیوں نے فرشتوں کیلیئے نام مقرر کیئے تھے اور انکے ہاں سات فرشتے نہایت مشہور فرشتوں میں ہیں، مگر اس کا ثبوت نہیں ہے کہ کسی نبی نے انکو بتایا تھا، کہ یہ فرشتوں کے نام ہیں، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحف انبیا میں کوئی صفت صفات باری میں سے کسی خاص لفظ کے ساتھ تعبیر کیگئی تھی، اور پھر رفتہ رفتہ وہ لفظ فرشتہ کا نام متصور ہونے لگا، قرآن مجید میں انکا استعمال اسی طرح پر ہوا ہے جسطرح کہ یہودی خیال کرتے تھے، مگر ہمارے ہاں کے علماء نے بھی یہودیوں کی تقلید سے ان کو فرشتوں کے نام قرار دیئے ہیں، قرآن مجید میں صرف دو فرشتوں یعنی جبرئیل ومیکائیل کا نام آیا ہے، وہ دونوں فرشتے یہودیوں کے ہاں .... بھی اسی نام سے مشہور ہیں، صرف تلفظ کا فرق ہے، کیونکہ یہ دونوں نام دراصل عربی نہیں بلکہ عبرانی ہیں ÷

(جبریل) عبری زبان میں اس لفظ کے معنی قوۃ اللہ یا قدرت اللہ کے ہیں یہ لفظ دانیال ‡ پیغمبر کی کتاب میں آیا ہے۔ حضرت دانیال نے سینگدار مینڈھے اور سینگدار بکرے کی لڑائی کا ایک خواب دیکھا تھا، اسی خواب میں ایک شخص نے دریا کے کنارے سے پکار کر کہا کہ اے جبرئیل اس شخص یعنے دانیال کو اُسکے خواب کی تعبیر سمجھا دے، اور ایک اور دفعہ وہی شخص جسکا نام خواب میں حضرت دانیال نے جبرئیل سنا تھا اُنکا خواب سمجھانے کو

‡ دانیال باب ۸ ورس ۱۶ و باب ۹ ورس ۲۱

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ	اور اُسکے فرشتوں کا

ہوا کیونکہ بہت سے عجائبات اب بھی ایسے ظاہر ہوتے ہیں جو فی الحقیقت اُنکا وقوع قانون قدرت کے مطابق ہوتا ہے مگر وہ قانون ابھی لا معلوم ہی +

(۵) اسکا کچھ ثبوت نہیں ہوتا کہ جو امر واقع ہوا وہ خواص نفس انسانی سے جو ہر ایک انسان میں ہے کچھ تعلق نہیں رکھتا +

(۶) غیر انبیاء سے جو امور خرق عادت کے واقع ہوتے ہیں اور جو انبیا سے واقع ہوتے ہیں اُن دونوں میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں ہے +

(۷) یہاں تک کہ اہل ہنر سے جو امور واقع ہوتے ہیں اُن میں و خرق عادت میں امتیاز نہایت ہی مشکل ہوتا ہے +

کوئی معترض غلطی سے کہہ سکتا ہے، کہ قرآن مجید میں جسطرح آیات بینات کا اطلاق قرآن کی آیتوں یا احکام و نصایح و مواعظ قرآنی پر ہوا ہی اسی طرح معجزات پر ہوا ہے اور دو آیتیں قرآن کی غلط فہمی سے اسکی دلیل میں پیش کر سکتا ہی، پس مناسب ہے کہ ہم اس مقام پر بتا دیں، کہ اُن آیتوں میں سے آیات بینات سے معجزے مراد نہیں ہیں +

پہلی آیت سورۂ مائدہ کی ہی جہاں خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی نسبت فرمایا ہے کہ ،، اذ ایدتك بروح القدس تكلم الناس فی المهد وكهلا۔ واذ علمتك الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل ۔ واذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذنی فتنفخ فيها فتكون طيرًا باذنی وتبرئ الاكمه والابرص باذنی۔ واذ تخرج الموتٰى باذنی ۔ واذ كففت بنی اسرائيل عنك اذ جئتهم بالبينات فقال الذين كفروا منهم ان هذا الا سحر مبين ،، اس آیت میں مفسرین کے نزدیک حضرت عیسیٰ کے معجزات کا بیان ہی، اور پھر کہا گیا ہے کہ کافروں نے کہا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے، اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ بینات سے جو اس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ۚ وَمَا یَکۡفُرُ بِهَاۤ اِلَّا الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۹۳﴾ اَوَکُلَّمَا عٰهَدُوۡا عَهۡدًا نَّبَذَهٗ فَرِیۡقٌ مِّنۡهُمۡ ؕ بَلۡ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۹۴﴾

اور بیشک ہمنے بھیجی ہیں تیری پاس کھلی ہوئی نشانیاں (یعنی احکام صریح) اور اُنسے انکار نہیں کرتے مگر فاسق (۹۳) اور کیا یہ نہیں ہے، کہ جب کبھی اُنھوں نے (یعنی یہودیوں نے) کبھی عہد کا معاہدہ کیا، تو اُنہی میں سے ایک فریق نے اُسکو پھینک دیا، بلکہ اُنہیں کے اکثر اُسپر یقین ہی نہیں کرتے (۹۴)

میں تکرار کرکے گفتگو کی، تب اُسنے بدنامی کی نالش نہیں ویسی نہ کی، لیکن کہا اللہ تجھے ملامت کرے" ؛

بہرحال ہمکو اسمیں کچھ شبہ نہیں ہو کہ جو الفاظ صفات باری پر مستعمل ہوئے تھے آخر کو اُنہی الفاظ کو فرشتوں کا نام سمجھنے لگے۔ یہودی خیال کرتے تھے کہ میکائیل قوم بنی اسرائیل کا محافظ اور نگہبان ہو، اور جبرئیل کو سمجھتے تھے کہ وہ بنی اسرائیل کا مخالف ہو۔ اس سبب سے جبرئیل کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اور اُس سے عداوت رکھتے تھے اُسی کی نسبت خدا نے فرمایا ہو کہ جو کوئی جبرئیل کا یا میکائیل کا دشمن ہو بیشک خدا اُسکا دشمن ہو۔ مگر جبرئیل و میکائیل کا اس آیت میں حکایتاً نام ہونے سے اُنکے ایسے وجود واقعی پر جیسا کہ یہودیوں نے اور اُنکی پیروی سے مسلمانوں نے تصور کیا ہو استدلال نہیں ہوسکتا، جیسیکہ فرشتوں کی بحث کے بعد اُسکو بیان کرینگے ؛

(ملائکہ) فرشتوں کی نسبت بھی جو بحث ہو وہ نہایت ہی غور طلب ہو، قرآن مجید میں فرشتوں کا ذکر آیا ہو، اور اسلیئے ہر ایک مسلمان کو جو قرآن پر یقین رکھتا ہو فرشتوں کے موجود اور اُنکے مخلوق ہونے پر یقین کرنا ضرور ہو، مگر جہانتک بحث ہو اسپر بحث ہو کہ وہ کیسی مخلوق ہو† عام خیال مسلمانوں کا اور علماء

† دیکھو صفحہ ۲۰۵۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾

اور جب کبھی اُنکے پاس خدا کے پاس سے کوئی پیغمبر آیا، اُسچیز کو سچ بتاتا ہوا جو اُنکے پاس ہے، تو اُن لوگوں میں سے ایک فریق نے جنکو کتاب کا (علم) دیا گیا تھا، خدا کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا، گویا کہ وہ اُسکو جانتے ہی نہیں (۹۵)

اسلام کا یہ ہے کہ جسطرح انسان و حیوان جسم و صورت و شکل رکھتے ہیں اسیطرح وہ بھی جسم اور صورت و شکل رکھتے ہیں، اور اُنکے پر بھی ہیں جنسے وہ اُڑکر آسمان پر جاتے ہیں اور زمین پر اتر آتے ہیں، اور خدا کا پیغام پیغمبروں تک پہنچاتے اور دنیا کے کام جو اُنسے متعلق ہیں کرتے پھرتے ہیں۔ اور حیوانات کے جسم اور اُنکے جسم میں اتنا فرق ہے کہ اُنکا جسم محسوس نہیں ہوتا نہ چھونے سے ہاتھ کو لگتا ہے، نہ دیکھنے سے آنکھ کو دکھائی دیتا ہے، اور باوجود اسقدر نازک ہونے کے وہ بہت بڑے بڑے اور نہایت مشکل کام کرتے ہیں، پہاڑ اُٹھا لیتے ہیں زمین کو اُلٹ دیتے ہیں، اور اُنمیں یہ بھی طاقت ہے کہ کبھی اپنے جسم کو ایسا کر لیتے ہیں کہ اُنکی اصلی صورت جو بہت بڑی خیال کیگئی ہے دکھائی دیجاتی ہے، اور اُنمیں یہ بھی قدرت ہے کہ جس شخص کی صورت چاہیں بنجاویں، اور انسانوں کی طرح انسانوں کے پاس آکر باتیں کریں +

ہمارے پاس کسی ایسی مخلوق کے ہونے سے جو کسی قسم کا جسم و صورت بھی رکھتی ہو جو ہمکو نہ دکھائی دیتی ہو انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے پس ہم کہتے ہیں کہ شاید ایسی مخلوق ہو، مگر ہم ایسی مخلوق کے ہونیکا دعوی بھی نہیں کرتے اور جو افعال ایسی مخلوق کی نسبت منسوب کیئے جاتے ہیں اُنکا بھی اقرار نہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ	اور پیروی کی اُس چیز کی جو شیاطین سلیمان کی سلطنت میں † پڑھتے تھے (یہ سمجھکر کہ سلیمان نے اُسکو کیا ہی) اور سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو آدمیوں کو جادو سکھاتے تھے اور اُس چیز کی پیروی کی جسکی نسبت وہ کہتے تھے) کہ بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر اُتارے گئے ہیں

کرتے کیونکہ ان باتوں کے اثبات کے لیئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہی قرآن مجید سے فرشتوں کے اس قسم کے وجود کا اور اُنکے اس قسم کے جسم کا اور اُنکے ان افعال کا جنکا اوپر ذکر ہوا کچھ ثبوت نہیں ہے ؛

فرشتوں کے اس قسم کے وجود اور افعال کا ثبوت ضرور ہی کہ دلیل نقلی سے ہوگا اور اسلیئے قبل شروع کرنے اس بحث کے ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہی کہ علماء علم کلام نے جو بحث نسبت دلیل نقلی کے کی ہی اس مقام پر اُسکو نقل کریں ؛

شرح مواقف میں اس بات پر ایک بحث لکھی ہی، کہ دلائل نقلیہ جنسے مطالب پر استدلال کیا جاتا ہے مفید یقین ہیں یا نہیں، معتزلا و جمہور اشاعرہ کا یہ مذہب بیان کیا ہی کہ مفید نہیں، اور اُسکی وجہ یہ لکھی ہی کہ جن الفاظ سے استدلال کیا جاتا ہی اُنکی نسبت جاننا چاہیئے کہ وہ اُنہی معنوں کے لیئے وضع کیئے گئے ہیں جو معنی اُنسے لیئے جاتے ہیں، اور اسبات کا بھی جاننا چاہیئے کہ یہی معنی اُنسے مراد بھی ہیں پہلی بات کے جاننے کے اصول تین ہیں، لغت اور صرف و نحو، اور یہ تینوں اصول روایت احاد سے ہم تک پہنچے ہیں، مثلاً اصمعی اور خلیل و سیبویہ سے، اور اگر

† على ملك سليمان - اى على عهده - اى زمانه ملكه - فالمضاف محذوف -
او زمان سليمان فالملك مجاز عن العهد و على التقديرين على بمعنى فى - (بيضاوى رحمه)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى
يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ
فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ
بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا
هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ
مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ
وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ
فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا
شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (۹۶)

اور وہ کسی کو نہ سکھاتے یہانتک کہ کہتے کہ ہم
تو بجز فتنہ کے اور کچھ نہیں ہیں پس تم کافر مت ہو
پھر اُن دونوں سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے جدائی ڈالیں
مرد میں اور اُسکی جورو میں، اور وہ اُس سے کسیکو ضرر نہ
پہنچاتے تھے، بجز خدا کے حکم کے، اور اُنسے سیکھتے
تھے وہ چیز جو اُنکو نقصان دیتی تھی اور اُنکو نفع نہ
پہنچاتی تھی، اور بیشک وہ جانتے ہیں کہ جس کسی نے
جادو کو مول لیا اُسکے لیئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں
ہے، اور جس چیز کے بدلے اپنے آپ کو اُنھوں نے بیچ دیا
بیشک وہ بُری ہے، کاش کہ وہ جانتے ہوتے (۹۶)

وہ صحیح بھی ہوں تو ممکن ہے کہ خود اہل عرب نے اُسمیں غلطی کی ہو اسلیئے کہ امرء القیس جو سب سے بڑا شاعر زمانہ جاہلیت کا تھا اُسنے کئی جگہ ان باتوں میں غلطی کی ہے۔ اور اُن اصول کی فروعات قیاس پر مبنی ہیں اور روایت احاد اور قیاس دونوں ظنی دلیلیں ہیں ٭

دوسری بات اسپر موقوف ہے کہ جن معنوں کیلیئے وہ لفظ وضع ہوئے تھے اُن معنوں سے کسی دوسرے معنی میں مستعمل نہیں ہوئے۔ اور نیز وہ لفظ مشترک المعنی بھی نہیں ہیں، کیونکہ اگر مشترک المعنی ہوں تو ہو سکتا ہے کہ جو معنی ہمنے سمجھے ہیں اُسنے وہ معنی مراد نہوں، بلکہ دوسرے معنی مراد ہوں، اور نیز یہ بھی معلوم ہو کہ وہ مجازی معنوں میں بھی نہیں بولے گئے ہیں، کیونکہ اگر مجازی معنوں میں بولے گئے ہوں تو اُسنے وہی معنی مراد ہونگے نہ حقیقی معنے جو اُنسے متبادر ہوتے ہیں، اور یہ بھی معلوم ہو کہ کلام میں کوئی مضمر بھی نہیں ہے، کیونکہ اگر کوئی شے مضمر ہو تو اُسکے معنی بدل جاوینگے، اور نیز وہاں کوئی تخصیص بھی نہو، کیونکہ اگر کوئی تخصیص

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾	اور اگر وہ یقین لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو بلا شبہ اللہ کے پاس کا ثواب بہتر تھا کاش کہ وہ جانتے ہوتے (۹۷)

ہوگی تو جن چیزوں پر وہ لفظ دلالت کرتا ہے اُن میں سے بعض مراد ہونگے نہ کل، اور یہ کہ کلام میں تقدم و تاخر بھی نہو، کیونکہ اگر کلام میں تقدم و تاخر ہوگا تو اُسکے معنی بھی پلٹ جاوینگے اور ان باتوں میں سے ہر ایک بات ایسی ہی جو فی الواقع کلام میں ہوتی ہی اسلیئے ضرورتاً نقل مفید یقین نہیں ہوتی :

ان سب باتوں کے ہونے کے بعد اس بات کا جاننا بھی ضرور ہی کہ جس بات پر نقلی دلیل دلالت کرتی ہی اُسپر کوئی عقلی معارضہ بھی نہیں ہی، کیونکہ اگر کوئی عقلی معارضہ پایا جاویگا تو ضرور نقلی دلیل پر اُسکو ترجیح ہوگی، اور اُس نقلی دلیل کو ضرور دوسرے معنوں میں تاویل کرنا پڑیگا، مثلاً یہ جو خدا کا قول ہی کہ الرحمن علی العرش استوی، یہ صاف دلالت کرتا ہی کہ خدا تخت پر بیٹھا ہوا ہی، مگر دلیل عقلی اسکی معارض ہی اور خدا کا تخت پر بیٹھا ہوا ہونا عقلی دلیل سے محال ہی، اسلیئے اُس نقلی دلیل کی غلبہ یا باد شاہت سے تاویل کی گئی، اور اگر یوں نہ کیا جاوے تو اجتماع نقیضین یا ارتفاع نقیضین لازم آتا ہی، اور اگر دلیل نقلی کو عقل پر ترجیح دیں تو فرع سے اصل کا ابطال لازم آتا ہی، کیونکہ جو چیزیں نقلی ہیں اُنکا اثبات بھی بجز عقل کے اور کسیطرح ممکن نہیں، پس نقل کے لیئے بھی عقل ہی اصل ہی، اسلیئے نقل کو ترجیح دینے سے اصل سے فرع کا ابطال لازم آتا ہی، اور فرع بھی اُس سے باطل ہو جاتی ہی، کیونکہ صحت نقل تو متفرع تھی عقل پر جسمیں فساد ہونا مانا گیا تو نقل بھی مقطوع الصحت نہ ہی۔ عقلی معارضہ کا نہونا بھی یقینی نہیں ہی، کیونکہ غایت الغایت یہ ہی کہ باوجود تلاش کے کوئی معارض عقلی نہیں ملا، لیکن معارض عقلی کے نملنے سے اُسکے نہونے پر یقین نہیں ہو سکتا، اور اس سے ثابت ہوا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۹۸)	اے لوگوں جو ایمان لائے ہو تم راعنا کا لفظ مت کہو بلکہ انظرنا کا لفظ کہو اور اچھی طرح سنو اور کافروں کے لیئے دکھ دینے والا عذاب ہے (۹۸)

کہ دلالت نقلی بلکہ عقلی بھی امور ظنی پر موقوف ہے، اور اسلیئے دلالت نقلی اپنے مدلولات پر مفید یقین نہیں ہے ؛

صاحب شرح مواقف نے ان دلیلوں کے لکھنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ یہ دلیلیں ٹھیک نہیں ہیں، بلکہ حق یہ ہے کہ دلائل نقلی شرعیات میں اُن قرائن سے جو منقول ہیں مشاہدہ ہوتی ہیں، اور بطور تواتر کے ہم تک پہنچی ہیں، اور جنسے تمام احتمالات مذکورہ بالا جاتے رہتے ہیں مفید یقین ہوتی ہیں، کیونکہ تمام اہل لغت کے بیان سے ہم جانتے ہیں کہ جن معنوں میں لفظ ارض و سما کا اور اسی کی مانند جو اور مستعمل لفظ ہیں رسول خدا علیہ السلام کے وقت میں اُنہی معنوں میں مستعمل تھے جو معنی کہ اب اُنسے لیئے جاتے ہیں، اور اسمیں شک کرنا سفسطہ ہے جسکے غلط ہونے میں کچھ شبہ نہیں، اور معارض عقلی کا نہونا قائل کو یعنی پیغمبر کو صادق ماننے سے جانا جاتا ہے، کیونکہ اگر معارض عقلی کا ہونا خیال کیا جاوے تو قائل کا کذب لازم آتا ہے (ھذا محصل ما فی شرح المواقف) ؛

مگر جو کچھ نسبت دلیل نقلی کے مفید یقین ہونے کے شارح مواقف اور صاحب مواقف نے لکھا ہے وہ کسی قدر زیادہ غور کے قابل ہے، اسلیئے کہ الفاظ مستعملہ کے جو معنی بطور تواتر اور بنقل اہل لغت ہم تک پہنچے ہیں وہ مسمیات اُن الفاظ کے ہیں بلالحاظ اُنکی ماہیات کے، مثلاً ارض و سما، جو سب سے زیادہ مشہور و مستعمل الفاظ ہیں اُنکے معنی جو ہم تک بطور تواتر کے پہنچے ہیں وہ اسیقدر ہیں کہ جس چیز پر ہم رہتے ہیں وہ ارض ہے، اور جو چیز ہمکو اپنے سر پر دکھائی دیتی ہے وہ آسمان ہے، اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ عرب قدیم اسقدر سے زیادہ اور کوئی معنی اُن لفظوں کے نہیں

مَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ لَا الۡمُشۡرِکِیۡنَ اَنۡ یُّنَزَّلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۹۹﴾	نہیں دوست رکھتے اہل کتاب میں سے وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا ہی اور نہ مشرکین اس بات کو کہ اُتاری جاوے تم پر کچھ بھلائی تمھارے پروردگار سے اور اللہ مخصوص کرتا ہی اپنی رحمت سے جسکو چاہتا ہی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہی (۹۹)

سمجھتے تھے، مگر اہل کلام نے اور علماء اسلام نے صرف اسیقدر پر قناعت نہیں کی بلکہ اُنکے معنوں میں وہ باتیں بھی شامل قرار دی ہیں جنکا غالبًا خیال بھی عرب قدیم کو نہیں تھا، اور اس صورت میں اُن الفاظ کی دلالت اُن معنوں پر یقینی قطعی نہیں ہی +

الفاظ مشترک المعنی کی نسبت کوئی قرینہ ایسا نہیں ہی کہ جس سے انکا کسی ایک معنی پر مستعمل ہونے کو قطعی دلیل موجود ہو +

الفاظ کا مجازی معنوں میں مستعمل ہونا ایک ایسا وسیع امر ہی جسکی نسبت نقل سے اور نہ اہل لغت کے تواتر نقل سے تصفیہ ہو سکتا ہی. اور یہی حال اضمار اور تخصیص اور تقدیم و تاخیر کا ہے +

ان سب سے زیادہ ایک اور امر ہی جسپر شارح مواقف اور صاحب مواقف بلکہ اور کسی نے بھی غور نہیں کیا، اور وہ کلام غیر مقصود ہی، مثلاً ایک شخص یہ بات کہے کہ جب آفتاب مغرب سے نکلے یا اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نکلجاوے تب یہ امر واقع ہوگا، اور مخاطب اُسکو یہ جواب دے کہ آفتاب کے مغرب سے نکلنے اور اونٹ کے سوئی کے ناکے میں سے نکلجانے پر بھی یہ امر واقع نہوگا۔ اس کلام میں آفتاب کا مغرب سے نکلنا اور اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکلجانا کلام مقصود نہیں ہی، بلکہ عدم وقوع اُس امر کا جسکے وقوع کا قائل مدعی تھا مقصود ہے۔ اور اس کلام سے تسلیم اس بات کی کہ درحقیقت کبھی آفتاب مغرب سے نکلیگا، یا اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نکلجاویگا، لازم نہیں آتی، پس دلیل نقلی میں اس بات کا علم بھی کہ وہ کلام غیر مقصو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا	ہم آیت میں سے منسوخ کرتے ہیں یا ہم اسکو بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اسی کی مانند لاتے ہیں

نہیں ہے اشد ضروریات میں سے ہے اور بغیر اسکے کوئی نقلی دلیل مفید یقین نہیں ہو سکتی ؞

قرآن مجید میں اس قسم کا کلام غیر مقصود نہایت کثرت سے ہے مشرکین و اہل کتاب کے عندیہ میں بہت سی ایسی باتیں سمائی ہوئی تھیں جنکا در اصل کچھ وجود نہ تھا، یا وجود تھا، مگر اسکی جو حقیقت کہ وہ سمجھے ہوئے تھے در اصل وہ نہ تھی، یا وہ بات ظاہر میں دکھائی دیتی تھی اور بطور غلط العام یا باعتبار مشاہدہ اسی کو واقعی سمجھتے تھے، حالانکہ حقیقت اور اصلیت برخلاف اسکے تھی - اور قرآن مجید کو اس سے بحث مقصود نہ تھی، اسلیئے اسکو اسیطرح بیان کیا جسطرح مشرکین اور اہل کتاب خیال کرتے تھے، اور کبھی اسی پر بطور حجت الزامی کے کلام مقصود کی بناء قائم کی، اور کبھی اسکو بطور نظیر مسلمہ مخالف کے اور کبھی بطور ایک مسئلہ غلط العام کے، اور کبھی بلحاظ مشاہدہ ظاہری کے، اسکو بیان کیا، اور کلام مقصود سمجھایا گیا، پس کلام مقصود کے سوا جسقدر کلام ہے وہ سب کلام غیر مقصود ہے، اور اس سے کوئی ثبوت کسی امر کی واقعیت کا حاصل نہیں ہوتا، اور نہ وہ کسی امر کے لیئے مفید یقین ہوتا ہے، اور اسلیئے دلیل نقلی کے مفید بالیقین ہونے کو قطع نظر ان تمام باتوں کے جو شارح مواقف اور صاحب مواقف نے بیان کی ہیں، اس بات کا علم کہ وہ کلام غیر مقصود نہیں ہے واجب و ضرور ہے - یہ امر جو ہمنے بیان کیا اسکو کچھ کلام اللہ ہی سے خصوصیت نہیں ہے، بلکہ عام کلام کا اور خود ہماری روزمرہ گفتگو کا، بلکہ تمام دنیا اور تمام قوموں کی باہمی گفتگو و کلام کا یہی طریقہ ہے، کہ جو امر بحث سے اور مقصود سے خارج ہے اسکے صحیح یا غیر صحیح ہونے سے قطع نظر کر کبھی بطور حکایت اور کبھی بطور تسلیم فرضی اور کبھی بغیر کسی خیال کے اسکا ذکر اور بیان آجاتا ہے اور اُس سے بجز اسکے کہ اسکے بعد کلام مقصود بنایا جاوے گا اور کچھ مقصد نہیں ہوتا - یہی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۰۰﴾	کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (۱۰۰)

سبب ہے کہ بعض اشخاص غلطی سے سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید میں بعض ایسی باتیں بیان ہوئی ہیں کہ جو حقائق موجودہ کے برخلاف ہیں، اور بعضے اُس سے بھی زیادہ غلطی یہ کرتے ہیں کہ اُسکو کلام مقصود سمجھکر اِس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ وہی درحقیقت حقائق موجودہ ہیں۔ اور درحقیقت دونوں غلطی پر ہیں، قرآن مجید بلاشبہ کلام اللہ ہے مگر انسانوں کی زبان اور انسانوں کے کلام کے طرز پر، پس اُسی کلام کو مثل ایک انسان کے کلام تصور کرنا چاہیئے، اور اُس سے معانی و مطالب اور احکام و مقاصد اخذ کرنے اور اُس سے دلیلیں قائم کرنے میں اُسکو انسان کے کلام سے زیادہ کچھ رتبہ دینا نہیں چاہیئے +

اب ہمکو ملک اور ملائکہ کے لفظ سے اور جسطرح پر کہ فرشتوں کا خیال انسانوں کے دل میں پیدا ہوا اور جس طرح کا خیال یہودیوں اور عیسائیوں میں فرشتوں کی نسبت تھا اور جسطرح سے کہ اُنکا بیان قرآن مجید میں ہوا ہے اُسپر بحث کرنی چاہیئے۔ قدیم زمانہ کی تمام دنیا کی قوموں کا یہ حال تھا کہ جو امور عجیب و غریب اُنکے سامنے ایسے پیش آتے تھے جسکی علت اُنکی سمجھ سے باہر تھی اُسکو کسی ایسی قوت یا ایسے شخص سے منسوب کرتے تھے جو انسان سے برتر اور خدا سے کمتر تھی، اسی خیال سے تمام بت پرست قوموں نے اپنے ہاں خیالی دیوتا اور دیبیاں اور خداپرست قوموں نے اپنے ہاں فرشتے نام کر لیئے +

ملک کے لفظ کی † اہل لغت ملاک بتلاتے ہیں اور اُسکے معنی رسول یا پیغمبر یعنے پیغام پہنچانے والے کے کہتے ہیں، مگر اِس لفظ کا اطلاق اُس شے پر ہوتا ہے جسکو خدا تعالےٰ نے اپنے مقاصد کے انجام کے واسطے یا اپنے وجود یا قدرت کے اظہار کے واسطے معین کیا ہو +

توریت اور صحف انبیا اور انجیل میں فرشتہ کے لفظ کا استعمال نہایت وسیع معنوں میں

† دیکھو صفحہ ۵۲ لغایت ۵۸

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (۱۰۱)	کیا تو نہیں جانتا کہ خدا ہی کے لیئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہی اور نہ تمھارے لیئے خدا کے سوا کوئی دوست ہی اور نہ مددگار (۱۰۱)

آیا ہی، کتاب دوم شموئیل باب ۲۴ ورس ۱۶ و ۱۷ میں اور کتاب دوم ملوک باب ۱۹ ورس ۳۵ میں اور زبور داؤد باب ۷۸ ورس ۴۹ میں وہاں پر فرشتہ کا اطلاق ہوا ہے اور زبور داؤد باب ۱۰۴ ورس ۴ میں ہواؤں پر فرشتہ کا اطلاق کیا گیا ہی +

کتاب ایوب باب ۱ ورس ۱۴ و کتاب اول شموئیل باب ۱۱ ورس ۳ اور انجیل لوقا باب ۷ ورس ۲۴ و باب ۹ ورس ۵۱ و ۵۲ میں فرشتہ کا لفظ عام ایلچیوں پر بولا گیا ہے کتاب اشعیا باب ۴۲ ورس ۱۹ و کتاب حجی باب ۱ ورس ۱۳ و کتاب ملاکی باب ۳ میں فرشتہ کا لفظ پیغمبر یعنی انبیا کے معنوں میں آیا ہی، اور کتاب واعظ باب ۵ ورس ۶ و کتاب ملاکی باب ۲ ورس ۷ میں فرشتہ کا لفظ بمعنی کاہن یا امام کے مستعمل ہوا ہی، مشاہدات یوحنا باب ۱ ورس ۲۰ میں اور انجیل کے اور چند مقاموں میں فرشتہ کا لفظ حضرت عیسےٰ کے رسولوں پر بولا گیا ہے +

توریت میں بہت جگہہ فرشتوں کو اسطرح بیان کیا ہی جیسیکہ ایک انسان دوسرے انسان کے پاس آئے اور ملاقات کرے اور باتیں کریں، توریت کی پہلی کتاب مسمی بہ کتاب پیدایش باب ۳۲ میں فرشتہ کا بطور ایک شخص کے تمام رات حضرت یعقوب سے کشتی لڑنے کا اور اخیر کو اُنکی ٹانگ مروڑ ڈالنے کا ذکر لکھا ہی، اور ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اُس سے حضرت یعقوب کو بیماری نقرس یا وجع الورک کا ہونا مراد ہی، پس اگر یہ خیال صحیح ہو تو کہا جا سکتا ہی کہ مرض پر بھی فرشتہ کا اطلاق ہوا ہی، اور اُسی کتاب کے باب ۱۹ میں حضرت لوط کے پاس دو فرشتوں کے آنے کا ذکر ہی جو مسافر آدمیوں کی صورت میں آئے تھے، اور حضرت لوط نے اپنے گھر میں اُنکو مہمان رکھا اور اُنکی ضیافت کی اور نان فطیری اُنکے لیئے پکائی اور اُنھوں نے کھائی۔ باایںہمہ بہت جگہہ فرشتہ کا لفظ ایسے وجودوں سے روحانی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۲﴾	کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے پیغمبر سے سوال کرو جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیا گیا تھا اور جو کوئی ایمان کو کفر سے بدل لے تو بیشک وہ گمراہ ہوا سیدھی راہ سے (۱۰۲)

یا عقول ملکی کی نسبت مستعمل ہوا ہی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسکے احکامات بجا لانے کے واسطے مامور ہیں ✣

ارواح کی نسبت قدیم یہودیوں کا خیال اس زمانہ کے خیال سے کسیقدر مختلف تھا۔ اس زمانہ میں روح سے غیر مادی چیز خیال کیجاتی ہی، اور مادہ کو ضد روح اور روح کو ضد مادہ سمجھا جاتا ہی، مگر یہودی عبری لفظ ،،روح،، سے غیر مادی شے مراد نہیں لیتے تھے، بلکہ غیر مرئی جسم سمجھتے تھے، اور اُنکے جوہر کو خالص ہوا یا رقیق آگ تصور کرتے تھے، اور اسلیئے جب قدیم یہودی فرشتوں کو ارواح کہتے تھے تو اُنکے ذی جسم ہونے سے اُنکو انکار نہ تھا۔ بلکہ صرف مادہ غلیظ کی نجاستوں سے مبرا ہونا سمجھتے تھے۔ سنٹ پال نے جو اپنے نامہ اول موسومہ کرنتھیاں باب ۱۵ ورس ۴۴ میں لکھا ہی، اُس سے پایا جاتا ہی کہ وہ بھی روحانی اجسام کو تسلیم کرتے تھے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب مقدسہ میں روحانی عقول کا اکثر ذکر پایا جاتا ہی جنکی حالت وجود جداگانہ ہی اور ایک آسمانی جماعت قرار دی گئی ہی جسکا سردار خود خدا ہی کتاب دانیال باب ۷ ورس ۱۰ و انجیل متی باب ۲۶ ورس ۵۳ و انجیل لوقا باب ۲ ورس ۱۳ و نامہ عبرانیاں باب ۱۲ ورس ۲۲ و ۲۳ سے کروڑہا بلکہ کروڑہا در کروڑہا فرشتوں کا ہونا معلوم ہوتا ہے اتنے بڑے جم غفیر کے اندر مختلف درجے اور مختلف صفتیں موجود ہونی ضرور ہیں، تاکہ انسان سے لیکر خدا تک ایسا سلسلہ وجود کا قائم ہوجاوے جو خالق اور کمترین ذی عقل مخلوق کی تفاوت کو مربوط کردے، یہودیوں کی مقدس کتابوں میں فرشتوں کا نیسی جماعتوں میں منقسم ہونا مذکور ہی جنکی عزت اور قوت اور صعنت غیر مساوی ہی، اور انہیں

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۰۳﴾	اہل کتاب میں سے اکثر چاہتے ہیں کہ تمکو تمہارے ایمان لے آنے کے بعد پھیر کر کافر بنا دیں اپنے جی سے آپ تم پر حسد کر کے بعد اسکے کہ اُن پر حق بات ظاہر ہو گئی پھر معاف کرو اور درگذر کرو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم بھیجے بیشک اللہ سب چیز پر قادر ہے (۱۰۳)

سردار اور حکام بھی ہیں +

اسمیں کچھ شبہ نہیں ہی کہ یہودیوں کی قدیم کتب مقدسہ میں یعنی اُن کتابوں میں جو قید بابل سے پیشتر لکھی گئی ہیں یہ خیال صاف صاف بیان نہیں ہوا، بلکہ جو کتابیں جلا وطنی کے زمانہ میں، اور اسکے بعد کو لکھی گئی ہیں اُن کتابوں میں اس خیال نے صورت پکڑی ہی، اور خصوصاً حضرت دانیال اور حضرت زکریا کی تحریرات میں اس خیال کا پتہ ملتا ہی، کتاب زکریا باب ۱ ورس ۱۱ میں ایک فرشتہ سب سے اعلیٰ درجہ کا ہی جو خدا کے روبرو کھڑا رہتا ہی، اور اور فرشتوں سے بطور اپنے کارندوں کے کام لیتا ہی، حضرت دانیال نے حضرت میکائیل فرشتہ کو بہت بڑے بڑے لقب عطا فرمائے ہیں، نامہ یہودہ ورس ۹ اور اول نامہ تھسلینی کے باب ۲۱ ورس ۱۶ سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ رائے کہ فرشتے مختلف درجہ رکھتے ہیں صرف یہودیوں کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی، بلکہ حضرت عیسیٰ کے حواریوں کا بھی یہی خیال تھا، ہاں اسقدر ٹھیک ہی کہ متاخرین یہودیوں نے جو رتبے کی تقسیم فرشتوں میں قائم کی ہی وہ حواریوں کے وقت میں نہ تھی +

یہودیوں کی کتب مقدسہ میں فرشتے ہمیشہ مجسم ہو کر انسانی صورت میں دکھائی دیتے تھے، اور کسی جگہ اس بات کا اشارہ نہیں ملتا کہ یہ اجسام حقیقی نہ تھے۔ متقدمین یہودی بیشک یہ جانتے تھے کہ ان اجسام کا مادہ ہمارے اجسام کے مادہ کی مانند نہیں ہی کیونکہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (۱۰۴)	پڑھتے رہو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو کچھ تم اپنے لئے نیکیوں میں سے آگے بھیجو گے تو اُسکو اللہ کے پاس پاؤ گے بیشک جو تم کرتے ہو اللہ اُسکو دیکھتا ہے (۱۰۴)

فرشتوں میں یہ قدرت ہے کہ جب چاہیں اپنے تئیں لوگوں کو دکھلاویں اور جب چاہیں نگاہوں سے غائب ہو جاویں، عیسائی بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ وہ یقین کرتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ مصلوب ہونے کے بعد اُٹھے تو کبھی اُنکا جسم حواریوں کو دکھائی دیتا تھا اور کبھی نگاہ سے غائب ہو جاتا تھا، اگرچہ وہ ہمیشہ انسان ہی کی صورت پر دکھائی دیتے تھے، مگر یہودیوں نے اس سے یہ بات لازم نہیں تصور کی تھی، کہ فرشتے انسان ہی کی صورت رکھتے ہیں بلکہ متقدمین یہودی یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جو چیز خالص روح نہیں ہے کوئی نہ کوئی شکل ضرور رکھیگی، ممکن ہے کہ اُنکی صورت انسان ہی کی سی ہو یا اور کسی شکل کی ٭

یہودیوں کی کتب مقدسہ میں اناث ملائکہ کا ذکر نہیں پایا جاتا، اور عیسائی بھی بدلیل انجیل متی باب ۲۲ درس ۳۰ بطور استنباط کے یہی سمجھتے ہیں، کہ فرشتوں میں ذکور اور اناث کی کچھ تمیز نہیں ہے۔ کتب مقدسہ میں غالباً اسوجہ سے کہ مذکر کا صیغہ زیادہ معزز ہے، فرشتوں کی نسبت مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے، مگر اکثر بت پرست قومیں فرشتوں کو ذکور اور اناث قرار دیتی ہیں، اور دیوتا اور دیبی کا ماننا اُن خیالات کو ظاہر کرتا ہے ٭

عیسائی اور یہودی دونوں، فرشتوں میں ان صفات کو تسلیم کرتے ہیں۔ انسان سے اُن میں عقل کا زیادہ ہونا۔ اُنکا قوت اور قدرت میں زیادہ ہونا۔ اُنکا پاک اور برگزیدہ ہونا۔ اور یہ بات کہ فرشتے خدا تعالیٰ کے منشا اور مرضی کے اظہار کرنے کو بھیجے جاتے ہیں۔ کتب مقدسہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بخوبی معلوم ہوتی ہے، اور اسی سبب سے

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۵﴾	اور انھوں نے کہا کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہیں جانے کا بجز یہودیوں اور عیسائیوں کے، یہ اُنکی تناہیں (اے پیغمبر تو اُنسے) کہدے کہ تم اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو (۱۰۵)

بعض کاموں کو اُن کتابوں میں بالکل فرشتوں ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ انسانوں کے مقسوم کے متعلق امورات میں بھی اُنکی وساطت ہوتی ہے۔ یہودی اور عیسائی یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ گو فرشتوں کی وساطت ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو تب بھی اُنکی وساطت تسلیم ہو سکتی ہے، کیونکہ عبرانیوں کے خط کے باب اول ورس ۱۴، وزبور داؤد باب ۳۴ ورس ۷ وباب ۹۱ ورس ۱۱ وانجیل متی باب ۱۸ ورس ۱۰ میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں کو نجات کے وارثوں کی خدمت کے لیے بھیجتا ہے ✦

قدیم عیسائی سمجھتے تھے کہ ہر فرد بشر کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو اُسکی حفاظت پر متعین ہے، مشرکین کا بھی اسی کے قریب قریب عقیدہ تھا، یونانی اپنے محافظ دیوتا کو "دیمن" اور رومی جینیس کہتے تھے، اور یہودی اور قدیم عیسائی یہ بھی سمجھتے تھے، ہر انسان پر دو فرشتے متعین ہوتے ہیں ایک نیکی کا، اور ایک بدی کا۔ عام یہودی بھی فرشتوں کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہیں، مگر ایک فرقہ یہودیوں کا جو صدوقی کے نام سے مشہور تھا وہ فرشتوں کا منکر تھا ✦

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال تھا کہ یہودیوں کا یہ دستور ہے، کہ خدا کی عظمت اور قدرت کے ہر ظہور کو فرشتوں کی وساطت کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور اسلیئے وہ فرشتوں کے وجود اصلی کو نہیں مانتے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کی قدرت کی غیر معلوم قوتوں کا نام فرشتہ رکھدیا ہے، جیسیکہ مشرک ہر چیز کو جو عجیب و غریب ہوتی ہے اور جسکی علت اُنکی فہم سے باہر ہوتی ہے، دیوتاؤں کے کاموں کی طرف منسوب کرتے ہیں، مگر عیسائی مذہب کے عالم اس کی تردید میں یہودیوں کی کتب مقدسہ اور انجیل کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۰۶)	یہ نہیں ہے جو انھوں نے کہا، ہاں جس کسی نے تابعداری سے اپنا منھ خدا کے سامنے کیا اور وہ نیکی کرنیوالا ہی تو اُسکا ثواب اُسکے پروردگار کے پاس ہی اور نہ اُنپر کچھ خوف ہی اور نہ وہ غمگین ہونگے (۱۰۶)

وہ † آیتیں پیش کرتے ہیں، جنمیں فرشتوں کے ایسے کام بیان کیئے گئے ہیں جو کسیطرح اس رائے کے مطابق نہیں ہو سکتے، وہ بڑی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت عیسے کی نسبت کہا گیا ہی کہ وہ فرشتوں سے برتر ہیں، پس اگر فرشتوں کا کوئی وجود اصلی نہو تو یہ کہنا مہمل ہو جاتا ہے ✦

اب ہمکو اسبات کی تلاش کرنی ہے، کہ قدیم مشرکین عرب کا یعنی اُس زمانہ کے عربوں کا جبکہ یہودیوں کا میل جول عرب میں نہیں ہوا تھا فرشتوں کی نسبت کیا خیال تھا، اور آیا وہ لفظ ملک اور ملائکہ کو انھیں معنوں میں خیال کرتے تھے جن معنوں میں کہ یہودی خیال کرتے تھے یا نہیں، جہاں تک کہ ہمنے تفتیش کی ہی قدیم عربوں کا لفظ ملک اور ملائکہ کی نسبت ایسا خیال جیسا کہ یہودیوں کا ہی ثابت نہیں ہوا، مشرکین عرب بلاشبہ ارواح فلکی کو یا ارواح فرضی کو یا ارواح اشخاص متوفی کو بطور خدا کے پوجتے تھے اور انکو مجسم و متحیز سمجھتے تھے، اور انکے بت اور اُن کے نام کے تھان اور اُنکے نام سے ہیکل اور مندر بناتے تھے، مگر اُنپر کبھی لفظ ملک یا ملائکہ کا اطلاق نہیں کرتے تھے، جہاں تک کہ ہمسے ہو سکا ہمنے اشعار جاہلیت پر بھی جسقدر کہ ہمکو دستیاب ہوئے غور کی، ہمکو کوئی شعر بھی ایسا نہیں ملا جسمیں لفظ ملک یا ملائکہ کا ان ارواحوں پر جنکو وہ پوجتے تھے اطلاق کیا گیا ہو، ہمکو قرآن مجید میں بھی کوئی ایسی سند نہیں ملی جسمیں منقولاً بزبان مشرکین لفظ ملک یا ملائکہ کا اُن ارواحوں پر اطلاق کیا گیا ہو، ہاں یہ بات تو تسلیم

† کتاب پیدایش باب ۱۶ ورس ۷ و ۱۸ کتاب قضاۃ باب ۱۳ ورس ۱ تا ۲۱ انجیل متی باب ۲۸ ورس ۲ و ۳ و باب ۲۲ ورس ۳۰ و اعمال باب ۱۰ ورس ۸ -

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

اور یہودیوں نے کہا کہ عیسائی کسی چیز پر نہیں ہیں، اور عیسائیوں نے کہا کہ یہودی کسی چیز پر نہیں ہیں، حالانکہ وہ (دونوں) کتاب (یعنے توریت) پڑھتے ہیں، اسیطرح اُنکے قول کی مانند اُن لوگوں نے کہا جو نہیں جانتے (یعنے مشرکین نے جو توریت کو نہیں جانتے یہ کہا کہ یہودی اور عیسائی دونوں کسی چیز پر نہیں ہیں) پس اللہ اُنہیں قیامت کے دن اُس چیز کا فیصلہ کریگا جسمیں کہ وہ اختلاف کرتے ہیں (۱۰۷)

کی جاسکتی ہو کہ لغت کی کتابوں میں لفظ ملک کے معنی ایلچی یا رسول یا پیغامچی کے کہے ہیں، مگر یہ تسلیم نہیں ہوسکتا کہ قدیم مشرکین عرب اُسکا اطلاق اس قسم کے رسولوں پر کرتے ہیں جنکو یہودی ملک یا ملائک کہتے تھے، ہاں اسقدر بات تسلیم ہوسکتی ہو کہ قدیم عرب اور نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے عرب بھی ملائکہ کا اطلاق اُن قوا پر جنسے ازروے قدرت دنیا کے اُمورات انجام پاتے ہیں کرتے تھے جیسکہ ابوعبیدہ جاہلی کے اس شعر میں ہے ✣

لست لانسی ولکن لملاک تنزل فی جوالسماء بصوب

صوب کہتے ہیں مینہ کو اسلیئے اس شعر سے پایا جاتا ہو کہ مینہ برسانے کی جوقوت ہو اسکو فرشتہ سمجھتے تھے یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ عرب فرشتوں کو تحیز بھی سمجھتے تھے جیسی کہ امیۃ ابن صلت جاہلی کے اس شعر میں ہے۔

فکان برقع والملائک حوله سدر تواکله القوائم اجرب

مگر اسبات کا کہ وہ اُنہی معنی اور مراد میں استعمال کرتے تھے جنمیں کہ یہودی استعمال کرتے تھے ہنوز ثبوت طلب ہو، اس خیال کے ثبوت پر ایک بڑی دلیل یہ ہو کہ فرشتوں کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱۰۸)	کون اُس سے زیادہ ظالم ہے جسنے روک دیا اللہ کی مسجدوں کو اسبات سے کہ اُنمیں اللہ کے نام کی یاد کیجاوے، اور اُنکے خراب کرنے میں کوشش کی، یہی لوگ ہیں جنکے لیئے نہیں ہے کہ اُنمیں جاویں مگر ڈرتے ہوئے، اُنکے لیئے دنیا میں خرابی ہے اور اُنکے لیئے آخرت میں بڑا عذاب (۱۰۶)

کوئی نام بھی عربی زبان کا نہیں ہے، اور جبریل ومیکائیل یہ دو نام جو قرآن میں آئے ہیں وہ عبری ہیں اور عزرائیل واسرافیل اور اور نام جو مسلمانوں میں مشہور ہیں سب عبرانی زبان کے ہیں، پس انہی اصول پر جو شارح مواقف اور صاحب مواقف نے قرار دیئے ہیں، اہل لغت کا یہ کہنا کہ ،، الملائکۃ الملاك لانہ یبلغ عن اللہ تعالیٰ ،، مفید یقین نہیں ہے

فقہ اللغۃ میں ملائکہ کی نسبت اہل عرب کا جو خیال لکھا ہے وہ بالکل ہمارے اس بیان کے مطابق ہے، اُسمیں ابی عثمان الجاحظ کا قول لکھا ہے، کہ عرب جن کے درجے درجے قرار دیتے تھے جبکہ وہ عام طور پر جن کا ذکر کرتے تھے تو صرف لفظ جن بولتے تھے، اور جب ایسے جن کا ذکر کرتے تھے جو انسانوں کے ساتھ رہتا ہو تو اُسکے لیئے عامر کا لفظ بولتے تھے جسکی جمع عمار ہے، اور جب ایسے جن کا ذکر کرتے تھے جو بچوں کو ستاتا ہو تو اُسکے لیئے ارواح کا لفظ بولتے تھے، اور جبکہ وہ خبیث ہوتا اور تکلیف دیتا تھا تو اُسپر شیطان کا اطلاق کرتے تھے، اور جب اس سے بھی سخت تکلیف دیتا تھا تو اُسکو مارد کہتے تھے، اور جو اس سے بھی زیادہ قوی ہوتا تھا اُسکو عفریت کہتے تھے، اور اگر وہ پاک ستھرا ہوتا تھا اور بالکل بھلائی اُس سے پہنچتی تھی تو اُسکو ملک کہتے تھے، اور ایک اور

عن ابی عثمان الجاحظ قال ان العرب تنزل الجن مراتب فاذا ذکروا الجنس قالوا جن واذا ارادوا انہ یسکن مع الناس قالوا عامر والجمع عمار فاذا کان ممن یعرض للصبیان قالوا ارواح فان خبث وتعرم قالوا شیطان فان زاد علی ذلك قالوا مارد فان زاد علی القوۃ قالوا عفریت فان طہر ونظف وصار خیرا کلہ قالوا ملاك ،، فی مقام نقش رویٰ الحکم بن ابان عن عکرمۃ عن ابن عباس ان قریشا کانت تقول سروات الجن بنات الرحمن ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۰﴾	اور خدا کے لیئے ہی مشرق اور مغرب ہے پس جدھر منھ کرو پھر اُدھر ہی خدا کا مُنھ (یعنی اسکی ذات) ہی بیشک اللہ (سب طرف) پھیلنے والا ہی جاننے والا (۱۰۹) اور انھیں نے کہا کہ اللہ نے بنا لیا ہی بیٹا، پاک ہے وہ بلکہ اُسی کے لیئے ہی جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہی، سب اسکے لیئے فرمانبردار ہیں (۱۱۰)

مقام میں لکھا ہی، کہ حکم بن ابان نے عکرمہ سے اور اُنھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہی، کہ قریش جن کے سرداروں کو بنات الرحمن یعنی خدا کی بیٹیاں کہتے تھے،، اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ عرب اُن غیر مرئی چیزوں کو جنکو نیک و پاکیزہ سمجھتے تھے، اور جنسے خلقت کو بھلائی اور نیکی پہنچنے کا خیال کرتے تھے اُنکو ملک کہتے تھے، مگر وہ معنی اور مراد جو ملک کے لفظ سے یہودیوں نے مقرر کیئے تھے یا جو زمانۂ اسلام کی کئی صدی بعد کی مصنفہ کتب لغت میں لکھدیئے گئے ہیں اُس معنی و مراد میں عرب لفظ ملک کو استعمال نہیں کرتے تھے ✤

قرآن مجید میں کلام مقصود میں کسی جگہہ لفظ ملک یا ملائکہ کا اُس مراد سے استعمال نہیں ہوا ہی جو مراد کہ یہودیوں نے قرار دی تھی جسکی تفسیر ہم ہر ایک مقام پر لکھینگے، برخلاف اسکے ملائکہ کا اطلاق اُن قدرتی قوا پر جنسے انتظام عالم مربوط ہی، اور ان شیون قدرت کاملہ پروردگار پر جو اُسکی ہر ایک مخلوق میں بہ تفاوت درجہ ظاہر ہوتی ہیں ملائکہ کا اطلاق ہوا ہی، سورہ والنازعات سے اسکا بخوبی ثبوت ہوتا ہی اُسکے پہلے چار جملوں کی نسبت مفسرین میں اختلاف ہی، مگر پانچویں جملہ ،، فالمدبرات امرا،، کی نسبت کسی کو اختلاف نہیں، اور جملہ مفسرین متفق ہیں کہ مدبرات سے ملائکہ مراد ہیں پس اب غور کرنا چاہیئے کہ مدبرات امور کون ہیں، یہی قوا ہیں جنکو خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے تمام امور عالم کا مدبر مخلوق کیا ہے ✤

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (۱۱۱) وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (۱۱۲)

پیدا کرنیوالا ہی آسمانوں اور زمین کا اور جب کرنا چاہتا ہی کوئی کام، تو صرف اُسکو کہتا ہی کہ ہو، پھر وہ ہوجاتا ہی (۱۱۱) اور اُن لوگوں نے کہا جو نہیں جانتے، کیوں نہیں خدا ہمسے کلام کرتا، یا کیوں نہیں ہمارے پاس کوئی نشانی آتی، اسیطرح اُنکے قول کی مانند اُن لوگوں نے کہا جو اُنسے پہلے تھے، ایکسے ہوگئے اُنکے دل، بیشک ہمنے بیان کیں نشانیاں اُن لوگوں کے لیئے جو یقین کرتے ہیں (۱۱۲)

ان آیتوں میں جنکی ہم تفسیر لکھتے ہیں کلام مقصود صرف اسقدر ہی، کہ جو شخص اُس وحی کا عدو ہو جو خدا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈالی ہی، اور جو کوئی خدا اور اُسکے فرشتوں اور اُسکے رسولوں کا دشمن ہو تو بیشک اللہ ان کافروں کا دشمن ہی، یہودیوں نے اپنے عندیہ میں دو جداگانہ فرشتے ٹھہرا رکھے تھے، ایک جبرئیل اور ایک میکائیل، پچھلے کو اپنا دوست جانتے تھے اور پہلے کو اپنا دشمن، اور جو کہ دین محمدی کو وہ اپنے برخلاف خیال کرتے تھے، تو یہ سمجھتے تھے کہ جبرئیل جو ہمارا دشمن ہے وہ آنحضرت صلعم کو یہ باتیں سکھاتا ہی۔ خدا نے پیغمبر سے کہا کہ، تو کہہ دے کہ تم جبرئیل ہی اللہ کے حکم سے میرے دل میں یہ باتیں ڈالتا ہی، مگر جو کوئی کہ اُن باتوں کا اور فرشتوں کا اور جبرئیل و میکائیل کا اور رسولوں کا دشمن ہی، خدا اُسکا دشمن ہی۔ — فرشتوں کی دشمنی بیان کرنے کے بعد جبرئیل اور میکائیل کا بالتخصیص نام لینا گویا یہود کے خیالات کا اعادہ ہی، اور وہ نام مقصود بالذات نہیں ہیں، کیونکہ اگر یہودیوں کا یہ خیال نہوتا تو غالباً وہ نام نہ لیئے جاتے۔ پس اُن دونوں کے نام قرآن مجید میں آنے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ درحقیقت اس نام کے دو فرشتے مع تشخصہما علیحدہ علیحدہ ایسی ہی مخلوق ہیں جیسے کہ زید و عمر بلکہ انہی آیتوں سے † پایا جاتا ہی کہ جس شی کو یہودی جبرئیل

† دیکھو صفحہ ۱۴۳ —

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾	بیشک ہمنے تجھکو بھیجا ہی، سچ بات سے خوشخبری دینے والا، اور ڈرانے والا، اور تجھ سے بازپرس نہوگی دوزخ میں پڑنے والوں کی (۱۱۳)

تعبیر کرتے تھے وہ کوئی جداگانہ مخلوق مع تشخصہ نہ تھی کیونکہ خدانے فرمایا ہی کہ بے شبہ اُسنے (یعنی جبرئیل نے) ڈالاہی تیرے دل پر اللہ کے حکم سے (وہ کلام جو) سچ بتاتا ہی اُسچیز کو جو اُس سے پیشتر ہے،، دل میں ڈالنے والی کوئی ایسی مخلوق جو اُس شخص سے جسکے دل میں ڈالا گیا ہی، جداگانہ ہو، نہیں ہوتی۔ پس درحقیقت یہودی جسکو جبرئیل کہتے تھے اور جسکا نام حکایتاً خدانے بیان کیا ہی، وہ ملکۂ نبوت خود آنحضرتؐ میں تھا جو وحی کا باعث تھا، اس سے اگلی آیت میں خداتعالیٰ نے بلاذکر جبرئیل کے فرمایا ہی، کہ بیشک ہمنے بھیجی ہیں تیرے پاس کھلی ہوئی نشانیاں،، ۔ اِن وجوہات سے یہ بات کہ جبرئیل درحقیقت کسی فرشتہ کا نام ہی ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں اسقدر تسلیم ہوسکتا ہی کہ اُسی ملکۂ نبوت پر جبرئیل کا اطلاق ہوا ہی۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہی، کہ باوجودیکہ خدا کے پاس اِن دو فرشتوں کے سوا اور بھی بہت سے فرشتے ہیں، مگر بجز دو فرشتوں کے اور سب بے نام ہیں، کیونکہ کسی اور کا نام قرآن میں نہیں آیا۔ حضرت عزرائیل بھی بڑے۔۔۔۔ مشہور فرشتے ہیں، جو سب کے پاس آوینگے اور کسی کو نہیں چھوڑینگے، اگرچہ اُنکا ذکر بلفظ ملک الموت قرآن میں آیا ہی، مگر اُنکا کچھ نام نہیں بیان ہوا ہی۔ ان سب باتوں سے صاف پایا جاتا ہی کہ فرشتوں کے نام یہودیوں کے مقرر کئے ہوئے ہیں جو مختلف قوا کے تعبیر کرنے کو انھوں نے رکھ لیئے تھے ❊

۹۶ (واتبعوا) اس آیت سے ستانویں آیت تک دو زمانے کے لوگوں کا ذکر ہی ایک اُس زمانہ کے یہودیوں کا جو حضرت سلیمان کے وقت میں اور اُنکے بعد تھے اور ایک اُن لوگوں کا جو ہاروت و ماروت کے زمانہ میں تھے، مگر سب سے اول پہلی آیت کے معنی سمجھنے چاہیئیں، خدانے فرمایا، کہ پیروی کی اُسچیز کی جو شیاطین سلیمان کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا
النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ
اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَ
لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ
جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ
مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۴﴾

اور ہرگز تجھسے یہود راضی نہونگے اور نہ عیسائی، یہانتک کہ تو اُنکے مذہب کی پیروی کرے کہدے کہ بیشک اللہ کی ہدایت وہی ہدایت ہے، اور اگر تو اُنکی خواہشوں کی پیروی کرے، اُسکے پیچھے جو آگئی ہے تیرے پاس علم کی، نہیں تیرے لیئے اللہ سے (بچانیکو) کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار (۱۱۴)

سلطنت کی نسبت پڑھتے تھے، اور سلیمان نے کفر نہیں کیا، اس آیت میں تین لفظ ہیں۔ ما۔ تتلو۔ کفر۔ تتلو کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ اور اسی لفظ سے بعض مفسرین نے۔ ما۔ کے لفظ سے جھوٹی کتابیں یا جھوٹی تحریریں مراد لی ہیں، اور کفر۔ کے لفظ سے لکھنا مراد لیا ہے، اور اس تفسیر کے مطابق آیت کا ترجمہ یوں ہوتا ہے کہ "پیروی کی اُن جھوٹی کتابوں یا تحریروں کی جو شیاطین سلیمان کی سلطنت کی نسبت پڑھتے تھے، اور سلیمان نے کوئی کفر کی بات نہیں لکھی، بلکہ شیاطین نے کفر کی باتیں لکھی تھیں،، اسطرح پر آیت کے معنی قرار دینے بالکل صحیح و درست ہیں مگر جو کہ آیت میں کوئی قید نہیں ہے اور۔ تتلو۔ کے لفظ سے لکھے ہوئے ہی کا پڑھنا لازم نہیں آتا، بلکہ زبانی پڑھنے پر بھی اطلاق ہو سکتا ہے، اسلیئے ہمنے ترجمہ بھی اسیطرح عام لفظ سے کیا ہے جیسیکہ قرآن میں ہے *

لیکن خدا نے جو یہ فرمایا ہے کہ،، وماکفر سلیمان،، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ لوگ پڑھتے تھے اُسکی نسبت سمجھتے تھے کہ سلیمان نے اُسکو کیا یا کہا یا لکھا ہے، کیونکہ اگر وہ ایسا نہ سمجھتے، بلکہ شیطانوں ہی کا فعل سمجھتے، تو سلیمان کو اُس سے بری کرنے کی ضرورت نہوتی پس تقدیر آیت کی یوں ہوئی کہ،، واتبعوا ما تتلو الشياطين على ملك سليمان مستنبطين انه من سليمان۔ ،، وما كفر سليمان ولكن الشياطين كفروا،، یعنی اور پیروی کی اُس چیز کی جو شیاطین ملک سلیمان کی نسبت پڑھتے تھے یہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۱۱۵)	وہ لوگ جنکو ہمنے کتاب (یعنی توریت) دی ہے اُسکو پڑھتے ہیں جیسا پڑھنے کا حق ہے وہی لوگ اُسپر یقین رکھتے ہیں، اور جو اُسکے منکر ہیں وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں (۱۱۵)

سمجھکر کہ سلیمان نے اُسکو کیا ہے، حالانکہ سلیمان نے کفر نہیں کیا، بلکہ شیاطین نے کفر کیا ✦ اسکے آگے لفظ ہے، "وما انزل علی الملکین"، مگر سیاق اس کلام کے جو اُسکے اوپر ہے اُسکا صاف یہ مطلب پایا جاتا ہے کہ۔ واتبعوا ما انزل بظنہم علی الملکین یعنی پیروی کی اُس چیز کی جسکی نسبت وہ گمان کرتے تھے کہ دو فرشتوں پر اُتاری گئی ہے، پس اُس سے یہ ثابت نہیں ہوتا، کہ درحقیقت خدا کی جانب سے کوئی چیز اُن فرشتوں پر اُتاری گئی تھی، بلکہ صرف یہ پایا جاتا ہے، کہ جسطرح وہ لوگ اُن چیزوں کو سمجھتے تھے کہ وہ سلیمان سے ہیں، حالانکہ سلیمان سے نہیں تھیں، اسیطرح دونوں فرشتوں کی نسبت بھی سمجھتے تھے، کہ خدا کی طرف سے وہ علم اُنکو دیا گیا ہے، حالانکہ خدا کی طرف سے کچھ نہیں دیا گیا تھا ✦

یہ معنی جو ہمنے بیان کیے ہیں ایسے صاف اور صحیح ہیں، کہ کوئی شخص بھی انکے صاف اور صحیح اور سیدھے ہونے میں کلام نہیں کرسکتا، اور کسی قسم کی تاویل بھی اسمیں نہیں ہے، لفظوں سے اور عبارت سے و سیاق کلام سے جو صحیح معنی نکلتے ہیں، وہ بیان کیے ہیں، پس مخالفین قرآن نے جو یہ اعتراض کیا ہے، کہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے، کہ خدا لوگوں کو جادو بھی سکھاتا ہے، اور ایسا ناپاک کام خدا نازل کرتا ہے وہ ایک لغو و بیہودہ ناسمجھی کا اعتراض ہے، ہاں اسمیں کچھ شک نہیں، کہ ہمارے مفسرین نے بہت سی لغو باتیں اور جھوٹی روایتیں اور یہودیوں اور مجوسیوں کی حکایتیں اپنی تفسیروں میں بھردی ہیں جنکا الزام خود اُن مفسروں پر ہے نہ قرآن پر ✦

حضرت سلیمان کا زمانہ ایک ابتر حالت میں ہوگیا تھا۔ کافروں کو موافق اپنے مذہب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۱۲۱)	اے بنی اسرائیل یاد کرو میری نعمتوں کو جو مینے تمکو دی ہیں، اور مینے تمکو تمام عالموں پر بزرگی دی ہے (۱۲۱)

اورعقائد کے پوجا پاٹ اور بُت پرستی کرنے سے کچھ ممانعت نہ تھی، خود حضرت سلیمان نے نہایت کثرت سے بیویاں کرلی تھیں، اور بُت پرست عورتوں کو بھی اپنی بیویاں بنایا تھا۔ عمونی قوم کی اور موابی قوم کی اور صدوقی قوم کی بیویاں اُنکے گھر میں تھیں، اور وہ اپنے محلوں میں بُت پرستی کرتی تھیں، اور اس سبب سے گویا شاہی محل میں بُت پرستی ہونے لگی تھی، مگر خود حضرت سلیمان خدا کا نہایت ادب کرتے تھے، اور اُسکے نام کی کسی چیز کو بت پرستی کی آلایش میں شریک نہیں ہونے دیتے تھے، یہانتک کہ اُس محل میں جسمیں حضرت داؤد رہتے تھے، ایک دفعہ تابوت سکینہ آیا تھا تو اُسکے ادب سے اُنھوں نے اپنی ایک بت پرست بیوی کو وہاں رکھنا پسند نہیں کیا، اور اُسکے لئے جدا محل بنایا ✦ سلیمان کی سلطنت اگرچہ بہت بڑی اور قوی تھی، لیکن اُسمیں بھی خرابیاں ہوگئی تھیں، حضرت داؤد جب نہایت ضعیف ہوگئے تو ادونیاہ اُنکے بڑے بیٹے نے یواب اور ابیاتار کی سازش سے تخت پر بیٹھنا چاہا، مگر حضرت سلیمان کی ماں نے جاکر حضرت داؤد کو خبر کی، اور سلیمان کو تخت پر بٹھلانے کی درخواست کی، اور حضرت داؤد نے سلیمان کو تخت پر بیٹھنے کی اجازت دیدی، اور بنایاہ اور صادوق اور ناتان نبی نے حضرت سلیمان کو تخت پر بٹھا دیا، مگر ادونیاہ اور یواب اور ابیاتار دلوں میں مخالف تھے، اور گویا دو گروہ خدا پرستوں کے ایک دوسرے کے مقابلہ میں قائم ہوگئے تھے، اور تیسرا گروہ بت پرستوں کا موجود تھا، اور گویا حضرت سلیمان کے شریکوں میں یا ساتھیوں میں شمار ہوتا تھا ✦

یہ سب واقعات تاریخی ہیں، اور ایسے واقعات کا مقصد یہ ہے کہ ہر ایک گروہ کے مجمعے جدا جدا قائم ہوگئے ہونگے، اور ایک گروہ دوسرے گروہ سے اپنے رازوں کو مخفی رکھتا ہوگا۔ یہی بنا معلوم ہوتی ہے جسکے سبب حضرت سلیمان کے وقت میں وہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۱۱۷﴾	اور ڈرو اُس دن سے جبکہ کوئی کچھ بھی کسی کے کام نہ آویگا، اور نہ کچھ اُسکے بدلے میں قبول کیا جاویگا، اور نہ اُسکے لیئے کوئی سفارش فائدہ دیگی، اور نہ اُنکی مدد کیجاویگی (۱۱۷)

مجمع قائم ہو گیا تھا جسکو اس زمانہ میں فریمیسن کہتے ہین، اور ہمارے ملک کے لوگوں نے جادو گھر اُسکا نام رکھا ہی، اس قسم کا مجمع راز حیرام بادشاہ صور کے ہاں بھی تھا۔ یہ بادشاہ حضرت داؤد کا بہت دوست تھا، اور کچھ عجب نہیں کہ وہیں سے اس مجمع راز کے قائم کرنے کو اخذ کیا ہو، اور فیثاغورث حکیم نے بھی اسی قسم کا ایک مجمع راز اپنے شاگردوں کے لیئے قائم کیا تھا۔ ان تمام حالات کا مقتضا یہ تھا، کہ کچھ پوشیدہ راز آپسمیں ہوں، اور کچھ پوشیدہ تحریریں بھی ہوں، اور اُنمیں کچھ اصلی ہوں۔ اور کسی وقت میں کسی نے جعلی اور مصنوعی باتیں اور تحریریں اُسمیں ملا دی ہوں، اور اُنکو بھی اصلی تحریریں ظاہر کیا ہو۔ جعلی تحریروں کے اس اختلاط کا حضرت سلیمان کے گروہ میں پیدا ہونا زیادہ تر احتمال رکھتا ہی، کیونکہ اُنکے محل میں بت پرست عورتیں موجود تھیں، اور تمام بت پرست قومیں اُنکی حامی اور مددگار تھیں، اور وہ اپنی مذہبی رسم و رواج اور پوجا پاٹ کے قائم رکھنے کو زیادہ راغب ہونگی، اور سلیمان کے بعد اُن جعلی تحریروں کو جنمیں کفر کی باتیں بھی ہونگی لوگوں نے سلیمان کی تحریریں گمان کرکے اختیار کیا ہوگا اور اُنکی پیروی کرتے ہونگے۔ اسی امر کی نسبت خدا نے فرمایا ہی، کہ وہ سلیمان کی تحریریں نہیں تھیں، بلکہ شیطانوں یعنی کافروں کی تحریریں تھیں۔ اور انہوں نے ہی انمیں کفر کی باتیں لکھی تھیں سلیمان نے نہیں لکھی تھیں۔ بلاشبہ ایک تاریخی ‡ واقعہ ہی جسکا اشارہ قرآن میں ہی +

شیاطین کے معنی ہمنے کافروں کے لیئے ہیں، بیضاوی میں لکھا ہی کہ الشیاطین

‡ اس زمانہ میں بھی ایسی تحریریں موجود ہیں جو حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب ہیں مگر خود یہودی اور عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مصنوعی تحریریں ہیں، سلیمان کی نہیں ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۱۸﴾	اور جب مبتلا کیا ابراہیم کو اُسکے پروردگار نے چند باتوں میں پھر اُسنے اُنکو پورا کیا (خدا نے) کہا کہ بیشک میں تجھکو لوگوں کے لیئے پیشوا کرنے والا ہوں (ابراہیم نے) کہا اور میری اولاد میں سے (خدا نے) کہا کہ میرا وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچتا (۱۱۸)

من الجن والانس او منھما، یعنی شیاطین کے لفظ سے یا تو شیاطین جن مراد ہیں یا شیاطین انس یعنی شریر آدمی یا دونوں۔ تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہی، کہ اکثر مفسر شیاطین سے شیاطین جن مراد لیتے ہیں، اور معتزلے شیاطین انس، اور بعضے دونوں قرار دیتے ہیں، لیکن ہر ایک سمجھدار آدمی سمجھ سکتا ہی کہ شیاطین سے شیاطین الجن مراد لینا مذہب کو ایک عجوبہ بنانا ہی، اور شیاطین سے شیاطین الجن مراد لینے پر نہ کوئی تاریخی دلیل ہے نہ کوئی عقلی دلیل ہی، اور نہ اس آیت میں کوئی اس قسم کا اشارہ ہی، بلکہ جو تاریخی واقعہ ہمنے اوپر بیان کیا ہی اُس سے صاف پایا جاتا ہی کہ وہی کافر مراد ہیں جنھوں نے کفر کی جھوٹی تحریریں یا جھوٹی باتیں بنائی تھیں +

ہاروت اور ماروت دونوں تاریخی شخص ہیں، یعنی اُنکا وجود تاریخ کی کتابوں سے پایا جاتا ہی۔ یہ دونوں شخص شام کے رہنے والے تھے، قرآن مجید میں اُنکا کوئی قصہ بجز اُسکے جو یہاں ہی بیان نہیں ہوا ہی، تمام قصے جو مفسرین نے اُنکی نسبت اپنی تفسیروں میں بھر لیئے ہیں، اُنکی کچھ اصل مذہب اسلام میں نہیں ہی جتنی روایتیں اُنکی نسبت مذکور ہیں وہ سب مصنوعی اور جھوٹی ہیں۔ مسٹر ہائیڈ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہی کہ مجوسیوں کے ہاں اُنکی نسبت بہت سے قصے لغو مشہور تھے، ہمارے مفسرین کی یہ عادت ہی کہ کسی کے ہاں کا قصہ ہو جب وہ اپنی تفسیروں میں اُسکو داخل کرتے ہیں تو اُسکے ساتھ ایک ایسی مصنوعی روایت داخل کر دیتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ یہ مسلمانی

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ
أَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ
مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَ
إِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ
وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (۱۱۹)

اور جب ہمنے کعبہ کو آدمیوں کے لیے مرجع اور امن
کی جگہہ بنایا، تو اختیار کرو مقام ابراہیم کو نماز کی جگہہ
اور ہمنے ابراہیم اور اسمٰعیل سے عہد لیا کہ پاک رکھیں
میرے گھر کو طواف کرنیوالوں اور اعتکاف کرنیوالوں
اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیئے (۱۱۹)

روایت ہی، مگر اس جھوٹ کا جو الزام ہی وہ مفسرین یا راویوں پر ہی قرآن اُس سے بری ہے + یہ دونوں فرشتے نہیں تھے بلکہ آدمی تھے۔ ہمارے ہاں کے بعض مفسروں نے بھی اُنکو آدمی قرار دیا ہی، چنانچہ حسن نے ملکین کے لفظ کو لام کے زیر سے پڑھا ہی، جسکے معنے دو بادشاہوں کے ہیں۔ اور ضحاک سے اور ابن عباس سے بھی لام کے زیر سے پڑھنا روایت کیا گیا ہی۔ پھر انھیں اسبات پر اختلاف ہوا کہ وہ کون تھے۔ حسن کا قول ہی، کہ وہ دونوں بابل میں عجم کے کافروں میں سے تھے۔ بغیر ختنہ کیئے ہوئے، کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہی کہ وہ دونوں بادشاہوں میں سے صالح آدمی تھے +

> قرء الحسن ملكين بكسر اللام وهو مروي عن الضحاك وابن عباس ثم اختلفوا فقال الحسن كانا علجين اقلفين ببابل يعلمان الناس السحر وقيل كانا رجلين صالحين من الملوك — تفسیر کبیر

ہم ملکین کے لفظ کو مطابق قرأت مشہورہ لام کے زبر سے پڑھتے ہیں، مگر فرشتے مراد نہیں لیتے، بلکہ آدمی ہی مراد لیتے ہیں۔ جنکو لوگ نہایت نیک سمجھتے ہیں، اسپر فرشتہ کا اطلاق کرتے ہیں، قرآن مجید سے بھی کافروں میں اس محاورہ کا ہونا پایا جاتا ہے جسطرح کہ زلیخا کی سہیلیوں نے حضرت یوسفؑ کو دیکھکر کہا تھا کہ "ما ھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم"، اور مجوسیوں میں بھی ایسا استعمال تھا۔ اور ہائڈ صاحب کی کتاب سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ مجوسی ہاروت ماروت کو فرشتہ کہتے تھے۔ پس اس آیت میں جسطرح کہ لوگوں کے اس گمان کو کہ جو علم اُنکے پاس تھا وہ خدا کی طرف سے اُتارا گیا تھا، بیان کیا گیا ہی، اسیطرح پر جس خیال سے کہ وہ اُنکو فرشتہ کہتے تھے ملکین کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَہٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ کَفَرَ فَاُمَتِّعُہٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّہٗ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۲۰﴾	اور جب ابراہیم نے کہا، ای پروردگار اسجگہ کو ایک شہر پر امن کردے اور رزق دے اُسکے رہنے والوں کو پھلوں کا اُن میں سے جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور اخیر دن پر (خدا نے) کہا اور (یہ بھی کہو کہ اُسکو بھی) جو کافر ہو، پھر میں اُسکو تھوڑا سا فائدہ مند کرونگا، پھر اُسکو مجبور کرونگا آگ کے عذاب میں اور بُری جگہ میں جانے کو (۱۲۰)

لفظ لام کے زیر سے لایا گیا ہی، یعنی اُن لوگوں نے اُس چیز کی پیروی کی جسکی نسبت وہ کہتے تھے کہ بابل میں ہاروت اور ماروت پر جنکو وہ فرشتہ کہتے تھے خدا کی طرف سے اُتاری گئی ہی، پس خدا نے نہ یہ فرمایا ہی کہ جو علم اُنکے پاس تھا وہ خدا کی طرف سے اُتارا ہوا تھا، اور نہ یہ فرمایا ہی، کہ وہ دونوں فرشتے تھے، بلکہ جو زعم ان دونوں باتوں کی نسبت کافروں یا یہودیوں کا تھا وہ بیان کیا گیا ہے ❊

اب ایک شبہ باقی رہجاتا ہی کہ وہ جادو سیکھنے والوں کو منع کیوں کرتے تھے کہ تم مت سیکھو، اور کافر مت ہو یعنی بُرا کام کرنیوالے مت ہو۔ یہ بات کچھ تعجب کی نہیں ہی۔ جادو سے اپنے خیال میں نقصان پہنچانا، خواہ فی الحقیقت اُس سے نقصان پہنچتا ہو یا نہیں، ہر کوئی یہانتک کہ جادوگر بھی بُرا جانتا ہی، اور اسی وجہ سے وہ سیکھنے والے کو منع کرتے تھے، اس زمانہ میں بھی بہت لوگ ایسے ہیں جو کوئی بُرا کام جانتے ہیں، مگر جب کوئی اُنسے سیکھنا چاہتا ہی تو کہتے ہیں، کہ یہ خراب کام ہی کیوں سیکھتے ہو، لیکن جب سیکھنے والا اصرار کرتا ہی تو سکھا دیتے ہیں، پس ہاروت اور ماروت کا سیکھنے والوں کو ایسا کہنا ایک عام مجرا الطبیعی کے موافق تھا ❊

اسی آیت میں اسبات پر بھی دلیل ہے کہ سحر باطل ہی، یعنی سحر کچھ موثر نہیں ہی کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہی کہ وہ کسی کو بسبب اپنے سحر کے کچھ نقصان پہنچانے والے نہ تھے، اور یہ کہنا نص صریح اس بات پر ہی کہ سحر کچھ اثر نہیں رکھتا اور یہی معنی سحر کے باطل ہونے کے ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ	اور جب ابراہیم کعبہ کی بنیادیں اُٹھاتا تھا اور اسمٰعیل اُسکے ساتھ تھا تو اُن دونوں نے کہا)

آگے جو خدا نے فرمایا کہ "اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ"، اسکے یہ معنی سمجھنا کہ اُنکا سحر خدا کے حکم سے اثر کرتا تھا محض غلطی اور ناسمجھی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عامل یا جادوگر کسی کام کے لیئے عمل یا جادو پڑھتا ہے اور وہ کام اتفاقیہ اُسکی خواہش کے مطابق ہوجاتا ہے اور شبہہ پڑتا ہے کہ عمل یا جادو کے اثر سے ہوا ہے۔ اس شبہہ کے مٹانے کو خدا نے فرمایا "اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ" یعنی ایسی حالت میں جو کام ہوجاتا ہے وہ خدا کے حکم سے ہوجاتا ہے۔ کچھ جادو یا عمل کے سبب سے نہیں ہوتا +

ہمنے اوپر بیان کیا تھا کہ ان آیتوں میں دو زمانہ کے لوگوں کا ذکر ہے۔ ایک اُس زمانہ کے یہودیوں کا جو حضرت سلیمان کے وقت میں اور اُنکے بعد تھے اور ایک اُن لوگوں کا جو ہاروت اور ماروت کے زمانہ میں تھے۔ پس جان لینا چاہیئے کہ پچانوے آیت کے شروع سے ان لفظوں تک کہ "بابل میں ہاروت و ماروت دو فرشتوں پر اوتاری گئی ہے" اُن لوگوں کا ذکر ہے جو حضرت سلیمان کے وقت میں اور اُنکے بعد تھے۔ اور ان الفاظ سے کہ "اور وہ کسی کو نہیں سکھاتے" ان الفاظ تک کہ "اور اُنسے سیکھتے تھے وہ چیز جو اُنکو نقصان دیتی تھی اور نفع نہ پہنچاتی تھی" اُن لوگوں کا ذکر ہے جو ہاروت و ماروت کے زمانہ میں تھے۔ اور اُسکے بعد عام یہودی مخاطب ہیں جو توریت سے جانتے تھے کہ جادو گناہ اور کفر ہے +

۱۰۰ (ومانتنسخ) اس آیت کی تفسیر میں ہمارے ہاں کے مفسروں نے بہانتہا کج بحثیاں کی ہیں، اور مذہب اسلام کو بلکہ خدا کو بدنام کیا ہے، اور قرآن مجید کو ایک شاعر کی بیاض بنا دیا ہے۔ اُنہی کج بحثیوں میں بعض مفسروں نے جنکو خدا نے ہدایت کی ہی سیدھی راہ بھی اختیار کی ہے، ہر ایک شخص جسکی مزاج میں کج بحثی نہیں ہے وہ اس آیت کو اور اس سے پہلی آیت کو پڑھکر سیدھا اور صاف مطلب سمجھ سکتا ہے اس

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۱۲۱)	اے ہمارے پروردگار اسکو ہمسے قبول کر، بیشک تو سننے والا اجانتے والا ہے (۱۲۱)

آیت سے پہلی آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہی، کہ اہل کتاب اِس بات کو دوست نہیں رکھتے کہ خدا کی طرف سے تیرکچھ بھلائی اترے، اور بھلائی سے علانیہ مراد قرآن اور احکام شریعت ہیں۔ اہل کتاب جو اِس بات کو دوست نہیں رکھتے تھے اُسکی صاف صاف دو وجہیں تھیں۔ اول یہ کہ تمام انبیا بنی اسرائیل میں گذرے تھے، اور اُنکو پسند نہیں تھا کہ بنی اسمٰعیل میں جنکو وہ بالطبع حقیر بھی سمجھتے تھے کوئی نبی پیدا ہو۔ اُسکی نسبت خدا نے فرمایا کہ اللہ مخصوص کرتا ہی اپنی رحمت سے جسکو چاہتا ہے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ احکام شریعت محمدیؐ کے موسویؑ شریعت کے احکام سے کسیقدر مختلف تھے، اور یہودی اپنی شریعت کی نسبت سمجھتے تھے کہ وہ دائمی ہے، اور کبھی کوئی حکم اُسکا تبدیل نہیں ہونے کا۔ اسکی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جو آیت کہ ہم منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اُسکی جگہ اُسی کی مانند یا اُس سے بہتر آیت دیتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس مقام میں آیت کے لفظ سے قرآن کی آیت مراد نہیں ہی بلکہ موسوی شریعت کے احکام جو شرع محمدیؐ میں تبدیل ہو گئے، یا جن احکام شریعت موسوی کو یہودیوں نے بھلا دیا تھا وہ مراد ہیں۔ ہمارے اکثر مفسرین نے نہایت کج بحثی سے اس آیت میں جو لفظ آیت ہی اسکو قرآن مجید کی آیتوں پر محمول کیا ہی، اور یہ سمجھا ہی کہ قرآن مجید کی ایک آیت دوسری آیت سے منسوخ ہو جاتی ہی؛ اور اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ، ننسہا، کے لفظ سے یہ قرار دیا، کہ پیغمبر خدا صلعم بعض آیتوں کو بھول بھی گئے تھے، اور ان دو لفظوں یعنی نسخ اور ننسہا کی بنا پر جھوٹی اور مصنوعی روایتوں کے بیان کرنے سے اپنی تفسیروں کے ورق کے ورق سیاہ کر دیئے ہیں، مگر اُنمیں کی ایک روایت بھی صحیح نہیں ہی، اُنہی جھوٹی روایتوں کی بنا پر اُنھوں نے قرآن کی آیتوں کو چار

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۲﴾	ای ہمارے پروردگار اور ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد کو اپنی فرمانبردار امت، اور دکھا ہمکو ہماری (عبادت کے طریقے)، اور ہمکو معاف کر بیشک توہی بڑا معاف کرنیوالا مہربان (۱۲۲)

قسم کی آیتوں پر تقسیم کیا ✦

اول۔ وہ آیتیں جنکی تلاوت اور احکام دونوں بحال ہیں اور وہ سب آیتیں قرآن میں موجود ہیں ۔

دوم ۔ وہ آیتیں جنکی تلاوت بحال ہی اور احکام منسوخ ہوگئے ہیں۔ ان آیتوں کی نسبت بھی کہتے ہیں کہ قرآن میں موجود ہیں ۔

سوم۔ وہ آیتیں جنکی تلاوت منسوخ ہوگئی ہی مگر احکام بحال ہیں ✦

چہارم ۔ وہ آیتیں جنکی تلاوت اور احکام دونوں منسوخ ہوگئے ہیں۔ اور تیسری اور چوتھی قسم کی آیتوں کی نسبت کہتے ہیں کہ قرآن میں موجود نہیں ہیں، مگر ان جھوٹی روایتوں میں انکا موجود ہونا بیان کرتے ہیں ✦

ہم ان باتوں پر اعتقاد نہیں رکھتے، اور یقین جانتے ہیں کہ جو کچھ خدا کی طرف سے اُترا وہ بے کم وکاست موجودہ قرآن میں جو درحقیقت آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات میں تحریر ہوچکا تھا موجود ہی، اور کوئی حرف بھی اُس سے خارج نہیں ہی، اور نہ قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ ہی، بلکہ احکام ادیان سابقہ کی نسبت بھی لفظ نسخ کا مجازی معنی میں استعمال ہوا ہی حقیقی معنی میں۔ اسکی تشریح کے لیئے ہمکو نسخ کے معنوں سے بحث کرنی پڑیگی، اور جو احکام کہ تبدیل ہوگئے ہیں انکی بھی حقیقت بیان کرنی ہوگی، لیکن قبل اسکے ہمکو ان مفسروں کی رائے کا بیان کرنا مناسب ہی جنھوں نے آیت کے لفظ سے جو اس آیت میں ہی، قرآن کی آیتیں مراد نہیں لی ہیں ✦

قال ابو مسلم۔ ان المراد من الآیات المنسوخۃ ہی

ابو مسلم صرف ایک شخص ہی جو خلاف جمہور مفسرین کے ہماری

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (۱۲۳)

اے ہمارے پروردگار انمیں انہی میں سے ایک رسول مبعوث کر کہ انکو تیری نشانیاں سناوے، اور انکو کتاب اور حکمت سکھاوے، اور انکو پاک رکھے، بیشک تو ہی بڑا ہے حکمت والا (۱۲۳)

رائے سے متفق ہے۔ اُسکا بھی یہی عقیدہ ہے، کہ قرآن میں نسخ واقعہ نہیں ہوا، اور اُسکا قول ہے کہ آیات منسوخہ سے مراد وہ شریعتیں ہیں، جو کتب مقدسہ یعنی توریت اور انجیل میں تھیں، جیسیکہ سبت کا ماننا اور مشرق اور مغرب کی طرف نماز کا پڑھنا۔ اور اسی قسم کے حکموں کی مانند جو اللہ نے ہم سے دور کر دیئے ہیں، اور ہم بغیر اُسکے عبادت کرتے ہیں، یہود اور نصاری کہتے تھے کہ بجز اُسکے جو ہمارے دین کا تابع ہو اور کسی پر ایمان نہ لاؤ، پس اللہ نے اس آیت سے اُسکو باطل کر دیا +

الشرایع التی فی الکتب القدیمة من التورٰیة والانجیل کالسبت والصلوٰة الی المشرق والمغرب مما وضعه الله تعالی عنا وتعبدنا بغیره فان الیهود والنصاری کانوا یقولون لا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم فابطل الله علیهم ذلك بهذه الآیة +

بعض آدمیوں نے اسکا یہ جواب دیا ہے، کہ آیت کا لفظ جبکہ اطلاق کیا جاتا ہے تو اُس سے قرآن ہی کی آیتیں مراد ہوتی ہیں، کیونکہ ہمارے نزدیک وہی آیتیں مقرر ہیں +

ومن الناس من اجاب بان الآیة اذا اطلقت فالمراد بها آیات القرآن لانه هو المعهود عندنا +

لیکن کوئی شخص اسکا جواب دیسکتا ہے کہ ہم یہ بات نہیں مانتے، کہ آیت کا لفظ قرآن کی آیتوں سے مخصوص ہے بلکہ وہ عام ہے اور ہر دلیل پر بولا جاتا ہے +

ولقائل ان یقول لا نسلم ان لفظ الآیة مختص بالقرآن بل هو عام فی جمیع الدلائل (تفسیر کبیر صفحہ ۴۰۶ جلد ۱) +

امام فخر الدین رازی نے یہ بات تسلیم کر لی ہے، کہ قرآن مجید میں منسوخ آیتیں ہیں پر اس آیت سے استدلال کرنا ٹھیک نہیں ہے، اور اسیلئے اُنھوں نے اور آیتوں سے استدلال کیا ہے، چنانچہ تفسیر کبیر میں وہ لکھتے ہیں، کہ ہمنے کتاب محصول میں جو اصول فقہ میں ہے، تمام بحثیں جو عدم نسخ پر دلالت کرتی

واعلم انا قد ذکرنا هذه الجملة فی کتاب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور کون ابراہیم کی ملت سے منھ پھیرتا ہے بجز اسکے جو خود بیوقوف بنا ہوا اور بیشک ہمنے اُسکو برگزیدہ کیا ہے دنیا میں، اور وہ بیشک آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہے (۱۲۴)

المحصول فی اصول الفقہ تمسکنا فی وقوع النسخ بقولہ تعالیٰ ما ننسخ من اٰیۃ او ننسہا نأت بخیر منہا او مثلہا الاستدلال بہ ایضا ضعیف لانما ہٰہنا قضیۃ الشرط والجزاء وکما ان قولک من جاءک فاکرمہ لا یدل علی حصول المجئ بل علی انہ متی جاء وجب الاکرام فکذا ہٰذہ الاٰیۃ لا تدل علی حصول النسخ بل علی انہ متی حصل النسخ وجب ان یاتی بما ہو خیر منہ فالاقوی ان نعول فی الاثبات علی قولہ تعالیٰ واذا بدلنا اٰیۃ مکان اٰیۃ وقولہ یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب واللہ اعلم۔ (تفسیر کبیر جلد ا۔ صفحہ ۴۰۶) +

ہیں، بیان کرکے، ہمنے وقوع نسخ پر اسی آیت ما ننسخ پر استدلال کیا ہے۔ مگر اس آیت پر استدلال کرنا ٹھیک نہیں ہے اسلیئے کہ ما کا لفظ اسجگہہ بطور شرط اور جزا کے ہے جیسیکہ تم کسیکو کہو، کہ جو شخص تیرے پاس آئے تو اُسکی تعظیم کر، تو یہ کہنا کسی شخص کے آنے پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ صرف اتنا نکلتا ہے، کہ جب کوئی آوے تو اُسکی تعظیم کرنی واجب ہے۔ اسیطرح یہ آیت بھی حصول نسخ پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ جب کوئی آیت منسوخ ہو، تو اُسکے بدلے دوسری آیت جو اس سے اچھی ہو لانی واجب ہے۔ پس ٹھیک بات یہ ہے کہ نسخ کے ثبوت میں ہم اور آیتوں کو اختیار کریں، یعنی اس آیت کو "واذا بدلنا اٰیۃ مکان اٰیۃ"، اور اس آیت کو "یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب"

ہم امام فخر الدین رازی کا شکر کرتے ہیں، کہ اُنھوں نے اسقدر تو ہمسے اتفاق کیا کہ اس آیت سے قرآن مجید میں آیت منسوخہ کا موجود ہونا ثابت نہیں ہوتا، مگر خدا نے چاہا تو ہم بتا دینگے کہ اُن آیتوں سے بھی جنپر امام رازی نے منسوخ ہونیکا استدلال کیا ہے حقیقتاً منسوخ ہونا آیتوں کا ثابت نہیں ہوتا +

ناسخ و منسوخ کی بحث درحقیقت ایک لغو بحث ہے، اسپر بحث کرنے کی ضرورت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ
لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (١٢٥) وَوَصَّىٰ
بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ
يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ
الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم
مُّسْلِمُونَ (١٢٦)

جب اُسکے پروردگار نے اُسکو کہا کہ فرمانبردار ہو تو
کہا فرمانبردار ہوا میں پروردگار عالموں کا (۱۲۵) اور
ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے یہ وصیت کی
کہ اے میرے بیٹو بیشک اللہ نے تمھارے لیے اس
دین کو برگزیدہ کیا ہے پس تم مت مرنا بجز اسکے کہ
تم مسلمان مرو (۱۲۶)

صرف اسوجہ سے ہوگئی ہے، کہ فقہائے اسلام نے نہایت غلط قیاس اور بیجا استدلال سے اور صرف اپنے دل کے پیدا کیے ہوئے خیالات سے، قرآن کی آیتوں کا اِسطرح پر منسوخ ہونا قرار دیا ہے، جو خدا کی شان اور قرآن کے ادب کے بالکل برخلاف ہے، اور ہرگز مذہب اسلام کا وہ مسئلہ نہیں ہے، اور نہ اُن فقہا کے استنباط کیلئے کوئی دلیل ہے — اُنھوں نے جو آیات منسوخہ کو تین قسم، یعنی منسوخ الحکم ثابت التلاوت اور منسوخ التلاوت ثابت الحکم اور منسوخ التلاوت والحکم قرار دیا ہے، یہ محض جھوٹی تقسیم ہے اور خود اُنکی دل کی بنائی ہوئی ہے، اور مفسرین نے جھوٹی اور بے سند روایتیں اپنی تفسیروں میں بھردی ہیں، اور اگر ناسخ اور منسوخ کی بحث صرف اتنی بات پر منحصر رہتی، کہ آیا شرائع سابقہ میں کوئی ایسے احکام تھے جو اب شریعت اسلام میں نہیں رہے، یا اُنکی عوض دوسرے احکام آئے اور شرائع سابقہ کے احکام منسوخ ہوگئے یا نہیں — یا یہ کہ خود اسلام میں کوئی ایسے احکام تھے جو بعد کو قائم نہ رہے، یا اُسکے بدلے اور احکام آئے، اور پہلے احکام منسوخ ہوگئے یا نہیں، تو یہ بحث البتہ دلچسپ اور ذی عقلوں کی سی بحث ہوتی، اور اسپر مباحثہ کرنے کی کچھ ضرورت نہ پڑتی — کیونکہ جو لوگ احکام کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں، اور جو اُنکے منسوخ ہونے کے قائل نہیں ہیں، جب اُن دونوں کی بحثوں پر غور کیا جاوے، تو بجز نزاع لفظی کے یا ناسخ و منسوخ کو بطور ایک علمی اصطلاح کے قرار دینے کے، اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي ۖ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿١٢٧﴾

(اے بنی اسرائیل) کیا تم موجود تھے جبکہ یعقوب کو موت آئی جبکہ اُسنے اپنے بیٹوں کو کہا کہ میرے بعد کسکو پوجوگے، اُنھوں نے کہا کہ ہم عبادت کرینگے تیرے خدا کی، اور تیرے بزرگوں ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق کی خدا کی، جو خدا واحد ہی، اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں (۱۲۷)

پس ہم اِس بات سے کہ قرآن کی آیتوں میں سے کوئی آیت منسوخ التلاوت وثابت الحکم، یا منسوخ التلاوت والحکم ہی انکار کرکے اس بات کی بحث پر متوجہ ہوتے ہیں، کہ آیا قرآن میں ایسی آیتیں جنپر ثابت التلاوت ومنسوخ الحکم ہونیکا اطلاق ہوسکے موجود ہیں یا نہیں۔ نتیجہ اس بحث کا صرف یہ ہوگا کہ آیا قرآن میں احکام منسوخہ ہیں یا نہیں، یا ایک آیت کا حکم دوسری آیت کے حکم کو منسوخ کرتا ہے یا نہیں، اور نتیجہ اس بحث کا بجز نزاع لفظی کے اور کچھ نہوگا +

نسخ کے معنی لغت میں کسی شے کے دور کردینے کے اور متغیر کردینے اور باطل کردینے کے ہیں خواہ اُسکی جگہہ کوئی دوسری چیز قائم ہوئی ہو یا نہوئی ہو، اور نقل وتحویل کے معنی بھی ہیں، اور اس بحث سے کہ ان معنوں میں سے اصلی کونسے ہیں اور مجازی کون سے ہمکو چنداں فائدہ نہیں ہی۔ مگر جب اس لفظ کو کسی خاص علم میں استعمال کیا جائیگا، مثلاً شرع میں، تو اُسکی تعریف میں کچھ ایسے الفاظ بڑھانے ہونگے جس سے وہ معنی اُس علم کے مناسب ہوجاویں۔ پس شرع میں نسخ کے معنی یہ ہونگے کہ ایک شرعی حکم کا کسی دوسرے شرعی حکم سے زائل یا متغیر یا باطل ہونا۔ پہلا حکم منسوخ کہلائیگا اور دوسرا حکم ناسخ +

ناسخ کے معنے علماء نے یہ قرار دیئے ہیں، کہ ناسخ سے مراد ایک ایسی شرعی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۸﴾	یہ ایک امت تھی جو گذر گئی، اُنکے لیئے وہ چیز ہے جو اُنھوں نے کمائی، اور تمھارے لیئے وہ چیز ہی جو تمنے کمائی، اور تمسے اُسچیز کی پرسش نہوگی جو وہ کرتے تھے (۱۲۸)

ان الناسخ فی اصطلاح العلماء عن طریق شرعی یدل علی ان الحکم الذی کان ثابتا بطریق شرعی لا یوجد بعد ذلک مع تراخیہ عنہ علی وجہہ لولاہ لکان ثابتا (تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۴۵۹)

قاعدہ سے ہی جو اسبات پر دلالت کرے۔ کہ اس سے پہلے جو حکم بقاعدہ شرعی ثابت ہو چکا تھا، اسکے بعد نہیں رہا، ایسی حالت میں کہ اگر یہ پچھلا حکم نہوتا تو وہ پہلا حکم ثابت اور قائم رہتا —

اس تعریف میں جو قیدیں کہ علما نے لگائی ہیں اُسکے یہ فائدے بتائے ہیں، کہ قاعدہ شرعی کی جو قید لگائی ہی وہ اسلیئے لگائی ہے کہ اُسمیں خدا و رسول کے قول و فعل شامل ہو جائیں، اور اجماع امت علی احد القولین خارج ہو جاوے کیونکہ جو طریق شرعی کی تفسیر یہاں بیان ہوئی ہی اُسمیں اجماع داخل نہیں ہوتا اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ شرع عقلی حکم کی ناسخ ہو، کیونکہ حکم عقلی کا ثبوت شرعی قاعدہ پر نہیں ہوتا، اور یہ بھی لازم نہیں آتا کہ معجزہ شرعی حکم کا ناسخ ہو کیونکہ وہ معجزہ شرعی طریق سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ حکم کسی مدت یا شرط یا استثنا پر مقید ہو، کیونکہ ایسی حالت کی جو شرط لگائی ہے اُس سے یہ سب خارج ہو جاتی ہیں، اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ اگر خدا نے ہمکو کسی ایک کام کرنیکا ایک دفعہ حکم دیا، اور پھر اُس کام کی مانند دوسرا کام کرنے کو منع کیا تو یہ حکم اُسکا ناسخ ہوگا، کیونکہ اگر یہ منع نہوتا تب بھی وہ حکم ثابت نہ تھا ❊

یہ تعریف ناسخ کی جو گویا ناسخ و منسوخ دونوں کی تعریف ہی ظاہر ہے کہ منصوص

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۹﴾	اور (یہودیوں نے کہا) کہ یہودی ہو جاؤ (اور عیسائیوں نے کہا کہ) یا عیسائی (ہو جاؤ) تو تم راہ پاؤ گے (ای پیغمبر کہدو کہ نہیں)، بلکہ (میں پیروی کرتا ہوں) ملت ابراہیم کی جو خالص تھے، اور وہ مشرکوں میں نہیں تھا (۱۲۹)

نہیں ہو یعنی ظاہر ہے کہ یہ تعریف ناسخ و منسوخ کی نہ خدا نے بتائی ہو نہ رسول نے بتائی ہو، بلکہ علما نے خود اپنے قیاس اور خیال اور استنباط سے قائم کی ہو، اور کسی مسلمان پر واجب نہیں ہو کہ خواہ مخواہ اس تعریف کو تسلیم کرے ہمارے نزدیک جس وقت نسخ کو شرع سے متعلق کیا جائیگا تو اُس وقت حیثیت کو اُس کا جزو قرار دینا واجب اور لازم ہوگا، کیونکہ جسقدر احکام شرعی ہیں وہ سب کسی نہ کسی حیثیت پر مبنی ہیں۔ پس اگر باوجود بقا اس حیثیت کے جس پر وہ حکم صادر ہوا تھا، دوسرا حکم برخلاف پہلے حکم کے صادر کیا جاوے، تو کہا جاویگا کہ دوسرا حکم ناسخ ہو اور پہلا منسوخ، اور اگر وہ حیثیت جسکی بنا پر پہلا حکم صادر ہوا تھا موجود نہ ہے، تو دوسرا حکم پہلے حکم کا حقیقتاً ناسخ نہیں ہو، گو مجازاً ایک کا دوسرے کو ناسخ کہیں ✦

ذات باری کے تنزہ اور اُسکے تقدس اور اُسکے علم و دانش میں نقصان اُسی وقت لازم آتا ہو، جبکہ ایک حیثیت کے لحاظ سے کوئی حکم دیا ہو، اور پھر باوجود موجود ہونے اُسی حالت حیثیت کے دوسرا حکم اُسکے مخالف دیا ہو، لیکن اگر حالت اور حیثیت مختلف ہوگئی ہو، تو دوسرا حکم دینا اُسکے تقدس کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتا، بلکہ نہ دینا اُسکے تقدس اور علم و دانش کو نقصان پہنچاتا ہو۔ پس ہم قبول کرتے ہیں کہ ایسے احکام بھی موجود ہیں، جو شرایع سابقہ میں مامور بہ تھے اور شرایع مابعد میں مامور بہ نہیں رہے، یا بالفرض ہم تسلیم کرلیں کہ خود مذہب اسلام ہی میں اول کوئی حکم مامور بہ تھا، اور پھر بعد کو مامور بہ نہیں رہا، اور یہ بھی ثابت ہو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (۱۳۰)

کہو ایمان لائے اللہ پر، اور اُسپر جو اُتارا گیا ہے ہمپر، اور جو اُتارا گیا ہے ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اُسکے پوتوں پر، اور اُسپر جو دیا گیا ہے موسیٰ اور عیسیٰ کو اور اُسپر جو دیا گیا ہے نبیوں کو اُنکے پروردگار سے ہم فرق نہیں کرتے کسی ایک میں اُنمیں سے، اور ہم اُسکے (یعنی خدا کے) فرمانبردار ہیں (۱۳۰)

کہ حیثیت اور حالت متحد نہیں رہی تھی، تو ہم ایک دوسرے کا ناسخ نہیں قرار دینگے، اور ہم کیا کوئی ذی عقل بھی ہندو مسلمان یہودی عیسائی دہریہ اُن میں سے کسی کو ناسخ و منسوخ نہیں کہنے کا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم مجازاً یا بطور ایک اصطلاح کے ناسخ و منسوخ کہنے لگیں۔ ہمنے تمام قرآن میں کوئی ایسا حکم نہیں پایا، اور اسلیئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ نہیں ہے۔ علما و فقہا نے جن آیتوں کو ایک دوسرے کے مخالف خیال کیا ہے، اور ایک کو ناسخ اور ایک کو منسوخ ٹھہرایا ہے تو ہم ہر موقعہ پر ثابت کرینگے کہ وہ باہم مخالف نہیں ہیں، اور تفاوت حیثیت بھی ظاہر کردینگے، جسکے بغیر لحاظ کے ناسخ و منسوخ کا قرار دینا محالات سے ہے ؛

ناسخ اور منسوخ کے باب میں لوگوں نے بہت سی بحثیں کی ہیں، اور ابو مسلم نے جو ناسخ و منسوخ ہونے کا قائل نہیں ہے، متعدد دلیلیں اُسکی امتناع پر پیش کی ہیں، اور اُسکے مخالفین نے جو جمہور مفسرین ہیں اُسکی تردید کی ہے، اور اثبات نسخ پر دلیلیں پیش کی ہیں، ہماری سمجھ میں وہ سب قشری بحثیں ہیں، مغز سخن تک کوئی نہیں پہونچتیں، اور جو اصل بات اتحاد حیثیت کی ناسخ و منسوخ میں تھی، اُسپر کسیکا خیال نہیں گیا ہے، اور اسلیئے ہم اُن بحثوں کا اپنی تفسیر میں ذکر کرنا محض بیفائدہ سمجھتے ہیں۔ امام رازی صاحب نے جن دو آیتوں سے اپنی دالنست میں قرآن مجید

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۱﴾	پھر اگر ایمان لاوے اُس چیز کی مانند جس پر تم ایمان لائے ہو، پھر بیشک اُنھوں نے راہ پائی، اور اگر پھرے تو اُسکے سوا اور کچھ نہیں کہ وہی مخالفت میں ہیں، پھر کافی ہوگا تیری طرف سے انکو اللہ، اور وہ سننے والا ہے جاننے والا (۱۳۱)

میں نسخ کا ہونا قرار دیا ہے۔ اگرچہ اُنسے بھی نسخ کا ہونا ثابت نہیں ہوتا، جیسا کہ ہم اُن دونوں آیتوں کی تفسیر میں لکھینگے، لیکن ہم اُنسے نہایت ادب سے پوچھتے ہیں، کہ آپنے اتحاد حیثیت کی شرط کو بھی ملحوظ فرمایا ہے یا نہیں۔ غالباً وہ فرماوینگے کہ نہیں، تو ہم اُنسے عرض کرینگے کہ حضرت ناسخ و منسوخ ہونیکا ثبوت بھی نہیں ٭

ایک اور بات قابل لکھنے کے ہے کہ حدیث یعنی قول و فعل آنحضرت صلعم کا حکم قرآنی کا ناسخ ہے یا نہیں۔ اسمیں علما کے مختلف قول ہیں، مگر جبکہ ہم قرآن سے قرآن کا حقیقتاً منسوخ ہونا نہیں تسلیم کرتے، تو حدیث سے اُسکا حقیقتاً منسوخ ہونا کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں، خواہ وہ حدیث خبر احاد کا درجہ رکھتی ہو، یا حدیث مشہور کا، یا لوگوں نے معناً یا لفظاً اُسکو متواتر کے درجہ تک سمجھا ہو، باقی رہا یہ کہ جسطرح لوگوں نے مجازاً ناسخ و منسوخ ہونے کا اطلاق کیا ہے اسطرح بھی ہم حدیث کو ناسخ قرآن سمجھتے ہیں یا نہیں، تو ہم اسطرح بھی نہیں سمجھتے، بلکہ اُسکو حدیث کی نامعتبری کی وجہ قرار دیتے ہیں، ہاں احادیث صحیحہ کو جنکا درایتاً صحیح ہونا ثابت ہوگیا ہو مفسر قرآن سمجھتے ہیں ٭

۴۸ (واذ ابتلی)۔ اب خدا تعالیٰ اُن بزرگیوں کا ذکر کرتا ہے جو حضرت ابراہیم کو دی تھیں، اور اُن تمام بزرگیوں میں سے جو حضرت ابراہیم کو دی گئی تھیں سب سے بڑی بزرگی وہ ہے جبکہ اُنھوں نے کہا، اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، اسی نعمت کا خدا نے ذکر کیا ہے، کلمات کے لفظ سے عجائب صنع باری تعالیٰ مراد ہیں۔ حضرت ابراہیم ستاروں اور چاند اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۲﴾	اللہ کا رنگ (رنگو)، کون بہتر ہو اللہ کے رنگ سے، اور ہم اُسی کی عبادت کرنیوالے ہیں (۱۳۲)

سورج کو دیکھکر عجائب صنع باری تعالیٰ میں متحیر ہو گئے تھے، اور اُنہی پر خدا ہونے کا گمان کیا تھا، لیکن اُنھوں نے اُسکو غلط سمجھا اور پورے طور پر خدا پر یقین کیا۔ اُسی کی نسبت خدا نے فرمایا، "فاتمھن"۔

کلمات کے لفظ سے نے عجائب صنع الٰہی مراد لی ہے۔ یہ لفظ سورۂ لقمان میں بھی آیا ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے "مانفدت کلمات اللہ"۔ صاحب تفسیر کبیر نے اُس مقام پر بھی عجائب صنع الٰہی مراد لی ہے اور یہ بہت درست ہے۔ لفظ کلمہ اور کلمات کا استعمال اُن تمام چیزوں پر ہوتا ہے جنکو خدا نے پیدا کیا ہے۔

۱۱۹ (وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ) بعد اسکے کہ کعبہ بن گیا تمام لوگوں میں اُسکی تعظیم اور اُسکی زیارت کو آنا شایع ہو گیا تھا، اور ایک بہت بڑی تجارت گاہ بنگیا تھا اور تمام قوموں نے آپسمیں عہد کر لیا تھا کہ حج کے ایام میں قتل اور غارت اور خونریزی بند رہیگی، اور تمام لوگ جو مکہ میں آتے ہیں امن میں رہینگے۔ انہی دونوں باتوں کا خدا نے اُس مقام پر ذکر کیا ہے +

(وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى) - یعنی اختیار کرو مقام ابراہیم کو نماز کی جگہہ۔ یہ ایک جملہ معترضہ واقع ہوا ہے، اور اُسکے مخاطب وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلعم پر ایمان لے آئے تھے۔ یعنی مسلمان کعبہ کو نماز کی جگہ یعنی مسجد اختیار کریں۔ مقام ابراہیم کی نسبت مفسروں نے بہت بحث کی ہے، اور ایسے اقوال نقل کیے ہیں جنکا کافی ثبوت نہیں ہے، مگر سیاق کلام سے جیسا کہ مجاہد کا بھی قول ہے پایا جاتا ہے "ان مقام ابراہیم هو موضع قیام"، کہ مقام ابراہیم سے کوئی خاص مقام مراد نہیں ہے، بلکہ قول مجاہد۔ (تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۷۱۹) سے کعبہ مراد ہے +

قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ﴿۱۳۳﴾	کہہ (اے پیغمبر) کیا تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو اللہ میں، حالانکہ وہ ہمارا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی، اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال، اور ہم اُسی کے مخلص ہیں (۱۳۳)

اس جملہ کے بعد پھر حضرت ابراہیم کے زمانہ کا ذکر ہے، اور ابراہیم اور اسمٰعیل کو اس گھر کے آنے والوں اور ٹھہرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے لیئے ستھرا رکھنے کا حکم دیا ہے +

طائفین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کعبہ کی زیارت اور حج کو آویں، اور عاکفین سے وہ لوگ مراد ہیں جو وہاں رہتے ہوں، یا آکر سکونت اختیار کریں، اور رکّع السجود سے وہ لوگ مراد ہیں جو وہاں نماز پڑھیں +

(۲) (وَاِذْ یَرْفَعُ) کعبہ درحقیقت نماز پڑھنے کی جگہ یعنی مسجد ہے، جسکو حضرت ابراہیم نے بنایا تھا۔ خود خدا نے اُسکو مسجد کہا ہے جہاں فرمایا ہے، "ان المشرکین نجس فلا یقربوا المسجد الحرام"۔ اور جہاں فرمایا ہے، "لقد صدق اللہ الرویا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ"۔ ابراہیم اور اُسکی تمام اولاد ایسے مقام کو بیت اللہ کہا کرتے تھے اور اسیلئے کعبہ کو بھی بیت اللہ کہتے ہیں +

انسان کی ایک جبلی عادت ہے کہ ایک ایسے وجود کے لیئے جو نہ دکھائی دیتا ہے، نہ چھوا جاتا ہے، اور نہ سمجھ میں آتا ہے، اور بجز اسکے کہ ہے، اور کوئی خیال اُسکی نسبت قائم نہیں ہو سکتا، کوئی نہ کوئی محسوس نشان قائم کر لیتا ہے، اور اُس محسوس نشان کے ذریعہ سے اپنا عجز اور نیاز اُس غیر محسوس و بیچون و بیچگون ذات کے سامنے ادا کرتا ہے۔ قدیم زمانہ کے لوگوں کو بالطبع ایسے نشان کے قائم کرنے کی زیادہ رغبت ہوتی تھی، اور یہی بات ہے جسکے سبب سے ہم قدیم سے قدیم قوموں کا اور وحشی سے وحشی لوگوں کا جب حال تحقیق کرتے ہیں، تو اُن میں بت پرستی کے یعنی ایک شے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰھٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ کَانُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰہُ	کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اسکے پوتے یہودی تھے یا عیسائی، کہدے (اے پیغمبر) کیا تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ،

محسوس کے پوجنے کے آثار پائے جاتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال حضرت ابراہیم کے زمانہ تک معدوم نہیں ہوا تھا، اور اسی سبب سے حضرت ابراہیم بھی خدا کی عبادت کے لیئے ایک بن گڑھا پتھر کھڑا کر لیتے تھے، اور یہ رسم حضرت موسیٰ کے وقت تک قائم تھی۔ اس فعل میں جو انبیا نے کیا، اور اُس فعل میں جو بت پرست کرتے تھے، فرق یہ ہے کہ بت پرست غیر خدا کے نام محسوس شے قائم کر کے پرستش کرتے تھے، اور اسلیئے وہ خدا کی پرستش نہ تھی، بلکہ اُس غیر خدا کی پرستش تھی جسکے نام سے وہ محسوس شے قائم کی تھی، انبیا نے جو محسوس شے قائم کی وہ خدا ہی کے نام پر قائم کی، اور خدا ہی کی پرستش کی نہ کسی غیر خدا کی، مگر مبارک ہو اُسکو (یعنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) جسنے اُن تمام نشانوں کو مٹا دیا، اور اُس بے نشان کی عبادت کو بغیر کسی نشان کے قائم کیا، اور بحر و بر اور پہاڑ اور گھر اور مسجد سب میں یکساں خدا کی عبادت ہونا سکھا دیا، کوئی سمت خدا کی عبادت کے لیئے مخصوص نہیں کی، یہ سمجھنا کہ کعبہ کی سمت خدا کی عبادت کے لیئے مخصوص ہے محض غلطی ہے، اور بانی اسلام کی ہدایت کے خلاف، وہ سمت عبادت کے لیئے مخصوص نہیں ہے، بلکہ ایک تمیز اور تفرقہ کے لیئے مخصوص ہے جسکو ہم آگے بیان کریں گے ؛

کتاب پیدایش باب ۱۲ ورس ۷ میں لکھا ہے کہ، "تب خداوند نے ابراہیم کو دکھلائی دیکر کہا کہ یہی ملک میں تیری نسل کو دونگا، اور اُسنے وہاں خداوند کے لیئے جو اُسپر ظاہر ہوا ایک مذبح بنایا"۔ اور اسی باب کی آٹھویں آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پھر وہاں سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

اور کون زیادہ ظالم ہے اُس شخص سے جو چھپا وے گواہی کو جو اُسکے پاس ہو اللہ سے اور اللہ بیخبر نہیں ہو اُس سے جو تم کرتے ہو (۱۴۰)

ابراہیم ؑ نے کوچ کیا اور آگے جاکر پھر ایک مذبح بنایا اور خدا کے نام سے یعنی خدا کے گھر کے نام سے اُسکو موسوم کیا ✢

اسی کتاب کے تیرھویں باب کی اٹھارہویں آیت میں ہی "کہ ملوطستان ممری میں ابراہیم جا رہا اور وہاں خداوند کے لیئے ایک مذبح بنایا" ✢

ان تینوں آیتوں سے ثابت ہی کہ خدا کے لیئے مذبح تعمیر کرنا اور خدا کے نام سے اُسکو پکارنا اور وہاں خدا کے نام پر قربانی کرنا حضرت ابراہیم کا طریقہ تھا ✢

یہ طریقہ اُنکی اولاد میں بھی جاری تھا۔ چنانچہ کتاب پیدائش باب ۲۶ ورس ۲۵ میں لکھا ہی کہ "بیرشبع میں اسحاق پسر ابراہیم کو خدا دکھلائی دیا اور اُسنے وہاں مذبح بنایا اور خدا کے نام سے اُسکو موسوم کیا" ✢

اب ہمکو یہ بتانا رہا کہ یہ مذبح کسطرح بنایا جاتا تھا۔ اُسکی تفصیل بھی توریت مقدس میں موجود ہے ✢

کتاب خروج باب ۲۰ ورس ۲۵ میں لکھا ہی کہ "اگر تو میرے لیئے پتھر کا مذبح بناوے تو تراشے ہوئے پتھر کا مت بنائیو کیونکہ اگر تو اُسے اوزار لگا دیگا تو اُسے ناپاک کریگا" ✢

اور اسی کتاب کے باب ۲۴ ورس ۴ میں لکھا ہی کہ "اور موسٰی نے خداوند کی ساری باتیں لکھیں اور صبح کو سویرے اُٹھا اور پہاڑ کے تلے ایک مذبح بنایا اور اسرائیل کی بارہ سبطوں کے عدد کے موافق بارہ ستون بنائے گئے" ✢

اور کتاب پیدائش باب ۲۸ ورس ۱۸ و ۱۹ و ۲۲ میں لکھا ہی کہ "یعقوب صبح سویرے اُٹھا اور اُس پتھر کو جسے اُسنے اپنا تکیہ کیا تھا لیکے ستون کے مانند کھڑا کیا اور اُسکے سر پر تیل ڈالا" "اور اُسکا نام بیت ایل (یعنی بیت اللہ خدا کا گھر) رکھا" "او

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ	یہ ایک امت تھی جو گذر گئی، اُنکے لیئے وہ چیز ہے جو اُنھوں نے کمائی،

کہا کہ یہ پتھر جو مینے ستون کی مانند کھڑا کیا خدا کا گھر یعنی بیت اللہ ہوگا، +
جبکہ حضرت ابراہیم نے اپنی بیوی سارہ کے کہنے سے اپنی دوسری بیوی ہاجرہ کو مع حضرت اسمٰعیل اپنے بیٹے کے جو ہاجرہ بیوی کے پیٹ سے تھے نکالدیا، اور وُہ اُس کوہستان مکہ میں آ کے ٹھہرے تو حضرت ابراہیم نے اُنکی عبادت کے لیئے اُسی طرح جیسا کہ وہ کیا کرتے تھے ایک پتھر کھڑا کر کے مذبح بنایا ہوگا جو اب ہم مسلمانوں میں حجر اسود اور یمین الرحمٰن کے نام سے مشہور ہی اِس حجر اسود کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہی کیونکہ وہ ایک جز کعبہ کا ہوگیا تھا، مگر وہ ایک ایسی شئے ہی جو ابتک موجود ہی؛ جہاں اِسطرح پر مذبح بنایا جاتا تھا وہاں کوئی عمارت بنا دینے کا بھی دستور تھا، جسکا اشارہ توریت کی اُن آیتوں سے بھی پایا جاتا ہی جو ہمنے اوپر بیان کی ہیں - پس بعد اس مذبح بنانے کے حضرت ابراہیم نے وہاں کعبہ بنایا جو اب بیت اللہ کہلاتا ہی، اور اُسی کے ایک کونے میں وہ پتھر لگا دیا، اس آیت میں اسی تعمیر کا ذکر ہی +
اگرچہ ڈایوڈورس یونانی مؤرخ کی تاریخ میں کعبہ کا ذکر ہے، اور اُسمیں یہ بھی لکھا ہے کہ اُسکے اعلیٰ درجہ کے تقدس کی تمام عرب تعظیم کرتے تھے، مگر بعض ناسمجھ آدمی یہ اعتراض کرتے ہیں، کہ توریت میں کہیں اس مقام پر حضرت ابراہیم کے مذبح بنانے یا کعبہ کی تعمیر کرنیکا ذکر نہیں ہی، مگر اُنکا یہ اعتراض محض لغو اور بے بنیاد ہے، توریت میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جو مذکور نہیں، حالانکہ اُنکا تاریخی ثبوت موجود ہی - اور توریت میں ذکر نہونے سے اُسکا عدم وقوع لازم نہیں آتا - اصل یہ ہی کہ توریت اور جو کتابیں کہ اُس سے متعلق ہیں، وہ خاص بنی اسرائیل کے حالات میں لکھی گئی ہیں، اسلیئے اُنمیں بنی اسمٰعیل کا وہانتک کا ذکر ہے جہانتک کہ بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل کے مشترک حالات رہے ہیں، اور جہاں سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَکُمۡ مَّا کَسَبۡتُمۡ	اور تمھارے لیئے وہ چیز ہی جو تمنے کمائی،

بنی اسمٰعیل کے حالات علیحدہ ہوگئے ہیں وہاں سے بنی اسمٰعیل کا ذکر ان کتابوں میں نہیں ہی، اِلّا ماشاء اللہ کہیں کہیں کسی سبب اور کسی تعلق سے آجاتا ہی۔ مگر بنی اسمٰعیل کے لیئے حضرت ابراہیم کا مذبح یا کعبہ بنانا بنی اسرائیل سے کچھ تعلق نہیں رکھتا تھا، اور

مقامات مشہورہ مکہ معظمہ

مقامات میقات۔ ذوالحلیفہ۔ مدینہ منورہ کے رستہ پر۔

ذات عرق۔ عراق کے رستہ پر۔

جحفہ۔ شام کے رستہ پر۔

قرن۔ نجد کے رستہ پر۔

یلملم۔ یمن کے رستہ پر

حجراسود۔ کعبہ کے شرقی وشمالی کونے میں پتھر لگا ہوا ہے۔

مقام ابراھیم۔ عام لوگوں کے نزدیک وہ پتھر ہے جسپر حضرت ابراہیم نے کھڑے ہو کر کعبہ کی دیوار چنی تھی۔ اور جو پتھر خانہ کعبہ کے شمال میں لگا ہوا ہے اور اُسپر ایک قبہ بنا ہوا ہے اور وہاں شافعی امام کھڑا ہوتا ہے اُسی کو وہ پتھر بتاتے ہیں۔

صفا۔ کعبہ سے جنوب شرق میں ایک پہاڑی ہی اور اب اُسپر آبادی ہوگئی ہے۔

مروہ۔ کعبہ سے شرق وشمال میں ایک چھوٹی پہاڑی ہی اب وہاں بھی آبادی ہے۔

منیٰ۔ کعبہ سے گوشہ شرق وشمال میں چار کوس کے فاصلہ پر ہے۔

عرفات۔ کعبہ سے جانب شرق آٹھ کوس کے فاصلہ پر ایک میدان ہی۔

مزدلفہ۔ کعبہ سے جانب شمال وشرق ایک میدان وپہاڑ ہے۔

زمزم۔ مشہور کنواں حرم کے اندر ہے۔

میزاب رحمت۔ کعبہ کے چھت کا پرنالہ ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نقشہ کعبہ محترم یعنی مسجد الحرام

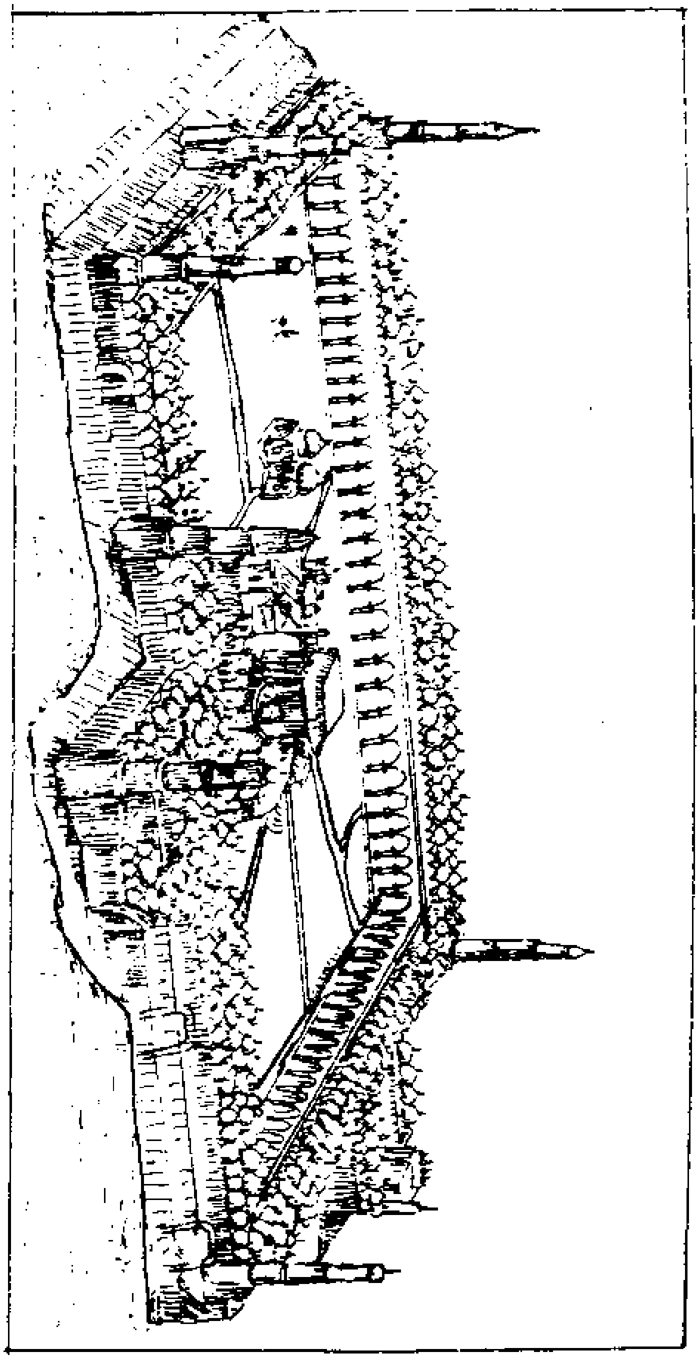

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۵﴾	اور تم سے اسچیز کی پرسش نہوگی جو وہ کرتے تھے (۱۳۵)

اُن کتابوں میں اسکا ذکر نہونے کی یہ کافی وجہ ہی۔ مگر ہر زمانہ کے عرب کی متواتر روایتوں سے جن سے کسی امر کے ثبوت میں کچھ شبہ نہیں رہتا، اور نیز غیر قوموں کی کتابوں سے، اور نیز قدیم جغرافیہ سے، اور خود مکہ کے گرد کی قدیم ویران بستیوں سے جو حضرت اسمٰعیلؑ کے بیٹوں کے نام پر آباد ہوئی تھیں، کچھ شبہ نہیں رہتا کہ کعبہ حضرت ابراہیمؑ کا بنایا ہوا ہی ✤

حضرت ابراہیمؑ نے جب کعبہ بنایا تو صرف اسکی دیواریں بنائی تھیں چھت اُسپر نہیں تھی۔ بنی جرہم کے زمانہ میں پہاڑی نالہ کے سبب حضرت ابراہیم کا بنایا ہوا کعبہ ڈھے گیا، تب بنی جرہم نے اُسکو پھر تعمیر کیا۔ پھر وہ عمالیق کے زمانہ میں جو ایک قبیلہ بنی حمیر کا تھا ڈھے گیا، تب عمالیق نے اُسکو بنایا۔ پھر اُسمیں کچھ نقصان آگیا تو قصی نے اسکو تعمیر کیا۔ پھر آگ لگنے کے سبب کعبہ جلگیا اور قریش نے اُسکو تعمیر کیا، اُس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو چکے تھے اور آپ کی عمر تخمیناً بارہ چودہ برس کی تھی۔ یزید کے زمانہ میں جب کعبہ پر فوج کشی ہوئی تو پھر کعبہ جلگیا، اور عبداللہ ابن زبیر نے اُسکو تعمیر کیا، مگر حجاج بن یوسف نے عبدالملک ابن مروان کے وقت میں عبداللہ بن زبیر کی عمارت کو ڈھا ڈالا، اور از سر نو اُسکو اُسیطرح پر بنا دیا جیسا کہ قریش کے زمانہ میں تھا، اور اب جو عمارت موجود ہی وہ حجاج بن یوسف کی بنائی ہوئی ہی۔ مگر اُسکے گرد کی جو عمارتیں ہیں اور جو عمارات حرم کعبہ کہلاتی ہیں اُنکو بہت سے بادشاہوں نے بنایا ہی، اور وہ نہایت عالیشان عمارتیں ہیں، جیسیکہ نقشہ سے معلوم ہوتی ہیں ✤

(۳۱) (بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ) یہ جو خدا نے فرمایا کہ "اگر ایمان لائے اُسچیز کی مانند جسپر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ	اب کہینگے بیوقوف لوگ

تم ایمان لائے ہو،، اسپر علما و مفسرین نے بحث کی ہو کہ مانند سے کیا مطلب ہے، اور اسکا حل اسطرح پر کیا ہو کہ مانند کے لفظ سے کوئی دوسری چیز اسکے مشابہ مقصود نہیں ہوتی بلکہ وہی شے مقصود ہوتی ہو جیسیکہ کوئی کہے کہ ایسا کر و جیسا کہ انھوں نے کیا ہی، تو اُس سے مقصود یہی ہوتا ہی کہ وہی کرو جو انھوں نے کیا ہی، مقصود صرف اسقدر ہی کہ خدا پر اور نبیا پر ایمان لانا ٹھیک ٹھیک ہدایت پانی ہی، اور اُسکے ماننے سے انکار کرنا مخالفت کرنی ہی۔

۱۳۲ (صبغۃ اللہ)۔ یہودی اور عیسائی دونوں میں اصطباغ کی رسم جاری تھی، ابتدا میں یہودیوں میں کسی بنا پر یہ رسم شروع ہوئی ہو، مگر کچھ شبہ نہیں ہو کہ بعد تباہی بیت المقدس کے یہودیوں میں یہ رسم مستحکم ہو گئی تھی، اور مذہب میں داخل ہونیکو عیسائی مذہب کے رو سے بھی اصطباغ لازمی قرار پایا تھا، خود حضرت عیسیٰ نے بھی حضرت یحییٰ سے اصطباغ لیا تھا، اسمقام پر خدا نے فرمایا کہ خدا کا اصطباغ لو، اس سے بہتر کوئی اصطباغ نہیں، یعنی خدا پر دل سے جان سے روح سے یقین کرو، یہی خدا کا اصطباغ ہی، پس دین محمدی میں اسلام میں داخل ہونیکو ظاہری اصطباغ موقوف ہو گیا اور روحانی اصطباغ قائم ہوا، اور صرف دل سے خدا پر اور اسکی وحدانیت پر یقین کرنا ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنیکو کافی ہوا، جیسا کہ خدا کا اصطباغ دینے والا فرماتا ہی ما من عبد قال لا الٰہ الا اللہ ثم مات علی ذٰلک الا دخل الجنۃ،، اور اپنے خادم ابوہریرہ سے کہا کہ،، من لقیک یشہد ان لا الٰہ الا اللہ مستیقناً بھا قلبہ فبشرہ بالجنۃ،، پس دین محمدی میں یہی روحانی اصطباغ ہی جسمیں اصطباغ دینے والے کی ضرورت ہی، نہ پانی کی نہ رنگت کی، بلکہ صرف دل کا یقین کافی ہی، وھذا ھو صبغۃ اللہ ✦

۱۳۶ (سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ) اس مقام سے تحویل قبلہ کا ذکر شروع ہوا ہی۔ مگر پہلے ہمکو یہ بات بتانی چاہیئے کہ حضرت ابراہیم کے وقت میں قبلہ یا سمت قبلہ کا کیا حال تھا، اس امر کا بیان اس بات پر موقوف ہی کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۱۴۲

کس چیز نے انکو پھیر دیا اُن کے قبلہ سے جس پر کہ وہ تھے کہہ (اے پیغمبر) اللہ ہی کے لیئے ہی مشرق اور مغرب ہدایت کرتا ہی جسکو چاہتا ہی سیدھے رستے کی (۱۳۶)

نماز کے کیا ارکان تھے۔ غالبًا اس نماز میں بھی رکوع وسجدہ ہو، مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت اس امر کا نہیں ہی کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں نماز کے بعینہ یہی ارکان تھے جو اب مذہب اسلام میں ہیں، نہ یہ ثابت ہی کہ اُس نماز میں جیسکہ وہ ہو اُسی طرح پر رکوع وسجدہ تھا جیسیکہ ہماری نماز میں ہی۔ بلکہ اگر اُس زمانہ کے حالات اور اُس زمانہ کی وحشی قوموں کی عبادت پر خیال کریں تو بجز اسکے اور کچھ نہیں پایا جاتا کہ وہ لوگ آپس میں حلقہ باندھکر کھڑے ہو جاتے تھے، اور کودتے اور اُچھلتے تھے، اور وہ سارا حلقہ کا حلقہ اُسیطرح چکر کھاتا جاتا تھا، اور اُسی جوش وخروش میں جب تھکے ہوجاتے تھے، اور سر ٹیک دیتے تھے، اور اُسکا نام پکارتے جاتے تھے یا اُسکی تعریف کے گیت گاتے تھے جسکی وہ عبادت کرتے تھے، اسی نماز کا نشان اسلام میں طریقۂ ابراہیمی پر موجود ہی، جسکا نام مذہب اسلام میں طواف کعبہ قرار پایا ہی۔ ابن عباس سے مشکوٰۃ میں روایت ہی کہ "ان النبي صلى الله عليه وسلم قال الطواف حول البيت مثل الصلوٰة الا انكم تتكلمون فيه فمن تكلم فيه فلا يتكلمن الا بخير"، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ کے گرد طواف کرنا مثل نماز کے ہی، گو یہ طریقہ نماز کا وحشیانہ ہو مگر اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ حال کی مؤدب اور باوقار نمازوں سے زیادہ پُرجوش، اور زیادہ تر محبت معبود کا برانگیختہ کرنیوالا، اور معبود کے شوق کو زیادہ تر جوش میں لانیوالا، اور دل کو خالص اُسکی یاد میں مشغول کرنیوالا تھا۔ یہ حرکتیں انسان میں بالطبع مجنون کا سا [illegible] پیدا کردیتی ہیں، اور جسطرح مجنون کسی بات میں مشغول ہو اُسیطرح خدا کی یاد میں انسان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا
لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَ
يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۱۳۷
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ
عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ
الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰي
عَقِبَيْهِ ۭ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً
اِلَّا عَلَي الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ وَمَا
كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۱۳۸

اور جسطرح کہ ہمنے تمکو سیدھے رستے کی ہدایت کی ہے
اُسیطرح ہمنے تمکو اچھی خصلت کی امت بنایا ہے
تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو (۱۳۷)
اور نہیں مقرر کیا ہمنے اُس قبلہ کو جسپر تو تھا بجز اسکے
کہ ہم جان لیں اُس شخص کو جو پیروی کرتا ہے رسول
کی اُس شخص سے جو پھر جاتا ہے اپنی ایڑیوں پر،
اور البتہ (لوگوں پر) یہ بات بڑی دشوار ہے بجز
اُن لوگوں کے جنکو اللہ ہدایت کرے، اور یہ نہیں ہے
کہ اللہ ضایع کرے تمھارا ایمان، بیشک اللہ لوگوں
کے ساتھ شفقت کرنیوالا ہے مہربان (۱۳۸)

کو مشغول کر دیتی ہیں، حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں جو طریقہ نماز کا ہو اس سے زیادہ اور کچھ نہیں تھا۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ کوئی سمت قبلہ کی معین نہیں ہوتی، یہ تمام ذوق و شوق اور اُچھل کود اُس شے کے گرد ہوتا تھا جسکو وہ بطور خدا کی نشانی کے قائم کرتے تھے۔ اسی قسم کی پرستش اب بھی بعضی بعضی وحشی قوموں میں پائی جاتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ خدا کی نشانی کے لیئے ایک بن گڑھا پتھر کھڑا کر لیتے تھے اور جو عبادت یا نماز ہوتی تھی وہ اُسی کے گرد ہوتی تھی، اسلیئے حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں کوئی خاص سمت قبلہ کا ہونا بجز اُس نشان کے جسکو وہ قائم کر لیتے تھے اور کچھ نہیں پایا جاتا ❖

حضرت ابراہیم کی اولاد کا حال جہانتک ہمکو ملا ہے اُس سے پایا جاتا ہے کہ وہ بھی کعبہ کی جانب کو سمت قبلہ نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ہر جگہ پتھر کھڑا کر کے اُسی کے گرد اُسی وحشیانہ طریقہ سے عبادت کیا کرتے تھے، چنانچہ ارزقی نے کتاب اخبار مکہ میں لکھا ہے

ان بني اسمعيل وجرهم من ساكني مكة ضاقت عليهم مكة فتفسحوا في البلاد والتمسوا المعاش ليزعمون

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۹

البتہ ہمنے دیکھا تیرے مُنہ کا پھیرنا آسمان کی طرف پھر ہم تجھکو ایک قبلہ کی طرف پھیرینگے کہ تو اُسکو پسند کریگا۔ پھر پھیر اپنا مُنہ مسجد حرام کی طرف، اور جہاں تم ہو پس پھیرو اپنے مُنہوں کو اُسی کی طرف، اور بے شبہ جن لوگوں کو کتاب دیگئی ہے البتہ جانینگے وہ حق ہے اُنکے پروردگار سے اور اللہ بیخبر نہیں ہے اُس چیز سے جو وہ کرتے ہیں (۱۳۹)

کہ بنی اسمٰعیل اور جرہم جو مکہ میں رہتے تھے اُنکو گنجایش نہوئی تو وہ ملک میں نکلے، اور معاش کی تلاش میں پھرے، پس لوگ خیال کرتے ہیں کہ اولاً پتھر کا پوجنا بنی اسمٰعیل میں اسطرح شروع ہوا کہ جب اُنمیں سے کوئی مکہ سے جاتا تو حرم کے پتھروں میں سے ایک پتھر اُٹھا لیتا، حرم کو بزرگ سمجھکر اور مکہ اور کعبہ کے شوق میں جہاں اُترتے، تو اُس پتھر کو رکھ لیتے، اور اُسکے گرد مثل کعبہ کے طواف کرتے، پھر اُسکی یہانتک نوبت پہنچگئی کہ جو پتھر اچھا دیکھتے اور جو حرم کا پتھر عجیب اور اچھا معلوم ہوتا اُسکی عبادت کرتے اسیطرح پشتوں پر پشتیں گذر گئیں اور بھولگئے جو بات پہلی تھی اور ابراہیم اور اسمٰعیل کے دین کو بدلدیا اور بتوں کو پوجنے لگے ✦

ان اول ما كانت عبادة الحجارة في بني اسمعيل انه كان لا يظعن من مكة ظاعن منهم الا احتمل معه من حجارة الحرم تعظيماً للحرم وصبابة بمكة وبالكعبة حيث ما حلوا وضعوه فطافوا به كالطواف بالكعبة حتى سلخ ذلك بهم الى ان كانوا يعبدون ما استحسنوا من الحجارة و اعجبهم من حجارة الحرم خاصة حتى خلف الخلوف ونسوا ما كانوا عليه واستبدلوا بدين ابراهيم واسمعيل غيره وعبدوا الاوثان الخ — (صفحہ ۲۷ ہ)

اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اسمٰعیل اور جرہم کی اولاد میں پشت در پشت کبھی کعبہ کی جانب سمت قبلہ نہیں قرار پائی تھی، اور اُنکا طریقہ عبادت ہی ایسا تھا کہ کوئی سمت قبلہ قرار ہی نہیں پا سکتی تھی۔ قرآن مجید میں بھی کہیں اسبات کا ذکر نہیں ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

اور اگر تو اُن لوگوں کے لیئے جنکو کتاب دیگئی ہو تمام نشانیاں لے آوے تب بھی تیرے قبلہ کی پیروی نکرینگے، اور تو بھی اُنکے قبلہکی پیروی کرنے والا نہیں ہے، اور نہ اُن میں کے بعضے پیروی کرنے والے ہیں بعضوں کے قبلہ کی، اور اگر تو اُنکی خواہشوں کی پیروی کرے بعد اسکے کہ تجھکو علم آگیا ہے تو بیشک تو اُسوقت ہوگا ظالموں میں (۱۴۰)

کہ خدا نے اسمٰعیل یا اُسکی اولاد کے لیئے کعبہ کو سمت قبلہ مقرر کرنیکا حکم دیا تھا زمانہ جاہلیت میں جبکہ عرب کی قوم نے کعبہ میں بت رکھدیئے تھے، اُس زمانہ میں بھی جو کچھ اُنکی پوجا ہوتی ہوگی وہ کعبہ میں ہوتی ہوگی، لیکن یہ بات کہ جب وہ کعبہ سے دور چلے جاتے تھے اور اور مقاموں میں ہوتے تھے جب بھی کعبہ کی طرف مُنہ کرکے پوجا کرتے تھے کیسطرح ثابت نہیں ؛

بنی اسرائیل میں جب بیت المقدس کی تعمیر ہوگئی تو وہ بھی بطور ایک مسجد کے بنائی گئی تھی، اور تمام رسومات عبادت کی جو کچھ کہ بنی اسرائیل ادا کرتے تھے اُسی معبد یا مسجد میں ادا کرتے تھے۔ مگر اس زمانہ تعمیر بیت المقدس میں اُنکے وحشیانہ طریق عبادت یا نمازمیں کافی اصلاح ہوگئی، اور ایک باقاعدہ ارکان نماز کے جسمیں قیام اور رکوع بھی تھا قرار پائے۔ ہمکو عہد عتیق کی کوئی آیت ایسی نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ خدا نے بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا تھا کہ جب تم بیت المقدس سے دور ہو تو اُسکی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھا کرو۔ مگر جبکہ بنی اسرائیل کی نماز ایک قاعدہ ہوگئی تھی، اور اُسکے ادا کرنے میں کسی نہ کسی طرف مُنہ کا ہونا ایک لازمی امر تھا، اسلیئے بالطبع بنی اسرائیل اِس بات پر مائل ہوئے ہونگے کہ بیت المقدس کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھیں، اور اسطرح پر بیت المقدس اُنکا سمت قبلہ قرار پاگیا ؛

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۴۲﴾	وہ لوگ جنکو ہمنے کتاب دی ہو اسکو پہچانتے ہیں جسطرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور ہاں انمیں سے ایک فریق البتہ چھپاتا ہو حق کو اور وہ جانتے ہیں (۱۴۱) حق (بات) ہی تیرے پروردگار (کی طرف) سے ہو پھر تو مت ہو شک کرنے والوں میں (۱۴۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نبوت قریب تیرہ برس کے مکہ میں تشریف رکھی۔ اس بحث کو چھوڑ دو کہ نماز پنجگانہ فرض ہو چکی تھی یا نہیں، اور جو ارکان نماز کے بالفعل مسلمانوں میں مقرر ہیں وہ مقرر ہو چکے تھے یا نہیں، مگر اسمیں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اُس زمانہ دراز میں بھی کوئی طریقہ عبادت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور اختیار کیا تھا۔ خواہ یہی ارکان نماز کے اختیار کیئے ہوں جو بالفعل موجود ہیں خواہ بعد کو ان میں کچھ اصلاح ہو گئی ہو، لیکن یہ بات ثابت نہیں ہو کہ ایسی حالتوں میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے بعید ہوں تو اُنھوں نے نماز یا عبادت ادا کرنے میں کعبہ کی طرف مُنہ کر کے ادا کرنا بطور ایک امر لازمی کے جس سے ثبوت سمت قبلہ کا ہو اختیار فرمایا ہو، بلکہ ہر طرح قرینہ و قیاس اس بات کا مقتضی ہو کہ جبتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تشریف رکھی کوئی سمت قبلہ اختیار نہیں کی ÷

جبکہ حضرتؐ مکہ سے مدینہ میں تشریف لیگئے جہاں یہودی کثرت سے تھے، اور اُنکی نماز بھی قریباً قریباً اُسی قسم کی تھی جیسی کہ مسلمانوں کی تھی، تو بالطبع آنحضرتؐ کو اُسی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کی رغبت ہوئی جسطرف کہ یہودی متوجہ ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ بلاشبہ مشرکین کو یہ امر شاق گذرا ہوگا، لیکن بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے میں ایک بڑی حکمت یہ تھی کہ مشرکین میں سے جو لوگ منافق تھے وہ اصلی ایمان والوں سے بالکل ممیز ہو جاتے تھے۔ یہی بات خدا تعالیٰ نے بھی فرمائی ہو کہ وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا
فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا
يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنْ حَيْثُ
خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن
رَّبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۴۴﴾

اور ہر ایک کے لیئے ایکطرف ہی کہ وہ اسطرف
منہ کرتا ہے، پس تم دوڑ کر بھلائی کو، جہاں
کہیں تم ہوگے تمکو اللہ لے آویگا اکٹھا بیشک
اللہ ہر چیز پر قادر ہی (۱۴۳) اور جہاں کہیں
تم جاؤ پھر اپنے منہ کو مسجد الحرام کی طرف پھیرو،
اور بیشک وہی حق ہے تیرے پروردگار کی طرف سے
اور اللہ بیخبر نہیں ہو اس چیز سے جو تم کرتے ہو (۱۴۴)

عقبیہ، یعنی ہمنے اُس قبلہ کو جسپر تو تھا بجز اس مطلب کے اور کسی لیئے نہیں مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں اُس شخص کو جو پیروی کرتا ہی رسول کی اُس شخص سے جو پھر جاتا ہی اپنی ایڑیوں پر ٭

مدینہ میں اور اُسکے گرد نواح میں کثرت سے یہودی رہتے تھے، اور اُنھوں نے بھی اسلام کی طرف رغبت ظاہر کی، جنہوں نے دل سے اسلام کو برحق جانا، اور بہت سے ایسے تھے جو بطور منافقوں کے مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوتے تھے، پس جو ضرورت منافقین مشرکین کو اصلی ایمان والوں سے ممیز کرنے کی پیش آئی تھی۔ وہی ضرورت منافقین یہود کو اصلی ایمان والوں سے ممیز کرنے کی پیش آئی۔ ہر ایک شخص ظاہرداری کے لیئے دوسرے مذہب کی جسکو کہ وہ حق نہیں سمجھتا چھوٹی باتوں میں منافقانہ طور پر شریک ہوسکتا ہی لیکن کسی ایسی بات میں جو ایک امر عظیم ہو اور خاص عبادت سے علاقہ رکھتا ہو، اور ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب میں داخل ہونے کی بطور ایک نشانی کی ہو، اُسکو بطور ایک نفاق کے ادا کرنے سے بالطبع نفرت اور پرہیز کرتا ہے، اور جبتک کہ دل ہی سے اُس دوسرے مذہب کو نہ قبول کر لیا ہو اُسوقت تک اُسکو ادا نہیں کرتا۔ اسلیئے آنحضرتؐ کو فکر ہوئی کہ سمت قبلہ کو تبدیل کیا جائے، اور اُسپر خدا سے وحی آئی کہ کعبہ کی طرف سمت قبلہ بدل دو، اُسی کی طرف خدا تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہی، قد نری تقلب وجہک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۱۴۵

اور جہاں کہیں تم جاؤ پھر پھیر دے اپنے منھ کو مسجد الحرام کی طرف اور جہاں کہیں تم ہو پھر پھیر و اپنے منھوں کو اُسی کی طرف تاکہ نہو لوگوں کو تم پر کچھ حجت، بجز اُن لوگوں کے جنھوں نے اُنمیں سے ظلم کیا ہی پس اُنسے مت ڈرو اور مجھسے ڈرو، اور تاکہ پوری کروں میں تمپر اپنی نعمت۔ اور تاکہ تم ہدایت پاؤ (۱۴۵)

فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضھا فول وجھک شطر المسجد الحرام،، یعنی ہمنے دیکھا تیرا منھکا پھیرنا آسمان کی طرف پھر ضرور ہم تجھکو ایک ایسے قبلہ کی طرف پھیر نیگے جسکو تو پسند کریگا، پس پھیر اپنا منھ مسجد حرام کی طرف۔ بیت المقدس اور بیت الحرام دونوں مسجدیں تھیں، اور دونوں میں سے کسی طرف منھ کرکے نماز پڑھنا برابر تھا مگر ایسا کرنے سے منافقین یہود کی اصلی ایمان والوں سے تمیز ہوگئی، یہ امر ایک ایسا ممیز قرار پایا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ،، من استقبل قبلتنا فھو مسلم،، یعنی جس شخص نے کہ ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھی وہ مسلمان ہی، اور درحقیقت یہ امر ایسا ہی کہ جبتک کوئی یہودی دل سے مسلمان نہ ہوگیا ہو بیت المقدس چھوڑکر کعبہ کی طرف نماز پڑھنے پر بالطبع اسکو جرأت نہیں ہوسکتی ✚

اسی نشان کے قائم اور مستحکم رہنے کو خدا نے یہ حکم دیا کہ جہاں کہیں تم ہو اور جہاں کہیں جاؤ تو کعبہ ہی کی طرف منھ کرکے نماز پڑھو، مگر سمت قبلہ قرار دینے میں ایک بڑا نقص یہ لازم آتا ہے کہ لوگوں کے خیال میں یہ بات جمتی ہے کہ اُس سمت کو یا اُس مکان کو جو سمت کے لیئے مخصوص کیا گیا ہی خدا کی ذات سے کوئی خاص خصوصیت ہی، اور اُس سمت میں یا اُس مکان میں بتخصیص خدا ہی۔ اس خیال کے باطل کرنے کو صاف صاف ہدایتیں خدا نے تحویل قبلہ کے ساتھ ہی ساتھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (۱۴۶) فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (۱۴۷)

جسطرح کہ ہمنے تم میں تمہی میں سے رسول بھیجا ہو سُناتا ہی تمکو میری نشانیاں، اور تمکو پاک کرتا ہی، اور تمکو کتاب و حکمت سکھاتا ہی، اور وہ ہر چیز تمکو سکھاتا ہی جو تم نہیں جانتے تھے (۱۴۶) پھر مجھکو یاد کرو میں تمکو یاد کرونگا، اور میرا شکر کرو اور ناشکری مت کرو (۱۴۷)

بتلادیں، جہاں فرمایا کہ "وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" یعنے خدا کے لیئے ہی مشرق اور مغرب، پس جدھر مُنھ کرو پھر اُودھر ہی خدا کا مُنھ یعنے اُسکی ذات ہی۔ اس ہدایت نے صاف صاف لوگوں کو شرک سے نجات دی، اور جسطرح کہ مشرکین اپنے بتوں یا معبودوں کو سمت قبلہ بناتے ہیں، اور جسطرح کہ مسلمانوں نے سمت قبلہ ٹھیرایا ہی اُن دونوں کے فرق کو بخوبی سمجھا دیا ہی، اور ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ مشرکین کی سمت قبلہ اور مسلمانوں کی سمت قبلہ میں کیا فرق ہے۔ مسلمانوں کے مذہب کے مطابق کوئی خصوصیت یا وقعت بیت المقدس یا بیت الحرام کو قبلہ ہونیکے لیئے نہیں ہی بجز اسکے کہ وہ صرف ابتدائ واسطے تفریق درمیان منافقین اور مومنین کے ٹھیرایا گیا اور انتہاءً الطور مسلمانوں کی ایکتائی کے قرار پایا ✦ کعبہ کی طرف مُنھ کرکے نماز پڑھنا اسلام کا کوئی اصلی حکم نہیں ہی۔ جو احکام اسلام میں ہیں لوگ اُنکو بخوبی نہیں سمجھتے۔ اس بات میں تو بہت لوگوں نے کوشش کی ہی کہ کونسا حکم فرض ہی، اور کونسا واجب، اور کونسا سنت، اور کونسا مستحب، جو صرف ایک فرضی یا خیالی یا اصطلاحی امور ہیں، اور اس تفریق کو اصل مذہب اسلام سے کچھ چنداں تعلق نہیں ہے، اسلام کی حقیقت اور اُسکے اسرار جاننے والے کو صرف اُسی تفریق کا جاننا کافی نہیں ہے، بلکہ اُسکو اِس امر کا جاننا اور اِس امر کا تحقیق کرنا ضرور ہی کہ درحقیقت اصلی احکام اسلام کے جنپر اسلام قائم ہی کونسے ہیں اور اُنکے سوا کون سے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا
بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ
الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا
لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۴۹﴾
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ
الْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ
وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو مدد چاہو صبر کرنے سے اور نماز پڑھنے سے، بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے (۱۴۸) اور مت کہو اُن لوگوں کو جو مارے جاویں اللہ کی راہ میں مُردے بلکہ وہ زندہ ہیں و لیکن تم نہیں جانتے (۱۴۹) اور ہم تمھارا امتحان کرینگے ایک چیز سے، ڈر اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے اور خوشخبری دے صبر کرنیوالوں کو (۱۵۰)

بالفعل مذہب اسلام جو ایک مجموعہ حقیقی اور فرضی یا واقعی اور قیاسی یا اجتہادی اور استنباطی احکام کا گنا جاتا ہے وہ دو قسم کے احکام پر منقسم ہو سکتا ہے۔ اول حقیقی اور واقعی۔ دوم فرضی اور قیاسی اور اجتہادی اور استنباطی۔ پچھلی قسم کو مذہب اسلام کے احکام قرار دینا صرف ایک فرضی یا اصطلاحی بات ہے اور صرف اسی وجہ سے کہ ائمہ اسلام اور علماء اعلام نے اُنکو استخراج کیا ہے احکام اسلام کا بطور ایک اصطلاح کے اُنپر اطلاق ہوتا ہے ورنہ درحقیقت وہ اصلی احکام مذہب اسلام کے نہیں ہیں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اُن احکام کو تسلیم کرے خواہ نکرے، دونوں حالتوں میں اُسکے اسلام میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اگر درحقیقت وہ واقعی اصلی احکام اسلام کے ہوتے تو اُنکے نہ ماننے سے اسلام سے خارج ہونا ایک امر لازمی ہوتا۔ جہانتک کہ خرابیاں مذہب اسلام میں مخالفین بیان کرتے ہیں وہ اسی غلطی پر مبنی ہیں کہ اُنھوں نے اُن احکام اور مسائل کو جنکو علما اور ائمہ نے استنباط اور استخراج کیا ہے جزو اسلام سمجھا ہے، حالانکہ اسلام کو اُن سے کچھ علاقہ نہیں۔ اگر وہ صحیح اور ٹھیک ہیں فھو المراد، اور اگر انمیں کوئی غلطی اور خطا ہے تو وہ اُنکی ہے جنھوں نے اُنکو استخراج کیا ہے، نہ مذہب اسلام کی۔ ہمارا مقصد اس بیان سے کسی عالم یا امام کی حقارت کرنیکا، یا کسی شخص کی جو اُنکی پیروی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وہ لوگ جب انکو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم اللہ کے لیئے ہیں، اور ہم اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں (۱۵۱) یہی لوگ ہیں کہ ان پر انکے پروردگار کی طرف سے درود اور رحمت ہے، اور وہی لوگ ہدایت پائے ہوئے ہیں (۱۵۲)	الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

کرنا ہے تحقیر کرنے کا، یا اُسکو بُرا جاننے کا نہیں ہے۔ بلکہ صرف احکام اصلی اور استخراجی میں فرق بتانا۔ اور اُن لوگوں کو جو حقائق یا اسرار اسلام پر غور کرنا، یا مخالفین اسلام کو جو اُسپر اعتراض کرنا چاہتے ہیں، حقیقت احکام اور تفرقہ اُن دونوں قسم کے احکام میں بتانا مقصود ہے، تاکہ پہلے تحقیق حقائق یا اسرار اسلام میں اور پچھلی غلط بنا پر اعتراض کرنے میں غلطی نہ کریں +

پہلی قسم البتہ بیان کے لائق ہے۔ مذہب اسلام میں جو اصلی اور واقعی احکام ہیں وہ دو قسم ہیں، ایک اصلی اور دوسری محافظ احکام اصلی، جسکو ہم اس زمانہ میں قانون اور ضابطہ کارروائی سے اصطلاح قانونی میں تعبیر کرتے ہیں۔ مذہب اسلام کے احکام اصلی جسقدر ہیں اُنہی پر اسلام کی بنیاد قائم ہے اور ان میں سے کوئی حکم بھی ایسا نہیں ہے جو قانون قدرت اور انسان کے نیچر کے برخلاف ہو، بلکہ اُنپر غور کرنے سے اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ مذہب انسان کے لیئے بنایا گیا ہے نہ انسان مذہب کے لیئے۔ احکام محافظ سے صرف اُن احکام اصلی کی حفاظت مقصود ہے، اور وہ خود مقصود بالذات نہیں ہیں۔ یہ احکام ایک ایسے عام قاعدہ پر صادر ہوئے ہیں جو قریباً کل افراد کے مناسب حال ہیں، اور ممکن ہے کہ کسی شاذ و نادر فرد کے مناسب حال نہ ہوں، مگر ایسا ہونا اُن احکام کے نقصان کا باعث نہیں ہے، کیونکہ تمام احکام عام کا یہ خاصہ ہے کہ قریباً کل افراد کے مناسب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۱۵۳	بیشک صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں، پھر جسنے حج کیا خانہ کعبہ کا یا عمرہ ادا کیا پھر اُسپر گناہ نہیں ہی کہ اُن دونوں کا طواف کرے اور جسنے اپنی خوشی سے ادا کیا نیکی کو پھر بیشک اللہ شکر کرنیوالا ہے جاننے والا (رم ۱۵) ہاں جو لوگ
إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ۱۵۴	کہ چھپاتے ہیں اُس چیز کو جو ہمنے اتاری ہی نشانیاں اور ہدایت سے بعد اسکے کہ ہمنے اُسکو لوگوں کے لیئے کتاب میں بیان کردیا ہے، وہی لوگ ہیں کہ اُنپر خدا لعنت کرتا ہی اور اُنپر لعنت کرتے ہیں لعنت کرنے والے (رم ۱۵)

حال ہوتے ہیں، گو کہ کوئی شاذ و نادر فرد ایسے بھی نکلتے ہیں کہ اُسکے مناسب حال نہوں، مگر اس مطلب سے کہ قاعدہ کلیہ ٹوٹنے نپائے تمام افراد کیساتھ یکساں عمل کرنا واجب ہوتا ہے ❊ احکام محافظ کی نسبت کسی نادان کا کوئی اعتراض کرنا، اور اُنکی نسبت اس بحث کا پیش کرنا کہ اُن میں نیچر کی کیا مطابقت ہی، اور اُن احکام کو قانون قدرت سے کچھ تعلق نہیں معلوم ہوتا. ایک محض بیوقوفی کا اعتراض ہوگا. کیونکہ وہ احکام بالذات اس اعتراض اور بحث کے کہ وہ نیچر کے مطابق ہیں یا نہیں مورد نہیں ہوسکتے. بلکہ اُنپر یہ بحث ہوسکتی ہے کہ آیا وہ احکام اُن اصلی احکام کے جو بالکل قانون قدرت کے مطابق ہیں محافظ ہیں یا نہیں. اگر اُنکا محافظ ہونا ثابت ہو تو وہ بھی ضمناً داخل احکام اصلی اور مطابق قوانین قدرت اور صحیح تصور ہونگے، اور اگر اُنسے اُن اصلی احکام کی محافظت ثابت نہو تو بلاشبہ وہ غلط ہونگے ❊

ہاں ایک بحث اُنپر اور ہوسکتی ہی کہ جو طریقہ اُن احکام اصلی کی حفاظت کا احکام محافظ میں قرار دیا ہی مثل اُسکے دوسرا طریقہ بھی حفاظت کا موجود تھا، حالانکہ اُسکے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٥٦﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿١٥٧﴾ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٨﴾	بجز اُن لوگوں کے جنھوں نے توبہ کی اور نکوکاری اختیار کی اور ظاہر کردیا، پھر وہی لوگ ہیں کہ میں اُنکو معاف کرونگا، اور میں بڑا معاف کرنیوالا اسوں مہربان (۱۵۵) ہاں جو لوگ کافر ہوئے اور مرگئے اور وہ کافر رہے، وہی ہیں کہ اُنپر اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی سب کی لعنت ہے (۱۵۶) ہمیشہ اُسی میں رہینگے نہ اُنپر سے عذاب کی تخفیف ہوگی اور نہ اُنکو مہلت دی جاویگی (۱۵۷) اور تمھارا خدا خدائے واحد ہے نہیں کوئی خدا بجز اُسکے بخشنے والا ہے مہربان (۱۵۸)

ترک اور اُسکے اختیار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ یا یہ کہ اُن احکام اصلی کی حفاظت کا دوسرا طریقہ اُس سے بھی اچھا موجود تھا۔ پہلا شبہ اگر وہ تسلیم بھی کرلیا جاوے تو بھی لغو اور مہمل ہوگا، کیونکہ یہ شبہ بطور ایک شبہ عامۃ الورود کے ہوگا جسکو تمام عقلا لغو اور بیہودہ سمجھتے ہیں، کیونکہ اگر بالفرض دو مساوی چیزوں میں سے ایک کے ترک اور ایک کے اختیار کی کوئی وجہ نہو تو جو شبہ اُسپر وارد ہوتا ہے وہی شبہ اُسوقت بھی وارد ہوگا جبکہ مختار کو ترک اور متروک کو اختیار کیا جاوے۔ دوسرا شبہ اگر وارد ہو تو البتہ تسلیم کے قابل ہوگا، لیکن ہمارا دعوی یہ ہے کہ مذہب اسلام میں جو طریقہ حفاظت احکام اصلی کا قرار دیا گیا ہے اسکے مساوی بھی کوئی اور طریقہ اُنکی حفاظت اصلی کا نہیں ہے چہ جای اسکے کہ اُس سے افضل کوئی طریقہ دوسرا ہو +

ہم اِس مطلب کو دو ایک مثالوں سے سمجھاتے ہیں مثلاً نماز۔ قرآن مجید میں صرف نماز کا مقرر ہونا آیا ہے۔ اصلی حکم خدا کا اُس سے صرف اُسکے بندہ کا خدا کی طرف

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ
الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ
النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ
مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ
دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
لَآيٰتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۱۵۹﴾

بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں، اور رات اور دن کے اختلاف میں، اور کشتی میں جو دریا میں چلتی ہی جو نفع پہنچاتی ہی آدمیوں کو، اور اُس چیز میں جسکو اللہ نے آسمان سے اُتارا ہی یعنی پانی پھر زندہ کردیا اُس سے زمین کو اُسکے مرنے کے بعد اور پھیلادیئے اُسمیں ہر طرح کے چلنے والے جانور، اور ہواؤں کے چلانے میں، اور بادلوں کے آسمان اور زمین کے درمیان تابعدار کرنے میں، البتہ نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیئے جو سمجھتے ہیں (۱۵۹)

خلوص اور خضوع اور خشوع سے متوجہ ہونا، اور عجز عبدیت کا ظاہر کرنا، اور شان خالقیت کا تسلیم کرنا، اور اُسکے سامنے اپنے تئیں عاجز اور ذلیل اور مسکین بنانا ہی، ارکان نماز کے جو قرار دیئے گئے ہیں وہ اُس تمام خضوع و خشوع ظاہری اور باطنی کے محافظ ہیں پس اِن احکام محافظ پر یہ اعتراض کرنا کہ نماز میں اُٹھنا اور بیٹھنا اور سر ٹیکنا نیچر کے خلاف ہے ایک بیوقوفی کا اعتراض ہے کیونکہ اِن احکام میں ایک یہ بات دیکھنی ہی کہ درحقیقت وہ اُس اصلی حکم کے محافظ ہیں یا نہیں ❊

ان احکام اصلی اور احکام محافظ کا تفرقہ ایسے مقام پر بخوبی واضح ہوجاتا ہی جبکہ کوئی حکم احکام محافظ میں سے ساقط ہوجاتا ہی، اور اُسکا سقوط ثابت کرتا ہی کہ وہ اصلی حکم نہیں تھا، جیسے نماز میں قیام اور قعود اور رکوع اور سجود اور قرأت، یہ سب احکام محافظ ہیں، جب انسان اِنپر قادر نہیں ہوتا تو کسی کا ادا کرنا بھی اُسپر لازم نہیں ہوتا برخلاف اُس اصلی حکم نماز کے کہ وہ کسی حالت میں انسان سے جبتک کہ اُسپر مکلف ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہی ساقط نہیں ہوتا اس سے جو تمیز کہ ان دونوں قسم کے احکام میں ہی وہ بخوبی واضح ہوتی ہے، یا مثلاً اسلام نے ایک اخلاقی امر کی نسبت یہ حکم دیا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ
اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا
لِّلّٰهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ
يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ
لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعَذَابِ (۱۶۰)

اور لوگوں میں سے کوئی ٹھیراتا ہے اللہ کے سوا اسکی
مانند، محبت کرتے ہیں اُنسے اسکی محبت کے مانند
اور جو لوگ ایمان لائے ہیں بہت زیادہ ہیں اسکی محبت
میں، اور اگر کوئی دیکھے اُن لوگوں کو جنھوں نے ظلم
کیا ہے جبکہ وہ عذاب کو دیکھینگے، تو جانیگا کہ بیشک
ساری طاقت اللہ کے لیئے ہے، اور بیشک اللہ سخت
عذاب دینے والا ہے (۱۶۰)

کہ جو عورت کہ اُسکا خاوند مرجاوے یا اُسکو طلاق دے تو اُسکو دوسرا شوہر کرنے میں اسقدر توقف کرنا چاہیئے جس سے معلوم ہوجاوے کہ وہ اُس شوہر سے حاملہ ہے یا نہیں، اور اس امر کے دریافت کرنے کو ایک میعاد مقرر کی ہے جو عورتوں کے نیچر سے مناسبت رکھتی ہے۔ یہ حکم احکام محافظ میں سے ایک حکم ہوگا، اور بلاشبہ ایسی عورت کے جننے اُس مدت سے بھی زیادہ عرصہ سے اپنے شوہر سے مقاربت نہ کی ہو مناسب حال نہوگا مگر یہ حکم تمام افراد سے از روے عمل کے اسلیئے متعلق ہوگا کہ عام قاعدہ جو اکثر افراد سے متعلق ہے ٹوٹنے نہ پائے۔ پس اس حکم محافظ پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ قانون قدرت کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ یہ حکم اُس قانون قدرت کا محافظ ہے جس سے اولاد کو یعنی باپ اور باپ کو اپنی اولاد پر قانون قدرت کے موافق حقوق حاصل ہوتے ہیں +

مگر یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ اگرچہ احکام اصلی اور احکام محافظ اپنی اصلیت میں مختلف درجہ اور حقیقت رکھتے ہیں، لیکن عملاً دونوں کا درجہ برابر ہے، اور اسلیئے جسطرح احکام اصلی کی تعمیل لازم ہے اُسیطرح احکام محافظ کی بھی تعمیل لازم ہے، کیونکہ وہ دونوں لازم و ملزوم یا موقوف و موقوف علیہ ہیں، اور اسلیئے عملاً دونوں میں کچھ فرق نہیں ؛

نماز میں سمت قبلہ کوئی حکم اصلی مذہب اسلام کا نہیں ہے، اور اسلیئے ایک ادنیٰ سی عذر پر ساقط ہوجاتا ہے، مثلاً سمت مشتبہ ہونے پر، سہواً کسی دوسری سمت نماز پڑھ لینے پر،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۲﴾

جب بیزار ہونگے وہ لوگ جنکی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے جنھوں نے پیروی کی تھی، اور دیکھینگے عذاب کو اور کٹ جاوینگے لگنے والے (۱۶۱) اور کہینگے وہ لوگ جنھوں نے پیروی کی تھی کاش ہمارے لیئے دوبارہ جانا ہو تو ہم بیزار ہوں گے اُنسے جسطرح کہ وہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں، اسیطرح انکو دکھاویگا اللہ اُنکے اعمال پشیمانیاں دہوں گی اُنپر اور وہ آگ سے نکلنے والے نہونگے (۱۶۲)

بعض صورتوں میں گھوڑے کی سواری پر، دریا کے سفر میں، اور اس چودھویں صدی نبوی میں ریل کے سفر میں اور علیٰ ہذا القیاس۔ مگر چونکہ یہ حکم بطور ایک نشان اور تمیز اُن لوگوں کے قرار دیا گیا ہے جنھوں نے اسلام قبول کیا ہے، اسلیئے اسکا بھی بجالانا مثل احکام اصلی کے ضرور ہوگا، اور قصداً ترک نہ کیا جائیگا، مگر ان لوگوں پر تعجب ہوگا جو غلبۂ اوہام سے سمت قبلہ کے لیئے دوپہر میں باہر نکلکر سورج کو دیکھتے پھرتے ہیں کہ کسطرف سے نکلا تھا اور کسطرف ڈوبے گا، اور اپنی جیبوں اور بستچیوں میں قطب نما یا قبلہ نما رکھے یا لٹکائے پھرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ٹھیک ہماری ناک کعبہ کے سامنے ہو جائے، اور اسی میں ایک بڑا ثواب اور ٹھیک ٹھیک نماز کا ادا کرنا سمجھتے ہیں۔

سمت قبلہ کی تحویل پر یہودی جو طعنہ دیتے تھے اُسکا ذکر بھی خدا نے اس مقام پر کیا ہے، اور اُنکی نادانی کو بتلایا ہے کہ باوجود اس بات کے جاننے کے کہ تحویل قبلہ ٹھیک ہے، پھر اُسپر طعنہ کرتے ہیں، جہاں فرمایا ہے کہ ،، یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم یعنے یہودی تحویل قبلہ کا حق ہونا ایسا ہی جانتے ہیں جیسیکہ وہ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں ،یعرفونہ، میں جو ضمیر ہے اُسکی نسبت مفسروں میں اختلاف ہے۔ اکثر تو اُسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہودی توریت کی اشارات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۴﴾	اے لوگوں کھاؤ اُس چیز کو جو زمین میں ہے حلال پاکیزہ اور مت پیروی کرو شیطان کے قدموں کی بے شک وہ تمھارے لیے دشمن ہے علانیہ (۱۶۳) اسکے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ تمکو حکم کرتا ہے برائی کا اور بیحیائی کا اور اس بات کا کہ تم کہو اللہ پر وہ کچھ جو تم نہیں جانتے (۱۶۴)

سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی برحق ہونا ایسا ہی یقینی جانتے تھے جیسیکہ وہ اپنے بیٹوں کو جانتے تھے۔ اور ابن عباس اور قتادہ اور ربیع اور ابن زید کا یہ قول ہے کہ ،یعرفونہ، کی ضمیر امر قبلہ کی طرف راجع ہے، اور یہی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے اسلیئے کہ یہاں اول سے آخر تک امور متعلق قبلہ کا ذکر ہے، نہ آنحضرت کے نبی ہونیکی بشارات کا +

توریت میں حضرت ابراہیمؑ کا اور حضرت اسمٰعیلؑ کا اور انکے فاران میں یعنی حجاز میں آباد ہونے کا ذکر موجود ہے، جسپر یہودی مذہبی اعتقاد سے بھی یقین رکھتے تھے، یہی توریت کی رو سے اس بات کو بھی یقینی جانتے تھے کہ حضرت ابراہیم کا طریقہ عبادت کے لیئے مذبح قائم کرنے اور بیت ایل یعنی بیت اللہ بنانیکا تھا، انکو اپنی قومی اور پشتینی روایتوں سے یقین کامل تھا کہ کعبہ حضرت ابراہیمؑ کا بنایا ہوا بیت اللہ ہے، اور من وجہ بیت المقدس سے ترجیح رکھتا ہے، اور اُسکی طرف سمت قبلہ ہونا عین حق اور درست ہے، انہی وجوہ پر خدا نے فرمایا کہ ،،یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم،، اور یہی وجہ انکے الزام کی ہے کہ باوجود ان سب باتوں کے جاننے کے حق بات کو چھپاتے ہیں، اور پھر تحویل قبلہ پر طعنہ دیتے ہیں +

یہ سب باتیں جو ہمنے بیان کیں ایسی صاف و صریح ہیں کہ ہر شخص جو قرآن مجید کی سیاق و سباق عبارت پر غور کریگا بلا شبہ اُنکو تسلیم کریگا +

(۱۴۹) (وَلَا تَقُوْلُوْا) اس آیت سے پہلے اور اسکے بعد بھی خدا تعالیٰ نے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے تھے شدائد پر صبر کرنے کی ہدایت کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُھُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَـيْـــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٦٥﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَاۗءً وَّنِدَاۗءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٦٦﴾

اور جب اُنسے کہا جاوے کہ پیروی کرو اُسکی جو اللہ نے اُتارا ہے تو کہتے ہیں کہ (نہیں) بلکہ ہم پیروی کرینگے اُس چیز کی جس پر ہمنے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اور اگرچہ تھے اُنکے باپ دادا کہ نہیں جانتے تھے کچھ بھی، اور نہ ہدایت پائے ہوئے تھے (۱۶۵) اور اُن لوگوں کی مثال جو کافر ہوئے اُس شخص کی (بھیڑوں کی) مثال کی مانند ہے جو آواز دیتا ہے ایسے بے معنی الفاظ سے کہ بجز بُلانے اور آواز کرنے کے اور کچھ نہیں سنتا، بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پھر وہ نہیں سمجھتے (۱۶۶)

مسلمانوں کے قتل و قتال پر کمر باندھی تھی، اور یہ آیت بعد وقوع قتل و قتال نازل ہوئی ہے جسمیں کچھ مسلمان کام آئے تھے مفسرین کا قول ہے کہ وہ جنگ بدر تھی جسمیں چھ مسلمان مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے کام آئے تھے. بہرحال کسی واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہو ہمکو جو بحث ہے وہ اس بات سے ہے کہ اس قول کے کہ ,,اُنکو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں" کیا معنی ہیں ؟

اسکی نسبت مفسرین کے تین قول ہیں، ایک یہ کہ وہ شہید ہوتے ہی اُسی وقت درحقیقت زندہ ہوجاتے ہیں لیکن ہمکو اُنکا زندہ ہونا نہیں معلوم ہوتا۔ دوسرے یہ کہ احیاء سے مراد سیحیون ہے یعنے زندہ ہونگے یعنی قیامت کے دن۔ اُسکی مثال ایسی ہے جیسیکہ خدا نے کہا ہے کہ ,, اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ,, ۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ نَعِيْمٍ اُن سب کے معنی یہ ہیں کہ سیصیرون کذلک. یعنی عنقریب ایسے ہو جاوینگے۔ میرے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۷﴾	اے لوگو جو ایمان لائے ہو پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہمنے تمکو دی ہیں اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو (۱۶۷)

یہ کہ انکو مردہ مت کہو وہ تو زندہ ہیں۔ یہ کہنا ایسا ہی جیسیکہ کوئی کہے کہ "ما مات رجل خلف مثلک" یعنی وہ شخص نہیں مرا جسنے تیرے مانند خلف چھوڑا ہے۔ جو لوگ دین کی استقامت کے سبب مارے گئے ہیں درحقیقت انھوں نے دین حق کے پھیلانے اور اپنے بعد اس نیکی کو قائم رہنے اور جاری رہنے کے لیئے جان دی ہی پس انھوں نے اپنے بعد ایسی نیکی چھوڑی ہی جو اس سے بہتر نہیں ہوسکتی، اور اسی اعتبار سے انکی نسبت کہا جاتا ہی کہ وہ مرے نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں جنکے ایسی نیکی قائم و جاری ہی، پس حیات سے انکی حیات فی الدین مراد ہے، جیسیکہ ایک جگہ خدا نے ایمان والوں کی نسبت فرمایا ہی، "او من کان میتا فاحییناہ" اور سورہ آل عمران میں جو خدا نے انکی حیات کے ساتھ یہ قید بھی لگائی ہی کہ "بل احیاء عند ربھم" اس سے اور زیادہ اس مطلب کو تقویت ہوتی ہی کہ انکی حیات سے حیات فی الدین مراد ہی نہ اور قسم کی حیات میرے نزدیک تیسرے معنی صحیح ہیں ✦

(۱۶۷) (كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ) اس آیت سے پہلے خدا تعالیٰ نے ان پاکیزہ چیزوں کے کھانے کی اجازت دی تھی جو زمین میں ہیں یعنی جو زمین سے پیدا ہوئی ہیں؛ اور اس آیت میں عموماً پاکیزہ چیزوں کے کھانے کی اجازت ہی جس لفظ کا ترجمہ ہمنے پاکیزہ کیا ہی وہ لفظ طیبات ہے، اسکے معنی مزے دار اور خوشبودار غیر مضر کے ہیں۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ "ان الطیب فی اصل اللغۃ عبارۃ عن المستلذ المستطاب" ۔ پس ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ تمام چیزیں جو انسان کے لیئے مضر نہیں ہیں وہ حلال ہیں، اور وجہ حلت اور حرمت اشیاے ماکول جو خدا نے بتائی ہی وہ انکے مضر اور غیر مضر یا مضر اور مفید ہونے پر مبنی ہی ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ

اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ حرام کیا ہی تمپر مرا ہوا اور خون اور سور کا گوشت اور وہ (جسپر ذبح کرنے میں اور کسیکا نام) سوائے خدا کے پکارا جاوے، پھر جو کوئی مضطر ہو نہ زیادتی کرنیوالا اور نہ حد سے گذرنے والا، پھر اسپر گناہ نہیں،

(۱۶۷) (اِنَّمَا حَرَّمَ) اس آیت میں اُن تین مضر چیزوں کا بالتخصیص ذکر کیا ہی جنکے کھانے کا رواج عرب کی قوموں میں تھا۔ عرب کے لوگ مرے ہوئے جانور کو اور سور کو کھاتے تھے، اور جانوروں کے گلا کاٹنے میں جو خون نکلتا ہی اُسکو ایک برتن میں جمع کرتے تھے، اور جب وہ جمکر ٹھٹرا ہو جاتا تھا تو بھون کر کھاتے تھے، اور یہ تینوں چیزیں انسان کیلئے مضر ہیں، گو کہ مثل زہر کے فی الفور اُنکی مضرت نہ ظاہر ہو، مرے ہوئے جانور کے مضر ہونے میں جو اپنی موت سے مرجاتا ہی کسی کو کلام نہیں، اور دم مسفوح کا مضر ہونا بھی تسلیم کیا گیا ہی۔ سور کے گوشت کے مضر ہونے پر (علی الخصوص گرم ملکوں میں) بہت سے مباحثے ہوئے ہیں اور انجام کار اُسکا مضر ہونا تسلیم کیا گیا ہی۔ پس اِن تینوں چیزوں کے حرام ہونے کی وجہ اُنکے مضر ہونے پر مبنی ہی۔ علاوہ اسکے اِس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ غذا کی تاثیر انسان کے اخلاق پر ضرور ہوتی ہی۔ سور میں بعض خصائل ذمیمہ ایسے پائے جاتے ہیں جو علم اخلاق انسانی کے برخلاف ہیں، اور اسلیئے اُسکا کھانا بلحاظ حفظ اخلاق انسانی ممنوع کرنا بلاشبہ انسان کو اخلاق ذمیمہ سے محفوظ رکھتا ہی ؎

البتہ چوتھی چیز یعنی "وما اھل بہ لغیر اللہ" کی حرمت قابل بحث ہی۔ پس اسکی حرمت نفس مذبوح کے مضر ہونے یا نجس ہو جانے کے سبب سے نہیں ہی، بلکہ اسکی حرمت واسطے مٹانے رسم شرک کے ہی۔ مشرکین عرب کا دستور تھا جیسے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کا دستور ہی کہ جانوروں کا گلا بتوں اور دیبیوں کا نام لیکر کاٹتے تھے،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ	۱۶۸	بیشک اللہ بخشنے والا ہی مہربان (۱۶۸)

جبکہ یہ مقصود تھا کہ اُسکی نذر اور اُسکے تقرب کیلئے جانور کو مارا ہی یہانتک کہ جو جانور اپنے کھانے کے لیئے بھی مارتے تھے اُسکو بھی کسی بُت یا دیبی کی نذر مقرر کرکے اور اُسیکا نام لیکر مارتے تھے۔ ہندوستان میں ابتک یہ رسم ہندؤں میں ہی اور کوئی ہندو کسی بکری کا بغیر دیبی کے نام کے جھٹکا نہیں کرتا۔ بہت گوشت خور ہندو ایسے ہیں کہ اگر کوئی جانور دیبی کے نام پر جھٹکا نکیا جاوے تو اُسکا گوشت نہیں کھاتے۔ اسلام میں تقرب الی غیر اللہ شرک اور کفر قرار پایا ہی۔ پس رسم شرک ہر طرح پر مٹانے کے لیئے یہ حکم ہوا ہے کہ جو جانور اس رسم شرک پر مارا جاوے وہ بھی نہ کھایا جاوے پس حرمت مذبوح لغیر اللہ کی احکام محافظ حکم اصلی میں سے ہی جسکی تفصیل ہم اوپر لکھ آئے ہیں +

تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ علما کا یہ قول ہی کہ اگر کوئی مسلمان کسی جانور کو بقصد تقرب الی غیر اللہ کے ذبح کرے تو وہ مرتد ہوجاتا ہی اور ذبیحہ اُسکا مرتد کا ذبیحہ ہی، اور یہ حکم اہل کتاب کے ذبایح کے سوا اور لوں کے ذبیحہ سے متعلق ہی، اور اہل کتاب کے ذبایح ہمارے لیئے حلال ہیں، جیسا کہ خدا نے فرمایا ہی کہ طعام اُن لوگوں کا جنکو کتاب دیگئی ہی تمھارے لیئے حلال ہے +

> قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحها التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا و ذبیحته ذبیحة مرتد وهذا الحكم فی غیر ذبایح اهل الكتاب اما ذبایح اهل الكتاب فتحل لنا لقوله تعالی وطعام الذین اوتوا الكتب
> (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۱)

پس اس آیت جسکی ہم تفسیر لکھتے ہیں اسمیں تو کچھ شبہ نہیں کہ جو مسلمان کسی جانور کو تقرباً غیر خدا کے نام ذبح کرے اُسکا کھانا اسوجہ سے کہ وہ ایک فعل شرک پر ذبح کیا گیا ہی حفظاً لحکم التقرب الی اللہ وحدہ ممنوع و حرام ہی مگر یہ بات باقی ہی کہ اگر غیر مسلم اس طرح پر کرے تو اُسکا کھانا بھی ممنوع و حرام ہی یا نہیں۔ امام فخر الدین رازی نے جو قول علماء اسلام نقل کیا ہی اُسمیں ذبیحہ اہل کتاب کو مستثنے کیا ہی جسکا یہ مقصد ہی کہ گو اہل کتاب نے تقرباً الی غیر اللہ ہی ذبح کیا ہو مگر وہ حلال ہے اور یہی قول بعض فقہا کا بھی ہی، اور انھوں نے تصریح کردی ہی کہ "ولو ذبح بالسم المسیح"۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۙ اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَکِّیْهِمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۱۶۹)	ہاں جو لوگ چھپاتے ہیں اسکو کتاب میں سے جو اتارا ہی اللہ نے اور لیتے ہیں اسکے بدلے تھوڑی سی قیمت، وہی لوگ ہیں کہ نہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں مگر آگ، اور نہ کلام کریگا اُن سے اللہ قیامت کے دن اور نہ اُنکو پاک کریگا، اور اُنکے لئے عذاب ہے دُکھ دینے والا (۱۶۹)

ومن الناس من ٭ ٭ ٭ اجازوا ذبیحۃ النصرانی اذا سمی علیہا باسم المسیح وھو مذھب عطاء و مکحول والحسن والشعبی وسعید بن المسیب (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۲)

مگر یہاں یہ سوال باقی رہجاتا ہے کہ تو پھر دیگر اہل مذاہب کا لغیر اللہ ذبح کیا ہوا کیوں نہ حلال ہو۔ اسکا جواب بقاعدہ اہل نقل یہ ہوسکتا ہے کہ آیت طعام اہل کتاب سے اُنکا ذبیحہ مستثنیٰ ہوگیا ہی اور دیگر اہل مذاہب کا ذبیحہ مستثنیٰ نہیں ہوا، مگر پھر اسپر یہ سوال ہوگا کہ کیوں دیگر اہل مذاہب کا ذبیحہ مستثنیٰ نہیں ہوا ٭

ہاں اگر اس استثنا کی یہ وجہ بیان کی جاوے کہ اہل کتاب میں کبھی لغیر اللہ جانور کے ذبح کرنے کی رسم و عادت نہ تھی، یا وہ خدا کے نام پر قربانی کرتے تھے، یا خدا کا نام لیکر ذبح کرتے تھے جیسیکہ یہود کی عادت ہی، یا کسی کا نام لئے بغیر ذبح کرتے تھے جیسیکہ عیسائیوں کی عادت ہی، تو صرف ذبایح اہل کتاب کے مستثنے کرنے کی اور دیگر اہل مذاہب کے ذبایح کے مستثنے نکرنے کی وجہ کافی ہوگی، اور اسلئے دیگر اہل مذاہب کا ذبیحہ یا جھٹکا حفظاً لحکم التقرب الی اللہ وحدہ حرام اور ممنوع الاکل رہیگا ٭

البتہ ایک سوال اور باقی رہتا ہی کہ اگر کسی غیر اہل کتاب نے کسی جانور کو لا لغیر اللہ ذبح کیا ہو تو وہ بھی حرام اور ممنوع الاکل ہی یا نہیں۔ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہوگا۔ کیونکہ آیت "کلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ" کا حکم عام نہیں ہے۔ پس نص صریح قرآن مجید سے اُسکی حرمت ثابت نہوگی الا اجتہاد سے جسکی تسلیم خود مجتہد یا اُسکے متبعوں پر لازم ہوگی نہ ہر شخص پر ٭

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۰﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿۱۷۱﴾

وہی لوگ ہیں جنھوں نے خریدا ہے گمراہی کو بدلے ہدایت کے اور عذاب کو بدلے مغفرت کے پھر کس چیز نے انکو صابر کیا ہی آگ پر (۱۷۰)

یہ اسلیئے ہی کہ اللہ نے کتاب اتاری ہی برحق، اور بلاشبہ جن لوگوں نے اختلاف کیا ہی کتاب میں البتہ مخالفت میں (حق سے) دور ہیں (۱۷۱)

(اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ) اسکے معنی میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہی کہ خدا کے سوا اور کسی کا نام پکارے جانے سے کیا مطلب ہے۔ اصمعی کا قول ہی کہ اہلال کے معنی پکارنے کے ہیں احرام باندھنے والے پر مہل کا لفظ اسلیئے بولا جاتا ہی کہ وہ احرام باندھتے وقت لبیک کہکر پکارتا ہی اور ذابح پر بھی مہل کا لفظ بولتے ہیں کیونکہ عرب جانوروں کو ذبح کرتے وقت بتوں کا نام لیکر پکارتے تھے، اور "استہل الصبی" کا لفظ بھی اسی سے نکلا ہی کہ پیدا ہونے کے بعد چلاتا ہی اسلیئے۔ ما اهل به لغير الله کے معنی یہ ہوئے کہ جو بتوں کے لیئے ذبح کیئے جاویں۔ یہ مذہب تو مجاہد ضحاک اور قتادہ کا ہی۔ اور دوسرا قول ربیع بن انس اور ابن زید کا ہی۔ وہ کہتے ہیں کہ "اهل به لغير الله" سے یہ مطلب ہے کہ جو خدا کے نام کے سوا اور کسی کے نام سے پکارا جاوے یعنی وہ ذبح کے وقت پکارے جانے کی قید نہیں لگاتے؛ بلکہ صرف غیر خدا کے نام موسوم کر دینے ہی کو "اهل لغير الله" میں داخل کرتے ہیں جیسے کہ ہندوستان میں مسلمان بکرے کو شیخ سدو اور گائے کو میراں اور مرغے کو مدار کے نام سے موسوم کر دیتے ہیں۔ ان مفسروں کی رائے کے مطابق جو جانور کہ غیر خدا کے نام پر نامزد یا موسوم ہو گیا ہو اور گو بوقت ذبح خدا ہی کا نام لیا جاوے تب بھی وہ حرام ہو جائیگا، اور پہلی رائے کے موافق حرام نہوگا بشرطیکہ خدا کا نام لیکر ذبح کیا جاوے۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنی تفسیر میں پچھلی رائے اختیار کی ہی۔ مگر درحقیقت وہ صحیح نہیں

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ	کچھ یہ نیکی نہیں ہے کہ اپنے مونہوں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو

ہے کیونکہ صرف نام رکھدینا کہ شیخ سدو کا بکرا ہے اور میراں کی گاے یا مدار کا مرغا یہ اقدام بالشرک ہے نہ وقوع شرک، اور جبتک کہ شرک کا وقوع مذبوح کیساتھ نہ ہوا اسوقت تک وہ مذبوح ممنوع الاکل نہیں ہو سکتا۔ پس اگر ذبح کے وقت خدا کا نام لیکر ذبح کیا گیا ہے تو اُسکا کھانا حرام نہیں ہے +

(۱۶۹) (اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ) ہمارے مفسرین کی عادت ہے کہ جہاں قرآن میں اہل کتاب کی نسبت ایسا مضمون آیا کہ وہ توریت کی باتیں چھپاتے ہیں، اور انھوں نے تفسیر میں لکھا کہ اس سے بشارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چھپانا مراد ہے چنانچہ اس مقام پر بھی ایسا ہی کچھ لکھا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ وہ مضامین جنپر بشارات کا اطلاق ہوتا ہے وہ خود توریت و انجیل میں بطور کنایہ اور اشارہ کے قرار پا سکتے ہیں اُنپر اطلاق اخفا کچھ ٹھیک نہیں ہے، اور نہ خدا کو اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی ضرورت تھی کہ جابجا اپنی نبوت کے اثبات کے لیئے توریت اور انجیل کے بشارات پر حوالہ کریں نبی کے لیئے بشارت کی ضرورت نہیں، نبی خود نبوت کی دلیل ہے۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب۔ بلکہ اس اخفا سے صرف احکام توریت کا اخفا مقصود ہے جو یہودیوں میں کثرت سے رائج ہو گیا تھا، اور دنیوی لالچ اور ہوائے نفس سے برخلاف احکام توریت کے فتوے لکھدیتے تھے، اور اصلی احکام کو چھپاتے تھے۔ حسن کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ "قال الحسن کتموا الاحکام وھو کقولہ تعالیٰ "وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" +

(۱۷۲) (لَيْسَ الْبِرَّ) اختیار کرنا سمت قبلہ کا گو وہ کیسی ہی خدا پرستی پر مبنی ہو خوف اور اندیشہ سے خالی نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تردد تھا کہ کہیں کعبہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (۱۷۷) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى

ولیکن نیکی اُسکو ہی جو ایمان لایا اللہ اور اخیر دن اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر اور دیا مال اسکی محبت پر قرابت مندوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور غلاموں کے آزاد کرانے میں، اور پڑھی نماز اور دی زکوٰۃ، اور اپنے عہد کے پورا کرنے والوں کو جبکہ وہ عہد کریں اور صبر کرنے والوں کو خوف اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت، وہی لوگ ہیں جو سچے ہیں اور وہی لوگ پرہیزگار ہیں (۱۷۷) اے لوگوں جو ایمان لائے ہو لکھا گیا تم پر قصاص مقتولوں میں،

بت پرستوں کی مانند نہ پوجنے لگے۔ اسیوجہ سے خدا تعالیٰ نے متعدد طرح سے اُسکو رفع کیا ہی، ایک جگہ فرمایا کہ "لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔" اور اس آیت میں فرمایا کہ "لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" اور پھر بتایا کہ خدا کو، قیامت کو، فرشتوں کو، نبیوں کی کتابوں کو، نبیوں کو ماننا، خدا کی محبت سے غریب قرابت مندوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور قیدیوں کو کچھ دینا، غلاموں کو آزاد کرنا، نماز پڑھنی، زکوٰۃ دینی، اقرار پورا کرنا، سختی اور مصیبت میں اور لڑائی میں صبر کرنا دراصل نیکی ہے ✦

(۱۷۸) (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ) اس آیت میں تین حکم ہیں۔ پہلا حکم اسلام میں قصاص کا قائم کرنا ہی۔ دوسرا حکم جو معاوضہ خون کا زمانہ جاہلیت میں یعنی قبل اسلام کے تھا بعد اسلام اُسکا باطل کرنا ہے۔ تیسرا حکم اُن معاہدوں کا قائم رکھنا ہے جو باہم قبل اسلام کے خونوں کی بابت ہوئے تھے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ۱۷۳	آزاد بدلے آزاد کے غلام بدلے غلام کے عورت بدلے عورت کے، پھر جس شخص کو معاف کیا جاوے اپنے بھائی سے کچھ، پھر تابعداری کرنا ہی ساتھ نیکی کے اور اُسکو ادا کرنا ہی ساتھ احسان ماننے کے (۱۷۳)

عرب کے مختلف قبیلے جب مسلمان ہو گئے تو اُن میں ایسے بھی لوگ تھے جنھوں نے ایک دوسرے کو مار ڈالا تھا، اور اسوقت تک مقتول کے لوگوں نے قاتل سے بدلا نہیں لیا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بدلا لینے کا یہ دستور تھا کہ جو قومیں زبردست اور شریف تھیں وہ اپنے تئیں دوسری قوموں سے اسطرح بدلا لینے کا مستحق سمجھتی تھیں کہ اپنے غلام کے بدلے اُن میں سے ایک حر کو، اور اپنی عورت کے بدلے اُنکے مرد کو اور اپنے مرد کے بدلے اُنکے دو مردوں کو ماریں، اور نیز زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ مقتول کے وارث خون کو معاف کر دیتے تھے، اور کبھی قتل کے بدلے میں کچھ روپیہ یا مال قاتل سے یا قاتل کے قبیلہ سے لیکر راضی ہوتے اور دعوی قتل سے دست بردار ہو جاتے۔ پچھلے دو حکم اسی رسم جاہلیت سے علاقہ رکھتے ہیں (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۹ و معالم التنزیل صفحہ ۶۷)

پہلا حکم جو اسلام میں قصاص قائم کرنے کا ہی وہ اس آیت کے پہلے جملہ میں موجود ہی جہاں خدا نے فرمایا ہی "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی" یہ جملہ ایک مستقل جملہ ہی اور تفسیر کبیر میں بھی بعض مفسرین کا یہ قول لکھا ہی کہ "کتب علیکم القصاص فی القتلی جملۃ تامۃ مستقلۃ بنفسہا"۔ اور اس جملے سے مطلقاً یعنی بغیر کسی قید کے قصاص کا حکم پایا جاتا ہی یعنی قاتل بعوض مقتول کے مارا جاویگا کوئی شخص قاتل ہو اور کوئی شخص مقتول ہو، مرد ہو عورت ہو، آزاد ہو، کافر ہو مسلمان ہو، یہ لازمی قصاص غالباً اُن لوگوں کو جو نئے مسلمان ہوئے تھے اور جنکے ہاں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۱۷۴)	یہ آسانی ہی تمہارے پروردگار سے اور رحمت، پھر جس شخص نے زیادتی کی اسکے بعد تو اسکے لئے عذاب ہی دُکھ دینے والا (۱۷۴)

معافی اور خون کے بدلے مال لینا بھی جائز تھا سخت گراں گذرا ہوگا، اور اسی لئے اُسکے بعد خدا تعالیٰ نے قصاص میں جو حکمت ہی وہ بتلائی اور فرمایا کہ "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ"۔ اور اس اخیر آیت سی زیادہ تر اس رائے کو تقویت ہوتی ہی کہ قرآن مجید میں صرف خون کے بدلے خون کا حکم ہے۔ اگرچہ مسلمانوں میں دیت اور معافی کا رواج جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں تھا موقوف نہیں ہوا اور اُسکی بنا حدیثوں پر قائم کی ہی، مگر مجھکو اس مقام پر اُنسے بحث نہیں ہی، صرف یہ بیان کرنا ہی کہ قرآن مجید کی اس آیت سے کیا حکم نکلتا ہی، سو وہ حکم یہی ہی کہ بلا کسی قید اور تفرقہ کے مقتول کے بدلے قاتل مارا جائے ؛

قصاص کے لفظ سے بعض علماء نے جو یہ مطلب سمجھا ہی کہ جسطرح قاتل نے مقتول کو مارا ہی اُسیطرح قاتل بھی مارا جاوے یہ بھی اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف مقتول کے بدلے قاتل کا بیجان کر دینا ثابت ہوتا ہی۔ قصاص کے معنی دو آدمیوں کا ایک سا کام کرنے کے ہیں جیسیکہ عرب کہتے ہیں کہ "اقتص فلان لش فلان" جبکہ کوئی شخص ویسا ہی کام کرے جیسا کہ دوسرے نے کیا ہو۔ اہل شرع نے اسکے معنی یہ قرار دیئے ہیں کہ کسی انسان کے ساتھ ایسا ہی کیا جاوے جیسا کہ اُسنے دوسرے انسان کے ساتھ کیا ہو۔ مگر ایسی تعمیم قصاص کے معنی کی اس آیت کے لفظوں سے نہیں پائی جاتی کیونکہ اس آیت میں قصاص کے لفظ کے ساتھ "فی القتلیٰ" کی بھی قید لگی ہوئی ہی، اور اس قید سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ اُسکے مقتول ہو جانے میں مساوات چاہیئے نہ کیفیت مقتول ہونے میں، کیونکہ مقتول ہو جانا یعنی جان کا بدن سے مفارقت کرنا ایک چیز ہے اور جسطرح اور جس ذریعہ سی اُس نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۷۵)	اور تمہارے لیئے قصاص میں زندگی ہو اے عقل والوں تاکہ تم پرہیزگاری کرو (۱۷۵)

مفارقت کی ہی وہ دوسری چیز ہے، اور اس آیت میں لفظ قصاص سے مقتول ہونے میں یعنی جان کے بدن سے مفارقت کرنے میں مساوات چاہی گئی ہی نہ کیفیت قتل میں۔ پس آیت کا حکم صرف اتنا ہی کہ اگر کسی شخص نے کسی کو بیجان کر دیا ہو تو وہ بھی ویسا ہی یعنی بیجان کر دیا جاوے ؛

اس بیان سے ظاہر ہی کہ بعض علما کا لفظ قصاص سے یہ سمجھنا کہ اگر کسی نے پتھر سے سر پھوڑ کر کسی کو مارا ہو تو اُسکو بھی پتھر سے سر پھوڑ کر مارا جاوے، اور اگر کسی نے آگ سے جلا کر مارا ہو تو اُسکو بھی آگ سے جلا کر مارا جاوے، اور اگر کسی نے پانی میں ڈبو کر مارا ہو تو اُسکو بھی پانی میں ڈبو کر مارا جاوے صحیح نہیں ہی۔ معہذا اُن علما کا یہ خیال بھی کہ ایسا کرنے میں ٹھیک ٹھیک مساوات ہو جاویگی غلط ہی، کیونکہ ان افعال کو اسطرح پر عمل میں لانا کہ بالکل اُن افعال کے فعل میں اور اثر میں مساوی ہوں جو قاتل نے مقتول کے ساتھ کیئے ہیں محض ناممکن ہی۔ منطوق آیت کا صرف اسبات پر دلالت کرتا ہی کہ مقتول کے بدلے قاتل بھی مار ڈالا جاوے +

دوسرا حکم جسطرح زمانہ جاہلیت میں معاوضہ خون کا لیا جاتا تھا اُسکا باطل کرنا ہی، اور وہ ان الفاظ سے باطل ہوتا ہی۔ "اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى"

اگرچہ علماء نے ان لفظوں کی نسبت بہت بحث کی ہی جو ایک تطویل لاطائل ہی، مگر صاف و صریح مطلب یہ ہی کہ اسلام میں قصاص تو لیا جائیگا۔ لیکن یہ طریقہ جو جاہلیت میں تھا کہ قاتل کو چھوڑ کر دوسرے شخص کو مارتے تھے، اور غلام کے بدلے حر کو مارتے تھے، اور عورت کے بدلے مرد کو مارتے تھے، اور ایک مرد کے بدلے دو مردوں کو مارتے تھے، یہ طریقہ اسلام میں نہیں رہا۔ بلکہ اگر کسی حر نے حر کو مارا ہی تو وہ حر ہی مارا جائیگا۔ اور اگر کسی غلام نے غلام کو مارا ہی تو غلام ہی مارا جائیگا۔ اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ	لکھا گیا تم پر کہ جب تم میں سے کسی ایک کو موت آوے

اگر کسی عورت نے عورت کو مارا ہو تو عورت ہی ماری جائیگی، اور حر اور عبد اور انثیٰ پر الف لام ہے، اُس سے قتال میں قاتل و مقتول کی تخصیص لازم آتی ہے پس بیان سے اوپر کے جملہ کی جسمیں قصاص کا حکم ہے تفصیل مقصود نہیں ہے، بلکہ جاہلیت میں جو رواج تھا کہ عورت کے بدلے مرد کو، اور غلام کے بدلے حر کو مارتے تھے، اُسکا موقوف کرنا مقصود ہے ❊

جن علما نے غلطی سے ان الفاظ کو حکم قصاص کی تفصیل سمجھا ہے اُنھوں نے ایک سخت غلطی کی ہے، اور نتیجہ اپنی بحث کا یہ نکالا ہے کہ اگر ایک حر نے کسی عبد کو مار ڈالا ہو یا ایک عبد نے کسی حر کو مار ڈالا ہو، یا ایک مرد نے کسی عورت کو، یا ایک عورت نے کسی مرد کو مار ڈالا ہو، تو اُن سے قصاص لینے کا حکم اس آیت میں پایا نہیں جاتا۔ اور اس لیئے اُنکے قصاص میں مختلف رائیں ہوگئی ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ اگر کسی عبد نے حر کو یا عورت نے مرد کو مار ڈالا ہو تو اُن سے قصاص لینا قیاس پر مبنی ہے، کیونکہ ادنیٰ نے اعلیٰ کو مارا ہے۔ اور اگر ایک حر نے عبد کو، یا مرد نے عورت کو مار ڈالا ہو تو اُن سے قصاص لینا اجماع پر مبنی ہے۔ مگر کچھ شبہ نہیں ہے کہ یہ سب باتیں غلط ہیں اور جملہ اول سے عموماً قصاص لینے کا حکم ثابت ہے ❊

تیسرا حکم ایام جاہلیت کے خونوں کی بابت معاہدوں کا قائم رکھنا ہے وہ ان الفاظ سے پایا جاتا ہے کہ "فمن عفی له من اخیه شیٔ فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان ذٰلک تخفیف من ربکم ورحمته فمن اعتدٰی بعد ذٰلک فله عذاب الیم"۔ یہ جملہ بھی اُسی پہلے جملہ کی تابع ہے جو جاہلیت کے خونوں سے علاقہ رکھتا ہے۔ اس جملہ کا یہ مطلب ہے کہ ایام جاہلیت کے خونوں کی بابت اگر کسی نے کچھ معاف کر دیا ہو، یا اُسکی عوض میں کچھ دینے کا اقرار کیا ہو تو وہ اُسی اقرار کے موافق ادا کر دیا جاوے۔ تمثیل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۨالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾	اگر وہ مال چھوڑے تو وصیت کرے ماں باپ کیلئے اور قرابت مندوں کے لیئے نیکی سے، یہ کام مقرر کیا گیا ہی پرہیزگاروں پر (۱۷۶) پھر جس شخص نے بدلیا وصیت کو اُسکے سننے کے بعد تو اُسکا گناہ اُنہی پر ہی جنہوں نے کہ اُسکو بدلا ہی، بیشک اللہ سننے والا ہی جاننے والا (۱۷۷)

ایک ایسی چیز نہیں ہی کہ مسلمان ہونے کے بعد بھی اُسکے مواخذہ سے کوئی شخص بری ہو سکے۔ مگر زمانہ جاہلیت میں جو بے انتہا خون ہوتے تھے اور بدلا لینے کے لیئے قتل و قتال قائم تھے، اسلیئے ابتداء اسلام میں اُن تمام جھگڑوں کے مٹانیکے لیئے وہ معاہدے جو زمانہ جاہلیت میں قصاص سے بری ہونے کی بابت قرار پائے تھی اُسیطرح جائز رکھے گئے۔ اس خاص آیت کے استدلال سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اسلام میں بھی قتل عمد کا معاف کر دینا یا دیت کا لینا جائز کر دیا گیا۔ قتل خطا قتل عمد سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا اور اُسمیں دیت کا قرار پانا اور کسی معاوضہ کا ٹھیرانا انصاف کے برخلاف نہیں ہے +

(۶۷) (كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ) ،،کتب،، کے لفظ سے علماء اسلام فرض کے معنی لیتے ہیں جس سے یہ لازم آتا ہی کہ والدین اور اقربا کے لیئے وصیت فرض تھی۔ مگر کہتے ہیں کہ یہ حکم اُسوقت تھا جبکہ آیت توریث نازل نہیں ہوئی تھی۔ اتنی بات بلاشبہ تسلیم کے لائق ہے کہ آیت توریث کے نازل ہونے کے بعد جو شدید ضرورت وصیت کی تھی وہ باقی نہیں رہی، کیونکہ ایک عام قاعدہ مقرر ہو گیا اور ہر شخص نے جان لیا کہ میرے بعد میرے اقربا میں اسطرح مال تقسیم ہو جاویگا +

لیکن فقہائے اسلام نے دو او مسئلے وصیت کے متعلق قرار دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ آیت توریث میں جو لوگ وارث قرار پائے ہیں اُنکے حق میں وصیت جائز نہیں،

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۱۷۸

پھر جس شخص کو ڈر ہو وصیت کرنیوالے سے کجروی کا یا گناہ کا پھر کسنے اصلاح کردی انمیں تو اسپر کچھ گناہ نہیں، بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان (۱۷۸)

،، لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ،، ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث ،،۔ دوسرے یہ کہ ثلث مال سے زیادہ میں وصیت جائز نہیں۔ جو کچھ کہ فقہانے اپنے اجتہاد سے یا کسی حدیث کی بناپر مسئلہ ٹھیرایا ہے اسمیں بحث ضرور نہیں ہے کیونکہ وہ بحث حدیث کی صحت وغیر صحت پر جا پڑتی ہے۔ بحث اسمیں ہے کہ قرآن مجید سے وصیت کا کسی قید سے مقید ہونا پایا جاتا ہے یا نہیں، سو نہیں پایا جاتا +

قرآن مجید سے وصیت کرنا ایک فعل جائز ثابت ہوتا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ وصیت کرنے والے کے مرنے کے بعد اُس طرح پر کیا جاوے جس طرح کہ خود اُسنے اپنی زندگی میں مقرر کردیا ہے۔ جبکہ کسی شخص کو کسی سبب سے ہلاک ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جو مطلب ،، اذا حضر احدکم الموت ،، کا ہے تو اُسکو ضرور ہے کہ وصیت کردے کہ اُسکا مال اُسکے والدین اور قرابت مندوں کو کیونکر دیا جاوے۔ آیت توریث سے اُس حکم کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ آیت وصیت کے نازل ہونیکے بعد یہ ضرور نہ تھا کہ کوئی شخص بلا وصیت مرے ہی نہیں۔ پس جو لوگ کہ باوجود حکم وصیت کے بلا وصیت مر جاویں اُنکے مال کی تقسیم کے لیئے کوئی قاعدہ مقرر ہونا چاہیئے تھا، وہ قاعدہ آیت توریث میں قرار پایا۔ پس قرآن مجید کی دونوں آیتوں کے ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مرنے والے نے اگر کوئی وصیت کی ہے تو اُسکا مال اُسکی وصیت کے مطابق تقسیم کیا جاویگا۔ اور اگر اُسنے کچھ وصیت نہیں کی یا جسقدر کہ وصیت کی ہے اُس سے زیادہ مال چھوڑا ہے تو اُسکے مال کی یا اسقدر کی جو وصیت سے زیادہ ہے آیت توریث کے مطابق تقسیم ہو جاویگی۔ پس دونوں آیتوں کا حکم بحال اور قائم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۷۹﴾ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۰﴾	اے لوگوں جو ایمان لائے ہو لکھا گیا تم پر روزہ جسطرح لکھا گیا اُن لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگاری کرو (۱۷۹) گنے ہوئے دنوں میں پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر تو شمار کرلے اور دنوں میں، اور (لکھا گیا) اُن لوگوں پر جو روزہ کی طاقت رکھتے ہیں بدلا دینا ہے ایک محتاج کی خوراک کا پھر جس شخص نے نیکی سے زیادہ دیا تو وہ اُسکے لئے اچھا ہے اور روزہ رکھنا تمھارے لیئے بہتر ہے اگر تم جانو (۱۸۰)

ہے۔ ثلث سے زیادہ میں اور وارث کے حق میں وصیت کا جائز نہونا ایک ایسا امر ہے جو قرآن مجید کی کسی آیت سے پایا نہیں جاتا، اور جن حدیثوں سے اُسپر استدلال کیا ہے اگر وہ تسلیم بھی کرلی جاویں تو بھی نہایت شبہ ہے کہ اُنسے اس امر پر استدلال ہو سکتا ہے یا نہیں ✤

بلاشبہ وصیت کو غیر مقید رکھنے میں بد اخلاقی یا حق تلفی کا احتمال ہو سکتا ہے اُسکا انسداد جہانتک کہ بمقتضاے فطرت انسانی ممکن تھا وہ قرآن مجید میں کیا گیا ہی جہاں فرمایا ہی کہ ،، بالمعروف ،، یعنی نیکی اور نیک دلی سے وصیت کرے نہ بدنیتی سے کسی کا حق تلف کرنے اور ذی حق کے محروم کرنے کے لیئے۔ پھر یہ بھی فرمایا ہی کہ اگر پس جو دیکھے کہ وصیت کرنے والا کسی کے حق میں ظلم اور زیادتی کرتا ہے تو اسکو سمجھاوے اور اسکی وصیت کو یا ارادہ کو بدلوا دے تاکہ حق تلفی نہو، اور اُس بد اخلاقی یا حق تلفی کے روکنے کا طریقہ بجز اسکے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا ✤

منقول ہی کہ ایک دفعہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سعد بن مالک کی بیماری میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ	ماہ رمضان وہی جس میں قرآن نازل کیا گیا جو ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور علانیہ نشانیاں ہدایت کی، اور حق و باطل کو جدا کرنے والا، پھر تم میں سے جو کوئی اُس مہینہ میں موجود ہو تو چاہیئے کہ اُس میں روزہ رکھے

خبر پرسی کو تشریف لیگئے۔ سعد بن مالک نے عرض کیا کہ میں اپنے کل مال کی وصیت کر دوں (یعنی سوائے اپنے قرابت مندوں کے اوروں کے لیئے جیسا کہ حدیث کے مضمون سے پایا جاتا ہے) ۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ نصف مال کی وصیت کردوں آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ ایک ثلث مال کی وصیت کردوں۔ آپ نے فرمایا کہ تہائی کی اور تہائی بھی بہت ہے۔ اگر تو اپنے وارثوں کو دولتمند چھوڑے تو اس سے بہتر ہے کہ اُنکو مفلس چھوڑے اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر خیرات لیتے پھریں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائیشہ رض سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں اپنے مال کی وصیت کردینا چاہتا ہوں (یعنی سوائے اولاد کے) حضرت عائیشہ رض نے پوچھا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے اور کتنی اولاد ہے۔ اُسنے کہا کہ تین ہزار درم ہیں اور چار اولاد ہیں۔ حضرت عائیشہ رض نے فرمایا کہ یہ تو بہت مال نہیں ہے، بہتر ہے کہ اپنی اولاد کے لیئے رہنے دے۔ اور روایتوں میں ہے کہ حضرت علی رض فرماتے تھے کہ میں پانچویں حصہ مال کی وصیت کرنے والے کو چوتھائی مال کی وصیت کرنیوالے سے، اور چوتھائی مال کی وصیت کرنے والے کو تہائی مال کی وصیت کرنے والے سے زیادہ پسند کرتا ہوں، اور جسنے کہ تہائی مال کی وصیت کردی اُسنے تو کچھ چھوڑا ہی نہیں۔ حسن بصری نے چھٹے حصہ یا پانچویں یا چوتھے تک کی وصیت کو پسند کیا، اور اس زمانہ کے لوگ اکثر پانچواں حصہ یا چوتھا حصہ وصیت کرتے تھے۔ یہ سب روایتیں اگر صحیح تسلیم ہوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٨١﴾	اور جو کوئی کہ بیمار ہو یا سفر پر ہو تو شمار کرے اور دنوں میں، اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا، اور تاکہ تم پورا کرو تعداد کو اور تاکہ اللہ کو اس بات پر جسکی تمکو ہدایت کی ہے بزرگی سے یاد کرو، اور تاکہ تم شکر کرو (۱۸۱)

تو بھی اسلئے ناجوازی وصیت کی ثلث کی نسبت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ ان روایتوں سے صرف صلاح اور فہمایش پائی جاتی ہے جسکی نسبت خود خدا نے قرآن مجید میں فرمایا کہ اگر کوئی دیکھے کہ وصیت کرنے والا کسی کے حق میں ظلم اور زیادتی کرتا ہے تو اسکو سمجھاوے۔ وصیت کو کسی قید سے مقید کرنے سے بد اخلاقی وظلم کی بندش نہیں ہوسکتی جبکہ ہبہ کرنے میں کچھ قید اور بندش نہیں ہے۔ وصیت وہبہ درحقیقت ایک شے ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ ہبہ عطا بالفعل ہے اور وصیت عطا بعد الموت۔ حدیث،، فلا وصیة لوارث،، کو تسلیم کرنے کے بعد بھی وارث کے حق میں وصیت کا بطلان تسلیم نہیں ہوسکتا، کیونکہ نفی ضرورت کی طرف منسوب ہوگئی نہ نفس وصیت کے بطلان کی طرف۔ علاوہ اسکے حدیث سے نسخ حکم قرآن کسی طرح تسلیم نہیں ہوسکتا:

آیت وصیت کو آیت توریث سے یا حدیث سے منسوخ قرار دینا ایک ایسا امر ہے جسکو علماے متقدمین میں سے بھی اکابر علما نے تسلیم نہیں کیا۔ تفسیر کبیر (جلد ۲ صفحہ ۴۶) میں لکھا ہے کہ ابو مسلم اصفہانی کا یہ مذہب تھا کہ آیت وصیت آیت توریث سے منسوخ نہیں ہوئی ہے۔ جو لوگ کہ اسکے منسوخ ہونیکے قائل ہیں انکی بڑی دلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ اس حدیث کے رو سے،، الا لا وصیة لوارث،، آیت وصیت منسوخ ومسترد ہوگئی ہے، اور پھر لکھا ہے کہ اسمیں بڑی دقتیں ہیں، کیونکہ یہ حدیث خبر احاد ہے اور خبر احاد سے نسخ قرآن جائز نہیں۔ اسکا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اگرچہ خبر احاد ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ	اور جب تجھسے میرے بندے میرے حال سے سوال کریں تو بیشک میں نزدیک ہوں، جواب دیتا ہوں ہر ایک پکارنے والے کی پکار کا جب وہ مجھکو پکارتا ہی پس چاہیے کہ قبول کریں مجھکو

لیکن ائمہ نے اُسکو تلقی بالقبول کیا ہے، اور اسلیئے یہ حدیث حدیث متواتر سے ملگئی ہے۔ مگر اس جواب پر کوئی یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ یہ دعوی کہ ائمہ نے اُسکو تلقی بالقبول کیا ہے بطور ظن کے یا بطور یقین کے۔ پہلی بات مسلّم ہے۔ لیکن اُنکا یہ اجماع خبر احاد کی بناپر ہو اُس سے نسخ قرآن جائز نہیں، اور دوسری بات ممکن نہیں کیونکہ اگر اُنھوں نے اس حدیث کو قطعی سمجھکر اجماع کیا ہی باوجودیکہ وہ خبر احاد ہی تو اُنکا اجماع خطا پر مبنی ہوگا جو ناجائز ہی۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ یہ آیت اجماع سے منسوخ ہوگئی ہی تو بھی اجماع سے قرآن کا منسوخ ہونا جائز نہیں ہی کیونکہ اجماع اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی دلیل آیت کے منسوخ ہونے کی موجود ہی مگر اُنھوں نے اس دلیل کو تو بیان نہیں کیا اور اجماع ہی پر اکتفا کیا، تو وہ کیونکر ناسخ قرآن ہوسکتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہی کہ جب ایسے لوگ بھی امت میں موجود ہیں جو اس نسخ کے منکر ہیں تو اجماع کا نسخ پر کیونکر دعوے ہوسکتا ہے۔ غرضکہ قرآن کی رو سے پایا جاتا ہے کہ وصیت کا ہر شخص کو بلا کسی قید کے اختیار ہی اگر اُسنے ظلم اور حق تلفی کے ارادہ سے وصیت کی ہوگی تو اُسکا وبال اُسکی گردن پر ہوگا۔ مگر وصیت کے نافذ ہونے میں کچھ کلام نہیں ہوسکتا۔ ہاں جن لوگوں نے وصیت نہیں کی یا وصیت سے زیادہ مال چھوڑا تو اُنکا مال مطابق حکم آیت توریث کے وارثوں پر تقسیم ہوگا +

(۷۹) (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ) اس آیت میں جو یہ حکم ہے کہ تمپر روزہ لکھا گیا جسطرح کہ تم سے پہلوں پر لکھا گیا تھا، اسکا مطلب قرار دینے کو چار باتوں کی تنقیح چاہیئے۔ اول یہ کہ اُن لفظوں سے کون سے معنے مراد ہیں دوسرے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿۱۸۶﴾	اور چاہیئے کہ ایمان لاویں مجھ پر، تاکہ وہ راہ پاویں (۱۴۲)

یہ کہ "تم سے پہلوں" سے کون لوگ مراد ہیں۔ تیسرے یہ کہ اُن پہلوں پر کونسے روزے لکھے گئے تھے۔ چوتھے یہ کہ "جیسا کہ" کے لفظ سے کس بات میں تشبیہ مراد ہے ✦

پہلی بات کی نسبت مفسرین میں اختلاف ہے۔ معاذ و قتادہ و عطا، اور بموجب ایک روایت کے ابن عباس کے نزدیک یہ روزے ایام بیض کے اور روزہ عاشورہ کا تھا یعنی وہ تین روزے تھے جو ہر مہینے کی تیرہویں چودھویں پندرھویں کو رکھے جاتے تھے، اور ایک روزہ وہ تھا جو دسویں محرم کو رکھا جاتا تھا۔ اور اکثر محققین کے نزدیک جنمیں ابن عباس اور حسن اور ابی مسلم بھی شامل ہیں اِن روزوں سے رمضان ہی کے روزے مراد ہیں، اور اس صورت میں لفظ "شہر رمضان" جو اگلی آیت میں ہے وہ بدل واقع ہوگا لفظ "صیام" سے جو اِس آیت میں ہے یعنی "کتب علیکم الصیام صیام شہر رمضان" ✦

جو لوگ کہتے ہیں کہ اِن روزوں سے رمضان کے روزے مراد نہیں ہیں وہ یہ دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رمضان کے روزوں سے اور سب باقی روزوں کے رکھنے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان کے سوا اور بھی روزے تھے، اور اس مقام پر "صیام" سے وہی روزے مراد ہیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن روزوں کے ذکر کے بعد بھی مریض اور مسافر کی نسبت حکم بتایا ہے اور اگلی آیت میں جہاں خاص رمضان کے روزوں کا نام لیا ہے اسکے بعد بھی مریض اور مسافر کی نسبت حکم بتایا ہے۔ پس اگر یہ دونوں روزے ایک ہی ہوتے تو دوبارہ حکم بتانے کی کیا حاجت تھی۔ تیسرے یہ کہ ان روزوں کی نسبت اُن لوگوں کو بھی جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں خدا نے اختیار دیا تھا کہ چاہیں روزہ رکھیں اور چاہیں فدیہ دیں، مگر رمضان کے روزوں کی نسبت یہ اختیار نہیں دیا۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روزے رمضان کے سوا تھے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾

حلال کیا گیا تمھارے لیئے روزہ کی رات کو اپنی بی بیوں سے اختلاط کرنا، وہ زیبائش ہیں تمھارے لیئے اور تم زیبائش ہو اُنکے لیئے خدا نے جانا کہ تم اپنے لیئے خیانت کرتے تھے، پھر معاف کیا تمکو اور درگذر کی تمسے، پھر اب اُنسے مخالطت کرو، اور تابعداری کرو اُنکی جو لکھا ہی اللہ نے تمھارے لیئے، اور کھاؤ اور پیو جبتک کہ نمودار ہو تمکو صبح کا سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے، پھر پورا کرو روزہ کو رات تک اور مت مخالطت کرو بیبیوں سے ایسی حالت میں کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو، یہ ہیں (مقرر کی ہوئیں) حدیں اللہ کی پھر اُنکے پاس مت جاؤ، اسیطرح اللہ بیان کرتا ہے لوگوں کے لیئے اپنی نشانیاں تاکہ وہ پرہیزگاری کریں (۱۸۳)

اس رائے کی تائید اُن روایتوں سے بھی ہوتی ہے جو معالم التنزیل میں لکھی ہیں کہ رمضان کے روزے فرض ہونیسے پہلے ہر مہینے میں تین روزے اور عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا تھا، اور سترہ مہینے تک قبل فرض ہونے روزہ رمضان کے اسیطرح رکھے گئے۔ اور حضرت عائشہ رضہ سے ایک روایت لکھی ہے کہ آنحضرت ؐ نے مدینہ میں پہونچنے کے بعد عاشورہ کا روزہ رکھا، اور لوگوں کو بھی رکھنے کا حکم دیا۔ اور زمانہ جاہلیت میں قریش اور آنحضرت ؐ بھی عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کا روزہ چھوڑ دیا گیا۔ اور ابن عباس سے ایک روایت لکھی ہے کہ ہجرت کے بعد جو حکم اول منسوخ ہو گئے۔ وہ بیت المقدس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۴﴾	اور مت کھاؤ اپنے آپس میں (ایک دوسرے کا) مال ناحق، اور مت ڈالو اسکا جھگڑا حاکموں تک، تاکہ کھالو ایک ٹکڑا لوگوں کے مال کا ساتھ گناہ کے حالانکہ تم جانتے ہو (۱۸۴)

کی طرف قبلہ ہونے اور روزہ رکھنے کے تھے۔ مگر یہ روایتیں ایسی ہیں جنکی صحت نہایت مشتبہ ہے ؞

جو لوگ اس رائے کے برخلاف ہیں، اور لفظ "صیام" سے جو اس مقام پر ہے رمضان ہی کے روزے مراد لیتے ہیں، وہ ان دلیلوں کا اس طرح پر جواب دیتے ہیں کہ اولاً خدا نے فرمایا کہ "تم پر روزے لکھے گئے"۔ یہ ایک مجمل حکم تھا جس سے نہیں معلوم ہوتا تھا کہ ایک روزہ یا دو روزے یا کئی روزے۔ پھر اسکے بعد فرمایا کہ "گنے ہوئے دنوں کے"۔ اس قول سے کچھ اجمال رفع ہوا۔ پھر فرمایا کہ "ماہ رمضان کے" جس سے ہر ایک بات متعین ہو گئی۔ پس اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ "صیام" اور "ایام معدودات" اور "شہر رمضان" تینوں کی ایک ہی مراد ہے، تو لفظ "صیام" سے سوائے رمضان کے اور روزوں کے مراد لینے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، اور یہ جو دلیل ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ "ان صوم رمضان نسخ کل صوم"۔ اس سے یہ متحقق نہیں ہوتا کہ جو روزے منسوخ ہوئے وہ اسلام میں فرض تھے، بلکہ ممکن ہے کہ وہ وہ روزے ہوں جو اور شریعتوں میں فرض تھے۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ وہ وہی روزے تھے جو اسلام میں فرض تھے تو یہ کیونکر متحقق ہوگا کہ وہ وہی روزے تھے جو اس آیت کی رو سے فرض کئے گئے ہیں۔ اور یہ جو دلیل ہے کہ اگر یہ دونوں روزے ایک ہوتے تو بیمار اور مسافر کا حکم مکرر نہ بیان کیا جاتا، تو اسکا جواب یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں رمضان کے روزوں کے رکھنے یا فدیہ دینے کا اختیار تھا۔ مگر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور مسافر اور مریض کے لئے جو حکم تھا وہ بدستور باقی رہا۔ اس شبہ کے رفع ہونے کے لیے کہ آیا بیمار و مسافر کے حق میں بھی وہ حکم منسوخ ہو گیا ہے یا نہیں اُس حکم کو مکرر بیان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۵﴾	پوچھتے ہیں تجھ سے نئے چاندوں کے حال، سو تو کہدے کہ یہ مقررہ وقت ہیں لوگوں کے لیئے اور حج کے لیئے، اور اسمیں کچھ نیکی نہیں ہی کہ گھروں میں اوراُنکے پچھواڑے سے، و لیکن نیکی اُس شخص کے لیئے ہی جو پرہیزگاری کرے اور آئے گھروں میں اُنکے دروازوں سے، اور ڈرو اللہ سے تاکہ تم فلاح پاؤ (۱۸۵)

کیا گیا۔ اور جبکہ فدیہ دینے کا حکم منسوخ ہوگیا تو یہ حجت کہ اُن روزوں میں فدیہ دینے کا اختیار تھا اور رمضان کے روزوں میں فدیہ دینے کا اختیار نہیں ہے اسلیئے وہ روزے رمضان کے علاوہ تھے پیش نہیں ہوسکتی +

اِن دونوں رایوں میں سے کوئی رائے تسلیم کیجائے اُسکا نتیجہ کسی نہ کسی آیت کا منسوخ ماننا پڑیگا کیونکہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ لفظ ،،رمضان،، سے رمضان کے سوا اور روزے مراد تھے تو اُنکو تسلیم کرنا پڑیگا کہ جس آیت میں خاص رمضان کے روزوں کا ذکر ہی اُس سے پہلے آیت منسوخ ہوگئی، اور جو لوگ کہتے ہیں کہ لفظ ،،صیام،، سے رمضان ہی کے روزے مراد ہیں تو وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جس آیت میں روزے رکھنے یا فدیہ دینے کا حکم تھا وہ رمضان کے روزوں کی آیت سے جسمیں یہ اختیار نہیں رہا منسوخ ہوگئی ہے +

اسطرح پر ناسخ و منسوخ ماننے میں یہ مشکل پیش آتی ہی کہ ایسی آیتوں کو جو بالکل متصل اور سلسلہ وار ہیں کسطرح ایک کو دوسری کا ناسخ تسلیم کریں۔ اِسکا جواب یہ دیا گیا ہی کہ تلاوت میں آیتوں کا متصل ہونا اِس بات کا مستلزم نہیں ہی کہ وہ اسیطرح متصل نازل بھی ہوئی ہوں۔ بلکہ ایسا بھی ہی کہ منسوخ آیت نزول میں اول ہی اور ناسخ بعد۔ مگر تلاوت میں ناسخ مقدم ہوگئی ہی اور منسوخ بعد، وانا اقول فیہ نظر +

دوسری بات کی نسبت مفسرین نے ایک مبہم بات لکھدی ہی تفسیر معالم التنزیل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۸۶﴾	اور لڑو اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے جو تم سے لڑیں، اور زیادتی مت کرو، بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو (۱۸۶)

میں لکھا ہی کہ ،، من قبلکم سے مراد ،، من الانبیاء والامم ، ہی ۔ اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی کہ ،، من قبلکم ،، یعنی ،، الانبیاء والامم من لدن آدم ۔ مگر یہ بیان محض ناکافی ہے، کیونکہ صاف بتانا چاہیئے کہ ،، من قبلکم سے کونسے نبی یا کونسی امت مراد ہی اسواسطے کہ اسبات کا کچھ ثبوت نہیں ہی کہ حضرت آدمؑ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی اور کوئی امت ایسی نہیں گذری جسپر روزہ فرض نہو ہو۔ اسلیئے اُس امت کا تعین کرنا ضرور ہی ۔ مشرک قومیں جو روزے رکھتی تھیں اُنکی نسبت تو کہا ہی نہیں جاسکتا کہ خدا نے اُنپر روزے فرض کیئے تھے ۔ کیونکہ اُنکے اکثر روزے غیر خدا کے لیئے ہوتے تھے ۔ قرآن مجید میں اکثر جگہ ،، من قبلکم ،، کا اشارہ اہل کتاب کی طرف ہوا ہے ، یعنی یہود اور نصاریٰ کی طرف ، اور اسلیئے ،، من قبلکم ، سے اہل کتاب مراد لیئے جاتے ہیں اور اُنکی نسبت خدا کی طرف سے کسی حکم کا مقرر ہونا صادق بھی آسکتا ہی ✝

تیسری بات کی نسبت مفسرین نے یہود اور نصاریٰ کے روزوں کا ذکر کیا ہی، اور لکھا ہی کہ یہود اور نصاریٰ پر بھی خدا تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کیئے تھے ۔ نصاریٰ نے اُس مہینے کو بدلکر معین موسم میں روزوں کا رکھنا مقرر کیا ، اور اِس تبدیل کے معاوضہ میں دس روزے بڑھا دیئے ۔ اُسکے بعد اُنکا کوئی بادشاہ بیمار ہوا اور اُسکے اچھے ہونے کے لیئے سات روزوں کی نذرمانی ، جب وہ اچھا ہوا تو سات روزے اور بڑھا دیئے ، سینتالیس ہوگئے ۔ پھر اُنمیں ایک بادشاہ ہوا اُسنے کہا کہ تین روزوں کے چھوڑنے سے کیا فائدہ ہی ۔ اسلیئے اُنھوں نے پچاس کر لیئے ۔ بعضوں نے لکھا ہی کہ نصاریٰ احتیاطاً رمضان کے اول اور رمضان کے بعد بھی ایک ایک روزہ رکھتے تھے تاکہ رمضان کے مہینے میں کچھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ	اور مار ڈالو انکو جہاں انکو پاؤ اور نکالو انکو اسجگہ سے کہ انھوں نے تمکو نکالا ہی (لوگوں کو) مصیبت (میں ڈالدینا) زیادہ سخت ہی مار ڈالنے سے

نقصان نہ پڑے۔ انکے بعد کے لوگ اسیطرح ایک ایک بڑھاتے گئے یہانتک کہ پچاس تک نوبت پہنچگئی۔ اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ وہ بادشاہ نصاریٰ کے مرگئے تھے اسلیئے اُنھوں نے رمضان سے پہلے دس روزے اور رمضان کے بعد دس روزے اور بڑھا لیئے۔ ایک اور روایت بیان کیگئی ہی کہ خدا تعالیٰ نے رمضان کے روزے یہود اور نصاریٰ پر فرض کیئے تھے۔ یہودیوں نے اُسکو چھوڑ دیا اور بجاے اُسکے برس بھر میں صرف ایک روزہ اُسدن رکھنا اختیار کیا جسدن میں فرعون کا غرق ہونا وہ خیال کرتے تھے، اور اُسدن کے اختیار کرنے میں بھی اُنھوں نے غلطی کی کیونکہ فرعون دسویں محرم کو غرق ہوا تھا۔ یہ تمام اقوال مفسرین کے ایسے لغو و بیہودہ ہیں جیسیکہ اُنکی اور باتیں متعلق قصص اور حکایات کے لغو اور بے بنیاد ہوتی ہیں جنکی نہ کوئی سند ہوتی ہی اور نہ کوئی ثبوت ہوتا ہے۔ یہود اور نصاریٰ کے ......

روزوں کے حالات جو اُنکی کتابوں سے معلوم ہوتے ہیں وہ حسب تفصیل ذیل ہیں *

کتاب خروج کے (جو توریت کی دوسری کتاب ہی) باب ۳۴ ورس ۲۸ سے معلوم ہوتا ہی کہ جب حضرت موسیٰ کوہ سینا پر تھے تو چالیس دن اور چالیس رات وہاں رہے، اور نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا۔ توریت کی کتاب استثنا باب ۹ ورس ۹ و ۱۸ و ۲۵ کی تفسیر (ہنری اسکاٹ) میں نہ روٹی کھانے اور نہ پانی پینے کی نسبت لکھا ہے کہ لوگوں کی معصیت کی وجہ سے موسیٰ نے دوسری دفعہ چالیس دن کا روزہ رکھا تھا۔ اور بعضوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ نے تین مرتبہ چالیس چالیس دن کا روزہ رکھا ہے *

کتاب لوبان کے (جو توریت کی تیسری کتاب ہے) باب ۱۶ ورس ۲۹ لغایت ۳۱ اور باب ۲۳

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸۷﴾	اور مت لڑو اُنسے مسجد حرام کے پاس جبتک کہ وہ تمسے اسمیں نہ لڑیں، پھر اگر تمسے وہ لڑیں تو تم اُنکو مار ڈالو، اسیطرح ہی سزا کافروں کی ہے (۱۸۷)

ورس ۲۷ و ۲۹ سے پایا جاتا ہے کہ یہودیوں پر ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو کفارہ کے روزے رکھنے کا حکم تھا، اور اسمیں لکھا ہے کہ جو کوئی اُسدن روزہ نہ رکھیگا اپنی قوم سے منقطع ہو جائیگا۔ اور اعمال حواریان باب ۲۷ ورس ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی بھی یہ روزے رکھا کرتے تھے ؛

انجیل لوقا باب ۱۸ ورس ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ فروسی ہفتہ میں دو دن روزہ رکھا کرتے تھے، ایک پانچویں دن جبکہ حضرت موسیٰ کوہ سینا پر چڑھے تھے اور ایک دوسرے دن جبکہ اُترے تھے ؛

کتاب زکریا باب ۸ ورس ۱۹ سے پایا جاتا ہے کہ یہودی چوتھے مہینے اور پانچویں مہینے اور دسویں مہینے میں بھی روزہ رکھتے تھے۔ چوتھے مہینے یعنی تموز میں سترھویں تاریخ کو بیت المقدس کی تباہی کے غم میں جو بخت نصر کے ہاتھ سے ہوئی تھی۔ پانچویں مہینے یعنے آب میں نویں تاریخ کو بیت المقدس کے شہر کے جلنے کے غم میں جسکو نبوزردان شاہ بابل کے افسر نے جلایا تھا۔ ساتویں مہینے یعنی تشری کی دسویں تاریخ کو جدلیا کے قتل ہونے کے غم میں جو بمقام مصیاہ مارا گیا تھا۔ دسویں مہینے یعنی تبت کی دسویں تاریخ کو بیت المقدس کے غم میں جس روز کہ بخت نصر نے بیت المقدس کا محاصرہ شروع کیا تھا ؛

کتاب اول ملوک باب ۲۱ ورس ۹ و کتاب دوم تواریخ ایام باب ۲۰ ورس ۳ میں ایک دن کا روزہ ہے جسکو ملکہ ایزبل نے اپنے شوہر احاب کی خاطر سے منادی کرا کے مقرر کرایا تھا ؛

کتاب قضاۃ باب ۲۰ ورس ۲۶ سے ایک روزہ کا مقرر ہونا پایا جاتا ہے جبکہ بنی اسرائیل کے قوم بنیامین سے شکست پائی تھی اور بیت المقدس میں آنکر فتح کے لیئے دعا مانگی تھی ؛

کتاب اول شموئیل باب ۳۱ ورس ۱۳ سے پایا جاتا ہے کہ شاؤل یعنی طالوت کے مرنے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾	پھر اگر وہ باز رہیں تو بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان (۱۹۸) اور لڑو انسے جبتک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ کا دین ہوجاوے پھر اگر وہ باز رہیں تو زیادتی کرنا نہیں چاہیئے مگر ظالموں پر (۱۹۹)

کے غم میں سات روزے مقرر ہوئے تھے جو اُسکی ہڈیوں کے دفن کرنے کے بعد رکھے گئے تھے ؛

کتاب یوناہ باب ۳ ورس ۵ میں ایک اور روزہ کا مقرر ہوتا پایا جاتا ہے جبکہ نینوہ کے لوگ ایمان لائے تھے ؛

کتاب دانیال باب ۱۰ ورس ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت دانیال نے تین ہفتہ تک روزے رکھے تھے ؛

کتاب اول ملوک باب ۱۹ ورس ۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت الیاس کوہ حوریب کو گئے تھے تو انھوں نے چالیس دن اور رات روزے رکھے تھے ؛

علاوہ انکے اور روزے بھی مثلاً خدا تعالیٰ کی خفگی دور کرنے کے لیئے، یا اُسکی خوشنودی حاصل کرنے کے لیئے، یا کسی بلا یا مصیبت کو ٹالنے کے لیئے، یا کسی ذاتی یا خاندانی امور کے متعلق جسطرح کہ منت وغیرہ کے لیئے میں ہوتا ہے یہودی روزے رکھا کرتے تھے ؛

انجیل متی باب ۴ ورس ۱-۱۱ اور انجیل لوقا باب ۴ ورس ۱-۱۳ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ نے بھی جبکہ وہ بیابان میں تھے چالیس دن اور رات روزے رکھے تھے ؛

علاوہ اسکے انجیل متی کے باب ۱۷ ورس ۲۱ سے جسمیں یہ لکھا ہے کہ "یہ جنس اس قسم کا شیطان بجز دعا اور روزہ کے نہیں جاتا ہے" معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں روزہ بعض امور خاص میں اثر کے وضع کرنے کا ایک ذریعہ خیال کیا جاتا تھا ؛

انجیل متی باب ۹ ورس ۱۴ کے مضمون سے عیسائی خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے روزوں کا رکھنا موقوف کر دیا، مگر اسکے ساتھ اُسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ بعد حضرت عیسےٰؑ کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (۱۹۰)

حرمت والا مہینا بدلے حرمت والے مہینے کے، اور حرمتوں کا ایکدوسرے سے بدلا ہو تو بھی پھر جسنے زیادتی کی تمپر پس زیادتی کرو تم اسپر جسطرح کہ اُسنے تمپر زیادتی کی، اور ڈرو اللہ سے، اور جان لو کہ بیشک اللہ ڈرنیوالوں کے ساتھ ہے (۱۹۰)

رکھنے ہونگے +

ان تمام حالات پر جو اوپر بیان ہوئے غور کرنے سے اتنی بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے کہ یہودیوں پر ایک روزہ جو ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو رکھا جاتا تھا اور جو کفارہ کا روزہ کہلاتا تھا بلاشبہ فرض تھا، اور چونکہ عیسائی بھی یہودی شریعت کے تابع ہیں اسلیئے کہا جاسکتا ہے کہ وہ روزہ اُنپر بھی فرض تھا۔ چالیس دن کے روزے جو حضرت موسیٰؑ نے کوہ سینا پر اور حضرت عیسیٰؑ نے بیابان میں رکھے ممکن ہے کہ فرض ہوں مگر توریت یا انجیل میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے فرضیت اُن روزوں کی ثابت کیجاسکے۔ علاوہ اسکے جسقدر روزوں کا بیان ہے وہ سب روزے کیا یہودی مذہب میں اور کیا عیسائی مذہب میں فرض روزے نہیں معلوم ہوتے بلکہ بطور نفل روح کے تزکیہ اور عبادت کے ثواب حاصل کرنیکے لیئے معلوم ہوتے ہیں +

چوتھی بات کی نسبت بھی مفسروں میں اختلاف ہے جن لوگوں کی یہ رائے ہے کہ لفظ "کما" کی تشبیہ سے روزوں کے عدد میں مشابہت مراد تھی انکی رائے کی غلطی تو صریح ظاہر ہے، کیونکہ یہود اور نصاریٰ پر نہ ایام بیض کے روزوں کا فرض ہونا پایا جاتا ہے، نہ رمضان کے تیس یا انتیس روزوں کا۔ اور جن لوگوں کی یہ رائے ہے کہ اس تشبیہ سے روزے کی مدت میں مشابہت مراد ہے یعنی جسوقت سے جسوقت تک یہودی روزہ رکھتے تھے اُسیوقت سے اُسیوقت تک مسلمانوں پر بھی روزہ فرض ہوا ہے، یہ رائے بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ یہودی دن کے ختم ہونیکے بعد روزہ کھولکر

وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۚۖۛ وَ اَحۡسِنُوۡا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۹۱﴾	اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اور مت ڈالو (اپنے تئیں) اپنے ہاتھوں سے تہلکہ میں اور احسان کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو (۱۹۱)

کچھ کھا پی لیتے تھے، اور پھر اُسی وقت سے اُنکا روزہ شروع ہو جاتا تھا، اور اسیوجہ سے توریت اور انجیل میں دن رات کا روزہ رکھنا بیان ہوتا ہے، کیونکہ رات بھی روزہ میں داخل تھی۔ مسلمان بھی ان باتوں میں جنکی نسبت کوئی خاص حکم نہیں ہوتا تھا اکثر یہودیوں کی پیروی کرتے تھے، اور اسلیئے وہ بھی یہودیوں کی طرح روزہ رکھتے تھے۔ لیکن کوئی خاص حکم اسطرح پر روزہ رکھنے کا مسلمانوں کے لیئے نہ تھا۔ "کما" کے لفظ کے ساتھ جو اس آیت میں ہے کوئی ایسا اشارہ نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ مشابہت روزہ کی مدت میں تھی۔ اس آیت میں صرف اسقدر بیان ہوا ہے کہ جسطرح تم سے اگلوں پر روزے مقرر کیئے گئے تھے اُسیطرح تم پر بھی مقرر کیئے گئے ہیں، اور اس تشبیہ سے مدت میں مشابہت قرار دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ صرف نفس فرضیت میں تشبیہ مراد ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں زجاج کا قول لکھا ہے کہ "موضع کما نصب علی المصدر لان المعنی فرض علیکم فرضا کالذی فرض علی الذین من قبلکم" اور ابو علی کا قول لکھا ہے کہ "ھو صفۃ لمصدر محذوف تقدیرہ کتابۃ کما کتب علیھم فحذف المصدر واقیم مقامہ" مگر جبکہ یہ بات ابتک ثابت نہیں ہوئی کہ درحقیقت خدا کی طرف سے یہودیوں اور عیسائیوں پر روزے فرض تھے تو "کما" کے لفظ سے نفس فرضیت میں بھی تشبیہ کیونکر تسلیم کیجاوے ؟

ان چاروں مباحثوں کی نسبت جو میری سمجھ ہے وہ یہ ہے کہ (۱) اُن روزوں سے جو کتب علیکم الصیام کی آیت میں ہیں رمضان ہی کے روزے مراد ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ

اور پورا کرو حج کو اور عمرہ کو اللہ کے لیئے پھر اگر تم روکے جاؤ تو جو کچھ میسر ہو قربانی سے (وہ کرلو) اور اپنے سروں کو مت منڈاؤ جبتک کہ پہنچے قربانی اپنی جگہہ۔

(۲)۔ من قبلکم۔ سے اہل کتاب مراد ہیں۔ (۳) اس آیت میں اس بات کی کہ اہل کتاب پر کوئی روزے فرض تھے یا نہ تھے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ (۴) "کما" کے لفظ سے نہ عدد میں تشبیہ مراد ہے نہ مدت میں اور نہ نفس فرضیت میں بلکہ صرف سبب صیام میں تشبیہ مراد ہے۔ زمانہ نزول وحی میں حضرت موسیٰ ع نے چالیس دن پہاڑ میں اور حضرت عیسیٰ نے چالیس دن بیابان میں بسر کیئے۔ توریت اور انجیل دونوں سے پایا جاتا ہے کہ اُن دنوں میں وہ روزہ دار تھے بعد کو اُنکی امت نے اُنکی متابعت کے خیال سے اُن دنوں میں ہر سال روزے رکھنے اختیار کیئے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کو جو نزول وحی کا مہینہ تھا کوہ حرا میں بسر کیا، اور آپ بھی اُس زمانہ میں روزہ دار تھے۔ پس خدا نے فرمایا کہ جسطرح یہودیوں اور عیسائیوں نے بمتابعت اپنے نبی کے اُس زمانہ میں روزے اختیار کیے تھے اسیطرح تم بھی اختیار کرو۔ پس جو سبب کہ اہل کتاب کے روزے اختیار کرنے کا تھا وہی سبب مسلمانوں پر روزوں کے مقرر ہونے کا ہے اور "کما" کے لفظ سے اُسی سبب صیام میں تشبیہ دیگئی ہے +

مگر میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ان آیتوں میں سے کوئی آیت منسوخ ہے یہ کہنا کہ پہلی آیت میں جن روزوں کا ذکر ہے وہ روزے رمضان کے سوا تھے اور پھر یہ تسلیم کرنا کہ اُسکے بعد کی آیت نے جسمیں رمضان کے روزوں کا ذکر ہے پہلی آیت کے حکم کو منسوخ کردیا ہے ایسا ہی مشکل ہے جیسیکہ اس رائے کو تسلیم کرکے کہ پہلی آیت میں جن روزوں کا ذکر ہے وہ رمضان ہی کے روزے ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۱۹۲

پھر تم میں سے جو شخص کہ بیمار ہو یا اسکے سر میں کچھ دکھ ہو تو اُسکا بدلا ہے روزہ یا صدقہ یا قربانی کے ساتھ پھر جب تم امن میں ہو تو جو شخص فائدہ اٹھاوے عمرہ کے ساتھ حج کا تو جو کچھ میسر ہو قربانی سے (وہ کرے) پھر جو شخص کہ نہ پاوے تو تین روزے حج کے دنوں میں ہیں اور سات جبکہ تم پھرو، یہ پورے دس ہوئے، یہ اُسکے لئے ہے جسکے اہل (وعیال) مسجد حرام کے رہنے والے نہوں، اور ڈرو اللہ سے اور جان لو کہ بیشک اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے (۱۹۲)

مگر پچھلی آیت سے جو اختیار کہ روزہ رکھنے یا فدیہ دینے میں تھا منسوخ ہوگیا ہے تسلیم کرنا مشکل ہے۔ پچھلی آیت میں جسکو ناسخ قرار دیا جاتا ہی کوئی اشارہ کسی قسم کا پہلی آیت کے حکم کے منسوخ ہونے کا نہیں ہے، صرف قیاساً یہ بات قرار دیجاتی ہے کہ پہلی آیت کے روزے رمضان کے روزوں سے علحدہ تھے نہ جنکی نسبت قرآن میں بیان ہے کہ وہ کئی تھے اور کونسے تھے، اور اِس قیاس کے قرار دینے کے بعد کہا جاتا ہی کہ رمضان کے روزوں کی آیتنے اُس حکم کو منسوخ کردیا جسمیں کچھ بھی اشارہ منسوخ کرنیکا نہیں ہی۔ حدیث پر جو استدلال کیا گیا ہی اول تو اُسکی صحت میں کلام ہی، پھر اِس بات میں کلام ہی کہ حدیث اور خصوصاً اخبار احاد سے قرآن کا حکم منسوخ ہوسکتا ہی یا نہیں۔ یا قیاساً یہ بات قرار دیجاتی ہی کہ پہلی آیت میں جن روزوں کا ذکر ہی وہ وہی رمضان کے روزے ہیں جنکا پچھلی آیت میں ذکر ہے اور پھر بغیر کسی اشارہ کے کہا جاتا ہی کہ جو اختیار کہ روزہ رکھنے یا فدیہ دینے جس طا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۳﴾

حج کے لیئے مہینے معلوم ہیں پس جس شخص نے کہ اُن مہینوں میں اپنے پر حج کو فرض کیا تو حج میں نہ عورتوں سے مخالطت کرنی چاہیے اور نہ بدکاری اور نہ لڑائی اور جو کچھ تم نیکی کرتے ہو اُسکو اللہ جانتا ہے اور توشہ لو پھر بیشک اچھا توشہ پرہیزگاری ہے اور مجھ سے ڈرو اے عقل والوں (۱۹۳)

وہ پچھلی آیت سے منسوخ ہو گیا۔ اگر قرآن میں اسطرح پر ناسخ و منسوخ کو تسلیم کیا جاوے تو اُس کے احکام کا منسوخ ہونا اور قائم رہنا صرف لوگوں کے قیاس پر منحصر رہجاتا ہے جو کسی طرح تسلیم کے لائق نہیں ۔

فدیہ دینے کی آیت میں جو حکم ہے وہ منسوخ نہیں ہوا اور وہ آیت یہ ہے ،، وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون ،، اِس آیت میں جو لفظ ،، یطیقون ،، کا ہے اُسکی اور بھی قرأتیں ہیں مثلاً ،، یُطَوَّقُوْنَهٗ ،، یے کے پیش اور واؤ کے تشدید سے ، یا یے کے زبر اور طے اور واؤ دونوں کی تشدید سے ، جسکے معنی کسی کام کے تکلیف اُٹھا کر ہونے کے ہیں ، مگر جو مشہور قرأت ہے ہم اُسکو اختیار کرتے ہیں بعض علماے مفسرین کی یہ رائے ہے کہ فدیہ کا حکم بھی مسافر اور مریض سے علاقہ رکھتا ہے کیونکہ بعض مریض اور مسافر ایسے ہوتے ہیں جو مطلق روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ، اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں ۔ پہلے قسم کے مسافر اور بیمار کے لیئے یہ حکم ہے کہ وہ اور دنوں میں روزہ رکھ لیں ، اور دوسرے قسم کے مسافر اور بیمار کے لیئے یہ حکم ہے کہ وہ چاہیں روزہ رکھیں اور چاہیں فدیہ دیں مگر یہ معنی صحیح نہیں ہوسکتے ، کیونکہ ،، علی الذین ،، سے بتخصیص بیمار اور مسافر مراد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۱۹۴	تم پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ (موسم حج میں) تلاش کرو فضل (یعنی روزی) اپنے پروردگار سے پھر جبکہ تم پھرو عرفات سے تو ذکر کرو اللہ کا مشعر حرام (یعنی مسجد حرام) کے پاس اور اللہ کا ذکر کرو جس طرح کہ تم کو ہدایت کی ہے اور اگرچہ اُس سے پہلے البتہ تم گمراہوں میں سے تھے (۱۹۴)

لینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور جو رعایت اول قسم کے بیمار اور مسافر کی ہونی چاہیے تھی وہ دوسری قسم کے بیمار اور مسافر کی ہوتی ہے +

بعض علما کا یہ قول ہے (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۹۵) کہ "یطیقون" کے معنی بھی مشکل اور تکلیف سے کسی کام کے انجام ہونے کے ہیں۔ دو لفظ ہیں ایک "وسع" اور ایک "طاقت"۔ "وسع" اُس شخص کی نسبت بولا جاتا ہے جو کسی کام کرنے پر آسانی سے اور بغیر تکلیف کے قادر ہو۔ اور "طاقت" اُس شخص کی نسبت بولا جاتا ہے جو کسی کام کرنے پر مشکل سے اور تکلیف اُٹھا کر قادر ہو۔ اور وہ شاذ قرأتیں جنکا اوپر ذکر کیا ہے اسی مطلب کی تائید کرتی ہیں پس "یطیقونه" کے معنے "یستصعبونه" کے ہونگے جو لوگ کہ روزہ رکھنے کی نہایت تکلیف اور سختی اُٹھا کر طاقت رکھتے ہیں اُنکو اجازت ہے کہ روزہ رکھنے کے بدلے فدیہ دیدیں پس یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اپنے حکم پر بحال ہے +

بعض علما مفسرین نے بھی جیسا کہ تفسیر کبیر میں مندرج ہے اسبات کو تسلیم کیا ہے مگر یہ بحث پیش کی ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو نہایت تکلیف اور سختی اُٹھا کر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ وہ لوگ وہ ہیں جو بہت بڈھے ہو گئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضؓ اپنے مرنے سے پہلے روزہ نہیں رکھ سکتے تھے اُنکو روزہ رکھنے میں سختی اور دشواری معلوم ہوتی تھی۔ اور ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۹۵﴾	پھر پھرو جہاں سے لوگ پھرتے ہیں اور اللہ سے بخشش چاہو بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان (۱۹۵)

تھے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ بڈھے آدمی کی کیوں قید لگائی ہے۔ قرآن مجید میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ہے جس سے "الذین" سے صرف بڈھا ہی آدمی مخصوص کیا جاوے تمام انسان بڈھے ہوں یا جوان انکی حالت باعتبار خلقت اور موسم اور ملک کے مختلف ہوتی ہے۔ بہت سے جوان آدمی بلحاظ اپنی خلقت کے ایسے ہوتے ہیں کہ انکو روزہ میں بے انتہا تکلیف اور مشقت ہوتی ہے۔ اور بعضے بڈھے ایسے ہوتے ہیں کہ انکو روزہ معلوم بھی نہیں ہوتا۔ پھر موسم کے اختلاف کے سبب بہت اختلاف پڑجاتا ہے۔ وہی لوگ جو ایک موسم میں نہایت آسانی سے روزہ رکھ سکتے ہیں دوسرے موسم میں روزہ رکھنے میں نہایت سختی اور تکلیف اٹھاتے ہیں۔ ایک ملک کے لوگ جبکہ دن ایک معتدل مقدار کا ہوتا ہے آسانی سے روزہ رکھینگے اور وہی لوگ جبکہ دن بڑا ہوتا ہے نہایت تکلیف اور سختی روزہ رکھنے میں اٹھاوینگے۔ بلکہ بعض ملکوں میں کبھی دن اتنا بڑا ہوجاتا ہے کہ انسان کی طاقت سے روزہ رکھنا خارج ہوتا ہے۔ جیسے کہ ارض تسعین میں جہاں چھ مہینے کا دن ہوتا ہے اور ارض ستین میں جہاں بعض موسموں میں غروب اور طلوع میں اسقدر فاصلہ ہوتا ہے جسکی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ رات ہوتی ہی نہیں۔ پس خدا تعالی نے ان تمام حالات کے لحاظ سے جو اسکے علم میں تھے نہایت عمدہ ترتیب جو فطرت انسانی کے بالکل مطابق ہے یہ حکم دیا ہے کہ "وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین"۔
پھر اسکو شخص و من شخص سے مقید کرنا ایک غلطی اور زیادتی علی الکتاب ہے۔

پہلی آیتوں میں جہاں بیمار اور مسافر کا اور ان لوگوں کا جو بدشواری روزہ برداشت کرسکتے ہیں حکم ہے ان آیتوں کا علانیہ یہ منشا تھا کہ مریض اور مسافر کو روزہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۱۹۶

پھر جب تم پورے کر چکو اپنے ارکان حج پھر یاد کرو اللہ کو جسطرح کہ یاد کرتے ہو تم اپنے باپ دادا کو یا اس سے زیادہ یاد کرنا۔ پھر لوگوں میں سے کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو دے دنیا میں، اور نہیں ہے اسکو آخرت میں کچھ حصہ (۱۹۶)

کا رکھنا بہتر ہے۔ مگر اُن لوگوں کی نسبت جو بدشواری روزہ رکھ سکتے تھے یہ منشا تھا کہ انکو روزہ رکھنا بہتر ہے، جیسا کہ ان لفظوں سے کہ ... وان تصوموا خیر لکم۔ پایا جاتا ہے، اسی منشا سے پچھلی آیتوں میں جنہیں روزوں کو رمضان کے ساتھ مخصوص کیا ہے مریض اور مسافر کا مکرر ذکر کیا، اور اُن لوگوں کا جو بدشواری روزہ برداشت کر سکتے تھے ذکر چھوڑ دیا ہے کیونکہ انکے حق میں فدیہ دینے سے روزہ رکھنا بہتر تھا +

ان تمام بحثوں کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ پہلی آیت میں جن روزوں کا ذکر ہے وہ رمضان ہی کے روزے ہیں، اور کوئی حکم اور کوئی آیت منسوخ نہیں ہے، اور تمام آیتوں پر لحاظ کرنے کے بعد روزوں کی نسبت مفصلہ ذیل حکم پائے جاتے ہیں +

۱۔ روزے رمضان کے ہر مسلمان پر لکھے گئے ہیں جسکو شرعی اصطلاح میں فرض کہتے ہیں +

۲۔ روزوں کے رکھنے سے یہ فرض ادا ہوتا ہے +

۳۔ اگر رمضان کے مہینے میں کوئی شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اسکو روزہ رکھنا نہیں چاہیئے اور اور دنوں میں جبکہ وہ تندرست ہو اور سفر ختم ہو جاوے تو اُسکے بدلے روزے رکھدے +

۴۔ جن لوگوں کو روزہ رکھنے میں زیادہ سختی اور تکلیف ہوتی ہے اور بمشکل روزہ رکھ سکتے ہیں انکو اجازت ہے کہ روزوں کے بدلے فدیہ دیں۔ مگر اُنکے حق میں فدیہ دینے سے روزہ رکھنا بہتر ہے +

جو لوگ کہ روزہ پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ وہ انسان کی تکلیف کا باعث ہے اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩٧﴾	اور اُنمیں سے کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو دے دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی، اور بچا ہمکو آگ کے عذاب سے (۱۹۷)

صحت جسمانی کا نہایت مضر ہے، اور بعض ملکوں میں اُسکا ادا کرنا غیر ممکن ہے۔ انکو تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ جس ترتیب اور خوبی سے خدا نے روزوں کا ذکر کیا ہے وہ نہ تکلیف کا باعث ہے، اور نہ صحت جسمانی کو مضر ہے، اور نہ خلاف فطرت انسانی ہے، اور نہ کسی ملک کے رہنے والوں کے خلاف طاقت ہی۔ مگر ایک بحث البتہ باقی ہے کہ آیا وہ فی نفسہ عبادت بھی ہے یا نہیں، اور اگر عبادت ہی تو کیونکر۔ چنانچہ اس بحث کو ہم شروع کرتے ہیں ✤

جسقدر کثرت سے یہود اور متقدمین عیسائی روزے رکھتے تھے اُس سے ظاہر ہے کہ اُنکا خیال روزہ رکھنے سے تزکیہ نفس اور خدا کی رضامندی اور خدا کی عبادت کا تھا۔ ابتدائے زمانہ میں جبکہ انسان نے شائستگی کی طرف میلان شروع کیا تھا تمام لوگوں کو یہ خیال تھا کہ خدا اپنی مخلوق سے نہایت راضی ہوتا ہی اگر مخلوق قصداً اپنے بدن کو اپنی روح کو خدا کی خوشنودی کی نیت سے تکلیف مصیبت میں ڈالے۔ اسیوجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض قوموں نے تکالیف شاقہ اپنے پر گوارا کی ہیں۔ کسی نے ایک غار میں اپنی تمام زندگی بسر کر دی۔ جب ہم ہندو جوگیوں اور قدیم عیسائی فقیروں کے رہنے کے غار اور پہاڑوں کی تنگ و تاریک کھوئیں دیکھتے ہیں تو تعجب ہوتا ہی، اور مذہبی خیالات کا جو غلبہ انسان پر ہوتا ہی اُسکا اندازہ کیا جاتا ہی، اور دیکھا جاتا ہی کہ اُنہی خیالات کے سبب سے انسان نے کسقدر تکلیفیں اپنے اوپر گوارا کی ہیں۔ کوئی اپنا ہاتھ اونچا کرکے سکھا دیتا ہے، کوئی بیٹھنا اور لیٹنا چھوڑ دیتا ہی اور تمام عمر کھڑے رہکر گذار دیتا ہی۔ کوئی لذیذ غذا کو چھوڑ دیتا ہی، اور تمام عمر صرف نہایت حقیر اور کثیف غذا پر زندگی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۱۹۸	یہی لوگ ہیں کہ اُنکے لیے حصہ ہی اُسمیں سے جو اُنھوں نے کمایا، اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے (۱۹۸)

بسر کرتا ہی - کوئی پلنگ پر سونا اور شادی کرنا چھوڑ دیتا ہی جسکی بہت سی مثالیں اب بھی ہمکو ہزاروں عیسائی مانک اور ننوں میں دکھائی دیتی ہیں - غرضکہ تمام جسمانی ریاضتوں کا اسی غلط خیال پر رواج ہوا ہی - اسی خیال سے جان کی قربانی مروج ہوئی، اور یہانتک نوبت پہنچی کہ انسان نے اپنی جان کی اور اپنی اولاد کی جان کی گناہ سے روح کو پاک کرنے کے خیال سے قربانی کی - یہ ایک عجیب خیال تھا کہ خدا یا دیوتا انسان کی زندگی کو آسایش سے بسر کرنا پسند نہیں کرتا - تمام یونانی اور رومی مذہبی افسانوں سے یہ خیال مترشح ہوتا ہے کہ دیوتا یا خدا انسان کے عیش کو روا نہیں رکھتا +

ابتدا میں جبکہ انسان کی غذا صرف زمین کی قدرتی پیداوار اور جنگل کے جانوروں کے شکار پر منحصر تھی کبھی کبھی فاقہ گذرجانا لازمی امر ہوگا - نیم وحشی انسانو کو غذا سے زیادہ کوئی چیز حظ دینے والی نہوگی - جب انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دیوتا یا خدا انسان کی جسمانی تکلیف سے راضی ہوتا ہی تو اُس وقت روزہ نے مذہبی امر ہونیکا درجہ پایا ہوگا - توریت میں جہاں روزہ رکھنے کا حکم ہی وہاں بھی حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا ہی کہ "اپنی روحوں کو مبتلا کرو" - عبری زبان کے قدیمی محاورہ کے موافق روح کے مبتلا کرنے سے روزہ رکھنا مراد ہوتا ہے پس کچھ شبہ نہیں ہے کہ روزہ رکھنا اُسی خیال سے کہ خدا ریاضت بدنی سے راضی ہوتا ہی مذہبی امر قرار پایا ہے +

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس خیال کو کہ خدا انسان کی ریاضت بدنی یعنی جسم اور روح کو تکلیف میں ڈالنے سے راضی ہوتا ہی متعدد طرح سے باطل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۹۹﴾	اور یاد کرو اللہ کو گنے ہوئے دنوں میں (یعنی ایام تشریق میں جو پانچین ہیں ۹ سے ۱۳ تک) پھر جس شخص نے کہ جلدی کی (کوچ کرنے میں) دو دن میں تو اسپر کچھ گناہ نہیں، اور جسنے تاخیر کی (کوچ کرنے میں) تو اسپر بھی کچھ گناہ نہیں اُس شخص کے لئیے جو پرہیزگاری کرتا ہی، اور ڈرو اللہ سے اور جان لو کہ بیشک تم اسکے پاس اکٹھے کیئے جاؤگے (۱۹۹)

کیا ہی، اللہ فرمایا ہی کہ رہبانیت اسلام میں نہیں ہی۔ اسلئے یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خیال پر رمضان کے روزوں کا حکم دیا ہو۔ مگر انبیا کا کام صرف سمجھداروں ہی لوگوں پر منحصر نہیں ہی بلکہ انکو تمام لوگوں سے کام پڑتا ہی اور عام لوگوں کو ایسے امور کی نسبت جس سے انکو خدا کے رضامند کرنے کا خیال پیدا ہو زیادہ خیال ہوتا ہے۔ عرب کے لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھتے تھے کہ خدا کے خوش کرنے کے خیال سے اور اپنے پیغمبر کی پیروی کی نظر سے روزہ رکھتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس رسم کے جاری رکھنے کی ایک عمدہ اور آسان اور غیر مخالف فطرت انسانی کے طریقہ میں اجازت دی۔ چنانچہ الفاظ کما کتب علی الذین من قبلکم، صاف اسبات پر دلالت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس رسم کے موجد نہ تھے، بلکہ اس رسم کو صرف بدستور قائم رہنے دیا تھا۔ باینہمہ اُس رسم کی سختی کو نہایت عمدگی سے نرم اور قابل برداشت کر دیا، کہ بیماروں اور مسافروں کو اور دنوں میں اور جو لوگ روزہ سے زیادہ تکلیف اُٹھاتے ہیں روزہ رکھنے اور فدیہ دینے میں مجاز کر دیا +

ل باوجود ان سب باتوں کے جبکہ روزہ حد اعتدال سے نہ گذر جاوے اور وبال جان نہ ہو جاوے، اور انسان پر صعوبت نہ ڈالے جسکا اشارہ یطیقونہٗ کے لفظ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (۲۰۰) وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (۲۰۱)	اور لوگوں میں سے وہ شخص ہے کہ اسکی بات تجھکو دنیا کی زندگی کے تعجب میں ڈالتی ہے اور اللہ کو گواہ لاتا ہے اس چیز پر جو اسکے دل میں ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے (۲۰۰) اور جب پیٹھ موڑتا ہے تو ملک میں کوشش کرتا ہے تاکہ اسمیں فساد کرے اور ضایع کرے کھیتی کو اور مویشی کو، اور اللہ نہیں دوست رکھتا فساد کو (۲۰۱)

میں ہے، تو بلاشبہ تزکیۂ نفس اور روح میں نیکی اور صلاحیت پیدا ہونیکا ذریعہ ہے۔ کم کھانا بلاشبہ انسان کے دل اور دماغ کو زیادہ صحیح اور درست رکھتا ہے، اور انسان کے دل کو خدا کی طرف زیادہ تر متوجہ کرتا ہے، اور جو عبادت خدا کی غیر روزہ کی حالت میں کی جاتی ہے روزہ کی حالت میں زیادہ تر دلی توجہ سے ہوتی ہے۔ اسکا یہ سبب نہیں ہے کہ انسان کو اپنے تئیں تکلیف میں ڈالنا خدا کو پسند آتا ہے۔ بلکہ یہ سبب ہے کہ انسان میں یہ ایک فطرتی امر ہے کہ جب کسی خاص امر کی طرف زیادہ تر متوجہ ہوتا ہے تو اسکو غذا کی طرف کم رغبت یا کم توجہ ہوتی ہے۔ اسیطرح قلیل غذا انسان کو اس طرف جسپر وہ توجہ کرنی چاہتا ہے زیادہ تر متوجہ کر دیتی ہے۔ یہی باعث ہے کہ روزہ کی حالت میں خدا کی عبادت غیر روزہ کی حالت کی بہ نسبت زیادہ تر توجہ اور خلوص سے ہوتی ہے۔ اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کی رسم کو ایک نہایت اعتدال سے جاری رہنے دیا۔

حضرت موسیٰؑ نے کوہ سینا پر، یا حضرت عیسیٰؑ نے بیابان میں، یا محمد رسول اللہ صلعم نے کوہ حرا میں، جبکہ زمانہ نزول وحی قریب تر تھا روزے رکھنے اختیار کیے یا غذا سے پرہیز کیا، یا معمولی غذا میں کمی کی، اسکا یہی سبب تھا۔ پس جبکہ روزہ ایسی حالت میں کہ اسکا رکھنا شاق نہ گذرے تزکیۂ نفس اور روحانی نیکی کا ذریعہ ہے تو اس رسم کا نہایت اعتدال کے ساتھ قائم رکھنا جسطرح کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذَا قِیۡلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتۡہُ الۡعِزَّۃُ بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُہٗ جَہَنَّمُ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمِہَادُ ﴿۲۰۲﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۲۰۳﴾	اور جبکہ اُس سے کہا جاوے کہ خدا سے ڈر تو اُسکو پکڑ لیتا ہے تکبر گناہ پر۔ پھر کافی ہے اُسکو جہنم اور البتہ وہ بری جگہ ہے (۲۰۲) اور بعض آدمی وہ ہیں جو بیچتے ہیں اپنے آپ کو خدا کی رضامندی کی طلب میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے (۲۰۳)

رکھی فطرت انسانی کے بالکل مطابق و موافق ہے ✣

(۱۸۳) (اُحِلَّ لَکُمۡ) یہودی اور عیسائی دن رات کا روزہ رکھتے تھے یعنی روزہ افطار کرنے کے بعد ہی سے دوسرا روزہ شروع ہو جاتا تھا۔ یہی سبب ہے کہ توریت اور انجیل میں جہاں روزہ کا ذکر ہے دن رات کا روزہ بیان ہوا ہے۔ ماہ رمضان کے روزوں کا جب حکم ہوا تو کوئی حد روزے کی مقرر نہ تھی۔ مسلمان بھی یہودیوں کی دیکھا دیکھی دن رات کا روزہ رکھتے تھے جو نہایت شاق گذرتا تھا اور جس منشاء سے کہ محمد رسول اللہ صلعم نے اس رسم کو قائم رکھا تھا اسکے بھی مخالف تھا۔ اسلیئے اس آیت میں خدا کی طرف سے یہ حکم ہوا کہ صرف دن ہی کا روزہ رکھنا چاہیئے۔ رات جو آرام کے لیئے ہے وہ روزہ میں داخل نہیں ہے۔ اس آیت سے یہ سمجھنا کہ پہلے مسلمانوں کو بھی دن رات کے روزہ رکھنے کا حکم تھا اور وہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا محض غلطی ہے ✣

(۱۸۶) (وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ) اس آیت میں اور جو آیتیں اسکے بعد ہیں اُن میں کافروں یا دشمنوں سے لڑنیکا حکم ہے۔ مگر صاف بیان کیا گیا ہے کہ جو تم سے لڑیں اُن سے لڑو اور زیادتی مت کرو۔ اکثر لوگ مذہب اسلام پر یہ طعنہ دیتے ہیں کہ اُسمیں تحمل اور بردباری اور عاجزی کا مذہب کے سبب سے جو تکلیفیں کافروں کی طرف سے پہنچیں اُنکی صبر برداشت نہیں ہے اور یہ باتیں مذہب کی سچائی اور نیکی اور اخلاق اور خدا کی راہ میں تکالیف برداشت کرنیکے برخلاف ہیں مگر یہ ایک بڑی غلطی اور ناسمجھی ہے۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ قرآن مجید میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۴﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۵﴾

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو داخل ہو اسلام میں سب کے سب، اور مت پیروی کرو شیطان کے قدموں کی، بیشک وہ تمھارا دشمن ہے علانیہ (۲۰۴) پھر اگر تم ڈگمگا جاؤ بعد اسکے کہ تمھارے پاس آئی ہیں نشانیاں تو جان لو کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا (۲۰۵)

جو احکام لڑائی کے نہایت نیکی اور انصاف پر مبنی تھے اُنکو مسلمانوں نے جو خلیفوں یا بادشاہوں کے نام سے مشہور ہوئے دینداری کے بہانے سے اپنی خواہش نفسانی کے پورا کرنے اور ملک گیری کے لیئے نہایت بداخلاقی اور ناانصافی سے برتا، اور بعض ورندوں سے بھی بدتر کام کیئے، اور علمائے اسلام نے اُنکی تایید کیلئے ایسے مسئلے بیان کیئے جو اسلام کی روحانی نیکی کے برخلاف تھے۔ مگر انکے ایسا کرنیسے جو بُرائی یا عیب قرار دیا جاوے وہ اُنھی پر محدود ہی جنھوں نے ایسا کیا نہ اسلام پر۔ ہر ایک منصف مزاج کا اور ہر ایک معترض اور نکتہ چین کا یہ فرض ہی کہ اُن ظالموں کے کردار کو اُنھی پر محدود رکھے نہ یہ کہ اُنکے کردار سے مذہب اسلام پر نکتہ چینی کرے۔

مذہب اسلام میں اگرچہ جابجا عفو و صبر و تحمل کی خوبیاں بیان کیگئی ہیں اور لوگوں کو اُسپر رغبت دلائی گئی ہے۔ مگر اُسی کے ساتھ بدلا لینے کی بھی بغیر زیادتی کے اجازت دی ہے۔ کیا یہ قانون دنیا کے پیدا کرنے والے کے قانون قدرت کے مناسب نہیں ہی؟ اور کیا اس قانون سے زیادہ عمدہ اور سچا کوئی قانون ہو سکتا ہے؟ انسان جب اخلاق کی باتوں پر گفتگو کرتا ہے تو بہت سی ایسی باتیں اور ایسے اصول بیان کرتا ہے جو کان کو اور دل کو نہایت بھلے معلوم ہوتے ہیں، اور سننے و پڑھنے والے خیال کرتے ہیں کہ یہی اصول اخلاق کے اور یہی اصول اعلےٰ درجہ کی نیکی کے ہیں، مگر درحقیقت وہ ہوائی آواز سے زیادہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ	کیا وہ (کسی اور بات کا) انتظار کرتے ہیں بجز اسکے کہ آوے اُنکے لیئے اللہ سفید بادلوں کے سایوں میں اور فرشتے اور پورا کردیا جاوے کام، اور اللہ ہی کی طرف سب کام رجوع کرتے ہیں (۲۰۶)

کچھ رتبہ نہیں رکھتے، اور جو کہ وہ اصول فطرت انسانی کے بلکہ قانون قدرت کے برخلاف ہوتے ہیں کبھی اُنپر عملدرآمد نہیں ہو سکتا۔ ایسا قانون بنانے سے جسپر کبھی عملدرآمد نہو سکے کوئی نتیجہ اور فائدہ مترتب نہیں ہوتا، بلکہ دل میں اُس قانون کی حقارت بیٹھتی ہے کہ وہ قانون قدرت کے برخلاف ہے *

کوئی کتاب دنیا میں انجیل سے زیادہ انسان کو نرم مزاج اور بردبار اور متحمل کرنے والی، اور اخلاق کو ایسی چمک سے دکھلانے والی جس سے آنکھوں میں چکا چوند آجاوے نہیں ہے۔ گو اُسکے مقولے ایسے نہیں ہیں کہ سب سے پہلے اُسی میں بیان کیئے گئے ہوں۔ بلکہ بہت سے ایسے ہیں جو اُس سے پہلے لوگوں نے بھی جنکے سرواب بُت پرست اُنکا فر گنے جاتے ہیں بیان کیئے ہیں۔ مگر ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ اُنکا لوگوں میں کیا اثر ہوا تھا *

انجیل میں لکھا ہے کہ اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اُسکے سامنے کردے۔ بلاشبہ یہ مسئلہ اخلاق کے خیال سے تو بڑا عمدہ معلوم ہوتا ہے، مگر کسی زمانہ کے لوگوں نے اسپر عمل کیا ہے؟ اگر دنیا اسپر عمل کرے تو دنیا کا کیا حال ہو؟ اسیطرح آباد رہے، اور اسیطرح لوگوں کی جان و مال امن میں رہیں انہایت دلچسپ جواب دیا جاتا ہے کہ جب سب کے سب ایسے ہی ہو جاویں تو دنیا سے شر اُٹھ جاوے۔ مگر پوچھا جاتا ہے کہ کبھی ایسا ہوا ہے؟ یا کبھی ایسا ہوگا؟ یہ سب ناشدنی باتیں ہیں جو خیال میں شدنی قرار دیکر انسان خیالی اور جھوٹی خوشی حاصل کرتا ہے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ "تو اپنے کل کے کمانے کی فکر مت کر، خدا کل کی روزی پہنچانے کی فکر کرنیوالا ہے"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ اٰیَۃٍۢ بَیِّنَۃٍ ۭ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْہُ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۰۷﴾	پوچھ بنی اسرائیل سے کہ ہمنے انکو صریح نشانیوں میں سے کسقدر دیں اور جو کوئی بدلڈالے اللہ کی نعمت کو بعد اسکے کہ اسکے پاس آچکی ہو، تو بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنیوالا ہی (۲۰۷)

"دل کو یہ مقولہ نہایت ہی پیارا اور اُس پیارے خدا پر اعتماد دلانیوالا معلوم ہوتا ہے، مگر کبھی کسی نے اسپر عمل کیا ہی؟ آیندہ کبھی اسپر عمل ہوگا؟ اگر ہم اس ناشدنی امر کو ایک لمحہ کے لیئے شدنی تصور کرکے تمام دنیا کے لوگوں کو اسی مقولہ پر عمل کرتا ہوا سمجھ لیں، تو دنیا کا کیا حال ہوگا؟ پس اُس قسم کی تمام باتیں انسان کو دھوکا دینے والی ہیں، اور قانون قدرت کے برخلاف ہونیسے خود اپنی سچائی کو مشتبہ کرتی ہیں +

عیسائی مذہب جسکی جڑ ایسی نیکی اور نرمی اور اخلاق میں لگائی گئی تھی وہ پھولا پھلا، اور سرسبز و شاداب ہوا۔ اسکو چھوڑ دو کہ وہ کس سبب سے بڑھا اور سرسبز ہوا مگر دیکھو کہ اُسنے کیا پھل پیدا کیا۔ ایک بھی نصیحت اُسکی کام نہ آئی، اور خود مذہب نے جو خونریزی اور بیرحمی اور ناانصافی، اور درندوں سے بھی زیادہ بدتر خصلت دکھلائی وہ شاید دنیا میں بےمثل ہوگی، اور جس نیکی میں اُسکی جڑ لگائی گئی تھی اُسنے کچھ پھل نہیں دیا، کیونکہ قانون قدرت کے برخلاف لگائی گئی تھی۔ جو خواہ کیا روحانی اور کیا اخلاقی اور کیا تمدنی اب ہم بعض عیسائی ملکوں میں دیکھتے ہیں کیا یہ پھل اُسی درخت کا ہی جسکی جڑ ایسی نیکی میں لگائی گئی تھی جو خلاف قانون قدرت تھی؟ حاشا وکلا، بلکہ یہ اُسکا پھل ہی کہ اُس درخت کو وہاں سے اکھاڑ کر دوسری زمین پر لگایا ہی جو قانون قدرت کی زمین ہی، اور جسقدر کہ پہلی زمین کی مٹی اُسکی جڑ میں لگی ہوئی ہے اُسیقدر اُسمیں نقصان ہے +

اس سے بھی زیادہ رحیم مذہب کا حال سنو جسنے ایک چھوٹے سے چھوٹے جانور کی جان کو بھی مارنا سخت گناہ قرار دیا ہی۔ خون کا بہانا، آدمی کا ہو یا درندے یا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَوٰةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۰۸﴾	آراستہ کیگئی ہے اُن لوگوں کیلیئے جو کافر ہوئے دنیا کی زندگی، اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں اُن لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں، اور جو لوگ پرہیزگار ہیں قیامت کے دن اُنسے بالاتر ہونگے، اور اللہ رزق دیتا ہے جسکو چاہتا ہے بے حساب (۲۰۸)

ایک پشتہ کا خدا کی صنعت کو ضایع کرنا سمجھا ہے مگر تاریخ اور زمانہ موجودہ نے اِس اصول نے جو قانون قدرت کے مخالف تھا کیا نتیجہ دیا۔ قتل وخونریزی ویسی ہی رہی اور ویسی ہی ہے جیسی کہ قانون قدرت سے ہونی چاہیئے۔ وہی جو ایک پشہ کا مارنا گناہ عظیم سمجھتے تھے ہزاروں آدمیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے تھے اور قتل کرتے ہیں۔ پس کوئی قانون گو وہ ظاہر میں کیسا ہی چمکیلا اور خوش آیند ہو جبکہ قانون قدرت کے برخلاف ہی محض نکما اور بے اثر ہے۔ اسلام میں جو خوبی ہے وہ یہی ہے کہ اُسکے تمام قانون قانون قدرت کے مطابق اور عملدرآمد کے لائق ہیں۔ رحم کی جگہہ جہانتک کہ قانون قدرت اجازت دیتا ہے رحم ہے۔ معافی کی جگہہ اُسی اصول پر معافی ہے۔ بدلے کی جگہہ اُسی کے مطابق بدلا ہے۔ لڑائی کی جگہہ اُسی کے اصول پر لڑائی ہے۔ ملاپ کی جگہہ اُسی کی بنا پر ملاپ ہے۔ اور یہی بڑی دلیل اُسکی سچائی کی اور قانون قدرت کے بنانے والے کی طرف سے ہونے کی ہے ❊

اسلام فساد اور دغا اور غدر وبغاوت کی اجازت نہیں دیتا۔ جسنے اُنکو امن دیا ہو، مسلمان ہو یا کافر، اُسکی اطاعت اور احسانمندی کی ہدایت کرتا ہے کافروں کیساتھ جو عہد واقرار ہوئے ہوں اُنکو نہایت ایمانداری سے پورا کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ خود کسی پر ملک گیری اور فتوحات حاصل کرنے کو فوج کشی اور خونریزی کی اجازت نہیں دیتا۔ کسی قوم یا ملک کو اس غرض سے کہ اُسمیں بالجبر اسلام پھیلایا جاوے حملہ کرکے مغلوب ومجبور کرنا پسند نہیں کرتا، یہانتک کہ کسی ایک شخص کو بھی اسلام

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۲۰۹

سب آدمی ایک گروہ تھے، پھر بھیجا اللہ نے نبیوں کو بشارت دینے والے اور ڈرانیوالے، اور اُنکے ساتھ برحق کتاب اُتاری تاکہ لوگوں میں اُس بات میں جسمیں وہ مختلف ہوگئے ہیں حکم دیں، اور اُسمیں اختلاف نہیں کیا اُن لوگوں نے جنکو کتاب دیگئی تھی بعد اسکے کہ اُنکے پاس نشانیاں آگئیں مگر آپس کے حسد سے پھر ہدایت کی اللہ نے اپنی مرضی سے حق بات کی اُن لوگوں کو جو اُسمیں ایمان لائے جسمیں کہ اُنھوں نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ ہدایت کرتا ہے جسکو چاہے سیدھے رستے کی (۲۰۹)

قبول کرنے پر مجبور کرنا نہیں چاہتا۔ صرف دو صورتوں میں اُسنے تلوار پکڑنے کی اجازت دی ہے۔ ایک اُسحالت میں جبکہ کافر اسلام کی عداوت سے، اور اسلام کے معدوم کرنے کی غرض سے، نہ کسی ملکی اغراض سے، مسلمانوں پر حملہ آور ہوں، کیونکہ ملکی اغراض سے جو لڑائیاں واقع ہوں، خواہ مسلمان مسلمانوں میں خواہ مسلمان وکافروں میں، وہ دنیاوی بات ہے مذہب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ دوسرے جبکہ اُس ملک یا قوم میں مسلمانوں کو اسوجہ سے کہ وہ مسلمان ہیں اُنکی جان ومال کو امن نہ ملے، اور فرائض مذہبی کے ادا کرنے کی اجازت نہو۔ مگر اُسحالت میں بھی اسلام نے کیا عمدہ طریقہ ایمانداری کا بتایا ہے کہ جو لوگ اُس ملک میں جہاں بطور رعیت کے رہتے ہوں، یا امن کا علانیہ یا ضمناً انکار کیا ہو، اور گو صرف بوجہ اسلام اُنپر ظلم ہوتا ہو تو بھی اُنکو تلوار پکڑنے کی اجازت نہیں دی۔ یا اُس ظلم کو سہیں یا ہجرت کریں، یعنی اُس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ (۲۱۰)

(اے ایمان والوں) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم داخل ہو گے جنت میں حالانکہ تم پر (ویسی مصیبت) نہیں آئی ہے جیسی کہ اُن لوگوں پر (آئی تھی) جو تم سے پہلے گذرے، انکو خوف نے پکڑا اور تکلیف نے، اور کپکپا دیئے گئے، یہانتک کہ رسول نے اور اُن لوگوں نے جو اسپر ایمان لائے تھے کہا کہ کب خدا کی مدد ہوگی، جان لو کہ بیشک اللہ کی مدد قریب ہے (۲۱۰)

ملک کو چھوڑ کر چلے جاویں۔ ہاں جو لوگ خود مختار ہیں اور اُس ملک میں امن لیئے ہوئے یا بطور رعیت کے نہیں ہیں، بلکہ دوسرے ملک کے باشندے ہیں، انکو اُن مظلوم مسلمانوں کے بچانے کو جنپر صرف اسلام کی وجہ سے ظلم ہوتا ہی، یا انکے لیئے امن اور انکے لیئے ادائے فرائض مذہبی کی آزادی حاصل کرنے کو تلوار پکڑنے کی اجازت دی ہی۔ لیکن جسوقت کوئی مُلکی یا دنیوی غرض اس لڑائی کا باعث ہو اسکو مذہب اسلام کی طرف نسبت کرنے کی کسیطرح اسلام اجازت نہیں دیتا +

یہی بات ہی جسپر اسلام نے تلوار پکڑنے کی اجازت دی ہی۔ یہی لڑائی ہی جسکے کرنے کی ترغیب دی ہے۔ یہی لڑائی ہے جسکا نام جہاد رکھا ہی۔ یہی لڑائی ہے جسکے مقتولوں کو روحانی ثواب کا وعدہ دیا ہی۔ یہی لڑائی ہے جسکے لڑنے والوں کی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔ کون کہہ سکتا ہی کہ اس قسم کی لڑائی ناانصافی اور زیادتی ہی؟ کون کہہ سکتا ہی کہ یہ لڑائی اخلاق کے برخلاف ہی؟ کون کہہ سکتا ہی کہ یہ لڑائی قانون قدرت، انسان کی فطرت کے مخالف ہی؟ کون کہہ سکتا ہی کہ اس لڑائی کا حکم خدا کی مرضی کے برخلاف ہی؟ کون کہہ سکتا ہی کہ اس حالت میں بھی لڑائی کا حکم نہوتا بلکہ دوسرا گال پھیر دینا خدا کی مرضی کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ
مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ
وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۱﴾
كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ
هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ﴿۲۱۲﴾ وَعَسٰٓى اَنْ
تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ
لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۳﴾

تجھسے پوچھتے ہیں کسطرح (اپنا مال) خرچ کریں،
تو کہدے کہ جو کچھ تم مال میں سے خرچ کرو تو ماں
باپوں اور قرابت مندوں اور مسکینوں اور
مسافروں کیلیئے (خرچ کرو) اور جو نیکی تم کرتے ہو
تو بیشک اللہ اسکا جاننے والا ہے (۲۱۱)
لکھی گئی تم پر لڑائی، اور وہ بری معلوم ہوتی
ہے تمکو (۲۱۲) اور شاید جس چیز کو تم برا جانتے
ہوا ور وہی بہتر ہو تمھارے لیئے، اور شاید
جس چیز کو تم دوست رکھتے ہو وہی بری ہو
تمھارے لیئے، اور اللہ جانتا ہی اور تم نہیں جانتے (۲۱۳)

مطابق ہوگا۔ ✤

لڑائی شروع ہونے کے بعد تلوار ہر ایک کی دوست ہوتی ہے اُسمیں بجز اسکے کہ دشمنوں کو قتل کرو، لڑائی میں بہادری کرو، دل کو مضبوط رکھو میدان میں ثابت قدم رہو، فتح کرو یا مارے جاؤ اور کچھ نہیں کہا جاتا۔ وہی قرآن نے بھی کہا ہی۔ یہ دوسری بات ہی کہ کوئی شخص اُس موقع اور محل کو جسکی نسبت قرآن میں لڑنیوالوں کے دلوں کو مضبوط کرنے کی آیتیں نازل ہوئی ہیں چھوڑ کر اُن آیتوں کو عموماً خونخواری اور خونریزی پر منسوب کرے، جیسا کہ اکثر ناوان عیسائیوں نے کیا ہے، تو یہ خود اُسکا قصور ہوگا نہ اسلام کا ✤

لڑائی میں بھی جو رحم قانون قدرت کے موافق ضرور ہی اسلام نے اُسمیں بھی فروگذاشت نہیں کیا۔ عورتوں کو، بچوں کو، بوڑھوں کو جو لڑائی میں شریک نہ ہوئے ہوں اُنکو قتل کرنے کی ممانعت کی۔ عین لڑائی میں اور صف جنگ میں جو مغلوب ہو جاوے اُسکے قتل کی اجازت نہیں دی۔ صلح کو، معاہدۂ امن کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۚ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۚ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۗ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

تجھسے پوچھتے ہیں حرمت والے مہینے میں لڑنے سے، کہدے کہ اسمیں لڑنا بڑا برا ہے، اور خدا کی راہ سے روکنا ہے اور اُسکے ساتھ کفر کرنا ہی، اور مسجد حرام سے (روکنا ہی) اور اُسکے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا بہت زیادہ بُرا ہے اللہ کے نزدیک اور فتنہ (برپا کرنا) زیادہ بُرا ہی قتل سے، اور رہتے ہمیشہ لڑے جاوینگے جبتک کہ پھیر دیں تمکو تمھارے دین سے اگر وہ کر سکیں، اور جو تم میں سے پھر جاوے اپنے دین سے پھر مر جاوے اور وہ کافر ہو، تو یہی لوگ ہیں کہ ضائع ہو جاتے ہیں اُنکے عمل دنیا میں اور آخرت میں، اور یہی لوگ آگ (میں جلنے) والے ہیں، وہ اُسی میں ہمیشہ رہینگے (۲۱۴)

قبول کرنے کی رغبت دلائی۔ باغ کو کھیتوں کو جلانے کی ممانعت کی۔ قیدیوں کو احسان رکھکر یا فدیہ لیکر چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ نہایت ظالمانہ طریقہ جو لڑائی کے قیدیوں کو عورت ہوں یا مرد غلام اور لونڈی بنا لینے کا تھا اُسکو معدوم کیا۔ اس سے زیادہ لڑائی کی حالت میں انصاف اور رحم کیا ہو سکتا ہے؟ ہاں یہ سچ ہے کہ مسلمانوں نے اسمیں سے کسی کی بھی پوری تعمیل نہیں کی، بلکہ برخلاف اسکے بے انتہا ظلم و ستم کیئے مگر جبکہ وہ اسلام کے حکم کے برخلاف تھے تو اسلام کو اُس سے داغ نہیں لگ سکتا۔

وہ بھی تو مسلمانوں ہی میں سے تھے جنھوں نے عمرؓ کو، عثمانؓ کو، علیؓ کو، حسینؓ کو ذبح کر ڈالا تھا، کعبہ کو جلایا تھا۔ پس اُنکے کردار سے اسلام کو کیا تعلق ہے ۔

مشرکین مکہ نے اُن لوگوں پر جو مسلمان ہو گئے تھے صرف اسلام کی عداوت سے اور خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے ظلم کیئے تھے اور تکلیفیں پہنچائی تھیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا
وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ
يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ
رَحِيمٌ (٢١٥) يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ
الْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَ
مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ
نَفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ
(٢١٦) قُلِ الْعَفْوَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ
اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ
(٢١٧) فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ
يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ
إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ (٢١٨) وَإِنْ
تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللَّهُ
يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ
اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (٢١٩)

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور
جہاد کیا اللہ کی راہ میں وہی لوگ امیدوار ہیں خدا
کی مہربانی کے، اور اللہ بخشنے والا ہی مہربان (۲۱۵)
تجھ سے پوچھتے ہیں شراب اور جوئے سے، کہدے
کہ اُن دونوں میں بڑا گناہ ہے، اور فائدے ہیں لوگوں
کے لیئے. اور اُنکا گناہ بڑا ہے اُنکے نفع سے، اور
پوچھتے ہیں تجھ سے کسطرح (اپنا مال) خرچ کریں (۲۱۶)
کہدے حاجت سے زیادہ کو اسیطرح اللہ بیان کرتا
ہی تمھارے لیئے نشانیاں تاکہ تم فکر کرو (۲۱۷) دنیا
اور آخرت کے کاموں میں، اور پوچھتے ہیں تجھ سے
یتیموں سے، کہدے کہ اُنکے لیئے اصلاح کرنی بہتر
ہے (۲۱۸) اور اگر تم اُنکو ملالو تو وہ تمھارے بھائی ہیں
اور اللہ جانتا ہے (یعنی تمیز کرتا ہی) فساد کرنیوالوں کو اصلاح
کرنیوالوں سے، اور اگر خدا چاہتا تو سختی میں ڈالتا تمکو،
بیشک اللہ زبردست ہی حکمت والا (۲۱۹)

قتل کے درپے تھے، یہانتک کہ ایکدفعہ مسلمانوں نے حبشہ میں جا کر پناہ لی، اور آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمان مکہ کو چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔ پھر اُنھوں نے وہاں بھی تعاقب کرنا چاہا، اور مکہ میں حج کے آنے سے روکا۔ لڑائی پر آمادہ ہوئے تب اسلام نے بھی اُنسے لڑنیکا حکم دیا۔ پس جسقدر احکام قتل مشرکین کے ہیں وہ سب اُنہی لڑنیوالوں سے متعلق ہیں۔ وہ بھی اُسیوقت تک کہ فتنہ و فساد رفع ہوجاوے جیسے کہ خود خدا نے فرمایا ہی کہ، "وقاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ"۔ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ مشرکین کا فتنہ یہ تھا کہ وہ مکہ میں مسلمانوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ﴿۲۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

اور مت نکاح میں لاؤ مشرک عورتوں کو جبتک کہ ایمان لاویں، اور البتہ مسلمان لونڈی بہتر ہے مشرک عورت سے اگرچہ وہ تمکو اچھی لگتی ہو، اور مت نکاح میں لو مشرک مردوں کو جبتک کہ ایمان لاویں، اور البتہ مسلمان غلام بہتر ہے مشرک مرد سے اور اگرچہ تمکو اچھا معلوم ہوتا ہو (۲۲۰) یہ لوگ بلاتے ہیں آگ (یعنی دوزخ) کی طرف، اور اللہ بلاتا ہے جنت اور بخشش کی طرف اپنی مرضی سے، اور بیان کرتا ہے اپنی نشانیاں لوگوں کے لیے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں (۲۲۱)

کو مارتے تھے اور ایذا دیتے تھے، تنگ ہوکر مسلمان حبشہ کو چلے گئے پھر بھی وہ برابر ایذا اور تکلیف دیتے رہے یہانتک کہ مسلمان مدینہ میں ہجرت کر گئے، اور مشرکین کی غرض ایذاؤں اور تکلیفوں سے یہ تھی کہ مسلمان اپنا اسلام چھوڑ کر پھر کافر ہو جاویں اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اسکے معنی یہ ہیں کہ کافروں سے لڑو جبتک کہ انپر غالب ہو جاؤ، تاکہ وہ تمکو تمھارے دین سے پھیرنے کے لیئے ایذا نہ دے سکیں، اور تم شرک میں نہ پڑو ✦

"یکون الدین للہ" کا فقرہ بھی انہی آیتوں کے ساتھ ہے جو مشرکین عرب کے حملہ کے دفعہ کرنے کو لڑنے کی بابت نازل ہوئی ہیں۔ اسکے یہ معنی سمجھنے کہ اتنا لڑنا چاہیئے کہ اسلام کے سوا کوئی دین نہ رہے یہ تو محض نادانی کی بات ہے جو سلف سے آجتک نہ کبھی ہوئی اور نہ ہونے کی توقع ہو سکتی ہے۔ اسکے معنے صاف صاف یہ ہیں کہ اسقدر لڑنا چاہیئے کہ اللہ کے دین کے بجالانے میں جو کافر حرج ڈالتے ہیں وہ نہ رہے، اور اللہ کے لیئے دین ہو جاوے کہ مسلمان خدا کیلیئے سکو بے ایذا کے بجالا سکیں ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۲۲۲	اور تجھ سے پوچھتے ہیں حیض سے کہدے کہ وہ نجاست ہی پس کنارہ رکھو عورتوں کو حیض کی حالت میں اور اُنسے مقاربت نہ کرو جبتک کہ پاک ہوں، پھر جب پاک ہو جاویں تو اُنکے پاس جاو جسطرح کہ خدا نے تمکو حکم کیا ہی، بیشک اللہ دوست رکھتا ہو معافی چاہنے والوں کو اور دوست رکھتا ہی ستھرائی والوں کو (۲۲۲)

(۱۹۲) (وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ) اس آیت سے حج کے احکام شروع ہوئے ہیں، مگر قبل اسکے کہ ہم اُسکی ماہیت اور اُسکے اسرار پر بحث کریں پہلے سیدھی سادی طرح سے بتا دینا چاہیئے کہ مسلمان عمرہ اور حج کیونکر کرتے ہیں، اور یہ بتانا چاہیئے کہ جو کچھ حج میں کیا جاتا ہو اُسمیں سے قرآن مجید میں کس کس چیز کا ذکر ہے ٭

حج میں اتنی چیزیں ہیں۔ احرام و نیت، طواف قدوم، سعی بین الصفا والمروہ، خروج منیٰ، وقوف مزدلفہ، منیٰ اور رمی جمار، طواف الزیارت، طواف الصدر۔ چنانچہ ہم اُن میں سے ہر ایک چیز کو علحدہ بیان کرتے ہیں

احرام اور نیت حج

احرام باندھنے کے لیئے مقامات معین ہیں جو میقات کہلاتے ہیں۔ مکے کے رہنے والوں کے لیئے خاص حرم کعبہ میقات ہی، اور مدینہ کی طرف سے آنیوالوں کو ذوالحلیفہ، اور عراق کی طرف سے آنیوالوں کے لیئے ذات عرق، اور شام کی طرف سے آنیوالوں کیلیئے جحفہ، اور نجد کی طرف سے آنیوالوں کے لیئے قرن، اور یمن کی طرف سے آنیوالوں کے لیئے جس میں ہندوستان کے جانے والے بھی داخل ہیں یلملم ٭

میقات پر پہنچکر صرف حج کی یا صرف عمرہ کی یا حج اور عمرہ دونوں کی نیت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾

عورتیں تمھاری کھیتی ہیں پھر اپنی کھیتی پاس جاؤ جسطرح تم چاہو، اور آگے بھیجو اپنے لیئے (یعنی نیکی) اور ڈرو اللہ سے اور جان لو کہ بیشک تم اُس سے ملوگے، اور خوشخبری دے ایمان والوں کو (۲۲۳) اور مت بناؤ اللہ کو آڑ اپنی قسموں کی (نیک کاموں سے) بچنے کو، اور پرہیزگاری کرو اور لوگوں میں اصلاح کرو اور اللہ سننے والا ہے جاننے والا (۲۲۴)

سے احرام باندھا جاتا ہے۔ احرام کے معنے ایسے بزرگ اور مقدس کام کے شروع کرنے کے ہیں جسکا ادب نہ توڑا جاسکے۔ احرام میں صرف ایک چادر بطور تہ بند کے باندھتے ہیں، اور ایک چادر اوڑھنے کے لیئے ہوتی ہے۔ مگر سر پر چادر نہیں اوڑھی جاتی، سر کھلا رہتا ہے۔ چادر ایک پاٹ کی ہو خواہ دو پاٹ کی سی ہوئی کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ قطع کیا ہوا کپڑا جو قینچی سے قطع کرکے سیتے ہیں پہننا منع ہے +

میقات پر پہنچکر غسل کیا جاتا ہے یا وضو، اور اُسکے بعد نیت کرکے احرام باندھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں "لبیك اللھم لبیك لاشریك لك لبیك ان الحمد والنعمة لك والملك لك لاشریك لك لبیك"۔ اور ہر نماز کے بعد یا جب اونچی جگہہ پر چڑھے یا نیچی جگہہ اُترے تو یہی جملہ کہنا چاہیئے +

زمانہ احرام میں سر کو ڈھانکنا، یا ایسا کپڑا جو قطع ہو کر سیا گیا ہو پہننا، موزہ یا جراب سے پانوں کو ڈھانکنا، شکار کھیلنا، یا دوسرے کو شکار بتانا، سر منڈانا، ناخن ترشوانے عورت کے پاس جانا منع ہے +

طواف قدوم

جب مکہ میں پہنچے اور حرم کعبہ دکھائی دے تو کہے "اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾	نہیں پکڑیگا اللہ تمکو تمہاری لغو قسموں میں ولیکن تمکو پکڑیگا اس چیز میں کہ کمائی ہے تمہاری دلوں نے، اور اللہ بخشنے والا ہے بردبار (۲۲۵) اُن لوگوں کیلئے جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں (کے پاس جانے) سے توقف کرنا ہے چار مہینے پھر اگر وہ پھر جاویں (اپنی قسم سے) تو بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان (۲۲۶)

اللہ اکبر واللہ اکبر وللہ الحمد"

جب حرم کے اندر جائے حجراسود کے سامنے کھڑا ہو اگر ممکن ہو تو اسکو بوسہ دے ورنہ ہاتھ سے بوسہ لینے کا اشارہ ہی کرلے، اور کعبہ کے گرد گھومنا شروع کرے، اور جب حجراسود کے سامنے آوے یا اسکا بوسہ لے یا اسیطرح سے اشارہ کرے۔ سات مرتبہ گھومے اور کوئی دعا جو اسکا جی چاہے پڑھتا رہے اور اس گھومنے میں تیز مونڈھے ہلاکر چلے۔ سات دفعہ گھومنے کے بعد جسکو طواف کہتے ہیں مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھے۔

سعی بین الصفا والمروہ

اُسی دن طواف کے بعد صفا و مروہ میں جو نہایت چھوٹے چھوٹے پہاڑ ہیں سات دفعہ پھرے۔ صفا کی پہاڑی پر چڑھے اور کعبہ کی طرف منہ کرکے کہے،،

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد اللّٰھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم انک حمید مجید،، اسکے بعد جو دعا چاہے مانگے، اور صفا پر سے اُتر کر مروہ کو جاوے بیچ رستے میں دو نشان بنے ہوئے ہیں اُن نشانوں کے بیچ میں دوڑ کر چلے۔ جب مروہ پر چڑھے تو کعبہ کی طرف منہ کرکے وہی تمام جملہ جو صفا پر پڑھا تھا پڑھے۔ یہ ایک دوڑ ہوئی جسکو ایک شوط کہتے ہیں۔ اسیطرح سات دفعہ کرے۔ ساتویں دوڑ مروہ پر ختم ہوگی۔

اگر احرام باندھتے وقت صرف عمرہ کی نیت کی ہے، تو عمرہ ختم ہولیا۔ احرام

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ
سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقَاتُ
يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ
وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ
اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ
أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ
أَرَادُوا إِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ
الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ
وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ
وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۲۸﴾

اور اگر انھوں نے طلاق دینے کا ارادہ کیا ہو تو
بیشک اللہ سننے والا ہے اور جاننے والا (۲۲۷)
اور جن عورتوں کو کہ طلاق دیگئی ہو ٹھہری
رہیں اپنے آپ تین معتاد تک اور نہیں روا ہے
انکو کہ چھپاویں جو کچھ کہ پیدا کیا ہے اللہ نے انکے پیٹ
میں اگر ہیں ایمان لانیوالی اللہ اور اخیر دن پر اور انکے
خاوند زیادہ حقدار ہیں انکے پھیر لینے کے اسمیں
(یعنی اپنے نکاح میں) اگر وہ اصلاح چاہیں اور
عورتوں کیلیئے بھی (مردوں پر) اُسی کی مانند
(حق) ہے جیسا کہ (مردوں کا) اُنپر ہے ساتھ نکوئی
کے اور مردوں کیلیئے اُنپر (اس معاملہ میں) فضیلت
ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا (۲۲۸)

کھولدے، اور پھر آٹھویں ذیحجہ کو حرم کے اندر جا کر حج کا احرام باندھے۔ اور اگر حج اور عمرہ دونوں کی اکٹھی نیت کی ہو، یا صرف حج کی نیت کی ہو تو بدستور احرام باندھے رکھے ؛

خروج منیٰ

جو لوگ عمرہ ادا کر کے احرام سے خارج ہو گئے ہیں انکو چاہیئے کہ حرم میں جا کر صبح کی نماز پڑھیں اور حج کا احرام باندھیں اور منیٰ کو روانہ ہوں، اور جن لوگوں نے احرام نہیں کھولا وہ صبح کی نماز کے بعد منیٰ کو روانہ ہوں۔ رات کو منیٰ میں رہیں نویں تاریخ صبح کی نماز کے بعد علی الصباح عرفات کے میدان میں جا دیں، اور غروب آفتاب تک اُسیں رہیں، اور جو دعائیں چاہیں مانگتے رہیں، وہاں امام اونٹنی پر چڑھکر خطبہ پڑھتا ہے، اور لوگوں کو نیکی اور خدا پرستی کی نصیحت کرتا ہے، اور ہزاروں لوگ اُسکے گرد کھڑے ہو کر سنتے ہیں اور جو نہیں سن سکتے وہ اپنی

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ
أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ
أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا
إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ
فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ
بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ
فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ
يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الظَّالِمُونَ ﴿۲۲۹﴾

طلاق (رجعی) دو دفعہ دینی ہے پھر یا تو نیکی سے روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور نہیں حلال ہے تمکو کہ لو اسچیز میں سے جو کچھ تمنے انکو دیا ہے کچھ بھی۔ مگر جبکہ اس بات سے دونوں ڈریں کہ دونوں نہیں قائم رکھ سکنے کے حدیں اللہ کی۔ پھر اگر تم ڈرو کہ دونوں نہیں قائم رکھینگے اللہ کی حدوں کو تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں ہے اسچیز میں کہ عورت اسکو اپنے بدلے دے۔ یہ ہیں اللہ کی حدیں پھر انسے تجاوز مت کرو اور جسنے تجاوز کیا اللہ کی حدوں سے پھر یہی لوگ ہیں جو ظالم ہیں (۲۲۹)

ہی جگہ دعا وغیرہ پڑھتے ہیں ؂

وقوف مزدلفہ

مغرب کی نماز کے بعد اُس میدان سے لوگ روانہ ہوتے ہیں، اور مزدلفہ کے میدان میں آکر رات بسر کرتے ہیں ؂

منٰی اور رمی جمار

دسویں ذیحجہ کو مزدلفہ سے چلکر منٰی میں پہنچتے ہیں، منٰی کے میدان میں تین ستون بطور نشان کے بنے ہوئے ہیں۔ ہر ایک ستون پر سات کنکریاں ایک ایک کرکے مارتے ہیں، اور ہر کنکری کے مارنیکے وقت یہ پڑھتے ہیں "اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد،، ؂

جب تینوں ستونوں پر کنکریاں مار لیں تو ہر بلندی و پستی پر اور نماز کے بعد جو لبیک کہتا تھا وہ کہنا موقوف کردے، اور جمرۃ العقبہ کے پاس ایک چھوٹی سی پہاڑی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنۡ ظَنَّاۤ اَنۡ يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۳۰﴾	پھر اگر عورت کو طلاق دیدی (یعنی تیسری بار) تو اُسکے بعد اُسکو حلال نہیں ہو جبتک کہ نکاح کرے اُسکے سوا دوسرے شوہر سے پھر اگر وہ اسکو طلاق دیدے تو اُن دونوں پر کچھ گناہ نہیں ہو پھر کر نکاح کر لینے میں اگر گمان کریں کہ دونوں قائم رکھینگے حدیں اللہ کی اور یہ اللہ کی حدیں ہیں بیان کرتا ہو اُنکو اُس گروہ کیلیئے کہ جانتے ہیں (یعنی اُس گروہ کیلیئے جو جاننے کے قابل ہیں نہ غیر مکلفین کیلیئے جو مجنون یا نابالغ ہیں) (۲۴)

ہو وہاں قربانی کرے، اور سر منڈوالئے یا بال کتروا ڈالے اور احرام کھولدے اور کپڑے پہن لے، مگر عورت کے پاس جانے کی ابتک جازت نہیں۔ گیارھویں اور بارھویں کو بدستور منٰی میں رہے، اور دونوں دن بھی اُن تینوں ستونوں کو سات سات کنکریاں اُسیطرح مارے جسطرح کہ دسویں تاریخکو ماری تھیں +

طواف الزیارت

انہی تاریخوں میں یعنی دسویں یا گیارھویں یا بارھویں کو قربانی کے بعد منٰی سے حرم میں آوے اور خانہ کعبہ کا طواف اُسیطرح کرے جسطرح اوپر بیان ہوا، اور پھر منٰی میں چلا جاوے۔ بعد اُسکے اپنے کام میں لگے اور جو چاہے سو کرے +

اگر کسی نے طواف قدوم کے بعد سعی بین الصفا والمروہ نہ کی ہو تو اُسکو اس طواف کے بعد کر لینی چاہیئے +

طواف الصدر

جو لوگ اور ملکوں سے حج کرنیکو آتے ہیں، اور حج کے بعد واپس جانا چاہتے ہیں تو اُنکو صرف طواف کرکے روانہ ہونا چاہیئے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوْآ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾

اور جبکہ تمنے عورتوں کو طلاق دی پھر وہ پہنچ گئیں اپنی میعاد کو پھر یا تو روک لو انکو ساتھ نیکی کے یا چھوڑ دو انکو ساتھ نیکی کے اور مت روکو انکو ضرر پہنچانے کو تاکہ اُنپر زیادتی کرو اور جو کوئی ایسا کریگا تو بیشک اُسنے اپنے اوپر آپ ظلم کیا، اور مت ٹھیراؤ اللہ کی نشانیوں کو تمسخر اور یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو جو تمپر ہیں اور اُسچیز کو یاد کرو جو اُتاری ہی تمپر کتاب اور حکمت سے اور نصیحت کرتا ہے تمکو اُس سے اور ڈرو اللہ سے اور جان لو کہ بیشک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (۲۳۱)

اقسام حج

حج تین قسم ہے۔ افراد، قران، تمتع۔ اگر صرف حج کی نیت سے احرام باندھا ہی اُسکا نام تو حج افراد ہی۔ اور اگر حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھا ہی اُسکا نام قران ہے۔ اور اگر صرف عمرہ کی نیت سے، اور عمرہ کے بعد پھر حج کی نیت سے احرام باندھا ہے تو حج تمتع ہے ٭

حج افراد اور تمتع کی تو بالکل وہی صورت ہی جو بیان ہوئی۔ الا حج قران میں اسقدر فرق ہے کہ طواف قدوم اور سعی بین الصفا والمروہ دو دفعہ کرنی لازم ہے ٭

ارکان حج جو قرآن مجید میں مذکور ہیں

میقات کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہی۔ غالبًا جو لوگ باہر سے کعبہ کی زیارت کو یا حج کو آتے تھے، اور جب قریب پہنچتے تھے تو حج کی نیت سے ایسی باتوں کے کرنے سے جنکو تقدس اور ادب کے برخلاف سمجھتے تھے اجتناب کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ مقامات بطور میقات قرار پا گئے، اور زمانہ کے گذرنے پر اُنہی مقامات سے مسافروں کا احرام

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۲۳۲﴾

اور جب تمنے عورتوں کو طلاق دیدی اور انھوں نے اپنی مدت پوری کردی تو انکو اپنے خاوندوں سے جبکہ وہ نیکی سے آپسمیں راضی ہوجاویں نکاح کرنیسے منع مت کرو۔ اس بات سے اُس شخص کو کہ جو تم میں سے خدا پر اور اخیر دن پر ایمان لایا ہو نصیحت کیجاتی ہے یہ بات تمھارے لیئے پاکیزہ اور پاک ہو اور اللہ جانتا ہو اور تم نہیں جانتے (۲۳۲)

میں داخل ہونا ایک امر لازمی اور ضروری قرار دیا گیا۔ اگر کوئی شخص بلا ارادہ حج اور بغیر باندھے احرام کے میقات پر مکہ میں چلا جاوے، اور مکہ میں پہنچنے کے بعد حج کا ارادہ کرے اور احرام باندھے، تو اُسکے حج میں بھی کوئی نقص نہیں ہونیکا۔ احرام کے وقت تہ بند باندھنے اور بغیر قطع کیا ہوا کپڑا پہننے کا بھی قرآن مجید میں ذکر نہیں ہی۔ مگر اسمیں کچھ شک نہیں کہ اُسکا رواج زمانہ جاہلیت سے برابر چلا آتا تھا، اور اسلام میں بھی قائم رہا۔ یہ پوشاک حج کے دنوں میں پہنی جاتی ہی ابراہیمی زمانہ کی پوشاک ہی۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں دنیا نے سویلزیشن میں جو تمدنی امور سے علاقہ رکھتی ہی کچھ ترقی نہیں کی تھی۔ وہ قطع کیا ہوا کپڑا بنانا نہیں جانتے تھے۔ اس زمانہ کی پوشاک یہی تھی کہ ایک تہ بند باندھ لیا۔ کسی کو اگر کچھ زیادہ میسر ہوا تو ایک ٹکڑا کپڑے کا بطور چادر کے اوڑھ لیا۔ سر کو ڈھانکنا، اور قطع کیا ہوا کپڑا پہننا کسی کو نہیں معلوم تھا۔ حج جو اُس بڑھے خدا پرست کی عبادت کی یادگاری میں قائم ہوا تھا جسنے بہت سوچ بچار کر کہا تھا "انی وجھت وجھی للذی فطر السماوات والارض حنیفا وما انا من المشرکین"، تو اس عبادت کو اُسی طرح اور اُسی لباس میں ادا کرنا قرار پایا تھا جسطرح اور جس لباس

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ
حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن
يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ
رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ
لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا
لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا
مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى
الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ فَإِنْ
أَرَادَا فِصَالًا عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا
وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ
أَرَدتُّمْ أَن تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّا
آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَ
اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ ۲۳۳

اور بچے والیاں اپنے بچہ کو پوری دو برس دودھ
پلاویں۔ یہ اُسکے لیئے ہی جو دودھ پلانے کی
مدت کو پورا کرنا چاہے اور جس شخص کا بچا ہے
اُسپر نیکی کے ساتھ اُنکا کھانا اور اُنکا کپڑا دینا ہی
کوئی شخص تکلیف نہیں دیجاتا مگر بقدر اُسکی
طاقت کے نہ ضرر میں ڈالی جاوے کوئی ماں
بسبب اُسکے بچے کے اور نہ وہ جسکا بچا ہی بسبب
اُسکے بچے کے اور وارث پر بھی اُسی کی مانند ہے
پھر اگر دونوں دودھ چھڑانے کا آپسکی رضامندی
و مشورہ سے ارادہ کریں تو اُنپر کچھ گناہ نہیں ہے
اور اگر تم اپنی اولاد کو داییوں سے دودھ پلوا
لینا چاہو تو تمپر کچھ گناہ نہیں ہی جبکہ حوالہ کردو
جو کچھ تمنے دینا کیا ہو نیکی سے اور ڈرو اللہ سے
اور جان لو کہ بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو
اُسکو دیکھتا ہی (۲۳۳)

میں اُسنے کی تھی۔ محمد رسول اللہ نے شروع سویلزیشن کے زمانہ میں بھی اُسی
وحشیانہ صورت اور وحشیانہ لباس کو ہمارے بڈھے دادا کی عبادت کی یادگاری میں قائم رکھا
احرام میں داخل ہونے اور حج کی نیت یعنی حج کے قصد کرنیکا قرآن مجید کے
اُن لفظوں سے کہ ،، فمن فرض فیھن الحج ،، پایا جاتا ہے +
احرام کے دنوں میں جنگل کے جانوروں کے شکار کی ممانعت بھی قرآن سے پائی
جاتی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہی ،، یا ایھا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم۔ احل
لکم صید البحر وطعامہ متاعا لکم وللسیارۃ وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما۔ +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا
بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ
فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

اور جو لوگ تم میں سے مرجادیں اور
بیویاں چھوڑیں تو انکو خود چار مہینے اور
دس دن انتظار کرنا چاہیئے پھر جب وہ اپنی
میعاد کو پہنچ جائیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے
اُس بات میں جو وہ اپنے لیئے نیکی سے کرنا
چاہیں اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اُس سے خبردار
ہے (۲۳۴)

احرام کے دنوں میں لڑائی اور فساد اور عورت کے پاس جانے کی ممانعت بھی قرآن کی اس آیت سے پائی جاتی ہو، "فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ" ؛

احرام اور ارکان کے ختم ہونے تک سر منڈانے کی ممانعت کا بھی اشارہ اس آیت سے نکلتا ہی، "وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ" ؛

طواف کا اور اُسمیں ذکر اللہ کرنے کا اشارہ بھی قرآن سے پایا جاتا ہے جیسا کہ ان آیتوں میں ہی، "وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ" ؛ "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ" ۔ مگر سات دفعہ پھرنیکا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ غالبًا ایام جاہلیت سے برابر چلا آتا ہے ؛

سعی بین الصفا والمروہ جسطرح ایام جاہلیت میں لوگ کرتے تھے، اُسیطرح اب بھی کرتے ہیں اسکا بھی اشارہ قرآن میں موجود ہے جہاں فرمایا ہی، "اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا"

عرفات میں جانے کا بھی قرآن کی اس آیت سے اشارہ پایا جاتا ہی "فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ" ؛

مزدلفہ میں رہنے اور منیٰ میں ایام تشریق میں ٹھہرنیکا بھی اشارہ ان آیتوں سے پایا جاتا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿۲۳۵﴾	اور تم پر گناہ نہیں ہو اس بات میں کہ اشارتاً تم نے عورتوں سے پیغام نکاح کیا ہو یا تم نے اپنے دل میں اسکو پوشیدہ رکھا ہو اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم انکو یاد کرو گے و لیکن انسے خفیہ وعدہ مت کرلو بجز اسکے کہ کہو کوئی بات نیک (۲۳۵)

"ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ" "وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ" ✦

قربانی حج میں کیجاتی ہے اسکا ذکر بھی قرآن میں ہے۔ وہ قربانی تین طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو جانور کو ساتھ لیکر جاتے ہیں اس ارادے کہ مکہ میں جا کر ذبح کرینگے اسکا ذکر تو اس آیت میں ہے "وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ" ✦

دوسری قسم قربانی کی وہ ہے جو حج تمتع میں کیجاتی ہے اور اسکا ذکر اس آیت میں ہے "فَإِذَا أَمِنتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ" ✦

تیسری قربانی عام طور پر حج کے بعد ہے، اور اسکا ذکر اس آیت میں ہے "وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ"

حجر اسود اور رمی جمار کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ حجر اسود کعبہ کے ایک کونے میں لگایا گیا تھا، اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ طواف کی تعداد معلوم رہے۔ اسی کونے سے طواف شروع ہوتا ہے اور اسی مقام پر ختم ہوتا ہے، اور حجر اسود کو چھو لیا جاتا ہے، یا بوسہ دیا جاتا ہے، یا اسکی طرف اشارہ کر لیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو کہ ایک طواف ختم ہوا۔ رمی جمار کی کوئی ٹھیک وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ تمام ارکان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (۲۳۶)	اور مت قصد کرو عقد نکاح کا جبتک کہ پہنچے میعاد معینہ اپنی مدت کو اور جان لو کہ بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ تمہارے دلوں میں ہے پس اُس سے ڈرو اور جان لو کہ بیشک اللہ بخشنے والا ہے بردبار (۲۳۶)

حج اسلام میں وہی بحال رہے ہیں جو زمانۂ جاہلیت میں تھے، اور اسلیئے کہا جا سکتا ہے کہ وہی رسم رمی جمار کی جو زمانۂ جاہلیت میں تھی اسلام میں بھی مثل دیگر ارکان حج کے عملدرآمد رہے ؛

حج کی حقیقت

جبکہ حضرت اسمٰعیل ؑ مکہ میں آباد ہوئے، اور ابراہیم ؑ اور اسمٰعیل ؑ نے کعبہ کو بنایا، تو اونکو میں جو گردونواح میں خانہ بدوش پھرتی تھیں وہاں آکر آباد ہوئیں اور جیسا کہ دستور ہے اُس مقدس مسجد کی زیارت کو لوگ آنے لگے۔ وہاں کوئی زیارت کی چیز بجز بے چھت کی مسجد کی دیواروں کے اور کچھ نہ تھی جو کچھ زیارت تھی وہ یہی تھی کہ لوگ جمع ہو کر اُس زمانۂ قدیم کے وحشیانہ طریقہ پر خدا کی عبادت کرتے تھے ننگے سر تہبند بندھا ہوا ننگے دھڑنگ اُن دیواروں کے گرد جو خدا کے گھر کے نام سے بنائی گئی تھیں اُچھلتے اور کودتے اور حلقہ باندھکر چو گرد پھرتے تھے جسکا اب ہم نے طواف نام رکھا ہے حضرت ابراہیم ؑ نے بغرض آبادی مکہ اور ترقی تجارت یہ بات چاہی کہ لوگوں کے آنے اور زیارت کرنے اور اُس مقام پر عبادت معبود کے بجا لانے کیلیئے ایام خاص مقرر کیئے جاویں، تاکہ لوگوں کے متفرق آنے کے بدلے موسم خاص میں مجمع کثیر ہوا کرے، اور سب ملکر خدا کی عبادت بجا لاویں، اور مکہ کی آبادی اور تجارت کو ترقی ہو، اس امر کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے، جہاں حضرت ابراہیم ؑ کو کہا ہے کہ حج کو لوگوں میں مشہور کر دے تیرے پاس پیدل اور

اذ بوأنا لابراھیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا وطھر بیتی للطائفین والعٰکفین والرکع

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۲۳۶

تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اگر تم عورتوں کو طلاق دو اس وقت کہ انکو چھوا بھی نہیں ہے یا انکے لیے تم نے کوئی مقدار (یعنی مقدار مہر) مقرر بھی نہیں کی ہے اور انکو کچھ دو مقدور والے پر نیکی سے دینا ہے اپنے مقدور کے موافق اور تنگدست پر اپنے مقدور کے موافق (یا ایک طرح کا) حق ہے نیک لوگوں پر (۲۳۶)

السجود واذن فی الناس
یاتوک رجالا وعلی کل ضامر
یاتین من کل فج عمیق
لیشہدوا منافع لھم
(سورہ حج)

"و بڑی اونٹنیوں پر سوار ہو کر ہر ایک دور دراز رستے سے لوگ آوینگے، تاکہ اپنے فائدوں کیلیئے موجود ہوں"، تفسیر ابن عباس میں "لیشہدوا منافع لھم" کی تفسیر میں لکھا ہے "معنا فع الدنیا والآخرۃ ومنافع الآخرۃ بالدعاء والعبادۃ ومنافع الدنیا بالربح والتجارۃ" یعنی منافع سے دنیا و آخرت دونوں کے منافع مراد ہیں۔ آخرت کا منافع دعا مانگنے اور عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور دنیا کا منافع فائدہ اٹھانے اور تجارت سے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس رسم کو انہی اغراض کیلیئے جاری رکھا جس غرض سے کہ حضرت ابراہیمؑ نے مقرر کی تھی، جسکا اشارہ اس آیت میں ہے "لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم" یعنی حج کے دنوں میں اگر تم تجارت سے روزی کمانے کی تلاش کرو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ پس یہ سمجھنا کہ بانیٔ اسلام نے کعبہ شریف کو مثل بت پتھر کے قرار دیا تھا کہ جسنے اسکو چھوا وہ سونا ہو گیا یہ ایک غلط خیال ہے۔ ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ کی بنائی ہوئی مسجد میں لوگ نماز پڑھنے کو آتے تھے اور ابراہیمی طریقہ پر نماز پڑھتے تھے۔ جو سختی اور اضطراب کہ اسمعیلؑ اور اسکی ماں ہاجرہ پر صفا و مروہ کے مقام پر پانی کی تلاش میں گذرا تھا، اور اس بیقراری کی حالت میں جسطرح اُسنے اپنے خدا کو یاد کیا تھا اور دعا مانگی تھی، اسکی یادگاری میں وہی حالت اپنے پر طاری کرتے ہیں، اور خدا کی عبادت کا اپنے دل میں جوش پیدا کرتے ہیں۔ موسم حج کا صرف تجارت کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (۲۳۸)

اور اگر تمنے اُنکو طلاق دی ہو قبل اسکے کہ اُنکو چھوا ہو اور تمنے اُنکے لیئے مقدار (یعنی مقدار مہر) ٹھہرا لی ہو تو جو تمنے مقرر کیا ہو اُسکا نصف (دینا چاہیئے) مگر یہ کہ وہ معاف کردیں یا وہ شخص معاف کرے جسکے اختیار میں نکاح باندھنا تھا اور تمھارا معاف کرنا زیادہ تر قریب ہے پرہیزگاری کیلیئے اور مت بھولو آپس کے احسان کو بیشک اللہ تعالیٰ اسکو جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے (۲۳۸)

نظر سے مقرر کیا گیا تھا تاکہ قوم اُس سے فائدہ اُٹھاوے ۔ اور اِن ایام میں عرب کی قومیں قافلوں کے لوٹنے اور آپس میں لڑائی جھگڑوں سے باز رہیں +

وہی تمام طریقے جو حج کی نسبت ابراہیم ع کے وقت سے چلے آتے تھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قائم رکھے ۔ اسمیں دنیاوی منفعت کے سوائے روحانی بھی بہت بڑی بہت ہی ۔ اول اُس بزرگ کی سالانہ یادگاری ہی جو دنیا کی قوموں کے لیئے ۔ اور خدائے واحد کا نام دنیا میں پھیلانے اور فطرت اللہ یا دین اللہ کو تمام دنیا میں شایع کرنیکا باعث ہوا ۔ ایسے بزرگوں کی یادگاری قائم رکھنا ۔ اور اُنکے پرانے تاریخی واقعات کو زندہ کرنا اُنکے دائمی احسانوں کا اعتراف کرنا ہی ۔ اور اسبات کا ہمیشہ یاد رکھنا ہی کہ خدا نے کسطرح انسان تک اپنی برکت اور اپنا فضل پہنچایا تھا ۔ یہ یادگاری آیندہ اُنھی نیکیوں اور فوائد کے جاری رکھنے میں بہت بڑی مددگار ہوتی ہے ۔ اور انسان کے دل کو نرم اور نیکیوں کی طرف راغب رکھتی ہی ۔ ہمت بندھتی ہی ۔ دل اور روحانی قوت نیکیاں کرنے پر تازہ ہوجاتی ہی ۔ دوسرے تمام ارکان حج میں بجز ابراہیمی طریقہ کی نماز اور دعا اور خدا کی عبادت کے اور کچھ نہیں ہی ۔ اور جبکہ وہ ایسے مقام پر یکجا ہی جسکے تاریخی واقعات صرف خیال ہی سے دل پر بہت بڑا اثر

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَوٰةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ ﴿۲۳۹﴾ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۲۴۰﴾	حفاظت کرو نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور خدا کیلئے کھڑے ہو عاجزی کرنیوالے (۲۳۹) پھر اگر تمکو ڈر ہو تو پیادہ پا چلتے ہوئے یا سواری پر چلتے ہوئے (نماز پڑھ لو) پھر جب تمکو امن ہو تو یاد کرو اللہ کو جسطرح کہ تمکو سکھائی ہے وہ چیز کہ تم نہیں جانتے تھے (۲۴۰)

پیدا کرتے ہیں، اور جبکہ وہ ایک بہت بڑے جم غفیر کے ساتھ ادا کیجاتی ہے جو دور دراز رستوں اور مختلف ملکوں سے آکر خدا کی عبادت کیلئے جمع ہوئے ہیں، تو صرف اُس ہیئت مجموعی ہی سے جو اثر دل پر اور انسان کی روح پر پڑتا ہے وہ کسی اور طرح ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ایک عملی طریقہ روحانی تربیت کا ہے جسکی مثل کوئی دوسرا طریقہ دنیا میں نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ چند روز کیلئے اُس وحشیانہ حالت میں زندگی بسر کرنی جو اُس بڈھے دادا کے زمانہ میں تھی بہت قوی اثر خدا کی محبت کا دل میں پیدا کرتی ہے۔ سویلیزیشن کے زمانہ میں جبکہ نیک دلی اور سچائی اور خدا پرستی اور خدا کے احسانات کی یادگاری میں وہی وحشیانہ سوانگ بھرا جاوے تو اُسکا نہایت قوی اثر دل پر ہوتا ہے، خصوصًا جبکہ وہ ایک گروہ کثیر کے مجمع کے ساتھ ہو اور مجمع کا مجمع ایک شخص یا ایک ذات پاک کی یادگاری میں دیوانہ وار مستغرق ہو۔ انسویلیزڈ زندگی بھی ایک طرح پر نہایت عمدہ ہوتی ہے، اور دل کی سادگی اور بیگناہ زندگی کے سبب سے تقدس کی طرف زیادہ میلان رکھتی ہے، اور خیالات کو بن سمجھے خدا کی طرف زیادہ رجوع کرتی ہے بے سمجھا یقین دل پر بہت بڑا اثر رکھتا ہے اُسکے بعد شک کا دور دورہ آتا ہے جبتک کہ وہ مٹ نجاوے اور سمجھنے کے بعد دل پر یقین کا تسلط نہو۔ پس اُس پاک خدا کی چند روزہ عبادت کیلئے اُسی مقدس زندگی کو اختیار کرنا روحانی تربیت کیلئے نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔

حقیقت حج کی ہماری سمجھ میں یہ ہے جو ہمنے بیان کی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۲۴۰	اور جو لوگ تم میں سے مر جاویں اور بیویاں چھوڑیں وصیت کریں اپنی بیویوں کیلئے ایک برس تک کچھ دینے کی بغیر نکال دینے کے پھر اگر وہ نکل جاویں تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اس بات میں کہ وہ کریں جو کچھ کہ انکے دل میں ہے نیکی سے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا (۲۴۰)

پتھر کے بنے ہوئے چھوٹے گھر میں ایک ایسی متعدی برکت ہے کہ جہاں سات دفعہ اُسکے گرد پھرے اور بہشت میں چلے گئے یہ انکی خام خیالی ہے۔ کوئی چیز سوائے خدا کے مقدس نہیں ہے۔ اُسی کا نام مقدس ہے، اور اُسی کا نام مقدس رہیگا۔ اُس چھوٹے گھر کے گرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے اُسکے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں۔ وہ تو کبھی حاجی نہیں ہوئے۔ پھر دو پاؤں کے جانور کو اُسکے گرد پھر لینے سے ہم کیونکر حاجی جانیں ہاں جو حقیقتاً حج کرے وہ حاجی ہے ✚

اس بیان سے حج کے ارکان کی بھی حقیقت بخوبی واضح ہوئی ہوگی۔ احرام باندھنا ابراہیمی زمانہ کی صورت کا بنانا ہے۔ طواف کرنا کعبہ کی دیواروں کے گرد صدقے ہونا نہیں ہے، بلکہ درحقیقت وہ اُس طریقہ پر نماز ہے جو ابراہیمی زمانہ میں اُس چھوٹے گھر کے گرد پڑھی جاتی تھی۔ صفا و مروہ میں سعی کرنا اسمٰعیل اور ہاجرہ کے استقلال اور خدا پر کامل یقین کو یاد کرنا ہے، کہ اُس اضطرار اور اضطراب کی حالت میں بھی جو پانی کی تلاش میں وہاں اُن پر گذری تھی اُنھوں نے نہیں چھوڑا تھا اور ایسی حالت میں بھی خدا ہی پر اُنھوں نے بھروسہ کیا۔ پس اُس یقین کو یاد کر کے اپنے دل کو خدا کی محبت میں زیادہ ترقی دینی ہے ✚

حج میں قربانی کی کوئی مذہبی اصل قرآن مجید سے نہیں پائی جاتی۔ مکہ ایک بیابان غیر ذی زرع تھا۔ اِسقدر لوگوں کے جمع ہونے سے خوراک کا میسر آنا مشکل تھا۔ اسلیئے اکثر لوگ خوراک کیلیئے جانور اپنے ساتھ لیجاتے تھے جو بُدن اور قلائد کے نام سے مشہور تھے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور طلاق دی ہوئی عورتوں کیلیے نیکی سے کچھ دینا حق ہی پرہیزگاروں پر (۲۴۲)	وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (۲۴۲)
اسیطرح بیان کرتا ہی اللہ تمھارے لیے اپنی نشانیاں تاکہ تم سمجھو (۲۴۳)	كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۲۴۳)

اور جو نہ لیجاتے تھے وہ مکہ میں خریدتے تھے، انکو ذبح کرکے خود بھی کھاتے تھے اور لوگوں کو بھی کھلاتے تھے حج میں صرف یہی اصل قربانی کی قرآن مجید سے پائی جاتی ہی جہاں خدا نے فرمایا ہی "فکلوا منہا واطعموا البائس الفقیر" - "لکم فیہا منافع الی اجل مسمی ثم محلہا الی البیت العتیق" - "والبدن جعلناها لکم من شعائر اللہ لکم فیہا خیر فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف فاذا وجبت جنوبہا فکلوا منہا واطعموا القانع والمعتر" وہاں پر نہ کوئی دیوتا ہی نہ دیبی ہی نہ پہاڑ پر کوئی چیز ہی جسپر بکرا یا مینڈھا یا اونٹ چڑھایا جاوے - نہ خدا کو اسکی بو خوش آتی ہی نہ انکا خون پیتا ہی نہ انکی جان لینے سے خوش ہوتا ہی - بلکہ وہ تو صرف نیکی اور بھلائی چاہتا ہی جیسیکہ خود اسنے کہا ہی "لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءہا ولکن ینالہ التقوی منکم" - پس اس زمانہ میں حج کے دنوں میں حاجت سے زیادہ قربانی کی رسم ہی اور لاکھوں جانور ذبح کرکے جنگل میں ڈالتے ہیں، جنکو گیدڑ اور کوّے بھی نہیں کھاتے اسکا کچھ بھی نشان مذہب اسلام میں نہیں ہی - خدا نے حج ادا کرنے کی زیادہ سختی انسان پر نہیں کی، اور ہر شخص کی استطاعت پر اسکو منحصر کیا ہی، جو نہایت وسیع معنی رکھتا ہی، وہ بھی تمام عمر میں ایک دفعہ اگر ہو سکے +

۲۲۷ (وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ) اسلام کے مخالفین نے ضد سے یا کج بحثی و ناسمجھی سے جو الزام اسلام پر لگائے ہیں انمیں سے طلاق کا بھی ایک مسئلہ ہی - یہودی تو یہ الزام لگا نہیں سکتے کیونکہ موسیٰ نے تو یہ حکم دیا ہی کہ جب کوئی طلاق دینی چاہے تو طلاق نامہ لکھدے - بعض بت پرست قومیں جنکے ہاں طلاق نہیں ہی اور کسیقدر عیسائی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِهِمۡ وَهُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوۡتُوۡا ثُمَّ اَحۡيَاهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۲۴۴﴾	کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا (یعنی اُنکا حال نہیں جانا) جو نکل بھاگے اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے اور وہ ہزاروں تھے پھر اُنسے کہا اللہ نے † مر دتم (یعنی بسبب موت کے ڈر کے یا اپنی نامردی کے اور لڑنے کے ڈر سے) پھر جلایا اُنکو (یعنی اُنکے دل میں شجاعت اور ارادہ جنگ پیدا کیا) بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر البتہ فضل کرنیوالا ہے ولیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے (۲۴۴)

جنکے ہاں بجز زنا کے اور کسی حالت میں طلاق جائز نہیں اس مسئلہ پر الزام دیکتے ہیں، الزام کی بنا یہ ہے کہ یہ مسئلہ رحم و محبت و ہمدردی کے برخلاف ہے، جان ملٹن نے اس سے اختلاف کیا ہے اور نہایت عمدہ دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ جب شوہر و زوجہ میں ایسی ناموافقت ہو جاوے جو تمدن و حسن معاشرت کے منافی ہو تو انجیل کے احکام کے رو سے طلاق ناجائز نہیں ہے ✤

بہرحال اسوقت تین شریعتیں طلاق کے معاملہ میں ہمارے سامنے موجود ہیں اول یہودیوں کی جسمیں بغیر کسی سبب قوی کے مرد کو طلاق دینا جائز قرار دیا گیا ہے اور ایسا کرنے میں کوئی گناہ یا الزام مرد پر عائد نہیں کیا گیا۔ بلاشبہ یہ شریعت ایک ناپسندیدہ شریعت ہے اور رحم و محبت اور حسن معاشرت و تمدن کے برخلاف ہے ایسی شریعت سے نکاح کی وقعت گھٹ جاتی ہے اور مرد کی محبت کا عورت کے ساتھ اور عورت کی وفاداری کا مرد کے ساتھ اعتبار نہیں رہتا۔ دوم بُت پرستوں یا حال کے زمانہ کے عیسائیوں کی جنمیں طلاق جائز نہیں یا بجز زنا کے اور کسی حالت میں جائز نہیں۔ اس شریعت میں اس مقدس رسم کا بلاشبہ نہایت ادب کیا گیا ہے

† موتوا بحذر کم الموت ا ر موتوا بجبنکم و حذر کم من الحرب کما قال اللہ تعالیٰ (سورۃ آل عمران قل موتوا بغیظکم۔ سید احمد۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾	اور لڑو (اے ایمان والو) اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ بیشک اللہ سننے والا ہی جاننے والا (۲۴۵) کون وہ شخص ہی جو قرض دے اللہ کو قرض نیک پھر دوگنا کردے اُسکو اُسکے لئے دوگنا کرنا بہت دفعہ اور اللہ تنگی کرتا ہی اور فراخی کرتا ہی اور اُسی کے طرف رجوع کیئے جاؤ گے (۲۴۶)

مگر جسطرح کہ یہودی شریعت میں افراط تھی اُسیطرح اِس شریعت میں تفریط ہے اور دونوں فطرت انسانی کے برخلاف ہیں، اگر کسی سبب و حالت سے ایسی خرابیاں مرد و عورت میں پیدا ہو جاویں جو کسیطرح اصلاح کے قابل نہوں تو اُنکا بھی کچھ علاج ہونا چاہیئے، اور وہ علاج طلاق ہی، پس کچھ شک نہیں کہ ایسی حالت میں بھی طلاق کا جائز نہونا حُسن معاشرت اور انسانی فطرت کے برخلاف ہی۔ تیسری شریعت محمدیہ ہی جسکا ذکر اِس آیت اور اُسکے بعد کی آیتوں میں اور آنحضرت صلعم کی نصیحتوں اور ہدایتوں میں ہی۔ اِس شریعت حقہ نے اِس خوبی اور اِس اعتدال سے اِس مسئلہ کو قرار دیا ہے جس سے زیادہ عمدہ نہیں ہو سکتا، اور نہ اُس سے زیادہ تمدن اور حُسن معاشرت کی حفاظت انسانی فطرت کے مطابق ہو سکتی ہے۔ شریعت محمدیہ نے طلاق کو ایسی حالت میں جائز قرار دیا ہے جبکہ زن و شوہر میں مرض ناموافقت و عدم محبت کا ایسے درجہ پر پہنچ جاوے جو علاج کے قابل نہو، یا یوں کہو کہ بجز طلاق کے دوسرا کوئی علاج اُسکا نہو۔ مگر زن و شوہر کا معاملہ ایک ایسا نازک اور ایک عجیب قسم کے ارتباط و اختلاط کا ہے کہ اُسمیں جو خرابی پیدا ہو سوائے اُنہی دونوں کے اور کوئی تیسرا شخص اسباب کا اندازہ نہیں کر سکتا کہ آیا وہ اِس حد تک پہنچگئی ہی جسکا علاج بجز جدائی

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ
مِن بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا
لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا
نُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ
عَسَيْتُمْ إِن كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا
لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِن دِيَارِنَا
وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ
الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ
وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿۲۴۷﴾

کیا تونے بنی اسرائیل کے اُس گروہ کو نہیں
دیکھا جو موسیٰ کے بعد ہوئے (یعنی حضرت شموئیل
پیغمبر) جبکہ اُنھوں نے اپنے نبی کو کہا کہ ہمارے
لیئے ایک بادشاہ مقرر کرتا کہ ہم خدا کی راہ میں
لڑیں (یعنی جالوت سے) نبی نے کہا کہ کیا تم
ایسے نہیں معلوم ہوتے کہ اگر تم پر لڑائی لکھی جاوے تو
تم نہ لڑوگے اُنھوں نے کہا کیوں نہ ہم لڑینگے
اللہ کی راہ میں حالانکہ بیشک ہم خارج کیئے گئے ہیں
اپنے گھروں سے اور اپنے بیٹوں سے پھر جب اُن پر لڑائی
لکھی گئی تو پھر گئے بجز تھوڑوں کے اُن میں سے
اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو (۲۴۷)

کے اور کچھ نہیں یا نہیں، اسلیئے اِس شریعت حقہ کے بانی نے اُس حد کی تعین اُنھی کی راے اور اُنھی کی طبیعت پر منحصر کی ہی، اور اُسی کے اخلاق کو اُسکا قاضی بنایا ہی جسکی تسلی و موانست کے لیئے ابتدا میں عورت بطور انیس دلنواز اور مونس و غمگسار کے پیدا ہوئی تھی، اور اِس بات کا کہ وہ علاج بے محل و بے موقع بد اخلاقی اور بد خواہش نفسانی سے نکیا جاوے جہانتک کہ انسانی فطرت کے مناسب حال تھا انسداد کیا ہے۔ مردوں کو فہمایش کی ہی کہ ہمیشہ عورتوں کے ساتھ محبت رکھیں اور اُنکے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں، اُنکی سختی و بد مزاجی کو تحمل سے برداشت کریں۔ عورتوں کو فہمایش کی کہ اپنے مردوں کی تابعداری کریں، اُنکے ساتھ محبت رکھیں اُنکی وفادار رہیں۔ پھر طلاق کی نسبت فرمایا کہ گو طلاق جایز کیگئی ہی مگر کوئی چیز دنیا کے پردہ پر طلاق سے زیادہ خدا کو غصہ دلانیوالی پیدا نہیں ہوئی۔ عورت کی نسبت فرمایا کہ جو عورت بغیر لا علاج ضرورت کے اور بغیر سخت حالت کے اپنے شوہر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوٓا أَنّٰى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِى مُلْكَهُ مَن يَشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۲۴۸	اور اُنسے کہا اُنکے نبی نے کہ بیشک اللہ نے تمھارے لیئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہی اُنھوں نے کہا کہ کیونکر اُسکو ہمپر بادشاہی ہوگی حالانکہ ہم اُس سے بادشاہی کے زیادہ مستحق ہیں اور نہ اُسکو کچھ دولت کی فراخی دیگئی ہے، اُنکے نبی نے کہا کہ بیشک اللہ نے اُسی کو تمپر منتخب کیا ہی، اور اُسکو علم اور جسم میں فراخی دی ہی اور اللہ دیتا ہی اپنا ملک جسکو چاہتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا ہے جاننے والا (۲۴۹)

سے. طلاق کی خواہاں ہو اُسپر جنت کی خوشبو حرام ہی۔ ہمارے پیغمبر خدا صلعم طلاق سے ایسے ناراض ہوتے تھے کہ بعض دفعہ صحابہ کو شبہ ہوا کہ طلاق دینے والے نے ایسا جرم کیا ہی کہ قتل کرنے کے قابل ہی۔ پھر ان ہدایتوں اور تہدیدوں ہی پر طلاق کے روکنے میں بس نہیں کیا، بلکہ نکاح اور ملاپ کے قائم رکھنے کی اور بھی تدبیریں فرمائیں، یعنی پوری تفریق واقع ہونے کو تین دفعہ طلاق دینا معتبر رکھا ہی اور یہ اجازت دی کہ پہلی طلاق کے بعد اگر آپسمیں صلح ہوجاوے اور رنجش مٹ جاوے اور دونوں کی محبت تازہ ہوجاوے تو پھر بدستور جورو خصم رہیں، دوسری طلاق کے بعد بھی اسیطرح وہ آپسمیں بدستور جورو خصم ہوسکتے ہیں، لیکن اگر پھر تیسری دفعہ طلاق دیجاوے تو ثابت ہوگیا کہ یہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں بہتر ہے کہ پوری تفریق ہوجاوے۔ ایسی حالت میں کہ عورت کو مرد سے کنارہ کش رہنا پڑتا ہی طلاق دینے کو منع فرمایا اس امید پر کہ شاید زمانہ مقاربت میں محبت والفت کی ایسی تحریک ہو کہ خیال طلاق کا دل سے جاتا رہے، پس یہ تمام احکام

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۲۴۹﴾

اور اُنکو اُنکے نبی نے کہا کہ بیشک اُسکی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمھارے پاس صندوق جسمیں ایک تسکین ہے تمھارے پروردگار سے اور (جسمیں) اُسمیں کا بقیہ ہے جو آل موسیٰ اور آل ہارون نے چھوڑا ہے آجاویگا اُٹھا لا رہے ہونگے اُسکو فرشتے بیشک اسمیں البتہ نشانی ہے تمھارے لیئے اگر تم ایمان والے ہو (۲۴۹)

نہایت خوبی و عمدگی و اعتدال سے فطرت انسانی کے مطابق ہیں، خدا نے اُن احکام کی نسبت فرمایا کہ یہ اللہ کی بنائی ہوئی حدیں ہیں اُنکو توڑنا نہیں چاہیئے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ حدیں کچھ دیواریں یا خندقیں نہیں ہیں بلکہ یہ حدیں فطرت انسانی کی حدیں ہیں جنکو توڑنا انسانیت کی حد سے خارج ہونا ہے پس جو لوگ مسئلہ طلاق پر معترض ہیں جب وہ اُسکو بخوبی سمجھینگے اور فطرت انسانی پر غور کرینگے تو بالیقین جانینگے کہ بلاشبہ یہ حکم اُسی کا ہے جسنے فطرت انسانی کو بنایا ہے ؛

۲۴۳ (اَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا) اس آیت سے نہیں معلوم ہوتا کہ اسمیں کن لوگوں کا ذکر ہے مفسرین نے لفظ موتوا اور لفظ احیا سے یہ قیاس کیا کہ یہ لوگ خرقیل نبی کے وقت میں تھے، خرقیل نبی کا ایک قصہ مُردوں کی ہڈیوں کے دیکھنے اور پھر اُنکے زندہ ہونیکا خرقیل نبی کی کتاب میں مندرج ہے ہمارے ہاں کے مفسروں نے صرف اُن دو لفظوں سے ایک قصہ مثل قصہ خرقیل بنا لیا ہے جو محض غلط ہے اور حذر الموت کے لفظ سے اُنھوں نے وبا سے اُن لوگوں کا اپنا ملک چھوڑ کر چلا جانا قرار دیا ہے مگر اس تفسیر کی کوئی سند نہیں ہے صرف اُسی غلط خیال پر یہ تفسیر بیان کی ہے ؛

حذر الموت کے لفظ سے بسبب وبا کے اُن لوگوں کا ملک سے چلا جانا ایک نہایت غلط قیاس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ
بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ
مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ
شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي
وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ
مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ
غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا
مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ
فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَ
الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ
بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ
الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُّلَاقُوا
اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ
غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ
اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۲۵۰﴾

پھر جب آگے بڑھ گیا طالوت اپنے لشکر سمیت
تو اُسنے کہا کہ بیشک اللہ تمکو مبتلا کریگا ساتھ
ایک نہر کے پھر جو کہ پئیگا اُس سے تو وہ مجھے
(یعنی میرے گروہ سے) نہیں ہے اور جو کوئی
اُسکو نہ چکھے تو بیشک وہ مجھسے (یعنی میرے
گروہ سے) ہے مگر (پینے والوں میں سے) جنے
بھر لیا ایک چلو اپنے ہاتھ سے (وہ پہلے حکم میں
داخل نہیں ہے) پھر پئیا لوگوں نے اُسمیں سے
مگر اُنہیں سے تھوڑوں نے (نہیں پیا) پھر جبکہ
وہ اور وہ لوگ جو اُسپر ایمان لائے تھے اُسکے
پار ہوئے تو بولے کہ ہمکو آج کے دن جالوت اور
اُسکے لشکروں کے (مقابلہ کی) طاقت نہیں
ہے، اُن لوگوں نے کہا جو جانتے تھے کہ بیشک
وہ خدا سے ملینگے، بہت ہوا ہے کہ چھوٹا گروہ غالب
ہوا ہے بڑے گروہ پر خدا کی مرضی سے اور اللہ
صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے (۲۵۰)

ہے کیونکہ اسی مقام پر خدا نے مسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے لڑنے کی ترغیب دی
ہے اور اسیلئے لڑائی میں مارے جانے کے خوف سے اُن لوگوں کا ملک کو چھوڑ
کر چلا جانا مراد ہو سکتا ہے نہ کہ وبا کے ڈر سے ؛

موت اور حیات کے حقیقی معنی بھی یہاں مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ آیت میں
کوئی اشارہ اسبات کا کہ یہ امر معجزہ سے ہوا تھا اور کیا محل معجزہ دکھانیکا تھا اور
کس پیغمبر نے دکھایا تھا اور کسکو دکھایا تھا مذکور نہیں ہے، اور جو کہ یہ الفاظ موقع جنگ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ
قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا
وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا
عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٥١﴾
فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَ
قَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَ
آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ
وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ
اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ
ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٢٥٢﴾

اور جب سامنے ہوا جالوت اور اُسکے لشکر تو
اُنھوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم پر (یعنی ہمارے
دلوں میں) صبر ڈال اور قائم رکھ ہمارے قدم
اور مدد کر ہماری کافروں کی قوم پر (۲۵۱)
پھر اُنھوں نے اُنکو اللہ کی مدد سے شکست
دی اور داؤد نے جالوت کو مار ڈالا اور اللہ
نے اُسکو بادشاہی اور حکمت عطا کی اور اُسکو
جو کچھ وہ چاہتا تھا سکھایا اور اگر اللہ کا دفع کرنا
آدمیوں کو بعض آدمیوں کا بعض سے نہوتا
تو تباہ ہوجاتی زمین (یعنی ملک) ولیکن
اللہ فضل کرنیوالا ہی عالموں پر (۲۵۲)

میں واقع ہیں اسلیئے موت سے اُن لوگوں کی نامردی اور بزدلا پن مراد ہے جو لڑائی میں موت کے ڈر سے ملک چھوڑ گئے تھے۔ جیسیکہ عام محاورہ میں کہتے ہیں کہ اگر یہ بات نہیں کرتے تو اچھا مرو یعنی مصیبت میں پڑے رہو خدا نے اور جگہ بھی موت کے لفظ کو اُنہی معنوں میں استعمال کیا ہی جہاں فرمایا ہی کہ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ۔ یعنی اپنے غصہ میں مرو یعنی تباہ و خستہ دل رہو۔ اور احیا کے لفظ سے اُنکے دل میں قوت آنا اور لڑنے پر آمادہ ہونا اور دشمن کو شکست دینے پر قادر ہونا مراد ہے۔ اور اسی تمثیل پر مسلمانوں کو دوسری آیت میں جو دشمنوں سے لڑنے اور دل کو مضبوط رکھنے کی ترغیب دی ہی پس موت و احیا سے حقیقی موت و زندگی سمجھنا اور تمام قصہ کو خزقیل نبی کے فرضی قصہ پر جو خزقیل کی کتاب میں ہی محمول کرنا بہت بڑی غلطی ہے ٭

بلاشبہ جبکہ قرآن مجید میں اُن لوگوں کا زیادہ حال بیان نہیں ہوا ہی تو مفسر کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۳﴾	یہ نشانیاں ہیں اللہ کی ہم اُنھیں تجکو پڑھکر سُناتے ہیں برحق اور بیشک تو رسولوں میں سے ہے (۲۵۳)

صرف یہ کام ہے کہ تاریخی گذشتہ واقعات پر خیال کرے اور دیکھے کہ کون سے تاریخی واقعہ سے زیادہ مناسبت معلوم ہوتی ہے اور کوئی قرینہ اُس واقعہ سے آیت کے متعلق کرنیکا ہے یا نہیں اور اسطرح آیت کا تعلق اُس واقعہ سے قرار دے۔ اِس مقام پر قرآن مجید میں اُن واقعات کا ذکر ہے جو بنی اسرائیل اور مدیانیوں اور فلسطینیوں میں واقع ہوئے تھے اور اسلیئے قیاس کرنے کو صریح موقع ہے کہ اِس آیت میں بھی اُنھی واقعات میں سے کسی واقعہ کا ذکر ہے ٭

مدیانیوں کے ‡ ہاتھ سے بنی اسرائیل نے سخت شکست پائی تھی اور اپنا گھر چھوڑ چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں بھاگ گئے تھے اور سات برس تک اُنپر یہ مصیبت رہی پھر جدعون نبی اُنمیں مبعوث ہوئے اور اُنھوں نے اُنکو لڑائی پر ترغیب دی اور اُنکا دل مضبوط کیا اور مدیانیوں پر اُنھوں نے فتح پائی۔ پس خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا کہ جو لوگ لڑائی میں موت کے ڈر سے بھاگے وہ ایسی بدتر حالت کو جو مرنے کے برابر ہی پہنچ گئے تھے پھر اللہ نے اُنکو ہمت و جرأت سے زندہ کیا اور فتحمند و خوشحال ہوئے۔ اسیطرح مسلمانوں کو بھی موت کے ڈر سے بزدلی و نامردی جو موت کے برابر ہو اختیار کرنی نہیں چاہیئے بلکہ اپنے دشمنوں سے لڑنا اور بہادری و دلیری و استقلال کو کام میں لانا چاہیئے ٭

۲۴۷ (اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ) اِس آیت سے لغایت آیت ۲۵۲ طالوت و جالوت کی لڑائیوں کا ذکر ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جبکہ بنی اسرائیل میں شموئیل نبی تھے اور اِن آیتوں میں پانچ واقعوں کا بیان ہے ٭

‡ دیکھو توریت میں کتاب قضات باب ششم۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (۲۵۳)

یہ رسول ہیں فضیلت دی ہمنے اُن میں بعض کو بعض پر انمیں سے وہ ہیں جس سے خدا نے کلام کیا اور انمیں بعضوں کے درجے بلند کیئے اور دیں ہمنے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو نشانیاں اور ہمنے اُسکی مدد کی ساتھ روح قدس کے اور اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑمرتے وہ لوگ جو اُنکے بعد ہوئے بعد اُسکے کہ اُنکے پاس نشانیاں بھی آئیں ولیکن اُنھوں نے اختلاف کیا پھر اُنمیں سے بعض وہ ہیں جو ایمان لایا اور اُن میں سے بعض وہ ہیں جو کافر ہوا اور اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑمرتے ولیکن اللہ کرتا ہی جو چاہتا ہی (۲۵۳)

(۱) بنی اسرائیل کا اپنے نبی سے درخواست کرنا کہ اُنپر کوئی بادشاہ مقرر کرے ✤
(۲) شموئیل نبی کا بنی اسرائیل پر طالوت کو بادشاہ مقرر کرنا ✤
(۳) تابوت سکینہ کا طالوت کے عہد میں بنی اسرائیل کے پاس آجانا ✤
(۴) طالوت کے لشکر کو دریا کے پانی سے منع ہونا ✤
(۵) فلسطینیوں کا شکست پانا اور جالوت کا داؤد کے ہاتھ سے مارا جانا ✤

یہ تمام واقعات توریت کی کتاب شموئیل میں مندرج ہیں مگر تیسرے اور چوتھے واقعہ میں کسیقدر اختلاف ہی یعنی کتاب شموئیل میں تابوت سکینہ کا طالوت کے عہد سے پہلے آجانا لکھا ہی اور قرآن مجید میں طالوت کے عہد میں اور بعض عیسائی مؤرخوں نے اعتراض کیا ہی کہ غلطی سے ما قبل کے واقعہ کو مابعد واقعہ میں شامل کر دیا ہی کتاب شموئیل سے پایا جاتا ہی کہ تابوت سکینہ بمقام شیلوہ تھا جب عیلی نبی اسرائیل پر حاکم تھا اُسکے عہد میں بنی اسرائیل اور فلسطینیوں میں بمقام ابن عیذر لڑائی ہوئی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۵۵﴾	اے لوگوں جو ایمان لائے ہو خرچ کرو اُس چیز میں سے جو ہمنے تمکو دی ہے قبل اسکے کہ آوے وہ دن کہ اُسمیں نہ بیچنا ہے اور نہ دوستی اور نہ سفارش اور کافر وہی ظالم ہیں (۲۵۵)

اور بنی اسرائیل کی شکست ہوئی (دیکھو کتاب شموئیل ۱ باب ۴ ورس ۲) تب بنی اسرائیل نے تابوت سکینہ کو شیلوہ سے لشکر گاہ میں منگایا اور دوبارہ لڑے اور شکست عظیم ہوئی اور عیلی کے دونوں بیٹے مارے گئے اور تابوت سکینہ کو فلسطینی چھین لیگئے (دیکھو کتاب شموئیل ۱ باب ۴ ورس ۱۰ و ۱۱) عیلی بھی یہ خبر سنکر کرسی پر سے گر پڑا اور مر گیا اُس زمانہ میں شموئیل نبی ہو چکے تھے مگر اُنکی عمر چھوٹی تھی ❊

فلسطینی تابوت سکینہ کو مقام ابن عیزر سے جہاں سے اُنھوں نے فتح کیا تھا بمقام اشدود لیگئے اور داگون بُت کے مندر میں رکھا (دیکھو کتاب شموئیل ۱ باب ۵ ورس الغایت ۵) پھر وہاں سے بمقام گت لیگئے (دیکھو کتاب مذکور ورس ۸) پھر وہاں سے بمقام عقرون لیگئے (دیکھو کتاب مذکور ورس ۱۰) اُسکے بعد فلسطینیوں نے ایک گاڑی میں دو گائیوں کو جوت کر اور تابوت سکینہ کو اُسپر رکھکر جنگل میں چھوڑ دیا اور وہ گائیں اُسکو لیکر بمقام بیت الشمس چلی آئیں اور یوشع کے کھیت میں جا کھڑی ہوئیں اُسنے تابوت اُتار لیا اور اپنے ہاں رکھا (دیکھو کتاب شموئیل ۱ باب ششم) کتاب شموئیل میں لکھا ہی کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کی شکست ہونے اور تابوت چھین لیجانے کے سات مہینہ بعد ہوا ❊

اسکے بعد تابوت سکینہ قریات یعاریم میں آیا اور ابیناداب کے گھر میں بمقام گبعاہ رکھا گیا (دیکھو کتاب ۱ شموئیل باب ۷ ورس ۱) مگر کتاب شموئیل میں نہیں لکھا کہ بیت الشمس میں کس قدر مدت رہا۔ عیسائی مورخوں کے نزدیک سنہ ۱۱۴۱ قبل مسیح کے تابوت سکینہ فلسطینیوں نے چھین لیا تھا اور سنہ ۱۱۴۰ میں قریات یعاریم میں آگیا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۲۵۶

اللہ نہیں ہے کوئی معبود بجز اسکے زندہ ہے ہمیشہ قائم رہنے والا، نہ گھیرتی ہے اُسکو اونگھ اور نہ نیند اُسیکا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، کون ہے وہ شخص جو شفاعت کرے اُسکے پاس مگر اُسکی مرضی سے، جانتا ہے جو کچھ اُنکے آگے ہے اور جو کچھ اُنکے پیچھے ہے، اور وہ نہیں پا سکتے کچھ بھی اُسکے علم سے بجز اُسکے جو وہ چاہے، گھیر لیا اُسکی بادشاہت نے آسمانوں کو اور زمین کو اور تھکاتی نہیں اُسکو اُنکی نگہبانی اور وہ عالی ہے بہت بڑا (۲۵۶)

وہاں آنے کے بیس برس بعد یہودیوں نے بتوں کی عبادت شموئیل نبی کی فہمائش سے موقوف کی اور خدا کی پرستش اختیار کی (دیکھو کتاب شموئیل ۱ باب ۷ درس ۱ و ۲) اور بنی اسرائیل سے شموئیل کی سرداری میں ایک لڑائی فلسطینیوں سے ہوئی اور فلسطینیوں نے شکست کھائی۔ جب شموئیل ضعیف ہوئے تب بنی اسرائیل نے کسی بادشاہ کے مقرر کرنے کو کہا اور طالوت کو ۱۰۹۵ سنہ قبل مسیح میں بادشاہ کیا۔ کتاب شموئیل میں طالوت یعنی شاؤل اور جالوت کی لڑائی اور اُسکے مارے جانیکا ذکر ہے مگر طالوت کے لشکر کو دریا کے پانی پینے سے منع کرنیکا ذکر نہیں ہے بلکہ توریت کی کتاب قضاۃ باب ہفتم میں جدعون کے لشکر کو ایک چشمہ کے پانی پینے سے منع کیا گیا تھا اور یہ واقعہ ۱۲۴۹ سنہ قبل مسیح کے ہوا تھا اسلیئے عیسائی مورخ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں غلطی سے جدعون کے لشکر کے واقعہ کو طالوت کے لشکر کے واقعہ سے ملا دیا ہے۔

ان دونوں اعتراضوں کے تسلیم کرنے کے لیئے جو مخالفت کتاب شموئیل پر

لَاۤ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ
مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ
وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ
اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۷﴾

کچھ زبردستی نہیں ہو دین میں بلاشبہ ظاہر
ہوگئی ہے ہدایت گمراہی سے پھر جو کوئی منکر ہو
غیر خدا کی پرستش کا اور ایمان لاوے اللہ
پر تو بیشک اُسنے پکڑ لیا مضبوط ذریعہ جسکے لیئے
ٹوٹنا نہیں ہے اور اللہ سننے والا ہی جاننے والا (۲۵۷)

مبنی ہیں ضرور ہو کہ کتاب شموئیل میں جو واقعات اور جو ترتیب اُن واقعات کی ہے اُنکو صحیح تسلیم کرلیا جاوے اور یہ بات بھی مان لی جاوے کہ کوئی واقعہ طالوت کے لشکر کا ایسا نہیں ہو جو کتاب شموئیل میں لکھنے سے رہگیا ہو حالانکہ خود عیسائی مورخ اِن باتوں کو تسلیم نہیں کرتے، شموئیل کی کتابوں کے مضامین میں باہم اختلاف ہو۔ کتاب اول شموئیل باب ۱۶ ورس ۲۱ و ۲۲ سے ظاہر ہے کہ طالوت داؤد سے اور اُسکے باپ یشی سے بخوبی واقف تھا، داؤد کو اُسنے باپ کے پاس سے بلایا تھا اور اپنا سلحدار کیا تھا، اُسی کتاب کے باب ہفدہم ورس ۱۵ سے ظاہر ہے کہ داؤد طالوت سے رخصت ہو کر اپنے گھر چلا گیا تھا۔ لڑائی کے ہنگامہ میں جب داؤد اپنے بھائیوں کی خبر لینے آیا تو داؤد نے کہا کہ جالوت سے میں لڑونگا یہ خبر سُنکر طالوت نے داؤد کو بلایا اور گفتگو کے بعد لڑنے کی اجازت دی اور اپنی زرہ و خود و تلوار بھی دی جسکو داؤد نے لیکر پھیر دیا (دیکھو کتاب اول شموئیل باب ۱۷ ورس ۳۱ لغایت ۳۹) مگر اُسی باب کے ورس ۵۵ میں لکھا ہو کہ جب داؤد لڑنے کو بڑھا تو طالوت نے اپنے لشکر کے سردار سے پوچھا کہ یہ جوان کِسکا بیٹا ہو اور ورس ۵۸ میں لکھا ہے کہ جب داؤد نے جالوت کا سر کاٹ لیا اور طالوت کے پاس لے آیا تو طالوت نے پوچھا کہ تو کِسکا بیٹا ہے۔ پس اِن آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت تک طالوت داؤد سے مطلق واقف نہ تھا ✢

اِس اختلاف کے سبب خود عیسائی مورخوں کی یہ رائے ہو کہ کتاب شموئیل میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا
لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا
نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ
عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ
الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا
لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ
وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا
وَاَبْنَآىِٕنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ
الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۲۴۷

کیا تو نے بنی اسرائیل کے اُس گروہ کو نہیں
دیکھا جو موسٰی کے بعد ہوئے (یعنی بہت شموئیل
پیغمبر) جبکہ اُنھوں نے اپنے نبی کو کہا کہ ہمارے
لیئے ایک بادشاہ مقرر کرتا کہ ہم خدا کی راہ میں
لڑیں (یعنی جالوت سے) نبی نے کہا کیا تم
ایسے نہیں معلوم ہوتے کہ اگر تم پر لڑائی لکھی جاوے تو
تم نہ لڑوگے اُنھوں نے کہا کیوں نہ ہم لڑینگے
اللہ کی راہ میں حالانکہ بیشک ہم خارج کیئے گئے ہیں
اپنے گھروں سے اور اپنے بیٹوں سے پھر جب اُن پر لڑائی
لکھی گئی تو پھر گئے بجز تھوڑوں کے اُن میں سے
اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو (۲۴۷)

کے اور کچھ نہیں یا نہیں، اسیلئے اس شریعت حقہ کے بانی نے اس حل کی تعین اُنہی کی رائے اور اُنہی کی طبیعت پر منحصر کی ہے، اور اُسی کے اخلاق کو اُسکا قاضی بنایا ہے جسکی تسلی و موانست کے لیئے ابتدا میں عورت بطور انیس دلنواز اور مونس و غمگسار کے پیدا ہوئی تھی، اور اس بات کا کہ وہ علاج بے محل و بے موقع بداخلاقی اور بد خواہش نفسانی سے نکیا جاوے جہانتک کہ انسانی فطرت کے مناسب حال تھا انسداد کیا ہے۔ مردوں کو فہمایش کی ہے کہ ہمیشہ عورتوں کے ساتھ محبت رکھیں اور اُنکے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں، اُنکی سختی و بدمزاجی کو تحمل سے برداشت کریں۔ عورتوں کو فہمایش کی کہ اپنے مردوں کی تابعداری کریں، اُنکے ساتھ محبت رکھیں اُنکی وفادار رہیں۔ پھر طلاق کی نسبت فرمایا کہ گو طلاق جایز کیگئی ہے مگر کوئی چیز دنیا کے پردہ پر طلاق سے زیادہ خدا کو غصہ دلانیوالی پیدا نہیں ہوئی۔ عورت کی نسبت فرمایا کہ جو عورت بغیر لاعلاج ضرورت کے اور بغیر سخت حالت کے اپنے شوہر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَۚ ﴿۲۶۰﴾	کیا تو نے اُس شخص کو نہیں دیکھا یعنی اُسکا حال نہیں جانا) جسنے جھگڑا کیا ابراہیم سے اُسکے پروردگار میں کیونکہ اللہ نے اُسکو بادشاہت دی تھی جبکہ ابراہیم نے کہا کہ میرا پروردگار وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہی اُسنے (یعنی نمرود نے) کہا کہ میں جلاتا ہوں اور مارتا ہوں ابراہیم نے کہا کہ بیشک اللہ نکالتا ہی سورج کو مشرق سے پھر تو اُسکو مغرب سے نکال پھر دنگ رہگیا وہ شخص جو کافر تھا اور اللہ نہیں ہدایت کرتا ظالم لوگوں کو (۲۶۰)

گیدنبی کے لکھے ہوئے ہیں۔ ابربانیل اور کروشیس خیال کرتے ہیں کہ یہ سب کتابیں ریمیاہ نبی نے لکھی ہیں، اجان کی یہ راے ہے کہ یہ کتابیں شموئیل کے بہت زمانہ بعد یعنی قید بابل کے تیسویں سال میں لکھی گئی ہیں۔ اگر درحقیقت ایسا ہی ہو کہ تین ہاتھوں نے ان کتابوں کو لکھا ہو تو واقعات کا اُلٹ پلٹ ہوجانا یا بعض واقعات کا تحریر سے رہجانا ایک ایسا امر ہی جو آسانی سے خیال میں آسکتا ہے +

ہماری غرض اس بحث سے شموئیل کی کتابوں پر جرح وقدح کی نہیں ہے بلکہ صرف یہ بات ثابت کرنی ہی کہ قرآن مجید پر اسوجہہ سی کہ شموئیل کی کتابوں سے بیان میں مختلف ہے اعتراض نہیں ہوسکتا جبتک کہ اور طرح پر اُسکی غلطی ثابت نکی جاوے +

میں یہ نہیں چاہتا کہ قرآن مجید میں جو کچھ لکھا ہی اُسکی صحت پر کسیکو اسوجہہ پر مجبور کروں کہ قرآن میں لکھا ہی، بلکہ میں دونوں واقعوں پر جو قرآن و کتاب شموئیل میں مندرج ہیں بطور ایک نکتہ چین مورخ کے غور کرنا اور اُس نکتہ چینی سے دونوں قولوں میں سے ایک کو ترجیح دینا چاہتا ہوں +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۲۶۱)

یا تو نے اُس شخص کو نہیں دیکھا (یعنی اُسکا حال نہیں جانا جسنے رویا میں دیکھا) کہ گویا وہ گذرا ایک شہر پر ایسی حالت میں کہ وہ سر کے بل گرا ہوا تھا اُسنے کہا کیونکر زندہ کریگا (یعنی آباد کریگا) اللہ اُسکو اُسکے مرجانے کے (یعنے ویران ہونے کے) بعد پھر اللہ نے اُسکو سو برس تک مرا ہوا رکھا پھر اُسکو اُٹھایا خدا نے کہا کتنی دیر تک تو پڑا رہا اُسنے کہا کہ میں پڑا رہا ایک دن یا کچھ کم ایک دن کہا بلکہ تو پڑا رہا سو برس پھر دیکھ اپنے کھانے کو اور اپنے پینے کو (کیا) وہ نہیں بگڑا ہے اور دیکھ اپنے گدھے کو (کیا وہ نہیں گل گیا ہو) اور میں چاہتا ہوں کہ تجھکو ایک نشانی آدمیوں کیلیئے بناؤں اور دیکھ ہڈیوں کو کسطرح ہم انکو حرکت میں لاتے ہیں پھر انکو گوشت پہناتے ہیں پھر جب اُسکو یہ بات ظاہر ہوئی اُسنے کہا (حالت بیداری میں) میں جانتا ہوں کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲۶۱)

تابوت سکینہ کو فلسطینی فتح کر کے چھین لیگئے تھے، کتاب سموئیل میں اُسکا واپس بھیجدینا ایسی عجیب اور کراماتی واقعوں پر مبنی کیا ہے جسکو کوئی آزاد رائے کا مورخ جو واقعات کو انسانوں کے حالات اور افعال کا نتیجہ سمجھتا ہے تسلیم نہیں کر سکتا۔ لڑائی کے شکست ہونے کے بعد بنی اسرائیل نہایت ضعیف ہو گئے تھے اور رفتہ رفتہ انھوں نے پھر قوت حاصل کی تھی، تابوت سکینہ کا دشمنوں کے ہاتھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْھُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۲۶۲

اور جب کہا ابراہیم نے (خواب میں) اے پروردگار مجھکو دکھا کہ کس طرح تو زندہ کریگا مردوں کو خدا نے کہا کیا تو یقین نہیں کرتا ابراہیم نے کہا کیوں نہیں و لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہوجاوے خدا نے کہا کہ لے چار پرندوں کو پھر اُنکے ٹکڑے اپنے پاس کر ڈال پھر رکھدے ہر پہاڑ پر اُن میں سے ایک ٹکڑا پھر اُنکو بلا تیرے پاس چلے آئینگے دوڑتے ہوئے اور جان لے کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا (۲۶۲)

میں چلا جانا بلاشبہ اُنکو نہایت رنج دیتا ہوگا اور اُنکی نہایت آرزو یہ ہوگی کہ وہ اسکو پھر اپنے دشمنوں سے واپس لیں ؛

اس شکست کے بیس برس بعد وہ فلسطینیوں سے پھر لڑے اور فلسطینیوں نے شکست پائی جس سے معلوم ہوتا ہی فلسطینی کمزور ہو گئے تھے فلسطینی خوب جانتے ہونگے کہ بنی اسرائیل جبتک تابوت سکینہ اُنکے نہ ہاتھ لگے لڑائی سے باز نہیں آئینگے۔ اس عرصہ میں بنی اسرائیل کو زیادہ قوت ہوگئی اور شموئیل نبی نے تمام فرقوں کو جو عیلی کے مرنے کے بعد متفرق ہو گئے تھے اکٹھا کر لیا اور طالوت کو بادشاہ مقرر کیا اور یہ امر بنی اسرائیل کی زیادہ قوت کا اور فلسطینیوں کو جو کمزور ہوتے جاتے تھے زیادہ خوف کا باعث ہوا ہوگا اُنھوں نے سمجھا ہوگا کہ اگر تابوت سکینہ واپس کر دیا جاوے تو شاید مصیبت جنگ سے حفاظت ہو جاوے اُنھوں نے جا بجا اُسکو منتقل کیا اور آخر کار ایک گاڑی میں لاد کر معہ زر و تحائف کے بیت الشمس کی سرحد میں جو بنی اسرائیل کا ایک شہر فلسطینیوں کی سرحد سے ملا ہوا تھا چھوڑ لئے ، اور اس تمام اصلی واقعہ .... پر خیال کرنیسے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ
اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ
كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ
يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
عَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ
اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا
مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۴﴾

مثل اُن لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنا مال
خدا کی راہ میں مانند مثال ایک دانہ کے ہے
جو نکالے سات بالیں ہر بالی میں سو دانے
اور اللہ دوچند کر دیتا ہے جسکے لیئے چاہتا ہے،
اور اللہ وسعت والا ہے جاننے والا (۲۶۳)
جو لوگ کہ خرچ کرتے ہیں اپنا مال اللہ کی راہ
میں پھر جو کچھ کہ اُنھوں نے خرچ کیا ہے اُسکا
پیچھا نہیں کرتے احسان جتا کر اور رنج نمائش
سے رنج دیکر اُنکے لیئے اُنکا بدلا ہے اُن کے
پروردگار کے پاس اور نہ اُنپر کچھ خوف ہے
اور نہ وہ غمگین ہونگے (۲۶۴)

اِس بات کو کہ تابوت سکینہ طالوت کے عہد میں آیا ہوگا جیسا کہ قرآن میں مندرج ہے زیادہ ترجیح ہوتی ہے ؛

دریا کے پانی پینے سے منع کرنے کی نسبت اول ہمکو خیال کرنا چاہیئے کہ جہاں طالوت و جالوت میں لڑائی ہوئی تھی وہ کیا مقام تھا، فلسطینی مقام سوکوہ و عزیقا و آفس دمیم میں جمع ہوئے تھے، اور بنی اسرائیل وادی ایلاہ میں، دونوں لشکروں کے درمیان دریائے شورق واقع تھا فلسطینی اُسکے بائیں کنارہ پر یعنی جانب جنوب تھے اور بنی اسرائیل اُسکے داھیں کنارہ پر یعنی جانب شمال تھے اور بنی اسرائیل نے دریا کو عبور کرکے فلسطینیوں پر حملہ کیا تھا پس قرآن مجید کے اِن لفظوں کی کہ "اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ"، جغرافیا و تاریخ سے بخوبی تصدیق ہوتی ہے ؛

باقی رہا اُسکے پانی پینے سے منع کرنا۔ ہر شخص جو لڑائیوں کے حالات سے واقف ہے اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ جب ایک قوم دوسری قوم پر فوج کشی کرتی ہے تو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (۲۶۵)	بات اچھی کہنی اور معاف کرنا بہتر ہے ایسی خیرات سے جسکے پیچھے رنج دینا ہو اور اللہ غنی ہے بردبار (۲۶۵)

ہر ایک شخص اُسکی قوم کا بہادر اور غیر بہادر اور بزدل چلا اور دل کا بودا قومی لحاظ سے اُسکے ساتھ ہو لیتا ہے۔ لیکن جب وقت حملہ کرنیکا آتا ہے تو سپہ سالار ایک طریقہ ایسے لوگوں کے انتخاب کرنیکا مقرر کرتا ہے جسکے سبب حملہ میں وہی لوگ شریک ہوں جو نہایت بہادر اور دل چلے ہوں اور درحقیقت اپنے دلی جوش سے لڑائی میں شریک ہوتے ہوں جب جدعون نے مدیانیوں پر فوج کشی کی تھی تو اُسنے حملہ کے وقت یہ قرار دیا تھا کہ جو شخص اُس چشمہ سے جو اُسکے لشکر کے پاس تھا پانی پی لے وہ حملہ میں شریک نہو اور جو نہ پیئے بلکہ صرف ہاتھ بھیگو کے زبان کو تر کر لے وہ حملہ میں شریک رہے۔ اِس سے مقصود صرف یہ تھا کہ جن لوگوں کو لڑنے اور جان دینے میں تذبذب ہو وہ چھٹ جائیں اور جو بالکل لڑنے اور مرنے پر آمادہ ہوں وہ حملہ میں شریک رہیں اگرچہ شبہ ہے کہ جہاں جدعون کی مدیانیوں سے لڑائی ہوئی تھی وہاں کوئی چشمہ نہیں تھا اور اسیلئے کتاب قضات میں طالوت کا واقعہ جدعون کے قصہ سے ملا دیا ہے لیکن اگر اسکو جدعون ہی کے وقت کا واقعہ تسلیم کر لیا جاوے تو طالوت کو یہ واقعہ ضرور معلوم ہوگا اور اتفاق سے طالوت کا لشکر بھی دریا کے کنارہ پر پڑا تھا اور دریا کے پار اُتر کر حملہ کرنا قرار پایا تھا ہر طرح پر یقین کرنیکا موقع ہے کہ طالوت نے بھی اُسی طریقہ پر اُن لوگوں کا جو حملہ میں دل سے شریک ہونے کو تھے انتخاب کرنا چاہا ہوگا اور وہی طریقہ انتخاب کا اختیار کیا ہوگا جو جدعون نے اختیار کیا تھا۔ ہاں کتاب شموئیل میں اِس انتخاب کا ذکر نہیں ہے لیکن جیسا کہ ہمنے اوپر بیان کیا ہے کتاب شموئیل میں اُسکا ذکر نہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ واقعہ نہوا ہو۔ عیسائی مورخوں نے کج بحثی سے یہ اعتراض کیا ہے کہ قرآن مجید میں جدعون کے قصہ کو طالوت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (۲۶۶)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ ملیامیٹ کرو اپنی خیراتوں کو احسان جتانے سے اور رنج دینے سے اُس شخص کی مانند جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کے دکھلاوے کو اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور اخیر دن پر تو اُسکی مثال ایسی ہے جیسے پتھر جس پر کچھ مٹی ہو پھر پڑے اُس پر زور کا مینھ اور چھوڑ جائے اُسکو صفا چٹ، وہ کسی چیز پر جو اُنھوں نے کمائی ہے قدرت نہیں رکھتے اور اللہ ہدایت نہیں کرتا کافروں کی قوم کو (۲۶۶)

کے قصہ میں ملایا ہے۔ پس یہ اعتراض کرنیوالوں کی غلطی ہے کیونکہ تمام واقعات کو خیال کرنے سے اسبات کا یقین ہوتا ہے کہ جدعون کے عہد میں جو واقعہ ہوا ہو وہ علحدہ ہوا اور طالوت کے عہد میں جو واقعہ ہوا اور جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ علحدہ ہے۔ اور کم سے کم اسمیں تو کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اُس زمانہ کے یہود جب قرآن مجید نازل ہوا اسواقعہ کا طالوت کے عہد میں بھی واقع ہونیکا یقین رکھتے تھے کیونکہ اگر ایسا نہوتا تو اُنہی کے مقابلہ میں قرآن مجید میں علانیہ ایسا بیان نہیں ہو سکتا تھا ؛

آیتیں جنمیں یہ قصہ مذکور ہے نہایت صاف ہیں صرف ایک مقام تفسیر کے قابل ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ "طالوت کے عہد سلطنت میں تابوت سکینہ کو فرشتے اٹھا لاوینگے" تحملہ الملائکۃ۔ جالوت نے جب لڑائی میں مغلوب ہونے کے ڈر سے تابوت سکینہ کو بنی اسرائیل کے ملک میں بھیجنا چاہا تو اُسکو بیلوں کی گاڑی پر لاد کر بنی اسرائیل کے ملک کی سرحد میں چھوڑ دیا تھا یہ قصہ شموئیل کی کتاب میں ہے۔ ہمارے علما مفسرین نے کہدیا کہ اُن بیلوں کو جنپر کوئی ہانکنے والا نہ تھا فرشتے ہانکا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۲۶۷﴾

اور مثال اُن لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنا مال اللہ کی رضامندی چاہنے کو اور اپنے دل اعتقاد سے مانند مثال ایک باغ کے ہی جو بلندی پر ہو پڑے اُسپر زور کا مینہ پھر وہ اپنے پھل دوچند لاوے اور اگر اُسپر زور کا مینہ نہ پڑے تو شبنم ہی اُسکو کافی ہے اور اللہ اُس چیز کو جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے (۲۶۷)

لائے تھے اور یہی معنی ،،تحملہ الملائکہ،، کے قرار دیئے بعض عالموں نے سمجھا کہ یہ معنی تو ٹھیک تحمل کے لفظ کے چسپاں نہیں ہوتے اُنھوں نے یہ قیاس لگایا کہ موسیٰ کے بعد سے تابوت سکینہ کو دنیا سے اوپر فرشتے ادھر اُٹھائے ہوئے تھے پھر طالوت کو لاکر دیدیا، یہ سب غلط قیاسات ہیں آیت کا مطلب صاف ہی کہ بنی اسرائیل کو تابوت سکینہ کے ہاتھ آنے کی بڑی خواہش تھی شموئیل پیغمبر نے جب طالوت کو بادشاہ مقرر کیا تو فرمایا کہ اُسکی بادشاہت میں تابوت سکینہ آجاویگا، اور چونکہ اُسکا ہاتھ آنا نہایت مشکل معلوم ہوتا تھا اسلیئے اُنھوں نے کہا کہ اُسکو فرشتے اُٹھاویںگے جیسیکہ ایسے موقع پر بطور تقویت قلب کے بولا جاتا ہے ؛

۲۶۱ (اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ) قبل اسکے کہ اِس آیت کی تفسیر بیان کیجاوے لفظ ،،کالذی،، میں جو حرف کاف ہی اُسپر جو بحث ہی وہ بیان کرنی چاہیئے علماء نحو میں سے کسائیؒ اور فرا اور ابو علی فارسی کا یہ قول ہی کہ اس سے پہلی آیت میں جہاں فرمایا ہی کہ ،،الم تر الی الذی حاجّ ابراھیم،، وہاں بھی ،،الذی،، کی جگہہ ،،کالذی،، مراد ہی اور پھر اِس آیت میں جو ،،اوکالذی،، آیا ہی اُسکا عطف پہلی آیت کے معنوں پر ہے نہ لفظ پر - یہ بحث تو صرف سیاق عبارت سے اور ایک نحوی قاعدہ سے متعلق ہی اِس بحث سے یہ مطلب حل نہیں ہوتا کہ الذی پر کاف تشبیہ لانے سے جو یہ معنی ہو گئے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (۲۶۶)	کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اسکا ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا بہتی ہوں اُسکے نیچے نہریں اور اُس شخص کیلیے اُس باغ میں ہر طرح کے میوے ہوں اور اُس شخص پر بوڑھاپا آگیا ہو اور اُسکی اولاد ناتواں ہو پھر اُس باغ پر لو کا جھوکا آیا جسمیں آگ تھی پس اُسنے جلا دیا، اسیطرح بیان کرتا ہے اللہ تمھارے لیے نشانیاں تاکہ تم فکر کرو (۲۶۶)

ہیں کہ، اُس شخص کی مانند، لو تا مانند کے کہنے سے کیا مطلب ہے۔ اخفش نے اس بحث کو نہایت مختصر کر لیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہاں کاف زائد ہے مگر کاف زائد لانیکی اور اُسکے زائد سمجھے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی صاف بات تھی کہ پہلی آیت میں بتایا تھا کہ، کیا تو نے نہیں دیکھا اُس شخص کو جسنے ابراہیم سے جھگڑا کیا، اور دوسری آیت میں فرمایا کہ "کیا تو نے نہیں دیکھا اُس شخص کو جو ایک قریہ میں گذرا، پھر دوسری جگہ کاف زائد لانے کی اور مانند اُس شخص کے جو ایک قریہ میں گذرا کہنے کی کیا حاجت تھی۔
مبرد نحوی دوسری آیت میں چند لفظ محذوف مانتا ہے اور اُسکا قول ہے کہ تقدیر آیت کی یوں ہے،، الم تر الی من کان کالذی مر علی قریۃ، یعنی تو نے کیا نہیں دیکھا اُس شخص کو جو تھا مثل اُس شخص کے جو ایک قریہ پر گذرا، مگر اس سے بھی آیت کا مطلب نہیں کھلتا اور یہی سوال باقی رہتا ہے کہ مثل اُس شخص سے کیا مطلب ہے ✣
صاحب بیضاوی نے غالباً اُن مشکلات کو خیال کیا ہے اور ایک قول بیان کرنے سے اپنی دانست میں اس مشکل کو حل کیا ہے اور لکھا ہے کہ،، او کالذی مر علی قریۃ،، حضرت ابراہیم کا قول ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے، یعنی جب نمرود نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ میں زندہ کرتا ہوں،، تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ اگر تو زندہ کرتا ہے تو اسطرح زندہ کر جسطرح کہ خدا نے اُس شخص کو زندہ کیا تھا جو ایک قریہ پر گذرا تھا، اس تفسیر کے مطابق تقدیر آیت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ
طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا
لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا
الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ (۲۶۹)
وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ
تُغْمِضُوْا فِیْهِ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ
اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (۲۷۰) اَلشَّیْطٰنُ
یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ
وَاللّٰهُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ
فَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (۲۷۱)

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو خرچ کرو پاک کمائی میں سے جو تمنے کمایا ہی اور اُسمیں سے جو ہمنے تمھارے لیئے زمین میں سے نکالا ہی اور مت ارادہ کرو کہ اُسمیں سے خراب کو خرچ کرو (۲۶۹) اور تم بھی تو اُس خراب کو نہیں لیتے مگر یہ کہ چشم پوشی کرو اُسمیں اور جان لو کہ بیشک اللہ غنی ہے تعریف کیا گیا (۲۷۰) شیطان تمکو وعدہ دیتا ہی محتاجی کا اور تمکو حکم کرتا ہی بیحیائی کا اور اللہ تمکو وعدہ دیتا ہی اپنی بخشش کا اور فضل کا اور اللہ وسعت والا ہی جاننے والا (۲۷۱)

کی یہ ہوتی ہے کہ ”ان کنت تحیی فاحیی کاحیاء اللہ الذی مر علی قریة“ نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ لفظ کاف سے اُس شخص کی مانند مراد نہیں بلکہ جسطرح وہ زندہ ہوا تھا اُس طرح زندہ کرنے کی مانند مراد ہے۔ اور پھر قاضی بیضاوی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو زندہ ہوا تھا یا تو عزیر تھے یا خضر تھے یا کوئی کافر منکر بعث تھا۔ عزیر تو ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ کے بہت بعد ہوئے ہیں۔ اور یہ معلوم نہیں کہ قاضی صاحب نے خضر سے مراد کس سے لی ہی اور یہ واقعہ خضر پر کب گذرا تھا۔ اور نہ یہ معلوم کہ وہ کافر منکر بعث کون تھا رجماً بالغیب جو کچھ جی میں آیا یا سُنا لکھدیا، راوی کی روایت (گو وہ کیسی ہی صریح البطلان ہو) تفسیروں میں قصوں کے لکھدینے کو کافی ہے، پس یہ قول حضرت ابراہیمؑ کا کسیطرح نہیں ہو سکتا ✣

اگر قرآن مجید کا ٹھیک ٹھیک ادب کیا جاوے اور اُسکو ویوو پری کا قصہ نہ قرار دیا جاوے جیسے کہ عجائب پسند مسلمان قرار دیتے ہیں تو آیت کے معنی نہایت صاف ہیں۔ یہ بات ہر کوئی جانتا ہی کہ کاف حرف تشبیہ کا ہی اور ”کان“ بھی اُسی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۷۲﴾ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَۃٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُہٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ھِیَ وَاِنْ تُخْفُوْھَا وَتُؤْتُوْھَا الْفُقَرَآءَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَیُکَفِّرُ عَنْکُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِکُمْ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۷۳﴾

حکمت عطا کرتا ہی جسکو چاہتا ہی اور جسکو حکمت عطا کیگئی تو بیشک اُسکو بہت سی بھلائیاں عطا ہوئیں اور نصیحت نہیں پکڑتے مگر عقل والے (۲۷۲) اور جو کچھ خرچ کیا تمنے خرچ میں سے یا نذر مانی تمنے نذر ماننے سے تو بیشک اللہ اسکو جانتا ہی اور ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہیں ہے اور اگر تم اپنی خیراتوں کو ظاہر کرو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر تم اُنکو چھپاؤ اور اُنکو فقیروں کو دیدو تو وہ بھی تمھارے لئے اچھا ہی اور دور کریگا تم سے تمھارے گناہوں میں سے اور اللہ اُسچیز کو جو تم کرتے ہو جانتا ہے (۲۷۳)

کاف تشبیہ سے بنا ہی اور کاف تشبیہ کو بسبب کسی ضرورت کے مثلاً بغرض اہتمام تشبیہ یا تبدیل سیاق کلام یا کسی اور ضرورت کے مشبہ بہ سے جدا کرکے مقدم کردینا جائز ہے مثلاً "زید کالاسد" سے جب کاف تشبیہ کو کسی سبب سے جدا کرکے مقدم کریں تو یوں کہینگے "کان زیدا الاسد" اسمقام پر بھی الّذی مشبہ بہ نہیں ہی بلکہ اُس سے اُس شخص کے مرور کی تشبیہ یا تمثیل مراد ہی پس تقدیر آیت کی یہ ہی کہ "الم تر الی الّذی کانہ مر علی قریۃ" یعنی کیا نہیں دیکھا تونے اُس شخص کو جو گویا کہ گذرا تھا ایک قریہ پر، درحقیقت وہ شخص گذرا نہیں تھا بلکہ اُسنے رویا میں دیکھا تھا کہ میں ایک قریہ پر گذرا ہوں جو ویران پڑا ہے اور جو تقدیر آیت کی ہمنے بیان کی ہی اُس سے صاف پایا جاتا ہی کہ اُس شخص کا حال بیان کیا جاتا ہی جو یہ سمجھا تھا کہ گویا میں ایک قریہ میں گیا ہوں اور اسطرح کا بیان صریح دلالت کرتا ہی کہ وہ رویا کا واقعہ ہی۔ مگر نحوی قاعدے کے موافق "کان" کا لفظ الّذی موصول کے صلہ میں واقع نہیں ہوسکتا اس صورت سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ لِلْفُقَرَاۗءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُھُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاۗءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُھُمْ بِسِيْمٰھُمْ ۚ لَا يَسْــَٔـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۲۷۲	(اے محمد) اُنکی ہدایت کا تیرا ذمہ نہیں ہے ولیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو خیرات سے تو تمہارے ہی لیئے ہے اور تم نہ خرچ کروگے مگر اللہ کی خاص رضامندی چاہنے میں اور جو کچھ کہ خرچ کروگے تم خیرات سے پورا پہنچایا جائیگا تمہارے پاس اور تم مظلوم نہوگے ۔ خیرات اُن فقیروں کیلیئے ہے جو روکی ہوتے ہیں (یعنی سوال کرنیسے) اللہ کی راہ میں نہیں استطاعت رکھتے چلنے کی زمین میں (یعنی سفر کرنے کی) گمان کرتا ہے نادان اُنکو دولتمند سوال سے باز رہنے کے سبب سے تو اُنکو پہچانتا ہے اُنکے چہرے سے نہیں سوال کرتے لوگوں سے لپٹ کر ۔ اور جو کچھ کہ تم خرچ کروگے خیرات سے تو بیشک اللہ اُسکا جاننے والا ہے (۲۷۲)

حرف تشبیہ یعنی لفظ کاف کو مقدم لانا پڑتا تھا اور وہ مقدم نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ اُسکی اسم وخبر صلہ کے جزو تھے اسلیئے حرف کاف جو اصل لفظ تشبیہ کا تھا وہ اُسکی جگہہ مقدم کیا گیا ؛

قرآن مجید میں اُس شخص کا جسکا رویا یہاں بیان ہوا ہے ذکر نہیں ہے اور نہ اُس قریہ کا ذکر ہے جسمیں گذرنا اُس شخص نے رویا میں دیکھا تھا غالبًا اُس قریہ کے تعین کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ اُس شخص نے رویا میں دیکھا ہوگا کہ میں ایک قریہ میں گذرا ہوں جو ویران پڑا ہے البتہ اُس شخص کی جسنے یہ رویا دیکھا اُسکی تعیین کرنی چاہیئے غالبًا آنحضرت کے زمانہ میں اُس شخص کے نام کو ہر کوئی جانتا ہوگا مگر اب ہمارے پاس

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ بِالَّیۡلِ وَ النَّہَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۷۵﴾

جو لوگ کہ خرچ کرتے ہیں اپنا مال رات کو اور دن کو چھپواں اور ظاہر تو اُنکے لیئے اُنکا بدلا ہے اُنکے پروردگار پاس اور نہ خوف ہے اُنپر اور نہ وہ غمگین ہونگے (۲۷۵)

اُس شخص کا نام متعین کرنے کو بجز روایات اور تاریخی واقعات کے اور کچھ نہیں ہے، تاریخی واقعات سے جہانتک کہ تحقیق ہو سکتے ہیں اور جنپر اعتماد ہو سکتا ہے اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت نحمیاہ نبی تھے +

توریت میں جو واقعات بیت المقدس کی ویرانی کے لکھے ہیں اور جو زمانہ اُنکا قرار دیا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخت نصر نے ۵۹۰ سنہ قبل مسیح میں بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور ۵۸۶ سنہ قبل مسیح میں بیت المقدس کو فتح کر لیا اور معبد کو جلا دیا اور بیت المقدس کو ویران کر دیا مگر کیخسرو بادشاہ ایران نے غلبہ پا کر یہودیوں کو قید بابل سے آزاد کیا اور ۵۳۶ سنہ قبل مسیح کے اُنھوں نے بیت المقدس میں واپس آکر قربانیاں کیں اُسکے بعد کسی بادشاہ نے یہودیوں کو بیت المقدس کی تعمیر کی اجازت دی اور کسی نے پھر منع کر دیا پھر ۵۱۵ سنہ قبل مسیح میں دارا نے بیت المقدس کی تعمیر کی اجازت دیدی مگر ہامان کی دشمنی سے حرج پڑتا رہا +

۴۴۵ سنہ قبل مسیح کے عزیر پیغمبر بیت المقدس میں گئے اور یہودیوں کی بھلائی کا زمانہ شروع ہوا مگر بیت المقدس اُسیطرح جلا ہوا اور ڈھیا ہوا پڑا تھا حضرت نحمیا نبی کو اُسکا نہایت رنج تھا اُنھوں نے خدا سے بہت التجا اور دعا کی کہ وہ کسیطرح پھر تعمیر ہو، ایک دفعہ ارتحشستائی بادشاہ کے حضور میں حاضر تھے بادشاہ نے پوچھا کہ تم کیوں رنجیدہ ہو اُنھوں نے کہا کہ میں کیونکر رنجیدہ نہوں کہ وہ شہر جسمیں ہمارے بزرگوں کے مزار ہیں ویران پڑا ہے اور اُسکے دروازے آگ سے جلے پڑے ہیں، بادشاہ نے پوچھا کہ پھر تو کیا چاہتا ہے حضرت نحمیا نے کہا کہ آپ مجھکو وہاں جانے دیں تاکہ میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَیۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰہُ الۡبَیۡعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنۡ جَآءَہٗ مَوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ فَانۡتَہٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمۡرُہٗۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۷۶﴾	جو لوگ کہ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہونگے مگر جسطرح کہ کھڑا ہو وہ شخص جسکو مخبوط کر دیا ہو شیطان نے چھونے سے، یہ اسلیئے ہے (یعنی انکا خبط یہ ہے) کہ وہ کہتے ہیں کہ بیچنا بھی تو مثل سود ہی لینے کے ہے اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام پس جسکے پاس کہ اسکے پروردگار سے کوئی نصیحت آوے تو وہ باز رہے پھر اسکے لیئے ہے جو کچھ کہ گذرا اور اسکا کام خدا کے حوالہ ہے اور جسنے کہ پھر کیا تو وہ آگ میں پڑنیوالے ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہینگے (۲۷۶)

اسکو پھر تعمیر کروں، بادشاہ نے اجازت دی اور ایک میعاد مقرر کی کہ اس عرصہ میں تعمیر کرکے واپس آجاتا۔

جب حضرت نحمیا بیت المقدس کی تعمیر میں مصروف تھے تو لوگ اُن پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ کیا وہ بیت المقدس کو بنا لینگے اور اسکے پتھروں کو جو جلے ہوئے اور خاک کے ڈھیروں کے تلے جمع ہیں نکال لینگے، کتاب نحمیا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نحمیا کو بیت المقدس کی تعمیر کی بڑی فکر تھی اور خدا کے سامنے ہمیشہ التجا اور دعا کیا کرتے تھے، بلاشبہ انکے دل میں یہ بات گذری ہوگی کہ اس شہر کے مر جانے یعنی ویران ہو جانے کے بعد کسطرح اللہ تعالیٰ اسکو زندہ یعنی آباد کریگا۔ انھیں تردوات اور خدا سے التجا کرنے کے زمانہ میں جیسا کہ مقتضائے فطرت انسانی ہے حضرت نحمیا نے رویا میں دیکھا اور انکو تسلی ہوئی کہ بیت المقدس آباد اور تعمیر ہو جاویگا اُسی رویا کا ذکر اس آیت میں ہے اور وہ رویا یہ ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ میں ایک قریہ میں گیا ہوں جو بالکل ڈھیا ہوا اور ویران پڑا ہی رویا ہی ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۲۷۷) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۲۷۸)

مٹاتا ہی اللہ سود کو اور بڑھاتا ہی خیراتوں کو اور اللہ نہیں دوست رکھتا کسی کفر کرنیوالے گنہگار کو، بیشک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کیئے ہیں اور پڑھتے رہے ہیں نماز اور دیتے رہے ہیں زکوۃ اُنکے لیئے اُنکا بدلا ہی اُن کے پروردگار کے پاس اور نہ ڈر ہی اُنپر اور نہ وہ غمگین ہونگے (۲۷۷) اے لوگوں جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ کہ باقی رہا ہی سود سے اگر تم ایمان والے ہو (۲۷۸)

اُنھوں نے کہا کہ اس قریہ کے اسطرح مرجانے یعنی ویران ہوجانے کے بعد کسطرح خدا اسکو زندہ یعنی آباد کریگا اُسی حالت میں اُنھوں نے دیکھا کہ میں مرگیا ہوں اور پھر جی اُٹھا ہوں رویا میں اُنسے کسی نے کہا کہ کتنی دیر تک تم پڑے رہے اُنھوں نے کہا کہ ایکدن یا ایکدن سے کچھ کم اُسنے کہا کہ تم سو برس تک پڑے رہے اپنے کھانے اور اپنے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ تو نہیں بگڑیں اور اپنے گدھے کو دیکھو کہ اُسکا کیا حال ہوگیا ہی اور دیکھ کہ پھر اُسکی ہڈیاں کسطرح ہلتی ہیں اور کسطرح اُنکے اوپر گوشت چڑھتا ہے اس عجیب رویا سے اُنکو تسلی ہوئی کہ بیت المقدس ضرور تعمیر ہوجاویگا پس یہی قصہ جو خدا کی قدرت اور حکمت اور عظمت کو جتاتا ہی اس آیت میں بیان ہوا ہی۔

ہمارے مفسروں کی عادت ہی کہ سیدھی بات کو بھی ایک عجوبہ بات بناکر بیان کرتے ہیں اور سُنی سُنائی باتیں نا تحقیق اور قصے اور کہانیاں اُسمیں شامل کردیتے ہیں اسیطرح اسمیں بھی کیا ہی، باایں ہمہ جب اُن تمام باتوں پر غور کیا جاتا ہی تو جو اصل بات ہی وہ بھی اُسمیں سے نکل سکتی ہی چنانچہ اس مقام پر بھی جو روایت ابن عباسؓ کے نام سے تفسیر کبیر میں بیان کی ہی اُس سے پایا جاتا ہی کہ یہ تمام واقعہ جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ
مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ
فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ
وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿۲۷۹﴾ وَإِنْ كَانَ
ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ
وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُونَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ
فِيهِ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا
كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۸۱﴾
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ
بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ
وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ

پھر اگر تم نہیں کرتے تو اجازت دو لڑائی کی
اللہ سے اور اسکے رسول سے اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے
لئے تمہارا راس المال ہے (یعنی زر اصل) نہ تم ظلم کرو
اور نہ تمپر ظلم کیا جائیگا - (۲۷۹) اور اگر کوئی (یعنی
مقروض) تنگدست ہو تو انتظار کرنا چاہئے فراخی تک
اور تمہارا خیرات کر دینا تمہارے لئے بہتر ہے اگر
تم جانتے ہو (۲۸۰) اور ڈرو اس دن سے جسمیں
خدا کیطرف رجوع کروگے پھر پورا دیا جائیگا ہر شخص کو
جو کچھ اُسنے کمایا ہے اور وہ مظلوم نہونگے - (۲۸۱)
اے لوگوں جو ایمان لائے ہو جب تم لین دین کرو
قرض کا کسی مقررہ میعاد تک تو اُسکو لکھ لو اور چاہیئے
کہ تمہارے بیچمیں کوئی لکھنے والا انصاف سے لکھ لے

وہ ایک رویا تھا اُس روایت میں بجاے حضرت نحمیا کے حضرت عزیر کا نام لکھا ہی ممکن ہے کہ وہ خواب دیکھنے والے حضرت عزیر ہی ہوں مگر تاریخ سے مطابقت کرنے سے حضرت نحمیا کا ہونا زیادہ تر قرین قیاس معلوم ہوتا ہی اُسی روایت میں لکھا ہی کہ جب وہ بیت المقدس میں پہنچے تو وہاں انجیر اور انگور پھل رہے تھے اُنھوں نے انجیر اور انگور کھالئے اور انگوروں کو نچوڑ کر انکا شیرہ پیا اور سو رہے اور سوتے ہی کی حالت میں خدا تعالیٰ نے اُنکو مردہ کر دیا اور سو برس تک مرے پڑے رہے ان لفظوں سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ علما متقدمین کی بھی یہ راے تھی کہ یہ واقعہ حالت نوم میں گذرا تھا جسکو ہمنے سیدھی طرح رویا سے تعبیر کیا ہے باقی قصہ جو اس روایت میں کہا ہے محض بے اصل ہے جسکے لئے کوئی سند نہیں ہے ❊

قرآن مجید کا سیاق کلام اسطرح پر واقع ہوا ہی کہ جو قصے اُسمیں بیان کیئے گئے ہیں

وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا
عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي
عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ وَلَا
يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ
الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ
ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ
يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ
وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ

اور انکار نہ کرے کاتب یہ کہ لکھے جیسا کہ سکھایا
ہے اسکو اللہ نے پس چاہیئے کہ لکھے وہ شخص جسکے
اوپر حق (یعنی قرض) ہو اور چاہیئے کہ ڈرے
اپنے پروردگار اللہ سے اور نہ نقصان کرے
اسمیں سے کچھ پس اگر وہ شخص جسپر حق (یعنی
قرض) ہے بیوقوف ہو یا ضعیف ہو یا خود تحریر
نہ کرسکتا ہو پس چاہیئے کہ لکھے اسکا ولی انصاف
سے اور گواہ کرلو دو گواہوں کو مردوں میں سے

انکا مقصد بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہی، چنانچہ حضرت یوسف کے خواب کا جہاں ذکر ہے وہاں بھی اسیطرح بیان ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ میں نے گیارہ ستاروں اور چاند اور سورج کو اپنے تئیں سجدہ کرتے دیکھا، اور یوں نہیں بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند اور سورج مجھکو سجدہ کرتے ہیں، کیونکہ خواب میں دیکھنا قرینۂ مقام سے علانیہ روشن تھا، اسیطرح اس مقام پر بھی حضرت یحیا کے خواب کا مقصد بیان کیا گیا ہی اور ،، فلما تبین ،، کے لفظ سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ تمام واقعات جو اس آیت میں بیان ہوئے ہیں رویا میں واقع ہوئے تھے ◆

۲۶۲ (واذ قال ابراھیم) جسطرح کہ پہلی آیت کے سیاق کلام سے ثابت ہوتا ہی کہ مذکورہ بالا قصہ ایک رویا کا واقعہ تھا اسیطرح اس قصہ کا بھی رویا میں واقع ہونا پایا جاتا ہے اول تو اسوجہ سے کہ سب سے اول جو قصہ ابراہیم کا نمرود کے ساتھ بیان ہوا اور واقعی قصہ تھا اس سے ابراہیم کے اس قصہ کو علیحدہ کرکے اس قصے کے بعد بیان کیا ہے جو رویا میں واقع ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ کیفیت احیاء موتی امر مشاہد بالعین نہیں ہے اگر کوئی شخص کسی مردہ کو زندہ کردے یا بیمار کو اچھا کردے تو البتہ مشاہدہ ہو سکتا ہی کہ مردہ زندہ یا بیمار اچھا ہو گیا مگر اسکی کیفیت احیا و کیفیت صحت امر مشاہد نہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَسْـٴَـمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ

پس اگر دو مرد نہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں اُن لوگوں میں سے جنپر تم راضی ہو گواہوں میں سے (تاکہ) اگر بھول جاوے ایک اُن دونوں میں کا تو اُن دونوں میں کا ایک دوسرے کو یاد دلاوے اور انکار نہ کرنا چاہیئے گواہوں کو جبکہ وہ طلب کیئے جاویں اور نہ کاہلی کرو اُسکے لکھنے میں اُسکی میعاد تک چھوٹی ہو یا بڑی

ہے اور اسلیئے لفظ اَرِنِیْ سے کسی ایسے امر سے مراد نہیں ہی جو وقوع فی المشاہدہ ہو بلکہ اطمینان قلبی مراد ہی پس گویا حضرت ابراہیم ؑ کا یہ کہنا ہی کہ "اے رب میرے دلکو بتادے کہ مردے کسطرح زندہ ہونگے"۔ تیسرے یہ کہ اس قسم کے ترددات جو بزرگوں کو اور اہل دل کو واقع ہوتے ہیں انکا رفع اور تسلی اُسی طریقہ سے ہوتی ہی جسکو مشاہدات یا مکاشفات یا رویا سے تعبیر کیا جاتا ہی اور جو فطرت انسانی کے بالکلیہ مطابق ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اور اُنسے پیشتر کسی نے اس دنیا میں مردوں کا زندہ ہونا دیکھا تھا اور اسلیئے کوئی ذی عقل خدا سے ایسا سوال نہیں کرسکتا تھا۔ پس صاف پایا جاتا ہی کہ جو تعجب احیاء اموات کی نسبت حضرت ابراہیم ؑ کے دل میں پیدا ہوا تھا اُسیکا رفع ہونا چاہتا تھا اور اُسکا رفع ہونا نہ دنیاوی مشاہدہ اور نہ ان ظاہری آنکھوں کے دیکھنے سے علاقہ رکھتا تھا پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ جو یہاں مذکور ہوا ہے وہ ایک رویا حضرت ابراہیمؑ کا ہی۔ اُنھوں نے رویا میں خدا سے کہا کہ مجھکو دکھلا یا بتا کہ تو کسطرح مردہ زندہ کریگا پھر خواب ہی میں خدا کے بتلانے سے اُنھوں نے چار پرند جانور لیئے اور اُنکا قیمہ کرکے ملا دیا اور پہاڑوں پر رکھدیا پھر بلایا تو وہ سب جانور الگ الگ زندہ ہو کر چلے آئے اور اُنکے دل کو مردوں کے زندہ ہونے سے جنکے اجزا بعد مرنیکے عالم میں مخلوط و

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنٰى أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا	یہ تمھارے لیئے زیادہ انصاف ہی اللہ کے نزدیک اور زیادہ قوی ہی گواہی کے لیئے اور قریب تر ہے کہ شک میں نہ پڑو مگر جبکہ تجارت کا لین دین ہو اور باہم دست بدست اسکو پھراتے ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہی کہ اسکو نہ لکھو

منتشر ہو جانے میں طمانیت ہو گئی ٭

کل مسلمان عالموں اور قدیم مفسروں کو بھی اس بات پر یقین نہیں تھا کہ حضرت ابراہیمؑ نے سچ مچ جانوروں کا قیمہ کر کے پہاڑوں پر رکھدیا تھا اور اسلیئے اس آیت کی نسبت مفسرین کی تین رائیں قائم ہوئی ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جنکی یہ رائے ہی کہ درحقیقت حضرت ابراہیمؑ نے جانوروں کا قیمہ کر کے پہاڑوں پر رکھدیا اور پھر جب بلایا تو وہ زندہ ہو کر چلے آئے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو صُرْهُنَّ کے معنی قیمہ کرنے کے نہیں لیتے بلکہ اپنے سے ہلا لینے کے لیتے ہیں اور جزء کے معنی ہر ایک جانور کے جزء کے نہیں لیتے بلکہ مجموعہ جانوروں میں سے بعض مراد لیتے ہیں جس سے آیت کا مطلب صرف یہ رہجاتا ہی کہ حضرت ابراہیمؑ نے چند جانور اپنے سے ہلالئے اور پھر کوئی جانور کسی پہاڑ پر اور کوئی کسی پہاڑ پر چھوڑدیا اور پھر جب بلایا تو سب چلے آئے۔ لیکن اگر ایسا کیا ہو تو یہ تو لڑکوں کا کھیل ہوا اس سے احیاء اموات سے کیونکر طمانیت ہوسکتی ہی۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جانوروں کا قیمہ کرنا اور پہاڑوں پر رکھنا واقع نہیں ہوا بلکہ جب خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو ایسا کرنے کا حکم دیا تو اس حکم سے حضرت ابراہیم کے دل کو طمانیت ہو گئی پھر انھوں نے نہ جانور پکڑے نہ انکا قیمہ کیا نہ پہاڑوں پر رکھا۔ گو کہ پچھلے گروہ مفسرین کے بھی اس امر کے واقع ہونے سے یعنی جانوروں کے قیمہ کرنے اور پھر انکے زندہ ہونے سے انکار کرتے ہیں مگر ہماری سمجھ میں ان تینوں گروہ نے

وَاَشۡهِدُوۡۤا اِذَا تَبَایَعۡتُمۡ ۪ وَلَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَهِیۡدٌ ۬ؕ وَاِنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاِنَّهٗ فُسُوۡقٌۢ بِکُمۡ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۲۸۲﴾	دو گواہ کرلو جبکہ تم خرید و فروخت کرو اور نہ ضرر پہنچایا جاوے لکھنے والا اور نہ گواہ اور اگر تم نہ کرو تو بیشک وہ تمھاری بداعمالی ہے اور ڈرو اللہ سے اور سکھاتا ہے تمکو اللہ اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے (۲۸۲)

رویا کے واقعات کو ظاہری واقعات سمجھنے میں غلطی کی ہے *

عیسائی بحث کرنے والوں نے ہمارے مفسرین کے لغو اقوال کو غنیمت سمجھا اور بلا تحقیق اصل مطالب کے قرآن مجید پر اعتراض کرنیکو موجود ہوئے۔ کتاب حزقیل میں حضرت حزقیل کے رویا کا ذکر ہے کہ وہ ایک جنگل میں جسمیں آدمیوں کی بہت سی ہڈیاں پڑی تھیں پہنچے خدا نے کہا کہ کیا یہ ہڈیاں زندہ ہوسکتی ہیں پھر حزقیل نے ان ہڈیوں سے خدا کے حکم سے کہا کہ تم زندہ ہوگی تم پر رگ اور گوشت آجاویگا اور جان پڑجاویگی اور تم زندہ ہوجاؤ گے چنانچہ وہ ہڈیاں ملیں اور گوشت وغیرہ پیدا ہوا پھر وہ سب اسیطرح زندہ ہوگئیں۔ اور توریت کتاب پیدایش باب پندرھویں میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کو بیٹا پیدا ہونیکی بشارت کے وقت خدا نے کہا تھا کہ چار جانور لے اور انکے دو دو ٹکڑے کرکے ہر ایک ٹکڑے کو اسکے مقابل رکھدے حضرت ابراہیمؑ نے چار پایوں کے تو ٹکڑے کیئے مگر پرندوں کے ٹکڑے نہیں کیئے اور پھر اسکو نیند آگئی اور وہ سو گیا۔ پس عیسائیوں نے مفسرین کی لغو اور ناتحقیق روایتوں کو دیکھکر کہدیا کہ یہ دونو قصے جو قرآن مجید میں موجود ہیں اور جنکے ساتھ مفسرین نے روایتیں ملائی ہیں وہ ان دونوں قصوں سے جو توریت میں مذکور ہیں بنائی گئی ہیں ۔ مگر ہم اسوقت ان ناقابل فہم قصوں پر جو توریت میں اور کتاب حزقیل میں مذکور ہیں بحث نہیں کرتے بلکہ صرف اسقدر بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو یہ دونوں قصے مذکور ہیں انمیں اور توریت و کتاب حزقیل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ	اور اگر تم سفر پر ہو اور نہ پاؤ کوئی لکھنے والا گروی ہو (مرتہن کے) قبضہ میں دی ہوئی پھر اگر امین جانیں بعض تم میں کے بعض کو پس چاہیئے کہ ادا کرے اس شخص کو اسکی امانت جسکو امین جانا ہے

کے مندرجہ قصوں سے کچھ تعلق نہیں ہے +

۲۷۶ (واحل اللہ البیع وحرم الربوا) حضرت عمرؓ نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے انتقال فرمایا اور ربا کی تفسیر ہمسے نہیں فرمائی۔ یعنی ہمکو اسبات کے دریافت کرنیکا موقع نہیں ملا کہ ربا جسکو خدا نے حرام فرمایا وہ کیا ہے اور کونسا ربا ہے جو حرام ہوا ہے اور جسپر ایسی سخت وعید نازل ہوئی ہے، پس جبکہ اتنے بڑے خلیفہ رسول اللہ صلعم کو ربا کی حقیقت پر تسلی نہ تھی تو ضرور تھا کہ صحابہ تابعین اور ائمہ مجتہدین اور علماء امت میں اختلاف رائے ہو اور ہر ایک اپنے اجتہاد کے موافق اسکی نسبت مسائل قرار دے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہوتا ہے اور ہوگا اور اس چودہویں صدی نبوی میں جبکا یہ دسواں برس ہے میں بھی بقدر اپنے فہم کے علماء امت سے اس مسئلہ میں مختلف رائے ہوں +

علماء امت اور فقہاء اسلام نے ربا کی دو قسمیں کی ہیں ایک ربا الفضل اور دوسری ربا النسیہ۔ ربا الفضل سے ایسی بڑھوتری مراد ہے کہ ہمجنس چیز کے دست بدست مبادلہ کرنے میں لی دی جاوے۔ اس قسم کے ربا کی حرمت زیادہ تر حدیثوں پر مبنی ہے اور اسباب میں کہ کونسی ہمجنس چیزوں کے مبادلہ میں بڑھوتری لینا ربا ہے ائمہ مجتہدین میں اختلاف ہے +

امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اس ہمجنس مال کے مبادلہ میں بڑھوتری ربا ہے جو پیمانہ سے نپتا یا وزن سے تلتا ہو +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ	اور چاہئے کہ ڈرے اپنے پروردگار اللہ سے
وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ	اور مت چھپاؤ گواہی کو

امام شافعی کے نزدیک وہ مال یا خود قیمتی ہو جیسے چاندی سونا یا شے خوردنی ہو۔

امام مالک کے نزدیک وہ مال یا خود چاندی و سونا ہو یا ایسا ہو جس سے انسان کا قوت ہوتا ہو یا جو اس کی اصلاح کرتا ہو جیسے کہ نمک +

ان اختلافات کا نتیجہ یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک چاندی اور سونے کے سوا باقی ایسی چیزوں کے مبادلہ کی بڑہوتری پر جو کھانے میں نہیں آتیں جیسے لوہا اور چونا وغیرہ ربا کا حکم نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ربا کا حکم ہے +

اور جب کہ قلیل مقدار کا غلہ جو ایک صاع سے کم ہو مبادلہ کیا جاوے تو اس کی بڑہوتری پر امام ابو حنیفہ کے نزدیک ربا کا حکم نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک ربا کا حکم ہے +

اور جو پھل وغیرہ اشیاء خوردنی پیمانے یا وزن سے نہیں بکتی تھیں اُنکی بڑہوتری پر بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک ربا کا حکم نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک ربا کا حکم ہے +

امام مالک کے نزدیک جیسا کہ اُن کی کتاب مؤطا میں مذکور ہے چاندی اور سونے کے سوا اور چیزوں پر جو وزن سے بکتی ہیں جیسے تانبا سیسہ چونا لوہا کسم وغیرہ یا ایسا میوہ جو تازہ کھانے میں آتا ہے اور سکھلا کر ذخیرہ نہیں کیا جاتا اس کے مبادلہ میں بڑہوتری پر ربا کا حکم نہیں ہے +

ہم جنس ہونے میں اچھے اور بڑے یا کھرے اور کھوٹے ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے، کھرا سونا کھوٹے سونے سے اور کھری چاندی کھوٹی چاندی سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور جو کوئی چھپا ویگا اسکو تو بیشک اسکا دل گنہگار ہے	وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ

اور اچھی کھجوریں بری سی کھجوروں سے یا سفید گیہوں لال گیہوں سے اگر بدلے جاویں تو ضرور ہے کہ برابر کے برابر بدلے جاویں اگر اُن کے مبادلہ میں بڑہوتری لیجاوے تو وہ بھی ربا میں داخل ہے +

مجھکو جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کے مبادلہ کو جو اُس ربا میں داخل کیا ہے جسکا ذکر اس آیت میں ہے یہ علانیہ غلطی ہے اس قسم کے مبادلوں کی بڑہوتری سے اس آیت کو کچھ تعلق نہیں ہے بلاشبہ حدیثوں میں اس قسم کے مبادلوں کی بڑہوتری پر بھی ربا کا اطلاق کیا گیا ہے مگر اُس ربا سے یہ ربا جس کا ذکر اس آیت میں ہے مراد نہیں ہے ربا کا اطلاق اُس فائدہ پر بھی ہوتا ہے جو بیع فاسد کے ذریعہ سے کوئی شخص حاصل کرے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے " من اجبی فقد اربیٰ" اجبا کے معنے کسی درخت کے پھل کو پھلوں کے آنے سے پیشتر بیچ ڈالنے کے ہیں جیسے کہ ہندوستان میں آم کے درختوں کا پھل صرف مور آنے پر قبل اسکے کہ آم پیدا ہوں بیچ ڈالا جاتا ہے ایسی خرید فروخت میں یا تو بائع ایسا فائدہ اُٹھاتا ہے جس کے مقابلہ میں درحقیقت اُسنے کوئی جنس نہیں دی یا مشتری ایسا فائدہ اُٹھاتا ہے جسکے مقابلہ میں درحقیقت اُسنے کوئی مال نہیں دیا اور اسی لئے اس معاملہ پر ربا کا اطلاق کیا گیا ہے مگر درحقیقت یہ معاملہ بیع فاسد کا ہے اور اُس ربا کی تفسیر میں داخل نہیں جسکا ذکر اس آیت میں ہے +

بخاری و مسلم نے اُسامہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ " الربا فی النسیئة " یعنے ربا اُدہار میں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ " لا ربوا فیما کان یدًا بید " یعنی جو چیز کہ دست بدست لی دیجاوے اُسمیں ربا نہیں ہے یعنی وہ ربا جو اس آیت کی رو سے حرام ہوا ہے اس حدیث میں اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ دست بدست معاملہ میں جو ربا ہے وہ ربا بیع فاسد کا ہے نہ وہ ربا جو اس آیت میں حرام ہوا +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٣﴾	اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے (۲۸۳)

امام مالکؒ نے اپنی کتاب موطا میں اس قسم کے معاملہ کو ربا سے تعبیر ہی نہیں کیا بلکہ ہر جگہ بیع سے تعبیر کیا ہے اور درحقیقت یہ معاملہ بیع کا ہے اور جو کہ اس قسم کے معاملہ میں اکثر یا بایع مغبون ہوتا ہے یا مشتری اور اسی لئے بیع فاسد میں شمار ہو سکتا ہے +

رسول خدا صلعم نے اس بات سے منع فرمایا کہ زیادہ مقدار کی ناقص کھجوروں کے بدلے کم مقدار کی اچھی کھجوروں کا مبادلہ مت کرو کیونکہ وہ ربا ہے یعنی بیع فاسد کا فائدہ ہے اسلئے کہ دونوں قسم کی کھجوروں کی واقعی قیمت درحقیقت تنقیح نہیں ہوئی پس یا مشتری کا نقصان ہے یا بایع کا نقصان اور اسلئے یہ فرمایا کہ اگر ایسا کرنا منظور ہے تو بُری کھجوروں کی قیمت مقرر کرکے علٰحدہ بیچ ڈالو اور اچھی کھجوروں کی قیمت مقرر کرکے علٰحدہ خرید لو +

یہی حال اچھی یا بُری کھری یا کھوٹی چاندی اور سونے کے مبادلہ میں ہے کہ اس طرح کا مبادلہ کرنے میں دونوں قسم میں کسی قسم کی صحیح قیمت منقح نہیں ہوتی لیکن اگر یہ قاعدہ قرار دیا جاوے کہ دو ہم جنس چیزوں کا مبادلہ برابر برابر سے کیا جاوے تو اسمیں کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہیں رہتا کیونکہ اگر درحقیقت دونوں ایک سے ہیں تو اُس وقت مبادلہ میں کسیکا نقصان نہیں اور اگر وہ اچھی اور بُری ہیں تو کوئی شخص برابر برابر پر مبادلہ کرنا پسند نہیں کرے گا اور ناقص چیز والے کو ضرور ہوگا کہ وہ اپنی چیز واجبی قیمت پر فروخت کردے اور اچھی چیز کو واجبی قیمت پر خریدے +

ابن عباسؓ اس قسم کے معاملہ کو اُس ربا میں جسکا ذکر اس آیت میں ہے اور جو اس آیت کی رو سے حرام ہوا ہے داخل نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُن کا قول تھا "لا ربا الا فی النسیئۃ وکان یجوز ربا النقد" یعنے وہ کہتے تھے کہ ربا اُدھار کے سوا اور کسی میں نہیں ہے اور دست بدست مبادلہ میں جو ربا ہوتا تھا اسکو وہ جائز سمجھتے تھے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اُن کی دلیل یہ تھی کہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اس میں ایک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا	خدا کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اگر تم ظاہر کرو

درہم کو دو درہموں کے بدلے دست بدست بیچنا بھی داخل ہے، اور اللہ تعالے نے ربا کو حرام کیا ہے اُسمیں اسطرح کا بیچنا داخل نہیں ہے کیونکہ ربا کے معنے بڑہوتری کے ہیں اور ہر ایک بڑہوتری حرام نہیں ہے بلکہ وہی خاص بڑہوتری حرام ہے جو اُسمیں عرب کے لوگوں میں ربا کے نام سے موسوم تھی اور وہ بڑہوتری اُدھار کے معاملہ میں ہوتی تھی پس خدا نے جو یہ فرمایا "وحرم الربٰوا" اس سے وہ ہی اُدھار والی بڑہوتری حرام ہوئی اور بیع کے حلال کرنے سے وہ بڑہوتری جو نقد دست بدست ہو حرام نہیں ہوئی اور نہ ربا کے حرام ہونیمیں داخل ہوئی اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسکی حرمت حدیث کی رو سے ہوئی ہے کیونکہ ایسا کہنے میں ظاہر قرآن کی تخصیص خبر واحد سے ہو جاویگی اور یہ جائز نہیں +

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابن عباسؓ نے اپنے اس قول سے رجوع کی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ عکرمہ جو ان کے خاص شاگرد رشید تھے اور اُنہیں کے پاس رہتے تھے اور اُنہیں سے تربیت پائی تھی اُن کو ابن عباس کے رجوع کی خبر نہ تھی اور اس سبب سے وہ روایت جسمیں ابن عباس کا رجوع بیان کیا گیا ہے نہایت مشتبہ ہو جاتی ہے بہرحال اگر ابن عباس کا رجوع کرنا بھی تسلیم کیا جائے تو اُسکا صرف یہ نتیجہ ہوگا کہ بیع فاسد سے جو ربا ہوا اسکو ابن عباس پہلے جائز سمجھتے ہونگے پھر اُنھوں نے اُسکو ناجائز سمجھا نہ یہ کہ اُنہوں نے اس معاملہ کو اُس ربا میں داخل کیا جسکا ذکر اس آیت میں ہے +

ربا النسیئۃ وہ ہی جو عرب کے لوگوں میں زمانہ جاہلیت میں مشہور اور معروف تھا اور وہ یہ تھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کچھ مال دیتا تھا اس اقرار پر کہ مدیون ہر مہینہ ایک مقدار معین اسکو دے اور اس المال بدستور مدیون کے ذمہ باقی رہے جب وعدہ ادا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَوۡ تُخۡفُوۡہُ	جو کچھ کہ تمہارے دلوں میں ہے یا اُسکو چھپاؤ

راس المال کا گذر جاتا تھا تو وہ اُن پورا روپیہ اپنا طلب کرتا تھا اور اگر وہ نہ دیسکتا تھا تو میعاد بڑھا دیتا تھا اور راس المال کو بھی بڑھا دیتا تھا اور اسپر ہر مہینہ ایک مقدار معین لیتا تھا پس جو مقدار کہ ماہواری لیجاتی تھی یا جو اضافہ کہ راس المال میں کیا جاتا تھا اُسی پر عرب جاہلیت ربا کا اطلاق کرتے تھے اور اسی کی حرمت اس آیت میں آئی ہے اور لفظ "حرم الربا" سے یہی خاص ربا حرام ہوا ہے +

یہ طریقہ ربا کا جو عرب جاہلیت میں جاری تھا بعینہٖ ہندوستان کے سود خواروں میں جاری ہے کہ وہ ایک شخص کو روپیہ قرض دیتے ہیں اور اُسپر ماہواری یا ششماہی سود لیتے ہیں اور اگر وہ میعاد پر ادا نہیں ہوتا تو اُس سود کو بھی اصل میں داخل کر دیتے ہیں اور مجموع اصل و سود پر پھر سود لیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میعاد ادا منقضی ہونے پر دوسری میعاد بڑھا دیتے ہیں اسطرح پر کہ میعاد بڑھانے کی عوض کبھی کچھ نقد روپیہ لے لیتے ہیں اور کبھی مقدار اصل کو زیادہ کر دیتے ہیں اور ایسا بھی کرتے ہیں کہ علاً ایک میعاد معین کے لئے قرض دیتے ہیں اور یہ اقرار کرتے ہیں کہ جتنا دیا ہے اُسکا ڈیوڑھا یا دگنا لینگے اور جب میعاد پر ادا نہیں ہوتا ہے تو اُس اضافہ کو بھی اصل میں شامل کر کے میعاد بڑھا دیتے ہیں اور اس مجموع پر ڈیوڑھا یا دگنا لینے کا اقرار کرتے ہیں یہ سب صورتیں اُس ربا کی ہیں جسکا ذکر اس آیت میں ہے اور بلاشبہ یہ ربا حرام ہے۔

ربا النسیئتہ کے اب یہ معنی ٹھیرے کہ مدیون سے علاوہ زر اصل کے کچھ روپیہ یا مال بطور فائدہ کے لینا مگر ایک بحث اور باقی رہجاتی ہے کہ عموماً ایسا کرنا حرام اور ممنوع ہے اور اُس کا کرنے والا ہر حالت میں اُنہیں وعیدوں کا مستحق ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں یا کسی اور قسم کی بھی قید یا تخصیص قرآن مجید سے پائی جاتی ہے علماے اسلام کی یہ راے ہے کہ اسمیں کسی قسم کی قید یا تخصیص نہیں ہے مگر میں قرآن مجید کی رو سے ایسا نہیں سمجھتا بلکہ میری یہ سمجھ ہے کہ قرآن مجید کی رو سے اس قسم کے ربا کے حرام ہونے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ فَیَغْفِرُ	تم سے اللہ اس کا حساب لے گا پس بخشیگا

میں بھی ایک تخصیص پائی جاتی ہے جو آیندہ بیان ہوگی ❖

ربا درحقیقت ایک نہایت بُری چیز ہے اور انسانی اخلاق اور تمدن کے لیے بعضے حالتوں میں نہایت مضر ہے۔ ربا جب کہ ایک پیشہ کر لیا جاتا ہے جیسا کہ سود خور آڑھتیئے اور مہاجن بطور پیشہ کے اسکو برتتے ہیں تو تمدن کے لئے نہایت مضر ہوتا ہے، ذی مقدور شخص اُس روپیہ کو ملک کی ترقی اور تجارت کی افزونی میں صرف نہیں کرتا بلکہ خود اپنے ہی ملک کے لوگوں سے اُنکا مال لے لینے میں صرف کرتا ہے، وہ اپنی محنت اور مشقت سے معیشت پیدا کرنے میں بالکل سُست ہو جاتا ہے اور لوگوں نے جو محنت اور مشقت سے کمایا ہے اس کے لے لینے پر راغب ہوتا ہے، اس کے مال و دولت سے کوئی صنعت یا کوئی ایسا کارخانہ جس سے لوگوں کو معیشت میں مدد پہونچے اور ملک کی دولت کو ترقی ہو نہیں قائم ہوتا بجز اُس کے کہ غریبوں سے ان کی محنت اور مشقت کے حاصلات کے چھین لینے کا اُس کے قابو ملتا ہے، اور کچھ شبہ نہیں کہ ایسا ربا اخلاق و معاشرت و تمدن کے برخلاف ہے ❖

ایک اور صورت ربا کی ہے جو اُس سے بھی زیادہ اخلاق انسانی اور روحانی نیکی کے برخلاف ہے اور بلاشبہ حرب میں اللہ اور رسُول کے برابر ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ غریب و محتاج و مفلس ہیں اور نہ کسی عیش و آرام کے لئے بلکہ صرف اپنی زندگی کے لئے قوت لایموت بہم پہونچانے کو روپیہ یا غلہ قرض لیتے ہیں اور ذی مقدور سُودی قرض انکو دیتے ہیں اور سود لیتے ہیں۔ ایسا کرنا انسانی ہمدردی اور غریبوں کے ساتھ سلوک کرنیکے بالکل برخلاف ہے حالانکہ قرآن مجید میں اُن کے ساتھ سلوک کرنے کا جا بجا حکم ہے۔ ایسے لوگوں سے سُود لینا شقاوت قلبی اور بدترین اخلاق ہونے کے سوا قرآن مجید کی مستحکم ہدایتوں کے بھی برخلاف ہے اور کوئی شخص

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ	جسکو چاہیگا اور عذاب دیگا جس کو چاہے گا

شبہ نہیں کرسکتا کہ ایسا ربا نہایت بد اور ناپاک ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ ایسے ہی ربا کا اس آیت میں ذکر ہے جس کو خدا نے منع فرمایا اور حرام کیا ہے اور کوئی انسانی دل جو ذرا بھی روحانی اخلاق کی طرف مائل ہوگا ایسا نہ ہوگا جو اس قسم کے ربا کو حرام و ناپاک نہ سمجھتا ہو ✦

میری اس سمجھ پر جو کچھ شبہ ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ "حرم اللہ الربوا" جو ایک عام حکم تھا اسکو میں نے خاص کر دیا ہے اور اسی ربا پر منحصر کر دیا ہے جو ایسے لوگوں سے لیا جاوے جنکے ساتھ سلوک کرنے اور ان کے ساتھ ہمدردی کرنیکے قرآن مجید میں ہدایت ہوئی ہے مگر میرے دل کو یقین ہے کہ قرآن مجید کے تمام سیاق و سباق کلام سے یہی ہدایت پائی جاتی ہے ✦

ربا کی آیت سے پہلی آیتوں میں خدا تعالےٰ نے خدا کے راہ میں مال خرچ کرنیوالوں کی خوبیوں کو بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی مثال ایک دانہ کی ہے جو اُگے اور اسمیں سات خوشہ لگیں اور ہر خوشہ میں سو سو دانے ہوں۔ پھر انکو نصیحت کی کہ غریب و محتاجوں کے ساتھ جو تم سلوک کرتے ہو اسکے احسان جتانے سے اور انکا دل دکھلانے سے برباد مت کرو اور اسکی مثال ایسی شخص کی بتائی جسکا ہرا بھرا باغ آگ سے جلگیا ہو۔ پھر ان کو سمجھایا کہ غریبوں اور مسکینوں کو جو خدا کے لئے دیتے ہو وہ اپنے ہی لئے دیتے ہو اور وہ تمہیں پہونچیگا ✦

اس کے بعد خدا تعالےٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جو غریب اور مسکین لوگوں پر مال خرچ کرتے ہیں اور ان کے ثواب کا بیان کیا اور اسی کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر کیا جو بعوض سلوک و ہمدردی کرنے کے سود لیتے ہیں پس قرینہ مقام و طرز کلام سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس آیت میں انہیں لوگوں کا ذکر ہے جو غریب مسکین لوگوں سے سود لیتے تھے اور اسی سود کو جو ایسے لوگوں سے لیا جاتا تھا جو قابل رحم اور ہمدردی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۸۴)	اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲۸۴)

اور سلوک کرنے کے تھی خدا نے حرام کیا اور فرمایا کہ ،،حرم الربوا،، اور پھر فرمایا کہ ،،یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات،، اور پھر فرمایا کہ اے ایمان والو جو کچھ سود کا لینا باقی رہگیا ہے اسکو چھوڑ دو اور اگر نہیں چھوڑتے تو خدا اور رسول سے لڑنیکو تیار ہو کیونکہ خدا اور رسول نے تو اُسکے ساتھ سلوک کرنے کی ہدایت کی ہے اور تم اُس کے برعکس اُنسے سود لیتے ہو ،، خدا کے حکم کے برخلاف کرنا خدا سے ،، خدا سے لڑائی کرنی ہے +

پس تمکو چاہئے کہ اُن سے اپنا اصل مال لے لو اور اگر کوئی ایسا محتاج ہو کہ اصل دینے کا بھی مقدور نہ رکھتا ہو تو اُس کو مُہلت دو تاکہ جب اُس کو فراغت ہو ادا کرے اور اگر اصل بھی چھوڑ دو تو تمہارے لئے بہتر ہے جس قدر آیتیں کہ قبل آیت ربا کے ہیں اور جس قدر کہ اسکے بعد ہیں اُن سب کو ملانے اور سباق سیاق کلام پر نظر کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہی ربا حرام کیا گیا ہے جو ایسے غریب و محتاج آدمیوں سے لیا جاتا تھا جو کھانے کو محتاج تھے اور غلہ یا کھجوریں یا اور کچھ قرض لیکر قوت لایموت بہم پہونچاتے تھے اور جن کی نسبت قرآن مجید میں جابجا سلوک و ہمدردی کرنے کی ہدایت تھی میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی شخص گو کہ وہ کوئی مذہب رکھتا ہو ایسے ربا کو ناپاک و حرام نہ سمجھتا ہو +

اُن کے سوا وہ لوگ ہیں جو ذی مقدور اور صاحب دولت و جاہ و حشمت ہیں اور اپنے عیش و آرام کے لئے روپیہ قرض لیتے ہیں جائداد یں مول لیتے ہیں مکان بناتے ہیں اور قرض روپیہ لیکر چین اُڑاتے ہیں گو اُنکو قرض دینا بعض حالتوں میں خلاف اخلاق ہو مگر اُن سے سود لینے کی حُرمت کی کوئی وجہ قرآن مجید کی رو سے مجھکو نہیں معلوم ہوتی +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡہِ مِنۡ رَّبِّہٖ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ	ایمان لایا پیغمبر جو اوتاری گئی ہے اُس پر اُس کے پروردگار سے اور سب ایمان لانے والے ہیں ہر ایک ایمان لایا اللہ اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں پر نہیں فرق کرتے ہم

اسی طرح بہت سے معاملات قرضہ کے ہیں جو تجارت کے کاروبار میں پیش آتے ہیں اور ایسے بینکوں کے قائم ہونے سے جو بر تجارت کے مقاصد کے لئے روپیہ قرض دیتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہہ روپیہ پہونچا دیتے ہیں اور ہر قسم کے آڑہتوں کا کام کرتے ہیں اور جن سے تجارت کو اور ترقی ملک کو اور زر افزونی آبادی کو نہایت امداد پہونچتی ہے ان معاملات میں جو سود کر لیا و دیا جاتا ہے مجھکو قرآن مجید کی رو سے اُسکے ایسا ربا ہونے کے جسکو اس آیت میں حرام کیا ہے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی پس حکم ربا جو قرآن مجید میں ہے وہ نہایت اخلاق و نیکی پر مبنی ہے اور کسیطرح ترقی تجارت و ترقی ملک و دولت کا مانع نہیں ہے فقہا نے بلاشبہ اپنے اجتہاد اور قیاس سے ایسی قیدیں بڑھا دی ہیں جن سے ربا کا حُکم تجارت کی ترقی کا مانع قوی ہو گیا ہے، مگر قرآن مجید سے ایسا نہیں پایا جاتا مفتی شرف الدین رامپوری اور مولوی بُرہان الدین صاحب نے اپنے رسالوں میں ربا کو صرف جنس کے دست بدست مبادلہ میں منحصر کیا تھا جسکو ربا الفضل کہتے ہیں اور نسیہ یعنی قرضہ میں ربا نہیں قرار دیا تھا، مگر میری راے اس کے برخلاف ہے جیسکہ اوپر بیان ہوا +

اب میں اپنی راے سے قطع نظر کرتا ہوں اور کُتب فقہ اور مسائل مسلمہ فقہ کو تسلیم کرکے مندرجہ ذیل معاملات پر جو اس زمانہ میں اکثر پیش آتے ہیں نظر ڈالتا ہوں کہ اگر فقہ ہی کی روایتوں پر عمل کیاجاوے تو فقہ کی رو سے بھی معاملات مندرجہ ذیل کے سُود پر ربا ناجائز کا اطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا	درمیان کسی ایک کے اسکے رسولوں میں سے اور انھوں نے کہا ہمنے سُنا اور ہمنے اطاعت کی اے ہمارے پروردگار تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیرے پاس پھر جانا ہے (۲۸۵) نہیں تکلیف دیتا اللہ کسیکو مگر بقدر اسکی طاقت کے اسکے لئے ہے وہ جو اسنے کمایا اور اسپر ہے جو اسنے کمایا اے پروردگار ہمارے مت پکڑ

اول گورنمنٹ پرامیسری نوٹ۔ اگرچہ مولنا شاہ عبدالعزیز صاحب نے گورنمنٹ پرامیسری نوٹ کے سود کے مباح ہونیکا فتویٰ دیا ہے مگر جس اصول پر وہ فتویٰ دیا گیا ہے میری رائے میں وہ اصول صحیح نہیں بلکہ فقہ مسلمہ کی رو سے پرامیسری نوٹ کے سود کے جائز ہونے کی اور وجہ ہے +

فقہ کے اس مسئلہ کو کہ ،،کل قرض جر منفعۃ فھو ربوا،، تسلیم کرلو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جس قرضہ میں بڑھوتری ملے وہ ربا ہے۔ قرضہ کے متحقق ہونیکو تین رکن ضروری ہیں اگر ایک رکن بھی اسمیں موجود نہو تو اس پر قرضہ کا اطلاق نہوگا اور اس کی بڑھوتری ربا نا جائز نہوگی اور وہ رکن یہ ہیں، اول۔ دائن یا دائنان کا متحقق و مشخص ہونا۔ دوم۔ مدیون کا متحقق و مشخص ہونا۔ سوم دائن کو حق طلب باقی ہونا۔ گورنمنٹ پرامیسری نوٹ میں جسمیں زمانہ ادا موعود نہیں ہے ان ارکان ثلاثہ میں سے دو رکن مفقود ہیں ایک مدیون کیونکہ اسمیں کوئی شخص معین و مشخص مدیون نہیں ہے بلکہ صرف ایک مفہوم جسکو گورنمنٹ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں مدیون ہے جو فقہ کی رو سے صلاحیت مدیون قرار پانے کی نہیں رکھتے۔ دوسری حق طلب، اسلئے کہ دائن کو اُس قرضہ کے طلب کا حق نہیں ہے۔ اور جن پرامیسری نوٹوں میں میعاد ادا موعود ہے ان میں حق طلب ساقط نہیں اِلّا مدیون بدستور غیر متعین و غیر مشخص ہے، پس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا	اگر ہم نے بھول یا ہم نے چوک کی ہے اے پروردگار ہمارے اور مت رکھ ہم پر بھاری بوجھ جس طرح کہ تو نے اسکو ان لوگوں پر رکھا جو ہم سے پہلے تھے اے پروردگار ہمارے اور مت رکھ ہم پر

جو بڑھوتری کہ ان پرامیسری نوٹوں کے ذریعہ سے حاصل ہو وہ فقہ کی رو سے ربا نہیں قرار پا سکتی +

ہمارے زمانہ کے علما پرامیسری نوٹوں کی بڑھوتری پر ربا ہونے یا نہونے کا حکم دیں یا نہ دیں مگر ہمارے زمانہ میں دھلی میں بعینہ مثل پرامیسری نوٹ کے ایک معاملہ پیش آیا تھا اور تمام علماء دھلی نے جو اُس زمانہ تک بڑے بڑے مقدس لوگ موجود تھے اُس کے جواز کا فتوے دیا تھا اور وہ واقعہ یہ تھا کہ بھادر شاہ بادشاہ نے یہ قاعدہ نکالا تھا کہ جو کوئی شخص بادشاہ کو کچھ روپیہ بطور نذرانہ کے دے تو اُس شخص کی تنخواہ اُس روپیہ کے سود کی برابر مقرر ہو جاوے جس شخص نے روپیہ دیا اُسکو روپیہ کے واپس مانگنے کا اختیار نہ رہتا تھا اور نہ بادشاہ کو تنخواہ معینہ کے بند کر دینے کا، ہاں یہ بات بادشاہ کی مرضی پر منحصر تھی کہ اگر وہ تنخواہ معینہ بند کرنی چاہیں تو وہ روپیہ جو بنام نہاد نذرانہ لیا ہے اس شخص کو واپس کر دیں +

اکثر ایسا اتفاق ہوا ہے کہ مثلاً ایک شخص نے بادشاہ کو ہزار روپیہ نذرانہ اس شرط پر دیا کہ دس روپیہ مہینے کی تنخواہ اس کی مقرر ہو جاوے بادشاہ نے منظور کیا اور تنخواہ مقرر کر دی۔ دوسرا ایسا شخص آن موجود ہوا کہ ہزار روپیہ نذرانہ اُس شرط پر دینے کو راضی تھا کہ بادشاہ پانچ روپیہ ماہواری اُسکا مقرر کر دیں بادشاہ نے ہزار روپیہ اُس سے لیا اور پہلے شخص کا روپیہ واپس کر دیا اور دس روپیہ تنخواہ اسکی بند کر دی اور انھیں سے پانچ روپیہ اس دوسرے شخص کی تنخواہ مقرر کر دی اور وہ پانچ روپیہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مالا طاقۃ لنا بہ واعف عنا	وہ چیز جسکی برداشت کی ہمکو طاقت نہیں اور معاف کر ہم سے

جو بچے اس کی بھی کسی تیسرے شخص سے نذرانہ لیکر اس کی تنخواہ میں مقرر کر دیئے +

یہ معاملہ پرامیسری نوٹ کے معاملہ سے بھی زیادہ مشتبہ ہے کیونکہ جو حالت بادشاہ کی مثل ایک پنشندار شخص کے تھی اسکے لحاظ سے بادشاہ بذاتِ خود مدیون متصور ہوتے تھے اور اس لئے اس معاملہ میں دو رکن موجود تھے یعنے دائن و مدیون البتہ صرف تیسرا رکن حق طلب معدوم تھا پس اس معاملہ کی بڑہوتری کو تمام علماے دہلی ربا نہیں سمجھتے تھے اور اگر میری یاد میں غلطی نہو تو بڑے بڑے مقدس مولویوں نے اس قسم کا نذرانہ دیکر تنخواہیں اپنی اور اپنے قرابت مندوں کی مقرر کرائیں تھیں پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ اگر یہ بڑہوتری سود ناجائز نہ تھی تو پرامیسری نوٹ کی بڑہوتری کیوں سود ناجائز قرار پا سکتی ہے +

دویم معاملات ترقی ملک ۔ مثلاً گورنمنٹ یا کوئی جماعت محدود اس غرض سے روپیہ قرض لے کر اس روپیہ سے ایک نہر آبپاشی کے لئے یا آہنی سڑک آمدورفت کے لئے جاری کرے اور دائن کو اس قرضہ کی بابت سود دینا قبول کرے تو وہ بھی رباے ممنوع میں جسکا ذکر آیت میں ہے داخل نہیں ہے کیونکہ وہ اس قسم کا قرضہ نہیں ہے جس پر ربا ممنوع ہے +

سوم معاملات رفاہ عام ۔ فرض کرو کہ کسی شخص یا جماعت نے ایک سرمایہ اس غرض سے جمع کیا ہے کہ اس کے محاصل سے عام رفاہ کے کام کئے جاویں گے وہ سرمایہ فقہ کی رو سے وقف ہے اور وہ شخص یا جماعت صرف امین یا متولی وقف ہے اس سرمایہ کی ملکیت نہیں رکھتے پس اگر وہ سرمایہ بالغرض کسیکو سودی قرض دیا جاوے تو وہ بھی رباے ممنوع نہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۲۸۶	اور بخشدے ہمکو اور مہربانی کر ہمپر تو ہی ہمارا مولے ہے پھر مدد کر ہماری کافروں کی قوم پر (۲۸۶)

میں داخل نہیں ہوسکتا +

سبب اسکا یہ ہے کہ جو اصول و قواعد جماعت محدود کے لئے اس زمانہ میں مروج ہیں اُن کی رو سے وہ جماعت محدود اپنی ذات سے اُس قرضہ کی مدیون نہیں ہوتی اور نہ اُن کی ذات دائن ہوتی ہے اور یہی حال اُس شخص یا جماعت کا ہے جو کسی سرمایہ وقف کا متولی یا امین ہے پس اُن دونوں صورتوں میں یا دائن شخص ومعین نہیں ہے یا مدیون شخص ومعین نہیں ہے اور اس لئے اُس پر ایسے قرضہ کا ہونا جس پر سود لینا ممنوع ہے صادق نہیں آتا اور اس لئے اُس پر ربا ربا ے ممنوع نہیں ہے

تمت

تمام شد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خاتمۃ الطبع

چکیدۂ قلم اعجاز رقم حضرت ملک الکلام - قدوۃ الکرام - ناظم یکتا - ناثر بیہمتا جامع فضائل معنوی و صوری - مالک ممالک معانی - قہرمان جہان سُخندانی و شیوا زبانی - معمور نگار خانۂ جادو بیانی - اعنی جناب شاہزادہ مرزا محمد عبد الغنی صاحب ارشد گورگانی مدرس میونسپل بورڈ سکول فیروزپور سلمہ اللہ تعالےٰ بالفرح والسرور

اے خدا اے بزرگ خدا - اپنے رسول اور پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیل اور اسکے آل و اصحاب کا واسطہ آج میری مدد کر - اور جس طرح میں اپنے دل کو مذہبی خیالات جھوٹے تکلفات سے پاک رکھنا چاہتا ہوں تو بھی اُسے پاک کر - جو کچھ ٹھیک ٹھیک میرے دل میں ہو - لب و زبان اسکی صداقت کریں - اور جو کچھ لب و زبان سے نکلے طبیعت و قلم اُسپر گواہی دیں - اے پیارے خدا میں سخت مشکل میں ہوں کہ آج میرا ایک دوست اسبات پر ضد کر رہا ہے کہ میں تفسیر احمدی کا ریویو کردوں یا تقریظ لکھوں جو تمنا آرزوئے دل دوست کا میرا مذہب نہیں ہے - میں سوچتا ہوں کہ لکھوں تو کیا لکھوں اور نہ لکھوں تو کیا نہ لکھوں - اے خدا! میرا مددگار ہو - انسانی صداقت سے جہاں تک ممکن ہو مجھے باز رکھ - سخت وقت ہے - کہ تفسیر احمدی کا نفس ایک دیباچہ مشہور معروف بلند پایہ ہے - اور ارشد اُسکے سامنے بے مایہ - اگر قلم سے تعریفی الفاظ نکلیں تو مہذب بھاٹ کا خطاب ملتا ہے - اگر جھوٹ کہا جاوے تو یہ گناہ صریح - امتحان کا وقت ہے - الٰہی تو مجھے امتحان میں نہ ڈال - بہرکیف یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ کے - سی - ایس - آئی - ایل ایل - ڈی آنریبل - ڈاکٹر سر سید احمد خاں صاحب بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ - سے کیوں اسقدر ناراضگی ہے کہ انکے پیرو انکے دوست - اُن کے نام لینے والوں کو بُرا کہا جاتا ہے - اور انکی پُر تاثیر تقریر - جادو بیان تحریر کا شکریہ تو در کنار کیسے ناشکر گزار ہو گئے - میرے خیال میں شاید ان سب باتوں کا سبب یہ ہے کہ سر سید نے جو کچھ کیا وہ پہلا کام ہے کم و بیش دو سو سال سے ہندوستان کے مسلمانوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں بتایا جا سکتا جو اس ہمت و حوصلہ کے ساتھ تن تنہا میدان میں آیا ہو - اور جس نے اصلاح قوم کو اپنا شعار دل پر لگا کر بنا دیا ہے کہ دیکھو قومی ہمدردی اسے کہتے ہیں - شاہی خیر خواہی یہ ہوتی ہے حق بات تو یہ ہے کہ جو کچھ سر سید نے کیا وہ کسی سے نہ ہو سکا - اور اب بھی جو کچھ ہوتا ہے وہ سید ہی کا صدقہ ہے - یا انہی کے سر سید نے مسلمانوں کو سوتے سے جگایا - خواب حال قوم کو چٹکیاں لے لے کر جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جو بٹھایا اگرچہ ابتک بھی وہ پورے دوڑنے بھاگنے کے قابل نہیں ہوئے مگر شکر ہے کہ خواب دوشینہ کی خماری جاتی رہی - اور سب نے سمجھ کر خیال کر لیا ہے کہ قوم بنتی ہے اپنی ہمت سے - کیا آج ہے کم و بیش

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بیس برس پہلے کوئی انجمن حمایتہ الاسلام تھی۔ کوئی کمیٹی کے طریق جانتا تھا۔ نہیں۔ پھر کیوں ایک بیچی اور ایک ہمدردے ایسی نفرت کیجاوے۔ تفسیر احمدیؒ۔ بیشک ایک عمدہ اور نئی انوٹ کی تفسیر ہے جسمیں معقولات کا زور دکھایا گیا ہے۔ فلاسفہ۔ کے بازوں پر مفسرؒ نے معانی کو اڑایا ہے۔ علم کلام کی طاقت صرف کرکے آیات سے بدیہی نتائج پیدا کئے ہیں سنئے فلسفہ سے قرآن کو ٹکسال پر چڑھایا ہے اور ثابت کیا ہے۔ کہ قرآن بہرحال صداقت اور سچائی کا مخزن رہا ہے اور رہیگا۔ کیا ان باتوں کو کوئی برا کہہ سکتا ہے۔ توبہ۔ توبہ۔ اگر سید صاحب کے تمام اقوال یا صرف تفسیر میں کوئی بدکا خیالی بات گھبراہٹ ڈالنے والا معاملہ ہے تو یہ ہے کہ جو انہوں نے کیا وہ اکثر نیا اور جدید تحقیقات کے مطابق۔ نیز پرانے فلاسفر مفسرین کی عربی تفاسیر کا (جنکو سرسید نے زبان اردو کا جامہ پہنایا۔ اور اسے پہلے باعث عدم واقفیت زبان عربی کے عوام اس کے سمجھنے سے قاصر تھے) بیان کیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام تفاسیر جو کلام مجید کی موجود ہیں۔ یا آئیندہ ہوں گے۔ وہ سب ایک دوسرے سے کم و بیش مختلف ہیں اگر ان کے اختلاف کو صرف جمع کرلیا جاوے تو قرآن مجید کا بہت تھوڑا حصہ معاذ اللہ صحیح ماننے کے قابل رہجاتا ہے۔ حالانکہ کتاب پاک من اولہ الی آخرہ حرف بحرف سب صحیح ہے۔ علاوہ ازیں بڑی بھاری بدگمانی یہ پیدا ہوتی ہے کہ جنھوں نے اختلاف کیا انہوں نے جانکر قرآن کے معانی بدلے اور ایسا آدمی علماء حال سے پوچھو کیا نام پاسکتا ہے ونعوذ باللہ من سوء الاعتقاد۔ پس ثابت ہوا کہ جب کل تفاسیر باوجود اختلاف معانی ماننے کے قابل ہیں۔ تو سرسید کی ذات کیوں نشانہ بنائی جاوے اور کوئی وجہ نہیں کہ تفسیر احمدیؒ سے اختلاف کیا جاوے +

افسوس! افسوس!!

نظم

جو فرقہ ہو مسلم سب ہیں عزت کے قابل
مسلماں بھائی کو کافر بنائیں
لکھیں سید احمد کو یہ بیر نیچر
اگر ہیں نیچر تو تہمت دکھاتا
سمجھتے کہ سمجھے جاکے عیسائی ہوتے
اگر دین ہی ختم کیا جاتے جاتے
نہیں ہمکو سید کی تعریف کرنی
سمجھتے ہیں پر فرض ہم سچ کا کہنا

فضیلت یہی ہے جو فضیلت کے قابل
اگر ایک بالغرض بھی ہیں بن جائیں
سمجھتے نہوں گرچہ تفسیر نیچر
تو اسلام ہندوستاں بیچ جاتا
عدد دین کے سیکڑوں بھائی ہوتے
قدم قوم کا جم گیا جاتے جاتے
اگر چاہیے ہے وجہ توصیف کرنی
نہیں چاہتے ہیں یہ خاموش رہنا

نیا نہیں پایا ہو جسنے طریقہ
جہالت ہی ہو کچھ اسکو ناری
نہ کچھ اسکے کام کی اسکو خبر ہے
نئی روشنی کی شعاعیں جو پڑتیں
کچھ اس ڈھب سے سید نے دیوار رد کی
فروعات میں گو تغیر ہوا ہے
نہ ہم سید احمد کے کچھ معتقد ہیں
اگر سید کی نیت خدا جانتا ہے

وہ ہیں خوش بیانی میں کیا خوش سلیقہ
نئی ہیں تیری آن سے جوان کی
نہ کچھ حب قومی یہ انکو نظر ہے
بہت بستیاں دین حق کی اجڑتیں
نہ کچھ ڈھال کی کی نہ تلوار رد کی
اصول اب بھی دونوں کے دین کا
نہ ہم مولوی ہیں نہ نیچری ہیں
خدا جانے پھر کس کیا جاتا ہے

مجھے ڈر ہے کہ کہیں میری نسبت جاہل الجاہل فسبوہ ولعنوہ وان استطعت فاقتلوہ۔ نہ فرمایا جائے سامنے میں اپنے

بیان نا قابل کو صرف یہ کہکر ختم کرتا ہوں الامور ولا تختلج فی صدری منہ شئی۔ واضح ہو کہ میرے دوست منشی غلام احمد صاحب تاجر کتب فیروزپور کو چند سال ہوئے کہ جناب خان بہادر ڈپٹی قادر بخش خان صاحب مرحوم ومغفور کے توسط سے سر سید نے تفسیر کے جلد اول کے چھاپنے کی اجازت دی تھی۔ اور وعدہ کیا تھا کہ سوائے ایک جلد کے اور بھی جلدوں کی اجازت دیجائیگی۔ مگر دیر کیوں لگی اور وہ شائع نہیں ہوئی اسکی وجہ یہ ہوئی کہ اول تو کاپی نویسوں نے کتابت سے انکار کیا ایک نے تھوڑی کاپیاں لکھیں تو پھر فرمایا کہ ہمارا دین بگڑتا ہے اسلئے آگے ہم نہیں لکھ سکتے۔ اہل مطبع نے چھاپنے کا وعدہ نہ کیا۔ مجبوری حیلی پھر بھی منشی غلام احمد صاحب نے ہمت باندھکر اشتہارات وغیرہ چھاپے ریلوے سٹیشنوں پر چسپاں کئے۔ اخبارات کو دیئے۔ مگر صد ہا برخاست آخر کار بابو علی محمد صاحب (جنہوں نے کسی قسم کی مخالفت عوام کی کچھ پروا نہ کرکے منشی صاحب موصوف کے ساتھ کر ہمت باندھی) کی امداد سے یہ کتاب چھپنی شروع ہوئی۔ اور الحمد للہ کہ پایہ اختتام کو پہنچی۔ صاحبان موصوف کی ایک اولوالعزمانہ بات جو قابل کرنے کے ہے کہ صاحبان دونوں نے ناشران تفاوتی نظر نہیں کیا بلکہ خاص اہتمام اشاعت کتاب کی علیگڈھ محمڈن کالج کی مدد کی جس سے وہ زیادہ تر تحسین وشکرگذاری کے مستحق ہیں۔ جزاہما اللہ۔ ان باتوں سے پایا جاتا ہے کہ سر سید بیچارے جنہوں نے قومی ہمدردی کا بیڑا اٹھایا اور اسی ذی علم قوم بنانا چاہا کس قدر مخالفت ہو۔ حالانکہ افتراق کی بابت ولا تنازعوا فتفشلوا وتذہب ریحکم صاف نص قرآنی ہے۔ اللہم اہدنا الصراط المستقیم۔ واتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ۔

قطعہ تاریخ

اے سید ذی ہمت پیر پُر باش
ہے عزم جواں تیرا بڑھاپے کے جواں
اللہ بزرگی سے رکھے تجھکو ہمیشہ
اور عمر تیری ہو بکار دو عالم جہاں
افتادہ مسلمانوں کو تو نے اٹھایا
اسلام کو تو نے کیا مشکل سے آسان
ہیں ایسوں کی تنہا الفت جو زیادہ کیں
شادی ہو ... جہاں ایسی ہی پایا
بنتے ہیں ... تو لوگ ہمیشہ
خامہ ہے ... خامہ رواں

ہر دم ترے آرام کو عیش دو جہاں ہو
یہ نخل ثمردار بہاروں پہ رہے تو
ہر خورد ترے ساتھ عزت سے کلاں ہو
صد شکر کہ تو سر بھی ہے اور شاہی سید
گر گریہ اٹھیں کیوں نہ عدو اسکا جہاں ہو
تفسیر دو بالا کی ہے خالفی بھی خجل ہیں
اپنا جو نہ اپنا ہو تو کیسے لسے ان ہو
نسبت دغلائی کی بیزار نام سے انکو
کیوں صف صفائی نہ اسو باعث ثنا ہو
ناگاہ دو سنی ہاتف غیبی سے یہ آواز

اپنی تو دعا ہے زلیخا کی طرح سے
ہر سال نئی تیرے لئے تاب و تواں ہو
سید ہو وہی قوم کا جو قوم کا سر ہو
کس طرح چھپا سکتے ہیں جو بات عیاں ہو
تقریر میں تحریر میں بات دکھائی
کب بات کی تاب آج ہے جو تجھی یہاں ہو
چھپوائی یہ تفسیر کسی لوٹ نہ ہی سے
نسبت ہو جسے تجھ سے وہ کس طرح نہاں ہو
ارشد کو نظر آئی جو طبع یہ تفسیر
کس فکر میں ہو دست کرم کو ہر کہاں

... سے مصرعہ تاریخ | قرآن کی تفسیر ہوا چھپ کی بیان ہو

تمت بالخیر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حصّہ دوم

تفسیر القرآن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تفسیر القرآن جلد دوم

سورۃ الٓمّٓ آل عمران

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ
الْقَیُّوْمُ ﴿۱﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ
وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى
لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ﴿۲﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ
شَدِيْدٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۳﴾
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ
وَلَا فِي السَّمَآءِ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ
فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ
عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ
اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
الم، اللہ، نہیں ہے کوئی معبود بجز اُس کے
زندہ ہے ہمیشہ قائم رہنے والا (۱) اُس نے اتاری
تجھ پر کتاب سچی، سچ بتاتی ہوئی اُس کو جو اُس کے
ہاتھوں میں ہے، اور اتاری توریت اور انجیل اس
سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے، اور اتارا
(حق اور باطل میں) فرق کرنے والا (۲) بیشک
جنہوں نے اللہ کی نشانیوں سے انکار کیا اُن
کے لئے سخت عذاب ہے، اور اللہ بڑا ہے بدلا
لینے والا (۳) بیشک اللہ پر کوئی چیز چھپی نہیں ہے
زمین میں کی اور نہ آسمان میں کی، وہی ہے جو تمہاری
صورتیں رحموں میں بناتا ہے جس طرح چاہتا ہے
نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی بڑا ہے حکمت والا (۴)
وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب، اُس میں سے جو
محکم آیتیں ہیں وہ تو کتاب کی جڑ ہیں، اور اور متشابہ ہیں

(۵) (آیَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ) محکمات اور متشابہات کی بحث بہت دقیق اور طویل ہے، علما نے اُس کے بیان میں بہت بڑی علمیت خرچ کی ہے۔ مگر مختصر بات یہ ہے کہ عربی زبان کے محاورہ میں محکم اُس بات کو کہتے ہیں جو ایسی صاف ہو جس سے ایک ہی مطلب سمجھ میں آوے اور دوسرے مطلب کو نہ آنے دے، اور متشابہ اُس بات کو کہتے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ	پھر جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے

ہیں جس کے کئی مطلب سمجھ میں آتے ہوں اور بخوبی تمیز نہ ہوسکتی ہو کہ کونسا مطلب مقصود ہے، یا جو معنی اُس کے الفاظ سے متبادر ہوتے ہوں وہ مقصود نہ ہوں، بلکہ وہ الفاظ بطور تمثیل یا بطور مجاز و استعارہ کے آئے ہوں ✦

اس پر لوگوں نے بہت بحث کی ہے کہ قرآن مجید میں آیات متشابہات کیوں آئی گئی ہیں، مگر ہر ایک سمجھدار آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جب قرآن مجید انسانوں کی زبان میں نازل ہوا ہے اور اُس سے عوام و خواص سب کی ہدایت مقصود ہے تو اُس میں آیات متشابہات کا نہ ہونا ناممکن ہے۔ قرآن مجید میں بہت سی ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جن کو انسان کے حواس خمسہ ظاہری و باطنی نے محسوس نہیں کیا ہے اور نہ ان کی کیفیات کو جانا ہے پس ممکن نہیں ہے کہ وہ مطلب آیات محکمات میں بیان ہوسکے، اور اس لئے ضرور ہے کہ وہ تمثیل کے پیرایہ میں آیات متشابہات کے ذریعہ بیان کیا جاوے۔ علاوہ اسکے قرآن مجید تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے، اُس کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح ذی علم و دانشمند اُس سے ہدایت پاویں اُسی طرح جاہل و نادان عوام بھیڑوں اور بکریوں اور اونٹوں کے چرانے والے بھی ویسی ہی ہدایت پاویں۔ تمام اکثر حقایق امور کے سمجھنے کے قابل نہیں ہوتے، بلکہ بلحاظ زمانہ اور بلحاظ اُس قدر ترقی علم و معلومات کے جو اُس زمانہ میں ہوئی ہوتی ہے اکثر ذی علم بھی حقایق اشیا یا حقیقۃ الامر کے سمجھنے سے عاری ہوتے ہیں۔ صاحب مذہب کو یا یوں کہو کہ روحانی ہادی یا پیغمبر کو ان امور سے چنداں بحث نہیں ہوتی، اس لئے وہ روحانی اصلاح و تربیت کو مدنظر رکھ کر اُن مطالب کو ایسے الفاظ میں بیان کرتا ہے جن پر آیات متشابہات کا اطلاق ہوتا ہے۔ اگر اُس کے ایک پہلو پر خیال کرو تو اُس سے وہ مطلب پایا جاتا ہے جو عوام کے خیالات یا اُس زمانہ کے اہل علم کی معلومات کے مناسب ہوتا ہے، لیکن اس میں ایک دوسرا پہلو بھی مخفی ہوتا ہے، اور جب علم کی اور معلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے جب سمجھ میں آتا ہے پس ایک ایسی کتاب میں جیسا کہ قرآن مجید ہے آیات متشابہات کا ہونا امر لازمی و ضروری ہے، بلکہ اُن کا ہونا ہی دلیل اُس کی صداقت اور منزل من اللہ ہونے کی ہے اور قرآن مجید کا یہی بہت بڑا معجزہ ہے۔ اسی کے ساتھ بعض امور ایسے بھی ہوتے ہیں جو اصل اصول اور مدار اُس روحانی تربیت کے ہیں جن کے بغیر روحانی تربیت کا ہونا جو مقصود اصلی ہے ناممکن ہے۔ وہ امور بالضرور اس طرح پر بیان ہونے چاہئیں جن کا ایک ہی مطلب ہو اور نہایت صفائی سے سمجھ میں آسکے، اور دوسرے مطلب کو اُس میں لگنے کی گنجایش نہ ہو، اور یہی مطالب وہ ہیں جن پر آیات محکمات کا اطلاق ہوا ہے ✦

سب سے بڑا اصول مسلمانی مذہب کا توحید ہے، اور اُس کے بعد اعمال حسنہ، وہ اس خوبی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ
الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ وَ
مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَ
الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ
اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا
يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۵ رَبَّنَا
لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا
وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً
اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝۶ رَبَّنَآ اِنَّكَ
جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۷ اِنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ
اللّٰهِ شَيْـًٔا وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ
النَّارِ ۝۸ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ
وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۹

تو اُس میں سے متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑتے
ہیں فتنہ چلانے کے لئے اور اُس کی (غلط) مراد کی
تلاش کرنے کے لئے اور اُس کی صحیح مراد کوئی
نہیں جانتا بجز اللہ کے، اور جو لوگ علم میں پکے ہیں
کہتے ہیں کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں، سب ہمارے
پروردگار کے پاس سے (اترا) ہے، اور نصیحت نہیں پکڑتے
مگر عقل والے (۵) اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو بعد
اس کے کہ تو نے ہم کو ہدایت کی ہے کجی میں مت ڈال اور ہم کو
اپنے پاس سے رحمت دے، بیشک تو ہی دینے والا ہے (۶)
اے ہمارے پروردگار بیشک تو لوگوں کو اُس دن میں اکٹھا کرنے والا
ہے جس میں کچھ شک نہیں، بیشک اللہ وعدہ کے بخلاف
نہیں کرتا (۷) ہاں جو لوگ کافر ہوئے اُن کو اُن کا مال
اور نہ اُن کی اولاد اللہ سے کچھ بھی بے پرواہ نہ کرے گی
وہی لوگ آگ کے ایندھن ہیں (۸) جیسا
فرعون والوں کا اور اُن کا جو اُن سے پہلے تھے
حال ہوا ہے، اُنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا
پھر خدا نے اُن کے گناہوں میں اُن کو پکڑا، اور
اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے (۹)

دھمگی اور صفائی سے قرآن مجید کی آیات محکمات میں بیان ہوئے ہیں جن میں کسی طرح دوسرا احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ سورہ انعام میں فرمایا ہے کہ اُس کے سوا کوئی معبود ہی نہیں، ہر چیز کا وہی خالق ہے اُسی کی عبادت کرو۔ دوسری جگہ فرمایا کہ اے محمد کہہ دے کہ اُس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہی خدائے واحد ہے، ایک اور جگہ فرمایا کہ خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو خدا مت بناؤ۔ سورہ بقر میں کس صفائی سے بتلایا کہ جو شخص خدا پر ایمان لایا بیشک اُس نے مضبوط ذریعہ پکڑ لیا جس کے لئے ٹوٹنا ہے ہی نہیں۔ سورہ نساء میں فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اُس کا شریک مت کرو، ماں باپ کے ساتھ رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں کے ساتھ، غریبوں کے ساتھ ہمسایہ میں جو رشتہ مند رہتے ہوں اُن کے ساتھ، ہمسایہ میں جو اور لوگ رہتے ہوں اُن کے ساتھ، جو غیر لوگ ساتھی ہوں اُن کے ساتھ، مسافر غریب الوطن کے ساتھ احسان کرو، اور ایک جگہ سورہ بقر میں فرمایا کہ غلاموں کے آزاد کرانے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ
وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ
الْمِهَادُ (۱۰) قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ
فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ
يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ
وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (۱۱)

کہدے اُن لوگوں کو جو کافر ہوئے کہ عنقریب مغلوب ہوگے
اور جہنم کی طرف ہنکائے جاؤ گے، اور وہ بری جگہ ہے (۱۰)
بے شبہ تمہارے لئے نشانی ہے دو گروہوں کے
مٹ بھیڑ ہونے میں، ایک گروہ خدا کی راہ میں لڑتا
تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا، وہ اُن کو چشم دید
اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے اور اللہ تائید کرتا ہے اپنی
مدد سے جس کی چاہتا ہے، بیشک اس میں
آنکھوں والوں کے لئے عبرت ہے (۱۱)

میں مال خرچ کرو۔ سورہ نساء میں کتنا صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ خدا صرف شرک کو نہیں بخشنے کا، اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں اگر چاہیگا اُن کو بخش دیگا۔ ایک اور جگہ کس خوبی سے کلیہ قاعدہ بتایا ہے کہ جس نے تابعداری سے اپنا منہ خدا کے سامنے کیا اور وہ نیکی کرنیوالا ہے، تو اُس کا ثواب اُس کے پروردگار کے پاس ہے، اُن کو کچھ خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ پس یہ تمام آیات اور اُن کی مانند اور بہت سی آیتیں آیات محکمات ہیں جن کا مطلب سوائے ایک کے کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا +

ذات باری کی تعبیر بجز اس کے کہ موجود واحد لا ند و لا شریک لہ و لیس کمثلہ شیٔ نہ آیات محکمات سے ہو سکتی ہے اور نہ آیات متشابہات سے، اس لئے قرآن مجید میں جا بجا اُس کی صفات کو بیان کیا ہے، مگر جہاں جہاں صفات باری بیان ہوئی ہیں وہ سب از قبیل آیات متشابہات کے ہیں، "حی لا یموت" کے الفاظ سے ہم کو اُسی زندگی اور موت کا خیال آتا ہے جو ہم انسانوں اور حیوانوں میں دیکھتے ہیں، حالانکہ ذات باری اُس حیات و ممات سے جس کو ہم جانتے ہیں بری ہے۔ سمیع و بصیر و علیم ہونے کی صفات کو بجز اُس قوت اور حس کے جو ہم کو بذریعہ کانوں اور آنکھوں اور بعد وجود معلومات کے اُن کے ادراک سے حاصل ہوتی ہے اور کچھ نہیں جانتے۔ حالانکہ ذات باری اس قسم کی صفات سے بری ہے۔ رحم اور غضب و قہر سے ہم اُنہیں صفات کو سمجھتے ہیں جو ہمارے دل کو کسی کی حالت زار دیکھ کر لاحق ہوتی ہیں اور ہمارا دل اُس سے متاثر ہو کر مضطر و رقیق ہو جاتا ہے۔ یا کسی مخالف کی مخالفت یا خلاف طبع امر سرزد ہونے کے سبب ہمارے دل میں ایک جوش انتقام لینے کا اور ایسے فعل کے کرنے کا جس سے ہمارے جوش قلب کو تسکین ہو پیدا ہوتا ہے، مگر ذات باری اس قسم کی صفات رحم و قہر سے پاک و منزا ہے۔ خدا کی نسبت عرش پر بیٹھنا اُس کے ہاتھ ہونے اُس کا منہ ہونا بیان ہوا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (۱۳)

خوشنما کی گئی ہے لوگوں کے لئے محبت نفسانی کی محبت عورتوں اور بیٹوں اور سونے و چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانوں کی اور عمدہ گھوڑوں اور چارپایوں اور کھیتی کی، یہ سامان دنیا کی زندگی کا ہے، اور خدا اس کے نزدیک اچھی طرح سے جانا (اچھا ہے) (۱۴)

ان الفاظ سے بجز ایسے تخت کے جس کو ہم نے دیکھا ہے، اور بجز ان ہاتوں کے جو ہمارے بدن میں ہیں، اور بجز اس منہ کے جو زیادہ سے زیادہ شان و شوکت والا ہم نے دیکھا ہے اور کوئی معنی ہمارے خیال میں نہیں آسکتے، مگر خدا تعالیٰ اس طرح سے تخت پر بیٹھنے اور ایسے ہاتوں اور ایسے منہ کے ہونے سے منزہ ہے۔ حشر اجساد، نعیم جنت، عذاب دوزخ کا جن آیتوں میں بیان ہوا ہے وہ سب آیتیں متشابہات میں سے ہیں۔ جسد کے موجود ہونے کا خیال بجز اس طریقہ کے جس کو ہم دیکھتے ہیں اور طرح پر آ ہی نہیں سکتا، اور اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ حشر اجساد سے اسی معمولی و عرفی طریقہ پر محشور ہونا مقصود نہیں ہے، اور نہ موجودہ اجسام کا بعینہا محشور ہونا مراد ہے۔ نعیم جنت و عذاب دوزخ کے لذائذ و آلام جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں ان کی کیفیت بجز اس کے جو ہم اپنی جسمانی حالت میں پاتے ہیں اور کچھ سمجھ نہیں سکتے۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ وہ حالت اس جسمانی حالت سے مغائر ہوگی۔ پس وہ تمام آیات متشابہات ہیں جن کے کئی مطلب سمجھ میں آتے ہیں اور اصلی مقصود متعین نہیں ہو سکتا، یا ان میں ایسے مطالب ہیں جو انسان کی حس سے خارج ہیں اور بطور تمثیل کے بذریعہ آیات متشابہات بیان ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ خرابی ڈالنے کے لئے ان کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، اور ان کی غلط تاویل کرتے ہیں، اور جو لوگ علم میں راسخ ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ بیان ہوا ہے وہ سب خدا کے پاس سے آیا ہے، اس لئے وہ اس قسم کی تاویلوں کے درپے نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ:۔

وہ علۃ العلل جس کو خدا کہتے ہیں وحدہ لاشریک ہے۔ وہی علۃ العلل تمام چیزوں کی خالق ہے، ایسی علۃ العلل کے لئے ضرور ہے کہ اس میں ایسی چیز بھی ہو جس کو ہم زندگی کہتے ہیں، ایسی چیز نہ ہو جس کو ہم موت کہتے ہیں، اس میں کوئی ایسی چیز بھی ہونی ضرور ہے جس کو ہم لفظ سمع و بصر و علم رحم و غضب و قہر سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس میں کوئی ایسا امر بھی ہونا ضرور ہے کہ جن کاموں کو ہم ہاتھ پاؤں منہ وغیرہ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اس میں بھی منسوب کر سکیں، کیونکہ اس کے علۃ العلل و خالق جمیع اشیا کے ہونے کو ایسی چیزوں کا اس میں ہونا لازم ہے، اس لئے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذَٰلِكُمْ
لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ
جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ
وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ
بِالْعِبَادِ ﴿١٣﴾ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا
إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا
ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾
الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ
وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ
بِالْأَسْحَارِ ﴿١٥﴾ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ
لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ
قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٦﴾ إِنَّ
الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ
وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ
الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ
بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ
الْحِسَابِ ﴿١٧﴾ فَإِنْ حَاجُّوكَ
فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ
وَمَنِ اتَّبَعَنِ ﴿١٨﴾ وَقُلْ لِلَّذِينَ
أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ
فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ
تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَاللَّهُ
بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿١٩﴾

کہ (اے محمد) کہ کیا تم کو بتا دوں اس سے بھی اچھی
ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگار ہیں ان کے پروردگار
کے پاس بہشت ہیں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ وہ
اس میں رہیں گے، اور پاکیزہ بیبیاں ہیں، اور اللہ
کی رضامندی ہے، اور اللہ بندوں (کے حال)
کو دیکھتا ہے (۱۳) (یہ وہ لوگ ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے
ہمارے پروردگار بیشک ہم ایمان لے آئے ہیں، پھر ہمارے
لئے ہمارے گناہ بخشدے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا (۱۴)
(یہی لوگ) صبر کرنے والے، اور سچ بولنے والے، اور
فرمانبرداری کرنے والے، اور نیک کام میں مال خرچ کرنے والے
اور پچھلی راتوں میں گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں (۱۵) خدا
نے گواہی دی کہ بیشک کوئی خدا اسکے سوا نہیں اور
فرشتوں نے اور علم والوں نے جو انصاف پر قایم ہیں
گواہی دی کہ نہیں کوئی معبود بجز اسکے، غالب ہے
حکمت والا (۱۶) بیشک اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے
اور مخالفت نہیں کی انہوں نے جن کو کتاب دی گئی ہے مگر
بعد اس کے کہ انکو علم آگیا (مخالفت کی) آپس کے
حسد سے، اور جو شخص منکر ہے اللہ کی نشانیوں سے
تو بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے (۱۷) پھر اگر تجھ
سے جھگڑا کریں تو کہہ دے کہ میں نے اور جنہوں نے
میری پیروی کی تابعدار کر دیا ہے اپنے منہ کو (یعنی اپنے
آپ کو) اللہ کا (۱۸) اور کہہ دے ان کو جن کو کتاب
دی گئی ہے اور ان پڑھوں کو کیا تم اسلام لائے ہو، پھر اگر
وہ اسلام لائے تو انہوں نے ہدایت پائی اور اگر وہ پھر گئے تو تجھ پر
پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں، اور اللہ بندوں
کے حال کو دیکھتا ہے (۱۹)

ہم اس کے حی لا یموت، سمیع، بصیر، علیم، رحمان و رحیم، قہار و جبار ہونے پر یقین کرتے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إن الذين يكفرون بآيات الله
ويقتلون النبيين بغير حق
ويقتلون الذين يأمرون بالقسط
من الناس فبشرهم بعذاب
أليم ﴿۲۰﴾ أولئك الذين
حبطت أعمالهم في الدنيا
والآخرة وما لهم من ناصرين ﴿۲۱﴾
ألم تر إلى الذين أوتوا نصيبا
من الكتاب يدعون إلى كتاب
الله ليحكم بينهم ثم يتولى
فريق منهم وهم معرضون ﴿۲۲﴾
ذلك بأنهم قالوا لن تمسنا
النار إلا أياما معدودات و
غرهم في دينهم ما كانوا
يفترون ﴿۲۳﴾ فكيف إذا جمعناهم
ليوم لا ريب فيه ووفيت
كل نفس ما كسبت وهم
لا يظلمون ﴿۲۴﴾ قل اللهم
مالك الملك تؤتي الملك من
تشاء وتنزع الملك ممن تشاء
وتعز من تشاء وتذل من تشاء
بيدك الخير إنك على كل
شيء قدير ﴿۲۵﴾ تولج الليل في النهار
وتولج النهار في الليل وتخرج الحي من
الميت وتخرج الميت من الحي وترزق
من تشاء بغير حساب ﴿۲۶﴾

بیشک جنہوں نے انکار کیا ہے اللہ کی نشانیوں کا
اور مار ڈالا ہے نبیوں کو ناحق، اور لوگوں میں سے
اُن کو مار ڈالا ہے جنہوں نے انصاف کی بات کہی،
پھر اُن کو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری دیدے ﴿۲۰﴾
وہی لوگ ہیں جن کے عمل دنیا و آخرت میں نابود ہو گئے
ہیں اور اُن کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے ﴿۲۱﴾
کیا تو نے نہیں دیکھا اُن کو جن کو کتاب کا کچھ حصہ
دیا گیا ہے کہ اللہ کی کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں
تاکہ اُن میں حکم دیں، پھر اُن میں سے ایک فریق پھر
جاتا ہے اور وہ منہ پھیر لیتے ہیں ﴿۲۲﴾ یہ بات
اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم کو آگ نہیں
چھوئے گی بجز گنے ہوئے دنوں کے اور اُن کو
غرہ میں کر دیا اُن کے دین میں اُن باتوں نے جن
کی افترا پردازی کرتے تھے ﴿۲۳﴾ پھر کیا حال ہوگا
جب کہ ہم اُن کو اُس دن اکٹھا کرینگے جس میں کچھ
شک نہیں، اور ہر شخص کو پوری دیجاویگی وہ چیز جو
اُس نے کمائی ہے، اور اُن پر ظلم نہ کیا جاویگا ﴿۲۴﴾
کہدے اے خدایا مالک ملک کے، تو دیتا ہے ملک جس کو
چاہتا ہے، اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہتا ہے
اور تو عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور ذلت دیتا
ہے جس کو چاہتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے،
بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۵﴾ ڈالتا ہے رات
کو دن میں اور ڈالتا ہے دن کو رات میں، اور
نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندے سے یعنی
جیسے نیست کو ہست سے اور ہست کو نیست سے کرتا ہے اور روزی دیتا ہے
جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے ﴿۲۶﴾

ہیں، مگر اس امر کی کہ اُس کی حیات کیا ہے اور عدم موت کیا ہے، اُس کا سمیع و بصیر و علیم در حان

ہ کقولہ تعالیٰ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ إِلَّآ أَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ قُلْ إِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ أَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٧﴾

نہ بناویں مسلمان کافروں کو دوست سوائے ایمان والوں کے، اور جس نے ایسا کیا تو اللہ سے اُس کو کچھ نہیں مگر یہ کہ تم اُن (کے شر) سے بچنے کے لئے ایک بچاؤ کرو، اور اللہ اپنے سے تم کو ڈراتا ہے اور اللہ کے پاس جانا ہے، (کہہ دے اے پیغمبر) کہ اگر تم چھپاؤ گے جو کچھ تمہارے دل میں ہے یا اُس کو ظاہر کرو گے اس کو خدا جانتا ہے، اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿٢٧﴾

ورحیم وجبار وقہار ہونا کیا ہے اور کیسا ہے کچھ تاویل نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ لا یعلم تاویلہ الا اللہ، ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا سا نہیں پس ہمارے نزدیک آیات متشابہات پر ایمان لانے کے یہی معنی ہیں اور فطرت انسانی کا یہی مقتضے ہے ✦

(۲۷) (لا یتخذ المؤمنون) اس آیت کی نسبت مسلمان عالموں نے بہت بحث کی ہے اور متعدد محمل نکالے ہیں، مگر تمام آیت پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ اس میں کافروں کے ساتھ محبت یا دوستی فی الدین ممنوع ہے، یعنی کافروں سے اس وجہ سے دوستی ومحبت کرنی کہ اُن کا دین اچھا ہے منع بلکہ کفر ہے، اور اس کے سوا اَور قسم کی دوستی ومحبت ممنوع نہیں ہے ✦

یہ تخصیص خود اس آیت سے ظاہر ہے کیونکہ اسی میں فرمایا ہے "ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیٔ" جس سے اس دوستی کرنے والے کا کفر لازم آتا ہے، اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ وہ محبت منجر بکفر نہ ہو، اور وہ منجر بکفر نہیں ہو سکتی جب تک کہ تحسین فی الدین نہ ہو ✦

اصل یہ ہے کہ جب مسلمان کافرانِ مکہ کے پنجے میں پھنس جاتے تھے تو وہ اُن کو ایذا دیتے تھے اور اسلام سے پھیر کر پھر اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے تھے، اس مصیبت کے سبب یہ حکم نازل ہوا ہے جس میں یہ ہدایت ہے کہ کافروں سے دوستی ومحبت فی الدین مت کرو لیکن اگر اُن کے شر سے بچنے کے لئے بچاؤ کر لو تو کچھ گناہ نہیں ہے کیونکہ دل کی بات اور ظاہر کی بات سب خدا جانتا ہے یہ آیت مثل سورہ نحل کی آیت کے ہے جہاں کافروں کے عذاب کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ "الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان" یعنی جس شخص نے جبر سے کفر کی بات کہدی ہے اور اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہے تو اُس کو کچھ عذاب نہ ہو گا ✦

علمائے مفسرین نے اگرچہ متعدد تاویلیں اس آیت کی ہیں مگر وہ مطلب بھی جو ہم نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ
مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ
مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ
بَيْنَهٗۤ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُ
كُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ
بِالْعِبَادِ ۲۸ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ
تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ
اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ قُلْ اَطِيْعُوا
اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ
اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۲۹

جس دن کہ موجود پاویگا ہر شخص نیکی سے جو کچھ اُس نے
کی ہے اور بدی سے جو کچھ اُس نے کی ہے چاہیگا
کہ کاش اُس بدی میں اور اُس میں بہت فاصلہ ہوتا، اور
اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے، اور اللہ بندوں پر بہت
شفقت کرنے والا ہے ۲۸ کہدے (اے پیغمبر) کہ
اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو،
اللہ تم کو دوست رکھیگا اور تمہارے گناہ بخش دیگا
اور اللہ بخش دینے والا ہے بڑا مہربان، کہدے
اے پیغمبر کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی پھر اگر
پھر جاؤ تو بیشک اللہ کافروں کو دوست
نہیں رکھتا ۲۹

بیان کیا ہے اُنہوں نے تسلیم کیا ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ چند یہودیوں نے مسلمانوں سے میل جول اس غرض سے شروع کیا کہ اُن کو اُن کے دین سے پھیر دیں۔ رفاعۃ بن المنذر اور عبدالرحمان بن جبیر و سعد بن خشیمہ نے اُن مسلمانوں سے کہا کہ تم اُن سے بچے رہو کہ تم کو تمہارے دین سے نہ پھیر دیں اُس پر یہ آیت نازل ہوئی ✦

اُسی تفسیر میں "الا ان تتقوا منہم تقاۃ" کے ذیل میں ایک قصہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو صحابیوں کو مسیلمہ کذاب نے پکڑ لیا مسیلمہ کہتا تھا کہ قوم قریش کے لئے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہیں اور بنی حنیفہ کے لئے میں پیغمبر ہوں، اُس نے ایک صحابی سے پوچھا کہ محمد پیغمبر ہیں اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہاں ہاں، پھر اُس نے پوچھا کہ میں بھی پیغمبر ہوں انہوں نے کہا ہاں۔ جب دوسرے صحابی سے پوچھا کہ محمد پیغمبر ہیں اُنہوں نے کہا کہ ہاں، اور جب یہ پوچھا کہ میں بھی پیغمبر ہوں تو اُنہوں نے کہا کہ میں بہرا ہوں، اس پر مسیلمہ نے اُن کو مروا ڈالا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو اپنے یقین پر مارا گیا اور اُس نے رخصت پر عمل کیا ✦

اُسی تفسیر میں لکھا ہے کہ کافروں کی دوستی تین طرح پر ہوسکتی ہے۔ ایک یہ کہ اُس کے کفر کو پسند کرتا ہو اور اُس کے کفر کے سبب اُس سے دوستی رکھتا ہو، ایسی دوستی تو منع بلکہ کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیاوی امور میں بحسب ظاہر معاشرت جمیلہ یعنی اچھا میل جول ہو اور یہ ممنوع نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ کافروں کے ساتھ میلان ہونا اور اُن کی اعانت اور مدد اور نصرت کرنا بسبب قرابت کے یا محبت کے اس اعتقاد کے ساتھ کہ اُن کا مذہب باطل ہے ممنوع ہے مگر کفر نہیں۔ مگر ممنوع ہونے کی جو وجہ لکھی ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوحًا وَاٰلَ إِبْرٰهِيمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِينَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۳۰)
إِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثٰى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثٰى وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ (۳۱)

بیشک اللہ نے برگزیدہ کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو عالموں پر ذرّیت ہیں اُن میں کے بعضے بعضوں کی اور اللہ سننے والا ہے جاننے والا (۳۰) جس وقت عمران کی بیبی نے کہا کہ اے پروردگار جو میرے پیٹ میں ہے مَیں نے اُس کو خالصًا تیری نذر کردیا پھر میری طرف سے قبول کر بیشک تو ہی سننے والا ہے جاننے والا پھر جب بیٹی پیدا ہوئی تو اُس نے کہا اے پروردگار مَیں نے تو بیٹی جنی اور خدا خوب جانتا ہے جو اُس نے جنا اور بیٹا بیٹی کی مانند نہیں ہوتا اور ہاں مَیں نے اُس کا نام مریم رکھا اور بیشک مَیں اُس کو اور اُس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں مردود شیطان سے (۳۱)

وہ محض ناکافی ہے یعنی اُس میں لکھا ہے کہ ممنوع اس لئے ہے کہ اس طرح کا برتاؤ کبھی اُن کے کفر کی پسندیدگی پر منجر ہوجاتا ہے ، مگر یہ بات محض لغو اور خود اپنے خیال سے دلیل پیدا کی ہوئی ہے جو مذہبی مسئلہ کی بنیاد نہیں ہوسکتی +

پس ان تمام روایتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ کفار سے محبت اور دوستی من حیث الدین ممنوع ہے اس کے سوا کسی قسم کی دوستی اور معاشرت و محبت و وفاداری اور امداد اور کسی طرح کی راہ و رسم مذہب اسلام کے رُو سے ممنوع نہیں ہے +

(۳۰) (آل عمران) مفسرین نے اس بات پر بحث کی ہے کہ یہ عمران کون ہیں ، حضرت موسیٰ و ہارون کے باپ یا حضرت مریم کے باپ ، اور اس امر کے قرار دینے میں اختلاف کیا ہے ، مگر جب تمام آیت پر غور کیا جاوے جس میں یہ بھی ذکر ہے کہ اُن کی ذریت میں سے بعضے بعض کی ذریت ہیں تو کچھ شبہ نہیں رہتا کہ اس مقام پر عمران سے موسیٰ و ہارون کے باپ مراد ہیں +

(۳۱) (اذ قالت امرأۃ عمران) یہ نام حضرت مریم کے باپ کا ہے ، عیسائی مذہب کی کتابوں سے ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت مریم کے باپ کا کیا نام تھا ، بعضے گمان کرتے ہیں کہ ہیلی یا عیلی اُن کے باپ کا نام تھا ، اگر وہ صحیح بھی ہو تو ممکن ہے کہ ایک شخص کے دو نام ہوں +

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّ
اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا
زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا
الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ
قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ
قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۲﴾
هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ
قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ
ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ
فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَھُوَ قَاۗىِٕمٌ
يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ﴿۳۳﴾ اَنَّ اللّٰهَ
يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّ
نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۴﴾

پھر اُس کے پروردگار نے اُس کو قبول کیا اچھی طرح کا قبول کرنا اور اُس کو بڑا کرنا اچھی طرح کا بڑا کرنا اور اُس کو زکریا کے سپرد کیا جب (زکریا) اُن کے پاس حجرہ میں (یعنی جہاں حضرت مریم عبادت کرتی تھیں اور نماز پڑھتی تھیں) جاتے تو اُن کے پاس کھانے کی کوئی چیز پاتے (زکریا نے) کہا اے مریم یہ کہاں سے تیرے لئے آئی (مریم نے) کہا اللہ کے پاس سے اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے ﴿۳۲﴾ اسی جگہ زکریا نے اپنے پروردگار سے دُعا کی کہا اے پروردگار دے مجھ کو اپنے پاس سے اچھی اولاد بیشک تو دُعا کا سُننے والا ہے پھر فرشتوں نے اُس کو آواز دی اور وہ اس حجرہ میں کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا ﴿۳۳﴾ کہ اللہ تعالٰے تجھ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی ماننے والا اللہ کے کلمہ (یعنی اللہ کی کتاب) کا اور بردبار اور عورتوں سے پرہیز کرنے والا اور پیغمبر نیکوں میں سے ﴿۳۴﴾

یہودیوں کے ہاں رواج تھا کہ اپنے کسی بیٹے کو خدا کے نام پر وقف کر دیتے تھے۔ شموئیل نبی پسر القاناہ کو بھی اُن کی ماں حناہ نے اسی طرح خدا کی نذر کیا تھا اور منت مانی تھی کہ اگر اُس کے بیٹا ہو تو وہ اُس کو عمر بھر کے لئے خدا کے نام پر وقف کر دیگی اور اُس کے سر پر اُسترا نہیں لگانے کی (دیکھو کتاب اول شموئیل باب اول) اسی طرح حضرت مریم کی ماں نے اپنے پیٹ کے بچے کو خدا کی نذر کیا تھا، مگر اتفاق سے بیٹا نہ ہوا بیٹی ہوئی۔ یہ نذر کئے ہوئے لڑکے معبد کی خدمت کیا کرتے تھے، دودھ چھوٹنے کے بعد جب کسی قدر ہوشیار ہوتے تھے تو معبد میں بھیج دئے جاتے تھے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب وہ بالغ ہوتے تھے تو اُن کو اختیار رہتا تھا کہ چاہیں اپنے تئیں خدا کے کاموں کے لئے وقف رکھیں چاہیں معبد سے چلے جاویں۔ بیٹی اس طرح پر معبد کی خدمت گذاری پر مامور نہیں ہو سکتی تھی اس لئے جب لڑکی پیدا ہوئی تو حضرت مریم کی ماں نے افسوس کیا اور کہا کہ "ولیس الذکر کالانثی" +

جب حضرت مریم کسی قدر ہوشیار ہو گئیں جیسے کہ ان لفظوں سے پایا جاتا ہے "وانبتها نباتا حسنا" اُس وقت حضرت زکریا ہی کے سپرد ہوئیں۔ معبد کی خدمت پر تو مامور نہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ
وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي
عَاقِرٌ قَالَ كَذَٰلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ
مَا يَشَاءُ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي
آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ
النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا
وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ
بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۳۶﴾ وَإِذْ قَالَتِ
الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ
اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ
عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴿۳۷﴾ يَا مَرْيَمُ
اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي
مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿۳۸﴾ ذَٰلِكَ مِنْ
أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ
أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ
مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ
إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿۳۹﴾ إِذْ قَالَتِ
الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ
يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ
الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۰﴾
وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا
وَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۴۱﴾

(زکریا نے) کہا اے پروردگار (کیونکر میرے بیٹا ہوگا
مجھ کو تو بڑھاپا آ گیا ہے اور میری بی بی بانجھ ہے
(اللہ نے) کہا (یہی ہوگا (یعنی جو کہا گیا ہے وہ ہوگا)
اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے (۳۵) (زکریا نے) کہا اے پروردگار
میرے لئے کوئی نشانی (یعنی حکم) مقرر کر، (خدا نے)
کہا کہ تیرے لئے نشانی (یعنی حکم) یہ ہے کہ تین دن تک
کسی آدمی سے بجز اشارہ کے بات نہ کر، اور اپنے
پروردگار کو بہت سا یاد کر، اور اپنے پروردگار کی تسبیح
کو یاد کر شام کو اور صبح کو (یعنی رات دن) (۳۶) اور جب کہا
فرشتوں نے اے مریم بیشک اللہ نے تجھ کو برگزیدہ کیا اور
تجھ کو پاک کیا، اور تجھ کو برگزیدہ کیا عالم کی عورتوں پر (۳۷)
اے مریم اطاعت کرتی رہ اپنے پروردگار کی اور سجدہ کیا کر
اور رکوع کیا کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ (۳۸) یہ ہے غیب
کی خبروں میں سے، ہم نے اُس کی وحی تجھ کو کی ہے، اور
تو اُن کے پاس نہ تھا جب کہ وہ اپنے قلموں کو (بطور قرعہ
کے) ڈالتے تھے کہ اُن میں سے کون مریم کی خبرگیری کیا کرے
اور تو اُن کے پاس نہ تھا جبکہ وہ جھگڑتے تھے
(۳۹) جب کہ فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ
تجھ کو خوشخبری دیتا ہے ایک کلمہ کی اپنی طرف سے
اس کا نام (ہوگا) مسیح عیسےٰ مریم کا بیٹا رویت والا
دنیا میں اور آخرت میں اور (خدا کے) مقربوں
سے (۴۰) اور کلام کریگا لوگوں سے گہوارہ
میں (یعنی بچپنے میں) اور بڑھاپے میں، اور
ہوگا نیکوں میں سے (۴۱)

ہوسکتی تھیں مگر ایک بالاخانہ میں یا حجرہ میں اُن کو رکھا جو عابدہ و زاہدہ عورتوں کے لئے معین ہونگے)

سلہ تفسیر کبیر میں ابو مسلم کا قول لکھا ہے کہ لا تکلم الناس کا مطلب یہ ہے کہ تو مامور ہوا ہے کہ تین دن تک بات نہ کرے اس لئے ہم نے اس کا ترجمہ بھی یہی کیا ہے قول مذکور یہ ہے "ان المعنی اٰیتک ان لا تکلم تصیر مامورا بان لا تکلم ثلثة ایام انتہی ملخصا ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ
وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ
كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ
اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ
لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ
وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَرَسُوْلًا اِلٰى
بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ
بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْۤ اَخْلُقُ
لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ
فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ
وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا
تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ
فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾

(مریم نے) کہا اے پروردگار کہاں سے ہوگا میرے بیٹا اور
نہیں چھوا ہے مجھ کو کسی آدمی نے، (خدا نے) کہا یہی ہوگا
(یعنی جو کہا گیا ہے وہ ہوگا)، اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا
ہے، جب کہ کوئی کام کرنا ٹھیر چکتا ہے تو اس کے سوا
اور کچھ نہیں کہ اس کو کہتا ہے، ہو، پھر ہو جاتا ہے ﴿۴۷﴾
اور اس کو سکھاوے گا کتاب اور حکمت اور توریت
اور انجیل، اور (کرے گا) پیغمبر بنی اسرائیل کا،
ہاں میں لایا ہوں تمہارے پاس نشانی اپنے
پروردگار سے (یعنی خدا کا حکم یا انجیل)
ہاں میں پیدا کرتا ہوں تمہارے لیے مٹی سے پرند
کی صورت کی مانند، پھر میں اس میں پھونکتا ہوں
تاکہ ہو جاوے پرند اللہ کے حکم سے، اور اچھا کرتا ہوں
اندھے کو اور کوڑھی کو اور زندہ کرتا ہوں مردے کو
اللہ کی اجازت سے، اور تم کو بتا دیتا ہوں
جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں
میں ذخیرہ کر لیتے ہو، ہاں اس میں البتہ
تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم ایمان
والے ہو ﴿۴۹﴾

اُس میں حضرت مریم خدا کی عبادت کرتی تھیں جیسے کہ قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے
"یامریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین" +

(۳۲) (قالت ھو من عند اللہ) اس امر کی نسبت کہ جب حضرت زکریا حضرت مریم کے پاس جاتے تھے تو اُن کے پاس کھانے کی کوئی چیز دیکھتے تھے مفسرین نے عجیب عجیب باتیں نقل کی ہیں، حالانکہ اس بات کے کہنے میں کہ اللہ کے پاس سے آیا ہے یا اللہ نے بھیجا ہے کوئی ایسی عجیب بات نہیں ہے، یہ تو ایک روزمرہ کے محاورہ کی بات ہے۔ ابو علی جبائی نے گو کہ وہ معتزلی ہو اپنی تفسیر میں ٹھیک بات کہی ہے جس کو تفسیر کبیر میں نقل کیا ہے، کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ ایمان والوں کے ہاتھ سے جو زاہدو عابد عورتوں کی خبرگیری کرتے تھے حضرت مریم کو رزق پہنچاتا تھا، جب حضرت زکریا حضرت مریم کے پاس کوئی کھانے کی چیز دیکھتے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (۴۴)	اور ماننے والا ہوں جو میرے ہاتھوں میں ہے یعنی توریت، اور تمہارے لیے حلال کرتا ہوں وہ بعض چیزیں جو تم پر حرام ہوئی تھیں، اور تمہارے پاس تمہارے پروردگار سے نشانی لایا ہوں، پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو، بیشک اللہ میرا پروردگار اور تمہارا پروردگار ہے پھر اس کی عبادت کرو، یہی سیدھا رستہ ہے (۴۴)

تو پوچھتے تھے کہ کہاں سے آئی ہے۔ اس تفسیر پر جو ابو علی جبائی رحمۃ اللہ علیہ نے کی حضرت مریم کا یہ جواب کہ "ھو من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب" بالکل صحیح و درست اور روزمرہ کے محاورہ کے مطابق ہوتا ہے +

(۴۴) (بکلمۃ من اللہ) یہودی حضرت یحییٰ کو پیغمبر نہیں مانتے مگر عیسائی مذہب میں یہ تسلیم ہوا ہے کہ حضرت یحییٰ پیغمبر تھے اور وہ حضرت مسیح کی بشارت دینے کے لیے پیغمبر ہوئے تھے، علمائے اسلام کی عادت ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی ایسی باتوں کو جو اُن کے خیال کے مخالف نہ ہوں بلا عذر تسلیم کر لیتے ہیں۔ اس آیت میں کلمہ کا لفظ آیا ہے اور حضرت مسیح کی نسبت بھی کلمہ کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے، پس مفسرین نے حکم دیا کہ "مصدقا بکلمۃ من اللہ" سے یہ مراد ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی بشارت دینگے یا حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرینگے، حالانکہ حضرت عیسیٰ خود اُس زمانہ میں موجود تھے اور صرف چھ مہینے حضرت یحییٰ سے چھوٹے تھے، اور خود حضرت عیسیٰ نے اُن سے اصطباغ لیا تھا۔ ممکن ہے کہ حضرت یحییٰ نے کہا ہو کہ میرے بعد جو ہونے والا ہے یعنی حضرت عیسیٰ جن کو تم اپنا جانشین تصور کرتے ہو گے مجھ سے بھی برتر ہے، مگر اس امر کو اس آیت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے +

"مصدقا بکلمۃ من اللہ" کے صاف معنی یہ ہیں کہ اللہ کے حکم کی یا اللہ کی کتاب کی تصدیق کریگا۔ تمام قرآن کا محاورہ یہی ہے کہ انبیا کی نسبت کتب سابقہ کی تصدیق کا اشارہ کیا جاتا ہے نہ کسی شخص معین کی تصدیق کا۔ تفسیر کبیر میں کلمۃ اللہ کی نسبت ابی عبیدہ کا قول نقل کیا ہے کہ اُس سے مراد کتاب من اللہ ہے، اور اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اہل عرب بولتے ہیں کہ "انشد فلان کلمۃ"، اور اُس سے مراد طول طویل قصیدہ کے پڑھنے کی ہوتی ہے +

(۴۶) (قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر) حضرت عیسیٰ کی نسبت جو اُمور قرآن مجید میں مذکور ہیں بلاشبہ نہایت غور کے لائق ہیں، اُن میں سے چند اس سورہ میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾	پھر جب عیسے نے اُن کا کفر معلوم کیا کہا کہ کون میری مدد اللہ کی طرف کرنے والے ہیں حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں ایمان لائے ہیں اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں ﴿۴۵﴾

بیان ہوئے ہیں اور سورہ مائدہ میں مجموعاً مذکور ہیں، اور اس لیے ہم سورہ مائدہ کی تفسیر میں اُن سے بحث کرینگے۔ اس مقام پر صرف ولادت حضرت عیسے پر غور کرتے ہیں۔

عیسائی اور مسلمان دونوں خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسے صرف خدا کے حکم سے عام انسانی پیدائش کے برخلاف بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اگر ایسا ہی ہونا فرض کیا جاوے تو اول اس بات پر غور کرنی ہوگی کہ بن باپ کے پیدا کرنے میں حکمت الٰہی کیا ہوسکتی ہے۔ ایسے واقعات جو خلاف عادت یا مافوق الفطرت تسلیم کئے جاتے ہیں اُن سے یا تو قدرت کاملہ پروردگار کا اظہار مقصود ہونا چاہئے یا اُن کا وقوع بطور معجزہ مانا جاوے۔ جب کہ خدا تعالےٰ اقسام حیوانات کو بغیر توالد وتناسل کے عادۃً پیدا کرتا رہتا ہے اور خود انسان کو بھی بلکہ تمام حیوانات کو ابتداءً اُس نے اسی طرح پیدا کیا ہے، یا یوں کہو کہ حضرت آدم کو بے ماں و بے باپ کے پیدا کیا تھا تو حضرت عیسے کے صرف بے باپ کے پیدا کرنے میں اُس سے زیادہ قدرت کاملہ کا اظہار نہ تھا۔ اگر یہ خیال کیا جاوے کہ صرف ماں سے پیدا کرنا دوسری طرح پر اظہار قدرت کاملہ تھا تو یہ بھی صحیح نہیں ہوتا، اس لئے کہ اظہار قدرت کاملہ کے لئے ایک امر بین اور ایسا ظاہر ہونا چاہئے کہ جس میں کسی کو شبہ نہ رہے، بن باپ کے مولود کا ہونا ایک ایسا امر مخفی ہے جس کی نسبت نہیں کہا جاسکتا کہ اظہار قدرت کاملہ کے لئے کیا گیا ہے۔

بطریق اعجاز حضرت عیسے کے بن باپ کے پیدا ہونے پر معجزہ کا بھی اطلاق نہیں ہوسکتا معجزہ بمقابلہ منکران نبوت صادر ہوتا ہے۔ قبل ولادت حضرت مسیح بلکہ ادعائے نبوت یا الوہیت کوئی شخص منکر نہیں ہوسکتا تھا، پھر معجزہ کیونکر کہا جاسکتا ہے معہذا اگر وہ معجزہ ہوتا تو حضرت مریم کا معجزہ ہوتا نہ حضرت مسیح کا۔ علاوہ اس کے جب کہ اُن کی ولادت ٹھیک اسی طرح پر واقع ہوئی تھی جس طرح کہ عموماً بچوں کی ہوتی ہے کہ *۔ نو مہینے تک حمل میں رہے اور بروقت ولادت حضرت مریم پر وہ تمام حالات طاری ہوئے

* اس کے یعنی مریم کے جننے کے دن پورے ہوئے اور وہ اپنا پہلوٹا بیٹا جنی (لوک باب ۲ ورس ۶ و ۷)۔
فاجاءها المخاض الی جذع النخلة (سورہ مریم)
قول ابن عباس رضی اللہ عنہما انما کانت (مدۃ حملہا) تسعۃ اشہر کما فی سائر النساء (تفسیر کبیر)۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۳۶﴾	اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے ہیں اس پر جو تونے اتارا اور ہم نے پیروی کی رسول کی پھر ہم کو شاہدوں کے ساتھ لکھ لے ﴿۳۶﴾
وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۷﴾	اور انھوں نے مکر کیا (یعنی اللہ کے ساتھ) اور اللہ نے مکر کیا (یعنی ان کے ساتھ کہ وہ کفر کی گمراہی سے نہ نکلے) اور خدا سب مکر کرنے والوں سے بہتر ہے ﴿۳۷﴾

جو عموماً عورتوں پر بچہ پیدا ہونے میں طاری ہوتے ہیں تو کسی طرح اعجازاً ان کے پیدا ہونے کا کسی کو احتمال بھی نہیں ہو سکتا تھا ✦

عیسائی حضرت مسیح کے بن باپ کے پیدا ہونے کو ایک اَور حکمت الٰہی پر منسوب کر سکتے ہیں کہ وہ گنہگار انسان کی آمیزش سے پاک اور بے گناہ ہوں تاکہ گنہگار انسانوں کی طرف سے فدیہ کئے جاویں۔ مگر جب ماں کی شرکت سے وہ بری نہ تھے تو انسانی آمیزش سے پاک نہیں ہو سکتے تھے۔ لاطینی کلیسیا نے کونسل ٹرینٹ میں تسلیم کیا کہ حضرت مریم بھی بن باپ کے پیدا ہوئی تھیں، اگر یہ بھی مانا جاوے تو وہ بھی ماں کی شرکت سے بری نہ تھیں۔ انجام کار عیسائی کہ سکتے ہیں کہ خدا نے حضرت مریم کو انسانی خاصیت یعنی گنہگار ہونے کی قابلیت سے اس لئے پاک کر دیا تھا کہ ان سے فدیہ ہونے کے لائق مولود پیدا ہو تو خدا اس طرح حضرت عیسےٰ کے باپ کو بھی پاک کر سکتا تھا، اور بن باپ کے پیدا کرنے میں کوئی خاص حکمت نہیں ہو سکتی تھی ✦

ابتدا میں عیسائیوں کو یہ خیال نہیں تھا کہ حضرت عیسےٰ بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں یا بن باپ کے پیدا ہونگے، کیونکہ مسیح کی نسبت یقین کیا جاتا تھا کہ وہ داؤد کی نسل سے ہونگے۔ یہودیوں نے حضرت عیسےٰ کو مسیح موعود نہیں مانا، مگر جنہوں نے ان کو مسیح موعود مانا اور عیسائی یا نصاریٰ کہلائے ان سب کو کامل یقین تھا کہ وہ حضرت داؤد کی اولاد میں ہیں، چنانچہ انجیل متی میں لکھا ہے "یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہیم" اور لوک کی انجیل کے باب ۱ ورس ۲۷ اور متی کی انجیل باب ۱ ورس ۳۰ سے پایا جاتا ہے کہ یوسف حضرت مریم کا شوہر داؤد کی نسل سے تھا۔ مسلمان بھی قرآن کے رُو سے جیسے کہ سورہ انعام میں لکھا ہے حضرت عیسےٰ کو حضرت ابراہیم کی ذریت یعنی اولاد سمجھتے ہیں، پس اگر حضرت عیسےٰ بن باپ کے پیدا ہوئے ہوں تو وہ نسل داؤد یا اولاد ابراہیم سے کیونکر قرار پا سکتے ہیں ✦

اگر یہ کہا جاوے کہ ماں کے سبب سے ان کو داؤد کی نسل سے قرار دیا گیا ہے تو یہ بات دو وجہ سے غلط ہے۔ اول اس لئے کہ یہودی شریعت میں عورت کی طرف سے نسب قائم نہیں ہو سکتا

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾	جب خدا نے کہا اے عیسٰے بیشک میں تجھ کو مارنے والا ہوں اور اپنے پاس اٹھالینے والا ہوں اور تجھ کو پاک کرنیوالا ہوں اُن لوگوں سے جو کافر ہوئے۔ اور کرنے والا ہوں اُن لوگوں کو جنہوں نے تیری تابعداری کی برتر اُن پر جو کافر ہوئے قیامت کے دن تک پھر تم کو میرے پاس پھر آنا ہے تب تم میں فیصلہ کردونگا جس بات میں تم اختلاف کرتے تھے ﴿۴۸﴾

دوسرے یہ کہ حضرت مریم کا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت نہیں کیتھو سیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ "یوسیبیس جو قدیمی مذہبی مورخ ہے گو حضرت عیسٰے کے نام پر اُس نے طول طویل بحث کی ہے مگر اس کے بیان سے اور نیز متی اور لوک کی انجیلوں سے مریم کی پیدائش اور نسب پر کوئی نئی روشنی نہیں پڑتی۔ اینی جو مریم کی ماں بیان کی گئی ہیں اُن کی نسبت جس قدر قصے ہیں وہ محض افسانے ہیں اور اُن کا کچھ ثبوت وشہادت نہیں ہے"۔ انجیل لوک باب ورس ۱ و ۲۷ سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مریم حضرت زکریا کی بیوی الیشبع کی رشتہ دار تھیں، اور الیشبع ہارون کی بیٹی تھیں، مگر نہ یہ معلوم ہے کہ مریم والیشبع میں کیا رشتہ تھا اور نہ یہ معلوم ہے کہ ہارون کس کی اولاد میں تھے۔ قرآن مجید میں حضرت مریم کے باپ کا نام عمران لکھا ہے اُس پر استدلال کرنے سے بھی داؤد کی نسل سے حضرت مریم کا ہونا ثابت نہیں ہوسکتا ✦

عیسائی مفسر جب کہ حضرت عیسٰے کو بغیر باپ کے پیدا ہوئے تسلیم کرکر نسل داؤد سے ثابت کرنے میں عاجز ہوئے تو انہوں نے کہا کہ سینٹ لوک کی انجیل میں جو نسب نامہ یوسف کا لکھا ہے۔ درحقیقت وہ مریم کا نسب نامہ ہے تاکہ مریم کا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت کریں۔ دو انجیلوں میں حضرت عیسٰے کے نسب نامے ہیں متی کی انجیل میں حضرت عیسٰے کے باپ کا نام یوسف اور اُن کے باپ کا نام یعقوب لکھا ہے۔ اور لوک کی انجیل میں یوسف کے باپ کا نام ہیلی لکھا ہے پہلا نسب نامہ بذریعہ سلیمان کے داؤد تک پہنچتا ہے اور دوسرا نسب نامہ بذریعہ ناثان کے۔ یہ دونوں نسب نامے بلاشبہ مختلف ہیں مگر عیسائی مفسر کہتے ہیں جیسے کہ تفسیر ہنری اسکاٹ میں مندرج ہے کہ یوسف نے ہیلی کی دختر سے یعنی حضرت مریم سے شادی کی تھی، اور شاید اُس نے یوسف کو متبنٰے بھی کیا تھا، اور یوسف ہیلی کا بیٹا کہلاتا تھا، اور یہودیوں میں رواج تھا کہ نسب ناموں میں صرف مردوں کا نام لکھتے تھے نہ عورتوں کا اس لئے سینٹ لوک نے اُس نسب

فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۵۶﴾

پھر جو لوگ کافر ہوئے اُن کو عذاب دونگا عذاب سخت دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی اُن کا مدد کرنے والا نہ ہوگا ﴿۵۶﴾

میں جو درحقیقت مریم کا ہے بجائے مریم کے یوسف کا نام لکھ دیا ہے ✦

اس بیان پر بعض عیسائی علما نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نسب نامہ داؤد تک بذریعہ ناتان کے پہنچتا ہے اور حضرت مسیح کا بذریعہ سلیمان کے داؤد کی نسل میں ہونا چاہئے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ سلیمان کی اولاد میں ہونے والے تھے بلکہ صرف یہ بیان ہوا ہے کہ وہ داؤد کے بیٹے اور یشی کی نسل سے ہونگے اور سلیمان بطور ایک عمدہ نمونہ حضرت مسیح کے بیان ہوئے ہیں ✦

اگر یہ بات فرض بھی کر لی جائے کہ اس پچھلے نسب نامہ میں بجائے حضرت مریم کے یوسف کا نام لکھا گیا ہے، اور یہ بھی فرض کر لیا جاوے کہ یوسف ہیلی کے متبنے اور داماد تھے، اور یہ بھی فرض کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ کا سلیمان کے ذریعہ سے داؤد کی اولاد میں ہونا کچھ ضرور نہ تھا، تو بھی اس بات کا جواب نہیں ہو سکتا کہ یہودی شریعت میں ماں کی طرف سے نسب نہ معتبر گنا جاتا تھا اور نہ بیان کیا جاتا تھا یہاں تک کہ عورتوں کا نام بھی نسب ناموں میں داخل نہ ہوتا تھا، پس حضرت عیسیٰ مسیح کی نسبت جو پیشین گوئی تھی کہ وہ داؤد کی نسل میں سے ہونگے کسی طرح ماں کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی، بلکہ بموجب اُس پیشین گوئی کے ضرور ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح ایسے باپ کی اولاد ہوں جو داؤد کی نسل سے ہو ✦

پادری رچارڈ واٹسن نے تفسیر انجیل لوک میں لکھا ہے کہ "یہ امر یقین تھا کہ حضرت عیسیٰ یوسف کے بیٹے ہیں اور اُن کا معجزہ کے طور سے پیدا ہونا مشہور نہیں کیا گیا تھا بلکہ یوسف و مریم کے دلوں ہی میں مخفی تھا، یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بات کب پہلے پہل ظاہر کی گئی۔ چونکہ انجیل کے حالات میں اس پر کچھ اشارہ نہیں پایا جاتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات حواریوں کو بھی ظاہر نہیں کی گئی تھی، اِس لئے وہ اور نیز اَور بھی اُن کو یوسف اور مریم کا بیٹا سمجھتے تھے اور یہ امر منجملہ اُن امور کے تھا جن کو مریم نے خدا کی ہدایت سے حضرت عیسیٰ کے مُردوں سے جی اُٹھنے کے بعد تک اپنے دل میں چھپا رکھا۔ اگر پیشتر سے یہ بات مشہور ہو جاتی تو حضرت عیسیٰ کی تبلیغ رسالت کے بعد لوگ اکثر حضرت مریم کو تنگ کیا کرتے اور اہانت کی باتیں اُن سے پوچھا کرتے۔ اور جب کہ اس قدر اختلاف اپنے بیٹے کی نسبت اُن کے دشمنوں میں ہوتا تو مریم کو خطرہ پہنچنے کا اندیشہ تھا، کم سے کم یہ ہوتا کہ وہ بہت وقت تکلیف میں مبتلا ہو جاتیں۔ ان امور کے لحاظ سے ظن قوی ہوتا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾	اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کئے ہیں تو اُن کو پوری اُن کی اجرت دونگا اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظلم کرنے والوں کو ﴿۵۰﴾
ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۱﴾	یہ باتیں جو ہم تجھ کو پڑھ سناتے ہیں نشانیوں میں سے ہیں اور گذری ہوئی ٹھیک باتوں میں سے ﴿۵۱﴾
اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۲﴾	بیشک عیسٰے کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی مثال ہے اُس کو پیدا کیا مٹی سے، پھر اس کو کہا کہ ہو، پھر وہ ہوگیا ﴿۵۲﴾

کہ یہ بات حضرت عیسٰے کی زندگی بھر کسی کو معلوم نہیں ہوئی تھی، مگر سینٹ لوک کے اس فقرہ سے کہ، جیسا کہ وہ یوسف کا بیٹا خیال کیا جاتا تھا، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد عروج مسیح یہ امر منجملہ اُن باتوں کے تھا جو پہلے پہل معلوم ہوگئی تھیں، اور بغیر کسی شبہ کے وہ مان لیا گیا تھا، اور اسی وجہ سے یہ بات انجیل متی اور انجیل لوک میں داخل ہوئی ہے" +

اس بات کو خود حواری حضرت عیسٰے کے اور تمام عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مریم کا خطبہ یوسف سے ہوا تھا۔ یہودیوں کے ہاں خطبہ کا یہ دستور تھا جیسے کہ کیٹو سیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ شوہر اور زوجہ میں اقرار ہوجاتا تھا کہ اس قدر میعاد کے بعد شادی کرینگے۔ یہ اقرار یا تو ایک باقاعدہ تحریر یا معاہدہ کے ذریعہ سے گواہوں کی موجودگی میں ہوتا تھا جس طرح کہ ہم مسلمانوں کے ہاں نکاح خط لکھا جاتا ہے، یا بغیر تحریر کے اس طرح پر ہوتا تھا کہ مرد عورت کو گواہوں کے سامنے ایک ٹکڑا چاندی کا دیدیتا تھا اور یہ لفظ کہتا تھا کہ یہ چاندی کا ٹکڑا اُس امر کی کفالت میں قبول کر کہ اتنے دنوں بعد تو میری زوجہ ہوجاوے گی +

یہ معاہدے حقیقت میں عقد نکاح تھے صرف زوجہ کا گھر میں لانا باقی رہ جاتا تھا، اور وہ اُس میعاد پر ہوتا تھا جو اُس معاہدہ میں قرار پاتی تھی۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسی کہ مسلمانوں میں فاتحہ خیر ہوتی ہے جو درحقیقت ایک شرعی نکاح ہے، لیکن زوجہ فی الفور گھر میں نہیں لائی جاتی۔ یا جیسے کہ اب بھی بعض فرقہ مسلمانوں میں نکاح بہ تحریر نکاح خط عمل میں آتا ہے اور زوجہ کا شوہر کے گھر بھیجنا کسی آئندہ وقت پر ملتوی رہتا ہے +

یہودیوں کے ہاں اس رسم کے ادا ہونے کے بعد مرد اور عورت باہم شوہر اور زوجہ ہوجاتے تھے، اور پھر بجز اس کے کہ زوجہ اپنے شوہر کے گھر رہنے کو اس مدت کے بعد بھیجدی جاوے اور کوئی ایسی رسم جس پر جواز تزوج منحصر ہو عمل میں نہیں آتی تھی یہاں تک کہ اگر بعد اس رسم کے اور قبل رخصت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾	یہ ٹھیک بات ہے تیرے پروردگار سے، پھر تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو (۶۰) پھر جو کوئی تجھ سے اس بات میں جھگڑا کریں (یعنی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بتلاویں) بعد اس کے کہ تجھ کو خوبی علم آگیا ہے تو تو کہ کر بلاویں ہم اپنے بچوں کو اور تمہارے بچوں کو، اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو، اور خود ہم بھی اور خود تم بھی (اُن میں ہوں)، پھر سب عاجزی سے دعا کریں کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت پڑے (۶۱)

کرنے کے اُن دونوں سے اولاد پیدا ہو تو وہ ناجائز اولاد تصور نہیں ہوتی تھی، بلکہ بے گناہ شرعی اولاد جائز تصور ہوتی تھی۔ شاید خلاف رسم بات ہونے سے معیوب گنی جاتی ہوگی اور دونوں کو ایک شرم اور خجالت کا باعث ہوتی ہوگی +

امر مذکورہ کا ثبوت کیتھو سیکلو پیڈیا سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اُس میں لکھا ہے کہ جب معاہدۂ شادی کا یہودیوں میں ہوجاتا تھا تو زن و مرد ایک دوسرے کے دیکھنے کو مجاز ہوتے تھے جس کی اُن کو پہلے اجازت نہیں ہوتی تھی۔ اُسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک نسبت شدہ باکرہ کے بطن سے خدا نے اپنے بیٹے کے پیدا ہونے میں یہ حکمتیں رکھی تھیں۔ اول یہ کہ اُن پر غیر مشروع اولاد ہونے کا طعنہ عاید نہ ہو۔ دوم یہ کہ اُن کے والدین موافق یہودی شریعت کے سزا کے مستوجب نہ ہوں۔ سوم یہ کہ یوسف کے نسب نامہ سے جن کی رشتہ دار مریم تھیں مریم کا نسب نامہ ظاہر ہوجاوے۔ چہارم یہ کہ حضرت مسیح کا ایام طفولیت میں کوئی مربی اور سرپرست ہو۔ ان تمام بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں میں اس طرح نسبت کے بعد اولاد کا پیدا ہونا شرعاً ناجائز نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہودیوں نے نعوذ باللہ حضرت مریم پر جو بہتان باندھا تھا وہ یوسف کے ساتھ نہیں باندھا تھا، بلکہ پنتھرا نامی کے ساتھ منسوب کیا تھا، کیونکہ یوسف اُن کے شرعی شوہر ہوچکے تھے پس کوئی وجہ اس بات کے خیال کرنے کی نہیں ہے کہ یوسف فی الواقع حضرت مسیح کے باپ نہ تھے سینٹ متی کی انجیل میں جو یہ لکھا ہے کہ یوسف نے جب دیکھا کہ حضرت مریم حاملہ ہیں تو اُن کے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا، اگر یہ بیان تسلیم کیا جاوے تو اُس کا سبب صرف یہی ہوسکتا ہے کہ عام رسم کے برخلاف حاملہ ہوجانے سے یوسف کو رنج و خجالت ہوئی ہوگی جس کے سبب ایسا خیال ہوا ہوگا، مگر چونکہ فی الحقیقت وہ پاک حمل تھا اور جو کچھ حضرت مریم کے پیٹ میں تھا وہ روح القدس اور کلمۃ اللہ تھا یوسف نے خواہ خود ہی خواہ اپنے خواب کی تائید پر جس کا ذکر سینٹ متی کی انجیل میں ہے وہ خیال

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۵۵﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿۵۶﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿۵۷﴾

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہی وہ سچے قصے ہیں، اور نہیں کوئی خدا بجز اللہ کے اور بیشک اللہ وہی زبردست ہے حکمت والا ﴿۵۵﴾ پھر اگر وہ (اس طرح کو سنا دینے سے) پھر جاویں (جس سے ثابت ہو جاوے گا کہ جو بات وہ کہتے ہیں سچ کا اُن کو یقین نہیں) تو بیشک اللہ جانتا ہے مفسدوں کو ﴿۵۶﴾ کہہ دے (اے پیغمبر) کہ اے اہل کتاب (یعنی اے عیسائیو) آؤ ایک بات پر جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے کہ ہم کسی کی پرستش نہ کریں بجز خدا کے، اور ہم کسی چیز کو اُس کے ساتھ شریک نہ کریں اور نہ ٹھیراویں آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب خدا کے سوا پھر اگر وہ (اس بات سے) پھر جاویں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں ﴿۵۷﴾

چھوڑ دیا +

اگرچہ ان چاروں مروج انجیلوں کے زمانہ تالیف میں نہایت اختلاف ہے، مگر جو زمانہ کہ علمائے عیسائی نے قریب صحت کے تسلیم کیا ہے اُس کی رُو سے پایا جاتا ہے کہ متی کی انجیل حضرت عیسےٰ کے بعد دوسرے یا تیسرے سال میں، اور لوک کی انجیل اکتیسویں یا بتیسویں سال میں، اور یوحنا کی انجیل تریسٹھویں یا چونسٹھویں سال، اور مارک کی انجیل اُس کے بھی بہت دنوں بعد تحریر ہوئی تھی۔ مگر متی کی انجیل کی نسبت بخوبی ثابت ہے کہ وہ در اصل عبرانی میں لکھی گئی اور موجودہ یونانی انجیل اُس کا ترجمہ ہے جس کے مترجم کا نام اور زمانہ ترجمہ اب تک تحقیق نہیں ہوا پس متی کی موجودہ یونانی انجیل بھی قدیم نہیں ہے بلکہ اخیر زمانہ کی لکھی ہوئی ہے +

یہ تمام انجیلیں اور حواریوں کے نامے اور اعمال جو ان انجیلوں کے اخیر میں شامل ہیں یونانی زبان میں لکھے گئے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتابیں عیسائی مذہب کو اُن ملکوں میں رواج دینے کے لیے لکھی گئیں تھیں جہاں یونانی زبان مروج تھی اور جہاں کے لوگ زیادہ تر یونانیوں کے سے خیالات رکھتے تھے +

یونانیوں میں ایک عام خیال تھا کہ نہایت مقدس اور بزرگ شخص کو خدا کا بیٹا کہتے تھے ۔ ہرکیولیس ۔ ڈیاس کوری ۔ رامیولس ۔ فیثاغورث ۔ افلاطون ۔ ان سب کو یونانی خدا کا بیٹا کہتے تھے اور افلاطون کے حمل کے قصہ کو مثل قصہ حضرت عیسےٰ بیان کرتے تھے غرضکہ جب حواریوں کو یونانی زبان کے ذریعہ سے دین عیسوی کا پھیلانا مد نظر ہوا تو حضرت عیسےٰ کو ایسے بزرگ لقب سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَاجُّوْنَ
فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ
وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا
تَعْقِلُوْنَ ۝۵۸ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَاۤءِ
حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ
فَلِمَ تُحَاۤجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ
بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۵۹ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ
يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ
حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۶۰ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ
بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ
وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ
وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۱

اے کتاب والو تم کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم پر اور کیا
توریت اور انجیل اُس کے بعد نہیں اُتری، کیا تم
سمجھتے نہیں (۵۸) ہاں تم وہ لوگ ہو کہ تم نے ایسی
بات میں جھگڑا کیا جس کو تم جانتے تھے (یعنی اُن
باتوں پر جو توریت میں موجود تھیں)، پھر کیوں جھگڑتے ہو
ایسی بات پر جس کو نہیں جانتے (یعنی جو توریت میں بھی
نہیں ہے)۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (۵۹)
ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی ؛ ولیکن تھا خالص
(حنیف) مسلمان، اور مشرکوں میں سے نہ تھا (۶۰)
بلاشبہ لوگوں میں سب سے زیادہ دوست
ابراہیم کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے اُس کی پیروی کی،
اور یہ نبی (یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم)، اور وہ لوگ
جو ایمان لائے ہیں، اور اللہ دوست ہے
ایمان والوں کا (۶۱)

ملقب کرنا پڑا ہوگا جو اُن لوگوں کے خیالات سے مناسب تھا جن کے لئے وہ انجیلیں لکھی گئی تھیں، اس لئے ہمارے نزدیک وہ انجیلیں حضرت عیسےٰ کی ولادت کی نسبت اُن خالص خیالات کے ظاہر کرنے کا ذریعہ نہیں ہوسکتیں جو حضرت عیسےٰ کے زمانہ میں اور ان انجیلوں کے تحریر ہونے سے پیشتر تھا، باایں ہمہ انہی انجیلوں میں متعدد جگہ پاتے ہیں کہ یوسف کو حضرت مریم کا شوہر اور حضرت مسیح کو اُن کے باپ یوسف کا بیٹا تسلیم کیا ہے ✦

انجیل متی باب ۱ ورس ۱۶ میں لکھا ہے کہ یوسف مریم کا شوہر تھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ متی کی انجیل میں حضرت عیسےٰ کے نسب نامہ میں اَوروں کی نسبت یونانی لفظ " اجن نسی " بمعنے معروف استعمال ہوا ہے، جس سے خاص باپ کا بیٹا ہونا پایا جاتا ہے اور حضرت عیسےٰ کی نسبت یونانی لفظ " جنان " آیا ہے جس سے اُس ورس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ " یعقوب سے پیدا ہوا یوسف شوہر مریم جس سے عیسے پیدا ہوا " مگر ولیطسلیین نے یونانی زبان کی سند پر ثابت کیا ہے کہ " جنان " کا لفظ بھی ماں اور باپ دونوں سے پیدا ہونے پر بولا جاتا ہے، معہذا اس تغیر کا سبب وہی خیالات ہیں جو یونانیوں میں مذہب عیسوی پھیلانے کی بناء پر پیدا ہوئے تھے ✦

لوک کی انجیل باب ۳ ورس ۲۳ کے موجودہ نسخوں میں یہ لفظ ہیں " تب یوسف اُس

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۲﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۶۳﴾	چاہتا تھا ایک گروہ اہل کتاب کا کہ تم کو گمراہ کرے اور وہ گمراہ نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو، اور نہیں سمجھتے (۶۲) اے کتاب والو تم کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی نشانیوں کے ساتھ، اور تم جانتے ہو (۶۳)

کی ماں" مگر اس مقام پر بھی اسی خیال سے تغیر کیا ہے ڈاکٹر گریسباخ کی صحیح اور مقابلہ کرکے چھاپی ہوئی انجیل مطبوعہ لیپسک ۱۸۰۵ء اور شنڈروف کی چھاپی ہوئی انجیل مطبوعہ ۱۸۴۹ء اور رومن ولگیٹ کے ترجمہ انگریزی میں یوسف کا نام نہیں ہے بلکہ "اس کا باپ اور اس کی ماں" لکھا ہے اور ڈرونوپ نے یونانی انجیل کی شرح میں اسی کی تصحیح کی ہے جس سے یوسف کا پدر مسیح ہونا تسلیم ہوتا ہے +

لوک کی انجیل کے اسی باب کے ۴۳ ورس میں بھی قدیم نسخے الکزنڈریانوس میں بھی "گونس" کا لفظ ہے جس کے معنی والدین کے ہیں +

لوک کی انجیل باب ۲ ورس ۴۸ میں حضرت مریم نے حضرت عیسٰے سے کہا کہ "دیکھ تیرا باپ اور میں غمگین ہوکر تجھے ڈھونڈتے تھے" +

لوک کی انجیل باب ۲ ورس ۲۷ و ۴۱ میں یوسف اور مریم کو حضرت عیسٰے کا ماں باپ کہہ کر تعبیر کیا ہے +

متی کی انجیل باب ۱۳ ورس ۵۵ میں لکھا ہے کہ لوگوں نے حضرت عیسٰے کی نسبت کہا کہ "کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں کیا اس کی ماں مریم نہیں کہلاتی" +

اور انجیل یوحنا باب ۶ ورس ۴۲ میں ہے کہ لوگوں نے حضرت مسیح کی نسبت یہ کہا کہ "کیا یہ یسوع یوسف کا بیٹا جس کے ماں باپ کو ہم پہچانتے ہیں نہیں ہے" +

انجیل یوحنا باب ۱ ورس ۴۵ میں لکھا ہے کہ "فلپ نے نتھنیل کو کہا کہ جس کا ذکر موسے نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے ہم نے اسے پایا ہے وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے" +

اعمال حواریین باب ۲ ورس ۳۰ میں پطرس حواری نے حضرت عیسٰے کے داؤد کی نسل میں ہونے کی نسبت کہا کہ "خدا نے اس سے (یعنی داؤد سے) قسم کرکے کہا کہ میں تیرے تخت پر بیٹھنے کے لئے جسم کے طور پر تیری کمر سے مسیح کو پیدا کرونگا" +

سینٹ پال نے اپنے خط موسومہ رومیاں باب ۱ ورس ۴ میں لکھا ہے کہ "مسیح جسم کے حق میں داؤد کے تخم سے ہوا پر روح قدس کے حق میں جی اٹھنے کی قوی دلیل سے" نہیں پیدا ہوا +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ
تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾
وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْۤ
اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ
النَّهَارِ وَاكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا
لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ
اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ
يُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ
اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ
قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ
مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
عَلِيْمٌ ﴿٦٦﴾

اے کتاب والو تم کیوں ملا دیتے ہو سچ میں جھوٹ، اور کیوں چھپاتے ہو سچ بات کو، اور تم جانتے ہو (۶۴) اہل کتاب سے ایک گروہ نے (آپس میں) کہا کہ ان لوگوں پر (یعنی مسلمانوں پر) جو اترا ہے اس پر ایمان لے آؤ، دن چڑھتے ایمان لاؤ اور دن اترتے انکار کرو، شاید وہ بھی (یعنی جو مسلمان ہو گئے ہیں) پھر جاویں (۶۵) اور (دل میں) ایمان لاؤ مگر اسی پر جو تمہارے دین کی پیروی کرے، کہدے (اے پیغمبر) کہ ہدایت اللہ کی ہدایت ہے کہ دیا جا سکتا ہے کسی کو ایسی ہی جیسی تم کو دی گئی ہے (یعنی جس طرح شریعت موسوی دی گئی ہے اسی طرح شریعت محمدی دی گئی ہے) یا تم سے تمہارے پروردگار کے پاس (اس بات پر کہ موسیٰ کو شریعت کیوں دی گئی) جھگڑا کرینگے، (پھر تم محمد صلعم کی شریعت ماننے پر کیوں جھگڑتے ہو) کہدے (اے پیغمبر) بیشک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے ، دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسیع نعمت والا جاننے والا ہے (۶۶)

ان تمام سندوں سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کے زمانہ کے سب لوگ اور خود حواری بھی جانتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ حضرت عیسٰے اپنے باپ یوسف کے تخم سے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ بغیر باپ کے' مگر وہ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا روحانی اعتبار سے کہتے تھے اسی خیال سے جس سے کہ یونانی اپنے ہاں کے بزرگوں کو خدا کا بیٹا کہتے تھے ، اور اس بات کو نہایت صفائی سے سینٹ پال نے اپنے خط کی مذکورہ بالا آیت میں بیان کیا ہے ۔ زمانہ کے گذرنے پر وہ خیال جس سے کہ حواریوں نے حضرت عیسٰے کو خدا کا بیٹا کہا تھا محو ہو گیا اور لوگ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا سمجھنے لگے ، اور اسی کے ساتھ یہ قرار دیا کہ وہ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے اور ان کی ضد سے یہودیوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ نعوذ باللہ وہ ناجائز طور پر پیدا ہوئے تھے ۔ یہ اتہام سلسس نے جو تیسری صدی میں تھا کیا تھا اور ظاہرا یہ وہ زمانہ ہے کہ جب عیسائیوں کو اس بات میں کہ حضرت عیسٰے خدا کے بیٹے ہیں اور بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں زیادہ تر غلو ہو گیا تھا ۔

قرآن مجید نے اس بات میں کہ حضرت عیسٰے بن باپ کے پیدا ہوئے تھے کچھ بحث نہیں کی ۔ جب قرآن نازل ہوا اس وقت دو فرقے مخالف موجود تھے ایک فرقہ نہایت نالایقی اور بدی سے یہ

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۷﴾ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ﴿۶۸﴾	مخصوص کرتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ﴿۶۷﴾ اور اہل کتاب میں سے بعضا ایسا ہے کہ اگر تو اس کے پاس سونے کا ڈھیر امانت رکھدے تو تجھ کو پھیر دے اور ان میں سے بعضا ایسا ہے کہ اگر تو اس کے پاس ایک دینار امانت رکھدے تو تجھ کو پھیر دے جب تک تو اس کے دسر پر کھڑا نہ رہے ﴿۶۸﴾

کہتا تھا کہ حضرت مسیح بطور ناجائز لوگوں کے پیدا ہوئے ہیں - دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ وہ خدا اور خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہیں - قرآن مجید نے ان دونوں فرقوں کے اعتقاد کو رد کر دیا اور حضرت مسیح کے مقدس اور روح پاک ہونے پر اور حضرت مریم کی عصمت و طہارت پر گواہی دی، اور اس بات کو کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہیں جھٹلا دیا، اور بتلا دیا کہ وہ مثل اور انسانوں کے خدا کے بندے ہیں - قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں بیان ہوا کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے، جہاں تک کہ اشارہ ہے حضرت عیسٰے کے روح القدس اور کلمۃ اللہ ہوتے کا اور حضرت مریم کی عصمت و طہارت کا اشارہ ہے، جیسا کہ ہم آگے بیان کرتے ہیں - ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص حضرت مریم کی نسبت تہمت بد لگاوے وہ مسلمان نہیں ہے ✦

سورہ آل عمران میں ہے کہ جب فرشتوں نے کہا اے مریم بے شک اللہ تجھ کو خوشخبری

اذ قالت الملٰئکۃ یٰمریم	دیتا ہے ایک کلمہ کی اپنی طرف سے اُس کا نام (ہوگا) مسیح عیسٰے مریم کا
ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ	بیٹا روایت دار دنیا میں اور آخرت میں اور (خدا کے) مقربوں سے
المسیح عیسی ابن مریم وجیہا	اور کلام کریگا لوگوں سے گہوارہ میں (یعنی بچپنے میں) اور بڑاپے
فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین	میں اور ہوگا نیکوں میں سے - مریم نے کہا اے پروردگار کہاں
ویکلم الناس فی المہد وکہلا و	سے ہوگا میرے بیٹا اور نہیں چھوا ہے مجھ کو کسی آدمی نے خدا نے
من الصٰلحین قالت رب انی	کہا یوں ہی ہوگا اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے جب کوئی کام کرنا ٹھیرا
یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر	چکتا ہے تو اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اُس کو کہتا ہے کہ ہو پھر ہو جاتا
قال کذٰلک اللہ یخلق ما یشاء	ہے - اور سورہ مریم میں ہے کہ پھر ہم نے بھیجا اُس کے (یعنی مریم
اذا قضی امرا فانما یقول لہ	کے) پاس اپنی روح کو پھر وہ بن گئی اُس کے لئے ٹھیک آدمی،
کن فیکون (سورہ آل عمران)	مریم نے کہا کہ بیشک میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو
فارسلنا الیہا روحنا فتمثل	(خدا سے) ڈرتا ہے، اُس نے کہا کہ میں تو صرف تیرے خدا
لہا بشرا سویا قالت انی اعوذ	کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھ کو پاکیزہ لڑکا دوں ۔ مریم نے کہا کہ
بالرحمٰن منک ان کنت تقیا	کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور نہیں چھوا ہے مجھ کو کسی آدمی نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَّيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾	یہ بات اس لئے ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ جاہلوں کو ہم پر (دعوٰے کرنے کی) کوئی راہ نہیں، اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر، اور وہ جانتے ہیں ﴿۶۹﴾

قال انما انا رسول ربك لاهب لك	اور نہ میں بدکار رہوں، اُس نے کہا یہی ہوگا تیرے پروردگار نے
غلاما زكيا قالت انى يكون لى غلام	کہا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور ہم اُس کو لوگوں کے لئے
ولم يمسسنى بشر ولم اك بغيا	نشانی اور اپنی رحمت کرنا چاہتے ہیں اور تھی یہ بات ٹھیر
قال كذلك قال ربك هو على	چکی ◆
هين ولنجعله اية للناس ورحمة	فرشتہ کا حضرت مریم کو بیٹا ہونے کی بشارت دینا
منا وكان امرا مقضيا (سورہ مریم)	اور اُن کا یہ کہنا کہ مجھے مرد نے نہیں چھوا ہے سینٹ لوک کی انجیل

میں بھی مذکور ہے۔ تمام یہودی یقین رکھتے تھے کہ اُن میں ایک مسیح پیدا ہونے والا ہے جو یہودیوں کی بادشاہت کو پھر قائم کریگا اس لئے یہودی اور یہودی عورتیں بیٹا ہونے کی نہایت آرزو رکھتی تھیں اور دعائیں مانگتی تھیں اور عبادتیں کرتی تھیں کہ وہ شخص ہمارا ہی بیٹا ہو۔ ایسی حالتوں میں اُن کا اس قسم کی خوابوں کا دیکھنا یا بن بولنے والے کی آوازوں کا سننا یا متخیلہ میں کسی مجسم شے کا دکھلائی دینا ایسا امر ہے جو بمقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے۔ بعض علما کا یہ قول ہے کہ اس سورۃ میں جو خطاب فرشتوں کا حضرت مریم سے ہے وہ بطریق الہام اور روع فی النفث اور القائی القلب کے ہے۔ مگر مجھ کو کچھ شبہ نہیں جیسے کہ سیاق کلام سے پایا جاتا ہے کہ ہر بشارت جو اس سورۃ میں اور سورہ مریم میں بیان ہوا ہے وہ ایک ہی واقعہ ہے اور رویا میں واقع ہوا تھا، اور سینٹ متی کی انجیل سے بھی ایسا ہی مستنبط ہوتا ہے، کیونکہ بموجب اُس انجیل کے یوسف کو بھی اُس حمل کی خبر خواب میں بذریعہ فرشتہ کے دی گئی تھی ◆

بیٹا ہونے کی بشارت حضرت اسحٰق کو اور اُن کی بیوی کو اور حضرت زکریا کو بھی دی گئی تھی پس صرف بشارت سے تو بے باپ کے پیدا ہونا لازم نہیں آتا ہے، ہاں ان بشارتوں پر غور کرنا چاہئے کہ ان میں کوئی ایسا لفظ تو نہیں ہے جس سے بن باپ کے بیٹا پیدا ہونے کا اشارہ نکلے۔ سو ایسا بھی کوئی لفظ ان بشارتوں میں نہیں ہے ◆

سب سے زیادہ غور کے لایق لفظ "لم یمسسنی بشر ولم اک بغیا" ہے۔ بلاشبہ یہ دونوں کلمے نہایت صحیح ہیں، اور جس زمانہ میں بشارت ہوئی اُس زمانہ میں بلاشبہ حضرت مریم کو کسی مرد نے نہیں چھوا تھا، بلکہ غالباً اُن کا خطبہ بھی یوسف کے ساتھ نہ ہوا تھا، مگر اس سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۱﴾

(بات یوں نہیں ہے) بلکہ جو کوئی پورا کرے اپنا اقرار اور پرہیزگاری کرے تو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو ﴿۷۰﴾ (اس میں کچھ شک نہیں کہ) جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے بیچتے ہیں وہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور قیامت کے دن نہ اُن سے اللہ بات کرے گا اور نہ اُن کی طرف نگاہ کرے گا، اور نہ اُن کو پاک کرے گا، اور اُن کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے ﴿۷۱﴾

یہ لازم نہیں آتا کہ اُس کے بعد بھی یہ امر واقع نہیں ہوا +

جس طرح کہ حضرت مریم کو اس بشارت سے تعجب ہوا اسی طرح حضرت اسحاق اور اُن کی بیوی اور حضرت زکریا کو بھی تعجب ہوا تھا، جب کہ وہ فرمانے لگیں "یا ویلتی االد وانا عجوز وھذا بعلی شیخا ان ھذا لشیٔ عجیب" دوسری جگہ فرمایا ہے "فاقبلت امرتہ فی صرۃ فصکت وجھہا وقالت عجوز عقیم" ۔ اور حضرت زکریا نے فرمایا "انی یکون لی غلام وقد بلغنی الکبر وامرتی عاقر" اور دوسری جگہ فرمایا "وکانت امرتی عاقر وقد بلغت من الکبر عتیا" ۔ حضرت مریم کی حالت اولاد ہونے سے مایوسی کی نہ تھی، اور اسحاق اور اُن کی بیوی اور زکریا اور اُن کی بیوی کی حالت مایوسی کے قریب تھی، مگر جب اُن دونوں سے بیٹے کا پیدا ہونا بغیر باپ کے تسلیم نہیں کیا گیا تو حضرت مریم کے تعجب سے جو صرف اُس وقت کی کیفیت پر پر تھا جب کہ بشارت ہوئی تھی نہ آیندہ کی ہونے والی حالت پر کیونکر حضرت عیسے کے بے باپ کے پیدا ہونے پر استدلال ہو سکتا ہے، اور کیا عجب ہے کہ اس خواب کے بعد ہی حضرت مریم کو اور اُن کے مربیوں کو حضرت مریم کی شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا ہو جو آخرکار یوسف کے ساتھ عقد ہونے سے پورا ہوا +

اس تعجب کے بعد فرشتہ نے حضرت مریم سے کہا "کذلك اللہ یخلق ما یشاء" اسی طرح حضرت زکریا سے کہا تھا کہ "کذلك اللہ یفعل ما یشاء" ۔ حضرت مریم سے کہا "قال کذلك قال ربك ھو علی ھین" اسی طرح حضرت زکریا سے کہا کہ "قال کذلك قال ربك ھو علی ھین" ۔ لفظ "کن فیکون" جو سورۃ آل عمران میں ہے وہ کسی امر کے ہونے پر بلا اسباب قدرتی وفطرتی کے دلالت نہیں کرتا، کیونکہ ہر شے کے ہونے کو خدا اسی طرح

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۲﴾

اور بے شبہ انہی میں سے وہ لوگ ہیں جو کتاب (یعنی توریت) پڑھنے میں اپنی زبانوں کو پیٹ دیتے ہیں تاکہ تم جانو کہ وہ (پڑھا ہوا لفظ بھی) کتاب (یعنی توریت) میں سے ہے، اور وہ کتاب میں سے نہیں ہے، اور کہتے ہیں کہ وہ بھی اللہ کے پاس سے (نازل ہوا) ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں (نازل ہوا) ہے، اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر، اور وہ جانتے ہیں ﴿۷۲﴾

فرماتا ہے " اذا اراد شیئا انما یقول له کن فیکون " پس ہر شے " کن " کے حکم سے ہمیشہ قانون قدرت اور قاعدہ فطرت کے مطابق ہوتی ہے۔ پس یہ الفاظ کسی طرح اس بات پر کہ حضرت مسیح کی ولادت فی الذور بلا قاعدہ فطرت اور بغیر باپ کے ہوئی تھی دلالت نہیں کرتے +

" ایۃ للناس " کے لفظ سے یہ سمجھنا کہ حضرت مسیح کو بغیر باپ کے بطور ایک نشانی معجزہ کے پیدا کیا تھا محض بیجا ہے، اس لئے کہ بے باپ کے پیدا ہونا (اگر بالفرض ہوا بھی ہو) ایسا امر مخفی ہے جو کسی طرح " ایۃ للناس " نہیں ہوسکتا۔ آیۃ کا لفظ قرآن مجید میں، فرعون، اصحاب الکہف والرقیم، قوم نوح، نوح اور صحابہ سفینہ پر بھی اطلاق ہوا ہے۔ حضرت مریم بوجہ اپنی عبادت اور خدا پرستی اور نیکی کے اور حضرت عیسے بسبب اس رحم دلی کے جو انجیل سے پائی جاتی ہے خدا کی عمدہ نشانی کے لقب کے مستحق تھے +

" بکلمۃ منه " کے الفاظ یا " کلمۃ القاھا الی مریم " کے الفاظ بھی کسی طرح بن باپ کے پیدا ہونے پر دلالت نہیں کرتے۔ خدا تعالے نے قرآن مجید میں متعدد جگہ لفظ " کلمہ " کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ سورہ اعراف میں فرمایا ہے " وتمت کلمۃ ربك الحسنی علے بنی اسرائیل "۔ اور سورہ یونس میں فرمایا ہے " وکذلك حقت کلمۃ ربك علی الذین فسقوا " اسی طرح اور بہت سی جگہ آیا ہے۔ اور کلمۃ اللہ سے وہ امور محققہ مراد ہیں جو ہونے والے تھے اور ہو گئے اور ہونگے۔ حضرت مسیح کا حضرت مریم سے پیدا ہونا ایک امر محقق او معین تھا، یا یوں کہو کہ موعود تھا، پس اسی امر محقق یا موعود کو کلمہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور جس طرح تمام قرآن میں کلمہ کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اسی طرح اس مقام پر بھی کیا ہے۔ ان الفاظ سے بن باپ کے پیدا ہونے پر کچھ بھی اشارہ نہیں نکلتا +

سورۃ النسا میں جہاں خدا تعالے نے حضرت عیسے کی نسبت فرمایا ہے کہ " کلمتہ القاھا الی مریم " وہاں یہ بھی فرمایا ہے " وروح منه " اس لفظ سے بھی بن باپ کے پیدا ہونا نہیں ثابت ہوتا۔ تمام جانداروں کی نسبت کیا حیوان اور کیا انسان " روح منه " کا لفظ اطلاق

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ (۷۳)	کوئی انسان نہیں کر سکتا کہ خدا تو اُس کو کتاب اور حکمت اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم میرے بندے ہو جاؤ سوائے خدا کے، مگر (یہ کہیگا کہ) ہو جاؤ اللہ والے کتاب (اللہ) کے سکھانے سے اور (کتاب اللہ کے) پڑھنے پڑھانے سے[1] (۷۳)

کیا جا سکتا ہے ۔ سوائے اس کے اور کسی معنی میں حضرت عیسٰے کی نسبت اس لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا ، خصوصاً مسلمانوں کے مذہب کے مطابق جو خدا کے یا خدا کی روح کے یا خدا کے کلمہ کے مجسم ہونے کے قائل نہیں ہیں ، اور اُس کو "لم یلد ولم یولد" جانتے ہیں معدا چند علمائے مفسرین نے بھی جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے "روح منہ" سے قریبًا قریبًا ویسے ہی معنی مراد لئے ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں +

اُس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰے لوگوں کے لئے دینی زندگی کا سبب تھے ، اس لئے اُن کو روح سے تعبیر کیا ہے ۔ خدا نے قرآن کی صفت میں فرمایا ہے "کذٰلک اوحینا الیک روحا من امرنا" اسی طرح حضرت عیسٰے کو بھی روح کہا گیا ہے ۔ اور روح کے لفظ سے اُن کی بزرگی بھی ظاہر ہوتی ہے ، جیسے کہ کہتے ہیں کہ یہ تو خدا کی نعمت ہے ؛ اور اس سے صرف اُس نعمت کا بزرگ اور کامل ہونا مراد ہوتا ہے +

اور یہ بھی لکھا ہے کہ روح سے رحمت مراد ہے ۔ اس آیت کی تفسیر میں "وایدھم بروح منہ" کہا ہے "ای برحمۃ منہ" اور جب کہ حضرت عیسٰے خلق کے لئے رحمت تھے تو اُن کی نسبت "روحا منہ" کا اطلاق کیا گیا ہے ۔ سورہ مجادلہ میں تمام ایمان والوں کی نسبت کہا گیا ہے "اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ" پھر حضرت عیسٰے کی نسبت ایسے الفاظ کا استعمال کسی طرح اس بات کی طرف اشارہ نہیں کرتا کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے +

سورہ مریم میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں اُن پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ اُن سے بن باپ کے پیدا ہونے کا اشارہ پایا جاتا ہے ، مگر یہ بھی صحیح نہیں ہے ۔ سورہ مریم میں حضرت مریم کے رویا کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ اُنہوں نے انسان کی صورت دیکھی جس نے کہا کہ میں خدا

[1] ما، بمعنی المصدر مع الفعل وانتقا، یرکی نزاد بانییں لسبب کونکم عالمین ومعلمین و بسبب ھو منکم الکتاب (تفسیر کبیر) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا ۭ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ (۸۰)	اور تم کو یہ نہ کہیگا کہ تم ٹھیراؤ فرشتوں کو اور نبیوں کو پروردگار کیا وہ تم کو کفر کرنے کو کہیگا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہوگئے (۸۰)

کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تم کو بیٹا دوں، اس کے بعد جو کچھ بیان ہوا ہے اُس پر ف تعقیب کی آئی جیسے کہ فحملتہ۔ فاجاءھا المخاض، مگر اس ف سے اتصال زمانی مستنبط نہیں ہوسکتا، جیسے کہ مثال مذکورہ بالا سے ظاہر ہے، کیونکہ اُن کے حاملہ ہونے اور دردزہ شروع ہونے میں اتصال زمانی نہ تھا۔ لوک کی انجیل میں بھی لکھا ہے کہ "جب مریم کے جننے کے دن پورے ہوئے وہ اپنا پہلوٹا بیٹا جنی" تفسیر کبیر میں بھی مدت حمل نو مہینے یا آٹھ مہینے یا سات مہینے لکھے ہیں ابن عباس کی روایت نو مہینے کی ہے جو صحیح معلوم ہوتی ہے۔ غرضکہ اس مقام پر جہاں ف آئی ہے اُس سے ہرگز خواہ نخواہ اتصال زمانی مستنبط نہیں ہوسکتا ہے۔

اس بات کے سمجھنے کے بعد آیات سورہ مریم پر غور کرنا چاہئے کہ جب حضرت مریم نے اپنے رویا میں انسان کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا "انی اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیا" اُس نے کہا "انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا" حضرت مریم نے کہا، "انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا" اُس نے کہا "کذلک قال ربک ھو علی ھین ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا" اس کے بعد ہے "فحملتہ" پس اس ف سے جو حملتہ پر ہے یہ لازم نہیں آتا کہ بجرد اس گفتگو کے حضرت مریم حاملہ ہوگئی تھیں بلکہ پایا جاتا ہے کہ اس گفتگو کے کسی زمانہ بعد میں وہ حاملہ ہوئیں جس وقت کی یہ گفتگو ہے بلاشبہ حضرت مریم کو کسی بشر نے نہیں چھوا تھا لیکن اُس کے بعد ان کا خطبہ یوسف سے ہوا اور وہ حسب قانون فطرت انسانی اپنے شوہر یوسف سے حاملہ ہوئیں۔

اسی طرح "فاتت بہ قومھا تحملہ" کی ف کا حال ہے کہ وہ ولادت کے زمانہ سے متصل نہیں ہے، بلکہ امر مذکورہ ولادت کے بعد کسی زمانہ میں واقع ہوا ہے۔ تفسیر ابن عباس میں لکھا ہے کہ ولادت کے چالیس دن بعد یہ واقعہ ہوا ہے۔ اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ یعنی قوم کے پاس لانے کا اور حضرت عیسےٰ کے کلام کرنے کا حضرت عیسےٰ کی صغر سنی میں واقع ہوا تھا، اور ابوالقاسم بلخی کا قول ہے کہ حضرت عیسےٰ جوان ہونے کے قریب تھے جب یہ واقعہ ہوا تھا چنانچہ تفسیر کبیر کی یہ عبارت ہے "اختلف الناس فیہ فالجمھور علی انہ قال ھذا الکلام حال صغرہ وقال ابوالقاسم البلخی انہ کما قال ذلک حین کان کالمراھق الذی یفھم و ان لم یبلغ حد التکلیف" (تفسیر کبیر) غرضکہ علمائے مفسرین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تکلم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾	اور جب کہ اللہ نے نبیوں کا عہد لیا[۱] جس وقت کہ میں نے (یعنی اللہ نے) تم کو (نبیوں کو) کتاب و حکمت دی۔ پھر (اے اہل کتاب) تمہارے پاس رسول آیا سچ بتاتا ہوا اُس کو جو تمہارے پاس ہے تو چاہیئے کہ تم اُس پر ایمان لاؤ اور چاہیئے کہ اُس کی مدد کرو۔ خدا نے (نبیوں سے) کہا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور تم نے اس بات پر میرے عہد کا بوجھ اُٹھایا بولے کہ ہم نے اقرار کیا (خدا نے) کہا کہ تم شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہدوں میں ہوں ﴿۸۱﴾

حضرت عیسےٰ ولادت کے متصل نہ تھا ✦

قرآن مجید سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ واقعہ ایسے وقت میں واقع ہوا تھا جب حضرت عیسےٰ نبی ہو چکے تھے، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ " انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا "۔ تاریخ پر، اور انجیلوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کی بارہ برس کی عمر تھی (دیکھو انجیل لوک باب ۲) جب اُنہوں نے بیت المقدس میں یہودی عالموں سے گفتگو کی، اسی بات پر یہودی عالم ناراض ہوگئے اور اُنہوں نے آکر حضرت مریم سے کہا کہ تیرے ماں باپ تو بڑے نیک تھے تو نے یہ کیسا عجیب یعنی بد مذہب لڑکا جنا ہے۔ حضرت مریم نے خود اُس کا جواب نہیں دیا اور حضرت عیسےٰ کو اٹھا لائیں، اُس وقت اُنہوں نے فرمایا کہ " انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا "۔ اور ممکن ہے کہ یہ واقعہ اس کے بھی بعد ہوا ہو یعنی جب کہ حضرت یحییٰ شہید ہو چکے تھے اور حضرت عیسےٰ نے یہودیوں کو سمجھانا اور اُن کی بدیوں کو وعظ میں بُرا کہنا شروع کیا تھا ✦

غرض اس قدر تو جملہ علماے مفسرین تسلیم کرتے ہیں کہ یہ واقعہ ولادت کے زمانہ کے متصل واقع نہیں ہوا تھا اُس کے بعد ہوا، کوئی مدت مابعد کے زمانہ کی چالیس دن اور کوئی قریب عمر مراہق یعنی بارہ برس کے قرار دیتا ہے، اور ہم باستدلال قرآن مجید زمانہ نبوت قرار دیتے ہیں ✦

قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسےٰ نے ایسی عمر میں جس میں حسب فطرت انسانی کوئی بچہ کلام نہیں کرتا کلام کیا تھا۔ قرآن مجید کے یہ لفظ ہیں " کیف نکلم من کان فی المھد صبیا "، اس میں لفظ " کان " کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے سے ہم کیونکر

[۱] لما اتیتکم یقول حین اعطیتکم (تفسیر ابن عباس) ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۷۶) اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ (۷۷)	پھر جو کوئی اُس سے پھر جاوے تو وہی لوگ فاسق ہیں (۷۶) پھر کیا خدا کے دین کے سوا (کوئی دوسرا دین) چاہتے ہیں اور اسی کی فرمانبرداری کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں چار و ناچار اور اُسی کے پاس پھر جاوینگے (۷۷)

کلام کریں جو مہد میں تھا یعنی کم عمر لڑکا ہماری گفتگو کے لایق نہیں - یہ اسی طرح کا محاورہ ہے جیسے کہ ہمارے محاورہ میں ایک بڑا شخص ایک کم عمر لڑکے کی نسبت کہے کہ ابھی ہونٹ پر سے تو اُس کے دودھ بھی نہیں سوکھا کیا یہ ہم سے مباحثہ کے لایق ہے - "کان" کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ اُس وقت وہ نہ مہد میں تھے نہ مہد کے لایق تھے - اور اُس کے بعد کی آیت سے اس مراد کی اور بھی تائید ہوتی ہے - اور بالفرض حضرت عیسٰے نے اگر مہد میں کلام بھی کیا ہو تو اُس سے اُن کے بن باپ کے پیدا ہونے پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے ✦

یہودیوں کے اس قول سے بھی کہ " یا مریم لقد جئت شیئاً فریا یا اخت ھارون ما کان ابوک امر سوء وما کان امک بغیا " حضرت عیسٰے کے بن باپ کے پیدا ہونے پر استدلال نہیں ہو سکتا - اس لئے کہ اُس زمانہ میں جب کہ یہودیوں نے حضرت مریم سے یہ بات کہی کوئی بھی حضرت مریم پر بدکاری کی تہمت نہیں کرتا تھا ، اور نہ اس آیت میں اس قسم کی تہمت کا اشارہ ہے ، "فری" کے معنی بدیع و عجیب کے ہیں - اس لفظ سے غالباً یہودیوں نے مراد لی ہوگی " شیئاً عظیما منکرا " مگر اس سے یہ بات کہ انھوں نے اُس وقت حضرت عیسٰے کی نسبت ناجائز مولود ہونے کی تہمت کی تھی لازم نہیں آتی : بلکہ قرینہ اُس کے برخلاف ہے ، کیونکہ حضرت عیسٰے نے اُس کے جواب میں اُس تہمت سے بری ہونے کا کوئی لفظ بھی نہیں کہا ، اگر اُس وقت یہودیوں کی مراد اُس سے تہمت بہ نسبت حضرت مریم کے اور ناجائز مولود ہونے کی نسبت حضرت عیسٰے کے ہوتی تو ضرور حضرت عیسٰے اپنے جواب میں اپنی اور اپنی ماں کی برءت اُس تہمت سے ظاہر کرتے ✦

صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰے کی تلقین سے جو خلاف عقاید یہود تھی علمائے یہود ناراض ہو کر حضرت مریم پاس آئے جس سے اُن کی غرض یہ ہوگی کہ وہ حضرت عیسٰے کو اُن باتوں سے باز رکھیں ، اور کہا کہ تیرا باپ اور تیری ماں تو بڑے نیک تھے تو نے یہ کیسا عجیب بچہ جنا ہے جو تمام عقاید کے برخلاف باتیں کرتا ہے ، حضرت مریم نے کہا کہ اُسی سے جو پوچھو ، اُس پر یہودیوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ (٨٤)	کہہ دے (اے پیغمبر) کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اُس پر جو ہم پر اُتارا گیا اور اُس پر جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اُس کے پوتوں پر اُتارا گیا اور اُس پر جو موسےٰ و عیسےٰ اور تمام نبیوں کو ان کے پروردگار کے پاس سے دیا گیا ہم فرق نہیں کرتے کسی میں اُن میں سے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں (٨٤)

کہا کہ وہ کل کا بچہ ہمارے مُنہ لگنے کے لائق نہیں۔ اُس پر حضرت مریم حضرت عیسےٰ کو اُٹھا لائیں اور اُنھوں نے کہا کہ مَیں خدا کا نبی ہوں۔ یہ ایسا معاملہ ہے جو فطرت انسانی کے موافق واقع ہُوا اور اب بھی واقع ہوتا ہے۔ شوخ و شریر لڑکے کی ماں سے اُس کی شکایت کی جاتی ہے، جو شوخی کہ اُس نے کی ہو اُس کی نسبت اُس کی ماں کہتی ہے کہ اُسی سے پوچھو، پس ان الفاظ سے جو قرآن مجید میں ہیں حضرت عیسےٰ کے بن باپ کے پیدا ہونے پر کسی طرح استدلال نہیں ہو سکتا۔ اُٹھا لانے کا لفظ اس مقام پر مجازاً بولا گیا ہے، اُس سے خواہ نخواہ گود میں اُٹھا لانا لازم نہیں آتا۔ +

سورۂ انبیا میں حضرت مریم کی نسبت خدا نے فرمایا ہے " والتی احصنت فرجھا فنفخنا فیھا من روحنا وجعلناھا وابنھا اٰیۃ للعالمین " اس سے بھی حضرت عیسےٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اول تو کوئی مسلمان خدا کی روح کے مجسم ہونے پر اعتقاد نہیں کر سکتا " احصنت فرجھا " کے یہ معنی نہیں کہ احصنت فرجھا من کل رجل، بلکہ یہ معنی ہیں کہ احصنت فرجھا من غیر زوجھا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے " احصنت اعن الفواحش لانھا قذفت بالزنا " اس کی نظیر خود قرآن میں موجود ہے تفسیر کبیر میں لکھا

الحصان بالفتح المرأۃ العفیفۃ — ہے کہ حصان کے معنی عفیفہ عورت کے ہیں اور اُس کی
ومنھا فرجھا من الفساد قال تعالٰی — مثال میں حضرت مریم کی نسبت جو لفظ " احصنت فرجھا
ومریم ابنت عمران التی — کا آیا ہے وہی لکھا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اس لفظ
احصنت فرجھا۔ — سے حضرت مریم کا تہمت بد سے بری ہونا نکلتا ہے نہ

حضرت عیسےٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا۔ محصنات کے معنی عفاف کے اور جگہ بھی قرآن میں آئے ہیں جیسے کہ " محصنات غیر مسافحات " " محصنین غیر مسافحین " اور شوہردار عورت کے بھی آئے ہیں جیسے کہ " والمحصنات من النساء " تفسیر کبیر میں لکھا ہے " یقال امرأۃ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿۷۹﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْا أَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۰﴾

اور جو شخص سوائے اسلام کے دوسرا دین چاہے تو ہرگز اُس سے قبول نہ کیا جاویگا اور وہ قیامت میں ٹوٹے والوں میں ہوگا ﴿۷۹﴾ کیونکر اللہ ہدایت کرے ایسی قوم کو کہ کافر ہوگئی اپنے ایمان لانے کے بعد اور گواہی دی کہ بیشک رسول برحق ہے اور اُن کے پاس صریح نشانیاں بھی آچکیں اور اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو ﴿۸۰﴾

محصنۃ اذا کانت ذات زوج"۔ پس حضرت مریم کی نسبت احصنت کا لفظ زیادہ تر صاحب زوج ہونے پر دلالت کرتا ہے ✤

نفخ روح حضرت عیسٰے میں کچھ دلیل اُن کے بن باپ ہونے کی نہیں ہوسکتی۔ تمام انسانوں کی نسبت خدا تعالےٰ نے نفخ روح کہا ہے، جیسے کہ سورۂ تنزیل میں فرمایا ہے "خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مہین ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ" پس جس طرح کہ اور تمام انسانوں میں اللہ اپنی روح نفخ کرتا ہے اسی طرح حضرت عیسٰے میں بھی کی تھی ✤

سورۂ آل عمران میں ہے "ان مثل عیسی عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون" اس آیت سے بھی حضرت عیسٰے کا بن باپ کے پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ وفد نجران جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جو حضرت عیسٰے ابن اللہ ہونے پر یہ دلیل لاتے تھے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں اس لئے خدا کے بیٹے ہیں اس دلیل کے رد کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر یہ روایت صحیح مانی جاوے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسٰے کا بن باپ کے پیدا ہونا تسلیم کر لیا ہو کیونکہ یہ دلیل بطور دلیل الزامی کے ہے، دلیل الزامی میں اس سے بحث نہیں ہوتی کہ جو مقدمہ مخالف نے قائم کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط، بلکہ اُس کے مقابلہ میں ایک اَور مقدمہ مسلمہ پیش کیا جاتا ہے جس سے مخالف کی دلیل باطل ہو جاتی ہے۔ پس اس مقام پر دلیل الزامی اس طرح پر قائم ہوتی ہے کہ اگر بالفرض تم بوجہ بن باپ کے پیدا ہونے کے حضرت عیسٰے کو خدا کا بیٹا مانتے ہو تو حضرت آدم کہ جو بن ماں باپ کے پیدا ہوئے ہیں بدرجۂ اولےٰ خدا کا بیٹا ماننا چاہئے۔ اور جب کہ تم حضرت آدم کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے تو حضرت عیسٰے کو صرف بن باپ کے پیدا ہونے سے کیوں خدا کا بیٹا مانتے ہو ✤

معہذا اگر لفظ مثل سے حضرت آدم اور حضرت عیسٰے میں مماثلت مراد ہے تو دونوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۲﴾	وہی ہیں جن کی سزا یہ ہے کہ اُن پر ہے لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی سب کی ﴿۸۱﴾ ہمیشہ اُسی میں رہینگے اُن سے عذاب کی تخفیف نہ ہوگی اور نہ اُن کو مہلت دی جاویگی ﴿۸۲﴾

کی خلقت میں تو ہو نہیں سکتی، کیونکہ حضرت آدم مٹی سے یا پانی سے پیدا ہوئے تھے، اور وہ نو مہینے تک کسی عورت کے پیٹ میں رہے اور بمثل ایسے انسانوں کے جو نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اُن کا حالت نطفہ سے جنین ہونے تک نشو و نما ہوا، برخلاف حضرت عیسے کے پس حضرت عیسے اور حضرت آدم کی پیدایش میں تو کسی طرح مماثلت نہیں ہو سکتی، اور اگر یہ کہا جائے کہ صرف باپ نہ ہونے میں مماثلت ہے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اول یہ بات ثابت ہونی چاہئے کہ حضرت عیسے بن باپ کے پیدا ہوئے تھے جب یہ بات ثابت ہو جائے تو بن باپ پیدا ہونے میں مماثلت کا دعوے ہو سکتا ہے، حالانکہ اُن کا بے باپ کے پیدا ہونا ابھی تک ثابت نہیں ہے۔ پس اگر مماثلت ہے تو یا تو نفخ روح میں ہے کہ حضرت آدم کی نسبت بھی کہا ہے کہ "نفخت فیہ من روحی" اور حضرت عیسے کی نسبت کہا ہے "فنفخنا فیہ من روحنا" اور یا صرف مخلوق ہونے میں، کہ جس طرح آدم خدا کے بندے اور مخلوق تھے اسی طرح حضرت عیسے بھی خدا کے بندے اور مخلوق ہیں، اور اس کی تائید قرآن مجید سے ہوتی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے "لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ" پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس آیت سے حضرت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے پر استدلال کیا جائے +

بعضے لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہر جگہ حضرت عیسے کو ابن مریم کہا گیا ہے۔ اگر اُن کے کوئی باپ ہوتا تو اُن کی ابنیت باپ کی طرف منسوب کی جاتی نہ ماں کی طرف، مگر یہ دلیل نہایت بودی ہے، کیونکہ جب قرآن نازل ہوا تو حضرت عیسے یہود اور نصاریٰ دونوں میں ابن مریم کے لقب سے مشہور تھے، وہی مشہور لقب اُن کا قرآن میں بھی بیان کیا گیا ہے، اس سے اُن کا بے باپ پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا +

(۴۸) حضرت مسیح کے واقعات میں جیسے کہ آپ کی ولادت کا مسئلہ بحث طلب ہے ویسا ہی آپ کی وفات کا مسئلہ بھی غور کے لایق ہے، یہودی یقین رکھتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عیسے علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا کر قتل کر ڈالا، عیسائی یقین رکھتے ہیں کہ یہودیوں نے اُن کو صلیب پر چڑھایا اور وہ صلیب ہی پر مر گئے پھر صلیب پر سے اُتار کر قبر میں دفن کیا پھر وہ جی اُٹھے جیسا کہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۸۹) اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ (۹۰)	مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور نیکی کی تو بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان (۸۹) بیشک جو کافر ہوئے اپنے ایمان کے بعد پھر زیادتی کی کفر میں ہرگز قبول نہ کی جاویگی اُن کی توبہ اور وہی ہیں گمراہ (۹۰)

کا یا اعتقاد ہے کہ وہ صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسٰے پر الحاد کا اور یہودی شریعت کے مسائل مقررہ سے پھر جانے کا الزام لگایا تھا۔ انجیل یوحنا کے ساتویں باب کی بارھویں آیت میں لکھا ہے کہ "لوگوں میں اُس کی (یعنی حضرت عیسٰے کی) بابت بہت تکرار تھی بعضے کہتے تھے کہ وہ نیک ہے اور کتنے کہتے تھے کہ نہیں بلکہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے"۔ اور اُسی انجیل کے باب ۲۶ آیت ۶۵ میں لکھا ہے کہ "سردار امام نے اپنے کپڑے پھاڑ کر کہا کہ یہ (یعنی حضرت عیسٰے) کفر کہہ چکا ہے اب ہم کو اور گواہوں کی کیا درکار ہے دیکھو اب تم نے اُس کا کفر بکنا سنا"۔

یہودی شریعت میں جیسے کہ توریت کی کتاب احبار باب ۲۴ ورس ۱۴ و کتاب استثنا باب ۱۳ سے پایا جاتا ہے ارتداد یا الحاد کی سزا سنگسار کرنا تھا۔ مگر اس زمانہ میں رومیوں کی سلطنت تھی اور وہ یہودی شریعت سے مرتد ہونے کے جرم میں کسی کو سنگسار نہیں کرتے تھے اس لئے یہودیوں نے حضرت عیسٰے پر بادشاہ وقت سے باغی ہونے کی تہمت لگائی اور پلاطوس سے کہا کہ وہ اپنے تئیں یہودیوں کا بادشاہ کہتا ہے، لوگوں کو ورغلاتا ہے اور قیصر کو خراج دینے سے منع کرتا ہے۔ جرم بغاوت کی سزا صلیب پر چڑھا کر مار ڈالنا تھی۔ اس لئے یہودیوں نے پلاطوس سے جو وہاں کا حاکم تھا درخواست کی کہ وہ صلیب پر چڑھا دیا جاوے۔[1]

واقعہ صلیب کے بعد مختلف فرقوں نے مختلف رائیں اُس کی نسبت قائم کیں۔ یہودی اپنی شیخی سے یہ دعوے کرتے تھے کہ ہم نے حضرت عیسٰے کو شریعت کے بموجب پہلے سنگسار کر کے قتل کر ڈالا اور پھر صلیب پر لٹکا دیا۔ عیسائی سنگسار کر کے مار ڈالنا تو تسلیم نہیں کرتے جو درحقیقت میں غلط بھی ہے، مگر صلیب پر چڑھا کر مار ڈالنا تسلیم کرتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں کہ بعد اس کے حضرت عیسٰے قبر میں دفن کئے گئے اور پھر مردوں میں سے جی اُٹھے اور حواریوں سے ملے: اور پھر زندہ آسمان پر چلے گئے اور اپنے باپ یعنی خدا کے دائیں ہاتھ پر جا بیٹھے۔ بعض قدیم عیسائی فرقے جن کو حضرت

[1] دیکھو انجیل متی باب ۲۲ ورس ۱۷ و باب ۲۷ ورس ۲ و ۲۸۔ و انجیل لوک باب ۲۰ ورس ۲ و ۲۲ و باب ۲۳ ورس ۲۔ و انجیل یوحنا باب ۱۹ ورس ۱۹۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ (۸۵)	بیشک جو کافر ہوئے اور کفر ہی میں مر گئے تو نہ قبول ہوگا اُن میں سے ایک کا بھی زمین بھر سونا اگر وہ اُس کو بدلے میں دے اُنہی لوگوں کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے اور کوئی اُن کے لئے مددگار نہیں (۸۵)

عیسے کا صلیب پر چڑھایا جانا نہایت ناگوار تھا حضرت عیسے کے صلیب پر چڑھائے جانے سے قطعاً منکر تھے، بعضے کہتے تھے کہ شمعون قرینی صلیب پر چڑھایا گیا، اور بعض کہتے تھے کہ یہوداے اسخریوطی۔ شمعون وہ شخص ہے جو صلیب لیکر چلنے کو بیگار میں پکڑا گیا تھا اور یہوداہ وہ شخص ہے جس نے مخبری کرکے حضرت عیسے کو پکڑوایا تھا ✚

مسلمان مفسروں کی عادت ہے کہ پرانے قصوں میں بغیر تحقیقات اصلیت کے اور بلا غور کرنے کے مقصد قرآن مجید پر جہاں تک ہوسکتا ہے یہودیوں اور عیسائیوں کی روایتوں کو لے لیتے ہیں ۔ اُنہوں نے پچھلی روایت کو زیادہ موزوں سمجھا اور ظاہری الفاظ قرآن مجید کو اُس کے مناسب پایا اس لئے اُنہوں نے پچھلی روایت کو اختیار کیا، اور قرآن مجید کے ایک لفظ کی بنا پر جس کو ہم آگے بیان کرینگے یہ قرار دیا کہ شمعون یا یہودا کی صورت بدل کر بعینہ حضرت عیسے کی سی صورت ہوگئی تھی اور یہودیوں نے اُس کو حضرت عیسے جانکر صلیب پر چڑھا دیا تھا، اور وہ زندہ آسمان پر چلے گئے تھے ✚

ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسے کے آسمان پر جانے میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے اعتقاد میں چنداں تفاوت نہیں ہے، کیونکہ دونوں حضرت عیسے کے زندہ آسمان پر چلے جانے کا اعتقاد رکھتے ہیں، مگر درحقیقت یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو دونوں مذہبوں میں نہایت مختلف ہے عیسائی مذہب میں حضرت عیسے کے صلیب پر چڑھائے جانے اور صلیب ہی پر جان دینے کا اعتقاد رکن اعظم ایمان ہے، کیونکہ اُن کے اعتقاد میں انسانوں کی نجات صرف حضرت عیسے کے فدیہ ہونے یعنی صلیب پر جان دینے میں منحصر ہے۔ جو کوئی اس امر کا اعتقاد نہ کرے وہ موجودہ عیسائی مذہب کے مطابق عیسائی نہیں ہے اور نہ نجات کا مستحق ہے، پس مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ حضرت عیسے بغیر صلیب پر چڑھائے زندہ آسمان پر چلے گئے موجودہ عیسائی مذہب کے بالکل برخلاف ہے ✚

اس واقعہ پر بحث کرنے سے پہلے ہم کو مناسب ہے کہ صلیب دینے کی نسبت کچھ بیان کریں کہ وہ کیونکر دیجاتی تھی اور کس طرح اُس پر جان نکلتی تھی۔ جاننا چاہیئے کہ صلیب بطور چلیپا کے اس صورت کی ہوتی تھی اُس پر چڑھانے کا طریق یہ تھا کہ انسان کے دونوں ہاتھ اُن لکڑیوں پر جو یمین و یسار میں ہیں پھیلاتے تھے اور اُس کی ہتھیلیوں کو اُن لکڑیوں سے ملا کر آہنی کیلیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ (۹۲) كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۹۳)	ہرگز نہ پہنچو گے بھلائی کو جب تک کہ خرچ کرو اُس میں سے جس سے محبت رکھتے ہو (یعنی مال و دولت میں سے) اور جو کوئی چیز تم خرچ کرو گے تو بیشک اللہ اُس کو جاننے والا ہے (۹۲) سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل پر مگر جو حرام کر لیا تھا اسرائیل نے خود اپنے پر قبل نازل کئے جانے توریت کے کہہ دے (اے پیغمبر) کہ لے آؤ توریت کو اور اُس کو پڑھو اگر تم سچے ہو (۹۳)

ٹھوکتے تھے: جہاں گول نشان ہے وہاں ایک مضبوط لکڑی لگی ہوتی تھی جو دونوں ٹانگوں

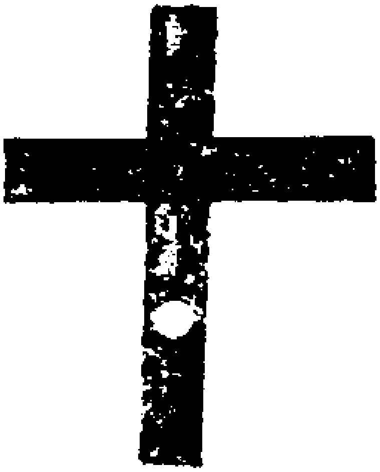

کے بیچ میں رہتی تھی اور انسان اُس پر جھک جاتا تھا اس سے غرض یہ تھی کہ انسان بدن کے بوجھ سے نیچے نہ کھسکنے پاوے پھر دونوں پاؤں کو اوپر تلے کر کے اور نیچے کی لمبی لکڑی پر رکھ کر ایک لوہے کی میخ اس طرح ٹھوکتے تھے کہ دونوں پاؤں کو توڑ کر لکڑی میں نکل جاتی تھی۔ اور کبھی پاؤں میں میخ نہیں ٹھوکتے تھے بلکہ رسی سے خوب جکڑ کر باندھ دیتے تھے ۔

صلیب پر چڑھا دینے سے انسان مر نہیں جاتا کیونکہ اُس کی صرف ہتیلیاں اور کبھی ہتیلیاں اور پاؤں زخمی ہوتے تھے، اُس کے مرنے کا سبب یہ ہوتا تھا کہ چار چار پانچ پانچ دن تک اُس کو صلیب پر لٹکائے رکھتے تھے اور ہاتھ پاؤں کے چھیدوں اور بھوک اور پیاس اور دھوپ کا صدمہ اُٹھاتے اُٹھاتے کئی دن میں مرتا تھا۔ چنانچہ اس کی سند طیطوس کی شہادت سے جو کتاب سطیری کان صفحہ ۱۱۱ میں اور ان یوسیبیس کی شہادت سے جو تفسیر انجیل متی مطبوعہ گریگا رٹن صفحہ ۳۰۲ میں مندرج ہے اور اسطرینا کی کتاب صفحہ ۲۰۵ سے جو حضرت مسیح کے حالات میں لکھی ہے اور یوسی بیس کی تاریخ کلیسا صفحہ ۲۷۱ سے بخوبی پائی جاتی ہے ۔

اب اس بات پر غور کرنی چاہئے کہ حضرت عیسیٰ کو کس طرح صلیب پر چڑھایا تھا جس دن حضرت عیسیٰ صلیب پر چڑھائے گئے وہ جمعہ کا دن اور یہودیوں کی عید فسح کا تہوار تھا۔ دوپہر کا وقت تھا جب اُن کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اُن کی ہتیلوں میں کیلیں ٹھونکی گئیں،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۸۸﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰہُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۸۹﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۰﴾

پھر جو کوئی خدا پر اس کے بعد جھوٹا افترا کرے تو وہی لوگ ہیں ظالم ﴿۸۸﴾ کہہ (اے پیغمبر) کہ سچ کہا خدا نے پھر پیروی کرو ابراہیم کے خالص دین کی اور (ابراہیم) مشرکوں میں سے نہ تھا ﴿۸۹﴾ بیشک پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا (یعنی لوگوں کے لئے خدا کی عبادت کرنے کو) وہ ہے جو مکہ میں ہے (مبارک اور ہدایت عالموں کے لئے ﴿۹۰﴾

مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ پاؤں میں بھی کیلیں ٹھوکی گئیں یا نہیں کیونکہ انجیل یوحنا میں صرف ہتیلیوں کے چھید دیکھنے کا ذکر ہے اور لوک کی انجیل میں ہاتھ و پاؤں دونوں کا، مگر اس اختلاف سے جو اصل امر ہے اُس میں کچھ اثر پیدا نہیں ہوتا +

عید فصح کے دن کے ختم ہونے پر یہودیوں کا سبت شروع ہونے والا تھا۔ اور یہودی مذہب کی رُو سے ضرور تھا کہ مقتول یا مصلوب کی لاش قبل ختم ہونے دن کے یعنی قبل شروع ہونے سبت کے دفن کر دی جاوے، مگر صلیب پر انسان اس قدر جلدی نہیں مر سکتا تھا، اس لئے یہودیوں نے درخواست کی کہ حضرت مسیح کی ٹانگیں توڑ دی جاویں تاکہ وہ فی الفور مر جاویں، مگر حضرت عیسےٰ کی ٹانگیں توڑی نہیں گئیں، اور لوگوں نے جانا کہ وہ اتنی ہی دیر میں مر گئے۔ برچھی کا حضرت عیسےٰ کے پہلو میں اُن کے زندہ یا مردہ ہونے کی شناخت کے لئے چبھونا صرف یوحنا کی انجیل میں ہے اور کسی انجیل میں نہیں ہے اور نہ اُس وقت جب کہ حضرت عیسےٰ نے اپنے ہاتھوں کے چھید حواریوں کو دکھلائے پسلی کے چھید کا دکھانا کسی انجیل میں لکھا ہے، اس لئے برچھی کا چبھونا نہایت مشتبہ ہے، معہذا اگر وہ صحیح بھی ہو تو وہ بھی کوئی ایسا زخم جس سے فی الفور ہلاکت ہو متصور نہیں ہو سکتا جس طرح اُن کے ہاتھ پاؤں زخمی تھے اسی طرح پسلی کے نیچے بھی ایک زخم تسلیم کیا جاوے +

جب کہ لوگوں نے غلطی سے جانا کہ حضرت درحقیقت مر گئے ہیں تو یوسف نے حاکم سے اُن کے دفن کر دینے کی درخواست کی، وہ نہایت متعجب ہوا کہ ایسے جلد مر گئے، اس قدر جلدی مر جانے کی خبر سے کچھ حاکم ہی کو تعجب نہیں ہوا بلکہ عیسائی بھی اس کو ناممکن سمجھتے تھے اور اس لئے تیسری صدی عیسوی میں جو عیسائی علما تھے انہوں نے حضرت عیسےٰ کا اس قدر جلد صلیب پر مر جانا آخرکار ایک معجزہ قرار دیا +

غرضکہ یوسف کو دفن کرنے کی اجازت مل گئی اور حضرت عیسےٰ صرف تین چار گھنٹہ صلیب پر رہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ
وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ
عَلَي النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ
اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ (۹۱) وَمَنْ كَفَرَ
فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (۹۲)
قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ڰ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي
مَا تَعْمَلُوْنَ (۹۳) قُلْ يٰٓاَهْلَ
الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ
تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَاۗءُ ۭ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۹۴)

اُس میں صریح نشانیاں ہیں مقامِ ابراہیم کی اور جو کوئی
وہاں آیا امن میں ہوا اور اللہ کے واسطے لوگوں پر
اُس گھر کا حج کرنا ہے جس کو استطاعت ہو وہاں تک کے
رستہ کی (۹۱) پھر جو کوئی کافر ہوا تو اللہ بے پرواہ ہے
عالموں سے (۹۲) کہدے (اے پیغمبر) کہ اے
اہلِ کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی نشانیوں
کے ساتھ اور اللہ گواہ ہے اُس پر جو تم
کرتے ہو (۹۳) کہدے (اے پیغمبر) کہ اے
اہلِ کتاب کیوں تم روکتے ہو اللہ کے رستہ
سے اُس کو جو ایمان لایا تم اللہ کے رستہ کو ٹیڑھا
کرنا چاہتے ہو اور تم جانتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں
ہے اُس سے جو تم کرتے ہو (۹۴)

کسی کتاب سے نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی رسم تجہیز و تکفین کی حضرت عیسٰے کے ساتھ عمل میں آئی تھی بلکہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوسف نے اُن کو ایک لحد میں رکھا اور اُس پر ایک پتھر ڈھانک دیا۔ اس بات کا تصفیہ نہیں ہو سکتا کہ یوسف نے یہ کام اس لئے کیا تھا تاکہ حضرت عیسٰے کے دشمن یقین کرلیں کہ درحقیقت حضرت عیسٰے مر گئے اور وہ جانتا تھا کہ وہ مرے نہیں ہیں، یا آنکہ درحقیقت اُن کو مردہ سمجھ کر اُس نے لحد میں رکھ دیا تھا۔ بہرحال رات کو وہ اس لحد میں نہ تھے، اور اُس سے پہلی بات کی تائید ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خود یہودیوں کو بھی شبہ تھا کہ وہ مر گئے ہیں یا نہیں؛ اس لئے صبح کو یعنی بروز شنبہ انہوں نے حاکم کی اجازت سے وہاں پہرہ متعین کر دیا، مگر اب کیا فائدہ تھا جو کچھ ہونا وہ اس سے پہلے ہو چکا تھا۔

جب اس تمام واقعہ پر منصفانہ طور پر نظر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰے صلیب پر مرے نہ تھے بلکہ اُن پر ایسی حالت طاری ہو گئی تھی کہ لوگوں نے اُن کو مردہ سمجھا تھا۔ اس امر کی نظیریں کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اُترے ہیں تاریخ میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر کلارک نے متی کی انجیل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایسی کئی ایک مثالیں کہ شخص مصلوب کئی دن تک زندہ رہا ہے۔ ہیرو ڈوٹس رومی مورخ نے لکھا ہے کہ سند وکیس دارا کے حکم سے صلیب پر چڑھا گیا اور پھر اُس کے حکم سے اُتارا گیا وہ زندہ رہا اور رہا کر دیا گیا۔ یوسی بیس مورخ نے اپنی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ طیطوس بادشاہ کے حکم سے بہت سے قیدی صلیب پر چڑھائے گئے، اُن میں سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ (۹۵) وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۹۶)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اطاعت کرو گے ایک فرقہ کی اُن میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے پھیر دینگے تم کو تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنا کر (۹۵) اور کیونکر تم کافر ہو گے اور تم ہی ہو کہ پڑھ سنائی جاتی ہیں تم کو اللہ کی نشانیاں اور تم میں اُس کا رسول ہے اور جو کوئی اللہ کو مضبوط پکڑے تو بےشک اُس کو سیدھا رستہ بتا یا گیا (۹۶)

تین آدمی اُس کے ملاقاتی تھے، اُس نے بادشاہ سے اُن کی سفارش کی اور وہ صلیب پر سے اُتارے گئے اور اُن کا معالجہ کیا گیا، مگر اُن میں سے دو آدمی مر گئے اور ایک شخص اچھا ہو گیا۔ حضرت عیسٰے تین چار گھنٹہ کے بعد صلیب پر سے اُتار لئے گئے تھے اور ہر طرح پر یقین ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ تھے، رات کو وہ لحد میں سے نکال لئے گئے اور وہ مخفی اپنے مریدوں کی حفاظت میں رہے، حواریوں نے اُن کو دیکھا اور ملے اور پھر کسی وقت اپنی موت سے مر گئے۔ بلاشبہ اُن کو یہودیوں کی عداوت کے خوف سے نہایت مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام میں دفن کر دیا ہو گا جو اب تک نامعلوم ہے، اور یہ مشہور کیا ہو گا کہ وہ آسمان پر چلے گئے۔ حضرت موسٰے کی وفات کے وقت بھی نہایت شبہ تھا کہ بنی اسرائیل جو پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرتے پھرتے اور دشمنوں سے لڑتے لڑتے حضرت موسٰے کے ہاتھ سے نہایت تنگ ہو گئے تھے حضرت موسٰے کی لاش کے ساتھ کیا کرینگے اس لئے اُن کو بھی ایک پہاڑ کی کھو میں ایسے نامعلوم مقام میں دفن کیا تھا کہ آج تک کسی کو اُس کا پتہ معلوم نہیں ہوا۔ چنانچہ توریت کی پانچویں کتاب میں لکھا ہے کہ "پس موسٰے بندہ خداوند در انجا بزمین موآب موافق قول خداوند وفات کرد و او را در دره زمین موآب برابر بیت فغور دفن کرد و ہیچ کس از مقبرۂ او تا بامروز واقف نیست" حضرت علی مرتضٰے کا جنازہ بھی خوارج کے خوف سے اسی طرح مخفی طور پر دفن کیا گیا تھا حالانکہ خوارج کا خوف بہ نسبت یہودیوں کے بہت کم تھا، اور اسی طرح بعض فرق شیعہ نے حضرت علی مرتضٰے کی نسبت بھی کہا تھا کہ وہ آسمان پر چلے گئے ✦

اب ہم کو قرآن مجید پر غور کرنا چاہئے کہ اُس میں کیا لکھا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت عیسٰے کی وفات سے متعلق چار جگہ ذکر آیا ہے ✦

اول تو سورۃ آل عمران میں اور وہی آیت ہے جس کی ہم تفسیر لکھتے ہیں کہ " جب

اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی (۳ آل عمران آیت ۴۸)

اللہ نے عیسٰے سے کہا کہ بے شک میں تجھ کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۹۷﴾ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ﴿۹۸﴾ وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۹۹﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو بجز ایسی حالت کے کہ تم مسلمان ہو ﴿۹۷﴾ اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسّی سب ملکر اور متفرق مت ہو اور یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اپنے پر جب کہ تم آپس میں دشمن تھے پھر ملاپ کر دیا تمہارے دلوں میں پھر تم اُس کی نعمت سے صبح کو اُٹھے آپس میں بھائی بنکر ﴿۹۸﴾ اور تم آگ بھرے ہوئے گڑھے کے کنارہ پر تھے پھر تم کو اُس سے بچایا اس طرح تم کو اللہ بتلاتا ہے اپنی نشانیاں تاکہ تم ہدایت پاؤ ﴿۹۹﴾

وفات دینے والا ہوں اور تجھ کو اپنی طرف رفع کرنے والا ہوں" +

دوم - سورہ مائدہ میں جہاں فرمایا ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسےٰ سے کہیگا

ما قلت لهم الا ما امرتني به ان اعبدوا الله ربي وربكم وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم وانت على كل شيء شهيد (سورۂ مائدہ آیت)

کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ تو حضرت عیسےٰ کہینگے کہ میں نے اُن سے نہیں کہا بجز اُس کے جس کا تو نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا و تمہارا پروردگار ہے اور جب تک میں اُن میں رہا اُن پر شاہد تھا پھر جب تو نے مجھ کو وفات دی تو تو اُن پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے" +

سوم - سورۂ مریم میں جہاں فرمایا ہے کہ "جب حضرت مریم حضرت عیسےٰ کو علماء

واوصاني بالصلوة والزكوة ما دمت حيا وبرا بوالدتي ولم يجعلني جبارا شقيا - والسلام علي يوم ولدت ويوم اموت ويوم ابعث حيا (سورۂ مریم آیت ۳۲ و ۳۳ و ۳۴)

یہود سے کلام کرنے کو لے آئیں تو حضرت عیسےٰ نے کہا کہ میں خدا کا بندہ اور نبی ہوں مجھ کو کتاب ملی ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے نماز کا اور زکوۃ کا جب تک کہ میں زندہ رہوں اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے کا اور مجھ کو جبار و شقی نہیں بنایا ہے اور مجھ پر سلامتی ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن کہ مرونگا اور جس دن کہ پھر زندہ ہوکر اُٹھونگا (یعنی بروز حشر) +

چہارم - سورۂ نساء میں جہاں یہودیوں کے کفر کے اقوال بیان کئے ہیں وہاں اُنکا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (١٠٠) وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (١٠٠)

اور تم میں ایک گروہ ہونا چاہئے کہ بلاوے (لوگوں کو) نیکی کی طرف اور اور اچھے کام کرنے کو کہے اور برے کاموں سے منع کرے اور وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے (١٠٠) اور ان لوگوں کی مانند مت ہو جنہوں نے تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا بعد اس کے کہ ان کے پاس نشانیاں آئیں اور وہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے بڑا عذاب ہے (١٠١)

وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه (سورہ نساء آیت ۱۵۶)

یہ قول نقل کیا ہے کہ ”یہودی کہتے تھے ہم نے عیسےٰ بن مریم رسول خدا کو قتل کر ڈالا حالانکہ نہ انہوں نے اُن کو قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا ولیکن اُن پر (صلیب پر مار ڈالنے کی) شبیہ کر دی گئی اور جو لوگ کہ اس میں اختلاف کرتے ہیں البتہ وہ اس بات میں شک میں پڑے ہیں اُن کو اُس کا یقین نہیں ہے بجز گمان کی پیروی کے انہوں نے اُن کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اپنے پاس اُن کو اُٹھا لیا +

پہلی تین آیتوں سے حضرت عیسےٰ کا اپنی موت سے وفات پانا علانیہ ظاہر ہے مگر چونکہ علمائے اسلام نے بتقلید بعض فرق نصاریٰ کے قبل اس کے کہ مطلب قرآن مجید پر غور کریں تسلیم کر لیا تھا کہ حضرت عیسےٰ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں، اس لئے انہوں نے ان آیتوں کے بعض الفاظ کو اپنی غیر محقق تسلیم کے مطابق کرنے کو بیجا کوشش کی ہے +

پہلی آیت میں صاف لفظ ” متوفيك “ کا واقع ہے جس کے معنی عموماً ایسے مقام پر موت کے لئے جاتے ہیں، خود قرآن مجید سے اس کی تفسیر پائی جاتی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے ” الله يتوفى الانفس حين موتها “ ابن عباس اور محمد ابن اسحٰق نے بھی جیسے کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے ” متوفيك “ کے معنی ” مميتك “ کے لئے ہیں +

یہی حال لفظ ” توفيتني “ کا ہے جو دوسری آیت میں ہے اور جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ جب تو نے مجھ کو موت دی یعنی جب میں مر گیا اور ان میں نہیں رہا تو تو اُن کا نگہبان تھا +

پہلی آیت میں اور چوتھی آیت میں لفظ ” دفع “ کا بھی آیا ہے جس سے حضرت عیسےٰ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾	جس دن کچھ منہ سفید ہونگے اور کچھ منہ کالے ہونگے پھر جن کے منہ کالے ہونگے (اُن سے کہا جاویگا) کہ کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے پھر عذاب (کا مزہ) چکھو اپنے کافر ہونے پر ﴿۱۰۶﴾

کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے نہ یہ کہ اُن کے جسم کو اُٹھا لینے کا۔ تفسیر کبیر[1] میں بھی بعض علماء کا قول لکھا ہے کہ لفظ "رفع" کا تعظیماً اور تفخیماً بولا گیا ہے +

جن علماء نے "متوفیك" کے معنی "ممیتك" کے قرار دئیے تھے انہوں نے قرآن مجید کے ٹھیک ٹھیک معنی سمجھے تھے، اُن کا خیال تھا کہ یہودیوں نے حضرت عیسے کو قتل نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی موت سے مرے مگر انہوں نے "رافعك" کے معنوں میں غلطی کی جو یہ خیال کیا کہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے، کیونکہ "رافعك" کے لفظ سے جیسا ہم نے اوپر بیان کیا آسمان پر جانا لازم نہیں آتا۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت عیسے پر موت طبعی طاری کرنے سے مقصود یہ تھا کہ اُن کے دشمن اُن کو قتل نہ کر سکیں۔ وہب کا یہ قول ہے کہ وہ تین گھنٹے تک مردہ رہے اور محمد ابن اسحٰق کا قول ہے کہ سات گھنٹے تک، پھر زندہ ہوئے اور آسمان پر چلے گئے، اور ربیع ابن انس کا قول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان پر اُٹھاتے وقت موت دی +

> متوفیك ای ممیتك وھو مروی عن ابن عباس و محمد ابن اسحاق قالوا والمقصود ان لا یصل اعداؤہ من الیھود الی قتلہ ثم انہ بعد ذلك اکرمہ بان رفعہ الی السماء ثم اختلفوا علی ثلاثۃ اوجہ احدھا قال وھب توفی ثلاث ساعات ثم رفع وثانیھا قال محمد ابن اسحاق توفی سبع ساعات ثم احیاہ اللہ و رفعہ الثالث قال الربیع بن انس انہ تعالیٰ توفاہ حین رفعہ الی السماء قال تعالیٰ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت منامھا۔
> (تفسیر کبیر)

بہرحال ان اقوال سے اس قدر ثابت ہوا کہ بعض علماء اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ حضرت عیسے کو موت طبعی طاری ہوئی، اور بعض علماء نے رفع کے لفظ سے حضرت عیسے کے جسم کا آسمان پر اُٹھا لینا مراد نہیں لیا، بلکہ اُس سے اُن کی قدر و منزلت مراد لی ہے پس جب ان دونوں قولوں کو تسلیم کیا جاوے تو جو ہم بیان کرتے ہیں وہی پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسے کو یہودیوں نے نہ سنگسار کر کے قتل کیا نہ صلیب پر قتل کیا بلکہ وہ اپنی موت سے مرے

[1] قولہ رافعك الی ان المراد الی محل کرامتی وجعل ذلك رفعا الیہ للتفخیم والتعظیم ومثلہ قولہ انی ذاھب الی ربی وانما ذھب ابراھیم صلعم من العراق والشام وقد یقول السلطان ارفعوا ھذا الامر الی القاضی وقد یسمی الحجاج زوار اللہ ویسمی المجاورون جیران اللہ والمراد من کل ذلك التفخیم والتعظیم فکذلك ھھنا +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾	اور جن کے مُنہ سفید ہونگے تو اللہ کی رحمت میں ہونگے وہ اس میں ہمیشہ رہینگے ﴿۱۰۷﴾ یہ ہیں نشانیاں اللہ کی ہم تجھ کو پڑھ سناتے ہیں برحق ، اور اللہ لوگوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں کرتا ﴿۱۰۸﴾

اور خدا نے اُن کے درجہ اور مرتبہ کو مرتفع کیا +

ان آیتوں میں ایک لفظ بھی غور کے قابل ہے یعنی " مادمت فیہم " اس کے صاف معنی ہیں کہ جب تک میں زندہ تھا ، اور اُس کی سند خود قرآن مجید کی دوسری آیت میں موجود ہے جہاں فرمایا ہے " مادمت حیا " پس صاف ظاہر ہے کہ جو معنی " حیا " کے ہیں وہی معنی " فیہم " کے ہیں ، اس کے بعد ہے " فلما توفیتنی " تو اس سے اور بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس لفظ سے حیا ہی مراد تھی اور مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جب تک میں اُن میں تھا یعنی زندہ تھا تو میں اُس پر شاہد تھا ، اور جب تو نے مجھے موت دی تو تو اُن کا نگہبان رہا۔ پس ان دونوں آیتوں میں اس دنیا ہی میں حضرت عیسٰے کا زندہ رہنا اور اس دنیا ہی میں اپنی موت سے مرنا بخوبی ظاہر ہوتا ہے +

اب باقی رہی چوتھی آیت ، مگر جب یہ تحقیق ہو گیا کہ یہودی یہ دعوے کرتے تھے کہ ہم نے حضرت عیسٰے کو سنگسار کر کے قتل کیا تھا ، اور عیسائی یہ یقین کرتے تھے کہ یہودیوں نے صلیب پر حضرت عیسٰے کو قتل کیا تھا ، حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط تھیں ، وہ سنگسار تو ہرگز نہیں ہوئے ، صلیب پر البتہ لٹکائے گئے مگر صلیب پر مرے نہیں - ان دونوں اعتقادوں کے رد کرنے کو خدا نے فرمایا کہ " ماقتلوہ وماصلبوہ " پہلے " ما " نافیہ سے نفس قتل کا سلب ہوا ہے اور دوسرے سے کمال صلیب کا ، کیونکہ صلیب پر چڑھانے کی تکمیل اُسی وقت تھی جب صلیب کے سبب موت واقع ہوتی ، حالانکہ صلیب پر موت واقع نہیں ہوئی ، ولکن شبہ لھم سے اور زیادہ تشریح اس مطلب کی ہوتی ہے - تشبیہ میں چار چیزیں ہوتی ہیں ، ایک مشبہ ، ایک مشبہ بہ ، ایک وجہ تشبیہ ، ایک مشبہ لہ ، اس آیت میں صرف دو چیزیں بیان ہوئی ہیں ، ایک مشبہ جو حضرت عیسٰے علیہ السلام تھے - دوسری مشبہ لہم جو یہودی تھے اور جو درپے قتل حضرت مسیح تھے مشبہ بہ قرآن میں مذکور نہیں ہے - علمائے اسلام نے جب بعض عیسائی فرقوں کا یہ قول پایا کہ شمعون یا یہودا صلیب پر چڑھایا گیا تھا انہوں نے جھٹ قرآن کے معنی بدل دیئے ، اور یہودا یا شمعون کو مشبہ اور حضرت عیسٰے کو مشبہ بہ ، اور یہودا یا شمعون کی تبدیل صورت کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۵﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

اور اللہ کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کام رجوع کئے جاتے ہیں ﴿۱۰۵﴾ تم اچھی امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے اچھے کاموں کے کرنے کو کہتے ہو برے کاموں کے کرنے سے منع کرتے ہو اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آویں تو بلا شبہ اُن کے لئے اچھا ہے اُن میں سے بعضے ایمان والے ہیں اور اکثر اُن میں فاسق ہیں ﴿۱۰۶﴾

وجہ تشبیہ قرار دیدیا ۔ حالانکہ یہاں صرف مشبہ بہ محذوف ہے اور وہ ”موتی“ ہے ، اور وجہ تشبیہ وہ حالت ہے جو حضرت عیسٰے پر طاری ہوئی تھی جس کے سبب وہ مردہ تصور ہوئے تھے ۔ پس تقدیر آیت کی یہ ہے کہ ” وما صلبوہ ولکن شبہ لھم بالموتی “ ۔ اس کی زیادہ تصریح اسی آیت کے اگلے لفظوں سے ہوتی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ ”جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ شک میں ہیں اُن کو کچھ علم نہیں ہے بجز گمان کی پیروی کے “ اور پھر اس کے بعد تاکیداً اور یقیناً فرمایا کہ ” اُنھوں نے عیسٰے کو قتل نہیں کیا “ اور اس مقام پر صلیب کا کچھ ذکر نہیں کیا بلکہ صرف قتل کی نفی کی ، اور اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اوپر جو صلیب کی نفی کی تھی اُس سے نفی قتل بالصلیب مراد تھی نہ مطلق صلیب کی ۔ ثم اماتہ اللہ باجل مسمی ورفعہ الیہ کما قال اللہ تعالٰی بل رفعہ اللہ الیہ ✦

انہی باتوں پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسائی عالموں سے مباہلہ چاہا جس سے ایک نہایت عمدہ طور پر فطرت انسانی ظاہر ہوتی ہے ۔ تمام اہل مذاہب خواہ صحیح مذہب رکھتے ہوں یا غلط دو قسم کے ہوتے ہیں جہلا اور علما ۔ جہلا کا یقین مذہبی باتوں پر نہایت پختہ اور مستحکم ہوتا ہے ، اور جو کچھ اُنھوں نے سمجھا ہے یا سیکھا ہے اُس کے سوا وہ اور کچھ نہیں جانتے ، اور کوئی شبہ اُن کے دل میں نہیں ہوتا ۔ اُن کی مثال اندھے آدمی کیسی ہے کہ وہ اُس رستہ پر جو اُس کو کسی نے تبلا دیا ہے چلا جاتا ہے اور اُس کے ٹھیک ہونے پر یقین رکھتا ہے اور خود نہیں جانتا کہ درحقیقت یہ رستہ اُسی جگہ جاتا ہے جہاں اُس کو جانا ہے یا نہیں ۔ پھر اگر کسی نے کہدیا کہ میاں اندھے آگے گڑھا ہے یا دیوار ہے تو وہ بغیر کسی شک کے اُس پر یقین کر لیتا ہے اور پھیر جاتا ہے ، پھر جس نے جو راہ بتائی اُس طرف ہو لیا ۔ یہی جہلائے اہل مذہب کا حال ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

تم کو ضرر نہیں پہنچانے کے بجز تھوڑی سی اذیت دینے کے اور اگر تم سے لڑینگے تو تم سے پیٹھ پھیر دینگے پھر اُن کی مدد نہ کیجاویگی ﴿۱۱۱﴾ اُن پر ذلت ڈالی گئی ہے جہاں وہ ہوں (وہ کہیں نہیں ٹھیر سکتے) بغیر خدا کی پناہ یا آدمیوں کی پناہ لینے کے وہ پھرتے ہیں اللہ کے غضب میں یہ بات اس لئے ہوئی کہ کفر کرتے تھے اللہ کی نشانیوں سے اور مار ڈالتے تھے نبیوں کو ناحق، یہ کام اُن کے گناہ کرنے کے سبب ہُوا اور وہ حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے ﴿۱۱۲﴾

جس مذہب میں وہ ہیں اُن کو اُس پر ذرا بھی شبہ نہیں۔ مگر علما کا حال اُس کے برخلاف ہوتا ہے، گو وہ بھی مذہب کی پیروی کرتے ہیں اور جس مذہب میں وہ ہیں اُس کو سچ کہتے ہیں اور دل میں بھی اُس پر یقین رکھتے ہیں، مگر اُن کا دل شبہ سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ مذہب کے ہزاروں مسئلوں کو سچ کہتے ہیں مگر اُن کی عقل اُن کو قبول نہیں کرتی، اُن کا علم اُن کے ویسے ہی ہونے پر اُن کی تصدیق نہیں کرتا، اور جب وہ اُس پر سچا یقین نہیں کر سکتے تو اپنے دل کو سمجھاتے ہیں کہ گو یہ بات عقل سے اور سمجھ سے دور ہو مگر مذہب کی رُو سے ہم کو یونہی ماننا اور اُس پر یقین کرنا ضرور ہے۔ پس درحقیقت اُن پر اُن کو سچا یقین نہیں ہوتا، دل میں ایک کانٹا کھٹکتا رہتا ہے، اور جس پر اُن کو حقیقی یقین نہیں ہوتا، اُس پر یقین جمانا چاہتے ہیں۔ علماے عیسائی جو حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا اعتقاد رکھتے تھے یہ بھی ایسی ہی باتیں تھیں جن کو وہ مذہبًا مانتے تھے اور مذہبًا اُس پر اعتقاد رکھتے تھے، مگر سچائی سے دل نہیں مانتا تھا۔ فطرت انسانی میں یہ بات ہے کہ جو سچا شبہ اُس کے دل میں ہوتا ہے وہ زور کرنے سے دُور نہیں ہوتا اور یقین جمانے سے یقین نہیں جمتا، بلکہ وہ شبہ جب ہی دور ہوتا ہے جب حقیقتًا دُور ہو جاوے، اور یقین جب ہی آتا ہے جب کہ حقیقتًا یقین آجاوے۔ ایسی حالت میں کوئی شخص ایسی بات کرنے پر فطرۃً آمادہ نہیں ہو سکتا جو اُس کے دل میں کھٹکنے والے شبہ کے برخلاف ہو۔ اسی لئے علماے عیسائی سے نہ جہلاے عیسائی سے کہا گیا کہ اگر تم اس پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ
اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ (۱۰۹)
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ
فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ
الصّٰلِحِيْنَ (۱۱۰) وَمَا يَفْعَلُوْا
مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ (۱۱۱) اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ
مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۱۱۲)
مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا
صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَ
هُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُوْنَ (۱۱۳)

وہ ایک سے نہیں ہیں، اہل کتاب ہی میں سے لوگ
ہیں سیدھے وہ پڑھتے ہیں اللہ کی آیتوں کو بچھلی رات
میں اور وہ سجدہ کرتے ہیں (۱۰۹) ایمان لاتے
ہیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور اچھے
کاموں کے کرنے کو کہتے ہیں اور برے
کاموں کے کرنے سے منع کرتے ہیں اور
جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں اور وہ لوگ
نیکوں میں ہیں (۱۱۰) اور جو کچھ کہ وہ بھلائیوں میں
سے کرتے ہیں وہ مثائی نہ جاویگی اور
اللہ جانتا ہے پرہیزگاروں کو (۱۱۱) بیشک جو لوگ
کافر ہوئے اُن کو اُن کا مال اور اُن کی اولاد
اللہ سے کچھ بھی بے پرواہ نہیں کرنے کی اور وہ
لوگ آگ میں پڑنے والے ہیں وہ اُس میں
ہمیشہ رہینگے (۱۱۲) جو کچھ کہ وہ دنیا کی اس
زندگانی میں خرچ کرتے ہیں اُس کی مثال
ایسی ہوا کی مانند ہے جس میں سخت پالا ہو
جو ایک قوم کی کھیتی پر پڑے جنہوں نے آپ اپنے
پر ظلم کیا ہو پھر تمام کھیتی کو مار دے اور اُن پر
خدا نے ظلم نہیں کیا ولیکن وہ آپ اپنے پر
ظلم کرتے ہیں (۱۱۳)

سچا یقین رکھتے ہو تو مباہلہ کرو، اور ظاہر ہو گیا کہ وہی دل میں کھٹکنے والا شبہ اُس پر آمادہ نہیں کر سکتا، اور ثابت ہو گیا کہ خود علماے عیسائی کو حضرت عیسے کے ابن اللہ ہونے اور مر کے جی اُٹھنے پر سچا یقین نہیں تھا، اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اب بھی بجز ایسے یقین کے جو مذہبًا ہوتا ہے سچا یقین نہیں ہے ❖

ہم اہل اسلام کو بھی ان باتوں سے بری نہیں سمجھتے۔ ہزاروں مسلمان اس وقت موجود ہیں جو بہت سے مسئلوں پر صرف اس وجہ سے یقین رکھتے ہیں کہ مذہبًا اُن پر یقین رکھنا چاہیے، مگر دل میں کھٹکنے والا شبہ اُن کے دل موجود ہے۔ البتہ اسلام میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا
بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ
خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ
الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا
تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ
قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ هٰۤاَنْتُمْ
اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ
وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا
لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا
عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ
مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ
اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ
الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۵﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ
حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ
سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَاِنْ تَصْبِرُوْا
وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ
شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۱۶﴾
وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ
الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ اِذْ هَمَّتْ
طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا
وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے لوگوں کے سوا
کسی کو اپنا بھیدی مت بناؤ وہ تمہاری خرابی
میں کمی نہیں کرتے وہ دوست رکھتے ہیں اس چیز
کو جو تمہیں رنج میں ڈالے بیشک اُن کے مُنہ کی
باتوں سے دشمنی ظاہر ہو گئی ہے اور جو کچھ اُن کے
دل میں چھپا ہوا ہے وہ اُس سے زیادہ ہے بلاشبہ
ہم نے تم کو نشانیاں تبلادیں اگر تم سمجھتے ہو ﴿۱۱۴﴾
دیکھو جن لوگوں کو تم دوست رکھتے ہو اور وہ تم کو
دوست نہیں رکھتے اور ہر ایک کتاب پر ایمان
رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں
کہ ہم ایمان لائے اور جب وہ اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر
غصہ کے مارے اُنگلیاں کاٹ کھاتے ہیں کہدے
(اے پیغمبر) کہ مرو اپنے غصہ میں بیشک اللہ جانتا ہے
دل کی باتوں کو ﴿۱۱۵﴾ اگر تم کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے
تو اُن کو رنج دیتی ہے اور اگر تم پر کوئی بُرائی پڑتی
ہے تو وہ اُس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر تم صبر کرو
اور بچتے رہو تو تم کو اُن کا فریب کچھ بھی ضرر نہ کرے
بیشک اللہ اُن چیزوں پر جو وہ کرتے ہیں حاوی ہے ﴿۱۱۶﴾
اور (یاد کر) جب کہ تو اپنے لوگوں میں سے صبح کو اُٹھا تا
بٹھاتا تھا مسلمانوں کو کمین گاہ میں لڑنے کے لئے،
اور اللہ سننے والا ہے جاننے والا ﴿۱۱۷﴾ جب کہ تم میں
سے دو گروہوں نے ارادہ کیا بزدلی کرنے کا اور
اللہ اُن کا حمایتی تھا، اور چاہئے کہ ایمان
والے اللہ ہی پر توکل کریں ﴿۱۱۸﴾

ایسے علماء اہل اللہ بھی گذرے ہیں جنہوں نے درحقیقت مذہب اسلام پر غور و فکر کی ہے
اور حقیقۃً تمام شبہات اُن کے راستے دور ہوئے ہیں، اور حقیقۃً اُن کے دل میں یقین آیا
ہے۔ ایسے محققین کو ہمیشہ لوگوں نے کافر کہا ہے اور اب بھی کہتے ہیں۔ مگر کچھ شبہ نہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ
اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۱۹﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ
بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا
وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ
هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ
بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ
اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ
قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ
اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ
لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۲﴾
لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ
اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ
فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور بیشک اللہ نے تمہاری مدد بدر (کی لڑائی) میں کی تھی اور تم بے حقیقت (یعنی تھوڑے اور کمزور) تھے پھر اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر کرو (۱۱۹) جب کہ تو مسلمانوں سے کہتا کہ کیا تم کو کافی نہ ہوگا کہ تمہارا پروردگار تین ہزار بھیجے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد کرے (۱۲۰) بلکہ اگر تم صبر کرو اور (بزدلی سے) بچتے رہو اور ابھی وہ تم سے آ بھڑیں اسی دم، تمہاری مدد کریگا تمہارا پروردگار پانچ ہزار نشان دار فرشتوں سے (۱۲۱) اور نہیں کیا اللہ نے اُس کو مگر بشارت واسطے تمہارے اور تاکہ لگے تمہارے دل مطمئن ہوجاویں اور فتح نہیں ہے مگر اللہ کی طرف سے جو زبردست حکمت والا (بدر کی لڑائی میں تم کو اس لئے فتح دی) تاکہ توڑ دے اُن لوگوں کے ایک گروہ کو جو کافر ہوئے یا اُن کو ذلیل کرکے پھر وہ نامراد ہو کر اُلٹے پھر جاویں (۱۲۲) تجھ کو اس سے کچھ کام نہیں یا اُن کو معاف کرے یا اُن کو عذاب دے کیونکہ بیشک وہ ظالم ہیں (۱۲۳)

کہ خدا کے سامنے اُن کے کفر کے مقابلہ میں دوسروں کا ایمان بجو سے ہم نے ارزو +

(۱۱۸) (اذ ھمت طائفتان) پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ درحقیقت تمہارے دوست نہیں ہیں اُن کو اپنا بھید مت بتلاؤ، وہ ظاہر میں دوست ہیں اور باطن میں دشمن ہیں اُس کی مثال میں اللہ تعالیٰ نے جنگ اُحد کے واقعہ کو یاد دلایا۔ اُس لڑائی میں عبداللہ ابن اُبی یہودی بھی تین سو آدمی لیکر شامل تھا، وہ ظاہر میں مسلمانوں سے ملا ہوا تھا مگر دل میں نفاق رکھتا تھا، اور جس طرح پر لڑنا ٹھیرا تھا اُن بھیدوں کی اُس کو بھی خبر تھی، جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ معہ اپنے تین سو آدمیوں کے بھاگ نکلا۔ اُس کو بھاگتا ہوا دیکھ کر بنو سلمہ جو بنی خزرج کے قبیلہ کے تھے اور بنو حارثہ جو اوس کے قبیلہ میں سے تھے اور یہ دونوں گروہ انصار میں سے اور سچے مسلمان تھے گھبرا گئے، اور انہوں نے بھی بھاگنے کا ارادہ کیا مگر پھر دل مضبوط کرکے قائم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ
یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ
یَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۱۲۴)
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا
الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا
اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۱۲۵) وَاتَّقُوا
النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ
وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُوْنَ (۱۲۶) وَسَارِعُوْۤا اِلٰى
مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ
عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ
اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ (۱۲۷) الَّذِیْنَ
یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ
وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ
عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ
الْمُحْسِنِیْنَ (۱۲۸) وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا
فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ
ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ
وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ
وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا
وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ (۱۲۹)

اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں،
بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے اور عذاب دیتا ہے جس کو چاہتا ہے،
اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان (۱۲۴) اے لوگو جو
ایمان لائے ہو سود مت کھاؤ دوگنے پر دوگنا اور
اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ (۱۲۵) اور بچو اس آگ
سے جو طیار کی گئی ہے کافروں کے لئے اور
اطاعت کرو خدا کی اور رسول کی تاکہ تم پر
رحم کیا جاوے (۱۲۶) اور دوڑو اپنے پروردگار
کی مغفرت کی طرف اور جنت کی جس کی چوڑان
آسمانوں اور زمین کی مانند ہے طیار کی گئی
ہے پرہیزگاروں کے لئے (۱۲۷) وہ لوگ وہ
ہیں جو (اپنا مال) خرچ کرتے ہیں فراخی میں
اور تنگی میں، اور غصہ کو پی جاتے ہیں، اور
لوگوں کو معاف کرتے ہیں، اور اللہ دوست
رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو (۱۲۸) اور
وہ لوگ وہ ہیں کہ جب کوئی برا کام کرتے
ہیں، یا اپنے پر آپ ظلم کرتے ہیں، تو اللہ کو یاد
کرتے ہیں، پھر معافی چاہتے ہیں اپنے گناہوں
کی، اور کون بخشتا ہے گناہوں کو بجز خدا کے اور
(وہ لوگ) اپنے کئے پر ہٹ نہیں کرتے
اور وہ جانتے ہیں (۱۲۹)

رہے، اور لڑائی میں ایسی بے ترتیبی ہوگئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو بھی صدمہ پہنچا، آخرکار بہزار خرابی پھر سب مسلمان یکجا ہوئے اور دلیری سے لڑے اور دشمنوں کو ہزیمت دی +

(۱۱۹) (ولقد نصرکم) احد کی لڑائی کی مثال تو خدا نے اس ضرر کے بتانے کی دی تھی جو غیر لوگوں کو بھید کی خبر کر دینے سے ہوتا ہے، اب یہ دوسری مثال بدر کے واقعہ کی دی ہے جس میں کوئی غیر شخص لڑائی کے بھیدوں سے واقف نہ تھا، اور باوجودیکہ مسلمان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ
مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿١٣٠﴾ قَدْ
خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ
فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٣١﴾
هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّ
مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٢﴾ وَلَا تَهِنُوْا
وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِنْ
يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ
قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ
نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ
شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٣٤﴾
وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٣٥﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ
اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ
وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٣٦﴾ وَلَقَدْ
كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ
اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ
تَنْظُرُوْنَ ﴿١٣٧﴾

وہی لوگ ہیں کہ اُن کی جزا اُن کے پروردگار سے
بخشش ہے اور جنتیں کہ اُن کے نیچے نہریں
بہتی ہیں ، وہ ہمیشہ اُن میں رہینگے ، اور
اچھا بدلا ہے (نیک) عمل کرنے والوں کا ﴿١٣٠﴾
بیشک تم سے پہلے (بہت سے) واقعات ہو چکے ہیں
پھر زمین کی (یعنی دنیا کی یا ملکوں کی) سیر کرو ، پھر دیکھو
کہ کیونکر ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ﴿١٣١﴾ یہ
لوگوں کے لئے (ایک) بیان ہے اور ہدایت اور
نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لئے ﴿١٣٢﴾ تم سُست
ہو اور رنج مت کرو اور تم ہی اعلےٰ ہو اگر تم
ایمان والے ہو ﴿١٣٣﴾ اگر تم کو کوئی زخم (یعنی رنج و
مصیبت یا نقصان) پہنچے تو اگلی قوم کو بھی ایسا ہی
زخم پہنچا ہے ، اور یہ زمانہ ہے کہ ہم اُس کو لوگوں
میں اولتے بدلتے رہتے ہیں ، تا کہ جان لے اللہ اُن
لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں ، اور ٹھہرا لے تم میں سے
شاہد ، اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو ﴿١٣٤﴾ اور
تا کہ کسوٹی پر کس لے اللہ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے
ہیں اور مٹا دے کافروں کو ﴿١٣٥﴾ کیا تم نے گمان کیا کہ
جنت میں جا پہنچوگے اور ابھی تک نہیں جانا ، اللہ نے
تم میں سے اُن لوگوں کو جو جہاد کرتے ہیں اور ابھی
تک نہیں جانا) صبر کرنے والوں کو ﴿١٣٦﴾ اور ہاں بیشک
تم موت کی آرزو کرتے تھے اس سے پہلے کہ اُس سے
ملو پھر بیشک تم نے اُس کو دیکھ لیا اور تم
دیکھتے ہو ﴿١٣٧﴾

نہایت کم اور کمزور تھے اور دشمن بہت زیادہ اور قوی اُس پر بھی مسلمانوں نے فتح پائی +

بڑا مسئلہ بحث طلب اس آیت میں فرشتوں کا لڑائی میں دشمنوں سے لڑنے کے لئے اُترنا ہے ، میں اس بات کا بالکل منکر ہوں مجھے یقین ہے کہ کوئی فرشتہ لڑنے کو سپاہی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۳۸﴾

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

اور محمد اور کچھ نہیں ہے مگر ایک پیغمبر، بیشک اس سے پہلے بھی پیغمبر گذرے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جاوے یا مارا جاوے تو تم اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاؤ گے، اور جو کوئی اپنی ایڑیوں پر پلٹے اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتا اور اللہ جزا دیگا شکر کرنے والوں کو ﴿۱۳۸﴾ اور کسی جاندار کے لئے نہیں ہے کہ مرے مگر اللہ کے حکم سے، لکھا ہوا ہے (اس کی موت کا) وقت، اور جو کوئی دنیا کی بھلائی چاہتا ہے اس میں اس کو ہم دینگے، اور جو کوئی آخرت کا ثواب چاہتا ہے اس کو ہم اس میں سے دینگے، اور جزا دینگے شکر کرنے والوں کو ﴿۱۳۹﴾ اور نبیوں میں سے بہت ایسے ہوئے کہ ان کے ساتھ ہو کر بہت سے خدا پرست لوگ (کافروں سے) لڑے پھر وہ ان مصیبتوں سے جو ان کو خدا کی راہ میں پہنچیں سست نہیں ہوئے، اور نہ ناتواں ہوئے اور نہ عاجز ہوئے، اور اللہ دوست رکھتا ہے صبر کرنے والوں کو ﴿۱۴۰﴾ اُن کا قول بجز اس کے نہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ اور ہمارے کاموں میں ہماری زیادتیاں ہم کو معاف کر دے اور ہمارے قدموں کو (کافروں کے مقابلہ میں) قائم رکھ اور ہم کو مدد دے کافروں کی قوم پر، پھر اللہ نے اُن کو دنیا کی بھلائی اور آخرت کا اچھا ثواب عطا کیا اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو ﴿۱۴۱﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اطاعت کرو گے کافروں کی تو وہ تم کو پھیر دینگے تمہاری ایڑیوں پر پھر تم ہو جاؤ گے ٹوٹا اٹھانے والے ﴿۱۴۲﴾

بن کر یا گھوڑے پر چڑھ کر نہیں آیا۔ مجھ کو یہ بھی یقین ہے کہ قرآن مجید سے بھی ان جنگ جو فرشتوں کا اترنا ثابت نہیں ہے، مگر تمام مسلمانوں کا اعتقاد اُس کے برخلاف ہے۔ وہ یقین کرتے ہیں

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ﴿۱۴۵﴾ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور وہ اچھا مدد کرنیوالا ہے ﴿۱۴۳﴾ ہم جلد دہشت ڈال دینگے اُن لوگوں کے دلوں میں جو کافر ہو گئے اِس لئے کہ وہ شریک کرتے ہیں اللہ کے ساتھ اُس چیز کو کہ اُس کے لئے کوئی حجت نہیں اُتاری اور اُن کی جگہ آگ ہے اور وہ بُری جگہ ہے ظالموں کے رہنے کی ﴿۱۴۴﴾ اور ہاں بیشک تم سے اللہ نے اپنا سچا وعدہ کیا (یعنی اُحد کی لڑائی میں) جب کہ تم اُن کو (یعنی اپنے دشمنوں کو) ہکاتے تھے اُس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور تم (اپنے متعلق) کلام میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی (یعنی پیغمبر کی) بعد اس کے کہ دکھلایا تم کو جو تم چاہتے تھے (یعنی دشمن پر فتح اور غلبہ) ﴿۱۴۵﴾ تم میں سے وہ تھے جو دنیا کو چاہتے تھے اور تم میں سے وہ تھے جو آخرت کو چاہتے تھے پھر تم کو اُن سے شکست دلوا کر لوٹا دیا تا کہ تم کو مبتلا کرے، اور ہاں بیشک تم کو معاف کیا اور اللہ فضل کرنے والا ہے مسلمانوں پر ﴿۱۴۶﴾ جس وقت کہ تم بے تحاشا بھاگے جاتے تھے اور کسی کی طرف مڑتے بھی نہ تھے اور پیغمبر تم کو بلاتا تھا تمہاری پچھلی صف میں پھر سزا دی تم کو غم پر غم کی (اللہ نے تم کو معاف کیا) تا کہ جو کچھ کہ تم نے کھو دیا اُس پر غمگین نہ ہو اور نہ اُس پر جو کچھ کہ تم کو پہنچا اور اللہ خبر رکھتا ہے جو کچھ کہ تم کرتے ہو ﴿۱۴۷﴾

کہ درحقیقت فرشتوں کا رسالہ لڑنے کو اُترا تھا، وہ نادانی سے یہ بھی کہتے ہیں کہ فرشتوں کا لڑائی کے لئے اُترنا منصوص ہے اور اُس سے انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے، مگر اُن کا یہ خیال محض غلط ہے +

مجھ کو فکر تھی کہ اور کسی مسلمان نے بھی اس سے انکار کیا ہے یا نہیں، تو مجھ کو ایک مسلمان ملا جس نے اس سے انکار کیا ہے، تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ابو بکر اصم اس سے سخت منکر تھے، انہوں نے اپنے انکار کی چار دلیلیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ ایک فرشتہ بھی تمام دنیا کے غارت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۱۴۸)

پھر تم پر اس غم کے بعد امن اُتارا ایسا کال جس میں اُونگھ آجاوے چھا لیتا تھا ایک گروہ کو تم میں سے اور ایک گروہ تھا کہ اُن کو اُن کی جانوں ہی نے فکر میں ڈالا تھا گمان کرتے تھے اللہ پر نا حق، کہتے تھے کہ کیا اس کام میں ہمارے اختیار میں کچھ ہے کہدے اے پیغمبر کہ تمام کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں چھپائے رکھتے ہیں اپنے دلوں میں وہ باتیں جو نہیں ظاہر کرتے تجھ پر، کہتے ہیں کہ اگر اس کام میں ہمارے اختیار میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے، کہدے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو بھی بیشک وہ لوگ جن پر قتل ہونا لکھا تھا اپنے قتل ہونے کی جگہ پر نکل کھڑے ہوتے، اور تاکہ امتحان کرے اللہ جو کچھ کہ تمہارے سینوں میں ہے، اور کسوٹی پر کس لے جو کچھ کہ تمہارے دلوں میں ہے، اور اللہ جانتا ہے دلوں کی باتوں کو (۱۴۸)

کر دینے کو کافی تھا پھر فرشتوں کی فوج بھیجنے سے کیا فائدہ تھا۔ دوسرے یہ کہ جو کفار کہ لڑے اُن کو سب لوگ جانتے تھے اور جو صحابہ اُن کے مقابل ہوئے اُن کو بھی لوگ جانتے تھے پھر نہیں کہا جا سکتا کہ کفار کو فرشتوں نے مارا تھا۔ تیسرے یہ کہ اگر فرشتے لڑے تھے تو وہ لوگوں کو دکھائی دیتے تھے یا نہیں، اور اگر دکھائی دیتے تھے تو آدمیوں کی صورت میں دکھائی دیتے تھے یا اَور کسی صورت میں، اگر آدمیوں کی صورت میں دکھائی دیتے تھے تو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں شمار ہوتے تھے، اور اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لشکر تین ہزار یا اُس سے زیادہ ہو گیا ہوگا، اور اتنا لشکر کسی نے بیان نہیں کیا، اور قرآن کے بھی برخلاف ہے کیونکہ دشمنوں کی آنکھوں میں تھوڑا لشکر دکھائی دیتا تھا، اور اگر اور کسی صورت پر دکھائی دیتے تو تمام لوگوں کے دل پر دہشت پڑ جاتی، اور اگر وہ لوگوں کو دکھائی نہ دیتے تو کفار کو لوگ بغیر قتل کرنے والے کے قتل ہوتا ہوا دیکھتے، اور یہ واقعہ اعظم معجزات میں سے ہوتا، مگر اس طرح پر کفاروں کا مارا جانا وقوع میں نہیں آیا۔ چوتھے یہ کہ جو فرشتے آئے تھے اُن کے اجسام کثیف تھے یا لطیف

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۴۹﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۵۰﴾ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿۱۵۲﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۳﴾

بیشک جو لوگ تم میں سے پیٹھ پھیری دو فوجوں کے بھڑ جانے کے دن اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ڈگا دیا اُن کو شیطان نے اُن بعض کاموں کے سبب جو اُنہوں نے کئے، اور ہاں بے شبہ اُن کو اللہ نے معاف کیا، بیشک اللہ بخشنے والا حکم والا ہے ﴿۱۴۹﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اُن لوگوں کی مانند مت ہو جو کافر ہوئے اور اپنے بھائیوں کو کہا جبکہ وہ سفر کرنے کو چلے یا جب وہ لڑائی پر گئے، اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ کرے اللہ اس کو پچھتاوا اُن کے دلوں میں، اور اللہ جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اُس کو دیکھتا ہے ﴿۱۵۰﴾ اور اگر تم مارے جاؤ اللہ کی راہ میں یا مر جاؤ تو بلاشبہ بخشش اللہ کی اور رحمت بہتر ہے اُس سے جو وہ جمع کرتے ہیں ﴿۱۵۱﴾ اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ بے شبہ اللہ کے پاس لیجائے جاؤ گے ﴿۱۵۲﴾ پھر خدا کی رحمت سے ہے کہ تو اُن کے لئے نرم (مزاج) ہوا اور اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو تیرے اِرد گرد سے بھاگ جاتے، پھر اُن کو معاف کر اور اُن کے لئے (خدا سے) معافی چاہ اور اس کام میں اُن سے مشورہ کر پھر جب تو مصمم ارادہ کر لے تو اللہ پر توکل کر، بیشک اللہ دوست رکھتا ہے توکل کرنے والوں کو ﴿۱۵۳﴾

اگر کثیف تھے تو اُن کو سب لوگ دیکھنے چاہئیں حالانکہ اُن کو کسی نے نہیں دیکھا، اور اگر اُن کے اجسام ہوا کی طرح لطیف تھے تو گھوڑے پر سوار ہو کر نہیں آسکتے تھے +

امام فخرالدین رازی نے ان شبہوں میں سے کسی کا جواب نہیں دیا اور ملانوں کی طرح یہ بات کہی کہ ایسے شبہے کرنا اُس شخص کو لائق ہے جو قرآن اور نبوت کا منکر ہو، مگر جو شخص کہ قرآن اور نبوت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۵۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۵۵﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۱۵۶﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿۱۵۷﴾ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿۱۵۸﴾

اگر تمہاری مدد خدا کرے تو پھر تم پر کوئی غالب نہیں، اور اگر تم کو خوار کرے تو پھر کون ایسا ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے اور اللہ پر توکل کرتے ہیں ایمان والے ﴿۱۵۴﴾ اور کسی نبی کے لائق نہیں ہے کہ (غنیمت کے مال میں) غبن کرے اور جو کوئی غبن کریگا آویگا اُس چیز سمیت جس کو غبن کیا ہے قیامت کے دن پھر پوری دیجاویگی (سزا) ہر ایک شخص کو اُس کی جو اُس نے کمایا ہے اور اُن پر ظلم نہ کیا جاویگا ﴿۱۵۵﴾ پھر کیا وہ شخص جس نے تابعداری کی اللہ کی رضامندی کی اُس شخص کی مانند ہوگا جس نے کمایا غصہ اللہ کا اور اُس کی جگہ جہنم ہے اور بُری جگہ جانے کی ہے ﴿۱۵۶﴾ اُن کے درجے ہیں اللہ کے پاس اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ﴿۱۵۷﴾ بیشک اللہ نے احسان کیا ہے ایمان والوں پر جب بھیجا اُن میں رسول اُنہی میں سے پڑھ سناتا ہے اُن کو اُس کی نشانیاں اور پاک کرتا ہے اُن کو اور سکھاتا ہے اُن کو کتاب اور حکمت اور بیشک وہ تھے اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں ﴿۱۵۸﴾

کو مانتا ہے اُس کو ایسے شبہے کرنے لائق نہیں، پس ابو بکر اصم کو لائق نہ تھا کہ ان باتوں کا انکار کرتا باوجود اس کے کہ نص قرآن سے اُن کا ہونا پایا جاتا ہے اور ایسی حدیثوں میں جو تواتر کے قریب ہیں اُن کا بیان ہے ؁

امام صاحب نے اخیر بات تو یقینی غلط کہی ہے، کیونکہ تواتر تو درکنار کسی صحیح اور قوی حدیث سے بھی ان باتوں کا ثبوت نہیں ہے، تمام ضعیف اور موضوع حدیثیں ہیں جن میں ایسی باتیں مذکور ہیں علمائے محققین ایسی حدیثوں پر اعتبار نہیں کرتے اور اصول حدیث سے بھی اُن کی تقویت نہیں ہوتی۔ پہلی بات بھی امام صاحب کی صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید سے فی الواقع سپاہی بنکر فرشتوں کا اُترنا پایا نہیں جاتا، بلکہ صرف وہ ایک بشارت تھی مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرنے اور لڑائی میں ثابت قدم رہنے کی، جیسے کہ خود خدا نے اس جگہ اور سورہ انفال

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَوَلَمَّآ اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَدۡ اَصَبۡتُمۡ مِّثۡلَيۡهَا ۙ قُلۡتُمۡ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۵۹﴾ وَمَاۤ اَصَابَكُمۡ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَلِيَعۡلَمَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۙ وَلِيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ نَافَقُوۡا ۖۚ وَقِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا قَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَوِ ادۡفَعُوۡا ؕ قَالُوۡا لَوۡ نَعۡلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعۡنٰكُمۡ ؕ هُمۡ لِلۡكُفۡرِ يَوۡمَئِذٍ اَقۡرَبُ مِنۡهُمۡ لِلۡاِيۡمَانِ ۚ ﴿۱۶۰﴾ يَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِهِمۡ مَّا لَيۡسَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يَكۡتُمُوۡنَ ﴿۱۶۱﴾	کیا جب تم کو پہنچی مصیبت (احد کی لڑائی میں) بیشک پہنچے تھے تم اُس سے دوچند کو (بدر کی لڑائی میں) تم نے کہا کہ یہ کہاں سے ہے (یعنی بدر کی لڑائی کی مصیبت) کہدے کہ وہ خود تمہیں سے ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱۵۹﴾ اور جو کچھ تم کو پہنچا دو گروہوں کی مٹ بھیڑ کے دن پھر اللہ کے حکم سے تھا اور تاکہ جان لے ایمان والوں کو اور تاکہ جان لے اُن لوگوں کو جنہوں نے نفاق کیا اور کہا گیا اُن کو بڑھو لڑو اللہ کی راہ میں یا (کافروں کے حملے کو) دفع کرو کہنے لگے کہ اگر ہم لڑنا جانتے تو بیشک تمھاری پیروی کرتے وہ کفر کے لیے اُس دن قریب تر تھے بہ نسبت اس کے کہ اُن میں سے (کوئی) واسطے ایمان کے ﴿۱۶۰﴾ کہتے ہیں اپنے منہ سے جو نہیں ہے اُن کے دلوں میں اور اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں ﴿۱۶۱﴾

میں فرمایا ہے " وما جعلہ اللہ الا بشریٰ لکم ولتطمئن قلوبکم " مگر اس سورہ میں جنگ بدر کے واقعہ کا جس سے یہ آیت متعلق ہے بہت ہی تھوڑا بیان ہے ، اور سورہ انفال میں وہ واقعہ بالاستیعاب بیان ہوا ہے اور اُس میں ہزار فرشتوں کی مدد کا ذکر ہے ، پس ہم اس کی زیادہ تفصیل اور فرشتوں کی امداد کی حقیقت اور تین ہزار و پانچ ہزار اور ایک ہزار کے عدد کے کہنے کی وجہ خدا نے چاہا تو سورہ انفال کی تفسیر میں بیان کرینگے +

﴿۱۴۸﴾ (امنۃ نعاسا) یہ مضمون دو آیتوں میں آیا ہے ایک اسی آیت میں اور دوسرے سورہ انفال کی آیت میں جہاں فرمایا ہے " اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ " پہلی آیت جنگ احد سے متعلق ہے اور دوسری جنگ بدر سے ۔ جنگ احد میں یہ امر پیش آیا تھا کہ لڑائی شروع ہونے پر مسلمانوں کی فتح اور دشمنوں کی شکست ہونی شروع ہوئی ، مسلمانوں کا ایک گروہ تو بدستور لڑنے کی جگہ قائم رہا اور لڑتا گیا مگر ایک گروہ نے لوٹ کے لالچ سے اُن مقاموں کو جہاں وہ متعین تھے چھوڑ دیا اور لوٹ پر جا پڑے ، دشمن اس بے ترتیبی کو دیکھ کر پھر پڑے اور خوب مارا یہاں تک کر فتح کی شکست ہوگئی اور وہ لوگ جو لوٹ کے لالچ میں پڑے تھے اور اُن کی دیکھا دیکھی وہ لوگ بے تحاشا بھاگ نکلے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک پتھر جا لگا جس سے دندان مبارک کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (۱۶۲) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (۱۶۳) فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۱۶۴)

جن لوگوں نے کہا اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے کہ اگر ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے کہہ دے کہ ہٹا دو اپنے آپ پر سے موت کو (۱۶۲) اور نہ گن اُن لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مرے ہوئے بلکہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے نزدیک رزق دیئے جاتے ہیں (۱۶۳) خوش ہیں اُس چیز سے جو دیا ہے اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے خوشخبری دیتے ہیں (ایک دوسرے کو) اُن لوگوں سے جو اُن کے بعد (ابھی تک) اُن سے آکر نہیں ملے (یعنی ابھی تک شہید نہیں ہوئے) کہ اُنکو کچھ خوف نہیں ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے (یعنی شہید ہونے کے بعد) (۱۶۴)

سخت صدمہ پہنچا اور آپ بھی ایک گڑھے میں گر پڑے مگر پھر سنبھل کر لوگوں کو پکارا اور اکٹھا کیا اور اُن کے دلوں کو تقویت دی اور دشمنوں پر حملہ کیا وہ بھاگ نکلے اور اخیر کو مسلمانوں کی فتح ہوئی شکست کے بعد جو لوگوں کے دل کو تقویت اور دوبارہ حملہ کرنے کی جرأت ہوئی اُس کا ذکر خدا تعالیٰ نے اس آیت میں ان لفظوں سے کیا ہے کہ "ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا" +

دوسری آیت جو جنگ بدر سے متعلق ہے اُس میں یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ مسلمان نہایت اقل قلیل تھے تین سو تک بھی اُن کی تعداد نہ تھی اور ہتھیار بھی نہایت کم معدودے چند تھے اُن کا دفعۃً مقابلہ دشمنوں کے گروہ کثیر سے جو بخوبی مسلح تھے ہوگیا مسلمانوں پر نہایت مایوسی اور دہشت طاری ہوئی دل چھوٹ گئے دشمنوں کی کثرت سے گھبرا گئے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے دلوں کو تقویت دی خدا کے بھروسہ پر لڑنے کو آمادہ کیا سب کے دل میں طمانیت اور جرأت پیدا ہوئی دشمنوں سے مقابلہ کیا اور ایسی بہادری و دلیری سے مقابلہ کیا کہ دشمنوں کا دل چھوٹ گیا وہ بھاگ نکلے اور بہت سے مارے گئے ایک قلیل گروہ کو خدا نے جم غفیر پر فتح دی۔ اُس پہلی ہراس و مایوسی اور دہشت کے بعد جو تقویت و طمانیت و جرأت مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوئی اُس کا ذکر خدا نے دوسری آیت میں ان لفظوں سے کیا ہے "اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ" +

ان دونوں آیتوں میں جو نعاس کا لفظ ہے اُس پر لوگوں نے روایتیں گھڑنی شروع کیں اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾

خوشخبری دیتے ہیں (اپنے آپ کو) اللہ کی نعمت سے اور فضل سے اور بیشک اللہ نہیں ضائع کرتا اجر ایمان والوں کا ﴿۱۷۱﴾ جن لوگوں نے قبول کیا (حمراء اسد میں ابوسفیان کے حملہ کو روکنے کے لئے جانا) اللہ و رسول کے لئے بعد اس کے کہ اُن کو زخم پہنچا تھا (اُحد کی لڑائی میں) تو اُن میں سے اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے اچھے کام کئے تھے اور پرہیزگاری کی بہت بڑا اجر ہے ﴿۱۷۲﴾ وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا تھا کہ بیشک بہت لوگ تم سے لڑنے کو جمع ہو گئے ہیں بدبخت کو مقام میں، پھر ان سے ڈر، اس کہنے نے اُن کے ایمان کو زیادہ کر دیا اور اُنہوں نے کہا کہ بس ہے ہم کو اللہ کافی ہے اور اچھا کارساز ﴿۱۷۳﴾

کہا کہ درحقیقت اُس لڑائی میں وہ گروہ جس نے فتح حاصل کی اُونگھ گئے تھے، ایک راوی نے ابوطلحہ کا قول نقل کیا کہ ہم ایسے اُونگھ گئے تھے کہ ہمارے ہاتھ سے تلوار چھوٹ پڑتی تھی پھر ہم اُس کو اٹھاتے تھے اور پھر اُونگھ کے مارے چھوٹ پڑتی تھی، پھر ان بے اصل روایتوں پر علما نے طبع آزمائی شروع کی اور کہا کہ ایسے خوف کی حالت میں اُونگھ کا آجانا ایک معجزہ تھا اور یہ معجزہ اس لئے ہوا تھا کہ مسلمانوں کا ایمان اور خدا کی قدرت پر یقین اور زیادہ بڑھ جاوے، اور نیند آجانے سے کسل و ضعف رفع ہو جاوے، اور جن لوگوں کو دشمن قتل کر رہے تھے اُن کا قتل ہونا نہ دیکھیں، کیونکہ اگر وہ لوگ جو قتل ہونے سے بچ گئے اُونگھ نہ جاتے اور اپنے عزیز و اقارب کو قتل ہوتے دیکھتے تو اُن پر خوف و بزدلی چھا جاتی اور جو لوگ باوجود اُونگھ جانے کے قتل ہونے سے بچ گئے اُن کو خدا کی حفاظت پر زیادہ یقین ہو گیا۔

یہ ایسے بیہودہ خیالات ہیں کہ جو کوئی اُن کو پڑھتا ہے افسوس کرتا ہوگا +

ہمارے علمائے مفسرین کی عادت ہے کہ ضعیف و موضوع اور بے اصل روایتوں کو اپنی تفسیر کا زیور سمجھتے ہیں اور کیسی ہی ضعیف و بے اصل روایت اُن کے کان تک پہنچے قرآن مجید کے اصل مطلب پر غور کئے بغیر قرآن کی آیتوں کو توڑ مروڑ کر ان بے اصل روایتوں کے مطابق کرنا چاہتے ہیں، اسی اپنی عادت کے مطابق اُنہوں نے ان دونوں آیتوں کو بھی توڑا مروڑا ہے +

پہلی آیت میں اُنہوں نے "امنة نعاسا" کو بدل و مبدل منہ قرار دیا ہے یعنی امنة کو مبدل منہ اور نعاسا کو بدل اور چونکہ بدل و مبدل منہ میں مقصود بدل ہوتا ہے اس لئے اُنہوں نے قرار دیا کہ خدا نے فی الحقیقت نیند ہی کو مسلط کیا تھا۔ مگر اس مقام پر بدل کل تو صحیح نہیں ہو سکتا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۱۷۰) إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۱۷۱)

اور تجھ کو غمگین نہ کرینگے (اے پیغمبر) وہ لوگ جو بڑھے جاتے ہیں کفر میں بیشک وہ کچھ بھی اللہ کو ضرر نہیں پہنچا سکتے خدا چاہتا ہے کہ اُن کے لئے کوئی حصہ آخرت میں نہ کرے اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے (۱۷۰) بیشک جن لوگوں نے خریدا کفر کو ایمان کے بدلے اور وہ کچھ بھی اللہ کو ضرر نہ پہنچا وینگے (۱۷۱) اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے

تمام سیاق قرآنی اس مقام پر اس طرح واقع ہوا ہے کہ خدا تعالے نے اپنے احسانوں کو یاد دلاتا ہے اور اپنے تئیں اُن کا فاعل بیان کرتا ہے۔ اس آیت کے قبل بیان فرمایا ہے " واذ یعدکم الله " پھر فرمایا " اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم " پھر اس آیت کے بعد فرمایا " اذ یوحی ربك " پس اگر اذ یغشیکم النعاس کو بمعنی تنعسون لیا جائے اور فعل متعدی کو بمعنی لازمی قرار دیا جاوے تو تمام سیاق قرآنی اُلٹ جاتا ہے بلکہ سلسلہ عطف و معطوف کا درست نہیں رہتا، ان تمام خرابیوں کا سبب یہ ہے کہ اُن بے اصل روایتوں پر پہلے سے دل میں یقین جما لیا ہے کہ درحقیقت لڑائی میں لوگ سو رہے تھے اور پھر اس کی مطابقت کرنے کو اس قدر تکلف کیا ہے ؛

قرآن مجید کی دونوں آیتوں کے معنی نہایت صاف ہیں، کوئی شخص لڑائی میں نہ سویا تھا نہ اونگھا تھا، بلکہ " امنة نعاسا " سے کنایہ غایت امن اور کامل امن سے ہے۔ انسان اُسی وقت سوتا ہے جب کہ اُس کو پورا امن ہو اس لئے نعاسا سے غایت امن یا کامل امن کنایہ کیا گیا ہے پس پہلی آیت میں " امنة " موصوف ہے اور " نعاسا " اُس کی صفت ہے، مصادر میں تانیث و تذکیر ضروری امر نہیں ہے پس تقدیر کلام کی یوں ہے کہ " امنة کامنة النعاس " یعنی نیند کا سا امن ۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شکست ہونے کے بعد لوگوں کا دل بڑھایا اور ہمت دلائی تو خدا نے اُن کے دلوں پر کامل اور نہایت درجہ کا امن اور تسلی و طمانیت ڈالی کہ شکست کے بعد پھر لڑے اور دشمنوں پر فتح پائی ؛

تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس آیت میں " نعاس " کے لفظ سے کنایہ غایت امن کا ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بغیر کسی دلیل کے لفظ نعاس کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لئے جاتے ہیں، مگر یہ اعتراض اُن کا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس جگہ لفظ نعاس کو مجازی معنوں میں لینے کے لئے خود سورہ انفال کی آیت دلیل موجود ہے جیسے کہ ہم بیان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۰﴾ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۱﴾	اور تجھ کو غمگین کرینگے (اے پیغمبر) وہ لوگ جو بڑھے جاتے ہیں کفر میں بیشک وہ کچھ بھی اللہ کو ضرر نہیں پہنچا سکتے خدا چاہتا ہے کہ اُن کے لئے کوئی حصہ آخرت میں نہ کرے اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے ﴿۱۷۰﴾ بیشک جن لوگوں نے خریدا کفر کو ایمان کے بدلے اور وہ کچھ بھی اللہ کو ضرر نہ پہنچاوینگے ﴿۱۷۱﴾ اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے

تمام سیاق قرآنی اس مقام پر اس طرح واقعہ ہوا ہے کہ خدا تعالے نے اپنے احسانوں کو یاد دلاتا ہے اور اپنے تئیں اُن کا فاعل بیان کرتا ہے۔ اس آیت کے قبل بیان فرمایا ہے ”واذ یعدکم اللہ“ پھر فرمایا ”اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم“ پھر اس آیت کے بعد فرمایا ”اذ یوحی ربک“ پس اگر اذ یغشیکم النعاس کو بمعنی تنعسون لیا جاوے اور فعل متعدی کو بمعنی لازمی قرار دیا جاوے تو تمام سیاق قرآنی اُلٹ جاتا ہے بلکہ سلسلہ عطف و معطوف کا درست نہیں رہتا۔ ان تمام خرابیوں کا سبب یہ ہے کہ اُن بے اصل روایتوں پر پہلے سے دل میں یقین جما لیا ہے کہ درحقیقت لڑائی میں لوگ سو رہے تھے اور پھر اس کی مطابقت کرنے کو اس قدر تکلف کیا ہے ۔

قرآن مجید کی دونوں آیتوں کے معنی نہایت صاف ہیں، کوئی شخص لڑائی میں نہ سویا تھا نہ اونگھا تھا، بلکہ ”امنۃ نعاسا“ سے کنایہ غایت امن اور کامل امن سے ہے۔ انسان اُسی وقت سوتا ہے جب کہ اُس کو پورا امن ہو اس لئے نعاس سے غایت امن یا کامل امن کنایہ کیا گیا ہے پس پہلی آیت میں ”امنۃ“ موصوف ہے اور ”نعاسا“ اُس کی صفت ہے، مصادر میں تانیث و تذکیر ضروری امر نہیں ہے پس تقدیر کلام کی یوں ہے کہ ”امنۃ کامنۃ النعاس“ یعنی نیند کا سا امن۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شکست ہونے کے بعد لوگوں کا دل بڑھایا اور ہمت دلائی تو خدا نے اُن کے دلوں پر کامل اور نہایت درجہ کا امن اور تسلی بطمانیت ڈالی کہ وہ شکست کے بعد پھر پڑے اور دشمنوں پر فتح پائی ۔

تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس آیت میں ”نعاس“ کے لفظ سے کنایہ غایت امن کا ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بغیر کسی دلیل کے لفظ نعاس کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لئے جاتے ہیں، مگر یہ اعتراض اُن کا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس جگہ لفظ نعاس کو مجازی معنوں میں لینے کے لئے خود سورہ انفال کی آیت دلیل موجود ہے جیسے کہ ہم بیان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ
إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا
وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (۱۷۲) مَا
كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ
مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ
الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (۱۷۳) وَمَا
كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ
وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ
مَنْ يَشَاءُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ
وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ
أَجْرٌ عَظِيمٌ (۱۷۴)

اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ ہمارا
اُن کو مہلت دینا اُن کے حق میں بہتر ہے
اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم اُن کو اس لئے مہلت دیتے
ہیں تاکہ گناہوں میں زیادہ ہو جاویں اور اُن کے لئے
ذلیل کرنے والا عذاب ہے (۱۷۲) نہ چھوڑیگا اللہ ایمان لانے والوں کو
اس حالت پر جس پر کہ تم اب ہو یہاں تک کہ جدا کرے پاک کو
ناپاک سے (۱۷۳) اور نہ مطلع کریگا تم کو اللہ غیب
پر ولیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں
سے جس کو چاہتا ہے پھر ایمان لاؤ اللہ
پر اور اُس کے رسولوں پر اور اگر تم
ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو
تمہارے لئے بڑا اجر ہے (۱۷۴)

کرتے ہیں ✦

اور جب کہ ہم نعاس کو امن کامل سے کنایہ کہتے ہیں تو اگر "امنۃ نعاسا" کو بدل و مبدل منہ قرار دیں تو بھی کچھ ہرج نہیں ہے، کیونکہ امن کامل اور امن میں اتحاد ذاتی ہے اس صورت میں "امنۃ نعاسا" بدل کل ہو جاویگا جیسے کہ سورہ انفال کی آیت میں ہے ✦

جو معنی کہ مفسرین نے سورہ انفال کی آیت کے لئے تھے اُن کی غلطی اور بے ترتیبی ہم نے اوپر بیان کر دی ہے، اور وہ بے ترتیبی اس لئے کی گئی تھی کہ جو غلط معنی سورۂ آل عمران کی آیت کے قرار دئے تھے اُسی کے مطابق سورہ انفال کی آیت کے معنی ہو جاویں، لیکن جب اُن تمام خیالات کو جو پہلے سے دل میں بٹھا لئے ہیں دور کر دیا جاوے تو سورہ انفال کی آیت کے معنی صاف ہو جاتے ہیں اور سورہ آل عمران کی آیت کے معنی اُس مطلب کے بالکل مطابق ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے ✦

سورہ انفال کی آیت کے یہ لفظ ہیں "اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ" یعنی جب کہ چھا دیا تم پر خدا نے اونگھ کو کہ وہ امن تھا خدا کی طرف سے۔ اس آیت میں "نعاس" کا لفظ مبدل منہ ہے اور "امنۃ" موصوف ہے اور "منہ" جار مجرور نازلۃ سے کے متعلق ہو کر صفت موصوف کی اور موصوف صفت دونوں ملکر بدل ہیں مبدل منہ سے جیسے کہ آیت "بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ" میں ہے۔ بدل و مبدل منہ میں مبدل منہ مقصود بالذات نہیں ہوتا بلکہ بدل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ (۱۷۵)	اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس میں جو دیا ہے اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے کہ وہ (بخل) اُن کے لئے اچھا ہے بلکہ وہ اُن کے لئے بُرا ہے (۱۷۵)

مقصود بالذات ہوتا ہے، پس ظاہر ہے کہ نعاس مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ امن من اللہ مقصود بالذات ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت۔ نعاس نازل نہیں ہوا تھا بلکہ امن نازل ہوا تھا اور نعاس کا لفظ صرف امن کامل سے کنایہ ہے۔ امن کامل سے امن من اللہ زیادہ تر فضل ہے اس لئے اس کا بدل « امنۃ منہ » دیا گیا ہے، یہ معنی ایسے صاف ہیں جن کو ہر شخص ادنیٰ غور کے بعد تسلیم کر سکتا ہے اور دونوں آیتوں میں بلا کسی تکلف کے مطابقت ظاہر ہوتی ہے اور پہلی آیت میں نعاس کے لفظ کو کنایہ غایت امن سے قرار دینے کو خود دوسری آیت بطور دلیل کے موجود ہے، فافہم وتدبر، ✦

(۱۴۳) (ولا یحسبن الذین) اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں مفسرین کے تمام رطب ویابس اقوال نقل کئے ہیں، اُن میں سے صرف قول ابو مسلم کا صحیح و درست ہے جس کو ہم اس آیت کی تفسیر میں کافی سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ « مرے ہوئے شخص کا جب دین کے لحاظ سے بہت بڑا درجہ ہو اور قیامت میں اُس کو خوشی اور بزرگی اور سعادت نصیب ہونے والی ہو تو اُس کی نسبت یہ کہنا کہ وہ زندہ ہے مرا نہیں صحیح ہے، جیسے کہ ایک جاہل کی نسبت جس سے نہ اس کی ذات کو نفع پہنچتا ہو نہ کسی دوسرے کو یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ مردہ ہے زندہ نہیں ہے، اور جیسے کہ احمق آدمی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ گدھا ہے، اور موذی آدمی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ درندہ ہے »۔ کہتے ہیں کہ جب عبد الملک بن مروان زہری سے ملے اور اُن کے تفقہ اور تحقیق کو جانا تو اُن کے باپ کی نسبت جو مر چکے تھے کہا کہ، وہ شخص نہیں مرا جس نے تجھ سا بیٹا چھوڑا، غرض کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ انسان جب کہ مر جاوے اور کوئی اچھا کام اور کوئی اچھی یادگاری چھوڑ جاوے تو اس کی نسبت بطریق مجاز کہا جاتا ہے کہ وہ مرا نہیں بلکہ زندہ ہے، اسی طرح اس آیت میں شہدا کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں ✦

تمام الفاظ جو اس آیت میں آئے ہیں وہ اسی مطلب پر دلالت کرتے ہیں جو ابو مسلم نے بیان کیا ہے، مثلاً اس آیت میں ہے کہ « بل احیاء عند ربھم » یعنی بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے نزدیک، اس لفظ سے کہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں ثابت ہوتا ہے کہ اُن کی زندگی زندہ انسانوں کی سی زندگی نہیں ہے، اور نہ اُس زندگی کو ابدان سے کچھ

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرٌ ﴿۱۷۶﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ
قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ
فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ
مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ
بِغَيْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا
عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۷۷﴾ ذٰلِكَ
بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ
اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۷۸﴾
اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ
اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى
يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ﴿۱۷۹﴾

جس چیز کا کہ انہوں نے بخل کیا ہے اُسکا طوق
قیامت کے دن اُن کو پہنایا جاویگا اور اللہ کے لئے
ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ خبر رکھتا ہے
اُس کی جو تم کرتے ہو ﴿۱۷۶﴾ بیشک اللہ نے سُنا اُن لوگوں کا
کہنا جنہوں نے کہا کہ بیشک اللہ فقیر ہے اور ہم غنی
ہیں ہم لکھ رکھتے ہیں جو کچھ کہ انہوں نے کہا اور (لکھ رکھتے
ہیں) اُن کا نبیوں کا مارنا ناحق اور ہم کہیں گے (یعنی
قیامت کے دن) کہ چکھو جلانے والا عذاب
﴿۱۷۷﴾ یہ اُس کا بدلا ہے جو تمہارے ہاتھوں نے
آگے بھیجا ہے اور بیشک اللہ ظلم کرنے والا نہیں
ہے بندوں پر ﴿۱۷۸﴾ وہ لوگ جنہوں نے کہا
کہ بیشک اللہ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم نہ ایمان
لاویں کسی رسول پر جب تک کہ ہمارے پاس ایسی
قربانی لاوے کہ اُس کو آگ کھالے ﴿۱۷۹﴾

کچھ تعلق ہے۔ "یرزقون فرحین" کے بعد آیا ہے، "بما آتاھم اللہ" یعنی اُن رزق دیا جانا اور خوش ہونا اُن اشیاء یا اسباب سے نہیں ہے جس سے ایسے زندے جن کو تعلق ابدان سے ہوتا ہے رزق دئیے جاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، بلکہ اُن کا رزق دیا جانا اور خوش ہونا اُس چیز سے ہے جو خدا نے اُن کو دی ہے۔ پھر آگے اُس کا بیان کیا ہے کہ وہ چیز کیا ہے وہ اللہ کا فضل ہے۔ پس معنی یہ ہوئے کہ وہ اللہ کے فضل اور کرم و رحمت سے رزق دئیے جاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں نہ مثل زندہ انسانوں کے اشیاء خوردنی و نوشیدنی سے +

تفسیر کبیر میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ "قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی" یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک رات خدا کے پاس مہمان رہ، وہ مجھ کو کھلاتا تھا اور مجھ کو پلاتا تھا۔ اس پر امام رازی ارقام فرماتے ہیں کہ کچھ شک نہیں کہ اس کھانے اور پینے سے، معرفت و محبت الٰہی اور انوار عالم غیب سے اکتساب نور مراد ہے۔ ہم اس وقت نہ اس حدیث کی صحت و عدم صحت پر بحث کرتے ہیں، نہ اُس کے معنوں پر بلکہ اس مقام پر اُس کو صرف اس لئے نقل کیا ہے کہ علماء اسلام نے متعدد جگہ طعام و شراب سے یعنی رزق سے وہ معنی مراد لئے ہیں جو ارواح سے متعلق ہوتے ہیں نہ ابدان سے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ
قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ
فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ
فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ
جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ
الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۱﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ
الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَ
كُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ
عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ
فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا
مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۲﴾ لَتُبْلَوُنَّ
فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَ
لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ
تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ
مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۳﴾ وَاِذْ
اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا
تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ
ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ
ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

کہدے (اے پیغمبر) کہ بیشک تمہارے پاس رسول آئے تو
مجھ سے پہلے صریح نشانیوں کے ساتھ اور اُس کے
ساتھ جو تم نے کہا پھر کس لئے تم نے اُن کو مار ڈالا
اگر تم سچے ہو ﴿۱۸۰﴾ پھر اگر تجھ کو جھٹلا دیں تو بیشک
جھٹلائے گئے ہیں رسول تجھ سے پہلے آئے
تھے صریح نشانیوں اور صحیفوں اور روشن کتاب
کے ساتھ ﴿۱۸۱﴾ ہر جاندار موت کا ذائقہ چکھنے
والا ہے، اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہاری
مزدوریاں قیامت کے دن پوری پہنچا دینگی،
پھر جو کوئی آگ سے بچا دیا گیا۔ اور جنت میں داخل
کیا گیا تو بیشک مراد کو پہنچا، اور دنیا کی زندگی
کچھ بھی نہیں مگر پونجی فریب دینے والی ﴿۱۸۲﴾
البتہ تم آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنی
جانوں میں، اور البتہ تم سنو گے اُن لوگوں سے جن
کو کتاب دی گئی ہے اور اُن لوگوں سے جو شرک
ہیں بہت سی ایذا دینے والی باتیں اور اگر تم صبر کرو گے
اور پرہیزگاری کرو گے تو بیشک یہ ہمت کے
کاموں میں سے ہے ﴿۱۸۳﴾ اور جس وقت وعدہ
لیا اللہ نے اُن لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی
تھی کہ بتا دینگے اُس کو لوگوں کو اور اُس کو
نہ چھپا دینگے پھر پھینک دیا اُس کو انہوں نے اپنی
پیٹھوں کے پیچھے اور لیا اُس کے بدلے میں مول تھوڑا کچھ
بُری ہے وہ چیز جو وہ لیتے ہیں ﴿۱۸۴﴾

اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ مرنے کے بعد کیا چیز باقی رہتی ہے، جس کی نسبت کہا جاتا
ہے کہ "یرزقون فرحین من فضلہ" اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ چیز باقی رہتی ہے جس کو
روح کہتے ہیں۔ روح کی اور اُس کی بقا کی اور اُس کی فرحت و الم کی بحث نہایت دقیق و طویل
ہے ہم اُس کو اس مقام میں مخلوط کر دینا نہیں چاہتے، بلکہ اس بحث کو جہاں تک کہ ہماری سمجھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ
بِمَا أَتَوْا وَّيُحِبُّونَ أَنْ يُّحْمَدُوا
بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ
بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ (۱۸۵) وَلِلّٰهِ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۱۸۶) إِنَّ فِي
خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ
لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (۱۸۷) الَّذِينَ
يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا
وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ
فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا
سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۸۸)
رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ
فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ
مِنْ أَنْصَارٍ (۱۸۹) رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا
مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ
آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا (۱۹۰) رَبَّنَا
فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا
سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ (۱۹۱)

مت گمان کر ان لوگوں کو جو خوش ہوتے ہیں اُس
کام سے جو اُنہوں نے کیا اور پسند کرتے ہیں کہ
اُن کی تعریف کی جاوے اُس پر جو اُنہوں نے نہیں کیا
پھر مت گمان کر اُن کو عذاب سے چھٹکارے میں اور اُن کیلئے
عذاب ہے دُکھ دینے والا (۱۸۵) اور اللہ ہی کے لئے ہے
بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ
ہر چیز پر قادر ہے (۱۸۶) بیشک آسمانوں اور
زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے
اختلاف میں البتہ نشانیاں ہیں عقلمندوں
کے لئے (۱۸۷) جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے
اور بیٹھے اور اپنی کروٹ پر لیٹے اور سوچتے ہیں
آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (اور کہتے
ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار یہ جو کچھ تو نے پیدا
کیا ہے بیفائدہ نہیں ہے تو پاک ہے پھر بچا
ہم کو آگ کے عذاب سے (۱۸۸) اے ہمارے
پروردگار بیشک تو جس کو دوزخ میں ڈالے تو بیشک
تو نے اس کو ذلیل کیا اور ظالموں کے لئے کوئی
مددگار نہیں (۱۸۹) اے ہمارے پروردگار بیشک
ہم نے سُنا منادی کرنے والے کو ایمان کے لئے منادی
کرتا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ پھر ہم ایمان لائے (۱۹۰)
اے پروردگار ہمارے پھر ہمارے لئے ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے گناہ دور
کر دے اور ہم کو نیکیوں کے ساتھ موت دے (۱۹۱)

اور ہمارے خیال کی رسائی ہے، اور جہاں تک کہ قرآن مجید سے اُس کو ہم مستنبط کر سکے ہیں اور جو ایک ایسی بحث ہے کہ انسان کی زندگی میں تجربہ میں نہیں آسکتی سورۂ بنی اسرائیل کی اُس آیت آیت کی تفسیر میں بیان کرینگے جس میں خدا نے فرمایا ہے "قل الروح من امر ربی" +

(۱۷۹) (یاتینا بقربان تاکلہ النار) یہودی جس جانور کی قربانی بنظر تقرب الی اللہ یا بطور کفارہ گناہ کرتے تھے اُس کو ذبح کرنے کے بعد آگ میں جلا دیتے تھے، توریت سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (۱۹۲)	اے ہمارے پروردگار اور ہم کو وہ دے جس کا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبان پر وعدہ کیا ہے اور ہم کو قیامت کے دن ذلیل مت کر بیشک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا (۱۹۲)
فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ (۱۹۳)	پھر قبول کر لیا اُن کے لئے اُن پروردگار نے دعا اُن کی کو اور کہا کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے مرد یا عورت کا عمل ضائع نہ کرونگا ایک تم میں ایسا ہے جیسے دوسرا (۱۹۳)
فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (۱۹۴)	پھر جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے ملک سے نکالے گئے اور میری راہ میں ایذا دئے گئے اور لڑے اور مارے گئے البتہ دور کرونگا میں اُن سے اُن کے گناہ اور بیشک داخل کرونگا میں اُن کو جنتوں میں بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں (۱۹۴)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم حضرت آدم اور حضرت نوح کے وقت سے چلی آتی تھی، تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بت پرست لوگوں میں اور یونانی بت پرستوں میں بھی یہ رسم تھی، مذہب اسلام اس قسم کی قربانیوں کے بالکل برخلاف تھا۔ اس پر یہودیوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ "توریت میں حکم ہے کہ کسی نبی پر جب تک کہ وہ ایسی قربانی نہ کرے جس کو آگ جلائے ایمان نہ لاؤ"۔ خدا نے اُن پر حجت الزامی قائم کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمہارے پاس انبیاء صریح نشانیاں لے کر آئے اور جس طرح کہ تم کہتے ہو اُسی طرح کی قربانی بھی اُنہوں نے کی، پھر تم نے کیوں اُن کو مار ڈالا اگر تم سچے ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمہارا یہ بیان کہ توریت میں ایسا حکم ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ جو نبی ایسی قربانی کرے اُس پر ایمان لاؤگے یہ دونوں باتیں سچ نہیں ہیں ✦

ہمارے علمائے مفسرین نے اس مقام پر بڑی غلطی کی ہے، اُنہوں نے یہودیوں کی بعض بیہودہ روایتوں سے یہ سُن لیا کہ جو قربانی آگ سے جلائی جاتی تھی اُس کے جلانے کو آسمان پر سے ایک سفید آگ بغیر دھوئیں کے ایک سنسناہٹ کے ساتھ اترتی تھی، اور قربانی کئے ہوئے جانور کو جلا کر خاکستر کر جاتی تھی۔ اُنہوں نے سمجھا کہ انبیائے بنی اسرائیل کا یہ معجزہ تھا اور یہودیوں نے بھی یہی معجزہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے طلب کیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ معجزہ تو نہیں دکھایا مگر اور دلیلوں سے اُن کو ساکت کر دیا ✦

ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِندَهُ
حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾
لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ
كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ مَتَاعٌ
قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ
وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۶﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ
اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ
تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِندِ
اللَّهِ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿۱۹۷﴾
وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَن يُؤْمِنُ
بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا
أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّهِ لَا
يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ﴿۱۹۸﴾
أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ
عِندَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ
الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

بطور ثواب کے اللہ کے پاس سے اور اللہ اُس کے
پاس اچھا ثواب ہے ﴿۱۹۵﴾ تجھ کو فریب میں نہ
ڈالیگا (تجارت سے فائدہ اُٹھانے کیلئے)
کثرت سے آنا جانا کافروں کا شہروں میں یہ
پونجی تھوڑی ہے پھر اُن کی جگہ جہنم ہے اور
بُری جگہ ہے ﴿۱۹۶﴾ مگر وہ لوگ جو اپنے پروردگار
سے ڈرتے ہیں اُن کے لئے جنتیں ہیں بہتی
ہیں اُن کے نیچے نہریں، ہمیشہ رہینگے اُس
میں سب چیز تیار پاوینگے اللہ کے پاس سے
اور جو کچھ اللہ کے پاس بھلائی ہے نیک لوگوں
کے لئے ﴿۱۹۷﴾ اور بیشک اہل کتاب میں سے وہ
شخص ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور جو کچھ
بھیجا گیا ہے تمہارے پاس اور جو کچھ بھیجا گیا ہے
اُن کے پاس عاجزی کرتے ہیں اللہ کے لئے نہیں لیتے ہیں
اللہ کی نشانیوں کے بدلے تھوڑا مول ﴿۱۹۸﴾ وہ لوگ ہیں
کہ اُن کے لئے اُن کا ثواب ہے اُن کے پروردگار
کے پاس بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿۱۹۹﴾

یہ خیال مفسرین کا محض غلط ہے، توریت میں کہیں یہ حکم نہیں ہے کہ جب تک کوئی نبی آگ سے جلنے والی قربانی نہ کرے اُس پر ایمان مت لاؤ۔ اور نہ توریت میں کہیں اس بات کا ذکر ہے کہ قربانی کے جلانے کو آسمان پر سے آگ اترتی تھی +

قربانی سوختنی کا ذکر بہت جگہ توریت میں آیا ہے، حضرت موسیٰ نے اُس کے قواعد مقرر کئے ہیں اور وہ سب قواعد (جن کو پڑھ کر تعجب ہوتا ہے) توریت سفر لویان میں مندرج ہیں اُن سے ثابت ہے کہ قربانی سوختنی کو کاہن آگ جلا کر اُس میں جلا دیتا تھا، چنانچہ باب اول سفر لویان درس ۸ و ۹ میں لکھا ہے کہ "قربانی سوختنی را پوست کندہ آنرا پارہ پارہ نماید و پسران ہارون کاہن آتش را بر مذبح بگذارند و ہیزم بالائے آتش بچینند" اسی طرح اور بہت سے مقام ہیں جن میں ذکر ہے کہ کاہن آگ جلا کر اُس میں قربانی سوختنی کو جلاتے تھے نہ یہ کہ آسمان پر سے آگ اُترتی تھی +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (۲۰۰)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور صبر دلاؤ اور بندھے رہو (پیغمبر کے حکم سے) اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ (۲۰۰)

انسان کے گناہوں کے کفارہ میں قربانی کرنا اور انسان کے جرم کے سبب ایک جانور کی جان مارنا اور یہ سمجھنا کہ انسان اُس گناہ سے پاک ہو گیا ایک عجیب غریب خیال ہے جو نہایت تاریکی اور جہالت کے زمانہ میں لوگوں کو پیدا ہوا تھا۔ عام جاہلوں کے خیال کا بقیہ ہر ایک زمانہ میں چلا آتا ہے، اور کیسا ہی بڑا مصلح ہو کچھ نہ کچھ اُس کا دھبہ اُس کے زمانہ میں بھی باقی رہتا ہے انبیاء علیہم السلام ایسے امور کی جو خدا کی وحدانیت اور ایمان کے برخلاف نہ تھے، اور ایسے امور کی جس نے عام جاہلوں کے خیال میں کسی قسم کا خیال تقدس وتقرب الی اللہ پیدا ہوتا تھا (گو فی نفسہٖ وہ بے اصل ہی ہو) کچھ پرواہ نہ کرتے تھے اور اُسی حال پر چھوڑ دیتے تھے، یہی سبب کہ حضرت موسٰی نے اُس قدیم رسم کو جاری رہنے دیا، لیکن نبی آخر الزمان کا یہ کام تھا کہ اُس قسم کے خیالات کو بھی توڑ دے۔ کسی قربانی کا حکم بطور انسانی گناہ کے کفارہ کے قرآن مجید میں نہیں آیا ہے، حج کی قربانیاں درحقیقت مذہبی قربانیاں نہیں ہیں، نہ اُن کی فرضیت قرآن مجید سے یا نص صریح سے پائی جاتی ہے، یہی سبب ہے کہ ہمارے علمائے مجتہدین نے کتب فقہ میں کسی قربانی کو فرض نہیں قرار دیا ہے، زیادہ سے زیادہ جو کوشش کی ہے تو واجب لکھا ہے اور ہم کو اُس میں بھی کلام ہے +

اسلام نے کوئی قربانی بطور تقرب الی اللہ یا بطور کفارہ گناہ مقرر نہیں کی، یہودی سمجھتے تھے کہ بدون قربانی سوختنی انسان پاک نہیں ہو سکتا، پھر وہ کیونکر ایسے نبی پر ایمان لاتے جس کے ہاں انسان کے گناہوں کے کفارہ کے لئے نہ قربانی تھی نہ قربانی سوختنی، وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم ایسے نبی پر ایمان لائے تو گناہوں سے کیونکر پاک ہوں گے۔ مگر وہ نہ سمجھے کہ اسلام نے گناہوں سے پاک ہونے کے لئے کسی بے گناہ جانور کے مارنے کے بدلے خود گنہگار کے دل کی قربانی مقرر کی ہے جس کو مذہبی اصطلاح میں توبہ و استغفار سے تعبیر کیا ہے، اور یہی قربانی حقیقت میں حقیقی قربانی ہے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سُوْرَۃُ النِّسَاۗءِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ
الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ
نِسَاۗءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ
بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① وَاٰتُوا
الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا
الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا
اَمْوَالَھُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ
حُوْبًا كَبِيْرًا ② وَاِنْ خِفْتُمْ
اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا
مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ
مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ
اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى
اَلَّا تَعُوْلُوْا ۭ وَاٰتُوا النِّسَاۗءَ
صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ
عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ
هَنِيْۗـــــًٔـا مَّرِيْۗـــــًٔـا ③

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
اے لوگو ڈرو اپنے پروردگار سے جس نے پیدا کیا
تم کو ایک جان سے اور پیدا کیا اُس سے اُس کا
جوڑا اور پھیلائے دونوں سے بہت سے مرد اور
عورتیں اور ڈرو اللہ سے جس کے نام سے آپس میں
سوال کرتے ہو اور (ڈرو) کنبہ کے (چھوڑنے سے)
بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے ① اور
یتیموں کا مال اُن کو دو اور مت بدل دو برا
بعوض اچھے کے اور نہ کھا جاؤ اُن کا مال
اپنے مال میں ملا کر بے شک وہ بڑا
گناہ ہے ② اور اگر تم کو ڈر ہو کہ یتیم
لڑکیوں کے حق میں انصاف نہ کروگے
تو نکاح کرو اور عورتوں سے جو تمہیں اچھی
لگیں دو دو اور تین تین اور چار چار
پھر اگر تم کو ڈر ہو کہ (اُن میں) عدل نہ کروگے
تو پھر (تمہارے لئے) ایک ہی ہے یا وہ جن
کے مالک تمہارے ہاتھ ہو چکے ہیں یہ اُس سے
کم ہے تا کہ ظلم نہ کرو اور دیدو عورتوں کو اُن کا
مہر خوشی بخوشی پھر اگر اپنے جی کی خوشی سے وہ
تم کو اُس میں سے کچھ چھوڑ دیں تو اُس کو
کھاؤ رچتا پچتا ③

③ (فان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی) یتامی جمع الجمع ہے یتیم کی اور یتیم اُس کو کہتے ہیں جس کا باپ مرگیا ہو یعنی سرپرست سے تنہا رہ گیا ہو۔ یہ لفظ لڑکوں پر اور لڑکیوں پر اور جن عورتوں کا نکاح ہونے سے پہلے باپ مرگیا ہو اطلاق ہوتا ہے گو کہ وہ جوان ہو گئی ہوں۔ اس پر تفسیر کبیر میں مفصل بحث لکھی ہے مگر اُس کا حاصل مطلب اسی قدر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ﴿۴﴾	اور مت دو بے عقلوں کو اپنا مال جس کو اللہ نے تمہارے لئے وجہ معیشت کیا ہے اس میں سے اُن کو کھلاؤ اور پہناؤ اور کہو اُن کے لئے نیک بات ﴿۴﴾

ہے جو ہم نے بیان کیا اس مقام پر ”یتامیٰ“ سے صرف لڑکیاں اور بن بیاہی عورتیں جن کے باپ مرگئے ہیں مراد ہے +

اس آیت میں اور اس سے پہلی آیت میں یتیم لڑکیوں یا عورتوں کے حق میں نا انصافی کرنے کا امتناع ہے اس مقام پر بنظر مزید احتیاط یہ فرمایا ہے کہ اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں اُن کے مال اور اُن کے حقوق میں انصاف نہ کرو گے تو اور عورتوں سے نکاح کرو۔ اس سے غایت درجہ کی احتیاط یتیموں کے مال اور حقوق کی حفاظت کی پائی جاتی ہے +

تفسیر کبیر میں عروہ سے ایک روایت لکھی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے کہا کہ یہ جو

روی عن عروۃ انہ قال قلت لعائشۃ ما معنی قول اللہ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فقالت یا ابن اختی ھی الیتیمۃ تکون فی حجر ولیھا فیرغب فی مالھا وجمالھا الا انہ یرید ان ینکحھا بادنی من صداقھا ثم اذا تزوج بھا عاملھا معاملۃ ردیۃ لعلمہ بانہ لیس لھا من یذب عنھا ویدفع شر ذلک الزوج عنھا فقال تعالیٰ وان خفتم ان تظلموا الیتامی عند نکاحھن فانکحوا من غیرھن ما طاب لکم من النساء (تفسیر کبیر) +

خدا نے فرمایا ہے کہ ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ اس کے کیا معنی ہیں حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یتیم لڑکی اپنے ولی کی حفاظت میں ہوتی ہے اور وہ اُس کے مال و جمال کی لالچ کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تھوڑے سے مہر پر اُس سے نکاح کرلے اور پھر جب نکاح کرلیتا ہے تو بدسلوکی سے پیش آتا ہے اور اس کا کوئی ایسا سرپرست نہیں ہوتا کہ اُس کی حمایت کرے اور اُس کے خصم کی بدسلوکی سے اُس کو بچا دے اس پر خدا نے فرمایا کہ اگر تم کو ڈر ہو کہ نکاح کر لینے سے یتیم لڑکیوں پر ظلم کرو گے تو اور عورتوں سے نکاح کرو +

جو تفسیر آیت کی حضرت عائشہ نے فرمائی اور سیاق کلام بھی اُسی پر دلالت کرتا ہے اُس کے لحاظ سے تقدیر کلام یوں ہے کہ ”ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فلا تنکحوھن وانکحوا من غیرھن ما طاب لکم من النساء“ یعنی اگر تم کو ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کرو گے تو اُن سے نکاح مت کرو اور اُن کے سوا اور عورتوں سے جو پسند ہوں نکاح کرو۔ فلا تنکحوھن گویا جزائے محذوف ہے اور ”فانکحوا ما طاب لکم“ اُس پر معطوف ہے۔ جزا کو محذوف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا
النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ
رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ
وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا (۵)
اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا
فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا
فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (۶) فَاِذَا
دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ
فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ
حَسِيْبًا (۷) لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ
مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ
وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ
الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا
قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (۸)
وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ
مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (۹)

اور یتیموں کو آزماؤ جب کہ وہ نکاح کی حد تک پہنچیں
(یعنی حد بلوغ کو) پھر اگر تم اُن میں ہوشیاری پاؤ تو
اُن کو اُن کا مال دیدو اور اُن کے مال کو (اُن کے
چُھٹپن میں) اسراف اور جلدی کر کے مت کھا جاؤ (۵)
(اس ڈر سے) کہ بڑے ہو جاوینگے اور جو شخص آسودہ ہو تو اُس کو
(اُن کے مال سے) بچنا چاہئے اور جو کوئی محتاج ہو تو وہ
(اُس میں سے) کھائے نیکی سے (۶) پھر جب تم
اُن کو اُن کا مال دیدو تو اُن پر گواہ کر لو اور
اللہ کافی ہے حساب لینے والا (۷) مردوں
کے لئے اُس میں سے جو اُن کے ماں باپ
اور قرابت مندوں نے چھوڑا ہے حصہ ہے،
اور عورتوں کے لئے بھی اُس میں سے جو اُن کے
ماں باپ اور قرابت مندوں نے چھوڑا ہے حصہ ہے،
اُس مال میں سے تھوڑا ہو یا بہت مقرر کیا ہوا حصہ (۸)
اور جب موجود ہوں تقسیم ہوتے وقت قرابت مند
اور یتیم اور مسکین تو اُس میں سے اُن کو کچھ دیدو
اور کہو اُن کو نیک بات (۹)

کر کے معطوف علی الجزا کو اُس کی جگہ فرمایا ہے اس میں ایک نہایت دقیق نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ،، فلا تنکحوھن ،، کو محذوف نہ کیا جاتا تو یہ شبہ پیدا ہوتا کہ یتامٰے سے اُن کے اولیاء کا نکاح قطعاً ممنوع ہے حالانکہ امتناع صرف تصرف مال اور اُن کے حقوق میں ناانصافی کرنے سے متعلق تھا ۔

نکاح درحقیقت دو شخصوں میں ایک معاہدہ ہے مثل دیگر معاہدوں کے، مگر یہ ایک ایسا معاہدہ ہے کہ اُس کے مثل کوئی دوسرا معاہدہ نہیں ہے، اور ایک ایسا معاہدہ ہے جو فطرت انسانی کا مقتضی ہے، اور اُس سے بالتخصیص ایسے احکام بمقتضائے فطرت انسانی متعلق ہیں جو دوسرے کسی معاہدہ سے متعلق نہیں ہیں، اور وہ احکام ایک نوع کے مذہبی احکام ہو گئے ہیں، اس لئے نکاح عام معاہدوں سے خاص ہو کر ایک ہی معاہدہ میں داخل ہو گیا ہے اور بلحاظ اُس کی خصوصیات کے ٹھیک ٹھیک ایسا ہی ہونا لازم تھا ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ
ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ
فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا
سَدِيدًا (١٠) إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ
أَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ
فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ
سَعِيرًا (١١) يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي
أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ
الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ
اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ
وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ
وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا
السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ
وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَ
وَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ
فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ
مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا
أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ
لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ
نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (١٢)

اور اُن لوگوں کو (جو قریب المرگ مریض کو اُن کے مال کی
نسبت سوچ دیتے ہوں وصیت دینے میں خدا سے) ڈرنا چاہئے
کہ اگر وہ اپنے پیچھے ضعیف اولاد چھوڑ جاتے (اور اُن پر تنگی کا
ڈر کرتے) تو اپنے مال کی نسبت کیا کرتے پس اُن کو خدا سے
ڈرنا چاہئے اور کہنی چاہئے بات پختہ (١٠) بیشک جو لوگ یتیموں
کا مال ظلم سے کھاتے ہیں تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنے پیٹوں
میں انگارے بھرتے ہیں اور جاوینگے دوزخ میں (١١) بتا دیتا
ہے تم کو اللہ میراث میں تمہاری اولاد کا حصہ، مرد کا
حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے، پھر اگر اولاد میں
عورتیں (یعنی بیٹیاں) ہوں دو سے زائد تو اُن کا حصہ
کل ترکہ میں دو ثلث ہے اور اگر ایک بیٹی ہو تو نصف متروکہ
اُس کا حصہ ہے۔ اور اُس کے ماں باپ کا اُن دونوں میں سے
ہر ایک کا متروکہ میں چھٹا حصہ ہے اگر اُس کے اولاد ہو،
پھر اگر اُس کے کوئی اولاد نہ ہو اور اُس کے وارث اُس کے ماں باپ
ہوں تو اُس کی ماں کا تیسرا حصہ ہے، پھر اگر اُس کے
بھائی ہوں تو اُس کے ماں باپ کا چھٹا حصہ ہے، وصیت
جو کی گئی ہو یا قرض کے ادا کرنے کے بعد، اپنے
باپوں اور اپنے بیٹوں (میں سے) تم نہیں جانتے کہ اُن
میں سے کون تمہارے لئے نفع پہنچانے کے قریب
ہے، مقرر کر دیا گیا (اُن کا حصہ) اللہ کی طرف سے بیشک
اللہ جاننے والا ہے حکمت والا (١٢)

عورت بہ نسبت مرد کے اس معاہدہ کے نتائج کے لئے محل ہے، اس لئے وہ مجاز نہیں
ہو سکتی کہ ایک سے معاہدہ کرنے کے بعد اور اُس معاہدہ کے فسخ ہونے کے قبل دوسرے سے
معاہدہ کرے، اسی وجہ سے اسلام نے بمقتضائے فطرت انسانی عورت کو ایک وقت میں
تعدد ازدواج کی اجازت نہیں دی، مگر مرد کی حالت اُس کے برخلاف ہے۔ اور علاوہ

سلہ یعنی جب کہ کوئی شخص بلا وصیت مر گیا ہو یا کسی قدر کی وصیت کی ہو اور باقی متروکہ بلا وصیت ہو کیونکہ
میری تحقیق میں ثلث مال پر وصیت محدود نہیں ہے ؎

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ
إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِن كَانَ
لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا
تَرَكْنَ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ
بِهَا أَوْ دَيْنٍ (۱۳) وَلَهُنَّ الرُّبُعُ
مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ
وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ
فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم
مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا
أَوْ دَيْنٍ (۱۴) وَإِن كَانَ رَجُلٌ
يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ
أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ
مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ
مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ
مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا
أَوْ دَيْنٍ (۱۵) غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً
مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ (۱۶)

اور تمہارے لئے نصف حصہ ہے تمہاری جورؤں
کے متروکہ میں اگر اُن کے کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر
اُن کے اولاد ہو تو تمہارا چوتھائی حصہ ہے اُن
کے متروکہ میں، وصیت کے جو وہ کر گئی ہوں یا
قرض کے ادا کرنے کے بعد (۱۳) اور اُن کے
لئے چوتھائی حصہ ہے تمہارے متروکہ میں اگر تمہارے
کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو اُن کے
لئے آٹھواں حصہ ہے تمہارے متروکہ میں، وصیت
کے جو تم کر گئے ہو یا قرض کے ادا کرنے
کے بعد (۱۴) اگر ایک مرد ہو کہ اس کے ورثہ لینے
والوں میں اُس کی اولاد اور باپ کے سوا اَور لوگ
ہوں اور یا ایسی ہی کوئی عورت ہو اور اُس کے
وارثوں میں بھائی اور بہن ہوں تو اُن میں سے ہر ایک کا
چھٹا حصہ ہے، پھر اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ تیسرے
حصہ میں شریک ہیں، وصیت کے جو وہ کی گئی ہو یا قرض کے
ادا ہونے کے بعد (۱۵) بغیر مضرت پہنچانے کے، مقرر کیا
گیا ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا ہے حلم والا (۱۶)

اس کے مرد کے ساتھ اور اقسام کے ایسے تمدنی امور متعلق ہیں جو عموماً عورات سے متعلق نہیں ہیں، اس لئے وہ عدم جواز مرد سے بعینہٖ متعلق نہیں ہو سکتا تھا۔ پس مرد کو کسی ایسی شرط کے ساتھ جو بجز خاص حالت کے اُس کو بھی تعدد ازدواج سے رو کے مجاز رکھنا بمقتضائے فطرت نہایت مناسب تھا، ان تمام دقایق کی رعایت مذہب اسلام نے اس عمدگی سے کی ہے جس سے یقین ہوتا ہے کہ بلاشبہ وہ بانئ فطرت کی طرف سے ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اُس کو نہایت بُری طرح پر استعمال کیا ہے +

فطرت اصلی جب کہ اُس میں کوئی اَور عوارض داخل نہ ہوں تو اُس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مرد کے لئے ایک ہی عورت ہونی چاہئے، مگر مرد کو جیسے امور تمدن سے بہ نسبت عورت کے زیادہ تر تعلق ہے ایسے امور پیش آتے ہیں جن سے بعض اوقات اُس کو اُس اصلی قانون سے عدول کرنا پڑتا ہے کہ در حقیقت میں وہ عدول نہیں ہوتا بلکہ دوسرا قاعدہ قانون فطرت کا اختیار کرنا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يُّطِعِ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ ﴿۱۷﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ
يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا
وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالّٰتِيْ
يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ
فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً
مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ
فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ
الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ
سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ
فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا
عَنْهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۲۰﴾

یہ ہیں اللہ کی مقرر کی ہوئیں حدیں اور، جو کوئی
اطاعت کرے اللہ کی اور اُس کے رسول کی اللہ
اُس کو داخل کریگا بہشتوں میں، بہتی ہیں اُن کے
نیچے نہریں ہمیشہ رہینگے اُس میں اور یہ ہے
کامیابی بڑی (۱۷) اور جس نے نافرمانی کی اللہ کی
اور اُس کے رسول کی اور توڑ دیں اُس کی مقرر کی ہوئی
حدیں اللہ اُس کو ڈالدیگا آگ میں ہمیشہ رہیگا اُس میں
اور اُس کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا (۱۸) تمہاری
عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کریں تو اُن پر تم
میں سے چار شخص گواہ مانگو پھر اگر وہ گواہی دیں تو
اُن کو بند کر رکھو گھروں میں یہاں تک کہ اُٹھالے
اُن کو موت، یا مقرر کرے اللہ اُن کے لئے
کوئی راہ (۱۹) اور جو دو مرد تم میں سے بدکاری کریں
تو اُن دونوں کو ایذا دو پھر اگر (سزا بھگتنے کے بعد
آئندہ کے لئے) توبہ کریں اور نیکی پر آویں تو اُن سے درگذر
کرو، بیشک اللہ معاف کرنے والا ہے رحم والا (۲۰)

ہوتا ہے۔ اگر یہ قاعدہ قرار پاتا کہ جب تک ایک عورت سے قطع تعلق نہ ہو جائے تو دوسری عورت ممنوع رہے، تو اُس میں اُن عورات پر اکثر حالت میں نہایت بے رحمی کا برتاؤ جائز رکھا جاتا، اور اگر اُس قطع تعلق کو اُس کی موت پر یا کسی خاص فعل کے سرزد ہونے پر منحصر رکھا جاتا تو مرد کو بعض صورتوں میں منہیات پر رغبت دلانی ہوتی اور بعض صورتوں میں اُس کی ضرورت تمدن کو روکنا ہوتا: پس مرد کو حالات خاص میں تعدد ازدواج کا مجاز رکھنا فطرت انسانی کے مطابق عمدہ فوائد پر مبنی تھا +

اگر ایک عورت ایسے امراض میں مبتلا ہو جاوے کہ اُس کی حالت قابل رحم ہو مگر معاشرت کے قابل نہ رہے، کوئی عورت عقیمہ ہو جس کے سبب مرد کی خواہش اولاد پوری نہ ہو سکتی ہو (اور جو ایک ایسا امر ہے کہ انبیا بھی اُس کی تمنا سے خالی نہ تھے) تو کیا یہ مناسب ہوگا کہ ایک بیرحمانہ طریقہ اُس سے قطع تعلق کا اختیار کئے بغیر دوسری عورت جائز نہ ہو، یا اُس کی موت کا انتظار میں مرد کو اُن امیدوں کے حاصل کرنے میں جو بلحاظ تمدن اُس کے لئے ضروری ہیں روکا جاوے۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ
يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ
يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ
يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ
عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۲۱﴾ وَلَيْسَتِ
التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ
حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ
يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ
أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۲۲﴾
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ
أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُو
هُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ
إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ
وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ
كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا
شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا
كَثِيرًا ﴿۲۳﴾ وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ
زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ
إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا
مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا
وَإِثْمًا مُبِينًا ﴿۲۴﴾

اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ پر اُن لوگوں کی توبہ
قبول کرنی ہے جو بُرا کام کرتے ہیں نادانی سے
پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے، تو وہی لوگ ہیں کہ
اللہ اُن کو معاف کریگا اور اللہ جاننے والا ہے
حکمت والا ﴿۲۱﴾ اور اُن لوگوں کے لئے معافی
نہیں ہے جو بُرے کام کرتے جاتے ہیں یہاں تک
کہ جب اُن میں سے کسی ایک کے پاس موت
آموجود ہوئی تو کہا کہ بیشک میں نے اب توبہ کی اور
نہ اُن لوگوں کے لئے ہے جو مر گئے اور وہ کافر تھے،
یہ لوگ وہ ہیں جن کے لئے ہم نے طیار کیا ہے عذاب دُکھ دینے
والا ﴿۲۲﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے حلال نہیں ہے
کہ ورثہ میں عورتوں کو زبردستی سے (جورو بنانے کو) لو اور
اُن کو اوروں سے نکاح کرنے سے منع مت کرو تاکہ کچھ اُس میں
سے لیلو جو تم نے اُن کو دیا ہے، مگر جبکہ وہ علانیہ بدکاری
کریں، اور اُن کے ساتھ گذران کرو نیکی سے پھر اگر تم
اُن کو ناپسند کرو تو (چھوڑ مت دو) شاید تم ناپسند کرو
ایک چیز کو اور پیدا کیے اللہ اُس میں بہت سی
بھلائیاں ﴿۲۳﴾ اور اگر تم چاہو بدل لینا ایک جورو کا
ایک جورو کی جگہ (یعنی ایک کو طلاق دیکر دوسری سے نکاح کرنا)
اور تم نے اُن میں سے ایک کو بہت سا مال دیا ہو تو
مت لو اُس میں سے کچھ کیا تم اُس کو لیتے ہو بہتان
کرکے اور علانیہ گناہ کرکے ﴿۲۴﴾

یہ ایسے امور ہیں کہ بمقتضائے فطرت انسانی رُک نہیں سکتے، اور جب روکے جاتے ہیں تو
اُس سے زیادہ خرابیوں میں مبتلا کرتے ہیں +

۴۱ تعدد ازدواج کے جائز رکھنے کے ساتھ اس بات کی روک ضرور تھی کہ سوائے حالت
ضرورت کے کہ وہ بھی بمقتضائے فطرت انسانی ہو اس جواز کو خواہش نفسانی کے پورا کرنے کا ذریعہ
نہ بنایا جاوے (جیسا کہ مسلمانوں نے بنایا ہے) پس اسلام نے نہایت خوبی اور بے انتہا عمدگی

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿۲۵﴾ وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿۲۶﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۲۷﴾

اور کیونکر تم اُس کو لو گے حالانکہ بیشک تم نے ایک دوسرے سے حاجت روائی کی ہے اور عورتوں نے تم سے مضبوط قول لیا ہے ﴿۲۵﴾ اور مت نکاح کرو عورتوں میں سے اُس عورت سے جس سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہو، مگر جو ہوا سو گزر گیا، بیشک وہ بے حیائی ہے اور ناپسندیدہ اور بد راہ ﴿۲۶﴾ حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری دودھ بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری پہلوٹی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں تمہاری ایسی بیویوں کے پیٹ سے جن سے تم نے صحبت کی ہے پھر اگر تم نے اُن سے صحبت نہ کی ہو تو کچھ گناہ تم پر نہیں اور (حرام کی گئیں تم پر) تمہارے بیٹوں کی جوروان جو تمہاری پیٹھ سے ہیں اور (حرام کیا گیا) کہ دو بہنوں کو اکٹھا کرو، مگر جو ہوا سو گزر گیا، بے شک اللہ بخشنے والا ہے مہربان ﴿۲۷﴾

سے اُس روک کو قائم کیا ہے، جہاں فرمایا ہے کہ "فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ" یعنی اگر تم کو ڈر ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی جورو چاہئے۔ لفظ "ان خفتم" زیادہ تر غور کے لائق ہے کیونکہ کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ جس کو کسی وقت اور حالت میں بھی خوف عدم عدل نہ ہو۔ پس قرآن کی رُو سے تعدد ازدواج کی اجازت اُسی حالت میں پائی جاتی ہے جب کہ محل عدل بمقتضائے فطرت انسانی باقی نہ رہے، کیونکہ صحیح طور سے اُسی وقت عدم خوف عدل صادق آ سکتا ہے۔ ایسی حالت میں بھی اسلام نے تعدد ازدواج کو بلکہ نفس نکاح کو بھی لازم نہیں کیا کیونکہ اس مقام پر "فانکحوا" صیغہ امر کا (جیسا کہ اور مفسر بھی تسلیم کرتے ہیں) وجوب کے لئے نہیں ہے بلکہ جواز کے لئے ہے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ
اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ
كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ
لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ
اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ
مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ
فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ
فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا
تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۲۸)
وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ
طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ
الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ
اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ
الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ
بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ
بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ
بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ
مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (۲۹)

اور (حرام کی گئیں تم پر) عورتوں میں سے آزاد عورتیں مگر وہ جن کے مالک ہوگئے ہیں تمہارے ہاتھ (یعنی نکاح کر لینے سے) لکھ دیا اللہ نے تم پر (یہ حکم)، اور حلال کیا گیا تمہارے لئے ان محرمات کے سوا، اس لئے کہ تم ڈھونڈو بعوض اپنے مال کے (آزاد عورتوں کو نکاح کر لینے کے لئے) پاک دامنی رکھنے کو نہ مستی جھاڑنے کو، پھر جو عورت کہ تم نے اس سے فائدہ اٹھایا عورتوں میں سے تو دو ان کو ان کی مقرر کی ہوئی اجرت (یعنی مہر) اور تم پر کچھ گناہ نہیں جس میں تم آپس میں اس پر راضی ہو جاؤ (مہر مقرر کرنے کے بعد) بیشک اللہ جاننے والا ہے حکمت والا (۲۸) اور جو کوئی تم میں سے بلحاظ مقدور کے استطاعت نہ رکھتا ہو کہ مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح کرے تو تمہاری ان مسلمان چھوکریوں سے (نکاح کرے) جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہوگئے ہیں، اور اللہ جانتا ہے تمہارے ایمان کو ایک تم میں کا ایسا ہے جیسے دوسرا، پھر ان سے نکاح کرو ان کے صاحبوں کی اجازت سے اور ان کو دو ان کی اجرت (یعنی مہر) خوشی سے جب کہ وہ پاکدامن ہوں نہ مستی جھاڑنے والی اور نہ پوشیدہ آشنا رکھنے والی (۳۰)

اس آیت میں جس لفظ پر بحث ہو سکتی ہے وہ لفظ " عدل " ہے علمائے اسلام نے عدل کو صرف رہنے میں باری باندھنے اور نان ونفقہ دینے میں مخصوص کیا ہے، اور میل قلبی یعنی محبت سے جو نسبت میں اور اس امر میں جو خاص زوجیت سے تعلق ہے عدل کو متعلق نہیں کیا۔ انہوں نے ایک حدیث سے اس کا استنباط کیا ہے جس کے یہ لفظ ہیں " ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقسم بین نسائہ فیعدل ویقول اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک " یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باری باندھتے تھے اپنی بیویوں میں اور عدل کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے خدا یہ میری تقسیم ہے جس میں میں مالک ہوں پھر تو مجھ کو ملامت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ
مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ
ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ
وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٠﴾
يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ
يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٣١﴾
وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ
وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ
اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا يُرِيْدُ اللّٰهُ
اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ
الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿٣٢﴾ يٰاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ
بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ
تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ
وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٣٣﴾

پھر جب شوہردار ہونے کے بعد فاحشہ بات کریں تو اُن پر اُس عذاب کا آدھا ہے جو (عذاب) آزاد عورتوں پر ہے، چھوکریوں سے نکاح کرنا اُس کے لئے ہے جس کو تم میں سے بدکاری کا خوف ہو، اور اگر تم صبر کرو تو تمہاری لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان (۳۰) اللہ چاہتا ہے کہ تم کو بتائے اور تم کو ہدایت کرے اُن لوگوں کی راہ کو جو تم سے پہلے تھے اور معاف کرے تم کو اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا (۳۱) اور اللہ چاہتا ہے کہ معاف کرے تم کو اور جو لوگ خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرتے ہیں، چاہتے ہیں کہ تم کج روی کرو بڑی کج روی کرنی، اللہ چاہتا ہے کہ تم پر سے (بوجھ) ہلکا کرے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے (۳۲) اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت کھاؤ اپنے آپس کا مال دغا سے مگر یہ کہ آپس کی رضامندی سے تم میں سوداگری ہو اور مت مار ڈالو اپنے آپ کو بےشک اللہ تمہارے ساتھ رحم کرنے والا ہے (۳۳)

مت کر اُس میں جس میں تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں " ترمذی نے لکھا ہے کہ بعض علما نے بیان کیا ہے کہ ان اخیر لفظوں سے محبت و مودّت مراد ہے۔ اور لمعات میں اُس امر کو بھی جو خاص زوجیت سے متعلق ہے اسی میں داخل کیا ہے +

مگر ہم کو اس میں کلام ہے۔ اول تو اس حدیث کی صحت قابل بحث ہے اس حدیث کے دو سلسلے ہیں ایک حماد بن سلمہ سے اور ایک حماد بن زید اور اَور لوگوں سے حماد بن سلمہ نے اپنے سلسلہ کو حضرت عائشہؓ تک ملا دیا ہے اور حماد بن زید اور اَور لوگوں نے صرف ابی قلابہ تک چھوڑ دیا ہے یعنی اُن کی حدیث مرسل ہے، ترمذی نے پہلے سلسلہ کو کافی اعتبار کے لایق نہیں سمجھا

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا
وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا
وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (۳۴)
اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ
نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ
مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (۳۵) وَلَا تَتَمَنَّوْا
مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى
بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا
اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا
اكْتَسَبْنَ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (۳۶)
وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا
تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ
وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ
فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا (۳۷) اَلرِّجَالُ
قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ
اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ
اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ
قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا
حَفِظَ اللّٰهُ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ
نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ
فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ
فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ
سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا (۳۸)

اور جس شخص نے زیادتی اور ظلم سے ایسا کیا تو ہم
اُس کو جلد آگ میں ڈالینگے اور یہ اللہ پر
آسان ہے (۳۴) اگر تم بچوگے اُن بُری باتوں
سے جن سے (یعنی جن کے کرنے سے) منع
کئے گئے ہو تو ہم دور کر دینگے تم سے تمہارے گناہ
اور داخل کرینگے اچھی جگہ میں (۳۵) اور تم تمنا نہ کرو
(یعنی حسد مت کرو) اُس کی جو بزرگی کہ اللہ نے تم میں سے
ایک کو دوسرے پر دی ہے مردوں کیلئے ہے اُس کا حصہ جو اُنہوں نے کمایا اور
عورتوں کیلئے ہے اُس کا حصہ جو اُنہوں نے کمایا اور اللہ سے مانگو
اُس کا فضل بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا
ہے (۳۶) ہر ایک کے لئے ہم نے وارث قرار
دئے ہیں اُس میں جو چھوڑا ہے ماں باپ
نے اور قرابت مندوں نے ؛ اور جن لوگوں سے
تم نے عہد باندھا ہے پھر تم اُن کا حصہ اُن کو
دو ، بیشک اللہ ہر چیز پر شاہد ہے (۳۷) مرد تسلط
رکھنے والے ہیں عورتوں پر بسبب اُس کے کہ بزرگی
دی ہے اللہ نے انسانوں میں سے ایک کو دوسرے
پر اور اس سبب سے کہ خرچ کیا ہے اپنے مال میں سے
پھر نیکبخت عورتیں فرمانبردار ہیں حفاظت رکھنے والی
ہیں اپنے (شوہروں کے) پیچھے اللہ کی حفاظت کے
ساتھ ، اور جو عورتیں کہ اُن سے تم کو سرکشی کا ڈر ہو تو اُن کو
سمجھاؤ اور اُن کو اُن کے سونے کی جگہ میں اکیلا چھوڑ دو اور
اُن کو مارو پھر اگر وہ فرمانبردار ہو جاویں تو اُن پر اور کوئی
راہ مت ڈھونڈھو (یعنی کوئی اور حیلہ اُن کے ایذا دینے کا یا طلاق
دینے کا مت ڈھونڈو) بیشک اللہ بڑا بلند رتبے والا ہے (۳۸)

اور کہا کہ دوسرا سلسلہ یعنی حماد بن زید کا زیادہ صحیح ہے مگر جب کہ وہ خود مرسل ہے تو کافی اعتبار
کے لائق نہیں ہے ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَاۤ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۴۰﴾ اۨلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۴۱﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۴۲﴾

اور اگر تم کو اُن دونوں میں ناموافقت کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ مرد کے لوگوں میں سے اور ایک پنچ عورت کے لوگوں میں سے مقرر کرو، اگر وہ صلاح چاہیں تو خدا اُن میں توفیق دیگا، بیشک اللہ جاننے والا ہے خبردار ﴿۳۹﴾ اور عبادت کرو اللہ کی اور مت شریک کرو اُس کے ساتھ کسی چیز کو، اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور قرابت مندوں اور یتیموں اور غریبوں اور قرابت مند ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور پاس رہنے والے اور راہ چلتے کے ساتھ اور اُن کے ساتھ جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہوئے ہیں، بیشک اللہ نہیں دوست رکھتا اُس کو جو متکبر شیخی کرنیوالا ہے ﴿۴۰﴾ جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کرنے کو کہتے ہیں اور چھپاتے ہیں اُس کو جو اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے، اور طیار کیا ہے ہم نے کافروں کے لئے عذاب ذلیل کرنے والا ﴿۴۱﴾ اور جو لوگ کہ خرچ کرتے ہیں اپنا مال لوگوں کے دکھلانے کو اور ایمان نہیں رکھتے اللہ پر اور آخیر دن پر اور جو کوئی کہ ہو شیطان اُس کا مصاحب تو بُرا مصاحب ہے ﴿۴۲﴾

دوسرے یہ کہ الفاظ ”فلا تلمنی فیما تملک ولا املک“ سے کسی امر کی طرف کنایہ ہے اُس کو میل قلبی یعنی محبت و موانست پر مخصوص و متعین کر لینے اور بالتخصیص اُس امر سے بھی متعلق کر دینے کی جو خاص زوجیت سے متعلق ہے کوئی وجہ نہیں ہے، بلکہ انبیاء علیہم السلام کی عظمت و شان اور اُن کی نیک طینت و پاکیزگئ طبیعت کے بالکل برخلاف ہے، کیا یہ انبیاء کی شان سے ہے جو وہ یہ کہیں کہ اے خدا جس پر میرا دل آجائے تو اُس میں تو مجھ کو معاف کر، یا جس کے ساتھ میں وہ امر نہ کروں جو خاص زوجیت سے متعلق ہے تو تو مجھ کو ملامت مت کر۔ افسوس ہے کہ بعض دفعہ اکابر بھی قدر و منزلت نفوس قدسیہ انبیاء کو بھول جاتے ہیں اور اپنے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا (۴۳) إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا (۴۴) فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا (۴۵) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا ۚ وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا (۴۶)

اور اُن کا کیا نقصان تھا اگر وہ اللہ پر اور اخیر دن پر ایمان لاتے اور خرچ کرتے اُس میں سے جو اُن کو اللہ نے دیا ہے، اور اللہ اُن کے (حال کو) جاننے والا ہے (۴۳) بیشک اللہ ظلم نہیں کرتا ذرہ بھر بھی، اور اگر نیکی ہو، تو اُس کو دوگنا کر دیتا ہے، اور اپنے پاس سے بڑا اجر دیتا ہے (۴۴) پھر کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر ایک اُمت سے گواہ بلاوینگے اور تجھ کو اُن پر گواہ لاوینگے، اُس دن چاہینگے وہ لوگ جو کافر ہوئے اور رسول کی نافرمانی کی کہ کاشکے اُن پر برابر ہو جاتی زمین اور نہ چھپا سکینگے اللہ سے کوئی بات (۴۵) اے لوگو جو ایمان لائے ہو نماز کے نزدیک مت جاؤ (یعنی مت پڑھو) ایسے حال میں کہ تم نشہ میں ہو، جب تک کہ تم جانو کیا کہتے ہو، اور نہ ایسے حال میں کہ تم ناپاک ہو مگر رستہ چلنے (یعنی مسافرت میں)، جب تک کہ نہالو، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی ضرورت رفع کرکے آوے یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو اور تم پانی نہ پاؤ تو قصد کرو پاک مٹی کا پھر مسح کرو اپنے مونہوں کو اور ہاتھوں کو، بیشک اللہ معاف کرنے والا ہے بخشنے والا (۴۶)

نفوس پر قیاس کرکے وہی خفیف ناتربیا باتیں جو اُن کے نفوس میں ہیں نفوس قدسیہ انبیاء کی کی طرف منسوب کرتے ہیں وشان الانبیاء اعلیٰ واجل وارفع مما یظنون +

اگر اس حدیث کو واقعی تصور کر لیا جاوے اور اُس کے الفاظ بھی ہی تسلیم کئے جاویں جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے تھے، جس کا یقینا تسلیم کر لینا نہایت مشکل ہے تو ممکن ہے کہ ان الفاظ سے اُن امور کی طرف اشارہ ہو جو قضاء و قدر الٰہی سے واقع ہوتے ہیں اور

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا السَّبِيلَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا (۴۷) مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ (۴۸) وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (۴۹)

کیا نہیں دیکھا تو نے اُن لوگوں کی طرف جن کو دیا گیا ہے ایک حصہ کتاب سے، مول لیتے ہیں گمراہی کو اور چاہتے ہیں کہ تم راہ سے بھٹک جاؤ، اور اللہ جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور کافی ہے اللہ دوست ہونے کو اور کافی ہے اللہ مدد دینے والا (۴۷) اُن لوگوں میں سے جو یہودی ہیں پھیر دیتے ہیں کلموں کو اُن کی جگہ سے (یعنی غلط کہنے سے) اور کہتے ہیں (ظاہر میں) ہم نے سنا اور اپنے گناہ سے اقرار کیا۔ اور باطن میں یعنی کہتے ہیں کہ ہم نے سنا پر ہم نے نہ مانا۔ اور کہتے ہیں (ظاہر میں) سن اے پیغمبر تو کوئی بری بات نہ سنایا گیا ہو (یعنی کوئی بری بات تجھ کو نہ کہے، اور باطن میں یعنی کہتے ہیں کہ سن اے پیغمبر تیری بات سنی نہ جاوے (یعنی تیری بات کوئی نہ سنے) اور کہتے ہیں راعنا کا لفظ مگر اپنی زبان کو موڑ کر جس سے راعینا سمجھا جاوے پہلے کے معنی ہیں کہ ہماری طرف متوجہ ہو اور دوسرے کے معنی ہیں کہ تو ہمارا چرواہا ہے) اور اُلٹی باتوں سے دین میں طعنہ کرتے ہیں (۴۸) اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی اور سن اور ہماری طرف متوجہ ہو تو اُن کے لئے اچھا اور درست تر ہوتا ولیکن خدا نے اُن پر سبب اُن کے کفر کے لعنت کی ہے پھر وہ ایمان نہ لاویں گے مگر چند (۴۹)

جن میں انسان کا کچھ اختیار نہیں ہے۔ مثلاً امراض میں سے کسی کو کسی مرض کا لاحق ہو جانا یا ایک کا ذی ولد اور ایک کا لاولد ہونا وغیرہ ذلک، نہ اُن امور کی طرف جو خواہش نفسانی سے علاقہ رکھتے ہیں کیونکہ انبیاء کی قدر و منزلت کا ادنےٰ درجہ اُن کا خواہش نفسانی کے مطیع نہ ہونے کو تسلیم کرتا ہے +

تیسرے یہ کہ باری کی اور نان و نفقہ کی تقسیم میں مساوات جس کو ایک حریص علی الازواج کر سکتا ہے کوئی ایسا امر مشکل اور مہتم بالشان نہ تھا جس کی نسبت لفظ "فان خفتم" استعمال ہوتا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا
لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ
اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا
فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ
اَوْ نَلْعَنَهُمْ
كَمَا لَعَنَّاۤ
اَصْحٰبَ السَّبْتِ
وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ
مَفْعُوْلًا (۵۰) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ
اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ
ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ
بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى
اِثْمًا عَظِيْمًا (۵۱) اَلَمْ تَرَ
اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ
بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ
وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (۵۲) اُنْظُرْ
كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ
وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا (۵۳) اَلَمْ تَرَ
اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ
الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ
وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ
كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا (۵۴)

اے لوگو جو کتاب دیے گئے ہو ایمان لاؤ اُس پر جو اُتارا ہم نے سچ بتلانے والا اُس کا جو تمہارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم بگاڑ دیں تمہارے چہروں کو پھر ہم پھیر دیں اُن کو گُدّی پر، (یعنی اُن کے دل کی بدی اُن کے چہروں پر دکھائی دے اور گدّی پر چہرے پھر جاویں یعنی راہ راست نہ دکھائی دے) یا ہم اُن کو لعنت دیں جیسا کہ ہم نے لعنت دی اصحاب سبت کو (یعنی اُن یہودیوں کو جو سبت کے دن ممنوع کام کرتے تھے) اور خدا کا حکم بجا لایا ہوا ہوتا ہے (دیکھو تفسیر کو بغور و تحقیق (۵۰) بیشک اللہ نہیں بخشتا (اُس گناہ کو) کہ اُس کے ساتھ شرک کیا جاوے اور بخشتا ہے اس کے سوا (تمام گناہوں کو) جس کسی کو چاہتا ہے اور جو کوئی خدا کے ساتھ شرک کرے تو بیشک اس نے پیدا کیا گناہ بڑا (۵۱) کیا تو نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کو جو اپنے آپ کو پاک ٹھیراتے ہیں، بلکہ خدا پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور نہ ظلم کیے جاوینگے باریک تاگے کی برابر بھی (۵۲) دیکھ کیونکر بہتان باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹا اور بس ہے یہی کھلا ہوا گناہ (۵۳) کیا تو نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کو جن کو دیا گیا ہے ایک حصہ کتاب کا یقین کرتے ہیں خبیث روحوں اور بھوتوں پر اور کہتے ہیں اُن لوگوں کو جو کافر ہیں کہ یہی لوگ اُن لوگوں کی بہ نسبت جو ایمان لائے ہیں بہت ٹھیک رستہ پر ہیں (۵۴)

یہ لفظ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُس سے کوئی ایسا امر عظیم الشان مراد ہے جس کی بجا آوری بجز اُن نفوس قدسیہ کے جو فی الحقیقت نفسانی خواہشوں کے مطیع نہیں ہیں یا اُس حالت میں جب کہ مقتضائے فطرت انسانی محل عمل باقی نہیں ہے اور کسی طرح پر ہو نہیں سکتی ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ
وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ
نَصِيرًا ﴿٥٥﴾ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ
مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ
النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٦﴾ أَمْ يَحْسُدُونَ
النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ
مِن فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ
إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٧﴾
فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم
مَّن صَدَّ عَنْهُ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ
سَعِيرًا ﴿٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا
كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم
بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا
لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ
عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٩﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا نے لعنت کی تو اُس کے لئے تو کوئی مددگار نہ پاویگا ﴿٥٥﴾ کیا اُن کو حکومت کا کوئی حصہ ہے (اگر ہو) تو جب بھی نہ دینگے لوگوں کو کھجور کی گٹھلی کی دراڑ برابر بھی ﴿٥٦﴾ کیا وہ حسد کرتے ہیں لوگوں پر جو کچھ اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے دیا ہے، تو بیشک ہم نے دی ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت اور ہم نے اُن کو دی بڑی بادشاہت ﴿٥٧﴾ پھر اُن میں سے وہ ہیں جو اُس پر ایمان لائے اور اُن میں سے وہ ہیں جو اُس سے رُک گئے اور کافی ہے جہنم آگ بھڑکا ہوا ﴿٥٨﴾ بیشک جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کے ساتھ کفر کیا ہم ڈالینگے اُنکو آگ میں جب جب پک جاوینگی اُن کی کھالیں بدل دینگے ہم اُن کی کھالیں اُن کے سوا تاکہ چکھیں عذاب کو بے شک اللہ بڑا ہے حکمت والا ﴿٥٩﴾

چوتھے یہ کہ۔ عدل کے لفظ میں میل قلبی کو داخل نہ سمجھنا ایک بڑی غلطی ہے۔ بلکہ جو تعلقات کہ باہم زن وشوہر کے ہیں اُن میں میل قلبی سب سے مقدم امر ہے اور اس لئے لفظ عدل بدرجہ اولےٰ اُسی امر مقدم سے متعلق ہوتا ہے اور وہ امر مقدم کسی طرح اُس سے خارج نہیں رہ سکتا اور اسی لئے حدیث مذکورہ بالا کے الفاظ "لا تلمنی فیما تملک ولا املک" سے میل قلبی کی طرف اشارہ سمجھنا سراسر غلطی ہے +

خود خدا تعالےٰ نے موانست ومحبت کو تعلقات زن وشوہر میں امر مقدم قرار دیا ہے جہاں فرمایا ہے کہ "اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تم ہی میں سے جوڑا پیدا کیا تاکہ تم دلی میلان[1] اُس سے کرو اور تم دونوں

ومن ایاتہ ان خلق لکم من انفسکم زوجا لتسکنوا[1] الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون (سورہ روم)

[1] یقال سکن الیہ للسکون القلبی ویقال سکن عندہ للسکون الجسمانی (تفسیر کبیر) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا أَبَدًا لَّهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ
مُّطَهَّرَةٌ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا
ظَلِيلًا (٦٠) إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ
أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا
وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن
تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ
نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ
سَمِيعًا بَصِيرًا (٦١) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا
الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ
فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ
إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَ
أَحْسَنُ تَأْوِيلًا (٦٢) أَلَمْ تَرَ إِلَى
الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ
وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ
أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ
وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ
وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ
ضَلَالًا بَعِيدًا (٦٣)

اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے عمل کئے
ہیں ہم اُن کو داخل کرینگے جنتوں میں بہتی
ہیں اُن کے نیچے نہریں ہمیشہ ہمیشہ اُن
میں رہینگے اُن میں اُن کے لئے پاکیزہ جوڑے
ہیں اور ہم اُن کو داخل کرینگے چھاؤں
چھاؤں (٦٠) بیشک اللہ تم کو حکم کرتا ہے
کو دیدو امانتیں امانت والوں کو اور جب
تم لوگوں میں حکم کرو تو حکم کرو انصاف سے،
بیشک اچھی چیز ہے جس کی اللہ تم کو
نصیحت کرتا ہے بیشک اللہ سننے والا
ہے دیکھنے والا (٦١) اے لوگو جو ایمان
لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو
رسول کی اور تم میں سے حکم والوں کی پھر
اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اس کو لیجاؤ
اللہ اور رسول کے پاس اگر تم ایمان رکھتے
ہو اللہ پر اور آخیر دن پر یہ اچھا ہے اور نیک
ہے آخر کو (٦٢) کیا تو نے نہیں دیکھا اُن لوگوں
کو کہ جو گمان کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے ہیں اس
پر جو اُتارا گیا ہے تجھ پر اور جو اُتارا گیا ہے تجھ
سے پہلے ۔ چاہتے ہیں کہ فیصلہ کروادیں ناحق
کرنے والوں سے اور بیشبہ اُن کو حکم دیا گیا ہے
کہ اس کو نہ مانیں اور چاہتا ہے شیطان کہ اُن کو
گمراہ کرے دُور کی گمراہی (٦٣)

میں محبت و پیار پیدا کیا " پس جو امر کہ تعلقات زن و شوہر سے مخصوص ہے وہ کیونکر لفظ عدل سے جو ایسے موقع پر بولا گیا ہے خارج رہ سکتا ہے +

پانچویں یہ کہ ۔ جن کے پاس پہلے سے یعنی اس حکم کے آنے کے قبل سے متعدد جوروان تھیں اُن کی نسبت حکم بیان کرتے وقت خود خدا نے عدل کو میل قلبی سے متعلق کیا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ
رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ
عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿٦٤﴾ فَكَيْفَ
اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ
بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا
وَّتَوْفِيْقًا ﴿٦٥﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ
وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا
بَلِيْغًا ﴿٦٦﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ
وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا
اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٧﴾ فَلَا
وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ
فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ
لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا
مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٨﴾

اور جب اُن کو کہا جاتا ہے کہ آؤ اُس کی طرف
جو اُتارا ہے اللہ نے اور (آؤ) رسول کے پاس
تو تو دیکھتا ہے کہ منافق تجھ سے رُک رُک
جاتے ہیں (٦٤) پھر کیونکر جب اُن پر کوئی
مصیبت پڑتی ہے اُس سبب جو اُن کے
ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے تو پھر تیرے پاس
آتے ہیں اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے بجز احسان
اور موافقت کے اور کچھ نہیں چاہا تھا (٦٥) یہ وہ لوگ
ہیں کہ اللہ جانتا ہے کہ کیا اُن کے دلوں میں ہے
پھر اُن سے درگذر کر اور اُن کو نصیحت کر اور
کہہ اُن سے اُن کے دلوں میں بیٹھ جانے والی
بات (٦٦) ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر
اس لئے کہ وہ فرمانبرداری کیا جائے اللہ کے
حکم سے اور اگر اُنہوں نے جب کہ ظلم کیا اپنے آپ پر
آتے تیرے پاس پھر معافی چاہتے اللہ سے اور
چاہتا اُن کے لئے رسول البتہ وہ پاتے اللہ کو معاف
کرنے والا رحم کرنے والا (٦٧) پھر تیرے پروردگار
کی قسم کہ وہ ایمان والے نہ ہونگے جب تک کہ
تجھ کو حاکم نہ بنادیں اُس میں جس میں کہ وہ آپس میں
جھگڑتے ہیں پھر نہ پاویں اپنے دلوں میں حرج کچھ
اُس سے جو تو نے حکم کیا اور مان لیں ٹھیک جان کر (٦٨)

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل (سورہ نساء) جہاں فرمایا ہے کہ "ہرگز تم عدل نہ کر سکو گے عورتوں میں اور گو کہ تم کو حرص ہو پھر مت جھک پڑو (یعنی ایک پر) بالکل جھک پڑنا"۔ اس مقام پر فرمایا ہے کہ تم عدل نہیں کر سکنے کے، اگر عدل سے صرف مساوات نان و نفقہ و باری معین کرنے سے مراد ہوتی تو یہ بات ایسی نہ تھی جس کی نسبت کہا جاتا کہ تم ہرگز نہ کر سکو گے گو کہ اس کے کرنے کی حرص بھی کرو اس کے بعد میل قلبی کا ذکر فرمایا ہے جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ عدل میل قلبی کو شامل تھا، ممکن ہے کہ حدیث مذکورہ بالا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا
اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ
مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ
اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ
لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ
تَثْبِيْتًا (٦٩) وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ
مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا وَّلَهَدَيْنٰهُمْ
صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (٧٠) وَمَنْ
يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ
مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ
وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ
اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (٧١) ذٰلِكَ الْفَضْلُ
مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا (٧٢)
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ
فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا
جَمِيْعًا (٧٣) وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ
فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ
شَهِيْدًا (٧٤) وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ
مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ
كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا (٧٥)

اور اگر ہم اُن پر لکھ دیتے کہ مار ڈالو اپنے تئیں آپ
یا نکل جاؤ اپنے گھروں سے تو اُس کو نہ کرتے
مگر اُن میں سے چند، اور اگر وہ کرتے جس سے وہ
نصیحت دیئے گئے ہیں تو البتہ ہوتا اُن کے لیے
اچھا اور بہت زیادہ ثابت (قدم) رہنا (۶۹)
اور اُس وقت البتہ ہم اُن کو دیتے اپنے پاس سے
ثواب بڑا اور البتہ ہم اُن کو ہدایت کرتے رستہ
سیدھا (۷۰) اور جس نے کہ اطاعت کی
اللہ کی اور رسول کی تو وہ لوگ اُن لوگوں کے
ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی
نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں، اور صالحوں
کے (ساتھ) اور یہ لوگ اچھے رفیق
ہیں (۷۱) یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے
اور کافی ہے اللہ جاننے والا (۷۲) اے لوگو
جو ایمان لائے ہو لو اپنا بچاؤ پھر نکلو ٹکڑے
ٹکڑے یا اکٹھے ہو کر (۷۳) اور بیشک تم میں سے
وہ شخص ہیں کہ دیر کرتے ہیں پھر اگر پہنچتی ہے
تم کو مصیبت کہتا ہے کہ بیشک اللہ نے مجھ
پر احسان کیا جب کہ میں اُن کے ساتھ موجود
نہ تھا (۷۴) اور اگر تم کو پہنچتی ہے بھلائی اللہ
کی طرف سے تو کہتا ہے کہ گویا نہ تھی تم میں اور
اُس میں دوستی (کہ اُس کو بھی اپنے ساتھ لیجاتے) اے کاش
میں ہوتا اُن کے ساتھ تو کامیاب ہوتا بڑا کامیاب ہونا (۷۵)

اس آیت سے متعلق ہو +

غرضکہ قرآن مجید سے جو حکم پایا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ ایک جورو ہونی چاہیئے تعدد ازواج کی اجازت اسی وقت ہے کہ جب بمقتضائے فطرت انسانی و ضروریات تمدنی کے عقل و اخلاق و تمدن اُس کی اجازت دے اور خوف عدم عدل باقی نہ رہے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ
يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ
وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ
أَجْرًا عَظِيمًا (۷۴) وَمَا لَكُمْ
لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ
الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ
وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا
أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ
الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا
مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا
مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (۷۵) الَّذِينَ
آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ
الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (۷۶)

پھر چاہئے کہ لڑیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو بیچ
ڈالتے ہیں دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے، اور
جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جاوے
یا غالب ہو تو البتہ ہم اس کو دینگے بڑا ثواب (۷۴)
اور کیا ہوا ہے تم کو کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ
میں اور کمزوروں کے (بچانے کے لئے)
مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو کہتے
ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو نکال
اس شہر سے کہ ظلم کرنے والے ہیں اس کے
لوگ اور کر ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی
والی اور کر ہمارے لئے اپنے پاس سے
کوئی مددگار (۷۵) جو لوگ ایمان لائے ہیں
لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو لوگ کافر ہیں
لڑتے ہیں گمراہ کرنے والوں کی راہ میں
پھر لڑو شیطان کے دوستوں سے بیشک
شیطان کا مکر بودا ہے (۷۶)

لفظ "و ما ملکت ایمانکم" اُن عورات سے متعلق ہے جو قبل اس کے نکاح میں آچکی ہوں یا بموجب رسم جاہلیت کے بطور ملک یمین لوگوں کے پاس ہوں مگر بعد کو مذہب اسلام نے اُس رسم جاہلیت کو موقوف کر دیا جہاں فرمایا کہ "فاما منا بعد و اما فداء" پس اُس کے بعد کوئی انسان کسی انسان کا ملک یمین نہیں ہوسکتا۔ اس باب میں میرا مستقل رسالہ ہے "بتبریۃ الاسلام عن شین الامۃ والغلام" جس کسی کو مستوجب بحث دیکھنی ہو اُس کو دیکھے اور میں اپنی اس تفسیر میں بھی مذکورہ بالا آیت کے تحت میں بالاجمال اُس کا ذکر کرونگا انشاء اللہ تعالے ؏

(۳۸) (ان تبتغوا باموالکم) یہ آیت بھی منجملہ ان آیتوں کے ہے جس کی تفسیر میں مجھ کو تمام مفسرین اور علمائے متقدمین سے اختلاف ہے۔ تمام مفسرین اس آیت کو آیت متعہ کہتے ہیں یعنی اس آیت میں متعہ کے جائز ہونے کا حکم ہے۔ متعہ کے یہ معنی ہیں کہ ایک مرد ایک عورت سے

وھی المتعۃ عبارۃ عن ان یستاجر الرجل المراۃ بمال معلوم الی اجل معین فیجامعھا۔
(تفسیر کبیر)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ
كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ
وَآتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا
كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ
إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ
يَخْشَوْنَ النَّاسَ
كَخَشْيَةِ اللّٰهِ
أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوا
رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ
لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ قُلْ
مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ
لِمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا (٧٩)
أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ
وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ
وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هٰذِهِ
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ
سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هٰذِهِ مِنْ عِنْدِكَ
قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ
هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ
يَفْقَهُونَ حَدِيثًا (٨٠) مَا أَصَابَكَ
مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا أَصَابَكَ
مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ وَأَرْسَلْنٰكَ
لِلنَّاسِ رَسُولًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ
شَهِيدًا (٨١)

کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کہا گیا کہ روک رکھو اپنے ہاتھ (یعنی مت لڑو اس لئے کہ اب لڑائی نہیں ہے) اور پڑھو نماز اور دو زکوٰۃ (تو اس بات کو خوشی خوشی قبول کرتے ہیں) پھر جب لکھا گیا اُن پر لڑنا (یعنی جب پھر لڑائی کا وقت آیا) تو ایک گروہ اُن میں سے آدمیوں سے ڈرتا ہے جیسے کہ خدا کا ڈر ہو یا خدا کے ڈر سے بھی زیادہ، اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے کیوں لکھی ہم پر لڑائی، کیوں تو نے تھوڑے وقت تک ہم کو اور مہلت نہ دی، کہہ دے (اے پیغمبر) کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت کا (فائدہ) بہتر ہے اُس شخص کے لئے جس نے پرہیزگاری کی اور نہ ظلم کئے جاؤ گے باریک تاگے کی برابر بھی (٧٩)
جہاں کہیں تم ہو گے پکڑ لیگی تم کو موت اور گو کہ تم مضبوط برجوں میں ہو، اور اگر اُن کو پہنچتی ہے بھلائی تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر اُن کو پہنچتی ہے بُرائی تو کہتے ہیں کہ یہ تیرے سبب سے ہے، کہہ دے اے پیغمبر کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے، پھر کیا ہے اُس قوم کو کہ بات کو سمجھتی ہوئی نہیں لگتی (٨٠)
جو کچھ کہ تجھ کو پہنچا ہے بھلائی سے تو اللہ کی طرف سے ہے اور جو کچھ کہ تجھ کو پہنچا ہے بُرائی سے تو خود تیری طرف سے ہے اور ہم نے بھیجا تجھ کو لوگوں کے لئے پیغام پہنچانے والا اور کافی ہے اللہ گواہی کو (٨١)

میعاد معین کے لئے مثلاً ایک شب کے لئے بعوض مال معین کے مثلاً دس روپیہ کی اُجرت ٹھیرا لے اور اُس سے اُس میعاد تک مباشرت کرے. جیسا کہ اس زمانہ میں بے حیا عورتوں سے بے حیا مردوں کا عام دستور ہے ٭

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ
اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ
عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (۸۲) وَيَقُوْلُوْنَ
طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ
بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ
تَقُوْلُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (۸۳) اَفَلَا
يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ
مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا
فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (۸۴) وَاِذَا
جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ
اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ
اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ
لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا (۸۵)
فَقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ
اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ
عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ
تَنْكِيْلًا (۸۶)

جس شخص نے اطاعت کی رسول کی تو بیشک اس نے
اطاعت کی اللہ کی اور جو پھر گیا تو ہم نے نہیں بھیجا
تجھ کو اُن پر نگہبان (۸۲) اور کہتے ہیں فرمانبردار
ہیں پھر جب تیرے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ایک گروہ
اُن میں سے گھر میں بیٹھ کر سوچتا ہے اُس کے سوا
جو تو کہتا ہے۔ اور خدا لکھ لیتا ہے جو کچھ وہ گھر
میں بیٹھ کر سوچتے ہیں، پھر بے پرواہی کر اُن سے
اور توکل کر اللہ پر اور کافی ہے اللہ کام سنوارنے والا (۸۳)
پھر کیا وہ نہیں سمجھتے قرآن کو اور اگر خدا کے سوا اور
کسی کے پاس سے ہوتا تو وہ بیشک اُس میں بہت
اختلاف پاتے (۸۴) اور جب اُن کے پاس کوئی
بات امن کی یا خوف کی آتی ہے تو اُس کو مشہور
کرتے ہیں اور اگر اُس کو رسول تک لیجاتے یا اُن
میں سے حکم والوں تک تو البتہ اُس کو جان لیتے
اُن میں سے وہ لوگ جو اُس میں سے ٹھیک بات
نکال سکتے اور اگر خدا کا فضل تم پر نہ ہوتا اور اُس کی
رحمت تو البتہ تم پیروی کرتے شیطان کی مگر چند (۸۵)
پس لڑ اے محمد اللہ کی راہ میں، تو (اوروں کے فعل کا) ذمہ دار
نہیں کیا جاتا مگر خود اپنا اور (رغبت دے) مسلمانوں کو رغبت
دلا قریب ہے کہ اللہ اُن لوگوں کی دہشت کو کھو دیگا جو
کافر ہیں اور اللہ بہت سخت دہشت والا ہے اور بہت سخت
سزا دینے والا (۸۶)

علماء کا اتفاق ہے کہ ابتدائے اسلام میں متعہ جائز تھا اور اس باب میں کہ وہ بدستور جائز
ہے یا ممنوع یا منسوخ ہوگیا ہے اختلاف ہے، گروہ کثیر امت کا یہ قول ہے کہ اس آیت میں تو
بلاشبہ جواز متعہ کا حکم ہے لیکن یہ حکم منسوخ ہوگیا ہے، مگر جن تقریرات سے اس کے نسخ کا استدلال کرتے
ہیں وہ استدلال میری دانست میں نہایت ضعیف ہے +
اور گروہ قلیل امت کا یہ قول ہے کہ حکم جواز متعہ بدستور بحال و غیر منسوخ ہے، ابن عباسؓ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً
يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ
شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ
مِّنْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
مُّقِيْتًا (۸۷) وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ
فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
حَسِيْبًا (۸۸) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
لَا رَيْبَ فِيْهِ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ
اللّٰهِ حَدِيْثًا (۸۹) فَمَا لَكُمْ
فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ
بِمَا كَسَبُوْا اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا
مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ
اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا (۹۰) وَدُّوْا
لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ
سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ
اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ
وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ
وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا
نَصِيْرًا (۹۱)

جو کوئی سفارش کریگا اچھی بات کی سفارش تو اُس اچھی بات میں اُس کا بھی حصہ ہوگا اور جو کوئی سفارش کریگا بُرے کام کی سفارش تو اُس بُرے کام کا اُس پر بھی بوجھ ہوگا اور اللہ ہر چیز پر طاقت والا ہے (۸۷) اور جب تم کو دعا دیجاوے سلامتی کی دعا تو اُس سے بہتر سلامتی کی دعا دو یا اُسی دعا کو اُلٹ کر کہو بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے (۸۸) اللہ، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی بیشک اکٹھا کریگا تم کو قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچ بات کہنے والا (۸۹) پھر (اے مسلمانوں) تم کو کیا ہے کہ منافقوں (کی مدارات کرنے اور نہ کرنے) میں دو فرقے ہوگئے ہو اور اللہ نے اُن کو سرنگوں کیا اُس چیز سے جو اُنہوں نے کمائی کیا تم ارادہ کرتے ہو کہ ہدایت کرو اُس کو جس کو اللہ نے گمراہ کیا اور جس کو گمراہ کرے اللہ تو ہرگز تو نہ پاویگا اُس کے لئے کوئی رستہ (۹۰) چاہتے ہیں (منافق) کہ تم بھی کافر ہوتے جیسے کہ وہ کافر ہیں تو تم بھی برابر ہو جاتے پھر اُن میں سے کسی کو دوست مت ٹھیراؤ جب تک وہ ہجرت کریں اللہ کی راہ میں پھر اگر پھر جاویں تو اُن کو پکڑو اور اُن کو مار ڈالو جہاں اُن کو پاؤ اور مت ٹھیراؤ اُن میں سے کسی کو دوست اور مددگار (۹۱)

اس میں مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت تو جواز متعہ کی ہے بلا کسی قید کے۔ اور ایک روایت میں اُس کا جواز بحالت اضطرار بیان ہُوا ہے، جیسے کہ مردار و سُور کا گوشت حالت اضطرار میں کھا لینا جائز ہے۔ اور ایک روایت میں بیان ہُوا ہے کہ ابن عباس نے تسلیم کیا کہ حکم جواز منسوخ ہوگیا ہے۔ عمران بن حصین اُس کے جواز کے قائل تھے اور کہتے تھے کہ جواز متعہ کی آیت قرآن میں موجود ہے اور اُس کے بعد کوئی ایسی آیت ہے جس سے حکم جواز متعہ منسوخ

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ﴿۹۲﴾ سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَن يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا فَإِن لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿۹۳﴾

مگر اُن لوگوں کو (مت پکڑو اور مت مارو) جو اس قوم سے جا ملیں جس سے تم میں اور اُن میں قول قرار ہوگیا ہے یا تمہارے پاس آویں (اور) اُن کے دل میں یہ بات نہ رہی ہو کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں، اور اگر خدا چاہتا تو البتہ اُن کو تم پر مسلط کرتا پھر ضرور تم سے لڑتے: پھر اگر وہ تم سے (یعنی تمہارے مقابلہ سے) علحدہ ہو جاویں اور تم سے نہ لڑیں اور تم سے صلح کا پیغام ڈالیں تو پھر اللہ نے اُن پر تمہارے لئے کوئی رستہ نہیں بنایا ہے ﴿۹۲﴾ اور تم اور قوموں کو پاؤ گے کہ یہ چاہتی ہیں کہ تم سے امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں، جب کبھی وہ فساد کی طرف پھیرے جاتے ہیں تو اُس میں نگونسار ہوتے ہیں پھر اگر تمہارے مقابلہ سے علحدہ نہ ہوں اور تم سے صلح کا پیغام ڈالیں اور (لڑائی سے) اپنا ہاتھ نہ روکیں تو اُن کو پکڑو اور اُن کو مار ڈالو جہاں اُن کو پاؤ، اور یہی لوگ ہیں جن پر (یعنی جن کے پکڑنے یا قتل کرنے پر) ہم نے تم کو صریح حجت دی ہے ﴿۹۳﴾

ہوا ہو نازل نہیں ہوئی۔ اور شیعہ حضرت علی مرتضےٰ سے جواز متعہ کی بہت سی روایتیں بیان کرتے ہیں، مگر اہلسنت وجماعت کے ہاں حضرت علی مرتضےٰ سے کوئی معتبر روایت جواز متعہ پر منقول نہیں ہے۔ محمد بن جریر الطبری نے اپنی تفسیر میں حضرت علی سے یہ روایت لکھی ہے کہ ”اگر عمر لوگوں کو متعہ کرنے سے منع نہ کرتے تو بجز کسی بدبخت کے کوئی زنا نہ کرتا“۔ اور محمد بن الحنیفہ سے جو حضرت علی کے بیٹے ہیں یہ روایت ہے کہ ”حضرت علی مرتضےٰ ابن عباس پاس گئے جو جواز متعہ کا فتوے دیتے تھے اور فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع کیا ہے“ ✦

میرے نزدیک علماء مفسرین کا اس آیت سے حکم جواز متعہ پر استدلال کرنا محض غلط ہے، بلکہ اس آیت سے علانیہ متعہ کے امتناع کا حکم پایا جاتا ہے۔ تمام تاریخوں اور قدیم کتابوں سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا
إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً
فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ
مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا
فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ
مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ
مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ
مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ
اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۹۴﴾
وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ
جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ
عَذَابًا عَظِيمًا ﴿۹۵﴾

اور کسی مسلمان کو لائق نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو مار ڈالے
مگر چوک سے، اور جو کوئی کسی مسلمان کو چوک سے مار ڈالے
تو (اُس کا کفارہ ہے) آزاد کرنا مسلمان بردہ کا اور خونبہا
کا دیا جانا اُس کے لوگوں کو مگر یہ کہ وہ (خونبہا کا دیا جانا)
معاف کر دیں، پھر اگر (وہ شخص جو مارا گیا ہے) تمہاری دشمن قوم
میں سے ہو اور وہ مسلمان ہو تو (اُس کا کفارہ ہے) آزاد کرنا
مسلمان بردہ کا، اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو کہ تم میں اور
اُن میں قول قرار ہو گیا ہے تو (اُس کا کفارہ ہے) خونبہا
کا دیا جانا اُس کے لوگوں کو اور آزاد کرنا مسلمان بردہ
کا، پھر جو شخص (مسلمان بردہ) نہ پائے تو اُس کا (بدلہ
ہے) پے در پے دو مہینے کے روزے معافی چاہنے کو اللہ
سے، اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ﴿۹۴﴾
اور جو کوئی مسلمان کو عمداً مار ڈالے تو اُس کی
سزا جہنم ہے ہمیشہ اُس میں رہیگا خدا اُس پر
غصہ ہوا اور اُس کو لعنت کی اور اُس کے لئے
طیار کیا بڑا عذاب ﴿۹۵﴾

پایا جاتا ہے کہ ہر ایک قوم میں قدیم زمانہ سے اس قسم کی عورتیں تھیں جو یہی پیشہ کرتی تھیں، کہ لوگوں سے اُجرت ٹھیرا کر اُن کو اپنے ساتھ مباشرت کرنے دیتی تھیں، جیسے کہ اس زمانہ میں بھی ایسی عورتیں پائی جاتی تھیں، جن کو بلحاظ اُن کے حالات کے خانگیاں اور کسبیاں کہتے ہیں، یہودیوں میں فارسیوں میں بلکہ تمام قوموں میں اس قسم کی عورتیں تھیں، عرب میں بھی قبل اسلام اور ابتدائے اسلام میں اور شاید اُس کے بعد بھی ایسی عورتوں کا وجود تھا، اور شاید اب بھی ہو یا اُس کی ظاہری صورت میں کچھ تبدیلی واقع ہوئی ہو۔ یہ طریقہ اور فعل بجز اس وجہ سے نکلا تھا کہ مردوں کو اپنی مستی جھاڑنے کا موقع ملے۔ تزوج میں اور اس طرح پر متعہ یعنی اُجرت سے کام نکالنے میں فی نفسہ کوئی فرق نہ تھا، اس لئے کہ مہر اور اجرت حقیقۃً ایک ہی شے ہے رضا و معاہدہ دونوں حالت میں ایک ہی حقیقت رکھتا ہے، متعہ میں میعاد کا معین ہو جانا اور تزوج میں تعین میعاد کا اختیار زوج کے ہاتھ میں رہنا، یا میعاد کا معلوم ہونا مگر اُس کی تعداد کا نا معلوم ہونا کہ کب موت آئیگی حقیقت معاہدہ میں کوئی معتد بہ تبدل نہیں کرتا۔ پس ان دونوں میں جو حقیقۃً

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا
لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ
مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ
كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ
قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ
فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرًا ﴿۹۶﴾ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ
وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ
اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ
دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ
وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى
الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۷﴾
دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۸﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم کوچ کرو اللہ کی راہ میں
تو تحقیق کرو (مسلمانوں اور کافروں کی) اور مت کہو
اُس شخص کو جس نے تم سے سلام علیک کی ہے کہ تو
مسلمان نہیں ہے تم چاہتے ہو دولت دنیا کی زندگی
کی تو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں، تم ایسے ہی
تھے اس سے پہلے پھر مہربانی کی اللہ نے تم پر پس تحقیق
کرلو، بیشک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے
خبردار ہے ﴿۹۶﴾ مسلمانوں سے بیٹھ رہنے والے
سوائے ناکاروں کے، اور اللہ کی راہ میں اپنے مال
اور اپنی جان سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں،
بزرگی دی ہے اللہ نے اپنے مال اور اپنی جان
سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر
مرتبہ میں، اور ہر ایک سے اللہ نے اچھا
وعدہ کیا ہے، اور بزرگی دی ہے اللہ نے
جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر
اجر عظیم دینے سے ﴿۹۷﴾ اپنی طرف
سے درجے دئے ہیں اور بخشش
اور رحمت، اور اللہ بخشنے والا
ہے رحم والا ﴿۹۸﴾

فرق تھا وہ یہی تھا کہ تزوج سے مقصود دراصل احصان یعنی پاکدامنی اور نیکی تھی، اور متعہ سے صرف مستی جھاڑنی، کیونکہ اس سے اُس کے مرتکب کو بجز سفح منی کے اور کوئی مقصود نہیں ہوتا پس اسی کو خدا تعالیٰ نے منع کیا جہاں فرمایا کہ "ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین" یعنی تم بعوض اپنے مال کے آزاد عورتوں کو نکاح کرنے کے لئے تلاش کرو اور اُن سے نکاح کرنا پاک دامنی رکھنے کی غرض سے ہو نہ مستی جھاڑنے کی غرض سے۔ مطلب آیت کا صرف محصنین کے لفظ پر ختم ہو گیا تھا۔ غیر مسافحین کا لفظ صرف اسی طریقہ متعہ کے منع کرنے کو کہا گیا ہے جو نہایت بے حیائی اور بد اخلاقی سے رائج تھا، "انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا" پس اس آیت سے متعہ کا امتناع پایا جاتا ہے نہ اُس کا جواز

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
ظَالِمِيٓ أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ
قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ
قَالُوٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ
وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا
فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ
وَسَآءَتْ مَصِيرًا (۹۹)
إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ
حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا
فَأُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَن يَعْفُوَ
عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُورًا (۱۰۰)
وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَجِدْ
فِي الْأَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً
وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِرًا
إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ
الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى
اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (۱۰۱)
وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ
الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ
الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكٰفِرِينَ كَانُوا
لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا (۱۰۲)

بیشک وہ لوگ جن کی روح فرشتے قبض کرتے ہیں
کہ اُنہوں نے اپنے پر آپ ظلم کیا ہے (یعنی منافقوں نے)
تو فرشتے کہتے ہیں تم کس میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم
اُس ملک میں لاچار تھے (فرشتے) کہتے ہیں کیا خدا کی
زمین وسیع نہ تھی تاکہ تم اپنا ملک چھوڑ کر وہاں چلے جاتے
پس یہی لوگ ہیں کہ اُن کے رہنے کی جگہ جہنم ہے
اور بُری جگہ ہے (۹۹) مگر مردوں اور عورتوں
اور لڑکوں میں سے جو لاچار ہیں نہیں کرسکتے کوئی
حیلہ اور نہ پاتے ہیں کوئی رستہ تو یہی لوگ
ہیں کہ جلد اللہ اُن کو معاف کریگا اور اللہ
معاف کرنے والا ہے بخشنے والا (۱۰۰)
اور جو کوئی کہ ہجرت کرے اللہ کی راہ میں
پاویگا زمین میں رہنے کی بہت جگہ اور کشایش
اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے اللہ کے اور
اُس کے رسول کے لئے ہجرت کرکے
پھر اُس کو موت لے لیوے تو بیشک اُس کا
اجر دینا اللہ کے ذمہ ہے اور اللہ بخشنے
والا ہے رحم والا (۱۰۱) اور جب کہ تم
کوچ کرو ملک میں تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے
کہ قصر کرو نماز میں سے، اگر تم کو ڈر ہو کہ
فساد کرینگے تم سے وہ لوگ جو کافر ہیں
بیشک کافر تمہارے لئے دشمن علانیہ
ہیں (۱۰۲)

جیسے کہ غلطی سے علمائے اسلام نے خیال کیا ہے +

باقی رہی روایتیں، جن میں سے بعض سے بجز اس کے اور کچھ نہیں پایا جاتا کہ مکہ کی عورتیں بن سنور کر نکلتی تھیں جیسے اب بھی اس قسم کی عورتیں میلوں [illegible]

روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم مکۃ فی عمرتہ تزین نساء مکۃ فشکا اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم طول العزوبۃ فقال استمتعوا من ھذہ النساء (تفسیر کبیر)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَوٰةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰٓ أَن تَضَعُوٓا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (١٠٢)

اور اے (پیغمبر) جب کہ تو اُن میں ہو اور تو نے اُن کے لئے جماعت کی نماز کھڑی کی ہو تو چاہئے کہ ایک گروہ اُن میں سے تیرے ساتھ کھڑا رہو (یعنی ایسے موقع پر کہ کعبہ کی طرف مُنہ کرنے سے دشمن کی طرف پیٹھ ہو جاتی ہو جیسے کہ ذات الرقاع کی لڑائی کا موقع تھا) اور چاہئے کہ لے لیں اپنے ہتیار پھر جب (پہلے گروہ کے لوگ) سجدہ کر لیں تو اُن کو چاہئے کہ تمہارے یعنی دوسرے گروہ کے آگے ہو جاویں (یعنی دشمن کی طرف مُنہ کرکے کھڑے ہو جاویں) اور چاہئے کہ آوے گروہ دوسری جس نے کہ نماز نہیں پڑھی تھی (اور دشمن کی طرف مُنہ کئے ہوئے کھڑے رہے تھے) پھر چاہئے کہ وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ اور چاہئے کہ لیں اپنی حفاظت اور اپنے ہتیار، اور جو لوگ کہ کافر ہیں چاہتے ہیں کہ اگر تم غافل ہو جاؤ اپنے ہتیاروں اور اپنے اسباب سے تو ٹوٹ پڑیں تم پر ٹوٹ پڑنا ایک ساتھ، اور تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اگر تم کو کچھ اذیت ہو، مینہ سے یا تم بیمار ہو کہ اپنے ہتیار رکھ دو، اور لو اپنی حفاظت بیشک اللہ نے طیار کیا ہے کافروں کے لئے عذاب رسوا کرنیوالا (۱۰۳)

مجموں میں بناؤ سنگار کرکے بیٹھتی ہیں اور اُن سے متعہ کرنے کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تھی، وہ سب روایتیں محض بیہودہ و لغو ہیں۔ جس قدر حدیثیں جواز متعہ پر بیان ہوئی ہیں اور جس قدر کہ اُس کی منسوخی یا بحالی کی نسبت منقول ہیں اُن میں سے ایک بھی لائق التفات اور قابل تسلیم نہیں ہے۔ کیونکہ اُن میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔ متعہ پر جو بحث شروع ہوئی ہے وہ اسی آیت کی بنا پر ہوئی ہے، کہ علماء مفسرین نے غلطی سے سمجھا کہ اس آیت سے جواز متعہ نکلتا ہے۔ پھر ایک گروہ اُس کا مخالف ہوا اُس نے اُس کی منسوخی ثابت کرنے پر توجہ کی

۵۱ صف جنگ میں مقتدیوں کو اگر موقع نماز کا ہو تو صرف ایک رکعت نماز کی فرض ہے اور اگر اس کا بھی موقع نہ ہو تو صرف اشارہ ہی سے بلا لحاظ سمت قبلہ کافی ہے اور اگر اتنی بھی فرصت نہ ہو تو قضا کرنا جائز ہے ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا
اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ
فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوْا
فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ اِنْ تَكُوْنُوْا
تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا
تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا
يَرْجُوْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٠٤﴾
اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ
بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ
اَرٰىكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ
خَصِيْمًا وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا
تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا
اَثِيْمًا ﴿١٠٧﴾ يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ
وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ
مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى
مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ
مُحِيْطًا ﴿١٠٩﴾

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور
بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے، پھر جب تم کو اطمینان
ہو جاوے تو قایم کرو نماز کو، بیشک نماز
مسلمانوں پر لکھی گئی ہے معین وقتوں
پر ﴿۱۰۳﴾ اور سستی مت کرو اُس قوم یعنی
کافروں کے پیچھا کرنے میں، اگر تم کو تکلیف
ہوتی ہے تو بیشک وہ بھی تکلیف اُٹھاتے ہیں
جیسے کہ تم تکلیف اُٹھاتے ہو اور تم اللہ سے امید رکھتے
ہو اُس چیز کی کہ وہ اُس کی اُمید نہیں رکھتے، اور اللہ
جاننے والا ہے حکمت والا ﴿۱۰۴﴾ بیشک ہم نے بھیجی ہے
تجھ پر کتاب برحق تاکہ تو لوگوں میں حکم کرے اُس چیز سے
کہ دکھائی ہے تجھ کو اللہ نے، اور نہ ہو خیانت کرنے والوں
کے لیے جھگڑنے والا، اور معافی مانگ اللہ سے بیشک
اللہ بخشنے والا ہے مہربان ﴿۱۰۶﴾ اور مت جھگڑا
کر اُن لوگوں کی طرف سے جو خیانت اپنے دلوں میں
کرتے ہیں، بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا اُس کو جو کہ خیانت
کرنے والا گنہگار ہو ﴿۱۰۷﴾ چھپاتے ہیں لوگوں سے اور نہیں
چھپا سکتے اللہ سے اور وہ اُن کے پاس ہے جب
وہ تم میں بیٹھ کر مشورہ کرتے ہیں اُس کا جس بات کو
اللہ پسند نہیں کرتا اور جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں اللہ
اُس پر حاوی ہے ﴿۱۰۸﴾

اور اُس کی تائید پر ناسخ حدیثیں موجود ہو گئیں اور اُس کے مؤیدین نے اُس کے جواز کی حدیثیں گھڑ لائیں اس شیعہ کی پشت پناہ تو جناب علی مرتضیٰ ہیں ہی اُنھوں نے سچ جھوٹ جو چاہا اب المظلوم علیہا السلام پر تہمت دھر دی۔ البتہ اگر اس آیت سے حکم امتناع متعہ تسلیم کیا جاوے جو اُس زمانہ میں عرب میں مروج تھا تو وہ روایتیں جن میں بلا ذکر نسخ صرف حکم امتناع متعہ ہے تائید اس آیت کے قابل ترجیح یا لایق اعتماد تصور ہو سکیں گی اور خیال ہو سکتا ہے کہ بعد نزول اس آیت کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ مروجہ کا امتناع کیا ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

هَٰٓأَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ جَٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا فَمَن يُجَٰدِلُ ٱللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا (۱۰۹) وَمَن يَعْمَلْ سُوٓءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُۥ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ يَجِدِ ٱللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا (۱۱۰) وَمَن يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُۥ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (۱۱۱) وَمَن يَكْسِبْ خَطِيٓـَٔةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِۦ بَرِيٓـًٔا فَقَدِ ٱحْتَمَلَ بُهْتَٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا (۱۱۲) وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُۥ لَهَمَّت طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ أَن يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِن شَىْءٍ وَأَنزَلَ ٱللَّهُ عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (۱۱۳)

ہاں تم وہ لوگ ہو کہ دُنیا کی زندگی میں اُن کی طرف سے جھگڑتے ہو، پھر کون اُن کی طرف سے قیامت کے دن اللہ سے جھگڑیگا، کیا کوئی ہوگا اُن پر وکیل (۱۰۹) اور جو کوئی بُرا کام کرے یا اپنے آپ پر ظلم کرے پھر اللہ سے معافی چاہے تو اللہ کو پاویگا معاف کرنے والا رحم والا (۱۱۰) اور جو کوئی گناہ کماتا ہے تو اُس کے سوا کچھ نہیں کہ اُس کو کماتا ہے اپنے لئے آپ اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا (۱۱۱) اور جو شخص کوئی خطا یا گناہ کرتا ہے پھر اُس کی تہمت کسی بے گناہ پر ڈالتا ہے تو بیشک اُس نے اُٹھایا (بوجھ) علانیہ بہتان اور گناہ کا (۱۱۲) اور اگر خدا کا فضل تجھ پر نہ ہوتا اور اُس کی رحمت تو البتہ قصد کیا تھا اُن میں سے ایک گروہ نے کہ تجھ کو (ایک چور کا مقدمہ فیصل کرنے وقت انصاف کرنے میں) بہکا دیویں ، اور وہ نہیں بہکاتے مگر اپنے آپ کو اور تجھ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچاتے اور اللہ نے تجھ پر کتاب و حکمت نازل کی ہے اور تجھ کو وہ سکھایا ہے جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے (۱۱۳)

جب کہ ہم روایات متعلق متعہ کو صحیح تسلیم نہیں کرتے تو ضرور تہ یہ لازم آتا ہے کہ ہم اس بات کو بھی کہ متعہ کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جواز کا حکم دیا ، ابن عباس اور عمران بن حصین نے یہ کہا اور علی مرتضے نے یہ فرمایا تسلیم نہیں کرتے ، اور جو تفسیر اس آیت کی ہم نے بیان کی اُس کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُن بزرگوں کے اقوال کے برخلاف ہے ۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سوائے ہمارے تمام مفسرین علمائے متقدمین آیت کے معنی اُلٹے سمجھے ، مگر اس کہنے کی ہم کو کچھ پرواہ نہیں ہے ۔ غرض کہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ متعہ کا طریقہ اسلام نے پیدا نہیں کیا بلکہ وہ قدیم سے جاری تھا اسلام نے اُس کو منع کیا گو کہ ابتدائے زمانہ اسلام میں بھی جاری رہا ہو ۔ بہت سے رواج زمانہ جاہلیت کے ایسے تھے جو زمانہ ابتدائی اسلام میں رائج تھے بعد کو ممنوع ہوئے متعہ بھی اُن میں ہے ÷

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ
إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ
أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ
ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ
فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (۱۱۴)
وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ
مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ
سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ
وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (۱۱۵)
إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ
بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ
لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ
فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (۱۱۶)
إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا
وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا
مَّرِيدًا (۱۱۷) لَّعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ
لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا
مَّفْرُوضًا وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَ
لَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ
فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَ
لَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ
اللَّهِ وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا
مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا
مُّبِينًا (۱۱۸) يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا
يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا (۱۱۹)
أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا
يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا (۱۲۰)

کچھ بھلائی اُن کے بہت سے مشوروں میں نہیں ہے
مگر (اُس شخص کے مشورہ میں بھلائی ہے) جو خیرات
کرنے کو یا کوئی نیک بات کرنے کو کہے یا لوگوں میں
اصلاح کرائے اور جو شخص خدا کی رضامندی چاہنے
کے لئے ایسا کرے تو ہم جلد اُس کو بڑا اجر دینگے (۱۱۴)
اور جس شخص نے مخالفت کی رسول کی اُس کو ٹھیک
راہ ظاہر ہونے کے بعد، اور پیروی کرے اُس راہ
کی جو مسلمانوں کی نہیں، تو پھیر دینگے ہم اُس کو جدھر
وہ پھرا ہے اور ہم اُس کو پہنچا دینگے جہنم میں اور وہ بری
جگہ ہے (۱۱۵) بیشک اللہ نہیں معاف کرنے کا کہ شرک کیا
جائے اُس کے ساتھ اور بخشیگا اُس کے سوا جس کو چاہیگا، و
جو کوئی شرک کرے اللہ کے ساتھ تو بیشک وہ راہ سے
بھٹک گیا بہت دور بھٹکنا (۱۱۶) وہ (یعنی مشرک)
نہیں پکارتے اُس کے (یعنی اللہ کے) سوا بجز مونثوں
کے اور نہیں پکارتے بجز سرکش شیطان
کے (۱۱۷) لعنت کی ہے اُس پر اللہ نے، و
اُس نے کہا کہ البتہ میں لونگا تیرے بندوں سے مقرر
کیا ہوا حصہ اور البتہ میں اُن کو گمراہ کرونگا اور اُن کو
آرزوؤں میں ڈالونگا اور البتہ اُن کو حکم دونگا تا کہ وہ
چارپایوں کے جانوروں کے کان (میری نذر کیلئے)
چیریں اور میں اُن کو حکم دونگا تاکہ (میری بھینٹ
کے لئے) خدا کی پیدائش میں تغیر کردیں، اور جس نے
خدا کے سوا شیطان کو اپنا مربی بنایا تو بیشک وہ ٹوٹے
میں پڑا علانیہ ٹوٹے میں پڑنا (۱۱۸) اُن کو (شیطان) وعدہ
دیتا ہے آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان اُن کو وعدہ نہیں دیتا بجز فریب
کے (۱۱۹) یہی لوگ ہیں جن کی جگہ جہنم ہے اور نہ
پاوینگے اُس سے مخلصی (۱۲۰)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَآ اَبَدًا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا وَمَنْ
اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا (۱۳۱) لَيْسَ
بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ
الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا
يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (۱۳۲)
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ
ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ
وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا (۱۳۳) وَمَنْ
اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ
وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ
مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَاتَّخَذَ
اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (۱۳۴) وَلِلّٰهِ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا (۱۳۵)
وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاۗءِ قُلِ اللّٰهُ
يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي
الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ
لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ
تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ
مِنَ الْوِلْدَانِ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى
بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا (۱۳۶)

اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے عمل کئے ہیں ہم
اُن کو داخل کرینگے جنتوں میں بہتی ہیں اُن کے
نیچے نہریں ہمیشہ رہینگے اُن میں ہمیشہ ہمیش،
اللہ نے سچا وعدہ کیا اور کون ہے اللہ سے زیادہ
سچا بات میں (۱۳۱) نہ تمہاری آرزوؤں سے
اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں سے (کچھ ہوتا ہے)
جو کوئی بُرا کام کریگا اُس کا بدلا اُس کو دیا جاویگا
اور نہ پاویگا اپنے لئے سوائے خدا کے کوئی مربی
اور نہ کوئی مددگار (۱۳۲) اور جو کوئی اچھے کاموں
میں سے کریگا، مردوں میں سے یا عورتوں میں سے
اور وہ ایمان والا ہے تو یہی لوگ ہیں جو داخل
ہونگے جنت میں اور نہ ظلم کئے جاوینگے کھجور کی
گٹھلی کی ذرا برابر بھی (۱۳۳) اور کون دین کی راہ
سے اُس شخص سے اچھا ہے جس نے اپنے مُنہ کو خدا
کی اطاعت میں کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہے
اور پیروی کی ہے دین ابراہیم کی جو خالص خدا کا پوجنے
والا تھا، اور خدا نے ابراہیم کو دوست بنایا ہے (۱۳۴)
اور اللہ کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ
زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر محیط ہے (۱۳۵) تجھ سے
عورتوں کے باب میں حکم پوچھتے ہیں کہدے کہ اللہ
اُنکے باب میں حکم دیگا اور جو کچھ پڑھ سنایا جاتا ہے تم کو
کتاب میں تیمیہ عورتوں کے حق میں جن کو تم نہیں
دیتے جو اُن کے لئے لکھا گیا ہے اور رغبت کرتے
ہو کہ نکاح کرو اُن سے، اور بے بس لڑکوں کے
حق میں، اور اُس میں کہ تم یتیموں کے لئے انصاف
سے قائم رہو اور جو کچھ کہ تم کرتے ہو نیکی سے بیشک
اللہ اُس کا جاننے والا ہے (۱۳۶)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا
نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا
وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ
الشُّحَّ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ
اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (۱۲۷)
وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا
بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا
تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا
كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا
فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (۱۲۸)
وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِنْ
سَعَتِهِ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا (۱۲۹)
وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا
اللَّهَ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ
مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
وَكَانَ اللَّهُ غَنِيًّا حَمِيدًا (۱۳۰) وَ
لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا (۱۳۱) إِنْ يَشَأْ
يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ
بِآخَرِينَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ
قَدِيرًا (۱۳۲) مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ
الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا
بَصِيرًا (۱۳۳)

اور اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند سے کھنچے رہنے
یا بے التفاتی کرنے سے تو اُن دونوں پر کچھ
گناہ نہیں ہے کہ وہ دونوں آپس میں صلح کر لیں
کسی طرح کی صلح اور صلح اچھی ہے اور طیار کی گئی
ہیں طبیعتیں بخیلی پر اور اگر تم احسان کرو گے اور
خدا سے ڈرو گے تو بیشک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ
اُس پر خبردار ہے (۱۲۷) اور ہرگز تم طاقت نہیں رکھتے
کہ عدل کرو عورتوں میں اگرچہ تم حرص کرو اور پھر
جھک جاؤ (ایک طرف) بالکل جھک جانا کہ اُس کو چھوڑ
ادھر میں اور تم صلح کرلو اور خدا سے ڈرو تو بیشک
اللہ بخشنے والا ہے رحم والا (۱۲۸) اور اگر تم دونوں
چھوٹ جاؤ تو اللہ تم دونوں کو اپنے پاس سے کشائش
کرکے بے پرواہ کردیگا اور اللہ کشائش کرنے والا ہے
حکمت والا (۱۲۹) اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے
اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور بیشک ہم نے حکم دیا اُن لوگوں
جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور تم کو کہ ڈرو اللہ
سے اور اگر تم کفر کرو تو بیشک اللہ کے لئے ہے جو کچھ
کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور بیشک
اللہ بے پرواہ ہے تعریف کیا گیا (۱۳۰) اور اللہ
کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ
زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کام سنوارنے والا (۱۳۱) اگر چاہے تو
تم کو نیست کر دے اے لوگو اور اوروں کو موجود کر دے
اور اللہ ایسا کرنے پر قادر ہے (۱۳۲)
جو شخص دنیا کی بھلائی چاہتا ہے
تو اللہ کے پاس دُنیا اور آخرت
کی بھلائی ہے اور اللہ سُننے
والا ہے دیکھنے والا (۱۳۳)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا
قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ
لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ
اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ
اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ
اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى
اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۴﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ
نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ
الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّكْفُرْ
بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا
بَعِيْدًا ﴿۱۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا
ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا
كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ
وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۶﴾ بَشِّرِ
الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ﴿۱۳۷﴾
الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ
الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ
فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۸﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ
فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا
وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا
فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ
اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ
فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم قائم رہو انصاف پر
خدا کے لئے (سچ بات کو) ظاہر کرنے والے اور
گو کہ وہ خود تم کو نقصان پہنچانے والی ہو یا ماں باپ
او قرابت مندوں کو خواہ وہ دولتمند ہوں یا فقیر
پھر اللہ ان کے ساتھ (بنسبت تمہارے) زیادہ مہرباں
ہے اور تم اپنی خواہش کی پیروی مت کرو عدل کرنے
میں، اور اگر تم پیچ ڈالو یا منہ موڑ لو تو بیشک جو
کچھ تم کرتے ہو اللہ اس پر خبردار ہے ﴿۱۳۴﴾
اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے
رسول پر اور اس کی کتاب پر جو بھیجی گئی ہے اس سے پہلے
اور جس نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں
کے اور اس کی کتابوں کے اور اس کے رسولوں کے اور آخیر
دن کے تو بیشک وہ بھٹک گیا دور کے رستہ پر بھٹکنا ﴿۱۳۵﴾
بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے
پھر کافر ہوئے پھر بڑھ گئے کفر میں ہرگز نہ بخشے گا اللہ
ان کو اور نہ ہرگز بتا دیگا ان کو رستہ ﴿۱۳۶﴾ خوشخبری دے
منافقوں کو کہ بیشک ان کے لئے ہے عذاب دکھ
دینے والا ﴿۱۳۷﴾ وہ لوگ (یعنی منافق) جو ٹھیراتے ہیں
کافروں کو دوست مسلمانوں کے سوا کیا وہ ان کے
نزدیک عزت چاہتے ہیں پھر بیشک تمام عزت اللہ
کے لئے ہے ﴿۱۳۸﴾ اور بیشک ہم نے (حکم) بھیجا ہے
تم پر قرآن میں (سورۃ الانعام آیت ۶۰) کہ جب تم سنو کہ اللہ
کے احکام کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا جاتا
ہے تو تم ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ اس کے سوا اور
کسی بات میں لگ جائیں بیشک تم اس وقت (اگر تم ان میں بیٹھے
رہو تو) ان کی مانند ہوگے بیشک اللہ اکٹھا کرنے والا ہے منافقوں
اور کافروں کو جہنم میں سب کو ﴿۱۳۹﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ
كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا
اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَاِنْ كَانَ
لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْٓا اَلَمْ
نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ
مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ
بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَنْ
يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۰﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ
وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى
يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا
قَلِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ
لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۲﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ
اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ
اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۳﴾
اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ
وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ
اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ
الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۵﴾ مَا يَفْعَلُ
اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ
وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا
عَلِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

جو لوگ کہ تکتے رہتے ہیں تم کو پس اگر تمہارے لئے
فتح ہو اللہ کی طرف سے تو کہتے ہیں (تم سے) کیا
ہم نہ تھے تمہارے ساتھ اور اگر کافروں کے لئے
نصیب ہو تو کہتے ہیں (کافروں سے) کہ کیا ہم تم پر غالب
نہیں ہوئے تھے اور کیا ہم نے تم کو بچایا نہیں مسلمانوں
سے پھر اللہ تم میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا
اور ہرگز نہ دیگا کافروں کو مسلمانوں پر رستہ ﴿۱۴۰﴾
بیشک منافق اللہ کو فریب دیتے ہیں اور اللہ
ان کو فریب دینے والا ہے اور جس وقت (منافق)
نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو کھڑے ہوتے ہیں
کاہل دکھلاتے ہیں لوگوں کو اور اللہ کو نہیں یاد
کرتے مگر تھوڑا ﴿۱۴۱﴾ ڈھلتے رہتے ہیں اسی میں
نہ اُن لوگوں کی طرف اور نہ اُن لوگوں کی طرف
اور جس کو اللہ گمراہ کرے تو پھر تو ہرگز نہ پاویگا
اُس کے لئے کوئی رستہ ﴿۱۴۲﴾ اے لوگو جو ایمان
لائے ہو مت پکڑو کافروں کو دوست مسلمانوں
کے سوا کیا تم چاہتے ہو کہ کرو اللہ کے لئے اپنے
پر کھلی ہوئی حجت ﴿۱۴۳﴾ بیشک منافقین آگ کے
سب سے نیچے کے درجہ میں ہونگے اور تو نہ پاویگا
اُن کے لئے کوئی مدد کرنے والا ﴿۱۴۴﴾ مگر جن
لوگوں نے کہ توبہ کی اور صلاحیت اختیار کی اور اللہ
کو مضبوط پکڑا اور اپنے دین کو خالص اللہ کے لئے کیا
تو وہ لوگ ایمان والوں کے ساتھ ہیں اور جلد دیگا اللہ
ایمان والوں کو اجر عظیم ﴿۱۴۵﴾ کیا کریگا اللہ تم کو عذاب
دیکر اگر تم شکر کرو گے اور ایمان لاؤ گے اور
اللہ شکر کرنے والا (یعنی شکر کی قدر کرنے والا)
جاننے والا ہے ﴿۱۴۶﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ
الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا
اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَ
يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ
وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ
وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ
يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۹﴾
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ
وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا
مُّهِيْنًا ﴿۱۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ
وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ
مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ
اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا ﴿۱۵۱﴾ يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ
اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ
فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ
مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ
جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ
بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ
اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ
بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ
الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ
ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا
مُّبِيْنًا ﴿۱۵۲﴾

اللہ پسند نہیں کرتا ظاہر کرنا بری بات کا مگر اُس
شخص کا جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ سننے والا
ہے جاننے والا ﴿۱۴۷﴾ اگر تم ظاہر کرو بھلائی کو یا اُس
کو چھپاؤ یا درگذر کرو کسی برائی سے تو بیشک
اللہ معاف کرنے والا ہے قدرت والا ﴿۱۴۸﴾
بیشک جو لوگ کافر ہوئے اللہ اور اُس کے
رسولوں کے ساتھ اور چاہا کہ تفرقہ ڈالیں
اللہ میں اور اُس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں کہ
ہم ایمان لاتے ہیں بعض (پیغمبروں) پر اور نہیں
مانتے بعض کو اور چاہتے ہیں کہ لیویں اس کے
درمیان کوئی رستہ ﴿۱۴۹﴾ وہی لوگ کافر ہیں بیشک
اور ہم نے طیار کیا ہے کافروں کے لئے عذاب
ذلیل کرنے والا ﴿۱۵۰﴾ اور جو لوگ ایمان لائے
ہیں اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر اور اُنہوں نے
فرق نہیں کیا اُن میں سے کسی ایک میں یہ لوگ
ہیں کہ اُن کو جلد دیگا (اللہ) اُن کا اجر اور اللہ
معاف کرنے والا ہے رحم والا ﴿۱۵۱﴾ تجھ سے
چاہتے ہیں اہل کتاب کہ تو اُتار لاوے اُن پر ایک
کتاب آسمان سے پھر بیشک اُنہوں نے چاہا
تھا موسٰے سے اس سے بھی بڑا پھر کہنے لگے
کو دکھا دے ہمیں اللہ کو ظاہر میں پھر پکڑ لیا اُن کو
کڑک نے بسبب اُن کے ظلم کے پھر اُنہوں نے
بچھڑا بنا لیا اس کے بعد کہ اُن کے
پاس کھلے ہوئے احکام آ چکے تھے
پھر ہم نے اُن کو اس سے معاف
کیا اور دی ہم نے موسٰے کو روشن
حجت ﴿۱۵۲﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا (۱۵۴) فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (۱۵۵) وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا (۱۵۶) وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا (۱۵۷) بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (۱۵۸) وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا (۱۵۹)

اور ہم نے اُن کے اوپر طور کو اونچا کیا اُن سے قول قرار لینے کو اور ہم نے اُن کو کہا کہ اس دروازہ میں داخل ہو سجدہ کرتے ہوئے اور ہم نے اُن کو کہا کہ سبت کے احکام میں تجاوز نہ کرو اور ہم نے اُن سے لیا گاڑھا قول قرار (۱۵۴) پھر بسبب اُن کے اپنا قول قرار توڑنے کے اور اُن کے انکار کرنے کے اللہ کی نشانیوں سے اور اُن کے قتل کر ڈالنے کے نبیوں کو ناحق اور اُن کے کہنے کے کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں بلکہ اللہ نے اُن پر بسبب اُن کے کفر کے مہر کر دی ہے پھر ایمان نہیں لاتے مگر چند (۱۵۵) اور بسبب اُن کے کفر کے اور اُن کے کہنے کے مریم پر بہت بڑا بہتان (۱۵۶) اور اُن[1] کے کہنے کے کہ بیشک ہم نے قتل کر ڈالا مسیح عیسیٰ بیٹے مریم خدا کے رسول کو حالانکہ نہ انہوں نے اُن کو قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا و لیکن اُن پر (صلیب پر مار ڈالنے کی) شبیہ کر دی گئی اور جو لوگ کہ اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ البتہ اس بات میں اُس سے شک میں پڑے ہیں اُن کو اس کا یقین نہیں ہے بجز گمان کی پیروی کے اور اُنہوں نے اُن کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اُن کو اپنے پاس اُٹھا لیا اور اللہ غالب ہے حکمت والا (۱۵۸) اور نہیں کوئی اہل کتاب میں مگر یہ کہ یقین کر لیتا ہے[2] (یعنی حضرت عیسیٰ کے صلیب پر مارے جانے کا) قبل اپنے مرنے کے (یعنی بعد مرنے کے وہ جان لیگا کہ صلیب پر حضرت عیسیٰ کا مرنا غلط تھا) اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ اُن پر گواہ ہونگے (یعنی اہل کتاب کو اپنی زندگی میں جو عقیدہ تھا اُس کے برخلاف گواہی دینگے) (۱۵۹)

[1] دیکھو تفسیر جلد اول

[2] دیکھو اسی جلد میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا
عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ
وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
كَثِيْرًا ﴿۱۵۸﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا
وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ
اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ
اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا
اَلِيْمًا ﴿۱۵۹﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي
الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ
مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ
وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ
سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۰﴾
اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ
اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ
وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ
وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ
زَبُوْرًا ﴿۱۶۱﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ
عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ
عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى
تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ
وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ
لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ
بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا
حَكِيْمًا ﴿۱۶۳﴾

پس اُن لوگوں کے ظلم کے سبب جو یہودی ہیں
ہم نے حرام کیں اُن پر پاک چیزیں جو حلال کی
تھیں اُن کے لئے اور بہ سبب اُن کے روکنے
کے بہت لوگوں کو اللہ کے رستہ سے (۱۵۸)
اور اُن کے سود لینے سے حالانکہ بیشک اُن کو منع کیا
گیا تھا اُس سے اور اُن کے کھالینے کے لوگوں کے
مال کو فریب سے اور طیار کیا ہے ہم نے اُن میں سے
کافروں کے لئے عذاب دکھ دینے والا (۱۵۹) لیکن اُن میں
سے جو لوگ کہ علم میں مضبوط ہیں اور ایمان لانے والے
جو ایمان لاتے ہیں اُس پر جو بھیجا گیا ہے تجھ پر اور جو بھیجا
گیا ہے تجھ سے پہلے اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے
والے اور اللہ پر اور آخرت پر ایمان لانے والے وہ لوگ
ہیں کہ ہم دینگے اُن کو بڑا اجر عظیم (۱۶۰) بیشک
ہم نے وحی کی تجھ کو جیسے کہ وحی کی ہم نے نوح
کو اور نبیوں کو اُس کے بعد اور وحی کی ہم نے
ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب
اور اُس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب
اور یونس اور ہارون اور سلیمان کو اور
دی ہم نے داؤد کو زبور (۱۶۱) اور رسول ہیں کہ
بیشک ہم نے اُن کا حال اس سے پہلے تجھ پر
بیان کیا اور رسول ہیں کہ اُن کا حال ہم نے تجھ پر بیان
نہیں کیا اور بات کی اللہ نے موسےٰ سے ایک
طرح کی باتیں کرنی (۱۶۲) رسول خوشخبری دینے
والے اور ڈرانے والے ہیں تا کہ نہ ہو
لوگوں کو اللہ پر کچھ حجت رسولوں کے
بعد اور اللہ غالب ہے حکمت
والا (۱۶۳)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ
اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۵﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا
لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ
وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۶﴾
اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
اَبَدًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۷﴾
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ
بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا
لَّكُمْ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ
عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۸﴾ يٰٓاَهْلَ
الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ
وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ
اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى
مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا
بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ
اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ
وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ
وَكِيْلًا ﴿۱۶۹﴾

لیکن اللہ گواہی دیتا ہے اُس پر جو بھیجا ہے تجھ
پر بھیجا ہے اس کو اپنے علم سے اور فرشتے گواہی
دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ گواہی دینے والا (۱۶۴)
بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) روکا
اللہ کے رستہ سے بیشک وہ بھٹک گئے دور کے
رستہ سے بھٹکنا (۱۶۵) بیشک جو لوگ کافر ہوئے
اور ظلم کیا نہیں ہوگا کہ اللہ اُن کو معاف کرے
اور نہ اُن کو ہدایت کریگا کسی رستہ کی (۱۶۶)
مگر جہنم کے رستہ کی ہمیشہ رہینگے اُس میں ہمیشہ
اور یہ اللہ پر آسان ہے (۱۶۷) اے لوگو بیشک
آیا ہے تمہارے پاس رسول سچائی کے ساتھ
تمہارے پروردگار کی طرف سے پھر تم ایمان لاؤ
بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر تم کفر کروگے تو بیشک
اللہ کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور زمین
میں اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا (۱۶۸)
اے کتاب والو اپنے دین میں غُلو مت کرو اور مت
کہو اللہ پر بجز سچ کے اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ
مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا رسول اللہ کا ہے اور اُس کا
کلمہ ہے کہ ڈالا اُس کو مریم کی طرف اور روح ہے
اُس کی طرف سے پھر ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے
رسولوں پر اور مت کہو کہ تین خدا ہیں (اس کہنے سے)
باز رہو بہتر ہے واسطے تمہارے اس کے سوا کچھ
نہیں کہ اللہ ایک ہی اللہ ہے وہ پاک ہے
اس سے کہ ہوئے اُس کے کوئی بیٹا اُسی کے لئے
ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
کہ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کام
سنوارنے والا (۱۶۹)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿١٧٠﴾ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿١٧١﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٧٢﴾ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧٣﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿١٧٤﴾ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٧٥﴾

ہرگز ننگ نہیں کرنے کا مسیح کہ ہو بندہ اللہ کا اور نہ مقرب فرشتے (۱۷۰) اور جو کوئی کہ ننگ کرے اُس کی بندگی ہونے سے اور تکبر کرے تو اُٹھا بلاویگا اُن کو اللہ اپنے پاس اکٹھا (۱۷۱) پھر ہاں جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کئے ہیں بھرپور دیگا اُن کو اُن کا اجر اور زیادہ دیگا اُن کو اپنے فضل سے اور ہاں جنہوں نے ننگ کیا اور تکبر کیا تو اُن کو عذاب دیگا عذاب دکھ دینے والا (۱۷۲) اور وہ نہ پاوینگے اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار (۱۷۳) اے لوگو بیشک تمہارے پاس ایک دلیل تمہارے پروردگار کے پاس سے آئی ہے اور بھیجا ہے ہم نے تمہارے پاس نور روشن (یعنی قرآن) پھر ہاں جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اُس کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے تو جلد داخل کریگا اُس کو اپنی رحمت میں اور فضل میں اور پہنچاویگا اُن کو اپنی طرف کا سیدھا رستہ (۱۷۴) تجھ سے حکم پوچھتے ہیں کہہ اللہ تم کو حکم دیگا کلالہ میں (باپ اور اولاد کے سوا جو وارث ہیں اُن کو کلالہ کہتے ہیں اور اُس شخص کو بھی کہتے ہیں جو مر گیا ہو اور اُس کا باپ اور اُس کی اولاد میں سے کوئی وارث نہ ہو بلکہ اور رشتہ دار وارث ہوں) اگر کوئی شخص مر جاوے اور اُس کی اولاد نہ ہو اور اُس کی بہن ہو تو اُس کے لئے نصف حصہ ہے اُس چیز کا جو کچھ اُس نے چھوڑا ہے اور وہ یعنی بھائی بہن کے کل مال کا وارث ہوگا اگر نہ ہو اُس کے کوئی اولاد پھر اگر دو بہنیں ہوں تو اُن کے لئے دو ثلث ہیں اُس میں سے جو اُس نے چھوڑا ہے اور اگر ہوں چند بھائی بہن مرد اور عورت تو مرد کے لئے دو عورتوں کے حصہ کے برابر حصہ ہے ظاہر کر دیتا ہے اللہ تمہارے لئے گمراہی کو (تا کہ تم اس کو جانو اور گمراہ نہ ہو) اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (۱۷۵)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سُوْرَةُ الْمَائِدَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ
اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ
اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ
وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (۱)
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ
اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْىَ
وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَاۤ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ
الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ
وَرِضْوَانًا (۲) وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا
وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْ
كُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا
وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا
تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ (۳) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ
الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ
وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
اے لوگو جو ایمان لائے ہو پورا کرو اقراروں کو، حلال کئے گئے
ہیں تمہارے لئے چرنے والے چارپائے اُن کے سوا جن کو تم
سے بیان کرینگے (درحالیکہ تم) نہ حلال جاننے والے ہو شکار کو
جب کہ تم احرام باندھے ہوئے ہو، بیشک اللہ حکم کرتا ہے جو چاہتا
ہے (۱) اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت توڑو اللہ کے مقرر
کئے ہوئے حکموں کو اور نہ حرمت والے مہینے اور نہ کعبہ کو لیجانے
والے جانور اور نہ گلے میں پٹے ڈالے ہوئے جانور اور نہ حرمت والے
گھر (یعنی کعبہ) کے جانیوالوں کے حکموں کو، کہ وہ چاہتے ہیں فضل
اپنے پروردگار سے اور اُس کی خوشنودی (۲) اور جب تم حرام
سے نکلو تو شکار کرو اور تم کو برانگیختہ نہ کرے دشمنی کسی قوم کی
اس لئے کہ روک دیا تھا تم کو مسجد حرام میں جانے سے، کہ تم زیادتی
کرو، اور ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری میں
اور ایک دوسرے کی مدد مت کرو گناہ پر اور زیادتی
پر، اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ سخت عذاب کرنیوالا
ہے (۳) حرام کیا گیا تم پر مردار اور خون اور
سور کا گوشت اور وہ جانور کہ (ذبح کے وقت)
اُس پر خدا کے سوا اور کسی کا نام پکارا گیا ہو

(۴) (حرمت علیکم) اس آیت میں جن چیزوں کی حرمت کا ذکر ہے اُن میں سے مرے ہوئے جانور اور خون اور سور کے گوشت اور اُس جانور کی حرمت کا بیان جو خدا کے سوا اور کسی کے نام پر مارا جاوے سورہ بقر کی تفسیر میں گذرا (دیکھو تفسیر جلد اول صفحہ تغایت) اور " ما اہل لغیر اللہ " ہی کے حکم میں " وما ذبح علی النصب ان تستقسموا بالازلام " بھی داخل ہے نصب اور صنم دونوں ایک ہی چیز ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ صنم میں کوئی صورت بنی ہوئی ہوتی ہے اور نصب میں کسی صورت کا بنا ہوا ہونا ضرور نہیں اکثر بت پرستوں میں رواج ہے کہ ایک بن گھڑا پتھر کسی دیوتا کے نام پر نصب کر دیتے ہیں اور اُسی کی پرستش کرتے ہیں حالانکہ اُس میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ﴿۴﴾

اور گلا گھٹ کر، اور پھینکی ہوئی چیز لگ کر، اور اُوپر سے گر کر، اور سینگ لگ کر مر گیا ہو، اور وہ جانور جس کو درندہ نے کھا لیا ہو، مگر جب کہ تم نے اس کو حلال کر لیا ہو، اور وہ جانور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو، اور تم اس لئے کہ اُسے کون سے فال نکالنے کو تیر ڈالو، یہ فسق ہے، آج کے دن وہ لوگ جو تمہارے دین سے منکر ہیں نا اُمید ہوئے پھر تم اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو ﴿۴﴾

کوئی صورت کھُدی ہوئی نہیں ہوتی پس جو چیز غیر خدا کے نام پر پرستش کے لئے قائم کی جاوے خواہ وہ صورت دار ہو یا بے صورت جیسے کہ سید کا استھان یا شہید کا استھان یا سیتلا کا استھان وہ سب نصب میں داخل ہیں +

"وما اهل لغیر الله به" کے کہنے کے بعد "وما ذبح علی النصب" کہنے سے جو فرق ان دونوں میں ہے وہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مذبوح علے النصب کی حرمت میں ذبح کے وقت اهلال لغیر اللہ مشروط نہیں ہے، اُن کا وہ فعل ہی بروقت ذبح قایم مقام اهلال لغیر اللہ کے گیا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لوگوں نے کعبہ کے گرد بن گھڑے پتھر کھڑے کر لئے تھے اور اُن پر جانوروں کو چڑھایا کرتے تھے اور ذبح کر کے اُن کا خون اُن پتھروں کو لگا دیتے تھے جیسے ٹھیک ہندوستان کے بت پرست بعض دیبیوں کے مندروں پر جانوروں کو چڑھا کر مارتے ہیں پس یہ اُن کا فعل ہی قطعی ثبوت اس بات کا ہے کہ وہ ذبح تقرباً لغیر اللہ تھا اور اس لئے اُس کی حرمت کے لئے بروقت ذبح اهلال لغیر اللہ مشروط نہیں ہوا +

"وان تستقسموا بالازلام" کی تفسیر میں ہمارے مفسرین نے ایسی تفسیریں لکھی ہیں جن میں کوئی بھی اس مقام کے مناسب نہیں معلوم ہوتی۔ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ جو جانور علے النصب ذبح ہوتے تھے اُن کی نسبت یہ قرار دینا کہ پوجاریوں میں سے کون لیوے ازلام کے ذریعہ سے ہوتا تھا جب ذبح علے النصب کی حرمت بیان ہوئی تو اُسی کے ساتھ جو فعل کہ اُس کے ساتھ کیا جاتا تھا اُس کو بھی بیان کیا ہے اُس کو اس مقام پر فال لینے یا استعلام بالغیب سے کچھ تعلق نہیں ہے اور نہ وہ کوئی علیحدہ حکم ہے بلکہ ما ذبح علے النصب ہی کا بیان ہے اور فعل استقسام کا وہی مفعول ہے اور تقدیر کلام یوں ہے کہ حرمت علیکم ذبح علی النصب وان تستقسموها بالازلام +

ــــ اذا اختلفوا فی الشیٔ لمن یکون اجالوا القداح واعطوہ من خرج له (شمس العلوم) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۵)	آج کے دن میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور میں نے پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین پھر جو شخص بے قرار ہو بھوک میں بغیر مائل ہونے گناہ کی طرف تو بیشک اللہ بخشنے والا ہے رحم والا (۵)

اور موقوذۃ - اور متردیۃ - اور نطیحۃ - اور ما اکل السبع - کی حرمت بھی ایسی ہی ہے جیسے کہ میتہ کی اور میتہ کی حرمت کا بیان بھی سورہ بقر میں ہو چکا ہے صرف "منخنقۃ" پر بحث ہونی چاہیے +

خنق اور اختناق کے معنی حلق کے اس قدر گھٹنے کے ہیں جس سے جاندار مر جاوے اور وہ تین طرح پر ہو سکتا ہے - یا تو انسان جانور کا گلا گھونٹ ڈالے - یا شکار کرنے میں اس کے گلے میں اس طرح پھندا پڑ جاوے کہ وہ گھٹ کر مر جاوے - یا کسی درخت کی ٹہنیوں میں گردن پھنس کر گلا گھٹ جاوے - چوپایہ جانور ان تینوں طرح میں سے جس طرح پر مر جاوے یا مارا جاوے حرام ہوتا ہے - کیونکہ ان تینوں حالتوں میں بسبب نہ خارج ہونے خون کے جو چوپاؤں میں کثرت سے ہوتا ہے اور جس کو دم مسفوح کہتے ہیں اس کی موت، موت طبعی کے مشابہ ہو جاتی ہے، اور وہ بہت سی باتوں میں مثل میتہ کے ہو جاتا ہے - جس کا بیان اوپر ہو چکا - مگر بحث باقی رہتی ہے طیور منخنقہ میں جن میں خون سیال نہایت کم ہے اور جس کا خارج ہونا یا نہ ہونا برابر ہے کہ آیا جب انسان نے اپنے قصد و ارادہ سے اُن کو گلا گھونٹ کر مارا ہو تو وہ بھی اس حکم حرمت میں داخل ہے یا نہیں +

یہ بحث مسلمانوں کی نسبت کچھ زیادہ قابل بحث نہیں ہے اس لئے کہ مسلمانوں کی نسبت بغرض مخالفت طریقہ شرک کے ہر ایک جانور کو خواہ چرند ہو خواہ پرند خدا کے نام پر ذبح کرنے کا حکم ہے پس اس حکم حرمت میں جو اس آیت میں منخنقہ کی نسبت ہے پرند داخل ہوں یا نہ ہوں اگر کسی مسلمان نے اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو تو اس کا کھانا حرام ہوگا اس لئے کہ اُس کو ذبح کرنے کا حکم تھا اور اُس نے برخلاف اُس حکم کے اُس کو مارا ہے +

جہاں تک بحث ہے نسبت اہل کتاب کے ہے کہ اگر اہل کتاب نے کسی پرند جانور کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو اور پرند کو اس طرح مار کر کھانا وہ اپنے مذہب میں جائز سمجھتے ہوں تو آیا مسلمان کو اُس کا کھانا جائز ہے یا نہیں +

اس مسئلہ کے تصفیہ کے لئے تین امر کا بیان ضرور ہے - اول یہ - کہ یہ طیور منخنقہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ
قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا
عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ
تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ
فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا
اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ
سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۶)

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز حلال کی گئی ہے
ان کے لیئے کہدے کہ حلال کی گئی ہیں تمہارے
لیئے پاک چیزیں اور (اشکار) شدھے ہوئے شکاری
جانوروں کا جن کو تم نے سکھایا ہے سکھاتے ہو تم اُن
کو جو کچھ کہ تم کو اللہ نے سکھایا ہے پھر کھاؤ اُس شکار کو
جس کو انہوں نے پکڑ رکھا تمہارے لیئے اور لو اُس پر
اللہ کا نام اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے (۶)

کی حرمت پر نص قطعی ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ۔ اگر نص قطعی ہے تو یہ حرمت اُس کی عین ذات سے علاقہ رکھتی ہے یا کسی امر خارجی سے۔ تیسرے یہ کہ۔ کوئی امر ہو اُس کی اگلی آیت نے جس میں ہمارے لیئے طعام اہل کتاب کی حلت بیان ہوئی ہے طیور منخنقہ اہل کتاب کو حرمت سے مستثنےٰ کر دیا ہے یا نہیں +

امر اول کا تصفیہ یہ ہے کہ آیت مذکورہ طیور منخنقہ کی حرمت پر نص صریح نہیں ہے اس لیئے کہ اس آیت میں چار لفظ ہیں۔ المنخنقة ۔ الموقوذة ۔ المتردية ۔ النطيحة ۔ ان چاروں لفظوں میں حرف تاء فوقانی موجود ہے اور بموجب محاورہ زبان عرب کے اس بات کا قرار دینا چاہیئے کہ یہ "تے" کس قسم کی ہے اور چونکہ دوسری آیت قرآن مجید سے قسم "تے" کا تعین جو ان کلموں میں ہے نہیں پایا جاتا اس لیئے اجتہاد سے اُس کا تعین کرنا پڑتا ہے، پس اب یہ "تے" کسی قسم کی قرار دیجاوے اور کسی جانور کی حرمت کا مسئلہ اُس سے نکالا جاوے اُس کی حرمت منصوص نہ ہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ وہ "تے" اُس قسم کی نہ ہو بلکہ دوسری قسم کی ہو اور اس قسم کے جانوروں کی حرمت پر حاوی نہ ہو +

مثلاً ہم قرار دیتے ہیں کہ ان چاروں لفظوں میں تاء تانیث ہے جیسا کہ اکثر مفسروں نے بھی قرار دیا ہے پس اس حالت میں بموجب محاورہ زبان عرب کے ضرور ہے کہ یہ چاروں لفظ صفت ہوں کسی موصوف محذوف مؤنث کی +

اب ہم کو دوسرا اجتہاد کرنا پڑا کہ وہ موصوف مؤنث محذوف کون ہے جس کو ہم قرار دیں بہرحال جس کو قرار دیں اُس کی حرمت البتہ اس آیت سے نکلیگی مگر اُس کی حرمت اجتہادی ہوگی نہ منصوصی، کیونکہ ہم نے دو باتوں کو یعنی قسم "تے" کو اور موصوف محذوف کو نص قرآنی سے نہیں بلکہ صرف اپنے اجتہاد سے قایم کیا ہے۔ امام فخر الاسلام رازی فرماتے ہیں کہ یہاں موصوف مؤنث محذوف (شاۃ) ہے کہ وہی اکثر کھانے میں آتی ہے اور باقی تمام جانور وں چرند پرند کی حرمت کا اُس پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

آج کے دن حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور طعام اُن لوگوں کا جن کو کتاب دی گئی ہے حلال ہے تمہارے لئے اور تمہارا طعام حلال ہے اُن لوگوں کے لئے اور (حلال کی گئیں تمہارے لئے) آزاد عورتیں مسلمانوں میں سے اور آزاد عورتیں اُن لوگوں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے جب تم ان کا مہر اُن کو دیدو پاک دامنی رکھنے کو اور نہ مستی بجھانے کو اور نہ پوشیدہ آشنائی رکھنے والی اور جو کوئی انکار کرے ایمان سے تو بیشک نابود ہوا اس کا عمل اور وہ آخرت میں ہے ٹوٹے والوں میں سے ۝

قیاس کیا جاتا ہے۔ قبول کرو کہ یہی اجتہاد صحیح ہے اس حالت میں پرند منخنقہ کی حرمت دو اجتہاد اور ایک قیاس غیر منصوص العلۃ سے قرار پاوے گی نہ نص قطعی سے ✦

مگر امام صاحب نے ناحق شاۃ کو موصوف مؤنث محذوف مانا ہے اگر وہ نفس کو موصوف مؤنث محذوف مانتے تو تمام منخنقہ جانوروں کی حرمت آجاتی اور بکرے کی حرمت پر باقی جانوروں کے قیاس کی حاجت نہ رہتی اور تقدیر کلام یہ ہوتی کہ حرمت علیکم النفس المنخنقۃ الخ اب قبول کرو کہ یہی اجتہاد صحیح ہے تو بھی پرند جانور کی حرمت دو اجتہادوں مذکورہ بالا سے قرار پاوے گی نہ نص قطعی سے ✦

اب ہم اس تے کو تاء تانیث نہیں قرار دیتے بلکہ تاء نقل و تحویل قرار دیتے ہیں جیسا کہ صاحب تفسیر بیضاوی نے قرار دیا ہے اور جو کہ یہ تے صفت کو اسم بنا دیتی ہے اس لئے کسی موصوف مؤنث محذوف کی تلاش کی حاجت نہیں رہتی اور جس پر اطلاق منخنقہ اور متردیہ وغیرہ کا ہوگا اُس کی حرمت اس آیت سے ثابت ہوگی مگر اُس کی حرمت کا ثبوت ایک اجتہاد سے یعنی حرف تا کو تا نقل قرار دینے سے ہوگا نہ نص صریح قطعی سے ✦

ہمارے نزدیک ان چاروں کلموں میں تاء تانیث ہے اور موصوف مؤنث بہیمہ ہے یعنی مویشی یا چارپایہ یا چرند کے پس تقدیر آیت کی یہ ہے کہ حرمت علیکم البھیمۃ المنخنقۃ والبھیمۃ الموقوذۃ والبھیمۃ المتردیۃ والبھیمۃ النطیحۃ پس پرند اس حکم میں داخل نہیں ہیں ✦

خود قرآن مجید سے بوجوہات مفصلہ ذیل ثابت ہے کہ یہاں موصوف محذوف بہیمہ ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ
اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ
وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا
بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى
الْكَعْبَيْنِ ۸ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا
فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى
اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ
مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ
فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا
طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ
وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ
لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ
يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ
عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۹

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم کھڑے ہو نماز کو
تو دھو لو اپنے موہوں کو اور اپنے ہاتھوں کو
کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کو
اور دھو اپنے پاؤں کو ٹخنے تک ۸
اور اگر تم ناپاک ہو تو نہالو اور اگر تم بیمار
ہو یا سفر پہ ہو یا کوئی تم میں سے ضروری
حاجت رفع کرکے آوے یا تم مساس کرو
عورتوں سے پھر تم پانی نہ پاؤ تو لو خاک پاک
کو اور مسح کرو اپنے موہوں کو اور ہاتھوں
کو اس سے اللہ نہیں چاہتا کہ کرے تم
پر کچھ تنگی ولیکن چاہتا ہے کہ پاک کرے
تم کو اور تمام کرے تم پر اپنی
نعمت تا کہ تم شکر
کرو ۹

اول یہ کہ خود قرآن مجید میں اسی آیت کے قبل شروع سورہ میں خدا نے فرمایا "احلت علیکم بهیمة الانعام الا ما یتلیٰ علیکم" یعنی حلال ہوئے تمہارے لئے چوپائے مویشی گروہ جو آگے بتا دینگے پس اس کے بعد جو حرام جانور بشمار صفت مؤنث بتائے وہ خود خدا کے فرمانے سے اسی استثنا کی تفصیل ہیں جن کی نسبت فرمایا تھا "الا ما یتلیٰ علیکم" نہ اور کسی کی اور موصوف مؤنث محذوف بھی وہی بہیمہ ہے جس کی نسبت اوپر فرمایا تھا کہ۔ احلت علیکم بهیمة الانعام۔ پس خود خدا نے صاف بتا دیا ہے کہ وہ موصوف مؤنث محذوف بہیمہ ہے نہ اور کوئی ✦

دوسرے یہ کہ منجملہ صفات چارگانہ کے جو اس آیت میں مذکور ہوئیں بجز دو صفتوں۔ متردی۔ یعنی اوپر سے گر کر مرجانا اور۔ نطیح۔ یعنی لڑنے میں سینگ کی چوٹ سے مرجانے کی صفت سوائے بہیمہ یعنی چرند کے پرند میں متحقق ہی نہیں ہوسکتی باقی رہا۔ وقذ۔ یعنی لکڑی سے یا لٹھ سے یا اور کسی چیز سے مارڈالنا اگرچہ یہ فعل پرند کی نسبت بھی ممکن ہے مگر جو لوگ اگلے زمانہ کی تاریخ سے اور جنگلی قوموں کے حالات سے اور خود عرب کے بیابان کے رہنے والوں کی عادت سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ صرف چوپائے جانوروں کا اس طرح پر شکار

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۰﴾	اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو اپنے پر اور اُس کے قول قرار کو جو تم سے لیا ہے جب کہ تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ جاننے والا ہے دلوں کی بات کا ﴿۱۰﴾

ہوتا تھا کہ اُن کو گھیر کر لٹھوں سے مار ڈالتے تھے نہ پرند کا پس یہ صفت بھی درحقیقت حسب عادت عرب مختص بہایم سے ہے نہ پرند سے ✦

اب بحث طلب رہا۔ خنق۔ یعنی گلا گھونٹ کر مار ڈالنا۔ اگرچہ یہ فعل پرند کی نسبت بھی ممکن ہے مگر عرب میں چوپاؤں کا گلا گھونٹ کر مار ڈالنا مروج تھا جس کی حرمت میں یہ آیت نازل ہوئی ✦

امام فخرالدین رازی صاحب، تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ " واعلم ان المنخنقة علی وجوه منها ان اهل الجاهلية كانوا يخنقون الشاة فاذا ماتت اكلوها ومنها ما ينخنق بحبل الصائد ومنها ما يدخل راسها بين عودين في شجرة فتختنق فتموت الخ" پس اس بیان سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ جو احکام اس آیت میں مذکور ہیں وہ بہیمہ کی نسبت ہیں نہ پرند کی اور اس لئے اس آیت سے طیور منخنقہ کی حرمت منصوص نہیں ہے البتہ ممکن ہے کہ قیاسی ہو ✦

اس تقریر پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر اس آیت میں اس استثنا کی تفصیل ہے جس کا ذکر "الا ما یتلی علیکم" میں ہے تو یہ آیت من اولها الی اخرها بهيمة الانعام ہی سے متعلق ہوگی پھر کلمہ میتہ۔ والدم۔ وما احل لغیر اللہ۔ وما اکل السبع۔ وما ذبح علی النصب۔ سے کیوں حرمت چرند و پرند کی لیجاتی ہے چاہئے کہ وہ بھی مخصوص بہ بهيمة الانعام ہو اور پرند اُس میں داخل نہ ہوں ✦

مگر یہ سوال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اُن تمام کلموں کا مفہوم عام ہے گو محل خاص ہو اس لئے بسبب اپنے مفہوم عام ہونے کے چرند و پرند دونوں کو شامل ہیں برخلاف منخنقہ۔ وموقوذہ ومتردیہ۔ ونطیحہ کے کہ بسبب صفت ہونے ایک موصوف محذوف کے نہ اُن کا مفہوم عام ہے اور نہ محل عام ہے اس لئے وہ سوائے جنس مستثنے منہ کے اور کسی سے متعلق نہیں ہو سکتی ✦

دوسرے امر کے تصفیہ کے وقت ہم فرضاً تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ آیت طیور منخنقہ کی حرمت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ
لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِ ۖ وَلَا
يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ
أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ۚ ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ
لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ
خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۱﴾ وَعَدَ ٱللَّهُ
ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ ۙ
لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۲﴾
وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَكَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَآ
أُو۟لَـٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْجَحِيمِ ﴿۱۳﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو کھڑے ہو جاؤ اللہ
کے لئے انصاف سے ٹھیک گواہی دینے کو
اور تم کو برانگیختہ نہ کرے دشمنی کسی قوم کی اس
بات پر کہ عدل نہ کرو، عدل کرو وہی زیادہ قریب
ہے پرہیزگاری کے لئے اور ڈرو اللہ سے بیشک
اللہ خبر رکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو (۱۱) اللہ نے وعدہ
کیا ہے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور اچھے
عمل کئے ہیں کہ اُن کے لئے بخشش اور اجر عظیم (۱۲) اور
وہ لوگ جو کافر ہوئے اور جھٹلایا ہماری نشانیوں (یعنی احکام)
کو وہی لوگ ہیں جہنم (میں جانے) والے (۱۳)

بر نص قطعی ہے۔ مگر یہ حرمت عین ذات طیور منخنقہ ماکول اللحم کی نہیں ہے بلکہ ایک فعل خارجی سے متعلق ہے اور جو حرمت کسی ماکول کی کسی امر خارجی سے ہوتی ہے تو وہ حرمت درحقیقت اُس فعل سے علاقہ رکھتی ہے نہ نفس ماکول سے مگر چونکہ ماکول فعل اکل سے منفک نہیں ہو سکتا اس لئے مجازاً ماکول پر بھی اطلاق حرمت کیا جاتا ہے۔ کوئی چیز جس کو خدا نے پاک بنایا ہے جب تک کہ اس کی ذات میں تغیر واقع نہ ہو کسی خارجی فعل سے ناپاک نہیں ہو سکتی۔ اور کوئی چیز جس کو خدا نے حرام بنایا ہے کسی فعل خارجی سے حلال نہیں ہو سکتی سؤر نہ خدا کے نام سے ذبح کرنے پر پاک ہو سکتا ہے نہ شیطان کے نام پر ذبح کرنے سے۔ غریب بکری نہ لغیر اللہ ذبح کرنے سے ناپاک ہو سکتی ہے اور نہ علی النصب ذبح کرنے سے البتہ انسان کے افعال سے حرمت و حلت کا تعلق ہوتا ہے ◆

مثلاً ایک شخص نے کسی کے گیہوں چرا لئے تو اُس چوری کی وجہ سے وہ گیہوں فی نفسہ حرام نہیں ہو گئے کیونکہ اُن کی ماہیت میں کسی قسم کا تغیر نہیں آیا بلکہ اُن کا کھانا ایک فعل ممنوع ہے اسی طرح جب حلال جانور لغیر اللہ یا علی النصب ذبح کیا جائے تو ذات مذبوح میں کچھ حرمت نہیں لگ جاتی کیونکہ جیسا گوشت اُس کا اُس وقت تھا جب کہ وہ خدا کے نام سے ذبح کیا جاتا ویسا ہی اُس کا گوشت اب بھی ہے جب کہ وہ لغیر اللہ یا علی النصب ذبح کیا گیا ہے، مگر بسبب شرک ہونے کے وہ فعل ممنوع ہوا ہے اور بنظر محفوظی اثر شرک کے اس کا اکل بھی حرام کیا گیا ہے پس ایسی حالت میں حرمت حقیقتہً فعل اکل سے متعلق ہے مجازاً ماکول پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے ◆

میتہ۔ اور بہایم منخنقہ۔ و موقوذہ۔ و متردیہ۔ و نطیحہ۔ اور ماکول السبع کا حال اس سے مختلف ہے کیونکہ بوجہ موت طبعی۔ یا عدم اخراج دم مسفوح جو حرام ہے۔ یا بسبب عدم علم کے فی الحال ماہیت اُس کے نفس ماہیت کا متغیر ہونا یقینی یا ظنی ہے، اور اس لئے وہ بذاتہ فی نفسہ حرام ہے۔ مگر طیور منخنقہ بفعل الانسان کا یہ حال نہیں ہے اور یہ کہنا کہ بسبب عدم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱۴)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو اللہ کی نعمت اپنے پر جب کہ ایک قوم نے (یعنی جب کہ اہل مکہ نے بزمانہ ہجرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں کے قتل کا ارادہ کیا تھا) قصد کیا کہ تم پر اپنی دست درازی کریں پھر روک دیا اُن کے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرو اللہ سے اور اللہ پر چاہیئے کہ توکل کریں ایمان والے (۱۴)

اخراج دم اُن کا حال بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ بہائم منخنقہ کا ایک محض مکابرہ وجدال ہے کیونکہ جو خون کہ بہائم میں ہے مقدار اً و ماہیتہً جس کے عدم اخراج سے تغیر نفس بہائم مذکورہ میں واقع ہوتا ہے کوئی سلیم العقل نہیں قبول کر سکتا کہ ویسا ہی طیور میں ہے اور اُس کے عدم اخراج سے تغیر اُس کی ذات میں واقع ہوتا ہے طیور و بہائم کا خون بالکل مختلف الاجزا و مختلف الترکیب ہے مچھلی میں اور دریائی جانوروں میں بھی خون ہے مگر وہ طیور سے بھی زیادہ مختلف الترکیب اور مختلف الاجزا ہے پس جو امر کہ بہائم میں ہے اُس کا قیاس طیور پر صحیح نہیں ہے اور اس لئے حرمت طیور منخنقہ کی اُن کی عین ذات سے متعلق نہیں ہے بلکہ بسبب ایک امر خارجی کے ہے جو خلاف حکم ذبح خنق سے واقع ہوا ہے اور جب کہ یہ فعل ایک مسلمان کے ہاتھ سے واقع ہو جو مطلوبا لذبح ہے تو گو اُس طیر منخنقہ کے نفس و ذات سے حرمت متعلق نہ ہو مگر اُس کا اکل یعنی فعل اکل حرام و ممنوع ہو گا +

تیسرے امر کے تصفیہ کے لئے ہم اُن دونوں امر سے قطع نظر کرتے ہیں اور جو فیصلہ اُن کا قرار دیا جاوے اُس کو تسلیم کرتے ہیں تو طیور منخنقہ کی حرمت عدم الذبح یا موت بالخنق قرار پاوے گی مگر اگلی آیت میں خدا تعالےٰ نے طعام اہل کتاب ہمارے لئے بلا کسی قید و شرط کے حلال کر دیا ہے - پس جس طرح کہ اہل کتاب موافق اپنے اپنے مذہب کے اُس طعام کو جس کا عین ہمارے لئے حرام نہیں ہے اپنے لئے طیار کرتے ہیں اُن کا کھانا ہمارے لئے جائز ہے اور اگلی آیت یعنی " وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم " اُن تمام احکام میں سے جو نسبت ذبائح ہیں طعام اہل کتاب کو مستثنےٰ کر دیتی ہے پس باوصف تسلیم کرنے تمام باتوں کے جو امر اول و دوم علاقہ رکھتی ہیں طیور منخنقہ اہل کتاب کا کھانا حرام و ممنوع نہیں رہتا +

یہ صرف میرا ہی اجتہاد نہیں ہے بلکہ بہت سے علمائے متقدمین و محدثین کا بھی یہی اجتہاد و مذہب ہے - ابو داؤد میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ جو آیت ہے کہ " کلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ " اس سے طعام اہل کتاب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۵﴾	اور بیشک لیا اللہ نے قول قرار بنی اسرائیل کا اور ہم نے اُٹھائے اُن میں سے بارہ سردار اور کہا اللہ نے کہ بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم قایم رکھو نماز کو اور تم دیتے رہو زکوٰۃ کو اور تم ایمان لاؤ میرے رسولوں پر اور تم اُن کو مدد دو اور تم قرض دو اللہ کو قرض اچھا تو بیشک میں نیست کردونگا تم سے تمہارے گناہ اور بیشک داخل کرونگا میں تم کو جنت میں بہتی ہیں اُس کے نیچے نہریں پھر جو شخص کافر ہووے تم میں سے اُس کے بعد تو بیشک بھٹک گیا سیدھے رستہ سے ﴿۱۵﴾

مستثنےٰ ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے " وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم" +

شعبی - اور عطا - اور زہری - اور مکحول - کا جو علمائے متقدمین میں سے ہیں یہ مذہب ہے کہ اگر عیسائی حضرت مسیح کے نام پر جانور ذبح کریں تب بھی اُس کا کھانا مسلمان کو جائز ہے +

معیار میں حضرت امام محی الدین ابن عربی کا فتوےٰ اور ابو عبداللہ العجار کا مذہب نقل کیا گیا ہے کہ اگر عیسائی مرغی کی گردن مروڑ کر توڑ ڈالے تو اُس کا کھانا مسلمان کو درست ہے۔ احکام طعام اہل کتاب کی نسبت میرا ایک جداگانہ رسالہ ہے جس کو زیادہ تفصیل دیکھنی ہو اُس میں دیکھے +

(۶) (فاغسلو وجوهکم) اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیتوں میں طہارت کا ذکر ہے، کوئی شخص قرآن مجید کی آیتوں اور اُن حدیثوں سے جو طہارت کے باب میں ہیں یہ خیال نہیں کرسکتا کہ طہارت سے مقصود اصلی صرف منہ کا اور ہاتھ پاؤں کا دھونا یا کھانا یا ظاہری نجاست کا بہانا ہے بلکہ اُس سے اصلی مقصود اندرونی نجاستوں کا دور کرنا ہے +

حدیث میں آیا ہے کہ "بنی الدین علی النظافة" اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ "الطهور شطر الایمان" ظاہر ہے کہ ایمان، دلی یقین قلبی یا اعتقاد کا نام ہے پس جو امر کہ دلی یقین یا قلبی اعتقاد پر مبنی ہو نہ اُس کی بنیاد ظاہری نظافت پر ہوسکتی ہے اور نہ ظاہری طہارت کا اُس کا جزو ہونا ممکن ہے ایمان ایک روحانی امر ہے اور اسی لئے روحانی نظافت اُس کی بنیاد اور روحانی طہارت اُس کا جزو ہوسکتی ہے +

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶﴾

پھر بسبب توڑنے کے اپنا قول قرار لعنت کی ہم نے اُن کو اور کیا ہم نے اُن کے دلوں کو سخت پھیر دیتے ہیں کلام کو اُس کی جگہ سے اور بھول گئے ایک حصہ اُس کا جس کی نصیحت اُن کو کی گئی تھی اور ہمیشہ تو خبردار ہوتا رہیگا اُن کی کسی خیانت پر مگر اُن میں سے تھوڑے میں (یعنی جن میں خیانت نہیں ہے) پھر اُن کو معاف کر اور درگذر کر بیشک اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو ﴿۱۶﴾

قرآن مجید میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے "رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین" اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ "ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولٰکن یرید لیطہرکم" پس صاف ظاہر ہے کہ اللہ جس طہارت کو دوست رکھتا ہے وہ ہاتھ پاؤں پر پانی ڈالنا اور بدن پہ پانی بہاتا نہیں ہے بلکہ وہ دلی و روحانی طہارت ہے جس کو خدا دوست رکھتا ہے۔ ہاں ظاہری طہارت کا بھی اور بالتخصیص جب کہ کوئی شخص کسی عبادت میں بطور خصوصاً فرض عبادت میں مصروف ہو خدا نے حکم دیا ہے اور وضو کو شرط نماز یا طہارت کو مفتاح الصلوٰۃ قرار دیا ہے یہ حکم بھی مثل احکام محافظت کے ہے جو نماز سے علاقہ رکھتے ہیں جیسے قیام و قعود و سجدہ وغیرہ +

خدا تعالےٰ نے انسان کو ایسی فطرت پر پیدا کیا ہے کہ وہ جو کچھ آنکھ سے دیکھتا ہے۔ کان سے سنتا ہے۔ ناک سے سونگھتا ہے۔ زبان سے چکھتا ہے۔ ہاتھ سے چھوتا ہے اُس کا اثر اُس کے دل پر پہنچتا ہے اور ایک خیال اُس میں پیدا ہوتا ہے جو اُس کے اخلاق پر اثر کرتا ہے انسان کے دل سے نکلنے والی چیزوں کی بہ نسبت وہ چیزیں بہت ہیں جو باہر سے انسان کے دل میں جاتی ہیں بلکہ ٹھیک ٹھیک یوں کہنا چاہئے کہ جو کچھ انسان کے دل سے نکلتا ہے وہ وہی ہے جو باہر سے اُس کے دل میں جاتا ہے پس وضو نماز کے وقت جو ایک ظاہری فعل ہے روحانی طہارت کا خیال پیدا کرنے کو قرار دیا گیا ہے۔ صفائی و طہارت و نظافت تمام ظاہری چیزوں میں یہاں تک کہ لباس میں سواری میں مکان میں برتنے والی چیزوں میں کھانے پینے میں بشرطیکہ وہ اعتدال سے تجاوز نہ ہو جاوے اور مالیخولیا کی حد تک نہ پہنچ جاوے اخلاق کی درستی و اصلاح پر نہایت مؤثر ہوتی ہے پس جب کہ وہ ایک فعل عبادت کے ساتھ لازم کر دیا جاوے تو درستی اخلاق اور روحانی طہارت پر اُس کا بہت زیادہ اور قوی اثر ہو جاتا ہے۔ اسی اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لئے اسلام نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى
اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا
حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا
بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَسَوْفَ
يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (١٧)
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ
رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا
كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ
وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ
مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ
يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ
سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (١٨)

اُن لوگوں میں سے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں
ہم نے اُن سے قول قرار لیا پھر بھول گئے ایک
حصہ اُس کا جس کی نصیحت کی گئی تھی پھر ڈال دی
ہم نے اُن کے درمیان میں دشمنی اور بغض قیامت
کے دن تک اور قریب ہے کہ خبردار کریگا اُن کو
اللہ اُس سے جو وہ کرتے تھے (١٧) اے
اہل کتاب بیشک آیا ہے تمہارے پاس ہمارا
پیغمبر بیان کرتا ہے تمہارے لئے بہت
کچھ اُس سے جو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے
اور درگذر کرتا ہے بہتیری سے بیشک تمہارے
پاس آیا ہے اللہ کے پاس سے نور اور کتاب (وہ ایک
بات کو) بیان کرنے والی ہدایت کرتا ہے اللہ اس
سے سلامتی کے رستوں کی اُس کو جو چاہتا ہے اُس
کی رضامندی اور نکالتا ہے اُن کو اندھیروں میں سے روشنی میں اپنے
حکم سے اور اُن کو ہدایت کرتا ہے سیدھے رستہ کی (١٨)

نماز کے لئے ظاہری طہارت کو بھی شرط کیا ہے - نماز کے لئے اُن اعضا کا دھولینا مقرر کیا ہے جن کا دھونا مختلف اسباب سے زیادہ تر مناسب اور طہارت ظاہری کو بھی زیادہ تر مفید ہے حالت جنب میں تمام بدن کا دھونا زیادہ تر طہارت کے مناسب ہے مگر پانی نہ ہونے کی حالت میں کسی ایسے فعل کا جو اندرونی طہارت کا خیال پیدا کرے اُس کے قایم مقام قرار دینا ضروری تھا اور اسی لئے ایسی حالت میں تیمم کا حکم دیا گیا ہے مگر ظاہری اعمال کا روح پر جب ہی اثر ہوتا ہے جب اُن کو روحانی نیکی کا یاد دلانے والا سمجھے - اور اگر صرف اُن ظاہری اعمال ہی کو مقصود اصلی سمجھ لے تو روحانی تربیت معدوم رہتی ہے کما یشاھد فی زماننا +

اس بات میں بحث چلی آتی ہے کہ اعضاء وضو میں جن کے دھونے کا حکم ہے پاؤں بھی داخل ہیں یا نہیں - بلاشبہ قرآن مجید کے ایسے الفاظ ہیں جن سے اس بات کا قطعی یقین نہیں ہوسکتا کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے یا مسح کرنا - میرے نزدیک نہایت عمدہ اصول یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت موجود ہو جس کے دو معنی سمجھ میں آتے ہوں اور اُن دونوں میں سے کسی ایک کی تعین خود قرآن مجید سے نہ ہوتی ہو تو اُن دونوں معنوں میں سے جس معنی پر عمل کوئی کرے تو اس پر کوئی الزام نہیں ہوسکتا - بلکہ ہر ایک شخص مختار ہے کہ اُن معنوں میں سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ
هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ
يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ
اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ
وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ﴿۱۹﴾
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾
وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى
نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ
قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ
بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ
لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۱﴾
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ
رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ
الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ
بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ
بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۲﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى
لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ
وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ
يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾

بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ بیشک اللہ وہ
مسیح ہی ہے بیٹا مریم کا کہدے پھر کون مالک ہے
اللہ سے کسی چیز کا یعنی کون منع کر سکتا ہے (اللہ کو)
اگر وہ چاہے ہلاک کرے مسیح بیٹے مریم اور اس کی ماں کو
اور اُن کو جو زمین میں ہیں سب کو ﴿۱۹﴾ اور اللہ
کے لئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین
کی اور جو کچھ کہ اُن دونوں میں ہے پیدا کرتا ہے
جو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۰﴾
یہودیوں نے اور نصاریٰ نے کہا کہ ہم بیٹے اللہ
کے ہیں اور اس کے دوست کہدے پھر کیوں
تم کو عذاب کرتا ہے تمہارے گناہوں پر بلکہ تم انسان ہو اسی قسم
کے جس قسم کے اوروں کو پیدا کیا ہے معاف کرتا ہے
جس کو چاہتا ہے اور عذاب دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ کے
لئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی
اور جو کچھ اُن میں ہے اور اُسی کے پاس پھر جانا ہے ﴿۲۱﴾
اے کتاب والو بیشک آیا ہے تمہارے پاس ہمارا
پیغمبر بیان کرتا ہے تمہارے لئے ایسے وقت میں کہ
رسولوں میں سے کوئی نہیں ہے تاکہ تم کہو نہیں آیا ہمارے
پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور نہ ڈرانے والا پس
بیشک آیا ہے تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے
والا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۲﴾ اور جب کہا موسےٰ
نے اپنی قوم سے کہ اے قوم یاد کرو اللہ کی نعمت کو
اپنے پر جب پیدا کئے تم میں انبیا اور کیا تم کو بادشاہ
اور دیا تم کو وہ کچھ جو نہیں دیا کسی کو عالم کے لوگوں
میں سے ﴿۲۳﴾

جس کو عمدہ یا مرجح سمجھے اُسے اختیار کرے پس جن لوگوں نے پاؤں پر صرف مسح کرنا فرض سمجھا ہے نہ اُن پر کچھ الزام ہے اور نہ اُن کے وضو میں کچھ نقصان ہے۔ مگر میری رائے میں پاؤں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ
الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا
عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا
خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى
اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا
لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا
مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا
دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ
الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ
عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ
فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ
وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى
اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا
فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ
فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾
قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ
وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ
الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ
عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ
فِي الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ
الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ
نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا
قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا
وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ

اے میری قوم داخل ہو مقدس زمین میں جس کو
لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے اور مت پھیر دو
اپنی پیٹھوں کو پھر جاؤ گے ٹوٹا پانے والے (٢١)
اُنہوں نے کہا اے موسےٰ اُس میں تو ہیں ایک قوم
زبردست اور ہم ہرگز اُس میں نہ داخل ہونگے
جب تک کہ وہ اُس سے نکل جاویں پھر اگر وہ
وہاں سے نکل جاویں تو بیشک ہم داخل
ہوں (٢٢) کہا دو شخصوں نے اُن لوگوں میں سے
جو ڈرتے تھے (اللہ سے) انعام کیا تھا اللہ نے اُن
دونوں پر گھس چلو اُن پر دروازے کی راہ سے
جب تم اُس میں (یعنی دروازے) میں گھس گئے تو
بیشک تم غالب ہو اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم ایمان
والے ہو (٢٣) اُنہوں نے کہا اے موسےٰ بیشک
ہم ہرگز نہ داخل ہونگے اُس میں کبھی جب تک کہ وہ
اُس میں ہیں پھر جا تُو اور تیرا پروردگار پھر دونوں لڑو
ہم تو اسی جگہ بیٹھے ہیں (٢٤) موسےٰ نے کہا
کہ اے پروردگار بیشک میں نہیں مالک ہوں بجز
اپنی جان کے اور اپنے بھائی کے پس فرق کر ہم میں اور
اس نافرمان قوم میں (٢٥) خدا نے کہا تو بیشک وہ
(پاک زمین) حرام کی گئی اُن پر چالیس برس تک
ڈانواں ڈول پھرینگے زمین میں پس غم نہ کھا اُوپر اس
نافرمان قوم کے (٢٦) اور اُن کو پڑھ سنا قصہ آدم کے
دو بیٹوں کا ٹھیک طور پر جب وہ دونوں اللہ کی نذر
کے لئے کچھ نذر لائے تو اُن میں سے ایک کی قبول
ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی

دھونے کو ترجیح ہے اور اسی لئے میں پاؤں دھونا فرض سمجھتا ہوں کیونکہ پاؤں کے ساتھ
"الی الکعبین" کی حد لگا دی ہے جیسے کہ ہاتھوں کے دھونے کے ساتھ "الی المرافق"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٠﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣١﴾

اُس نے کہا کہ ضرور میں تجھ کو مار ڈالونگا اُس نے کہا اِس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ پرہیزگاروں کی (نذر) قبول کرتا ہے ﴿٣٠﴾ اگر تو میری طرف ہاتھ بڑھا دیگا تاکہ مجھے مار ڈالے تو میں تیری طرف ہاتھ نہیں بڑھانیکا کہ تجھ کو مار ڈالوں بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ پروردگار عالموں سے ﴿٣١﴾

کی قید لگائی تھی اگر پاؤں پر صرف مسح ہی کرنے کا حکم ہوتا تو جس طرح سر کے مسح میں کوئی حد نہیں لگائی اسی طرح پاؤں کے مسح میں بھی کوئی حد نہ لگائی جاتی اور صرف یوں کہا جاتا کہ " وامسحوا برؤسکم وارجلکم " +

﴿٣٠﴾ (انما یتقبل اللہ من المتقین) آدم کے دونوں بیٹوں یعنی ہابیل اور قابیل کا قصہ بہت پرانے زمانہ سے مشہور چلا آتا ہے توریت میں بھی اس کا ذکر ہے قابیل نے جس کا نام توریت میں قاین ہے ہابیل کو مار ڈالا اس حسد سے کہ ہابیل کی نذر خدا نے قبول کی اور قابیل کی نذر خدا نے قبول نہیں کی +

غور طلب یہ بات ہے کہ ہابیل کی نذر کا قبول ہونا اور قابیل کی نذر کا قبول نہ ہونا کیونکر ہوا ۔ قرآن مجید میں کچھ اس کی تفصیل نہیں ہے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ قابیل کھیتی کرنیکا پیشہ کرتا تھا اور ہابیل بکریوں اور بھیڑوں کے گلہ رکھنے کا اور اسی سبب سے قابیل نے اپنے کھیت کی پیداوار میں سے اور ہابیل نے اپنے گلہ کے نوزائیدہ بچوں میں سے خدا کی نذر دی تھی ۔ اُس کے بعد قابیل کی کھیتی میں پیداوار اچھی نہیں ہوئی ہوگی جیسا کہ اکثر ہوجاتا ہے ، اور ہابیل کی بکریوں اور بھیڑوں میں جن کے چرنے کے لئے جنگل اور گھاس اور غیر مزروعہ زمین بافراط موجود تھی بہت زیادہ برکت اور برصوتری ہوئی ہوگی جس کے سبب سے ایک کی نذر کا قبول ہونا اور دوسرے کی نذر کا قبول نہ ہونا تصور کیا گیا ۔ جیسا کہ اُن لوگوں کا خیال تھا اُسی طرح قرآن مجید میں فرمایا کہ " فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الاخر " یہی امر ہے جو اس قصہ پر تاریخانہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے +

توریت میں بھی بجز اس کے کہ ہابیل کی نذر قبول ہوئی اور قاین کی نذر قبول نہیں ہوئی اور کچھ زیادہ تصریح نہیں ہے اُس میں لکھا ہے کہ " بعد از مرور ایامے ایں واقع شد کہ قاین از محصول زمین بجہت خداوند ہدیہ آورد و ہابیل نیز از اول زادہائے گوسفندان خود و از پیہ آنہا آورد و خداوند ہابیل و ہم ہدیہ او را قبول نمود اما قاین را و ہم ہدیہ او را قبول نمود (کتاب پیدایش باب ۴ درس ۴ - ۶) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓءَ بِاِثْمِيْ وَ
اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ
وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۲﴾
فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ
فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۳﴾
فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي
الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ
سَوْاَةَ اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ
اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ
فَاُوَارِيَ سَوْاَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ
مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ مِنْ اَجْلِ
ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ
اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا
قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا
فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ﴿۳۵﴾

بیشک میں چاہتا ہوں کہ تو اٹھالے میرے (قتل کا) گناہ
اور اپنے (اور) گناہ پھر تو ہو جائے آگ (میں) پڑنے
والوں میں سے اور یہی ہے سزا ظالموں کی (۳۲)
پھر آسان کر دیا اُس کے لئے اُس کے نفس نے اپنے
بھائی کے قتل کو پھر اُس کو مار ڈالا پھر ہو گیا شامت
والوں میں سے (۳۳) پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا
کہ کریدتا تھا زمین میں تا کہ اُس کو دکھلائے کہ کس
طرح وہ چھپاوے اپنے بھائی کی لاش کو، اُس نے کہا کہ
پھٹکار مجھ پر کیا میں اس لائق بھی نہ ہوا کہ ہوں مثل
اس کوے کے تا کہ میں چھپا دیتا اپنے بھائی کی لاش
کو، پھر ہو گیا ندامت والوں میں سے (۳۴) اسی سبب
ہم نے لکھ دیا بنی اسرائیل پر (قصاص) کہ جس
شخص نے کہ مار ڈالا کسی کو بغیر کسی کے مار ڈالنے
کے یا ملک میں فساد کرنے کے تو گویا کہ اس نے مار ڈالا
سب لوگوں کو، اور جس شخص نے زندہ رکھا کسی کو تو گویا کہ
اُس نے زندہ رکھا سب آدمیوں کو (۳۵)

مگر عیسائی و یہودی عالموں نے اس واقعہ کو عجیب کرامانی واقعہ بنانے کے لئے کوشش کی اور یہ قرار دیا کہ ہابیل کی نذر اس طرح پر قبول ہوئی تھی کہ آسمان سے آگ اُتری اور ہابیل کی قربانی کو جلا دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ابراہیم نے قربانی کی تھی تو آفتاب کے غروب ہونے کے بعد جب اندھیرا ہوا تو قربانی کے جانوروں کے ٹکڑوں میں تنور دود کنندہ اور آتشی مشعل آئی تھی (پیدائش باب ۱۵ ورس ۱۷) +

اور جب حضرت موسےٰ نے قربانی کی تو خداوند کی حضور سے آگ نکلی اور قربانی سوختنی کو جو مذبح پر رکھی ہوئی تھی جلا دیا (لویان باب ۹ ورس ۲۴) اُن کے نزدیک یہ آگ آدمیوں کی جلائی ہوئی نہ تھی بلکہ خدا نے جلائی تھی +

اور جب گدعون نے قربانی کی تھی اور اس کو پتھر پر رکھ دیا تھا تو فرشتہ نے پتھر پر لکڑی ماری اور اس میں سے آگ نکلی جس نے قربانی کو جلا دیا (قضات باب ۶ ورس ۲۱) ان کے نزدیک یہ آگ بھی پتھر میں سے نہیں نکلی بلکہ خدا کے پاس سے یا آسمان پر سے آئی تھی +

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا
بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ
بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ
لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا
الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا
اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ
اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ
اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ
خِزْيٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى
الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۷﴾
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ
اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۸﴾

اور بیشک اُن کے پاس آئے ہمارے رسول کھلے ہوئے
احکام لے کر، پھر بیشک بہت اُن میں سے
اس کے بعد ملک میں زیادتی کرنے والے ہیں ﴿۳۶﴾
اس کے سوا کچھ نہیں کہ سزا اُن لوگوں کی جو مقابلہ
کرتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول (کے حکموں)
کا اور کوشش کرتے ہیں ملک میں فساد مچانے
کی یہ ہے کہ مار ڈالے جاویں یا سولی پر کھینچے جاویں یا
کاٹ ڈالے جاویں اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں
مخالف طرف سے یا غائب کر دئے جاویں ملک سے،
یہ ہے اُن کے لئے رسوائی دنیا میں اور اُن کے لئے
ہے آخرت میں عذاب بڑا ﴿۳۷﴾ مگر جن لوگوں نے
کہ توبہ کی اس سے پہلے کہ تم ان پر قدرت پاؤ
تو جان لو کہ بیشک اللہ بخشنے والا ہے
رحم والا ﴿۳۸﴾

اور جب ایلیاہ نے قربانی کی تھی تو بہت سی لکڑیاں چُن کر قربانی کے گوشت کو لکڑیوں پر رکھ دیا تھا اور لکڑیوں پر بہت سا پانی ڈال کر ایک خندق میں بہا دیا تھا مگر جب ایلیاہ نے دعا کی کہ میری قربانی قبول ہو تو اُس وقت خدا نے آگ لکڑیوں میں ڈال دی تھی (اول سلاطین باب ۱۸ ورس ۳۰ - ۳۱) اُن کے نزدیک یہ آگ بھی خدا ہی نے آسمان پر سے ڈالی تھی کسی انسان نے نہیں جلائی تھی +

اور جب حضرت داؤد نے قربانی کی اور خدا سے دعا مانگی تو آسمان پر سے آگ اتری اور قربانی کو جلا دیا (کتاب اول تواریخ باب ۲۱ ورس ۲۶) +

اور جب حضرت سلیمان نے قربانی کی تھی تب بھی آسمان پر سے آگ اتری تھی (کتاب دوم تواریخ باب ۷ ورس ۱) +

ان قربانیوں سے علمائے یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ جب کہ تمام قربانیاں آسمان کی آگ سے قبول ہوتی تھیں تو غالب ہے کہ ہابیل کی قربانی بھی اسی طرح قبول ہوئی ہوگی کہ آسمان سے آگ اتری ہوگی اور اُس کو جلا دیا ہوگا۔ ہمارے علمائے مفسرین جو ان باتوں میں ٹھیک ٹھیک علمائے یہود کے مقلد ہیں اُنہوں نے یہودیوں سے بھی ایک قدم آگے بڑھایا، یہودیوں نے تو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۳۹) إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۴۰) يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ (۴۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اُس کی طرف وسیلہ اور کوشش کرو اُس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ (۳۹) بیشک جو لوگ کافر ہوئے اگر ہو اُن کے لئے جو کچھ کہ زمین میں ہے سارا اور اُتنا ہی اور اُس کے ساتھ تاکہ اُس کو بدلے میں دیں قیامت کے دن کے عذاب سے اُن سے نہ قبول کیا جاویگا اور اُن کے لئے ہے عذاب دُکھ دینے والا (۴۰) چاہینگے کہ نکلجاویں آگ سے اور وہ اُس سے نکلنے والوں میں نہیں ہیں اور اُن کے لئے عذاب ہے دائمی (۴۱)

بطور ظن غالب اس بات کو لکھا تھا، مگر ہمارے علما نے بطور یقین اپنی تفسیروں میں لکھ دیا کہ آسمان سے آگ اُتری اور ہابیل کی نذر کو جلا دیا جیسے کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ "فنزلت نار من السماء فاحتملت قربان هابيل ولم تحمل قربان قابيل" ✦

توریت کی آیتوں سے جو آسمان پر سے آگ اُترنے پر یہودیوں اور عیسائیوں نے غلط استدلال کیا ہے اُس پر بحث کرنا ہم اس مقام پر ضرور نہیں سمجھتے بلکہ اس مقام پر اُن کے تمام اقوال و استدلال ہم نے اس بات کے دکھلانے کو نقل کئے ہیں کہ قربانی یا نذر کے جلانے کو آسمان پر سے آگ کا اُترنا اسلام کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ علمائے اسلام نے یہودی اور عیسائی علما کی پیروی سے اس کو مانا ہے اور مفسرین نے قرآن کی تفسیروں میں شامل کر دیا ہے اسلام ایسی بیہودہ باتوں سے پاک و مبرا ہے۔ یہودیوں میں قربانی سوختنی کی رسم ایسی ہی تھی جیسے کہ ہندوؤں میں ہوم کی رسم ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ تھی آسمان پر سے آگ کا اُترنا اور قربانی کو جلانا محض غلط ہے اور نہ توریت سے اور نہ اُن ورسوں سے جو اوپر مذکور ہوئے آسمان پر سے قربانی کے جلانے کو آگ کا اُترنا ثابت ہوتا ہے ✦

(۳۵) (من اجل ذلک) اس آیت میں بحث یہ ہے کہ "کتبنا" کا مفعول کیا ہے اکثر مفسرین نے "انه من قتل" کو اس کا مفعول قرار دیا ہے مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اُن مفسرین نے کتبنا کو بمعنی حکمنا لیا ہے اور جس جملہ کو بذریعہ لفظ "انه" کے اُس کا مفعول قرار دیا ہے اُس میں کوئی حکم مندرج نہیں ہے بلکہ وہ صرف بطور بیان کے

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۴۲﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۴۳﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۴۴﴾ يٰٓأَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوٓا اٰمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا ۛ سَمّٰعُونَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُونَ لِقَوْمٍ اٰخَرِينَ

اور چورانے والا اور چورانے والی (یعنی جنہوں نے چوری کی ہو) پس اُن دونوں کے ہاتھ کاٹو اُس کی سزا میں جو انہوں نے کیا پھٹکار اللہ کی طرف سے، اور اللہ زبردست حکمت والا ہے ﴿۴۲﴾ پھر جو کوئی کہ توبہ کرے اپنے ظلم کرنے کے بعد اور نیک چلن ہو جاوے تو بیشک اللہ اُس کو معاف کر دیگا، بیشک اللہ بخشنے والا ہے رحم والا ﴿۴۳﴾ کیا تو نہیں جانتا کہ بیشک اللہ اُسی کے لئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی، عذاب کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۴۴﴾ اے رسول تجھ کو غمگین نہ کریں وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں کفر میں (اور وہ) اُن لوگوں میں سے ہیں جو اپنے مونہوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور نہیں ایمان لائے اُن کے دل اور اُن لوگوں میں سے ہیں جو یہودی ہیں، سننے والے (یعنی تسلیم کرنے والے) ہیں جھوٹی بات کو، سننے والے ہیں اور لوگوں کے لئے (یعنی بطور جاسوس کے)

یا بطور خبر کے ہے پس میرے نزدیک " کتبنا " کا مفعول محذوف ہے جو قرینہ مقام سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ لفظ قصاص ہے اور " انہ " بحذف لام علت قصاص کے حکم کی علت کو بیان کرتا ہے اور ایسے مقام پر لام علت کا حذف کرنا کثرت سے کلام عرب میں جاری ہے پس تقدیر آیت کی یوں ہے کہ کتبنا علےٰ بنی اسرائیل القصاص لانہ من قتل نفسا بغیر نفس الخ +

قصاص کا حکم توریت میں متعدد جگہ موجود ہے۔ سفر اعداد باب ۳۵ ورس ۳۱ میں لکھا ہے کہ " وازبرائے جان قاتلے کہ واجب القتل است دیت گرفتہ نشود، البتہ کشتہ شود " اور سفر توریان باب ۲۴ ورس ۱۷ میں ہے کہ " و کسے کہ نفسے از نفوس بنی آدم را بکشد البتہ کشتہ شود " اور اُسی باب کے ورس ۲۱ میں ہے کہ " کشندہ مرد کشتہ شود " اور سفر خروج باب ۲۱ ورس ۱۲ میں لکھا ہے کہ " کسے کہ مردے را چنداں بزند تا بمیرد البتہ باید کشتہ شود " +

اور مندرجہ ذیل آیتیں قصاص کی جو توریت میں موجود ہیں نہایت مشہور و معروف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَمْ يَاْتُوْكَ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۴۵) سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ

نہیں آتے ہیں تیرے پاس (یعنی سوائے اس کام کے) بدل ڈالتے ہیں کلام کو پیچھے اُس کے موقع سے، کہتے ہیں (یعنی اپنے دوستوں کو) کہ اگر تم کو یہ حکم دیا جاوے (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) تو اُس کو قبول کرو اور اگر وہ حکم تم کو نہ دیا جاوے تو احتراز کرو، اور جس شخص کو خدا نے ارادہ کیا گمراہ کرنے کا تو ہرگز تو نہ پاویگا اُس کے لئے اللہ سے کچھ، یہ لوگ وہ ہیں کہ اللہ نے نہیں چاہا ہے کہ پاک کرے اُن کے دلوں کو، اُن کے لئے دُنیا میں رسوائی ہے اور اُن کے لئے آخرت میں ہے بڑا عذاب (۴۵) سننے والے ہیں جھوٹی بات کو کھانے والے ہیں حرام (مال) کو، پھر اگر وہ آویں تیرے پاس تو اُن میں حکم کر یا مُنہ پھیرلے اُن سے،

اور زبان زد ہر خاص و عام ہیں ✦

چشم بعوض چشم دنداں بعوض دنداں دست بعوض دست پا بعوض پا سوختن بعوض سوختن زخم بعوض زخم لطمہ بعوض لطمہ (خروج باب ۲۱ ورس ۲۴ و ۲۵) جان بعوض جان چشم بعوض چشم و دنداں بعوض دنداں و دست بعوض دست و پا بعوض پا دادہ شود " (سفر تورات مثنےٰ باب ۱۹ ورس ۲۱) ✦

قرآن مجید میں اس آیت سے پہلے قابیل و ہابیل کا قصہ بیان ہوا ہے کہ ایک نے دوسرے کو مار ڈالا اس قصہ کے بیان کرنے سے مقصد یہ تھا کہ قتل و خونریزی انسان میں قدیم سے چلی آتی ہے اور اسی لئے ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ جو شخص ناواجب کسی کا قتل کرے اُس سے قصاص لیا جاوے پس الفاظ "من اجل ذلك" کے معنی جو اس آیت میں آئے ہیں نہایت صاف ہیں ہمارے مفسرین نے بے فائدہ ان الفاظ کی نسبت کج بحثی کی ہے ✦

اس کے بعد خدا تعالےٰ نے قصاص کا فائدہ بیان کیا ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ جس کسی نے کسی کو بغیر جان کے بدلے کے یا ملک میں فساد مچانے کے مار ڈالا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کیا یعنی اُن کا قتل کر دینا جائز ورو۱ قرار دیدیا اور جس نے جان کو زندہ رکھا یعنی قصاص کا حکم تعمیل کرنے سے بیتی جانوں کو بچایا تو اُس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا کیونکہ قصاص

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِنۡ تُعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ فَلَنۡ يَّضُرُّوۡكَ شَيۡـًٔا ؕ وَاِنۡ حَكَمۡتَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ ﴿۴۲﴾ وَكَيۡفَ يُحَكِّمُوۡنَكَ وَعِنۡدَهُمُ التَّوۡرٰٮةُ فِيۡهَا حُكۡمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰ لِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰۤـئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۴۳﴾	اور اگر تو اُن سے مُنہ پھیر لے تو ہرگز نہ نقصان پہنچا سکینگے تجھ کو کچھ ۔ اور اگر تو حکم کرے تو حکم کر اُن میں انصاف سے ، بیشک اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو (۴۲) اور کیونکر وہ تجھ کو حکم بدینگے حالانکہ اُن کے پاس توریت ہے اُس میں اللہ کا حکم ہے پھر وہ پھر جاتے ہیں اُس کے بعد ، اور وہ نہیں ہیں ایمان والے (۴۳)

کے حکم سے زندہ بیگناہوں کی جان جانے سے محفوظ ہوگئی ✦

(۳۷) (انما جزاؤ الذین) اس آیت میں اُن لوگوں کے احکام بیان کئے ہیں جن کا قتل کرنا یا اُن کو اَور کسی قسم کی سزا دینا ضروری قرار دیا گیا ہے ✦

"یحاربون اللہ ورسولہ" سے صاف مراد یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے جو فطرت انسانی میں تمدن پیدا کیا ہے اور رسول نے بھی اُسی کے مطابق انسانوں کے لئے احکام تمدن صادر فرمائے ہیں اُن کے برخلاف کام کرنے کو خدا ورسول سے جنگ کرنا فرمایا ہے ✦

"یسعون فی الارض فسادا" میں وہ تمام لوگ داخل ہیں جو امن اور راحت و تمدن میں خلل ڈالتے ہیں جیسے ڈاکا ڈالنے والے یا رستہ لوٹنے والے یا گھروں میں گھس کر یا کوئی دیگر چوری کرنے والے اور اُن کے لئے اس آیت میں یہ سزائیں بیان فرمائی ہیں ۔ یا قتل ۔ یا سولی پر لٹکا دینا ۔ یا اُن کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ ڈالنا ۔ یا قیدخانہ میں بند کر رکھنا ۔ مگر پہلی تین سزائیں صرف چوری کرنے والوں سے متعلق نہ تھیں اس لئے اگلی آیت میں فرمایا کہ چور کو جب سزا دے بدنی دیجاوے تو وہ صرف اُس کا ہاتھ کاٹنا ہوگی ۔ پس چور کے لئے صرف دو سزائیں باقی رہیں یا ہاتھ کاٹنا ۔ یا قیدخانہ میں بند کر رکھنا ✦

یہ سزائیں مختلف درجے کی ہیں اور ہر ایک سزا کو یا یہ یا یہ کرکے بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بلحاظ حیثیت و مقدار جرم کے وہ سزائیں مقرر کی گئی ہیں مثلاً ایسے شخص کے لئے جو فساد کرنے میں قتل کا بھی مرتکب ہوا ہو اُس کو قتل کی سزا دیجاویگی ۔ اور جب کہ وہ قاتل بھی ہو اور ڈاکا زنی میں مشہور ہو جس کا خوف ملکوں میں پڑ رہا ہو اُس کو سولی پر لٹکا دینے کی سزا دیجاویگی تاکہ بہت سے لوگ دیکھ لیں اور واقف ہو جاویں کہ وہ بدذات مارا گیا ۔ اور جب کہ وہ ایسے ہوں کہ رستہ لوٹتے ہوں اور دُور دُور جا کر ڈاکا مارتے ہوں مگر اُنہوں نے کوئی خون نہ کیا ہو یا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِیْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾	بیشک ہم نے بھیجی ہے توریت اُس میں ہے ہدایت اور روشنی، حکم کرتے تھے اُس کے مطابق نبی جو خدا کے تابعدار تھے اُن لوگوں کے لئے جو یہودی تھے اور (حکم کرتے تھے) اہل اللہ اور عالم اُس کے مطابق جو اُن کو یاد رکھوایا گیا تھا اللہ کی کتاب سے اور وہ تھے اُس پر گواہ، پھر مت ڈرو آدمیوں سے اور ڈرو مجھ سے اور مت لو میرے حکموں کے بدلے مول تھوڑا، اور جو شخص کہ حکم نہ کرے اُس کے مطابق جو اللہ نے بھیجا ہے پھر وہی لوگ کافر ہیں ﴿۴۸﴾

خون کرنا اُن پر ثابت نہ ہو تو اُن کو ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کی یا صرف ہاتھ کاٹنے کی سزا دیجاویگی، یا اُن کو قید خانہ میں بند کر رکھا جاویگا +

" او ینفوا من الارض " نفی بلد یا نفی من الارض کے معنی شہر سے یا ملک سے غائب کر دینے کے ہیں اور اس سے کسی خاص شہر یا کسی خاص ملک سے خارج کر دینا بھی سمجھا جا سکتا ہے مگر اس مقام پر یہ پچھلے معنی صحیح نہیں ہو سکتے کیونکہ ڈاکوؤں و قطاع الطریقوں اور چوروں کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں یا ایک ملک سے دوسرے ملک میں نکال دینے سے انسان اُن کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتے - اس لئے اس مقام پر " ینفوا " سے وہی پہلے معنی مراد ہو سکتے ہیں جن کو ہم نے الفاظ " غایب کر دینے " سے تعبیر کیا ہے - اور اُس کا نتیجہ صرف قید کرنے سے حاصل ہوتا ہے - پس قرآن مجید کے اُن الفاظ کا " او ینفوا من الارض " یہ مطلب ہوا کہ " او حبسوھم " یعنی یا " اُن کو قید کردو " - حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ " النفی من الارض ھو الحبس " اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے " وھو اختیار اکثر اھل اللغۃ " اسی لئے ہم نے " ینفوا من الارض " کے معنی قید خانہ میں بند کرنے کے لئے ہیں +

ان آیتوں میں جو ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کا حکم ہے اور نیز اُس آیت میں جس میں چور کا صرف ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے وہ لازمی نہیں ہے اور جن لوگوں نے اس کو لازمی سمجھا ہے اُنہوں نے استنباط مسائل میں غلطی کی ہے - اول تو خود آیت ہی میں موجود ہے یا اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو یا قید خانہ میں بند کر رکھو پس اختیار ہے کہ دونوں سزاؤں میں سے جونسی سزا چاہو دو - دوسرے جبکہ تمام فقہا نے ایک مقدار مال مقرر کی ہے کہ جب اس قدر مالیت کا مال چرایا جاوے تب ہاتھ کاٹا جاوے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ
بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ
بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَ
السِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ
فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ
لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ
اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (۴۹)
وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِعِيسَى
ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ
يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ
الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ
وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً
لِلْمُتَّقِينَ (۵۰)

اور ہم نے اُن پر اُس میں (یعنی توریت میں) لکھا ہے
کہ جان بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کے
اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے اور دانت
بدلے دانت کے اور زخموں کا ویسا ہی بدلا ہے
پھر جو کوئی اُس کو معاف کرے تو وہ اُس کے لئے کفارہ
ہے اور جو شخص کہ نہ حکم کرے اُس کے مطابق جو اللہ
نے بھیجا ہے پھر وہی لوگ ظالم ہیں (۴۹) اور ہم نے
اُن کے پیچھے بھیجا اُن کے پاؤں کے نشانوں پر بیٹے
مریم کے بیٹے کو سچا بتلانے والا اُس چیز کو جو اُس کے
آگے ہے توریت سے، اور دی ہم نے اُس کو انجیل
اُس میں ہدایت ہے اور روشنی سچا کرتی ہے اُس چیز
کو جو اُس کے آگے ہے توریت سے، اور ہدایت
ہے اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے
لئے (۵۰)

اس سے لازم آتا ہے کہ اُنھوں نے چوری کی سزا میں ہاتھ کا کاٹا جانا لازمی قرار نہیں دیا کیونکہ قرآن مجید میں کوئی مقدار مال کی ہاتھ کاٹنے کے لئے بیان نہیں ہوئی ہے۔ تیسرے یہ کہ ایسے واقعے بھی پائے جاتے ہیں کہ صحابہ کے وقت میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا گیا اور صرف قید کیا گیا بلکہ اکثر ڈاکو سمجھتے تھے کہ اگر پکڑے جاوینگے تو قید کئے جاوینگے اور ہاتھ و پاؤں کاٹے جانے کا کسی کو خیال نہ تھا۔

حماسہ کی شرح میں لکھا ہے کہ "حریث بن عناب بن مضر ایک غلام کے چرا کر بیچ ڈالنے کے جرم میں مدینہ کے قید خانہ میں قید کیا گیا تھا۔

ابو الفشاس بنی تمیم کے قبیلہ کا ایک مشہور چور تھا اور رہزنی کیا کرتا تھا مروان کے عاملوں نے اُسے پکڑا اور قید خانہ میں قید کیا گیا۔

عبدالرحمٰن ابن حاطب سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص کا ناقہ چرایا حضرت عمر نے اول ہاتھ کاٹنے کی تجویز کی مگر اُس کو ملتوی کیا اور مدعی سے پوچھا کہ وہ کس قیمت کا تھا اُس نے چار سو درم قیمت بتلائی حضرت عمر نے اُس پر آٹھ سو درم کا جرمانہ کیا اور وہ درم مدعی کو دلوا دیئے اور مجرم کو رہا کر دیا۔

حضرت علی مرتضیٰ کے وقت میں عمر بن کریب ایک مشہور چور تھا جو رہزنی کیا کرتا تھا

[۵] دیکھو کتاب خروج باب ۲۱ ورس ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و کتاب توریت مثنی باب ۱۹ ورس ۲۱۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (۵۱) وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا (۵۲)	اور چاہیے کہ حکم کریں انجیل والے مطابق اُس کے جو بھیجا ہے اللہ نے اُس میں، اور جو شخص کہ حکم کرے اُس کے مطابق جو بھیجا ہے اللہ نے تو وہی لوگ ہیں نافرمان (۵۱) اور بھیجی ہے ہم نے تیرے پاس کتاب برحق سچا بتاتی ہے اُس کو جو اُس کے آگے ہے کتاب سے (یعنی توریت و انجیل سے) اور اُس کی محافظ، پس تو اُن میں حکم کر مطابق اُس کے جو اُتارا ہے اللہ نے اور نہ پیروی کر اُن کی خواہش کی برخلاف اُس کے جو آیا ہے تیرے پاس سچ سے ہر ایک کے لئے ہم نے تم میں سے مقرر کی ہے شریعت اور رستہ (۵۲)

اُس کے گرفتار کرنے کو حضرت علی نے شمیط کے بیٹوں کو بھیجا مگر وہ بھاگ گیا اور گرفتار نہ ہوا تب عمر بن کریب نے یہ اشعار کہے :-

ولما ان رایت ابنی شمیط ۔۔۔ بسکۃ طیّ والباب دونی

تجللت العصا وعلمت انی ۔۔۔ رھین مخیس ان ادرکونی

ولو انی لبثت بھم قلیلا ۔۔۔ لجرونی الی شیخ بطین

شدید مجامع الکتفین باق ۔۔۔ علی الحدثان مختلف الشؤن

ان اشعار سے صاف پایا جاتا ہے کہ عمر بن کریب کا یہ خیال تھا اگر وہ پکڑا گیا تو قید خانہ میں جس کا نام مخیس تھا قید کیا جاویگا ۔

مخیس ایک قید خانہ کا نام تھا جس کو حضرت علی نے بنایا تھا پہلی دفعہ انہوں نے بانسوں کا قید خانہ بنایا تھا اور نافع اُس کا نام رکھا تھا اُس میں سے چور کوہل لگا کر نکل گئے تب اُنہوں نے دوسرا مضبوط قید خانہ بنایا اور مخیس اُس کا نام رکھا اور یہ شعر کہے ۔

اما ترانی کیسا مکیسا ۔۔۔ بنیت بعد نافع مخیسا

بابا حصینا وامینا کیسا

ایک معترض کہ سکتا ہے کہ جو کچھ تم نے بیان کیا اُس سے اس بات کی ضرور تسلیم لازم آتی ہے کہ قرآن مجید نے سرقہ کی علت میں عضو انسان کا کاٹنا بھی جائز رکھا ہے جو نہایت سخت اور وحشیانہ اور بے رحمانہ خلاف انسانیت سزا ہے اور خدا کی شان سے ایسی سزا کا جائز رکھنا نہایت بعید ہے بعضوں کا قول ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی یہ سزا دیجاتی تھی جیسا کہ تاریخ ابو الفدا میں لکھا ہے مگر زمانہ جاہلیت میں اُس کا رواج ہونا زمانہ اسلام میں بھی اُس کے جائز رکھنے کی نہ دلیل ہوسکتا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۵۳﴾ وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿۵۴﴾ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿۵۵﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۶﴾

اور اگر چاہتا اللہ تو کر دیتا تم کو ایک اُمّت لیکن چاہتا ہے کہ تم کو آزمائے اُس میں جو تم کو دی ہے پھر سبقت کرو نیکی میں اللہ کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر بتا دیگا تم کو جس میں تم اختلاف کرتے تھے ﴿۵۳﴾ اور یہ کہ حکم کر اُن میں مطابق اُس کے جو بھیجا ہے اللہ نے اور نہ پیروی کر اُن کی خواہشوں کی، اور اُن سے ڈر کہ دق نہ کریں تجھ کو بعض اُن حکموں (کے نہ بجا لانے) سے جو بھیجے ہیں اللہ نے تیرے پاس، پھر اگر وہ پھر جاویں تو جان لے کہ اُس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ اُن کو عذاب دے اُن کے بعض گناہوں کے سبب اور بیشک لوگوں میں سے اکثر نافرمان ہیں ﴿۵۴﴾ کیا پھر جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں، اور کون ہے اللہ سے بہتر حکم کرنے میں اُن لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں ﴿۵۵﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست بعض اُن کے دوست ہیں بعض کے، اور جو تم میں سے دوستی کرے اُن سے تو بیشک وہ انہیں میں سے ہے۔ بیشک اللہ نہیں ہدایت کرتا ظالموں کی قوم کو ﴿۵۶﴾

ہے اور نہ اسلام اُس وحشیانہ سزا کے جائز رکھنے کے الزام سے بری ہو سکتا ہے +

مگر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں جس طرح کہ مختلف سزاؤں کا بیان ہوا ہے اور جس طرح کہ وہ مختلف حیثیت اور مقدار جرم سے علاقہ رکھتی ہیں اُسی طرح زمانہ کی حالت سے بھی اُن کا تعلق رکھنا اُن کے احکام کے ضمن میں پایا جاتا ہے جس زمانہ میں کہ ملک کی یا قوم کی ایسی حالت ہو کہ قید خانوں کا انتظام ناممکن ہو اور نہ ایسے جزائر پر دست رس ہو جہاں مجرم جلا وطن کر کے قید کئے جا سکیں تو اُن جرموں کے موقوف کرنے کے لئے اور تمام خلق اللہ کو امن دینے کے لئے بالاضطرار سزائے بدنی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے گو کہ وہ ایک وحشیانہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
يُسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰىٓ
اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ
اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ
عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ (۵۷) وَ
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ
الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ
اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ (۵۸)
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ
مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي
اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ
اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۵۹)
اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
وَهُمْ رٰكِعُوْنَ (۶۰)

پھر تو دیکھتا ہے اُن لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری
ہے (یعنی نفاق) گھسے جاتے ہیں اُن میں کہتے ہیں
کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہم کو کوئی مصیبت پہنچے، پس قریب ہے
کہ اللہ دیوے فتح یا کوئی اور شے اپنے پاس سے،
پھر وہ ہو جاویں گے اُس پر جو انہوں نے اپنے دلوں
میں چھپایا ہے شرمندہ (۵۷) اور کہیں گے وہ لوگ
جو ایمان لائے ہیں کیا یہ وہی ہیں جنہوں نے قسم کھائی
تھی اللہ کی اپنی سخت قسمیں کہ بیشک وہ تمہارے
ساتھ ہیں، نابود ہو گئے اُن کے عمل پھر ہو گئے
نقصان اٹھانے والوں میں (۵۸) اے لوگو جو
ایمان لائے ہو جو کوئی پھر جاوے تم میں سے
اپنے دین سے تو جلد بلاوے گا اللہ ایک قوم کو
کہ دوست رکھتا ہے ان کو اور وہ دوست رکھتے
ہیں اُس کو متواضع ہیں ایمان والوں کے ساتھ اور
سخت گیر ہیں کافروں کے ساتھ، کوشش کریں گے اللہ کی
راہ میں اور نہ خوف کریں گے ملامت کرنے والوں
کی ملامت سے، یہ ہے فضل اللہ کا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ
وسیع نعمت والا ہے جاننے والا (۵۹) اس کے سوا کچھ نہیں
کہ تمہارا دوست اللہ اور اُس کا رسول ہے اور وہ لوگ
جو ایمان لائے ہیں جو پڑھتے رہتے ہیں
نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ کو اور وہی
رکوع کرنے والے ہیں (۶۰)

سزا ہو مگر مجبوری اختیار کی جاتی ہے۔ نہایت شایستہ ملکوں میں بھی بحالت مجبوری سزائے بدنی دی جاتی ہے بید کی سزا بھی ایسی ہی وحشیانہ سزا ہے مگر قید خانے اس قدر کثیر مجرموں کے قید کرنے کو کافی نہیں ہوتے تو مجبوری سزائے بدنی دیکر چھوڑ دیا جاتا ہے پس قرآن مجید نے اور نیز حضرت موسیٰ نے مجبوری کی حالت میں اُس سزائے بدنی کو جائز رکھا ہے مگر جب کہ ملک میں تسلط ہو اور قید خانوں کا انتظام موجود ہو تو قرآن مجید کی رو سے اس سزائے بدنی کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ
هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۶۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ
وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاِذَا
نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا
هُزُوًا وَّلَعِبًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ
الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ
اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا
وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ
فٰسِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ
بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ
مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ
وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ
وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ
مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۵﴾

اور جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اُس کے رسول کو
اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں تو بیشک اللہ کا گروہ
وہی غلبہ پانیوالے ہیں ﴿۶۱﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو
دوست مت بناؤ اُن لوگوں کو جنہوں نے بنایا ہے
تمہارے دین کو ٹھٹھا اور کھیل اُن لوگوں میں سے جن کو دی گئی ہے
کتاب تم سے پہلے اور کافروں کو، اور ڈرو اللہ
سے اگر تم ایمان والے ہو ﴿۶۲﴾ اور جب تم
پکارتے ہو نماز کے لئے تو بناتے ہیں اُس کو
ٹھٹھا اور کھیل، یہ اِس لئے کہ بیشک وہ قوم
ہیں کہ سمجھتے نہیں ﴿۶۳﴾ کہہ دے کہ اے
کتاب والو کیا تم ہم پر اس کے سوا کچھ عیب
پکڑتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور
اُس پر جو ہمارے پاس بھیجا ہے اور اُس پر
جو اس سے پہلے بھیجا گیا تھا اور تم میں سے
بہت سے فاسق ہیں ﴿۶۴﴾ کہہ دے کہ میں تم کو اس سے
زیادہ بدتر خدا کے پاس سے سزا کی کیا خبر دوں
کہ جس پر خدا نے لعنت کی اور اس پر غصہ ہوا اور اُن
میں سے بندر و سؤر اور شیطان پوجنے والے بنا دیئے
وہی لوگ بدتر جگہ میں ہیں اور بڑے گمراہ سیدھے
رستے سے ﴿۶۵﴾

دینا کسی طرح جائز نہیں ہے بلکہ صرف وہی سزا دیجاویگی جو سب سے اخیر بیان ہوئی ہے اور جس کو بلفظ "او ینفوا من الارض" بیان کیا ہے اور اُس کے بعد کسی اور سزا کا بیان نہیں ہے ۔ صرف ایک جرم میں یعنی زنا میں سزائے بدنی کا دیا جانا فطرت انسانی کے مطابق ہے کیونکہ جیسا وہ جرم تعرّضِ جسمانی سے علاقہ رکھتا ہے ویسی ہی اُس کی سزا بھی تکلیف نفسانی سے ہونی چاہیئے پس اسلام نے بھی سوائے حالت مجبوری کے بجز زنا کے اور کسی جرم میں سزائے بدنی کو جائز نہیں رکھا ہے +

اب باقی رہا معاف کرنا اُس کی نسبت نہایت عمدہ لفظ "قبل ان تقدروا علیہم"
قرآن مجید میں آیا ہے ہر ایک ڈاکو جو درحقیقت ڈاکا زنی کرتا ہے یا ایک چور جو درحقیقت چوری کا پیشہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ
دَخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا
بِهِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا
يَكْتُمُونَ (٦٦) وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِنْهُمْ
يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ (٦٧) لَوْلَا يَنْهَاهُمُ
الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ
الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ
مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (٦٨) وَقَالَتِ
الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ
أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ
مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ
وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ
إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ
وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ
إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا
نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ
فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ
الْمُفْسِدِينَ (٦٩)

اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے
ہیں اور بیشک وہ کفر میں پڑے ہوئے ہیں اور
بیشک وہ کفر ہی میں نکلے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو
کچھ وہ چھپاتے ہیں (٦٦) اور تو اُن میں سے بہت سوں کو
دیکھتا ہے کہ گناہ کرنے اور زیادتی کرنے اور خود حرام
کھانے میں کوشش کرتے ہیں البتہ بُرا ہے جو کچھ کہ وہ
کرتے ہیں (٦٧) کیوں نہیں اُن کو منع کرتے اُن کے
خداپرست اور اُن کے عالم اُن کو گناہ کی بات کہنے
اور اُن کو حرام کھانے سے البتہ بُرا ہے جو کچھ کہ وہ کرتے
ہیں (٦٨) یہودیوں نے کہا کہ خدا کے ہاتھ بند ہیں (یعنی
ہم کو فراخی نہیں دیتا) اُنھی کے ہاتھ بند ہو گئے ہیں
اور جو کچھ اُنہوں نے کہا اُس پر اُن کو لعنت کی گئی ہے
بلکہ خدا کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں دیتا ہے جس طرح کہ چاہتا ہے
اور البتہ اُن میں سے بہت سوں میں نافرمانی و کفر کو وہ چیز زیادہ
کردے گی جو تیرے پاس تیرے پروردگار کے پاس سے بھیجی گئی
اور ہم نے اُن میں (یعنی یہودیوں و عیسائیوں میں) عداوت
اور بغض قیامت کے دن تک ڈال دیا ہے جب وہ (مسلمانوں سے)
لڑائی کے لیے آگ جلاتے ہیں اللہ اُس کو بجھا دیتا ہے اور
ملک میں فساد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے
والوں کو دوست نہیں رکھتا (٦٩)

رکھتا ہے اور اُس کے ڈاکو یا چور ہونے میں کسی کو شبہ نہیں مگر بسبب نہ دستیاب ہونے ثبوت کے ہم اُس کے سزا دینے پر قادر نہیں ہیں پس اگر قبل ہماری قدرت سزا دینے کے وہ ڈاکو اور چور اپنے پیشہ کو چھوڑ دے اور صلاحیت قبول کرے اور نیک چلن ہو جاوے تو اُس کے گذشتہ افعال سے درگذر کرنا ایک ایسا امر ہے جس کی مخالفت نہ انصاف کر سکتا ہے اور نہ کوئی قانون، یہی عمدہ احکام ہیں جو قرآن مجید میں اُس کی نسبت بیان ہوئے ہیں +

(٤٢) (والسارق والسارقة) سیبویہ کا قول ہے کہ "والسارق والسارقة" مبتدا ہے اور اُس کی خبر محذوف "حکمہما فیما یتلی" ہے اور "فاقطعوا ایدیہما" جداگانہ جملہ ہے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٢﴾

اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور پرہیزگاری کرتے تو البتہ ہم مٹا دیتے اُن کے گناہ اور بیشک اُن کو داخل کرتے نعمت کی جنتوں میں اور اگر وہ قائم رکھتے توریت و انجیل کو اور جو کچھ کہ بھیجا گیا تھا اُن کے پاس اُن کے پروردگار سے (یعنی اُس کے مطابق عمل کرتے) تو بیشک کھاتے (یعنی نعمتیں) اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے (یعنی آسمان زمین سے) اُن میں سے ایک گروہ ہے ٹھیک راہ پر چلنے والا اور اُن میں سے بہت ہیں کہ بُرا ہے جو وہ کرتے ہیں ﴿٧٠﴾ اے پیغمبر پہنچا دے (لوگوں میں) جو کچھ کہ بھیجا گیا ہے تیرے پاس تیرے پروردگار سے اور اگر تو نہ کرے تو تو نے اُس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ بچاویگا تجھ کو آدمیوں سے بیشک اللہ نہیں ہدایت کرتا کافروں کی قوم کو ﴿٧١﴾ کہدے اے اہل کتاب تم کسی چیز پر نہیں ہو جب تک کہ تم قایم کرو توریت کو اور انجیل کو اور جو کچھ کہ تمہارے پاس بھیجا گیا ہے تمہارے پروردگار سے اور البتہ اُن میں سے بہت سوں میں نافرمانی اور کفر کو وہ چیز زیادہ کرے گی جو تیرے پاس تیرے پروردگار سے بھیجی گئی ہے پھر تو مت غم کھا کافروں کی قوم پر ﴿٧٢﴾

سارق کے احکام کو جدا بیان کرنے کی یہی وجہ تھی کہ اس سے پہلی آیت میں جو الفاظ "یسعون فی الارض فسادا" آئے تھے اُس میں سارق بھی شامل تھے مگر جو احکام سزا سے بدنی کے وہاں بیان ہوئے تھے وہ سرقہ محض سے متعلق نہ تھے اس لئے اُس کی نسبت علیحدہ حکم بیان کرنے کی ضرورت ہوئی پس جب ان دونوں آیتوں پر یکشامل غور کی جاوے تو نتیجہ یہ نکلیگا کہ سرقہ محض میں یا سارق کا ہاتھ کاٹا جاویگا جب کہ ملک و قوم کی حالت ایسی ہو کہ قید خانوں کا انتظام نہ ہو یا قید خانہ میں قید کیا جاویگا جب کہ وہ موجود ہوں +

ایک یہ بحث پیش آتی ہے کہ مکرر سرقہ کرنے کی حالت میں دوسرے ہاتھ کا بھی کاٹا جانا جائز

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا
وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ (٧٣) لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ
بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ
رُسُلًا كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ
بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا
كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ (٧٤)
وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا
وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِنْهُمْ
وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ (٧٥)
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ
هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ
الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا
اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ
يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ
عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ
وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (٧٦)
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ
ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ
وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ
لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ (٧٧)

بیشک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جو یہودی ہیں اور صابی اور
عیسائی اور جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور اخیر دن
پر اور عمل کرے اچھے تو اُن پر کچھ خوف نہیں اور
نہ وہ غمگین ہونگے (٧٣) بیشک ہم نے عہد لیا
بنی اسرائیل سے اور ہم نے اُن کے پاس رسول
بھیجے جب اُن کے پاس کوئی رسول آیا اُس کے
ساتھ جس کو اُن کے نفس نہیں چاہتے تھے تو
کسی کو وہ جھٹلاتے تھے اور کسی کو مار ڈالتے
تھے (٧٤) اور انہوں نے گمان کیا کہ کچھ بُرائی نہ
ہوگی پھر وہ اندھے ہوئے اور بہرے ہوئے پھر معاف کیا
اُن کو اللہ نے پھر اُن میں سے بہت سے اندھے ہوئے
اور بہرے ہوئے اور اللہ دیکھنے والا ہے جو کچھ کہ وہ
کرتے ہیں (٧٥) بیشک وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے
کہا کہ بیشک اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح
نے کہا اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو میرا
پروردگار اور تمہارا پروردگار ہے بیشک جس شخص
نے شرک کیا اللہ کے ساتھ تو بیشک حرام کی اللہ
نے اُس پر جنت اور اُس کی جگہ ہے آگ اور
ظالموں کے لئے کوئی مدد کرنے والا
نہیں (٧٦) بیشک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں
نے کہا کہ بیشک اللہ تین میں کا تیسرا ہے
اور نہیں ہے کوئی معبود بجز خدائے واحد کے اور اگر وہ
نہ باز آویں اس سے جو وہ کہتے ہیں تو البتہ چھوئیگا
اُن لوگوں کو اُن میں سے جو کافر ہوئے عذاب
دکھ دینے والا (٧٧)

ہے یا نہیں اس پر متقدمین کو بھی شبہ رہا ہے اور بعض دفعہ اُس پر عمل ہوا ہے مگر میں نہایت
طمانیت سے کہہ سکتا ہوں کہ مکرر سرقہ کرنے کی حالت میں قرآن مجید میں دوسرے ہاتھ یا پاؤں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٧٨﴾
مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ
صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ
انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ
ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿٧٩﴾
قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَ
لَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ ﴿٨٠﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ
لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ
وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا
مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا
عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٨١﴾ لُعِنَ الَّذِينَ
كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ
مَرْيَمَ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا
يَعْتَدُونَ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ
عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا
يَفْعَلُونَ ﴿٨٢﴾

کیا معافی نہیں چاہتے اللہ ہی اور بخشش نہیں مانگتے
اُس سے اور اللہ بخشنے والا ہے رحم والا (۷۸)
نہیں ہے مسیح مریم کا بیٹا مگر ایک رسول بیشک گذرے
میں اُس سے پہلے بہت سے رسول اور اُس کی ماں
سچے دل سے خدا کی ماننے والی ہے وہ دونوں کھاتے تھے کھانا
دیکھ کس طرح ہم اُن کے لئے بیان کرتے ہیں نشانیاں
پھر دیکھ کہاں سے وہ پلٹائے جاتے ہیں (۷۹)
کہدے کیا تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا اُس کی
جو نہیں قدرت رکھتا تمہارے لئے کسی ضرر کی اور
نہ کسی نفع کی اور اللہ وہی سُننے والا ہے
جاننے والا (۸۰) کہدے اے اہل کتاب زیادتی
مت کرو اپنے دین میں ناحق اور پیروی مت کرو
ایسی قوم کی خواہشوں کی جو بیشک گمراہ ہوئی اس سے
پہلے اور گمراہ کیا بہتوں کو اور گمراہ ہوئے سیدھے
رستہ سے (۸۱) لعنت کی گئی ہے اُن لوگوں پر جو
بنی اسرائیل میں سے کافر ہوئے داؤد اور
عیسٰی مریم کے بیٹے کی زبان سے یہ اس لئے کہ
اُنہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے
ایک دوسرے کو روکتے نہ تھے بُرے کام سے
جو وہ کرتے تھے البتہ بُرا تھا جو وہ کرتے
تھے (۸۲)

کے کاٹے جانے کا ہرگز حکم نہیں ہے جنہوں نے اُس پر عمل کیا ہے اُن سے اجتہاد میں خطا ہوئی ہے کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ اگر یہ جائز ہو تو تیسرے یا پانچویں جرم سرقہ میں کیا کیا جاویگا ؛

ڈاکوؤں اور رہزنوں کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں اور چور کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالنا اُن کو اُن جرائم کے ارتکاب سے ایک مناسب حد تک معذور کر دینا ہے۔ اور اُس سے زیادہ خدا کی حکمت کو باطل کرنا اور اُن کو انسان سے ایک مضغہ بنا دینا ہے جو فطرت اللہ کے برخلاف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ
لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ
عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ
خٰلِدُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ
مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨٤﴾ لَتَجِدَنَّ
اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ
اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا
وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا
نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ
قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِذَا سَمِعُوْا
مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ
تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا
مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا
فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَمَا
لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا
مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا
رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٧﴾

تو دیکھتا ہے اُن میں سے بہتوں کو کہ دوستی کرتے ہیں اُن لوگوں سے جو کافر ہیں البتہ بُرا ہے جو اُن کے لئے آگے بھیجا ہے اُن کے نفسوں نے کہ غصے ہوا اللہ اُن پر اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں ﴿٨٣﴾ اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ پر اور اُس نبی (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) پر اور اُس پر جو بھیجا گیا ہے اُس کے پاس تو نہ بناتے اُن کو دوست لیکن اُن میں سے بہت سے فاسق ہیں ﴿٨٤﴾ البتہ تو پاویگا سب لوگوں سے زیادہ دشمنی میں اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں یہودیوں کو اور اُن لوگوں کو جو مشرک ہیں اور البتہ تو پاویگا اُن سب سے زیادہ نزدیک دوستی میں اُن لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اُن لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ بیشک ہم نصارٰے[1] ہیں اس لئے کہ اُن میں عالم اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ﴿٨٥﴾ اور جس وقت کہ سنتے ہیں جو بھیجا گیا ہے اُس رسول کے پاس تو تو دیکھتا ہے کہ اُن کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں آنسوؤں سے بسبب اُس کے کہ جان لیا انہوں نے سچ کو، کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے پھر ہم کو لکھ لے شاہدوں کے ساتھ ﴿٨٦﴾ اور کیا ہے ہم کو کہ ہم ایمان نہ لاویں اللہ پر اور اُس پر جو ہمارے پاس آیا ہے سچ، اور کیوں ہم طمع نہ کریں کہ داخل کرے ہم کو ہمارا پروردگار نیک لوگوں کے ساتھ ﴿٨٧﴾

ہے +

﴿٨٦﴾ (فائدہ) عرب میں جس قدر لوگ بستے تھے وہ اپنے اپنے گروہ کے سردار کے بطور رعیت محکوم تھے وہی سردار اُن پر حاکم ہوتا تھا اور تمام خصومات اور جنایات کا وہی

سلہ نصر نصرو علی عدوہ نصرا اعانہ الیہ والاسم النصرۃ والنصیر المعین مثل انا صر وجمعہ انصار کشریف واشراف والنصاری جمع نصران ونصرانۃ کالندمی جمع ندمان وندمانۃ (جواہر القرآن) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۸﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا
طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ
وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ
اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ
الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۰﴾
لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ
فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ
بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ
اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ
مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ
اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ
فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ
كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ
وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۹۱﴾

پھر ان کو بدلا دیا اللہ نے اس کا جو کہتے تھے جنتیں
بہتی ہیں اس کے نیچے نہریں ہمیشہ رہینگے اُس
میں یہ ہے بدلا نیک کام کرنے والوں کا، اور جو لوگ
کافر ہوئے اور جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وہ لوگ
ہیں جہنم میں رہنے والے ﴿۸۸﴾ اے لوگو جو ایمان
لائے ہو مت حرام کرلو پاکیزہ چیزوں کو جو حلال کیا
ہے خدا نے تمہارے لئے اور زیادتی مت کرو،
بیشک اللہ نہیں دوست رکھتا زیادتی کرنے والوں
کو ﴿۸۹﴾ اور کھاؤ جو کچھ کہ دیا ہے تم کو اللہ نے
حلال اور پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے جس پر کہ تم
ایمان لائے ہو ﴿۹۰﴾ نہیں عذاب دیگا تم کو اللہ
بغیر قصد کے تمہارے قسم کھالینے میں لیکن عذاب
دیگا تم کو اُن قسموں پر جو تم نے باندھی ہیں پھر
(اگر توڑ دو تو) اُس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا
کھلانا ہے وسط درجہ کا کھانا جو تم اپنے کنبہ کو کھلاتے
ہو یا دس مسکینوں کو کپڑے بنوا دینا یا ایک بردہ
کا آزاد کرنا اور جس کو یہ میسر نہ ہو تو تین دن کے
روزے رکھتے ہیں، یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا
جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) اور حفاظت کرو اپنی
قسموں کی، اس طرح پر تمہارے لئے خدا اپنی
نشانیوں کو بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر
کرو ﴿۹۱﴾

فیصلہ کرتا تھا اور وہی سزا کا حکم دیتا تھا یہودی توریت کے سخت احکام سے بچنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس فیصلہ کو آتے تھے۔ خدا نے فرمایا کہ تجھ کو اختیار ہے چاہے اُن کا فیصلہ کر چاہے نہ کر کیونکہ وہ اُس گروہ میں نہ تھے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع تھے اور فرمایا کہ اگر فیصلہ کرے تو جو انصاف ہو وہ کرے۔ اور پھر یہودیوں کی بدبختی پر تنبیہ کی کہ باوجود اس کے کہ توریت میں سب حکم موجود ہیں پھر تجھ کو کیوں حکم بدتے ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ
وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ
وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ
الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ (۹۲) اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ
اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ
وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ
وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ
الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ
وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا
اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (۹۳)
لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْۤا
اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا
ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِيْنَ (۹۴) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ
تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ
لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ
بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ
فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۹۵)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اس کے سوا کچھ نہیں
کہ شراب (پینی) اور جوا (کھیلنا) اور استھانوں کو
(پوجنا) اور فال کے تیروں سے (فال نکالنا) ناپاک
(کام) ہے شیطان کے کاموں میں سے اُس سے
بچو تاکہ تم فلاح پاؤ (۹۲) اس کے سوا اور کچھ
نہیں کہ شیطان چاہتا ہے کہ تم میں عداوت اور
بغض شراب اور جوے کے سبب ڈالے اور تم کو
اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے، پھر کیا
تم اُس سے رک رہنے والے ہو، اور اطاعت کرو
اللہ کی اور اطاعت کرو پیغمبر کی اور ڈرو، پھر اگر تم
پھر گئے تو جان لو کہ ہمارے پیغمبر پر (احکام) صریح پہنچانے
کے سوا اور کچھ نہیں (۹۳) اُن لوگوں پر جو ایمان
لائے ہیں اور اچھے کام کئے ہیں اس بات میں
کہ وہ (اُس سے پہلے) کھا پی چکے ہیں کچھ گناہ
نہیں جب کہ انہوں نے پرہیزگاری کی اور اچھے
عمل کئے پھر پرہیزگاری کی اور ایمان لائے پھر پرہیزگاری
اور نیک کام کئے، اور اللہ دوست رکھتا ہے
نیک کام کرنے والوں کو (۹۴) اے لوگو جو ایمان لائے
ہو اللہ تم کو شکار کرنے میں ایک چیز سے آزمائیگا
جس کو تمہارے ہاتھ یا تمہارے تیر پہنچیں
تاکہ جان لے کہ کون بن دیکھے اُس سے
ڈرتا ہے پھر جس نے اس کے بعد زیادتی کی
تو اُس کے لئے عذاب ہے دکھ دینے والا (۹۵)

اس سے اُن کی بدنیتی اور توریت کے احکام سے بچنے کی تدبیر پائی جاتی ہے +

٭ بالقسط کے لفظ پر جس کے معنی انصاف کے ہیں بحث ہو سکتی ہے کہ انصاف سے کیا مراد ہے اُس لفظ سے شریعت اسلام مراد لینا صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر یہ ہوتا تو جس طرح اگلی آیتوں میں صاف بتا دیا گیا ہے کہ جو کچھ خدا نے تجھ پر اتارا ہے اُس کے مطابق

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا
الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ
قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ
مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ
بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا
بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ
مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا
لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ
عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ
اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
ذُو انْتِقَامٍ (٩٦) اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ
الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ
وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ
الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۭ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (٩٧)
جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ
قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ
وَالْهَدْيَ وَالْقَلَاۗىِٕدَ ۭ ذٰلِكَ
لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ (٩٨)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت مارو شکار کو جب
تم احرام باندھے ہو اور جس نے تم میں سے
جان بوجھ کر اُس کو مارا تو بدلا ہے اُس کی مانند
جو مارا ہے چوپایہ جانوروں میں سے جو قربانی کے
لئے کعبہ میں پہنچنے والے ہوں۔ تم میں سے
دو منصف آدمی اُس کے برابر ہونے کا حکم کردیں
یا اُس کا کفارہ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا اُس کی
برابر روزے رکھنے تاکہ چکھے بال اپنے کام کا معاف
کیا اللہ نے جو کچھ پہلے ہوچکا اور جس نے پھر کیا تو بدلا
لیوےگا اللہ اُس سے اور اللہ غالب ہے بدلا
لینے والا (٩٦) حلال کیا گیا ہے تمہارے لئے دریا
کا شکار اور اُس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے
فائدہ کے لئے اور تم پر حرام کیا گیا ہے جنگل کا شکار جب
تک کہ تم احرام باندھے ہو اور ڈرو اللہ سے جس
پاس تم اکٹھے ہوکر جاؤ گے (٩٧) بنایا ہے اللہ
نے کعبہ کو جو بزرگ گھر ہے لوگوں کے لئے امن سے
رہنے کو اور بزرگ مہینے کو اور قربانی کے
جانوروں کو گلے میں پٹا ڈالے ہوئے جانوروں
کو، یہ اس لئے تاکہ تم جان لو کہ بیشک اللہ جانتا ہے
جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے،
اور بیشک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے، جان لو
کہ بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور
بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان (٩٨)

حکم کہ اُسی طرح یہاں بھی بیان کیا جاتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ قسط کے لفظ سے شریعت اسلامی مخصوص نہیں ہے +

ایک شخص جو اپنے تئیں کسی خاص گروہ کا بیان کرتا ہے اور ہمیشہ اُن فائدوں سے جو اُس گروہ میں ہونے کے سبب اُس کو حاصل ہوسکتے تھے مستفید ہوتا رہتا ہے اور کسی خاص معاملہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ وَاللَّهُ
يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٩٩﴾
قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ
وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ
فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٠٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ
تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ
الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ
غَفُورٌ حَلِيمٌ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ
أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ﴿١٠١﴾ مَا جَعَلَ
اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ
وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَٰكِنَّ
الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى
اللَّهِ الْكَذِبَ وَأَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْقِلُونَ ﴿١٠٢﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ
تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى
الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا
عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ
أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ
إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ
جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٤﴾

پیغمبر پر بجز حکم پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں ہے اور اللہ
جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو (۹۹)
کہہ دے اے پیغمبر کہ برابر نہیں ہے ناپاک اور پاک اور اگرچہ
تجھ کو ڈالے تعجب میں زیادتی ناپاک کی، پھر ڈرو
اللہ سے اے عقل والو تاکہ تم فلاح پاؤ (۱۰۰)
اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت سوال کرو اُن چیزوں
سے کہ اگر تمہارے لئے کھول دی جاویں تو تم کو بری
لگیں اور اگر تم اُن سے سوال کرو گے قرآن نازل
کئے جانے کے وقت میں تو تمہارے لئے کھول دی جاوینگی،
معاف کیا اللہ نے اُس سے اور اللہ بخشنے والا ہے تحمل والا،
بیشک اُن (چیزوں) سے سوال کیا تھا ایک قوم نے تم سے
پہلے پھر اُن سے کافر ہوگئی (۱۰۱) اللہ نے (حرام) نہیں کیا
کان پھاڑے ہوئے اونٹ کو اور نہ سانڈ کو اور نہ اُس بکری
کو جو بچے کے ساتھ پیدا ہوئی ہو اور نہ دس بچے جنی ہوئی
اونٹنی کو لیکن اُن لوگوں نے جو کافر ہیں اللہ پر جھوٹ بہتان
باندھا ہے اور اُن میں کے اکثر نہیں سمجھتے (۱۰۲) اور جب
اُن کو کہا جاتا ہے آؤ اُس کی طرف جو اللہ نے
بھیجا ہے اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں ہم کو وہی کافی
ہے جس پر ہم نے اپنے باپوں کو پایا ہے کیا جب بھی کہ اُن کے
باپ کچھ نہیں جانتے اور نہ اُنہوں نے ہدایت پائی تھی (۱۰۳)
اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اپنی آپ خبرداری کرو، نقصان
نہ پہنچا دیگا تم کو کوئی شخص جو گمراہ ہوا ہو جب کہ تم نے
ہدایت پالی، اللہ کے پاس تم سب کو پھر جانا ہے پھر
بتا دیگا تم کو جو کچھ کہ تم کرتے تھے (۱۰۴)

میں جس میں اُس کا نقصان ہے دوسرے گروہ کے حاکم سے فیصلہ چاہے جن کی شریعت یا دستور
کے مطابق وہ اُس نقصان سے بچ سکتا ہے تو اُس کے حق میں بھی انصاف ہوگا کہ دوسرے
گروہ کا حاکم اُس کو وہی حکم دے جو اُس گروہ میں مروج ہیں جس گروہ سے وہ شخص علاقہ رکھتا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ
اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ
مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ
اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ
فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ
تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ
فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ
لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ
ذَا قُرْبٰی وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ
اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ (١٠٥)
فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤی اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ
اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا
مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ
الْاَوْلَیٰنِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ
لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا
وَمَا اعْتَدَیْنَاۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ
الظّٰلِمِیْنَ (١٠٦) ذٰلِكَ اَدْنٰۤی
اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَاۤ
اَوْ یَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ بَعْدَ
اَیْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا
وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ
الْفٰسِقِیْنَ (١٠٧)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے باہم گواہ ہونے
چاہئیں جب تم میں سے کسی کو وصیت کرتے
وقت موت آموجود ہو تو تم میں سے دو معتمد
شخص گواہ ہوں یا اور دو ہوں غیروں میں سے
اگر تم سفر ملک میں کرتے ہو اور تم کو پہنچی مصیبت
موت کی (اور جب اُن کی گواہی لینی ہو) تو انکو
ٹھیرا رکھو نماز کے بعد تک پھر وہ قسم کھاویں اللہ کی اگر تم اُن
پر شک کرتے ہو۔ کہ ہم نہ لیوینگے اس کے بدلے
مول اور اگرچہ قرابت مند ہی ہو اور ہم نہ چھپاوینگے اللہ
کی (مقرر کی ہوئی) گواہی کو بیشک ہم اُس وقت (جب کہ
گواہی کے بدلے مول لیں یا گواہی کو چھپا دیں) گنہگاروں
میں سے ہونگے (١٠٥) پھر اگر کھل جاوے کہ اُن دونوں نے
گناہ حاصل کیا ہے (یعنی رشوت لیکر گواہی دی ہے یا گواہی
کو چھپایا ہے) تو اُن کی جگہ دو دوسرے گواہ (گواہی دینے
کو) اُن لوگوں کی طرف سے کھڑے ہو جاویں جن کو ضرر
پہنچا کہ پہلے دو گواہ گناہ کے مستحق ہوئے پھر دونوں گواہ اللہ
کی قسم کھاویں کہ ہماری گواہی اُن کی گواہی سے زیادہ تر حق ہے
اور ہم نے کچھ زیادتی نہیں کی ہے بیشک جب ہم نے ایسا
کیا تو ہم ظالموں میں سے ہونگے (١٠٦) جس طرح پر گواہی دینی
چاہئے یہ طریقہ بہتر ہے گواہی دینے والوں کا زیادہ ڈرینگے
(یعنی پہلے گواہ) کہ رد کی جاوینگی اُن کی قسمیں اُن کی قسمیں
کھانے کے بعد، اور ڈرو اللہ سے اور اس کے کہنے کو مانو
اللہ ہدایت نہیں کرتا نافرمان لوگوں کو (١٠٧)

ہے +

بعض احادیث سے پایا جاتا ہے کہ یہودیوں نے زنا کے جرم میں رجم سے بچنے کے لئے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے چھپایا تھا کیونکہ قرآن مجید میں رجم کی سزا زنا کے جرم میں نہ تھی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سزا توریت میں تھی اُسی کے جاری کرنے کا حکم دیا اور بلاشبہ وہی اُس کے

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ (۱۰۸)	جس دن کہ اللہ اکٹھا کریگا پیغمبروں کو تو کہیگا کہ تم کس طرح پر مانے گئے (یعنی پچھلے لوگوں نے تم کو مانا یا کس طرح) تو وہ کہینگے ہم کو کچھ علم نہیں ہے بیشک تو ہی غیب کی بات کا جاننے والا ہے (۱۰۹)

حق میں انصاف تھا ۔

اِس آیت سے استنباط ہوسکتا ہے کہ حکومت اسلام میں جو غیر مذہب والے بطور رعایا کے رہتے ہوں اُن کی خصومات کا انہیں کے دستور و رواج یا قواعد مذہب کے مطابق جو مانع امن و راحت ملک میں مخل نہ ہوں فیصلہ کرنا اسلام کی رُو سے ناجائز نہیں ہے۔ بعض علماء اسلام نے خیال کیا ہے کہ یہ آیت اگلی آیتوں سے جن میں یہ الفاظ ہیں کہ " فاحکم بینھم بما انزل اللہ " اور " وان احکم بینھم بما انزل اللہ " منسوخ ہوگئی ہے اور اس لئے سلطان کو تمام رعایا پر خواہ مسلمان ہو یا نہ ہو شرع اسلام کے موافق حکم کرنا چاہئے مگر یہ خیال اُن کا میری تحقیق میں غلط ہے کیونکہ قرآن مجید کی نہ کوئی آیت منسوخ ہے اور نہ اُن آیتوں سے اس سے کچھ تعلق ہے جیسا کہ اُن کی تفسیر میں بیان ہوگا ۔

(۵۲) (وانزلنا الیک الکتاب) اس آیت سے پہلی آیتوں میں خدا تعالیٰ نے تین قسم کے لوگوں کا ذکر کیا ہے ۔ اول اُن لوگوں کا جو زبان سے اپنے تئیں مسلمان کہتے تھے مگر دل سے مسلمان نہ تھے اور اُن کی نسبت فرمایا تھا " من الذین قالوا اٰمنا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم " ۔ دوسرے یہودیوں کا جو علانیہ اپنے تئیں یہودی کہتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس بھی احکام پوچھنے کے بہانے سے جاسوسی کرنے کو آتے تھے اور اُن کی نسبت فرمایا تھا " من الذین ھادوا سماعون للکذب سماعون لقوم اٰخرین " تیسرے عیسائیوں کا جہاں فرمایا ہے " وقفینا علیٰ اٰثارھم بعیسی بن مریم " اور پھر فرمایا ہے " ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ " ۔

اب بحث اس پر ہے کہ اس آیت " وانزلنا الیک الکتٰب " میں جو یہ الفاظ ہیں کہ " فاحکم بینھم " اور اس کے بعد کی آیت میں ہے " وان احکم بینھم " تو " ھم " کی ضمیر کن لوگوں کی طرف راجع ہے یعنی " ھم " سے کون لوگ مقصود ہیں ۔ اگر اُس سے منافق مراد لئے جاویں جن کا بیان سب سے اول ہے تو کیا وجہ ہے کہ پیچھے بیان والے اس حکم میں کہ قرآن کے بموجب اُن پر حکم کیا جاوے شامل نہ ہوں ۔ اور اگر یہودی مراد لئے جاویں تو کیا وجہ ہے کہ عیسائی اُس میں داخل نہ ہوں ۔ اور اگر عیسائی مراد لئے جاویں جن کا ذکر " اھل الانجیل " کے لفظ سے اس آیت کے بہت قریب آیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہودی اُس میں شامل نہ ہوں ۔ اگر یہ تصور کیا جاوے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے بیان سے جو اس آیت کے اوپر ہوا اور توریت و انجیل کے ذکر کرنے سے ایک مفہوم اہل کتاب کا مستنبط ہوسکتا ہے اور یہ ضمیر " ھم " کی اہل کتاب کی طرف راجع ہوتی ہے تو اس میں بھی کئی دقتیں ہیں ۔ اول یہ کہ یہ آیت مخالف ہوتی ہے اُس آیت کی جس میں یہودیوں کی مخاصمت کے فیصلہ کرنے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ	جب کہیگا اللہ عیسے مریم کے بیٹے کو یاد کر میری نعمتوں کو جو تجھ پر اور تیری ماں پر ہوئیں

یا نہ کرنے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا ہے - دوسرے یہ کہ یہودی عیسائی بعد نزول قرآن مجید کے مکلف بالایمان تھے نہ مکلف جزئیات احکام کے - تیسرے یہ کہ ان آیتوں کے اخیر میں خدا نے فرمایا ہے "افحکم الجاھلیۃ یبغون" اور یہودی اور عیسائی شریعت پر جو قبل نزول قرآن تھے حکم الجاھلیہ کا اطلاق نہیں ہوسکتا +

سیاق کلام اس طرح پر ہے کہ خدا نے فرمایا کہ جن لوگوں کو توریت دیگئی تھی اُن کو کہا گیا تھا کہ اُس کے مطابق حکم کریں اور جن کو انجیل دیگئی تھی اُن کو حکم دیا گیا تھا کہ اُس کے مطابق چلیں اب تجھ کو اے پیغمبر یہ کتاب یعنی قرآن دیا گیا ہے اور جن کو یہ کتاب دیگئی اُن پر اُس کے مطابق حکم کرنا لازم ہے پس سیاق و سباق عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُن دونوں آیتوں میں "ھم" کی ضمیر اھل ھذا الکتاب یعنی مسلمانوں کی طرف راجع ہے خواہ اُنہوں نے سچے دل سے اسلام قبول کیا ہو خواہ ظاہر میں مسلمان کہتے ہوں اور دل سے مسلمان نہ ہوں +

جو لوگ کہ سچے دل سے مسلمان تھے اُن کی نسبت تو کچھ زیادہ کہنے کی حاجت نہ تھی مگر جو لوگ کہ صرف ظاہر میں اسلام لائے تھے اور مسلمانوں میں داخل تھے مگر اُن کا دل اسلام پر مضبوط نہ تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی خواہشوں کو ظاہر کرتے تھے اور اسی کے مطابق حکم ہو جانے کی تدبیریں سوچتے تھے اُن کی نسبت کچھ زیادہ کہنا مناسب تھا اور وہ دو فرقے تھے ایک تو مسلم اہل کتاب اور دوسرے مسلم کفار عرب - اہل کتاب کو یہ خیال تھا کہ توریت و انجیل میں خدا کے احکام آچکے اب یہ کیسے احکام آتے ہیں جن میں سے کچھ اُن احکام کے مطابق اور کچھ غیر مطابق ہیں - اُن کی نسبت خدا نے پیغمبر سے فرمایا کہ تو اُن کی خواہشوں پر خیال مت کر اور قرآن کے مطابق اُن میں حکم کر ہم نے ہر نبی کے لیئے گو کہ سب کا دین واحد ہے ایک شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے کفار عرب جو اسلام ظاہر کرتے تھے اُن کی نسبت فرمایا کہ اُن میں بھی قرآن کے مطابق حکم دے اور اُن کی خواہشوں کی پرواہ مت کر بلکہ اُن سے ڈر کہ تجھ کو دقت میں ڈالدیں کیا وہ پھر جاہلیت کے زمانہ کے سے حکم چاہتے ہیں - ان آیتوں پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالے نے اُنہی لوگوں کی نسبت قرآن کے احکام کے مطابق حکم کرنے کا حکم دیا ہے جو اسلام میں داخل ہوگئے ہوں نہ غیر اہل اسلام کی نسبت - یہ ایک محقق مسئلہ ہے کہ جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے وہ جب تک کہ مسلمان نہ ہوں جزئیات احکام شرع کے مکلف نہیں ہیں بلکہ صرف اسلام لانے پر مکلف ہیں اور اسلام لانے کے بعد جزئیات احکام شرع کے مکلف ہوتے ہیں اور اس لیئے قبل اسلام اُن پر احکام شرع جاری نہیں ہو سکتے +

(۱۰۹) اذ قال اللہ - اس مقام سے خدا تعالے نے اُن اتفاقات میں سے جو حضرت عیسے پر بچپنے اور جوانی کے زمانہ میں گذرے تھے چند واقعات کا جن کا بیان سورہ آل عمران میں بھی ہو چکا ہے بطور اپنے احسان اور اپنی نعمت کے بیان کرنا شروع کیا ہے بچپنے کی حالت کو یاد دلایا ہے پھر نوعمری کے زمانہ کو یاد دلایا ہے پھر نبوت کے زمانہ کو یاد دلایا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ اس طرح کا طرز کلام نہایت دلچسپ اور محبت سے بھرا ہوا ہوتا ہے - ایک اعلے درجہ کے شخص کو اُس کے بچپنے کی بھولی بھولی باتیں یاد دلائی جاتی ہیں اور پھر اُن کمالوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کو اُس نے حاصل کیا ہے - ان دونوں زمانوں کی باتیں بلکہ نہایت دلچسپ پر اثر ہو جاتی ہیں اسی طرح خدا تعالے نے حضرت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا (١٠٩)	جب کہ میں نے روح قدس سے تیری تائید کی۔ کلام کرتا تھا تو آدمیوں سے گہوارہ میں (یعنی بچپنے میں) اور بڑاپے میں (١٠٩)

عیسیٰ کو دونوں زمانوں کی باتوں کو یاد دلایا ہے اور یوں فرمایا ہے کہ تو اس بات کو یاد کر جب کہ میں نے روح القدس سے تیری مدد کی تو اس بات کو یاد کر جب کہ تو نے بچپنے میں گفتگو کی۔ تو اس بات کو یاد کر جب میں نے تجھ کو کتاب اور حکمت سکھائی۔ تو اس وقت کو یاد کر جب کہ تو مٹی سے جانوروں کی مورتیں بناتا تھا اور ان میں پھونکتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو جاوینگی۔ تو اس وقت کو یاد کر جب کہ تو اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرتا تھا۔ تو اس وقت کو یاد کر جب کہ تو مُردوں کو زندہ کرتا تھا۔ تو اس وقت کو یاد کر جب کہ میں نے تجھ کو بنی اسرائیل سے بچایا۔ اس وقت کو یاد کر جب کہ میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور تجھ پر ایمان لاویں۔ تو اس وقت کو یاد کر جب کہ تجھ سے حواریوں نے آسمان سے مائدہ اترنے کی درخواست کی۔ تو اس وقت کو بھی یاد رکھ جب کہ میں تجھ کو اس شرک کے الزام سے جو تیری امت نے تجھ پر دھرا ہے بری کرونگا ان باتوں کے سوا سورۂ آل عمران میں ایک اور بات بھی بیان ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی نشانی (یعنی تکلم) لیکر آیا ہوں اور یہ بھی کہا کہ میں تم کو بتلا دونگا کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو ❊

یہ سب بارہ باتیں ہیں جن کو ہم ایک سلسلہ میں جمع کر کے ہر ایک کا اس ترتیب سے جدا جدا بیان کرینگے۔ اول تکلم فی المھد۔ دوم خلق طیر۔ سوم تائید روح القدس۔ چہارم تعلیم کتاب و حکمت۔ پنجم خدا کی نشانی کا لانا۔ ششم حواریوں کے دل میں ایمان کا ڈالنا۔ ہفتم اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرنا۔ ہشتم مُردوں کو زندہ کرنا۔ نہم اخبار عن الغیب۔ دہم نزول مائدہ۔ یازدہم بنی اسرائیل سے بچانا۔ دوازدہم براءت عن المشرکین ❊

اول ۔ تکلم فی المھد

اس امر کی نسبت خدا تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے۔ ویکلم الناس فی المھد وکھلا۔ اور سورۂ مائدہ میں فرمایا ہے۔ تکلم الناس فی المھد وکھلا۔ اور سورۂ مریم میں فرمایا ہے۔ فاشارت الیہ قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا قال انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا ❊

ان آیتوں میں صرف لفظ مھد کا ہے جس پر بحث ہو سکتی ہے مگر مھد سے صرف صغر سنی کا زمانہ مراد ہے نہ وہ زمانہ جس میں کوئی بچہ بمقتضائے قانون قدرت کلام نہیں کر سکتا اس مضمون پر ہم ابھی سورۂ آل عمران میں بحث کر چکے ہیں ❊

دوم ۔ خلق طیر

یہ اُس حالت کا ذکر ہے جب کہ حضرت عیسیٰ بچے تھے اور بچپنے کے زمانہ میں بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے اُس کی نسبت خدا نے سورۂ آل عمران میں حضرت عیسیٰ کی زبان سے یوں فرمایا ہے کہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ	اور جب کہ میں نے سکھائی تجھ کو کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل ۔

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ ۔ اور سورہ مائدہ میں یوں فرمایا ہے ۔ واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی ۔

سورہ آل عمران میں یہ مضمون حضرت عیسے کی زبان سے متکلم کے صیغوں میں بیان ہوا ہے اور سورہ مائدہ میں خدا کی طرف سے مخاطب کے صیغوں میں ۔ مگر سورہ آل عمران میں اس آیت سے پہلے یہ آیت ہے کہ انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم ۔ اور اس کی نسبت ہم نے ثابت کیا ہے کہ وہ سوال کے جواب میں ہے اسی سیاق پر یہ آیت ہے اور سوال کے جواب میں واقع ہوئی ہے تقدیر کلام کی یہ ہے کہ کسی شخص نے حضرت عیسے کو مٹی سے جانوروں کی مورتیں بناتے دیکھ کر پوچھا کہ ۔ ما تفعل ؛ قال مجیبا لہ بانی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر الخ ۔ تاریخ سے بھی پایا جاتا ہے کہ جانوروں کی مورتیں بنانے کی نسبت لوگوں نے حضرت عیسے سے سوال بھی کیا تھا جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے ۔

اب اس پر بحث یہ ہے کہ کیا درحقیقت یہ کوئی معجزہ تھا اور کیا درحقیقت قرآن مجید سے ان مٹی کے جانوروں کا جاندار ہو جانا اور اڑنے لگنا ثابت ہوتا ہے ؛ تمام مفسرین اور علماے اسلام کا جواب یہ ہے کہ ہاں ۔ مگر ہمارا جواب ہے کہ نہیں ۔ بشرطیکہ دل و دماغ کو ان خیالات سے جو قرآن مجید پر غور کرنے اور قرآن مجید کا مطلب سمجھنے سے پہلے عیسائیوں کی صحیح و غلط روایات کی تقلید سے بیٹھا لئے ہیں خالی کر کے نفس قرآن مجید پر بنظر تحقیق غور کیا جاوے ۔

سورہ آل عمران میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ” انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ “ اس کے معنی یہ ہیں کہ مٹی سے پرندوں کی مورتیں بناتا ہوں پھر ان میں پھونکونگا تاکہ وہ اللہ کے حکم سے پرند ہو جاویں ۔ یہ بات حضرت عیسے نے سوال کے جواب میں کہی تھی مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پھونکنے کے بعد درحقیقت وہ پرندوں کی مورتیں جو مٹی سے بناتے تھے جاندار ہو جاتی تھیں اور اڑنے بھی لگتی تھیں ۔

” فیکون “ میں جو (ف) ہے وہ عاطفہ تو ہو نہیں سکتی کیونکہ اگر وہ عاطفہ ہو تو ” یکون طیرا “ ان کی خبر ہو گی اور اس کا عطف ” اخلق “ پر ہو گا اور ” یکون طیرا “ میں ضمیر صیغہ متکلم کا نہیں ہے اور نہ اس کلام میں کوئی ضمیر اس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ اسم ان کی طرف راجع ہو سکے اس لئے ” یکون طیرا “ نحو کے قاعدہ کے مطابق یا یوں کہو کہ بموجب محاورہ بان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي	اور جب کہ تو بناتا تھا مٹی سے پرند کی صورت کی مانند میرے حکم سے پھر پھونکتا تھا اُس میں تاکہ ہو جاوے پرند میرے حکم سے

عرب کے کسی شخص کو اُن کی خبر نہیں ہو سکتا اور "فیکون" کی (ف) عاطفہ ذرا بھی نہیں جا سکتی۔ اب ضرور ہے کہ وہ (ف) تفریع کی ہو اور پھونکنے میں اور اُن مورتوں کے پرند ہو جانے میں گو کہ درحقیقت کوئی سبب حقیقی یا مجازی یا ذہنی یا خارجی نہ ہو مگر ممکن ہے کہ متکلم نے اُن میں ایسا تعلق سمجھا ہو کہ اُس کو متفرع اور متفرع الیہ کی صورت میں یا سبب اور مسبب کی صورت میں بیان کرے جیسا کلام مجازات کی بحث نحو کی کتابوں میں لکھی ہے اُس میں صاف بیان کیا ہے کہ کلام مجازات سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ درحقیقت وہ ایک امر کو دوسرے امر کا حقیقی سبب کر دیتے ہیں بلکہ متکلم اُس طرح پر خیال کرتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلا امر دوسرے امر کا حقیقی یا خارجی یا ذہنی سبب ہو۔ مگر صرف اس طرح کے بیان سے امر متفرع یا مسبب کا وقوع ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ کسی اَور دلیل سے نہ ثابت ہو کہ وہ امر فی الحقیقت وقوع بھی آیا تھا۔ اور جس قدر الفاظ قرآن مجید کے ہیں اُن میں یہ بیان نہیں ہوا ہے کہ وہ پرندوں کی مٹی کی مورتیں درحقیقت جاندار اور پرند ہو بھی جاتی تھیں ✦

حضرت عیسےٰ کے زمانہ طفولیت کے حالات بہت کم لکھے گئے ہیں چاروں انجیلیں جو اُس زمانہ میں معتبر گنی جاتی ہیں اُن میں زمانہ طفولیت کے کچھ بھی حالات نہیں ہیں یہ بات تو ممکن نہیں ہے کہ اُن کے زمانہ طفولیت کے کچھ حالات ہوں ہی نہیں مگر کسی کو اُن کے لکھنے پر رغبت ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی ✦

حضرت عیسےٰ کے انتقال کے بہت زمانہ بعد بعض قدیم عیسائی مورخوں نے اُن کے حالات زمانہ طفولیت کے لکھنے پر کوشش کی ہے اور اس وقت ہم کو دو کتابیں انجیل طفولیت کے نام سے دستیاب ہوتی ہیں جن کو حال کے عیسائیوں نے نامستند کتابوں میں داخل کیا ہے بہرحال اُن کتابوں کی روایتوں کو بھی بہت لوگ تسلیم کرتے تھے اور لوگوں میں مشہور تھیں اُن دونوں کتابوں میں خلق طیر کا قصہ اُن معمولی مبالغہ آمیز باتوں اور کرامتوں کے ساتھ جو ایسے بزرگوں کی تاریخ لکھنے میں خواہ نخواہ ملا دی جاتی ہیں لکھا ہوا ہے۔ یہ دونوں کتابیں انجیل اول طفولیت اور انجیل دوم طفولیت کے نام سے مشہور ہیں ✦

انجیل اول طفولیت دوسری صدی عیسوی ناسٹکس کے ہاں جو عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے مروج اور مسلّم تھی اور زمانہ مابعد میں بھی اُس کے اکثر بیانات پر اکثر مشہور عیسائی عالم یوسیبیس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي	اور اچھا کرتا تھا مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے

و ایتھاناسیس و ایپی فینیس و کرائی ساستم وغیرہ اعتقاد رکھتے تھے کو میس ڈی کیسٹر ڈ ایک انجیل طامسن کا ذکر کرتا ہے کہ ابتدا افریقہ کے اکثر گرجاؤں میں پڑھی جاتی تھی اور اُسی پر لوگوں کے اعتقاد کا دارومدار تھا۔ فیبریشیس کے نزدیک وہی انجیل ہے ✦

انجیل دوم طفولیت اصل یونانی قلمی نسخہ سے ترجمہ کی گئی ہے جو کتب خانہ شاہ فرانس میں دستیاب ہوا تھا۔ یہ طامسن کی طرف منسوب ہے اور ابتدا انجیل مریم کے شامل خیال کی گئی ہے ✦

انجیل اول میں یہ قصہ اس طرح پر لکھا ہے۔ اور جب کہ حضرت عیسٰے کی عمر سات برس کی تھی وہ ایک روز اپنے ہم عمر رفیقوں کے ساتھ جو کھیل رہے تھے اور مٹی کی مختلف مورتیں یعنی گدھے بیل چڑیاں اور اَور مورتیں بنا رہے تھے ✦

ہر شخص اپنی کاریگری کی تعریف کرتا تھا اور اَوروں پر سبقت لیجانے کی کوشش کرتا تھا ✦

تب حضرت عیسٰے نے لڑکوں سے کہا کہ میں اُن مورتوں کو جو میں نے بنائی ہیں چلنے کا حکم دونگا ✦

اور فی الفور وہ حرکت کرنے لگیں اور جب اُنھوں نے اُن کو واپس آنے کا حکم دیا تو وہ واپس آئیں ✦

اُنھوں نے پرندوں اور چڑیوں کی مورتیں بھی بنائی تھیں اور جب اُن کو اُڑنے کا حکم دیا تو وہ اُڑنے لگیں اور جب اُنھوں نے اُن کو ٹھیر جانے کا حکم دیا تو وہ ٹھیر گئیں اور اگر وہ اُن کو کھانا اور پانی دیتے تھے تو کھاتی پیتی تھیں ✦

جب آخر کار لڑکے چلے گئے اور اُن باتوں کو اپنے والدین سے بیان کیا تو اُن کے والدین نے اُن سے کہا کہ بچو آیندہ اُس کی صحبت سے احتراز کرو کیونکہ وہ جادوگر ہے۔ اُس سے بچاؤ اور پرہیز کرو اور اب اُس کے ساتھ کبھی نہ کھیلو ✦

اور انجیل دوم میں اس طرح پر ہے جب حضرت عیسٰے کی عمر پانچ برس کی تھی اور مینہ برس کر کھل گیا تھا حضرت عیسٰے عبرانی لڑکوں کے ساتھ ایک ندی کے کنارہ کھیل رہے تھے اور پانی کنارہ کے اوپر بہکر چھوٹی چھوٹی جھیلوں میں ٹھیر رہا تھا ✦

مگر اُسی وقت پانی صاف اور استعمال کے لائق ہو گیا۔ حضرت عیسٰے نے اپنے حکم سے جھیلوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِىْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (۱۱۰)	اور جب کہ تو نکالتا تھا مردوں کو میرے حکم سے اور جب کہ میں نے روک لیا بنی اسرائیل کو تجھ سے جب کہ تو اُن کے پاس صریح احکام لایا تو کہا اُن لوگوں نے جو اُن میں کافر تھے کہ اور کچھ نہیں مگر یہ صریح جادو ہے (۱۱۰)

کو صاف کر دیا اور اُنھوں نے اُن کا کہنا مانا تب اُنھوں نے ندی کے کنارہ پر سے کچھ نرم مٹی لی اور اُس کی بارہ چڑیاں بنائیں اور اُن کے ساتھ اور لڑکے بھی کھیل رہے تھے +

مگر ایک یہودی نے ان کاموں کو دیکھ کر یعنی اُن کا سبت کے دن چڑیوں کی مورتیں بنانا دیکھ کر جا کر تو قف اُن کے باپ یوسف سے جا کر اطلاع کی اور کہا کہ دیکھ تیرا لڑکا ندی کے کنارہ کھیل رہا ہے اور مٹی لیکر اُس کی بارہ چڑیاں بنانی ہیں اور سبت کے دن گناہ کر رہا ہے +

تب یوسف اُس جگہ جہاں حضرت عیسیٰ تھے آیا اور اُن کو دیکھا تب بلا کر کہا کیوں تم ایسی بات کرتے ہو جو سبت کے دن کرنا جائز نہیں ہے +

تب حضرت عیسیٰ نے اپنے ہاتھوں کی ہتیلیاں بجا کر چڑیوں کو بلایا اور کہا کہ جاؤ اُڑ جاؤ اور جب تم زندہ رہو مجھے یاد رکھو پس چڑیاں غل مچاتی ہوئی اُڑ گئیں +

یہودی اس کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور چلے گئے اور اپنے ہاں کے بڑے بڑے آدمیوں سے جا کر وہ عجیب و غریب معجزہ بیان کیا جو حضرت عیسیٰ سے اُن کے سامنے ظہور میں آیا تھا +

مگر جب تاریخانہ تحقیق کی نظر سے اس پر غور کیجاتی ہے تو اصل بات صرف اس قدر تحقیق ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ بچپنے میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنے میں مٹی کے جانور بناتے تھے اور جیسے کبھی کبھی اب بھی ایسے موقعوں پر بچے کھیلنے میں کہتے ہیں کہ خدا ان میں جان ڈالدیگا وہ بھی کہتے ہونگے مگر ان دونوں کتابوں کے لکھنے والوں نے اُس کو کراماتی طور پر بیان کیا کہ فی الحقیقت اُن میں جان پڑجاتی تھی ۔

قرآن مجید نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی امر وقوعی نہ تھا بلکہ صرف حضرت مسیح کا خیال زمانہ طفولیت میں بچوں کے ساتھ کھیلنے میں تھا علمائے اسلام ہمیشہ قرآن مجید کے معنی یہودیوں اور عیسائیوں کی روایتوں کے مطابق اخذ کرنے کے مشتاق تھے اور بلا تحقیق اُن روایتوں کی تقلید کرتے تھے اُنھوں نے ان الفاظ کی اُسی طرح تعبیر کی جس طرح غلط سلط عیسائیوں کی روایتوں میں مشہور تھی اور اس پر خیال نہیں کیا کہ خود قرآن مجید اُن روایتوں کی غلطی کی تصحیح کرتا ہے +

سورہ مائدہ میں بھی یہی مضمون خدا تعالٰے نے مخاطب کے صیغوں سے دوبارہ بیان فرمایا ہے مگر اس مقام پر ایسی عمدگی سے سیاق کلام واقع ہوا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس قصہ کو بعض

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ (۱۱۱)	اور جب ہم نے وحی بھیجی حواریوں کے پاس کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور اے عیسیٰ تو اس کا گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں (۱۱۱)

واقعات تحقق الوقوع کے ساتھ بیان کیا ہے اس پر بھی اس خاص قصہ کا وقوع کہ وہ مٹی کی مورتیں پرند ہو جاتی تھیں ثابت نہیں ہوتا۔ اس سورہ میں خدا تعالیٰ نے تمام واقعات تحقق الوقوع کو ماضی کے صیغہ سے بیان فرمایا ہے۔ جیسے کہ۔ اذ ایدتک بروح القدس۔ اذ علمتک الکتاب والحکمۃ۔ اذ کففت بنی اسرائیل عنک۔ اذ اوحیت الی الحواریین۔ مگر مٹی کی مورتوں کے پرند ہو جانے کے قصہ کو مستقبل کے صیغہ سے بیان فرمایا ہے جیسے کہ اذ تخلق۔ فتنفخ۔ فتکون۔ اس سیاق کے بدلنے سے یہ نتیجہ ہے کہ جس مضارع کے صیغہ پر اذ کا اثر پہنچیگا وہ تو امر متحقق الوقوع ہو جاویگا اور جس صیغہ تک اُس کا اثر نہ پہنچیگا وہ امر غیر متحقق الوقوع رہیگا۔ اس کلام میں اذ کا اثر "تخلق" اور "تنفخ" تک پہنچتا ہے اور "تکون" تک نہیں پہنچتا جیسا کہ ہم بیان کرینگے پس ان مٹی کی مورتوں کا جاندار ہونا غیر متحقق الوقوع باقی رہتا ہے یعنی قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا۔ درحقیقت وہ مٹی کی مورتیں جاندار اور پرند ہو بھی جاتی تھیں۔

اس آیت میں بھی "فتکون" پر کی (ف) عاطفہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر وہ عاطفہ ہو تو اس کا عطف "تخلق" پر ہوگا اور معطوف حکم معطوف علیہ میں ہوتا ہے اور معطوف علیہ کی جگہ قائم ہو سکتا ہے اور یہ بات ضرور رہتی ہے کہ اگر معطوف علیہ کو حذف کر دیا جاوے اور معطوف اس کی جگہ رکھ دیا جاوے تو کوئی خرابی اور نقص کلام میں نہ ہونے پاوے۔ اور اس مقام پر ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر معطوف علیہ کو حذف کر کے۔ فیکون طیرا۔ اس کی جگہ رکھ دیں تو کلام اس طرح پر ہو جاتا ہے کہ۔ اذکر نعمتی علیک اذ تکون طیرا۔ اور یہ کلام محض مہمل اور غیر مقصود ہے۔ اب ضرور ہے کہ یہ (ف) بھی اسی طرح تفریع کی ہو جس طرح سورۂ آل عمران میں (ف) تفریع کی تھی اور اس (ف) کے ذریعہ سے "تنفخ" متفرع علیہ اور تکون متفرع دونوں مل کر تخلق پر معطوف ہونگے اور تقدیر کلام یوں ہوگی۔ اذکر نعمتی علیک اذ تنفخ فیہا تکون طیرا۔ مگر اس صورت میں "فتکون طیرا" صرف "تنفخ" پر تفریع ہوگی اور "اذ" کا اثر جو مضارع پر آنے سے تحقق زمانہ ماضی کا ہے یا اُس امر کو متحقق الوقوع کر دینے کا ہے۔ تکون۔ تک نہیں پہنچتا کیونکہ وہ اثر اُس وقت پہنچتا جب کہ "تکون" کی (ف) عاطفہ ہوتی اور اُس کا عطف۔ تخلق۔ پر جائز ہوتا۔ اس صورت میں "تکون" کو محض تفریعی تعلق اپنے متفرع علیہ سے ہے اور محض تفریعی تعلق اُسی طرح باقی رہتی ہے جیسی کہ سورۂ آل عمران میں تھے اور اس لئے اس تفریع سے اُس امر متفرع کا وقوع ثابت نہیں ہوتا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۲﴾	جب کہ حواریوں نے اے عیسے مریم کے بیٹے کیا تیرا پروردگار کرسکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے خوان نعمت اُتارے، عیسے نے کہا کہ ڈرو اللہ سے اگر تم ایمان والے ہو ﴿۱۱۲﴾

اس تمام بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے یہ بات تو ثابت ہے کہ حضرت عیسے بچپنے کی حالت میں مٹی سے جانوروں کی مورتیں بناتے تھے اور پوچھنے والے سے کہتے تھے کہ میرے پھونکنے سے وہ پرند ہو جاویں گے مگر یہ بات کہ درحقیقت وہ پرند ہو بھی جاتی تھیں نہ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے نہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے پس حضرت عیسے کا یہ کہنا ایسا ہی تھا جیسے کہ بچے کھیلنے میں بمقتضائے عمر اس قسم کی باتیں کیا کرتے ہیں ◆

سوم تائید روح القدس

اس امر کی نسبت خدا تعالےٰ نے سورہ بقر میں فرمایا ہے۔ وایدناہ بروح القدس اور سورہ مائدہ میں فرمایا ہے۔ اذ ایدتک بروح القدس۔ یہ آیتیں کچھ زیادہ تفسیر کی محتاج نہیں ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام موید بتائید روح القدس ہیں اگر بحث ہوسکتی ہے تو حقیقت روح القدس میں ہوسکتی ہے تمام علمائے اسلام اُس کو ایک مخلوق جداگانہ خارج از خلقت انبیاء قرار دیکر اس کو بطور ایلچی کے خدا و نبی میں واسطہ قرار دیتے ہیں اور جبرئیل اُس کا نام بتاتے ہیں ہم بھی جبرئیل اور روح القدس کو شے واحد یقین کرتے ہیں مگر اُس کو خارج از خلقت انبیاء مخلوق جداگانہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس بات کے قائل ہیں کہ خود انبیاء علیہم السلام کی خلقت میں جو ملکۂ نبوت ہے اور جو ذریعہ مبدء فیاض سے اُن امور کے اقتباس کا ہے جو نبوت یعنی رسالت سے علاقہ رکھتے ہیں وہی روح القدس ہے اور وہی جبرئیل ہے اس کی نسبت ہم سورہ بقر میں بتحت آیت "و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علے عبدنا" کے پوری بحث کہہ چکے ہیں ◆

چہارم تعلیم کتاب وحکمت

اس امر کی نسبت خدا تعالےٰ نے سورہ آل عمران میں فرمایا ہے۔ ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل ورسولا الی بنی اسرائیل۔ اور سورہ مائدہ میں فرمایا ہے۔ واذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل۔ یہ دونوں مضمون واحد ہیں اور ان میں کچھ مشکلات نہیں ہیں کیونکہ بلاشبہ تمام انبیاء کو خدا تعالےٰ احکام و حکمت تلقین کرتا ہے اور کتاب پڑھاتا ہے

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾	اُنہوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اُس میں سے کھاویں اور ہمارے دل مطمئن ہو جاویں اور ہم جان لیں کہ بیشک تو نے ہم سے سچ کہا اور ہم اُس پر گواہوں میں سے ہوں ﴿۱۱۳﴾

اور اُن کے حق میں اللہ کا وہ خزانہ جمع کرتا ہے جس کو وہ تمام لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں +

پنجم۔ خدا کی نشانی کا لانا

اس امر کی نسبت سورہ آل عمران میں خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی زبان سے یوں فرمایا ہے۔ انی قد جئتکم بایۃ من ربکم۔ ہم اس بات کی تحقیق سورہ بقر میں لکھ چکے ہیں (دیکھو جلد اول) کہ آیت اور آیات اور آیات بینات سے خدا تعالیٰ کے احکام مراد ہوتے ہیں جو انبیاء کو وحی کئے جاتے ہیں پس اس مقام پر بھی ہم آیت کے لفظ کے یہی معنی قرار دیتے ہیں اور آیت سے جنس مراد لیتے ہیں نہ فرد۔ صاحب تفسیر کبیر نے بھی اُس سے جنس ہی مراد لی ہے اور کہا ہے کہ۔ المراد بالایۃ الجنس لا الفرد +

مگر اس مقام کی تفسیر کرنے سے پیشتر ہم کو اس امر کا بیان کرنا چاہیے جو سورہ آل عمران کی آیتوں کے ربط کی نسبت ہے۔ یہ آیت اور اُس کے بعد کی آیتیں سورہ آل عمران میں اُن آیتوں کے بعد واقع ہوئی ہیں جس میں حضرت عیسیٰ کے ہونے کی بشارت ہے۔ وہ آیتیں رسولا الی بنی اسرائیل تک برابر سلسلہ چلی آتی ہیں مگر اس کے بعد جو یہ آیت ہے۔ انی قد جئتکم بایۃ من ربکم۔ اس کا اور نیز اُس کے بعد کی آیتوں کا بشارت کی آیات سے جوڑ نہیں ملتا۔ علمائے مفسرین نے اس آیت کو اور نیز اس کے بعد کی آیتوں کو شامل آیات بشارت کے کیا ہے اور جوڑ ملانے کو لفظ قائلا محذوف مانا ہے یعنی رسولا الی بنی اسرائیل قائلا انی قد جئتکم بایۃ مگر قائل کے بعد کا مضمون آنا کسی قدر اعتراض کے لائق تھا اس لئے زجاج نے اس جگہ اوپر کی آیتوں سے جوڑ لگانے کو ویکلم الناس رسولا مقدر مانا ہے اور یہ معنی قرار دئے ہیں ویکلم رسولا بانی قد جئتکم •

مگر ہم کو مفسرین کے ان اقوال سے اختلاف ہے خود سیاق کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس قدر آیتیں بشارت سے متعلق تھیں وہ اس مقام پر ختم ہو گئیں جہاں فرمایا۔ ورسولا الی بنی اسرائیل۔ اور وہ کلام منقطع ہو گیا اور۔ انی قد جئتکم بایۃ۔ سے دوسرا کلام شروع ہوا اس لئے کہ بشارت کی آیتوں میں تمام صیغے مستقبل کے آئے ہیں جیسے۔ یکلم الناس۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۱۱۴﴾	عیسیٰ مریم کے بیٹے نے کہا کہ یا اللہ ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے خوان نعمت اتار کہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے پہلوں اور ہمارے پچھلوں کے لئے اور نشانی تیری طرف سے، اور ہم کو روزی دے اور تو بہت اچھا روزی دینے والا ہے ﴿۱۱۴﴾

ویعلمہ الکتاب۔ اور اُن سب آیتوں میں حالات قبل ولادت حضرت عیسیٰ کے بیان ہوئے ہیں۔ اور اُس کے بعد صیغے متکلم کے ہیں جیسے کہ۔ انی قد جئتکم۔ انی اخلق لکم۔ وابرئ الاکمہ وانبئکم۔ اور اُن میں وہ تمام حالات مذکور ہیں جو بعد ولادت حضرت عیسیٰ واقع ہوئے ہیں پس ان پچھلی آیتوں کو آیات بشارت کے ساتھ شامل کر دینا بالکل سیاق کلام کے برخلاف ہے +

صاحب تفسیر ابن عباس نے بھی ان آیتوں کو بشارت کی آیتوں سے منقطع کیا ہے اور تقریر کلام کی یوں کی ہے۔ فلما جاءھم قال انی قد جئتکم بآیة۔ مگر اس تقریر میں وہی نقص باقی رہتا ہے کہ قال کے بعد اَن مفتوحہ واقع ہوگیا ہے +

مگر ہم تقریر کلام کی اس طرح پر کرتے ہیں کہ۔ فلما جاءھم قال مجیبا لھم بانی قد جئتکم بآیة۔ یعنی جب حضرت عیسیٰ لوگوں میں وعظ و نصیحت کرنے لگے اور خدا کے احکام سنانے لگے تو اُن کی قوم نے کہا کہ تم یہ کیوں کرتے ہو اُس کے جواب میں حضرت عیسیٰ نے فرمایا انی قد جئتکم بآیة من ربکم۔ یہ تقریر ہم نے اس لئے کی ہے کہ یہ مضمون۔ انی قد جئتک بآیة من ربکما اور وہ مضمون جو سورہ مریم میں ہے۔ قال انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا۔ بالکل متحد ہے اور پچھلا مضمون جواب میں قوم کے سوال کے واقع ہوا ہے اور یہ قرینہ ہے کہ وہ پہلا مضمون بھی قوم کے جواب میں ہے +

متی کی انجیل میں لکھا ہے کہ جب حضرت مسیح معبد میں وعظ کر رہے تھے تو سردار امام اور مشائخ اُن کے پاس آئے اور پوچھا کہ تو کس حکم سے یہ کام کرتا ہے اور کس نے تجھے یہ حکم دیا ہے۔ ماحصل جواب مسیح یہ ہے کہ جس کے حکم سے یحییٰ غوطہ دینے والا کرتا تھا (متی باب ۲۱ درس ۲۳-۲۷) +

اب کسی اور تفسیر کی اس مقام پر ضرورت نہیں رہی کیونکہ جس قدر انبیاء علیہم السلام قوم کی طرف مبعوث ہوتے ہیں وہ خدا کی طرف سے اُن کے پاس احکام لاتے ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ بھی بنی اسرائیل کی قوم پر مبعوث ہوئے تھے اور خدا کی طرف سے ان کے لئے احکام لائے تھے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۱۵﴾	اللہ نے کہا کہ بیشک میں اس کو تم پر اتارنے والا ہوں پھر جو شخص تم میں سے بعد کو کافر ہو تو بیشک میں اس کو عذاب دونگا ایسا عذاب کہ ایک کو بھی عالم کے لوگوں میں سے ویسا عذاب نہ دیا ہوگا ﴿۱۱۵﴾

ششم ۔ حواریوں کے دل میں ایمان کا ڈالنا

اس کی نسبت خدا تعالےٰ نے سورہ مائدہ میں فرمایا ہے ۔ واذ اوحیت الی الحواریین ان امنوا بی وبرسولی قالوا امنا واشہد باننا مسلمون ۔ تمام انبیاء پر خدا تعالےٰ کی بڑی رحمت اس کے حواریوں اور صحابیوں کا پیدا کر دینا ہے ۔ وہ اس کام میں مددگار ہوتے ہیں ۔ رنج و تکلیف کی حالت میں ان سے تسلی ہوتی ہے ۔ اسی سبب سے خدا نے حضرت عیسےٰ کو حواریوں کا جو دل و جان ان پر فدا تھے ایمان لانا یاد دلایا اور اپنی رحمت اور احسان کو زیادہ وضاحت سے بیان کرنے کے لئے کہا کہ ہم نے حواریوں کو کہا کہ میرے رسول پر ایمان لے آؤ یعنی میں نے ہدایت کی اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ ایمان لانا خدا ہی کی ہدایت پر منحصر ہے +

ہفتم ۔ اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرنا

ہشتم ۔ موتےٰ کو زندہ کرنا

اس مضمون کو خدا تعالےٰ نے سورہ آل عمران میں حضرت عیسےٰ کی زبان سے اس طرح فرمایا ہے کہ ۔ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ ۔ اور سورہ مائدہ میں یوں فرمایا ہے ۔ وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی +

علمائے اسلام کی عادت ہے کہ قرآن مجید کے معنی یہودیوں یا عیسائیوں کی روایتوں کے مطابق بیان کرتے ہیں اسیلئے انہوں نے ان آیتوں کے یہی معنی بیان کئے ہیں کہ حضرت عیسےٰ اندھوں کو آنکھ بخشتے اور کوڑھیوں کو چنگا کرتے تھے اور مردوں کو جلا دیتے تھے اور صرف تازہ مُردوں ہی کو نہیں جلاتے تھے بلکہ ہزاروں برس کے پرانے مُردوں کو بھی جلا دیتے تھے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ نے سام ابن نوح کو ان کی قبر میں سے بلایا اور وہ زندہ ہو کر قبر میں سے نکل آئے اور اسی قسم کی اور بہت سی بیہودہ روایتیں لکھی ہیں +

انجیلوں میں بھی اس قسم کے بہت سے معجزے حضرت مسیح کی نسبت بیان ہوئے ہیں مگر نہایت تعجب ہے کہ خود انجیلوں سے ثابت ہے کہ حضرت عیسےٰ نے جب ان سے معجزے طلب

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ	اور جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا بناؤ اللہ کے سوا۔ (عیسیٰ) کہینگے تو پاک ہے کیا مجھ کو ہوا تھا کہ میں وہ کہتا جس کا مجھ کو حق نہیں۔ اگر میں نے وہ کہا ہوگا تو بیشک تو اس کو جانتا ہے۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے

اور صدوقیوں نے آسمانی معجزہ طلب کیا تو انھوں نے معجزے کے ہونے سے انکار کیا (دیکھو انجیل متی باب ۱۲ ورس ۳۰ - باب ۱۶ ورس ۴ - انجیل مارک باب ۸ ورس ۱۲ - انجیل لوک باب ۱۱ ورس ۲۹) پھر کیونکر اس قدر معجزے حضرت مسیح کی انجیلوں میں مذکور ہیں اور وہ معجزے بھی اس قسم کے ہیں کہ ان کو سن کر تعجب آتا ہے کہیں دیوانے آدمیوں میں سے دیو نکلتے ہیں اور سوروں کے گلہ میں گھس کر ان کو دریا میں ڈبوتے ہیں۔ کہیں گونگے آدمیوں سے گونگا دیو نکلتا ہے۔ کہیں کپڑا چھونے سے بیمار اچھے ہوتے ہیں۔ اور کہیں صرف یہ کہدینا کہ جا تیری مراد پوری ہوئی سخت بیماروں کو اچھا کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے ۔

اگر موجودہ انجیلوں پر تاریخانہ تحقیق سے نظر ڈالی جاوے تو اس سے زیادہ سچ اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ یہودی ہمیشہ جھاڑ پھونک کی عادت رکھتے تھے بیماروں کے لئے دعائیں پڑھ کر اُن کی صحت کے لئے اُن پر دم ڈالتے تھے لوگوں کو برکت دیتے تھے لوگ کاہنوں اور اماموں اور مقدس لوگوں کے ہاتھ چومتے پاؤں کو ہاتھ لگانے کپڑے کو چھونے یا بوسہ دینے سے برکت لیتے تھے جیسے کہ اب بھی رومن کیتھلک فرقہ میں رواج ہے اُنہی کی تقلید سے مسلمانوں میں بھی اس قسم کی بہت سی باتیں رائج ہوگئی ہیں۔ اُسی دستور کے موافق حضرت عیسیٰ بھی بیماروں کو دعا دیتے تھے اُن پر دم ڈالتے تھے برکت دیتے تھے لوگ اُن کے ہاتھوں کو برکت لینے کے لئے چومتے تھے قدموں کو ہاتھ لگاتے کپڑے کو چھوتے تھے یا چومتے تھے پس یہ ایک معمولی بات تھی اُس بیان کے ساتھ اس بات کو اضافہ کر دیا کہ جو اس طرح کرتا تھا فی الفور چنگا ہو جاتا تھا اندھے آنکھوں والے ہو جاتے تھے اور کوڑھی اچھے ہوتے تھے اُسی قسم کی مبالغہ آمیز تحریریں ہیں جیسے کہ ایسے بزرگوں کے حالات لکھنے والے لکھا کرتے ہیں۔ جب کہ ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے معجزہ دکھانے سے انکار کیا تو کہتے ہیں کہ صدق کلمۃ اللہ وروح اللہ اور جب اُن مبالغہ آمیز بندشوں کو پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ھذا بھتان عظیم و روح اللہ و کلمۃ اللہ بریٔ عن ذلک ۔

إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (۱۱۹)	بیشک تو ہی غیب کی بات کا جاننے والا ہے (۱۱۹)

انجیلوں میں صرف دو جگہ مردوں کے زندہ ہونے کا ذکر ہے۔ حاکم کی بیٹی کے زندہ کرنے کے قصہ میں تو خود حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ وہ مری نہیں (متی باب ۹ ورس ۲۴) متی کی انجیل جو اور انجیلوں کی نسبت زیادہ معتبر تصور ہوسکتی ہے اس میں سوائے اس واقعہ کے اور کسی مردہ کے جلانے کا مذکور نہیں ہے ❖

اور انجیل لوک میں ایک بیوہ کے بیٹے کے زندہ کرنے کا ذکر ہے جس کا جنازہ لئے جاتے تھے (ورس ۱۱) مگر اس کا کچھ ثبوت نہیں کہ درحقیقت وہ مرگیا تھا بہت سے واقعے ایسے گذرے ہیں کہ لوگوں نے ایک شخص کو مردہ سمجھ کر اس کی تجہیز و تکفین کی ہے اور بعد کو معلوم ہوا ہے کہ وہ شخص درحقیقت مرا نہیں گیا تھا۔ تعجب ہے کہ تمام انجیلوں میں اُن واقعوں کے سوا جو نہایت مشتبہ ہیں اور کوئی واقعہ مردوں کے زندہ کرنے کا بیان نہیں ہوا ❖

مسلمانوں کے حال پر اس سے بھی زیادہ افسوس ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیائے سابقین سے افضل سمجھتے ہیں۔ انبیائے سابقین کے معجزے تو قرآن میں بتلاتے ہیں مگر افضل الانبیا کے ایک معجزہ کا ذکر بھی قرآن مجید میں نہیں دکھلاتے بلکہ برخلاف اس کے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے خدا نے فرمایا ہے کہ۔ انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد۔ اور معجزے ہونے سے بالکل انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ۔ قالوا لولا انزل علیہ اٰیت من ربہ قل انما الاٰیات عند اللہ وانما انا نذیر مبین۔ اور ایک جگہ فرمایا۔ لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا نذیر وبشیر لقوم یومنون۔ اور اسی طرح کی اور بہت سی آیتیں ہیں۔ پس خود ہمارے سردار نے معجزوں کی نفی کی ہے پھر کس طرح ہم معجزوں کو مان سکتے ہیں ❖

ہاں اس بات سے انکار نہیں ہوسکتا کہ خدا نے انسان میں ایک ایسی قوت رکھی ہے جو دوسرے انسان میں اور دوسرے انسان کے خیال میں اثر کرتی ہے اور اس سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں جو نہایت عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں اور جن میں سے بعض کی علت ہم جانتے ہیں اور بہت سوں کی علت نہیں جانتے بلکہ اُس کے عامل بھی اس کی علت نہیں جانتے اسی قوت پر اس زمانہ میں اُن علوم کی بنیاد قایم ہوئی ہے جو مزمرزم اور اسپریچولزم کے نام سے مشہور ہیں اور سابقین اس کے عامل تھے مگر اُس علم سے ناواقف تھے یا اُس کو مخفی رکھتے تھے۔ مگر جب کہ وہ ایک قوت ہے قوائے انسانی میں سے اور ہر ایک انسان میں بالقوہ موجود ہے جیسے قوت تک اب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ	میں نے اُن سے کچھ نہیں کہا بجز اُس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا پروردگار اور تمہارا پروردگار ہے اور میں اُن پر گواہ تھا جب تک کہ میں اُن میں تھا ،

تو اُس کا کسی انسان سے ظاہر ہونا معجزہ میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو فطرت انسانی میں سے انسان کی ایک فطرت ہے فافہم وتدبر ۔

قرآن مجید میں لفظ ۔ ابری ۔ اور ۔ تبری ۔ کا ہے جس کے معنی اچھا کرنے کے بھی ہیں اور بری کرنے کے بھی ہیں ۔ یہودی شریعت میں برص دو قسم کی قرار پائی تھی ایک وہ قسم تھی کہ جو اس مرض میں بیمار ہوتا تھا یہودی اُس کو ناپاک سمجھتے تھے (سفر لیویان باب ۱۳ ورس ۳ و ۰ و ۱۲ و ۱۵ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۵ و ۲۷ و ۳۱ و ۳۹ و ۴۴ و ۵۲) اور ایک قسم وہ تھی جس کے مریض کو ناپاک نہیں ٹھیراتے تھے (سفر لیویان باب ۱۳ ورس ۶ و ۱۳ و ۱۷ و ۲۳ و ۲۸ و ۳۰ و ۳۷ و ۳۹) اور جو لوگ برص سے ناپاک قرار پاتے تھے مطلقاً اور وہ لوگ جو اس مرض سے بری کئے جاتے تھے قربانی اور کفارہ ادا کرنے کے بغیر معبد میں عبادت کے لئے داخل نہیں ہو سکتے تھے ۔

متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ سے ایک کوڑھی نے کہا کہ اگر تو چاہے مجھے پاک کر سکتا ہے حضرت عیسےٰ نے اُس کو چھوا اُس کا کوڑھ جاتا رہا اور حضرت عیسےٰ نے اُس کو کہا کہ اپنے تئیں امام کو دکھا اور جو نذر موسےٰ نے مقرر کی ہے اُسے دے (باب ۸ ورس ۲ ۔ ۴) پاک کرنے کے لفظ صاف پایا جاتا ہے کہ اُس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عیسےٰ اُس کو بتا دیں کہ اُن دونوں قسموں کی کوڑھ میں سے کون سی قسم کی کوڑھ اُس کو ہے ۔

اندھے لنگڑے اور چپٹی ناک والے کو یا اُس شخص کو جس میں کوئی عضو زیادہ ہو اور ٹوٹے پاؤں ٹوٹے ہوئے کو اور کبڑے اور ٹھنگنے اور آنکھ میں پھلی والے کو معبد میں جانے اور معمولی طور پر قربانیاں کرنے کی اجازت نہ تھی (سفر لیویان باب ۲۱ ورس ۱۶ لغایت ۲۴) یہ سب ناپاک اور گنہگار سمجھے جاتے تھے اور عبادت کے لائق یا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لائق متصور نہ ہوتے تھے ۔

حضرت عیسےٰ نے یہ تمام قیدیں توڑ دی تھیں اور تمام لوگوں کو کوڑھی ہوں یا اندھے یا لنگڑے چپٹی ناک کے ہوں یا پتلی ناک کے کبڑے ہوں یا سیدھے ٹھنگنے ہوں یا لمبی پھلی والے ہوں یا جالے والے سب کو خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کی منادی کی تھی کسی کو خدا کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (۱۱۷)	پھر جب تو نے مجھ کو فوت کیا تو تو ہی اُن پر نگہبان تھا اور تو ہر ایک چیز پر گواہ ہے (۱۱۷)

رحمت سے محروم نہیں کیا اور کسی کو عبادت کے اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ سے نہیں روکا پس یہی اُن کا کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کرنا تھا یا اُن کو ناپاکی سے بری کرنا ۔ جہاں جہاں انجیلوں میں بیماروں کے اچھا کرنے کا ذکر ہے اُس سے یہی مراد ہے اور قرآن مجید میں جو یہ آیتیں ہیں اُن کے یہی معنی ہیں +

انسان کی ۔ روحانی موت اُس کا کافر ہونا ہے حضرت جیسے خدا کی وحدانیت قایم کرنے اور خدا کے احکام بتانے سے لوگوں کو اس موت سے زندہ کرتے تھے اور کفر کی موت کے پنجے سے نکالتے تھے جس کی نسبت خدا نے فرمایا ۔ واذ تخرج الموتی باذنی +

مگر ہم نے جو اس مقام پر موت سے کفر اور حیات سے ایمان مراد لیا ہے اُس پر ہم کو کسی قدر بحث کرنی اور یہ ثابت کرنا کہ یہ مراد صحیح ہی ضرور ہے +

سورہ نمل میں خدا تعالےٰ نے کافروں پر موت کا اطلاق کیا ہے جہاں فرمایا ہے کہ " تو ہرگز

انک لا تسمع الموتی ولا تسمع — سُنا نہیں سکتا موتے کو اور نہیں سُنا سکتا بہروں کو جب کہ
الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین — وہ پیٹھ پھیر کر پھریں اور تو اندھوں کو اُن کی گمراہی سے راہ پر
وما انت بھادی العمی عن ضلالتھم — لانے والا نہیں ہے تو نہیں سُنا سکتا مگر اُس کو جو ہماری
ان تسمع الا من یومن بایاتنا — نشانیوں پر ایمان لایا ہے پھر وہ مسلمان ہیں +
فھم مسلمون (سورۂ نمل) — موتے کے مقابلہ میں " الا من یؤمن " کا لفظ

واقع ہوا ہے جو صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ موتے کا لفظ کافروں پر اطلاق کیا گیا ہے ۔ مفسرین بھی اس مقام پر کافروں ہی سے مراد لیتے ہیں اور موتیٰ اور صم اور عمی کے معنی کالموتی ۔ کالصم ۔ کالعمی بیان کرتے ہیں +

سورہ فاطر میں اس سے بھی صاف طرح پر ۔ احیاء ۔ و اموات ۔ کا لفظ مومن و کافر پر اطلاق

وما یستوی الاحیاء ولا الاموات — ہوا ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ " برابر نہیں جیتے احیاء
ان اللہ یسمع من یشاء وما انت — یعنی زندے اور اموات یعنی مردے اللہ تعالےٰ سُنا دیتا ہے
بمسمع من فی القبور (سورۂ فاطر) — جس کو چاہتا ہے اور تو نہیں سُننے والا ہے اُن کو جو قبروں میں ہیں +

تمام مفسرین اس مقام پر بھی احیاء سے مومن اور اموات سے کافر مراد لیتے ہیں تفسیر کبیر میں لکھا ہے ۔ ثم قال وما یستوی الاحیاء ولا الاموات مثلا اخر فی حق المومن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ	اگر تو اُن کو عذاب دے تو بیشک تیرے بندے ہیں ،

والکافر کانہ قال تعالیٰ حال المومن والکافر فوق حال الاعمی والبصیر الخ - پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانوں میں حضرت عیسیٰ کے اس وقت کو یاد دلایا جب وہ خدا کے حکم سے کافروں کو ایمان والا کرتے تھے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اگرچہ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کے لئے نبی ہوئے تھے مگر وہ اور لوگوں کو بھی جو بنی اسرائیل نہ تھے ہدایت کرتے تھے اور ایمان میں لاتے تھے - اُسی حال کی نسبت خدا نے فرمایا " واذ تخرج الموتی باذنی " یعنی واذ تخرج الکافر من کفرہ باذنی ۔

نہم - اخبار عن الغیب

اس کی نسبت خدا تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں حضرت عیسیٰ کی زبان سے فرمایا ہے کہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین ۔

علمائے مفسرین نے جو اپنی تفسیر میں عجیب و لایعنی باتوں کا لکھنا اپنا فخر سمجھتے ہیں اس آیت کی بھی تفسیر عجیب و غریب کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بچپنے ہی سے مخفی باتوں کی خبر دیا کرتے تھے - لڑکوں کو جن کے ساتھ کھیلتے تھے بتا دیتے تھے کہ تم نے کیا کھایا ہے اور تمہارے ماں باپ نے فلاں چیز (مثلاً مٹھائی) تم سے چھپا کر رکھ چھوڑی ہے وہ لڑکے گھر میں آ کر ماں باپ سے ضد کرتے آخر کو وہ چیز نکلتی تھی اور وہ لے لیتے تھے - بعض مفسرین نے یہ کہا کہ جب مائدہ نازل ہوا تو اُس میں کے کھانے کو جمع کرنے کا حکم نہ تھا مگر لوگ جن پر مائدہ اترا تھا اس کو جمع کر لیتے تھے اور حضرت عیسیٰ بتا دیتے تھے کہ تم نے کیا کھایا ہے اور کیا جمع کیا ہے ۔

تعجب ہوتا ہے کہ ہمارے علما جو نہایت اعلیٰ درجہ کا علم و فضل رکھتے تھے کیونکر ایسی بیہودہ باتیں لکھ گئے ہیں - آیت نہایت صاف ہے اور اُس کا مطلب نہایت روشن ہے یہود اور علمائے یہود طرح بطرح کے حیلوں اور فریبوں سے ناجائز طور پر لوگوں کا مال مارتے تھے لوگوں کا مال کھاتے تھے اپنے گھروں میں مال مار کر روپیہ و دولت جمع کرتے تھے جو بالکل حرام تھا اور جب تھا خود خدا تعالیٰ نے سورہ نسار میں یہودیوں کی نسبت فرمایا ہے کہ - واخذھم الربوا وقد نھوا عنہ واکلھم اموال الناس بالباطل واعتدنا للکافرین عذابا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۱۱۸)	اور اگر تو ان بخش دے تو بیشک تو ہی بڑا زبردست ہے حکمت والا (۱۱۸)

الیما (۹۵) اور سورہ توبہ میں فرمایا ہے کہ یایھا الذین اٰمنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (۳۴)

پس اسی حرام خوری اور حرام کا مال جمع کرنے کی نسبت حضرت عیسٰے نے فرمایا کہ میں تم کو بتاؤنگا کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو یعنی بتاؤنگا کہ حرام کا مال مارتے ہو اور حرام کی دولت اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔ نہ یہ کہ یہ بتاؤنگا کہ تم نے کیا کھایا ہے اور کیا گھر میں رکھا ہے ✦

یہ ایسی صاف وصریح آیت ہے جس کی تفسیر خود قرآن مجید کی دوسری آیتوں میں موجود ہے مگر افسوس ہے کہ علماے اسلام نے اس کو بھی ایک افسانہ اور خیالی معجزہ کرکے بیان کیا ہے مگر جس کو خدا نے بصیرت دی ہے وہ صاف سمجھتا ہے کہ نہایت صاف وصریح یہ آیت ہے اور اس کے معنی وہی ہیں جو ہم نے بیان کئے ✦

دہم۔ نزول مائدہ

سورہ مائدہ میں مذکور ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسٰے سے کہا کہ خدا سے دعا کریں کہ آسمان پر سے ان کے لئے کھانا اترے حضرت عیسٰے نے دعا مانگی۔ خدا نے کہا کہ میں تم پر کھانا اتاروں گا لیکن اگر اس کے بعد کسی نے کفر کیا تو میں اس کو ایسا عذاب دونگا کہ کسی کو نہ دیا ہوگا ✦

ہمارے مفسروں نے ان آیتوں کی تفسیر میں نزول مائدہ کی نسبت بہت سے بے سروپا قصے وکہانیاں لکھی ہیں جن میں ایک بھی اعتبار کے لائق نہیں ہے اور نہ قرآن مجید کے لفظوں سے ان قصوں کی تائید ہوتی ہے اور نہ ان کی نسبت کوئی اشارہ پایا جاتا ہے ✦

تفسیر کبیر اور تفسیر کشاف اور اسی طرح اور تفسیروں میں بھی یہ روایت لکھی ہے کہ جب حواریوں نے سنا کہ اگر مائدہ اترنے کے بعد کوئی کفر کریگا تو اس کو سخت عذاب ہوگا تو انہوں نے کہا کہ ہم مائدہ کا اترنا نہیں چاہتے پس کوئی مائدہ نہیں اترا کشاف میں لکھا ہے کہ حضرت حسن بصری نے کہا کہ "واللہ ما نزلت" قرآن مجید میں بھی نہیں بیان کیا گیا ہے کہ بعد اس گفتگو کے مائدہ اترا تھا بلکہ اترنے کا ذکر نہ ہونا جس کے ذکر ہونے کا موقع تھا کافی دلیل اس بات پر یقین کرنے کی ہے کہ نزول مائدہ ہرگز وقوع میں نہیں آیا ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۱۱۹)

کہیگا اللہ یہ دن ہے کہ سچوں کو اُن کا سچ ہی نفع دیگا اُن کے لئے جنتیں ہیں بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہینگے، خدا اُن سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں یہی بڑی مراد ملنی ہے (۱۱۹)

حضرت عیسےٰ کا زمانہ ایک ایسا زمانہ تھا کہ بنی اسرائیل میں یہودیت شدت سے پھیلی ہوئی تھی یہودیوں کی عادت تھی کہ انبیاء سے اس قسم کی خواہشیں کیا کرتے تھے اٹھترویں زبور سے پایا جاتا ہے کہ جب بنی اسرائیل جنگل میں تھے تو یہ لفظ اُنہوں نے کہے تھے کہ "آیا می شود کہ خدا در بیابان سفرہ را آمادہ گرداند" (زبور ۷۸ درس ۱۹) اس کے بعد خدا نے اُن پر من سلوا نازل کیا تھا اُسی طرح حواریین نے بھی حضرت عیسےٰ سے کہا "ھل یستطیع ربك ان ینزل علینا مائدۃ من السماء" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مائدہ سے اُن کی مراد پکا پکایا کھانے سے نہ تھی بلکہ کھانے کی چیزوں کے موجود ہونے سے تھی ✦

یہ سوال ایک ایسی طبیعت سے نکلا تھا جو یہودیوں کے خیالات سے بھری ہوئی تھی اس کا جواب لحاظ اُن کی طبیعت کے اس سے زیادہ عمدہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا کہ خدا کہتا کہ میں تمہارا سوال پورا کرونگا مگر اس کے بعد جو کوئی کفر کریگا تو اُس کو سخت عذاب دونگا۔ یہودی اُن مصیبتوں سے واقف تھے جو بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے اور جنگلوں میں پھرنے کے وقت پڑی تھیں حواریین نے ضرور اس جواب سے خوف کیا ہوگا اور سوال سے باز آئے ہونگے جیسا کہ مذکورہ بالا روایت سے پایا جاتا ہے مروجہ انجیلوں میں یہ قصہ مذکور نہیں ہے مگر کوئی شک کرنے کی جگہ نہیں ہے کہ حضرت عیسےٰ کے تمام حالات اور واقعات ان انجیلوں میں مذکور نہیں ہیں ✦

یازدہم - بنی اسرائیل سے بچانا

اس کا بیان خدا تعالےٰ نے سورہ مائدہ میں اس طرح پر کیا ہے۔ واذ کففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتھم بالبینات فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین ✦

ہمارے مفسرین جو کففت سے یہ معنی نکالتے ہیں کہ خدا نے حضرت عیسےٰ کو یہودیوں کے ہاتھ سے بچایا اور اُن کو زندہ آسمان پر اُٹھا لیا خود اسی آیت سے غلط ثابت ہوتے ہیں کیونکہ کافر آسمان پر زندہ چلے جانے کو اُسی وقت کھلا ہوا جادو کہتے جب وہ یقین کرتے کہ وہ زندہ آسمان پر چلے گئے حالانکہ وہ لوگ اس بات کا یقین نہیں رکھتے بلکہ اُن کو یقین ہے کہ اُنہوں نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	اللہ کیلئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی ۔

حضرت عیسٰے کو صلیب پر قتل کیا اور اس تفسیر پر کافروں کا یہ قول " ان ھٰذا الا سحر مبین " صحیح نہیں ہو سکتا اور اگر کافروں کے اس قول کو تبلیغ احکام سے منسوب کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ حضرت مسیح کے پُر اثر بیان کی نسبت کافروں نے یہ کہا تھا تو پھر کففت سے حضرت عیسٰے کے آسمان پر اٹھا لینے سے مراد لینے کی جیسے کہ مفسرین نے کی ہے کوئی وجہ نہیں ہے ۔

آیت کا صرف مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عیسٰے خدا کے احکام لیکر بنی اسرائیل کو سمجھانے کو گئے تو انھوں نے حضرت عیسٰے کو مارنے یا تکلیف دینے کا ارادہ کیا خدا نے اُس سے ان کو روکا اور حضرت عیسٰے محفوظ رہے جس کو یا اُن کے وعظ کو کافروں نے کہا کہ ان ھٰذا الا سحر مبین ۔

متی کی انجیل میں بھی اس واقعہ کا نشان پایا جاتا ہے جب کہ حضرت عیسٰے گدھے پر سوار ہو کر بیت المقدس خدا کے احکام سُنانے کو گئے اور بہت سے بدعت کے کاموں سے منع کیا اور وہاں کے عالموں کو لاجواب کیا اور متعدد تمثیلیں بیان کیں اور اخیر کو فرمایا کہ - میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے چھن جائیگی اور ایک قوم کو جو اُس کے میووں کو لاوے دیجاویگی (یعنی بنی اسمٰعیل کو) اور جو کوئی اس پتھر پر گریگا کچل جائیگا اور جس پر یہ گریگا اُسے پیس ڈالیگا جب سردار اماموں اور فروسیوں نے اُس کی تمثیلیں سُنیں اُنہوں نے معلوم کیا کہ وہ انہی کے حق میں کہتا ہے تب اُنھوں نے چاہا کہ اُسے پکڑلیں پر وے لوگوں سے ڈرے کیونکہ وے اُسے نبی جانتے تھے (باب ۲۱) پس یہی واقعہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے - اور اس آیت کو حضرت عیسٰے کے زندہ آسمان پر چلے جانے سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے ۔

دوازدہم - برأت عن المشرکین

اس مضمون کی آیتیں سورہ مائدہ کے اخیر میں آئی ہیں اور نہایت عمدہ اور دلچسپ اور دل پر اثر کرنے والی ہیں اُن میں حضرت مسیح کے خدا نہ ہونے اور حضرت مسیح کا اپنے تئیں خدا نہ کہنے کا اور جو اُن کو خدا کہتے ہیں اُن سے بیزار ہونے کا بیان ہے مگر وہ مطلب نہایت فصاحت و بلاغت سے خود حضرت مسیح کی زبان سے ادا کیا گیا ہے - اُس کے ہر ہر لفظ سے اندرونی تہذیب اور اخلاقی شایستگی اور خدائے واحد ذوالجلال کا ادب اور اُس کی لعظمے قدری اور اُس کے سامنے اپنا عجز و انکسار پایا جاتا ہے - یہ طرز کلام ایسا عمدہ ہے کہ پڑھنے والوں اور سننے والوں کے دلوں پر نہایت درجہ کا اثر کرتا ہے - اور اُس کی سچائی لفظوں کے ساتھ دل میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٢٠﴾	اور جو کچھ ان میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۲۰)

بیٹھتی جاتی ہے ۔

اس مقام پر اشارہ ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں حضرت مریم دونوں کو خدا مانتے تھے یہ عقیدہ رومن کیتھولک چرچ کے پیروں کا تھا انہوں نے ورجن میری یعنی حضرت مریم کو خدا کا درجہ دیا تھا اور خدا کی سی تعظیم و ادب کے قابل ٹھیرایا تھا اور حضرت مسیح سے برتر ان کا رتبہ سمجھتے تھے اور دسویں صدی عیسوی میں حضرت مریم کی خاص پرستش شروع ہو گئی تھی اور روز شنبہ حضرت مریم کی پرستش کا دن قرار پایا تھا اسی کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ "یا عیسیٰ ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ" ۔

پس اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ کل عیسائیوں کا حضرت مریم کی نسبت یہ عقیدہ ہے بلکہ حضرت مریم کی نسبت صرف انہی عیسائیوں کے عقیدہ کی طرف اشارہ ہے جن کا وہ عقیدہ تھا ۔

تم الجلد الثانی من تفسیر القرآن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حصّہ سوم

تفسیر القرآن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ (۱) هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ (۲) وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ (۳) وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ (۴) فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۵) اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ (۶)

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان

سب بڑائیاں خدا کے لئے ہیں جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور بنایا اندھیروں کو اور نور کو پھر جو کافر ہوئے برابر کرتے ہیں (اصنام کو) اپنے پروردگار سے (۱) وہ تو وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا مٹی سے پھر مقرر کیا مرنے کا وقت اور مقرر کیا ہوا وقت اُس کے پاس ہے (یعنی اُس کو معلوم ہے) پھر تم شک کرتے ہو (۲) اور وہی خدا ہے آسمانوں میں اور زمین میں جانتا ہے تمہارے چھپے اور کھلے (کاموں) کو اور جانتا ہے جو تم کماتے ہو (۳) اُن کے پاس کوئی نشانی اُن کے پروردگار کی نشانیوں میں سے نہیں آئی مگر وہ اُس سے رُوگرداں ہوئے (۴) پھر بیشک جھٹلایا انھوں نے سچ کو جب کہ وہ (یعنی سچ) اُن کے پاس آیا پھر قریب ہے کہ اُن کے پاس اُن کی خبریں آویں گی جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے (۵) کیا اُن کو خبر نہیں کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنوں کو اگلے زمانہ کی قوموں میں سے ہلاک کر ڈالا جن کو ہم نے زمین میں ایسی قدرت دی تھی کہ تم کو نہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے اُن پر موسلا دھار برسنے والے بادل بھیجے اور ہم نے نہریں پیدا کیں جو اُن کے (کھیتوں کے) نیچے بہتی تھیں پھر ہم نے اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور اُن کے بعد اور لوگوں کا قرن پیدا کیا (۶)

(۱) (الحمد للہ الذی) اس تمام سورۃ میں آیت کے لوگ زیادہ تر مخاطب ہیں مشرکین عرب خدا کو جانتے تھے مگر بتوں کو خدا کی برابر کرتے تھے اور خدا کی مانند بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم توحید ذات باری اور توحید صفت باری اور توحید فی العباد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ
فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ
كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿٧﴾
وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ
وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ
الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ ﴿٨﴾
وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ
رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا
يَلْبِسُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ
بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ
بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ
مَا كَانُوا بِهِ
يَسْتَهْزِئُونَ ﴿١٠﴾ قُلْ سِيرُوا
فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُكَذِّبِينَ ﴿١١﴾ قُلْ لِمَنْ
مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
قُلْ لِلَّهِ كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ
الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ
الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ الَّذِينَ
خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ
لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢﴾ وَلَهُ مَا سَكَنَ
فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ ﴿١٣﴾

اور اگر ہم تجھ پر اتارتے کاغذ میں لکھا ہوا پھر وہ اس کو
اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے تو بھی جو لوگ کافر ہو رہے
کہتے کہ یہ تو کھلے جادو کے سوا اور کچھ نہیں ہے ﴿۷﴾
انہوں نے کہا کیوں نہیں اتارا گیا اس پر (یعنی پیغمبر
پر) فرشتہ، اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو کام
پورا ہوجاتا پھر تازل میں ڈالے جاتے ﴿۸﴾ اور اگر
ہم اس کو (یعنی پیغمبر) ہی کو فرشتہ کر دیتے (یعنی
فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے) تو اس کو بھی آدمی کی صورت
میں بناتے تو ہم ان پر وہی شبہ ڈالتے جو شبہ کہ اب
وہ کرتے ہیں ﴿۹﴾ اور بیشک ٹھٹھا کیا گیا ہے
رسولوں کے ساتھ تجھ سے پہلے پھر گھیر لیا ان کو
کو کافروں میں سے جو ٹھٹھا کرتے تھے اس چیز نے
جس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے ﴿۱۰﴾ کہہ دے (اے
پیغمبر) کہ سیر کرو زمین میں (یعنی ملکوں میں) پھر دیکھو
کہ کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا ﴿۱۱﴾ کہ (یعنی
پوچھ اے پیغمبر کافروں سے) کس کے لئے ہے جو کچھ
کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں، کہ (یعنی ان کو
بتا دے) کہ اللہ کے لئے ہے، لکھی ہے اس نے اپنے
اوپر رحمت، بیشک اکٹھا کرے گا تم سب کو قیامت کے
دن میں جس میں کچھ شک نہیں، جن لوگوں نے اپنے
تئیں آپ نقصان پہنچایا تو وہ ایمان نہیں لانے
کے ﴿۱۲﴾ اور اسی کے لئے ہے جو کچھ کہ ٹھیرتا ہے
رات میں اور دن میں، اور وہ سننے والا ہے
جاننے والا ﴿۱۳﴾

کی ہدایت فرماتے تھے جو ان کے اعتقادات اور بتوں کی پرستش کے برخلاف تھی اس کو
نہ مانتے تھے اور آنحضرت کی ہدایت پر خدا کی طرف سے ہونے میں شک کرتے تھے اور
اپنی جہالت سے ان امور کا ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بطور معجزہ کے چاہتے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا
فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ
قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ
اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۴) قُلْ اِنِّيْٓ
اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ
يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۱۵) مَنْ يُّصْرَفْ
عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ
رَحِمَهٗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْمُبِيْنُ (۱۶) وَاِنْ يَّمْسَسْكَ
اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ
لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ
بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۷) وَهُوَ الْقَاهِرُ
فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ
الْخَبِيْرُ (۱۸) قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ
شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌ بَيْنِيْ
وَبَيْنَكُمْ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ
اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ
اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّآ اَشْهَدُ
قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ
اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
تُشْرِكُوْنَ (۱۹)

کہدے اے پیغمبر ان مشرکین کو جو تجھ کو بتوں کی
طرف مائل کرنا چاہتے ہیں کہ کیا میں خدا کے سوا
دوسرے کو دوست بناؤں جو پیدا کرنے والا ہے
آسمانوں کا اور زمین کا اور وہی رزق دیتا ہے اور
اُس کو رزق نہیں دیا جاتا ، کہدے کہ بیشک مجھ کو
حکم دیا گیا ہے کہ میں ہوں پہلا شخص جو اسلام لایا
اور (یہ حکم ہوا ہے) کہ تو مشرکوں میں سے مت
ہو (۱۴) کہدے کہ بیشک میں ڈرتا ہوں اگر
نافرمانی کروں اپنے پروردگار کی - بڑے دن
کے عذاب سے (۱۵) جو شخص کہ اُس سے اُس
دن عذاب روک رکھا جاوے تو بیشک خدا نے
اُس پر مہربانی کی ، اور یہی ہے کھلی ہوئی مراد
پانی (۱۶) اور اگر خدا تجھ کو ضرر پہنچاوے تو
کوئی اُس کا دُور کرنے والا نہیں سوائے اُسی
کے ، اور اگر تجھ کو بھلائی پہنچاوے تو وہ سب
چیز پر قادر ہے (۱۷) اور وہ قدرت رکھنے والا ہے
اپنے بندوں پر اور حکمت والا ہے خبر رکھنے والا (۱۸)
کہدے (اے پیغمبر کافروں سے) کہ کونسی چیز سب سے
بڑی شہادت میں ہے ، کہدے کہ اللہ ، وہ شاہد ہے
مجھ میں اور تم میں ، اور وحی کیا گیا ہے مجھ کو یہ قرآن تاکہ
میں اُس سے تم کو تنبیہ کروں اور اُن کو جن کے پاس
اُس کی خبر پہنچی ، کیا تم شہادت دیتے ہو کہ خدا کے ساتھ
اور خدا ہیں ، کہدے کہ میں شہادت نہیں دیتا ، کہدے
کہ اُس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ خدائے واحد ہے اور بیشک
میں بری ہوں اُس چیز سے کہ تم شریک کرتے ہو (۱۹)

تھے جو فطرت اللہ کے برخلاف تھی - انہی باتوں کا اس سورۃ کے شروع میں بیان ہوا
ہے - مشرکین عرب مغرور بھی تھے اور وہ اپنی عظمت اور قوت پر گھمنڈ رکھتے تھے اور آنحضرت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الَّذِينَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
يَعْرِفُونَهٗ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ
الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ
فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (۲۰) وَمَنْ أَظْلَمُ
مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
أَوْ كَذَّبَ بِآيٰتِهٖ إِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
الظّٰلِمُونَ (۲۱) وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ
جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا
أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ (۲۲)
ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللّٰهِ
رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ (۲۳) اُنْظُرْ كَيْفَ
كَذَبُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ
مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ (۲۴) وَمِنْهُمْ
مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوبِهِمْ
أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ
وَقْرًا وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا
بِهَا حَتّٰى إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ
يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا
إِنْ هٰذَا
إِلَّا أَسَاطِيرُ
الْأَوَّلِينَ (۲۵)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو
ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو جن لوگوں
نے اپنے تئیں آپ نقصان پہنچایا تو وہ ایمان نہیں
لانے کے (۲۰) اور کون زیادہ ظالم ہے اُس شخص سے
جس نے جھوٹ بہتان خدا پر باندھا یا اُس کی
نشانیوں کو جھٹلایا بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے (۲۱)
اور جس دن ہم اُن سب کو اکٹھا کرینگے پھر ہم کہینگے
اُن لوگوں سے جو شرک کرتے ہیں کہ کہاں ہیں تمہارے
شریک جن پر تم گھمنڈ کرتے تھے (۲۲) پھر اُن کو
اور کچھ بہانا بجز اس کے نہ ہوگا کہ کہینگے خدا کی قسم
اے ہمارے پروردگار ہم مشرک نہ تھے (۲۳)
دیکھ کس طرح اُنھوں نے اپنے پر آپ جھوٹ باندھا
اور کھویا گیا اُن سے جو کچھ کہ اُنھوں نے افترا
کیا تھا (۲۴) اور اُن میں سے کوئی شخص کان لگاتا
ہے تیری طرف اور ہم نے اُن کے دلوں پر پردے
ڈال دئیے ہیں اُس کے سمجھنے سے اور اُن کے
کانوں میں بہرا پن ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں
دیکھ لیں تو بھی اُن پر ایمان نہ لاوینگے یہاں تک کہ
جب تیرے پاس آوینگے تو کج بحثی کرینگے
جو لوگ کافر ہوئے کہتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے مگر
اگلوں کی کہانیاں (۲۵)

صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس لئے خدا نے ان کو بتایا کہ تم سے بھی زیادہ قوی اور باحشمت قومیں جو نہایت سرسبز و شاداب ملکوں میں تھیں وہ بھی اپنے گناہوں کے سبب برباد ہوگئیں۔ پھر خدا نے اُن کے شبہوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اگر وہ ناممکن چیزیں ہو بھی جاویں جو وہ چاہتے ہیں تب بھی وہ لوگ ایمان نہیں لانے کے اور جو رنج و اذیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی باتوں سے پہنچتی تھی انبیاء سابق کی مثال سے آنحضرت کو تسکین دی ہے +

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ
عَنْهُ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ
وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ تَرَىٰ
إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا
يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ
بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ
مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ وَلَوْ
رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ
وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالُوا
إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا
وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ
تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ
قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ
وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ
بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٠﴾ قَدْ
خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ
حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ
بَغْتَةً قَالُوا يَا حَسْرَتَنَا عَلَىٰ مَا
فَرَّطْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ
أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ
أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٣١﴾

اور وہ (اَوروں کو) اُس سے منع کرتے ہیں اور
خود بھی اُس سے الگ رہتے ہیں اور نہیں ہلاک کرتے
مگر اپنے آپ کو اور نہیں جانتے (٢٦) اور اگر تو دیکھے جب
وہ آگ پر کھڑے ہوں تو کہینگے اے کاش ہم پھر
جاویں اور نہ جھٹلاویں اپنے پروردگار کی نشانیوں کو
اور ہوویں ایمان والوں میں سے (٢٧) بلکہ ان
کو ظاہر ہوگیا جو کچھ کہ اس سے پہلے چھپاتے
تھے اور اگر وہ پھر بھیجدیئے جاویں تو وہی
کرینگے جس سے اُن کو منع کیا گیا تھا بیشک
وہ جھوٹے ہیں (٢٨) اور اُنہوں نے کہا کہ یہ
کچھ نہیں ہے مگر دنیا کی زندگی اور ہم نہیں
پھر اُٹھنے والے (٢٩) اور اگر تو دیکھے جبکہ
وہ کھڑے کئے جاوینگے اپنے پروردگار کے
سامنے (خدا) کہیگا کہ کیا یہ سچ نہیں ہے؟
کہینگے ہاں قسم ہمارے پروردگار کی (خدا) کہیگا
پھر چکھو عذاب بدلے اُس کے جو تم کفر کرتے تھے (٣٠)
بیشک نقصان میں پڑے جن لوگوں نے جھٹلایا
اللہ سے ملنے کو، یہاں تک کہ جب یکایک اُن کے پاس
وہ گھڑی آ وے گی تو کہینگے اے ہم پر افسوس ہماری اُس
تقصیر پر جو ہم نے اُس میں کی۔ اور وہ اُٹھائینگے
بوجھ اپنی پیٹھوں پر، جان لو بُرا ہے وہ جو
اُٹھائینگے (٣١)

(٣٧) (وقالوا لولا انزل علیہ آیۃ) اس آیت سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی معجزہ نہ تھا یعنی جس کو کفار یا عام لوگ معجزہ سمجھتے ہیں
کیونکہ اگر کوئی معجزہ ہوتا تو کفار یہ نہ کہتے کہ کیوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی معجزہ نہیں
اتارا گیا +

تفسیر کبیر میں ان آیتوں کی شان نزول میں ابن عباس کی روایت سے لکھا ہے ۔ کہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾	اور دُنیا کی زندگی کیا ہے مگر لہو ولعب (یعنی چند روزہ بیہودہ خوشی) اور بیشک دارِ آخرت بہتر ہے اُن لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری کرتے ہیں پھر کیا تم نہیں سمجھتے ﴿۳۲﴾

حرث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف مع چند قریش کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اُن سب نے کہا کہ اے محمد صلعم خدا کے پاس سے کوئی معجزہ لاؤ جیسے کہ انبیاء کیا کرتے تھے تو ہم تم پر ایمان لاویں مگر خدا نے معجزہ بھیجنے سے انکار کیا کیونکہ خدا کے علم میں تھا کہ وہ ایمان نہیں لانے کے +

جن لوگوں نے مذکورہ بالا آیتوں سے یہ استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس کوئی معجزہ نہ تھا اُن کو امام فخرالدین رازی نے ملحد قرار دیا ہے اور اُن کا جواب اس طرح پر دیا ہے کہ خود قرآن ہی بہت بڑا معجزہ ہے کہ باوجودیکہ کافروں سے کہا گیا کہ مثل اس کے لاؤ اور وہ نہ لاسکے۔ ممکن ہے کہ یہ کہا جاوے کہ اگر قرآن معجزہ تھا تو پھر کافروں نے یہ کیونکر کہا کہ "کیوں نہیں اُتاری گئی پیغمبر پر کوئی نشانی" تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس کا کئی طرح پر جواب دینگے اول یہ۔ کہ لوگوں نے دشمنی سے قرآن کو معجزہ نہ ٹھیرایا ہوگا اور کہا ہوگا کہ یہ تو کتاب کی قسم سے ہے اور کتاب معجزات کی قسم میں سے نہیں ہے جیسے کہ توریت و زبور و انجیل اور اسی شبہ کے سبب سے اُنھوں نے وہ کہا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اُنھوں نے معجزات قاہرہ طلب کئے ہونگے جیسے کہ اور انبیا کے پاس تھے مثل سمندر کے چیر دینے اور پہاڑ کے سر پر معلق ہو جانے اور مردوں کے زندہ کرنے کے۔ تیسرے یہ کہ اُنھوں نے ضد سے علاوہ معجزات موجودہ کے اور معجزے طلب کئے ہونگے جیسے فرشتوں کا اُترنا یا آسمان کے ٹکڑے کا ٹوٹ پڑنا۔ چوتھے یہ کہ اُنھوں نے آسمان پر سے پتھروں کا برسنا یا اور عذاب کا اُترنا چاہا ہوگا کیونکہ یہ سب باتیں آیت کے لفظ میں شامل ہیں +

پھر امام صاحب کافروں کے مطلوبہ معجزات نہ نازل کرنے کی وجہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب خدا تعالےٰ نے قرآن مجید بہت بڑا معجزہ دیا تھا تو اس پر اور معجزہ طلب کرنا ضد اور خدا پر تحکم کرنا تھا کہ نے اور رد کرنے میں خدا اپنی مرضی کا مختار ہے وہ لوگوں کی خواہشوں کے مطابق نہیں کرتا نہ چاہا اُن کا سوال قبول کیا جاوے نہ کیا۔ علاوہ اس کے اگر ان کے اُن سوالوں کو پورا کر دیتا تو وہ ایک اور معجزہ چاہتے جب بھی پورا ہو جاتا تو اور چاہتے اور اس کی کچھ انتہا نہ ہوتی اس لئے پہلی ہی دفعہ سے باب کر دیا۔ سوائے اس کے اگر خدا تعالےٰ اُن کے مطلوبہ معجزات کو نازل کرتا اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَإِ الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۴﴾

بیشک ہم جانتے ہیں کہ بیشک تجھ کو رنجیدہ کرتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں پھر وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے ولیکن یہ ظالم اللہ کی نشانیوں سے ہٹ دھرمی کرتے ہیں ﴿۳۳﴾ اور بیشک جھٹلائے گئے ہیں پیغمبر تجھ سے پہلے پھر انہوں نے صبر کیا اس پر کہ جھٹلائے گئے اور ایذا دی گئی یہاں تک کہ ہماری مدد اُن کے پاس آئی ۔ اور کوئی نہیں بدلنے والا خدا کی باتوں کو ۔ اور بیشک تیرے پاس آئی ہیں پیغمبروں کی خبروں میں سے ﴿۳۴﴾

اگر وہ ایمان نہ لاتے تو سب کو نیست و نابود کر ڈالتا پس خدا نے بمقتضائے رحمت کے اُن کو نازل نہیں کیا ۔ اور یہ بھی ہے کہ خدا جانتا تھا کہ وہ لوگ ان معجزات کو فائدہ کی غرض سے نہیں طلب کرتے تھے بلکہ ضد سے طلب کرتے تھے اور خدا کو معلوم تھا کہ وہ ایمان نہیں لانے کے +

مگر شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں صاف صاف بیان کیا ہے

اما شق القمر فعندنا ليس من المعجزات انما هو من ايات القيامة كما قال الله تعالى اقتربت الساعة وانشق القمر ولكنه صلى الله عليه وسلم اخبر عنه قبل وجوده فكان معجزة من هذا السبيل + + + + ولم يذكر الله سبحانه شيئا من هذه المعجزات في كتابه ولم يشر اليها قط لسر بديع وهو ان القرآن انما هو من الاسم فلا يذكر فيه ما هو من تحته (تفہیمات الٰہیہ)

کہ قرآن مجید میں کسی معجزہ کا ذکر نہیں ہے اور شق قمر کی نسبت لکھا ہے کہ وہ معجزہ نہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک شق قمر معجزات میں سے نہیں ہے ہاں وہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ قریب ہوئی ساعت اور پھٹ گیا چاند لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کے ہونے سے پہلے اُس کی خبر دی ہے اس راہ سے معجزہ ہے + + + اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے ان معجزات میں سے کچھ بھی اپنی کتاب (یعنی قرآن) میں ذکر نہیں کیا اور نہ مطلق اُس کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ اِس میں نادر بھید یہ ہے کہ قرآن تو پرتو اسم ذات کا ہے (اور شاہ صاحب نے معجزات کو اشراقات میں داخل کیا ہے جو اسم ذات سے کم درجہ ہے اس لئے انہوں نے فرمایا کہ) پس جو چیز کہ اُس کے ماتحت ہے اُس کا ذکر اُس میں نہیں ہو سکتا +

مگر تعجب یہ ہے کہ اگر شاہ صاحب کے نزدیک کسی نبی کے معجزہ کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہوتا

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (۳۵)	اور اگر تجھ پر گراں گذرتا ہے اُن کا منہ پھیرنا، پھر اگر تو کرسکے کہ ڈھونڈ نکالے ایک سرنگ زمین میں یا ایک سیڑھی آسمان میں پھر لے آوے اُن کے پاس کوئی نشانی (تو بھی ایمان نہ لاوینگے) اور اگر خدا چاہے تو اُن سب کو ہدایت پر اکٹھا کردے پھر نادانوں سے ہرگز مت ہو (۳۵)

تو اُس وقت اُن کی یہ دلیل صحیح ہوسکتی تھی لیکن جب کہ شاہ صاحب اور انبیاء کے معجزات کا ذکر قرآن مجید میں تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ تفہیمات کے متعدد مقاموں سے پایا جاتا ہے تو یہ بھید ٹوٹ جاتا ہے اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ قرآن مجید میں بلحاظ اس بھید کے اور پیغمبروں کے معجزوں کا تو ذکر ہو اور بلحاظ اس بھید کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کا ذکر نہ ہو +

غرضکہ امام صاحب نے اس بحث کو اُسی طریقہ پر کیا ہے جیسے کہ ہمارے ہاں کے قدیم علما کا طریقہ ہے اور شاہ صاحب نے اُس کو تصوف کے سانچہ موہوم میں ڈھالنا چاہا ہے مگر اس زمانہ کے لوگوں کو ایسی تقریروں سے تشفی نہیں ہوتی اور جب تک اصل حقیقت صاف صاف نہ بتائی جاوے دل کو طمانیت نہیں رہتی +

قرآن مجید میں اس آیت میں اور اَور متعدد آیتوں میں جو کچھ لکھا ہے سب سچ ہے اور نہایت صفائی سے اصل حقیقت کو بتا دیا ہے۔ بزرگوں کے ساتھ کرامت کا اور انبیا کے ساتھ معجزہ کا خیال فطرت کے ایک بڑے لمبے سلسلہ سے مربوط ہے جب تک کہ اُس سلسلہ پر ابتدا سے بغور کامل نظر نہ ڈالی جاوے اور قرآن مجید کی آیتوں کے ساتھ اُس کو تطبیق دی جاوے اُس وقت تک نہ معجزہ کی اور نہ کرامت کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور نہ اس آیت کی اور نہ قرآن مجید کی اور آیتوں کی جو شل اُس کے ہیں اصلی مراد و حقیقت کھلتی ہے اور نہ اُن لوگوں کے دلوں کو جو اصلی حقیقت کی تلاش میں ہیں تسلی ہوتی ہے پس اول ہم فطرت کے اُس سلسلہ کو مختصر طور پر بیان کرینگے اور اُس کے بعد قرآن مجید کی آیتوں کو اُس سے تطبیق دینگے۔ اور اسی کی ضمن میں انسان کے اُن خیالات کی غلطی ظاہر کردینگے جو انبیاء علیہم السلام میں انسانوں سے بڑھ کر بجز نبوت کے سوا کسی اَور چیز کا ہونا بطور دلیل اُن کی نبوت کے ضروری سمجھتے ہیں۔ ان سب باتوں کے سمجھانے کے لئے اول فطرت کی اُن باتوں کی طرف توجہ دلانا ضرور ہے جن سے مخلوقات کا سلسلہ نبوت کے سلسلہ تک ملا ہوا ہے +

تمام مخلوقات میں انسان ہو یا حیوان۔ شجر ہو یا حجر۔ سب میں خدا نے ایک فطرت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾	اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردے (یعنی کافر) اُن کو اُٹھاویگا اللہ پھر اُس کے پاس لیجائے جاوینگے ﴿۳۶﴾

رکھی ہے ، اور اُس کے اثر بغیر کسی کے بتائے اور بغیر کسی سکھلانے والے کے سمجھانے اُسی فطرت کے مطابق ہوتے رہتے ہیں ۔ اس ودیعت فطرت کو بعض علمائے اسلام نے الہامات طبعی کے نام سے موسوم کیا ہے ۔ مگر خدا تعالیٰ نے اُس کو وحی سے تعبیر کیا ہے جہاں فرمایا ہے ،، واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون (النحل آیت ۷۰) یہ وحی جبرئیل یا خدا کا اور کوئی فرشتہ شہد کی مکھی کے پاس لیکر نہیں گیا تھا بلکہ خود خدا اُس کے پاس لیجانے والا یا اُس میں ڈالنے والا تھا +

اب دیکھو کہ اس وحی نے شہد کی مکھی میں کیا کیا ؟ کس طرح اُس نے پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھنے بلند درختوں کی ٹہنیوں میں اور کس حکمت سے چھتہ لگایا ۔ اور کس دانائی سے اُس میں چھوٹے چھوٹے مسدس خانے بنائے ۔ پھر کس طرح عمدہ سے عمدہ شفا بخش پھولوں سے رس چوس کر لائی ۔ اور کس طرح اُس سے میٹھا شہد نکالا جس کے مختلف رنگ ہیں ۔ پھر کس طرح اُن مسدس خانوں کو اُس سے بھرا جس کی نسبت خدا نے فرمایا کہ ،، فیہ شفاء للناس ،، +

ایک چھوٹے سے زرد رنگ کے جانور بئے کو دیکھو کہ اُس وحی یا فطرت نے اس میں کیا کر دکھایا ہے ۔ کس حکمت سے وہ اپنا گھونسلا بناتا ہے ۔ دشمنوں سے محفوظ رکھنے کو کس قدر اونچے کانٹوں دار درختوں میں لٹکاتا ہے ، اندھیری برسات کی راتوں میں کس طرح پٹ بیجنے کا چراغ اپنے گھونسلے میں جلاتا ہے ۔ بجز اُس وحی کے اور کس نے اس کو بتایا ہے کہ وہ فاسفورس دار کیڑا صرف روشنی دیتا ہے اور گھونسلا نہیں جلتا +

اس کے سوا اور پرندوں کو دیکھو کس طرح جوڑا جوڑا ہو کر رہتے ہیں ، اپنے انڈوں کو دونوں ملکر کس طرح سیتے ہیں ، ایسی معتدل حرارت اُن کو پہنچاتے ہیں کہ بڑے سے بڑے حکیم سے بھی نہیں ہو سکتی ۔ پھر بچہ کس طرح انڈے کو کھٹکا کر نکلتا ہے ۔ پھر کس طرح وہ دونوں اُس کو پالتے ہیں جب بڑا ہو جاتا ہے تو اُڑ جاتا ہے اور وہی کرتا ہے جو اُس کے ماں باپ کرتے تھے +

چرندوں کا بھی یہی حال ہے وہ بھی اُسی وحی کے مطابق جو اُن کو دیگئی ہے کام کرتے ہیں اپنا چارہ ڈھونڈھ لیتے ہیں ، پانی تلاش کر لیتے ہیں دشت بعید فاصلہ سے پانی کی بو سونگھ لیتا ہے ۔ حربہ کے جو اوزار اُن کے پاس ہیں موقع پر کام لاتے ہیں دشمن سے اپنی جان بچاتے ہیں ، بکری نے گو کبھی بھیڑیا نہ دیکھا ہو مگر پہلی ہی دفعہ دیکھ کر کانپتی ہے اور جان بچانے کو بھاگتی ہے ۔ یہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۷)	اُنہوں نے کہا کہ کیوں نہیں آ گئی اس پر یعنی پیغمبر پر کوئی نشانی (یعنی معجزہ) اس کے پروردگار کی طرف سے کہدے کہ بیشک خدا اس پر قادر ہے کہ اُتارے کوئی نشانی لیکن اُن میں کے اکثر نہیں جانتے (۳۷)

سب کرشمے اُسی وحی ربانی کے ہیں جو قادر مطلق بہمہ قدرت نے اُن کو عطا کی ہے +

انسان بھی مثل اُن کے ایک مخلوق ہے وہ بھی اُس وحی کے عطیہ سے محروم نہیں رہا، مگر جس طرح مختلف قسم کے حیوانوں کو بقدر اُن کی ضرورت کے اُس وحی کا حصہ ملا ہے اسی طرح انسان کو بھی بقدر اُس کی ضرورت کے حصہ عطا ہوا ہے +

انسان جس شکل و شمائل اور ترکیب اعضا پر پیدا ہوا ہے وہ بظاہر اُس میں منفرد نہیں ہے بلکہ اُس سے کم درجہ کی بھی ایسی مخلوق پائی جاتی ہے جو بظاہر اُسی کی سی شکل و شمائل رکھتی ہے۔ اس سے مراد میری اُس مخلوق سے ہے جو انسان کے مشابہ ہے مگر انسانی تربیت کا مادہ نہیں رکھتی لیکن اس تمام پر میری بحث اُس شکل و شمائل کے انسان سے ہے جس میں انسانی تربیت کا مادہ بھی ہے کیونکہ خدا کا خطاب بھی اُن ہی سے ہے نہ اُن سے جو حقیقت میں انسان نہیں ہیں بلکہ انسان سے کم درجہ میں اور بندروں کے سلسلہ میں داخل ہیں +

آب و ہوا اور ملک کی حالت سے جہاں انسان رہتا ہے یا ایسے مقامات سے جہاں گو انسان پایا جاتا ہے مگر درحقیقت عمرانات میں شمار نہیں ہو سکتے انسان کی ضروریات میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہو جاتا ہے مگر میں ان عارضی تبدیلات کو بھی اپنی اس بحث میں دخل نہ دونگا بلکہ انسان من حیث الانسان سے بمقتضائے اُس کی جبلت انسانی کی بحث کرونگا +

اب ہم انسان کا حیوان سے مقابلہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انسان بمقابل حیوان کے اس وحی کا کس قدر زیادہ حصہ پانے کا مستحق تھا اور کن کن امور کے لئے +

ہم انسان اور حیوان دونوں میں بھوک اور پیاس کی خواہش پاتے ہیں مگر دونوں میں یہ فرق دیکھتے ہیں کہ حیوانوں کی اُس خواہش کے پورا کرنے کا تمام سامان خود خدا نے اُن کے لئے مہیا کر دیا ہے خواہ وہ جنگل میں رہتے ہوں یا پہاڑ میں خواہ وہ گھانس کھاتے ہوں یا دانہ چگتے ہوں، زمین کے کیڑے کوڑے کھاتے ہوں یا نہایت عمدہ تیار و فربہ جانوروں کا گوشت جہاں وہ ہیں سب کچھ اُن کے لئے مہیا ہے +

انسان کے لئے اُس کی اُن خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے بغیر اُس کی محنت و تدبیر کے کوئی چیز بھی مہیا نہیں یا یوں کہو کہ نہایت ہی کم مہیا ہے اُس کو خود اپنی غذا پیدا کرنی چاہیے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾	اور نہیں ہے کوئی زمین پر چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دونوں بازوؤں پر اُڑتا ہے بجز اس کے کہ مثل تمہاری جماعتیں ہیں ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر اپنے پروردگار کے پاس اکٹھے کئے جاوینگے (۳۸)

جب کہ وہ پانی کے چشموں سے دُور ہے تو خود اس کو پانی بھی پیدا کرنا چاہئے ✤

جانوروں کو ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کا لباس خود اُن کے ساتھ ہے جو جاڑے اور گرمی میں تبدیل ہوتا رہتا ہے چھوٹی سی چھوٹی تیتریوں کا ایسا خوبصورت لباس ہے کہ بڑی سے بڑی شہزادی کو بھی نصیب نہیں مگر انسان ننگا پیدا ہوا ہے اُس کو خود اپنی تدبیر سے اپنی محنت سے اپنے لئے آپ گرمی و جاڑہ کا لباس پیدا کرنا ہے ✤

یہ ضرورتیں انسان کی فرداً فرداً پوری نہیں ہوسکتیں اور اس لئے اُس کو اپنے ہمجنسوں کے ساتھ جمع ہو کر رہنے اور ایک دوسرے سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے بہت قسم کے جانور بھی ہیں جو ایک جگہ جمع ہو کر رہتے ہیں مگر اُن کو آپس کی استعانت کی حاجت نہیں انسان ہی ایک ایسا مخلوق ہے جو اپنے ہمجنسوں کی استعانت کا محتاج ہے ✤

اس طرح پر باہم مل کر رہنے کی ضرورت اور بہت سی ضرورتوں کو پیدا کر دیتی ہے اس بات کی ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ مجمع آپس میں کس طرح پر برتاؤ اور معاشرت کرے ۔ کس طرح اپنے گھروں کو آراستہ کریں اور کس طرح اُن کا انتظام کریں ۔ اُن قوٰے کو جو خدا نے اُن میں پیدا کئے ہیں اور جن سے توالد اور تناسل ہوتا ہے کس طرح پر کام میں لاویں ۔ اُن مقاصد کے انجام کے لئے کس طرح سرمایہ پیدا کریں اور جو پیدا کیا ہے اُس کو کس طرح بغیر دوسرے کی مزاحمت کے اپنے صرف میں لاویں جس سے دوسرے کو نقصان نہ پہنچے ۔ اُس مجمع کا مجموعہ من حیث المجموع کس طرح پر انتظام رہے ۔ کسی دوسرے ایسے ہی مجمع کی دستدرازی اور زیادتی سے کس طرح محفوظ رہے ✤

یہ ضرورتیں انسان میں ایک اور چیز کی ودیعت ہونے کی ضرورت کو پیش کرتی ہیں جس کو عقل انسانی یا عقل کامل سے تعبیر کیا جاسکتا ہے ۔ یہ وہی ودیعت ہے جس سے انسان چند واقعات وقوعی یا مقدمات ذہنی سے ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے اور جزئیات کی تتبع سے کوئی کلیہ قاعدہ بناتا ہے یا قاعدہ کلیہ سے جزئیات کو حاصل کرتا ہے ۔ ابتدا سے یعنی جب سے کہ انسان نے انسانی جامہ پہنا ہے وہ اس ودیعت کو کام میں لاتا رہا ہے اور جب تک کہ وہ ہے کام میں لاتا رہیگا ✤

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾	اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو بہرے گونگے ہیں اندھیروں میں جس کو خدا چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو سیدھی راہ پر کرتا ہے ﴿۳۹﴾

یہی ودیعت ہے جس نے انسان کو نئی نئی ایجادوں اور حقایق اشیا کی تحقیقاتوں اور علوم و فنون کے مباحثوں پر قادر کیا ہے، یہی ودیعت ہے جس سے انسان انبساط کی طرف مائل ہوتا ہے وہ غور کرتا ہے کہ کن محسوسی اور ذہنی چیزوں سے وہ خوشی حاصل کرسکتا ہے پھر وہ اُن کے جمع کرنے اور ترتیب دینے یا ایجاد کرنے میں کوشش کرتا ہے یہی ودیعت ہے جس سے انسان کا دل ہر ایک واقعہ کی نسبت اس طرف مائل ہوتا ہے کہ یہ کیوں ہوا اور پھر اس سے کیا ہوگا، یہی ودیعت ہے جس کے سبب سے انسان کے دل میں خالق کا، سزا و جزا کا، معاد کا، خیال پیدا ہوتا ہے +

وہ اپنے چاروں طرف اپنے سے بہت زیادہ قوی، عجیب، زبردست مخلوقات کو دیکھتا ہے اور اُس کے دل میں ایک اعلیٰ اور قوی زبردست وجود کا خیال پیدا ہوتا ہے اُس کے سامنے ایسے واقعات پیش آتے ہیں جن کا ظاہر میں کوئی کرنے والا معلوم نہیں ہوتا، بیماریوں، وباؤں قحطوں میں وہ مبتلا ہوتا ہے اچھا موسم اور عمدہ فصلوں اور صحت و تندرستی کا زمانہ اُس پر گذرتا ہے اور اس اختلاف کے اسباب سے بہت کم واقف ہوتا ہے وہ اُس کو کسی ایسے وجود غیر معلوم سے منسوب کرتا ہے جس کے اختیار میں اُن کا کرنا تسلیم کرتا ہے۔ پھر اُس غیر معلوم وجود سے خوف کھاتا ہے اور بھلائی کو اُس کی خوشی اور بُرائی کو اُس کی خفگی کا سبب قرار دیتا ہے۔ پھر اُس غیر معلوم وجود کی خوشی حاصل کرنے اور اُس کی خفگی سے بچنے کی تدبیریں سوچتا ہے۔ وہ فکر کرتا ہے کہ میں کون ہوں اور اخیر میں کیا ہونگا اور آخر کار اعمال کی جزا و سزا کا اور ایک قسم کی معاد کے یقین پر مائل ہوتا ہے +

یہ تمام خیالات جو بذریعہ وحی کے یا فطرت کے انسان میں پیدا ہوتے ہیں زمانہ کے گذرنے اور آیندہ نسلوں کے آنے اور برابر سنتے رہنے سے دلوں میں ایسے منقش ہوجاتے ہیں کہ بدیہات سے بھی اُس کا درجہ زیادہ ہوجاتا ہے۔ اور جس طرح انسان کی حالت کو ترقی ہوتی جاتی ہے اُسی طرح اُن باتوں کو بھی جو فطرت نے اُس کو سکھائی ہیں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ بلکہ اُن فطرتی باتوں کا ترقی پانا ہی انسان کی ترقی کہلاتی ہے +

پس جب اس طرح اس انسانی پُتلے پر غور کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام چیزیں جن کو انبیاء علیہم السلام اور حکماء علیہم الرحمۃ نے دنیا میں قایم کیا ہے اور جن کو ہم۔ علم معاش۔ علم تمدن۔ علم سیاست مدن۔ علم تدبیر منزل۔ علم معاشرت۔ علم المعاملات والاحکام۔ علم الدین یا ادیان۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ اَرَاَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰىکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَۃُ اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۰﴾

کہ (اے پیغمبر) کیا دیکھا ہے تم نے اپنے لئے اگر تم پر اللہ کا عذاب آوے یا تم پر بری گھڑی آوے کیا خدا کے سوا اور کسی کو پکارو گے اگر تم سچے ہو ﴿۴۰﴾

علم البر والاثم۔ علم المعاد والآخرت۔ سے تعبیر کرتے ہیں وہی ہیں جن کی خود خدا نے انسان میں وحی ڈالی ہے یا اُن کو خود اُس کی فطرت میں رکھا ہے ✦

یہ حقیقت زیادہ تر وضاحت اور تعجب انگیز طریقہ سے منکشف ہوتی ہے جب کہ تمام دنیا کے انسانوں کو جہاں تک کہ ہم کو اُن سے واقفیت ہے باوجود اُن کی زبان۔ اُن کی قوم۔ اُن کے ملک۔ اُن کی صورت۔ اُن کی رنگت کے اختلاف کے بہت سی باتوں میں متفق پاتے ہیں گو طریقۂ عمل میں کچھ اختلاف ہو مثلاً۔ معبود کا تعین۔ اُس کی پرستش کا خیال۔ موت کے بعد اعمال کی جزا و سزا۔ دوسرے جہان کا وجود۔ کسی نبی یا رہنماے روحانی کا ہونا۔ دنیاوی معاملات میں۔ تزوّج۔ سرگروہ کا مقرر کرنا اور اس کے تابع رہنا۔ افعال میں۔ رحم دلی ہمدردی۔ سچائی کا اچھا سمجھنا۔ زنا۔ چوری۔ قتل۔ جھوٹ کو بُرا جاننا۔ یہ اور اُس کے مثل اور بہت سے امور ہیں جن میں تمام دنیا کے انسانوں کو متفق پاتے ہیں۔ چند کا ان اتفاقوں میں سے مستثنےٰ ہونا جن کے اسباب بھی جدا ہیں اس کلیہ کے متناقض نہیں ہے ✦

یہ خیال کرنا کہ ان سب نے ایک ایسے زمانہ میں جب کہ سب یکجا ہونگے ان باتوں کو سیکھا ہوگا اور متفق ہو جانے کے بعد بھی وہ اُن سب باتوں کو اپنے ساتھ لے گئے ایک ایسا خیال ہے کہ جس کا ثبوت موجود نہیں ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ناممکن ہے اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ وہ سب کسی زمانہ میں یکجا تھے تو بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اُن کی افتراق نے اُن کی حالت کو (جو ضرور ہے کہ بہت زمانہ کی مفارقت باعث ہوئی ہوگی) ایسا تبدیل کر دیا ہے کہ صورت میں رنگت میں طبیعت میں اعضا کی ساخت میں اُن کے جوڑ بند میں اُن کی زبان میں ایک تبدیل عظیم واقع ہوگئی ہے تو یہ کیونکر تسلیم ہو سکتا ہے کہ وہ خود تو بدل گئے مگر جو سبق اُنہوں نے سیکھا تھا وہ نسل در نسل نہ بھولے۔ بلکہ برخلاف اس کے وہ اس بات کی دلیل ہو سکتی ہے کہ یہ توافق اُسی وحی یا فطرت کا باعث ہے جو خدا نے انسان کو ودیعت کی ہے ✦

مگر خدا نے اس فطرت کو جس کو ہم نے عقل انسانی یا عقل کل سے تعبیر کیا ہے ایسا نہیں بنایا کہ سب میں برابر ہو یا سب میں ایک سا اُس کا ظہور ہو بلکہ انسان کے پتلے میں اُس کے اعضا کی بناوٹ اس طور پر بنائی ہے کہ اس فطرت کا ظہور بہ تفاوت اور بانواع مختلف ہوتا ہے پس اس فطرت سے جس شخص کو اعلےٰ درجہ کا حصہ اور جس نوع کا دیا جاتا ہے وہ اوروں کے لئے اُس نوع کا

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾

بلکہ اسی کو پکارو گے پھر جس مصیبت کے لئے اُس کو پکارتے ہو اگر چاہے تو دُور کر دیتا ہے اور تم جن کو اُس کا شریک بناتے ہو بھول جاتے ہو ﴿۴۱﴾ اور بیشک ہم نے بھیجا تجھ سے پہلے لوگوں کے پاس پھر ہم نے اُن کو پکڑا عذاب اور مصیبت سے شاید کہ وہ عاجزی کریں ﴿۴۲﴾

ہادی اور پیشوا ہو جاتا ہے ۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ایسے شخص کو مفہمون کے لقب سے ملقب کیا ہے وہ حجۃ اللہ البالغہ میں ،، تحت باب حقیقۃ النبوۃ و خواصھا ،، ارقام فرماتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ ،، مفہمون مختلف استعداد کے اور کئی قسم کے ہوتے ہیں ۔ جس کو اکثر خدا کی طرف سے بذریعہ عبادت کے تہذیب نفس کے علوم کا القا ہوتا ہے وہ کامل کہلاتا ہے ۔ جس کو اکثر عمدہ اخلاق اور تدبیر منزل کے علوم کا القا ہوتا ہے وہ حکیم کہلاتا ہے ۔ جس کو سیاست کے امور کا القا ہوتا ہے اور وہ اُس کو عمل میں لاسکتا ہے وہ خلیفہ کہلاتا ہے ۔ جس کو ملاء اعلےٰ سے تعلیم ہوتی ہے اور اُس سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ موئید بروح القدس کہلاتا ہے ۔ اور جس کے دل میں اور زبان میں نور ہوتا ہے اور اُس کی نصیحت سے لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں اور اُس کے حواریوں اور مریدوں پر بھی نور و سکینہ نازل ہوتا ہے وہ ہادی اور مزکی کہلاتا ہے ۔ اور جو تواعد ملّت کا زیادہ جاننے والا ہوتا ہے وہ امام کہلاتا ہے ۔ اور جس کے دل میں کسی قوم پر آنے والی مصیبت کی خبر ڈال دی جاتی ہے جس کی وجہ پیشین گوئی کرتا ہے یا قبر و حشر کے حالات کا اُس پر انکشاف ہوتا ہے اور وہ اس کا وعظ لوگوں کو سناتا ہے وہ منذر کہلاتا ہے ۔ اور جب خدا اپنی حکمت سے مفہمین میں سے کسی بڑے شخص کو مبعوث کرتا ہے تاکہ لوگوں کو ظلمات سے نور میں لاوے تو وہ نبی کہلاتا ہے ،، بہر حال شاہ صاحب نے اس مطلب کو کسی لفظوں سے اور ہم نے کسی لفظوں سے تعبیر کیا ہو نتیجہ واحد ہے کہ انسانوں ہی میں سے جس درجہ اور جس نوع کی فطرت یا وحی خدا نے جس انسان میں ودیعت کی ہے وہ اوروں کے لئے اُس نوع کا ہادی یا رہنما ہوتا ہے ۔ جس میں خدا نے اعلےٰ درجہ کی تہذیب نفس انسانی کی فطرت پیدا کی ہے خواہ اُس کو اُنہی لفظوں سے تعبیر کرو خواہ ،، وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ،، کے لفظوں سے وہ نبی ہوتا ہے گو کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ ہی میں کیوں نہ ہو +

پس اب ایسی مخلوق کی نسبت جس میں خدا نے اس قدر کاموں اور متعدد درجوں کی فطرت پیدا کی ہو خیال کرو کہ وہ کیا کریگی ۔ ضرور ہے کہ وہ اپنی تمدنی فطرت کے مقتضا سے ایک جگہ اکٹھا ہو کر رہیگی ۔ اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے ایسی معیّن آوازیں ظاہر کریگی جو اُس کے مافی الضمیر

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۴۳)	پھر کیوں نہ انہوں نے عاجزی کی جب کہ اُن کے پاس ہمارا عذاب آیا و لیکن سخت ہو گئے اُن کے دل اور اچھا دکھلایا اُن کو شیطان نے جو کچھ کہ وہ کرتے تھے (۴۳)

دلالت ہوں جس طرح اُس کو مافی الضمیر کے اظہار کی زیادہ ضرورت پیش آتی جاویگی اُن آوازوں کی بھی کثرت اور اُن میں تنوع اور اشتقاق پیدا ہوتا جاویگا رفتہ رفتہ وہ اُس گروہ کی زبان قرار پاویگی اور علم لغت اور علم اشتقاق اور صرف و نحو اور فصاحت و بلاغت سے مالامال ہو جاویگی +

وہ سب اپنی زندگی بسر کرنے کے سامان مہیا کرنے کی فکر کرینگے دریاؤں اور ندیوں اور چشموں کے مقامات کو پانی میسر آنے کے لیے تلاش کرینگے اگر وہ ایسا موقع نہ پاوینگے تو زمین کھود کر پانی نکالینگے۔ ایک غریب بیکس عورت بھی اپنے بچہ کے لئے پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑتی پھرتی۔ گو کہ چند روز جنگل کی اتفاقیہ پیداوار پر وہ اپنی زندگی بسر کریں مگر غلہ پیدا کرنے پر کوشش کرینگے زمین کو پھاڑینگے اگر کدال میسر نہ ہوگی تو درخت کے سوکھے نوکدار تنہ ہی سے بہزار مشقت زمین چیرینگے اور بیج ڈالینگے۔ بدن ڈھانکنے کی کوشش کرینگے۔ درختوں کے پتے ہی لپیٹینگے جانوروں کی کھالوں کے تہ بند باندھینگے اپنے کھیت میں دوسرے کو نہ آنے دینگے اپنے غلہ کی حفاظت چرند پرند سے انسان سے ہر طرح پر کرینگے۔ رفتہ رفتہ زراعت کے قواعد اور حقوق کی بنیاد اور اُس کے قوانین قائم ہو جاوینگے اور جس طرح اُس کو ترقی ہوتی جاویگی اُسی طرح ان سب باتوں میں جو معاش کے ذریعے ہیں ترقی ہوتی رہیگی۔ یہاں تک کہ انگوری باغ لگا دینگے اور اُس سے شراب بنا دینگے اور اُس کو پی کر بدمست ہو جاوینگے +

وہ اپنی بود و باش کی فکر کرینگے مکانات بنا دینگے کالا کمل تان کر یا سرکنڈے اور بانس جمع کر کے یا اینٹ اور گارہ بنا کر اور اِس طرح مجتمع ہو کر گانوں اور قصبے اور شہر آباد کرینگے رفتہ رفتہ اس میں ترقی کرتے جاوینگے یہاں تک کہ قصر حمرا اور محل بیضا اور کرسٹل پیلس اور شیش محل بنا کر اُس میں چین کرینگے +

وہ اپنے گھروں کی درستی اور آبادی کی تدبیریں سوچینگے فرزندوں کی خواہش مونس غمگسار کی آرزو کو پورا کرینگے تزوج کے قواعد اولاد کی پرورش کے طریقے اُن کے حقوق اُن کے ساتھ سلوک کے طریقے قرار دینگے جو رفتہ رفتہ ایسی ترقی پاوینگے کہ علوم کا درجہ حاصل کرینگے اور علم تدبیر منزل کے نام سے موسوم ہونگے +

وہ اپنی گروہ میں راہ رسم کے طریقے اخلاق اور دوستی اور محبت اور ہمدردی کے قاعدے ایجاد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ (٤٤)	پھر جب وہ بھول گئے جو ہم نے اُن کو نصیحت کی تھی کھول دیئے ہم نے اُن پر دروازے ہر چیز کے یہاں تک جب وہ خوش ہوگئے اُس چیز سے جو اُن کو دی گئی پکڑ لیا ہم نے اُن کو دفعتہً پھر وہ نا اُمید تھے (٤٤)

کرینگے رسم و رواج قایم کرینگے خوشی اور انبساط حاصل کرنے کے سامان مہیا کرینگے اور وہ تمام چیزیں رفتہ رفتہ علم اخلاق و معاشرت کا درجہ حاصل کرینگی ✣

وہ اس مجمع کی حفاظت کی اور اُس میں انتظام قایم کرنے اور سب کے حقوق محفوظ رہنے کی فکر میں پڑینگے اُس کے لئے قوانین تجویز کرینگے اور اُس کے نفاذ کے لئے کسی کو اپنا سردار بنا دینگے اور رفتہ رفتہ سلیمان کی سی بادشاہت اور عمر کی سی خلافت قایم کرینگے اور وہی قوانین ترقی پاتے پاتے علم سیاست مدن کا رتبہ حاصل کرینگے ✣

فطرت کے تفاوتِ درجات کے موافق اُنہی میں سے وہ لوگ پیدا ہونگے جن کو شاہ ولی اللہ صاحب نے ۔ کامل ، حکیم ، خلیفہ ، موید بروح القدس ، ہادی و مزکّی ، امام ، منذر ، نبی ، کے لقب سے ملقب کیا ہے اور اس زمانہ کے بے اعتقادوں نے ۔ رفارمر ۔ اُن کا نام رکھا ہے ، اور اُنہی کی نسبت خدا نے یہ فرمایا ہے ،، ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم ✣

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بعثت انبیا کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے ۔ یا تو یہ ہوتا ہے کہ ایک دولت (یعنی حکومت یا سلطنت) کے ابتداے ظہور کا اور اُس سے اور دولتوں کے زوال کا وقت آپہنچتا ہے اُس وقت خدا اُس دولت کے لوگوں کے دین کو قایم رکھنے کے لئے کسی کو مبعوث کرتا ہے جس طرح کہ ہمارے سردار محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ۔ (نعوذ باللہ ولیس اعتقادی ہذا) یا خدا تعالے نے کسی قوم کا بقا اور تمام انسانوں پر اُس کا برگزیدہ کرنا چاہتا ہے اُس وقت کسی کو مبعوث کرتا ہے جو اُن کی کجی کو سیدھا کرے اور کتاب اُن کو سکھاوے جس طرح کہ ہمارے سردار موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی ۔ یا کسی قوم کے منتظم کرنے کے لئے جس کی دولت و دین کی پائداری قرار پا چکی ہے کسی مجدد کے مبعوث کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے کہ داؤد و سلیمان اور تمام انبیاے بنی اسرائیل کی بعثت ہوئی جن کو خدا نے اُن کے دشمنوں پر فتح دی ۔ شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا یہ اُن کا استنباط ہے مگر ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے میں یقین کرتا ہوں کہ بعثت انبیاء صرف تہذیب نفس انسانی کے لئے ہوتی ہے نہ اور کسی چیز کے لئے ✣

بہرحال یہ تمام واقعات وہ ہیں جو از روے قاعدۂ فطرت انسان پر گذرتے ہیں اور انسان ہر ایک کام میں کسی نہ کسی کو اپنا ہادی اور پیشوا اور رہنما قایم کرتا ہے ۔ اُس وقت ہماری بحث

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۴۵) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ (۴۶)	پھر کاٹی گئی جڑ اُس قوم کی جس نے ظلم کیا اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے پروردگار عالموں کا (۴۵) کہہ دے اے پیغمبر کیا تم نے دیکھا ہے اگر خدا تمہاری سماعت اور بصارت لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے تو کونسا خدا ہے سوائے اللہ کے کہ تم کو وہ پھر لادے دیکھ کس طرح ہم بیان کرتے ہیں نشانیوں کو پھر وہ پھرے رہتے ہیں (۴۶)

اُن لوگوں سے متعلق نہیں ہے جو عموماً مختلف قسم کے علوم و فنون و معارف و مکاسب میں ہادی و پیشوا اور رہنما قرار پاتے ہیں۔ بلکہ صرف اُسی ہادی سے متعلق ہے جو تہذیب نفس انسانی کے لئے پیشوا اور ہادی ہوتا ہے ۔

ایسا ہادی جس میں اس قسم کی ہدایت کی کامل فطرت ہوتی ہے وہی نبی ہوتا ہے اور وہی فطرت، ملکۂ نبوت ، ناموس اکبر ، جبرئیل اعظم ، کے لقب سے ملقب کیجاتی ہے ۔ وہ کسی بات کو سوچتا ہے اور کچھ نہیں جانتا دفعۃً اس کے دل میں بغیر کسی ظاہری اسباب کے ایک القا ہوتا ہے اور قلب کو ایک صدمہ اُس کے القا سے محسوس ہوتا ہے جیسے کہ اوپر سے کسی چیز کے گرنے سے صدمہ ہوتا ہے یا اس قسم کا ایک انکشاف اُس کے دل پر ہوتا ہے جو سچ مچ وہ جانتا ہے کہ تمام حجاب اُٹھ گئے ہیں اور جس کی میں تلاش میں تھا مثل سپیدۂ دم صبح میرے سامنے موجود ہے شاید مختلف حالات و معاملات میں اوروں کو بھی ایسا ہوتا ہو مگر جب اُس شخص میں دو صفتیں تسلیم کرلی گئی ہیں ایک فطرت کا کامل ہونا اور دوسرے اُس فطرت کا تہذیب نفس انسانی سے مخصوص ہونا تو لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کا وہ القا یا وحی خواہ جبرئیل لیکر آیا ہو یا خود وہ ملکۂ نبوت تھی اُس میں اور خدا میں ایلچی بنا ہو سچ اور فطرت اللہ کے مطابق ہے ۔ اگر بحث رہ جاتی ہے تو اسی قدر رہ جاتی ہے کہ وہ شخص فی الواقع ایسا ہی ہے کہ نہیں ۔

تہذیب نفس سے بلاشبہ بہت امور متعلق ہونگے لیکن اُن سب میں ضرور کوئی ایسا امر بھی ہوگا جو اصل اصول تہذیب نفس انسانی کا ہو اور وہ اصول بمقتضائے فطرت انسانی وہ ہے جس کو خود انسانی فطرت نے تجویز کیا ہے یعنی وجود اعلیٰ اور قوی زبردست وجود کا ۔ اس مقام پر ہم اس بحث کو کہ اسی امر کو ہم نے کیوں اصل اصول تہذیب نفس انسانی قرار دیا ہے چھوڑ دیتے ہیں تاکہ خلط بحث نہ ہو جاوے پھر کسی مقام پر اس سے بحث کرینگے اور اس لئے بہ تسلیم امر مذکورہ کہتے ہیں کہ ضرور اُس ہادی کا سب سے اول اور سب سے مقدم کام اُس سب سے اعلیٰ اور سب سے قوی اور سب سے زبردست بہ قدرت وجود کی طرف

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾	کہہ دے اے پیغمبر کیا تم نے دیکھا ہے کہ اگر تم پر خدا کا عذاب دفعۃً یا جتلا کر آوے تو کیا ظالموں کی قوم کے سوا اور کوئی مارے جاوینگے ﴿۴۷﴾

ہدایت کرنا ہوگا اور جب کہ وہ کامل فطرت سے ہدایت ہوگی تو تمام کامل فطرت رکھنے والے ہادیوں کو ٹھیک میں اختلاف نہ ہوگا اور وہی فطرت اللہ اور دین اللہ ہوگا۔ اور اور امور جو اس کے متعلق ہیں طریقے یا رسمیں یا مصالح ہونگے جن کو اب ہم شرائع کے نام سے موسوم کرتے ہیں پس تمام انبیا کا جیسے ہتیا ہونے دین واحد تھا اصل دین میں کچھ تفاوت نہ تھا خدا فرماتا ہے " شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ " (الشوریٰ آیت ۱۱) اور ایک جگہ فرمایا ہے " لکل جعلنا منکم شرعةً ومنهاجا " (مائدہ آیت ۵۲) +

بلحاظ ان فطرتوں کے جو خدا نے انسان میں پیدا کی ہیں شاہ ولی اللہ صاحب بھی اس بات کے قایل ہوئے ہیں کہ انسان[1] کا ان کو ترک کرنا محال ہے اور وہ بہت سے امور میں ایک ایسے حکیم کے محتاج ہیں جو تمام ضرورتوں سے واقف ہو اور مصالح تدبیر جانتا ہو خواہ بذریعہ فکر و درایت کے خواہ اس طرح پر کہ خدا تعالیٰ نے اس کی جبلت میں قوت ملکیہ بھی ہو اور ملاء اعلیٰ سے اس پر علوم نازل ہوتے ہیں +

پھر وہ لکھتے ہیں کہ انسانوں میں جو رسمیں قایم ہوجاتی ہیں ان میں اکثر بسبب قوم کے سرداروں کی نادانی سے خرابیاں پڑجاتی ہیں اور نفسانی خواہشوں اور شیطانی حرکتوں تک پہنچ جاتی ہیں اور بہت سے لوگ اس کی پیروی کرنے لگتے ہیں اور اس لئے ایک ایسے شخص کی حاجت ہوتی ہے جو غیب[2] سے مؤید ہو اور مصالح کلیہ کا پابند ہو تاکہ رسومات بد کو مٹادے اور ایسا شخص مؤید بروح القدس ہوتا ہے +

پھر وہ ارقام فرماتے ہیں کہ انبیا کی بعثت اگرچہ در اصل اور بالتخصیص عبادت کے طریقوں کی تعلیم کرنے کے لئے ہوتی ہے مگر بعد کو اس کے ساتھ رسوماتِ بد کا دور کرنا بھی شامل ہوجاتا ہے یہ بات ذرا تفصیل طلب ہے اگر شاہ صاحب کی مراد ان رسوم بد سے ہے جو عبادات اور تہذیب نفس انسانی سے متعلق ہیں تو مسلم اور اگر مراد ان رسوم کی اصلاح سے بھی ہے جو محض دنیاوی امور سے متعلق ہیں تو ہم اس کو نہیں قبول کرسکتے کیونکہ نبوت کو محض دنیاوی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے - اور

[1] حجۃ اللہ البالغہ باب اقامۃ الارتفاقات واصلاح الرسوم +

[2] اگر شاہ صاحب بجائے غیب کے فطرت اللہ کا لفظ استعمال فرماتے تو مطلب بالکل صاف ہوجاتا +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾	اور ہم نہیں بھیجتے پیغمبروں کو مگر بشارت دینے والے اور ڈرانے والے پھر جو کوئی ایمان لایا اور اچھے کام کئے پھر اُن کو کچھ ڈر نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے ﴿۴۸﴾

قصہ تابیر نخل اور یہ الفاظ کہ "انتم اعلم بامور دنیاکم" اور یہ حدیث کہ "من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد" ایک بہت بڑی دلیل ہماری اس مدعا پر ہے +

تمام رسومات و عادات اور طریقے جو انسانوں میں بمقتضائے اُن کی فطرت کے قایم ہوجاتے ہیں وہ متعدد اقسام پر منقسم ہیں +

اول - جو خدا کی ذات وصفات سے متعلق ہیں یعنی اُس قوت اعلیٰ کے وجود سے جس کو انسانوں نے بمقتضائے اپنی فطرت کے تسلیم کیا ہے +

دوم - اُس کی عبادت کے طریقوں سے جو لوگوں نے بمقتضائے فطرت انسانی اُس کے لئے قرار دئے ہیں اور یہی امور وہ ہیں جن پر دین کا اطلاق ہوتا ہے +

سوم - وہ امور ہیں جو تہذیب نفس انسانی سے علاقہ رکھتے ہیں اور جن کو نوع انسانی نے بطور بدیہیات کے حسن یا قبیح قرار دے رکھا ہے مثلاً زنا - قتل سرقہ کذب وغیرہ کہ تمام نوع انسان کے نزدیک قبیح ہیں گو کہ کسی فرقہ نے زنا یا قتل و سرقہ و کذب کی حقیقت قرار دینے میں غلطی کی ہو - یا جیسے صداقت رحم ہمدردی کہ تمام نوع انسانی کے نزدیک حسن ہیں گو کہ کسی سے اُس کی صحیح طور پر بیان نہ ہوسکی ہو - اُنہی امور سہ گانہ کی نسبت جو طریقے قرار پاتے ہیں اُن کا نام شریعت ہے +

چہارم - وہ امور ہیں جو محض دنیاوی امور سے تعلق رکھتے ہیں وہ نہ دین ہیں اور نہ انبیا کو من حیث النبوۃ اُن سے کچھ تعلق ہے - اسی میں وہ تمام مسائل بھی داخل ہیں جو علوم وفنون اور تحقیقات حقایق اشیاء سے علاقہ رکھتے ہیں گو کہ انبیا نے اُن امور کا ذکر اُس طرز یا الفاظ میں کیا ہو جس طرح پر اُس زمانہ کے لوگوں کا یقین یا اُن کی معلومات تھی +

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس بحث کی زیادہ تفصیل کی ہے اور بہت اچھی کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ چیز جو انبیا اسباب میں قاطبۃً خدا کے پاس سے لاتے ہیں وہ یہ ہے کہ دیکھا جاوے کہ کھانے پینے اور لباس اور مکان بنانے اور زیب وزینت کرنے اور نکاح شادی بیاہ کرنے اور خرید وفروخت کرنے اور گناہ گاروں کے سزا دینے اور تنازعات کے فیصل کرنے میں اُس وقت کے لوگوں میں کیا عادتیں اور رسمیں مروج ہیں پھر اگر وہ سب باتیں عقل کل کے مطابق و مناسب ہیں تو اُن کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۴۹)	اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو چھوئیگا اُن کو عذاب بسبب اس کے کہ وہ فاسق تھے (۴۹)

اول بدل کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں بلکہ ضرور ہے کہ لوگوں کو اسی پر قایم رہنے کے لئے برانگیختہ کیا جاوے اور اُس باب میں اُن کی تصویب کی جاوے اور اُس کی خوبیاں بتلائی جاویں اور اگر وہ مطابق نہ ہوں اور اُن کے رد و بدل کی حاجت ہو کیونکہ وہ دوسروں کو ایذا پہنچاتی ہیں یا لذات دنیا میں ڈال دیتی ہیں اور نیکی سے باز رکھتی ہیں اور دین دنیا سے بے فکر کر دیتی ہیں اُس وقت بھی کوئی ایسی بات نہیں نکالی جاتی جو بالکل اُن کے مالوفہ امور کے برخلاف ہو بلکہ جو اگلی مثالیں اُن لوگوں کے ہاں ہیں اور جو اچھے لوگ اُن لوگوں کے نزدیک گذرے ہیں اُن کی طرف اُن کو پھیرا جاتا ہے اور جب وہ اُس طرف مائل ہوتے ہیں تو اُن کو ٹھیک بات بتائی جاتی ہے اور اُن کی عقلیں اُس کو نامقبول نہیں کرتیں بلکہ اُن کے دلوں کو طمانیت ہو جاتی ہے کہ یہی سچ ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ انبیا علیہم السلام کی شریعتیں مختلف ہیں۔ جو لوگ راسخ فی العلم ہیں جانتے ہیں کہ شرع میں در باب نکاح اور طلاق اور معاملات اور زیب و زینت اور لباس اور انفصال مقدمات اور حدود اور لوٹ کے مال کی تقسیم کے کوئی ایسی بات نہیں آئی ہے جو اس وقت کے لوگ اُس کو نہ جانتے ہوں یا اُس کے کرنے سے تردد میں پڑ جاویں جب اُس کے کرنے کا حکم ہو۔ ہاں یہ ہوا ہے کہ جس میں جو خرابی تھی وہ درست کر دی گئی اور غلط کو صحیح کر دیا۔ اُن لوگوں میں سود خوری بہت تھی اُس کو منع کر دیا۔ وہ پھل آنے سے پہلے صرف پھول آنے پر میوہ بیچ ڈالتے تھے اور پھر اُس میں جھگڑا ہوتا تھا اُس کو منع کر دیا۔ دیت یعنی خون بہا عبد المطلب کے وقت میں دس اونٹ تھے پھر قوم نے دیکھا کہ قتل سے باز نہیں رہتے تو سو اونٹ دیت کر دئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسی کو قایم رکھا پہلے پہل مال غنیمت کی تقسیم ابی طالب کے حکم سے ہوئی اور رئیس قوم کے لئے بھی حصہ قرار پایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خمس جاری کیا۔ شاہان فارس یعنی قباد اور اُس کے بیٹے نوشیرواں نے خراج اور عشر لوگوں پر مقرر کیا تھا شرع میں بھی یہی قرار دیا گیا۔ بنی اسرائیل زنا کے جرم میں رجم کرتے تھے چوروں کے ہاتھ کاٹتے تھے (یہودیوں میں ہاتھ کاٹنے کی رسم نہ تھی بلکہ عرب میں تھی) جان کے بدلے جان مارتے تھے قرآن میں بھی یہی حکم نازل ہوا (رجم قرآن میں نہیں ہے) اور اسی طرح کی بہت سی مثالیں ہیں جو تلاش کرنے والے سے مخفی نہیں ہیں۔ بلکہ اگر تو فطین یعنی پوری سمجھ کا ہے اور تمام احکام کے مراتب پر محیط ہے تو تو یہ بھی جانیگا کہ انبیاء علیہم السلام عبادات میں بھی اُس کیفیت سے جو قوم کے پاس تھا بعینہ اُس کی نظیر کے اور کچھ نہیں لائے لیکن اُنہوں نے جاہلیت کی تحریفات کو دور کر دیا اور جو مبہم تھا اُس کو اوقات و ارکان کے ساتھ ضبط کر دیا اور جو ٹھیک تھا اُس کو لوگوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾	کہدے (اے پیغمبر) کہ نہ میں تم کو یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب کی بات جانتا ہوں اور نہ میں تم کو یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں نہیں پیروی کرتا مگر اُس کی جو وحی دی گئی ہے مجھ کو۔ کہدے کہ کیا اندھے اور آنکھوں سے دیکھنے والے برابر ہیں پھر کیا تم غور نہیں کرتے ﴿۵۰﴾

میں پھیلا دیا (انتہےٰ) +

یہ مضمون شاہ ولی اللہ صاحب کا قریب قریب ایسے مضمون کے ہے جو اس زمانہ کے لوگوں کے خیال میں ہے اور جن کو ہمارے زمانہ کے علما اور مقدس لوگ کافر و ملحد اور مرتد و زندیق کہتے ہیں گو کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وما جاء بہ پر بھی یقین رکھتے ہوں مگر نہیں معلوم کہ وہ لوگ شاہ ولی اللہ صاحب کو کیا کہتے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ انبیا عبادات میں بھی کوئی نئی چیز نہیں لائے بہرحال شاہ صاحب نے جو محض دنیاوی امور کو بھی مذہب یا شریعت میں شامل کرلیا ہے ہم اُس کو تسلیم نہیں کرتے۔ دین جیسا کہ اوپر بیان ہوا مرور ایام سے تبدیل نہیں ہوسکتا۔ لیکن دنیاوی معاملات وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور وہ کسی طرح ابدی خدا کی جانب سے صورت خاص کے محکوم نہیں ہوسکتے۔ اگر یہ کہو کہ جب اصل اُن کے محفوظ ہیں تو حوادث جدید کے احکام علمائے اسلام جو کانبیاء بنی اسرائیل ہیں استنباط کرسکینگے۔ تو ہم یہ کہینگے کہ علما و قوہن یہود کے اور قسیس و رہبان عیسائی مذہب کے بھی علم میں کچھ کم درجہ نہیں رکھتے تھے اگر اُنہوں نے دنیاوی احکام میں غلطی کی تو کیا وجہ ہے کہ یہ غلطی نہ کرینگے اور اگر دنیاوی احکام بھی داخل نبوت ہیں تو کیا وجہ ہوگی کہ اُن کی غلطیوں کی وجہ سے تو انبیاء کے مبعوث ہونے کی ضرورت ہو اور ان کی غلطی کے سبب نہ ہو۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ توریت مقدس میں جس قدر دنیاوی امور کا تذکرہ ہے اُس کا عُشر عشیر بھی قرآن مجید میں نہیں ہے +

یہ مباحث نہایت طویل ہیں اور یہ مقام اُن سب کے بیان کی گنجائش نہیں رکھتا مگر تمام بحث سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ انسانوں میں بموجب فطرت انسانی کے کوئی نہ کوئی اُن کا ہادی ہوجاتا ہے اگر خدا نے اُس کو فطرت کامل اور وحی اکمل عطا فرمائی ہے تو وہ سچا ہادی ہوتا ہے جس کی نسبت خدا نے فرمایا ہے "لکل قوم ھاد" پس جو گروہ کسی شخص کو دین و شریعت کا ہادی سمجھتی ہے اُس کی بزرگی و تقدس کا اعتقاد بھی اعلےٰ درجہ پر رکھتی ہے جس کا نتیجہ موافق فطرت انسانی کے یہ ہوتا ہے کہ انسانوں سے اُس کو برتر درجہ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ ابن اللہ یا محیط ذات اللہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۵۰)	اور ڈرا اس (وحی) سے اُن لوگوں کو جو ڈرتے ہیں کہ اکٹھے کئے جاوینگے اپنے پروردگار کے پاس کہ نہیں ہے اُن کے لئے سوائے اُس کے یعنی (پروردگار کے) کوئی دوست اور نہ کوئی سفارش کرنے والا تاکہ وہ پرہیزگاری کریں (۵۰)

(یعنی اوتار) یقین کیا جاتا ہے اور کم سے کم یہ ہے کہ اُس میں ایسے اوصاف اور کرامتیں اور معجزے تسلیم کئے جاتے ہیں جن سے نوع انسان سے اُس کو برتری حاصل ہو معمولی واقعات اور حادثات کو جو قانون فطرت کے مطابق واقع ہوتے رہتے ہیں جب اُس کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو وہ اُس کی کرامت اور معجزہ قرار پاتے ہیں مثلاً اگر ایک عام آدمی کسی کو بد دعا دے کہ تجھ پر بجلی گرے اور اتفاق سے وہ بجلی سے مارا جاوے تو کسی کو کچھ خیال بھی نہ ہو لیکن اگر وہ بد دعا کسی ایسے شخص نے دی ہو جس کے تقدس کا خیال لوگوں کے دلوں میں ہو تو اُس کی کرامت یا معجزہ سے منسوب ہو جاتی ہے۔ بہت سی باتیں ہوتی ہیں کہ اُن لوگوں سے جن کے تقدس کا خیال ہوتا ہے اسی طرح سرزد ہوتی ہیں جیسے کہ عام انسانوں سے مگر مقدس لوگوں سے سرزد ہونے کے سبب اُن کی قدر و منزلت زیادہ کی جاتی ہے اور معجزے و کرامات کے درجہ پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ انسان میں بعضی ایسی قوتیں ہیں جو خاص طریقہ مجاہدہ سے قوی ہو جاتی ہیں اور کسی میں بمقتضائے خلقت قوی ہوتی ہیں اور اُن سے ایسے امور ظہور پاتے ہیں جو عام انسانوں سے جنہوں نے ان قوتوں کو قوی نہیں کیا ہے ظہور نہیں پاتے حالانکہ وہ سب باتیں اسی طرح ہوتی ہیں جس طرح کہ اور امور حسب مقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتے ہیں مگر وہ بھی اُن مقدس شخصوں کے معجزے و کرامات شمار ہوتے ہیں۔ بہت عجیب باتیں افواہاً ایسے بزرگوں کی نسبت مشہور ہو جاتی ہیں جن کی درحقیقت کچھ اصل نہیں ہوتی مگر لوگ اُن بزرگوں کے تقدس کے خیال سے ایسے متاثر ہوتے ہیں کہ اُسکی اصلیت کی تحقیق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور بے تحقیق اُس پر یقین کر لیتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ انبیائے سابقین علیہم السلام کے تمام واقعات کو لوگوں نے ایسے طور پر بیان کیا ہے جن کا واقع ہونا ایک عجیب طریقہ سے ظاہر ہو اور پھر اُنہیں کو اُن کے معجزے قرار دئیے ہیں اور بعضی ایسی باتیں منسوب کی ہیں جن کا کچھ ثبوت نہیں۔ انہی غلط خیالات کے سبب لوگوں نے انبیا علیہم السلام سے انکار کیا ہے چنانچہ قوم نوح قوم عاد قوم ثمود نے انبیا کے انکار کرنے کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ "ان انتم الا بشر مثلنا" پس انہی غلط خیالات کی وجہ تھی کہ مشرکین عرب بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزوں کے طلبگار ہوئے تھے۔ کبھی کہتے

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۵۲)	اور نہ نکال دے (اپنے پاس سے) اُن لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو صبح و شام طلب گاری کرتے ہیں اپنے پروردگار کے مُنہ (یعنی اُس کی ذات پاک) کی نہ تجھ پر اُن کے حساب میں سے کچھ ہے اور نہ تیرے حساب میں سے اُن پر کچھ ہے کہ تو اُن کو نکال دے پھر ہوئے تو ظالموں میں سے (۵۲)

تھے کہ اگر یہ پیغمبر ہیں تو کیوں نہیں اُن کے پاس فرشتے آتے کیوں نہیں اُن کے پاس خزانہ اُتارا گیا۔ کبھی کہتے تھے کہ یہ تو عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں بازاروں میں پڑے پھرتے ہیں یعنی انسانوں سے زیادہ کوئی بات ان میں نہیں ہے۔ کبھی آسمان سے پتھر برسوانے چاہتے تھے۔ کبھی آسمان کا ٹکڑا ٹوٹ کر گرنے کی خواہش کرتے تھے +

وحدانیت ثلاثہ کا ایک رکن جو توحید فی الصفات ہے اُس کی تکمیل کے لئے اس قسم کے خیالات کا مٹانا ضرور تھا اس لئے جا بجا قرآن مجید میں معجزات کی نفی آئی ہے خدا تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان لوگوں سے کہہ دے کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں انسان ہوں مثل تمہارے۔ مجھ کو وحی دی گئی ہے کہ یہی ٹھیک بات ہے کہ تمہارا خدا خدائے واحد ہے ”اور دوسری جگہ یہ حکم دیا کہ ان لوگوں سے کہہ دے کہ میں مالک نہیں ہوں اپنے لئے کسی نفع یا ضرر کا بجز اُس کے کہ جو چاہے اللہ اور اگر میں غیب کا عالم ہوتا تو میں بھلائیوں کو بکثرت حاصل کر لیتا اور برائی مجھ کو چھوتی بھی نہیں، میں تو اُن لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں ڈرانے والے اور خوشخبری دینے والے کے سوا اور کچھ نہیں ہوں +

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد (سورہ کھف آیت ۱۱۰) +

قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون (سورہ اعراف آیت ۱۸۸) +

کافروں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزے طلب کئے اور صاف صاف کہا کہ ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہیں لانے کے جب تک کہ تو زمین پھاڑ کر ہمارے لئے چشمے نکالے، یا تیرے پاس کھجور و انگور کا باغ ہو جس کے بیچ میں تو بہتی ہوئی نہریں نکالے زور سے بہتی ہوئی یا تو ہم پر جیسا کہ تو سمجھتا ہے آسمان کے ٹکڑے ڈالے۔ یا خدا اور فرشتوں کو اپنے ساتھ لا دے۔

وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانھار خلالھا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقیٰ فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۹۰-۹۵) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوٓا أَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنۢ بَيْنِنَا ۗ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشّٰكِرِينَ (۵۳)	اور اسی طرح ہم نے فتنہ میں ڈالا ہے بعض کو سبب بعض کے کہ کہتے ہیں کیا ہم میں سے یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے انعام کیا ہے۔ کیا خدا نہیں ہے جاننے والا شکر کرنے والوں کو (۵۳)

یا تیرے لئے کوئی مزین گھر ہو، نہ تو آسمان پر چڑھ جاوے، اور ہم تو تیرے منتر پر ہرگز ایمان نہیں لانے کے جب تک کہ ہم پر ایسی کتاب اُترے جو ہم پڑھ لیں،، مگر باوجود اس قدر اصرار کے جو کافروں نے معجزوں کی طلب میں کیا اور بغیر ایسے معجزوں کے ایمان لانے سے شدید انکار کیا اُس پر بھی خدا نے اپنے پیغمبر سے یہی فرمایا کہ ،، تو اُن سے کہہ دے کہ پاک ہے میرا پروردگار میں تو کچھ نہیں ہوں مگر ایک انسان بھیجا ہوا یعنی رسول،، +

ایک اور جگہ ہے کہ " کافروں نے کہا ،، کیوں نہیں اُتار گئیں اُس پر یعنی پیغمبر پر نشانیاں لولا انزل علیه ایات من ربه قل انما یعنی معجزے اُس کے جواب میں خدا نے پیغمبر سے الایات عند الله وانما انا نذیر مبین - کہا کہ تو یہ کہہ دے کہ بات یہ ہے کہ نشانیاں یعنی (سورہ عنکبوت آیت ۴۹) + معجزے تو خدا کے پاس ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں تو علانیہ ڈرانے والا ہوں +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس جو افضل الانبیا والرسل ہیں معجزہ نہ ہونے کے بیان سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاے سابقین علیہم السلام کے پاس بھی کوئی معجزہ نہیں تھا اور جن واقعات کو لوگ معجزہ (متعارف معنوں میں) سمجھتے تھے درحقیقت وہ معجزات نہ تھے بلکہ وہ واقعات تھے جو مطابق قانون قدرت کے واقع ہوئے تھے۔ خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام نے جو اس بات کو کھول دیا اور چھپا رکھا نہیں تھا اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ بڑا جزو اسلام کا جس کے سبب اُس کو خطاب ،، الیوم اکملت لکم دینکم ،، کا ملا اور جس کی وجہ سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے وہ صرف تکمیل تلقین توحید ذات باری کی ہے جو توحید ثلاثہ میں منحصر ہے یعنی توحید فی الذات۔ توحید فی الصفات۔ توحید فی العبادت۔ انبیاء علیہم السلام میں معجزات کا (علے المعنی المتعارفہ) یا اولیاء اللہ میں کرامات کا یقین کرنا (گو کہ اعتقاد کیا جاوے کہ خدا ہی نے وہ قدرت یا صفت اُن میں دی ہے) توحید فی الصفات کو ناکمل کر دیتا ہے۔ کوئی عزت اور کوئی بزرگی اور کوئی تقدس اور کوئی صداقت اسلام کی اور بانیٔ اسلام کی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی جو اس نے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے اور بغیر کسی دھوکا دینے کے اور بغیر کسی کرشمہ و قوت کا دعوے کرنے کے صاف صاف لوگوں کو بتا دیا کہ معجزے تو خدا کے پاس ہیں میں تو مثل تمہارے ایک انسان ہوں خدا نے میرے دل میں جو وحی ڈالی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۵۴)	اور جس وقت تیرے پاس وہ لوگ آویں جو ہماری نشانیوں پر ایمان لائے ہیں تو تو کہ سلامتی ہو تم پر تمہارے پروردگار نے لکھ لی ہے اپنے آپ پر رحمت کہ جو کوئی تم میں سے نادانستہ برا کام کرے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اچھے کام کرے تو بیشک وہ بخشنے والا ہے رحم والا (۵۴)

ہے اس کی میں تم کو تلقین کرتا ہوں۔ صلے اللہ علے محمد خاتم النبیین و رب رب العلمین ✦

ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں اس بات پر بحث کی ہے کہ معجزہ اگر فی نفسہ کوئی شے ہو تب بھی وہ مثبت نبوت نہیں ہو سکتا اور اب اس مقام پر نفس معجزہ سے بحث کرنا چاہتے ہیں مگر جب تک لفظ معجزہ کی تعریف اور مراد متعین ہو جاوے اُس وقت تک اس پر بحث نہیں ہو سکتی ✦

المعجزة عندنا ما يقصد به تصديق مدعي الرسالة وان لم يكن خارقاً للعادة (شرح مواقف)

علامہ سید شریف نے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک معجزہ وہ چیز ہے جس سے مدعی رسالت کی تصدیق ہو جاوے اور گو وہ امر بطور خرق عادت کے نہ ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے مدعی رسالت ہونے سے کہا کہ اس وقت مینہ برس جاوے تو میں تم کو نبی برحق مانونگا چنانچہ بادل آیا اور مینہ برسنے لگا۔ سید شریف کے قول کے مطابق یہ مینہ برسنا معجزہ ہوا۔ مگر اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس طرح پر متصل یا متعاقب واقع ہونا دو قدرتی واقعوں کا سوائے سچے نبی کے اور کسی سے یا مدعی کاذب سے ظہور میں نہیں آ سکتا ✦

علاوہ اس کے تمام علمائے اسلام نے معجزہ کی تعریف میں اُس کا خارق عادت ہونا ضروری سمجھا ہے اور خود سید شریف بھی جب کہ یہ فرماتے ہیں کہ گو وہ خارق عادت نہ ہو تو وہ بھی معجزات کا خارق عادات ہونا تسلیم کرتے ہیں صرف خارق عادت ہونا لازمی نہیں قرار دیتے ✦

عادت سے مراد یہ ہے کہ ایک کام ہمیشہ ایک طرح پر ہوتا رہتا ہو اور اس کے اسباب بھی یکساں طریقہ پر جمع ہوتے رہتے ہوں اور جب وہ اسباب جمع ہو جاویں بلا تفاوت اُس امر کا ظہور رہو ✦

خرق عادت کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ جو امر ہمیشہ بطور عادت مستمرہ کے یکساں طور پر ہوتا رہتا ہے اور بطور عادت مالوفہ کے ہو گیا ہے اُس کے برخلاف کوئی امر وقوع میں نہ آوے۔ مثلاً آسمان پر سے خون کے مشابہ کوئی شے برسے یا پتھر کا ٹکڑا گرے گو کہ ایسا ہونے کے لئے کوئی سبب امور طبعی میں سے ہو ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٥٥﴾	اور اسی طرح ہم نشانیوں کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ ظاہر ہو جاوے راہ گنہگاروں کی ﴿٥٥﴾

دوسرے یہ کہ وہ چیز محال ہو یعنی خارج از قانون قدرت یعنی اللہ تعالٰی نے جو قاعدہ ولو قانون وقوع واقعات اور ظہور حوادث کا مقرر کیا ہے اور عادت اللہ اسی کے مطابق جاری ہے اُس کے برخلاف وقوع میں آوے ✦

پہلے معنوں پر بطور اصطلاح یا مجاز کے خرق عادت کا اطلاق کیا جانا ممکن ہے مگر حقیقۃً اُس پر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اُس کا وقوع بھی اُس کے اسباب کے اجتماع پر منحصر ہے اور عادت میں داخل ہے نہ خرق عادت میں کیونکہ جب اُس کے اسباب جمع ہو جاوینگے تو یکساں طریقہ پر اُس کا وقوع ہو گا گو کہ کیسا ہی نادر الوقوع ہو ✦

مثلاً عادت یہ ہے کہ جب شیشہ ایک بلندی سے جس سے اُس کو پورا صدمہ پہنچے ہاتھ سے چھوٹ پڑتا ہے تو ٹوٹ جاتا ہے ایک دفعہ ہمارے ہاتھ سے شیشہ چھوٹ پڑا اور نہ ٹوٹا تو ظاہر میں خرق عادت ہوئی مگر حقیقت میں خرق عادت نہیں ہے اس لئے کہ اُس کے گرنے پر یا تو وہ اسباب جمع نہ تھے جن سے اُس کو ٹوٹنے کے لایق صدمہ پہنچتا یا ایسے اسباب موجود تھے جنہوں نے اس کو اس قدر صدمہ پہنچنے سے باز رکھا پس اُس کا نہ ٹوٹنا درحقیقت موافق عادت کے ہے نہ بطور خرق عادت کے کیونکہ جب اس طرح کے اسباب جمع ہو جاوینگے تو کوئی شیشہ بھی ہاتھ سے چھوٹ کر گرنے سے نہیں ٹوٹنے کا ✦

یا مثلاً ایک شخص نے ایک شخص کو آنکھ بھر کے دیکھا اور وہ بیہوش ہو گیا یا اُس نے بہرے کے کے کانوں میں اُنگلیاں ڈالدیں یا اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور وہ بہرا سُننے اور وہ اندھا دیکھنے لگا پس اگر اس کا سبب کوئی ایسی قوت ہے جو انسانوں میں موجود ہے اور اُسی قوت کی قوت سے اس نے یہ کام کیا ہے تو اُس پر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ جو انسان اپنی اُس قوت کو کام میں لانے کے لایق کریگا وہ بھی ویسا ہی کر دیگا پس یہ بات حقیقۃً کچھ خرق عادت نہ ہوئی بلکہ عین عادت ہوئی ✦

علاوہ اس کے اگر ہم مجازاً ایسے واقعات پر خرق عادت کا اطلاق بھی کریں تو وہ معجزہ کی تعریف میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ معجزے یا کرامات کو انبیاء اور اولیاء کے ساتھ مخصوص ہونا لازم ہو گا مگر جب اُن واقعات کا وقوع اجتماع اسباب پر منحصر ٹھیرا تو اُس کی تخصیص شخص دُون شخص باقی نہیں رہتی ✦

واقعات اور حادثات ارضی و سماوی موافق اُس قانون قدرت کے جو خدا تعالٰی نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾	کہدے کہ بیشک مجھ کو منع کیا گیا ہے کہ میں اُن کی عبادت کروں جن کو خدا کے سوا تم پکارتے ہو۔ کہدے کہ میں پیروی نہیں کرتا تمہاری خواہشوں کی، بیشک میں گمراہ ہو جاؤنگا اُس وقت اور نہ ہونگا میں ہدایت پائے ہوؤں میں سے ﴿۵۶﴾

اُن میں رکھا ہے یکے بعد دیگرے واقع ہوتے رہتے ہیں۔ پس کسی امر کے بعد کسی واقعہ یا حادثہ ارضی و سماوی کا ظاہر ہونا کسی طرح معجزہ میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس کا ظہور اُسی عادت پر ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ نے قانون قدرت کے بموجب اُس میں رکھی ہے +

بعض عالموں نے کہا ہے کہ جو معجزات اور کرامتیں انبیا اور اولیا سے ظہور میں آتی ہیں وہ بغیر موجود ہونے اسباب کے ظہور میں نہیں آتیں مگر خدا تعالیٰ بسبب اپنی مہربانی کے جو اُن بزرگوں پر رکھتا ہے فی الفور اُس کے ظہور کے اسباب مہیا کر دیتا ہے کیونکہ وہ اسباب مہیا کرنے پر قادر ہے کما قیل "اذا اراد اللہ شیئا ھیئا اسبابہ" بعضوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو کسی چیز کے پیدا کرنے کے لئے اُس کے اسباب کے مہیا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے "ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون"۔ ہاں یہ سب سچ ہے مگر وہ اُن سب چیزوں کو اُسی طرح پیدا کرتا ہے جو اُس نے قانون قدرت کا قاعدہ بنایا ہے۔ اور ان الفاظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اُس قانون قدرت کے قاعدہ کے برخلاف کرتا ہے +

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں بہ تحت باب الابداع والخلق والتدبیر اول تو اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ خدا نے جو خاصیت جس چیز میں رکھی ہے اُس کو نہیں بدلتا حیث قال "وجرت عادۃ اللہ تعالیٰ ان لا تنفک الخواص عما جعلت خواص لھا۔ مگر اس کے بعد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بلحاظ تدبیر عالم کے اور شر کے رفع ہونے کے اُن قویٰ یعنی خاصیتوں میں قبض و بسط و احالہ اور الہام سے تصرف کرنا بندوں پر مقتضائے رحمت کا قرار دیا ہے۔ قبض کی مثال اُنہوں نے یہ دی ہے کہ جب دجال آویگا تو ایک مسلمان کو قتل کرنا چاہیگا اور باوجود آلہ قتل کے درست ہونے کے وہ قتل نہ ہو سکیگا!!۔ بسط کی مثال اُنہوں نے یہ دی ہے کہ زمین پر پاؤں مارنے سے خدا نے حضرت ایوب کے لئے ایک چشمہ پیدا کر دیا جس میں نہانے سے اُن کے بدن میں جو بیماری تھی جاتی رہی!!!۔ احالہ کی مثال یہ دی ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم پر آگ کو ٹھنڈی ہوا کر دیا!!۔ اور الہام کی مثال میں کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے مار ڈالنے اور دیوار بنانے کا قصہ لکھا ہے!! +

مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے اول تو اس کے ماننے کے لئے کہ اس کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے

قُلْ اِنِّیْ نُھِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَھْوَآءَکُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾	کہہ کہ بیشک مجھ کو منع کیا گیا ہے کہ میں اُن کی عبادت کروں جن کو خدا کے سوا تم پکارتے ہو۔ کہہ کہ میں تابعداری نہیں کرتا تمہاری خواہشوں کی، بیشک میں گمراہ ہوجاؤنگا اُس وقت اور نہ ہونگا میں ہدایت پائے ہوؤں میں سے ﴿۵۶﴾

اُن میں رکھا ہے یکے بعد دیگرے واقع ہوتے رہتے ہیں۔ پس کسی امر کے بعد کسی واقعہ یا حادثہ ارضی و سماوی کا ظاہر ہونا کسی طرح معجزہ میں شامل نہیں ہوسکتا کیونکہ اُس کا ظہور اُسی عادت پر ہوتا ہے جو خدا تعالےٰ نے قانون قدرت کے بموجب اُس میں رکھی ہے *

بعض عالموں نے کہا ہے کہ جو معجزات اور کرامتیں انبیا اور اولیا سے ظہور میں آتی ہیں وہ بغیر موجود ہونے اسباب کے ظہور میں نہیں آتیں مگر خدا تعالےٰ بسبب اپنی مہربانی کے جو اُن بزرگوں پر رکھتا ہے فی الفور اُس کے ظہور کے اسباب مہیا کردیتا ہے کیونکہ وہ اسباب مہیا کرنے پر قادر ہے کما قیل "اذا اراد اللہ شیئا ھیئا اسبابہ" بعضوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو کسی چیز کے پیدا کرنے کے لئے اُس کے اسباب کے مہیا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے "ان اللہ علےٰ کل شئ قدیر۔ اذا اراد شئاً ان یقول لہ کن فیکون" ۔ ہاں یہ سب سچ ہے مگر وہ اُن سب چیزوں کو اُسی طرح پیدا کرتا ہے جو اُس نے قانون قدرت کا قاعدہ بنایا ہے ۔ اور ان الفاظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اُس قانون قدرت کے قاعدہ کے برخلاف کرتا ہے *

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں بہ تحت باب الابداع والخلق والتدبیر اول تو اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ خدا نے جو خاصیت جس چیز میں رکھی ہے اُس کو نہیں بدلتا حیث قال " و جرت عادۃ اللہ تعالےٰ ان لا تنفک الخواص عما جعلت خواص لھا۔ مگر اس کے بعد کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے بلحاظ تدبیر عالم کے اور شر کے رفع ہونے کے اُن قویٰ یعنی خاصیتوں میں قبض وبسط و احالہ اور الہام سے تصرف کرنا بندوں پر مقتضائے رحمت کا قرار دیا ہے قبض کی مثال اُنہوں نے یہ دی ہے کہ جب دجال آویگا تو ایک مسلمان کو قتل کرنا چاہیگا اور باوجود آلہ قتل کے درست ہونے کے وہ قتل نہ ہوسکیگا !! ۔ بسط کی مثال اُنہوں نے یہ دی ہے کہ زمین پر پاؤں مارنے سے خدا نے حضرت ایوب کے لئے ایک چشمہ پیدا کردیا جس میں نہانے سے اُن کے بدن میں جو بیماری تھی جاتی رہی !! ۔ احالہ کی مثال یہ دی ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم پر آگ کو ٹھنڈی ہوا کردیا !! ۔ اور الہام کی مثال میں کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے مار ڈالنے اور دیوار بنانے کا قصہ لکھا ہے !! *

مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے اول تو اس کے لئے کہ اس کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ (۵۷)	کہہ کہ بیشک میں اپنے پروردگار کے پاس سے صریح دلیل رکھتا ہوں اور تم نے اُس کو جھٹلایا میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جس کی تم جلدی کرتے ہو، نہیں ہے حکم مگر اللہ کو بیان کرتا ہے سچ کو اور وہ بہت اچھا فیصلہ کرنے والا ہے (۵۷)

علاوہ اس کے ان میں سے ایک مثال تو ابھی واقع ہی نہیں ہوئی باقی مثالوں کی نسبت ثبوت باقی ہے کہ وہ اسی طرح واقع ہوئی تھیں جس طرح کہ مثال میں پیش ہوئی ہیں، اور اگر بالفرض اسی طرح واقع ہوئی تھیں تو اُن میں یہ تحقیق باقی ہے کہ آیا وہ اس استدلال کی مثالیں ہو سکتی ہیں یا آنکہ وہ بلا کسی بسط کے اور بغیر کسی احالہ کے اور بغیر کسی الہام کے صرف مطابق عام قانون قدرت کے واقع ہوئی تھیں +

پس جب تک کہ خرق عادت کے دوسرے معنی یعنی خلاف قانون قدرت کے نہ ثابت ہو جاویں اُس وقت تک کسی واقع کا وقوع بطور معجزہ و کرامت کے تسلیم نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم اس کے انکار پر مجبور ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہم کو صاف صاف بتلایا ہے کہ جو قانون قدرت اُس نے بنا دیا ہے اُس میں کسی طرح تبدیل نہیں ہو سکتی نہ خدا اُس میں کبھی تبدیل کرتا ہے اور نہ تبدیل کریگا۔ خدا کا بنایا ہوا قانون قدرت اُس کا عملی وعدہ ہے کہ اسی طرح ہوا کریگا پھر اگر اُس کے برخلاف ہو تو خلف وعدہ اور کذب خدا کی ذات پاک پر لازم آتا ہے جس سے اُس کی ذات پاک بری ہے +

خدا نے فرمایا ہے کہ "انا کل شیٔ خلقناہ بقدر" (سورہ قمر آیت ۴۹) یعنی ہم نے ہر چیز کو ایک اندازہ پر پیدا کیا ہے۔ اور فرمایا ہے "وکل شیٔ عندہ بمقدار" (سورہ رعد آیت ۹) یعنی ہر چیز خدا کے نزدیک ایک اندازہ پر ہے تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے "فمعناہ بقدر وحد لا یجاوزہ ولا ینقص عنہ" یعنی اُس کے معنی یہ ہیں کہ ایک اندازہ اور ایک حد پر کہ نہ اُس سے بڑھتی ہے نہ کم ہوتی ہے۔ اور فرمایا ہے "وخلق کل شیٔ فقدرہ تقدیرا" (سورہ فرقان آیت ۲) یعنی اللہ نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا پھر مقرر کیا اُس کا ایک اندازہ" اور یہی اندازہ قانون قدرت ہے +

دوسری جگہ خدا نے فرمایا ہے "لا تبدیل لخلق اللہ" (سورہ روم آیت ۲۹) یعنی اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے لئے بدل جانا نہیں ہے۔ اور ایک جگہ فرمایا کہ "فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا" (سورہ ملائکہ آیت ۴۱ و ۴۲) یعنی تو ہرگز نہیں پانے کا اللہ کی سنت میں ادل بدل ہونا اور نہ پاویگا تو اللہ کی سنت میں اُلٹ جانا۔ اور اسی طرح فرمایا ہے "سنت اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا" (سورہ فتح آیت ۲۳)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (۵۹)	اور اُسکے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اُن کو کوئی نہیں جانتا بجز اُسکے اور وہ جانتا ہے جو کچھ جنگل میں ہے اور دریا میں اور نہیں گرتا کوئی پتہ مگر کہ وہ اس کو جانتا ہے اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی رطب اور نہ کوئی یابس مگر وہ ہے بیان کرنے والی کتاب میں (یعنی علم الٰہی) میں (۵۹)

ہونے کے تین سبب ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ وہ شخص جس سے معجزہ ہوا مفہمین میں سے ہے کیونکہ اُس کا ایسا ہونا باعث ہوتا ہے بعض حوادث کے انکشاف کا اور سبب ہوتا ہے استجابۃ دعا اور ظہور برکت کا۔ دوم یہ کہ ملاء اعلےٰ اُس کے حکم بجالانے کو موجود ہوا اور اُس کو الہام اور احالات اور تقریبات ہونے ہوں جو پہلے نہ ہوتے تھے پس وہ اپنے احباب کی مدد کرتا ہے اور دشمنوں کو مخذول کرتا ہے اور خدا کا حکم ظاہر ہوتا ہے اگرچہ کافر اُس کو ناپسند کرتے ہوں۔ تیسرے یہ کہ دنیا میں جو واقعات بوجہ اپنے خارجی اسباب کے ہوتے ہیں اور آسمان و زمین کے بیچ میں جو حوادث ظہور پاتے ہیں خدا تعالےٰ اُنہی کو کسی وجہ سے اُس کا معجزہ قرار دیوے (انتہےٰ)۔

تعریف معجزہ و کرامات میں جب لفظ ”خرق عادت“ کو جس کے معنی بجز خلاف قانون قدرت کے اور نہیں ہو سکتے جیسے کہ ہم نے اوپر تشریح کی ہے محفوظ رکھا جاوے تو تینوں صورتیں جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں داخل معجزہ و کرامات نہیں ہو سکتیں۔

پہلی صورت میں شاہ صاحب نے مفہمین سے کسی امر کا ظاہر ہونا معجزہ یا کرامت قرار دیا ہے۔ مفہمین کے معنی اُنہوں نے یہ لکھے ہیں کہ اُن کا ملکہ نہایت اعلےٰ ہو ممکن ہو کہ وہ ایک بہت بڑے نظام مطلوب کے قایم کرنے کو بیچے دعوے سے برانگیختہ ہوں اور اُن پر ملاء اعلےٰ سے علوم اور احوال الٰہیہ کی بھوار پڑتی ہو۔ معتدل المزاج ہوں اُن کی شکل و صورت درست اور خلق اچھا ہو اُن کی رائے میں اضطراب و عدم استقلال نہ ہو نہ اُن میں بے انتہا کی ذکاوت ہو جس سے کلی سے جزئی تک اور مغز سے پوست تک رستہ نہ ہو اور نہ ایسے سخت غبی ہوں کہ جزئی کلی تک اور پوست سے مغز تک نہ پہنچ سکیں سب سے زیادہ سنت کے پابند ہوں نہایت عابد ہوں معاملات میں لوگوں کے ساتھ ٹھیک ہوں عام بھلائی کی تدبیروں کو درست رکھتے ہوں نفع عام میں شوق رکھتے ہوں بلا سبب کسی کو نہ ستاویں ہمیشہ عالم غیب کی جانب متوجہ رہیں اُس کا اثر اُن کے کلام سے اُن کے مُنہ سے ظاہر ہوتا ہو اور اُن کی تمام شان سے معلوم ہوتا ہو کہ موید من الغیب ہیں اُن کو دنیا ریاست

سلہ قال الرازی - ز فلذٔ الکتاب المبین ھو علم اللہ تعالےٰ لا غیر و ھذا ھو الاصوب (تفسیر کبیر)۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ	وہ وہ ہے جو مار ڈالتا ہے تم کو (یعنی سلا دیتا ہے) رات میں اور جانتا ہے جو کمایا ہے تم نے دن میں پھر تم کو اٹھاتا ہے اُس میں (یعنی دن میں) تاکہ پورا کیا جاوے وقت

قرب سکینہ کی وہ باتیں کھلجاتی ہیں جو اوروں کو نہیں کھلتیں پس ایسا شخص باعث ہوتا ہے بعض حوادث کے انکشاف کا اور سبب ہوتا ہے استجابت دعا اور ظہور برکات کا" ✦

برکت کے معنی شاہ صاحب نے یہ بتلائے ہیں کہ جس شے پر برکت دیجاوے یا تو اُس کا نفع زیادہ ہو جاوے مثلاً تھوڑی سی فوج دشمن کے خیال میں بہت سی معلوم ہونے لگے اور وہ بھاگ جاوے یا تھوڑی غذا میں طبیعت تصرف کر کے ایسا خلط صالح پیدا کرے کہ اُس سے دو چند غذا کھانے کی برابر ہو یا خود وہ شے ہی بسبب منقلب ہوجانے مادہ ہوائی کے بشکل اُس شے کے زیادہ ہو جاوے ✦

اس تمام بیان میں شاہ صاحب مغفور نے اُس امر کے ظہور کو قانون قدرت کے ماتحت کر دیا ہے ہیں پس جب کہ وہ قانون قدرت کے ماتحت ہے اور تخیلہ تھوڑی فوج کو بہت تصور کر سکتا ہے اور طبیعت قلیل غذا سے کثیر غذا کا فائدہ دیسکتی ہے اور مادہ ہوائی بالفرض کوئی شے بن جا سکتا ہے تو وہ نفس انسانی کے خاصوں میں سے ایک خاصہ ہے شخص دون شخص پر موقوف نہیں ہے اور اس لیے کسی کا معجزہ نہیں ہو سکتا ✦

دوسری صورت جو شاہ صاحب نے لکھی ہے وہ الہامات اور احالات اور تقریبات کی قسم سے ہے اور جب کہ یہ نہیں بیان کیا کہ وہ الہامات و احالات و تقریبات بمقتضائے فطرت انسانی نہیں ہیں تو اُنہوں نے اُن سب کو داخل فطرت انسانی سمجھا ہے اور جب وہ فطرت انسانی میں داخل ہیں تو قانون قدرت کے ماتحت ہیں اور اس سبب سے معجزہ قرار نہیں پا سکتے ✦

تیسری صورت تو نہایت ضعیف ہے اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ دو امروں کا جن کا وقوع موافق قانون قدرت کے ہوتا ہے ایک دوسرے کے متصل واقع ہونا معجزہ ہے ۔ مثلاً ایک شخص مر گیا اور اُسی کے قریب سورج گہن لگا یا ایک پیغمبر کو لوگوں نے ستایا اور اُس کے بعد کوئی واقعہ مثل طوفان یا وبا کے واقع ہوا پس پچھلے واقعہ کا اقتران پہلے واقعہ کے ساتھ معجزہ ہے حالانکہ یہ تمام امور وہ ہیں جو قانون قدرت کے موافق واقع ہوتے رہتے ہیں اور اُن کا اقتران کسی واقعہ کے ساتھ صرف اتفاقی ہے اور وہ بھی مطابق قانون قدرت کے پس بموجب اُس اصول کے جس کی بنا پر ہم نے معجزہ و کرامت سے انکار کیا ہے اُس اصول کے مطابق شاہ ولی اللہ صاحب بھی معجزہ و کرامت کے منکر ہیں شاہ صاحب نے اس سے بھی زیادہ وضاحت سے ایک جگہ تفہیمات میں تمام معجزات کو اسباب پر مبنی کیا ہے اور جب وہ اسباب مبنی ہیں تو تابع قانون قدرت ہیں اور جب تابع قانون قدرت ہیں تو معجزہ

مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾	معین پھر اُسی کے پاس تم کو پھر جانا ہے پھر تم کو بتلاوے گا جو کچھ تم کرتے تھے ﴿۶۰﴾

نہیں اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ در اصل شاہ صاحب بھی ہمارے اصول کے موافق منکرین معجزات سے ہیں انہوں نے تفہیمات میں لکھا ہے کہ: بیشک مقامات نفس الامر کے متفاوت ہیں اُن میں سے

ان مراحل نفس الامر متفاوتة منها مقام من الاسباب فيه العلة والمعلول فقط والسبب والمسبب فحسب ومن المحقق عندنا انه لم يترك الاسباب قط ولن يترك ولن تجد لسنة الله تبديلا انما المعجزات والكرامات امور اسبابية غلب عليها السبوع فباينت سائر الاسبابيات (تفہیمات)

مقام اسباب ہے اور اُس مقام میں فقط علت معلول کا سلسلہ ہے اور صرف سبب و مسبب کا اور ہمارے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ اسباب کبھی نہیں چھوٹتے اور نہ چھوٹیں گے اور نہ کبھی تو پاوے گا اللہ کی سنت میں ادل بدل ہونا۔ اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے کہ معجزے اور کرامتیں امور اسبابیہ ہیں (یعنی سبب پر مبنی ہیں) کمس ہونا اُن پر غالب ہوگیا ہے اس لئے تمام اور اسبابیات سے جدا ہوگئے ہیں ✦ غرضکہ ہم نے معجزہ و کرامت کے مفہوم میں اس امر کو داخل کیا ہے کہ اس کا وقوع خلاف قانون قدرت ہو اور اسی اصول پر معجزہ و کرامت سے انکار کیا ہے۔ مشرکین عرب بھی اسی قسم کے معجزے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے طلب کرتے تھے جن سے جا بجا قرآن مجید میں انکار ہوا ہے لیکن اگر وقوع خلاف قانون قدرت کو مفہوم معجزہ سے خارج کر دیا جائے اور امورات اتفاقیہ یا نادر الوقوع پر جو قانون قدرت کے مطابق واقع ہوتے ہیں معجزہ کا اطلاق کیا جاوے تو ایسی حالت میں صرف اصطلاح قرار دینے کا اختلاف ہوگا اور جو اصطلاح ہم نے قرار دی ہے اُس کے مطابق اُس پر معجزہ و کرامت کا اطلاق نہ ہوگا ✦

تمام فرق اسلامیہ معجزات کو حق بیان کرتے ہیں اور سوائے معتزلیوں اور استاد ابو اسحاق اسفرائنی کے جو اہل سنت و جماعت میں سے ہیں تمام فرقے کرامات اولیا کے بھی قائل ہیں اور شیعہ صرف دوازدہ امام علیہم السلام میں حصر کرامت کرتے ہیں معتزلے اس وجہ سے کرامات کے منکر ہیں کہ اگر اولیا سے بھی کرامتیں ہوں تو اُس میں اور معجزہ میں کچھ تمیز باقی نہیں رہتی اور معجزہ ثبوت نبوت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ لیکن محققین علما معجزوں کا بیان اس طرح پر کرتے ہیں کہ گویا اُن کا وقوع قانون قدرت کے مطابق ہوا ہے پس اگر میرا یہ خیال صحیح ہو تو میں کہہ سکتا ہوں کہ تمام علمائے فرق اسلامیہ اس مسئلہ میں میرے ساتھ متفق ہیں اور صرف اصطلاح کا فرق ہے اور جس اصطلاح مقررہ کے مطابق ہم نے معجزات و کرامات کا انکار کیا ہے وہ سب بھی اُس کے منکر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾	وہی زبردست ہے اوپر اپنے بندوں کے اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب آتی ہے تم میں سے ایک کو موت تو اُس کو مار ڈالتے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے اور وہ تقصیر نہیں کرتے ﴿۶۱﴾ پھر وہ لیجائے جاتے ہیں اللہ کے پاس جو اُن کا مالک ہے برحق اُسی کے لئے حکم ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والوں میں ہے ﴿۶۲﴾

ہیں اور اگر علماے متقدمین اس بات کے منکر ہوں کہ معجزہ وکرامت کا وقوع خلاف قانون قدرت ہوتا ہے یا خلاف قانون قدرت بھی ہوسکتا ہے تو بلاشبہ وہ ہم سے اور ہم اُن سے بالکل مختلف ہیں +

حکماء وفلاسفہ نے معجزات یا کرامات کا انکار کسی وجہ سے کیا ہو مگر ہمارا انکار صرف اس بنا پر نہیں ہے کہ وہ مخالف عقل کے ہیں اور اس لئے اُن سے انکار کرنا ضرور ہے بلکہ ہمارا انکار اس بنا پر ہے کہ قرآن مجید سے معجزات وکرامات یعنی ظہور امور کا بطور خرق عادت یعنی خلاف فطرت یا خلاف جبلت یا خلاف خلقت یا خلاف قدر التی قدرھا اللہ کے امتناع پایا جاتا ہے جس کو ہم مختصر لفظوں میں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ کوئی امر خلاف قانون قدرت واقع نہیں ہوتا اور اس لئے معجزات وکرامات سے جب کہ اُن کے معنوں میں غیر مقید ہونا قانون قدرت کا مراد لیا جاوے تو انکار کرتے ہیں اور اگر اُن کے مفہوم میں یہ بھی داخل کیا جاوے کہ وہ مطابق قانون قدرت کے واقع ہوتے ہیں تو صرف نزاع لفظی باقی رہ جاتی ہے کیونکہ جو امر کہ واقع ہوا اور جس شخص کے ہاتھ سے واقع ہوا اُس کو ہم دونوں تسلیم کرتے ہیں مگر وہ اُس کا معجزہ یا کرامت نام رکھتے ہیں ہم اُس کا یہ نام نہیں رکھتے +

اس اختلاف کا نتیجہ تشریح مندرجہ ذیل سے بخوبی واضح ہوگا - ایک عجیب امر جو عام طور پر نہیں ہوا کرتا کسی پیغمبر یا ولی سے منسوب ہوا یا کسی پیغمبر کے زمانہ میں ہونا بیان ہوا - تو اول ہم اُس کے فی الحقیقت واقع ہونے کا ثبوت تلاش کرینگے اور غالباً معتقدین معجزہ وکرامت بھی اس میں مختلف نہ ہونگے مگر شاید انجام کو اس بات میں اختلاف ہو کہ اُن کے نزدیک اُس کے وقوع کا کافی ثبوت ہو اور ہمارے نزدیک نہ ہو لیکن بغرض تسلیم اُس کے ثبوت کے ہم دونوں اُس کے وقوع میں متفق ہونگے +

اُس کے بعد ہم غور کرینگے کہ اُس کا وقوع آیا کسی قانون قدرت کے مطابق ہوا ہے جو

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾	کہ کون تم کو نجات دیتا ہے جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے پکارتے ہو اس کو گڑگڑا کر اور چھپکے سے کہ اگر ہم کو ان سے نجات دیگا تو بیشک ہم شکر کرنے والوں میں ہونگے (۶۳) کہہ کہ اللہ تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر سختی سے پھر تم شرک کرتے ہو (۶۴)

ہم کو اب تک معلوم ہیں اگر اس کا وقوع کسی معلوم قانون قدرت کے مطابق ہم کو معلوم ہوا تو ہم اس کو اس کی طرف منسوب کرینگے معتقدین معجزہ وکرامت امر مذکورہ پر غور وفکر کئے بغیر اس کو معجزہ یا کرامت قرار دینگے +

اور اگر کوئی قانون قدرت اس کے وقوع یا ظہور کا ہم کو معلوم نہ ہو تو چونکہ ہم کو قرآن مجید نے یقین دلایا ہے کہ تمام امور موافق قانون قدرت کے واقع ہوتے ہیں ہم یہ کہینگے کہ ضرور اس کے لئے بھی کوئی قانون قدرت ہے جو ہم کو معلوم نہیں ہے۔ اور معتقدین معجزہ وکرامات بغیر مذکورہ بالا خیال کے اس کو معجزہ یا کرامت قرار دینگے اور اس صورت میں صرف نزاع لفظی یا اصطلاحی یا عقلی و بے عقلی باقی رہ جاتی ہے +

ہماری سمجھ میں کسی شخص میں معجزے یا کرامت کے ہونے کا یقین کرنا ذات باری کی توحید فی الصفات پر ایمان کو ناقص اور ناکمل کر دیتا ہے اور اس کا ثبوت پیر پرست وگور پرست لوگوں کے حالات سے جو اس وقت بھی موجود ہیں اور صرف معجزہ وکرامت کے خیال نے ان کو پیر پرستی و گور پرستی کی رغبت دلائی ہے اور خدائے قادر مطلق کے سوا دوسرے کی طرف ان کو رجوع کیا ہے اور منتیں ماننا اور نذر و نیاز چڑھانا اور ان کے نام کے نشانات بنانا اور جانوروں کی بھینٹ دینا سکھایا ہے بخوبی حاصل ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے سچے نبی محمد رسول اللہ نے اور ہمارے سچے خدا وحدہٗ لاشریک نے صاف صاف معجزات کی نفی کر دی تاکہ توحید کامل بندوں کو حاصل ہو اور بندے خدا پر اس طرح یقین لاویں کہ لا الٰہ الا اللہ ھو واحد فی ذاتہ لا شریک لہ۔ لا الٰہ الا اللہ ھو واحد فی صفاتہ لا مثل ولا شبیہ ولا شریک لہ لا الٰہ الا اللہ ھو المستحق للعبادۃ لا شریک لہ وھذا اکمل الایمان باللہ ولھذا قال اللہ تعالیٰ لحبیبہ محمد رسول اللہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ والحمد للہ الذی وھب لی ھذا الایمان ایمانا کاملا و اطمئن قلبی بما الھمنی ربی والصلوٰۃ علی محمد وآلہ +

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَن يَبْعَثَ
عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ
أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ
شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ
بَعْضٍ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ
الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾

کہدے کہ وہ قادر ہے اس بات پر کہ تم پر عذاب بھیجے ایک عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یعنی آفت سماوی یا ارضی) یا تم کو ہمسر گروہوں میں کر دے اور مزا چکھا دے تمہارے ایک گروہ کو دوسرے کی لڑائی کا، دیکھ کس طرح ہم بیان کرتے ہیں نشانیوں کو تاکہ وہ سمجھیں ﴿۶۵﴾

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ انبیا پر ایمان لانا بسبب ظہور معجزات باہرہ کے ہوتا ہے مگر یہ خیال محض غلط ہے انبیا علیہم السلام پر یا کسی ماننے باطل پر ایمان لانا بھی انسانی فطرت میں داخل اور قانون قدرت کے تابع ہے۔ بعض انسان بازروے فطرت کے ایسے سلیم الطبع پیدا ہوتے ہیں کہ سیدھی اور سچی بات اُن کے دل میں بیٹھ جاتی ہے وہ اُس پر یقین کرنے کے لیئے دلیل کے محتاج نہیں ہوتے باوجودیکہ وہ اس سے مانوس نہیں ہوتے مگر اُن کا وجدان صحیح اُس کے سچ ہونے پر گواہی دیتا ہے اُن کے دل میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے جو اُس بات کے سچ ہونے پر اُن کو یقین دلاتی ہے۔ یہی لوگ ہیں جو انبیاے صادقین پر صرف اُن کا وعظ و نصیحت سُنکر ایمان لاتے ہیں نہ معجزوں اور کرامتوں پر۔ اسی فطرت انسانی کا نام شارع نے ہدایت رکھا ہے مگر جو لوگ معجزوں کے طلبگار ہوتے ہیں وہ کبھی ایمان نہیں لاتے اور نہ معجزوں کے دکھانے سے کوئی ایمان لا سکتا ہے خود خدا نے اپنے رسول سے فرمایا کہ "اگر تو زمین میں ایک سرنگ ڈھونڈ نکالے یا آسمان میں ایک سیڑھی لگالے تب بھی وہ ایمان نہیں لانے کے" اور ایک جگہ فرمایا کہ "اگر ہم کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب بھی بھیجدیں اور اُس کو وہ اپنے ہاتھوں سے بھی چھوئیں تب بھی وہ ایمان نہیں لانے کے اور کہینگے یہ تو علانیہ جادو ہے" پس ایمان نہ صرف ہدایت (فطرت) پر منحصر ہے جیسے کہ خدا نے فرمایا "الله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم"۔

ماننے باطل پر جو لوگ ایمان لاتے ہیں اُن کے دل میں بھی غالباً اسی قسم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اس کا سبب کبھی اُن کی فطرت ہوتی ہے جو کجی کی طرف مائل ہے سیدھی طرف مائل ہی نہیں ہوتی اور اسی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے "من یشاء الله یضلله ومن یشاء یجعله علی صراط مستقیم" (الانعام) اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ دین آبائی کا اور سوسیٹی کا ایسا بوجھ اُن کی طبیعتوں پر ہوتا ہے کہ سیدھی بات کے دل میں آنے کی جگہ ہی نہیں رہتی اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ متعنت بالطبع ہو کر اس بات پر غور نہیں کرتے اور اسی کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے کہ "فمن یرد الله ان یهدیه یشرح" جس کو خدا چاہتا ہے کہ ہدایت کرے اُس کا دل اسلام کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ
قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ لِكُلِّ
نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (٦٦)

اور جھٹلایا اُس کو تیری قوم نے حالانکہ وہ سچ ہے
کہدے کہ میں نہیں ہوں تم پر وکیل ہر چیز کے قرار پانے
کے لئے وقت ہوا در قریب ہے کہ تم جانو گے (٦٦)

صدرہ للاسلام ومن یرد ان
یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا
کانما یصعد فی السماء کذلک یجعل
اللہ الرجس علی الذین لا یومنون
(الانعام آیت ۱۲۵)

لئے (یعنی سیدھی راہ پر چلنے کے لئے) کھول دیتا ہے اور جس کو
خدا گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اُس کے دل کو تنگ اور ایسا دق کر دیتا
ہے کہ سیدھی بات کے اختیار کرنے کو آسمان پر چڑھنے
سے بھی زیادہ مشکل سمجھتا ہے اسی طرح خدا اُن پر بُرائی ڈالتا ہے
جو ایمان نہیں لاتے ،، ان آیتوں میں خدا تعالٰے نے ہدایت
پانے یا گمراہ ہونے کو اپنا فعل قرار دیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ خدا جو فاعل حقیقی ہے ہمیشہ تمام چیزوں کو جو ظہور میں آتی ہیں اپنی طرف نسبت کرتا ہے اسی طرح ان آیتوں میں بھی انسان کے فطرتی افعال کو اپنی طرف نسبت کیا ہے مگر درحقیقت یہ بیان انسان کی فطرت کا ہے اور بس ✦

(٦٦) (ویرسل علیکم حفظة) اس آیت کی تفسیر میں ہمارے علما نے عجیب باتیں لکھی ہیں - اول تو اُنہوں نے اس آیت کے ان لفظوں سے " ویرسل علیکم حفظة " اور قرآن مجید کی اور آیتوں کے ان الفاظ سے " معقبات بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ " اور ان الفاظ سے " ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید " اور ان الفاظ سے " وان علیکم لحافظین کراماً کاتبین " یہ قرار دیا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ انسان سے خارج اُس کے نگہبان فرشتے متعلق ہیں جو ملائک حفظہ کے نام سے موسوم ہیں ✦

مگر اسی آیت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ " حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا " تو اس پر یہ بحث پیش آئی کہ یہ فرشتے مار ڈالنے والے وہی حفظہ ہیں جو اخیر کو قتلہ ہو گئے یا اُن سے علحدہ ہیں - بعضوں کا یہ قول ہے کہ یہ قتلہ وہی حفظہ ہیں اور اکثر قول ہے کہ نہیں قتلہ حفظہ سے علحدہ ہیں اور اسی قول کو راجح قرار دیا ہے ✦

اس کے بعد جو اس آیت میں یہ الفاظ ہیں کہ " ثم ردوا الی اللہ مولاھم الحق " یہ قرار دیا ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو یہ قتلہ فرشتے بھی مرجاتے ہیں اور خدا کے پاس لیجائے جاتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ فرشتے نہیں لیجائے جاتے بلکہ آدمی جو مرتے ہیں وہ لیجائے جاتے ہیں - مگر کسی مفسر نے یہ نہیں لکھا کہ اگر یہ حفظہ و قتلہ فرشتے جو ہر ایک انسان پر متعین ہیں اگر وہ بھی انسان کے ساتھ نہیں مرتے تو پھر کیا کیا کرتے ہیں خدا تعالٰے اُن کو کسی اور خدمت پر متعین کرتا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ
لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ
بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ
عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ
شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ
اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (٦٩)

اور چھوڑ دے اُن لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل و تماشا کر رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے اُن کو دھوکا دیا ہے اور نصیحت کر ساتھ اس کے کہ ہلاکت میں پڑیگی ہر ایک جان بسبب اس کے جو کمایا ہے، نہیں ہے اس کے لئے سوائے خدا کے کوئی دوست اور نہ کوئی بخشوانے والا اور اگر بدلا دیوے کتنا ہی بدلا تو اس سے کچھ نہیں لیا جاویگا۔ وہی لوگ ہیں جو ہلاکت میں پڑے ہیں بسبب اسکے جو انھوں نے کمایا ہے اُن کے لئے ہے پینا کھولتے ہوئے پانی کا اور عذاب دکھ دینے والا بسبب اس کے کہ وہ کفر کرتے تھے (٦٩)

ملائکہ کی بحث میں ہم نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں ملائکہ کا اطلاق انہی قوتوں پر ہوا ہے جو خدا تعالیٰ نے انسان میں اور اپنی دیگر مخلوقات میں پیدا کئے ہیں نہ کسی ایسے جسم پر جو خارج از انسان پیدا ہوا ہو پس حفظہ کا موصوف محذوف خواہ ملائکہ کو قرار دو خواہ قوتوں کو دونوں صورتوں میں مطلب واحد ہے ✦

(٧٢) (وھو الذی) اس آیت میں جس بات پر غور کرنی ہے وہ یہ ہے کہ "کن فیکون" سے کیا مراد ہوتی ہے۔ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ خدا کا جو یہ قول ہے کہ کن فیکون تو اس سے مراد کسی کی طرف خطاب کرنا ہے اور نہ حکم دینا ہے اس لئے کہ اگر یہ معدوم چیزوں کے لئے ہو تو وہ محال ہے اور اگر موجود چیزوں کے لئے ہو تو موجود چیزوں کو کہنا ہوگا کہ موجود ہو جاؤ اور یہ بھی محال ہے بلکہ اس سے مراد جتلانا ہے کہ خدا کی قدرت اور خواہش تمام کائنات کے ہونے اور موجودات کے ایجاد پانے میں نافذ ہے"۔

ليس المراد بقوله كن فيكون خطاب امر لان ذلك الامر ان كان للمعدوم فهو محال وان كان الموجود فهو امر بان يصير الموجود موجودا وهو محال بل المراد منه التنبيه على نفاذ قدرته ومشيته في تكوين الكائنات وايجاد الموجودات (تفسیر کبیر)

پس جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان لفظوں کے لغوی معنی ہی مراد ہیں یہ اُن کی غلطی ہے اور اس امر کے محقق ہونے میں کہ خدا جو کرتا ہے اُسی قانون قدرت کے مطابق کرتا ہے جو اس نے اُن چیزوں کے موجود ہونے کے لئے بنایا ہے۔ کچھ تخلل مانع نہیں ہوتا ✦

(٧٣) (ینفخ فی الصور) یہ مضمون قرآن مجید میں بہت جگہ بتبدل الفاظ آیا ہے سورہ انعام میں ہے یوم ینفخ فی الصور (٧٣) سورہ کہف میں ہے ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعا (٩٩) سورہ طٰہٰ میں ہے یوم ینفخ فی الصور ونحشر المجرمین یومئذ زرقا (١٠٢) سورہ مومنون میں ہے

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۷۰)

کہیے (اے پیغمبر) کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا اس کو جو نہ ہم کو نفع دے اور نہ ضرر پہنچاسکے اور ہم اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پھیر دیئے جائیں بعد اس کے کہ خدا نے ہم کو ہدایت کی۔ مثل اس شخص کے جس کو شیاطین نے مجبور کر دیا ہو اور زمین پر حیران رہ گیا ہو۔ اس کے دوست ہیں اس کو سیدھی راہ پر بلاتے ہیں کہ ہمارے پاس آ۔ کہیے خدا ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم پروردگار عالم کے مطیع ہوں (۷۰)

ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض (۸۹) سورہ یٰسین میں ہے ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (۵۱) سورہ زمر میں ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض (۶۸) سورہ ق میں ہے ونفخ فی الصور ذلک یوم الوعید (۱۹) سورہ الحاقہ میں ہے فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ (۱۳) سورہ نبا میں ہے یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا (۱۸) سورہ مدثر میں ہے فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر (۸) +

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام آیتیں قیامت کے حال سے متعلق ہیں اور ان میں اس دن کا ذکر ہے جب کہ تمام دنیا الٹ پلٹ اور درہم برہم ہو جاویگی مگر ابو عبیدہ کا قول ہے کہ صور جمع صورت کی ہے اور اس سے مراد مردوں میں روح پھونکنے سے ہے اگر اس رائے کو تسلیم کیا جاوے تو ان آیتوں میں سے اکثر جگہ صور کے لفظ کے متعارف معنوں کے لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان سب آیتوں میں صور کے لفظ سے وہی آلہ مراد ہے جس کو بھونپو۔ نرسنگھا۔ سنکھ۔ تری۔ قرنا۔ ترم۔ بگل کہتے ہیں اور جس میں پھونکنے سے نہایت سخت و شدید آواز نکلتی ہے +

تاریخ کے قصص سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت قدیم زمانہ میں یعنی حضرت موسے کے وقت سے بھی پیشتر لڑائی کے لئے لوگوں کے جمع کرنے کو آگ جلانے کا رواج تھا پہاڑوں پر اور اونچے مقامات پر آگ جلاتے تھے اور گویا وہ پیغام تھا کہ سب آکر جمع ہو گویا وہ علامت حشر ونشر کی تھی اب بھی بعض بعض پہاڑی قوموں میں یہ رسم پائی جاتی ہے +

لڑائی کے میدان میں غولوں کے کسی تک طرف جمع کرنے یا حملہ کے لئے محشور کرنے کا حکم پہنچنے میں دقت پڑتی ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ مصریوں نے اس کام کے لئے شنکھ بجانا اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ أَنَدْعُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ أَصْحٰبٌ يَدْعُونَهٗٓ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ إِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ (۷۰)

کہہ دے (اے پیغمبر) کہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا اس کو جو نہ ہم کو نفع دے اور نہ ضرر پہنچاسکے اور ہم اپنی ایڑیوں کے الٹے پھیر دیے جاویں بعد اس کے کہ خدا نے ہم کو ہدایت کی، مثل اس شخص کے جس کو شیاطین نے مجنون کر دیا ہو اور زمین پر حیران رہ گیا ہو۔ اس کے دوست ہیں اس کو سیدھی راہ پر بلاتے ہیں کہ ہمارے پاس آ۔ کہہ دے خدا ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم پروردگار عالم کے مطیع ہوں (۷۰)

ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض (۸۹) سورہ نمل میں ہے ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (۵۱) سورہ یٰسین میں ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض (۶۸) سورہ زمر میں ہے ونفخ فی الصور ذلک یوم الوعید (۱۹) سورہ ق میں ہے فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ (۱۳) سورہ الحاقہ میں ہے یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا (۱۸) سورہ نبا میں ہے فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر (۸) سورہ مدثر میں ہے +

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام آیتیں قیامت کے حال سے متعلق ہیں اور ان میں اس دن کا ذکر ہے جب کہ تمام دنیا الٹ پلٹ اور درہم برہم ہو جاوے گی مگر ابو عبیدہ کا قول ہے کہ صور جمع صورۃ کی ہے اور اس سے مراد مردوں میں روح پھونکنے سے ہے اگر اس رائے کو تسلیم کیا جاوے تو ان آیتوں میں سے اکثر جگہ صور کے لفظ کے متعارف معنوں کے لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان سب آیتوں میں صور کے لفظ سے وہی آلہ مراد ہے جس کو بھونپو ۔ نرسنگھا ۔ سنکھ ۔ تری ۔ قرنا ۔ ترم ۔ بگل کہتے ہیں اور جس میں پھونکنے سے نہایت سخت و شدید آواز نکلتی ہے +

تاریخ کے قصص سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت قدیم زمانہ میں یعنی حضرت موسےٰ کے وقت سے بھی پیشتر لڑائی کے لئے لوگوں کے جمع کرنے کو آگ جلانے کا رواج تھا پہاڑوں پر اور اونچے مقامات پر آگ جلاتے تھے اور گویا وہ پیغام تھا کہ سب آکر جمع ہو گویا وہ علامت حشر کی تھی اب بھی بعض بعض پہاڑی قوموں میں یہ رسم پائی جاتی ہے +

لڑائی کے میدان میں غولوں کے کسی خاص طرف جمع کرنے یا حملہ کے لئے محشور کرنے کا حکم پہنچنے میں دقت پڑتی ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ مصریوں نے اس کام کے لئے شعلہ کی بنا اور

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۚ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۷۲﴾	اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ قائم رکھو نماز کو اور ڈرو اس (یعنی خدا) سے وہ وہ ہے جس کے پاس سب لائے جاؤ گے (۷۱) وہ وہ ہے جس نے درستی سے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جس دن کہے گا کہ ہو پھر ہو جاویگا (۷۲)

اور مشعلوں کی روشنی کے ذریعہ سے لڑائی کے میدان میں غولوں کو حکم پہنچانا ایجاد کیا +

غالباً دن کو مشعلوں سے بخوبی کام نہ نکلتا ہوگا اس لئے ایک ایسی چیز کی تلاش کی ضرورت پیش آئی جس کی بہت بڑی آواز ہو اور وہ آواز لڑائی کے میدان میں حکم بھیجنے کا ذریعہ ہو مصری ہی اس کے موجد ہوئے اور انہوں نے دریائی جانوروں کی ہڈی کے خول سے جس میں خم گھمچے کے پیچ در پیچ ہوتے تھے اور جس میں پھونکنے سے نہایت سخت و شدید آواز نکلتی تھی یہ کام لینا شروع کیا چنانچہ اب تک ہندو اسی کا استعمال کرتے ہیں جو سنکھ کے نام سے مشہور ہے +

بنی اسرائیل جب مصر میں تھے تو انہوں نے مصریوں سے اس کو اخذ کیا تھا اور جب وہ جنگل میں آوارہ و پریشان ہوئے اور پہاڑی اور جنگلی ملک میں دریائی جانوروں کے خول میسر تھے انہوں نے صحرائی جانوروں خصوصاً مینڈھے یا دنبہ یا پہاڑی بکرے کے سینگوں سے جو ٹیڑھے اور پیچ دار ہوتے تھے اور جن میں پھونکنے سے ویسی ہی سخت شدید آواز نکلتی تھی یہ کام لینا شروع کیا صور کے معنی قرن یعنی سینگ کے ہیں - بعد اس کے جب زمانہ نے ترقی کرنا شروع کیا تو اس کو اور اشیا مثل چاندی پیتل اور تانبے وغیرہ سے اور نہایت عجیب و پیچدار طور سے بنانے لگے +

توریت سفر خروج باب ۱۰ میں لکھا ہے کہ خدا تعالے نے حضرت موسے کو حکم دیا کہ تو اپنے لئے چاندی کے دو قرنا بنا جب تو ان دونوں کو بجاوے تو تمام لوگ خیمہ کے دروازہ پر جمع ہو جایا کریں - اور جب ایک کو بجاوے تو بنی اسرائیل کے سردار تیرے پاس آجایا کریں - اور جب زور سے بجائی جاوے تو جن کے خیمے جانب مشرق ہوں وہ کوچ کرنا شروع کریں اور جب دو دفعہ زور سے بجائی جاوے تو جن کے خیمے جنوب کی جانب ہوں وہ کوچ کرنا شروع کریں - اور جب سب کو ایک جگہ ٹھیرانا مقصود ہو تو دھیمی آواز سے بجایا جاوے اگر اپنے ملک میں اپنے دشمن سے جس نے تم پر زیادتی کی ہے لڑنے کو جاؤ تو قرنا کو بہت زور سے بجاؤ اور خوشی کے دنوں میں اور عیدوں کے دن اور ہر مہینہ کے شروع میں قربان گاہوں میں بجایا کرو اور ہاروں کی اولاد اس کو بجایا کرے +

یرمیاہ اور عہد عتیق کی اور کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ شہروں اور ملکوں سے لڑائی کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾	اُس کا کہنا درست ہے اُسی کے لئے بادشاہت ہے جس دن پھونکا جاویگا صور میں جاننے والا ہے چھپے اور کھلے کا اور وہ حکیم ہے خبر رکھنے والا ﴿۷۳﴾

لئے لوگوں کو جمع کرنے کو قرنا بجائی جاتی تھی چنانچہ یرمیاہ نبی کی کتاب میں لکھا ہے کہ "علم را در زمین برپا وا نید کرنا را در میان طوائف بنوازید در برابرش اقوام را زینت و نمائید و بر ضدش ممالک آرارا ط و منی و اشکناز را آواز دہید و برخلافش سرداراں را نصب نمودہ اسپہا راشل ملخ برآورید" (باب ۵۱ ورس ۲۷) +

اور ایک مقام میں لکھا ہے کہ "در یہودا اخبار نمودہ و در اورشلیم مسموع گردانید و گوئید کہ در زمین قرنا را بنوازید بآواز بلند ندا کردہ بگوئید کہ جمع آئید تا آنکہ در شہرہائے حصین در آئیم" (باب ۴ ورس ۵) +

یہودیوں نے اپنے خیال میں خدا تعالے کے پاس بھی فرشتوں کی فوج کا ہونا اور اُس میں درجہ بدرجہ سرداروں کا ہونا تسلیم کیا تھا اور اسی خیال سے فوج میں کام لینے کو فرشتوں کے پاس بھی صور یا قرنا کا ہونا خیال کیا اور صور پھونکنے والے فرشتے قرار دئے جن میں سب کا سردار اسرافیل فرشتہ ہے +

عیسائیوں نے بھی اس خیال میں یہودیوں کی پیروی کی یوحنا حواری اپنے مشاہدات میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے تین فرشتوں کو ترئی پھونکنے پر متعین دیکھا (باب ۸ ورس ۱۳) +

یہودی اور عیسائی دونوں حشر اجساد کے اور سب مُردوں کے ایک جگہ جمع ہونے کے قائل تھے اُس حشر اور اجتماع کے لئے اُسی خیال کے مطابق جس طرح وہ لوگوں کو جمع کیا کرتے تھے انہوں نے صور کا پھونکا جانا تصور کیا اشعیاہ نبی کی کتب سے یہ خیال کہ قیامت کے شروع میں صور پھونکی جاویگی جا بجا پایا جاتا ہے۔ اور سینٹ پال نے اپنے پہلے خط کے باب پندرھویں میں جو کارنتھیوں کو لکھا ہے اس خیال کو بخوبی ظاہر کیا ہے جہاں لکھا ہے کہ "ہم سب ایک دم میں ایک پل مارنے میں پچھلی ترئی پھونکنے کے وقت مبدل ہو جاوینگے کہ ترئی پھونکی جاویگی اور مردے اُٹھینگے اور ہم مبدل ہو جاوینگے +

ہمارے ہاں کے علما نے حسب عادت اپنے اس امر میں یہودیوں کی پیروی کی ہے اور نفخ صور کے لغوی معنی لئے ہیں اور جب انہوں نے لغوی معنی لئے تو ضرور ہوا کہ صور کو بشکل معینہ موجود اور اس کے بجانے کے لئے فرشتے قرار دیں۔ بعض بزرگوں نے یہاں تک یہودیوں کی پیروی کی ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾	اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ (یعنی چچا) آزر سے کہ کیا تو نے ٹھیرایا ہے بتوں کو خدا بیشک میں تجھ کو اور تیری قوم کو علانیہ گمراہی میں دیکھتا ہوں ﴿۷۴﴾

کہ جس طرح توریت میں لکھا ہے کہ خدا نے موسےٰ کو چاندی کی دو صوریں بنانے کا حکم دیا تھا اُنھوں نے بھی صور کو جوڑا قرار دیا ہے کہ ایک کے بجانے سے ایک طرح کی اور دونوں کو ساتھ بجانے سے دوسری طرح کی آواز نکلیگی اور اُس پر حاشیہ یہ چڑھایا کہ صور میں بقدر تعداد ارواحوں کے چھید ہیں جیسے بانسلی میں ہوتے ہیں اور جب مردوں کو زندہ کرنے کے لئے صور پھونکی جاویگی تو ارواحیں صور کے چھیدوں میں سے نکل پڑیںگی (دیکھو تفسیر کبیر سورۃ مدثر آیت ۸) +

مگر قرآن مجید میں جس طرح تنزہ ذات باری کا اور اُس کے کاموں کا بیان ہے وہ اس قسم کے خیالات کے ثابت ہونے کا مانع ہے نفخ صور صرف استعارہ ہے بعث و حشر کا اور تمثیل حالت کا جس طرح لشکر میں صور پھنکنے سے سب مجتمع ہو جاتے ہیں اور لڑنے کو کھڑے ہو جاتے ہیں اور گروہ در گروہ آموجود ہوتے ہیں اسی طرح بعث و حشر میں ارادۃ اللہ سے جس طرح کہ اُس نے قانون قدرت میں مقرر کیا ہوگا وقت موعود پر سب لوگ اُٹھینگے اور جمع ہو جاوینگے اُس حالت کو نفخ صور سے استعارہ کیا گیا ہے پس اس آیت سے یا قرآن مجید کی اور آیتوں سے یہ بات کہ فی الواقع کوئی صور یعنی متعارف موجود ہے یا موجود ہوگی اور فی الواقع وہ مثل صور متعارفہ کے پھونکنے کے پھونکی جاویگی اور فی الواقع اُس کو فرشتے لئے ہونگے اور وہ اُس کو پھونکینگے ثابت نہیں +

گو کہ تمام علماے اسلام صور کو ایک شے موجود فی الخارج اور اُس کے لئے پھونکنے والے فرشتے یقین کرتے ہیں اور عموماً مسلمانوں کا اعتقاد یہی ہے مگر بعض اقوال انہی علما کے ایسے پائے جاتے ہیں جن میں صاف بیان ہے کہ نفخ صور صرف استعارہ اور تمثیل ہے تفسیر کبیر میں سورہ طٰہٰ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو آخرت کی باتیں ان چیزوں کی مثالوں سے بتلاتا ہے جو دنیا میں دیکھی جاتی ہیں اور لوگوں کی عادت ہے کہ کوچ کے وقت اور لشکروں میں بھونپو یعنی بُوق یعنی صور بجاتے ہیں۔ اور سورہ مومنون کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نفخ فی الصور استعارہ ہے اور اُس سے مراد بعث و حشر ہے سورہ نمل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جائز ہے کہ یہ

واللہ تعالیٰ یعرف الناس من امور الاخرۃ بامثال ما شوهد فی الدنیا ومن عادۃ الناس النفخ فی البوق عند الاسفار وفی العساکر (طٰہٰ)

ان النفخ فی الصور استعارۃ والمراد منه البعث والحشر (مؤمنون)

یجوز ان یکون تمثیلا لدعاء الموتی فان خروجهم من قبورهم کخروج الجیش عند سماع صوت الآلة (نمل)

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾	اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے تھے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی تاکہ وہ ہووے یقین کرنے والوں میں سے ﴿۷۵﴾ پھر جب اُس پر رات چھا گئی اُس نے ایک تارے کو دیکھا۔ کہا یہ ہے میرا پروردگار۔ پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں دوست نہیں رکھتا ڈوب جانے والوں کو ﴿۷۶﴾

تشبیہ ہو مردوں کے بُلانے کی۔ بیشک اُن کا اپنی قبروں میں سے نکلنا لشکر کے نکلنے کی مانند ہے جب کہ وہ صور کی آواز سُنتے ہی نکل کھڑا ہوتا ہے۔ پس جن عالموں کی یہ رائے ہے وہ بھی نہ صور کے لغوی معنی لیتے ہیں اور نہ صور کے وجود فی الخارج کو مانتے ہیں اور نہ اُس کے وجود کی بناء پر اُس کے پھونکنے والوں کی ضرورت جانتے ہیں۔ حشر اجساد کا مسئلہ قابل بحث ہے ہم اُس کی نسبت بھی کسی وقت بحث ارواح کے بعد بحث کرینگے واللہ المستعان +

﴿۷۴﴾ (واذ قال ابراھیم لابیہ آزر) اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیتوں میں حضرت ابراہیم کی نسبت جو حالات مذکور ہیں اُن میں چند امور غور طلب ہیں۔ اول یہ کہ آزر حضرت ابراہیم کے کون تھے قرآن مجید میں آزر کو حضرت ابراہیم کے اب کے لفظ سے تعبیر کیا ہے مگر قرآن مجید میں اب کا اطلاق باپ اور چچا دونوں پر آیا ہے۔ قرآن میں ہے کہ حضرت یعقوب کی اولاد نے کہا کہ "نعبد الٰھک والٰہ آبائک ابراھیم واسمعیل واسحق" حالانکہ اسمٰعیل حضرت یعقوب کے چچا تھے اُن پر بھی یعقوب کے باپ کا اطلاق ہوا ہے۔ تفسیر کبیر میں بھی بعض اقوال لکھے ہیں کہ اس آیت میں اب کا اطلاق عم پر ہوا ہے ظن غالب ہے کہ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تارح تھا۔ توریت سے پایا جاتا ہے کہ تارح کے بھائی بھی تھے مگر توریت میں ان کے نام نہیں بیان کئے چنانچہ کتاب پیدائش باب ۱۱ ورس ۲۴ و ۲۵ میں لکھا ہے کہ "و ناحور بست و نہ سال زندگی نمودہ تارح را تولید نمود۔ و ناحور بعد از تولید نمودن تارح یک صد و نوزدہ سال زندگانی نمودہ پسران و دختران را تولید نمود" ان آیتوں سے تارح کے بھائیوں یعنی حضرت ابراہیم کے چچاؤں کا ہونا پایا جاتا ہے +

علاوہ اس کے توریت کے اسی باب میں لکھا ہے کہ بعد اُن تمام واقعات کے جو حضرت ابراہیم پر اُن کے وطن "اور کسدیم" میں گذرے اُنہوں نے اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور کنعان کی طرف روانہ ہوئے تو اُن کے ساتھ اُن کے باپ تارح بھی تھے اور اُنہوں نے بھی اُس ملک کو چھوڑ دیا تھا چنانچہ ورس ۳۱ میں لکھا ہے کہ "تارح پسر خود ابرام و پسر پسر خود لوط پسر ہاران و عروس خود

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا
رَبِّيْ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ
يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ
الضَّالِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ
بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ
فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ
مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾

پھر جب دیکھا چاند کو چمکتا ہوا کہا یہ ہے میرا پروردگار
پھر جب ڈوب گیا تو کہا کہ اگر میرا رب مجھ کو ہدایت
نہ کریگا تو بیشک میں گمراہوں کے گروہ میں سے
ہو جاؤنگا ﴿۷۷﴾ پھر جب دیکھا سورج کو چمکتا ہوا
کہا یہ ہے میرا پروردگار یہ ہے سب سے بڑا پھر جب وہ
ڈوب گیا کہا اے میری قوم میں بیشک بیزار ہوں
اُس سے جو تم شرک کرتے ہو ﴿۷۸﴾

ساری زن پسرش ابرام را برداشت و باہم دیگر از اور کلدانیاں بقصد رفتن بزمین کنعن بیرون آمدند"
پس یہ ایک دلیل اس بات کی ہے کہ جس مباحثہ کا قرآن مجید میں ذکر ہے وہ حضرت ابراہیم کے باپ سے نہیں ہوا تھا بلکہ اب کا لفظ عم پر بطور اظہار محبت اور بزرگی چچا کے جن سے مباحثہ پیش آگیا تھا بولا گیا ہے ✦

دوسرے یہ کہ جب حضرت ابراہیم نے یہ مباحثہ کیا تو اُن کی عمر کیا تھی۔ اس امر کا تحقیق کرنا ناممکن ہے کیونکہ ان امور کی تحقیقات صرف توریت پر منحصر ہے نسخے توریت کے اس باب میں نہایت مختلف ہیں عبری توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ دنیوی کے ۱۹۵۰ برس بعد حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے اور یونانی نسخہ توریت سے جس کو سپٹواجنٹ کہتے ہیں اُن کی پیدایش ۳۳۲۸ برس بعد سنہ دنیوی کے اور سامری نسخہ توریت سے ۲۵۹۰ برس بعد معلوم ہوتی ہے عیسائی مورخوں نے ولادت حضرت ابراہیم کی ۲۰۰۸ برس بعد سنہ دنیوی کے اور اُن کا اُور کلدانیان سے نکلنا ۲۰۸۳ سنہ دنیوی میں قرار دیا ہے اور اس حساب سے اُس وقت اُن کی عمر پچھتر برس کی تھی مگر اس حساب پر اعتماد کرنے کی کوئی کافی وجہ نہیں ہے ✦

قرآن مجید سے جہاں خدا نے فرمایا ہے "قالوا سمعنا فتی یذکرھم یقال لہ ابراھیم" معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں حضرت ابراہیم جوان تھے اور دوسری جگہ خدا نے فرمایا ہے "ولقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین" (سورۂ انبیا آیت ۵۲) اور اسی آیت کے بعد اس مباحثہ کا ذکر ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل وقت مباحثہ کے حضرت ابراہیم جوان اور رشید ہو چکے تھے اور ان کا دل الہامات ربانی سے معمور تھا جس کے لئے عموماً چالیس برس کی عمر خیال کی جاتی ہے پس کچھ عجب نہیں ہے کہ یہ واقعہ اسی عمر کے قریب قریب واقع ہوا ہو ✦

مگر ہمارے علمائے مفسرین کو "فلما جن علیہ اللیل" نے گھبرا دیا ہے وہ سمجھے ہیں کہ یہ پہلی دفعہ تھی جو انہوں نے رات دیکھی تھی اور اس لئے بے اصل قصہ اپنی تفسیروں میں لکھا ہے کہ اُس زمانہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۷۹﴾ وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنِ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۸۰﴾	بیشک میں نے متوجہ کیا اپنے منہ کو اُس کی طرف جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو دلی یقین سے اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والوں میں سے ﴿۷۹﴾ اور حجت کی اُس سے اُس کی قوم نے اُس نے کہا کیا تم حجت کرتے ہو میرے ساتھ اللہ میں اور بیشک اس نے مجھ کو ہدایت کی ہے اور میں نہیں ڈرتا اُس سے جس کو تم اُس کے ساتھ شریک کرتے ہو مگر یہ کہ اگر چاہے میرا خدا کسی امر کو، پھیلا ہوا ہے میرے پروردگار کا علم ہر چیز پر، کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ﴿۸۰﴾

کے بادشاہ کے خوف سے جس نے ایک خواب دیکھا تھا اور لڑکوں کے قتل کا ارادہ کیا تھا حضرت ابراہیم کی ماں نے اُن کے حمل کو چھپایا اور جب لڑکا پیدا ہونے کا وقت آیا تو ایک پہاڑ کی کھو میں جا کر جنا اور اُس کا مُنہ پتھروں سے بند کر دیا اور حضرت جبرئیل نے حضرت ابراہیم کی پرورش کی جب وہ اُسی پہاڑ کی کھو میں بڑے ہو گئے تو اُس کھو میں سے پہلی دفعہ رات کو ایک ستارہ دیکھا پھر چاند دیکھا پھر سورج دیکھا +

مگر یہ خیال اور یہ قصہ دونوں صحیح نہیں ہیں حضرت ابراہیم کے ناحور اور ہاران دو اور بڑے بھائی تھے اور حضرت ابراہیم سب سے چھوٹے تھے انسان کی فطرت میں ہے کہ جب وہ کسی قوم میں پیدا ہوتا ہے تو یا تو اُسی قوم کی باتوں پر یقین کرتا ہے اور اُسی قوم کے عقاید و اعمال کی پیروی کرنے لگتا ہے یا اُس قوم کے افعال و اقوال کو تعجب و حیرت کی نگاہ سے دیکھتا رہتا ہے نہ اُن پر یقین کرتا ہے اور نہ اُن افعال میں شریک ہوتا ہے اور نہ اُس کے ذہن میں آتا ہے کہ اصل بات کیا ہے اور ایک تفکر اور سوچ کی حالت میں ایک زمانہ بسر کرتا ہے اور خدا کی ہدایت جو خدا نے انبیا و صلحا کی فطرت میں رکھی ہے اُس کی تائید کرتی رہتی ہے اسی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے "کذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض" اسی حالت میں ایک رات ستارہ اور چاند اور اُس کے بعد سورج کو دیکھ کر حضرت ابراہیم کو وہ خیال آیا جو قرآن مجید میں مذکور ہے پس ضرور نہیں ہے کہ وہ رات پہلی ہی رات ہو جو اُنہوں نے دیکھی تھی +

تیسرے یہ کہ "ملکوت السموات والارض" سے اور اُس کے دکھانے سے کیا مراد ہے علمائے مفسرین نے اُس کی نسبت بھی بہت سی رطب و یابس باتیں لکھی ہیں مگر خدا کی قدرت اور اُس کی عظمت اور وحدانیت پر یقین کرنے کے لئے موجودات عالم اور اُس کی خلقت اور فطرت پر غور کرنے سے زیادہ یقین لانے والی کوئی چیز نہیں ہے اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۚ فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۚ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۱﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿۸۲﴾	اور کیونکر میں ڈروں اس سے جس کو تم شریک کرتے ہو اور تم نہیں ڈرتے اس سے کہ تم شریک کرتے ہو اللہ کے ساتھ اس کو جس کے لئے کوئی دلیل تم پر اتاری نہیں گئی ہے۔ پھر دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ امن کا مستحق ہے اگر تم جانتے ہو ﴿۸۱﴾ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (یعنی شرک) میں نہیں ملایا ہے، وہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے امن ہے اور وہ ہی ہدایت پائے ہوئے ہیں ﴿۸۲﴾

میں متعدد طریقہ پر وجود عالم سے صانع کے وجود پر استدلال کیا ہے پس خدا نے آسمان و زمین کی بادشاہت کی حقیقت حضرت ابراہیم کے دل پر کھولی جس کی ابتدا تارے و چاند و سورج کو رب خیال کرنا اور اس کی انتہا "انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض" کہنا ہے اور اسی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے "کذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض" ✦

چوتھے یہ کہ علمائے اسلام کو ایک اور مشکل پیش آئی ہے کہ ان کے اصول مقررہ کے موافق انبیا کبھی اور کسی حال میں مرتکب شرک و کفر نہیں ہوئے پس کیونکر حضرت ابراہیم نے تارہ اور چاند اور سورج کو دیکھ کر کہا کہ "ھذا ربی" اس شبہ کے رفع کرنے کو انہوں نے متعدد طرح سے صعوبتیں اٹھائی ہیں مگر یہ امر نہایت صاف ہے جس میں کچھ مشکل نہیں ✦

بلاشبہ انبیا علیہم السلام کبھی مرتکب شرک و کفر کے نہیں ہوتے ان کی فطرت ہی اس آلودگی سے پاک ہوتی ہے مگر قدیم زمانہ میں جو بت پرستی تھی اور جس شرک و کفر میں اس زمانہ کے لوگ گرفتار تھے اس کی حقیقت پر اول غور کرنی لازم ہے۔ تمام مشرکین ذات باری کا کسی کو شریک نہیں قرار دیتے تھے بلکہ خدا کے سوا موجودات غیر مرئی اور اجرام سماوی کو مدبرات عالم اور مالک نفع و نقصان سمجھتے تھے اور انہی کے نام سے ہیاکل اور اصنام بنا کر ان کی پرستش کرتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ ان کی رضامندی و خوشنودی فائدہ بخش اور ان کی ناراضی مضرت رساں ہے مگر کسی وجود غیر مرئی کو یا کسی کو اجرام سماوی میں سے صرف مدبر عالم خیال کرنا خواہ وہ خیال صحیح ہو یا غلط کفر و شرک نہیں ہوسکتا بلکہ کفر و شرک اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس میں قدرت نفع و نقصان پہنچانے کی مانی جاوے یعنی یہ سمجھا جاوے کہ اس میں قدرت ہے کہ جب چاہے نفع پہنچاوے جب چاہے نقصان اور اسی خیال سے اس کی پرستش کی جاوے۔ مثلاً مسلمانوں کا یہ خیال کہ مینہ کے برسانے والے فرشتے بادلوں پر متعین ہیں اور مینہ برساتے پھرتے ہیں یا یہ خیال کہ آفتاب فصول اربعہ کا باعث

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ
عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ
نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (۸۳)
وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ
كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ
قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ
سُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَ
مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (۸۴)

اور یہ ہماری دلیلیں ہیں ہم نے اُن کو ابراہیم کو اس کی قوم پر کرنے کو دی تھیں ہم بلند کردیتے ہیں درجے جس کے چاہتے ہیں بیشک تیرا پروردگار حکمت والا ہے جاننے والا (۸۳) اور ہم نے اس کو عطا کیا اسحٰق اور یعقوب ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور نوح کو ہم نے اس سے پہلے ہدایت کی اور اس کی (یعنی ابراہیم کی) اولاد میں سے ہیں داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسےٰ اور ہارون اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو (۸۴)

اور روئیدگی اور پھولوں اور پھلوں کا مدبر ہے نہ کفر ہے نہ شرک ہے لیکن جب آفتاب یا کسی اجرام کی نسبت یہ اعتقاد کیا جاوے کہ اُن کو مینہ برسانے یا نہ برسانے اور میوہ پکانے یا نہ پکانے کا اختیار ہے اور اُن کی رضامندی اُس کے لئے مفید اور ناراضی مضرت رساں ہے اور اس خیال پر اُن کی پرستش کی جاوے تو وہ بلاشبہ شرک و کفر ہے۔ تارح کے خاندان میں زیادہ تر اجرام علوی کے اصنام کی پرستش ہوتی تھی اسی وجہ سے حضرت ابراہیم کا خیال ستارے اور چاند اور سورج پر رب یعنی مدبرات میں سے ہونے کا گیا نہ اِلٰہ ہونے کا اور اُس کو بھی خدا کی ہدایت سے جو فطرت انبیا میں ہے قرار نہ ہوا پس صرف یہ خیال شرک و کفر نہ تھا اور حضرت ابراہیم نے اُن میں سے کسی کی پرستش نہیں کی نہ اُن میں جب چاہیں نفع اور جب چاہیں مضرت پہنچانے کی قدرت یقین کی اس لئے کسی طرح اُن کا اس معصیت میں مبتلا ہونا لازم نہیں آتا ✦

اس بیان کی تشریح بعد کی آیتوں سے بخوبی ہوتی ہے جہاں حضرت ابراہیم نے فرمایا ہے کہ ”میں نہیں ڈرتا اس سے جس کو تم خدا کے ساتھ شریک کرتے ہو“ پھر فرمایا کہ ”کیونکر میں ڈروں اُس سے جس کو تم شریک کرتے ہو“ یہ قول صاف اس بات پر دال ہیں کہ جن کی نسبت حضرت ابراہیم نے ربی کہا تھا اُن کو مالک اور قادر نفع و نقصان پہنچانے پر نہیں مانا تھا ✦

پانچویں یہ کہ اس آیت میں جو الفاظ ”لیکون من الموقنین“ ہیں زیادہ تر غور کے لائق ہیں خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم کو ملکوت السموات والارض اس لئے دکھائیں تاکہ یقین کرنے والوں میں ہو۔ ہم اُن لوگوں کو جو بتقلید آبائی یا باطاعت کسی کے قول کی خدا پر یقین رکھتے ہیں مومن پاک جانتے ہیں مگر جو لوگ کہ بعد غور و فکر کے اور خدا کی قدرتوں کو دیکھ کر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۸۵) وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۸۶) وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۸۷)	اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس ہر ایک نیک لوگوں میں سے تھے (۸۵) اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط ہر ایک کو ہم نے بزرگی دی عالموں پر (۸۶) اور ان کے باپوں اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے ہم نے ان کو برگزیدہ کیا اور ہم نے ان کو سیدھے رستے کی طرف ہدایت کی (۸۷)

پر غور و فکر کر کے خدا پر یقین لاتے ہیں وہ نہایت اعلیٰ درجہ پر پہنچتے ہیں جن کا یقین پورا کامل یقین ہوتا ہے اور کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا اسی سبب سے خدا نے حضرت ابراہیم کو ملکوت السموات والارض دکھانے کا مقصد یہ بتلایا ہے کہ "لیکون من الموقنین" ✦

ہمارا یہ یقین و تجربہ ہے کہ انسان کو جس قدر علم فطرت۔ قوانین قدرت۔ علم السماء والافلاک۔ بڑھتا جاتا ہے اور بحیثیت سینس علوم طبیعیات حقہ میں جس قدر اس کی واقفیت اور مہارت زیادہ ہوتی جاتی ہے اسی قدر اس کو خدا کے وجود کا یقین اور اس کی قدرت و عظمت اور شان او ہیت اور استحقاق معبودیت کا دل میں زیادہ نقش ہوتا جاتا ہے ولللہ در من قال ✦

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

پس یہی قوانین قدرت لاآف نیچر تھے جو زبان شرع میں ملکوت السموات والارض سے تعبیر کئے گئے ہیں اور جن کو خدا نے حضرت ابراہیم کو دکھایا تھا یوں کہو کہ سمجھایا تھا اور جس کی بدولت انہوں نے "فیکون من الموقنین" کا خطاب پایا ✦

چھٹے یہ کہ یہ مباحثہ حضرت ابراہیم کا جو قرآن میں مذکور ہے توریت میں نہیں ہے توریت میں کسی واقعہ کا نہ ہونا اس کے عدم وقوع کی دلیل نہیں ہو سکتا ✦

(۱۲۴) (مثل ما اوتی رسل اللہ) کافروں کے اس قول پر کہ "ہم ہرگز ایمان نہیں لانے کے جب تک ہم کو اس کے مثل نہ دیا جاوے جیسا کہ اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے" حسن اور ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے کافروں کی یہ مراد تھی کہ جب تک ہم کو ویسے ہی معجزے نہ دکھلائے جاویں جیسے کہ انبیاء سابقین نے دکھائے تھے اس وقت تک ہم ایمان نہیں لانے کے مگر امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ یہ قول ضعیف ہے قول قوی وہ ہے جو محققین نے کہا ہے۔ یعنی کافر چاہتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو خدا کی طرف سے پیغمبر ہونے کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا
لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (٨٨)
اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا
هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا
لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ (٨٩) اُولٰۗىِٕكَ
الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۭ
قُلْ لَّآ اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ (٩٠)
وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰي بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ
قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ
مُوْسٰي نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ
تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا
وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ
تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ
قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ
يَلْعَبُوْنَ (٩١)

یہ ہے اللہ کی ہدایت، ہدایت کرتا ہے اپنے بندوں
میں سے جس کو چاہتا ہے، اور اگر وہ شرک کرتے تو
بیشک ملیامیٹ ہو جاتا اُن سے جو کچھ کہ انہوں نے
کیا تھا (٨٨) یہ وہ لوگ ہیں کہ اُن کو ہم نے دی ہے کتاب
اور حکمت اور نبوت پھر اگر یہ لوگ اُس کے ساتھ کفر
کریں تو بیشک ہم نے اُس کے لئے مقرر کیا ہے اور قوم کو
کہ اُس کے ساتھ کفر کرنیوالے نہیں ہیں (٨٩) یہ وہ لوگ
ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے پھر اُنہی کی ہدایت کی
پیروی کر۔ کہدے (لوگوں سے) کہ میں تم سے اُس پر کچھ صلہ
نہیں مانگتا، یہ نہیں ہے مگر نصیحت عالموں کے لئے (٩٠)
اور نہیں قدر کی اللہ کی جیسا حق اُس کی قدر کرنے کا تھا
جب اُنہوں نے کہا کہ نہیں اُتاری ہے اللہ نے کسی بندے
پر کوئی چیز۔ کہدے کہ کس نے وہ کتاب اُتاری ہے جس کو
موسےٰ لایا ہے، نور اور ہدایت لوگوں کے لئے تم اُس کو
کرتے ورق ورق اُن کو دکھاتے ہو اور بہت سوں کو
چھپاتے ہو اور تم کو سکھایا گیا ہے جو تم نہیں جانتے
تھے، تم اور نہ تمہارے باپ، کہدے اللہ نے پھر
اُن کو چھوڑ دے اُن کی بیہودہ بحثوں میں کھیل
کرتے (٩١)

دعوے کرتے ہیں جب تک ہمارے پاس بھی خدا کی طرف سے کوئی پیغام نہ آوے ہم ہرگز ایمان نہیں لانے کے اُسی کے جواب میں خدا نے فرمایا " اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ " یعنی خدا کی طرف سے پیغام آنا تو نبوت ہے ہر کسی کو نبوت نہیں مل سکتی بلکہ خدا خوب جانتا ہے کہ کس کو نبوت دے ✦

(حیث یجعل رسالتہ) یہ بھی ایک دقیق مسئلہ ہے ہم نے جا بجا بیان کیا ہے کہ نبوت بطور ایک ایسے منصب کے نہیں ہے جیسے کہ کوئی بادشاہ کسی کو کوئی منصب دیدیتا ہے بلکہ نبوت ایک فطری امر ہے اور جس کی فطرت میں خدا نے ملکہ نبوت رکھا ہے وہی نبی ہوتا ہے اور اس بات کو ہم نہیں مانتے کہ سب انسان ایک سے ہوتے ہیں اور اُن میں سے جس کو خدا چاہتا ہے نبی اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ
مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا
وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ
يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ
افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ
اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ
وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ
غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا
اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ
تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا
كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ
وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

اور کتاب ہے کہ اس کو ہم نے اُتارا ہے برکت والی سچا بتانے
والی اُس چیز کی جو اُس کے ہاتھوں میں (یعنی اُس کے آگے)
ہے تاکہ تو مکہ والوں کو اور جو اُس کے گرد ہیں ڈراوے ۔ اور جو
لوگ ایمان لائے ہیں آخرت پر بیشک ایمان لاتے ہیں اُس پر
(یعنی ہذا کتاب پر یعنی قرآن پر) اور وہ اپنی نماز کی محافظت
کرتے ہیں (۹۲) اور کون اُس شخص سے زیادہ ظالم ہے
جس نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا ۔ یا اُس نے کہا کہ وحی
بھیجی گئی ہے میرے پاس اور حقیقت میں اُس کے پاس کچھ وحی
نہیں بھیجی گئی اور اُس شخص سے جس نے کہا کہ اب میں اُتارونگا
مثل اُس کے جو اللہ نے اُتارا ہے اور اگر تو دیکھے ظالموں
کو جب کہ وہ موت کی سختیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے
ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں ، آج کے
دن تم کو بدلا دیا جاویگا رسوا کرنے والا عذاب بسبب
اُس کے جو تم کہتے تھے اللہ پر ناحق اور تم اُس کی نشانیوں
سے سرکشی کرتے تھے (۹۳)

پیغمبر کر دیتا ہے +

یہ تحقیق کچھ ہماری پیدا کی ہوئی نہیں ہے بلکہ اس باب میں قدیم سے علما کی دو رائیں ہیں بعض علما کی یہ رائے ہے کہ سب انسان برابر ہیں اُن میں سے اللہ جس کو چاہتا ہے درجہ نبوت دیدیتا ہے ۔ اور بعض علما کی یہ رائے ہے کہ نبی از روے فطرت و خلقت کے نبی ہوتا ہے چنانچہ اسی آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں یہ دونوں قول نقل کئے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی اس مقام پر اُن دونوں قولوں کو نقل کردیں وہ لکھتے ہیں کہ یہ بات جاننی چاہیئے کہ اس مسئلہ میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ نفوس اور ارواح تمام ماہیت میں سب برابر ہیں پس نبوت اور رسالت کا ایک کو ملنا

واعلم ان الناس اختلفوا فی هذه المسئلة فقال بعضهم النفوس والارواح متساوية فی تمام الماهية فحصول النبوة والرسالة لبعضها دون البعض تشريف من الله واحسان وتفضل وقال الآخرون بل النفوس البشرية مختلفة بجواهرها وماهياتها فبعضها خيرة طاهرة من علائق الجسمانيات مشرقة بالانوار الالهية مستعلية منورة وبعضها خسيسة كدرة محبة للجسمانيات فالنفس ما لم تكن من القسم الاول لم تصلح لقبول الوحی والرسالة ثم ان القسم الاول يقع الاختلاف فيه بالزيادة والنقصان والقوة والضعف الى مراتب لا نهاية لها

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا
خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ
مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ
وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ
الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ
شُرَكَاءُ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ
وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ (٩٤)
إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ
ذَٰلِكُمُ اللَّهُ فَأَنَّىٰ
تُؤْفَكُونَ (٩٥) فَالِقُ
الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ
سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
حُسْبَانًا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ
الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (٩٦)
وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ
النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا
فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَ
الْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ
لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (٩٧)

اور بیشک تم آئے ہو ہمارے پاس اکیلے جیسا کہ ہم نے
تم کو اول دفعہ پیدا کیا تھا اور تم نے چھوڑ دیا جو کچھ ہم
نے تم کو دیا تھا اپنے پیٹھوں کے پیچھے اور ہم نہیں دیکھتے
تمہارے ساتھ تمہارے شفاعت کرنے والے جن کو تم نے
خیال کیا تھا کہ بیشک وہ تم میں (یعنی تمہاری بھلائی
میں خدا کے ساتھ) شریک ہیں بیشک کٹ گیا تم میں کا
علاقہ اور کھو گیا تم سے جس پر تم گھمنڈ رکھتے تھے (٩٤)
بیشک اللہ پھاڑ کر اُگانے والا ہے بیجوں اور گٹھلیوں کا۔
نکالتا ہے زندہ کو (یعنی ہرے لہلہاتے درخت قوت نامیہ
سے بڑھنے والے کو) مردہ (یعنی خشک بیج اور گٹھلی) سے
اور نکالنے والا ہے مردہ کا (یعنی خشک دانے اور گٹھلی کا)
زندہ (یعنی سبز لہلہاتے قوت نامیہ رکھنے والے
درخت) سے یہ ہے اللہ پھر کہاں بہکے جاتے ہو (٩٥)
پو کو پھاڑنے والا ہے (یعنی رات کو پھاڑ کر سفیدۂ صبح
کو نکالنے والا ہے) اور بنایا ہے رات کو آرام کے
لئے اور سورج اور چاند کو حساب کے لئے یہ مقرر کیا
ہوا ہے زبردست جاننے والے کا (یعنی خدا کا) (٩٦)
وہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو بنایا
ہے تاکہ اُن سے رستہ پاؤ جنگل اور سمندر کے اندھیروں
میں، بیشک ہم نے تفصیل نشانیاں بیان کی
ہیں اُن لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں (٩٧)

فلاجرم كانت مراتب الرسل مختلفة فمنهم من حصلت
له المعجزات القوية والتبع القليل ومنهم من حصلت
له معجزة واحدة او اثنتان وحصل له تبع عظيم
ومنهم من كان بالرفق غالبا عليه ومنهم من كان
التشديد غالبا عليه (تفسیر کبیر)۔

اور دوسرے کو نہ ملنا خدا کی طرف سے شرف دینا
اور احسان کرنا اور بزرگی دینا ہے۔ اور بعضوں
نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ نفوس بشری اپنے جوہر اور
اپنی ماہیت میں مختلف ہیں بعضے اُن میں سے
برگزیدہ اور علایق جسمانیات سے پاک اور انوار الٰہیہ سے روشن اور بلند درجہ پر منور ہوتے ہیں
اور بعضے اُن میں سے خسیس اور گدلے جسمانیات سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں پس نفس جب تک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

اور وہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے پھر تمہارے لئے ٹھیرنے کی جگہ ہے اور جگہ امانت بیشک ہم نے بتفصیل نشانیاں بیان کی ہیں اُن لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں (۹۸) اور وہ وہ ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے ہر چیز کے اس سے پودے نکالے، پھر ہم نے اس سے نکالے ہرے (پودے) اُس میں سے ہم نکالتے ہیں دانے گتھے اور کھجور کے درخت کے گابھے میں سے خوشے لٹکتے ہوئے اور باغ انگور اور زیتون اور انار کے جو ایک سے بھی ہیں اور ایک سے بھی نہیں، دیکھو اُس کے پھل کو جب پھلے اور اُس کے پکنے کو بیشک اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں (۹۹) اور اُنہوں نے ٹھیرایا ہے اللہ کے لئے ساجھی جنوں کو حالانکہ (خدا نے) اُن کو پیدا کیا ہے اور بہتان بندی کی ہے اُس پر بیٹوں اور بیٹیوں کی بغیر جانے کے وہ پاک ہے اُس سے جو وہ بیان کرتے ہیں (۱۰۰) پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا کہاں سے ہوا اُس کے لئے بیٹا اور نہیں ہے اُس کے لئے کوئی جوڑا (خدا نے) پیدا کیا ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (۱۰۱)

کہ قسم اول سے نہ ہو وہ وحی اور رسالت کے قبول کی صلاحیت نہیں رکھتا ۔ پھر قسم اول میں زیادتی اور کمی اور قوت اور ضعف کے اُن درجوں تک جن کی کچھ انتہا نہیں ہے اختلاف واقع ہوتا ہے اور اسی وجہ سے رسولوں کے درجے مختلف ہوتے ہیں پھر اُن میں سے بعضے ہیں جن کو معجزات تو بہت حاصل ہوتے ہیں اور اُن کے پیرو بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور بعض اُن میں سے وہ ہوتے ہیں جن کو ایک یا دو معجزے حاصل ہوتے ہیں اور اُن کے پیرو بہت سے ہو جاتے ہیں اور اُن میں سے بعضوں پر نرمی غالب ہوتی ہے اور اُن میں سے بعضوں پر تشدد غالب ہوتا ہے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (١٠٢)
لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ
يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ
الْخَبِيْرُ (١٠٣) قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ
مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ
فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَآ
اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (١٠٤) وَ
كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَ
لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (١٠٥) اِتَّبِعْ مَآ
اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (١٠٦)

یہ ہے اللہ پروردگار تمہارا نہیں ہے کوئی خدا مگر وہ
پیدا کرنے والا ہر چیز کا پھر اُسی کی عبادت کرو اور وہ
ہر چیز پر نگہبان ہے (١٠٢) نہیں پاتیں اُس کو نظریں اور
وہ پالیتا ہے نظروں کو اور وہ ہے مہربان خبر رکھنے والا (١٠٣)
بیشک آئی ہیں تمہارے پاس دلیلیں تمہارے پروردگار سے
پھر جس نے اُن کو دیکھا تو اپنے (فائدہ کے) لئے اور
جو کوئی اُن سے اندھا ہوا تو اُس کا (نقصان)
اُسی پر ہے اور ہم نہیں ہیں تم پر نگہبان (١٠٤) اور اسی طرح
ہم طرح طرح پر بیان کرتے ہیں نشانیوں کو اور تاکہ وہ
کہیں کہ تو نے سیکھ لیا ہے (بصائر کو یعنی دلیلوں کو اپنے
پروردگار سے) اور تاکہ ہم اُس کو بیان کریں اُن لوگوں
کے لئے جو جانتے ہیں (١٠٥) تابعداری کر اُس کی جو
وحی کی گئی ہے تجھ کو تیرے پروردگار سے نہیں ہے
کوئی خدا مگر وہ منہ پھیر لے مشرکوں سے (١٠٦)

گو اس تقریر میں ماہیت نفوس بشری میں تفرقہ کرنا شاید غلطی ہو خصوصاً اُن لوگوں کی رائے میں جو تمام نفوس حیوانی کی ماہیت کو متحد مانتے ہیں اور تفاوت مدارج کا اُس کی صورت نوعیہ پر قرار دیتے ہیں جس سے وہ نفس متعلق ہے تاہم حاصل اس تقریر کا جو امام صاحب نے لکھی ہے یہی ہے کہ انبیاء میں از روئے خلقت و پیدائش و فطرت کے ایک ایسی چیز ہوتی ہے جس کے سبب وہ نبی ہوتے ہیں اس لئے خدا نے فرمایا کہ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" غرضکہ اس مطلب کو امام صاحب نے کسی تقریر سے بیان کیا ہو اور ہم نے کسی تقریر سے مطلب دونوں کا متحد ہو جاتا ہے اگر فرق رہتا ہے تو اس قدر رہتا ہے کہ ہمارے نزدیک جو ملکہ نبوت فطرت میں رکھا گیا ہے وہ اپنے وقت معین پر اسی طرح ظہور کرتا ہے جس طرح درخت میں سے پھول پھل اپنے وقت میں اُس کے قویٰ ہو جانے کے بعد پیدا ہوتے ہیں جو بعثت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور امام صاحب کی تقریر کے مطابق باوصف فطرت کے موجود ہونے کے وہ فطرت رسالت دیئے جانے کی محتاج رہتی ہے اسی سبب سے ہم تو کہتے ہیں کہ النبی نبی فی بطن امہ اور امام صاحب یوں کہیں گے کہ بعض الانسان قابل للنبوۃ فی بطن امہ اما ان یوتی اولا۔

شاہ ولی اللہ صاحب بھی تفہیمات میں اسی رائے کے موید معلوم ہوتے ہیں انہوں نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا
جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَا أَنتَ
عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ (۱۰۷) وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ
يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا
اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ
زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ
إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا
كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۰۸) وَأَقْسَمُوا
بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ
آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ
عِندَ اللَّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ
لَا يُؤْمِنُونَ (۱۰۹) وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ
وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ
أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُونَ (۱۱۰) وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا
إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ
وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا
مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَن يَشَاءَ
اللَّهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ (۱۱۱)

اور اگر خدا چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے
تجھ کو نہیں کیا ہے اُن پر نگہبان اور نہیں ہے تو
اُن پر تعینات (۱۰۷) اور مت گالی دو اُن لوگوں کو
جو پکارتے ہیں (اور کسی کو) اللہ کے سوا پھر وہ اللہ کو
گالی دینگے بے سمجھے اسی طرح ہم نے اچھا کر دکھایا ہے
ہر گروہ کے لئے اُن کے عمل کو پھر اُن کے پروردگار
کے پاس اُن کو جانا ہے پھر اُن کو خبر دیگا اُس
کی جو وہ کرتے تھے (۱۰۸) اور انہوں نے قسمیں
کھائیں اللہ کی اپنی نہایت سخت قسمیں کہ اگر اُن کے
پاس نشانی آوے تو اُس پر ایمان لاوینگے کہدے
کہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ نشانیاں اللہ کے پاس
ہیں اور (اے مسلمانوں) کیا تم نہیں جانتے کہ بیشک جب وہ
(یعنی نشانیاں) آوینگی تو وہ ایمان نہیں لانے کے (۱۰۹)
اور ہم الٹ دینگے اُن کے دلوں کو اور اُن کی نگاہوں کو جس طرح
کہ وہ اُس پر ایمان نہیں لائے پہلی دفعہ اور ہم اُن کو چھوڑ دینگے
اُن کی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے (۱۱۰) اور اگر ہم بھیجتے اُن پر
فرشتے اتار کر اور مردے اُن سے باتیں کرتے اور ہم اُن کے پاس
ہر چیز کو آمنے سامنے اکٹھا کر دیتے تو بھی نہ ہوتا کہ وہ ایمان لاتے
مگر یہ کہ چاہے اللہ ولیکن اُن میں کے اکثر جاہل ہیں (۱۱۱)

صاف لکھ دیا ہے کہ یہ رائے کہ نبوت محض خدا کا فضل ہے قرون اولے کی نہیں ہے چنانچہ شاہ صاحب کا قول یہ ہے کہ نبوت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی اصلاح کا ارادہ کرے اور اُن کی طرف ایک خاص توجہ اور عنایت مائل کرے (تدلی کے لغوی معنی ہیں ڈول کا کنوئیں میں لٹکانا) بسبب وجود کے جو قایم ہو ایک انسان کامل اور پاک طینت عمدہ خصلت میں جس کا لطیفہ انسانی بیدار اور خبردار ہو۔

حقیقۃ النبوۃ ان یرید اللہ بعبادہ صلاحا فیتدلی الیہم بوجود یشبہ الوجود العرضی قایم برجل زکی الفطرۃ تام الاخلاق تنتبہ منہ اللطیفۃ الانسانیۃ لا یقال ذہب علماء اہل السنۃ الی ان النبوۃ محض تفضل من اللہ تعالی من غیر خصوصیۃ من العبد وان تثبت لہم خصوصیۃ فی استعدادہا لانا نقول ہذا قول نشاء بعد القرون المشہود لہا بالخیر فان مدلول الکتاب والسنۃ وما اجمع علیہ السلف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ
غُرُوْرًا ۚ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ (۱۱۲) وَلِتَصْغٰٓى
اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا
مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ (۱۱۳) اَفَغَيْرَ
اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ
الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ
مُفَصَّلًا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ
مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ
فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (۱۱۴)
وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا
وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۱۱۵) وَاِنْ
تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ
يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنْ
يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ
اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (۱۱۶)

اور اسی طرح ہم نے کیا ہے ہر نبی کے لئے دشمن انسانوں
اور جنوں کے شیطانوں کو، ان میں کے بعضے بعضوں
کے کانوں میں چکنی چپڑی باتیں ڈالتے ہیں فریب دینے کو
اور اگر تیرا پروردگار چاہتا تو وہ اس کو نہ کرتے پھر چھوڑ دے
ان کو اور اس کو جو کچھ وہ بہتان بندی کرتے ہیں (۱۱۲)
اور تاکہ اس کی طرف جھکیں ان لوگوں کے دل جو ایمان
نہیں لائے آخرت پر، اور تاکہ وہ اس کو پسند کرلیں اور تاکہ
وہ کرلیویں جو کچھ کہ وہ کرنے والے ہیں (۱۱۳) پھر کیا اللہ
کے سوا میں (اور کسی کو) حکم کرنے والا پسند کروں۔ اور وہ
وہ ہے جس نے تمہارے پاس مفصل کتاب (یعنی قرآن) اتاری
اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب (یعنی توریت) دی ہے
جانتے ہیں کہ بیشک وہ (یعنی قرآن) اتارا ہوا ہے تیرے
پروردگار سے بالتحقیق پھر تو مت ہو شک کرنے والوں
میں (اس بات میں کہ ان کو یعنی اہل کتاب کو قرآن کے خدا
کی طرف سے ہونے میں شک ہے) (۱۱۴) اور تمام ہوئی
بات تیرے پروردگار کی سچائی اور انصاف سے کوئی بدلنے
والا نہیں ہے اس کی باتوں کو اور وہ سننے والا ہے
جاننے والا (۱۱۵) اور اگر تو تابعداری کرے اکثروں کی
جو زمین (یعنی دنیا) میں ہیں تو تجھ کو بھٹکا دینگے اللہ
کی راہ سے وہ پیروی نہیں کرتے بجز گمان کے اور وہ نہیں
ہیں مگر اٹکل پچو کہنے والے (۱۱۶)

هو ان الخصوصية التي ترجع الى كثرة المال وصباحة
الوجه وغير ذلك من صفات التي يفتخر بها العامة
لا دخل لها في النبوة وكان الكفار يقولون اما كان الله
يبعث رجلا لرسالته سوى يتيم ابي طالب لولا انزل
القرآن على رجل من القريتين عظيم فكشف الله تعالى
الشبهة واشبع في الرد واما الصفات الباطنية
التي تكمن فيها فلا شبهة ان الانبياء اتم الخلق

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ سب سے [illegible] کا
یہ قول ہے کہ نبوت محض خدا کا فضل ہے بندہ کی
خصوصیت کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور آپ تمہاری
تقریر سے ان کے لئے ایک خصوصیت استعداد کی ثابت
ہوتی ہے اس لئے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ قول بہت پیچھے
بعد انقضائے قرون مشہود لہا بالخیر کے پیدا ہوا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ
عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾ فَكُلُوا مِمَّا
ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم
بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ وَمَا لَكُمْ
أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ
عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ
عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ
إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ
بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ
هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾
وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ
إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ
بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا تَأْكُلُوا
مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَ
إِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ
إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ
وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ
لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾

بیشک تیرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون بھٹکتا ہے
اُس کی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پائے ہوؤں
کو (۱۱۷) پھر کھاؤ اُس کو جس پر خدا کا نام لیا گیا ہو (یہودی
قربانی سوختنی کو نہیں کھاتے تھے بلکہ آگ میں جلا دیتے تھے)
اگر تم ہو اُس کی نشانیوں پر ایمان لانے والے (۱۱۸) اور
کیا ہوا ہے تم کو کہ نہیں کھاتے اُس کو جس پر خدا کا نام لیا
گیا ہے حالانکہ بیشک مفصل بیان کر دیا ہے (خدا نے) تمہارے
لئے جو چیز کہ تم پر حرام ہے مگر وہ کہ جس پر (یعنی جس کے
کھانے پر) تم لاچار ہو (یعنی بحالت گرسنگی شدید) اور
بیشک بہت سے البتہ گمراہی کرتے ہیں بسبب اپنی
ہوائے نفسانی کے بغیر جاننے کے بیشک تیرا خدا وہ خوب
جانتا ہے زیادتی کرنے والوں کو (۱۱۹) اور چھوڑ دو ظاہر کے
گناہ اور باطن کے گناہ بیشک جو لوگ گناہ کماتے ہیں جلد
بدلا دئے جاوینگے اُس کا جو وہ کرتے تھے (۱۲۰) اور مت کھاؤ
جس چیز کا نام نہیں لیا گیا اور بیشک وہ (یعنی اُس کا
کھانا) بُرا کام ہے اور بیشک شیطان اپنے دوستوں
کے (دل میں) وسوسہ ڈالتے ہیں کہ ہم
تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم اُن کی تابعداری
کرو تو بیشک تم مشرک ہو گے (۱۲۱)

فيها واقواهم بخلاف ذلك وازكاهم نفساً من نحو ذلك
لا ينبغي ان يتكلم به لبعده عن سبيل الانبياء
راساً الا ترى ان هرقل كيف قال وكذلك الانبياء
تبعث في نسب قومها وبالجملة فللترك ان ذكر
قابلية عن الرسول وذكر تدل وتد بير من غير من
(تفهيمات)

کہ کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع سلف سے یہ
ثابت ہے کہ خصوصیت کثرۃ مال اور خوبی چہرہ کو
(اور ایسی ہی اور صفات جن کو عام لوگ موجب
فخر جانتے ہیں) نبوت میں کچھ دخل نہیں ہے کفار یہ
کہا کرتے تھے کہ خدا کو اس ابوطالب کے یتیم کے
سوا کوئی آدمی رسالت کے لئے نہ ملا کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن اُن دونوں شہروں کے کسی بڑے
آدمی پر خدا تعالےٰ نے اس شبہ کو تصول دیا اور صاف طرح سے اُن کے قول کو رد کر دیا اور صفات باطنیہ
جن میں ہم کلام کرتے ہیں وہ بلاشبہ انبیا میں بہت زیادہ و تفصیل انبیا سب خوبیوں کے پوری طرح سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا
لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ
كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ
بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ
لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۲۲)
وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ
أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا
يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا
يَشْعُرُونَ (۱۲۳) وَإِذَا جَاءَتْهُمْ
آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَى
مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ اللَّهُ أَعْلَمُ
حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ سَيُصِيبُ
الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ
وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا
يَمْكُرُونَ (۱۲۴) فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ
أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ
لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ
يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا
كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ
يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ
لَا يُؤْمِنُونَ (۱۲۵)

کیا وہ شخص جو مردہ (یعنی کافر) تھا پھر ہم نے اُس کو زندہ (یعنی ایمان والا) کیا اور ہم نے اُس کے لیئے نور پیدا کیا کہ اُس کے ساتھ لوگوں میں چلتا ہے اُس شخص کی مانند ہے جس کی مثال ایسی ہے کہ اندھیروں میں پڑا ہے اور اُن سے نکلنے والا نہیں، اسی طرح اچھا کر دکھایا گیا ہے کافروں کے لیئے جو کچھ کہ وہ کرتے تھے (۱۲۲) اور اسی طرح ہم نے نگروں میں اُس کے بدکاروں کو سردار کردیا ہے تاکہ وہ اُس میں مکر کریں اور وہ مکر نہیں کرتے مگر آپ اپنے ساتھ اور نہیں جانتے (۱۲۳) اور جب کہ اُن کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لاوینگے جب تک ہم کو اُس کی مثل نہ دیا جاوے جیسا کہ اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے، اللہ خوب جانتا ہے کہ کس جگہ رکھے اپنی پیغمبری کو، قریب ہے کہ پہنچیگی اُن لوگوں کو جو گناہ کرتے ہیں ذلت خدا کے نزدیک اور سخت عذاب بسبب اُس کے جو وہ مکر کرتے تھے (۱۲۴) پھر جس کو خدا چاہتا ہے کہ اُس کو ہدایت کرے کھول دیتا ہے اُس کے دل کو اسلام کے لیئے اور جس کو چاہتا ہے کہ اُس کو گمراہ کرے اُس کے دل کو تنگ اور دق کردیتا ہے گویا کہ وہ آسمانوں میں چڑھا جاتا ہے، اسی طرح اللہ برائی ڈالتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے (۱۲۵)

جامع تھا اُن کے اخلاق بہت اچھے تھے وہ نہایت پاک ذات تھے جو اُس کا منکر ہے وہ کسی طرح اس لائق نہیں ہے کہ اُس سے کلام کیا جاوے کہ وہ انبیا کے خصائل اور خوبیوں سے بالکل دور ہے کیا نہیں معلوم ہے کہ ہرقل نے کہا تھا کہ انبیا ایسے ہی ہوتے ہیں اپنی قوم کے عمدہ خاندان میں سے بھیجے جاتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ رسالت کے دو رکن ہیں ایک رکن استعداد و قابلیت نبی کا اور دوسرا رکن توجہ اور عنایت اور تدبیر الٰہی کا ◆

(۱۳۰) (یامعشر الجن والانس) اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دو گروہوں کو یعنی جن و انس کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰۗؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

اور یہی ہے تیرے پروردگار کا سیدھا رستہ بیشک ہم نے مفصل بیان کر دی ہیں نشانیاں اُن لوگوں کے لئے جو نصیحت پکڑتے ہیں (۱۲۶) اُن کے لئے اُن کے پروردگار کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور وہ اُن کا دوست ہے بسبب اُس کے جو وہ کرتے تھے (۱۲۷) اور جس دن (خدا) اُن سب کو اکٹھا کریگا (کہیگا) اے گروہ جنوں کے البتہ تم نے بہت تابعدار کر لئے انسان میں سے۔ کہینگے اُن کے دوست انسانوں میں سے اے ہمارے پروردگار ہم میں سے ایک نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا (یعنی اُن کو خدا نہیں مانا بلکہ فائدہ اٹھانے کے لئے اُن کی پرستش کی) اور ہم پہنچ گئے اپنی میعاد کو جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی (خدا) کہیگا کہ آگ تمہارے ٹھیرنے کی جگہ ہے ہمیشہ اُس میں رہوگے (کیونکہ وہ شرک فی العبادت کرتے تھے اور اعتقاداً صفات باری میں شرک تھے) مگر جو چاہے اللہ بیشک تیرا پروردگار حکمت والا ہے جاننے والا (۱۳۰) اور اسی طرح ہم غالب کر دیتے ہیں بعض ظالموں کو بعض پر بسبب اُس کے جو وہ کماتے تھے (۱۲۹) اے گروہ جن و انس کے کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تم میں سے بیان کرتے تھے تمہارے سامنے میری نشانیاں اور تم کو ڈراتے تمہارے اس دن کے ملنے سے۔ وہ کہینگے ہم اپنے پر آپ گواہی دیتے ہیں۔ اور فریب دیا اُن کو دنیا کی زندگی نے اور گواہی دی اُنہوں نے اپنے پر آپ کہ وہ کافر تھے (۱۳۰)

مخاطب کیا ہے اور پھر فرمایا ہے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے یعنی تمہاری جنس میں سے رسول نہیں آئے اس پر مفسرین نے بحث کی ہے کہ آیا جنوں کی گروہ میں سے اُن کے لئے بھی پیغمبر رسول ہوئے تھے یا نہیں۔ ضحاک کا قول ہے کہ جس طرح انسانوں میں انسان پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اسی طرح جنوں میں سے جن اُن کے لئے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ اور اکثر علما کا قول ہے کہ پیغمبر صرف انسان ہی ہوئے ہیں جنوں میں کوئی پیغمبر نہیں ہوا جنوں کے لئے بھی وہی انسان پیغمبر پیغمبر ہوتا ہے +

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ
مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا
غٰفِلُوْنَ (١٣١) وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ
مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ
عَمَّا يَعْمَلُوْنَ (١٣٢) وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ
ذُو الرَّحْمَةِ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ
كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ
اٰخَرِيْنَ (١٣٣) اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ
لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (١٣٤)
قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ
اِنِّيْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (١٣٥)
مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ
لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (١٣٦)
وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ
وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ
بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا
فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ
اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ
اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (١٣٧)

یا اس لئے تاکہ تیرا پروردگار شہروں کو ان کے بسنے والوں
کی زیادتیوں کے سبب ایسی حالت میں ہلاک کرنیوالا نہ ہو کہ
اُس کے لوگ غافل ہوں (١٣١) اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں
اُس پر جو اُنہوں نے کیا ہے اور تیرا پروردگار بے خبر نہیں ہے
اُس سے جو وہ کرتے ہیں (١٣٢) اور تیرا پروردگار بے پرواہ ہے
رحمت والا اگر چاہے تم کو دور کر دے اور تمہارے بعد جس کو
چاہے جانشین کرے جس طرح کہ تم کو پیدا کیا دوسری قوم
کی نسل سے (١٣٣) بیشک جس کا وعدہ تم سے کیا جاتا
ہے ضرور آنے والا ہے اور تم عاجز کرنے والے
نہیں ہو (١٣٤) کہہ دے اے میری قوم عمل کرو اپنی جگہ
پر بیشک میں بھی عمل کرنے والا ہوں پھر تم جلد جان
لوگے (١٣٥) کون شخص ہے کہ ہوگی اس کے لئے
آخر کار (بھلائی آخرت کی) گھر کی بیشک نہیں
فلاح پانے کے ظالم (١٣٦) اور انہوں نے اللہ
کے لئے مقرر کیا ہے کھیتی اور مویشی میں سے حصہ،
پھر کہتے ہیں موافق اپنے گمان کے کہ یہ اللہ کے لئے ہے
اور یہ ہمارے مقرر کئے ہوئے شریکوں کے لئے، پھر
جو کچھ کہ ان کے مقرر کئے ہوئے شریکوں کے لئے ہے وہ تو
اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو کچھ اللہ کیلئے ہے تو وہ ان کے مقرر کئے ہوئے
شریکوں تک پہنچتا ہے کیا برا ہے جو انہوں نے فیصلہ کیا ہے (١٣٧)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ تمام علماے اسلام نے جنوں کی جداگانہ ایسی ہی مخلوق قرار دی ہے جیسے کہ انسان کی مگر قرآن مجید سے جنوں کی ایسی مخلوق ہونے کا ثبوت نہیں ۞

جن اور جس قدر الفاظ اس مادہ سے بنے ہیں اُن سب کے معنی پوشیدہ مستور عن الاعین کے ہوئے غیر مرئی کے ہیں۔ مشرکین عرب تمام اُن واقعات کو جن کے وقوع کے اسباب اُن کو معلوم نہ ہوتے تھے اور اکثر بیماریوں کو جن کا سبب وہ نہ جانتے تھے غیر معلوم یا غیر مرئی شے کا اثر خیال کرتے تھے اور اُس کو لفظ جن سے تعبیر کرتے تھے اب بھی تمام جاہل آدمی بیماریوں کا سبب یعنی جن بھوت کا اثر خیال کرتے ہیں ۞

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ
قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ
لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ
دِينَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوهُ
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٠﴾
وَقَالُوا هٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ
حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن نَّشَاءُ
بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ
ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُونَ
اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً
عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِم بِمَا كَانُوا
يَفْتَرُونَ ﴿١٣١﴾ وَقَالُوا مَا فِي
بُطُونِ هٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ
لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ
أَزْوَاجِنَا وَإِن يَكُن مَّيْتَةً فَهُمْ
فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ
وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٣٢﴾
قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ
سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا
رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاءً عَلَى اللّٰهِ
قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٣٣﴾
وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ
وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ
وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ

اور اسی طرح اُن کے مقرر کئے ہوئے شریکوں نے اچھا دکھلایا ہے بہت سے مشرکوں کو اپنی اولاد کے مار ڈالنے کو تاکہ وہ اُن کو مار ڈالیں اور تاکہ مشتبہ ہو جاوے اُن پر اُن کا دین اور اگر چاہتا اللہ تو وہ اُس کو نہ کرتے پھر چھوڑ دے اُن کو اور اُس کو جو کچھ کہ وہ بہتان بندی کرتے ہیں ﴿١٣٠﴾ اور انہوں نے کہا کہ یہ مویشی اور کھیتی اچھوتی ہے اُس کو کوئی نہ کھاوے بجز اُس کے جس کو ہم موافق اپنے گمان کے چاہیں (یعنی کھانے کے لائق سمجھیں) اور مویشی ہے کہ اُن کی پیٹھیں حرام کی گئی ہیں (یعنی اُن پر سوار ہونا حرام ٹھیرایا) اور مویشی کہ اُس پر (وقت ذبح) خدا کا نام نہیں لیتے بہتان بندی کے خدا پر قریب ہے کہ خدا اُن کو سزا دیگا بسبب اُس کے جو بہتان بندی کرتے تھے ﴿١٣١﴾ اور انہوں نے کہا کہ جو کچھ اس مویشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر مرا ہوا ہو تو ہم سب اُس میں شریک ہیں بدلا دیگا اُن کو اللہ اُن کی باتوں پر بیشک وہ حکمت والا ہے جاننے والا ﴿١٣٢﴾ بیشک ٹوٹے میں پڑے ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو بیوقوفی سے بغیر علم کے مار ڈالا اور حرام کر لیا اُس کو جو رزق دیا تھا اُن کو اللہ نے بہتان بندی کر کے خدا پر۔ بیشک وہ گمراہ ہوئے اور ہدایت پائے ہوئے نہ تھے ﴿١٣٣﴾ وہ وہ ہے جس نے پیدا کیا باغوں کو ٹانڈ پر چڑھے ہوئے اور بغیر ٹانڈ کے کھڑے ہوئے اور کھجور کے درختوں کو اور کھیتی کو طرح طرح کے ہیں اُس کے پھل

حضرت موسیٰ کی کتاب پیدائش یعنی توریت میں جہاں تمام عالم کے پیدا ہونے کا ذکر ہے جنوں کی مخلوقات کے پیدا ہونے کا ذکر نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں میں ابتدائی زمانہ میں ایسی مخلوق کا کچھ خیال نہ تھا مگر مجوسیوں اور بت پرستوں میں تھا۔ جب کہ انہوں نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا
وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ
إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ
وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
الْمُسْرِفِينَ (۱۴۱) وَمِنَ الْأَنْعَامِ
حَمُولَةً وَفَرْشًا كُلُوا مِمَّا
رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا
خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُبِينٌ (۱۴۲) ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ
مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ
قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ
أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ
الْأُنْثَيَيْنِ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ (۱۴۳)

اور زیتون اور انار کو ملا ایک سے بھی اور ایک سے نہیں کھاؤ اُس کے
پھل کو جب پھلے اور دو اُس کا حق اُس کے کاٹنے کے
دن اور اسراف مت کرو بیشک خدا دوست
نہیں رکھتا اسراف کرنے والوں کو (۱۴۱) اور
(پیدا کیا) مویشی میں سے بوجھ اُٹھانے کو اور
فرش بنانے کو، کھاؤ اُس سے جو رزق دیا ہے
اللہ نے تم کو اور پیروی نہ کرو شیطان کے قدموں
کی بیشک وہ تمہارے لئے کھلا ہوا دشمن ہے (۱۴۲)
آٹھ جوڑے [سلہ] (بوجھ اور فرش والے مویشی کے)
دو بھیڑ میں سے، دو بکری میں سے، کہ کیا
دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو
یا اُس کو جس کو دونوں ماداؤں کے پیٹ نے
اندر لے لیا ہے، مجھ کو بتلاؤ دلیل سے اگر
تم سچے ہو (۱۴۳)

غیر مرئی موثر کو واقعات غیر معلوم السبب اور امراض غیر معلوم العلت کا فاعل سمجھا تھا تو یہ بات لازم تھی کہ وہ اُن کے لئے کوئی صورت اور کسی قسم کا جسم تصور کریں اور اُن کو ذی عقل اور فاعل بالارادہ بھی سمجھیں اور اُن کو انسانوں سے بہت زیادہ قوی اور قوی ہیکل لنبا تڑنگا خیال کریں اور اُن سے ڈرتے رہیں اور اُن کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے اُن کی پرستش کریں تاکہ اُن کی خفگی کے نتیجوں سے محفوظ رہیں اور اُن کی مہربانی سے فائدہ اُٹھا دیں ۔

غالباً اس خیال کی ابتدا مجوسیوں سے ہوئی جو ابتدا ہی سے اہرمن و یزدان کے قائل تھے انہی سے یہودیوں میں اور عرب کے بت پرستوں میں پھیلی۔ مشرکین عرب میں یہاں تک اس کا یقین ہو گیا تھا کہ وہ یقین کرتے تھے کہ ہر ایک جنگل میں جن رہتے ہیں اور جب وہ سفر میں جاتے تھے یا شکار کے لئے کسی جنگل میں اترتے تھے تو اُس جنگل یا میدان کے جنوں کے سردار سے پناہ مانگتے تھے تمام عرب میں یہ خیال پیدا ہوا تھا اور مسلمانوں میں بطور ارث کے چلا آتا تھا اس لئے تمام مفسرین نے جہاں قرآن مجید میں لفظ جن یا جان یا اُس کے مثل آیا اُس کے معنی ویسی ہی بھوت کے سمجھے

سلہ_ آٹھ جوڑے اس طرح پر ہوئے - ۱ - بھیڑ نر و مادہ - ۲ - اُن کے پیٹ کے بچے نر و مادہ - ۳ - بکری نر و مادہ - ۴ - اُن کے پیٹ کے بچے نر و مادہ - ۵ - اونٹ نر و مادہ - ۶ - اُن کے پیٹ کے بچے نر و مادہ - ۷ - بیل نر و مادہ - ۸ - اُن کے پیٹ کے بچے نر و مادہ ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَٰذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٥﴾ قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٤٦﴾

اور اونٹ سے دو، اور بیل سے دو، کہہ کیا دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو یا اُس کو جس کو دونوں ماداؤں کے پیٹ نے اندر لیا ہے، کیا تم گواہ تھے جب خدا نے تم کو اُس کا حکم دیا تھا، پھر کون زیادہ ظالم ہے اُس سے جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا تاکہ گمراہ کرے آدمیوں کو بغیر علم کے بیشک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو (١٤٥) کہہ دے (اے پیغمبر) میں نہیں پاتا اُس میں جو مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ حرام کیا گیا ہے کسی کھانے والے پر جو اُس کو کھاوے مگر یہ کہ وہ مرا ہوا ہو یا (رگوں میں سے) بہا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو پھر بیشک وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اُس پر خدا کے سوا اور کسی کا نام پکارا گیا ہو، پھر جو کوئی (فاقوں کے مارے) مضطر ہو بغیر نافرمانبردار ہو یا حد سے گزرنے والے کے (اور ایسی حالت میں بقدر حاجت اُس میں سے کھالے) تو بیشک تیرا پروردگار بخشنے والا ہے مہربان (١٤٦)

اور اسی کے مناسب تفسیریں لکھدیں مگر اس بات پر غور نہیں کیا کہ قرآن مجید سے بھی ایسی صورت و شمائل مخلوق کے ہونے کا وجود پایا جاتا ہے یا نہیں ✦

ہمارے پاس اس بات سے انکار کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ سوائے موجودات مرئی اور محسوس کے کوئی اور ایسی مخلوق موجود نہ ہو جو مرئی نہ ہو مگر کلام اس میں ہے کہ جس طرح جنوں کی مخلوق کو مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے ایسی مخلوق کا وجود قرآن مجید سے ثابت نہیں ✦

علمائے اسلام جن کی تعریف میں بیان کرتے ہیں کہ "جسم ناری حساس متحرک بالارادة یتشکل باشکال مختلفة" — اسی بنا پر عام مسلمان خیال کرتے ہیں کہ وہ ایک ہوائی آگ کے شعلے سے پیدا ہوئے ہیں اُن میں مرد اور عورت دونوں ہیں وہ لڑکے اور لڑکیاں جنتے جنلتے ہیں طرح طرح کی شکلوں میں بن جاتے ہیں انسانوں کے سروں پر آتے ہیں اُن کو تکلیف پہنچاتے ہیں اُن کو اُٹھا لیجاتے ہیں اُن کو مار ڈالتے ہیں انسانوں پر عاشق ہو جاتے ہیں اُن کو تازہ بتازہ میوے لا کر دیتے ہیں اور دکھائی نہیں دیتے مگر جب چاہیں اور جس شکل میں چاہیں اپنے تئیں دکھلا دیتے ہیں۔ یعنی اپنے جسم میں دفعةً ایسا مادہ پیدا کر لیتے ہیں کہ دکھائی دینے لگتا ہے۔ آدمی کی صورت بن کر بزرگوں کی خدمت میں

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٤٧﴾ فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٤٨﴾	اور ان لوگوں پر جو یہودی ہیں ہم نے حرام کیا ہر ناخون دار جانور کو اور گائے اور بکری میں سے ہم نے ان پر حرام کی ان کی چربی مگر وہ جس کو ان کی پیٹھیں یا پیلیاں اٹھائے ہوئے ہوں یا وہ جو لپٹ رہا ہو ہڈی کے۔ ان کو ہم نے یہ بدلا دیا ہے بسبب ان کی نافرمانی کے اور بیشک ہم سچے ہیں (١٤٧) پھر اگر تجھ کو وہ جھٹلاویں تو کہہ کہ تمہارا پروردگار بہت وسیع رحمت والا ہے، اور نہیں ہٹایا جاتا اس کا عذاب گنہگار لوگوں سے (١٤٨)

حاضر ہوتے ہیں عامل ان کو آدمی بنا کر اپنے گھونٹے کا سائیس کر لیتے ہیں۔ مگر اس میں سے ایک بات بھی قرآن مجید سے ثابت نہیں ۔

مشرکین عرب جو جنوں کا یقین رکھتے تھے وہ ان کو جنگلوں اور پہاڑوں میں انسانوں سے مخفی رہنے والے جانتے تھے اور شریر اور زبردست قوی ہیکل خیال کرتے تھے اور اس قسم کے انسانوں پر بھی جن کا اطلاق کرتے تھے۔ قرآن مجید میں بھی کہیں استعارۃً جن کا اطلاق شیطان مغوی للانسان پر ہوا ہے اور کہیں وحشی اور شریر انسانوں پر اور کہیں بطور الزام و خطابیات کے اسی وجود خیالی پر جس کا مشرکین یقین کرتے تھے۔ مگر خطابیات کے طور پر بیان کرنے سے فی الواقع ویسی مخلوق کے ہونے کا ثبوت نہیں ہوتا ۔

اس آیت میں جس کی تفسیر ہم لکھ رہے ہیں اور سورہ سبا کی آیت میں خدا تعالیٰ نے مشرکین کو "ویوم یحشرھم جمیعا ثم نقول للملائکۃ اھؤلاء ایاکم کانوا یعبدون قالوا سبحانک انت ولینا من دونھم بل کانوا یعبدون الجن اکثرھم بھم مؤمنون (سبا - ۳۹ و ۴۰)" انہی خیال کے مطابق خطابیات کے طور پر جنوں کی پرستش کا الزام دیا ہے۔ اس آیت سے پہلی آیتوں میں خدا تعالیٰ نے انسانوں کا جو اس کی ہدایت سے سیدھی راہ پاتے ہیں اور جو سیدھی راہ سے گمراہ ہوتے ہیں ذکر کیا ہے جہاں فرمایا ہے "فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء" پھر انہی دونوں گروہوں کو قیامت کے دن اکٹھا کرنا کہا ہے ان لفظوں سے کہ "یوم یحشرھم جمیعا" ھم کی ضمیر انہی دونوں گروہوں کی طرف راجع ہے اور جنوں کی پرستش کا کچھ ذکر نہیں ہے دفعۃً فرمایا "یا معشر الجن قد استکثرتم من الانس" یہ صاف قرینہ اس بات کا ہے کہ یہ جملہ خطابیات کے طور پر مشرکین کے الزام دینے کو ان کے خیالی معبودوں کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم نے اپنے بہت سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ
اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا
مِنْ شَيْءٍ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا
بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ
مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ
إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۴۹﴾
قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ
لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۵۰﴾

اب کہینگے وہ لوگ جو مشرک ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم
شرک نہ کرتے، ورنہ ہمارے باپ! ورنہ ہم کوئی چیز
حرام ٹھیراتے، اسی طرح جھٹلایا ہے اُن لوگوں نے
جو اُن سے پہلے تھے یہاں تک کہ اُنھوں نے چکھا
مزا ہمارے عذاب کا، کہ کیا ایسے تمہارے پاس کوئی دلیل
تو اس کو ہمارے لئے نکالو، تم پیروی نہیں کرتے مگر گمان کی
اور تم نہیں ہو مگر اٹکل پچو کہنے والے ﴿۱۴۹﴾ کہہ دے
کہ پھر اللہ ہی کے لئے ہے دلیل مضبوط پھر اگر وہ
چاہتا تو تم سب کو ہدایت کرتا ﴿۱۵۰﴾

پیرو کرتے ہیں۔ اس خطاب کا جواب جنوں کی طرف سے کچھ نہیں ہے بلکہ مشرکین جو عقیدہ جنوں کی پرستش کی نسبت رکھتے تھے اُس کو بیان کیا ہے کہ ہم تو ایک دوسرے سے نفع اُٹھانے کی غرض سے اُن کی پرستش کرتے تھے اور شریک ذات باری نہیں جانتے تھے۔ اُس پر خدا نے فیصلہ کیا کہ "النار مثواکم" یعنی تمہاری جگہ آگ ہے۔ اور یہ ایک نہایت مؤثر اور فصیح و بلیغ طرز تقریر ہے اس بات کے سمجھانے کو کہ خدا کے سوا دوسرے کی پرستش گو کہ اِلٰہ اعتقاد کر کے نہ ہو شرک اور باعث دخول نار ہے کیونکہ وہ بھی شرک فی العبادت اور شرک فی الصفات میں داخل ہے۔ پس اس طرح جنوں کو مخاطب کرنے سے ثابت نہیں ہوتا کہ فی الواقع جنوں کی ایسی ہی مخلوق ہے جیسے کہ مشرکین عرب یقین کرتے تھے یا جس طرح کہ مسلمان عالموں نے لکھا ہے +

سورہ سبا کی آیت میں دوسرا طرز تجاہل عارفانہ اختیار کیا ہے کیونکہ یہ بات معلوم تھی کہ مشرکین جنوں کی پرستش کرتے تھے، باوجود اس علم کے خدا فرشتوں سے جو مشرکین کے نزدیک بیٹیاں ہیں یہ پوچھیگا کہ کیا مشرکین تمہاری پرستش کرتے تھے جواب دینگے کہ نہیں۔ جنوں کی پرستش کرتے تھے جن کو ملائکہ سے مشرکین بھی کم درجہ کا سمجھتے تھے اور اس طرز بیان سے جنوں کی پرستش کی زیادہ تحقیر نکلتی ہے۔ مگر کسی طرح جنوں کی ایسی مخلوق ہونے کا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ثبوت نہیں ہوتا +

سورہ انعام میں ایک جگہ خدا نے فرمایا ہے کہ مشرکین نے جنوں کو خدا کا شریک بنایا ہے حالانکہ

وجعلوا للہ شرکاء الجن و خلقھم و خرقوا لہ بنین و بنات بغیر علم سبحانہ وتعالٰی عما یصفون۔ (انعام ۱۰۰) +

اُن کو یعنی مشرکین کو خدا نے پیدا کیا ہے ھُم کی ضمیر جن کی طرف پھیرنی اس لئے ٹھیک نہیں ہے کہ مشرکین جنوں کو غیر مخلوق نہیں سمجھتے تھے اور اس صورت میں وخلقھم کے لفظ سے کچھ معتد بہ فائدہ نہیں ہوتا اور مشرکین کی طرف ضمیر پھیرنے سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ (۱۵۱)

کہدے لاؤ اپنے گواہوں کو جو گواہی دیتے ہیں کہ بیشک خدا نے حرام کیا ہے اس کو، پھر اگر وہ گواہی بھی دیں تو تو اُن کے ساتھ گواہی مت دے اور نہ پیروی کر اُن لوگوں کی خواہشوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور اُن لوگوں کی جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر اور وہ (اصنام کو) اپنے پروردگار کے برابر کرتے ہیں (۱۵۱)

اس بات کے اعتقاد کا فائدہ ہے کہ خالق ہی مستحق عبادت ہے نہ کوئی مخلوق ✦

اس آیت میں صرف مشرکین کے اعتقاد کا ذکر ہے مگر اس سے نہ جنوں کی فی الواقع ایسی مخلوق ہونے کا ثبوت ہے جیسے کہ مشرکین اعتقاد کرتے تھے اور نہ خدا کے بیٹے اور بیٹیوں کے ہونے کا ثبوت ہے ✦

سورۂ اعراف میں خدا تعالیٰ نے ابلیس کا قول نقل کیا ہے کہ اُس نے آدم کو سجدہ نہ کرنے میں یہ کہا کہ

قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین (اعراف۔ ۱۱) ✦

میں اُس سے بہتر ہوں تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے ✦

اور سورۂ الرحمٰن میں فرمایا ہے کہ

خلق الانسان من صلصال کالفخار وخلق الجان من مارج من نار (الرحمٰن ۱۳ و ۱۴) ✦

پیدا کیا انسان کو سڑی مٹی سے اور جان یعنی جن کو بھڑکتی آگ سے ✦

اور سورۂ حجر میں فرمایا ہے کہ

ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حماء مسنون والجان خلقناہ من قبل من نار السموم (حجر۔ ۲۶ و ۲۷)

ہم نے انسانوں کو پیدا کیا ہے سڑی مٹی سے اور جان یعنی جن کو آگ کی لُو سے ✦

اور سورۂ کہف میں فرمایا ہے کہ

اذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن ففسق عن امر ربہ (کہف ۵۰)

جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ وہ جنوں میں سے یعنی سرکشوں میں سے تھا ✦

ان آیتوں کے بیان کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ ابلیس کی خلقت بھی نار سے بیان ہوئی ہے اور سورۂ کہف میں ابلیس پر جن کا اطلاق ہوا ہے اور سورۂ الرحمٰن اور سورۂ حجر میں انسان کے پیدا کرنے کے ساتھ جو جان کے آگ سے پیدا کرنے کا ذکر ہے اُس سے بھی ابلیس مراد ہے مغوی للانسان اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ وہ کوئی وجود خارج از انسان نہیں ہے اور اس لئے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ
عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ
بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْا
اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ
نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا
الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ
اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۱۵۲) وَلَا تَقْرَبُوْا
مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ
حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ
وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ
اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا
وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا
ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ (۱۵۳)

کہ کہ آؤ میں پڑھ دوں جو حرام کیا ہے تمہارے پروردگار نے تم پر کہ اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو، اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، اور اپنی اولاد کو مت مار ڈالو مفلسی کے ڈر سے ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور اُن کو بھی، اور بے حیائی کے پاس مت جاؤ جو کھلی ہوئی بے حیائیوں میں سے ہو اور جو پوشیدہ میں سے ہو، اور نہ مار ڈالو کسی جان کو کہ اُس کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے مگر انصاف پر، یہ ہیں کہ اُن کا تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو (۱۵۲) اور نہ جاؤ یتیم کے مال کے پاس مگر اس طرح کہ وہ نیکی سے ہو جب تک کہ وہ پہنچے اپنے رُشد کو، اور پورا کر دیا کرو ناپ کو اور ترازو کو انصاف سے ہم تکلیف نہیں دیتے کسی جان کو مگر بقدر اُس کی طاقت کے، اور جب تم کچھ کہو تو انصاف کرو اور اگرچہ تمہارا قرابت دار ہی ہو، اور اللہ کے عہد کو پورا کرو یہ ہیں کہ اُن کا تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو (۱۵۳)

ان آیتوں سے جنوں کی کسی ایسی مخلوق پر جس کا یقین مشرکین کرتے تھے استدلال نہیں ہو سکتا انسان کے قوٰی میں سے اُس قوت کا جس پر شیطان کا اطلاق ہوا ہے آگ سے یا حرارت سے پیدا ہونا ایسا ٹھیک اور بالکل سچ ہے کہ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا باقی جو امور ان آیتوں سے متعلق ہیں اُن پر بحث اُس مقام پر کرینگے جہاں اُن کی تفسیر لکھینگے ÷

حضرت سلیمان کے قصہ میں جن و شیاطین کا جو حضرت سلیمان کے ہاں بہت سے کاموں پر متعین تھے قرآن مجید میں ذکر آیا ہے سورہ سبا میں خدا نے فرمایا ہے کہ ”جنوں میں سے وہ تھا جو

ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ (سبا - ۱۱)

حضرت سلیمان کے سامنے اپنے رب (یعنی آقا) کے حکم سے کام کرتا تھا“ اور جگہ فرمایا ہے کہ جب

فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المھین (سبا - ۰)

حضرت سلیمان مر گئے (جن کی لاش کو لکڑی کے سہارے سے کھڑا کر دیا تھا) تو کسی کو خبر نہ ہوئی مگر جب دیمک نے عصا کو کھا لیا اور وہ گر پڑے تب جنوں نے جو بیت المقدس کی عمارت کا کام

وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (١٥٣)	اور یہ ہے میرا رستہ سیدھا پھر اس کی پیروی کرو اور مت پیروی کرو (دوسرے) رستوں کی پھر وہ تم کو متفرق کر دینگے اُس رستے سے یہ ہے جس کا تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو (١٥٣)

کر رہے تھے اُن کا مر جانا اور کہا کہ اگر ہم کو غیب کی بات معلوم ہوتی تو ہم اس سخت عذاب میں نہ ٹھیرے رہتے +

ان آیتوں میں جو کچھ بیان ہوا ہے یہ حضرت سلیمان کے وقت کا ور بیت المقدس کی تعمیر ہونے کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور تاریخ پر رجوع کرنے سے بخوبی معلوم ہو سکیگا کہ حضرت سلیمان کی سرکار میں عمارت کا او جنگلوں میں سے لکڑی کاٹنے کا پتھر تراشنے کا جہاز چلانے کا کون کام کرتے تھے۔ جو وہ ہوں اُنہی پر جن اور شیاطین کا اطلاق ہوا ہے +

کتاب اول سلاطین باب پنجم سے پایا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان نے حیرام صور کے بادشاہ سے صیدونی قوم کے آدمی جنگل میں سے لکڑی کاٹنے کو مانگے تھے مقام لبنان سے لکڑی کاٹی جاتی تھی اور سلیمان کے لوگ اور حیرام بادشاہ صور کے بھیجے ہوئے لوگ اور " جبلیم " یعنی پہاڑی لوگ لکڑیاں کاٹتے تھے اور پتھر تراشتے تھے +

کتاب دوم تاریخ الایام سے پایا جاتا ہے کہ صور کے بادشاہ نے ایک کاریگر صور کے رہنے والے کو حضرت سلیمان کے ہاں کام کرنے کو بھیجا تھا جو اپنے آقا کی اجازت سے کام کرنے آیا تھا اسی طرف قرآن مجید میں اشارہ ہے کہ " ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ " +

اُسی کتاب سے پایا جاتا ہے کہ سوائے بنی اسرائیل کے جو لوگ فلسطین میں غیر قوم کے پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے تھے اُن میں سے حضرت سلیمان نے ستر ہزار آدمیوں کو حمالی پر اور اسی ہزار کو درخت کاٹنے و پہاڑوں میں سے پتھر تراشنے پر متعین کیا تھا یہ سب بیگار میں پکڑے گئے ہونگے جنوں نے حضرت سلیمان کا مرنا معلوم کر کے ضرور کہا ہوگا کہ " لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المھین " +

حضرت سلیمان کے قصہ کو مولوی چراغ علی صاحب نے جو عربی اور عبری زبان سے بخوبی واقف ہیں ایک رسالہ میں نہایت عمدگی سے لکھا ہے جس کو ہم حضرت سلیمان کے قصہ میں بتفصیل لکھینگے اس مقام پر صرف اس قدر بتانا مقصود تھا کہ ان آیتوں میں جو جن کا لفظ آیا ہے اُس سے وہ پہاڑی و جنگلی آدمی مراد ہیں جو حضرت سلیمان کے ہاں بیت المقدس بنانے کا کام کرتے تھے اور جن بہ سبب وحشی اور جنگلی ہونے کے جو انسانوں سے جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپے رہتے ہیں اور نیز بہ سبب قوی اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ (۱۵۵)	پھر ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اُس شخص پر (نعمت کے) پورا کرنے کو جو نیک کام کرتا ہے اور ہر چیز کی تفصیل بیان کرنے کو اور ہدایت اور مہربانی تاکہ وہ لوگ اپنے پروردگار سے ملنے پر ایمان لاویں (۱۵۵)

طاقتور اور محنتی ہونے کے جن کا اطلاق ہوا ہے پس اس سے وہ جن مراد نہیں ہیں جن کو مشرکین نے اپنے خیال میں ایک مخلوق مع اُن اوصاف کے جو اُن کے ساتھ منسوب کئے ہیں مانا ہے اور جن پر مسلمان بھی یقین کرتے ہیں +

عبری زبان میں شدا اور شدیم بمعنی دیو اور جن کے آیا ہے اور نیز ڈاکوؤں اور شریر آدمیوں پر اس کا اطلاق ہوا ہے۔ عربی زبان میں بھی وحشی اور قوی آدمیوں پر جن کا لفظ بولا گیا ہے۔ دمو مثال العرب ،، اجن اللہ جبالہ ،، ای الجبال التی یسکنہا ای اکثر اللہ فیہا الجن ای او حشہا۔ (شرح امثال میدانی) +

نابغہ ذبیانی شاعر جاہلی کہتا ہے

سہکین من صداء الحدید کانہم تحت السنور جنة البقار

یعنی اُن کے بدن میں بدبو ہوگئی لوہے کے زنگ سے گویا کہ وہ۔ زرہ کے نیچے بقار کے جن ہیں +

زہیر ابن سلمی جاہلی شاعر کہتا ہے

اذا فزعوا طاروا الی مستغیثہم طوال الرماح لا ضعاف و لا عزل

یعنی جب وہ لوگ جوش میں آتے ہیں تو دوڑ کر جاتے ہیں اپنی پناہ مانگنے والے کے پاس۔ لمبے نیزے لیکر نہ وہ کمزور ہیں اور نہ بے ہتیار +

بخیل علیہا جنة عبقریہ جدیرون یوما ان ینالوا فیستعلوا

گھوڑوں پر کہ اُن گھوڑوں پر جن عبقری ہے۔ لایق ہیں لڑائی کے دن کہ اپنا مقصد پاویں اور غالب ہوں +

جن اذا فزعوا انس اذا امنوا مردون بہالیل اذا جہدوا

جن ہیں جب کہ جوش میں آتے ہیں اور انس ہیں جب کہ امن میں ہوتے ہیں۔ دراز قد ہیں خندہ رو ہیں جب کہ وہ کوشش کرتے ہیں +

قال عفریت من الجن انا اٰتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک (نمل - ۳۹) + سورہ نمل میں ہے کہ جب حضرت سلیمان نے بلقیس کا تخت منگانا چاہا تو جنوں میں سے ایک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۱۵۶)	اور یہ کتاب ہم نے اُس کو اُتارا ہے برکت والی پھر اُس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو تاکہ تم رحم کیے جاؤ (۱۵۶)

عفریت نے کہا کہ میں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں آپ کے پاس لا دیتا ہوں“ اس آیت میں جو اور بحثیں ہیں اُن کو ہم اس مقام پر نہیں چھیڑتے صرف اتنی بات بتلاتے ہیں کہ قاموس میں لکھا ہے کہ عفریت کہتے ہیں رجل کامل ضابطہ قوی - یعنی موٹے مسٹنڈے مضبوط آدمی کو اور جن کا اطلاق جیسے کہ ہم نے ابھی بیان کیا صحرائی اور پہاڑی آدمیوں پر جو حضرت سلیمان کے ہاں حمالی کا اور اَور قسم کا کام کرتے تھے ہوا ہے پس آیت کے معنی نہایت صاف ہیں کہ ایک قوی مضبوط پہاڑی آدمی نے کہا کہ میں ابھی اُس تخت کو جو حضرت سلیمان کے توشہ خانہ میں موجود تھا ملک سبا میں اُٹھا لاتا ہوں ✦

سورہ جن میں تین جگہ لفظ جن آیا ہے اور اُسی مضمون کی ایک آیت سورہ احقاف میں ہے عرب کے

قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن - (سورۂ جن - ۱)	مشرکین کی عادت تھی کہ چھپ چھپ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنا کرتے تھے جیسے لینے
وانا ظننا ان لن تقول الانس والجن على الله كذبا - (سورۂ جن - ۵)	اور غمازی کرنے کو اُنہیں لوگوں میں سے جب کر وہ چھپ کر باتیں سنتے تھے چند آدمیوں نے
وانه كان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن - (سورۂ جن - ۶)	آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھتے سنا اُن کے دل پر اثر ہوا اور اُنہوں نے اُس کو سچ و
واذ صرفنا اليك نفرا من الجن يستمعون القرآن - (سورۂ احقاف - ۲۹)	منزل من اللہ جانا اُنہی کا ذکر ان آیتوں میں ہے اور جو کہ لامعلوم شخص تھے اور چھپ کر سنتے تھے اُن

کی نسبت لفظ جن استعمال ہوا ہے - اس بات کا ثبوت کہ وہ جن بمعنی متعارف نہ تھے بلکہ انسان تھے خود اُسی سورت میں موجود ہے - جہاں اُن کے عقاید کا ذکر ہوا ہے - کیونکہ اُن میں سے بعض نے کہا کہ خدا تعالے نے نہ کوئی جورو کی ہے اور نہ اُس کے کوئی بیٹا ہے ہمارے پیشواؤں نے خدا پر تہمت لگائی تھی - حضرت عیسے علیہ السلام کو ابن اللہ یعنی خدا کا بیٹا سمجھنا عیسائیوں کا عقیدہ ہے پس جن لوگوں نے اس عقیدہ کے غلط ہونے کا اقرار کیا بیشک وہ عیسائی تھے ✦

اور بعضوں نے کہا کہ انسانوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو جناتوں سے پناہ چاہتے تھے یہ طریقہ عرب کے بُت پرست کافروں کا تھا اور جن لوگوں نے اس عقیدہ کو قرآن سنکر غلط سمجھا بلاشبہ وہ لوگ عرب کے بُت پرست کافر تھے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ
عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا
عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ﴿۱۵۷﴾
أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا
الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ
جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى
وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ
بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي
الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا
سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿۱۵۸﴾
هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ
الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ
آيَاتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ
رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ
تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي
إِيمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَظِرُوا
إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿۱۵۹﴾

ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ اس کے سوا کوئی بات نہیں ہے،
کہ ہم سے پہلے دو گروہوں پر کتاب اُتاری گئی
ہے اور بیشک ہم اُن کے پڑھنے سے غافل تھے (۱۵۷)
یا تم کہو کہ ہم پر کتاب اُتاری جاتی تو ہم اُن سے بھی
زیادہ ہدایت پانے والے ہوتے پھر بیشک تمہارے پاس
آئی ہے دلیل تمہارے پروردگار کے پاس سے اور ہدایت اور
رحمت پھر کون زیادہ ظالم ہے اُس شخص سے جس نے جھٹلایا اللہ
کی نشانیوں کو اور اُن سے پھر گئے۔ ہم جلد سزا دینگے اُن
لوگوں کو جو ہماری نشانیوں سے پھرے ہوئے ہیں
بُرے عذاب کی بسبب اُس کے کہ وہ پھرے ہوئے تھے (۱۵۸)
کیا وہ منتظر ہیں مگر اسی کے کہ اُن کے پاس فرشتے آویں یا
تیرا پروردگار آوے یا تیرے پروردگار کی بعضی نشانیاں
آویں۔ جس دن تیرے پروردگار کی بعضی نشانیاں
آوینگی نفع نہ دیگا کسی شخص کو اُس کا ایمان جو اُس سے
پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا نہیں کمایا تھا اپنے ایمان
میں بھلائی کو۔ کہدے انتظار کرو اور ہم بھی
منتظر ہیں (۱۵۹)

اور بعضوں نے کہا کہ ہم سمجھتے تھے کہ خدا کسی پیغمبر کو نہیں بھیجنے کا یہ عقیدہ یہودیوں کا تھا وہ سمجھتے تھے کہ جو شریعت موسےٰ کو دی گئی ہے وہ ابدی ہے اب کوئی پیغمبر صاحب شریعت مبعوث نہیں ہونے کا جن لوگوں نے قرآن سُن کر اس عقیدہ کو غلط جانا اور اس بات پر یقین کیا کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور پیغمبر پر نازل ہُوا ہے اور ایک پیغمبر آخر الزمان صاحب شریعت مبعوث ہوا ہے وہ لوگ ما شبہ یہودی تھے ✠

اور بعضوں نے کہا کہ ہم جو بیٹھ بیٹھ آسمانوں میں سے غیب کی باتیں سُنتے تھے اب سننے والوں پر شہاب ثاقب مارے جاتے ہیں اس کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ اس بات کے کہنے والے مجوسی آتش پرست تھے اُس فرقہ کے پیشوا نجوم پر یقین رکھتے تھے اور ستاروں کے مقامات سے غیب کی خبریں دیتے تھے اور ہر ایک کے لئے بھلائی بُرائی بتلاتے تھے پس جن لوگوں نے قرآن مجید سُن کر اس عقیدہ کو غلط سمجھا اور اس پر ایمان لائے کہ نجومی جھوٹے ہیں اور غیب کی بات

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا
شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا
أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ
بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٦٠﴾
مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا
وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ
إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾
قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ
حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦٢﴾
قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ
وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ
لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ
الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾

بیشک جن لوگوں نے مختلف کردیا اپنے دین (یعنی دین
ابراہیم) کو اور ہو گئے گروہ گروہ تو نہیں ہے اُن میں
سے کسی چیز میں۔ اُس کے سوا کچھ نہیں کہ اُن کا فیصلہ خدا پر ہے
پھر وہ اُن کو بتا دیگا اُس کو جو وہ کرتے تھے ﴿١٦٠﴾ جو
شخص نیکی کو لایا ہے تو اُس کے لئے ویسا ہی اُس کا
دس گنا ہے اور جو شخص بُرائی کو لایا ہے تو اُس کو بدلا نہیں
دیا جاویگا مگر اُسکے برابر اور وہ نہیں ظلم کئے جاوینگے ﴿١٦١﴾
کہدے کہ بیشک میرے پروردگار نے مجھ کو ہدایت کی ہے
سیدھے رستہ کی جو دین مضبوط ہے دین ابراہیم کی خلوص سے
یقین رکھنے والے کا اور وہ نہیں تھا شرک کرنے والوں میں
سے ﴿١٦٢﴾ کہدے کہ بیشک میری نماز اور میری عبادتیں اور میری
زندگی اور میری موت خدا پروردگار عالموں کے لئے ہی ہے اُس کا کوئی
شریک نہیں ہے، اور اسی کا مجھ کو حکم دیا گیا ہے اور میں
سب سے پہلا مسلمان ہوں ﴿١٦٣﴾

کوئی نہیں بھاگ سکتا اور خدا کو نہ کوئی ہرا سکتا ہے اور نہ اُس کو جیت سکتا ہے نہ اُس سے بھاگ سکتا ہے بلاشبہ وہ لوگ مجوسی تھے یعنی آتش پرست +

حسن کا قول ہے کہ "ان فیھم یھودا ونصاریٰ ومجوسا ومشرکین" (تفسیر کبیر) یعنی قرآن سُننے والوں میں یہودی اور عیسائی اور آتش پرست اور مشرکین تھے اور اس قول سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ سننے والے انسان تھے نہ جن بمعنی متعارف اور یہ کہنا کہ جنوں میں بھی یہودی اور عیسائی اور آتش پرست اور مشرکین ہوتے ہیں ایک ایسی بات ہے کہ جس کو کوئی ذی عقل تو نہیں کہہ سکتا +

علاوہ ان آیتوں کے چودہ آیتیں قرآن مجید میں اور ہیں جن میں جن و انس کا لفظ ساتھ ساتھ آیا ہے مگر اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ ان سب آیتوں میں جن کا اطلاق وحشی بدوی جنگلی پہاڑ کے رہنے والوں پر ہوا ہے ان دونوں لفظوں کے ساتھ لانے سے ہر قسم اور ہر درجے کے آدمیوں کا حصر مقصود ہے خدا پر اور اس کے احکام پر ایمان لانے اور اعمال بد کی سزا پانے میں کیونکہ

١- یا معشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم (سورۃ انعام - ١٣٠) +

٢- قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ (سورۃ اسریٰ - ٩٠) +

٣- وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ
وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ
وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ
تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ
خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ
بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ
سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

کہدے کیا دوسرے کو اللہ کے سوا پروردگار چاہوں اور وہ
تو پروردگار ہر چیز کا ہے اور نہیں کماتا کوئی شخص مگر اپنے پر اور
نہیں اٹھاتا کوئی اٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ پھر تمہارے پروردگار
کے پاس تم کو پھر جانا ہے پھر بتادیگا تم کو اس چیز کو جس میں تم
اختلاف کرتے تھے ﴿۱۶۴﴾ اور وہ وہ ہے جس نے تم کو کیا خلیفہ
زمین کا اور بعضوں کو بعضوں سے درجے میں بلند کیا تاکہ تم کو آزماوے
اس چیز میں جو تم کو دی ہے بیشک تیرا پروردگار جلد عذاب کرنے
والا ہے اور بیشک البتہ وہ بخشنے والا ہے مہربان ﴿۱۶۵﴾

والانس والجن (سورۂ انعام - ۱۱۲) +

۴ - قال ادخلوا فی امم قد خلت من قبلکم من الجن والانس فی النار (اعراف - ۳۸) +

۵ - ولقد ذرانا لجھنم کثیرا من الجن والانس (اعراف - ۱۷۸) +

۶ - وحشر لسلیمان جنودہ من الجن والانس والطیر فھم یوزعون (نمل - ۱۷) +

۷ - وحق علیھم القول فی امم قد خلت من قبلھم من الجن والانس انھم کانوا خسرین (فصلت - ۲۴) +

۸ - وقال الذین کفروا ربنا ارنا الذین اضلنا من الجن والانس (فصلت - ۲۹) +

۹ - اولئک الذین حق علیھم القول فی امم قد خلت من قبلھم من الجن والانس انھم کانوا خاسرین (احقاف - ۱۸) +

۱۰ - یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض (الرحمن - ۳۳) +

۱۱ - فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان (الرحمن - ۳۹) +

۱۲ و ۱۳ - فیھن قاصرات الطرف لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان (الرحمن ۵۶ و ۷۴) +

۱۴ - وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (ذاریات - ۵۶) +

شہری و دیہاتی وحشی اور انسی تربیت یافتہ و ناتربیت یافتہ مہذب نامہذب سویلزڈ اور باربیرین سب کے سب اس پر مکلف ہیں +

ایک ہمارے دوست نے ہم سے کہا کہ جب تم نے سورۂ انعام کی ایک سو اٹھائیسویں آیت جہاں لفظ " یا معشر الجن " ہے لفظ جن سے وہی معنی متعارف مراد لئے ہیں گو بطور خطابیات کے انس کو قرار دیا ہے تو یہی لفظ اسی سورت کی ایک سو تیئسویں آیت میں اور سورہ الرحمن کی تینتیسویں آیت میں آیا ہے اور ان دونوں مقاموں میں وحشی آدمیوں کے معنی لئے ہیں اس تفرقہ کا کیا سبب ہے +

ہم نے کہا کہ یہ تفرقہ ہم نے نہیں کیا بلکہ خود خدا نے کیا ہے کیونکہ سورہ انعام کی پہلی آیت میں صرف یا معشر الجن کہا ہے اور اس کے بعد کی اور سورہ الرحمن کی آیت میں یا معشر الجن والانس کہا ہے پس جو تفرقہ خود خدا نے اپنے کلام میں کیا ہے وہی تفرقہ ہم نے اس کی مراد میں بتایا ہے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓصٓ ۚ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱﴾ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲﴾ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۳﴾ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴﴾ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۵﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۶﴾ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۷﴾

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان

یہ کتاب ہے کہ اتاری گئی ہے تجھ پر پھر نہ ہو تیرے دل میں کچھ تنگی تاکہ ڈراوے (تو لوگوں کو) اس سے اور نصیحت واسطے ایمان والوں کے ﴿۱﴾ پیروی کرو اس کی جو اتارا گیا ہے تم پر تمہارے پروردگار سے اور مت پیروی کرو اس کے سوا اور دوستوں کی تھوڑی سی نصیحت پکڑتے ہو ﴿۲﴾ اور بہت سے شہر ہیں کہ ہم نے ان کو ہلاک کیا پھر پہنچا ہمارا عذاب رات کو اور وہ سوتے تھے ﴿۳﴾ پھر اور کچھ پکار کہنا نہ تھا جب ان پر عذاب آیا بجز اس کہنے کے کہ بیشک ہم ظالم تھے ﴿۴﴾ پھر ضرور ہم پوچھینگے ان لوگوں سے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے ہیں اور ضرور ہم پوچھینگے پیغمبروں سے ﴿۵﴾ پھر ضرور ہم ان کا قصہ ان کو سنا دینگے اور جو کچھ کہ وہ کرتے تھے اس وقت) ہم غیر حاضر نہ تھے ﴿۶﴾ اور وزن ہونا (اعمال کا) اس دن حق ہے پھر جو کوئی کہ اس کے بھاری نکلے (اعمال نیک) پھر وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ﴿۷﴾

﴿۷﴾ (والوزن یومئذ الحق) عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور اس پر بہت سی بے بنیاد حدیثیں بھی بنالی ہیں کہ قیامت کے دن بندوں کے اعمال تولنے کے لئے ایک ترازو ہوگی جس کا ایک پلڑا بہشت پر اور ایک پلڑا دوزخ پر ہوگا اور اتنی بڑی ہوگی کہ تمام آسمان و زمین اور جو کچھ کہ ان میں ہے سب ایک دفعہ ایک پلڑے میں سما سکینگے اور اس کی لسان یعنی ڈنڈی پر کی چوٹی جیسا پہاڑ ہے ہونے ہونگے اچھے اعمال خوبصورت اور برے اعمال بدصورت بنکر آوینگے اور تولے جاوینگے ۔ یا نامۂ اعمال جن کو نیکی و بدی کے فرشتے لکھتے رہتے ہیں تولے جاوینگے ۔ مگر خود علمائے محققین نے ان سب باتوں کو بے اصل اور غیر ثابت سمجھ کر ان سے انکار کیا ہے ۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ مجاہد اور ضحاک اور اعمش کا قول ہے کہ میزان سے عدل اور انصاف مراد ہے اور اکثر متاخرین کی یہ رائے ہے اور کہتے ہیں کہ لفظ وزن کا استعمال ان معنوں میں بہت ہوتا ہے اور اس پر دلیل بھی ہے پھر یہی معنی لینے ضرور ہیں ۔ کیونکہ عدل لینے و دینے میں صرف پیمانے یا میزان سے دنیا میں ظاہر ہوتا ہے پھر وزن سے عدل کا

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُم بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ (۸) وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (۹) وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ (۱۰) قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ (۱۱) قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ (۱۲) قَالَ أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (۱۳) قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ (۱۴) قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ (۱۵) ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ (۱۶)

اور جو کوئی کہ اس کے ہلکے نکلے (اعمال نیک) پھر یہی لوگ وہ ہیں جنہوں نے ٹوٹا دیا اپنے آپ کو بسبب اس کے کہ ہماری نشانیوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے (۸) اور بیشک ہم نے تم کو قدرت دی زمین میں اور ہم نے تمہارے لئے اس میں معیشتیں پیدا کیں بہت تھوڑے ہو جو تم شکر کرتے ہو (۹) بیشک ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں کو کہا کہ سجدہ کرو آدم (یعنی انسان) کو پھر انہوں نے سجدہ کیا مگر شیطان نے وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا (۱۰) (خدا نے) کہا کس چیز نے تجھ کو منع کیا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب کہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا۔ (شیطان نے) کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھ کو پیدا کیا ہے آگ سے اور اس کو پیدا کیا ہے مٹی سے (۱۱) خدا نے کہا تجھ اتر ان میں سے (یعنی فرشتوں کے گروہ میں سے) پھر تجھ کو نہیں چاہیئے کہ تکبر کرے ان میں (یعنی فرشتوں میں) پس نکل (یعنی فرشتوں میں سے) بیشک تو ذلیلوں میں سے ہے (۱۲) (شیطان نے) کہا کہ مجھ کو مہلت دے ان کے اٹھنے کے دن تک (۱۳) (خدا نے) کہا بیشک تو مہلت دئیے گیوں میں سے ہے (۱۴) (شیطان نے) کہا پھر اس سبب سے کہ تو نے مجھ کو گمراہ کیا ہے ان کے لئے تیرے سیدھے رستے کی راہ ماری کرنے کو گھات میں بیٹھوں گا (۱۵) پھر ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان پر آن پڑونگا تو ان میں سے بہتوں کو شکر کرنے والا نہ پائیگا (۱۶)

کنایہ کرنا مجھ نہیں ہے۔ ایک آدمی جب کہ اس کی قدر و منزلت نہیں ہوتی تو کہا جاتا ہے وہ کچھ وزن نہیں رکھتا۔ خدا نے بھی فرمایا ہے فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے فلاں شخص کو خفیف کر دیا۔ اور کلام کی نسبت بھی کہتے ہیں کہ یہ کلام اسی وزن کا ہے

سنہ شروع آیت میں خدا نے تمام انسانوں کو خطاب کیا ہے اس کے بعد دو کا جو لفظ آیا ہے اس سے کوئی شخص معین مراد نہیں ہو سکتا بلکہ وہ سب مراد ہیں جو مخاطب تھے یعنی انسان ۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا لَمَنْ
تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ
مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٧﴾ وَيَا آدَمُ
اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ
فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا
تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ
الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ
لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ
سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا
عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا
مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ﴿١٩﴾
وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ﴿٢٠﴾
فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ
بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا
يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ
وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ
تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَكُمَا إِنَّ
الشَّيْطَانَ لَكُمَا
عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٢١﴾

(خدا نے) کہا نکل اُن میں سے (یعنی فرشتوں میں سے) ذلیل و مردود
ہوکر جو کوئی اُن میں سے تیری پیروی کریگا ضرور میں بھر دونگا
دوزخ کو تم میں سے ﴿١٧﴾ اے آدم تو اور تیری جورو
رہ اس جنت میں پھر کھاؤ دونوں جہاں سے چاہو
اور نہ پاس جاؤ اس درخت کے پھر تم دونوں ہوجاؤ گے
ظالموں میں سے ﴿١٨﴾ پھر وسوسے میں ڈال دیا اُن کو
شیطان نے تاکہ ظاہر کرے اُن دونوں کو جو چھپا ہوا ہے
اُن دونوں سے اُن کی شرمگاہوں میں سے۔
اور کہا کہ نہیں منع کیا تم کو تمہارے پروردگار نے
اس درخت سے مگر اس لئے کہ ہوجاؤ گے فرشتے
یا ہوجاؤ گے ہمیشہ رہنے والے ﴿١٩﴾ اور اُن دونوں
کے سامنے قسم کھائی کہ بیشک میں تم دونوں کے خیرخواہوں
میں سے ہوں ﴿٢٠﴾ پھر بہکا دیا اُن کو فریب سے۔ پھر جب
اُن دونوں نے اس درخت کو چکھا تو اُن دونوں کو
اُن کی شرمگاہیں ظاہر ہوگئیں۔ دونوں اپنے تئیں جنت
کے پتوں سے چھپانے لگے۔ اور اُن کے پروردگار نے اُن دونوں
کو پکارا کیا نہیں میں نے تم دونوں کو منع کیا تھا اُس درخت
اور کیا تم دونوں کو نہ کہدیا تھا کہ بیشک شیطان تم دونوں
کا کھلا ہوا دشمن ہے ﴿٢١﴾

یعنی اُس کے برابر ہے پس یہی معنی یہاں لینے بھی لازم ہیں +

غرضکہ علمائے متقدمین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ میزان اور وزن اعمال سے فی الحقیقت میزان کا موجود ہونا اور فی الحقیقت اعمال کا وزن ہونا مراد نہیں ہے بلکہ صرف عدل کا استعارہ ہے اور مراد یہ ہے کہ خدا عدل کریگا اور اعمال نیک کی جزا اور بد کی سزا نہایت عدل و انصاف سے دیگا۔ اسی لئے ہم نے اس امر کی نسبت زیادہ بحث نہیں کی +

﴿١٩﴾ (سوآتھما) سوءۃ کے معنی شرمگاہ کے بھی ہیں اور اعمال قبیحہ اور اخلاق قبیحہ کے بھی ہیں قاموس میں لکھا ہے "السوءۃ الفرج والفاحشۃ والخلۃ القبیحۃ" اور فاحشہ کی نسبت بھی لکھا ہے کہ "الفاحشۃ الزناء وما یشتد قبحہ من الذنوب" اس مقام پر سوءۃ کے معنی

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ
تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
الْخٰسِرِيْنَ ۝۲۲ قَالَ اهْبِطُوْا
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ
فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ
اِلٰى حِيْنٍ ۝۲۳ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ
وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝۲۴
يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ
لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا
وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ
ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ
يَذَّكَّرُوْنَ ۝۲۵ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ
لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ
اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا
لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا
اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ
حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا
الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۶ وَاِذَا فَعَلُوْا
فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ
اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۷

اُن دونوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے پر ظلم کیا اور اگر تو
ہم کو نہ بخشیگا اور ہم پر رحم نہ کریگا تو بیشک ہم ٹوٹے میں پڑنے والوں
میں سے ہو جاوینگے (۲۲) (خدا نے) کہا اُترو (اس حال میں کہ) تم
میں کا ایک دوسرے کے لئے دشمن ہے اور تمہارے لئے
زمین میں ٹھیرنا اور ایک زمانہ تک فائدہ اُٹھانا ہے (۲۳)
(خدا نے) کہا اُسی میں جیئو گے اور اُسی میں مرو گے اور اُسی سے
نکلو گے (۲۴) اے آدم کے بیٹو بیشک ہم نے اُتارا ہے تم
پر ایک لباس کہ ڈھانکتا ہے تمہاری شرمگاہ کو اور زینت کا
ہے اور لباس تقویٰ کا یہی سب سے اچھا ہے یہ اللہ کی
نشانیوں میں سے ہے شاید کہ وہ نصیحت پکڑیں (۲۵)
اے آدم کے بیٹو نہ خرابی میں ڈالے تم کو شیطان
جس طرح نکالا تمہارے ماں باپ کو جنت
سے چھین لیا تھا اُن سے اُن کا لباس تاکہ
دکھاوے اُن کو اُن کی شرمگاہ بیشک
دیکھتا ہے تم کو وہ اور اُس کا گروہ اس طرح
پر کہ تم اُن کو نہیں دیکھتے، بیشک ہم نے
کیا ہے شیطانوں کو اُن لوگوں کا دوست
جو ایمان نہیں لاتے (۲۶) اور جب وہ کرتے
ہیں کوئی بُرا کام تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے
باپ دادوں کو اسی بات پر پایا ہے اور اللہ
نے اس کا ہم کو حکم کیا ہے، کہدے کہ بیشک
اللہ نہیں حکم کرتا بُرے کام کا کیا تم کہتے ہو اللہ
پر وہ بات جس کو تم نہیں جانتے (۲۷)

شرمگاہ کے لئے ہیں اس سبب سے کہ اگلی آیت میں پتوں سے اُس کے چھپانے کا
ذکر آیا ہے ✦
مگر ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ تمام قصہ آدم کا ایک استعارہ میں بیان ہوا ہے اور اُس سے
مراد صرف بیان فطرت انسانی ہے اس طرح پر کہ ہر ایک شخص کی سمجھ میں آجاوے خواہ وہ عالم ہو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَ
اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ
كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ
لَهُ الدِّيْنَ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ
فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ
عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا
الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (٢٨)
يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ
كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا
وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الْمُسْرِفِيْنَ (٢٩) قُلْ مَنْ حَرَّمَ
زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ
وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ
نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (٣٠)
قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ
مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ
تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (٣١)

کہدے کہ میرے پروردگار نے حکم کیا ہے ٹھیک طور سے، اور
ٹھیک کھینچے اپنے مُنہوں کو (یعنی اپنے آپ کو یعنی اپنے
دل اور اپنی جان کو) نزدیک ہر ایک سجدہ کی جگہ کے
اور پکارو اُسی کو (یعنی خدا کو) خالص کر کے اُسی کے
لئے عبادت کو، جس طرح کہ تم کو پیدا کیا پھر جاؤ گے،
ایک گروہ کو ہدایت کی اور ایک گروہ کو ٹھیر دی اُن پر
گمراہی، بیشک انہوں نے پکڑا شیطانوں کو اپنا دوست اللہ
کے سوا اور سمجھتے ہیں کہ بیشک وہ ہدایت پائے ہوئے ہیں (٢٨)
اے آدم کے بیٹو لو اپنا سنگار (یعنی اپنا لباس بخلاف مشرکوں کے
کہ وہ ننگے ہو کر طواف کرتے تھے یا یہ کہ اپنی جوتیاں مت اُتارو
بخلاف یہودیوں کے کہ وہ اپنے معبد میں جوتیاں اُتار کر جاتے
تھے) نزدیک ہر سجدہ کی جگہ کے اور کھاؤ اور پیو اور حد سے
مت گذرو بیشک وہ (یعنی اللہ) دوست نہیں رکھتا حد سے
گذر جانے والوں کو (٢٩) کہدے کہ کس نے حرام کیا ہے خدا کے
پیدا کئے ہوئے سنگار کو جو اُس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے
اور کھانے میں سے پاک چیزوں کو، کہدے کہ وہ اُن لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان
لائے ہیں دنیا کی زندگی میں خالص قیامت کے دن، اسی طرح ہم بیان
کرتے ہیں نشانیوں کو اُن لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں (٣٠) کہدے
کہ اُس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ حرام کیا ہے میرے پروردگار نے بےحیائی کو
جو اس میں سے کھلی ہوئی ہو اور جو چھپی ہوئی ہو اور گناہ کو اور سرکشی کو
ناحق اور یہ کہ شریک کرو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو کہ نہیں اتاری
ہے اُس کے لئے کوئی دلیل اور یہ کہ کہو اللہ پر جو نہیں جانتے (٣٠)

یا جاہل اسی سبب سے یہاں بھی لفظ سوآۃ کا استعمال ہوا ہے کیونکہ شرمگاہ کے کھلنے کو ہر ایک شخص معیوب اور برا سمجھتا ہے اور شیطان کی یعنی قوائے بہیمہ کی پیروی سے جو افعال بد صادر ہوتے ہیں اُس کی برائی کو ایک محسوس شے سے استعارۃً بیان کیا ہے اور بتلایا ہے کہ انسان کس طرح اپنی برائیوں کے چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ چھپ گئیں مگر درحقیقت وہ چھپتی نہیں پس اُن قصوں اور کہانیوں کی طرف ملتفت نہ ہونا چاہئے جن کو مفسرین نے اُن کے لغوی معنوں پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ
اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً
وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۲﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ
اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ
عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى
اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ
يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ
حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا
يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا
ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ
اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۵﴾

ہر ایک گروہ کے لئے ایک میعاد ہے پھر جب آتا ہے
اُن کا وقت نہیں تاخیر کرتے ایک ساعت اور سبقت
کرتے ہیں ﴿۳۲﴾ اے آدم کے بیٹو جب تمہارے پاس پیغمبر
آویں تم میں سے بیان کریں تم پر میری نشانیاں ۔
پھر جس نے پرہیزگاری اور نیکی کی تو اُن پر کچھ خوف
نہیں ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے ﴿۳۳﴾ اور جن
لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور اُن سے
سرکشی کی وہی لوگ ہیں آگ میں رہنے والے
وہ ہمیشہ اُس میں رہینگے ﴿۳۴﴾ پھر کون زیادہ ظالم
ہے اُن لوگوں میں سے جنہوں نے بہتان باندھا
اللہ پر جھوٹ یا جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وہی
لوگ ہیں کہ پہنچیگا اُن کو اُن کا حصہ لکھے ہوئے میں سے
یہاں تک کہ جب آوینگے اُن کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے
اُن کی جان لینے کو کہینگے کہاں ہیں وہ جن کو تم پکارتے
تھے اللہ کے سوا کہینگے کہ وہ ہم سے کھوئے گئے اور
گواہی دینگے اپنے پر آپ کہ بیشک وہ کافر
تھے ﴿۳۵﴾

سے ایک خاص معنی لیکر اُس پر طرح طرح کے بے سند و بے سروپا لکھ دئے ہیں ۔ اس مطلب کی تشریح قابل تسکین اُس وقت ہو جاتی ہے جب انسان اس آیت کو پڑھتا ہے کہ اے آدم کے بیٹو تم پر میں نے ایک لباس اُتارا ہے جو تمہاری شرمگاہ کو ڈھانکیگا اور تقوے کا لباس سب سے اچھا ہے ۔ پس اس آیت نے ثابت کر دیا کہ نہ وہاں سوءۃ سے شرمگاہ مراد تھی اور نہ پتوں کے ڈھانکنے سے اُس کا ڈھانکنا بلکہ صرف افعال اور اخلاق ذمیمہ کو جو انسان کے لئے ایسے ہی بُرے ہیں جیسے اُس کی شرمگاہ کا لوگوں کے سامنے کھل جانا اُس استعارے میں بیان فرمایا ہے ۔ اس سے بھی زیادہ تشریح اس مطلب کی ایک اور آیت سے ہوتی ہے جو ان آیتوں کے بعد ہے ۔ پہلے تو یہ فرمایا کہ تقوے کا لباس سب سے بہتر ہے پھر فرمایا کہ اے آدم کے بیٹو ایسا نہ ہو کہ شیطان تم کو بھی بہکا کر تمہارے ماں باپ کی طرح لباس اُتروا کر شرمگاہوں کو دکھلوا دے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ لباس سے مراد تقوے اور سوءۃ سے مراد بُرائیاں ہیں نہ یہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ ۖ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلَٰكِنْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٦﴾	خدا کہیگا کہ داخل ہو اُن گروہوں میں جو گذر گئی ہیں تم سے پہلے جن و انس سے آگ میں جب جب داخل ہوگی کوئی گروہ لعنت کریگی اپنی بہن کو یہاں تک کہ جب مل جاوینگی سب اُس میں تو کہینگی پچھلی اپنی پہلیوں کو اے پروردگار ہمارے اُنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا پھر دے اُن کو دوگنا عذاب آگ سے (خدا) کہیگا ہر ایک کے لئے دوگنا ہے ولیکن تم نہیں جانتے ﴿٣٦﴾

ظاہری لباس نور کا یا نور باف کا بنا ہوا اور نہ وہ مصنوعی گوشت جس کے کھلنے سے لوگ شرماتے ہیں +

(٣٦) (قال ادخلوا) اس آیت میں اور اسکے بعد کی آیتوں میں بہت کچھ ذکر معاد کا ہے اور قرآن مجید میں جابجا اس کا کچھ نہ کچھ ذکر آتا ہے مگر یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جب تک پورا سلسلہ اُس کا بیان نہ ہو خیال میں نہیں آتا اور نہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں جو کچھ اُس کی نسبت بیان ہوا ہے اُس کا کیا منشا ہے پس مناسب ہے کہ ہم اسی مقام میں اُس پر بقدر امکان بحث کریں مگر ان مطالب پر بحث کرنے سے پہلے اس بات کا بیان کرنا ضرور ہے کہ ان مسائل پر بحث کرنے کی نسبت اگلے عالموں نے کیا کہا ہے قاضی ابوالولید ابن رشد نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ ۔ شرع کا مقصود علم حق اور عمل حق کی تعلیم ہے اور تعلیم کی دو قسمیں ہیں ایک کسی شے کا خیال کرنا اور دوسرے اُس پر یقین کرنا جس کو اہل علم تصور اور تصدیق سے تعبیر کرتے ہیں +

تصور کے دو طریق ہیں یا تو خود اُسی شے کو تصور کرنا ہے یا اُس کی مثال کو تصور کرنا ہے اور تصدیق کے طریق جو انسانوں میں ہیں وہ تین ہیں ۔ برہانی یعنی دلائل قطعی کے سبب سے یقین کرنا ۔ جدلی یعنی مخالفانہ اور مخاصمانہ دلیلوں کے ٹوٹ جانے کے بعد یقین ۔ خطبی یعنی ایسی باتوں سے جن سے انسان کے دل اور وجدان قلبی کو تسکین ہو جائے اُس پر یقین لانا +

اکثر آدمی ایسے ہیں جن کو دلائل خطبیہ[1] یا جدلیہ سے تصدیق حاصل ہوتی ہے اور دلائل برہانیہ خاص چند آدمیوں کے سمجھنے کے لائق ہوتی ہیں شرع کا مقصود سب سے اول عام لوگوں کو سمجھانا ہے اور خواص سے بھی غافل نہ ہونا پس شرع نے تعلیم کے لئے مشترک طریقہ اختیار کیا ہے اور اُس کے اقوال چار طرح پر ہیں +

[1] ایسی دلیلیں جو دل کو تسلی دینے والی ہوں + احمد بابا لفضلی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالَتْ أُولَاهُمْ لِأُخْرَاهُمْ	اور کہینگی اُن میں کی پہلی اپنی دوسری کو

اول یہ کہ ۔ جن امور کی نسبت وہ کہے گئے ہیں اُن کے تصور اور تصدیق دونوں پر یقین کرنا ضرور ہے گو کہ اُن کی دلیلیں خطبیہ ہوں یا جدلیہ اور جو نتیجے اُن سے نکالے ہیں وہی نتیجے بعینہا مقصود ہیں بطور تمثیل کے نہیں کہے گئے ہیں ۔ ابن رشد فرماتے ہیں کہ ایسے اقوال کی تاویل کرنی نہیں چاہئے اور جو شخص اُن سے انکار کرے یا اُن کی تاویل کرے وہ کافر ہے ✦

دوم یہ کہ ۔ جو اقوال بطور مقدمات کے کہے گئے ہیں گو کہ اُن کی صرف شہرۃ ہی ہو اور گو کہ وہ مظنون ہی ہوں مگر اُن پر یقین کرنا لازمی ٹھیرا ہوا اور نتیجے جو اُن سے نکالے ہوں وہ بطور مثال اُن نتیجوں کے ہوں جو مقصود ہیں ۔ ابن رشد فرماتے ہیں کہ صرف اُن مثالی نتیجوں کی نسبت البتہ تاویل ہوسکتی ہے ✦

سوم یہ کہ ۔ جو نتیجے اُن اقوال سے نکالے گئے ہیں وہی بعینہا مقصود ہیں اور جو اُن کے مقدمات بیان ہوئے ہیں وہ مشہور ہوں یا مظنون مگر اُن پر یقین کرنا لازمی نہ ٹھیرا ہو تو اُن نتائج میں بھی تاویل نہیں ہوسکتی البتہ صرف اُن مقدمات میں تاویل ہوسکتی ہے ✦

چہارم یہ کہ ۔ جو مقدمات اُس میں بیان ہوئے ہیں وہ صرف مشہور ہوں یا مظنون اور اُن پر یقین کرنا بھی لازمی نہ ٹھیرا ہو اور جو نتیجے اُن سے نکالے گئے ہیں وہ بطور مثال اُن نتیجوں کے ہوں جو مقصود ہوں ۔ ان میں تاویل کرنا خاص لوگوں کا کام ہے اور عام لوگوں کا فرض ہے کہ وہ بلا تاویل کے اُن کو ویسا ہی مانتے رہیں (انتہیٰ مخلصاً) ✦

ہم کو افسوس ہے کہ اس عالم مصنف نے ان چاروں قسموں میں سے کسی قسم کی مثال نہیں دی جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ صرف فرضی اور عقلی تقسیم ہے اور کوئی مثال شرع میں اس کے مناسب موجود نہیں ہے علاوہ اس کے نہایت خامی اس بیان میں یہ ہے کہ قول شارع میں خواہ وہ آیت قرآن مجید کی ہو یا کوئی حدیث رسول کی اُس میں اس بات کا قرار دینے والا کون ہے کہ اُس کے مقدمات ایسے ہیں جن پر یقین کرنا ضروری ہے یا اُس کے برخلاف ہیں یا اُس کے نتیجے وہی بعینہا مقصود بالذات ہیں یا وہ تمثیل ہیں نتائج مقصود بالذات کی ۔ اگر اُس کے قرار دینے والے یہی ہماں شما ہوں تو یہ تمام تقریر اور تقسیم فضول ہوجاتی ہے ۔ اس لئے کہ مثلاً زید نے شارع کے ایک قول کو جس قسم کا ٹھیرایا ہے لازم نہیں ہے کہ عمرو بھی اُس کو اُسی قسم کا ٹھیراوے ✦

اس کے بعد ابن رشد فرماتے ہیں کہ آدمی تین قسم کے ہیں ۔ ایک وہ ہیں جو مطلقاً تاویل کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے وہ تو خطبیون ہیں یعنی دل کو تسلی دینے والی باتوں پر یقین لانے والے اور اسی قسم کے لوگ بہت کثرت سے ہیں ۔ دوسرے جدلی ہیں جو بالطبع یا بطریق عادت

فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا	پھر کیا تھی تمہارے لئے ہم پر

مخالفانہ اور مخاصمانہ دلیلوں کے ٹوٹ جانے کے بعد یقین لاتے ہیں ۔ تیسرے اہل تاویل حقہ یقینہ ہیں اور وہ برہانیون صاحب علم وحکمت ہیں ۔ مگر برہانیون جو تاویل کریں اُس کو اُن پہلی دو قسموں کے سامنے بیان کرنا نہیں چاہئے اور اگر یہ تاویلیں اُن لوگوں کے سامنے بیان کی جاویں جو اُس کے اہل نہیں ہیں تو بیان کرنے والے اور سننے والے دونوں کو کفر تک پہنچا دیتی ہیں کیونکہ تاویل کرنے والے کا مقصود ظاہری معنوں کو باطل کرنے اور تاویلی معنوں کے ثابت کرنے کا ہوتا ہے پس جب عام آدمیوں کے نزدیک جو صرف ظاہری بات کو سمجھ سکتے ہیں ظاہری معنی باطل ہو گئے اور تاویلی معنی اُس کے نزدیک ثابت نہ ہوئے کیونکہ اُن کے سمجھنے کی اُس کو عقل نہ تھی پس اگر یہ بات ایسے اقوال کی نسبت تھی جو اصول شرع میں داخل ہیں تو کفر تک نوبت پہنچ گئی ۔ پس ابن رشد فرماتے ہیں کہ تاویلات کا عام لوگوں میں ظاہر کرنا یا عام لوگوں کی تعلیم کے لئے جو کتابیں ہیں اُن میں لکھنا نہیں چاہئے اور اُن کو سمجھا دینا چاہئے کہ یہ خدا کی باتیں ہیں خدا ہی ان باتوں کی حقیقت خوب جانتا ہے ۔ لا یعلم تاویلہ الا اللہ ۔ (انتہیٰ مختصًا) +

اس کے بعد ابن رشد اسی قسم کی تاویلوں ہی کو عام لوگوں پر ظاہر کرنے کو منع نہیں فرماتے بلکہ ہر چیز کی حقیقت کو جو عام لوگوں کے سوائے راسخین فی العلم کی سمجھ سے باہر ہے ظاہر کرنے کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ اسی کی مانند جواب سوالات امور غامضہ کے ہیں جو جمہور کے سمجھنے کے لایق نہیں ہیں جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۔ ان باتوں کو بھی غیر اہل پر بیان کرنے والا کافر ہے کیونکہ وہ لوگوں کو کفر کی طرف بلاتا ہے خصوصًا جب کہ تاویلات فاسدہ اصول شریعت میں ہونے لگیں جیسے کہ ہمارے یعنی ابن رشد کے زمانہ میں لوگوں کو یہ بیماری لگ گئی ہے (انتہیٰ ملخصًا) +

نتیجہ اس تقریر کا یہ ہے کہ کوئی بات بھی شریعت کی جو بیان حقیقت یا تاویلات کی قسم سے ہو سوائے راسخین فی العلم کے کسی کے سامنے بیان نہ کی جاوے جس قسم کے لوگوں کو ابن رشد نے راسخین فی العلم میں قرار دیا ہے اس زمانہ میں تو ویسا شخص کوئی نہیں ہے بلکہ اگلے زمانہ میں بھی دو ایک کے سوا کوئی نہ تھا پس ضرورۃً لازم آتا ہے کہ تمام متقدم باتیں شریعت کی بطور ایک معما چیستان یا مثل راز فریمیشن کے غیر معلوم رہنی چاہئیں +

اگر ہمارا مذہب اسلام ایسا ہو کہ اُس کے اصول لوگوں کو نہ سمجھا سکیں جو اُن کو سمجھنا چاہتے ہیں یا اُن لوگوں کی تشفی نہ کر سکیں جن کے دل میں شبہات پیدا ہوتے ہیں بلکہ اُن سب کو اس پر مجبور کریں کہ ان باتوں کو اسی طرح مان لو تو ہم اپنے مذہب کی صداقت فی نفسہا اور بمقابلہ دیگر مذاہب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فضیلت	مِنْ فَضْلٍ

غیر حق کے کیونکر ثابت کر سکتے ہیں ۔ ایک عیسائی کہتا ہے کہ تثلیث کا مسئلہ کہ تین تین بھی ہیں اور ایک بھی ہیں ایک الٰہی مسئلہ ہے اُس پر بے سمجھے یقین کرنا چاہئے پس اگر ہم مذہب اسلام کے بہت سے مسئلوں کی نسبت ایسا ہی کہنا قرار دیں تو کیا وجہ ہے کہ اُس کی تکذیب اور اس کی تصدیق کریں ؛

ایک اور بات غور کے لائق ہے کہ جب کسی کے دل میں مذہب اسلام کے کسی مسئلہ کی نسبت شک پیدا ہوا خواہ وہ عالم ہو یا جاہل اور ہم اُس کی حقیقت یا تصریح یا تاویل بیان کر کے اُس کے دل کے شبہ کو تو رفع نہ کریں اور بعوض اُس کے کہیں کہ تم راسخین فی العلم میں نہیں ہو بلا تفتیش اس کو تسلیم کرو اور اُسی پر یقین رکھو تو اُس کا ایمان ایسا رہیگا جس کا اثر حلق سے نیچے نہ اتریگا اُس کی زبان گیگی ہاں اور دل کیگا ناہ ۔ علاوہ اس کے یقین ایسی چیز نہیں کہ کسی کے کہدینے سے آجاوے بلکہ یقین ایک امر اضطراری ہے کہ جب تک وہ شبہ جس نے یقین میں خلل ڈالا ہے ہٹ جاوے یقین آ ہی نہیں سکتا ؛

اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں عالم ہوں یا جاہل دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو دل سے تمام باتوں پر جو اسلام میں ہیں گو وہ کیسی ہی خلاف عقل اور خلاف سمجھ اور محال و ناممکن ہوں بلکہ خلاف واقع سب پر یقین رکھتے ہیں اس قسم کے لوگوں کے لئے کسی قسم کی دلیل کی ضرورت نہیں ۔ دوسرے وہ جن کو اُن باتوں پر شبہ ہے یا اُن کا وقوع غیر ممکن سمجھتے ہیں یا اُن کے غلط ہونے پر صحیح یا غلط دلیلیں رکھتے ہیں بلا لحاظ اس بات کے کہ وہ منجملہ راسخین فی العلم ہیں یا نہیں اور عالم ہیں یا جاہل اُن کے سامنے ہر ایک چیز کی جو اسلام میں ہے اُس کی حقیقت اور ہر ایک امر قابل تاویل کی تاویل بیان کرنی فرض ہے اور جو اُس کے بیان کی قدرت رکھتا ہے اور بیان نہیں کرتا وہ کافر ہے اُسی دلیل سے جس دلیل سے کہ ابن رشد نے حقیقت بیان کرنے والوں اور تاویل کی تصریح کرنے والوں کو کافر بتایا ہے ؛

ہم فرض کریں کہ اُن شککین کو اس قدر لیاقت نہیں ہے کہ وہ اُن حقیقتوں اور تاویلوں کو سمجھیں مگر اتنی بات تو اُن پر ثابت ہوگی کہ اُس کے لئے دلیلیں اور اس کی صداقت کے ثبوت کے لئے وجوہات ہیں اور اُس کی حقیقت کے لئے بیانات ہیں مگر ہم اُن کو سمجھ نہیں سکتے ادنٰے درجہ یہ ہے کہ اُن کے سمجھانے کا جو فرض ہم پر تھا اُس کو بلاشبہ ہم ادا کر دینگے ۔ بہت لوگوں نے پیغمبر کی نصیحتوں کو نہیں سمجھا مگر پیغمبر اس خیال سے کہ وہ اُن کے سمجھنے کے لائق نہیں ہیں نصیحتوں کے سمجھانے سے باز نہیں رہے بلکہ طرح طرح سے سمجھایا اور کوشش کی کہ اُن کو اُن کے سمجھنے کے لائق کریں ؛

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ	پھر چکھو عذاب کو

اس خوف سے کہ ان لوگوں کے نزدیک جب ظاہری معنی باطل ہو جاوینگے اور اصل حقیقت یا تاویل کے سمجھنے کے لائق نہ ہونے کے سبب وہ اُس کو نہ سمجھینگے تو اصل شرع سے منکر ہو جاوینگے اور کفر تک نوبت پہنچاوینگے ہم کو حقیقت اور صداقت کے بیان سے باز رہنا نہیں چاہیئے اگر یہ الزام صحیح ہو (کما نسب بعض الخلائق الیٰ) تو قرآن مجید بھی بایں ہمہ خوبی اس الزام سے بری نہیں رہ سکتا۔ خود خدا تعالے فرماتا ہے یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا ✦

تاویلات فاسدہ بھی اگر ہوں تو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں اس لئے کہ جو چیز غلط ہے اُس کی غلطی بہت دیر پا نہیں ہوسکتی دوسروں کو اُس کی غلطی بیان کرنے کا اور غلط کو صحیح کرنے کا موقع ملتا ہے اور اگر وہ بیان ہی نہ کی جاویں تو سچ بات کے ظاہر ہونے کا موقع ہی نہیں ہوتا ✦

ہاں یہ بات سچ ہے کہ بہت سے حقایق ایسے ہیں جن پر انسان کو یقین کرنے کے لئے دلیل ہے مگر اُن کی حقیقت جاننا انسان کی فطرت سے خارج ہے مگر اس قسم کے حقایق ہمارے استدلال میں کچھ نقص ڈالنے والے نہیں ہیں کیونکہ دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کا جاننا یا سمجھنا انسان کی فطرت سے خارج ہے اور یہی عدم علم اُن کی معرفت کے لئے کمال معرفت ہے ✦

اصل یہ ہے کہ قدیم زمانہ میں جب کہ علما نے اس قسم کی رائیں لکھیں علم ایک نہایت محدود فرقہ میں تھا جس کو وہ بجز اپنے خاص لوگوں کے اوروں میں شائع کرنا ہی پسند نہیں کرتے تھے اور تمام لوگ اعلےٰ و ادنےٰ علوم کے و نئے اور نئے مسائل سے بھی بے بہرہ تھے اور اُن کے دل شبہات و تشکیکات سے پاک تھے اور یہی باعث ہوا کہ اُن علما نے ایسی رائے قایم کی تھی مگر وہ زمانہ گیا علوم و حکمت اب اس قدر عام ہوگئی کہ ایک بہت بڑا حصہ دنیا کا اُس سے واقف ہوگیا طفل دبستان بھی اپنے مکتب میں ارسطو اور افلاطوں کی غلطیوں کا چرچا جہاں اُنہوں نے کی ہیں ذکر کرتا ہے ہزاروں آدمی شہر و قصبہ میں ایسے موجود ہیں جو خود کچھ نہیں جانتے مگر بہت سے مسائل علوم و حکمت کے سُن سُن کر اُن کے کان آشنا ہوگئے ہیں اور اکثر انسان وہ ہیں جن کے دل شبہات و تشکیکات سے ملتے ہیں۔ اس زمانہ میں جو دینی علم ہیں اُن کا ایمان بھی حلق کے نیچے تک نہیں ہے منہ سے کہتے ہیں کہ جو کچھ قرآن و حدیث میں آیا ہے اُس پر یقین کرنا چاہئے مگر دل میں شبہات بھرے پڑے ہیں۔ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ یقین کرنے سے نہیں ہوتا بلکہ ہونے سے ہوتا ہے پس اب یہ زمانہ ہے کہ جو کوئی بقدر اپنی طاقت کے اُن تمام حقایق اور تاویلات کو نہ کھولے اور لومۃ لایم سے نڈر ہو کر اگلے علما کی اُن غلطیوں کو جو مقتضائے اُس زمانہ کے ناکمل علوم اور ناکمل تحقیقات کے حقایق کی بیان حقیقت اور قرآن مجید کی تفسیر میں راہ پاگئی ہیں عام طور سے سب کے سامنے بیان نہ کرے وہ اپنے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۳۹﴾	بہ سبب اُس کے جو تم کماتے تھے ﴿۳۹﴾

وتش کے ادا کرنے سے قاصر ہے ومن یفعل فھو یجدی حق اللہ وحق دینہ وحق اھلہ دینہ وقومہ واللہ المستعان +

المسئلۃ الاولیٰ

ما الروح ھو جوھر ام عرض

اس امر کی تنقیح کو کہ روح کا وجود ہے یا نہیں ہم کو اوّلاً اجسام موجود فی العالم پر نظر کرنی چاہئے پس جب ہم اُن پر غور کرتے ہیں تو ابتدائے نظر میں اُن کو دو قسم کے پاتے ہیں +

ایک بطور تھوڑے کے کہ وہ جہاں ہیں وہیں ہیں اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتے ممکن ہے کہ وہ بے انتہا بڑے ہو جاویں اگر کوئی ایسا سبب جو اُن کے بڑے ہونے کو روکنے والا نہ ہو۔ اس قسم کے اجسام صرف نہایت چھوٹے چھوٹے متشابہ اجزا سے بنے ہوئے ہیں اور اُس کے ہر ایک جزو میں وہی اوصاف ہیں جو اُس کے کل میں ہیں جیسے پتھر اور لوہا۔ اگر اُن میں سے کوئی ٹکڑا توڑلیں تو اُس میں بھی وہی اوصاف ہونگے جو اُس کل میں ہیں۔ اور جب کہ وہ بالکل خالص بغیر کسی ملاوٹ کے ہو تو اُس میں ایک سی طرح کے پرت ہونگے +

دوسری قسم کے اجسام ایسے ہیں کہ اُن کا جسم باختلاف اُن کی انواع کے ایک معین حد تک بڑا ہوتا ہے اور اُس کے اجزا غیر متشابہ اور مختلف الالوان ہوتے ہیں۔ اور ان میں باریک باریک رگیں اندر سے خالی مثل نلی کے ہوتی ہیں جن میں بہنے والا مادہ پھرتا رہتا ہے اور اسی طرح الگ الگ پردے بھی ہوتے ہیں جن کے بیچ میں خالی جگہ ہوتی ہے اور پھر کہیں اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اس تانا بانا کو اُس جسم کے اعضا کہتے ہیں۔ اس لئے پہلی قسم کے اجسام کو اجسام غیر عضویہ اور دوسری قسم کے اجسام کو عضویہ کہتے ہیں +

اجسام عضویہ میں پرت نہیں ہوتے اور اُس کا نمو اُسی قسم کی دوسری چیزوں سے ہوتا ہے اور جب وہ جوان ہو جاتا ہے تو اُس میں مختلف طرح کا بیج پیدا ہوتا ہے +

غیر عضوی جسم دفعۃً پیدا ہو جاتا ہے جس وقت اُس کا مادہ جمع ہو جائے اور عضوی جسم رفتہ رفتہ نمو پاتا ہے اور جب اُس کے بیج کو بوؤ تو وہی جسم اُس سے پیدا ہوتا ہے جس کا بیج ہے اور بولے دانا جب زمین پہ ڈالتا ہے تو جانتا ہے کہ وہ کب پھوٹیگا اور کب اُس میں مادہ چوسنے کی طاقت آویگی۔ اُس کے پتے اور ٹہنیاں ہوا میں سے غذا بھی لیتی رہتی ہیں جس کے سبب اُن کا قد بڑھتا ہے اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بیشک جن لوگوں نے	اِنَّ الَّذِیْنَ

رنگ بدلتا جاتا ہے ۔

اور ایک فرق ان دونوں جسموں میں یہ ہے کہ جسم عضویہ میں غذا اُن کے اعضا کے اندر جاتی ہے اور اندرونی غذا سے بیرونی جسم بڑھتا ہے اور جب تک یہ قوت رہتی ہے نمو ہوتا رہتا ہے اور ایک زمانہ کے بعد اُس میں ضعف آجاتا ہے اور غذا کم ہو جاتی ہے اور نمو نہیں ہوتا اور آخرکار مرجاتا ہے عضوی جسم کی حالتیں علانیہ بدلتی رہتی ہیں ۔ وہ پیدا ہوتا ہے پھر بڑھتا ہے پھر اُس کا بڑھنا موقوف ہو جاتا ہے پھر بڑھاپے کے سبب گھٹنے لگتا ہے پھر مر جاتا ہے ۔

جسم غیر عضوی پیدا ہوتا ہے اجتماع مادہ سے اور وہ اس طرح بڑھتا ہے کہ اُسی قسم کے اور اجزا مادی اُس کے اوپر کی سطح پر آکر جڑتے جاتے ہیں اور اجسام عضویہ کا نمو اندر سے ہوتا ہے اور جسم غیر عضوی کا حجم بے انتہا بڑھ جا سکتا ہے اگر کوئی امر مانع نہ ہو اور جسم عضوی کا حجم ایک مقدار معین سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا ۔

جسم عضوی اور غیر عضوی میں یہ فرق بھی ہے کہ پہلے جسم میں مختلف قسم کا مادہ ہوتا ہے اور دوسری قسم میں صرف ایک قسم کا ۔ اگرچہ اس کے سوا اور بھی اختلافات ہیں مگر مختصر طور پر مقدم اختلافات کو ذیل میں لکھتے ہیں ۔

۱۔ اجسام عضوی کا وجود تناسل سے ہوتا ہے اور غیر عضوی کا جذب و اتحاد سے ۔

۲۔ بقا اجسام عضوی کا محدود ہے اور غیر عضوی کا محدود نہیں ۔

۳۔ اجسام عضوی کے اجزا کروی شکل پر ہوتے ہیں اور غیر عضوی کے زاویے کے طور پر ۔

۴۔ نمو اجسام عضوی کا منحصر ہے غذا کے اندر جانے پر اور وہ نمو اندر سے باہر کو ہوتا ہے اور غیر عضوی کا اُس کے برخلاف ہے ان کا حجم باہر سے اجزا مل جانے سے بڑا ہو جاتا ہے ۔

۵۔ بناوٹ جسم عضوی کی مختلف اجزا سے ہوتی ہے اور جسم غیر عضوی کے اجزا متحد الصفت ہے ۔

۶۔ جسم عضوی کی ترکیب اجزا متضاعفہ متحرکہ سے ہوتی ہے اور غیر عضوی کی بسیط ۔

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اجسام غیر عضوی میں تمام معدنیات مثل نمک اور پتھر وغیرہ کے اور مٹی کے داخل ہیں اور اجسام عضویہ میں نباتات اور حیوانات ۔

مگر نباتات و حیوانات میں جو فرق ہے وہ بہت ظاہر ہے ۔ حیوانات کی بناوٹ میں نباتات کی بناوٹ سے تضاعفات بہت زیادہ ہیں اور حیوان متحرک ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہے اور وہ مدرک ہے اور ذی اختیار ہے کہ جس کام کو چاہے کرے اور جس کو چاہے نہ کرے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا	جھٹلایا ہماری نشانیوں کو

اور اُس میں حواس مخصوصہ ہیں کہ اُن کے سبب آواز کو بوؤں کو مزے کو چھونے کو جانتا ہے اور غذا اُس کے پیٹ میں جاتی ہے اور بالتخصیص اُس کے پیٹ میں ایک ایسی ہنڈیا ہے جو غذا کو اس طرح پکا دیتی ہے کہ اعضا کے تغذیہ اور نمو کے لایق ہو جاتی ہے +

نباتات اُس کے برخلاف ہیں وہ جہاں بویا ہے وہاں سے دوسری جگہ نہیں چل سکتا۔ اُس میں حرکت کرنے کی قوت نہیں ہے اور نہ اُس میں اختیار ہے وہ اپنی جڑوں کے ذریعے جو زمین میں ہیں اور ٹہنیوں اور پتوں کے ذریعہ سے جو ہوا میں ہیں غذا کو جذب کر لیتا ہے اُس میں کوئی ہنڈیا غذا پکانے کی نہیں ہے بلکہ جو غذا اُس میں جاتی ہے اُسی وقت غذا کے قابل ہوتی ہے +

نباتات و حیوانات میں بہت بڑا اختلاف یہ ہے کہ حیوان میں پٹھوں کا بھی ایک سلسلہ ہے اور نباتات میں نہیں ہے اور یہی اعصاب جب کہ حیوانات میں ایک مرکز سے تعلق رکھتے ہیں اس سبب سے حیوان میں قابلیت احساس ہوتی ہے اور یہ بات نباتات میں نہیں پائی جاتی علاوہ اس کے حیوانات میں اور بھی جھلیاں اور پردے اور پٹے اور عضلے اس قسم کے ہوتے ہیں جو نباتات میں نہیں ہوتے +

ایک عمدہ فرق دونوں میں یہ ہے کہ حیوانات کی غذا اجسام عضوی سے ہوتی ہے اور نباتات کی غذا اجسام غیر عضوی سے جیسے پانی اور ہوائیں اور نمک۔ نباتات کے بننے کا مادہ دراصل ایک کسیلا مادہ ہوتا ہے اور تحلیل کیماوی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مرکب ہے کاربن اور ہیڈروجن اور اوکسیجن سے یہ تینوں ایک ہوائی سیال عنصر ہیں اور نباتات میں نوٹریجن نہیں ہے جس کو ازوٹ بھی کہتے ہیں مگر حیوانات میں ہے اور یہ بھی ایک ہوائی سیال جسم ہے مگر اس کی یہ خاصیت ہے کہ اگر کسی جگہ صرف نیٹروجن بھری ہو اور وہاں آدمی جائے تو فی الفور مر جاتا ہے جیسا کہ غلہ کی کھیتی میں یا کسی پرانے اندھے کنوئیں میں دفعۃً اُترنے سے آدمی مر جاتے ہیں +

یہ تمام امور جو ہم نے بیان کئے ہیں امور محققہ میں سے ہیں جو علم زوالوجی یعنی علم الحیوانات اور علم کمسٹری یعنی کیمیا میں بخوبی ثابت ہیں مگر جو فرق کہ جسم نباتی اور جسم حیوانی میں اوپر بیان ہوا ہے اُس پر ہم زیادہ غور کرنی چاہتے ہیں۔ ہم کو بالتخصیص اس بات پر غور کرنی ہے کہ حیوانات میں جو حرکت اور ارادہ اور اختیار اور ادراک اور خیال اور ایک قوت نتیجہ نکالنے کی ہے اُس کا کیا سبب ہے +

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نباتات کے جسم کے مادہ میں تین عنصر ہیں کاربن۔ اوکسیجن۔ ہیڈروجن۔ اور حیوانات کے جسم کے مادہ میں ایک چوتھا عنصر نوٹریجن بھی ہے مگر تمام عنصر اُن کے جسم کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور اُن سے سرکشی کی	وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا

بناوٹ کا مادہ ہیں اُس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اُن افعال کے بھی باعث ہیں جو حیوانات سے بالتخصیص علاقہ رکھتے ہیں اور جن پر ہم غور کرنی چاہتے ہیں کمسٹری سے ثابت ہوا ہے کہ نائٹروجن میں کچھ کیمیاوی قوت نہیں ہے اور نہ وہ معاون زندگی ہے صرف اتنی بات ہے کہ جانوروں کے گوشت کے ریشوں میں پائی جاتی ہے ✦

یہ سچ ہے کہ حیوانات کے اعضا میں ایک ایسا عضو ہے جو غذا کو اس طرح پکا دیتا ہے کہ اعضا کے تغذیہ اور نمو کے لائق ہو جاتی ہے نباتات میں ایسا کوئی عضو نہیں ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نباتات اپنی جڑ کے ریشوں سے اور اُس کے پتے اور ٹہنیاں ہوا سے وہی مادہ جذب کرتے ہیں جو غذا و نمو کے لائق ہے اور اس لئے اُن میں کسی ایسے عضو کے ہونے کی ضرورت نہیں۔ برخلاف حیوانات کے کہ وہ ایسی غذا کھاتے ہیں جن میں علاوہ مادہ تغذی و نمو کے اور فضول مادہ بھی شامل ہوتا ہے اور اس لئے ایسا ایک عضو بنایا گیا ہے جو مادہ تغذی و نمو کو فضول مادہ سے جدا کرے مگر اُس کے جدا ہو جانے کے بعد حیوان کی وہی حالت ہوتی ہے جو نباتات کی شروع تغذیہ میں تھی اور اس لئے یہ تصور نہیں ہو سکتا کہ حیوانات میں اُس عضو کا ہونا اُن افعال کا باعث ہے جو بالتخصیص حیوانات سے علاقہ رکھتے ہیں ✦

حیوانات کے جسم کی بناوٹ میں ایک بہت بڑا سا جال اعصاب کا ہے جس کا مرجع ایک مرکز عام یعنی دماغ کی طرف ہے اور وہ تمام افعال حیوانات کے جن پر ہم غور کرنا چاہتے ہیں اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں لیکن یہ افعال اُس سے صرف بحیثیت اُن کے اعضا ہونے کے تو منسوب نہیں ہو سکتے اور نہ صرف بحیثیت اُن کے مادہ کے کیونکہ تمام جسم حیوانات میں وہی عناصر موجود ہیں مگر مختلف ترکیب پانے سے مختلف مادہ اور مختلف صورت پیدا ہوئی ہے پس صرف بحیثیت مادہ جو اختلاط عناصر سے پیدا ہوتا ہے وہ افعال منسوب نہیں ہو سکتے ✦

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ عناصر یعنی کاربن آکسیجن ہیڈروجن نائٹروجن کی ترکیب سے کیا حالت پیدا ہو سکتی ہے۔ عناصر آپس میں ملکر ایک دوسری صورت کا جسم پیدا کر لیتے ہیں مثلاً جب آکسیجن اور ہیڈروجن مقدار معینہ سے باہم مل جاتی ہیں تو ایک دوسری صورت کا جسم رقیق سیال پیدا ہو جاتا ہے جس کو پانی کہتے ہیں مگر اُس میں کوئی ایسی صفت جو مادہ کی حیثیت سے بڑھ کر ہو پیدا نہیں ہوتی۔ عناصر کی ترکیب سے ایک جسم غیر میں یا اُسی جسم میں جو ان عناصر سے بنا ہے حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور جب تک وہ ترکیب قائم رہے وہ حرارت بھی قائم رہتی ہے۔ عناصر کی ترکیب سے جسم میں ایک خاص قسم کے مادہ کی یا دوسرے جسم کے جذب کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے جیسے کہ مقناطیس میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ	ہرگز نہ کھولے جاوینگے اُن کے لئے

لوہے کی کشش اور نباتات و حیوانات میں دیگر اقسام کے عناصر اور مادہ کے جذب کی قوت پیدا ہوتی ہے - عناصر کی ترکیب سے ایک ایسا جسم پیدا ہو جاتا ہے جو جوشش میں (یعنی متحرک) رہے یعنی خود اُسی کے اجزا حرکت میں رہیں جب تک کہ وہ ترکیب اُس میں باقی رہے جیسے کہ تیزابوں کے ساتھ دوسری چیزوں کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے - عناصر کی ترکیب سے ایک قوت مخفیہ جو اجسام میں ہے ظاہر ہو جاتی ہے اور دیگر اجسام سے جذب کر کے ایک جگہ لے آتی ہے جیسے کہ اعمال برقی سے ظہور اور اجتماع برق کا ہوتا ہے - ترکیب عناصر سے یا اُن اجسام کی ترکیب سے جو عناصر سے بنے ہوئے ہیں ایک جسم ہوائی سیال پیدا ہوتا ہے جو دکھائی بھی دیتا ہے اور کبھی ایسا لطیف ہوتا ہے جو دکھائی بھی نہیں دیتا ✦

اکثر اطبا اور حکما کا یہ خیال ہے کہ جسم حیوانی میں جو ترکیب عناصر سے بنا ہے اور جس میں مختلف قسم کے اعضا ہیں اُس ترکیب کے سبب ایک جسم ہوائی پیدا ہوا ہے جو باعث تہیج ہے جو سبب ہے حیوانات میں ارادہ پیدا ہونے کا اور ترکیب اعضا سے حرکت کے ظہور میں آنے کا اور یہی جسم سیال ہوائی باعث ہے انسان کی زندگی کا اور اسی کو بعضوں نے روح حیوانی اور بعضوں نے مطلق روح اور بعضوں نے نسمہ سے تعبیر کیا ہے اور نتیجہ اس کا یہ سمجھا ہے کہ جب ترکیب جسم حیوانی کی اس جسم سیال کے قایم رہنے کے قابل نہیں رہتی تو وہ حالت موت سے تعبیر کی جاتی ہے اور اُس کا صحیح نتیجہ یہ ہے کہ جسم کے معدوم ہونے یا اُس کی حالت قابل قایم رکھنے اُس جسم سیال کے معدوم ہونے کے ساتھ وہ جسم سیال بھی معدوم ہو جاتا ہے یعنی وہ روح بھی فنا ہو جاتی ہے ✦

مگر ہم کو اس میں یہ کلام ہے کہ تمام آثار جو ترکیب عناصر سے پیدا ہوتے ہیں وہ سب یکساں ہوتے ہیں مثلاً مقناطیس اُس میں بسبب عناصر کے لوہے کے جذب کی قوت پیدا ہوئی ہے تو اب یہ نہیں ہو سکتا کہ کبھی وہ اس کو جذب کرے اور کبھی جذب نہ کرے - یا جب ہم نے ایسے عناصر کو یا اجسام مرکبہ عناصر کو آپس میں ترکیب دیا جو برق کے مہیج ہیں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ کبھی برق مہیج ہو اور کبھی نہ ہو - یا اجسام نباتی جب کہ وہ اپنی ٹھیک حالت میں ہیں ان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مادہ غذائی کو اپنی جڑوں اور ٹہنیوں اور پتیوں سے جب چاہیں جذب کریں اور جب چاہیں جذب نہ کریں غرض کہ جو آثار جس جسم میں بوجہ ترکیب عناصر پیدا ہوتے ہیں وہ آثار اُس جسم سے کبھی منفک نہیں ہوتے اور اُس جسم کے اختیار میں یہ بات نہیں ہوتی کہ جب چاہے اُن آثار کو ظاہر ہونے دے اور جب چاہے اُن کو ظاہر نہ ہونے دے ✦

اس کا ثبوت زیادہ تر اُس قسم کی نباتات پر غور کرنے سے بخوبی حاصل ہوتا ہے جس کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَبْوَابُ السَّمَآءِ	دروازے آسمان کے

جاندار نبات خیال کیا جاتا ہے۔ ایک درخت جو چھوئی موئی یا لجائی کے نام سے مشہور ہے۔ صرف چھونے سے اُس کے پتے سکڑ جاتے ہیں اور ٹہنی گر پڑتی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر پتے کشادہ اور ٹہنی اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ امریکا میں ایک اور درخت پایا گیا ہے جس کو ڈبنہ کہتے ہیں اس کے پھول کی پنکھڑیوں پر جب مکھی یا بھنگا آکر بیٹھتا ہے تو پنکھڑیاں بند ہو جاتی ہیں اور اُس جانور کو پکڑ لیتی ہیں یہاں تک کہ وہ مر جاتا ہے مگر اُن سے یہ کبھی نہیں ہوتا کہ اُس کو چھوئیں اور پتے سُکڑیں اور ٹہنی نہ گرے یا مکھی اور بھنگا اُس پھول کی پنکھڑی پر بیٹھے اور وہ اُس کو نہ پکڑ لے ۔

بعض پانی کی نباتات ایسی معلوم ہوئی ہیں جن پر شبہ حرکت ارادی کا پیدا ہوتا ہے چنانچہ ایک قسم کی نبات تمگے کی مانند ہے وہ ایک دوسرے سے ملنے کو حرکت کرتی ہے تاکہ اُن کے ملنے سے پیدائش اُن کی ہو مگر یہ کیفیت صرف قوت جاذبہ سے بھی پیدا ہوتی ہے اُس پر حرکت ارادی کا اطلاق نہایت مشتبہ ہے خصوصاً جب کہ وہ پانی پر تیرتی ہیں ۔

پانی میں پیدا ہونے والی ایک اور نبات ہے جب وہ اُس نبات سے جس سے پیدا ہوئی ہے علیحدہ ہوتی ہے تو اور نبات کے پیدا کرنے پر مستعد ہوتی ہے اور متحرک رہتی ہے اور جب اس میں قوت حرکت و نمو باقی رہتی ہے تو اُس میں سے اُسی قسم کی نبات پیدا ہوتی ہے مگر نہایت مشتبہ ہے کہ اُس کی حرکت کو حرکت ارادی تصور کیا جاوے ۔ اجتماع اور ترکیب عناصر سے تحرک پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا اور جب کہ وہ جسم پانی پر ہو تو اُس کا تحرک اُس کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر بھی لے جا سکتا ہے مگر اُس پر حرکت ارادی کا اطلاق یقینی طور پر نہیں ہو سکتا ۔

حیوان کے بعض افعال ایسے ہیں جو صرف ترکیب عناصر کا نتیجہ نہیں ہو سکتے مثلاً ارادہ و اختیار کہ جس کام کو چاہے کرے اور جس کام کو چاہے نہ کرے اگر کسی کام کے کرنے کا ارادہ صرف نتیجہ ترکیب عناصر کا ہوتا تو اس کا کرنا امر طبعی ہوتا اور اس لئے اُس کا نہ کرنا امر خلاف طبع ہوتا جس کا محال ہونا بدیہی ہے ۔ علاوہ اس کے حیوانات میں بہت سے ایسے انکشافات ہیں جن کا صرف ترکیب عناصر سے ہونا ناممکن ہے مثلاً حیوان کی آنکھ کا ترکیب عناصر اور ترتیب طبقات سے بنا اور اُس میں اُن چیزوں کی صورت کا جو اُس کے سامنے ہوں شعاع کے سبب منقش ہونا یقینی امر ہے مگر اُس کا اُن اشیا کو پہچاننا اور دوست و دشمن میں تمیز کرنا صرف ترکیب عناصر سے نہیں ہو سکتا ۔ علاوہ اس کے خیال ایک ایسا امر ہے کہ کوئی دلیل اور کوئی ترکیب کیمیاوی کا اصول اس بات پر قایم نہیں ہو سکتا کہ صرف عناصر کی ترکیب کیمیاوی کا وہ نتیجہ ہے بلاشبہ صانع نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور نہ داخل ہونگے جنت میں	وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

ان کاموں کے جدا جدا اعضا بنائے ہیں جو عناصر کی ترکیب کیمیاوی سے بنے ہیں مگر کوئی دلیل نہیں ہے کہ صرف وہی علت تمام اُن امور کے ہیں ۔ غرضکہ یہ سب امور جن کو ہم ایک مختصر لفظ تعقل سے تعبیر کرتے ہیں صرف ترکیب کیمیاوی عناصر کا نتیجہ نہیں ہے ۔ ہم عناصر میں فرداً فرداً کوئی ایسے آثار نہیں پاتے جس سے یہ امر ثابت ہو کہ عناصر میں تعقل اور اختیار ہے اور جب اُن میں یہ صفت حالت انفراد میں نہیں ہے تو حالت ترکیب میں بھی وہ صفت اُن سے پیدا نہیں ہوسکتی کیونکہ اختیار اور عدم اختیار دو مخالف صفتیں ہیں اور جو صفت کہ اجزا میں نہیں ہے تو اُن سے جو چیز کہ مرکب ہوئی ہے میں بھی نہیں ہوسکتی یعنی کوئی جنس جو غیر جنس طبیعت اجزا ہو وہ اُس شے میں جو اُن اجزا سے مرکب ہے حاصل نہیں ہوتی ✣

جب کہ ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ بہت سے افعال حیوانات کے ایسے ہیں جو صرف عناصر معلومہ کی ترکیب کا نتیجہ نہیں ہیں تو ہم کو ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حیوانات میں کوئی ایسی شے ہے جو تعقل کا باعث ہے اور اُس نتیجہ پر ہم لازمی طور پر پہنچتے ہیں اور اس لئے حیوانات میں اس شے کے ہونے کا لازمی طور پر یقین کرتے ہیں اور اُسی شے کو جو وہ ہو ہم روح کہتے ہیں ✣

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے مگر اس سوال کا جواب انسان کی فطرت سے باہر ہے انسان کی فطرت صرف اس قدر ہے کہ وہ اشیا کے وجود کو ثابت کرسکتا ہے خواہ وہ اشیا محسوس ہوں یا غیر محسوس مگر اُن کی حقیقت کا جاننا اُس کی فطرت سے خارج ہے کسی شے کی بھی حقیقت انسان نہیں جانتا اُن اشیا کی بھی حقیقت نہیں جانتا جو ہردم اُس کے سامنے یا اُس کے استعمال میں ہیں مثلاً پانی انسان یہ ثابت کرسکتا ہے کہ پانی موجود ہے مگر اس کی حقیقت نہیں بتا سکتا زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اُس کے اجزا کی اگر اس میں ہوں تشریح کرسکتا ہے اور پھر اُن اجزا کی حقیقت نہیں بیان کرسکتا وہ کہ سکتا ہے کہ پانی میں آکسیجن اور ہیڈروجن ہے جب پوچھو کہ آکسیجن اور ہیڈروجن کیا چیز ہے تو اُس کی حقیقت نہیں بتا سکتا بس جب کہ انسان اُن چیزوں کی حقیقت نہیں جان سکتا جو اس قدر عام ہیں اگر وہ روح کی ماہیت بھی بعد اس کے کہ اُس کے وجود کو ثابت کرچکا ہے نہیں بیان کرسکتا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ✣

جو چیز کہ ہمارے تجربہ سے خارج ہے جیسے کہ روح اُس کی نسبت بجز اس کے کہ دلیل یا قیاس سے کوئی امر کہیں حسب مقتضائے فطرت انسانی اور کچھ نہیں کہہ سکتے مگر جب ہم کو اُس کا وجود حیوانات میں ثابت ہوا ہے اور وہ ایسا وجود ہے کہ جس سے تمام افعال جو حیوانی افعال میں اعلےٰ ترین افعال بلکہ مخصوص با حیوانات ہیں اُسی کے سبب سے ہیں تو ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ضرور ہے کہ وہ ایک شے الطف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یہاں تک کہ گھس جاوے اونٹ	حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ

اور جوہر قایم بالذات ہو اور اسی لئے ہم روح کو ایک جسم لطیف جوہر قیم بالذات تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ہم کو یہ بات ثابت نہیں ہوئی ہے کہ کوئی اور جسم بطور جوہر کے موجود ہے اور روح اُس کے ساتھ قایم ہے بلکہ ہم کو صرف روح کا وجود ثابت ہوا ہے بغیر وجود کسی دوسرے وجود کے اور اس لئے لازم ہے کہ اُس کو جوہر تسلیم کیا جاوے غرض ۔

مذہب اسلام نے روح کا موجود ہونا بیان کیا مگر اُس کی حقیقت بیان نہیں کی خدا تعالےٰ کے اس قول کی نسبت کہ " قل الروح من امر ربی " علما نے دو قسم کی گفتگو کی ہے بعضوں کی رائے ہے کہ حقیقت روح سے بحث کرنا جائز نہیں رکھا گیا ہے اور بعضوں کی یہ رائے ہے کہ روح کے قدیم یا حادث یعنی مخلوق ہونے کی نسبت جو مباحثہ تھا اُس کا جواب ہے ۔ بہرحال اُس سے کوئی مطلب سمجھا جاوے مگر جو تفصیل کہ ہم نے اوپر بیان کی اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقت روح کا جاننا بلکہ ہر ایک شے کی حقیقت کا جاننا فطرت انسانی سے خارج ہے ۔ قرآن مجید تمام اُن چیزوں کی حقیقت کے بیان سے جن کا جاننا فطرت انسانی سے خارج ہے انکار کرتا ہے اسی طرح حقیقت روح کو بھی بیان نہیں کیا عام چیزوں کی نسبت کثرت استعمال و مشاہدہ کے باعث لوگوں کا خیال کمتر رجوع ہوتا ہے حالانکہ وہ اُن عام چیزوں کی حقیقت بھی کچھ نہیں جانتے اگر وہ لوگ جنہوں نے روح کی نسبت سوال کیا تھا پانی اور مٹی کی نسبت سوال کرتے تو خدا تعالےٰ یہی فرماتا کہ یسئلونک عن الماء والطین قل الماء والطین من امر ربی غرضکہ ماہیت اشیا کا جاننا انسانی فطرت سے خارج ہے ۔

جب کہ ہم روح کو ایک جوہر تسلیم کرتے ہیں تو اُس کے مادی یا غیر مادی ہونے پر بحث پیش آتی ہے ۔ مگر جب کہ ہم کو اُس کی ماہیت کا جاننا ناممکن ہے تو درحقیقت یہ قرار دینا بھی کہ وہ مادی ہے یا غیر مادی ناممکن ہے دنیا میں بہت سی چیزیں موجود ہیں جو باوجود اس کے کہ وہ محسوس بھی ہوتی ہیں اور اُن کے مادی یا غیر مادی ہونے کی نسبت فیصلہ نہیں ہو سکتا ۔ مثلاً ہم ایک شیشہ کے پہیے کے ذریعہ سے الکٹرسٹی یعنی بجلی نکالتے ہیں اور وہ نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور خصوص اجسام میں سرایت کر جاتی ہے انسان کے بدن سے گذر جاتی ہے ۔ بعض ترکیبوں سے ایک بوتل میں یا انسان کے بدن میں محبوس ہو جاتی ہے ۔ بعض خصوص اجسام ایسے ہیں جن میں نفوذ نہیں کر سکتی ۔ مگر اُس کی ماہیت کا اور یہ کہ وہ شے مادی ہے یا غیر مادی تصفیہ نہیں ہو سکتا طرفین کی دلیلیں شبہ سے خالی نہیں ۔ یہی حال روح کے مادی یا غیر مادی قرار دینے کا ہے لیکن اگر وہ کسی قسم کے مادہ کی ہو یا ہم اُس کو کسی قسم کی مادی تسلیم کرلیں تو کوئی نقصان یا اشکال پیش نہیں آتی البتہ اس قدر ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ جن اقسام مادوں سے ہم واقف ہیں اُس کا مادہ اُن اقسام کے مادوں سے نہیں ہے کیونکہ اُن سے منفرداً یا مجموعاً اُن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ	سوئی کے ناکے میں

افعال کا صادر ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے جو افعال کہ روح سے صادر ہوتے ہیں ؛

شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ تمام حیوانات میں بسبب اختلاط اخلاط کے قلب میں بخار لطیف پیدا ہوتا ہے جس کو حرارت غریزی کہتے ہیں اُسی سے حیوان کی زندگی ہے جب تک وہ پیدا ہوتا رہتا ہے حیوان زندہ رہتا ہے جب اس کا پیدا ہونا بند ہو جاتا ہے حیوان مرجاتا ہے اُس کی مثال ایسی ہے جیسے گلاب کے پھول میں نمی یا کوئلے میں آگ (اس زمانہ کے موافق ٹھیک مثال یہ ہے کہ جیسے اجسام میں الکٹرسٹی) مگر یہ بخار متولدہ من الاخلاط روح نہیں ہے۔ بلکہ یہ بخار جس کو وہ نسمہ قرار دیتے ہیں روح کا مرکب ہے اور روح کو اُس سے متعلق ہونے کے لئے مادہ ہے۔ پس روح اس نسمہ سے متعلق ہوتی ہے اور بذریعہ اس نسمہ کے جسم سے ؛

اس دعوے کی دلیل وہ یہ لاتے ہیں کہ ہم ایک بچہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہوتا ہے اور بڑھا ہوتا ہے اور اُس کے بدن کے اخلاط اور وہ روح یعنی نسمہ جو ان اخلاط سے پیدا ہوتی ہے ہزاروں دفعہ بدلتے رہتے ہیں۔ وہ بچہ چھوٹا ہوتا ہے پھر بڑا ہو جاتا ہے کبھی گورا رنگ نکلتا ہے کبھی کالا پڑ جاتا ہے۔ جاہل ہوتا ہے پھر عالم ہو جاتا ہے اسی طرح بہت سے اوصاف بدلتے رہتے ہیں مگر وہ وہی رہتا ہے جو تھا۔ اگر کسی شخص میں ہم اُن اوصاف کے بقا کا یقین نہ کریں تو بھی اُس شخص کے بقا کا یقین کرتے ہیں پس وہ شخص اُس کے سوا ہے۔ اور جو چیز کہ اُس کے سبب یہ ہے وہ نہ وہ روح ہے یعنی نسمہ اور نہ یہ بدن ہے اور نہ تشخصات ہیں جو ابتدائے خیال میں آتے ہیں بلکہ وہ حقیقی روح ہے۔ وہ چھوٹے کے ساتھ بھی اسی طرح ہے جیسے بڑے کے ساتھ ہے۔ کالے کے ساتھ بھی اسی طرح ہے جس طرح کہ گورے کے ساتھ ہے (انتہےٰ ملخصاً) غرضکہ جس قدر غور کی جاوے حیوان میں علاوہ عناصر مرکبہ کے اور جو نتیجہ اُس ترکیب سے ہوتا ہے ایک اور شے بھی پائی جاتی ہے جس سے ارادہ اور تعقل اور ایجاد اور ترقی مراتب تعقل میں صادر ہوتی ہے اور اُسی شے کو ہم روح کہتے ہیں ؛

المسئلۃ الثانیۃ

روح الانسان وسائر الحیوانات من جنس واحد

بیشک میں اس بات کا قائل ہوں کہ انسان میں اور تمام حیوانات میں ایک ہی سی روح ہے انسان میں بسبب ترکیب اخلاط کے ایک قسم کی روح حیوانی پیدا ہوتی ہے جس کو نسمہ سے تعبیر کیا ہے اور روح حقیقی جو ما نحن فیہ ہے اُس سے متعلق ہوتی ہے۔ اسی طرح تمام حیوانات میں بھی ترکیب اخلاط

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۸﴾	اور اسی طرح ہم بدلا دیتے ہیں گنہگاروں کو ﴿۴۸﴾

سے روح حیوانی پیدا ہوتی ہے ۔ ہم حیوانات میں بھی تعقل اور ارادہ پاتے ہیں پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اُن میں بھی روح کا ہونا تسلیم نہ کریں ۔ اور کوئی دلیل ہمارے پاس ایسی نہیں ہے جس سے ہم انسان کی روح کو اور جنس سے اور حیوانات کی روح کو اور جنس سے قرار دیسکیں ۔ اور اس لئے ہم انسان میں اور حیوانات میں ایک ہی جنس کی روح کے ہونے کو تسلیم کرتے ہیں ◆

المسئلۃ الثالثۃ

لم لا یصدر من سائر الحیوانات ما یصدر من الانسان

و لم احدھما مکلّف والاٰخر غیر مکلّف

جب کہ ہم نے روح کو سبب تعقل و ارادہ تسلیم کیا ہے تو اس سے ضرور لازم آتا ہے کہ روح فی نفسہ مدرک ذی ارادہ اور مصدر افعال ہے مگر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جب کہ وہ مجرد نسمہ سے اور نسمہ مجرد جسم سے ہو تب بھی اُس سے افعال صادر ہوتے ہیں ۔ مثلاً ہم کسی درخت کے تخم کو خیال کریں کہ اس میں بالقوہ ٹہنیں اور پتوں اور پھلوں کا موجود ہے مگر حالت موجودہ میں اُس سے کوئی چیز حاصل نہیں ہوسکتی اسی طرح روح میں تعقل اور ارادہ موجود ہے الا جب تک کہ اُس کا تعلق نسمہ سے اور نسمہ کا تعلق بدن سے نہ ہو اُس سے وہ افعال صادر نہیں ہو سکتے ۔ صدور افعال کے لئے جسم کی ضرورت ہے پس اُس جسم کی جس قسم کی بناوٹ ہوگی اُسی قسم کے افعال اُس سے صادر ہونگے ۔ اس کی مثال بعینہٖ ایسی ہے جیسے دخان اور دخانی کل ۔ دخانی کل کے تمام پرزوں کو حرکت دینے والی صرف ایک چیز ہے یعنی دخان[1] مگر جس قسم کے پرزے بنائے گئے ہیں اُسی قسم کے افعال اُن سے صادر ہوتے ہیں ۔ اسی طرح گو انسان اور حیوانات میں ایک جنس کی روح ہے مگر ہر ایک سے بمقتضائے اُس کی صورت نوعیہ کے افعال صادر ہوتے ہیں ۔ انسان کے اعضا کی بناوٹ میں بھی ایک دوسرے سے کچھ فرق ہے اور یہی سبب ہے کہ بعض انسانوں سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو دوسرے سے صادر ہونے ممکن نہیں ہیں ۔ ایک کی آواز نہایت دلکش ہے دوسرے کی نہایت معیب نہ وہ اپنی آواز کو معیب کر سکتا ہے اور نہ یہ اپنی آواز کو دلکش بنا سکتا ہے ۔ ایک کے دماغ کی بناوٹ علوم دقیقہ کے ایجاد کرنے کے لایق ہے

[1] دخان کے لفظ کا استعمال اس جگہ صحیح نہیں ہے بلکہ بخار کا استعمال زیادہ مناسب تھا مگر چونکہ عموماً دخانی کل عام لوگوں میں مشہور ہے اس لئے اسی لفظ کا استعمال کیا ہے ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُن کے لئے جہنم سے بچھونا ہے	لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ

دوسرے کے دماغ کی بناوٹ عام بات کے سمجھنے کے بھی لایق نہیں ۔ پس روح سے افعال مطابق بناوٹ اُس جسم کے صادر ہوتے ہیں جن سے وہ متعلق ہے اور یہی سبب ہے کہ جو کچھ انسان کرسکتا ہے وہ حیوان نہیں کرسکتے بلکہ بہت سے ایسے امر ہیں کہ ایک انسان کرسکتا ہے دوسرا انسان نہیں کرسکتا اور جو حیوان کرسکتا ہے وہ انسان نہیں کرسکتا پس یہ تفاوت اُن آلات کا ہے جن کے وسیلہ سے افعال روح کے صادر ہوتے ہیں ✦

ہم دیکھتے ہیں کہ حیوانات کی بناوٹ اس قسم کی ہے کہ اُس سے نہایت محدود افعال صادر ہوسکتے ہیں اور وہ بھی اکثر ایسے ہیں جو اُن کی زندگی کے لئے ضروری ہیں اور اُس تمام نوع کے ایک ہی قسم کے افعال ہوتے ہیں اور قریباً وہ سب افعال ایسے ہوتے ہیں کہ بلا تعلیم و اکتساب ان کو حاصل ہوجاتے ہیں ۔ اُن سے کوئی افعال ایسے صادر نہیں ہوسکتے جن سے روح کی ترقی یا تنزل کو کچھ تعلق ہو اور اُن سے روح کو اکتساب سعادت یا شقاوت حاصل ہو اور اسی سبب سے وہ مکلف نہیں ہیں برخلاف انسان کے کہ اُس کی بناوٹ ایسی ہے جس سے افعال غیر محدود صادر ہوسکتے ہیں اُن میں ترقی ہوسکتی ہے اُن میں تنزل آجاتا ہے ایک انسان سے کسی قسم کے ایک ہی قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں وہ علوم عقلیہ و الٰہیہ کا انکشاف کرسکتا ہے اُس کے ادراکات اور انکشافات کی کوئی حد نہیں ہے ۔ اُس سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو روح کے لئے باعث اکتساب سعادت یا شقاوت ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ مکلف ہے ✦

المسئلۃ الرابعۃ

ان للروح اکتساب سعادۃ وشقاوۃ

یہ مسئلہ بلاشبہ نہایت دقیق مسئلہ ہے اُس کے ثبوت کے لئے عینی دلیل کا ہونا قانون قدرت کے برخلاف ہے مگر اُس کے لئے ایسی قیاسی دلیلیں موجود ہیں جو اس بات پر یقین دلاسکتی ہیں کہ روح سعادت یا شقاوت کا اکتساب کرتی ہے ✦

یہ امر تسلیم ہوچکا ہے کہ تعقل اور ارادہ روح کا خاصہ ہے ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اُن چیزوں کو اکتساب کرتا ہے جو اُس میں پہلے نہ تھیں ۔ وہ جاہل ہوتا ہے پھر علوم کا اکتساب کرکے عالم ہوجاتا ہے وہ حقایق اشیا کو جہاں تک کہ اُن کا جاننا قانون قدرت کی رُو سے ممکن ہے نہیں جانتا پھر تجربہ اور تحقیقات سے اُن کا اکتساب کرلیتا ہے ۔ جب کہ وہ پیدا ہوا تھا اُس کے خیالات بالکل سادے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور اُن کے اوپر سے بالاپوش	وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ

حیوان کی مانند تھے رفتہ رفتہ وہ مختلف باتوں کو اکتساب کرتا جاتا ہے جس سوسئٹی میں وہ پرورش پاتا ہے اُس کی تمام مادی و غیر مادی عادتیں اور خیالات کو اکتساب کر لیتا ہے +

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بعضی دفعہ نہایت نجس اور ناپاک میلا کچیلا سُور کی مانند زندگی اختیار کرتا ہے اور کبھی نہایت صفائی اور ستھرائی اور اُجلے پنے سے زندگی بسر کرتا ہے +

یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کبھی اُس میں نہایت سفاک اور بے رحم عادتیں ہوتی ہیں وہ خونخوار ہوتا ہے مردم آزاری کرتا ہے تمام قوائے بہیمیہ اُس پر ایسا غلبہ کرتے ہیں کہ وہ ایک حیوان درندہ بصورت انسان ہو جاتا ہے۔ کبھی اُس میں ایسی صلاحیت اور نیکی رحم اور تواضع بُردباری اور سب کے ساتھ محبت و ہمدردی پیدا ہوتی ہے کہ ایک فرشتہ بصورت انسان دکھائی دیتا ہے ۔ ان تمام فضائل و رذائل کو وہی شے اکتساب کرتی ہے جس کا خاصہ تعقل و ارادہ ہے یعنی روح کیونکہ انسان کا جسم اور تمام اعضائے اندرونی تو برابر تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تعقل و ارادہ اُن اعضا کا خاصہ تھا۔ یہ ایسی واضح دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ روح سعادت و شقاوت کا اکتساب کرتی ہے اور اُس کی حالت بمناسبت اُس کے جس کا اُس نے اکتساب کیا ہے تبدیل ہو جاتی ہے۔ فسعیدٌ اکتسب سعادۃ وشقی ان اکتسب شقاوۃ +

المسئلة الخامسة

ان للانسان موت فما حقیقة الموت وللروح بقاء بعد مفارقة الابدان

امید ہے کہ ہم اور ہمارے اس کتاب کے پڑھنے والے ضرور ایک دن اس کی واقعی حقیقت سے واقف ہونے والے ہیں مگر اس زندگی میں جس قدر کہ موت کا حال معلوم ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ خلاط کے تغیر یا کسی ایسے عضو میں نقصان پہنچنے کے سبب جس سے اُن بخارات کی تولید یا بقا کو زیادہ تعلق ہے جو ترکیب خلاط سے پیدا ہوتے ہیں اور جن کو نسمہ سے تعبیر کیا ہے اُن کی تولید موقوف ہو جاتی ہے اور موجودہ مضمحل ہو جاتے ہیں اُس وقت انسان یا حیوان مر جاتا ہے اور روح جس کو بدن سے تعلق اُسی نسمہ کے سبب سے تھا جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے +

مگر غور طلب یہ بات ہے کہ جس قدر زمانہ تک روح کو نسمہ سے مصاحبت رہی ہے اُس سے کچھ تاثر روح میں ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو بعد مفارقت ابدان وہ تاثر اُس میں باقی رہتا ہے یا نہیں۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ تمام اجسام لطیف جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک اور قسم کا جسم حاصل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (۳۹)	اور اسی طرح ہم بدلا دیتے ہیں ظالموں کو (۳۹)

کر لیتے ہیں۔ اگر کیمیاوی ترکیب پر خیال کیا جاوے تو تمام اجسام سخت بے سخت و ثقیل سے ثقیل کی ترکیب صرف اجسام لطیف ہوائی سے ہے جن کو علم کیمیا میں گیاس یا بخارات سے تعبیر کیا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کہ روح کو نسمہ کے ساتھ ملنے سے تاثر نہ ہوا ہو اور اُس نے کوئی جسم جو اُس کے پہلے جسم سے کسی امر میں مختلف ہو حاصل نہ کیا ہو۔ اس کے تسلیم کے بعد کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کہ بدن سے مفارقت کرنے کے بعد پھر فی الفور روح کا وہ جسم بھی جو اُس نے نسمہ کی مصاحبت سے حاصل کیا ہے تحلیل ہو جاوے۔ نتیجہ اس تقریر کا یہ ہے کہ روح نسمہ کی مصاحبت سے ایک اور جسم لطیف حاصل کرتی ہے اور وہ جسم روح اور نسمہ سے ترکیب پایا ہوا ہوتا ہے اور بدن سے مفارقت کرنے کے بعد بھی وہ جسم علےحالہ باقی رہتا ہے گو بعد کو روح کا کسی وقت نسمہ سے علیحدہ ہو جانا بھی ممکن ہو کیونکہ جن اسباب سے دو جسم لطیف آپس میں ملکر ایک نیا جسم پیدا کرتے ہیں وہ دیگر اسباب سے تحلیل بھی ہو جاتے ہیں یعنی ایک دوسرے سے علیحدہ بھی ہو جاتے ہیں پس یہی حال روح و نسمہ کا ہوتا ہے۔ ہوا میں پھولوں کے اجزائے لطیف ملنے سے تمام ہوا خوشبودار اور غلیظ چیزوں کے اجزائے رقیق ملنے سے بدبودار ہو جاتی ہے اور پھر وہ اجزا تحلیل ہو جاتے ہیں اور ہوا علےحالہ صاف رہ جاتی ہے۔ اسی طرح وہ اجسام جو ترکیب کیمیاوی سے مرکب ہیں دیگر اسباب و تاثرات سے تحلیل ہو جاتے ہیں پس روح و نسمہ میں ترکیب کیمیاوی ہوئی ہو یا غیر کیمیاوی اُس کا تحلیل ہونا ممکن ہے ✦

جب روح کو ایک جسم لطیف جوہر مستقل بالذات تسلیم کیا جاوے جیسا کہ ہم نے تسلیم کیا ہے تو اُس کا فنا ہونا محالات سے ہے تمام چیزیں جو دنیا میں موجود ہیں کوئی بھی اُن میں سے معدوم نہیں ہوتی صرف تبدیل صورت ہوتی ہے پانی آگ سے یا دھوپ کی تیزی سے خشک ہو جاتا ہے مگر معدوم نہیں ہوتا صرف صورت کی تبدیل ہوتی ہے آکسیجن اور ہیڈروجن علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں آکسیجن ہیڈروجن میں ہیڈروجن ہیڈروجن میں مل جاتی ہے اور ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز معدوم نہیں ہوتی پس روح کے معدوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے غایت مافی الباب یہ ہے کہ جب تمام اشیائے موجودہ میں تبدیل صورت ہوتی رہتی ہے تو روح میں بھی تبدیل صورت ہوتی ہوگی اس کی اطلاع پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ مگر اُس کے تسلیم کر لینے سے کوئی مشکل مذہب اسلام میں پیش نہیں آتی بلکہ بعض خیالات کی جو اہل اسلام میں مروج ہیں اور میری تحقیق میں اُن کی بنا کسی معتبر سند پر نہیں ہے تائید ہوتی ہے۔ غرضکہ روح کے وجود کو تسلیم کرنے کے ساتھ ہی اُس کے بقا کا تسلیم کرنا بھی لازم آتا ہے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۴۰)	اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے عمل کئے ہیں ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر بقدر اس کی طاقت کے۔ وہی لوگ ہیں بہشت میں جانے والے اور وہاں میں ہمیشہ رہیں گے (۴۰)

المسئلۃ السادسۃ

ان سلمنا البقاء للروح فما حقیقۃ البعث والحشر والنشر

بعث وحشر ونشر کی حقیقت بیان کرنے سے پہلے یہ بیان کرنا چاہئے کہ قیامت کے دن کائنات کا کیا حال ہوگا اور قرآن مجید میں اس کی نسبت کیا بیان ہوا ہے اور اس کا مطلب کیا ہے اس لئے اوّلاً ہم قیامت کا ذکر کرتے ہیں +

قیامت

قیامت کے دن کائنات کا جو حال ہوگا وہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیتوں میں مذکور ہے +

۱- یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا للہ الواحد القہار (۱۴ سورۃ ابراھیم ۴۹) +	۱- اُس دن بدل دی جاویگی زمین سوائے اُس زمین کے اور بدل دئے جاوینگے آسمان اور حاضر ہونگے سامنے خدا کے واحد قہار کے +
۲- یوم تکون السماء کالمھل وتکون الجبال کالعھن (۷۰ سورۃ المعارج ۸ و ۹) +	۲- جس دن کہ ہوگا آسمان تیل کی تلچھٹ کی مانند اور ہوونگے پہاڑ رنگ برنگ کے اُون کی مانند +
۳- یوم یکون الناس کالفراش المبثوث وتکون الجبال کالعھن المنفوش۔ (۱۰۱ سورۃ القارعۃ - ۳ و ۴) +	۳- جس دن ہوجاوینگے آدمی پراگندہ ٹڈیوں کی مانند اور ہوجاوینگے پہاڑ رنگ برنگ کی دُھنی ہوئی اُون کی مانند +
۴- کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربک والملک صفا صفا (۸۹ سورۃ الفجر ۲۲ و ۲۳) +	۴- جس وقت توڑی جاویگی زمین ریزہ ریزہ اور آویگا تیرا پروردگار اور فرشتے صف کے صف +
۵- فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ وحملت الارض والجبال	۵- پھر جب پھونکا جاویگا صور میں ایک دفعہ کا پھونکنا اور اٹھائی جاویگی زمین اور پہاڑ پھر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَنَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِہِمۡ مِّنۡ غِلٍّ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہِمُ الۡاَنۡہٰرُ ۚ وَ قَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ہَدٰىنَا لِہٰذَا ۟ وَ مَا کُنَّا لِنَہۡتَدِیَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ ہَدٰىنَا اللّٰہُ ۚ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ ؕ وَ نُوۡدُوۡۤا اَنۡ تِلۡکُمُ الۡجَنَّۃُ اُوۡرِثۡتُمُوۡہَا بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۴۱﴾

اور ہم نکال لینگے ناخوشی کو جو کچھ کہ اُن کے دل میں تھی (یعنی بہشت میں کسی کے دل میں ناخوشی نہیں رہیگی) اُن کے نیچے بہتی ہونگی نہریں، اور وہ کہینگے شکر خدا کا جس نے ہم کو اس لئے ہدایت کی اور ہم ایسے نہ تھے کہ ہدایت پاتے اگر ہم کو خدا ہدایت نہ کرتا۔ بیشک آئے تھے پروردگار کے رسول برحق۔ اور اُن کو پکار کر کہا جاویگا کہ یہ ہے جنت تم اُس کے وارث کئے گئے ہو اُس کام کے سبب جو تم کرتے تھے ﴿۴۱﴾

فدکتا دکۃ واحدۃ فیومئذ وقعت الواقعۃ وانشقت السماء فھی یومئذ واھیہ والملک علیٰ ارجائہا ویحمل عرش ربک یومئذ ثمانیہ (۶۹ سورۃ الحاقہ ۱۴-۱۷) ✦

توڑے جاوینگے ایک دفعہ کے توڑنے سے پھر اُس دن ہو پڑیگی ہونے والی (یعنی قیامت) اور پھٹ جاویگا آسمان پھر وہ اُس دن ہوجاویگا ڈھیلا اور فرشتے ہونگے اُس کے کناروں پر اور اُٹھا دینگے تیرے پروردگار کے عرش کو اپنے اوپر اُس دن آٹھ ✦

۶- یوم ترجف الارض والجبال وکانت الجبال کثیبا مہیلا (سورۃ المزمل ۱۴)

۶- اُس دن کہ کانپیگی زمین اور پہاڑ اور ہوجاوینگے پہاڑ ٹیلے بھربھری ریت کے ✦

۷- یوما یجعل الولدان شیبا السماء منفطر بہ (سورۃ مزمل ۱۷ و ۱۸) ✦

۷- وہ دن کہ کر دیگا لڑکوں کو بڈھا آسمان پھٹ گیا ہوگا اُس دن میں ✦

۸- ان یوم الفصل کان میقاتا یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا و فتحت السماء فکانت ابوابا وسیرت الجبال فکانت سرابا (۷۸ سورۃ النبا ۱۷-۲۰) ✦

۸- بیشک فیصلہ کے دن کا وقت مقرر ہے جس دن پھونکا جاویگا صور میں تو تم آؤگے گروہ گروہ اور کھولا جاویگا آسمان اور وہ ہوجاویگا دروازے دروازے اور چلائے جاوینگے پہاڑ پھر ہوجاوینگے چمکتی ریت کی مانند ✦

۹- اذا السماء انشقت واذنت لربھا وحقت واذا الارض مدت والقت ما فیھا وتخلت واذنت لربھا وحقت (۸۴ سورۃ انشقاق ۱-۵) ✦

۹- جس وقت کہ آسمان پھٹ جاویگا اور کان لگائے رہیگا اپنے پروردگار کے (حکم پر) اور وہ اسی لائق ہے اور جب کہ زمین پھیلائی جاویگی اور ڈال دیگی جو کچھ اُس میں ہے اور خالی ہوجاویگی اور کان لگائے رہیگی اپنے پروردگار (کے حکم) پر اور وہ اسی لائق ہے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (۴۴)

اور پکار کر کہینگے اہل بہشت اہل دوزخ کو کہ بیشک ہم نے پایا جو کچھ ہم سے ہمارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا سچ۔ پھر کیا تم نے بھی پایا جو کچھ تم سے تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا سچ۔ وہ کہینگے ہاں پھر ایک آواز دینے والا ان میں آواز دیگا کہ لعنت خدا کی ظالموں پر (۴۴)

۱۰۔ فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان (۵۵۔ سورۃ الرحمن ۳۷) +

۱۰۔ پھر جب پھٹ جاویگا آسمان تو ہوگا سرخ لعل رنگے ہوئے چمڑے کی مانند +

۱۱۔ اذا السماء انفطرت واذا الکواکب انتثرت واذا البحار فجرت واذا القبور بعثرت علمت نفس ما قدمت واخرت (۸۲۔ سورۃ الانفطار ۱۔۵) +

۱۱۔ جب کہ آسمان پھٹ جاویگا اور جب کہ تارے جھڑ پڑینگے اور جب کہ سمندر پھوٹ بہینگے اور جب کہ قبریں پھاڑی جاوینگی جان لیگی ہر جان جو کچھ آگے بھیجا ہے اور پیچھے چھوڑا ہے +

۱۲۔ اذا الشمس کورت واذا النجوم انکدرت واذا الجبال سیرت واذا العشار عطلت واذا الوحوش حشرت واذا البحار سجرت واذا النفوس زوجت واذا الموءدۃ سئلت بای ذنب قتلت واذا الصحف نشرت واذا السماء کشطت واذا الجحیم سعرت واذا الجنۃ ازلفت علمت نفس ما احضرت۔

(۸۱۔ سورۃ التکویر ۱۔۱۴) +

۱۲۔ جب کہ سورج لپیٹا جاویگا اور جب کہ تارے دھندلے ہو جاوینگے اور جب کہ پہاڑ چلائے جاوینگے اور جب کہ دس مہینے کی گابھن اونٹنی بیکار چھٹی رہیگی اور جب کہ وحشی جانور (آدمیوں کے ساتھ) اکٹھے کئے جاوینگے اور جب کہ سمندر آگ کی مانند بھڑکائے جاوینگے اور جب کہ جانیں جوڑا جوڑا کی جاوینگی اور جب کہ زندہ گاڑی ہوئی لڑکی پوچھی جاویگی کہ کس گناہ کے بدلے وہ ماری گئی اور جب کہ اعمالنامے کھولے جاوینگے اور جب کہ آسمان کی کھال کھینچی جاویگی اور جب کہ دوزخ دھکائے جاوینگے اور بہشت پاس لائے جاوینگے جان لیگی ہر جان کہ کیا حاضر لائی ہے +

۱۳۔ اذا رجت الارض رجا وبست الجبال بسا فکانت ھباء منبثا

(۵۶۔ سورۃ الواقعہ ۴۔۶) +

۱۳۔ جب کہ ہلائی جاویگی زمین زور کے ہلانے سے اور ذرہ ذرہ کئے جاوینگے پہاڑ جیسے چھوٹے ذرہ پھر ہو جاوینگے پھیلے ہوئے غبار کی مانند +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾	جو لوگوں کو روکتے تھے اللہ کے رستے سے اور اُس رستے کو ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے ، اور آخرت کے منکر تھے ﴿۴۵﴾
۱۴ - وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ والسموات مطویات بیمینہ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون۔ ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون واشرقت الارض بنور ربہا ووضع الکتاب وجیئ بالنبیین والشہداء وقضی بینہم بالحق وھم لا یظلمون (۳۹ سورۂ زمر ۶۷-۶۹) ◆	۱۴ - اور نہیں قدر کی اُنہوں نے اللہ کی حق اُس کی قدر کرنے کا اور ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان لپٹے ہونگے اُس کے دائیں ہاتھ پر پاک ہے وہ اور برتر ہے اُس سے کہ اُس کا شریک کرتے ہیں ۔ اور پھونکا جاویگا صور میں پھر بیہوش ہو جاویگا جو آسمانوں میں ہے مگر جس کو چاہے خدا ۔ پھر پھونکا جاویگا صور میں دوسری دفعہ یکایک وہ کھڑے ہوئے ہونگے دیکھتے ۔ اور روشن ہو جاویگی زمین اپنے پروردگار کے نور سے اور رکھی جاویگی کتاب اور حاضر کیا جاویگا پیغمبروں کو اور گواہوں کو اور فیصلہ کیا جاویگا اُن میں (یعنی لوگوں میں) ساتھ حق کے اور وہ نہ ظلم کئے جاوینگے ◆
۱۵ - یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس ھذا عذاب الیم ۔ (۴۴ - سورۂ دخان - ۹ و ۱۰) ◆	۱۵ - جس دن آویگا آسمان دھواں جو ڈھانک لیگا لوگوں کو یہ ہے عذاب دکھ دینے والا ◆
۱۶ - ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ وکل اتوہ داخرین وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وھی تمر مر السحاب (۲۷ - سورہ نمل ۸۹ - ۹۰) ◆	۱۶ - اور جس دن پھونکا جاویگا صور میں تو گھبرا جاویگا جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مگر جس کو چاہے اللہ اور ہر ایک اس کے سامنے آوینگے ذلیل ہوکر ۔ اور تو دیکھیگا پہاڑوں کو (جن کو) تو سمجھتا ہے جمے ہوئے کہ وہ چلے جاتے ہیں بادل کے چلنے کی مانند ◆
۱۷ - یوم تمور السماء مورا وتسیر الجبال سیرا (۵۲ - سورۃ الطور - ۹) ◆	۱۷ - جس دن کہ پھٹ جاویگا آسمان اچھی طرح کے پھٹنے سے اور چلنے لگینگے پہاڑ ایک قسم کے چلنے سے ◆
۱۸ - فاذا النجوم طمست	۱۸ - جب کہ تارے بے نور کئے جاوینگے اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿۴۶﴾	اور اُن دونوں (یعنی جنتیوں اور دوزخیوں کے) بیچ میں حجاب ہوگا (یعنی کفر پر مرنے کے سبب سے جنتیوں اور دوزخیوں میں ایک ایسی روک ہوگی کہ وہ اُن نعمتوں سے جو جنتیوں کو حاصل ہونگی کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکینگے) اور اعراف پر (یعنی معرفت کے مرتبہ پر) لوگ ہونگے جو پہچانتے ہونگے ہر ایک کو (یعنی بہشتیوں اور دوزخیوں کو) اُن کی پیشانیوں سے۔ اور پکار کر کہینگے اہل جنت کو (یعنی اُن کو جو جنت میں جانے والے ہونگے) سلام علیکم یعنی سلامتی ہو تم پر۔ (حالانکہ) وہ ابھی نہیں داخل ہوئے اُس میں (یعنی جنت میں) اور وہ امید رکھتے ہیں ﴿۴۶﴾
واذا السماء فرجت واذا الجبال نسفت (۷۷۔ سورۃ مرسلات ۹۔۱۰) +	جب کہ آسمان پھاڑے جاوینگے اور جب کہ پہاڑ ریزہ ریزہ کئے جاوینگے +
۱۹۔ اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها (۹۹۔ سورۃ الزلزله ۱ و ۲) +	۱۹۔ جب کہ زمین ہلائی جاویگی اپنے ہلنے سے اور نکالیگی زمین اپنے بوجھ +
۲۰۔ کل من علیها فان ویبقى وجه ربك ذو الجلال والاکرام (۵۵۔ سورۃ الرحمن ۲۶ و ۲۷) +	۲۰۔ جو کوئی زمین پر ہے فنا ہونیوالا ہے اور باقی رہیگی ذات تیرے پروردگار بزرگی والے اور اکرام والے کی +

اب دیکھنا چاہئے کہ ان آیتوں میں نسبت کائنات موجودہ کے کیا بیان ہوا ہے +

زمین کی نسبت بیان ہوا ہے کہ۔ بدل دی جاویگی زمین سوائے اس زمین کے۔ اور یہ بیان ہے کہ زمین ریزہ ریزہ کردیجاویگی صور پھونکنے کے ساتھ زمین اٹھائی جاویگی اور ایک دفعہ میں توڑ دیجاویگی۔ قیامت کے دن زمین کپکپائی اور ہلائی جاویگی۔ قیامت میں زمین خدا کی مٹھی میں

ے۱ الحجاب۔ ان حجبت النفس مشرکة ومنه یغفر للعبد مالم یقع الحجاب (قاموس) +

ے۲ قول الحسن قال الزجاج قد احدقولیه ان توبه وعلى الاعراف ای علی معرفة اهل الجنة واهل النار رجال یعرفون کل واحد من اهل الجنة واهل النار بسیماهم (تفسیر کبیر) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۵﴾	اور جب پھیری جاوینگی اُن کی آنکھیں اہل دوزخ کی طرف (یعنی اُن کی طرف جو دوزخ میں جانیوالے ہیں) کہینگے اے پروردگار ہمارے مت کر و ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ ﴿۴۵﴾

ہوگی ۔ زمین کھینچی جاویگی یا پھیلائی جاویگی اور جو کچھ اُس میں ہے وہ ڈال دیگی اور خالی ہو جاویگی +

پہاڑوں ۔ کی نسبت بیان ہوا ہے کہ وہ رنگ برنگ کی دُھنی ہوئی اون کی مانند ہو جاوینگے ۔ صُور پھُکنے پر پہاڑ اُٹھائے جاوینگے اور توڑ دئے جاوینگے ۔ وہ ہلائے جاوینگے اور بھر بھری ریت کے ٹیلے کی مانند ہو جاوینگے ۔ وہ ذرہ ذرہ کئے جاوینگے اور غبار کی مانند ہو جاوینگے ۔ وہ جمے ہوئے دکھائی دیتے ہیں بادلوں کی چال چلتے ہونگے یا ایک طرح کے چلنے سے چلتے ہونگے ۔ وہ سراب یعنی چمکتے ہوئے ریت کی مانند ہو جاوینگے +

سمندر ۔ کی نسبت بیان ہوا ہے کہ آگ کی مانند بھڑ کائے جاوینگے ۔ اپنی جگہ سے پھُوٹ بہینگے +

آسمانوں ۔ کی نسبت بیان ہوا ہے کہ آسمان بدل دئے جاوینگے سوائے ان آسمانوں کے ۔ وہ تیل کی تلچھٹ کی مانند ہو جاوینگے ۔ وہ پھٹ جاوینگے سُرخ رنگے ہوئے چمڑے کی مانند ہونگے اور ڈھیلے و سُست پڑ جاوینگے اور دروازے دروازے کی مانند ہو جاوینگے وہ خدا کے داہنے ہاتھ پر لپیٹ لئے جاوینگے ۔ وہ دھوئیں کی مانند ظاہر ہونگے ۔ وہ پھٹ جاوینگے اور ایک طرح کے چلنے سے چلینگے ۔ اُن کی کھال کھینچی جاویگی +

سورج اور تاروں ۔ کی نسبت بیان ہوا ہے کہ ۔ سورج لپیٹ لیا جاویگا تارے جھڑ جاوینگے اور ایک جگہ آیا ہے کہ تارے دُھندلے ہو جاوینگے بے نور ہو جاوینگے +

انسان اور نفوس ۔ کی نسبت بیان ہوا ہے کہ ۔ آدمی ٹڈیوں کی مانند پراگندہ ہو جاوینگے ۔ لڑکے بڈھے ہو جاوینگے آدمی یا روحیں فوج فوج آوینگے ۔ وحشی جانور آدمیوں کے ساتھ اکٹھے ہو جاوینگے +

سورہ الرحمٰن میں کہا ہے کہ جو کوئی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور پروردگار کی ذات باقی رہیگی +

اب غور کرنا چاہئے کہ اگلے علما نے ان آیتوں کی نسبت کیا کہا ہے اور کیا نتیجہ نکالا ہے ۔

سورہ ابراہیم میں جو یہ آیا ہے کہ قیامت میں زمین اور آسمان بدل جاوینگے اُس کی نسبت تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ بدلنا دو طرح پر ہو سکتا ہے ایک اس طرح کہ اُس شے کی ذات باقی رہے اور اُس کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا يَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِيۡمٰهُمۡ قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾

اور پکارینگے پہچان والے (دوزخ میں جانیوالے) لوگوں کو پہچانکر اُن کو اُن کی پیشانیوں سے کہینگے کہ : بے پرواہ کیا تم کو تمہارے جمع کئے ہوئے نے جس پر کہ تم تکبر کرتے تھے ﴿۴۸﴾

صفتیں بدل جاویں - دوسرے اس طرح کہ اُس شے کی ذات فنا ہو جائے اور اس کی جگہ دوسری موجود ہو جائے - اس کے بعد تفسیر کبیر میں بموجب محاورہ عرب کے اس کی مثالیں لکھی ہیں کہ تبدل کے لفظ کا استعمال دونوں طرح پر ہوتا ہے - اسی بنا پر ایک گروہ عالموں کی یہ رائے ہے کہ اس

ففی الاٰیۃ قولان - الاول ان المراد تبدیل الصفۃ لا تبدیل الذات قال ابن عباس رضی اللہ عنہما ھی تلک الارض الا انھا تغیرت فی صفاتھا فتسیر عن الارض جبالھا وتفجر بحارھا وتسوی فلا یری فیھا عوج ولا امت - وروی ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال یبدل اللہ الارض غیر الارض فیبسطھا ویمدھا مد الادیم العکاظی فلا تری فیھا عوجا ولا امتا - وقولہ والسموات ای تبدل السموات غیر السموات وھو کقولہ علیہ السلام لا یقتل مومن بکافر ولا ذو عھد فی عھدہ والمعنی ولا ذو عھد فی عھدہ بکافر وتبدیل السموات بانتثار کواکبھا وانفطارھا وتکویر شمسھا وخسوف قمرھا وکونھا ابوابا وانھا تارۃ تکون کالمھل وتارۃ تکون کالدھان - والقول الثانی ان المراد تبدیل الذات قال ابن مسعود تبدل بارض کالفضۃ البیضاء النقیۃ لم یسفک علیھا دم ولم تعمل علیھا خطیئۃ فھذا شرح القولین ومن الناس من رجح القول الاول وقال لان قولہ یوم تبدل الارض المراد ھذہ الارض وتبدل صفۃ مضافۃ الیھا وعند حصول الصفۃ

آیت میں تبدیل سے آسمان و زمین کی صفات کا تبدیل ہو جانا مراد ہے نہ اُن کی ذات کا - ابن عباس نے فرمایا کہ زمین سے یہی زمین مراد ہے مگر اُس کی صفتیں تبدیل ہو جاوینگی - پہاڑ زمین پر سے اُڑ جاوینگے دریا پھوٹ نکلینگے زمین ایسی برابر ہو جاویگی کہ کہیں اونچا نیچا نہ دکھائی دیگا - حضرت ابو ہریرہ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ خدا زمین کو بدلدیگا اور عکاظی چمڑے کی طرح اُس کو پھیلا کر بچھا دیگا کہیں اُس میں اونچا نیچا نظر نہ آئیگا - خدا کا یہ قول " والسموات " اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ آسمان بدل کر اور طرح کا کر دیا جاویگا جیسا کہ اس حدیث کا مطلب ہے کہ مسلمان کافر کے بدلے نہیں مارا جاویگا اور نہ وہ کافر جس سے عہد و پیمان ہے عہد و پیمان کے زمانہ تک " یعنی وہ شخص بھی کافر کے بدلے نہ مارا جاویگا جس سے معاہدہ ہو چکا ہے معاہدہ کے زمانہ تک آسمانوں کا بدلنا یوں ہوگا کہ ستارے متفرق ہو کر ٹوٹ پھوٹ جائینگے آفتاب لپیٹ دیا جاویگا چاند دھندلا ہو جائیگا آسمان میں دروازے ہو جاوینگے اور وہ کبھی تو تیل کی تلچھٹ کا سا ہوگا اور کبھی سُرخ چمڑے کی مانند - دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ تبدیل سے آسمان و زمین کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۚ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿۴۹﴾

(اور بہشت میں جانے والوں کی طرف اشارہ کر کے دوزخ میں جانے والوں سے کہینگے) کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر تم قسم کھاتے تھے کہ خدا اُن کو ہرگز رحمت نہیں پہنچانے کا۔ (اس وقت خدا اُن بہشت میں جانے والوں سے کہیگا) کہ جنت میں داخل ہو تم کو نہ کچھ ڈر ہے اور نہ تم غمگین ہوگے ﴿۴۹﴾

لا بد وان یکون الموصوف موجودا فلما کان الموصوف بالتبدل هو هذه الارض وجب کون هذه الارض باقیة عند حصول ذلک التبدل و لا یمکن ان تکون هذه الارض باقیة مع صفاتها عند حصول ذلک التبدل و الا لامتنع حصول التبدل فوجب ان یکون الباقی هو الذات فثبت ان هذه الاٰیة تقتضی کون الذات باقیة والقائلون بهذا القول هم الذین یقولون عند قیام القیامة لا یعدم الله الذوات والاجسام وانما یعدم صفاتها واحوالها۔ واعلم انه لا یبعد ان یقال المراد من تبدیل الارض والسموات هو ان الله تعالیٰ یجعل الارض جهنم ویجعل السموات الجنة والدلیل علیه قوله تعالیٰ کلا ان کتاب الابرار لفی علیین وقوله کلا ان کتاب الفجار لفی سجین۔ (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۰۰)

ذات کا بدل جانا مراد ہے۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ یہ زمین بدل کر چمکتی ہوئی چاندی بن جاویگی جس پر کبھی خونریزی ہوئی ہے اور نہ کبھی اُس پر گناہ کیا گیا ہے۔ بعضوں نے قول اول کو ترجیح دی ہے وہ کہتے ہیں کہ آیت میں اسی زمین کی نسبت تبدیلی کا لفظ ہے اور چونکہ تبدل ایک صفت ہے تو ضرور ہے کہ اُس کے تحقق کے وقت یہی موصوف یعنی یہی زمین موجود ہو یہ بھی ظاہر ہے کہ تبدل کے وقت زمین کی صفتیں تو موجود ہونے کی نہیں تو اب ذات ہی کا باقی رہنا آیت سے لازم آیا۔ جن لوگوں کا یہ مذہب ہے وہ کہتے ہیں کہ قیامت قایم ہونے کے وقت اللہ پاک جسموں اور ذاتوں کو سرے سے معدوم نہ کردیگا بلکہ صرف اُن کی صفتیں معدوم ہوجاوینگی۔ ممکن ہے کہ زمین او آسمان کے بدلنے سے یہ مراد لی جاوے کہ زمین کو خدا دوزخ بناویگا اور آسمانوں کو بہشت۔ اور خدا کا یہ قول "کلا ان کتاب الابرار لفی علیین کلا ان کتاب الفجار لفی سجین" اس مطلب کی دلیل ہے۔

ان تمام حالات سے جو اوپر مذکور ہوئے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اس دنیا کے تمام حالات بدل جاوینگے جو چیزیں کہ اب موجود ہیں وہ معدوم نہیں ہونے کیں اُن کے خواص و اوصاف تبدیل ہوجاوینگے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تفہیمات میں واقعات قیامت کو وقائع جو سے تعبیر کیا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ (۴۸)	اور پکار کر کہینگے اہل دوزخ اہل جنت کو کہ ڈال دو ہم پر تھوڑا سا پانی میں سے یا اُس میں سے جو خدا نے تم کو دیا ہے۔ اہل جنت کہینگے کہ خدا نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے (۴۸)

یعنی اُن واقعات کا جو آسمان و زمین کے درمیان میں ہوتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ "تعود تلك الوقائع الی الانوار المحیطة فیقع ظلها فیستعد العالم لوا نعة عظیمة من توابع الجو فتهلك البشر والموالید ویعود کل عنصر لمحلة" انتہٰے یعنی تمت قبل قیامت مثل عالم میں فسادات ہونے اور دجال کے آنے اور حضرت عیسٰے کے تشریف فرمانے کے بعد انوار محیطہ الہیہ واقعہ عظیم کے ہونے پر متوجہ ہونگے اور واقعات جو یعنی جو آسمان و زمین کے بیچ میں واقع ہوتے ہیں واقع ہونگے بشر و موالید سب مرجاوینگے اور ہر ایک عنصر اپنی جگہ پر چلا جاویگا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ یہ نظام اُلٹ پلٹ ہوجاویگا۔

تحقیقات جدید کی رُو سے جہاں تک معلوم ہوسکا ہے چاند کی نسبت معلوم ہُوا ہے کہ کسی زمانہ میں اُس میں آبادی تھی اور ہوا مثل کرۂ ارض کے اُس کے محیط تھی پانی بھی اُس میں تھا۔ مگر اب محض ویران اور سوکھ کر کھنڈر ہوگیا ہے کوئی ذی نفس اُس میں نہیں ہے ہوا بھی اُس کی محیط نہیں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض کواکب جو حقیقت میں بہت بڑے بڑے کرۂ زمین سے بھی سیکڑوں حصہ بڑے تھے منتشر ہوگئے اور اور کروڑوں میں جا ملے۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ زمین کا مدار جو گرد آفتاب کے ہے چھوٹا ہوتا جاتا ہے پس یہ خیال کرنے کی بات ہے کہ زمانہ ممتد کے بعد جس کا اندازہ نہیں ہوسکتا اور گو وہ لاکھوں کروڑوں برس کے بعد ہو جب زمین کا مدار بہت چھوٹا ہوجاویگا تو دنیا کا کیا حال ہوگا۔ کیا سمندر نہ اُبل جاوینگے۔ کیا پہاڑ ریت کی مانند نہ ہوجاوینگے۔ کیا زمین نہ جل جاوگی۔ یہ آسمان جو ہم کو ایسا نیلا خوبصورت دکھائی دیتا ہے کیا وہ تیل کی تلچھٹ کی مانند اور کبھی سُرخ چمڑے کی مانند نظر نہ آویگا۔ کیا ستارے بے نور دکھائی دینگے۔ پس واقعہ قیامت ایک ایسا واقعہ ہے جو امور طبعی کے مطابق اس دنیا پر واقع ہوگا اور ضرور واقع ہوگا مگر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب واقع ہوگا خدا تعالیٰ نے اُس طبعی واقعہ کو جا بجا اور مختلف تشبیہوں سے اس لئے بیان کیا ہے کہ بندوں کو خدا کی قدرت کاملہ پر وثوق ہو اور اس وحدہ لاشریک کے سوا کسی دوسری چیز کو اپنا معبود نہ بنائیں۔ دنیا میں پہاڑوں کی پرستش ہوتی تھی سمندر پوجے جاتے تھے آگ کی پرستش کی جاتی تھی چاند سورج کی پرستش ہوتی تھی۔ ستاروں کی پرستش کے لئے ہیاکل بنائی گئی تھیں اور اُن کی پرستش ہوتی تھی اس لئے خدا نے اس طبعی واقعہ کو جتلایا کہ یہ سب چیزیں ایک دن فنا یعنی متغیر ہونے والی ہیں اور اُن میں کوئی بھی معبود ہونے کے لائق نہیں ہے پس قیامت کا ذکر جا بجا اسی غرض سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (۴۹)	جنہوں نے ٹھیرا لیا تھا اپنے دین کو تماشا اور کھیل اور اُن کو دھوکا دیا دنیا کی زندگی نے۔ پھر آج کے دن ہم اُن کو بھلا دینگے جیسے کہ وہ بھول گئے تھے اپنے ملنے کے دن کو جو یہ ہے اور جیسے کہ وہ ہماری نشانیوں سے انکار کرتے تھے (۴۹)

آیا ہے کہ عجائب مخلوقات خدا کی جن میں مخلوقات زمین اور آسمان اور کواکب زیادہ تر عجیب دکھائی دیتے ہیں اور جن کی پرستش انواع اقسام سے لوگوں نے اختیار کی تھی اُس کو چھوڑیں اور صرف خدا تعالیٰ کی جو اُن سب چیزوں کا پیدا کرنے والا اور پھر فنا کرنے والا ہے پرستش اختیار کریں +

یہ قیامت جس کا اوپر ذکر ہوا یہ تو کائنات پر گذریگی مگر اصلی قیامت جو انسان پر گذریگی وہ وہ ہے جس کا ذکر سورہ قیامہ میں آیا ہے اور اُس کا خلاصہ ان دو لفظوں میں ہے کہ "من مات فقد قامت قیامتہ" خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ انسان پوچھتا ہے کہ کب ہوگا قیامت کا دن پھر (وہ دن اُس وقت ہوگا) جب کہ آنکھیں پتھرا جاوینگی چاند کالا پڑ جائیگا یعنی آنکھوں کی روشنی جاتی رہیگی اور آنکھیں اندر بیٹھ جاوینگی چاند سورج یعنی رات دن اکٹھے ہو جاوینگے کہ اُس کو کچھ تمیز نہ رہیگی کہ دن ہے یا رات سب چیز دھندلی دکھائی دیگی اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ انسان دن میں کسی وقت مرے اُس کو شام کا وقت دکھائی دیگا۔ انسان کہیگا کہ اس دن بھاگ جانے کی کہاں جگہ ہے ہرگز کوئی جگہ پناہ کی نہیں۔ تیرے پروردگار ہی کے پاس اُس دن ٹھیرنے کی جگہ ہے۔ اُس دن جان لیگا انسان کہ اُس نے کیا آگے بھیجا ہے

يسئل ايان يوم القيامة۔ فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر يقول الانسان يومئذ اين المفر كلا لا وزر الى ربك يومئذ المستقر ينبؤا الانسان يومئذ بما قدم واخر بل الانسان على نفسه بصيرة ولو القى معاذيره (۷۵ سورۂ قیامہ)

وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة ووجوه يومئذ باسرة تظن ان يفعل بها فاقرة كلا اذا بلغت التراقى وقيل من راق وظن انه الفراق والتفت الساق بالساق الى ربك يومئذ المساق ۔ (۷۵ سورۂ قیامہ)

اور کیا پیچھے چھوڑا ہے۔ بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب پہچانتا ہے گو کہ درمیان میں بہت سے عذر لا ڈالے +

اس کے بعد یہ فرمایا ہے کہ اُس دن کتنے مُنہ تروتازہ ہونگے اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہونگے اور اُس دن کتنے مُنہ تھوتائے ہوئے ہونگے گمان کرینگے کہ اُن پر مصیبت پڑنے والی ہے۔ جس وقت کہ جان نرخرے میں پہنچتی ہے اور کہا جاتا ہے کون۔ پھر آواز نہیں نکلتی اتنا ہی کہکر جب پہچانا

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٠﴾	اور بیشک ہم نے ان کو لا دی کتاب ، ہم نے اُس کو مفصل کر دیا ہے اپنے علم[۵۱] پر ہدایت کرنے والی اور رحمت[۵۲] والی ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۵۰﴾

ہے - پھر کہا جاتا ہے - جھاڑنے پھونکنے والا - پھر چُپ ہو جاتا ہے - اور جان لیا کہ بیشک اب جدائی ہے اور لپیٹ لیا ایک پنڈلی کو دوسری پنڈلی سے - اُس دن تیرے پروردگار کے پاس چلنا ہے +

یہ تمام حالت جو خدا نے بتائی انسان پر مرنے کے وقت گذرتی ہے اور اس سوال کے جواب میں کہ قیامت کا دن کب ہوگا بتائی گئی ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر انسان کی اصلی قیامت اُس کا مرنا ہے اور " من مات فقد قامت قیامته " بہت صحیح و سچا قول ہے - اگرچہ اگلے علما نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ انسان کی ایسی حالت کب ہوگی بعضوں نے کہا کہ موت کے وقت بعضوں نے کہا کہ بہشت کے وقت بعضوں نے کہا کہ دوزخ کو دیکھنے کے وقت مگر قرآن مجید کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بیان موت کے وقت کی حالت کا ہے جس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا جن عالموں نے اس حالت کو وقت موت کے حالت قرار دیا ہے اُنہوں نے خسف قمر کے لفظ سے آنکھ کی روشنی کا جاتا رہنا مراد لیا ہے تفسیر کبیر میں ہے " جو لوگ کہ آنکھ کے چوندھیانے کو موت کی علامت قرار دیتے ہیں " خسف القمر " کے معنی یہ کہتے ہیں کہ نگاہ کی روشنی جاتی رہیگی عرب میں جب آنکھ پھوٹ جاوے یہاں تک کہ ڈھیلا سر میں بیٹھ جاوے تو کہتے ہیں " عین خاسفه " یہ محاورہ خسف الارض سے نکلا ہے جس کا استعمال زمین کے دھنس جانے کے وقت ہوتا ہے - اور خدا کا یہ قول " جمع الشمس والقمر " روح کے عالم آخرت کی طرف چلے جانے سے کنایہ ہے گویا دوسری دنیا ایک آفتاب ہے کیونکہ اُس میں چھپی ہوئی باتیں کھل جاوینگی اور روح گویا چاند ہے جس طرح چاند آفتاب سے روشنی پاتا ہے

فاما من یجعل برق البصر من علامات الموت قال معنی وخسف القمر ذهب ضوء البصر عند الموت یقال عین خاسفة اذا فقئت حتی غابت حدقتها فی الراس واصلها من خسف الارض اذا ساخت بما علیها وقوله جمع الشمس والقمر کنایة عن ذهاب الروح الی عالم الآخرة کان الآخرة کالشمس فانه یظهر فیها المغیبات وتتضح فیها المبهمات والروح کالقمر کما ان القمر یقبل النور من الشمس فکذا الروح تقبل نور المعارف من عالم الآخرة ولا شك ان تفسیر هذه الآیة بعلامات القیامة اولی من تفسیرها بعلامات الموت واشد مطابقة لها + (تفسیر کبیر)

۵۱ علی علم ای بعلمنا (تفسیر ابن عباس) +

۵۲ قوله هدی ورحمة قال الزجاج هدی فی موضع نصب ای فصلناه هادیا وذا رحمة (تفسیر کبیر) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَل لَّنَا مِن شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ (۵۱)	کس بات کا وہ انتظار کرتے ہیں بجز اس کے (یعنی اس وعدہ کے) سچے ہونے کی جس دن آجائیگا اس کا سچا ہونا کہینگے وہ لوگ جو پہلے اس کو بھول گئے تھے بیشک آئے تھے ہمارے پروردگار کے رسول برحق، پھر کیا ہمارے لئے ہیں شفاعت کرنے والوں میں سے تاکہ ہماری شفاعت کریں یا ہم کو پھیر دیا جائے (یعنی دنیا میں) تاکہ ہم عمل کریں بخلاف اس کے جو ہم عمل کرتے تھے بیشک انہوں نے نقصان کیا اپنا آپ اور کھویا گیا ان کے پاس سے جو وہ افترا کرتے تھے (۵۱)

اسی طرح روح بھی عالم آخرت سے معرفت کے انوار حاصل کرتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس آیت کی تفسیر قیامت کی علامتوں سے کرنی اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس کی تفسیر موت کی علامتوں سے کی جاوے"۔

صاحب تفسیر کبیر کا یہ کہنا کہ اس آیت کی تفسیر علامات قیامت سے کرنی بہ نسبت علامات موت کے بہتر ہے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا الفاظ کلا اذا بلغت التراقی وقیل من راق وظن انه الفراق والتفت الساق بالساق الی ربك یومئذ المساق بالکل شاہد اس بات پر ہیں کہ اس تمام سورہ میں جو حالات مذکور ہیں وہ حالات عند الموت کے ہیں۔ جمع الشمس والقمر کی جو توضیح تفسیر کبیر میں بیان ہوئی ہے وہ بھی دور از کار ہے۔ خسف قمر یعنی آنکھوں کی روشنی جانے اور آنکھوں کے بیٹھ جانے کے بیان کے بعد جمع الشمس والقمر کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے ان دونوں میں تمیز نہ رہنے کا چاند کا تعلق رات سے ہے اور سورج کا دن سے، اس لئے ان دونوں سے رات دن کا کنایہ کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت اس بات کی تمیز کہ دن ہے یا رات کچھ نہ ہوگی۔

ہمارے اس بیان سے یہ مطلب نہیں ہے کہ جو واقعات کائنات پر ایک دن گذرنے والے ہیں اور جن کا بیان پہلے ہو چکا وہ نہ ہونگے بلکہ وہ اپنے وقت پر ہونگے اور جو کچھ ان میں ہونا ہے وہ ہوگا اور اس زمانہ کے انسان اور وحوش و طیور پر جو کچھ گذرنا ہے گذریگا اور اس وقت جو حال روحوں کا اور ملائکہ کا ہونا ہے وہ ہوگا۔ مگر جو لوگ اس سے پہلے مر چکے ہیں ان کے لئے قیامت اسی وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ وہ مرے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	بیشک تمہارا پروردگار وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو

حشر اجساد

حشر اجساد کی نسبت جیسا کہ شرح مواقف میں لکھا ہے پانچ مذہب ہیں +

اعلم ان الاقوال الممکنة فی مسئلة المعاد لا تزید عن خمسة (الاول) ثبوت المعاد الجسمانی فقط وھو قول اکثر المتکلمین النافین للنفس الناطقة (والثانی) ثبوت المعاد الروحانی فقط وھو قول الفلاسفة الالھیین (والثالث) ثبوتھما معًا وھو قول کثیر من المحققین کالحلیمی والغزالی والراغب وابو زید الدبوسی ومعمر من قدماء المعتزلة وجمھور متأخری الامامیة وکثیر من الصوفیة فانھم قالوا الانسان بالحقیقة ھو النفس الناطقة وھی المکلف والمطیع والعاصی والمثاب والمعاقب والبدن یجری منھا مجری الالة والنفس باقیة بعد فساد البدن فاذا اراد اللہ حشر الخلائق خلق لکل واحد من الارواح بدنا یتعلق به ویتصرف فیه کما کان فی الدنیا (والرابع) عدم ثبوت شیء منھما وھذا قول القدماء من الفلاسفة الطبیعیین (والخامس) التوقف فی ھذہ وھو المنقول عن جالینوس فانه قال لم یتبین لی ان النفس ھل ھی المزاج فینعدم عند الموت فیستحیل اعادتھا او ھی جوھر باق بعد فساد البنیة فیمکن المعاد (شرح مواقف)

معاد کے مسئلہ میں جو اقوال کہے جا سکتے ہیں وہ صرف پانچ ہیں + (۱) صرف معاد جسمانی کا ثبوت اور یہ اکثر ان متکلمین کا مذہب ہے جو نفس ناطقہ کا انکار کرتے ہیں (۲) صرف معاد روحانی کا ثبوت یہ مذہب فلاسفۂ الہیین کا ہے (۳) دونوں کا ثبوت، اور یہی اکثر محققوں کا مذہب ہے مثلاً حلیمی۔ غزالی۔ راغب۔ ابو زید الدبوسی۔ معمر جو کہ قدیم معتزلیوں میں سے ہے اور عموماً متاخرین شیعہ اور اکثر صوفیوں کا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان حقیقت میں صرف نفس ناطقہ کا نام ہے وہی مکلف ہے وہی عاصی اور مطیع ہے اسی پر ثواب عذاب ہوتا ہے اور بدن تو بطور ایک آلہ کے کام دیتا ہے جسم خراب ہو جاتا ہے مگر یہی نفس باقی رہتا ہے پس جب خدا قیامت کے دن مخلوقات کو اٹھانا چاہیگا تو ہر ایک روح کے لئے ایک مخصوص جسم بناویگا جس سے روح کا تعلق ویسا ہی ہوگا جیسا کہ دنیا میں تھا (۴) ان دونوں میں کسی کا ثبوت نہیں فلاسفۂ طبیعیین میں سے قدما کا یہی مذہب ہے (۵) بالکل سکوت اختیار کرنا یہ مذہب جالینوس سے منقول ہے اس کا قول ہے کہ مجھ کو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نفس یا مزاج ہے تو موت کے وقت معدوم ہو جاویگا تو اس کا اعادہ ناممکن ہوگا یا وہ ایک جوہر ہے جو بدن کے خراب ہونے پر باقی رہتا ہے اس حالت میں معاد بھی ممکن ہوگی +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ	چھ دن میں پھر قایم ہوا عرش پر

میرے نزدیک قول ثالث جو مذہب اکثر محققین کا ہے صحیح ہے صرف اس قدر اختلاف ہے کہ میں اُن بزرگوں کی اس رائے کو کہ جب خدا تعالےٰ حشر کرنا چاہیگا تو ہر ایک روح کے لئے ایک جسم پیدا کر دیگا جس سے وہ روح متعلق ہوجاویگی تسلیم نہیں کرتا میرے نزدیک یہ بات ہے کہ روح نسمہ سے جب ملجاتی ہے تو خود ایک جسم پیدا کرلیتی ہے اور جب انسان مرتا ہے اور روح اُس سے علحدہ ہوتی ہے تو خود ایک جسم رکھتی ہے۔ جیسے کہ مسئلہ خامسہ میں ہم نے بیان کیا ہے پس حشر میں کوئی نئی زندگی نہیں ہے بلکہ پہلی ہی زندگی کا تتمہ ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ اُنھوں نے حجۃ اللہ البالغہ میں کہا ہے ✦

ان حشر الاجساد واعادۃ الارواح الیھا لیست حیاۃ مستانفۃ انما ھی تتمۃ النشاۃ المتقدمۃ بمنزلۃ التخمۃ لکثرۃ الاکل کیف ولولا ذلک لکانوا غیر الاولین ولما اخذوا بما فعلوا۔ (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۶)

جسموں کا اُٹھنا اور روحوں کا اُن میں پھر آنا یہ کوئی نئی زندگی نہیں ہے بلکہ اسی پہلی زندگی کا تتمہ ہے جس طرح زیادہ کھا جانے سے بدہضمی ہوجاتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو لازم آوے کہ یہ کوئی دوسری خلقت ہو اور اُن لوگوں کے کئے کا (یعنی جو دنیا میں تھے) کچھ بدلا ہی نہ ہو ✦

قرآن مجید سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ تمام آیات ماسبق و مالحق پر بامعان نظر ایک مجموعی حالت سے غور کیا جاوے نہ فرداً فرداً اور ایک مضمون کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے۔ اول یہ بات قابل غور ہے کہ کونسے عقیدہ کے رد کرنے کے لئے قرآن مجید میں آیات حشر و نشر وارد ہوئی ہیں۔ خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہے کہ جن لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ روح کوئی چیز نہیں ہے انسان پیدا ہوتا ہے اور پھر مر کر نسیاً منسیاً ہوجاتا ہے ہوا ہوا میں مٹی مٹی میں ملجاتی ہے اور کچھ نہیں رہتا اُس عقیدہ کی تردید کے لئے آیات حشر و نشر نازل ہوئی ہیں چنانچہ خدا تعالےٰ نے

وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذلک من علم ان ھم الا یظنون واذا تتلی علیھم ایاتنا بینات ما کان حجتھم الا ان قالوا ائتوا بآبائنا ان کنتم صادقین (حم سورۂ جاثیہ ۲۳-۲۴) ✦

سورہ جاثیہ میں اُن لوگوں کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری دنیا کی یہ زندگی کیا ہے ہم مرتے ہیں اور ہم جیتے ہیں اور ہم کو زمانہ ہی مارتا ہے نہ اور کوئی۔ خدا نے کہا کہ اُن کو اس کا علم نہیں ہے وہ صرف ایسا گمان کرتے ہیں اور جب اُن پر ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو اُن کی حجت بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو ✦

اسی کی مانند سورہ انعام میں بھی خدا تعالےٰ نے اُن کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری یہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یُغشِی الَّیلَ النَّھَارَ	ڈھانک دیتا ہے دن رات کو

وقالوا ان ھی الا حیاتنا وما نحن بمبعوثین ۔ کیا ہے صرف دنیا کی زندگی ہے اور ہم پھر اُٹھنے والے
ولو تری اذ وقفوا الی ربھم قال الیس ھذا بالحق نہیں ہیں خدا نے فرمایا کہ جب تو دیکھیگا اُن کو اپنے
قالوا بلی وربنا (سورۃ انعام ۳۰ و ۳۱) + پروردگار کے سامنے کھڑا ہوا تو خدا اُن سے کہیگا کہ
کیا یہ سچ نہیں ہے اُس وقت وہ کہینگے کہ ہاں قسم ہمارے پروردگار کی یہ سچ ہے +

سورۂ صافات میں ہے کہ وہ لوگ کہینگے کہ کیا جب ہم مرجاوینگے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاوینگے
ائذا متنا وکنا ترابا وعظاما ائنا لمدینون ۔ کیا بدلا دئے جاوینگے یعنی اعمال کی سزا و جزا ہم کو دیجاویگی
(سورۂ صافات ۔ ۵۱) پس اس سے صاف ثابت ہے کہ اُن لوگوں کو موت
کے بعد جزا و سزا ہونے سے استبعاد تھا اور اس استبعاد کا سبب بجز روح کے اور کچھ نہیں ہو سکتا اور
اس سے بخوبی روشن ہوتا ہے کہ اس مباحثہ کا موضوع درحقیقت اس جسم کا جو ہم دنیا میں رکھتے ہیں دوبارا
جِلا کر اُٹھنے کا تھا ہی نہیں بلکہ جزا و سزا کا بعد موت ہونا موضوع تھا ۔ اور یہی سبب ہے کہ ہم ان تمام آیتوں
کا معدوم جسم کے دوبارہ موجود ہونے سے کچھ تعلق ہی نہیں سمجھتے +

اب اس بات کو ذہن میں رکھ کر کہ آیات حشر دراصل تردید عقیدہ عدم یقین روح کے نازل ہوئی
ہیں قرآن مجید پر غور کیا جاوے تو ظاہر ہوتا ہے کہ موضوع اُس بحث کا اس جسم کے جو ہم اس دنیا میں رکھتے
ہیں دوبارہ اُٹھنے کا ہے ہی نہیں اور نہ قرآن مجید میں اس جسم کے دوبارہ اُٹھنے کا ذکر ہے ۔ جب کہ وہ
لوگ روح کے قائل نہ تھے تو ثواب و عقاب کا حال سُنکر اُن کو تعجب ہوتا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جب آدمی
مرگیا تو گل سڑ کر معدوم ہو گیا ثواب و عذاب کیسا اور کس پر اور متعجب ہو کر کہتے تھے کہ کیا ہم پھر زندہ ہونگے
کیا یہ گلی ہوئی ہڈیاں پھر جی اُٹھینگی کیونکہ وہ لوگ بغیر اس دنیا کی زندگی اور بدون اس جسم کے جو دنیا
میں تھا انسان کا موجود ہونا جس پر عذاب ہو یا ثواب ملے نہیں سمجھتے تھے ۔ خدا نے متعدد طرح سے اس
کو سمجھایا اور حشر کے ہونے پر یقین دلایا اور اُس پر اپنے قادر ہونے کو متعدد مثالوں سے بتایا مگر کہیں
نہیں کہا کہ یہی جسم جو دنیا میں ہے پھر اُٹھیگا اور اُسی جسم میں پھر جان ڈالیجاویگی +

شاہ ولی اللہ صاحب اس جسم کے جو دنیا میں ہے دوبارہ اُٹھنے کے قائل نہیں ہیں چنانچہ
(تفہیم الٰہی بعد وقوع الواقعات) النفس متی انہوں نے تفہیمات الٰہیہ میں بعد بیان واقعات
ھی شد ضما ما بالجسد وبقیت عجب ذنبھا قیامت کے لکھا ہے کہ اُس کے بعد نفوس جو مر گئے
ہے الا جزاء الذی یعرف انہ بدن فلان فیلحق ہیں یعنی جو صاحب نفوس کہ مر گئے ہیں اُن کے
بالجسد ومجی جنس اخرھا بہ ولا کن لمیبق نفوس کھڑے ہو جاوینگے اور اُن کا تعلق جسم سے
عجب نیما نیفخ فی جسد من الارض باعتدال تو ہی تر ہوگا اور ریڑھ کی ہڈی باقی رہ جاویگی یعنی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بلاتا ہے اُس کو جلد جلد	يَطْلُبُهُ حَثِيثًا

هنالك - وجنس آخر يستوجب عند هيجان الارواح واستفاضتها ان تجسد بجسد مثالى كالملائكة والشياطين - فلا يكون تلك الحياة مبتدأة بل تكميل ما فيها جازاة فيتبعد تلك الاجساد الى هيئة نسمية وتدخل فى حوادث الحشر (تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۳۸۸)

ایک ایسا نشان جس سے پہچانا جاوے کہ فلاں شخص کا بدن ہے پھر وہ بدن سے مجاوز ہوگی - ایک اور قسم کی روحیں آوینگی جو حیران ہونگی کہ اُن کی ریزہ کی ہڈی کا نشان ہی باقی نہ رہا ہوگا تو وہ ایک ایسی زمین میں پھونکی جاوینگی جس سے اُن کو کچھ مناسبت ہوگی - ایک اور قسم کی روحیں آوینگی جن کو روحوں کے برانگیختہ ہونے اور صور کے پھکنے کے وقت ایک مثالی جسم اختیار کرنا ہوگا فرشتوں اور شیاطین کے جسم مثالی کی مانند - تو یہ زندگی کوئی ابتدائی زندگی نہ ہوگی بلکہ اُسی کی تکمیل کے لئے ہوگی جو اُن میں بطور بداء دینے کے - پھر یہ جسم ایک ہیئت نسمیہ میں اوپر کو چڑھینگے اور حشر کے واقعات میں داخل ہونگے۔

اس مقام پر شاہ ولی اللہ صاحب نے تین قسم کی روحیں ٹھیرائی ہیں اور اُن کے لئے متعدد قسم کے جسم قرار دئے ہیں مگر اس جسد کا جو دنیا میں قبل موت تھا اُس کا دوبارہ اُٹھنا اور اُس میں روح کا آنا بیان نہیں کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب بھی اس جسد کے جو دنیا میں ہے اُٹھنے کے قائل نہیں ہیں بلکہ اُنہوں نے بھی اُسی قول ثالث کو اختیار کیا ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے سوا اور مفسرین نے بھی اس قول کی تائید کی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں سورۂ قیامہ

قوله - ايحسب الانسان ان لن نجمع عظامه - وتقريره ان الانسان هو هذا البدن فاذا مات تفرقت اجزاء البدن واختلطت تلك الاجزاء بسائر اجزاء التراب وتفرقت فى مشارق الارض ومغاربها فكان تميزها بعد ذلك من غيرها محالا فكان البعث محالا - واعلم ان هذه الشبهة ساقطة من وجهين - الاول - لا نسلم ان الانسان هو هذا البدن فلم لا يجوز ان يقال انه شئ مدبر هذا البدن فاذا فسد هذا البدن بقى هو حيا كما كان حينئذ يكون الله تعالى قادرا على ان يرد اليه بدنا ثانيا وعلى هذا القول يسقط السؤال وفى الاية اشارة الى هذا لانه اقسم بالنفس اللوامة ثم قال ايحسب الانسان ان لن نجمع عظامه وهو تصريح بالفرق بين النفس والبدن -
(تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۰۸)

کی تفسیر میں یہ تقریر لکھی ہے کہ جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ انسان تو یہی موجودہ بدن ہے پھر جب انسان مر گیا تو بدن کے اجزا متفرق ہو گئے اور مٹی میں ملکر مشرق سے مغرب تک اور مغرب سے مشرق تک پھیل گئی اب ان اجزا کا دوسری مٹی کے اجزا سے ممتاز ہونا ناممکن ہے تو قیامت بھی ناممکن ہوگی تو یہ اعتراض دو طور سے مندفع ہوتا ہے (۱) ہم کو یہ تسلیم نہیں کہ انسان اس بدن کا نام ہے ممکن ہے کہ وہ ایک ایسی چیز ہو جو اس بدن کی مدبر ہو اور جب بدن خراب ہو جائے تو وہ اپنی حالت پر زندہ رہے اب خدا کو اس بات پر قدرت ہے کہ اُس کو کوئی اور بدن دیدے چنانچہ اس آیت میں بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ خدا نے پہلے تو نفس لوامہ کی قسم کھائی پھر فرمایا کہ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں نہ اکٹھی کرینگے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ	اور پیدا کیا سورج کو اور چاند کو اور ستاروں کو

اس سے صاف پیدا ہوتا ہے کہ نفس اور بدن دو چیزیں ہیں ✦

اب ہم یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید سے بھی اس موجودہ جسم کا دوبارہ اٹھنا نہیں پایا جاتا بلکہ ایک اور قسم کے جسم کا ہونا ثابت ہوتا ہے خدا نے سورہ واقعہ میں فرمایا ہے کہ۔ ہم نے تم کو پیدا کیا پھر کیوں نہیں تم مانتے۔ پھر کیا تم سمجھتے ہو جو کچھ تم عورتوں کے رحم میں ڈالتے ہو کیا تم اس کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم نے مقدر کی ہے تم میں موت اور ہم اس بات سے پیچھے نہیں رہے یعنی عاجز نہیں ہیں کہ ہم بدل دیں اوصاف تمہارے اور ہم تم کو پیدا کریں اس صفت میں جس کو تم نہیں جانتے ✦

نحن خلقناکم فلولا تصدقون افرءیتم ما تمنون ءانتم تخلقونہ ام نحن الخالقون۔ نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین علی ان نبدل امثالکم وننشئکم فی ما لا تعلمون۔

(۵۶ سورۂ واقعہ ۵۷ - ۶۱)

اس آیت میں لفظ امثال کا جمع ہے لفظ مثل بفتح المیم والثاء کی اور تمام آیات ماسبق و لاحق سے جو اس سورۃ میں ہیں صاف ظاہر ہے کہ حالات حشر اس میں مذکور ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے موت کو تم میں مقدر کیا ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ جو اس زندگی میں تمہارے اوصاف ہیں ان کو بدل دیں اور پیدا کریں ایسے اوصاف میں جن کو تم نہیں جانتے۔ لفظ پیدا کرنے سے صاف پایا جاتا ہے کہ موجودہ اوصاف کے معدوم ہونے کے بعد پیدا کرنا مراد ہے۔ جو لوگ روح کے قائل نہیں تھے اور وہی لوگ حیات بعد الموت کے قائل نہ تھے اور وہی لوگ ان آیتوں میں مخاطب ہیں اسی بدن کو جو انسان دنیا میں رکھتا ہے انسان کے اوصاف سمجھتے تھے۔ طویل القامت بادی البشرہ عریض الاظفار ماشی علی قدمیہ وغیرہ ذلک۔ اب خدا نے فرمایا کہ ان اوصاف یعنی اس جسم کے فنا ہونے کے بعد ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ ان اوصاف کو بدل کر تم کو اور اوصاف میں یعنی دوسری قسم کے جسم میں جس کو تم نہیں جانتے پیدا کریں۔ پس آیت صاف دلیل اس بات کی ہے کہ حیات بعد الموت میں روح کے لئے یہ جسم جو دنیا میں ہے نہ ہوگا بلکہ ایک اور قسم کا جسم ہوگا ✦

یہ وہ حقایق ہیں جو نہ حکمت یونان میں پائے جاتے ہیں اور نہ فلسفہ و علم کلام میں بلکہ یہ انوار ہیں مشکوۃ نبوت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے جو بلا واسطہ سفینہ سینہ منور محمدی سے سینہ احمدی میں پہنچے ہیں۔ گو کہ نابلدان کوچہ حقیقت ان انوار محمدی کو نعوذ باللہ کفر و زندقہ سے تعبیر کریں ✦

وما ذلک الا شقشقۃ ھدرت لجاشت النفس بما ھجس لھا ثم قرت مع ان لکل جواد کبوۃ ولکل سیف نبوۃ ✦

جو تابعدار کیے گئے اُس کے حکم کے ساتھ	مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ

لمؤلفہ

فلاطوں طفلکے باشد بہ یونانے کہ من دارم — مسیحا رشک می دارد بہ درمانے کہ من دارم
ز کفر من چہ می خواہی ز ایمانم چہ می پرسی — ہماں یک جلوۂ عشق است ایمانے کہ من دارم
خدا دارم دلے بریاں ز عشق مصطفیٰ دارم — ندارد ہیچ کافر ساز و سامانے کہ من دارم
ز جبریل امیں قرآں بہ پیغامے نمی خواہم — ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم
فلک یک مطلع خورشید دارد با ہمہ شوکت — ہزاراں ایں چنیں دارد گریبانے کہ من دارم
ز برہان تابِ ایماں سنگ ہا دارد رہ واعظ — ندارد ہیچ واعظ ہمچو برہانے کہ من دارم

اب ہم قرآن مجید کی اُن آیتوں کو جو اس مضمون سے زیادہ تعلق رکھتی ہیں اس مقام پر لکھتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ جب باِمعان نظر اُن کو دیکھا جاوے اور منکرین روح کے عقاید کو بھی مدنظر رکھا جاوے تو اُن سے اس جسم کا جو دنیا میں ہے دوبارہ اُٹھنا ثابت نہیں ہوتا اور وہ آیتیں یہ ہیں ؛

خدا نے سورہ نوح میں فرمایا کہ خدا نے اُگایا تم کو زمین سے ایک قسم کا اُگانا پھر تم کو پھر لیجاویگا

۱- واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیہا ویخرجکم اخراجا۔ (۷۱ سورہ نوح ۱۷ و ۱۸) ؛

اُس میں اور نکالیگا تم کو ایک طرح کا نکالنا اور زمین سے مثل نباتات کے نہیں اُگا - اسی طرح ومثل نباتات کے دوبارہ زمین سے نکلیگا پس یہ صرف تشبیہ معدوم ہونے کے بعد پھر پیدا ہونے کی ہے نہ اس بات کی کہ انسان بعد مرنے کے مثل نباتات کے پھر زمین سے نکلینگے ویخرجکم اخراجا میں لفظ منہا کے ترک ہونے سے یعنی ویخرجکم منہا اخراجا نہ کہنے سے اس مطلب کو جو ہم نے بیان کیا اور زیادہ تقویت ہوتی ہے ؛

خدا تعالیٰ نے سورہ اعراف میں اس طرح پر بیان فرمایا ہے کہ وہ وہ ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں

۲- ھو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقناہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات کذالک نخرج الموتی لعلکم تذکرون۔ (۷- سورۂ اعراف - ۵۵)

کو خوشخبری دینے والیاں اپنی رحمت کے آنے کی یہاں تک کہ جب اُٹھاتی ہیں بوجھل بادل تو ہم اُن کو ہانک لیجاتے ہیں مرے ہوئے شہر کو پھر اُس سے برساتے ہیں پانی پھر ہم اُس سے نکالتے ہیں ہر طرح کے میوے اسی طرح ہم نکالینگے مُردوں کو۔ ادنیٰ تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں بھی صرف بعد معدوم ہونے کے پھر موجود ہونے کا بیان ہے اس سے زیادہ اور کسی چیز کا بیان نہیں اور اس مطلب کو سورہ ملائکہ کی آیت جو ابھی ہم لکھتے ہیں زیادہ صاف کر دیتی ہے ؛

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الا لہ الخلق والامر | جان لوکہ اسی کے لئے پیدا کرنا ہے اور حکم کرنا

خدا تعالیٰ نے سورہ ملائکہ میں فرمایا ہے اور اللہ وہ ہے جس نے بھیجا ہے ہواؤں کو پھر اٹھاتی

۳۔ واللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا فسقناہ الی بلد میت فاحیینا بہ الارض بعد موتھا کذلک النشور۔ (۳۵ سورۂ ملائکہ ۱۰)

ہیں بادلوں کو پھر ہم اُس کو ہانک لیجاتے ہیں مرے ہوئے شہر کی طرف پھر اُس سے زندہ کرتے ہیں زمین کو اُسکے مرجانے کے بعد اسی طرح مردوں کا زندہ ہونا ہے۔

فی القاموس۔ النشر۔ احیاء المیتة کالنشور والانتشار۔ اس آیت میں نخرج کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ نشر کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صرف مُردوں کے پھر موجود ہونے کی تشبیہ ہے نہ اُس جسم کی جو دنیا میں موجود تھا قبر میں سے نکلنے کی ۔

ظاہر میں سورہ طٰہٰ کی آیت اس امر کی جو ہم نے بیان کیا مخالف معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُس میں

۴۔ منہا خلقنٰکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخری۔ (۲۰ طٰہٰ ۵۷)

لفظ منہا کا بھی موجود ہے جو سورہ اعراف کی آیت میں نہ تھا مگر ہرگز وہ آیت مخالف نہیں ہے

سورہ طٰہٰ میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اُسی میں پھر کر لیجاوینگے اور اُسی سے تم کو دوسری دفعہ نکالینگے۔ انسانوں کو خدا نے زمین میں سے پیدا کیا ماں کے پیٹ سے پیدا کیا ہے پس اُس کا زمین سے پیدا کرنا مجازاً بادنے ملابست ہوا گیا ہے اسی طرح اُس کے مقابلہ میں زمین سے دوسری دفعہ نکلنا بھی مجازاً بادنے ملابست ہوا ہے پس اس سے یہ مطلب کہ یہی جسم جو دنیا میں موجود تھا پھر دوبارہ زمین سے نکلیگا ثابت نہیں ہوتا ۔

ایک اور آیت بھی ہے جس کی تحقیق اسی مقام سے مناسب ہے اور وہ سورہ ق کی آیت

واستمع یوم ینادی المناد من مکان قریب یوم یسمعون الصیحة بالحق ذلک یوم الخروج ۔ انا نحن نحیی ونمیت والینا المصیر یوم تشقق الارض عنہم سراعا ذلک حشر علینا یسیر۔ (۵۰ سورۂ ق ۔ ۴۰ ۔ ۴۳)

ہے خدا تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ سُن ایک دن پکاریگا پکارنے والا پاس کے مقام سے ۔ ایک دن سُنینگے زور کی آواز یہ ہے دن نکلنے کا یعنی اپنی اپنی جگہ سے روحوں کے مع اُن اجسام کے جو مفارقت بدن کے وقت اُن کو حاصل ہوئی تھی نکلنے کا اور ایک جگہ جمع ہونے کا نہ یہ کہ اُن اجسام کا جو دنیا میں موجود تھے دوبارہ پتلا بنکر نکلنے کا ۔ اس کے بعد خدا نے فرمایا کہ بیشک ہم زندہ کرتے ہیں اور ہم مار ڈالتے ہیں اور ہماری طرف پھر آنا ہے جلدی کرتے ہوئے اُس دن کہ پھٹ جاویگی اُن سے زمین یہ اکھٹا کرنا ہم پر آسان ہے ۔ اس جملہ سے یہ سمجھنا کہ زمین کا پھٹنا مردوں کے جسم کے نکلنے کا باعث ہوگا محض غلط خیال ہے بلکہ یوم تشقق الارض سے یوم قیامت مراد ہے ۔ اور متعدد آیتوں میں یہ مضمون اسی مراد سے آیا ہے نتیجہ یہ ہے کہ قیامت کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

برکت والا ہے اللہ پروردگار عالموں کا (۵۴)	تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۵۴)

دن سب روحیں اکٹھی ہونگی اس آیت کو اُن جسموں کے جو دنیا میں تھے دوبارہ اُٹھنے سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے ✦

خدا تعالیٰ نے سورہ نازعات میں فرمایا ہے کہ۔ کہتے ہیں کہ کیا ہم لوٹنے جاوینگے اُلٹے قدموں۔

یقولون ائنا لمردودون فی الحافرۃ ءاذا کنا عظاما نخرۃ قالوا تلک اذا کرۃ خاسرۃ فانما ھی زجرۃ واحدۃ فاذا ھم بالساھرۃ ۔

(۷۹ ۔ سورۃ النازعات ۱۰ ۔ ۱۴)

کیا جب ہونگے ہم ہڈیاں گلی ہوئی ۔ کہتے ہیں کہ یہ (لوٹنا) اس وقت پھرنا ہے نقصان کا ۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ایک سخت آواز ہے پھر یکایک وہ ایک میدان میں ہونگے جس میں نیند نہ آتی ہو ۔ منکرین حشر کے جو یہ الفاظ ءاذا کنا عظاما نخرۃ ۔ اس آیت میں اور مثل اُس کے اور آیتوں میں آئے ہیں جیسے کہ ۔ ءاذا کنا ترابا وعظاما ۔ اور من یحیی العظام وھی رمیم ۔ اور ءاذا کنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون ۔ یہ اُن کے اقوال اُسی خیال پر مبنی ہیں کہ وہ انسان کو بجز اس جسم موجودہ کے اور کچھ نہیں جانتے تھے یعنی روح کے وجود کے قائل نہ تھے اور اسی سبب وہ تعجب کرتے تھے کہ اس جسم کے گلجانے اور معدوم ہوجانے کے بعد پھر کیونکر وہ اُٹھیگا اور اسی استبعاد کے سبب وہ اس قسم کے شبہات کرتے تھے ۔ روح کی حقیقت وہ نہیں سمجھ سکتے تھے بلکہ اُس کی ماہیت مثل دیگر اشیا کی ماہیت کے انسان کی سمجھ سے خارج تھی اور خدا تعالیٰ نے طرح طرح سے اُن کے استبعاد کو دور کرتا تھا اور حشر کے ہونے پر یقین دلاتا تھا کبھی تمثیل میں اور کبھی اپنے قادر مطلق ہونے میں پس ان الفاظ سے جو منکرین روح استبعاد رکھتے تھے اور اُن کے جواب تمثیل یا اُس کے مقابلہ میں اظہار قدرت کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُسی جسم کا جو وہ دنیا میں رکھتے تھے اور جس کا گلجانا اور معدوم ہوجانا کہتے تھے اُسی جسم کو خدا پھر اُٹھاویگا ✦

سورہ مومن ۔ سورہ صافات ۔ سورہ واقعہ میں بالفاظ متحدہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہتے

قالوا ءاذا متنا وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون ۔

(انتہی)

وکانوا یقولون ءاذا متنا وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون او اباؤنا الاولون قل ان الاولین والآخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم ۔

(۵۶ ۔ سورۃ واقعہ ۴۷ ۔ ۵۰)

ہیں کہ کیا جب ہم مرجاوینگے اور ہم ہوجاوینگے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم اُٹھائے جاوینگے ۔ اور سورہ واقعہ میں خدا نے فرمایا اور وہ کہتے تھے کہ کیا جب ہم مرجاوینگے اور ہوجاوینگے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم پھر اُٹھائے جاوینگے کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (اُٹھائے جاوینگے) کہہ دے کہ بیشک اگلے اور پچھلے ضرور اکٹھے کئے جاوینگے تا وقت معین میں ۔ اس آیت میں سوال تھا کہ کیا ہم اور ہمارے باپ دادا اُٹھائے جاوینگے اُس کا جواب یہ ملا کہ بیشک اکٹھے کئے جاوینگے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جہاں جہاں قرآن مجید میں بعث کا لفظ آیا ہے اُس سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً	پکارو اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر چھپا کر

جمع کرنا مراد ہے نہ اس جسم کو جو ہم دنیا میں رکھتے ہیں بعد معدوم ہو جانے کے پھر پتلا بنا کر اٹھانا۔ بعث کا اطلاق بشکل پران معنوں میں آتا ہے جب کہ اُن کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا جاتا ہے پس اس آیت میں خود خدا نے بعث کے معنوں کی تشریح کر دی ہے اور اس لئے اُس کے کوئی دوسرے معنی نہیں لئے جا سکتے ✦

سورہ حج میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے ۔ اور تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک ہو گئی پھر جب ہم

وترى الارض هامدة فاذا انزلنا عليها الماء اهتزت وربت وانبتت من كل زوج بهيج ذلك بان الله هو الحق وانه يحي الموتى وانه على كل شئ قدير وان الساعة اتية لاريب فيها و ان الله يبعث من فى القبور۔

(۲۲- سورۃ الحج ۵ و ۶ و ۷) ✦

برساتے ہیں اُس پر پانی تو پھولتی ہے اور بڑھتی ہے اور اُگاتی ہے ہر قسم کی خوش آیند چیزیں ۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ وہی برحق ہے اور یہ کہ وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو اور یہ کہ وہ ہر شے پر قادر ہے اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ اٹھاویگا اُن کو جو قبروں میں ہیں ✦

اور سورہ یٰسین میں فرمایا ہے ۔ پھونکا جاویگا صور میں پس یکایک وہ قبروں میں سے اپنے

ونفخ فى الصور فاذا هم من الاجداث الى ربهم ينسلون ۔ قالوا يا ويلنا من بعثنا من مرقدنا هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون ان كانت الا صيحة واحدة فاذا هم جميع لدينا محضرون۔

(۳۶- یٰسین ۵۱ - ۵۳)

پروردگار کے پاس دوڑینگے کہینگے اے وائے ہم پر کس نے اُٹھایا ہم کو ہمارے مرقد سے یہ وہ ہے جس کا وعدہ کیا تھا خدا نے اور سچ کہا تھا پیغمبروں نے یہ نہیں تھا مگر ایک تند آواز میں پھر دفعۃً وہ سب ہمارے پاس حاضر ہونے والے ہیں ✦

اگرچہ ان آیتوں میں خدا تعالےٰ نے اُن لوگوں کا قبروں میں سے اُٹھنا اُن کو جو بعث کے بسبب نہ یقین کرنے روح کے منکر محض تھے زیادہ تر یقین دلانے کو بالفاظ ”من فى القبور“ اور ”من الاجداث“ کے بیان فرمایا ہے ۔ یعنی جن کو تم قبروں میں گڑا ہوا اور گلا سڑا خاک میں ملا ہوا سمجھتے ہو وہی قبروں میں سے اٹھینگے ۔ مگر درحقیقت مقصود اور موضوع کلام کا یہ نہیں ہے کہ وہ کہاں سے اٹھینگے کیونکہ بہت سے ایسے ہیں جو قبروں میں نہیں ہیں آگ میں جلا دیئے گئے ہیں جانور کھا گئے ہیں بلکہ مقصود مردوں کا یعنی جن کو ہم مرا ہوا سمجھتے ہیں اور جن پر مردے کا اطلاق ہوتا ہے قیامت میں اُن کا موجود ہونا ہے لیکن اگر ہم کچھ غور نہ کریں اور یہی سمجھیں کہ جو لوگ قبروں میں دفن ہیں وہی اُٹھینگے تو بھی ان آیتوں سے یہ بات کہ اُن کا یہی جسم ہوگا جو دنیا میں رکھتے تھے کسی طرح سے پایا نہیں جاتا ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۳﴾	بیشک وہ نہیں دوست رکھتا حد سے نکلنے والوں کو ﴿۵۳﴾

قرآن مجید میں دو اور عجیب آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن نہ کسی معدوم جسم کا دوبارہ پتلا بنا کر اٹھایا جاویگا نہ کوئی جدید جسم اُن کو ملیگا بلکہ وہی جسم ہوگا جو روح و نسمہ کے اختلاط سے روح نے حاصل کیا تھا اور بعد مفارقت بدن روح نے موت سے جسم کے مفارقت کی تھی پس جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا کہ نشأۃ آخرت تتمہ اسی حیات کا ہوگا نہ خلق جدید بالکل ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے سورۃ الاسریٰ میں فرمایا ہے۔

وقالوا ءاذا كنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون خلقا جديدا قل كونوا حجارة او حديدا او خلقا مما يكبر في صدوركم فسيقولون من يعيدنا قل الذي فطركم اول مرة فسينغضون اليك رءوسهم ويقولون متى هو قل عسى ان يكون قريبا (۱۷ سورۃ الاسریٰ ۴۹ و ۵۱)

اور کہتے ہیں کہ جب ہم ہڈیاں اور گلے ہوئے ہو جاوینگے تو کیا ہم اُٹھائے جاوینگے نئے پیدا ہو کر۔ کہدے کہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا اُس قسم کی پیدائش جو تمہارے دل کو بڑی مستحکم لگتی ہو تب بھی تم کہوگے کہ کون ہم کو لوٹا لاویگا۔ کہدے کہ وہ جس نے پیدا کیا تم کو پہلی دفعہ پھر جھکا دینگے اپنے سروں کو تیری طرف اور کہنے لگینگے وہ کب ہوگا۔ کہدے کہ شاید یہ ہووے قریب۔

اور سورہ سجدہ میں خدا نے فرمایا ہے۔

وقالوا ءاذا ضللنا في الارض ءانا لفي خلق جديد بل هم بلقاء ربهم كافرون قل يتوفاكم ملك الموت الذي وكل بكم ثم الى ربكم ترجعون۔ (سورہ سجدہ - ۹ و ۱۰)

اور انہوں نے کہا کہ جب ہم زمین میں گم ہو جاوینگے (یعنی گل گلا کر مٹی ہو کر اُس میں مل جاوینگے) تو کیا ہم ایک نئی پیدائش میں آوینگے۔ بلکہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں۔ کہدے کہ تم کو ملک الموت ماریگا جو تم پر متعین ہے پھر اپنے پروردگار کے پاس پھر جاؤ گے۔ ان دونوں آیتوں میں باوجودیکہ سوال خلق جدید کا تھا مگر خدا نے اس کو قابل جواب نہیں سمجھا کیونکہ خود سوال ہی باطل تھا کہ خلق جدید خلق سابق کے اعمال کی جزا و سزا کی مستحق نہیں ہو سکتی ایک جگہ تو یہ فرمایا کہ تم کو وہی حشر میں لاویگا جس نے تم کو اول مرتبہ پیدا کیا تھا اور لانے کی کچھ تفصیل نہیں بتلائی۔ اور دوسری آیت میں فرمایا کہ اُن کی یہ باتیں اس بنا پر ہیں کہ اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں اور یہ جواب دیا کہ جب مروگے تو اپنے پروردگار کے پاس جاؤ گے۔ غرضکہ ان آیتوں سے بھی اس جسم کا جو دنیا میں ہے دوبارہ پتلا بنکر اُٹھنا ثابت نہیں ہوتا۔

دو آیتیں اور ہیں جن کا ہم اس مقام پر ذکر کرینگے ایک آیت سورہ یٰسین کی ہے۔ خدا نے فرمایا

وضرب لنا مثلا ونسي خلقه قال من يحيي العظام وهي رميم قل يحييها الذي انشأها اول مرة وهو بكل خلق عليم۔ (۳۶ - سورۂ یٰسین ۷۸ و ۷۹)

کہ ہمارے لیے یہ مثال تو لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کون زندہ کریگا ہڈیوں کو اور وہ تو گل گئی ہونگی اور اپنے پیدا ہونے کو بھول جاتے ہیں کہدے کہ اُن کو زندہ کریگا وہ جس نے تم کو پیدا کیا پہلی دفعہ اور وہ ہر قسم کی آفرینش کو جانتا ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (۵۴)	اور مت فساد کرو زمین میں اُس کی اصلاح ہونے کے بعد اور پکارو اُس کو ڈر کر اور امید رکھ کر۔ بیشک رحمت اللہ کی قریب ہے نیک کام کرنے والوں کے (۵۴)

اور سورہ قیامہ میں فرمایا ہے کہ۔ کیا گمان کرتا ہے کہ ہم ہڈیوں کو اکٹھا نہ کرینگے یہ بات نہیں ہے بلکہ ہم اس پر قادر ہیں کہ انگلیوں کی پوریوں کو بھی درست کر دیں +

ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ ۔ بلیٰ قادرین علیٰ ان نسوی بنانہ (۷۵ ۔ سورۃ قیامہ ۳ و ۴)

اور سورہ جاثیہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ۔ کہدے کہ اللہ تم کو جلاتا ہے پھر تم کو مار ڈالیگا پھر تم کو قیامت کے دن اکٹھا کریگا +

قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القیامۃ

(۴۵ ۔ جاثیہ ۲۵)

ان تین آیتوں میں سے پہلی دو آیتیں ایسی ہیں جن پر متکلمین نا فہمی مطلقاً استدلال کر سکتے ہیں جیسا کہ شرح مواقف میں مذہب اہل بیان کیا گیا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ جب انہی گلی ہوئی ہڈیوں کے زندہ کرنے کا بیان ہوا ہے اور انگلیوں کے پوروں تک کا بنا دینا بتایا ہے تو اس سے اسی جسم کا جو دنیا میں ہے دوبارہ پتلا بنکر اُٹھنا پایا جاتا ہے +

مگر یہ خیال دو طرح پر غلط ہے ایک اس لئے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کسی سوال کے جواب میں صرف اظہار قدرت سے اس بات کا ثبوت کہ یہی جسم جو دنیا میں ہے دوبارہ پتلا بنا کر اٹھایا جاویگا لازم نہیں آتا۔ دوسرے یہ کہ اسی کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ ھو بکل خلق علیم یعنی وہ ہر قسم کے پیدا کرنے کو جانتا ہے کہ گلی ہوئی ہڈیوں کی زندگی کیا چیز ہے اور وہ کیونکر ہوتی ہے۔ پھر اس سے یہ سمجھنا کہ وہ گلی ہوئی ہڈیاں دوبارہ ایسی ہی ہو جاوینگی جیسے کہ اب اس زندگی میں ہیں ایک صریح غلطی ہے۔ ایک آیت کے معنی دوسری آیت سے حل ہوتے ہیں سورہ جاثیہ میں صاف لفظوں میں خدا نے فرمایا ہے کہ اللہ تم کو جلاتا ہے پھر تم کو مارتا ہے پھر تم کو قیامت کے دن اکٹھا کریگا پس یہ آیت نہایت صاف ہے اور اسی آیت کے سیاق سے تمام آیتوں کے معنی حل ہوتے ہیں +

یہ مسئلے جو ہم نے اس مقام پر بیان کئے معاد کے متعلق مسائل میں سے تھے اور جہاں تک ہم سے ہو سکا ہم نے ان تمام آیتوں کو جو اُن سے علاقہ رکھتی تھیں ایک جگہ جمع کر دیا اور بقدر اپنی طاقت کے اُن کو حل بھی کیا اور اُس کی تائید میں علمار محققین کے اقوال بھی نقل کئے اب معاد کے متعلق کیفیت حساب و کتاب عذاب و ثواب کا بیان باقی ہے جس کو اگلے علما نے اور خصوصاً امام غزالی اور شاہ ولی اللہ نے نہایت خوبی سے بیان کیا ہے اور ہم بھی اُس کو آیندہ موقع بموقع بیان کرینگے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۵﴾	اور وہ وہ ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبری دیتی ہوئیں اپنی رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب وہ اٹھا لاتی ہیں بھاری بادلوں کو تو ہم اُس کو لیجاتے ہیں مری ہوئی زمین کی طرف پھر برساتے ہیں ہم اُس سے پانی پھر اگاتے ہیں ہم اُس سے ہر ایک طرح کے میوے۔ اسی طرح ہم نکالینگے مُردوں کو شاید کہ تم نصیحت پکڑو ﴿۵۵﴾

انشاءاللہ تعالےٰ +

(۵۲) (ستۃ ایام) توریت میں ہے کہ خدا نے نور و ظلمت کو ایک دن میں۔ آسمانوں کو ایک دن میں۔ کواکب اور شمس و قمر کو ایک دن میں۔ زمین و دریا و اشجار کو ایک دن میں۔ حیوانات آبی و ہوائی کو ایک دن میں۔ حیوانات زمین پر رہنے والے اور انسان کو ایک دن میں پیدا کیا۔ یہ سب ملکر چھ دن ہوئے +

قرآن مجید میں بھی تمام چیزوں کا چھ دن میں پیدا کرنا بیان کیا ہے۔ سورہ فصلت میں اُس کی تفصیل بھی ہے۔ اُس سورۃ میں۔ نور و ظلمت کا جس کا زیادہ تر اثر زمین پر محسوس ہوتا ہے اور زمین و اشجار و حیوانات ہوائی و آبی و ارضی کا پیدا ہونا چار دن میں۔ اور آسمانوں اور کواکب کا دو دن میں بیان ہوا ہے غرضکہ جس طرح پر یہودیوں کا اعتقاد تھا اُسی کا بطور حکایت اُن کے اعتقاد کے قرآن مجید میں ذکر آیا ہے +

ساتواں دن یہودیوں کے ہاں خدا کے آرام کرنے کا تھا جس سے یہ پایا جاتا تھا کہ گویا چھ دن تک کام کرنے سے خدا تھک گیا تھا یہ خیال خدا کی عظمت او شان کے موافق درست نہ تھا اس لئے اُس کی تردید کردی کہ بیشک ہم نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ کہ اُن دونوں میں ہے چھ دن میں اور ہم کو ذرا بھی ماندگی نے نہیں چھوا۔ ولقد خلقنا السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب (سورۃ ق آیت ۳۰) + اور اُس کی بجائے فرمایا۔ ثم استوی علی العرش۔ اُن کے پیدا کرنے کے بعد اُن کے اوپر حکومت و سلطنت کی۔ نہ یہ کہ تھک کر ساتویں دن آرام کیا +

توریت میں جو چھ دن میں دنیا کا پیدا کرنا بیان ہوا ہے اُس پر سخت اعتراضات کئے گئے ہیں اور علمی دلایل سے ثابت کیا ہے کہ چھ دن میں دنیا پیدا نہیں ہوئی بلکہ بہت زیادہ عرصہ میں پیدا ہوئی ہے وہ دلیلیں ایسی مستحکم تھیں کہ ٹل نہیں سکتی تھیں اس لئے عیسائی علما نے کبھی تو کہا کہ ہر ایک دن کی مقدار ہزار ہزار برس کی تھی۔ مگر یہ زمانہ بھی دنیا کے پیدا ہونے کے لئے کافی نہ تھا اس لئے آخرکار اُنہوں نے دن کے معنی ایک زمانہ کے لئے ہیں جس کی مقدار مقرر نہیں کی +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ﴿٥٦﴾ ۶	اور زمین جو اچھی ہے اُس کی کھیتی اُگتی ہے اُس کے پروردگار کے حکم سے اور جو بُری ہے اُس کی نہیں اُگتی مگر تھوڑی سی۔ اس طرح ہم آیات پھیر کر بیان کرتے ہیں نشانیوں کو اُن لوگوں کے لئے جو شکر کرتے ہیں (۵۶)

جو مسلمان عالم یہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے قرآن مجید میں دنیا کا پیدا ہونا چھ دن کے عرصہ میں بطور اخبار کے بیان کیا ہے اُن کو بھی وہی مشکلیں پیش آتی ہیں جو عیسائی علما کو پیش آئی ہیں چنانچہ بعض عالموں نے باستدلال آیت سورہ سجدہ کے خیال کیا ہے کہ یہ ایک دن دنیا کے ہزار برس کی برابر تھا۔ بعض عالموں نے دن سے ایک حالت اور ایک زمانہ مراد لیا ہے اور یہ رائے عیسائی علما کی اُس رائے کے مشابہ ہے

في ستة ايام اشارة الى ستة احوال في نظر الناظرين وذلك لان السموات والارض وما بينهما ثلاثة اشياء ولكل واحد منها ذات وصفة فنظر الى خلقه ذات السموات حالة ونظر الى خلقه صفاتها اخرى ونظر الى ذات الارض والى صفتها كذلك ونظر الى ذات ما بينهما والى صفاتها كذلك فهي ستة اشياء في ستة احوال وانما ذكر الايام لان الانسان اذا نظر الى الخلق رآه فعلا والفعل ظرفه الزمان والايام اشهر الازمنة والا فقبل السموات لم يكن ليل ولا نهار وهذا مثل ما يقول القائل لغيره ان يوما ولدت فيه كان يوما مباركا وقد يجوز ان يكون ذلك ضحى او ليلا ولا يخرج عن مراده لان المراد هو الزمان الذي هو ظرف ولادته

(تفسیر کبیر تفسیر سورۂ سجدہ صفحہ [illegible])

جس میں انہوں نے دن سے ایک زمانہ مراد لیا ہے اور اُس کی مقدار معین نہیں کی چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ چھ دن سے اشارہ ہے دیکھنے والوں کی نگاہ میں چھ حالتوں کی طرف اور یہ اس طرح پر ہے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ اُن میں ہے تین چیزیں ہوئیں اور اُن میں سے ہر ایک کے ذات ہے اور صفت ہے پس آسمان کی بلحاظ اُس کی ذات کے پیدا کرنے کے ایک حالت ہے اور بلحاظ اُن کی صفات کے پیدا کرنے کے دوسری حالت ہے اور یہی حال ہے زمین کی ذات اور اُس کی صفات کے پیدا کرنے کے لحاظ سے اور اسی طرح اُن دونوں کے بیچ میں جو کچھ ہے اُن کی ذات و صفات کے پیدا کرنے کے لحاظ سے ہے پس یہ چھ چیزیں چھ حالتوں میں۔ مگر چھ حالتوں کی بجائے جو چھ دن کا ذکر ہوا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جب انسان خلق کو دیکھتا ہے تو ایک فعل سمجھتا ہے اور فعل زمانہ میں واقع ہوتا ہے اور دن اُن لفظوں میں جن سے زمانہ تعبیر کیا جاتا ہے سب سے زیادہ مشہور ہے ورنہ آسمانوں کے پیدا ہونے کے پہلے نہ رات تھی نہ دن تھا۔ اور یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی دوسرے سے کہے کہ جس دن میں پیدا ہوا ہوں وہ مبارک دن تھا۔ حالانکہ ممکن ہے کہ رات کو پیدا ہوا ہو مگر ایسا ہونا اُس کے مطلب سے خارج نہیں ہے کیونکہ اُس کی مراد دن کہنے سے وہ زمانہ ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہو +

میرے نزدیک امر محقق یہ ہے کہ جہاں جہاں قرآن مجید میں چھ دن کے عرصہ میں دنیا کا پیدا

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ	بیشک ہم نے بھیجا نوح کو اُس کی قوم کے پاس

ہونا بیان ہے وہ نہ اخبار ہے اور نہ کلام مقصود بلکہ مخاطبین کے اعتقاد کو بطور نقل تسلیم کر کے اُس پر دلیل قائم کی ہے یعنی خدا تعالےٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں اور ممکن ہے کہ مشرکین کو بھی مخاطب کر کے یہ فرمایا ہے کہ جس کی نسبت تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ اُس نے چھ دن میں دنیا پیدا کی ہے وہی خدا ہے واحد ذوالجلال ہے مخاطبین کے مسلم امر سے خدا کے ہونے پر اور اُس کی عظمت اور استحقاق عبادت پر استدلال کیا ہے نہ یہ کہ خدا تعالےٰ نے بتایا ہے کہ اُس نے چھ دن میں دنیا کو پیدا کیا ہے یہی رائے بعضے اگلے عالموں کی بھی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ایک سوال کرنے والا یہ پوچھ سکتا ہے کہ ان چیزوں کا چھ دن میں

فان قیل ان یقال نقول لو فرضنا الاشیاء مخلوقۃ فی ستۃ ایام لا یمکن جعلہ دلیلا علی ثبوت الصانع وبیانہ من وجوہ الاول ان وجہ دلالۃ ھذہ المحدثات علی وجود الصانع ھو حدوثھا وامکانھا او مجموعھما فاما وقوع ذلک الحدوث فی ستۃ ایام او فی یوم واحد فلا اثر لہ فی ذلک البتۃ + + + والجواب انہ سبحانہ ذکر فی اول التوراۃ انہ خلق السموات والارض فی ستۃ ایام والعرب کانوا یخالطون الیھود والظاھر انھم سمعوا ذلک منھم فکانہ سبحانہ یقول لا تشتغلوا بعبادۃ الاوثان والاصنام فان ربکم ھو الذی سمعتم من عقلاء الناس انہ ھو الذی خلق السموات والارض علی غایۃ عظمتھا ونھایۃ جلالتھا فی ستۃ ایام۔ (تفسیر کبیر) +

پیدا ہونا ممکن نہیں ہے کہ اُس کو صانع کے وجود کے اثبات پر دلیل کیا جاوے۔ اس کا بیان کئی طرح پر ہے۔ اول یہ کہ ان محدثات یعنی پیدا ہوئی ہوئی چیزوں سے وجود صانع پر دلیل ہونے کی وجہ یا یہ ہے کہ وہ پیدا شدہ ہیں یا یہ ہے کہ ممکنات سے ہیں یا دونوں باتیں اس کی دلیل ہیں لیکن اس بات کا کہ وہ چھ دن میں پیدا ہوئی ہیں یا ایک دن میں اُس سے بلاشبہ دلیل پر کچھ اثر نہیں ہے + + پھر مصنف تفسیر کبیر اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے توراۃ کے شروع میں کہا ہے کہ اُس نے چھ دن میں آسمان و زمین پیدا کئے ہیں اور اہل عرب یہودیوں کے ساتھ مخلوط ہو گئے تھے

اور ظاہر ہے کہ اُنھوں نے یہودیوں سے یہ بات سُنی تھی۔ پس گویا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم بتوں کی پرستش پر مشغول مت ہو کیونکہ تمہارا پروردگار وہی ہے کہ جس کی نسبت تم نے عقلمند لوگوں سے سُنا ہے کہ یہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو بے انتہا عظمت اور بہت بڑی منزلت پر چھ دن میں پیدا کیا ہے +

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ ستۃ ایام کا لفظ صرف نقلاً مخاطبین کے اعتقاد یا اذعان کے مطابق آیا ہے نہ بطور بیان حقیقت یعنی لفظ ستۃ ایام کا کلام مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ بطور نقل و بحیثیت اعتقاد مخاطبین آیا ہے۔ اگر اس بات پر ہمیشہ خیال رکھا جاوے کہ انبیا علیہم السلام کا کام نہ حقائق اشیاء سے بحث کرنے کا ہے اور نہ تمام اُن چیزوں پر رد و قدح کرنے کا ہے جو فی الواقع حقیقت اشیا کے برخلاف ہیں بلکہ اُن کا کام صرف یہ ہے کہ جو چیزیں خدا کی وحدانیت اور قدرت و عظمت کی

[1] ستۃ ایام کی بحث بالتفصیل تہذیب الاخلاق میں سید مرحوم نے کی ہے۔ محمد علی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (۵۹)	پھر اُس نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی خدا سوائے اُس کے ۔ بیشک تم پر خوف کرتا ہوں بڑے دن کے عذاب کا (۵۹)

برخلاف لوگوں کے دلوں میں ہوں اُن کو نیست و نابود کریں یہ خلق سماوات و الارض کی نسبت جو کچھ کہ مخاطبین کا اعتقاد برخلاف شان خدا تعالےٰ تھا وہ صرف تھک کر ساتویں دن اُس کا آرام لینا تھا اُسے مٹانا ایک پیغمبر کو بلحاظ اپنے منصب پیغمبری کے ضرور تھا چنانچہ اُس کو الفاظ " وما مسنا من لغوب " سے مٹا دیا اور باقی امور سے کچھ تعرض نہیں کیا پس کوئی ذی عقل انسان جس کو قرآن مجید کے طرز بیان سے ذرا بھی مس ہے یہ نہیں کہ سکتا کہ لفظ ستۃ ایام کا قرآن مجید میں بطور بیان حقیقت کے واقع ہے ✦

(استویٰ علے العرش) عرش کے معنی لغت میں تخت رب العالمین کے ۔ اور تخت بادشاہ کے ۔ اور عزت کے ۔ اور جس سے کہ کوئی امر قایم ہو ۔ اور گھر کی چھت کے ۔ اور سردار قوم کے ۔ اور اُس چیز کے جس پر جنازہ اُٹھایا جاتا ہے لکھے ہیں ✦

تمام مفسرین عرش سے تخت رب العالمین مراد لیتے ہیں اور اُس کو موجود فی الخارج سمجھتے ہیں ۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ آسمانوں کے اوپر ایک جسم عظیم ہے اور وہ تخت رب العالمین ہے ✦

قرآن مجید میں جہاں عرش کا لفظ آیا ہے وہ دو قسم کی آیتیں ہیں ایک وہ جن میں صرف عرش کا ذکر ہے اور دوسری وہ کہ جن میں استوےٰ علی العرش کا ذکر ہے اول ہم ان دونوں قسم کی آیتوں کو اس مقام پر لکھتے ہیں ✦

آیات قسم اول جن میں صرف عرش کا ذکر ہے

لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم ۔ ۹ توبہ ۱۳۰ ✦

قل لو کان معہ آلھۃ کما یقولون اذا لابتغوا الی ذی العرش سبیلا ۔ ۱۷ اسریٰ ۴۴ ✦

فسبحان اللہ رب العرش عما یصفون ۔ ۲۱ الانبیاء ۲۲ ✦

قل من رب السموات السبع ورب العرش العظیم ۔ ۲۳ المومنون ۸۸ ✦

فتعالی اللہ الملک الحق لا الٰہ الا ھو رب العرش الکریم ۔ ۲۳ المومنون ۱۱۷ ✦

اللہ لا الٰہ الا ھو رب العرش العظیم ۔ ۲۷ النمل ۲۶ ✦

وتری الملائکۃ حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربھم وقضی بینھم بالحق وقیل الحمد للہ رب العالمین ۔ ۳۹ ۔ زمر ۔ ۷۵ ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۶۰	اس کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہم تجھ کو دیکھتے ہیں کھلی ہوئی گمراہی میں ۶۰

رفیع الدرجات ذو العرش ۔ ۴۰ مومن ۱۵ +

سبحان رب السموت والارض رب العرش عما یصفون ۔ ۴۳ زخرف ۔ ۸۲ +

عند ذی العرش مکین ۔ ۸۱ تکویر ۲۰ +

ذو العرش المجید فعال لما یرید ۸۵ بروج ۱۵ +

والملک علی ارجائها ویحمل عرش ربک فوقهم یومئذ ثمانیه ۔ ۶۹ الحاقه ۱۷ +

الذین یحملون العرش ومن حوله یسبحون بحمد ربهم ویؤمنون به ویستغفرون للذین امنوا

۴۰ ۔ مومنون ۷ +

وھو الذی خلق السموت والارض فی ستة ایام وکان عرشه علی الماء لیبلوکم ایکم

احسن عملا ۔ ۱۱ ھود ۷ +

آیات قسم ثانی جن میں استوے علی العرش کا ذکر ہے

ان ربکم اللہ الذی خلق السموت والارض فی ستة ایام ثم استوی علی العرش ۔

۷ ۔ الاعراف ۵۴ و سورہ ۱۰ یونس ۳ +

الذی خلق السموت والارض وما بینهما فی ستة ایام ثم استوی علی العرش الرحمن

فاسئل به خبیرا ۔ ۲۵ فرقان ۵۹ +

اللہ الذی خلق السموت والارض وما بینهما فی ستة ایام ثم استوی علی العرش ما لکم

من دونه من ولی ولا شفیع افلا تتذکرون یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیه فی یوم کان

مقداره الف سنة مما تعدون ۔ ۳۲ السجدہ ۴ ۔ ۵ +

ھو الذی خلق السموت والارض فی ستة ایام ثم استوی علی العرش ۔ ۵۷ حدید ۴ +

اللہ الذی رفع السموت والارض بغیر عمد ترونها ثم استوی علی العرش ۔ ۱۳ رعد ۲ +

الرحمن علی العرش استوی ۔ ۲۰ طه ۵ +

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسوھن سبع سموت وھو بکل شیء

علیم ۔ (بقرہ ۲۹ +

قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون له اندادا ذلک رب العلمین

وجعل فیها رواسی من فوقها وبارک فیها وقدر فیها اقواتها فی اربعة ایام سواء للسائلین

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۹﴾	(نوح نے) کہا اے میری قوم مجھ کو گمراہی نہیں ہے ولیکن میں تمام عالموں کے پروردگار کی طرف سے پیغمبر ہوں ﴿۵۹﴾

ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعًا او کرھًا قالتا اتینا طائعین فقضاھن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرھا وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظا ذلک تقدیر العزیز العلیم ۔ ۴۱ فصلت ۔ ۱۰ لغایت ۱۱ ۔

باوجود اس کے کہ تمام مسلمان عرش رب العالمین کو ایک جسم عظیم موجود فی الخارج فوق السموات مانتے ہیں مگر لفظ استوے سے تخت پر بیٹھنا مراد نہیں لیتے ۔ بلکہ وہ یقین کرتے ہیں کہ نہ کبھی خدا اُس تخت پر بیٹھا اور نہ کبھی آئندہ بیٹھیگا اور نہ تخت پر اُس کا بیٹھنا ممکن ہے ۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے " فاعلم انہ لا یمکن ان یکون المراد منہ کونہ مستقرا علی العرش " کیونکہ اگر خدا تخت پر بیٹھے یا بیٹھا ہوا ہو تو وہ متناہی ہو جاویگا اور جب متناہی ہوگا تو حادث ہو جاویگا ۔ اور حیز معین اور جہت خاص میں محدود ہوگا اور حیز اور مکان کی اُس کو احتیاج ہوگی ۔ پھر وہ مقدار میں عرش سے بڑا ہوگا یا عرش اس سے بڑا ہوگا یا دونوں برابر ہونگے ہر طرح سے خدا پر مشکل لازم آتی ہے ۔ بڑی مشکل یہ پڑتی ہے کہ زمین یا دنیا تو کروی ہے اور جب خدا ایک تخت پر بیٹھا تو ایک طرف کی دنیا کے لوگوں سے تو وہ اوپر ہوگا اور دوسری طرف کی دنیا کے لوگوں سے نیچے تو جب اوپر ہونا اُس کا متحقق نہ رہیگا ۔ اسی قسم کی سولہ دلیلیں خدا کے تخت پر بیٹھنے کے امتناع میں تفسیر کبیر میں مندرج ہیں ۔ غرضکہ تمام اہل سنت و جماعت بلکہ تمام فرق اسلامیہ سوائے مجسمہ کے خدا تعالےٰ کے جلوس کو ممتنع بیان کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عرش جب سے بنا ہے خالی پڑا ہے اور ہمیشہ خالی پڑا رہیگا ۔ مگر کسی نے یہ نہ بتلایا کہ پھر وہ بنایا کیوں ہے اور کس لئے ۔

جب ہمارے علما اس مشکل میں پڑے تو انہوں نے استویٰ اور عرش دونوں کے معنی بدلے اور کہا کہ ان آیتوں میں جن میں استوے علی العرش کا ذکر ہے وہ جو زاچکا جسم عظیم جس کو تخت رب العالمین موجود فی الخارج فوق السموات قرار دیا ہے مراد نہیں ہے بلکہ عرش سے بادشاہت اور مملکت اور استوے سے اس پر استیلا یعنی غلبہ و قدرت مراد ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ " قفال نے کہا ہے

قال القفال رحمۃ اللہ علیہ العرش فی کلامھم ھو السریر الذی یجلس علیہ الملوک ثم جعل العرش کنایۃ عن نفس الملک یقال ثل عرشہ ای انتقض ملکہ وفسد واذا استقام لہ ملکہ واطرد امرہ وحکمہ قالوا استوی علی عرشہ و استقر علی سریر ملکہ ھذا ما قالہ القفال و

کہ عرش کلام عرب میں وہ تخت ہے جس پر بادشاہ بیٹھتا ہے پھر عرش سے ملک اور سلطنت کنایۃً ہے کہا جاتا ہے ثل عرشہ جب کہ سلطنت میں خرابی آجاوے اور جب کہ سلطنت درست ہو اور کام اچھا چلتا ہو اور حکم نافذ ہو تو کہتے ہیں کہ

أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾	میں تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارے بھلائی چاہتا ہوں اور میں اللہ کے بتانے سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ﴿۶۲﴾

اقول ان الذی قاله حق وصدق وصواب ونظیره
قولهم للرجل الطویل فلان طویل النجاد وللرجل
الذی یکثر الضیافة کثیر الرماد وللرجل الشیخ فلان
اشتعل راسه شیبا ولیس المراد فی شیٔ من هذه
الالفاظ اجراءها علی ظواهرها انما المراد منها تعریف
المقصود علی سبیل الکنایة فکذا هاهنا یذکر الاستواء
علی العرش والمراد نفاذ القدرة وجریان المشیئة ثم
قال القفال رحمه الله تعالیٰ والله تعالیٰ لما دل علی ذاته
وعلی صفاته وکیفیة تدبیره العالم علی الوجه
الذی الفوه من ملوکهم ورؤسائهم استقر فی قلوبهم
عظمة الله وکمال جلاله الا ان کل ذلک مشروط بنفی
التشبیه فاذا قال انه عالم فهموا منه انه لا یخفی
علیه تعالیٰ شیٔ ثم علموا بعقولهم انه لم یحصل
ذلک العلم بفکرة ولا رویة ولا باستعمال حاسة
واذا قال قادر علموا منه انه متمکن من ایجاد الکائنات
وتکوین الممکنات ثم علموا بعقولهم انه غنی
فی ذلک الایجاد والتکوین عن الآلات والادوات
وسبق المادة والمدة والفکرة والرویة وهکذا القول
فی کل صفاته واذا اخبر ان له بیتا یجب علی عباده حجه
فهموا منه انه نصب لهم موضعا یقصدونه لمسألة
ربهم وطلب حوائجهم کما یقصدون بیوت الملوک و
الرؤساء لهذا المطلوب ثم علموا بعقولهم نفی التشبیه
وانه لم یجعل ذلک البیت مسکنا لنفسه ولم
ینتفع به فی دفع الحر والبرد عن نفسه فاذا
امرهم بتحمیده وتمجیده فهموا منه انه امرهم
بنهایة تعظیمه ثم علموا بعقولهم انه لا یفرح بذلک
التحمید والتعظیم ولا یغتم بترکه والاعراض عنه
اذا عرفت هذه المقدمة فنقول انه خلق السموات
والارض کما اراد وشاء من غیر منازع ولا مدافع ثم
اخبر انه استوی علی العرش ای حصل له تدبیر
المخلوقات علی ما شاء واراد فکان قوله ثم استوی
علی العرش ای بعد ان خلقها استوی علی عرش الملک
والجلال ثم قال القفال والدلیل علی ان هذا

(استوىٰ علیٰ عرشه واستقر علیٰ سریر ملکه) یعنی اچھی
طرح اپنی سلطنت پر قائم ہے اور اپنے سریر مملکت پر متمکن ہے
یہ وہ ہے جو قفال نے کہا ہے اور صاحب تفسیر کبیر
کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ حق اور سچ اور صواب ہے
اور یہ ایسا ہے جیسا کہ طویل قامت کے لئے عرب کا یہ
قول ہے (طویل النجاد) یعنی پر تلہ والا اور بہت
زیادہ ضیافت کرنے والے کے لئے (کثیر الرماد)
بہت خاکستر والا اور بوڑھے آدمی کے لئے یہ کہنا
کہ اس کا سر بڑھاپے سے روشن ہوگیا (اشتعل راسه
شیبا) ان سب الفاظ سے یہ مراد نہیں ہے
کہ وہ اپنے ظاہری معنی میں جاری ہیں بلکہ ان سے
یہی مراد ہے کہ اصل مقصود کو بطور کنایہ کے سمجھا دیا جاوے
ایسا ہی اس موقع پر کہا جاتا ہے (استوىٰ علی العرش)
اور مراد ہے اس کی قدرت کا نافذ ہونا اور اس
کی خواہش کا جاری ہونا۔ قفال نے کہا ہے اللہ تعالیٰ
نے جب کہ سمجھایا اپنی ذات اور اپنی صفات اور
اپنی کیفیت تدبیر عالم کو اس طرح پر جس طرح کہ انہوں نے
اپنے بادشاہوں اور سرداروں کو پایا تھا تو اللہ تعالیٰ
کی عظمت ان کے دلوں میں اسی طرح پر قائم ہوئی
مگر ان سب میں یہ شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تشبیہ
نہ دے جب اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ عالم ہے تو اس
سے سمجھے کہ اس سے کچھ مخفی نہیں ہے پھر اپنی سمجھ سے
یہ جانا کہ یہ علم اللہ تعالیٰ کو فکر اور غور سے نہیں حاصل
ہوا اور نہ حواس کے استعمال سے اور جب فرمایا
کہ وہ قادر ہے تو جانا کہ وہ پیدا کرنے عالم پر اور ممکنات

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

کیا تم اس میں تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار سے نصیحت آئی تمہارے ہی میں سے ایک آدمی پر تاکہ وہ تم کو ڈراوے اور تاکہ تم پرہیزگاری کرو اور تاکہ تم پر رحم کیا جاوے ﴿۶۱﴾

هو المراد من قوله في سورة يونس ان ربكم الله الذي خلق السموات والارض في ستة ايام ثم استوى على العرش يدبر الامر فقوله يدبر الامر جرى مجرى التفسير لقوله استوى على العرش وقال في هذه الآية التي نحن في تفسيرها ثم استوى على العرش يغشي الليل النهار يطلبه حثيثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره الا له الخلق والامر وهذا يدل على ان قوله ثم استوى على العرش اشارة الى ما ذكرنا فان قيل اذا حملتم قوله ثم استوى على العرش على ان المراد استوى على الملك وجب ان يقال انه لم يكن مستويا قبل خلق السموات والارض قلنا انه تعالى كان قبل خلق العالم قادرا على تخليقها وتكوينها اما ما كان مكونا ولا موجدا لاشياء باعيانها لان احياء زيد واماتة عمرو واطعام هذا وارواء ذلك لا يحصل الا عند هذه الاحوال فاذا فسرنا العرش بالملك والملك بهذه الاحوال صح ان يقال انه تعالى انما استوى على ملكه بعد خلق السموات والارض وهذا جواب حق صحيح في هذا الموضع ۔

(تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۳۰)

کے پیدا کرنے پر قادر ہے پھر اسی سمجھ سے یہ جانا کہ اللہ تعالیٰ نے اس ایجاد اور پیدا کرنے میں اوزاروں وغیرہ کا محتاج نہیں ہے اور اس کا بھی محتاج نہیں ہے کہ کچھ مادہ ہووے اور پھر اس میں کچھ مدت غور کرکے کام کرے اور ایسا ہی قول ہے سب صفات اللہ تعالیٰ میں جب کہ اس نے خبر دی کہ اس کا ایک گھر ہے اس کا حج ان پر واجب ہے اس سے انہوں نے سمجھا کہ اس نے ایک جگہ کو مقرر کردیا ہے خدا تعالیٰ سے سوال کرنے کے لئے اور اس سے اپنی حاجتیں طلب کرنے کے لئے تاکہ اس کا قصد کریں جیسے کہ بادشاہوں اور سرداروں کے گھروں کا اس غرض سے قصد کرتے ہیں پھر اپنی عقل سے سمجھا کہ وہ تشبیہ سے پاک ہے اور اس نے یہ گھر اپنے رہنے کے لئے نہیں بنایا ہے اور اس گھر سے اس کو یہ فائدہ نہیں ہے کہ وہ اپنے سے گرمی یا سردی کو دفع کرے پھر جب کہ ان کو حکم کیا کہ اس کی حمد کریں اور اس کی بزرگی مانیں تو اس سے سمجھے کہ اس نے نہایت درجہ کی تعظیم کا حکم دیا ہے پھر سمجھے کہ خدا تعالیٰ اس تحمید اور تمجید سے نہ خوش ہوتا ہے اور نہ اس کے ترک کرنے سے رنجیدہ ہوتا ہے ۔ جب کہ یہ مقدمات تو نے سمجھ لئے تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو جس طرح چاہا پیدا کیا بغیر کسی جھگڑا کرنے اور یکجا کرنے والے کے پھر اس نے خبر دی (انہ استوی علی العرش) یعنی وہ اپنی سلطنت پر قائم ہوا مراد یہ ہے کہ حاصل ہوئی اس کو تدبیر مخلوقات جس طرح کہ اس نے چاہا تھا اور ارادہ کیا تھا پس یہ قول کہ عرش پر قائم ہوا ایسا ہے کہ بعد پیدائش عالم کے اپنے عرش حکومت اور عظمت پر قائم ہوا پھر قفال نے کہا کہ اس بات کی دلیل کہ یہی معنی مراد ہیں اللہ تعالیٰ کے قول کے جو سورہ یونس میں ہے کہ بیشک ہمارا پروردگار وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پھر قائم ہوا اپنے عرش پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ﴿٦٤﴾	پھر انہوں نے اُس کو جھٹلایا پھر بچا لیا ہم نے اُس کو اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے۔ اور ہم نے اُن لوگوں کو ڈبو دیا جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا۔ بیشک وہ لوگ اندھے تھے ﴿٦٤﴾

کہ تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے پس یہ قول کہ "یدبر الامر" بمنزلہ تفسیر کے ہے جو قول یا استویٰ علے العرش کے مطلب کو صاف کھولتا ہے اور اس آیت میں جس کی ہم تفسیر میں ہیں یوں فرمایا ہے ثم استویٰ علے العرش یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا۔ پھر قایم ہوا عرش پر کہ چھپاتا ہے رات سے دن کو کہ کاش کرتے تھے اُس کو ڈور کر والشمس والقمر مسخرات بامرہ۔ الا لہ الخلق والامر اور چاند اور سورج فرمانبردار ہیں اُس کے حکم کے جان لو کہ اُسی کے لئے پیدا کرنا اور حکم کرنا یہ اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اُس کا یکسنا کہ ثم استویٰ علے العرش اسی کی طرف اشارہ ہے جو ہم نے ذکر کیا اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ تم نے قول (استوی علی العرش) کو اس پر قیاس کیا کہ مراد ہے کہ اپنی حکومت پر قایم ہوا تو یہ لازم آیا کہ پہلے پیدایش آسمان اور زمین کے اس پر قایم نہ تھا تو ہم اسکا یہ جواب دینگے کہ قبل پیدایش عالم کے وہ اس کے پیدا کرنے اور تکوین پر قادر تھا لیکن نہیں تھا پیدا کرنے والا اور موجود وہ اشیاء معینہ کا اس لئے کہ زید کا زندہ کرنا اور عمرو کا مارنا اُس کو کھانا دینا اور اُس کو پانی دینا یہ نہیں حاصل ہوتا مگر ان احوال کے ساتھ پس جب کہ ہم نے عرش کی تفسیر ملک سے کی اور ملک خود یہی احوال ہیں تو صحیح ہے کہ یہ کہا جاوے کہ اپنے ملک پر قایم ہوا بعد پیدا کرنے آسمان اور زمین کے اور یہ جواب صحیح ہے اس موقع پر +

اب میں نہایت ادب سے اُن بزرگوں کی خدمت میں جنھوں نے اُن آیتوں میں عرش کے لفظ سے سلطنت اور مملکت مراد لی ہے عرض کرتا ہوں کہ جن آیتوں میں صرف لفظ "رب العرش" کا یا "رب العرش العظیم" کا یا "ذی العرش" کا یا "رب العرش الکریم" کا یا "ذو العرش المجید" کا آیا ہے وہاں بھی عرش کے معنی سلطنت و مملکت کے کیوں نہیں لئے جاتے۔ جو ایک چوبی چھپر تخت موجود فی الخارج کے جس کا بنا تا بھی ظاہرا بیکار معلوم ہوتا ہے جس پر نہ کبھی خدا بیٹھا ہے نہ بیٹھیگا اور نہ بیٹھ سکتا ہے لئے جاتے ہیں +

ہماری اس تقریر کے برخلاف شاید دو آیتیں پیش ہو سکتی ہیں اور بیان کیا جا سکتا ہے کہ اُن آیتوں میں ایسے مضامین ہیں جن کے سبب عرش کو شل سریر بادشاہی موجود فی الخارج تسلیم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے +

پہلی آیت سورۂ زمر کی ہے جہاں قیامت کے حالات بیان فرمائے فرمایا ہے کہ "تو فرشتوں کو عرش کے گرد کھڑے ہوئے دیکھیگا پاکیزگی سے یاد کرتے ہیں تعریف کے اپنے رب کو +

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾	اور (بیشک ہم نے بھیجا) عاد کی قوم کے پاس اُنکے بھائی ہود کو (ہود نے) کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود سوائے اُس کے کیا تم نہیں ڈرتے ﴿۶۳﴾

دوسری آیت سورہ الحاقہ کی ہے جہاں خدا نے قیامت کے حال میں فرمایا ہے "اور اُٹھاوینگے تیرے پروردگار کے تخت کو اپنے اوپر آج کے دن آٹھ" +

تیسری آیت سورہ مومن کی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ "وہ جو اُٹھاتے ہیں عرش کو اور وہ جو اس کے گرد ہیں پاکیزگی سے یاد کرتے ہیں تعریف کے ساتھ اپنے پروردگار کو اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور معافی چاہتے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں" +

چوتھی آیت سورہ ہود کی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ "وہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں اور اُس کا عرش تھا پانی پر" +

سورہ زمر کی آیتیں جن میں عظمت وجلال خدا کا بیان ہوا ہے وہ سب تمثیلی ہیں مفسرین بھی اُن کا تمثیلی ہونا قبول کرتے ہیں۔ مثلاً اُس میں فرمایا ہے "والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ والسموات مطویات بیمینہ" پس ظاہر ہے کہ خدا کی نہ مُٹھی ہے اور نہ اُس کا داہنا ہاتھ، یہ ایک تمثیل یا استعارہ یا مجاز ہے جس سے مقصود خدا کی عظمت وقدرت کا ظاہر کرنا ہے نہ یہ کہ حقیقۃً خدا زمین کو مٹھی میں لے لیگا اور آسمانوں کو ہاتھ پر لپیٹ لیگا +

صاحب کشاف نے کہا ہے کہ غرض اس کلام سے جب کہ اس سب کو پوری طرح سمجھ لے جیسا کہ

قال صاحب الکشاف الغرض من ھذا الکلام اذا اخذتہ کما ھو بجملتہ ومجموعہ تصویر عظمتہ والتوقیف علی کنہ جلالہ من غیر ذھاب بالقبضۃ ولا بالیمین الی جھۃ حقیقۃ او جھۃ مجاز وکذلک حکم ما یروی ان جبریل علیہ السلام جاء الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا ابا القاسم ان اللہ یمسک السموات یوم القیامۃ علی اصبع والارضین علی اصبع والجبال علی اصبع والشجر علی اصبع والثری علی اصبع وسائر الخلق علی اصبع ثم یھزھن فیقول انا الملک فضحک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تعجبا مما قال ثم قرء تصدیقا لہ وما قدروا اللہ

وہ سب بس اللہ تعالےٰ کی عظمت کی تصویر ہے اور کنہ جلال الٰہی کے سمجھنے میں توقف کرنا ہے نہ کہ قبضہ اور داہنے ہاتھ کے حقیقی اور مجازی معنوں کی طرف جانا اور ایسا ہی ہے حکم اس روایت کا کہ جبرئیل آئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا اے ابوالقاسم اللہ تعالےٰ اٹھائیگا آسمانوں کو قیامت کے دن ایک انگلی پر اور زمین کو ایک انگلی پر اور پہاڑوں کو ایک انگلی پر اور درختوں کو ایک انگلی پر اور جو زمین کے نیچے ہے اُس کو ایک انگلی پر اور سب خلقت کو ایک انگلی پر پھر اُن کو ہلاویگا پھر کہیگا کہ میں بادشاہ ہوں پس ہنسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تعجب کر کے اس کے قول پر پھر بطور تصدیق اس بات کے یہ آیت پڑھی وما قدروا اللہ حق قدرہ الآیہ۔ کہا صاحب کشاف نے کہ صرف اس وجہ سے کہ افصح العرب

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾	اُس کی قوم کے سرداروں میں سے اُن لوگوں نے کہا جو کافر تھے کہ بیشک ہم دیکھتے ہیں تجھ کو بیوقوفی میں اور بیشک ہم گمان کرتے ہیں تجھ کو جھوٹوں میں سے ﴿۶۶﴾

حق قدره الآیة ـ قال صاحب الکشاف وانما ضحك افصح العرب وتعجب لانه لم یفهم منه الا ما یفهمه علماء البیان من غیر تصور امساك ولا اصبع ولا هز ولا شیء من ذلك ولکن فهمه وقع اول کل شیء واخره علی الزبدة والخلاصة التی هی الدلالة علی القدرة الباهرة وان الافعال العظام التی تتحیر فیها الافهام ولا تکتنهها الاوهام هینة علیه هوانا لا یوصل السامع الی الوقوف علیها الا اجراء العبارة فی مثل هذه الطریقة من التخییل قال ولا تری بابا فی علم البیان ادق ولا ارق ولا الطف من هذا الباب (تفسیر کشاف صفحہ ۱۲۶۷) +

اور تعجب کیا کہ اُنھوں نے اس سے بجز اُس کے اور کچھ نہیں سمجھا جو کہ علمائے علم بیان سمجھتے ہیں بغیر خیال کرنے اُٹھانے اور اُنگلی اور حرکت کے معنوں کے اور نہیں سمجھا کچھ اس میں سے بلکہ سمجھا واقع ہونا اول ہر شے کا اور آخر ہر شے کا بطور خلاصہ اور انتخاب کے کہ وہ دلالت ہے اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ پر اور اس پر کہ وہ بڑے کام جن میں سب عقلا کی عقلیں حیران ہیں اور ذہن اُن کو نہیں سمجھ سکتے اللہ تعالےٰ پر آسان ہے نہایت آسان۔ سُننے والا اُس سے واقف ہونے تک پہنچ نہیں سکتا بجز اس کے کہ کلام کو اسی طریقہ پر خیال میں لانے کو بلایا جاوے کہا صاحب کشاف نے کہ ہم علم بیان میں کوئی باب اس سے زیادہ دقیق اور لطیف نہیں پاتے ہیں +

علاوہ اس کے صاحب تفسیر کشاف نے ان لفظوں کی مراد اس طرح بیان کی ہے کہ اللہ تعالےٰ

فیه قبضه ملکه بلا منازع ولا ممانع وبیمینه قدرته (کشاف جلد دوم ۱۲۶۷) +

کا قبضہ اُس کا ملک ہے جس میں کوئی تکرار کرنے والا اور جھگڑنے والا نہیں ہے اور دائیں ہاتھ سے مراد اُس کی قدرت ہے +

صاحب تفسیر کبیر مصنف کشاف کی اس تحریر سے کسی قدر خفا ہوگئے ہیں اور اعتراض فرماتے

اقول ان حال هذا الرجل فی افراطه فی تحسین طریقته وتقبیح طریقة القدماء عجیب جدا فانه ان کان مذهبه انه یجوز ترك ظاهر اللفظ والمصیر الی المجازات من غیر دلیل فهذا طعن فی القرآن واخراج له عن ان یکون حجة فی شیء وان کان مذهبه ان الاصل فی الکلام الحقیقة وانه لا یجوز العدول عنها الا لدلیل منفصل فهذا هو [illegible] التی علیها جمهور المتقدمین

ہیں کہ "میں کہتا ہوں کہ اس آدمی کا یہ حال کہ وہ متوجہ ہے اپنے طریقہ کی خوبی بیان کرنے پر اور پہلوں کے طریقہ کی بُرائی بیان کرنے پر نہایت ہی عجیب ہے اگر اس کا یہ مذہب ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی کا چھوڑنا اور مجازی معنی کی طرف جانا بغیر کسی دلیل کے جائز ہے تو یہ تو قرآن میں طعن کرنا ہے اور قرآن کو دلیل کے درجہ سے خارج کرنا ہے کہ وہ کسی امر میں حجت نہیں ہو سکیگا اور اگر اس کا یہ مذہب ہے کہ کلام میں اصل یہ ہے کہ معنی حقیقی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾

ہود نے کہا کہ اے میری قوم میرے ساتھ بیوقوفی نہیں ہے ولیکن میں رسول ہوں پروردگار عالموں کی طرف سے ﴿٦٥﴾

فإن كلام الله الذي يدعي أنه علمه وأن يعلم الذي لم يعرفه غيره مع أنه وقع في التأويلات العسيرة والكلمات الركيكة فإن قالوا المراد به أنه لما دل الدليل على أنه ليس مراد الله من القبضة واليمين هذه الأعضاء وجب علينا أن نكتفي بهذا القدر ولا نشتغل بتعيين المراد بل نفوض علمه إلى الله تعالى فنقول هذا هو طريق الموحدين الذين يقولون إنا نعلم أنه ليس مراد الله من هذه الألفاظ هذه الأعضاء فأما تعيين المراد فإنا نفوض ذلك العلم إلى الله تعالى وهذا هو طريق السلف المعرضين عن التأويلات ثبت أن هذه التأويلات التي أتى بها هذا الرجل ليس تحتها شيء من الفائدة (تفسیر کبیر)

مراد ہوں اور معنی حقیقی سے بغیر کسی جداگانہ دلیل کے پھرنا نہیں چاہیے پس یہی طریقہ ہے جس پر سب پہلے علما نے اتفاق کیا ہے پس کہاں ہے وہ علم جس کو وہ خاص اپنا علم بیان کرتا ہے اور کہتا ہے وہ علم جس کو دوسرا نہیں جانتا ہے باوصف اس کے یہ بھی خود بہت تنگ تاویلات میں پھنسا ہے اور بہت رکیک کلمات کہے ہیں اگر یوں کہیں کہ مراد یہ ہے کہ جب دلیل سے ثابت ہو گیا کہ لفظ قبضہ اور یمین سے یہ اعضا مراد نہیں ہیں تو ہم پر واجب ہے کہ ہم اسی پر اکتفا کریں اور جو کچھ مراد ہے اس کے معین کرنے میں نہ مشغول ہوں بلکہ اس کے علم کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں پس ہم کہتے ہیں کہ یہی ہے طریقہ موحدین کا جو یہ کہتے ہیں کہ نہیں ہے مراد اللہ تعالیٰ کی ان الفاظ سے یہ اعضا خاص لیکن اللہ کی مراد کو معین کرنا پس ہم اس کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں یہی ہے طریقہ علمائے سلف کا جو کہ تاویلات سے الگ رہے ہیں پس ثابت ہوا کہ تاویلات جن کو یہ شخص لایا ہے ان میں کچھ فائدہ نہیں ہے +

صاحب تفسیر کبیر کا اس قدر ناراض ہونا بے فائدہ ہے کیونکہ ہر شخص جو ظاہر لفظ کو چھوڑ کر مجاز کی طرف لیجاتا ہے اس کے نزدیک دلیل قاطع اس بات کی ہوتی ہے کہ اس مقام پر اس لفظ سے حقیقت مراد نہیں ہے باقی رہی یہ بات کہ اتنے ہی پر اکتفا کیا جاوے اور اس کی تاویل و مراد کو خدا کے علم پر چھوڑ دیا جاوے ایک ایسی بے معنی بات ہے جس سے قرآن مجید کی صدہا آیات کا نازل ہونا لغو اور بیکار ہو جاتا ہے نعوذ باللہ منہا اور صرف لغو و بیکار ہی نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنا نعوذ باللہ قرآن مجید کو مضحکہ بنانا ہے۔ ہم قرآن مجید میں پڑھتے ہیں ید اللہ ۔ وجہ اللہ ۔ قبضتہ ۔ بیمینہ اور کہتے ہیں کہ ان لفظوں سے ۔ خدا کا ہاتھ ۔ خدا کا منہ ۔ خدا کی مٹھی ۔ خدا کا داہنا ہاتھ مراد نہیں ہے ۔ جب پوچھتے ہیں کہ اور کیا مراد ہے تو کہا جاتا ہے کہ خدا ہی کو معلوم ہے ۔ ارے میاں اگر یہی مقصود تھا کہ خدا ہی کو معلوم رہے تو ان الفاظ کا نازل کرنا اور بندوں کو پڑھوانا ہی کیا ضرور تھا +

اصل منشا اس غلطی کا یہ ہے کہ قرآن مجید جو بلاشبہ کلام الٰہی ہے۔ مگر بعضے وقت لوگوں کو یہ خیال نہیں رہتا کہ وہ انسانوں کی زبان میں بولا گیا ہے۔ پس اگر وہ درحقیقت انسانوں کی زبان میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾	پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے پروردگار کے اور بیشک میں تمہارے لئے خیر خواہ ہوں امانت دار ﴿۶۸﴾

بولا گیا ہے اور درحقیقت ایسا ہی ہے تو جس طرح ایسے موقع پر انسان کے کلام کے معنی و مراد قرار دئے جاتے ہیں اسی طرح قرآن مجید کے الفاظ کے بھی معنی و مراد قرار دئے جاوینگے۔ اس طرح معنی قرار دینے کو تاویل کہنا ہی غلطی ہے کیونکہ درحقیقت اُس میں کچھ تاویل نہیں ہے بلکہ ہم کو یقین ہے کہ قائل نے اسی مراد سے وہ الفاظ استعمال کئے ہیں ✦

اب میں کہتا ہوں کہ سورہ زمر میں صرف یہی دو لفظ نہیں ہیں جو مجازاً استعمال کئے گئے ہیں بلکہ اور بھی بہت سے ہیں مثلاً نفخ صور کہ وہ صرف استعارہ ہے وقت معین کے آجانے سے۔ "مقالید السموات والارض" کا استعمال مجازاً ہوا ہے اخیر سورہ کا تمام مضمون بطور خطابیات کے زبان حال اہل دوزخ و اہل بہشت سے بیان کیا گیا ہے جیسے کہ سورہ فصلت میں زمین و آسمان کی زبان حال سے بیان ہوا ہے جہاں فرمایا ہے۔ "ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین" دوزخ و بہشت میں دروازوں کا ہونا اور دوزخیوں اور بہشتیوں کے لئے اُن کا کھولا جانا دوزخ پر چوکیداروں کا ہونا اور دوزخ میں جلنے والوں کو طعنہ دینا بہشت پر دربانوں کا ہونا اور بہشت میں جانے والوں کو مبارکباد دینا یہ سب بطور تمثیل کے بیان ہوا ہے خدا تعالٰی بہت سے معاد کے معاملات کو دنیاوی حالات کی تمثیل سے بیان کرتا ہے اور اس تمثیل سے وہ چیزیں بجنسہ مقصود نہیں ہوتیں بلکہ صرف ماحصل اُس کا مقصود ہوتا ہے۔ دوزخ کو دنیا کے جیلخانوں کی مانند سمجھنا جس پر چوکیدار اس غرض سے متعین ہوتے ہیں کہ قیدی بھاگ نہ جاویں یا بہشت کو دنیا کے باغوں کی مانند سمجھنا جس پر دربان اس غرض سے ہوتے ہیں کہ کوئی غیر اس میں نہ چلا جاوے اُس کے پھل نہ توڑ لے خدا کی قدرت اور عظمت اور حکمت پر بٹہ لگاتا ہے جو اُس کی شان کے شایاں نہیں اور یہی دلیل اس بات کی ہے کہ ان الفاظ سے اُن کے ظاہری معنی مراد نہیں ✦

اسی طرح سورہ زمر کی اس آیت میں کہ "تو فرشتوں کو عرش کے گرد کھڑے ہوئے دیکھیگا پاکیزگی سے یاد کرتے ہیں ساتھ تعریف کے اپنے رب کو" جو کہ دنیا میں بادشاہوں کا طریقہ اپنی عظمت و جلال دکھانے کا یہی ہے کہ تخت پر بیٹھتے ہیں تخت کے چاروں طرف اہل موالی کھڑے ہیں بادشاہ کا ادب بجا لا رہے ہیں اُس کی تعریف کر رہے ہیں اُسی کی تمثیل میں خدا نے بندوں کو سمجھانے کے لئے اپنے جلال و عظمت کو بتایا ہے۔ اس سے یہ مقصد نہیں نکالا جا سکتا کہ درحقیقت وہاں کوئی تخت ہوگا اور درحقیقت وہاں کوئی مجسم فرشتے بطور اہل موالی کے اُس کے گرد کھڑے ہونگے اور خدا کی تعریف میں جو تخت پر بیٹھا ہوگا قصیدے پڑھ رہے ہونگے نہایت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَوَعَجِبۡتُمۡ اَنۡ جَآءَکُمۡ ذِکۡرٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ عَلٰی رَجُلٍ مِّنۡکُمۡ لِیُنۡذِرَکُمۡ وَاذۡکُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَکُمۡ خُلَفَآءَ	کیا تم نے تعجب کیا کہ آوے تمہارے پاس نصیحت تمہارے پروردگار سے ایک شخص پر تم میں سے تاکہ تم کو ڈراوے اور یاد کرو جب تم کو کیا جانشین

تعجب ہوتا ہے اُن علما سے کہ خدا کا تخت پر بیٹھنا تو محال و ممتنع قرار دیتے ہیں اور پھر تخت کو اور اُس کے سامان جلوس کو حقیقی اور واقعی سمجھتے ہیں ❖

سورہ الحاقہ کی جو آیت ہے اُس سے پہلی آیتوں میں خدا تعالے نے قیامت کا اور تمام دنیا کے برباد ہو جانے کا اس طرح پر ذکر کیا ہے کہ ۔ صور پھونکی جاویگی اور زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاوینگے آسمان کے پرخچے اُڑ جاوینگے اور فرشتے اُس کے کناروں پر ہٹ جاوینگے ۔ یہ منکر انسان کے خیال میں آتا ہے کہ جب سب چیزیں برباد ہو جاویگی تو خدا کی بادشاہت کس پر ہوگی کیا خدا کی بادشاہت ہی ختم ہو جاویگی ؟ اس شبہ کے رفع کرنے کو خدا نے اُسی کے ساتھ فرما دیا کہ " ویحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية " یعنی جب کہ سب کچھ برباد ہو جاویگا اُس دن بھی تیرے پروردگار کی بادشاہت بے انتہا چیزوں پر جو اُس کی مخلوق ہیں اُسی طرح پر قائم رہیگی ❖

" حمل " کے معنی اُٹھانے کے ہیں مگر اس کا استعمال شے مادی موجود فی الخارج کی نسبت بھی ہوتا ہے اور شے عقلی غیر مادی غیر موجود فی الخارج پر بھی ہوتا ہے ۔ جیسے کہ خدا تعالے نے توریت کے عالموں کی نسبت فرمایا ہے ،، الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها ،، اور جیسے کہ حافظان قرآن کو حاملان قرآن یا قاضیوں اور مفتیوں کو حاملان شریعت اور گنہگاروں کی نسبت گناہوں کا اُٹھانا " حملنا اوزارا " کہا جاتا ہے ۔ پس حمل کے لفظ سے کسی چیز کا اُٹھانا مراد نہیں ہوتا جو موجود فی الخارج ہو ❖

جب کسی کو کسی شے کا حامل کہتے ہیں اُس سے اُس کا ظہور لازمی تصور کیا جاتا ہے حاملان توراۃ اسی لئے کہتے تھے کہ اُن سے احکام توراۃ ظاہر اور معلوم ہوتے تھے اور حاملان شریعت سے احکام شریعت پس جس شے سے جو چیز ظاہر ہو اُس کو اُس کا حامل کہتے ہیں ۔ خدا کی مخلوق سے جو خدا کی سلطنت و بادشاہت ظاہر ہوتی ہے اُن پر حاملان عرش کا اطلاق ہو سکتا ہے ۔ پس خدا فرماتا ہے کہ جب یہ سب چیزیں جو تم دیکھتے ہو برباد ہو جاوینگی تب بھی خدا کی بادشاہت اُس کی اور بے انتہا مخلوقات اُٹھائے ہوئے ہوگی ❖

ثمانیہ کا لفظ صرف فصاحت کلام کے لئے آیا ہے اس سے کوئی عدد خاص مقصود نہیں ہے اور اس میں جو بڑی بلاغت ہے وہ یہ ہے کہ اُس کے دو رکن ہیں یعنی اُس کے مضاف الیہ اور مضاف الیہ کے بیان کے محذوف کرنے سے عدد غیر متناہی اور اجناس غیر محصور کا اظہار ہوتا ہے ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قوم نوح کے بعد	مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ

جیسے کہ ثمانیہ الاف یا ثمانیہ الاف الاف الی غیر النہایۃ من المخلوقات الغیر المحصور۔ پس اس آیت سے عرش کا وجود فی الخارج ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف اس قدر پایا جاتا ہے کہ بعد فنا ہونے اس تمام موجودات کے بھی خدا کی بادشاہت بدستور قایم رہیگی +

تفسیر کشاف میں جو قول حسن بصری اور ضحاک کا نقل کیا ہے اُس سے بھی ٹھیک ٹھیک یہی مراد معلوم ہوتی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ۔ حسن بصری سے مروی ہے

وعن الحسن الله اعلم کم هم ثمانیة ام ثمانیة الاف وعن الضحاك ثمانیة صفوف لا یعلم عددهم الا الله ویجوز ان یکون ثمانیة من الروح ومن خلق اخر فهو القادر علی کل خلق سبحان الذی خلق الازواج کلها مما تنبت الارض ومن انفسهم ومما لا یعلمون۔

(تفسیر کشاف صفحہ ۲۲ ۱۵)

کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کتنے ہیں آٹھ ہیں یا آٹھ ہزار ہیں اور ضحاک سے مروی ہے کہ آٹھ صفیں ہیں اور یہ کہ اُن میں کتنے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور جائز ہے کہ مراد ہو آٹھ روحیں یا اور مخلوق خدا کی پس اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے سب کی پیدایش پر پاک ہے اللہ جس نے پیدا کیا ہے سب جوڑوں کو جن کو اُگاتی ہے زمین اور جو خود اُن کے ہیں اور جن کو وے نہیں جانتے +

سورہ مومن میں جو آیت ہے وہ نہایت غور طلب ہے اس کے شروع میں ہے "الذین یحملون العرش" پس بحث یہ ہے کہ الذین کا اشارہ کس کی طرف ہے۔ تمام مفسرین کہتے ہیں کہ "الذین" کا اشارہ فرشتوں کی طرف ہے۔ صاحب تفسیر کبیر اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ "اس آیت سے پہلے خدا تعالیٰ نے ایمان والوں کے ساتھ کفار کی عداوت کا حال بیان کیا ہے اُس کے بعد بطور تسلی کے کہا کہ اشرف طبقات مخلوقات فرشتے ہیں اور خصوصاً حملۃ العرش وہ ایمان والوں سے نہایت محبت رکھتے ہیں پس ان کمینہ لوگوں کی عداوت پر کچھ التفات کرنا نہیں چاہیئے" مگر تعجب یہ ہے کہ کفار دنیا میں ایمان والوں کے ساتھ عداوت کرتے تھے اور ایذا پہنچاتے تھے اگر اس کے مقابل کوئی ایسی چیز بیان کی جاتی جو اُن دنیاوی ایذا میں معاونت کرسکتی تو البتہ ایک تسلی کی بات تھی مگر اُس دنیاوی تکلیف کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ فرشتے ہمارے گناہوں کی معافی چاہ رہے ہیں کس طرح پر تسلی دے سکتا ہے علاوہ اس کے اُس مقام پر فرشتوں کا کچھ ذکر نہیں آیا ہے اور جبکہ عرش سے سلطنت مراد لیجاوے نہ ایک شے مجسم موجود فی الخارج تو کوئی قرینہ بھی نہیں جس سے "الذین" کا اشارہ فرشتوں کی طرف سمجھا جاوے +

قرآن مجید کا مطلب نہایت صاف ہے اس سے پہلی آیتوں میں خدا نے فرمایا ہے کہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور زیادہ قوی ہیکل کیا تم کو پیدایش میں	وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً

"خدا تعالےٰ کی نشانیوں" (یعنی احکام) میں کوئی جھگڑا نہیں کرتا بجز کافروں کے پھر اُن کا شہروں میں پڑے پھرنا یعنی اُن کی خوشحالی تجھ کو دھوکے میں نہ ڈالے + + ہر ایک امت نے اپنے رسول کے پکڑنے و مار ڈالنے کا قصد کیا ہے + + اور اُن لوگوں کی نسبت جو کافر ہیں خدا کا حکم ہو چکا ہے کہ وہ دوزخ میں جانے والے ہیں +

اس کے بعد خدا نے فرمایا "الذین یحملون العرش" کفار کے مقابلہ میں ایمان والے تھے پس صاف ظاہر ہے کہ "الذین" سے اہل ایمان انسان مراد ہیں نہ فرشتے ۔ عرش کے معنی سلطنت کے ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں پس آیت کے معنی صاف ظاہر ہیں کہ "جو لوگ خدا کی سلطنت کو اُٹھائے ہوئے ہیں یعنی وہ جو "انعمت علیھم" میں داخل ہیں اور جو اُس کے قریب ہیں یعنی صحابہ خیار اُمت پاکیزگی سے اللہ کی تعریف کرتے ہیں اور اُس پر ایمان لاتے ہیں اور معافی چاہتے ہیں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں" الیٰ آخرہ ۔ اس کے بعد پھر کافروں کا ذکر کیا ہے پس قرآن مجید میں تو اس مقام پر فرشتوں کا پتہ بھی نہیں اور نہ الذین کے وہ مشارالیہ ہیں +

سورہ ہود میں جو آیت ہے جس میں چھ دن میں آسمان و زمین کے پیدا کرنے کے ساتھ یہ بھی آیا ہے کہ "وکان عرشہ علی الماء" کچھ زیادہ بحث طلب نہیں ہے ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ ستۃ ایام میں آسمان و زمین کا پیدا کرنا اخبار عن الخلقت نہیں ہے نہ کلام مقصود بلکہ نقلاً اعتقاد یہود کا بیان ہے ۔ یہود کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ خدا کی روح پانی پر چھائی ہوئی تھی چنانچہ توریت میں آیا ہے +

وَرُوَحْ اِلُوهِیم مِرحِفت عَلْ فِنی هَمائیم

یعنی خدا کی روح چھائی ہوئی تھی پانیوں کے منہ کے اوپر ۔ "مرحفت" کے ٹھیک معنی مرغی کے انڈے سینے کے ہیں یعنی جس طرح مرغی تمام انڈوں کو پروں کے اندر لیکر اور اُن کو گھیر کر بیٹھ جاتی ہے اُسی طرح خدا کی روح پانیوں پر تھی اس آیت میں اُسی اعتقاد یہود کی نقل ہے روح کی جگہ خدا کا عرش یعنی خدا کی سلطنت یا غلبہ بیان ہوا ہے پس کوئی لفظ اس آیت کا عرش کے وجود خارجی ہونے کا مثبت نہیں ہے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ	پس یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو

عاد اور ثمود کی نسبت کچھ لکھنے سے پہلے مندرجہ ذیل شجرہ انساب لکھنا مناسب ہے

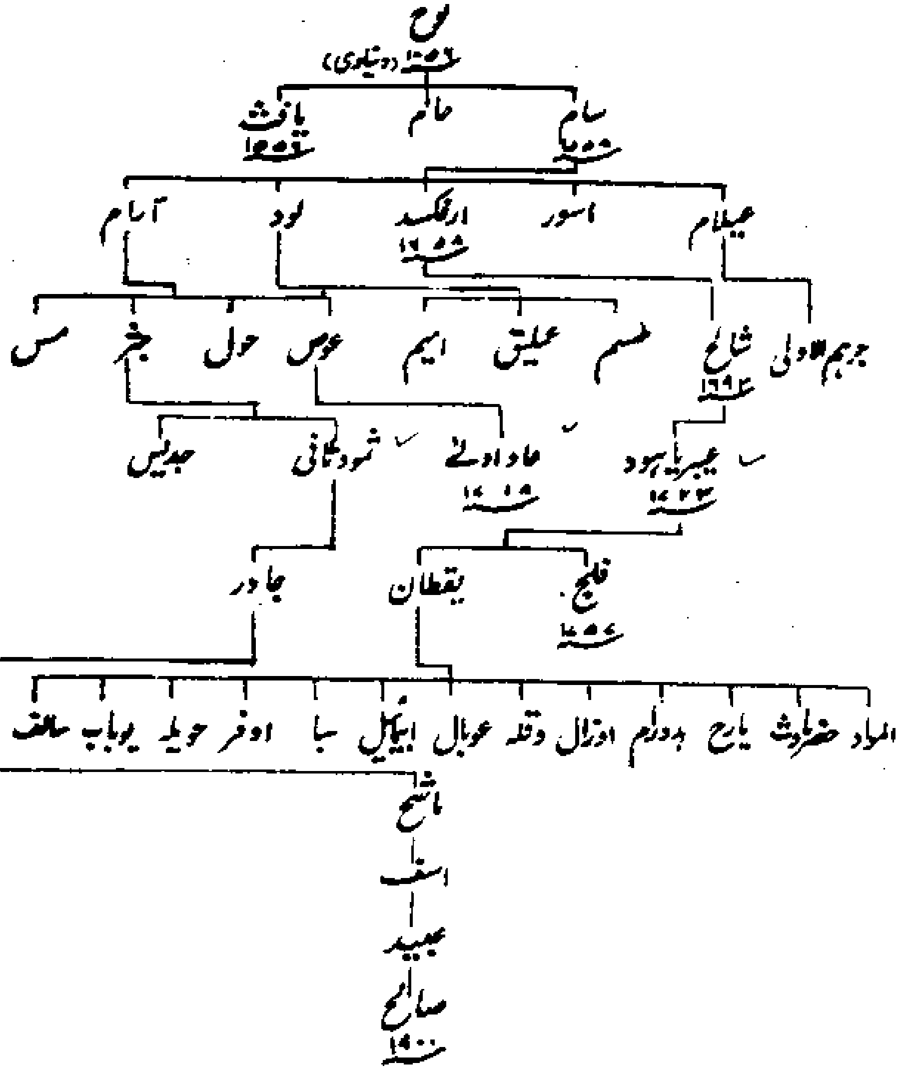

قوم عاد اولے

عاد اولاد سام بن نوح سے ہے۔ سام کا بیٹا آرام اور اُس کا بیٹا عوص اور اُس کا بیٹا عاد۔ معالم التنزیل میں لکھا ہے وهو عاد بن عوص بن ارام بن سام وهم عاد الاولی ۔ قوم عاد کی آبادی عربیا ذرزتا یعنی عرب کے ریتلے میدان میں تھی اور الاحقاف کہلاتی تھی معالم التنزیل میں لکھا ہے۔ كانت منازل قوم عاد بالاحقاف وهی رمال بین عمان وحضرموت ۔ عرب کے نقشہ میں جو ریگستان بچاس درجہ طول اور بیس درجہ عرض پر واقع ہے وہ جگہ الاحقاف ہے جہاں قوم عاد آباد تھی ✦ یہ قوم عاد اولے کہلاتی ہے جس کی نسبت قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔، وانه اهلك عادا الاولی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تا کہ تم فلاح پاؤ (۶۹)	لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۶۹)

(سورۂ نجم آیت ۵۱) ثمود جس کا ذکر آگے آویگا وہ عاد ثانی کہلاتا تھا اور ایک تیسرا عاد ہے جو عبد شمس یعنی سبا اکبر کی اولاد میں ہے اور جس کا بیٹا شداد ہے جو سنہ ۲۰۹۲ دنیوی میں پیدا ہوا تھا پہلی دونوں قومیں عاد کی حضرت ابراہیم سے پہلے تھیں اور تیسری قوم حضرت ابراہیم کے زمانہ میں ہمارے مفسروں نے علاوہ اُن لغو قصوں کے جو قوم عاد کی نسبت لکھے ہیں ایک اور غلطی یہ کی ہے کہ ان تینوں قوموں کے واقعات کو گڈ مڈ کر دیا ہے ❖

قوم عاد والے کا واقعی زمانہ بتلانا نہایت مشکل ہے مگر انگریزی مورخوں نے جو توریت میں بیان کئے ہوئے حساب کے زمانے قایم کئے ہیں اُسی حساب کی بنا پر ہم بیان کرتے ہیں کہ سام ۱۵۵۸ دنیوی میں پیدا ہوا تھا اور ارفکسد جو ارام کا بھائی ہے ۱۶۵۸ دنیوی میں یعنی سو برس بعد پس یہی زمانہ قریبا ارام کی پیدائش کا خیال ہو سکتا ہے اور عاد دو پشت بعد ارام سے ہے پس اگر ساٹھ برس دو پشت کے لئے ہم اضافہ کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ عاد ۱۷۱۸ دنیوی یعنی اٹھارھویں صدی دنیوی میں ہوا تھا ❖

ہود جن کا نام توریت میں عیبر لکھا ہے وہ بھی اولاد سام بن نوح سے ہیں عیبر کی پیدائش توریت کے حساب سے ۱۷۲۳ دنیوی کی ہے اور اس سے ثابت ہے کہ عاد اور ہود ایک ہی زمانہ میں تھے۔ اسی صدی میں نمرود نے بابل یا سریا میں بادشاہت قایم کی تھی اور مصرایم پسر حام نے مصر میں اور عاد بن عوص نے الاحقاف میں اور عیبر یعنی ہود کے بیٹے یقطان نے یمن اور اس کے اطراف میں۔ حضرموت یقطان کا ایک بیٹا تھا جس کے نام سے یمن کے قریب کا وہ ملک جو اڈن اور عمان یا بحر عرب کے کنارہ پر ہے مشہور ہے ❖

یہ قوم عاد والے کی نہایت قوی اور قد آور تھی جیسے کہ اب بھی بعض ملکوں کے لوگ قوی اور قد آور ہوتے ہیں یہی بات خدا تعالےٰ نے اس قوم کی نسبت فرمائی ہے "وزادکم فی الخلق بصطۃ" (سورۂ اعراف ۶۷) اُن کے قد معمولی قد آور آدمیوں سے زیادہ تھے۔ تفسیروں میں جو یہ بات لکھی ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا آدمی اُن میں کا ساٹھ ذراع کا لنبا تھا اور اوسط آدمی سو ذراع کا لنبا تھا اور لنبے سے لنبا چار سو ذراع کا محض غلط ہے نہ قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے نہ اور کسی سند سے۔ قدیم علما نے بھی اس سے انکار کیا ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے "ومنہم من حمل ھذا اللفظ علی الزیادۃ فی القوۃ وذلک لان القوی متفاوتۃ بعضہا اعظم وبعضہا اضعف" یعنی

وقال قوم یحتمل ان یکون المراد من قولہ وزادکم فی الخلق بصطۃ کونہم من قبیلۃ واحدۃ متشارکین فی القوۃ والشدۃ والجلادۃ

بعض عالموں نے "زادکم فی الخلق بصطۃ" سے ان کا زیادہ قوی ہونا مراد لیا ہے نہ لنبا قد ہونا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ	اُنھوں نے کہا کہ کیا تو ہمارے پاس آیا ہے تاکہ ہم عبادت کریں اللہ واحد کی

وکون بعضہم محبا للباقین ناصرا لھم وزوال العداوۃ والخصومۃ من بینہم فانہ تعالیٰ لما خصہم بھذہ الانواع من الفضائل والمناقب فقد قررھم حصولھا فصح ان یقال و زادکم فی الخلق بسطۃ - (تفسیر کبیر)

بعض عالموں نے ان لفظوں سے یہ مراد لی ہے کہ اُس قوم کے لوگ کثرت سے تھے اور آپس میں محبت رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے مددگار ہوتے تھے اور اس ارتباط کے سبب سے گویا ایک جسم ہوگئے تھے نہ یہ کہ اُن کے قد بہت لمبے تھے اور وہ تمام دنیا کے لوگوں سے زیادہ چوڑے چکلے تھے +

سورۃ الفجر میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے "الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلہا فی البلاد +

اس آیت میں بھی اسی قوم عاد اولیٰ کا تذکرہ ہے - ارم عاد کے دادا کا نام ہے چونکہ متعدد قومیں عاد کے نام سے مشہور تھیں جیسے کہ ہم نے اوپر بیان کیا اسی لئے خدا تعالیٰ نے ایک جگہ اس قوم کو عاد اولیٰ کر کے بیان کیا اور اس جگہ اُس کے دادا کے نام سے پس ارم بیان ہے یا بدل ہے لفظ عاد سے یعنی ارم کی اولاد والا عاد ذات العماد سے بھی اسی طرح اُن کا قوی اور قدآور ہونا بتایا ہے جیسے کہ لفظ زادکم فی الخلق بسطۃ سے بتایا ہے لفظ لم یخلق مثلہا فی البلاد سے صاف پایا جاتا ہے کہ عماد سے اُن کے مخلوق قد مراد ہیں نہ کہ کسی مکان کے مصنوعی ستون - چنانچہ اکثر تفسیروں میں اور نیز تفسیر کبیر میں جیسا کہ حاشیہ پر منقول ہے اسی کے مطابق علماء مفسرین

اما ارم فھو اسم لجد عاد وفی المراد منہ فی ھذہ الآیۃ اقوال احدہا ان المتقدمین من قبیلۃ عاد کانوا یسمون بعاد الاولیٰ فلذلک یسمون بارم تسمیۃ لھم باسم جدھم (تفسیر کبیر)

فی قولہ ارم وجہان و ذلک لانا ان جعلناہ اسم القبیلۃ کان قولہ ارم عطف بیان لعاد و ایذانا بانہم عاد الاولی القدیمۃ (تفسیر کبیر) +

کے اقوال نقل کئے ہیں مگر اس کے سوا اور قول بھی ہیں جن میں غلطی سے ارم کو شہر کا نام سمجھا ہے اور ذات العماد سے عمارات رفیعہ مراد لی ہے اور یہ محض غلط ہے اس لئے کہ قوم عاد اولیٰ ریگستان میں رہتی تھی اور اُن کی کوئی عالیشان عمارتیں نہ تھیں بعض عالموں نے غلطی پر غلطی کی ہے کہ ارم کو باغ تصور کیا ہے اور لکھا ہے کہ عدن کے پاس شداد نے بنایا تھا مگر یہ محض ناواقفیت سے لکھا ہے شداد کے باپ کا نام بھی عاد ہے مگر وہ اُس زمانہ میں نہ تھا اور نہ اُس نے کوئی ایسا باغ جیسا کہ مفسر بیان کرتے ہیں بنایا تھا +

بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ قوم ارم خیموں میں رہتی تھی اور خیموں میں ضرور ہے کہ عماد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور چھوڑ دیں جو پوجا کرتے تھے ہمارے باپ	وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا

یعنی ستون والے ہیں جن پر خیمے کھڑے ہوتے ہیں اور عمد کی جمع عماد آتی ہے مگر اس رائے سے یہ الفاظ قرآن مجید کے کہ لم یخلق مثلها فی البلاد مساعدت نہیں کرتے۔ روزند و رسٹر نے ایک تاریخانہ جغرافیہ عرب کا لکھا ہے اور اُس میں نویری کے تاریخانہ جغرافیہ سے بعض حالات نقل کئے ہیں سنہ ۶۶۰ عیسوی اور سنہ ۶۸۰ عیسوی کے درمیان یعنی مطابق سنہ ۴۰ و سنہ ۶۰ ہجری کے معاویہ ابن ابی سفیان کے عہد حکومت میں عبدالرحمن یمن کا حاکم تھا اُس نے چند کتبے قدیم زمانہ کے یمن، حضرموت کے نواح کے کھنڈرات میں ملے تھے اور پڑھے گئے تھے اور لوگوں نے خیال کیا تھا کہ یہ کتبے قوم عاد کے زمانہ کے ہیں۔ اُن کا عربی ترجمہ نویری کے جغرافیہ میں مندرج ہے اُن میں سے چند کتبوں کے ترجموں کو اس کتاب سے ہم اس مقام پر لکھتے ہیں ✦

ترجمہ کتبہ اوّل مندرجہ جغرافیہ نویری

غنینا زمانا فی عراصة ذا القصر ۔۔۔ بعیش غیر ضنک ولا نذر
یفیض علینا البحر بالمد زاخرا ۔۔۔ فانهارنا مبزعة یجری
خلال نخیل باسقات نواطرها ۔۔۔ تنق بالقسب المجزع والتمر
نصطاد صید البر بالخیل والقنا ۔۔۔ وطورا نصید النون من لجج البحر
ونرفل فی الخز المرقم تارة ۔۔۔ وفی القز احیانا وفی الحلل الخضر
یلینا ملوک یبعدون عن الخنا ۔۔۔ شدید علی اهل الخیانة والغدر
یقیم لنا من دین هود شرائعا ۔۔۔ ونؤمن بالآیات والبعث والنشر
اذا ما عدو حل ارضنا یریدنا ۔۔۔ برزنا جمیعا بالمثقفة السمر
نحامی علی اولادنا ونسائنا ۔۔۔ علی الشهب والکمت المنیفة والشقر
نقارع من یبغی علینا ویعتدی ۔۔۔ باسیافنا حتی یولون بالدبر

دوم۔ ترجمہ کتبہ مندرجہ جغرافیہ نویری

غنینا بهذا القصر دهرا فلم یکن ۔۔۔ لنا همة الا التلذذ والقصف
تروح علینا کل یوم هنیدة ۔۔۔ من الابل یعشو فی معاطنها الطرف
واضعاف تلک الابل شاء کانها ۔۔۔ من الحسن آرام والبقر القطف
فعشنا بهذا القصر سبعة احقب ۔۔۔ باطیب عیش جل عن ذکره الوصف

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝۶۸	تو ہمارے پاس آجس سے تو ہم کو دھمکی دیتا ہے اگر تو سچوں میں سے ۝۶۸

فجأت سنون مجدبات قواحل — اذ ما مضا علمائی اخر یقفو

فظلنا کان لم تغن فی الخیر لمحۃ — خذ انوا ولما یبق خف ولا ظلف

کذلک من لم یشکر اللہ لم یزل — معالمہ من بعد ساحتہ تعفو

سوم ۔ کتبہ مندرجہ کتاب ابن ہشام

قال ابن ہشام حفر لسیل عن قبر بالیمن فیہ امراۃ فی عنقہا سبع مخانق من برعق یدیہا ورجلیہا من الاسورۃ والخلاخیل والدمالیج سبعۃ سبعۃ وفی کل اصبع خاتم فیہ جوہرۃ مثمنۃ وعند راسہا تابوت مملوماً لا ولوح فیہ مکتوب +

باسمک اللہم الہ حمیر

انا تاجۃ بنت ذی شفر بعثت مایرنا الی یوسف

فابطا علینا فبعثت لاذقی — بمد من ورق لتاتینی بمد من طحین

فلم تجدہ فبعثت بمد من ذہب — فلم تجدہ فبعثت بمد من بحری

فلم تجدہ فامرت بہ فطحن — فلم انتفع بہ فاقتفلت

فمن سمع بی فلیرحمنی — وایۃ امراۃ لبست حلیا من حلیی

فلامات الا میتتی

۱۸۳۴ء میں سرکار انگریزی نے یمن کی پیمائش کے لئے کچھ افسر بھیجا انہوں نے حضرموت میں جو سمندر کے کنارہ پر ہے ایک پہاڑ پر ایک قلعہ کے کھنڈرات معلوم کئے اور ان کھنڈرات میں پتھر پر کھدے ہوئے کتبے دیکھے تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ قلعہ حصن غراب کے نام سے مشہور ہے (طول بلد ۴۸ درجہ ۳۰ دقیقہ اور عرض بلد ۱۴ درجہ) وہاں ایک اونچی جگہ پر ایک کتبہ ملا پرانے حرفوں میں پتھر پر کھدا ہوا جو حرف کہ کوفی حرفوں سے بھی بہت پہلے کے ہیں۔ اور اس سے کسی قدر نیچے ایک اور کتبہ پایا اور ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک اور چھوٹا سا کتبہ ملا علاوہ اس کے حصن غراب سے بچاس میل کے فاصلہ پر اور کھنڈرات ملے نقب الحجر کے نام سے اور اس کے دروازہ پر ایک کتبہ ملا ان کتبوں کی بعینہ نقل کر لی گئی +

ان کتبوں کی تحقیقات ہوتی رہی جب وہ پڑھے گئے تو معلوم ہوا کہ نویری کے جغرافیہ میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (۶۹)

(ہود نے) کہا بیشک تم پر پڑی ہے تمہارے پروردگار سے بُرائی اور غضب۔ کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو ناموں میں کہ وہ نام رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپوں نے نہیں بھیجی اللہ نے اُس کے لئے کوئی دلیل۔ پس منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں (۶۹)

جو کتبہ ہے وہ ترجمہ ہے حصن غراب کے بڑے کتبہ کا چنانچہ اصلی کتبہ کا ترجمہ انگریزی میں کیا گیا جس کا اردو ترجمہ ہم اس مقام پر لکھتے ہیں +

ترجمہ حصن غراب کے بڑے کتبہ کا

ہم رہتے تھے رہتے ہوئے مدت سے عیش و عشرت میں زمانہ میں اس وسیع محل کے ہماری حالت بری تھی مصیبت اور بدبختی سے بہتا تھا ہمارے تنگ راستہ میں +

سمندر زور سے لہراتا ہوا اور غصہ سے ٹکراتا ہوا ہمارے قلعہ سے۔ ہمارے چشمے بہتے تھے گنگناتی ہوئی آواز سے گرتے تھے +

کھجور کے بلند درختوں سے اور جن کے رکھوالے کثرت سے بیجتے تھے خشک کھجور (یعنی اُن کی گٹھلیاں) ہماری گھاٹی کی کیچڑ کی زمین میں وہ اپنے ہاتھ سے پھیلاتے تھے سوکھے چانول (یعنی بوتے تھے) +

ہم شکار کرتے تھے پہاڑی بکروں کو اور نیز خرگوش کے بچوں کو پہاڑیوں رسیوں اور سرکنڈوں سے بھگا کر بلاتے تھے جھگلتی سوئی مچھلیوں کو +

ہم چلتے تھے آہستہ مغرور چال سے پہنے ہوئے سوئی کے کام کئے ہوئے مختلف رنگ کے ریشمی کپڑے بالکل ریشم کے کاہی سبز رنگ کی چارخانہ دار پوشاک +

ہم حکومت کرتے تھے بادشاہ وجاہت دور تھے ذلت سے اور سخت سزا دینے والے تھے بدکار اور سرکش آدمیوں کے اور انھوں نے لکھی ہمارے واسطے مطابق اصول ہود کے +

عمدہ فتوے ایک کتاب میں محفوظ رہنے کے لئے اور ہم یقین کرتے تھے معجزہ کے بھید میں موت کے بھید میں اور ناک کے سوراخ کے بھید میں +

ایک حملہ کیا لٹیروں نے اور ہم کو ایذا پہنچاتے ہم اور ہمارے فیاض نوجوان جمع ہو کے سوار ہو کر چلے معہ سخت اور تیز نوکدار برچھیوں کے آگے کو جھپٹتے ہوئے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾	پھر نجات دی ہم نے اُس کو اور جو اس کے ساتھ تھے ساتھ اپنی رحمت کے اور کاٹ دی ہم نے جڑ اُن لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا تھا ہماری نشانیوں کو اور وہ نہ تھے ماننے والے ﴿۷۲﴾

مغرور بہادر حامی ہمارے خاندانوں اور ہماری بیویوں کے لڑتے ہوئے دلیری سے گھوڑوں پر سوار جن کی لمبی گردنیں تھیں اور جو سمند اور لوہیا رنگ اور سرنگ تھے +

ہم اپنی تلواروں سے زخمی کرتے ہوئے اور چھیدتے ہوئے اپنے دشمنوں کو یہاں تک کہ دھاوا کر کے ہم نے فتح کیا اور کچل ڈالا ان ذلیل آدمیوں کو +

ترجمہ اُس کتبہ کا جو اس کتبہ کے نیچے کھدا ہوا ہے

علیحدہ حصوں میں تقسیم کیا گیا اور لکھا گیا سب سے ہاتھ سے اُلٹے ہاتھ کی طرف اور نقطے لگے ہوئے یہ گیت فتح کا سرکش اور زرغانے عوص نے چھید ڈالا (یعنی زخمی کر دیا) اور تعاقب کیا بنی عمک کا اور اُن کے چہروں کو سیاہی سے بھر دیا +

ترجمہ چھوٹے کتبہ کا جو پہاڑی کی چوٹی پر ہے

دشمن کی سی نفرت سے گنہگار آدمیوں پر +

ہم نے حملہ کیا آگے کو دوڑا کر اپنے گھوڑوں کو اُن کو پاؤں کے نیچے روند ڈالا +

ترجمہ کتبہ کا جو نقب الحجر کے دروازہ پر ہے

رہتے تھے اس محل میں اب (ابو) محارب اور بحثہ جب کہ یا ابتدا میں تیار ہوا رہتے تھے اُس میں خوشی سے فرزندانہ اطاعت کے ساتھ نواس اور دنیا حاکم علے حرمحل مالک محل کا جس نے فیاضی سے بنایا کارواں سرائے اور کنواں ..... اُس نے نیز بنایا عبادت خانہ فوارہ اور تالاب اور بنایا زنانہ اپنے عہد میں +

ریورنڈ فاسٹر نے اس بڑے کتبہ کے نیچے جو کتبہ ہے اُس میں عمک کا نام دیکھ کر اس کتبہ کا زمانہ قرار دینے پر توجہ کی اور کہا کہ عمک بیٹا تھا عدنان کا اور مسلمانوں کی حدیث کے مطابق جو ام سلمہ سے منقول ہے عدنان حضرت اسمٰعیل کی چوتھی پشت میں تھا پس اس حساب سے کہ ایک پشت کا زمانہ تیس برس لگایا جائے تو عمک یعقوب کی زندگی کے اُس زمانہ میں ہوگا جب کہ یوسف بھی موجود تھے اور قریب پچاس برس کے قبل اُس وقت کے جب کہ مصر اور اُس کے قرب و جوار کے ملکوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ	اور بھیجا ہم نے ثمود کی قوم کے پاس اُن کے بھائی صالح کو اُس نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود بجز اُس کے بیشک آئی ہے تمہارے لئے ایک دلیل تمہارے پروردگار کی طرف سے

میں قحط ہوا تھا +

ریورنڈ فاسٹر لکھتے ہیں کہ یوسف کی تاریخ سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں اسمٰعیل کی اولاد مختلف فرقوں اور قوموں میں منقسم ہوکر پھیل گئی تھی۔ اور نویری کے جغرافیہ میں جو دو سرا کتبہ ہے اُس سے قحط کا حال معلوم ہوتا ہے جس میں وہ قوم تباہ ہوگئی۔ ان وجوہ سے وہ ان کتبوں کو یعقوب علیہ السلام کے زمانہ کا قرار دیتے ہیں +

جب کہ ریورنڈ فاسٹر نے تسلیم کرلیا کہ یہ کتبے قوم عاد کے ہیں جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور اُن کا زمانہ انہوں نے حضرت یعقوب کے زمانہ کے مطابق قرار دیا تو اب وہ قرآن مجید پر گویا دو اعتراض کرتے ہیں ایک یہ کہ قوم عاد کا نوح کی قوم کے بعد ہونا جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ "اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح" صحیح نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے بادشاہوں کے قوانین پر عمل کرتے تھے اور حضرت ہود کا اُن لوگوں میں جانا جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ "والی عاد اخاھم ھودا" ثابت نہیں ہوتا +

مگر یہ دونوں اعتراض جیسے عجیب ہیں ویسے غلط بھی ہیں۔ اول یہ کہ قوم عاد والے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ یمن یا حضرموت میں نہیں بستی تھی۔ یمن و حضرموت دو جگہ میں خود حضرت ہود کی اولاد بستی تھی یا ورحضرموت اور حویلہ اور سباجن کے نام سے اب تک وہ مقامات مشہور ہیں حضرت ہود کے پوتے تھے۔ اور یقطان ابن عیبر یعنی ہود وہاں جاکر بسے تھے پس انہوں نے جو ان کتبوں کو عاد کی قوم کے کتبے قرار دئے ہیں یہ محض غلطی ہے +

دوسرے یہ کہ جو زمانہ ان کتبوں کا ریورنڈ فاسٹر نے قرار دیا ہے وہ بھی غلط ہے۔ ام سلمہ کی روایت جس کی بنا پر ریورنڈ فاسٹر نے عدنان کو حضرت اسمٰعیل کی چوتھی پشت میں قرار دیا ہے وہ روایت ہی غلط اور محض نامعتبر بے سند ہے صحیح نسب نامہ کے بموجب جو برخیا کاتب حی ارمیانبی نے لکھا ہے (دیکھو خطبات احمدیہ) اُس کے مطابق عدنان باپ معد و عک کا اکالیسویں پشت میں حضرت ابراہیم سے تھا حضرت ابراہیم بموجب حساب مندرجہ توریت کے ۲۰۰۸ سنہ دنیوی میں پیدا ہوئے تھے پس جو حساب نسلوں کے پیدا ہونے کا ہے اُس حساب سے عک قریباً ۲۴۰۰ سنہ دنیوی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۷۱)	یہ اونٹنی اللہ کی تمہارے لیے نشانی ہے پھر اس کو چھوڑ دو کہ کھاوے اللہ کی زمین میں اس کو کوئی تکلیف مت پہنچاؤ پھر پکڑ لے گا تم کو عذاب دکھ دینے والا (۷۱)

میں ہوگا یعنی چودہ سو برس بعد حضرت ابراہیم کے اور کتبہ میں عمک پر فتح پانی نہیں لکھی ہے بلکہ بنی عمک پر لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمک کی بھی کئی پشت کے بعد کا ہے ؛

نوری کے دوسرے کتبہ کو جس میں قحط کا ذکر ہے مسٹر فاسٹر پہلے کتبہ کا تتمہ سمجھتے ہیں تاکہ پہلے کتبہ کو بھی یعقوب و یوسف کے زمانہ کا قرار دیں۔ مگر وہ اصلی کتبہ دستیاب نہیں ہوا اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کہاں تھا نہ یہ معلوم ہے کہ کس خط میں تھا پس کوئی دلیل نہیں ہے کہ نوری کے پہلے و دوسرے کتبہ کو ایک زمانہ کا قرار دیا جاوے ؛

کچھ عجب نہیں کہ یہ کتبے قوم حمیر کے ہوں جس میں سلاطین نامدار اور باوقار گذرے ہیں قحطان ابن عیبر یا ابن ہود یمن میں آباد ہوا اُس کا بیٹا سبا تھا اور سبا کا بیٹا حمیر اس کی اولاد میں بڑے بڑے بادشاہ گذرے ہیں اور اسی کی اولاد کی سکونت حضرموت میں تھی جو اس کے ایک بیٹے کے نام سے مشہور ہے پس یہ کتبے قوم حمیر کے ہو سکتے ہیں نہ قوم عاد کے۔ اس کی تائید اُس کتبہ سے ہوتی ہے جس کا ذکر ابن ہشام نے کیا ہے جو اطراف یمن کی ایک قبر میں سے نکلا ہے کیونکہ اس کے شروع میں لکھا ہے "باسمک اللھم اله حمیر" اور یہ ایک ایسا ثبوت ہے جس سے قوم حمیر کے کتبہ ہونے سے انکار ہی نہیں ہو سکتا ؛

حصن غراب کے چھوٹے کتبہ میں بلاشبہ بنی عمک پر فتح پانے کا ذکر ہے عمک جو حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے تھا اور جن کا مسکن حجاز میں تھا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی اولاد یعنی بنی عمک نے کسی زمانہ میں یمن پر یا حضرموت پر حملہ کیا ہوگا زمانہ کے حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اُس زمانہ میں ہوا جس زمانہ میں کہ بخت نصر نے مصر اور عرب پر حملے کئے تھے اُس حملہ میں بنی عمک کو شکست ہوئی ہوگی جس کا ذکر اس کتبہ میں ہے ؛

حصن غراب کے بڑے کتبہ سے جواب بھی موجود ہے نہایت استحکام سے قرآن مجید کے اس تاریخی واقعہ کا ثبوت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے عرب میں ہود پیغمبر کو لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا تھا اور بعث و نشر کے عقائد انہوں نے تعلیم کئے تھے اور جو کہ قوم حمیر اور تمام بادشاہ یمن حضرت ہود کی اولاد میں تھے اُن کے بادشاہوں نے اُن تمام عقاید کو جو حضرت ہود نے تعلیم کئے تھے اپنی کتابوں میں لکھے تھے جس پر وہ یقین کرتے تھے مگر افسوس ہے کہ اُن تمام عقاید کے ساتھ آخر کو اُن لوگوں میں بت پرستی بھی پھیل گئی تھی جس کو محمد رسول اللہ نبی آخر الزمان نے تمام جزیرۂ عرب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (۷۴)	اور یاد کرو جب کیا تم کو جانشین عاد کی قوم کے بعد اور ٹھہرایا تم کو زمین میں تم بنا لیتے ہو اس کے میدانوں میں محل اور پہاڑوں کو کھود کر گھر پس یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اور مت پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے (۷۴)

سے بلکہ دنیا کے بہت بڑے حصے سے معدوم کیا اور خدا کی وحدانیت کے اصول کو ایسی وضاحت اور عمدگی سے بتا دیا جس سے امید ہے کہ زمانہ کے پردوں میں بت پرستی قائم ہونی ممتنعات عقلی سے ہے اور یہی ایک امر ہے جس کے سبب ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے عبد اللہ کے بیٹے نے خاتم الانبیا ہونے کا تاج پہنا اور اس کے دین نے "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" کا خطاب حاصل کیا وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد رسول اللہ وعلی آلہ واتباعہ اجمعین ۔

اب ہم کو اس عذاب کا بیان کرنا باقی ہے جو قوم عاد پر نازل ہوا تھا اور جس کا ذکر ان آیتوں میں آیا ہے جو حاشیہ پر مندرج ہیں[1] وہ عذاب آندھی تھی جو اس ریگستان کے بسنے والوں پر نازل ہوئی تھی آٹھ دن اور سات رات برابر آندھی چلتی رہی اور بخوبی یہ بات خیال میں آسکتی ہے کہ جب ایسی آندھی ریگستان کے ملک میں چلی جو گرم ملک تھا اور جس میں نہایت سخت لو کی بھی کیفیت ہوگی تو وہاں کے رہنے والوں کا کیا حال ہوا ہوگا بیشک ان کی لاشیں ایسی ہی پڑی ہوں گی کہ گویا درخت جڑ سے اکھڑ کر پڑے ہیں جس کی تشبیہ خدا نے دی ہے "کانھم اعجاز نخل منقعر" "کانھم اعجاز نخل خاویہ" لو کی گرمی کے سبب ان کے بدن جھلس کر ایسے ہو گئے ہوں گے جیسے لو زدہ انسان کا بدن ہو جاتا ہے جس کی تشبیہ خدا نے اس طرح پر دی ہے "ما تذر من شیء اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم" ۔

[1] فارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی ایام نحسات لنذیقھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا ولعذاب الآخرۃ اخزی وھم لا ینصرون ۔
۴۱ ۔ سورۃ فصلت ۔ ۱۵ ۔
کذبت عاد فکیف کان عذابی ونذر ۔ انا ارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی یوم نحس مستمر ۔ تنزع الناس کانھم اعجاز نخل منقعر ۔
۵۴ ۔ سورۃ القمر ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ ۔
واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ سخرھا علیھم سبع لیال وثمانیۃ ایام حسوما فتری القوم فیھا صرعی کانھم اعجاز نخل خاویۃ ۔
۶۹ سورۃ الحاقۃ ۶ و ۷ ۔
فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد وثمود ۔ ۴۱ فصلت ۱۲ ۔
واذکر اخا عاد اذ انذر قومہ بالاحقاف وقد خلت النذر من بین یدیہ ومن خلفہ الا تعبدوا الا اللہ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم ۔ قالوا اجئتنا لتافکنا عن آلھتنا فاتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین ۔ قال انما العلم عند اللہ وابلغکم ما ارسلت بہ ولکنی ارٰکم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ (۷۳)

کہا اُس قوم کے سرداروں میں سے اُن لوگوں نے جو تکبر کرتے تھے اُن کو جو اُن لوگوں میں سے ایمان لائے تھے جو کمزور سمجھے جاتے تھے کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجا گیا ہے اُن لوگوں نے کہا کہ بیشک ہم اُس پر جو اُس کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہیں (۷۳)

قوماً مجرمون۔ فلما راوہ عارضاً مستقبل اودیتہم قالوا ھذا عارض ممطرنا بل ھو ما استعجلتم بہ ریح فیھا عذاب الیم۔ تدمر کل شیء بامر ربھا فاصبحوا لا یری الا مساکنھم کذلک نجزی المجرمین۔ ۴۶ سورۃ احقاف۔ لغایت ۲۴ ۲۵

وفی عاد اذ ارسلنا علیھم الریح العقیم۔ ما تذر من شیء اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم۔

۵۱ سورۃ ذاریات ۴۱ - ۴۲

وانہ اھلک عادا الاولیٰ۔ ۵۳ سورۃ النجم ۵۰

ارفکسد بن سام کی اولاد میں حضرت ہود تھے اور ارام بن سام کی اولاد میں عاد اور قوم عاد تھی اسی وجہ سے خدا نے حضرت ہود کو قوم عاد کا بھائی کہا حضرت ہود احقاف میں گئے جہاں قوم عاد بستی تھی اور بت پرستی کرتی تھی تین بت تھے جن کو وہ پوجتے تھے حضرت ہود نے اُن کو بُت پرستی سے منع کیا اور کہا کہ سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت مت کرو مجھ کو خوف ہے تم پر کسی دن سخت عذاب آویگا۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا تم اس لئے آئے ہو کہ ہمارے خداؤں سے ہم کو چھڑا دو اور جس عذاب سے تم ڈراتے ہو اُس کو لاؤ اگر تم سچے ہو حضرت ہود نے کہا اس کا علم تو خدا کو ہے میں تو خدا کا پیغام تم تک پہنچا دیتا ہوں۔ ایک دن اُنہوں نے دیکھا کہ اُن کے ریگستان کی طرف کچھ گھٹا سی چلی آتی ہے اُنہوں نے خیال کیا کہ بادل ہے جو خوب برسیگا مگر وہ نہایت سخت آندھی تھی جس نے سب چیز کو اُکھیڑ کر پھینک دیا ✦

یہ تو قصہ قوم عاد کے عذاب کا ہے مگر جو بحث کہ اس واقعہ پر اور مثل اس کے دیگر واقعات ارضی و سماوی پر ہو سکتی ہے جن کو قرآن مجید میں کسی قوم کی معصیت کے سبب سے اُس واقعہ کا بطور عذاب کے اُس قوم پر نازل ہونا بیان ہوا ہے غور طلب ہے آندھی اور طوفان۔ پہاڑوں کی آتش فشانی اُن سے ملکوں کا اور قوموں کا برباد ہونا زمین کا دھنس جانا قحط کا پڑنا کسی قسم کے حشرات کا زمین میں پانی میں ہوا میں پیدا ہو جانا کسی قسم کے وباؤں کا آنا اور قوموں کا ہلاک ہونا سب امور طبعی ہیں جو اُن کے اسباب جمع ہو جانے پر موافق قانون قدرت کے واقع ہوتے رہتے ہیں انسانوں کے گنہگار ہونے یا نہ ہونے سے فی الواقع اُس کو کچھ تعلق نہیں ہے اگرچہ توریت میں اور دیگر صحف انبیا میں اس قسم کے ارضی و سماوی واقعات کا سبب انسانوں کے گناہ قرار دیے ہیں جو مثل ایک پوشیدہ بھید کے سمجھ سے خارج ہے اُس سے ہم کو اس مقام پر بحث نہیں۔ مگر قرآن مجید میں بھی ایسے واقعات کو انسانوں کے گناہوں سے منسوب کرنا بلاشبہ تعجب سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (۷۶) فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (۷۷)	کہا اُن لوگوں نے جو تکبر کرتے تھے کہ بیشک ہم اُس شخص کے جس کے ساتھ تم ایمان لائے ہو منکر ہیں (۷۶) پھر اُنہوں نے اُس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور نافرمانی کی اپنے پروردگار کے حکم کی اور کہا اے صالح لے آ ہمارے پاس جو دھمکی تو ہم کو دیتا ہے اگر تو ہے رسولوں میں سے (۷۷)

خالی نہیں ہے +

اس قسم کے شبہے بلاشبہ انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ شبہات بیشک صحیح ہوتے ہیں کیونکہ حوادث ارضی وسماوی حسب قانون قدرت واقع ہوتے ہیں اُن کو انسانوں کے گناہوں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا اور نہ انسانوں کے گناہ اُن حوادث کے وقوع کا باعث ہوتے ہیں مگر ان شبہات کے پیدا ہونے کا منشاء یہ ہے کہ لوگ حقیقت نبوت اور اُس کی غایت کے سمجھنے میں پہلے غلطی کرتے ہیں اور پھر اُس غلطی کی بنا پر اُس شبہ کو قایم کرتے ہیں۔ نبوت ہمیشہ فطرت کے تابع ہوتی ہے اُس کا مقصد حقایق اشیا کو علے ماہی علیہ بیان کرنا نہیں ہوتا بلکہ اُس کی غایت تہذیب نفس ہوتی ہے پس جو امور کہ کسی قوم میں یا انسان کے خیال میں ایسے پائے جاتے ہیں جو موید تہذیب نفس کے ہیں گو کہ وہ مطابق حقایق اشیا علے ماہی علیہ کے نہ ہوں تو انبیا اُن سے کچھ تعرض نہیں کرتے بلکہ وہ اُس کو بلا لحاظ اس بات کے کہ وہ مطابق حقیقت اشیا علے ماہی علیہ کے ہے یا نہیں بطور ایک امر مسلمہ مخاطب کے تسلیم کرکے لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص بحث کرنے والا اپنے مخالف کے امر مسلمہ کو باوجودیکہ وہ اس کو صحیح نہ جانتا ہو تسلیم کرکے مخالف ہی کے امر مسلمہ سے مخالف کو ساکت کرنا چاہے پس ایسے مواقع پر یہ سمجھنا کہ جو کچھ انبیا نے تسلیم کیا یا اُس کو اپنے مقصد کے لئے کام میں لائے اُسی کے مطابق حقایق اشیا بھی ہیں یہی غلطی ہے اور یہی غلطی باعث اس قسم کے شبہات کے پیدا ہونے کی ہوتی ہے۔ مثلاً لوگ یقین کرتے تھے کہ خدا نے چھ دن میں زمین و آسمان و تمام کائنات پیدا کی ہے۔ اب ایک پیغمبر اُس قوم کو نصیحت کرتا ہے کہ جس نے چھ دن میں زمین و آسمان پیدا کئے اُسی کی عبادت کرو پس اس بیان سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اُس پیغمبر کا بیان نسبت چھ دن میں آسمان و زمین کی پیدایش کے بطور بیان حقیقت اشیا ماہی علیہ کے ہے سخت غلطی ہے کیونکہ اُس پیغمبر نے اُس قوم کے امر مسلمہ ہی کو تسلیم کرکے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے کے مستحق عبادت کو ثابت کیا ہے +

انسان کی ابتدائی حالت کی فلاسفی پر غور کرنے سے جو وحشی قوموں کی حالت یا وحشی زمانہ سے شروع ہوتے ہی ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح انسان کے دل میں اپنے سے زیادہ قوی و زبردست اشیا کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ (۷۸) فَتَوَلّٰی عَنۡهُمۡ وَقَالَ یٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسَالَةَ رَبِّیۡ وَنَصَحۡتُ لَكُمۡ وَلٰكِنۡ لَّا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِیۡنَ (۷۹)	پھر پکڑا اُن کو زلزلہ نے پھر صبح کی اُنہوں نے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے (۷۸) پھر (صالح) اُن سے پھر گیا اور کہا اے میری قوم بیشک میں نے پہنچایا تمہارے پاس پیغام اپنے پروردگار کا اور خیرخواہی کی تمہاری ولیکن تم دوست نہیں جانتے خیرخواہی کرنے والوں کو (۷۹)

اپنے گرد دیکھ کر کسی وجود قوی کا جس کو اُنہوں نے خدا تسلیم کیا خیال آیا ہے اُسی کے ساتھ ساتھ اُس کے خوش رکھنے کے لئے اُسی کی عبادت کا بھی خیال ہُوا ہے اور اسی کے ساتھ یہ خیال بھی پیدا ہُوا ہے کہ دنیا میں جو مصیبتیں آتی ہیں وہ اُس کی خفگی کے اور انسانوں کے افعال سے ناراض ہو جانے کے سبب آتی ہیں پس یہ خیال کہ تمام آفات ارضی وسماوی انسانوں کے گناہوں کے سبب سے ہوتی ہیں ایک ایسا خیال تھا جو تمام انسانوں کے دلوں میں بیٹھا ہُوا تھا اور اس زمانہ میں بھی جاہل قوموں کے دلوں میں ویسی ہی مضبوطی سے جما ہُوا ہے۔ یہ خیال خواہ وہ حقیقت اشیا علےٰ ما ہی علیہ کے مطابق ہو یا نہ ہو ایک ایسا خیال ہے جو تہذیب نفس انسانی کا نہایت مؤید ہے اور بموجب اُس اصول فطرت کے جس کے تابع انبیا علیہم السلام ہوتے ہیں اُن کو ضرور تھا کہ اس امر مسلمہ کو تسلیم کر کے لوگوں کو تہذیب نفس کی ہدایت کریں۔ پس قرآن مجید کے اس قسم کے بیانات کو جن میں حوادث ارضی وسماوی کو انسان کے گناہوں سے منسوب کیا ہے یہ سمجھنا کہ وہ ایک حقیقت اشیا علےٰ ما ہی علیہ کا بیان ہے اُن سمجھنے والوں کی غلطی ہے نہ قرآن مجید کی ✦

یہ اصول جو میں نے بیان کیا ایک ایسا اصول ہے کہ اگر وہ ذہن میں رکھا جائے تو بہت سے مقامات قرآن مجید کی اصلی حقیقت منکشف ہوتی ہے مگر یہ اصول ایسا نہیں ہے جس کو میں نے ایجاد کیا ہو اور نبوت کو ماتحت فطرت قرار دیا ہو بلکہ اور محققین علما کی بھی یہی رائے ہے جس کا بیان بہت مختصر طور پر ”سنة ایام“ کے بیان میں گذرا ہے مگر شاہ ولی اللہ صاحب نے تفہیمات الٰہیہ میں اس اصول کو زیادہ تر وضاحت سے بیان کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے جو کچھ اس کی نسبت لکھا ہے اُس کا مطلب بالکل اُسی کے مطابق ہے جو میں نے بیان کیا گو کہ دونوں کے طرز ادا اور طریق تقریر اپنی اپنی طرز پر جداگانہ مذاق سے ہو ✦

شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ”یہ بات جان لینی چاہئے کہ نبوت فطرت کے

اعلم ان النبوة من تحت الفطرة كما ان الانسان قد يدخل في صميم قلبه وجذر نفسه علوم ادركات عليها انبنى ما يقام عليه من رياضة بالامور منبعثة بما اختزنه دون غيرها كذلك	ماتحت ہے جیسا کہ انسان کے کبھی دل میں بہت سے علوم اور باتیں جم کر بیٹھ جاتی ہیں اور اُنہی پر مبنی ہوتی ہیں وہ چیزیں جو اُس پر اُس کے ریاضت میں فائض

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾

اور (بھیجا ہم نے) لوط کو جس وقت اُس نے کہا اپنی قوم کو کیا تم فحش کام کرتے ہو کہ اُس کو تم سے پہلے کسی ایک نے بھی جہانوں کے لوگوں میں سے نہیں کیا ﴿۸۰﴾ بیشک تم مردوں کے پاس آتے ہو شہوت اپنی کو عورتوں کے سوا ۔ تم ایک قوم ہو حد سے گذری ہوئی ﴿۸۱﴾

کل قوم واقلیم لھم فطرۃ فطروا علیہا امورھم کلھا کاستقباح الذبح والقول بالقدم فطرۃ فطر الھنود علیہا وجواز الذبح والقول بحدوث العالم فطرۃ فطر علیہا بنو سام من العرب والفارس فانما یجیٔ النبی یتامل فیما عندھم من الاعتقاد والعمل فما کان موافقا لتھذیب النفس یثبتہ لھم ویرشدھم الیہ وما کان مخالف تھذیب النفس فانہ ینھاھم عنہ وقد یحصل بعض الاختلاف من قبل اختلاف نزول الجود کما ذکرنا فی توجہ المجوس الی القوی الفلکیۃ وتوجہ الحنفاء الی الملاء الاعلیٰ لا غیر وکما ذکرنا فی عموم بعثۃ النبی خاتمہ بخلاف سائر النبوۃ فالنبوۃ سوینہ وتھذیبہ وجعلہ کاحسن ما ینبغی سواء کان ذلک الشیٔ شمعا وطینا فالفطرۃ والملۃ بمنزلۃ المادۃ کالشمع والطین فلا تعجب باختلاف احوال الانبیاء علیہم السلام و اختلاف امورھم عما یتعلق بالمادۃ فاصل النبوۃ تھذیب النفس باعتقاد تعظیم اللہ والتوجہ الیہ وکسب ما ینجی من عذاب اللہ فی الدنیا والاخرۃ و اما مجازات السیئۃ فی الدورۃ الاولیٰ کان لا یتوقف علی معرفۃ البعث بعد الموت ولا الملئکۃ وفی الدورۃ الاخری توقف علی الایمان باللہ بالصفات تفصیلیہ والملائکۃ وکتبہ ورسلہ والایمان بالبعث بعد الموت اما مسئلۃ قدم العالم وحدوثہ ومسئلۃ التناسخ ومسئلۃ تحریم الذبح وحلہ ومسئلۃ الصفات اللہ التی من التجدد والتنقل والصفات الحدیثۃ کالرویۃ والنزول والارادۃ المتجددۃ وبداء

ہوتی ہیں پھر وہ اُن چیزوں کی صورتوں کو دیکھتا ہے جس کو اس نے پیدا کیا ہے نہ اُس کے سوا اور کسی کو ایسے ہی ہر ایک قوم اور اقلیم کی ایک فطرت ہے جس پر اُس کی سب باتیں پیدا کی گئی ہیں ۔ جیسے جانور کے ذبح کرنے کو بُرا جاننا اور عالم کو قدیم کہنا یہ ایک فطرت ہے کہ فطرت ہنود کی اس پر ہے اور ذبح جانور کو جائز ماننا اور عالم کو حادث کہنا فطرت ہے جس پر بنی سام یعنی عرب اور فارس مخلوق ہوئے ہیں نبی جو آیا کرتا ہے وہ اُن کے علوم اور اعتقادات اور اعمال میں تامل کیا کرتا ہے جو اُن میں سے موافق تہذیب نفس کے ہوتا ہے اُسکو ثابت رکھتا ہے اور اُن کو وہی راہ چلاتا ہے اور جو کہ تہذیب نفس کے خلاف ہو اُس سے منع کرتا ہے اور کبھی کچھ اختلاف ہو جاتا ہے بوجہ اختلاف فیض الٰہی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے بیچ معاملہ متوجہ ہونے مجوس کے قوائے فلکیہ کی جانب اور متوجہ ہونے حنفا کے ملاء اعلیٰ کی جانب اور جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے بعثت نبی کے عام ہونے اور خاتم النبیین کے بیان میں بخلاف اور نبیوں کے پس نبوت اُس فطرت کا درست اور آراستہ کرنا ہے اور اُس کو درست کرنا جس قدر اُس کا عمدہ تر ہونا ممکن ہے

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا
اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ
اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (۸۰) فَاَنْجَيْنٰهُ
وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ
الْغٰبِرِيْنَ (۸۱)

اور نہ تھا اُن لوگوں کا جواب بجز اس کے کہ انہوں نے
کہا نکال دو اُن کو اپنی بستی سے بیشک وہ آدمی ہیں
اپنے تئیں پاک بتانے والے (۸۰) پھر نجات دی ہم نے
اُس کو اور اُس کے لوگوں کو بجز اُس کی عورت کے
کہ وہ تھی پیچھے رہجانے والوں میں (۸۱)

وغیر ذلک فانھا کلھا من الفطرۃ والمادۃ لیست بحث عن ذلک بالاصالۃ (تفہیمات)

خواہ وہ شے موم ہو خواہ گارا عبادات مذہب کے لئے بمنزلہ مادہ کے ہے مثل موم اور گوندھی مٹی کے

پس تعجب نہ کرنا چاہئے اختلاف احوال انبیا سے اور اُن کے اس اختلاف سے جو ان امور سے متعلق ہیں جو بمنزلہ مادہ کے ہے پس اصل نبوت تہذیب نفس کی ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے اعتقاد سے اور اُس کی طرف متوجہ ہونے سے اور اُن امور کے کرنے سے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے دنیا اور آخرت میں بچاوے برائی کا بدلہ پچھلے زمانہ میں اس پر موقوف نہ تھا کہ مرنے کے بعد اُٹھنے کو جانیں اور آج پچھلے زمانہ میں اس پر موقوف ہے کہ اللہ پر ایمان لاویں اور اُس کی صفات تعظیمیہ پر اور فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اُس کے سب رسولوں پر اور مرنے کے بعد اُٹھنے پر ایمان لاویں اور مسئلہ قدم عالم اور حدوث عالم اور مسئلہ تناسخ اور مسئلہ حرام ہونے ذبح جانور کا اور مسئلہ صفات کا جو کہ بدلتے رہتے ہیں اور صفات جو کہ حادث ہیں جیسے دیکھنا اور سننا اور نیا ارادہ اور ایسے ہی اور صفات پس یہ مسئلہ فطرتی ہے اور بمنزلہ مادہ کے ہے ایسے مسائل سے اصلی طور پر نہیں بحث کرتا ہے۔ یہ بیان شاہ ولی اللہ صاحب کا ہماری دلیل سے بالکل مطابق ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ہماری دلیل کا ماخذ یہی بیان ہے جو نہایت عالی دماغی اور بلاخوف لومۃ لائم کے شاہ صاحب نے فرمایا ہے۔

قوم ثمود

ثمود جس کے نام سے قوم ثمود مشہور ہوئی جثر بن ارام بن سام بن نوح کا بیٹا ہے۔ اور عاد اور ہود کا ہمعصر ہے حضرت صالح پیغمبر اُس کی چھٹی پشت میں ہیں اور اسی لئے زمانہ حضرت صالح کا اخیر انیسویں یا شروع بیسویں صدی دنیاوی میں اور قریباً سو برس پیشتر حضرت ابراہیم سے پایا جاتا ہے۔

قوم ثمود الحجر میں آباد تھی اور پہاڑ کو کھود کر اُس میں گھر بنائے تھے تقویم البلدان میں اسمٰعیل ابوالفدا نے ابن حوقل کا قول نقل کیا ہے کہ وہ اُن پہاڑوں میں گیا تھا اور اُس نے اُن کو [illegible]

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۗ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور برسایا ہم نے اُن پر برسانا پھر دیکھ کیا ہوا انجام گنہگاروں کا ﴿۸۴﴾ اور (بھیجا ہم نے) مدین کے لوگوں کے پاس اُن کے بھائی شعیب کو اُس نے کہا کہ اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود بجز اُس کے ۔ بیشک آئی ہے تمہارے پاس دلیل تمہارے پروردگار سے پھر پورا کرو پیمانہ کو اور ترازو کو اور مت کم دو اُن لوگوں کو اُن کی چیزیں اور نہ فساد کرو زمین میں اس کی اصلاح ہو جانے کے بعد یہ ہے بہتر تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو ﴿۸۵﴾

کو دیکھا تھا جو پہاڑ کو کھود کر بنائے تھے ۔ افسوس ہے کہ سلاطین اسلامیہ نے اس طرح پر عرب کے قدیم حالات کی تحقیقات نہیں کی کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جزیرہ عرب میں بہت سی ایسی چیزیں موجود ہونگی جن سے پرانے تاریخی حالات کی صحت پر بہت کچھ مدد مل سکتی ہے ۔

عاد اول حضرت نوح سے پانچویں پشت میں تھا اور عاد اور ثمود دونوں آپس میں بھائی تھے قوم عاد کے برباد ہونے کے بعد قوم ثمود نے ترقی کی تھی جس کی نسبت خدا نے فرمایا ” واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد “ اور چونکہ قوم ثمود نے قوم عاد کے بعد ترقی کی تھی اسی سبب سے ثمود کو عاد ثانی کہتے ہیں جیسے کہ نوح کو آدم ثانی ۔

حضرت صالح قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے جو واقعات کہ اُن کے زمانہ نبوت میں گذرے اُن کا بیان مندرجہ حاشیہ آیتوں میں ہے اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح نے اُن لوگوں سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو خدا کی عبادت کرو تمہارے لئے اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اُن لوگوں نے کہا کہ تم تو سحر زدہ ہو تم تو ہم ہی جیسے ایک آدمی ہو ۔ اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ ۔ حضرت صالح نے کہا کہ تمہارے پاس ایک دلیل تمہارے پروردگار کے پاس سے آئی ہے ۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے اُس کو چھوڑ دو کہ خدا کی

والی ثمود اخاھم صالحا قال یا قوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ قد جاءتکم بینۃ من ربکم ھذہ ناقۃ اللہ لکم اٰیۃ فذروھا تاکل فی ارض اللہ ولا تمسوھا بسوء فیاخذکم عذاب الیم ۔ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد وبوأکم فی الارض تتخذون من سہولھا قصورا وتنحتون الجبال بیوتا فاذکروا اٰلاء اللہ ولا تعثوا فی الارض مفسدین فعقروا الناقۃ وعتوا عن امر ربہم ۔۔۔ فاخذتہم الرجفۃ فاصبحوا فی دارھم جاثمین ۔

(الاعراف)

قال یا قوم ارایتم ان کنت علی بینۃ من ربی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ (۸۴) وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ (۸۵)

اور مت بیٹھو ہر رستے میں کہ ڈراتے ہو اور بند کرتے ہو اللہ کے رستہ سے اُس کو جو اُس کے ساتھ ایمان لایا ہے اور چاہتے ہو اُس میں کجروی، اور یاد کرو جبکہ تم تھے تھوڑے پھر زیادہ کر دیا تم کو اور دیکھو کیا ہوا انجام فساد کرنے والوں کا (۸۴) اور اگر ہے تم میں کوئی گروہ کہ ایمان لایا ہے اُس پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور کوئی گروہ کہ نہیں ایمان لایا تو صبر کرو یہاں تک کہ حکم کرے اللہ ہم میں اور وہ بہت اچھا حکم کرنے والا ہے (۸۵)

وآتاني منه رحمة فمن ينصرني من الله ان عصيته فما تزيدونني غير تخسير - ويا قوم هذه ناقة الله لكم آية فذروها تأكل في ارض الله ولا تمسوها بسوء فيأخذكم عذاب قريب فعقروها فقال تمتعوا في داركم ثلاثة ايام ذلك وعد غير مكذوب فلما جاء امرنا نجينا صالحا والذين آمنوا معه برحمة منا ومن خزي يومئذ ان ربك هو القوي العزيز واخذ الذين ظلموا الصيحة فاصبحوا في ديارهم جاثمين (۱۱ ـ هود ـ ۶۶ ـ ۷۰)

قالوا انما انت من المسحرين ما انت الا بشر مثلنا فات بآية ان كنت من الصادقين - قال هذه ناقة لها شرب ولكم شرب يوم معلوم - ولا تمسوها بسوء فيأخذكم عذاب يوم عظيم - فعقروها فاصبحوا نادمين - فاخذهم العذاب ان في ذلك لآية وما كان اكثرهم مؤمنين - (۲۶ ـ شعراء ۱۵۳ ـ ۱۵۹)

واما ثمود فهديناهم فاستحبوا العمى على الهدى فاخذتهم صاعقة العذاب الهون بما كانوا يكسبون - (۴۱ ـ فصلت ۱۷)

انا مرسلوا الناقة فتنة لهم فارتقبهم واصطبر - ونبئهم ان الماء قسمة بينهم كل شرب محتضر فنادوا صاحبهم فتعاطى فعقر فكيف كان عذابي ونذر - انا ارسلنا عليهم صيحة واحدة فكانوا كهشيم المحتظر (۵۴ ـ سورة القمر ـ ۲۷ ـ ۳۱) ◆

زمین میں چرتی پھرے۔ باقی رہا پانی ایک دن اُس کو پی لینے دیا کرو اور ایک دن تم لے لیا کرو اور اُس کو کچھ بُرائی مت پہنچاؤ نہیں تو تم کو دکھ دینے والا عذاب پکڑ لیگا۔ وہ لوگ اونٹنی سے تنگ آ گئے اُنہوں نے اُس کو ذبح کر ڈالا یا اُس کی کونچیں کاٹ دیں کہ مر گئی۔ حضرت ہود نے کہا کہ تین دن اپنی جگہ میں چین کر لو عذاب آنے کا وعدہ نہیں ٹلنے کا اُس کے بعد اُن پر خدا کا عذاب پڑا کہ بڑی گرج کڑاکا سے اور حد سے زیادہ بھونچال آیا اور وہ اپنے بسنے کی جگہ میں گھٹنوں کے بل گر کر مر گئے ◆

قرآن مجید میں تو یہ قصہ اسی قدر ہے مگر ہمارے مفسرین نے اس قصہ کو ایک تودہ طوفان بنا دیا ہے جس کے لئے کوئی معتبر سند بھی نہیں ہے۔ اُنہوں نے قرآن مجید کے ان لفظوں کو۔ فات بآیة ان کنت من الصادقین ۔ اور ان لفظوں کو " قد جاءتکم بینة من ربکم " دیکھ کر یہ تصور کیا کہ وہ اونٹنی کسی عجیب و عجیب طریقہ سے پیدا ہوئی ہوگی۔ کچھ عجب نہیں کہ پہلے سے عرب میں اُس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿۸۶﴾	کہا اُس قوم کے سرداروں میں سے اُن لوگوں نے جو تکبر کرتے تھے کہ ضرور ہم تجھ کو نکالدینگے اے شعیب اور اُن لوگوں کو جو ایمان لانے میں تیرے ساتھ اپنی بستی سے یا یہ کہ پھر آجاؤ تم ہمارے دین میں ۔ شعیب نے کہا گو کہ ہم کراہیت کرنیوالے ہوں ﴿۸۶﴾

فاما ثمود فاهلكوا بالطاغية (۶۹-الحاقۃ-۵) +
كذبت ثمود بطغواها . اذ انبعث اشقاها .
فقال لهم رسول الله ناقة الله وسقياها
فكذبوه فعقروها فدمدم عليهم ربهم بذنبهم
فسواها +
(۹۱-سورۃ الشمس ۱۱-۱۴) +

اونٹنی کی نسبت عجیب باتیں مشہور ہوئیں مفسرین نے اُن افواہی باتوں کو قرآن مجید کے اُن الفاظ کے خیال سے سچ سمجھا اور تفسیروں میں لکھ دیا حالانکہ اُس کے لئے کوئی معتبر سند نہیں ہے +

اُنھوں نے لکھا ہے کہ جب حضرت صالح نے بتوں کی پرستش سے اُن کو منع کیا اور خدائے واحد کی پرستش کی ہدایت کی تو قوم ثمود نے جس میں کہ خود حضرت صالح بھی تھے معجزہ طلب کیا ۔ حضرت صالح نے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو ۔ اُنھوں نے کہا کہ تم ہمارے تیوہار کے دن ہمارے ساتھ چلو ہم اپنے بتوں کو نکالینگے تم خدا سے معجزہ مانگنا ہم اپنے بتوں سے مانگینگے ۔ اگر تمہاری دعا کا اثر ہوا تو ہم تمہارے مرید ہو جاوینگے اور اگر ہماری دعا کا اثر ہوا تو تم ہمارے مرید ہو جانا ۔ اس اقرار پر دونوں شہر کے باہر گئے اُنھوں نے اپنے بتوں سے کچھ دعا مانگی مگر کچھ نہ ہوا حضرت صالح سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس پہاڑ کے ٹکڑے میں سے ایک اونٹنی نکلے حضرت صالح نے اُن سے اقرار لیا کہ اگر نکلے تو تم ایمان لے آؤ گے سب نے اقرار کیا جب بات پکی ہو گئی تو حضرت صالح نے دو رکعت نماز کی پڑھی اور خدا سے دعا مانگنی شروع کی ۔ وہ پہاڑ کا ٹکڑا پھولنا شروع ہوا اور حاملہ کے پیٹ کی مانند پھول گیا ۔ پھر پھٹا اور اُس میں سے نہایت بڑی موٹی مستندی اونٹنی نکلی ۔ اور اُسی وقت اُس نے اپنے برابر کا بچہ بھی دیدیا +

اُس اونٹنی کا پیدا ہونا ہی عجیب طرح پر بیان نہیں کیا بلکہ اُس کی عجیب عجیب صفات بھی بیان کی ہیں ۔ لکھا ہے کہ جہاں قوم ثمود رہتی تھی وہاں پانی بہت کم تھا اور ٹھیرا تھا کہ ایک دن وہ پانی اونٹنی پیا کرے اور ایک دن وہ لوگ لیا کریں ۔ اونٹنی میں یہ عجیب صفت تھی کہ وہ سارا پانی جس کو تمام لوگ پی سکتے تھے سڑپ جاتی تھی اور پہاڑ پر چلی جاتی تھی پھر وہاں سے آتی تھی اور لوگ اُس کا دودھ دوہتے تھے اور اس قدر کثرت سے دودھ ہوتا تھا کہ تمام قوم کے لئے بجائے پانی کے کافی ہوتا تھا +

حضرت صالح نے کہا کہ تمہارے شہر میں ایک لڑکا پیدا ہونے کو ہے کہ تمہاری موت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ (۸۸)	بیشک ہم نے جھوٹا افترا کیا ہوگا اللہ پر اگر ہم پھر آجاویں تمہارے دین میں بعد اس کے کہ نجات دی ہم کو اللہ نے اُس سے۔ اور نہیں ہو سکتا کہ ہم آجاویں اُس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ پروردگار ہمارا۔ گھیر لیا ہے ہمارے پروردگار نے ہر چیز کو اپنے علم میں اللہ پر ہمارا توکل ہے۔ اے ہمارے پروردگار فیصلہ کر دے ہم میں اور ہماری قوم میں ٹھیک ٹھیک اور تو بہت اچھا فیصلہ کرنے والا ہے (۸۸)

اُس کے ہاتھ سے ہوگی اُنہوں نے یہ بات سُن کر جو لڑکا پیدا ہوا اُس کو مار ڈالا یہاں تک کہ نو لڑکوں کو مارا جب دسواں لڑکا پیدا ہوا کہا کہ جبھی باپ تو ہم نہ ماریں گے مگر بدبختی سے یہ وہی لڑکا تھا جس کے ہاتھ سے اُن کی موت ہونے والی تھی ✦

بہر حال وہ لڑکا بڑا ہوا جوان ہوا یاروں میں بیٹھنے لگا ایک دن وہ اپنے یاروں کی مجلس میں تھا اور سب نے شراب پینے کا ارادہ کیا اور شراب میں پانی ملانے کو پانی چاہا مگر وہ دن اونٹنی کے پانی پینے کا تھا وہ سب پانی پی گئی تھی ایک قطرہ شراب میں ملانے کو بھی نہیں چھوڑا تھا ✦

اُس جوان کو نہایت غصہ آیا وہ پہاڑ میں گیا اور اونٹنی کو بلایا جب آئی تو اُس کو ذبح کر ڈالا یا کونچیں کاٹ ڈالیں کہ وہ مرگئی۔ پھر اُن پر تین دن میں عذاب آیا پہلے دن سب کے بدن سُرخ ہوگئے۔ دوسرے دن زرد ہوگئے۔ تیسرے دن کالے ہوگئے۔ اس پر بھی نہ مرے۔ تب بھونچال آیا اور اُس کے سبب سے مرگئے۔ اس قصہ کا لغو اور مہمل ہونا خود اس قصہ سے ظاہر ہوتا ہے مفسرین نے بھی اس قصہ کو اگرچہ لکھا ہے مگر چنداں اعتبار نہیں کیا بعضوں نے تو "روی" کر کر لکھا ہے جو لفظ خود قصے کے ضعیف اور بے سند ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ صاحب تفسیر کبیر نے لکھا ہے کہ قرآن سے پایا جاتا ہے کہ اس اونٹنی میں کچھ نہ کچھ ایک نشانی تھی مگر یہ بات کہ وہ کیا نشانی تھی اور کس طرح پر تھی بیان نہیں ہوئی مگر اتنی بات معلوم ہے کہ وہ کسی نہ کسی وجہ سے معجزہ تھی۔

اعلم ان القرآن قد دل علی ان فیہا آیۃ فاما ذکر انہا کانت آیۃ من ای الوجوہ فہو غیر مذکور والعلم حاصل بانہا کانت معجزۃ من وجہ ما لا محالۃ۔
(تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۹۱) ✦

مگر میں کہتا ہوں کہ جس وجہ سے صاحب تفسیر کبیر نے اُس کو معجزہ مافوق الفطرت قرار دیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے ✦

ثمود کی قوم نے بتوں کی پرستش اختیار کی تھی اور کئی نسلیں اُن کی بُت پرستی میں گذر گئی تھیں جب حضرت صالح نے ایسے خدائے واحد کی پرستش کی ہدایت کی جس کی نہ کوئی صورت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾	اور کہا اُن سرداروں نے جو کافر تھے اُسی کی قوم سے کہ اگر تم پیروی کروگے شعیب کی تو بیشک اُس وقت تم ہوگے نقصان پانے والے ﴿۹۰﴾

بے نہ شکل ہے نہ اُس کا وجود دکھائی دیتا ہے نہ کوئی اُس کے پاس جا کر اُسے دیکھ سکتا ہے صرف خیال ہی خیال میں وہ ہے اور خیال میں بھی بیچون و بیچگون مبرا حیز و مکان اور شکل و صورت وجہت و مثال سے تو ایک فطرتی بات تھی کہ ایک بت پرست کہتے کہ اگر تم سچے ہو تو اُس کی نشانی لاؤ جس کے ذریعہ سے وہ اُس بن دیکھے خدا کی پرستش کریں کیونکہ بغیر کسی ظاہری چیز کے اُن کے دل کو تسلی نہیں ہوسکتی تھی۔ انہوں نے ایک اونٹنی کو بطور سانڈ کے چھوڑ دیا کہ یہ خدا کی اونٹنی ہے اور تمہارے لئے خدا کی نشانی ہے اُس کو کسی قسم کی ایذا مت پہنچاؤ اور چرنے چگنے دو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح پر جانوروں کے چھوڑنے کی قدیم رسم تھی عرب متعدد طرح پر سانڈ چھوڑتے تھے۔ اونٹنی جب پانچ بچے جن لیتی تھی تو اس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ اور جہاں وہ چاہتی چرنے دیتے تھے اور پانی پینے سے نہ ہکاتے تھے۔ بیماری سے اچھا ہونے یا سفر سے آنے پر یا دس برس خدمت لینے کے بعد اونٹ کو بتوں کے نام پر بطور سانڈ کے چھوڑتے تھے جو بحیرہ اور سائبہ اور حام کے نام سے مشہور ہیں حضرت صالح نے بھی اسی طرح اس اونٹنی کو چھوڑا صرف اتنا فرق کیا کہ کسی بت یا کسی مخلوق کے نام پر نہیں چھوڑا بلکہ خدا کے نام پر چھوڑا۔

آیت کے لفظ کے معنی معجزہ کے نہیں ہیں اور اس لئے مصنف تفسیر کبیر کا یہ لکھنا۔ کہ "والعلم حاصل بانہا کانت معجزۃ بوجہ ما لا محالۃ" صحیح نہیں ہے۔ آیت کے معنی نشانی کے ہیں۔ محمد بن ابی بکر الرازی نے لغات قرآن میں لکھا ہے کہ "الآیۃ العلامۃ ومنہ قولہ تعالیٰ ان آیۃ ملکہ۔ وقولہ تعالیٰ۔ وجعلنا اللیل والنہار آیتین۔ ای علامتین" پس آیت کے لفظ سے یہ قرار دینا کہ وہ اونٹنی یا سانڈنی ایک معجزہ تھی جو خلاف قانون قدرت یا ما فوق الفطرت پیدا ہوئی تھی قابل تسلیم نہیں ہے۔

دوسرا لفظ ان آیتوں میں "بینۃ من ربکم" کا ہے۔ ان الفاظ کا جو قرآن مجید میں ترجمہ یہ ہے کہ "کہا (صالح) نے اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی خدا سوائے اُس کے۔ بیشک آئی ہے تمہارے پاس دلیل تمہارے پروردگار سے۔ یہ اونٹنی اللہ کی تمہارے لئے نشانی ہے" اگر یہ کہا جاوے کہ اونٹنی ہی وہ دلیل تھی تو الفاظ لکم آیۃ بیکار ہو جاتے ہیں کیونکہ اُس حالت میں صرف اتنا کہنا کافی تھا کہ قد جاءتکم بینۃ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ ﴿۸۹﴾	پھر پکڑا اُن کو زلزلے نے پھر انہوں نے صبح کی اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے ﴿۸۹﴾

من ربکم ھذہ ناقۃ اللہ فذروھا تاکل الخ دوسرے یہ کہ خدا کی تمام مخلوقات وہ کسی طرح پر پیدا ہو خدا پر دلیل ہے اونٹنی کے پیدا ہونے سے گو کہ وہ کسی عجیب طرح سے پیدا ہوئی ہو خدا پر دلیل ہونے کی کچھ خصوصیت نہیں ہو سکتی پس صاف ظاہر ہے کہ قد جاءتکم بینۃ من ربکم جدا جملہ ہے اور اس سے وہ دلیل مراد ہے جو انبیا اپنی اُمت کو خدا تعالےٰ کے وجود اور اُس کی توحید اور اُس کے استحقاق عبادت کی نسبت بتلاتے ہیں اور "ھذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ الی آخرہ جملہ مستانفہ ہے اُس کو بینۃ من ربکم سے کچھ تعلق نہیں ہے ✦

اگر ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ اُس کو بینۃ من ربکم سے تعلق ہے تو بھی اُس سے کوئی نتیجہ سوا اس کے نہیں نکلتا کہ حضرت صالح نے اُس اونٹنی کو جس طرح ایک نشانی بتایا تھا اُسی طرح اور اُسی مقصد سے اُس کو دلیل یا گواہ بھی کہا تھا۔ بینہ کے لفظ سے اُس سانڈنی کا معجزہ ہونا اور خلاف قانون قدرت یا مافوق الفطرت پیدا ہونا کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ تعجب ہے کہ خدا تعالےٰ نے تمام قصہ حضرت صالح کا بیان کیا اور جو بات سب سے مقدم اور سب سے زیادہ عجیب تھی کہ پہاڑ کو فی الفور اونٹنی کا حمل رہا اور وہ مثل حاملہ کے پیٹ کے پھولنا شروع ہوا اور شق ہوگیا اور اونٹنی پلی پلائی ساٹھ گز چوڑی اور معلوم نہیں کس قدر لمبی سنڈ مسنڈ اُس میں سے پیدا ہوئی اور پیدا ہوتے ہی اپنی برابر کا بچہ جنا اور رد کی مسئلہ المظروف اقصر من الظرف والجزء اقصر من الکل کو بھی باطل کردیا۔ اُس کا بیان بالکل چھوڑ دیا۔ اور مفسرین کو اُس کا الہام کیا کیونکہ انہوں نے بغیر غور و فکر اور بغیر کسی معتبر سند کے اس قصہ کو لکھا ہے جو بغیر الہام کے اور کسی طرح لکھا نہیں جاسکتا تھا۔ افسوس ہے کہ ہمارے مفسروں نے ایسے ہی لغو بے معنی قصوں کو قرآن مجید کی تفسیروں میں داخل کرکے مسائل مستحکمہ اسلام کو مضحکہ اطفال بنایا ہے اور اُس کے نور عالم افروز کو لغویات کے گرد وغبار سے دھندلا کردیا ہے۔ خدا اُن پر رحم کرے آمین ✦

جب کہ اُن لوگوں نے اُس سانڈنی کو مار ڈالا اور کفر و بُت پرستی کو نہ چھوڑا تو حضرت صالح نے فرمایا کہ تم تین دن اور چین کرلو پھر تم پر خدا کا عذاب ضرور آوے گا۔ اعداد جو ایسے مقام پر بیان ہوتے ہیں اُن سے وہی عدد مقصود نہیں ہوتا بلکہ ایک زمانہ مراد ہوتا ہے اس طرح کے کلام کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ چند روز تم اور چین کرلو پھر تم پر عذاب ہوگا بدکار انسان کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ تین دن کا یا چند روز کا یہ عیش و آرام ہے اور اُس سے اُس کی تمام عمر مراد ہوتی ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کا حال معلوم ہوگا پس اسی طرح حضرت صالح نے فرمایا "تمتعوا

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۰﴾

جن لوگوں نے جھٹلایا شعیب کو (وہ ہو گئے) ایسے کہ گویا بسے نہ تھے اُن میں۔ جن لوگوں نے جھٹلایا شعیب کو وہی تھے نقصان پانیوالے ﴿۹۰﴾

فی دارکم ثلثۃ ایام" +

جو آفت کہ قوم ثمود پر آئی وہ شدید بھونچال تھا لفظ طاغیہ جو بعض آیتوں میں ہے وہ اُس کی شدت اور حد سے زیادہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ لفظ صیحۃ کا اُس بھونچال کی آواز گڑگڑاہٹ پر اشارہ کرتا ہے اور رجفہ کے معنی بھونچال کے ہیں غرضکہ جس طرح عادت اللہ جاری ہے بھونچال کے آنے سے وہ قوم غارت ہو گئی یعنی اُس کے بہت سے آدمی مر گئے اور بہت سے بچے بھی رہے قوم ثمود کے مکانات پہاڑوں میں بھی تھے اور میدانوں میں بھی تھے میدانوں کے مکانات پر تو بھونچال سے صدمہ ظاہر ہے مگر پہاڑ کے اندر کے مکانات پر بھی متعدد طرح سے صدمہ پہنچ سکتا ہے یہ واقعہ کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جس کو معجزہ یا خلاف قانون قدرت یا ما فوق الفطرت تصور کیا جاوے ابھی یہ واقعہ ہوا ہے کہ اندلس کے علاقہ میں ایک بھونچال کے سبب لاکھ آدمی مر گیا +

حضرت لوط کا قصہ سورہ ہود میں زیادہ تفصیل سے ہے اور اُسی مقام پر اُس سے بحث کرنی زیادہ مناسب ہے اس لئے اس بحث کو سورہ ہود کی تفسیر میں لکھینگے مگر حضرت شعیب کے قصہ کا اس مقام پر بیان کرتے ہیں +

(۸۳) (والی مدین اخاھم شعیبا) مدین ۔ حضرت ابراہیم کے بیٹے کا نام ہے جو قطورا کے پیٹ سے قریباً سنہ ۲۱۵۱ دنیوی کے پیدا ہوا تھا ۔ مدین کا بیٹا عیفاہ تھا ۔ جس کو بعض عربی کتابوں میں غلطی سے عنقا لکھ دیا ہے ۔ یہاں تک تو حسب توریت میں مندرج ہے (دیکھو سفر پیدایش باب ۲۵ ورس ۱ و ۴) اُس کے بعد تاریخ کی کتابوں میں اختلاف ہے ۔ مگر اُن اختلافات سے جو امر ہمارے نزدیک زیادہ تر قرین صحت ہے یہ ہے کہ عیفاہ کا بیٹا توبہ یا نابت تھا ۔ اور اُس کا بیٹا ضیعون اور ضیعون کے بیٹے حضرت شعیب ہیں پس حضرت شعیب حضرت ابراہیم سے پانچویں پشت میں ہیں +

مدین ۔ جہاں حضرت ابراہیم کے بیٹے مدین نے سکونت اختیار کی تھی رفتہ رفتہ وہاں شہر آباد ہو گیا ۔ اور مدین ہی اس شہر کا نام ہو گیا بطلیموس کے جغرافیہ میں (موڈیانا) اس شہر کا نام لکھا ہے وہ شہر بحر قلزم کے کنارہ سے کسی قدر فاصلہ پر حجاز عرب میں واقع ہے کوہ سینا کے جنوب مشرق میں اب یہ شہر بالکل ویران ہے کچھ نشان کھنڈرات وہاں اب تک موجود ہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں ایک قدیم کنواں موسیٰ کے وقت کا بھی موجود ہے +

سنہ نبوی ہلک جیسے انگریزی جغرافیہ [illegible] لکھا جاتا [illegible] + احمد بابا مخدوم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ (۹۱)	پھر شعیب نے اُن کو پھیرا اور کہا اے میری قوم میں نے تم کو پہنچا دیے پیغام اپنے پروردگار کے اور میں نے خیر خواہی کی تمہارے لیے تو پھر میں کیونکر افسوس کروں کافروں کی قوم پر (۹۱)

حضرت شعیب کا قصہ بالکل سادا اور سیدھا ہے مفسرین نے بھی اس قصہ میں بہت ہی کم رنگ آمیزی کی ہے صاحب تفسیر کبیر اس بات سے کہ شعیب پیغمبر پاس کوئی معجزہ نہ تھا نہایت متعجب ہوئے ہیں چپ کہتے ہیں کہ گو قرآن میں خدا نے اُن کے کسی معجزہ کو نہ بیان کیا ہو مگر ضرور اُن کے پاس معجزہ ہوگا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ شعیب حضرت شعیب نے نبوۃ کا دعوے کیا پھر کہا کہ آئی ہے تمہارے پاس بینہ یعنی دلیل یا گواہی تمہارے پروردگار کے پاس سے۔ اور واجب ہے کہ اس جگہ بینہ سے مراد معجزہ ہو کیونکہ جو شخص نبوت کا دعوے کرے اس کے لئے معجزہ کا ہونا ضرور ہے اور نہیں تو وہ متنبی ہوگا نہ سچا نبی۔ پس یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اُن کے پاس کوئی معجزہ تھا جو اُن کے سچا ہونے پر دلالت کرتا تھا۔ مگر یہ بات کہ وہ معجزہ کس قسم کا تھا قرآن میں اس پر کچھ اشارہ نہیں ہے جیسے کہ قرآن میں ہمارے رسول خدا کے بہت سے معجزوں پر کچھ اشارہ نہیں ہے ✦ (انتہی)

انہ (ای الشعیب) ادعی النبوة فقال قد جاءتکم بینة من ربکم۔ ویجب ان یکون المراد من البینة ههنا المعجزة لانہ لابد لمدعی النبوة والا لکان متنبیا لا نبیا فهذه الآیة دلت علی انه حصلت له معجزة دالة علی صدقه فاما ان تلک المعجزة من ای الانواع کانت فلیس فی القرآن دلالة علیه کما انه لم یحصل فی القرآن الدلالة علی کثیر من معجزات رسولنا۔ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۶۹ ✦

اس کے بعد صاحب تفسیر کبیر نے تفسیر کشاف سے حضرت شعیب کے چند معجزے نقل کیے ہیں اور جیسے کہ وہ فی نفسہ لغو ہیں ویسے ہی تاریخانہ امور کے لحاظ سے بھی غلط ہیں پس ہم کو اس مقام پر اُن کے ذکر کی ضرورت نہیں ہم صرف اُسی مضمون پر بحث کرنا چاہتے ہیں جو قرآن مجید سے پیدا ہوتا ہے ✦

قرآن مجید میں حضرت شعیب کا قصہ نہایت صاف طرح پر بیان ہوا ہے بہت سا حصہ اس کا تو اسی سورۃ میں ہے اور پھر اُسی کی مثل سورہ ہود میں اور سورہ شعرا میں اور سورہ عنکبوت میں آیا ہے اور وہ ایسے صاف لفظوں میں ہے جن کو بجز ترجمہ کے اور کسی تفسیر کی حاجت نہیں ✦

(۱۰۱) (ثم بعثنا من بعدهم موسٰی) اس آیت سے حضرت موسےٰ اور فرعون کا قصہ شروع ہوا ہے۔ اس قصہ میں مندرجہ ذیل امور بحث طلب ہیں ✦

۱۔ تحقیق لفظ آیہ و لفظ بینہ۔ ۲۔ حقیقت سحر اور یہ کہ کن معنوں میں اس کا استعمال ہوا ہے۔ ۳۔ بیان تخیل تحرک حبل و عصائے سحرۂ فرعون۔ ۴۔ بیان عصائے موسٰے اور اُس کا بطور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ (۹۴)	اور ہم نے نہیں بھیجا کسی بستی میں کوئی نبی مگر ہم نے اُسی کے لوگوں کو پکڑا بلا میں اور دکھ میں تاکہ وہ عاجزی کریں (۹۴)

ڈنڈے کے دکھائی دینا - ۵ - بیان ید بیضا - ۶ - ذکر قتل اولاد بنی اسرائیل - ۷ - بیان قحط - ۸ - ذکر طوفان - وجراد - وقمل - وضفادع - ودم - ۹ - غرق فی البحر - ۱۰ - اعتکاف حضرت موسے کا پہاڑ میں - ۱۱ - حقیقت کلام خدا با موسے - ۱۲ - حقیقت تجلی بجبل - ۱۳ - بیان کتابت فی الالواح - ۱۴ - اتخاذ عجل - ۱۵ - ستر آدمیوں کا منتخب کرنا - ۱۶ - ذکر استسقاے قوم موسے اور ظاہر ہونا چشموں کا - ۱۷ - سایہ کرنا ابر کا - ۱۸ - من وسلوے کا اُترنا - ۱۹ - دخول باب +

ہم ان اُنیسوں امور کی نسبت علحدہ علحدہ بیان کرنا چاہتے ہیں مگر ان میں سے جن امور کا پہلے بیان ہوچکا ہے اُن کے صرف حوالہ دینے پر اکتفا کرینگے +

اول - تحقیق معنی لفظ آیہ و بیّنہ

ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں بہ تحت تفسیر ،، واتینا عیسی ابن مریم البینات ،، لفظ آیہ و بیّنہ پر مفصل بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان الفاظ کے معنی معجزہ کے نہیں ہیں بلکہ احکام کے ہیں - اور یہ بھی ثابت کردیا ہے کہ معجزہ دلیل ثبوت نبوت نہیں ہوسکتا اور اس صورت میں آیہ و بیّنہ کے معنی اِس غرض سے معجزہ کے لینے کہ وہ مثبت نبوت ہوتا ہے غلط اعتقاد سے کچھ زیادہ رتبہ نہیں رکھتا +

دوم - حقیقت سحر

اور یہ کہ کن معنوں میں اُس کا استعمال ہوتا ہے

سحر کا لفظ قرآن مجید میں بہت جگہ آیا ہے مگر بہت سے الفاظ زبان عرب میں ایسے مستعمل تھے جن کے لئے نی الواقع کوئی حقیقت نہ تھی اور نہ درحقیقت اُن کا مصداق تھا نہ اُن کا کوئی مستی حقیقۃً وجود رکھتا تھا - بلکہ عرب جاہلیت نے اپنے وہم میں ایک شے غیر موجود کا وجود قرار دیا تھا اور اُس سے کچھ افعال منسوب کئے تھے اور اُس شے غیر موجود وہمی کے لئے وہ الفاظ مستعمل کرتے تھے -
قرآن مجید اہل عرب کی زبان میں نازل ہوا اور اس لئے اُس زبان کے محاورے کے موافق وہ الفاظ

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ

پھر بدل دیا ہم نے بُرائی کی جگہ بھلائی کو یہاں تک کہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ بیشک پہنچا تھا ہمارے باپوں کو دُکھ

بھی قرآن مجید میں آئے ہیں۔ مگر قرآن مجید میں اُس کا استعمال اُن اثروں کے سمجھانے کے لئے ہوا ہے جو اثر کہ اہل عرب اُن لفظوں سے پاتے تھے نہ اس لئے کہ اُن لفظوں کے لئے فی الواقع کوئی حقیقت تھی یا درحقیقت اُن کا کوئی مصداق تھا۔

اس کی مثال میں ہم ایک مباحثہ لطیف کا ذکر کرتے ہیں جو خلیفہ منصور کے وزیر ابوالفضل بن ربیع کی مجلس میں ایک بہت بڑے عالم سے ہوا تھا۔ مراۃ الجنان المشہورہ تاریخ یافعی میں لکھا ہے کہ فضل بن ربیع نے جو خلیفہ منصور کا وزیر اور ایک بہت بڑا عالم تھا ابوعبیدہ کے پاس جو اُس زمانہ کے بہت بڑے عالم متبحر تھے اور بصرہ میں تھے ایک شخص بھیجا اور اپنے پاس بُلایا وہ آئے اور اُن کو وزیر کی مجلس میں آنے کی اجازت ملی جب وہ مجلس میں گئے تو دیکھا کہ وہ ایک بہت لمبے چوڑے مکان میں ہے جس میں بھرپور ایک ہی کپڑے کا فرش بچھا ہوا ہے اور صدر میں ایک بہت اونچی جگہ پر جس پر بغیر زینہ کے چڑھا نہیں جا سکتا مسند تکیہ لگا ہوا ہے اور وہ اس پر بیٹھا ہے۔ ابوعبیدہ نے موافق اُن آداب کے جو وزیروں کے لئے مقرر کیا تھا سلام علیک کی وزیر نے اُس کا جواب دیا اور اپنی مسند کے پاس بیٹھنے کی اجازت دی۔ پھر ابوعبیدہ کی خیر و عافیت پوچھی اور انواع رعایات دیا کئے اور بہت مہربانی کی۔ پھر کہا کہ کچھ اشعار پڑھو۔ ابوعبیدہ نے عرب جاہلیت کے نہایت عمدہ اشعار جو اس کو یاد تھے پڑھے۔ وزیر نے کہا کہ ایسے تو بہت سے اشعار میں بھی جانتا ہوں میرا یہ مقصد تھا کہ مجھے نمکین چٹپٹے اشعار سناؤ۔ ابوعبیدہ نے ویسے ہی اشعار پڑھے جن کو سُنکر وزیر خوش ہوا اور ہنسا اور مزے میں آ گیا۔ اتنے میں وزیر کا ایک منشی جو وجیہ آدمی تھا آ گیا وزیر نے اُس کو ابوعبیدہ کے پاس بیٹھنے کا حکم دیا اور

قال ابو عبيدة ارسل الى الفضل بن الربيع الى البصرة فى الخروج اليه فقدمت عليه وكنت اخبر عن تجبره فاذن لى فدخلت عليه وهو فى مجلس طويل عريض فيه بساط واحد قد ملأه وفى صدره فرش عالية لا يرتقى عليها الا بكرسى وهو جالس على الفرش فسلمت عليه بالوزارة فرد وضحك الى واستدنانى من فرشه ثم سألنى وبسطنى وتلطف بى وقال انشدنى فانشدته من عيون اشعار جاهلية احفظها فقال قد عرفت اكثر هذه واريد من مليح الشعر فانشدته فطرب وضحك وزاد نشاطه ثم دخل رجل فى زى الكتاب وله هيئة حسنة فاجلسه الى جانبى وقال اتعرف هذا قلت لا فقال هذا ابو عبيدة علامة اهل البصرة اقدمناه لنستفيد من علمه فدعا له الرجل ثم التفت الى وقال لى كنت اليك مشتاقا وقد سألت عن مسألة افتأذن لى ان اعرفك اياها قلت هات فقال قال الله تعالى طلعها كانه رؤس الشياطين وانما يقع الوعد والايعاد بما قد عرف وهذا لم يعرف قال فقلت انما كلم الله العرب على قدر كلامهم اما سمعت قول

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۳﴾	اور سکھ نے ۔ پھر ہم نے اُن کو یکایک پکڑ لیا اور وہ نہیں جانتے تھے ﴿۹۳﴾

امرئ القیس

ایقتلنی والمشرفی مضاجعی
ومسنونۃ زرق کانیاب اغوال

وھم لم یروا الغول قط ولکنہ لما کان امر الغول یھولھم اوعدوا بہ فاستحسن الفضل والسائل فی ذلک ◆

مرآۃ الجنان ۔ ورق ۱۵۰ ◆

اور ابو عبیدہ کی طرف اشارہ کر کے منشی سے پوچھا کہ تم ان کو جانتے ہو اُس نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا وزیر نے کہا کہ یہ ابو عبیدہ ہیں علماء اہل بصرہ میں سے اُن کو بلایا ہے تاکہ اُن کے علم سے ہم فائدہ اُٹھاویں اُس منشی نے وزیر کو دعا دی اور ابو عبیدہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ میں آپ سے ملنے کا بہت مشتاق تھا ۔ لوگوں نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا ہے آپ مجھ کو اجازت دیتے ہیں کہ اُس کو آپ سے کہوں ابو عبیدہ نے کہا کہو اُس منشی نے کہا کہ خدا تعالےٰ نے دوزخ کے درخت کے پھل کو شیطانوں کے سروں سے تشبیہ دیکر ڈرایا ہے مگر لالچ دینا یا ڈرانا ایسی چیز سے ہو سکتا ہے جس کو وہ لوگ جانتے ہوں مگر شیطانوں کے سروں کو تو کوئی نہیں جانتا کہ کیسے ہیں ابو عبیدہ نے کہا کہ خدا نے عرب کے کلام کے مطابق کلام کیا ہے کیا تم نے امرء القیس کا قول نہیں سنا چنانچہ ابو عبیدہ نے وہ شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے :۔

کیا وہ مجھ کو مار ڈالینگے اور تلوار میری ساتھ لیٹی ہے
اور نیلی چمکدار برچھیاں ہیں مانند دانتوں غول بیابانی کے

اُس شخص نے جس کے حق میں یہ شعر کہا ہے یا اور کسی نے غول بیابانی کو کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ مگر جب کہ غول بیابانی کا ہول اُس کے دل میں تھا تو اُسی سے اُن کو ڈرایا ۔ اس تقریر کو وزیر ابوالفضل اور اُس کے منشی دونوں نے پسند کیا (انتہیٰ) ◆

غرضکہ جس طرح امرء القیس کے شعر سے یہ لازم نہیں آتا کہ درحقیقت غول بیابانی کے لنبے لنبے نیلے چمکدار دانت ہوتے ہیں اسی طرح قرآن مجید میں جو رءوس الشیاطین کا لفظ آیا ہے اُس کو یہ لازم نہیں آتا کہ درحقیقت شیطان کا ڈراونا سر ہوتا ہے بلکہ جب چیز سے اپنے خیالات کے موافق عرب دہشت کھاتے تھے اُسی سے اُن کے خیالات کے موافق دھمکی دی ۔ اسی طرح سحر کا لفظ جا بجا قرآن میں آیا ہے وہ صرف عرب جاہلیت کے خیال کے موافق آیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس طرح پر عرب جاہلیت سحر کو سمجھتے تھے درحقیقت اُس طرح پر اُس کا وجود تھا ۔ یا خدا تعالےٰ نے اُس کا واقعی ہونا بتایا ہے یا عرب جاہلیت کے خیالات کی تصدیق کی ہے ◆

اسی طرح سینکڑوں لفظ قرآن مجید میں حسب محاورہ زبان عرب اور بلحاظ خیالات عرب جاہلیت آتے ہیں جن سے اُن کا واقعی ہونا مراد نہیں ہے ۔ علمائے متقدمین نے اس باب میں کتابیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (۹۶)	اور اگر اُس بستی کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگاری کرتے تو بیشک ہم اُن پر کھول دیتے آسمان اور زمین کی برکتیں ولیکن اُنھوں نے جھٹلایا پھر ہم نے اُن کو پکڑ لیا بسبب اُس کے جو وہ کماتے تھے (۹۶)

لکھی ہیں۔ چنانچہ تاریخ یافعی میں لکھا ہے کہ اس مباحثہ کے بعد ابو عبیدہ نے اُسی دن سے ارادہ کیا کہ وہ قرآن کے اس قسم کے الفاظ کے بیان میں ایک کتاب لکھے اور جب وہ بصرہ میں واپس آگیا تو اُس نے کتاب لکھی اور اس کا نام مجاز رکھا۔ افسوس ہے کہ اس قسم کی کتابیں دستیاب نہیں ہوتیں ہمارے زمانہ کے عالم اُن کتابوں سے نا واقف محض ہیں۔ اور جب کوئی شخص جس کو خدا نے بصیرت دی ہے قرآن مجید پر غور کرکے اور تمام حالات کو پیش نظر رکھ کے اس قسم کے الفاظ کی نسبت کچھ لکھتا ہے تو اُن کو ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے اور چونک اُٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو نص کے برخلاف ہے حالانکہ جس کو وہ نص سمجھتے ہیں درحقیقت وہی نص کے برخلاف ہے ✦

وعزمت منذ ذلك الیوم ان اصنع کتابا فی القرآن لمثل هذا واشباهه ولما یحتاج الیه من علمه فلما رجعت الی البصرة عملت کتاب الذی سمیته المجاز۔
مراۃ الجنان یافعی صفحہ ۷۰ ✦

سحر جس طرح کہ لوگ اُس پر یقین کرتے ہیں اور عرف عام میں جس طرح پر وہ سمجھا جاتا ہے اُس کی کچھ اصلیت نہیں ہے اور نہ قرآن مجید سے اُس کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ اُن تمام انسانوں میں خواہ وہ انبیا ہوں یا اولیا یا عوام الناس اور کسی مذہب کے ہوں حتے کہ حیوانوں میں بھی ایک قسم کی قوت مقناطیسی موجود ہے جو خود اُس پر اور نیز دوسروں پر ایک قسم کا اثر پیدا کرتی ہے۔ یہ قوت بمقتضائے خلقت بعضوں میں ضعیف اور بعضوں میں قوی اور بعضوں میں اقوے ہوتی ہے۔ اور جس طرح اور قوائے انسانی ورزش سے قوت پکڑتے ہیں جیسے کہ پنجہ کشی کی ورزش سے پنجہ میں۔ کلائی کی ورزش سے کلائی میں زیادہ قوت آجاتی ہے اسی طرح اس قوت میں بھی خاص قسم کی ورزش سے قوت زیادہ ہو جاتی ہے ✦

انسان جو خواب میں عجیب عجیب چیزیں دیکھتا ہے اور عجیب واقعات و حالات اُس پر گذرتے ہیں جن کو وہ سمجھتا ہے کہ درحقیقت وہ تمام چیزیں موجود ہیں اور فی الواقع وہ حالات اُس پر گذر رہے ہیں اُسی قوت کے اثروں میں سے ہے حالانکہ وہ چیزیں درحقیقت نہ موجود ہوتی ہیں اور نہ فی الواقع وہ حالات اُس پر گذرتے ہیں ✦

یہ کیفیت جس طرح کہ خواب طبعی میں ہوتی ہے کبھی حالت بیداری میں بھی پیدا ہو جاتی ہے آدمی سمجھتا ہے کہ میں جاگتا ہوں اور درحقیقت وہ جاگتا بھی ہوتا ہے مگر اس پر ایک قسم کی خواب طاری

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآىِٕمُوْنَ (٩٥)	پھر کیا نڈر ہوگئی ہیں بستیوں کے رہنے والے کہ آوے اُن پر ہمارا عذاب رات کو اور وہ سوتے ہوں (٩٥)

ہو جاتی ہے جو خواب مقناطیسی سے تعبیر کی جا سکتی ہے اور اس حالت میں انسان ایسی چیزوں کو موجود دیکھتا ہے جو فی الحقیقت موجود نہیں ہیں اور ایسے واقعات اپنے گذرتے ہوئے یقین کرتا ہے جو درحقیقت اُس پر نہیں گذرتے ✦

یہ قوت مقناطیسی جس میں قوی ہوتی ہے وہ دوسرے شخص پر بھی ڈال سکتا ہے اور اُس دوسرے شخص پر بحالت بیداری ایک قسم کی خواب مقناطیسی طاری ہوتی جاتی ہے کبھی وہ دوسرا شخص جاگتا رہتا ہے اور خواب مقناطیسی اُس پر طاری رہتی ہے اور کبھی وہ اُسی خواب مقناطیسی میں بیہوش ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوتا ہے ✦

اس قوت مقناطیسی سے کیا کیا چیزیں ظہور میں آتی ہے بحث طلب ہیں جو لوگ اس فن کے عامل ہیں وہ اس قوت سے بہت سی عجائب و غرائب چیزوں کے ظہور کا دعوے کرتے ہیں مگر جب تک وہ تجربہ اور مشاہدہ میں نہ آویں اُس وقت تک اُن کے صحیح و غیر صحیح ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا ۔ ہاں صرف اُن باتوں کے وجود سے یا اُن کے ظہور پذیر ہونے سے انکار کیا جا سکتا ہے جو معلومہ قوانین قدرت کے برخلاف ہیں ۔ یا بہر حال امور کہ اُس سے ظہور میں آویں وہ صرف خیالی اور وہمی ہوتے ہیں جیسے خواب کی چیزیں نہ اصلی اور واقعی ✦

یہ قوت بعض آدمیوں میں خلقی نہایت قوی ہوتی ہے اور جو لوگ مجاہدات کرتے ہیں اور لطائف نفسانی کو متحرک کرتے ہیں خواہ وہ اُن مجاہدات میں خدا کا نام لیا کریں یا کسی کا اُن میں بھی یہ قوت نہایت قوی ہو جاتی ہے اور اُس کے اثر ظاہر ہونے لگتے ہیں ۔ اُن اثروں کو جب کہ مسلمانوں سے ظاہر ہوتے ہیں مسلمان کرامت سے تعبیر کرتے ہیں اور جب کہ غیر مذہب والے سے ظاہر ہوتے ہیں اُس کو استدراج سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ دونوں کی اصلیت واحد ہے ۔ بہر حال جو کچھ کہ اُس سے ظاہر ہو اس کا کوئی وجود اصلی و حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف وجود وہمی و خیالی ہے ✦

اسی قسم کی تاثیرات نفسانی کے ظہور کو جب کہ اُن کا برانگیختہ کرنا ایسے مجاہدات سے کیا گیا ہو جو خدا کے سوا اور اشیا یا اشخاص کے تصور و تذکر سے تعلق رکھتے ہیں سحر سے تعبیر کیا گیا ہے اگرچہ صاحب تفسیر کبیر نے بھی سحر کی نسبت بہت لمبی بحث لکھی ہے ۔ مگر ابن خلدون نے اس بحث کو نہایت خوبی سے صاف صاف مختصر طور پر لکھا ہے جس کو ہم بجنسہ اس مقام پر نقل کرتے ہیں چنانچہ انھوں نے لکھا ہے

حقیقۃ السحر ۔ وذلک ان النفوس البشریۃ وان کانت واحدۃ بالنوع فھی مختلفۃ بالخواص وھی اصناف کل صنف مختص	کہ سحر کی حقیقت یہ ہے کہ نفوس انسانی اگرچہ نوعیت کے لحاظ سے متحد ہیں مگر خاصیتوں کے اعتبار سے مختلف ہیں اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَوَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰۤی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّھُمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾

یا نڈر ہو گئے ہیں بستیوں کے رہنے والے کہ آوے اُن پر ہمارا عذاب دن چڑھے اور وہ کھیلتے ہوں ﴿۹۸﴾

بخاصية واحدة بالنوع لا توجد في
الصنف الآخر وصارت تلك الخواص
فطرة وجبلة لصنفها فنفوس الانبياء
عليهم الصلوة والسلام لها خاصية تستعد
للمعرفة الربانية ومخاطبة الملائكة
عليهم السلام من الله سبحانه وتعالى
كما مر وما يتبع ذلك من التاثير في الاكوان
وتستجلب روحانية الكواكب للتصرف
فيها والتاثير بقوة نفسانية او شيطانية
فاما تاثير الانبياء فمدد الهي وخاصية
ربانية ونفوس الكهنة لها خاصية الاطلاع
على المغيبات بقوى شيطانية وهكذا
كل صنف مختص بخاصية لا توجد في الآخر
والنفوس الساحرة على مراتب ثلاثة ياتي
شرحها فاولها المؤثرة بالهمة فقط من غير آلة
ولا معين وهذا هو الذي تسميه الفلاسفة
السحر والثاني بمعين من مزاج الافلاك
او العناصر او خواص الاعداد ويسمونه
الطلسمات وهو اضعف رتبة من الاول و
الثالث تاثير في القوى المتخيلة يعمد صاحب
هذا التاثير الى القوى المتخيلة فيتصرف
فيها بنوع من التصرف ويلقي فيها انواعا من
الخيالات والمحاكات وصورا مما يقصد
من ذلك ثم ينزلها الى الحس من الرائين
بقوة نفسه المؤثرة فيه فينظر الراؤن كانها
في الخارج وليس هناك شيء من ذلك كما
يحكى عن بعضهم انه يرى البساتين والانهار
والقصور وليس هناك شيء من ذلك ويسمى
هذا عند الفلاسفة الشعوذة والشعبذة
هذا تفصيل مراتبه ثم هذه الخاصية

وہ چند قسم کے ہیں ۔ ہر ایک قسم ایک نوع خاص کی خاصیت
کے ساتھ مخصوص ہے کہ جو دوسری قسم میں نہیں پائی جاتی ۔
اور یہ خاصیتیں اُن کی جبلت اور سرشت ہیں ۔ پس انبیا
علیہم السلام کے نفوس کو ایک خاص مناسبت ہوتی ہے جس
کی وجہ سے وہ خدا کی معرفت اور فرشتوں سے (جو خدا کی طرف
سے آتے ہیں) بات چیت کی اور اسی قسم کے اور کاموں کی یعنی
موجودات میں تاثیر کی ۔ اور ستاروں کی روحانیت کی تسخیر کی
اُن میں تصرف کرنے کی غرض سے قابل ہوتے ہیں ۔ اور
تاثیر قوت نفسانیہ سے ہوتی ہے یا شیطانیہ سے لیکن انبیا
کی تاثیر تو وہ امداد الٰہی اور خاصیت ربانی ہے اور جادوگروں
کے نفوس کو غائب چیزوں پر اطلاع حاصل کرنے کی خاصیت
قوائے شیطانیہ کے ذریعہ سے ہے ۔ اور اسی طرح ہر ایک قسم
ایک خاصیت کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ دوسری میں نہیں پائی
جاتی ۔ اور جادوگروں کے نفوس کے مختلف درجے ہیں جن کی
تفصیل آتی ہے ۔ قسم اول توجہ ہمت کے ذریعہ سے بغیر کسی
آلہ اور مددگار کے تاثیر کرنے والی ہیں اور فلاسفہ اسی کو سحر کہتے
ہیں ۔ دوسری قسم بذریعہ کسی معین کی تاثیر کے ہے یعنی افلاک
یا عناصر کے مزاج یا عددوں کی خاصیتوں سے ۔ اور اس کو
طلسمات کہتے ہیں ۔ اور یہ قسم اول سے رتبہ میں کم ہے تیسری
قسم خیالی قوتوں میں تاثیر کرنا ہے ۔ اس تاثیر والا آدمی قوائے
متخیلہ کی طرف توجہ کرتا ہے پس ان میں ایک خاص قسم کا تصرف
کرتا ہے ۔ اور ان میں طرح طرح کے خیالات و گفتگو اور صورتیں
جو کچھ اس کو مقصود ہوتی ہیں ڈالتا ہے پھر ان کو دیکھنے والوں
کی حس پر ڈالتا ہے اپنے نفس موثرہ کی قوت کے ذریعہ سے ۔
سو دیکھنے والے ایسا دیکھتے ہیں کہ گویا وہ خارج میں موجود ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٩٩﴾	پھر کیا وہ نڈر ہوگئے ہیں اللہ کے مکر سے نہیں نڈر ہوتے اللہ کے مکر سے مگر نقصان پانے والی قوم ﴿٩٩﴾

تکون ذالسحر بالقوۃ شان القوی البشریۃ کلھا وانما تخرج الی الفعل بالریاضۃ

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۴۰)

اور حالانکہ وہاں کچھ نہیں ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں کا قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ باغ ۔ نہریں ۔ مکانات دیکھتے ہیں اور وہاں کچھ نہیں ہوتا ۔ فلاسفہ کے نزدیک یہ شعبدہ یا شعبدہ ہے یہ اُس کے مراتب کی تفصیل ہے ۔ یہ خاصیت ساحر میں اور قوائے بشریہ کی طرح بالقوہ موجود ہوتی ہے مگر ریاضت کرنے سے بالفعل موجود ہو جاتی ہے ✦

ابن خلدون نے جو سحر کے تین درجے قرار دئے ہیں حقیقت میں وہ تینوں سے واحد ہیں پہلا درجہ صرف ہمت کی تاثیر قرار دیا ہے اور تیسرا درجہ تخیلہ میں چیزوں کا جمع کرکے دوسرے کے تخیلہ میں اُس کا القا کرنا قرار دیا ہے ۔ یہ قسم درحقیقت صرف ہمت ہی سے متعلق ہے کوئی شے اُس سے علیحدہ نہیں ہے دوسرا درجہ امداد کا مزاج افلاک و عناصر اور خواص اعداد سے قرار دیا ہے حالانکہ اس بات کے لئے کہ افلاک و کواکب و اعداد سے درحقیقت اس میں کچھ اعانت ہوتی ہے کچھ ثبوت نہیں ہے پس یہ دوسری قسم محض فرضی ہے اور تینوں قسمیں قسم واحد ہیں ۔ یعنی صرف ہمت تاثیرات کا ظہور ✦

اسی قوت نفسی کے آثار جب انبیاء علیہم السلام سے ظاہر ہوتے ہیں تو اُس کو معجزہ سے

والفرق عندھم بین المعجزۃ والسحر ان المعجزۃ قوۃ الھیۃ تبعث فی النفس ذلک التاثیر فھو مؤید بروح الله علی فعلہ ذلک والساحر انما یفعل ذلک من عند نفسہ وبقوتہ النفسانیۃ وبامداد الشیاطین فی بعض الاحوال فبینھما الفرق فی المعقولیۃ والحقیقۃ والذات فی نفس الامر وانما نستدل نحن علی التفرقۃ بالعلامات الظاھرۃ وھی وجود المعجزۃ لصاحب الخیر وفی مقاصد الخیر وللنفوس المتمحضۃ للخیر والتحدی بھا علی دعوی النبوۃ والسحر انما یوجد لصاحب الشر وفی افعال الشر فی الغالب من التفریق بین الزوجین وضرر الاعداء وامثال ذلک وللنفو

تعبیر کیا جاتا ہے ابن خلدون نے معجزہ اور سحر میں یہ فرق بتلایا ہے کہ ۔ اُن کے نزدیک (یعنی حکمائے الٰہیین کے نزدیک) معجزہ وسحر میں یہ فرق ہے کہ معجزہ ایک قوت الٰہی ہے جو نفس میں اس تاثیر کو برانگیختہ کرتی ہے ۔ پس وہ شخص (صاحب معجزہ) اس کام کے کرنے میں خدا کی روح سے تائید یافتہ ہوتا ہے ۔ اور ساحر اسی کام کو اپنی طرف سے اور قوت نفسانیہ کے ذریعہ سے اور بعض حالتوں میں شیاطین کی مدد سے کرتا ہے ۔ پس ان دونوں میں معقولیت ۔ حقیقت ۔ ذات ۔ کی رو سے ایک واقعی فرق ہے ۔ اور ہم اس تفرقہ پر ظاہری علامتوں سے استدلال کرتے ہیں اور وہ یہ کہ معجزہ اچھے شخص سے ۔ اچھے مقصدوں کے لئے ہوتا ہے اور نفوس متخیرہ سے اچھے کام کے لئے دعوئے نبوت پر تحدی کے لئے ہوتا ہے ۔ اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۹۸﴾

کیا ہدایت نہیں ہوئی اُن لوگوں کو جو وارث ہونے زمین کے اُس کے بسنے والوں کے بعد کہ اگر ہم چاہیں پہنچا دیں ہم اُن کو اُن کے گناہوں کے ساتھ۔ اور مہر لگا دیں اُن کے دلوں پر پھر وہ نہیں سنتے ﴿۹۸﴾

المتمحضة للشر هذا هو الفرق بينهما عند الحكماء الالٰهيين قد يوجد لبعض المتصوفة واصحاب الكرامات تاثير ايضا فی احوال العالم وليس معدودًا من جنس السحر وانما هو بالامداد الالٰهی لان طريقتهم ونحلتهم من آثار النبوة وتوابعها ولهم فی المدد الالٰهی حظ علی قدر حالهم وايمانهم وتمسكهم بكلمة الله واذا اقتدر احد منهم علىٰ افعال للشر فلا ياتيها لانه متقيد فيما ياتيه ويذره للامر الالٰهی فما لا يقع لهم فيه الاذن لا ياتونه بوجه ومن اتاه منهم فقد عدل عن طريق الحق وربما سلب حاله ولما كانت المعجزة بامداد روح الله والقوی الالٰهية فلذلك لا يعارضها شیء من السحر۔ مقدمہ ابن خلدون۔ صفحہ ۱۹۳۔

واما الفرق عندهم بين المعجزة والسحر الذی ذكره المتكلمون انه راجع الی التحدی وهو دعوی وقوعها علی وفق ما ادعاه قالوا والساحر مصروف عن مثل هذا التحدی فلا يقع منه وقوع المعجزة علی وفق دعوی الكاذب غير مقدور لان دلالة المعجزة علی الصدق عقلية لان صفة نفسها التصديق فلو وقعت مع الكذب لاستحال الصادق كاذبا وهو محال فاذا لا تقع المعجزة مع الكاذب بالاطلاق واما الحكماء فالفرق بينهما عندهم كما ذكرناه فرق بين الخير والشر فی نهاية الطرفين فالساحر لا يصدر منه الخير ولا يستعمل فی اسباب الخير

سحر بُرے آدمی سے بُرے کام کے لئے۔ اکثر مرد و عورت میں جدائی ڈالنے کے لئے دشمنوں کو ضرر پہنچانے کے لئے اور اسی قسم کے کاموں کے لئے ہوتا ہے۔ اور نفوس متمحضہ سے شر کے لئے ہوتا ہے۔ حکمائے الٰہیین کے نزدیک تو معجزہ و سحر میں یہ فرق ہے۔ اور کبھی بعض صوفیوں سے اور کرامت والوں سے عالم کے حالات میں تاثیر پائی جاتی ہے مگر اس کا شمار سحر کی جنس میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ تائید الٰہی سے ہوتا ہے کیونکہ اُن کا طور و طریق نبوت کے آثارات اور توابع میں سے ہے۔ اور تائید الٰہی میں۔ علیٰ قدر مراتب اور خدا سے تقرب کے لحاظ سے اُن کو بھی حصہ ملا ہوا ہے اور جب اُن میں کا کوئی شخص افعال شر پر قادر ہوتا ہے تو اس کو کر نہیں سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے کام میں پابند ہے اور اس کو خدا کے حکم پر چھوڑ رکھا ہے اور جس میں خدا کا حکم نہیں ہوتا ہے اُس کو وہ کسی طرح نہیں کرتا۔ اور اگر کسی نے کیا تو وہ راہ حق سے منحرف ہو گیا اور اکثر اُس کی کرامت مسلوب ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ معجزہ خدا کی مدد اور خدائی قوتوں کی وجہ سے ہوتا ہے تو سحر اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن اُن لوگوں کے نزدیک معجزہ و سحر میں فرق یہ ہے کہ متکلمین تو کہتے ہیں کہ اس کا مرجع تحدی کی طرف ہے اور تحدی کے معنی ہیں معجزہ کے وقوع کا دعوے کرنا اپنے دعوے کے موافق۔ اور متکلمین کہتے ہیں کہ ساحر اس قسم کی تحدی سے معذور رہے۔ اس لئے اُس سے تحدی ہو نہیں سکتی۔ اور جھوٹے شخص کے دعوے کے موافق

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ
وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ
فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ
قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۹﴾

یہ بستیاں ہیں ہم سناتے ہیں تجھ کو اُن کی بعضی خبریں ۔ اور بیشک آئے تھے وہاں ہمارے پیغمبر دلیلوں کے ساتھ پھر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاویں اُس پر جس کو جھٹلایا اُس سے پہلے ۔ اسی طرح مُہر کر دیتا ہے اللہ کافروں کے دلوں پر ﴿۹۹﴾

وصاحب المعجزة لا يصدر منه الشر ولا يستعمل في اسباب الشر كانهما على طرفي النقيض في اصل فطرتهما ۔ مقدمہ ابن خلدون ۔ صفحہ ۴۲۰ ÷

معجزہ کا واقع ہونا ممکن ہے کیونکہ معجزہ کی دلالت سچائی پر عقلی ہے اس لئے کہ معجزہ تصدیق کی خاص صفت ہے تو وہ اگر جھوٹ کے ساتھ واقع ہو تو سچی چیز جھوٹی ٹھیر جائے پس معجزہ مطلقاً جھوٹے سے نہیں سرزد ہو سکتا ۔ لیکن حکما کے نزدیک تو جیسا ہم نے ذکر کیا معجزہ و سحر میں خیر و شر کا فرق ہے اور وہ بھی انتہا کے کنارہ کا تو ساحر سے اچھا کام نہیں ہوتا اور نہ وہ اس کو اچھے کام کے اسباب میں صرف کرتا ہے ۔ اور صاحب معجزہ سے شر نہیں صادر ہوتا نہ وہ اُس کو اسباب شر میں استعمال کر سکتا ہے ۔ گویا وہ دونوں خلقت ہی سے مخالفت کی اخیر سرحد پر ہیں ÷

بوعلی سینا نے معجزہ یا کرامات کی نسبت یہ لکھا ہے کہ ۔ تم اس بات کو بعید نہ سمجھو کہ بعض نفسوں

لا تستبعدن ان يكون لبعض النفوس ملكة يتعدى تاثيرها بدنها او يكون لقوتها كانها نفس ما للعالم وكما تؤثر بكيفية مزاجية يكون قد اثرت لمبدء جميع ما عددته اذ مبادي هذه الكيفيات ۔ لا سيما في جرم صار اولى به لمناسبة تخص بدنه لا سيما وقد علمت انه ليس كل مسخن بحار ولا كل مبرد ببارد ولا تستنكرن ان يكون لبعض النفوس هذه القوة حتى تفعل في اجرام اخرى ينفعل عنها انفعال بدنه ولا يستنكرن ان يتعدى من قواها الخاصة الى قوى نفوس اخرى يفعل فيها لا سيما اذا كانت شحذت ملكتها بقهر قواها البدنية التي لها بتقهر شهوة او غضبا او خوفا من غيرها ۔ هذه القوة ربما كانت للنفس بحسب المزاج الاصلي

کو ایسا ملکہ ہو جس سے اُس کی تاثیر اس کے بدن تک پہنچے یا وہ اپنی قوت کی وجہ سے گویا کہ عالم کے لئے بمنزلہ نفس کے ہو ۔ اور جیسا کہ وہ کیفیت مزاجیہ کی وجہ سے اثر کرتی ہے تو وہ کسی مبدء کی وجہ سے وہ سب اثر کرے جن کو ہم نے گنایا ہے کیونکہ اُس کے مبادی بھی کیفیتیں ہیں خصوصاً اُس جرم میں جس کے ساتھ وہ زیادہ مناسب ہے بوجہ اُس مناسبت کے جو کہ اُس کو اپنے بدن کے ساتھ ہے بالخصوص جب تم یہ بات معلوم کر چکے ہو کہ ہر مسخن گرم نہیں ہے نہ ہر مبرد سرد ہے ۔ اور اس بات کا انکار نہ کرو کہ بعض نفسوں کو قوت اس درجہ تک ہو کہ دوسرے اجسام میں اثر کرے اور وہ ایسا ہی منفعل ہو جیسا کہ اُس نفس کا بدن ۔ اور اس بات کا انکار نہ کرو کہ وہ اپنی خاص قوت سے تجاوز کر کے دوسرے نفسوں پر اثر کرے خصوصاً جب کہ اُس نے اپنے ملکہ کو قوائے بدنیہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَّاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ (۱۰۰)

اور ہم نے نہیں پایا اُن میں سے بہت سوں کو اقرار پر قایم رہتے۔ اور بلکہ پایا ہم نے اُن میں سے بہت سوں کو البتہ اقرار کو توڑنے والے (۱۰۰)

لما يفيده من هيئة نفسانية تصير للنفس الشخصية لتشخصها وقد تحصل لمزاج يحصل وقد تحصل بضرب من الكسب يجعل النفس كالمجردة لشدة الذكاء كما يحصل للاولياء والابرار والذي يقع له هذا في جبلة النفس ثم يكون خيرا رشيدا مزكيا لنفسه فهو ذو معجزة من الانبياء او كرامة من الاولياء وتزيده تزكية لنفسه من هذا المعنى زيادة على مقتضى جبلة فيبلغ المبلغ الاقصى والذي يقع له هذا ثم يكون شريرا ويستعمله في الشر فهو الساحر الخبيث وقد يكسر قدر نفسه من غلوائه في هذا المعنى فلا يلحق شيئا من الازكياء فيه شيخ ابو علي سينا +

کے زیر کر لینے سے تیز کر لیا ہو۔ پس وہ دبا لیتا ہے شہوت کو یا غصہ کو یا دوسرے سے خوف کو۔ یہ قوت اکثر نفس کو اصلی سرشت کے اعتبار سے ہوتی ہے جو کہ اُس کو ہیئت نفسانیہ سے پہنچتی ہے اور نفس شخصیہ کے لئے پیدا ہوتی ہے اور کبھی کسی مزاج کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی کسی قسم کی کوشش کی وجہ سے ہوتی ہے جو کہ نفس کو نہایت تیزی کی وجہ سے مجرد سا بنا دیتی ہے جیسا کہ اولیا اور نیک لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اور جس شخص کی سرشت میں یہ قوت ہو پھر وہ شخص نیک ہدایت یافتہ ہو اور اس کا نفس پاک ہو تو وہ نبی اور صاحب معجزہ ہوتا ہے یا ولی صاحب کرامت ہوتا ہے اور جب وہ نفس کا تزکیہ کرتا ہے تو اصل خلقت سے اور زیادہ ترقی کر جاتا ہے اور نہایت اونچے درجے تک پہنچ جاتا ہے اور جس کو یہ قوت ہے اور وہ شریر ہے اور اس قوت کو بُرے کام میں صرف کرتا ہے تو وہ خبیث ساحر ہے اور کبھی وہ اس کام میں زیادہ غلو کرنے کی وجہ سے اپنے نفس کی قدر کو اور بھی گھٹا دیتا ہے تو وہ اچھوں کی کسی بات کو نہیں پہنچتا +

ہم کو اس مقام پر اس بات سے بحث کرنی کہ معجزہ و سحر میں کیا فرق ہے اور انبیا علیہم السلام سے جو اثر نفسی ظاہر ہوتے ہیں وہ کس مبدء سے ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ سے کس کی تائید سے اور کفار و مشرکین یا خبیث انسانوں سے کس کی مدد سے کچھ ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اور جس سے ہوتا ہے وہ خود اُس کے اثر نفسی سے ہوتا ہے جو حسب فطرت انسانی خدا نے اُس میں اور کسی نہ کسی قدر تمام انسانوں میں رکھا ہے۔ پس اگر یہ سچ ہے تو ہم اُس کو نہ معجزہ قرار دیسکتے ہیں نہ سحر نہ کرامت اور نہ استدراج۔ جیسے کہ ہم انسان کے دوسرے قولے کے اثروں کو بھی معجزہ یا سحر یا کرامت یا استدراج قرار نہیں دیتے +

علاوہ اس کے جب کہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اکثر ان اثروں کا ظہور ایسا ہی خیالی و وہمی ہے جیسے کہ خواب میں اُن چیزوں کا ظہور جن کو دیکھنے والا صرف خواب ہی میں دیکھتا ہے اور اُن کا وجود در حقیقت و نفس الواقع کچھ نہیں ہوتا تو ہم کو جرأت نہیں پڑتی کہ ایسی بے اصل چیزوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ	پھر بھیجا ہم نے اُن کے بعد موسےٰ کو اپنی نشانیوں سمیت فرعون اور اُس کے درباریوں کے پاس

کو فخریہ طور پر انبیاء علیہم السلام کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کراماتیں اور بے اعتقادی سے کافروں کا سحر اور استدراج قرار دیں ✦

ہم کو اور اسلام کو تو فخر اس بات پر ہے کہ ہمارے رسول برحق پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف کہدیا کہ میرے پاس تو کوئی معجزہ وعجزہ نہیں ہے اگر ہوگا تو خدا کے پاس ہوگا میں تو مثل تمہارے ایک آدمی ہوں خدا نے مجھ کو وحی کی ہے میں تم کو بری باتوں سے ڈراتا ہوں اور اچھی باتوں کی خوشخبری دیتا ہوں ✦

ہم کو اور اسلام کو تو اُس سچے ہادی پر فخر ہے جس نے نہ لکڑی کو سانپ کر دکھایا اور نہ اپنے دست مبارک کو چمکایا نہ سچی بات پر کچھ پردہ ڈالا ۔ نہ خدا کی قدرت کے قانون کو توڑنے کا دعوےٰ کیا اور سیدھی طرح لوگوں کو سچا رستہ بتایا اور فخر اولین اور آخرین اور خاتم النبیین ہونے کا درجہ پایا ۔ یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ✦

سوم ۔ بیان تخیل تحرک حبل وعصائے سحرۂ فرعون

چہارم ۔ بیان عصائے موسیٰ علیہ السلام

پنجم ۔ بیان ید بیضا ،

یہ تینوں امر ایسے ہیں جن کا یک شامل بیان کرنا مناسب ہے ۔ اس مقام پر ہم ان تمام آیتوں سے بحث کرینگے جن میں ان امور سہ گانہ کا ذکر ہے ✦

ثعبان

اس میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ مصر میں جب تہ ان لوگوں کی کثرت تھی جو ساحر کہلاتے تھے اور جو جو کرشمے وہ لوگوں کو دکھاتے تھے اُس سے حضرت موسےٰ بخوبی واقف تھے جب حضرت موسےٰ اپنی قوم کی ہمدردی اور اپنی قوم کو فرعون کے ظلم سے رہائی دینے پر مائل یا مامور ہوئے تو یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ان کو اس بات کا خیال ہوا ہوگا کہ وہاں تو بڑے بڑے کرشمے دکھانے والے ہیں میں ؛ ماتلک بیمینک یاموسیٰ قال ھی عصای اُن پر کیونکر غالب آؤنگا ۔ اُن کو خدا نے بتایا کہ تو بھی ویسے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَظَلَمُوا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ (۱۰۱)

پھر انہوں نے ظلم کیا ان نشانیوں کے ساتھ پھر دیکھ کیا ہوا انجام مفسدوں کا (۱۰۱)

اتوکؤا علیہا واهش بہا علی غنمی ولی فیہا مارب اخری ۔ قال القہا یا موسی فالقاہا فاذا ہی حیۃ تسعی ۔ قال خذہا ولا تخف سنعیدہا سیرتہا الاولی ۔ واضمم یدک الی جناحک تخرج بیضاء من غیر سوء آیۃ اخری (۲۰- سورۃ طہ آیت ۱۸ - ۲۳) +

ہی کام کرسکتا ہے ۔ خدا نے پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے موسے نے کہا میری لاٹھی ہے جس کو میں ٹیک لیتا ہوں اور اس سے بھیڑوں کو ہنکاتا ہوں اور میرے اور کام میں بھی آتی ہے ۔ خدا نے کہا اے موسے اس کو ڈال تو دے پھر جب موسے نے اس لاٹھی کو ڈال دیا تو وہ یکایک اژدہا تھی چلتی ہوئی ۔ خدا نے کہا اس کو اٹھا لے اور مت ڈر ہم اس کو پہلی ہی سیرت پر پھیر دینگے اور اپنے ہاتھ کو بغل میں رکھ کر نکال چٹا بے عیب یہ دوسری نشانی ہے +

یہی مضمون سورہ نمل میں بھی آیا ہے خدا نے موسے سے کہا کہ اپنی لاٹھی ڈال دے جب

والق عصاک فلما راہا تہتز کانہا جان ولی مدبرا ولم یعقب یا موسی لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون ۔ وادخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء فی تسع آیات الی فرعون وقومہ انہم کانوا قوما فاسقین (۲۷- سورۃ نمل - ۱۰ و ۱۲) +

موسے نے دیکھا کہ وہ تو ہلتی ہے گویا وہ اژدہا ہے تو پیٹھ پھیر کر پیچھے ہٹے اور پھر پلٹ کر رخ نہ کیا خدا نے کہا اے موسے مت ڈر میرے پاس پیغمبر نہیں ڈرا کرتے ۔ اور اپنے ہاتھ کو اپنی جیب میں ڈال کر نکل چٹا بے عیب ۔ (جا) نو نشانیاں لیکر فرعون اور اس کی قوم کے پاس بیشک وہ قوم ہے نافرمان +

وان الق عصاک فلما راہا تہتز کانہا جان ولی مدبرا ولم یعقب یا موسی اقبل ولا تخف انک من الآمنین اسلک یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء واضمم الیک جناحک من الرہب فذانک برہانان من ربک الی فرعون وملائہ انہم کانوا قوما فاسقین (۲۸- سورۃ قصص - ۳۱ و ۳۲) +

سورہ قصص میں یہ فرمایا ہے کہ اپنی لاٹھی ڈال پھر جب موسے نے دیکھا کہ وہ ہلتی ہے گویا کہ وہ اژدہا ہے پیٹھ پھیر کر پیچھے ہٹے اور پھر پلٹ کر رخ نہ کیا خدا نے کہا اے موسے آگے آ اور مت ڈر بیشک تو ہے امن والوں میں سے اپنے ہاتھ کو اپنی جیب میں ڈال کر چٹا بے عیب نکال اور اپنے دونوں بازوؤں کو خوف سے ملا پس یہ دونوں دو برہان ہیں تیرے رب کی طرف فرعون کے اور اس کے سرداروں کے بیشک وہ لوگ نافرمان تھے +

ان آیتوں پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کیفیت جو حضرت موسے پر طاری ہوئی تھی قوت نفس انسانی کا ظہور تھا جس کا اثر خود ان پر ہوا تھا ۔ یہ کوئی معجزہ مافوق الفطرت نہ تھا ۔ اور نہ اس پہاڑ کی تلی میں جہاں یہ امر واقع ہوا کسی معجزہ کے دکھانے کا موقع تھا ۔ اور نہ یہ تصور ہوسکتا ہے کہ وہ پہاڑ کی تلی کوئی مکتب تھا جہاں پیغمبروں کو معجزے سکھائے جاتے ہوں اور معجزوں کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾	اور کہا موسٰے نے - اے فرعون بیشک میں رسول ہوں پروردگار عالموں کی طرف سے ﴿۱۰۲﴾

مشق کرائی جاتی ہو - حضرت موسٰے میں از روے فطرت و جبلت کے وہ قوت نہایت قوی تھی جس سے اس قسم کے اثر ظاہر ہوتے ہیں - انہوں نے اس خیال سے کہ وہ لکڑی سانپ ہے اپنی لاٹھی پھینکی اور وہ اُن کو سانپ یا اژدہا دکھائی دی - یہ خود اُن کا تصرف اپنے خیال میں تھا وہ لکڑی لکڑی ہی تھی اس میں فی الواقع کچھ تبدیل نہیں ہوئی تھی - خدا تعالےٰ نے کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ فانقلبت العصا ثعبانا - یعنی وہ لاٹھی بدلکر اژدہا ہوگئی بلکہ سورہ نمل میں فرمایا - کانھا جان - یعنی گویا وہ اژدہا ہے - اس سے ظاہر ہے کہ درحقیقت وہ اژدہا نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ لاٹھی کی لاٹھی ہی تھی +

اس کے بعد جب حضرت موسٰے فرعون کے پاس گئے تو فرعون نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی کرشمہ دکھاؤ - حضرت موسٰے نے اپنی لاٹھی کو اس کے آگے ڈال دیا پھر وہ یکایک اژدہا ظاہر ہوئی +

فالقیٰ عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین -

(۱۔ سورۂ اعراف - ۱۰۷) (۲۶ - سورۂ شعراء - ۳۱) +

صاحب تفسیر کبیر نے باوجودیکہ نہایت بے سروپا قصے ان واقعات کی نسبت لکھے ہیں مگر ان کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ لاٹھی دیکھنے والوں کو اژدہا معلوم ہوئی نہ یہ کہ درحقیقت وہ اژدہا ہوگئی تھی چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ - خدا کا جو یہ قول ہے کہ حضرت موسٰے نے فرعون سے کہا کہ اگر میں تجھ کو علانیہ کرشمہ دکھاؤں جب بھی تو مجھے قید کریگا - تو یہ منا اس بات پر دلیل ہے کہ لاٹھی کے ڈالنے سے پہلے خدا نے حضرت موسٰے کو بتلا دیا تھا کہ وہ اژدہا ہو جاویگی - کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو یہ بات حضرت موسٰے نہ کہہ سکتے - پھر جب حضرت موسٰے نے لاٹھی پھینکی تو وہ چیز ظاہر ہوئی جس کا وعدہ اللہ نے کیا تھا یعنی لاٹھی علانیہ اژدہا ہوگئی اور علانیہ اژدہا ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ لاٹھی دیکھنے والوں کو ہلنے سے اور اور تمام نشانیوں سے اژدہا معلوم ہوئی +

اعلم ان قولہ ولو جئتک بشئ مبین یدل علی ان اللہ تعالےٰ قبل ان القی العصا عرفہ بانہ یصیر ثعبانا ولولا ذلک لما قال ما قال فلما القی عصاہ ظھر ما وعد اللہ بہ فصار ثعبانا مبینا والمراد انہ تبین للناظرین انہ ثعبان بحرکاتہ وسائر العلامات (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۲۷۰) +

فلما جاء السحرۃ قال لھم موسیٰ القوا ما انتم ملقون فلما القوا قال موسیٰ ما جئتم بہ السحر ان اللہ سیبطلہ ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین (سورۂ یونس آیت ۸۰ و ۸۱) +

اس کے بعد وہ واقعہ ہے جو حضرت موسٰے اور سحرہ فرعون میں واقع ہوا اور جس کا ذکر مندرجہ حاشیہ آیتوں میں ہے - ان آیتوں کا مضمون یہ ہے کہ جب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حَقِيقٌ عَلَىٰٓ أَن لَّآ أَقُولَ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْحَقَّ	میرے پر فرض ہے کہ میں اللہ کی نسبت کوئی بات نہ کہوں بجز سچ کے

فرعون کے ساحر جمع ہو گئے تو اُنھوں نے کہا اے موسےٰ یا تو تم ڈالو نہیں تو ہم پہلے ڈالتے ہیں موسےٰ نے کہا کہ تم ہی ڈالو پھر جب اُنھوں نے اپنی رسّیاں اور لاٹھیاں ڈالیں لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور اُن کو ڈرا دیا اور ایک بڑا جادو کیا اور فرعون کی جے پکاری کہ ہم بیشک موسےٰ پر غالب ہونگے پس یکایک اُن کی رسّیاں اور لاٹھیاں موسےٰ کے خیال میں اُن کے جادو کے سبب سے معلوم ہوئیں کہ وہ چلتی ہیں ۔ پھر موسےٰ کے دل میں ڈر سا پیدا ہوا ۔ ہم نے کہا کہ تو مت ڈر تو ہی اُن پر غالب ہے ۔ موسےٰ نے فرعون کے ساحروں سے کہا کہ جو کرشمہ تم نے کیا وہ جادو ہے اللہ تعالےٰ ابھی اُس کو مٹا دیگا بیشک اللہ مفسدوں کے کام کو نہیں سنوارتا ۔ خدا نے موسےٰ سے کہا کہ ڈال دے جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے نگل جاویگا جو کچھ اُنھوں نے کیا ہے جو کچھ اُنھوں نے کیا ہے جادوگروں کا مکر ہے اور جادوگر کو جہاں جاوے فلاح نہیں ہے پس موسےٰ نے اپنی لاٹھی ڈال دی پھر یکایک وہ سب کو نگلنے لگی ۔

قَالَ لَهُم مُّوسَىٰٓ أَلْقُوا۟ مَآ أَنتُم مُّلْقُونَ فَأَلْقَوْا۟ حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا۟ بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ ٱلْغَٰلِبُونَ فَأَلْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۔

(سورۂ شعراء آیت ۴۲ و ۴۴)

قَالُوا۟ يَٰمُوسَىٰٓ إِمَّآ أَن تُلْقِىَ وَإِمَّآ أَن نَّكُونَ نَحْنُ ٱلْمُلْقِينَ قَالَ أَلْقُوا۟ فَلَمَّآ أَلْقَوْا۟ سَحَرُوٓا۟ أَعْيُنَ ٱلنَّاسِ وَٱسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَآءُو بِسِحْرٍ عَظِيمٍ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَإِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۔

(سورۂ اعراف آیت ۱۱۰ — ۱۱۴)

قَالُوا۟ يَٰمُوسَىٰٓ إِمَّآ أَن تُلْقِىَ وَإِمَّآ أَن نَّكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَىٰ قَالَ بَلْ أَلْقُوا۟ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ فَأَوْجَسَ فِى نَفْسِهِۦ خِيفَةً مُّوسَىٰ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْأَعْلَىٰ وَأَلْقِ مَا فِى يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوٓا۟ إِنَّمَا صَنَعُوا۟ كَيْدُ سَٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ ٱلسَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ۔

(سورۂ طٰہٰ آیت ۶۸ - ۷۲)

سورہ اعراف کی آیت میں جس پر باقی آیتیں محمول ہیں (لا تخایفسر بعضہا بعضا) یہ جملہ آیا ہے کہ سحروا اعین الناس یعنی لوگوں کو ڈھٹ بندی کر دی پس یہ جملہ صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ درحقیقت لاٹھیاں یا رسّیاں سانپ اور اژدہے نہیں ہو گئی تھیں بلکہ بسبب تاثیر قوت نفس انسانی کے جو ساحروں نے کسب سے حاصل کی تھیں وہ رسّیاں اور لاٹھیاں لوگوں کو سانپ اور اژدہے معلوم ہوتی تھیں حضرت موسےٰ نے جو کچھ کیا وہ بمقتضائے قوت نفس انسانی تھا کوئی امر خلاف فطرت نہ تھا مگر وہ قوت حضرت موسےٰ میں فطری اور جبلی تھی ۔

اس امر کو علماے متقدمین نے بھی تسلیم کیا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ خدا تعالےٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جب سحرہ فرعون نے اپنی رسّیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں تو اُنھوں نے لوگوں کی آنکھوں

ثم قال تعالیٰ فلما القوا سحروا اعین الناس واحتج بہ القائلون بان السحر محض التمویہ قال القاضی لو کان السحر حقا لکانوا قد سحروا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ	بیشک میں لایا ہوں تمہارے پاس دلیل لیکر تمہارے پروردگار کی طرف سے۔ پس بھیجدے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو

فلو جعلوا لا اعينهم فثبت ان المراد: فخيلوا احوالا عجيبة مع ان الامر في الحقيقة ما كان على وفق ما خيلوا (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۴۸ ـ سورہ اعراف)

پھر جو دیکھا تو جادو کے لفظ پر لوگوں نے دلیل پکڑی ہے کہ سحر صرف دھوکا ہے۔ قاضی کا قول ہے کہ اگر جادو برحق ہوتا تو وہ لوگوں کے دلوں پر جادو کرتے نہ کہ ان کی آنکھوں پر۔ پس ثابت ہوا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انھوں نے لوگوں کے خیال میں عجیب باتیں ڈالی تھیں باوجودیکہ حقیقت میں وہ باتیں ایسی نہ تھیں جیسی کہ لوگوں کے خیال میں پڑی تھیں۔ یعنی وہ لاٹھیاں و رسیاں درحقیقت سانپ اور اژدہے نہیں بنی تھیں بلکہ صرف لوگوں کے خیال میں ایسی معلوم ہوتی تھیں اور یہ بات اسی تاثیر قوت نفس انسانی کے سبب تھی جو ساحروں میں بذریعہ کسب اور موسےٰ میں بحسب فطرت تھی مگر حقیقت میں نہ ساحروں کی رسیاں اور لاٹھیاں سانپ اور اژدہا بنی تھیں اور نہ حضرت موسےٰ کی +

ید بیضا

جب کہ یہ بات تسلیم کی گئی کہ انسان میں ایک ایسی قوت ہے کہ انسان اُس کے ذریعہ سے قوائے متخیلہ کی طرف توجہ کرتا ہے اور پھر اُس میں ایک خاص قسم کا تصرف کرتا ہے اور اُن میں طرح طرح کے خیالات اور گفتگو اور صورتیں جو کچھ اُس کو مقصود ہوتی ہیں ڈالتا ہے پھر اُن کو اپنے نفس مؤثرہ کی قوت سے دیکھنے والوں کی حس پر ڈالتا ہے۔ پھر دیکھنے والے ایسا ہی دیکھتے ہیں کہ گویا وہ خارج میں موجود ہے حالانکہ وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور قرآن مجید کے الفاظ سے جو آیات مذکورہ بالا میں گذرے ہیں اور جن سے پایا جاتا ہے کہ لاٹھیاں اور رسیاں اسی قوت متخیلہ کے سبب سانپ یا اژدہے دکھائی دیتی تھیں تو ید بیضا کا مسئلہ خود حل ہو جاتا ہے کیونکہ اُس کا بھی لوگوں کے اس طرح پر دکھائی دینا اُسی قوت نفس انسانی اور تصرف قوت متخیلہ کا سبب تھا نہ یہ کہ وہ کوئی معجزہ یا فوق الفطرت تھا۔ اور درحقیقت حضرت موسےٰ کے ہاتھ کی ماہیت بدلجاتی تھی۔ جہاں قرآن مجید میں ید بیضا کا ذکر آیا ہے وہاں یہ مضمون بھی موجود ہے کہ جب حضرت موسےٰ نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ یکایک چٹا تھا دیکھنے والوں کے لئے

ونزع يده فاذا هي بيضاء للناظرين ـ سورۃ اعراف وسورۃ شعراء ۳۳ - ۱۰۵ +

اور یہ مضمون صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں وہ چٹا دکھائی دیتا تھا جو اثر قوت نفس انسانی کا تھا نہ کوئی معجزہ یا فوق الفطرت +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۳﴾	(فرعون نے) کہا کہ اگر تو کوئی نشانی لایا ہے تو اُس کو لا اگر تو سچوں میں سے ہے ﴿۱۰۳﴾

اس مقام پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ اگر عصائے موسٰے کا اژدہا بننا اور ہاتھ کا چٹا ہوجانا اسی قسم کی قوت نفسی سے لوگوں کو دکھائی دیتا تھا جس طرح کی قوت نفسی سے سحرۂ فرعون کی رسیاں والٹھیاں سانپ دکھلائی دیتی تھیں اور کوئی معجزہ مافوق الفطرت نہ تھا تو خدا نے عصا و ید بیضا کی نسبت یہ کیوں فرمایا کہ " فذانك برھانان من ربك " یعنی اُن کو خدا کی طرف سے برہان کیوں تعبیر کیا ہے۔ مگر برہان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عصائے موسٰے کا اژدہا نظر آنا یا ہاتھ کا چٹا دکھائی دینا فرعون اور اُس کے سرداروں پر بطور حجت الزامی کے تھا وہ اس قسم کے امور کو دلیل اس بات کی سمجھتے تھے کہ جس شخص سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں وہ کامل ہوتا ہے اور اسی لئے اُنہوں نے حضرت موسٰے سے بھی کرشمہ دکھلانے کی خواہش کی تھی۔ پس اُن دونوں چیزوں پر بمقابلہ فرعون اور اُس کے سرداروں کے برہان سے تعبیر کرنا بالکل صحیح تھا اور اسی سبب سے اُنہوں نے کہا کہ اگر کوئی کرشمہ دکھلایا جاویگا تو وہ موسٰے کو سچا جانینگے۔ خود اسی آیت میں بمقابل فرعون اور اس کے سرداروں کے اُن دونوں امر کو برہان قرار دینے کی وجہ بیان ہوئی ہے کہ " انھم کانوا قوما فاسقین " فاسق کا لفظ نہایت وسیع معنی رکھتا ہے۔ فرعون اور اُس کے سرداروں کا ساحروں پر بسبب اُن کے کرشموں کے اعتقاد رکھنا بھی فسق میں داخل تھا پس خدا نے فرمایا کہ یہ دونوں امر ایسی قوم کے لئے جو ساحروں کے کرشموں پر یقین رکھتے ہیں خدا کی طرف سے برہان ہیں۔ پس برہان کا لفظ اُن بیانات کے منافی نہیں ہے جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں +

سورہ نمل میں خدا تعالٰے نے عصا کے ذکر کے بعد فرمایا کہ " وادخل یدك فی جیبك تخرج بیضاء من غیر سوء فی تسع ایات الی فرعون وقومه " لفظ تسع آیات پر مفسرین نے بحث کی ہے کہ نو نشانیوں سے کیا مراد ہے +

امام فخرالدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں عصا اور ید بیضا کے علاوہ یہ نو نشانیاں بیان کی ہیں۔ دریا کا پھٹ جانا۔ طوفان کا ہونا۔ ٹڈیوں کا آنا۔ پسوؤں کا۔ مینڈکوں کا پیدا ہونا۔ پانی کا خون ہوجانا۔ مال و دولت مویشی میں کمی کا ہونا۔ قحط پڑنا۔ کھیتوں کی پیداوار کا گھٹ جانا +

لقد قیل ان یقول کانت الایات احدی عشر ثنتان منہا الید والعصا والتسع الفلق والطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم والطمسۃ والجدب فی بوادیھم والنقصان فی مزارعھم۔ تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۱۸۰ +

اور اسی مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ " فی تسع ایات " جملہ مستانفہ ہے یعنی ضمن کلام ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۴﴾	پھر ڈال دیا (موسٰے نے) اپنے عصا کو پھر وہ یکایک اژدھا ظاہر ہوا ﴿۱۰۴﴾

اور اُس کی تقریر یوں ہے کہ "اذھب فی تسع اٰیات الی فرعون" یعنی عصا اور ید بیضا کا ذکر علٰحدہ ہو چکا اُس کے سوا نو نشانیاں اور دیں کہ وہ لیکر فرعون کے پاس جا +

مگر یہ بیان صحیح نہیں اس لئے کہ وہ نو چیزیں جن کا ذکر کیا ہے بطور نشانی کے نہیں دی گئی تھیں بلکہ فرعون اور اُس کی قوم پر بسبب نافرمانی کے بطور عذاب کے نازل ہوئی تھیں جن کو قرآن مجید نے بھی "رجز" سے تعبیر کیا ہے پس اُن واقعات کو تسع اٰیات قرار دینا صحیح نہیں ہوسکتا +

سورہ بنی اسرائیل میں بھی تسع اٰیات کا ذکر ہے اور اُس کی نسبت مفسرین نے یہ

ولقد اٰتینا موسیٰ تسع اٰیات بینات فاسئل بنی اسرائیل اذ جاءھم فقال لہ فرعون انی لاظنک یاموسیٰ مسحورا قال لقد علمت ما انزل ھولاء الا رب السموات والارض بصائر وانی لاظنک یٰفرعون مثبورا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۳) +

سمجھا ہے کہ اس آیت میں تسع اٰیات سے وہ نو احکام مراد ہیں جو حضرت موسٰے نے بنی اسرائیل سے کہے تھے۔ مفسرین کا ایسا خیال کرنا غالباً اس آیت کے ان الفاظ کی بنا پر ہے "فاسئل بنی اسرائیل اذ جاءھم" یعنی خدا نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے دریافت کر جب موسٰے اُن کے پاس آئے تو وہ نو احکام بتاتے تھے۔ اس خیال پر ہمارے راویوں نے ایک حدیث بھی بیان کردی اور مفسرین نے قبول کرلی اور کہا کہ یہی قول سب سے اچھا ہے +

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ تسع اٰیات کے بیان میں متعدد اقوال ہیں سب سے اچھا قول

فی تفسیر قولہ تعالٰی تسع اٰیات بینات اقوال اجودھا مارُوی عن صفوان ابن عسال انہ قال ان یھودیا قال لصاحبہ اذھب بنا الی ھذا النبی نسألہ عن تسع اٰیات فذھبا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسألاہ عنھا فقال ھن ان لا تشرکوا باللہ شیئا۔ ولا تسرقوا۔ ولا تزنوا۔ ولا تقتلوا ولا تسحروا۔ ولا تأکلوا الربا۔ ولا تقذفوا محصنۃ ولا تولوا الفرار یوم الزحف۔ علیکم خاصۃ الیھود ان لا تعتدوا فی السبت فقام الیھودیان فقبلا یدیہ ورجلیہ وقالوا نشھد انک نبی ولا نخف القتل لاتبعناک (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۴۹) +

یہ ہے کہ جو صفوان ابن عسال نے کہا ہے کہ ایک یہودی نے اپنے دوست سے کہا کہ پیغمبر پاس چلو ان سے پوچھیں کہ وہ نو احکام کیا تھے وہ آئے اور پوچھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ یہ تھے۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ چوری نہ کرو۔ زنا نہ کرو۔ قتل مت کرو۔ سحر مت کرو۔ سود نہ کھاؤ۔ عورتوں پر زنا کا اتہام مت کرو۔ لڑائی میں جاؤ نہیں۔ اور بالتخصیص یہودیوں کے لئے یہ حکم ہے کہ سبت کے دن زیادتی نہ کرو۔ یہ سُنکر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾	اور نکالا اپنا ہاتھ پھر یکایک وہ چٹا تھا دیکھنے والوں کے لئے ﴿۱۰۵﴾

وہ دونوں یہودی کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ نبی ہیں اگر ہم کو مارے جانے کا ڈر نہ ہوتا تو ہم آپ کی پیروی کرتے +

مگر مفسرین کا یہ خیال کہ جن تسع آیات کا ذکر سورہ نمل کی آیت میں ہے وہ تو نشانیاں نہیں جو حضرت موسےٰ فرعون کے پاس لے گئے تھے اور جن تسع آیات کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں ہے وہ تو احکام بنی اسرائیل کے لئے تھے صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اسی آیت میں ذکر ہے کہ تسع آیات کے جواب میں فرعون نے کہا کہ اے موسےٰ میں تو تجھ کو سحر زدہ سمجھتا ہوں۔ اور اس سے ثابت ہے کہ وہ احکام فرعون اور اُس کی قوم کے لئے تھے نہ بنی اسرائیل کے لئے اور فاسئل بنی اسرائیل اذ جاءھم بطور جملہ معترضہ کے آیا ہے اُس سے یہ استدلال کرنا کہ وہ احکام بنی اسرائیل کے لئے تھے صحیح نہیں ہے +

غرضکہ ہماری تحقیق میں دونوں آیتوں میں تسع آیات سے وہ احکام مراد ہیں جو حضرت موسےٰ فرعون اور اُس کی قوم کے پاس لے گئے تھے۔ یہ بات قابل تسلیم کے ہے کہ قرآن مجید میں اُن احکام کا ایک جگہ شمار نہیں کیا گیا ہے بلکہ جابجا متعدد احکام کا ذکر آیا ہے اگر ان سب پر غور کیا جاوے تو وہ احکام ہماری سمجھ میں مندرجہ ذیل معلوم ہوتے ہیں +

۱۔ توحید۔ کما قال اللہ تعالیٰ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا۔ ۲۔ اقرار بالرسالۃ۔ کما قال انا رسولا ربک۔ ۳۔ منع شرک سے۔ کما قال فاعبدنی۔ ۴۔ اقامت صلوٰۃ۔ کما قال اقم الصلوٰۃ لذکری۔ ۵۔ جزا وسزا۔ کما قال تجزی کل نفس بما تسعیٰ۔ ۶۔ اعتقاد آخرت۔ کما قال ان الساعۃ آتیۃ۔ ۷۔ نزول عذاب منکرین پر۔ کما قال ان العذاب علی من کذب وتولیٰ۔ ۸۔ منع تعدی سے بنی اسرائیل پر۔ کما قال لا تعذبھم۔ ۹۔ رہا کرنا بنی اسرائیل کا۔ کما قال۔ ارسل معنا بنی اسرائیل +

یہ تمام آیتیں جن کا اشارہ ہم نے کیا عام آیتیں نہیں ہیں بلکہ خاص آیتیں ہیں جو حضرت موسےٰ اور بنی اسرائیل کے قصہ میں وارد ہوئی ہیں اور اسی سبب سے ہم نے خیال کیا ہے کہ یہ وہ احکام ہیں جو حضرت موسےٰ خدا کی طرف سے فرعون پاس لے گئے تھے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ (۱۰۹)	کہا فرعون کی قوم کے سرداروں نے بیشک یہ شخص جادوگر ہے بہت بڑا جاننے والا (۱۰۹)

ششم قتل اولاد

بنی اسرائیل کے لڑکوں یا مردوں کا قتل کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کو کسی کرشمہ کی بنا پر قرار دیا جاوے اگرچہ مفسرین نے اس کی بنا بھی ایک کرشمہ پر قائم کی ہے یعنی بعضوں نے تو یہ کہا ہے کہ نجومیوں نے فرعون سے کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کو برباد کر دیگا۔ پس اس تاریخ میں جو کاہنوں نے مقرر کی تھی جس قدر لڑکے پیدا ہوئے ان کو فرعون نے مروا ڈالا۔ اور بعضوں نے یہ کہا کہ یہ قتل صرف اس تاریخ پر منحصر نہیں رہا بلکہ یہ قتل برسوں تک جاری رہا اور لاکھوں ہزار لڑکے قتل ہوئے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ آئی اور اس آگ نے مصر کو گھیر لیا اور تمام قبطیوں کو جلا دیا اور صرف بنی اسرائیل بچ رہے لوگوں نے اس کی تعبیر دی کہ اس شہر سے جہاں سے بنی اسرائیل آئے ہیں ایک شخص آویگا اس کے ہاتھ سے مصر کی سلطنت برباد ہوگی اس پر فرعون نے بنی اسرائیل کے مردوں کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

مگر قرآن مجید میں ان دونوں باتوں میں سے کسی کا کچھ اشارہ نہیں ہے اور نہ بنی اسرائیل کے قتل کی بنا کسی اور کرشمہ پر بیان ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں جو بات پائی جاتی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کی کثرت سے فرعون اور اس کے سرداروں کو اندیشہ ہو گیا تھا کہ یہ لوگ فساد کر کے مصر کی سلطنت کو برباد کر دینگے اور اس کے

وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ۔

۲- سورۂ بقر - ۴۹

إِذْ أَنجَيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُقَتِّلُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ۔

۷- سورۂ اعراف - ۱۴۱

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنجَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ۔

۱۴- سورۂ ابراہیم - ۶

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ۔ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ۔ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ۔

۲۸- سورۂ قصص - ۴-۶

فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ۔ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَن يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ۔

۴۰- سورۂ مومن - ۲۵، ۲۶

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ (۱۰۷)	چاہتا ہے کہ نکال دے تم کو تمہارے ملک سے پھر کیا تم حکم دیتے ہو (۱۰۷)

اندیشہ کے لیے یہ تدبیر کی تھی کہ جو لڑکے پیدا ہوتے تھے اُن کو قتل کروا ڈالتا تھا کہ مردجن سے لڑنے کا اور فساد ہونے کا اندیشہ تھا زیادہ نہ ہونے پاویں ۔ چنانچہ سورہ قصص میں صاف لکھا ہے کہ فرعون کی سلطنت ملک میں بہت زبردست ہوگئی تھی اور اُس کے لوگوں کو گروہ گروہ کر دیا تھا اور ایک گروہ کو یعنی بنی اسرائیل کو اُن میں سے ضعیف کر دیا تھا اُن کے لڑکوں کو مار ڈالتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا خدا نے چاہا کہ اس ضعیف گروہ پر مہربانی کرے اور اُنہیں کو سردار بنا دے اور اُنہیں کو وارث کرے اور ملک میں اُنہیں کو قدرت دے اور دکھلا دے فرعون اور اُس کے لشکر کو اس ضعیف گروہ سے وہ چیز جس سے وہ ڈرتے تھے ۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پہلی دفعہ یعنی قبل از ولادت حضرت موسےٰ جو فرعون نے قتل اولاد بنی اسرائیل کا حکم دیا تھا وہ صرف اس خوف سے تھا کہ وہ بسبب کثیر ہونے کے فساد کر کے ملک کو نہ چھین لیں ۔ کچھ عجب نہیں کہ یہ قتل کسی مدت تک رہا ہو اور پھر موقوف ہو گیا ہو +

یہ پہلا حکم قتل اولاد بنی اسرائیل کا تھا مگر جب حضرت موسےٰ فرعون کے پاس آئے اور خدا کے حکم پہنچائے اور کہا کہ بنی اسرائیل کو چھوڑ دو اس وقت پر فرعون کو بنی اسرائیل کے فساد کرنے کا اور اپنی سلطنت کے زوال کا خوف ہوا اور دوبارہ اُس نے تدبیر کی کہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو مار ڈالنا چاہیے ۔ چنانچہ سورہ مومن میں خدا نے صاف بیان کیا ہے کہ جب ہمارے پاس سے سچی بات فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس پہنچی تو اُنھوں نے کہا کہ مار ڈالو اُن کے لڑکوں کو جو موسےٰ پر ایمان لائے ہیں اور اُن کی عورتوں کو زندہ رکھو اور فرعون نے کہا چھوڑو میں موسیٰ کو مار ڈالوں گا مجھ کو خوف ہے کہ وہ تمہارے دین کو بدل دیگا اور ملک میں فساد پھیلا دیگا ۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اسی خوف سے دونوں دفعہ فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کے مار ڈالنے کے قتل کا حکم دیا تھا کوئی اور غیبی کرشمہ اُس کی بنیاد نہ تھا +

ہفتم قحط ۔ ہشتم طوفان ۔ نہم جراد ۔ وقمل وضفادع ۔ ودم

یہ تمام امور ایسے ہیں جو ہمیشہ دنیا میں موافق قانون قدرت واقع ہوتے ۔ رہتے ہیں حضرت موسےٰ کے زمانہ میں بھی واقع ہوئے تھے ۔ ایسے واقعات کو انسانوں کے گناہوں سے منسوب کرنا بھی قانون فطرت کے تابع ہے جس پر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے ہیں اس کی بحث قوم عاد کے تفسیر میں بالتفصیل لکھ چکے ہیں اس طرح ان واقعات ارضی وسماوی کو بھی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ (۱۰۸)	اُنہوں نے کہا کہ موسے اور اُسکے بھائی کو مہلت دے اور شہروں میں لوگوں کو جمع کرنے والے بھیج (۱۰۸)

خدا تعالےٰ نے فرعون اور اُس کی قوم کے گناہوں سے غضب کیا ہے ✦

قحط کوئی نئی بات نہیں تھی حضرت یوسف کے زمانہ میں بھی سخت قحط پڑا تھا حضرت موسےٰ کے زمانہ میں بھی قحط ہوا جو حضرت موسےٰ کے قصہ میں مذکور ہے ✦

طوفان ۔ دریائے نیل کی زیادہ طغیانی سے ہوجاتا ہے اور کبھی کبھی مینہ اور اولوں کا طوفان بھی آجاتا ہے شام کے پہاڑوں سے اولے برستے ہوئے کبھی کبھی مصر تک پہنچ جاتے ہیں بجلی کی چمک اور گرج بھی ہوتی ہے (دیکھو کیتھولک ببلکل سیکلوپیڈیا صفحہ ۱۰۰) جن ملکوں میں بارش قلیل ہوتی ہے اور اولے اتفاقیہ پڑتے ہیں اُن ملکوں میں اس قدر بارش بھی جو اور ملکوں میں معمولی خیال کی جاتی ہے نہایت سخت طوفان کا اثر دکھاتی ہے خصوصاً اُس حالت میں جب کہ دریا کی طغیانی بھی اور خصوصاً نیل جیسے دریا کی طغیانی اُس کے ساتھ ہو تو پھر قیامت ہی ہوتی ہے ۔ پس موسے کے عہد میں طوفان کا واقعہ ایک معمولی واقعہ سے زیادہ کچھ نہیں تھا ۔ جو بزرگی اُس میں تھی وہ صرف یہی تھی کہ اُس زمانہ میں واقع ہوا جب کہ حضرت موسےٰ وہاں تشریف لے گئے تھے ✦

جراد و قمل و ضفادع ۔ یعنی ٹڈیوں پسوؤں یا اسی قسم کے کسی جانوروں اور مینڈکوں کا کثرت سے پیدا ہوجانا خصوصاً طوفان اور دریائے نیل کے چڑھاؤ کے اُترنے بعد ایک ایسی بات ہے جو قدرتی طور پر واقع ہوتی ہے حشرات الارض دفعتاً اس کثرت سے پیدا ہوجاتے ہیں جن کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے ۔ پس حضرت موسےٰ کے عہد میں اُن حشرات الارض کا پیدا ہوجانا جس قدر کثرت سے وہ پیدا ہو گئے ہوں اور کیسی ہی سخت مصیبت اُن کے سبب سے مصریوں پر پڑی ہو کوئی ایسی تعجب خیز بات نہیں ہے جس کو ایک لحہ کے لئے بھی واقعہ مافوق الفطرت تصور کیا جاوے ✦

دم کا لفظ البتہ لوگوں کو حیرت میں ڈالتا ہوگا ۔ بعض مفسرین نے اس بات کو کہ تمام دریا اور حوض اور تمام پانی جو برتنوں میں تھا خون ہوگیا غیر قابل یقین خیال کرکے یہ لکھا کہ فرعون اور اُس کی تمام قوم کو نکسیر بہنے یعنی ناک سے خون جاری ہونے کی بیماری ہوگئی تھی ۔ گو کہ کسی وبا کا پھیل جانا خصوصاً قحط و طوفان کے بعد کوئی امر بعید از عقل نہیں ہے ۔ لیکن اصل بات معلوم ہوتی ہے کہ دریائے نیل کا پانی اگرچہ عموماً نیلے رنگ کا رہتا ہے مگر کبھی طغیانی کے زمانہ میں اُس کا رنگ سرخ لال اینٹ کے گہرے رنگ کی مانند ہوجاتا ہے (دیکھو کیتھولک ببلکل سیکلوپیڈیا صفحہ ۱۱۸ د) اور (چیمبرز انسیکلوپیڈیا جلد سوم صفحہ ۷۸۹) اور جب کبھی نباتی مادہ کثرت سے آجاتا ہے تو سبز

یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ (۱۰۹)	تاکہ تیرے پاس ہر ایک بڑے جاننے والے جادوگر کو لے آویں (۱۰۹)

ہوجاتا ہے (دیکھو انسیکلوپیڈیا برٹینیکا صفحہ ۲۲۴) پس اسی قسم کے واقعات کے سبب اُس کا پانی سُرخ ہوگیا ہوگا جس کو دَم سے تعبیر کیا ہے +

بعض اوقات پانی میں نہایت باریک کیڑے سُرخ رنگ کے اس قدر کثرت سے پیدا ہوجاتے ہیں کہ تمام پانی کا رنگ سُرخ ہوجاتا ہے بحر احمر میں بھی اس قسم کی حالت پائی جاتی ہے۔ بحر احمر کے حال میں مالٹ نے لکھا ہے کہ فروری کے مہینہ میں ایک دفعہ جہاز کے گرد کچھ دُور تک سمندر نہایت سُرخ ہوگیا چونکہ اس عجیب تبدیلی کا باعث ہم دریافت کرنا چاہتے تھے ہم نے ایک برتن کو پانی میں ڈالا اور اس میں بہت سی وہ چیزیں نکالیں جو پانی پر تیر رہی تھیں وہ جیلی کے مشابہ ایک چیز تھی جس میں بے انتہا چھوٹے چھوٹے کیڑے تھے اور ہر ایک کے اوپر ایک سُرخ دھبہ تھا یہ جانور ایک جگہ جمع ہونے سے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے پانی میں کوئی سرخ چیز گھولدی ہو۔ اسن برگ کو بھی جو ایک بہت بڑا نیچرل فلاسفی کا عالم تھا ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا اور اُس نے بھی بحر احمر کی ایسی حالت ہوجانے کی تصدیق کی ہے +

پس یہی حالت دریائے نیل کی بھی ہوگی اور جب کہ ثابت ہوا ہے کہ اُس کا پانی بھی کبھی سُرخ ہوجاتا ہے تو اُس کی ایسی حالت ہوجانے پر زیادہ یقین ہوتا ہے۔ ان کیڑوں کا بہت کثرت سے پانی میں جمع ہوجانا بلاشبہ لوگوں کو استعمال سے باز رکھتا ہوگا اور وہ پانی ناقابل استعمال ہوجاتا ہوگا۔ فرعون کے زمانہ میں بھی دریائے نیل سے گھروں میں اور کنوؤں اور حوضوں میں نالوں کے ذریعہ سے پانی لے گئے تھے پس جہاں جہاں اُس کا پانی جاتا ہوگا سب جگہ یہی حال ہوگیا ہوگا۔ اُس پانی کو لوگوں نے بلا خیال برتنوں میں بھر لیا ہوگا اور تھوڑی دیر بعد دیکھا ہوگا کہ وہ سرخ مثل خون کے ہے۔ اونچے مقاموں میں جہاں دریائے نیل کا پانی نہ جاتا ہوگا وہاں یہ کیفیت نہ ہوئی ہوگی۔ اور ممکن ہے کہ بنی اسرائیل اونچی زمین پر رہتے ہوں جہاں نیل کا پانی نہ جاتا ہو یا اُن کے گھروں میں پانی جانے کے نل نہ ہوں اور اُن کے گھروں میں یہ کیفیت نہ ہوئی ہو +

نہم۔ غرق فی البحر

فرعون کا بنی اسرائیل کے تعاقب میں جانا اور بنی اسرائیل کا دریا کے پار اُتر جانا اور فرعون کا دریا میں ڈوب جانا ایک تاریخی واقعہ ہے اور ہم اُس کو نہایت تفصیل سے سورہ بقر کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں پس اس مقام پر زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۰﴾	اور آئے جادوگر فرعون کے پاس انہوں نے کہا کہ ضرور ہم کو انعام ملیگا اگر ہم غالب ہونگے ﴿۱۱۰﴾

دہم - اعتکاف حضرت موسٰے کا پہاڑ میں

اعتکاف کا واقعہ اُس زمانہ کا ہے جب کہ حضرت موسٰے بنی اسرائیل کو فرعون کی قید سے چھوڑا کر اور فرعون کو اور اُس کے لشکر کو دریا میں ڈبو کر اُس جنگل میں نکال لائے جو بحر احمر کی دونوں شاخوں کے درمیان میں ہے اور جس کا نقشہ سورہ بقر کی تفسیر میں بنایا ہے ✦

وواعدنا موسٰی ثلثین لیلۃ واتممنٰہا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ۔
۷ - سورۂ اعراف - ۱۳۸ ✦

یہ کوئی امر زیادہ بحث کے قابل نہیں حضرت موسٰے تیس دن کا اعتکاف کرنے کے لئے پہاڑ گئے تاکہ خدا کی عبادت میں مصروف ہوں مگر وہاں چالیس دن لگ گئے - توریت میں لکھا ہے کہ چالیس دن اور چالیس رات موسٰے پہاڑ پر رہے اور نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا (سفر توریہ مثنی باب ۹ ورس ۹) زیادہ تر مقصود اس اعتکاف سے یہ تھا کہ خدا کی ہدایت اس بات میں چاہیں کہ اُس جم غفیر کی ہدایت و انتظام اور خدا کی عبادت کے لئے کیا قواعد یا احکام قرار دئے جاویں ✦

واذ واعدنا موسٰی اربعین لیلۃ ثم اتخذتم العجل من بعدہ وانتم ظٰلمون۔
۲ - سورۂ بقر - ۴۸ ✦

بنی اسرائیل کو چار سو برس سے زیادہ ہو گئے تھے کہ مصر میں رہتے تھے اور گو وہ خدا کو مانتے تھے مگر وہاں کی بُت پرستی اور اُس کی شان و شوکت کے عادی ہو گئے تھے اور ظاہر میں بھی معبود کے وجود کے موجود ہونے کی خواہش مثل بت پرستوں کے اُن کے دل میں سما گئی تھی اس لئے نہایت مشکل بات تھی کہ اُن کو ایک ایسے خدائے واحد کی پرستش پر متوجہ کیا جاوے جس کا نہ ظاہر میں کوئی وجود ہے، نہ ظاہری وجود میں اور نہ کسی ظاہری شکل میں آ سکتا ہے بلکہ محض بیچون و بیچگون و بے رنگ و نمون ہے - غالباً یہی بات سب سے زیادہ حضرت موسٰے کو بھی مشکل تھی - اور وہ ضرور اس خیال میں تھے کہ معبد کو ظاہری صورتوں سے اس طرح بنایا جاوے جن کی عبادت تو نہ کی جاوے مگر بنی اسرائیل کی دل بستگی کا ذریعہ ہوں - اور اسی وجہ سے اُنہوں نے معبد میں کروبین کی مجسم شکلیں چاندی و سونے کی بنائیں ہم قبول کرتے ہیں کہ اُنہوں نے خدا کے حکم سے بنائی ہونگی، مگر بنائیں جس کا سبب بجز مذکورہ بالا امر کے اور کچھ نہ تھا اور اسی لئے ہم کہ سکتے ہیں کہ جو بچی اور خبیث خدا پرستی اُسی طرح بیچون و بیچگون و بے رنگ و نمون طریقہ پر جیسا کہ وہ معبود حقیقی ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (۱۱۱)	فرعون نے کہا ہاں اور بیشک تم مقربوں میں سے ہوگے (۱۱۱)

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قایم کی ہوئے ہے باوجود اس شان وشوکت کے قایم نہیں ہوسکی، نہ ہم کو کرو مین کی حاجت ہے۔ نہ ہائی پریسٹ کی۔ نہ کسی معبد کی، نہ قربانی سوختنی کی، نہ بخور کی، اور نہ آتش دان کی، نہ خاص پوشاک او سینہ بند کی: ہم سچے خدا کی پرستش، جنگل میں دریا میں پہاڑ میں گھر میں بازار میں اندھیرے میں اُجالے میں کپڑا پہنے بن کپڑا پہنے کرسکتے ہیں ہمارا دل ہی خدا کا معبد ہے ہمارا خدا ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے اور ہم خدا کے ساتھ اور یہ ایسا ساتھ ہے کہ نہ کبھی ہم اُس سے چھوٹ سکتے ہیں اور نہ وہ ہم کو چھوڑ سکتا ہے۔ سبحانہ وتعالےٰ شانہ والحمد للہ رب العالمین +

یازدہم حقیقت کلام خدا با موسےٰ

کلام خدا کا جب تک نہ سُنیں یہ تو معلوم نہیں ہوسکتا کہ کیسا ہوتا ہے۔ مگر انسانوں کا کلام جو سُننے میں آتا ہے وہ تو یہ ہے کہ زبان اور ہونٹ ہلتے ہیں اُس سے بعد و ہوائے محیط کے ایک آواز کان تک پہنچتی ہے ہر ایک لفظ کے بعد دوسرا لفظ بلکہ ہر لفظ کے پہلے حرف کے بعد دوسرا حرف نکلتا ہے اور حرفوں سے ملکر لفظ اور لفظوں سے ملکر جملہ ہو جاتا ہے۔ پھر کیا خدا کا کلام بھی ایسا ہی ہوتا ہے؟

علمائے اسلام نے کہا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے خدا کو متکلم کہا ہے اور اُس کے کلام کو ثابت کیا ہے پس اُس کا متکلم ہونا اور خدا کے لئے کلام کا ہونا تو ثابت ہوگیا۔ مگر انھوں نے یہ نہ بتایا کہ ایسا ہی کلام جیسا ہمارا تمہارا ہے یا کسی اَور طرح کا لیکن اُنھوں نے اُس پر دوسری بحث قدیم اور حادث ہونے کی چھیڑ دی یعنی اس بات کی کہ خدا کا کلام قدیم ہے یا حادث۔ ہم اُس بحث کو اس مقام پر لکھتے ہیں اور امید ہے کہ اُسی سے پتہ لگ جاویگا کہ اُس کا کلام کیسا ہوتا ہے +

قاضی عضد اور علامہ سید شریف شرح مواقف میں تحریر فرماتے ہیں کہ خدا کے کلام کے قدیمؒ حادث ہونے پر دو متناقض قیاس ہیں۔ ایک قیاس یہ ہے کہ۔ خدا تعالےٰ کا کلام خدا تعالےٰ کی ایک صفت ہے۔ اور جو صفت خدا کی ہے وہ قدیم ہے۔ پس خدا کا کلام قدیم ہے +

دوسرا قیاس جو اس کے برخلاف ہے وہ یہ ہے کہ۔ خدا کا کلام حرفوں ولفظوں کی ترتیب سے ملکر بنا ہے جو ایک بعد دوسرے کے وجود میں آتے ہیں اور جو چیز اس طرح پر ہوتی ہے وہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ (۱۱۲)	فرعون کے جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ یا تو تو ڈال اور یا ہم ڈالنے والے ہوں (۱۱۲)

حادث ہوتی ہے۔ پس خدا کا کلام بھی حادث ہے +

حنبلی پہلے قیاس کو ٹھیک بتاتے ہیں اور اس بات کے قایل ہیں کہ خدا کے کلام میں حرف بھی ہیں اور آواز بھی ہے اور وہ دونوں اپنے آپ قایم ہیں اور قدیم ہیں پس کلام خدا کا بھی قدیم ہے۔ پس گویا حنبلی دوسرے قیاس کے دوسرے جملہ کو کہ " جو چیز اس طرح پر بنتی ہے وہ حادث ہوتی ہے " نہیں مانتے +

قاضی عضد اور علامہ سید شریف دونوں بالاتفاق کہتے ہیں کہ حنبلیوں کا دوسرے قیاس کے دوسرے جملہ کو نہ ماننا قطعاً غلط ہے کیونکہ ہر ایک حرف اُن حرفوں میں سے جن سے اُن کے نزدیک کلام خدا کا مرکب ہے ایک حرف کے ختم ہونے پر دوسرے حرف کا شروع ہونا موقوف ہے تو وہ دوسرا حرف قدیم نہ ہوا اور جو کہ پہلے حرف کے لئے بھی ختم ہونا ہے تو وہ بھی قدیم نہ رہا اور جو کلام کہ ان سے مرکب ہو کر بنا ہے وہ بھی قدیم نہ رہا +

کرامیہ فرقہ اس بات میں کہ خدا کے کلام میں حرف اور آواز ہے حنبلیوں کے ساتھ متفق ہیں مگر وہ اس کو حادث مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خدا کی ذات میں قایم ہے کیونکہ اس بات پر یقین کرتے ہیں کہ خدا کی ذات میں حوادث کا قایم ہونا جائز ہے پس گویا کرامیہ دوسرے قیاس کو تو صحیح مانتے ہیں اور پہلے قیاس کے دوسرے جملہ کو کہ " جو صفت خدا کی ہے وہ قدیم ہے " نہیں مانتے +

معتزلے خدا کے کلام میں آواز اور حرف کو اسی طرح پر مانتے ہیں جس طرح کہ حنبلی اور کرامیہ مانتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ آواز اور حرف خدا کی ذات میں قایم نہیں ہے بلکہ خدا اُس کو دوسری چیز میں پیدا کر دیتا ہے مثلاً لوح محفوظ میں یا جبرئیل میں یا نبی میں اس لئے خدا کا کلام حادث ہے پس معتزلے دوسرے قیاس کو صحیح سمجھتے ہیں اور پہلے قیاس کے پہلے جملہ کو کہ " خدا تعالےٰ کا کلام خدا تعالےٰ کی ایک صفت ہے " نہیں مانتے +

اس پر قاضی عضد اور علامہ سید شریف فرماتے ہیں کہ جو کچھ معتزلے کہتے ہیں ہم اُس سے انکار نہیں کرتے بلکہ ہم بھی وہی کہتے ہیں مگر اُس کا نام کلام لفظی رکھتے ہیں اور اُس کو حادث مانتے ہیں اور ذات خدا تعالےٰ میں قایم نہیں کہتے۔ اُس کے سوا ہم ایک اور امر ثابت کرتے ہیں اور وہ معنی ہیں قایم بالنفس جس کو کہ لفظوں سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہی حقیقت میں کلام ہے اور وہی قدیم ہے اور وہی خدا تعالےٰ کی ذات میں قایم ہے۔ پس دوسرے قیاس کا جو دوسرا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ (۱۱۳)	موسےٰ نے کہا تم ڈالو پھر جب اُنھوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور اُن کو ڈرایا اور لائے بڑا جادو (۱۱۳)

جلا ہے کہ "خدا کا کلام حرفوں و لفظوں کی ترتیب سے ملکر بنا ہے" اس کو نہیں مانتے۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ معنی اور عبارت ایک نہیں ہیں کیونکہ عبارت تو زمانہ میں اور ملک میں اور قوموں میں مختلف ہو جاتی ہے اور معنی جو قایم بالنفس ہیں وہ مختلف نہیں ہوتے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اُن معنوں پر دلالت کرنا بھی لفظوں ہی میں منحصر نہیں ہے کیونکہ اُن معنوں پر کبھی اشارہ سے اور کبھی کنایہ سے اسی طرح پر دلالت کی جاتی ہے جیسے کہ عبارت سے۔ اور مطلب جو کہ ایک معنی ہے قایم بالنفس وہ ایک ہی ہوتا ہے اور کچھ متغیر نہیں ہوتا باوجودیکہ عبارتیں بدل جاتی ہیں اور دلالتیں مختلف ہو جاتی ہیں اور جو چیز متغیر نہیں ہوتی وہ اُس چیز کے سوا ہے جو متغیر ہو جاتی ہے یعنی جو چیز کہ متغیر نہیں ہوتی وہ تو معنی قایم بالنفس ہیں اور وہ اُس چیز سے جو متغیر ہو جاتی ہے یعنی عبارت سے علحدہ ہیں۔ (انتہیٰ ملخصًا) +

جو کچھ کہ قاضی عضد اور علامہ سید شریف نے فرمایا ہے مذہب اہلسنت و جماعت کا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم اپنی تحقیق بیان کریں مناسب ہے کہ جو باتیں ان بزرگوں نے چھپا رکھی ہیں انکو کھول دیں تاکہ لوگوں کو صاف معلوم ہو جاوے کہ ان اصول کے ماننے سے جو اُن بزرگوں نے قرار دئے ہیں کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے +

معتزلیوں نے کہا تھا کہ آواز اور حرف دونوں خدا کی ذات میں قایم نہیں ہیں بلکہ وہ اُن کو دوسری چیزمیں پیدا کر دیتا ہے، قاضی صاحب اور علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہاں یہ صحیح ہے مگر ہم اُس کا نام کلام لفظی رکھتے ہیں۔ مگر یہ نہیں فرماتے کہ کس کا کلام لفظی خدا کا یا اُس کا جس میں خدا نے اُس کو پیدا کر دیا تھا +

پھر اُس پر زیادہ تحقیق یہ کرتے ہیں کہ صرف معانی قایم بالنفس اور غیر متغیر ہیں اور درحقیقت وہی کلام ہے اور وہی قدیم ہے اور اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ خدا کا کلام حرفوں و لفظوں کی ترکیب سے بنا ہے + (یہ بات زیادہ وزن رکھتی ہے۔ ابو الحسن)

اس بیان میں صریح نقص یہ ہے کہ اگر اُس کو تسلیم کر لیا جاوے تو جو الفاظ قرآن مجید کے ہیں وہ خدا کے لفظ نہیں رہتے بلکہ اُس کے لفظ ہوتے ہیں جس میں وہ پیدا کئے ہیں خواہ وہ جبرئیل ہوں یا نبی اور جو کہ وہ کلام اُنہی لفظوں سے مرکب ہوا ہے تو وہ کلام بھی اُسی شخص کا ہوا نہ خدا کا + (یہ نقص نہیں خدا کے کلام کو اسی کی ذات کے شایاں ہونا ضروری ہے)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ (۱۱۴)	اور وحی کی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ ڈالدے اپنی لاٹھی پھر یکایک نگلجاویگی جو کچھ انھوں نے دکھلاوا کیا ہے (۱۱۴)

میری تحقیق میں پہلا قیاس صحیح ہے اور میں خدا کے کلام کو اُس کی صفت سمجھتا ہوں اور تمام صفات خدا کو قدیم مانتا ہوں اور اسی لئے خدا کے کلام کو بھی قدیم یقین کرتا ہوں ـ مگر حنبلیوں اور کرامیوں سے اس بات میں مختلف ہوں کہ خدا کے کلام میں آواز ہے اور اہل سنت جماعت کے اس مسئلہ سے مختلف ہوں کہ صرف معانی قایم بالنفس ہیں اور وہی درحقیقت کلام ہے اور وہی غیر متغیر ہے بلکہ میرے نزدیک معانی اور لفظ دونوں قایم بالنفس ہیں اور دونوں قدیم و غیر متغیر ہیں +

لفظ بھی حقیقت میں ایک مقید یا مختص معانی ہیں جن پر بولے جانے کے بعد ہم لفظ کا اطلاق کرتے ہیں ـ انسان جو گفتگو کرتا ہے اُس وقت بھی الفاظ اُس کے نفس میں اُن کے بولے جانے کے قبل موجود ہوتے ہیں ـ مگر صرف معانی کو قایم فی الذات ماننے اور معانی اور لفظ دونوں کو قایم فی الذات ماننے میں یہ فرق ہے کہ پہلی صورت میں اُن معانی کو الفاظ مختصہ میں تعبیر کرنا لازم نہیں آتا اور دوسری صورت میں بجز الفاظ معینہ مختصہ کے اور کسی الفاظ سے تعبیر نہیں ہو سکتے ـ مثلاً الحمد للہ کلام خدا ہے یہ ذات باری میں مع معانی والفاظ کے اس طرح پر قایم ہے کہ جب تلفظ میں آویگا تو الحمد للہ ہی اُس کا تلفظ ہوگا للہ الحمد اُس کا تلفظ نہیں ہونے کا نہ ثناء اللہ اُس کا تلفظ ہوگا اور ہم قرآن مجید کو اسی معنی کر مع معانی اور الفاظ کلام خدا کہتے ہیں اور قدیم تسلیم کرتے ہیں +

لفظوں کے قایم بالنفس ہونے میں تقدم و تاخر نہیں ہوتا ـ اس کو مثال دیکر سمجھانا بلا شبہ مشکل ہے مگر اس طرح پر سمجھ میں یا خیال میں آسکتا ہے کہ اگر جس طرح اُن الفاظ کے نقوش کو آئینہ کے سامنے رکھنے سے وہ سب معاً بلا تقدم و تاخر آئینہ میں منقش معلوم ہوتے ہیں اسی طرح الفاظ کے بھی بمعنی مذکورہ قایم فی الذات ہونے میں تقدم و تاخر لازم نہیں آتا ـ ذات باری کی نسبت ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ علۃ العلل تمام چیزوں کی ہے جو ہو چکیں اور ہوتی ہیں اور ہونے والی ہیں ـ اس لئے ضرور ہے کہ وہ تمام چیزیں ذات باری میں قایم ہوں اُن کے ظہور کے زمانہ کے مختلف ہونے اور تبدیل کیفیت و کمیت سے اُس چیز میں جو قایم فی الذات ہے حدوث لازم نہیں آتا +

اس صورت میں قاضی عضد اور علامہ سید شریف کا یہ کہنا کہ ہر ایک حرف اُن حروف میں سے جن سے کلام خدا مرکب ہو ایک حرف کے ختم ہونے پر دوسرے حرف کا شروع ہونا موقوف ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۵﴾	پھر ثابت ہوگیا سچ اور غلط ہوگیا جو کچھ کہ وہ کرتے تھے ﴿۱۱۵﴾

تو وہ دوسرا حرف قدیم نہ ہوا (الیٰ آخرہ) صحیح نہیں رہتا اس لئے کہ اس امر کا وقوع اُس وقت ہوتا جب کہ ہم کلام خدا میں حرف اور آواز دونوں مانتے مگر جب ہم کلام خدا میں آواز کو تسلیم نہیں کرتے تو نقص مذکورہ لازم نہیں آتا ✤

آواز کی کوئی دوسری حقیقت بجز اس کے کہ ہوا کی مدد اور زبان اور ہونٹوں کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے ہم نہیں جانتے پس اُس کو بجنسہ خدا کی صفت قرار دینا اور یہ خیال کرنا کہ خدا کے مُنہ سے بھی مثل ہمارے مُنہ کے ایک حرف دوسرے حرف کے بعد نکلتا ہے بنا فاسد علی الفاسد ہے - پہلے ایک غلط امر کو تسلیم کیا ہے پھر اُس کی بنا پر دوسری غلطی قایم کی ہے ✤

جب کہ ہم کسی پر خواہ وہ جبرئیل ہو جو حسب اعتقاد جمہور مسلمین خدا اور انبیا میں مثل ایلچی کے واسطہ ہے اور خواہ وہ خود نبی مبعوث ہو جیسا کہ میرا خاص اعتقاد ہے خدا کے کلام کا نازل ہونا کہتے ہیں تو اُس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ خدا نے اُس کے دل میں بجنسہ وہ الفاظ جن کو بعد اس کے وہ تلفظ کریگا مع اُن کے معنی کے جو مقصود ہیں پیدا کیا ہے یا القا کیا ہے اور وہی لفظ بجنسہ نبی نے تلفظ کئے ہیں پس گو اُس نبی کا اُن لفظوں کو تلفظ کرنا حادث ہو مگر وہ الفاظ مع اُن کے معنی کے یا وہ معنی مقید جن کا تلفظ بجز اُنہی الفاظ کے نہیں ہو سکتا تھا قدیم اور کلام خدا ہیں - اور یہی میرا اعتقاد قرآن مجید کی نسبت ہے کہ وہ بلفظہ مع معانیہا قدیم و کلام خدا ہے اور خود خدا نے اپنا کلام پیغمبر خدا میں بلا واسطہ پیدا کیا ہے جیسا کہ میں نے کسی مقام پر کہا ہے - ؎

ز جبریل امیں قرآں بہ پیغامے نمی خواہم
ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم

مگر پیغمبر خدا کا یا ہمارا اُن لفظوں کو تلفظ کرنا حادث ہے ✤

اس مضمون کو بذریعہ کسی مثال کے سمجھانا بلاشبہ نہایت مشکل ہے مگر ہم ایک قریب تریں مثال سے اُس کو سمجھاتے ہیں - فرض کرو کہ ایک شخص کسی سبب سے بول نہیں سکتا اور ایک اپنی تحریر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے جس کو ہم پڑھتے ہیں پس گو اُس تحریر میں آواز نہیں ہے مگر جو لفظ مطابق اُس تحریر کے ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ لفظ بلاشبہ اُسی کے ہیں جس نے اُس کو لکھا ہے اور ہم صرف اُن لفظوں کا تلفظ کرتے ہیں مگر درحقیقت وہ ہمارے لفظ نہیں ہیں اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ لفظ بروقت ہمارے تلفظ کے پیدا ہوئے ہیں ✤

ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ انبیا اور اولیا کوئی غیبی آواز نہیں سنتے -

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ (۱۱۹)	پھر اس جگہ وہ مغلوب ہو گئے اور الٹے پھرے ذلیل ہو کر (۱۱۹)

سنتے ہونگے مگر وہ خدا کی آواز نہیں ہے بلکہ وہ اُس القا کا اثر ہے جو اُن پر ہوا ہے اور وہ اُنہی کے نفس کی آواز ہے جو اُن کے کان میں آتی ہے ۔ وہ بیداری میں اُسی طرح آواز کو سنتے ہیں جیسے کہ سوتے میں خواب دیکھنے والا سُنتا ہے ۔ یا جیسے کہ بعضی دفعہ لوگوں کو جو کسی خیال میں مستغرق ہیں بغیر کسی بولنے والے کے کان میں آواز آتی ہے ✦

کلام الٰہی کی نسبت جو کچھ خدا نے ہمارے دل میں ڈالا ہے بعینہ وہ وہی ہے جو حضرت مولانا و مرشدنا حضرت شیخ احمد سرہندی نقشبندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو القا ہوا تھا چنانچہ اس باب میں جو حضرت ممدوح نے لکھا ہے ذیل میں مندرج ہے ✦

حضرت ممدوح نے مکتوب نود و دوم جلد سوم میں جو بنام فقیر ہاشم کشمی تحریر فرمایا ہے اس طرح پر لکھا ہے "پرسیدہ بودند آنکہ بعض عرفا فرمودہ اند کہ ما کلام حق را مے شنویم و با او تعالیٰ مکالمہ مے شود چنانچہ از امام ہمام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول است کہ گفت مازلت اردد الآیۃ حتی سمعتہا من المتکلم بہا ۔ و نیز از رسالہ غوثیہ کہ منسوب بحضرت شیخ عبد القادر جیلی است قدس سرہ مفہوم مے گردد چہ معنی است و تحقیق آں نزد تو چیست؛ بداں ارشدک اللہ تعالیٰ کہ کلام حق جل و علا در رنگ ذات حق و سائر صفات حق جل شانہ بیچون و بیچگون است و سماع آں کلام بیچون نیز بیچون است زیرا کہ چون را بہ بیچون راہ نیست پس ایں سماع مربوط بحاسہ سمع نباشد کہ سراسر چون است آنجا اگر از بندہ استماع است بتلقی روحانیت کہ نصیبے از بیچونی دارد و بے واسطہ حروف و کلمات است و نیز اگر از بندہ کلام است ہم بالقائے روحانی است بے حروف و کلمہ و ایں کلام نصیبے از بیچونی دارد کہ مسموع بیچون مے گردد یا آنکہ گوئیم کہ کلام لفظی کہ از بندہ صادر مے شود حضرت حق سبحانہ تعالیٰ آں را نیز بسماع بیچونی استماع مے فرماید و بے توسط حروف و کلمات و بے تقدیم و تاخیر آں را مے شنود اذ لا یجری علیہ تعالیٰ زمان یسع فیہ التقدیم والتاخیر و ہماں موطن کہ از بندہ سماع است بکلیت سامع و اگر کلام است ہم بکلیت متکلم تمام گوش و تمام زبان است روز میثاق ذرات مخرجہ قول الست بربکم را بے واسطہ بکلیت خود شنیدند و بکلیت خود جواب بلیٰ گفتند تمام گوش بودند و تمام زبان زیرا کہ اگر گوش از زبان متمیز بودے سماع کلام بیچون حاصل نیامدے و شایان ارتباط مرتبہ بیچون نہ گشتے لا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ غایۃ ما فی الباب آں معنی متلقی از راہ روحانیت اخذ نمودہ بود ثانیاً در عالم خیال کہ آں در نشان ال

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ (۱۱۷)	اور گرا دیئے گئے ساحر سجدہ کرتے ہوئے (۱۱۷)

عالم مثال است بصورت حروف وکلمات مرتبہ متمثل مے گردد و آن تلقی الفا بصورت سماع وکلام لفظی مرتسم مے شود چہ ہر معنی را دراں عالم صورتیست اگرچہ آں معنی بیچوں بود اما اقسام بیچون ہم آنجا بصورت چون است کہ فہم وافہام باں مربوط است کہ مقصود ازاں اقسام است وچوں سالک متوسط در خود حروف وکلمات مرتبہ مے یابد وسماع وکلام لفظی احساس مے نماید خیال میکنند کہ ایں حروف وکلمات را از اصل شنیدہ است و بے تفاوت: زانجا اخذ کردہ مے داند کہ ایں حروف وکلمات صور خیالیہ آں معنی متلقی است وایں سماع وکلام لفظی تمثال سماع وکلام بیچونی ۔ عارف تام المعرفت را باید کہ حکم ہر مرتبہ را جدا سازد و یکے را بدیگرے ملتبس گرداند پس سماع وکلام ایں اکابر کہ بمرتبہ بیچونی مربوط است از قبیل تلقی والقاے روحانی است وایں کلمات وحروف کہ تعبیر ازاں معنی متلقی باں مے نمایند از عالم صور مثالیہ ۔ وگرو ہے کہ گمان بردہ اند کہ ما حروف وکلمات را ازاں حضرت جل سلطانہ استماع مے نمائیم: دو فریق اند یکے ازاں دو فریق کہ احسن حال اند مے گویند کہ ایں حروف وکلمات حادثہ مسموعہ دال اند براں کلام نفسی قدیم: فریق دیگر اطلاق قول بسماع کلام حق جل شانہ مے نماید وہمیں حروف وکلمات مرتبہ را کلام حق میدانند جل وعلا وفرق نمے کنند درمیان آنکہ لایق بشان او تعالےٰ کدام است: وکدام است کہ شایان جناب قدس او نیست سبحانہ وھم الجہال البطال لم یعرفوا ما یجوز علی اللہ سبحانہ عما لا یجوز علیہ تعالیٰ سُبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت السمیع العلیم الحکیم والصلوٰۃ والسلام علی خیر البشر والہ واصحابہ الاطہر" +

حضرت موسے اپنے مقام سے مع اپنے گھر والوں کے مصر کو روانہ ہوئے تھے ۔ جو جو خیالات حضرت موسے کو نسبت اُن مشکلات کے ہونگے جو مصر میں پیش آنے والی تھیں ۔ اور اپنی قوم کو فرعون کے ظلم سے نجات دینے کی مشکلات نے اُن کے دل کو کس قدر غمگین و متفکر کیا ہوگا اور ان تمام حالتوں کے سبب اُن کو ذات باری میں کس قدر استغراق نہ ہوگا ۔ کیونکہ ایسی مشکلات لاینحل کے حل کرنے میں بجز ذات باری پر بھروسہ کے دوسرا کوئی بھروسہ نہ تھا ۔ یہ تمام اسباب تھے حضرت موسے کو ذات باری میں دل طور پر مستغرق ہو جانے کے ۔ اور فطرت نبوت جو خدا نے اُن میں پیدا کی تھی سب سے زیادہ اس استغراق کا باعث تھی +

اتفاق سے وہ رستہ بھولے ہوئے تھے جب اُنھوں نے ایک طرف آگ دیکھی تو اُس طرف گئے ۔ جب اُس کے قریب پہنچے تو انہوں نے اُس جنگل کو پہچانا کہ وہ وادی ایمن یا طویٰ ہے جو پہلے سے نہایت مقدس اور متبرک اور خدا کی جگہ سمجھا جاتا تھا ۔ دفعۃً اس بات کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قالوا امنا برب العلمین (۱۱۸)	بولے کہ ہم ایمان لائے عالموں کے پروردگار پر (۱۱۸)

معلوم ہونے سے خدا کی طرف طبیعت کا ذوق اور خدا کا شوق بھڑک اُٹھا۔ اور اُن کے کان میں آواز آئی۔ یاموسیٰ انی انا ربك۔ انہ انا اللہ العزیز الحکیم۔ انی انا اللہ رب العالمین۔ فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی۔ یہ آواز کسی بولنے والے کی نہ تھی نہ خدا کی آواز تھی کیونکہ جیسا ہم نے ابھی بیان کیا خدا کے کلام میں آواز نہیں ہوتی۔ بیشک خدا نے یہ الفاظ جو کلام خدا تھے موسیٰ کے دل میں ڈالے اور خود موسیٰ کے دل کی آواز اُس کے کان میں آئی جو خدا کے پکارنے سے تعبیر کی گئی ہے۔

اُسی جوش دلی اور استغراق قلبی کا سبب تھا جس سے حضرت موسیٰ کو اپنی حیثیت کا ذہول ہوا اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر کہنے لگے۔ رب ارنی انظر الیك۔ خدا نے جواب دیا نہ اپنی آواز سے اور نہ کسی فانی جسم میں آواز ڈالنے سے بلکہ خود موسیٰ کے دل میں اپنا کلام ڈالنے سے کہ۔ لن ترانی۔ جہاں جہاں خدا اور موسیٰ میں کلام ہونے کا ذکر ہے اُس کی یہی ماہیت ہے۔ اور وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ کی یہی حقیقت ہے هذا ما الهمنی اللہ فی حقیقۃ کلامہ العظیم وھو الھادی الی الصراط المستقیم ۔

دوازدہم حقیقت تجلی بالجبل

پہاڑ پر خدا کی تجلی ہونے اور آگ کی صورت میں نزول فرمانے کی نسبت تفسیروں میں بہت کچھ بھرا ہوا ہے مگر قرآن مجید میں یہ واقعہ نہایت صاف صاف اور سیدھے لفظوں میں بیان ہوا ہے جس میں کچھ بھی پیچیدہ بات نہیں ہے چنانچہ سورہ طٰہٰ میں خدا نے فرمایا کہ کیا تجھ تک موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے۔ جب کہ اُس نے آگ کو دیکھا پھر اپنے گھر والوں سے کہا کہ ٹھیر جاؤ مجھ کو آگ دکھائی دی ہے شاید میں تمہارے لئے اُس میں سے جلتی ہوئی لکڑی لے آؤں یا اُس آگ پر کسی راہ بتانے والے کو پاؤں۔ پھر جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچے اُس کو پکارا گیا یعنی آواز آئی کہ اے موسیٰ بیشک میں تیرا خدا ہوں اپنی جوتی پاؤں سے اُتار بیشک تو پاک میدان میں ہے۔

وھل اتٰك حدیث موسیٰ۔ اذ رای نارا فقال لاھلہ امکثوا انی انست نارا لعلی اتیکم منھا بقبس او اجد علی النار ھدی۔ فلما اتٰھا نودی یا موسیٰ۔ انی انا ربك فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی۔

۲۰ - طٰہٰ - ۸ - ۱۲

یہی مضمون کسی قدر الفاظ کی تبدیل سے سورہ نمل میں آیا ہے کہ۔ جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھ کو آگ دکھائی دی ہے میں

اذ قال موسیٰ لاھلہ انی انست نارا ساتیکم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

موسے و ہارون کے پروردگار پر (۱۱۹)	رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (۱۱۹)

منها بخبر او اتیکم بشهاب قبس لعلکم تصطلون - فلما جاءها نودی ان بورک من فی النار ومن حولها وسبحان الله رب العالمین - یاموسیٰ انه انا الله العزیز الحکیم -

۲۸ - نمل - ۷ - ۹ +

وہاں سے تمہارے لئے کوئی خبر لاتا ہوں یا تمہارے لئے جلتی لکڑی لاتا ہوں تاکہ تم تاپو - پھر جب موسےٰ آگ کے پاس آیا تو آواز دی گئی کہ برکت دی گئی اُس کو جو آگ کے قریب ہے (یعنی موسے کو) اور اُس کو جو اُس کے گرد ہے (یعنی ہارون کو جو موسے کے گھر کے لوگوں کے ساتھ تھے) اور پاک ہے اللہ پروردگار عالموں کا اے موسےٰ ٹھیک بات یہ ہے کہ میں ہوں خدا زبردست حکمت والا +

اور سورہ قصص میں اس طرح فرمایا ہے کہ - جب موسےٰ مدین سے اپنے گھر والوں کو

فلما قضی موسیٰ الاجل وسار باهله انس من جانب الطور نارا قال لاهله امکثوا انی انست نارا لعلی اتیکم منها بخبر او جذوة من النار لعلکم تصطلون - فلما اتاها نودی من شاطئ الواد الایمن فی البقعة المبارکة من الشجرة ان یاموسیٰ انی انا الله رب العالمین -

۲۸ - قصص - ۲۹ و ۳۰ +

لیکر غالباً مصر کے جانے کے قصد سے روانہ ہوا تو اُس نے طور کی جانب آگ دیکھی اُس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ ٹھیرو میں نے آگ کو دیکھا ہے شاید میں وہاں سے تمہاری کوئی خبر یا مجھے تھوڑی سی آگ لاؤں تاکہ تم تاپو پھر جب موسےٰ آگ کے پاس آئے تو مبارک میدان کے کنارہ سے مبارک جگہ میں درخت کی طرف سے آواز دی گئی کہ اے موسےٰ بیشک میں اللہ ہوں پروردگار عالموں کا +

اور سورہ اعراف میں یوں آیا ہے کہ - جب موسےٰ ہماری مقرر کی ہوئی جگہ میں آیا اور

ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلمه ربه قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانه فسوف ترانی فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا وخر موسیٰ صعقا - فلما افاق قال سبحانک تبت الیک وانا اول المؤمنین -

۷ - سورۃ اعراف - ۱۳۹ و ۱۴۰ +

اُس کے پروردگار نے اُس سے کلام کیا تو موسےٰ نے کہا اے پروردگار اپنے تئیں مجھے دکھلادے خدا نے کہا کہ تو مجھے نہ دیکھیگا مگر اُس پہاڑ کی طرف دیکھ پھر اگر وہ اپنی جگہ پر قایم رہے تو تو مجھ کو بھی دیکھ لیگا - پھر جب اُسکے پروردگار نے پہاڑ کے لئے تجلی کی تو اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور گر پڑے موسےٰ بیہوش ہو کر - پھر جب ہوش آیا تو کہا کہ پاک ہے تو معافی مانگتا ہوں تجھ سے اور میں پہلا ایمان والوں میں ہوں +

اگر ان قصوں اور کہانیوں سے قطع نظر کی جاوے جو یہودیوں نے اُس کی نسبت بنائی ہیں اور اُن کی کتابوں میں مندرج ہیں اور جن کی پیروی کرکے ہمارے ہاں کے مفسروں نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ	فرعون نے کہا کہ تم ایمان لے آئے اُس سے پہلے کہ میں تم کو اجازت دوں

اُنہی قصوں کو مختلف طرح پر اپنی تفسیروں میں بھر دیا ہے اور صرف قرآن مجید کی آیتوں پر غور کیا جاوے تو ان آیتوں سے مندرجہ ذیل امور پائے جاتے ہیں ✦

۱۔ موسے نے جو آگ دیکھی تھی حقیقت میں وہ آگ ہی تھی نہ خدا تھا اور نہ خدا کا نور اور نہ ہرے سبز درخت میں سے وہ آگ روشن ہوئی تھی اور درخت نہیں جلتا تھا جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ صرف بات اس قدر تھی کہ درحقیقت حضرت موسے نے پہاڑ کی جانب آگ جلتی ہوئی دیکھی رستہ پر آگ جلانا پرانی قوموں کا دستور تھا۔ رات کا وقت اور موسم سردی کا تھا اور جنگل میں حضرت موسے رستہ بھی بھول گئے تھے اُنہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ٹھیرو میں وہاں جاتا ہوں یا وہاں کوئی شخص رستہ بتانے والا مل جاویگا۔ یا میں تمہارے لئے وہاں سے کوئی جلتی ہوئی لکڑی لے آؤنگا جس سے تم تاپنا تاکہ سردی سے بچو ✦

یہ واقعہ کوہ سینا یا کوہ طور کے قریب موسے پر گذرا تھا جب کہ وہ مدین سے اپنے گھر کے لوگوں کو لیکر مصر کو جاتے تھے۔ ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں اس بات کو کامل تحقیقات سے ثابت کر دیا ہے کہ طور سینا آتشیں پہاڑ تھا اُس میں سے جو لو نکلی ہوگی اُس کو حضرت موسے نے دیکھ کر یہ بات کہی کہ میں نے آگ دیکھی ہے وہاں سے کوئی خبر یا تھوڑی سی آگ لیکر آتا ہوں ✦

۲۔ ان آیتوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو آواز موسے کو وہاں آئی یا جو کلام خدا نے موسے سے کیا اُس کو اُس آگ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ سورہ طٰہٰ اور سورہ نمل میں بیان ہوا ہے کہ جب حضرت موسے آگ کے پاس آئے تو اُن کو آواز دی گئی۔ نہ وہاں یہ بیان ہوا ہے کہ آگ نے آواز دی نہ یہ بیان ہوا ہے کہ آگ میں سے آواز آئی بلکہ باوجودیکہ آگ کا ذکر وہاں موجود ہے اور پھر نودی صیغہ مجہول کا آیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آواز یا کلام کو آگ سے کچھ تعلق نہیں تھا۔ مثلاً ایک شخص دریا میں سے پانی بھرنے جاوے اور وہ کہے کہ جب میں دریا کے قریب پہنچا تو میں نے پکارنے کی آواز سُنی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خواہ دریا میں سے وہ آواز آئی۔ اسی طرح جب حضرت موسے آگ کے قریب پہنچے تو اُن کے کان میں آواز آئی۔ پس اس بات کا قرار دینا کہ وہ آواز آگ میں سے آئی تھی کسی طرح قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا ✦

علاوہ اس کے سورہ قصص میں بیان ہوا ہے کہ مبارک جنگل کے کنارہ سے ایک درخت کی طرف سے وہ آواز آئی تھی اور یہ آیت نص صریح اس بات کی ہے کہ آگ میں سے آواز

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنَّ هٰذَا لَمَکْرٌ مَّکَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ	بیشک یہ ایک مکر ہے کہ تم نے کیا ہے اس شہر میں

نہیں آئی تھی +

سورہ قصص کی آیت میں آواز کا آنا من الشجرۃ بیان ہوا ہے لفظ من سے خاص درخت میں سے آواز کا آنا نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس آیت میں خود خدا نے جانب کے معنی کی تصریح کردی ہے جہاں فرمایا ہے من جانب الطور۔ اور اسی تصریح پر من شاطی الواد الایمن۔ ای من جانب الشاطی الواد الایمن۔ من الشجرۃ ای من جانب الشجرۃ محمول کیا جاتا ہے۔ اور یہ خیال کرنا کہ یہ شجر وہ شجر تھا جس میں آگ روشن ہوئی تھی اور درخت سبز کا سبز تھا اور نہیں جلتا تھا اور حضرت موسٰے نے اسی سبز درخت میں آگ دیکھی تھی یہودیوں کی کتابوں کی کہانیاں اور بے ثبوت قصے ہیں قرآن مجید سے مطلق ثابت نہیں ہے۔ سورہ یٰسین میں جو آیا ہے کہ من الشجر الاخضر نارا۔ اُس کو حضرت موسٰے کے قصہ سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے +

۳۔ تجلی للجبل کی نسبت بہت تھوڑی گفتگو کرنی ہے حضرت موسٰے نے یہ کہا۔ رب ارنی انظر الیک۔ اس کی تفصیل سورہ بقر میں بیان ہو چکی ہے کہ کس حالت ذہول میں حضرت موسٰے نے یہ ناممکن خواہش خدا سے کی تھی اُس کا جواب خدا کی طرف سے بجز۔ لن ترانی۔ کے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر چونکہ خدا کا وجود اُس کی تمام مخلوقات سے اور خصوصاً ایسی مخلوق سے جو لوگوں کی آنکھ میں زیادہ تر عجیب ہیں ثابت ہوتا ہے اس لئے خدا نے حضرت موسٰے کو اُس عجیب مخلوق کی طرف متوجہ کیا جو اُن کے قریب موجود تھی اور جس سے خدا کی شان و قدرت ظاہر ہوتی تھی۔ یعنی اُس آتشیں پہاڑ کی طرف جو روشن ہونا شروع ہوا تھا اور جس کی لَو کو حضرت موسٰے دیکھ کر آگ لینے دوڑے تھے مگر جب وہ پہاڑ بھڑکا اور گر جا اور اس کے پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اُڑے تو حضرت موسٰے غش کھا کر گرے۔ پھر جب ہوش آیا تو اُس سوال سے توبہ کی اور کہا انا اول المومنین +

تجلی خدا کی اُس کی تمام مخلوق میں موجود ہے جیسا کہ ہم نے سورہ بقر میں بیان کیا ہے پس فلما تجلی ربہ للجبل کے معنی یہ ہیں کہ۔ فلما ظہر شان ربہ وکمال قدرتہ علی الجبل استر موسیٰ وخر صعقا +

سیزدہم۔ بیان کتابت فی الالواح

یہ وہیں پتھر کی تختیاں تھیں جن پر وہ احکام لکھے ہوئے تھے جو بنی اسرائیل کے لئے
قال یاموسی انی اصطفیتک علی الناس خدا نے دئے تھے توریت میں ایک جگہ لکھا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۱۲۰)	تاکہ اس میں سے نکال دو اُس کے رہنے والوں کو پھر جلد تم جان لو گے (۱۲۰)

برسالاتی وبکلامی فخذ ما اتیتک وکن من الشاکرین۔ وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیء موعظۃ وتفصیلا لکل شیء فخذھا بقوۃ وأمر قومک یاخذوا باحسنھا ساوریکم دار الفاسقین۔

سورۂ اعراف ۔ ۴۱ و ۲۲ +

ولما رجع موسیٰ الی قومہ غضبان اسفا قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم والقی الالواح واخذ براس اخیہ یجرہ الیہ۔ ولما سکت عن موسیٰ الغضب اخذ الالواح وفی نسختھا ھدی ورحمۃ للذین ھم لربھم یرھبون۔

۔ سورۂ اعراف ۔ ۱۴۹ ۔ ۱۵۲ +

کہ جب خدا نے موسیٰ کو سب احکام بتا دئے تو موسیٰ نے اُن تمام حکموں کو جو خدا نے دئے تھے لکھ دیا ۔ (سفر خروج باب ۲۴ ورس ۴) اس سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو لکھنا آتا تھا ۔ دوسری جگہ لکھا ہے کہ ۔ خدا نے موسیٰ سے کہا کہ میرے پاس پہاڑ پر آ تاکہ پتھر کی لوحیں اور توریت اور احکام جو میں نے لکھے ہیں تجھ کو دوں تاکہ بنی اسرائیل کو تعلیم کرے (سفر خروج باب ۲۴ ورس ۱۲) اور ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ ۔ جب خدا موسیٰ سے بات چیت کر چکا تو لوحیں شہادت کی یعنی پتھر کی لوحیں جو خدا کی انگلی سے لکھی ہوئی تھیں موسیٰ کو سپرد کیں ۔ (سفر خروج باب ۳۱ ورس ۱۸) ۔ اور ایک جگہ پھر لکھا ہے کہ ۔ چالیس دن رات پہاڑ پر رہنے کے بعد خدا نے دو پتھر کی لوحیں جو خدا کی انگلی سے لکھی گئی تھیں موسیٰ کو دیں اور جو کچھ خدا نے پہاڑ میں بنی اسرائیل کے سرداروں سے آگ کے بیچ میں سے کہا تھا لکھا گیا تھا (سفر توریہ مثنیٰ باب نہم ورس ۱۰ و ۱۱) بعد اس کے جب حضرت موسیٰ اُن لوحوں کو لیکر آئے اور ہارون پر خفگی ہونے کی حالت میں اُن کو پھینک دیا اور وہ ٹوٹ گئیں تو خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ ۔ اپنے لئے پتھر کی دو لوحیں پہلی لوحوں کے برابر بنا دے اور میرے پاس پہاڑ میں لے آ اور اُن کے لئے لکڑی کا ایک صندوق بنا ۔ جو کلمات کہ پہلی لوحوں پر لکھے ہوئے تھے ۔ وہ میں پھر اُن لوحوں پر لکھ دونگا ۔ موسیٰ نے ایسا ہی کیا اور خدا نے پہلی تحریر کے موافق اُن دس کلموں کو جو خدا نے بنی اسرائیل پر پہاڑ پر آگ کے بیچ میں سے کہے تھے لکھ دئے اور لوحیں موسیٰ کو دیں موسیٰ نے احتیاط سے اُن کو صندوق میں رکھ چھوڑا (سفر توریہ مثنیٰ باب ۱۰ ورس ۱ لغایت ۵) یہ بات ہر کوئی تسلیم کر سکتا ہے کہ خدا کی شان اور اُس کے تنزہ سے بعید ہے کہ وہ خود اپنے ہاتھ یا اپنی انگلی سے مثل ایک سنگتراش کے پتھر پر عبارت کندہ کرے ۔ یہودی اور عیسائی اور وہ تمام لوگ بھی جو ایسے واقعات کو ہمیشہ ایک عجیب پیرایہ میں ظاہر کرنا چاہتے ہیں ان لفظوں کے جو توریت میں ہیں ظاہری معنی نہیں لیتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان لفظوں سے یہ مراد ہے کہ خدا کی قدرت سے وہ کلمات اُس پر کندہ کئے گئے تھے ۔ [illegible] سے

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲۳﴾	اور تو ہم کو سزا نہیں دیتا مگر اس پر کہ ہم ایمان لائے ہیں اپنے پروردگار کی نشانیوں پر جبکہ وہ ہمیں پہنچا۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو صبر دے اور مار ہم کو مسلمانی میں ﴿۱۲۳﴾

اور اُس طرز بیان سے جو توریت میں آیا ہے بخوبی پایا جاتا ہے کہ وہ لوحیں خود حضرت موسٰے نے بنائی تھیں اور جو احکام خدا نے اُن کو دئے تھے وہ خود حضرت موسٰے نے اُن پر کندہ کئے تھے +

ہمارے علمائے مفسرین نے اس بات پر بحث کی ہے کہ وہ لوحیں کس چیز کی تھیں اور کے تھیں بعضوں نے کہا دس تھیں بعضوں نے کہا سات تھیں کسی نے کہا زمرد کی تھیں کسی نے کہا سبز زبرجد کی تھیں اور سرخ یاقوت کی تھیں۔ حسن نے کہا کہ لکڑی کی تھیں جو آسمان سے اُتری تھیں اور وہب کا قول ہے کہ وہ سخت پتھر کی تھیں اُن کو خدا نے موسٰے کے لئے نرم کردیا تھا +

وقال وهب كانت من صخرة صماء لينها الله لموسى عليه السلام (تفسیر کبیر) +

بہرحال وہ لوحیں کسی چیز کی ہوں وہ چنداں بحث کے قابل نہیں ہیں جو امر بحث طلب ہے وہ یہ ہے کہ اُن پر لکھا کس نے تھا ہمارے علما نے درحقیقت اس میں سکوت اختیار کیا ہے اگرچہ بعضوں کا قول ہے کہ جبرئیل نے لکھا تھا مگر تفسیر کبیر میں قول فیصل یہ لکھا ہے کہ آیت کے لفظوں سے کتابت فی الالواح کی کیفیت معلوم نہیں ہوتی پس اگر اور کسی قوی دلیل سے اُس کی کیفیت معلوم نہ ہو تو سکوت کرنا چاہئے +

واما كيفية الكتابة فقال ابن جريج كتبها جبرئيل بالقلم الذي كتب به الذكر واستمد من نهر النور واعلم انه ليس في لفظ الآية ما يدل على كيفية تلك الالواح وعلى كيفية تلك الكتابة فان ثبت ذلك التفصيل بدليل منفصل قوي وجب القول به والا وجب السكوت عنه (تفسیر کبیر) +

مَیں یہ بات کہنی چاہتا ہوں کہ آیت کے لفظوں سے یہ بات تعینی معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالےٰ ان لوحوں کا کاتب نہ تھا کیونکہ تمام قرآن مجید میں لفظ "کتب" کا جہاں آیا ہے اُس سے خدا کی نسبت فعل کتابت کی مراد نہیں لی گئی بلکہ مقرر کرنے فرض کرنے کے معنی لئے گئے ہیں چنانچہ "کتبنا" کے ہر جگہ سب علما نے یہی معنی قرار دئے ہیں "علی" اور "لہ" جو بہت کے صلہ میں آتا ہے اُس سے کچھ تغیر معنی میں نہیں ہوتا۔ بلکہ "فی" کے صلہ میں آنے سے بھی کچھ تغیر واقع نہیں ہوتا چنانچہ سورۂ انبیا کی ایک سو پانچویں آیت میں یہ الفاظ آئے ہیں "ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادي الصالحون" یہ بات ظاہر ہے کہ زبور کا لکھنا یعنی فعل کتابت کسی نے بھی خدا کی طرف منسوب نہیں کیا پس اُس کے معنی یہی ہیں کہ "فرضنا في الزبور" پس قرآن مجید کی کوئی آیت اس بات پر اشارہ بھی نہیں کرتی کہ ان کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ (۱۲۱) قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ (۱۲۲)

بیشک میں کاٹ ڈالوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں برخلاف سے پھر تم کو سولی دیدونگا تم سب کو (۱۲۱) انہوں نے کہا بیشک ہم اپنے پروردگار کے پاس پھر جانے والے ہیں (۱۲۲)

کا کاتب خدا تھا۔ بلکہ جس طرح خدا تعالے کبھی بندوں کے اور اشیا کے بعض افعال کو اپنی طرف نسبت کرتا ہے اس طرح بھی فعل کتابت الواح کا خدا نے اپنی طرف منسوب نہیں کیا +

اب رہی یہ بات کہ پھر اُن پر کس نے لکھا تھا حضرت موسے کے سوا وہاں اور کوئی لکھنے والا نہ تھا۔ وہب نے جو یہ کہا ہے کہ وہ سخت پتھر کی لوحیں تھیں خدا نے موسے کے لئے اُن کو نرم کر دیا تھا۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہب کے نزدیک بھی حضرت موسے ہی اُن کے لکھنے والے تھے +

حضرت موسے ایک مہینہ میں واپس آنے کا اقرار کرکے پہاڑ پر گئے تھے اُن کو جو مہینہ بھر عبادت میں مشغول رہنے کا حکم ہوا وہ اُسی کو میعاد عطاے احکام سمجھے حالانکہ احکام اُس کے بعد ملنے کو تھے چنانچہ اس روز میں وہ احکام ملے یا اُن کے کھودنے میں دس دن لگ گئے۔ غرضکہ چالیس دن رات ہوگئے خدا نے جو احکام اُن کو وحی سے بتائے تھے اُنہوں نے چاہا کہ اُن کو پتھر کی لوحوں میں کندہ کریں اور بنی اسرائیل کو جا کر دکھائیں۔ وعدہ سے دس دن زیادہ لگ جانے سے بنی اسرائیل کو اُن کے واپس آنے کی توقع جاتی رہی اور انہوں نے اپنے لئے بطور دیوتا کے بچھڑا بنا لیا اور اُس کی پوجا کرنے لگے +

چہاردہم۔ اتخاذ عجل

بچھڑا بنانے کا کچھ مختصر سا ذکر ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں لکھا ہے مگر اس مقام پر اُس کے متعلق خاص باتوں سے بحث کرنی چاہتے ہیں اور اول اُن آیتوں کو لکھتے ہیں جن سے وہ بحث متعلق ہے +

واتخذ قوم موسیٰ من بعدہ من حلیھم عجلا جسدا لہ خوار الم یروا انہ لا یکلمھم ولا یھدیھم سبیلا ۔

۔ سورۂ اعراف - ۱۴۶ +

خدا نے سورہ اعراف میں فرمایا ہے۔ اور بنایا موسے کی قوم نے موسے کے پہاڑ پر جانے کے بعد اُن کے گہنوں سے بچھڑا جسم کہ اُس کے لئے آواز تھی یعنی اُس میں سے آواز

وما اعجلک عن قومک یموسیٰ قال ھم اولاء علی اثری وعجلت الیک رب لترضی قال فانا قد فتنا قومک من بعدک واضلھم السامری فرجع موسیٰ الی قومہ غضبان اسفا قال یقوم الم یعدکم ربکم وعدا حسنا افطال علیکم العھد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ ۚ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿۱۲۴﴾	اور کہا قوم فرعون کے سرداروں نے کیا تو چھوڑ دیگا موسٰے کو اور اس کی قوم کو تاکہ ملک میں فساد کریں اور تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں (فرعون نے) کہا کہ ابھی ہم ان کے بیٹوں کو یعنی مردوں کو مار ڈالینگے اور ان کی عورتوں کو ہم زندہ رکھینگے اور بیشک ہم ان پر غالب ہیں ﴿۱۲۴﴾

ام اردتم ان یحل علیکم غضب من ربکم
فاخلفتم موعدی قالوا ما اخلفنا موعدک
بملکنا ولکنا حملنا اوزارا من زینۃ القوم فقذفناھا
فکذلک القی السامری فاخرج لھم عجلا جسدا لہ خوار
فقالوا ھذا الھکم والہ موسی فنسی افلا یرون
الا یرجع الیھم قولا ولا یملک لھم ضرا ولا نفعا
ولقد قال لھم ھارون من قبل یا قوم انما فتنتم
بہ وان ربکم الرحمن فاتبعونی و اطیعوا امری
قالوا لن نبرح علیہ عاکفین حتی یرجع الینا
موسی قال یا ھارون ما منعک اذ رایتھم ضلوا
الا تتبعن افعصیت امری قال یا بنؤم لا تاخذ
بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت
بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی قال فما خطبک
یا سامری قال بصرت بما لم یبصروا بہ
فقبضت قبضۃ من اثر الرسول فنبذتھا
وکذلک سولت لی نفسی ۔

بھی نکلتی تھی ◆

اور سورۂ طٰہٰ میں فرمایا ہے کہ اے موسٰے کیا چیز مجھ کو تیری قوم سے چھوڑا کر ایسی جلدی لے آئی۔ موسٰے نے کہا کہ وہ لوگ میری پیروی پر ہیں اور میں جلد چلا آیا تیرے پاس تاکہ تو راضی ہو۔ خدا نے کہا کہ بیشک میں نے تیری قوم کو تیرے پیچھے آفت میں ڈالا ہے اور سامری نے اس کو گمراہ کیا ہے۔ پھر لوٹ آیا موسٰے اپنی قوم کے پاس غصہ میں بھرا ہوا غمگین۔ کہا اے میری قوم کے لوگو کیا تمہارے پروردگار نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا۔ کیا تم پر لمبی مدت گذر گئی یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے غضب نازل ہو پھر تم نے میرے وعدہ کے برخلاف کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے اختیار سے تیرے وعدہ کے برخلاف نہیں کیا و لیکن ہم سے فرعون کی قوم کے گہنوں کا بوجھ اٹھوایا گیا تھا ہم نے اس کو پھینک دیا اور اسی طرح سامری نے ڈال دیا (آگ میں) پھر اس نے ان کے لئے ایک بچھڑا نکالا مجسم کہ اس کے لئے آواز تھی یعنی اس میں سے آواز بھی نکلتی تھی۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ یہ تمہارا پروردگار اور موسٰے کا پروردگار ہے پھر موسٰے بھول گیا ہے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ بچھڑا ان کی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ اس کے اختیار میں ان کے لئے ضرر پہنچانا ہے نہ فائدہ۔ بیشک اس سے پہلے ہارون نے ان سے کہا تھا کہ اے میری قوم تم اس کے سبب سے آفت میں پڑے ہو اور بیشک تمہارا پروردگار خدائے مہربان ہے پھر تم میری

۲۰۔ سورۂ طٰہٰ ۸۵ لغایت ۹۶ ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾

موسٰی نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا سے مدد چاہو اور صبر کرو بیشک تمام زمین اللہ کی ہے اُس کا وارث کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اور انجام کو بھلائی پرہیزگاروں کے لئے ہے ﴿۱۲۸﴾

پیروی کرو اور میرے حکم کو بجالاؤ اُنھوں نے کہا کہ ہم تو اسی کے گرد بیٹھے رہینگے جب تک پھر ہمارے پاس موسٰی آوے ۔ جب موسٰے آئے تو اُنھوں نے کہا اے ہارون کس چیز نے تجھ کو اس بات سے روکا کہ جب تو نے اُن کو گمراہی میں دیکھا تو تو میری پیروی کرے کیا تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی ۔ ہارون نے کہا کہ اے میرے ماں جائے (بھائی) تم میری ڈاڑھی اور میرے سر کے بال مت پکڑو بیشک میں اس بات سے ڈرا کہ تم یہ نہ کہو تو نے تفرقہ ڈالدیا بنی اسرئیل میں اور میری بات کو نگاہ نہ رکھی ۔ موسٰے نے کہا اے سامری تیرا کیا حال ہے اُس نے کہا مجھے ایسی بات سوجھی جو کسی کو وہ نہ سوجھی تھی پھر میں نے رسول کے نقش قدم سے (یعنی حضرت موسٰے کے نقش قدم سے جب کہ وہ پہاڑ پر جانے تھے) مٹی کی مٹھی بھرلی پھر اُس کو بچھڑے میں میں نے ڈالدیا اور اس طرح میرے نفس نے مجھ کو دھوکا دیا ✦

قرآن کے لفظ ہم نے اس مقام پر لکھے ہیں اور اُن کا مطلب بھی جو صاف صاف قرآن کے لفظوں سے نکلتا ہے لکھ دیا اب ہمارے عجائب پرست مفسروں نے اس پر لغو و بیہودہ قصوں پر قصے باندھ دئے ہیں ۔ پہلے تو یہ قرار دیا کہ اُس بچھڑے میں اسی طرح کی آواز تھی جس طرح کہ سچ مچ کی اور خدا کی پیدا کی ہوئی بچھڑے میں آواز ہوتی ہے پھر ضرور ہوا اُس کا کوئی سبب بھی قرار دیں اس لئے "الرسول" کے لفظ سے تو جبرئیل مراد لئے ۔ "بصرت" سے یہ معنی لئے کہ سامری نے جبرئیل کو دیکھا تھا اور کسی نے نہیں دیکھا تھا اور وہ کہاں عین اُس وقت جب کہ بحر احمر سے بنی اسرئیل گذر رہے تھے اور فرعون تعاقب میں تھا اور فرعون کے لشکر اور بنی اسرئیل کے لشکر کے درمیان میں جبرئیل آگئے تھے اُس وقت سامری نے اُن کو دیکھا اور پہچان لیا اور نہایت دور اندیشی سے اُن کی یا اُن کے گھوڑے کے (کیونکہ بعض مفسرین کے نزدیک اُس وقت گھوڑے پر چڑھے ہوئے تھے) پاؤں تلے کی مٹی اُٹھالی کہ کسی وقت کام آوے گی اور یہاں اُس کو کام میں لایا اور بچھڑے کے مُنہ میں ڈالدی وہ سچ مچ کے خدا کے پیدا کئے ہوئے بچھڑے کی مانند بولنے لگا ✦

ان خرافات و لغویات کا کچھ ٹھکانا ہے کیسے جبرئیل وہ کہاں تھے کہاں سمندر کہاں کی بات کہاں لے دوڑے سمندر میں جبرئیل کا آنا کیسا اُن کا گھوڑے پر سوار ہونا کیسا اللہ

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰي رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

اُنہوں نے کہا کہ ہم کو ایذا دی گئی اس سے پہلے کہ تو ہمارے پاس آوے اور اُس کے بعد بھی کہ تو ہمارے پاس آیا۔ (موسےٰ نے) کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور ملک میں تم کو جانشین کرے پھر دیکھے کہ کیسے تم عمل کرتے ہو ﴿۱۲۹﴾ اور بیشک ہم نے گرفتار کیا فرعون کے لوگوں کو قحط میں اور پھلوں کے نقصان ہونے میں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿۱۳۰﴾

کے رسول یعنی موسےٰ وہاں موجود تھے جن کی طرف صاف اشارہ ہے ہمارے مفسرین خدا اُن کو بخشے اُن کو چھوڑ کر سمندر میں جا ڈوبے ۔

ایک لفظ بھی قرآن مجید کا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اُس کو بچھڑے میں سچ مچ کی اور خدا کے پیدا کئے ہوئے بچھڑے کی مانند آواز تھی بلکہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سامری نے اُس بچھڑے کو اس طرح بنایا تھا کہ اُس میں سے آواز بھی نکلتی تھی ہزاروں جانور اب بھی کاریگر اس طرح سے بناتے ہیں کہ وہ اُڑتے ہیں چلتے ہیں حرکت کرتے ہیں بولتے ہیں ۔ سامری نے بھی اُس بچھڑے کو ایسی کاریگری سے بنایا تھا کہ اُس میں سے آواز بھی نکلتی تھی سیدھے مطلب کو ٹیڑھا کرنا ہمارے مفسروں کی عجائب پرستی اور یہودیوں کی تقلید کے سوا کچھ نہیں ہے مذہب اسلام اور خدا کا کلام یعنی قرآن مجید ان سب لغویات سے پاک ہے ۔

یہی قول معتزلے عالموں کا بھی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ۔ اکثر معتزلے مفسروں کا

وقال اكثر المفسرين من المعتزلة انه كان قد جعل ذلك العجل مجوفا ووضع في جوفه الانابيب ويظهر منه صوت مخصوص يشبه خوار العجل وقال آخرون انه جعل ذلك التمثال اجوف وجعل تحته في الموضع الذي نصب فيه العجل من ينفخ فيه من حيث لا يشعر به الناس فسمعوا الصوت من جوفه كالخوار قال صاحب هذا القول والناس قد يفعلون الآن في هذه التصاوير التي يجرون فيها الماء على سبيل الفوارات وما يشبه ذلك فبهذا الطريق وغيره اظهر الصوت من ذلك التمثال ثم القى الى الناس ان هذا العجل الهكم واله موسى ۔

(تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۰۱) ۔

یہ قول ہے کہ سامری نے وہ بچھڑا اندر سے کھوکھلا بنایا تھا اور اُس کے اندر نلیاں لگائی تھیں اُن سے آواز بچھڑے کی آواز کے مشابہ نکلتی تھی اور اَور مفسروں نے یہ کہا کہ وہ مورت کھوکھلی تھی اور جہاں بچھڑا کھڑا کیا گیا تھا اُس کے نیچے ایک ایسا مقام تھا جہاں ایک شخص تھا جو کہ اُس میں پھونکتا تھا اور لوگ اُس کو نہیں جانتے تھے اُس کے پیٹ میں سے بچھڑے کی آواز کی مانند آواز سنتے تھے اس قول کے قائل نے کہا کہ اب بھی لوگ اِن مورتوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا
هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا
بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ
عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ
مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ
بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٩﴾

پھر جب آئی اُن کے پاس نیکی کہنے لگے کہ ہمارے لئے یہ ہے۔ اور جب اُن کو بُرائی پہنچی تو بدشگنی ٹھیرائی موسےٰ اور اسکے ساتھیوں کی۔ جان لے کہ اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ اُن کی بدشگنی اللہ کی طرف سے ہے لیکن اُن میں سے بہت نہیں جانتے ﴿١٢٨﴾ اور انہوں نے موسےٰ سے کہا کہ تو کتنی ہی نشانیاں ہمارے پاس لاوے تاکہ اُن سے ہم پر جادو کرے پھر ہم تجھ پر ایمان نہیں لاوینگے ﴿١٢٩﴾

تاول الخوار على ان السامري صاغ عجلا وجعل فيه خروقا يدخلها الريح فيخرج منها صوت كالخوار ودعاهم الى عبادته فاجابوه وعبدوه - عن الجبائي +

وقيل انه احتال بادخال الريح كما يعمل هذه الآلات التي تصوت بالحيل عن الزجاج والجبائي والبلخي (تفسير مجمع البيان) +

میں جن میں پانی کے فوارے چھوٹتے معلوم ہوتے ہیں اور اسی قسم کی چیزیں معلوم ہوتی ہیں ایسا ہی کرتے ہیں۔ پس اسی طرح اُس بچھڑے کی موت سے آواز نکالی تھی پھر لوگوں کو بتایا کہ یہ بچھڑا اُن کا خدا اور موسےٰ کا خدا ہے +

تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے کہ جبائی نے بچھڑے کی آواز کی نسبت بیان کیا ہے کہ سامری نے بچھڑا بنایا اُس کو اندر سے خالی رکھا اس میں ہوا جاتی تھی پھر اُس سے بچھڑے کی آواز کی مانند آواز نکلتی تھی اور اُس نے لوگوں سے اُس کی پوجا کرنے کو کہا اُن لوگوں نے مان لیا اور اُس کی پوجا کی +

اور اُسی تفسیر میں زجاج اور جبائی اور بلخی کا قول ہے کہ سامری نے بچھڑے میں ہوا کے بھر دینے سے فریب کیا تھا جس طرح اس قسم کی چیزیں دھوکا دینے کے لئے بنائی جاتی ہیں +

بات صرف اس قدر ہے کہ مصر میں رہنے سے بنی اسرائیل کے دل میں بت پرستی کا خیال جما ہوا تھا وہ چاہتے تھے کہ اُن کے لئے کوئی دیوتا بنایا جاوے حضرت موسےٰ سے بھی اُنہوں نے چاہا تھا کہ اُن کے لئے ایک دیوتا بنا دیں انہوں نے اُن کو دھمکا دیا جب وہ پہاڑ پر چلے گئے تو حضرت ہارون کا اتنا خوف اُن کو نہ تھا اُن کے منع کرنے سے اُنہوں نے نہ مانا۔ مصر میں ایک دیوتا تھا جس کا نام "نیوس" تھا اور اُس کی صورت بچھڑے کیسی تھی اُسی صورت کا اُنہوں نے بچھڑا بنایا اور بنانے والے نے اُس میں ایسی ترکیب رکھی کہ اُس ترکیب سے بچھڑے میں آواز نکلتی تھی اور لوگوں کو دھوکا و فریب دینے کے لئے حضرت موسےٰ کے پاؤں تلے کی مٹی حقیقتًا یا صرف دھوکا دینے کو اُس مٹی کو حضرت موسےٰ کے پاؤں تلے کی مٹی بیان کرکے بچھڑے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ (۱۳۰) وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۔ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَى أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ (۱۳۱)

پھر ہم نے اُن پر طوفان اور ٹڈیاں اور پسو اور مینڈک اور خون کی نشانیاں جدا جدا بھیجیں پھر اُنھوں نے سرکشی کی اور وہ قوم تھی گنہگار (۱۳۰) اور جب پڑی آفت تو اُنھوں نے کہا اے موسٰے ہمارے لئے اپنے پروردگار سے جس طرح تم کو حکم دیا ہے دعا کر۔ اگر تو ہم پر سے اس آفت کو دُور کر دیگا تو ہم تجھ پر ایمان لے آویں گے اور ہم تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دینگے۔ پھر جب ہم نے اُن پر سے آفت کو ایک معین وقت تک جس میں وہ پہنچنے والی تھی دور کر دیا تو پھر وہ اپنا اقرار توڑ دیتے تھے (۱۳۱)

میں ڈالدی۔ خود قرآن مجید میں سامری کا قول منقول ہے کہ۔ کذلک سولت لی نفسی۔ یعنی اس طرح اُس کے نفس نے دھوکا دیا ✦

اس مقام پر قابل غور یہ بحث ہے کہ بچھڑا بنانے والا کون تھا توریت میں لکھا ہے کہ خود حضرت ہارون بچھڑا بنانے والے تھے اور خود اُنھوں نے ہی بچھڑے کی پرستش کروائی۔ مگر جب ہم خود توریت کے مضامین پر خیال کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے ہارون کو بھی برکت دی تھی اور تمام احکام جو خدا نے موسٰے کو دئے تھے اُن کی حضرت ہارون ہی تعمیل کرتے تھے بلکہ حضرت موسٰے تو صرف نام ہی کے تھے خدا کے تمام احکام بذریعہ حضرت ہارون پورے ہوتے تھے تو ہم اس بات کو کہ حضرت ہارون اُس بچھڑے کے بنانے والے اور بُت پرستی کی اجازت دینے والے تھے جیسا کہ توریت میں لکھا ہے صحیح تسلیم نہیں کر سکتے۔ یہ بات ممکن ہے کہ یہ بچھڑا اُس زمانہ میں بنایا گیا جبکہ حضرت موسٰے پہاڑ پر تھے اور حضرت ہارون کو تمام بنی اسرائیل پر سردار کر گئے تھے اور اُن کے عہد سرداری میں یہ بچھڑا بنا اس لئے حضرت ہارون کی طرف منسوب کیا گیا۔ مگر یہ بات کہ خود حضرت ہارون اُس کے بنانے والے تھے کسی طرح صحیح متصور نہیں ہوسکتی ✦

قرآن مجید نے صاف صاف بتادیا کہ حضرت ہارون نہیں بلکہ سامری اُس کا بنانے والا تھا۔ ہمارے مفسرین کی جیسی عادت ہے کہ تفسیروں میں رطب ویابس صحیح وغلط روایتیں بھر دیتے ہیں اسی طرح سامری کی نسبت بھی روایتیں بھر دی ہیں جن میں سے بعض کی کچھ اصلیت بھی ہے تو ٹھیک طرح پر بیان نہیں کیں۔ اور بعضوں نے نہایت غلطی سے سامری خاص اُس کو بنانے والا کا لکھا ہے جو بالکل غلط ہے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

پھر ہم نے اُن سے بدلا لیا پھر ہم نے اُن کو سمندر میں ڈبو دیا۔ اس لئے کہ وہ جھٹلاتے تھے ہماری نشانیوں کو اور اُن سے غافل تھے (۱۳۶) اور ہم نے وارث کیا اُس قوم کو جو ضعیف گنی جاتی تھی زمین کی مشرقوں اور اُس کی مغربوں کا جس زمین میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔ اور پورا ہوا اچھا وعدہ تیرے پروردگار کا بنی اسرائیل پر اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے خراب کر دیا اُس کو جو کیا تھا فرعون اور اُس کی قوم نے اور اُس کو جسے انہوں نے بڑھایا تھا (۱۳۷)

عیسائی علما نے یہ بات چاہی ہے کہ قرآن مجید کی غلطی ثابت کریں مسٹر سیلڈن نے کہا کہ دراصل ہارون اور سامری ایک ہی شخص ہے نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غلطی سے اُن کو دو سمجھا ہے۔ شمریا شامر عبری لفظ ہے اور اُس کے معنی محافظ کے ہیں اور جب کہ موسیٰ پہاڑ پر گئے تھے تو ہارون بنی اسرائیل کے محافظ ہوئے تھے اور اس لئے وہی شامر تھے ✦

مگر مسٹر سیلڈن کا یہ قیاس محض غلط ہے اس لئے کہ اگر یہ لفظ قرآن مجید میں اخذ کیا جاتا تو اُس کے ساتھ یائے نسبت کسی طرح نہیں آسکتی تھی۔ اور اگر وہ علم یعنی خاص شخص کا نام تصور ہوتا تو اُس پر الف لام لازم نہیں آسکتا تھا حالانکہ قرآن مجید میں یائے نسبت اور الف لام دونوں موجود ہیں یعنی "السامری" آیا ہے پس یہ دونوں خیال محض غلط ہیں ✦

صحیح امر جس کو ہمارے مفسرین نے بھی بیان کیا ہے یہ ہے کہ بچھڑے کا بنانے والا سمارتن والوں کا ایک شخص تھا جس کا نام بیان نہیں ہوا پس "السامری" کے معنی یہ ہیں کہ "رجل من الذین ھم السامرۃ" مسٹر سیل نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اُس زمانہ میں سمارتن قوم موجود نہ تھی بلکہ اُس کے بہت زمانہ بعد وہ قوم بنی تھی ✦

مگر اس اعتراض میں بھی غلطی ہے قرآن مجید کے الفاظ سے اُس وقت یہی نام ہونا لازم نہیں آتا۔ بنی اسرائیل کے بارہ سبط تھے اور سب ایک سلطنت کے ماتحت تھے مگر جب "رحبعام" حضرت سلیمان کا بادشاہ ہوا تو بنی اسرائیل کے دس سبط نے اُس سے بغاوت کی۔ "یربعام" پسر نباط کو اپنا بادشاہ بنایا اُس نے اپنے ملک میں بمقام بیت ایل اور دان کے سونے کے بچھڑے بنائے (دیکھو اول سلاطین باب ۱۲ ورس ۲۸ و ۲۹) اور اُن کی پرستش شروع کی۔ جب کہ "عمری" اُن لوگوں پر بادشاہ ہوا تو اُس نے کوہ شومرون کو اُس کے مالک سے جس کا نام "شمر" تھا خرید لیا اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾

اور پار اُتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پھر وہ آپہنچے ایک قوم کے پاس جو اپنے بتوں کے گرد بیٹھی رہتی تھی (یعنی اُن کی پوجا کرنے کو) بنی اسرائیل نے کہا اے موسٰے ہمارے لئے بھی ایسے ہی معبود بنادے جیسے کہ اُن کے معبود ہیں۔ موسٰے نے کہا کہ بیشک تم لوگ جہالت کرتے ہو ﴿۱۳۸﴾ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ لوگ ہلاک ہونیوالے ہیں جس میں کہ یہ ہیں اور باطل ہے جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں ﴿۱۳۹﴾ موسٰے نے کہا کہ کیا میں چاہونگا خدا کے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود۔ اور اُسی نے تم کو بزرگی دی ہے عالموں پر ﴿۱۴۰﴾

وہاں شہر بنایا جو دار الخلافت ہوگیا (دیکھو اول سلاطین باب ۱۶ درس ۲۳ لغایت ۲۵) اور اسی سبب سے وہ لوگ سمارتن یا شامری یا سامری مشہور ہوئے اور وہ قوم جس میں کے شخص نے بنی اسرائیل کے لئے بچھڑا بنایا تھا قرآن مجید کے بہت پہلے سے سامری کے نام سے کہلاتی تھی۔ قرآن مجید میں السامری کہنے سے صرف یہ اشارہ ہے کہ اُس کا بنانے والا اُس قوم میں سے تھا جنہوں نے آخر کار یاربعام کی اطاعت کرکے سونے کے بچھڑوں کی پرستش کی تھی اور جو لوگ سامری یعنی سمارتن کے لقب سے مشہور ہیں ؛

جو لوگ کہ توریت کے اُن مقامات کو جو قرآن مجید کے بیان کے مخالف ہیں قرآن مجید کی غلطی ثابت کرنے کو پیش کرتے ہیں اُن کو ایسی جرأت کرنے سے پہلے توریت کے تمام مضامین مندرجہ کی صحت ثابت کرنی چاہئے۔ اور اُن کو اس بات کا بھولنا نہیں چاہئے کہ اب تک یہ بھی تحقیق نہیں ہوا ہے کہ موجودہ توریت کس نے لکھی اور کب لکھی گئی خود توریت سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس کے مضامین یادوں سے اور کچھ تحریروں سے اخذ کئے گئے ہیں اور بہت سی باتیں جو اُس زمانہ میں جب کہ وہ لکھی گئی یہودیوں میں مشہور یا مروج تھیں وہ بھی اُس میں داخل کی گئی ہیں اور جو مضامین اس میں داخل ہیں وہ ایسے افسانہ آمیز ہیں کہ جب تک اُن افسانوں کو علیحدہ نہ کیا جاوے اصل واقعہ پر کسی طرح یقین نہیں ہوسکتا۔ بشپ کینال نے جو کچھ اس کی نسبت لکھا ہے اُس کو بھی بھولنا نہیں چاہئے پس یہ امر کہ کوئی واقعہ جو توریت کے برخلاف ہو وہ صحیح نہیں ہے اُس کو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کرسکتا۔ بلاشبہ توریت میں احکام الٰہی بھی مندرج ہیں اور وہ ،، فیہا ھدی و نور ،، کہنے کے مستحق ہیں اور تاریخی واقعات بھی ہیں جو غلطی سے پاک نہیں ؛

وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

اور یاد کرو جبکہ ہم نے تم کو چھڑوایا فرعون کے لوگوں سے جو کہ تم کو پہنچاتے تھے بُرا عذاب ، مار ڈالتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو ۔ اور اس میں تمہارے لئے تمہارے پروردگار کی جانب سے بڑی آزمائش تھی ﴿۱۴۱﴾ اور وعدہ کیا ہم نے موسےٰ سے تیس رات کا (کہ پہاڑ پر آکر خدا کی عبادت کرے جب توریت دیجاوے گی) اور تمام کیا ہم نے اُس کو دس سے (یعنی اسکو پورا کیا) پھر پورا ہوا مقرر کیا ہوا وقت اُس کے پروردگار کا چالیس رات میں ۔ اور (پہاڑ پر جاتے وقت) موسےٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میری قوم میں میرا جانشین ہو اور اصلاح کے کام کرو اور مفسدوں کے طریقہ کی پیروی نہ کرو ﴿۱۴۲﴾

یازدہم ۔ ستر آدمیوں کا منتخب کرنا

قرآن مجید میں ایک جگہ یہ بیان ہوا ہے کہ لوگوں کی قوم نے حضرت موسےٰ سے کہا کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لانے کے جب تک کہ ہم کھلم کھلا خدا کو نہ دیکھ لیں اور سورہ اعراف میں فرمایا ہے کہ موسےٰ نے ستر آدمیوں کو خدا کے وعدہ کی جگہ لے جانے کے لئے منتخب کیا ۔

واذ قلتم یاموسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ فاخذتکم الصعقۃ وانتم تنظرون ۔
سورۂ بقر آیت ۵۲ ۔

واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا ۔
سورۂ اعراف آیت ۱۵۴ ۔

حضرت موسےٰ نے بھی بحالت ذہول خدا سے کہا تھا کہ " رب ارنی انظر الیک " خدا نے جواب دیا تھا کہ " لن ترانی ولکن انظر الی الجبل " ۔ بنی اسرائیل نے بھی حضرت موسےٰ سے کہا کہ ہمیں خدا دکھا ۔ وہ حضرت موسےٰ پر یہ واقعہ خود گذر چکا تھا اور وہ جان چکے تھے کہ خدا کا دیکھنا محال ہے بلکہ صرف خدا کے وجود پر ایقان ہی خدا کا دیدار ہے ۔ اور خدا کے وجود پر ایقان اُس کی عجائب مخلوقات پر غور و فکر کرنے اُس کے دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے ۔ خدا نے حضرت موسےٰ کو بھی اُس عجیب ہیبت ناک آتشین پہاڑ کی طرف خدا پر ایقان لانے کے لئے متوجہ کیا تھا اسی طرح حضرت موسےٰ نے بنی اسرائیل میں سے ستر آدمیوں کو خدا کی اُس قدرت کاملہ اور تجلی شان دکھانے کو منتخب کیا تھا کہ اُن کو بھی ایقان وجود باری عز اسمہ پر حاصل ہو ۔

۱ ضمیر المؤنث فی کلمۃ اتممناھا عندنا راجع الی مصدر وعدنا وھو المواعدۃ کان قولہ تعالیٰ اعدلوا ھو اقرب للتقوی ۔ منہ

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيْقَاتِنَا
وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ
اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ
انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ
مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا
تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ
جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ
خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ﴿۱۳۹﴾
فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ
اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۰﴾
قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى
النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ فَخُذْ
مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

اور جب موسٰے آیا ہمارے مقرر کئے ہوئے مقام
پر اور اُس سے کلام کیا اُس کے پروردگار نے۔
موسٰے نے کہا اے میرے پروردگار اپنے تئیں مجھے
دکھائیے تاکہ میں تجھ کو دیکھوں۔ خدا نے کہا تو مجھ کو
ہرگز نہ دیکھ سکیگا ولیکن تو دیکھ اُس پہاڑ کی طرف
پھر اگر پہاڑ اپنی جگہ پر ٹھیرا رہے تو تو بھی مجھے دیکھ
سکیگا۔ پھر جب تجلی کی اُس کے پروردگار نے پہاڑ پر
اُس کو کر دیا ٹکڑے ٹکڑے اور گر پڑے موسٰے بیہوش ہو کر ﴿۱۳۹﴾
پھر جب ہوش آیا تو بولے پاک ہے تو میں تیرے
آگے توبہ کرتا ہوں اور میں پہلا ایمان لانیوالا ہوں ﴿۱۴۰﴾
خدا نے کہا اے موسٰے میں نے اپنے پیغام دیکر اور اپنی باتیں
سنا کر تجھ کو لوگوں پر برگزیدہ کیا ہے پھر پکڑ لے جو کچھ کہ
میں نے تجھ کو دیا ہے اور ہو شکر کرنے والوں میں سے ﴿۱۴۱﴾

خدا کا دیکھنا دنیا میں نہ ان آنکھوں سے ہو سکتا ہے اور نہ اُن آنکھوں سے جو دل کی آنکھیں کہلاتی ہیں اور نہ قیامت میں کوئی شخص خدا کو دیکھ سکتا ہے وہ بیچون و بیچگون ہے کسی چیز و صورت میں آنے کے قابل ہی نہیں ہے پھر وہ کیونکر دنیا میں یا عقبےٰ میں دکھائی دیسکتا ہے۔ بہت سے عابد و زاہد دعوے کرتے ہیں کہ ہم نے آنکھوں سے دنیا ہی میں خدا کو دیکھا ہے۔ بہت سے کہتے ہیں کہ ان آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اُنہوں نے دیکھا دکھایا کچھ نہیں بلکہ خود اُنہی کا خیال یا ایقان ہے جو اُنہوں نے دیکھا ہوگا عقبےٰ میں اگر خدا کا دیکھنا تسلیم کیا جاوے تو وہ بھی خدا کا دیکھنا نہ ہوگا بلکہ خود اُنہی کا ایقان اُن کو دکھائی دیگا نہ خدائے بیچون و بیچگون و بے مثل و بے نمون[1] ◆

علماے ظاہر جو اس مسئلہ کی حقیقت نہیں سمجھتے صرف لفظوں پر بحث کیا کرتے ہیں وہ اس مسئلہ کی حقیقت کے سمجھنے کے لائق ہی نہیں ہیں۔ ہاں علماے ربانی جنہوں نے اپنے نفس پر اور انسان کے نیچر پر غور کی ہے اُن کی سمجھ اس مسئلہ کی نسبت علماے ظاہری کی سمجھ سے زیادہ اعتبار کے قابل ہے۔ اور اُن میں سے بھی بالتخصیص اُن کے جو باوجود علم باطنی کے علم ظاہری میں بھی بہت بڑا درجہ کمال کا رکھتے تھے۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں شیخنا و مولانا

[1] لمولفہ
تاب یک جلوہ نیاورد نہ موسےٰ و نہ طور
ایں دلم ہست کہ ایں گونہ ہزاراں دیدہ است

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا سَأُرِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ (۱۴۲) سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا (۱۴۳)

اور ہم نے لکھی اُس کے لیے تختیوں میں ہر ایک چیز کی نصیحت اور ہر ایک چیز کی تفصیل، پھر پکڑ لے اُس کو زور سے اور اپنی قوم کو حکم کر کہ پکڑ لیں (اُن کو) معہ اُن کی زیادہ اچھی نصیحتوں کے۔ (دور نہیں) میں تم کو جلد ہی دکھلاؤنگا گھر فاسقوں کا (۱۴۲) البتہ ہم پھیر دینگے اپنی نشانیوں سے اُن کو جو ناحق تکبر کرتے ہیں زمین پر اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی تو اُس پر ایمان نہ لاویں۔ اور اگر وہ دیکھیں بھلائی کا رستہ تو نہ پکڑیں اُس رستہ کو بطور بھلائی کے رستہ کے (۱۴۳)

عالم ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی نقشبندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا ہے بجنسہٖ اس مقام پر لکھا جاتا ہے ✦

حضرت ممدوح قدس سرہٗ نے جلد سوم مکتوب نوزدہم جو بنام فقیر ہاشم کشمی لکھا ہے اور جس میں درباب کیفیت مشاہدہ قلب عز و جل و علا کو سوال کیا گیا تھا اس طرح ارقام فرمایا ہے "پرسیدہ بودند کہ بعضے از محققان صوفیہ اثبات رویۃ و مشاہدہ او تعالیٰ بدیدہ دل در دنیا مے فرمایند کما قال الشیخ العارف فی کتاب العوارف - موضع المشاہدۃ بصر القلب الخ وشیخ ابو اسحٰق کلابادی قدس سرہٗ کہ از قدمائے ایں طائفہ علیہ است و از رؤسائے ایشاں در کتاب تعرف آوردہ اجمعوا علیٰ انہ تعالیٰ لا یری فی الدنیا بالابصار ولا بالقلوب الا من جہۃ الایقان توفیق میان ایں دو تحقیق چیست و رائے تو برکدام و اجماع باوجود اختلاف بچہ معنی است ✦ بداں ارشدک اللہ تعالیٰ کہ مختار ایں فقیر درین مسئلہ قول صاحب تعرف است قدس سرہ و سیدانند کہ قلوب را درین نشاء از حضرت جل سلطانہ غیر از ایقان نصیبے نیست آں را رویۃ انگارند یا مشاہدہ و چوں قلب را رویۃ نبود ابصار را چہ بود کہ او درین نشاء دریں معاملہ بیکار و معطل است نہایۃ ما فی الباب معنی ایقان کہ قلب را حاصل شدہ است در عالم مثال بصورت رویۃ ظاہر مے شود و موقن بصورت مرئی چہ در عالم مثال ہر معنی را صورتیست مناسب و چوں در عالم شہادت کمال یقین در رویۃ است آں ایقان نیز بصورت رویۃ در مثال ظاہر مے گردد و چوں ایقان بصورت رویۃ ظاہر شود متعلق آنکہ موقن باست ناچار بصورت مرئی آنجا ظاہر گردد و چوں سالک آں را در مرأت مثال مشاہدہ مے نماید و بتوسط مرأت ذاہل گشتہ و صورت را حقیقت دانستہ مے انگارد کہ حقیقت رویتے او را حاصل گشتہ است و مرئی پیدا آمدہ نمے داند کہ آں رویۃ

وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ
سَبِيلًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿۱۴۴﴾
وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ
الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ
هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ﴿۱۴۵﴾ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ
مِن بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا
جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ
لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ
سَبِيلًا ﴿۱۴۶﴾

اور اگر دیکھیں گمراہی کا رستہ تو اُس کو پکڑ لیں بطور
بھلائی کے رستے کے۔ یہ اسلئے کہ اُنہوں نے جھٹلایا
ہماری نشانیوں کو اور وہ تھے اُن سے غافل ﴿۱۴۴﴾
اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور آخرت کے
ملنے کو مٹ گئے اُن کے کیے یعنی ناپید ہو گئے عمل
کیا وہ بھلائی پاوینگے۔ مگر اُسی کا بدلا جو کچھ کہ وہ
کرتے تھے ﴿۱۴۵﴾ اور بنایا موسےٰ کی قوم نے موسےٰ
کے (پہاڑ پر جانے کے) بعد اپنے گہنوں سے بچھڑا ایک جسم
اُس میں بچھڑے کی سی آواز تھی۔ کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا
کہ وہ نہ اُن سے بات کرتا ہے اور نہ اُن کو کسی
رستہ کی ہدایت کرتا ہے ﴿۱۴۶﴾

صورت ایقان او ست و آں مرئی صورت موقن به او - ایں از اغلاط صوفیه است و از تلبسات صور بحقایق - و ہمیں دید چوں غالب می آید و از باطن بظاہر مے تراود سالک را در جہے انداز د که رویت بصری نیز حاصل گشت و مطلوب از گوش به آغوش آمد نمیداند که حصول ایں معنی چوں حاصل که بصیرت است نیز مبنی بر توہم و تلبس است به بصر که دریں نشأ فرع او است چه رسد رویت او را از کجا حاصل شود در رویت حتی جمع غفیر از صوفیه در توہم افتاده اند و حکم بوقوع آں کرده و در رویت بصری گر ناقصے ازیں طائفه در توہم وقوع آں افتاده باشد که مخالف اجماع اہل سنت وجماعت است شکر الله سعیہم ٭

سوال موقن به را چوں صورت در مثال پیدا شد لازم آمد که حق را سبحانه آنجا صورت بود ٭

جواب تجویز نموده اند که حق را سبحانه ہر چند مثل نیست اما مثال است و روا داشته اند که در مثال بصورتے ظہور فرماید چنانچه صاحب فصوص قدس سره رویت اخروی را نیز بصورت جامعه لطیفه مثالیه مقرر ساخته است و تحقیق ایں جواب آنست که آں صورت موقن به صورت حق نیست سبحانه در مثال بلکه صورت مکشوف صاحب ایقان است که ایقان او بآں تعلق گرفته است و آں مکشوف بعض وجوه واعتبارات ذات حق است سبحانه نه ذات حق جل و علا لہذا چوں معامله عارف بذات سبحانه جل سلطانه ایں تمام تخیلات پیدا نمے شود و ہیچ رویت و مرئی متخیل نمے گردد چه ذات اقدس سبحانه را در مثال صورتے کائن نیست تا آں را بصورت مرئی وانماید و ایقان آں را بصورت وانماید یا آنکه گوئیم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿١٤٧﴾
وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا
اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ
يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا رَجَعَ
مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا
قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ
اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ وَاَلْقَى
الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ
اِلَيْهِ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ
اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ
فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ
مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٩﴾

اُنہوں نے اُس کو (معبود) کرلیا اور وہ ظالم تھے ﴿١٤٧﴾
اور جب وہ اپنے ہاتھوں کے کئے سے پشیمان
ہوئے اور دیکھا کہ بیشک وہ گمراہ ہوگئے تو بولے اگر
ہمارا پروردگار ہم پر رحم اور ہم کو معاف نہ کرے تو بیشک
ہم بڑے نقصان پانیوالوں میں سے ﴿١٤٨﴾ اور جب پھرا موسیٰ
(یہاں پر سے) اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرا ہوا افسوس
کرتا ہوا (تو ہارون سے) کہ میرے پیچھے تم نے بہت ہی
بُری میری جانشینی کی کیا جلدی کی تم نے اپنے پروردگار
کے حکم کی اور ڈال دیا تختیوں کو اور اپنے بھائی کے سر کے
بال پکڑ کر اُس کو اپنی طرف کھینچنے لگا۔ ہارون نے کہا کہ اے
میرے ماں جائے بیشک قوم نے مجھ کو عاجز سمجھا اور قریب تھا کہ
مجھ کو مار ڈالیں پھر خوش مت کر میری حالت سے میرے دشمنوں کو
اور نہ شامل کر مجھ کو ظالموں کی قوم کے ساتھ ﴿١٤٩﴾

در عالم مثال صور معانی است نہ صورت ذات و چوں ذات تعالیٰ مرتبۂ مظاہر اسماء و صفات است و از ذاتیہ بہرہ ندارد چنانچہ تحقیق آں را در مواضع متعدد نمودہ ایم پس ناچار تمامہ از قسم معانی باشد و در مثال آنرا صورتے کائن بود و در کمالات وجوبی ہر جا صفت و شان است کہ بنیام بنات دارد و از قبیل معانی است کہ اگر آں را در مثال صورتے بود دو با تقص گنجائش دارد اما ذات او را سبحانہ حاشا کہ در مرتبہ از مراتب صورت بود چہ صورت مستلزم تحدید و تقیید است و در ہر مرتبہ کہ باشد مجوز نیست مراتب ہمہ کہ مخلوق او یند سبحانہ کجا گنجایش دارند کہ خالق را محدود و مقید سازند ہر کہ تجویز مثال در حضرت جل شانہ نمودہ است باعتبار وجود و اعتبارات است نہ باعتبار عین ذات تعالیٰ و ہر چند تجویز مثال در وجود و اعتبارات حضرت ذات تعالیٰ ہم بے تغیر گراں است مگر آنکہ در ظلے از ظلال بعیدہ آں تجویز نمودہ آید چنانچہ بیان واضح گشت کہ در عالم مثال ارتسام صور معانی و صفات ساکن است نہ ذات تعالیٰ را پس آنچہ صاحب فصوص تجویز رویت اخروی بصورت مثالیہ نمودہ است چنانچہ گذشت آں رویت حق نیست تعالیٰ بلکہ رویت صورت حق ہم نیست سبحانہ چہ او را سبحانہ صورتے نیست تا رویت بآں تعلق پیدا کند و اگر در مثال صورتے ہست ظلے از ظلال بعیدہ وے کائن است پس رویت آں رویت حق چرا باشد سبحانہ شیخ قدس سرہ در نفی رویت حق جل و علا از معتزلہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي
وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنتَ
أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (۱۵۰)
إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ
سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ
وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَٰلِكَ
نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ (۱۵۱) وَالَّذِينَ
عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا
مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ
مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (۱۵۲)

موسیٰ نے کہا اے میرے پروردگار معاف کر مجھ کو اور میرے
بھائی کو اور داخل کر ہم کو اپنی رحمت میں اور تو
سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۵۰)
بیشک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود کر لیا اُن پر
پڑیگا غضب اُن کے پروردگار کا اور ذلت
دنیا کی زندگی میں اور اسی طرح ہم بدلا دیتے ہیں
افترا کرنے والوں کو (۱۵۱) اور جن لوگوں نے
بُرے عمل کئے ہیں پھر اُس کے بعد اس سے توبہ کی
اور ایمان لے آئے بیشک تیرا پروردگار اُس کے بعد
معاف کرنے والا ہے رحم کرنے والا (۱۵۲)

دفلاسفہ ہیچ کم پائی نے کند بلکہ اثبات رویت بر نہجے مے نماید کہ مستلزم نفی رویت است و آں ابلغ در نفی است از صریح نفی لان الکنایۃ ابلغ من التصریح تفصیلہ مقرر است ایں قدر فرق است کہ مقتدائے آنجماعت عقل شان است و مقتدائے شیخ کشف لعید از صحبت ما تاکہ از غیر تمام مخالفان کہ در تخیلہ شیخ نشستہ بود کشف او را نیز دریں مسئلہ از صواب منحرف گردانیدہ است ومائل بمذہب شاں ساختہ چوں از اہل سنت بود صورت اثبات نمودہ است و باں اکتفا کردہ و آں را رویت انگاشتہ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا و تحقیق ایں مسئلہ دقیقہ کہ در حل بعض از مواضع کتاب عوارف نوشتہ است نیز تحریر نفتہ است و آنچہ از اجماع رسیدہ بود ند تواند بود کہ تا آں وقت خوفے کہ شایان اعتداد شد بظہور نیامدہ باشد یا اجماع مشائخ عصر خود خواستہ باشد واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال - انتہیٰ +

یہی ایک بات تھی جس کا اس مقام پر لکھنا تھا باقی حالات اس واقعہ کے تفسیر سورۃ بقر میں بیان ہو چکے ہیں +

شانزدہم - ذکر استسقائے قوم موسیٰ + ہفدہم - سایہ کرنا ابر کا + ہیژدہم من و سلوےٰ کا اُترنا

نوزدہم - دخول باب

ان چاروں امور کی نسبت ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں بالاستیعاب بحث کی ہے
اب ان پر دوبارہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں - من شاء فلینظر الیہ +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ (۱۵۴) وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ أَنتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ (۱۵۵) وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ (۱۵۶) الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم

اور جب ٹھیر گیا موسے کا غصہ لے لیا تختیوں کو اور اُس کے لکھے ہوئے میں ہدایت تھی اور رحمت اُن لوگوں کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں (۱۵۴) اور چن لیا موسے نے اپنی قوم سے ستر آدمیوں کو ہمارے وعدہ کی جگہ کے لئے پھر جب پکڑ لیا اُن کو کپکپاہٹ نے موسے نے کہا اے میرے پروردگار اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی اُن کو اور مجھ کو مار ڈالتا کیا تو ہم کو مار ڈالیگا اُس کے بدلے میں جو ہماری قوم کے بیوقوفوں نے کیا ہے۔ نہیں ہے مگر تیری طرف سے آزمایش۔ تو اُس آزمایش سے گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے۔ تو ہی ہمارا کارساز ہے پھر بخش دے ہم کو اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے اچھا بخشنے والا ہے (۱۵۵) اور لکھ دے ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بیشک ہم نے رجوع کی ہے تیری طرف خدا نے کہا کہ میں اپنے عذاب کو پہنچاتا ہوں جس کو چاہتا ہوں اور میری رحمت نے گھیر لیا ہے ہر چیز کو۔ پھر میں اُس کو لکھ دونگا اُن لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے جو ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں (۱۵۶) جو کہ پیروی کرتے ہیں اُس رسول کی اُس امی نبی کی جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ اُن کو حکم کرتا ہے

(۱۵۷) (یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوریٰۃ والانجیل) یہ ایک آیت ہے جس میں اشارہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہونے کی بشارت توریت و انجیل میں موجود ہے۔ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارات پر ایک مفصل خطبہ خطبات احمدیہ میں لکھا ہے جس میں موافق اصول اہل مذہب کے مقدمات یعنی بعد تسلیم اُن امور کے جو عیسائی و مسلمان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۱۵۶)	بھلائی کا اور اُن کو منع کرتا ہے بُرائی سے اور حلال کرتا ہے اُن کے لئے اچھی چیزیں اور حرام کرتا ہے اُن پر بُری چیزیں اور اُتارتا ہے اُن پر سے اُنکا بوجھ اور (اُتارتا ہے) طوقوں کو جو اُن پر تھے پھر جو لوگ اُس پر ایمان لائے۔ اُس کی تعظیم کی اور اُس کی مدد کی اور تابعداری کی اُس نور کی جو اُس پر اُتارا گیا ہے وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے (۱۵۶)

نسبت بشارات کے تسلیم کرتے ہیں بحث کی ہے اور توریت و انجیل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارات کو ثابت کیا ہے۔ مگر میں اپنی اس تفسیر میں اُس سے زیادہ دقیق امور پر بحث کرنا اور بشارات کی حقیقت اور اُس کا قوانین قدرت کے مطابق ہونا بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مگر اس بحث کے لئے بہ نسبت اس آیت کے سورۃ الصف کی آیت جہاں آیا ہے "مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" زیادہ تر مناسب ہے اس لئے انشاء اللہ تعالےٰ اُس آیت کی تفسیر میں یہ پوری بحث لکھی جاویگی۔ اور اس مقام پر بلا کسی بحث کے توریت و انجیل کی وہ آیتیں لکھ دی جاتی ہیں جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارات لکھی ہیں *

ابو الفرج مالطی یعنی مالٹا کا رہنے والا جو ایک عیسائی عالم ہے اُس نے ایک کتاب عربی زبان میں لکھی ہے جس کا نام "تاریخ مختصر الدول" ہے اور وہ کتاب ۱۶۶۳ء میں آکسفورڈ میں چھپی ہے اُس کے صفحہ ۱۰۵ میں یہ عبارت مندرج ہے :-

وقد ادعی علماء الاسلامیین ورود ذکرہ فی کتب اللہ المنزلۃ فما فی التوریۃ ففی آیۃ۔ جاء اللہ من سیناء واشرق من ساعیر واستعلن من جبل فاران۔ قالو ھذہ اشارۃ الی تنزیل التوراۃ علی موسیٰ والانجیل علی عیسیٰ والقرآن علی محمد۔ واما فی الزبور ففی آیۃ۔ یظھر اللہ من صیہون اکلیلا محمودا۔ قالوا الاکلیل رمز علی الملک والمحمود علی محمد۔ واما فی الانجیل ففی آیۃ۔ ان انا لم اذھب۔ الفارقلیط لا یجیئکم *

توریت سفر پنجم باب ہژدہم آیت ۱۵ و ۱۸ میں یہ لکھا ہے۔ تیرا خدا تیرا معبود تیرے لئے نبی تجھ میں سے تیرے بھائیوں میں سے مجھ سا اُس کو مانیو۔ اُن کے بھائیوں میں سے نبی تیرا سا قایم کرونگا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں دونگا اور جو کچھ میں اُس سے کہونگا وہ اُن

* نہایت افسوس ہے کہ اس سورۃ کی تفسیر لکھنے سے پہلے سر سید رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوگئے * محمد باقر علی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴿۱۵۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ	کہدے (اے پیغمبر) کہ اے لوگو بیشک میں تم سب کے پاس اللہ کا پیغام لانے والا ہوں (یعنی اللہ کا رسول ہوں) ﴿۱۵۸﴾ جس کے لئے آسمانوں کی

سے کہدیگا ◆

بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہیں جس سے اشارہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی دوسرا نبی موسٰے کی مانند نہیں ہوا اور ان الفاظ سے کہ اپنا کلام اُس کے منہ میں رکھونگا قرآن مجید کے نازل کرنے کی طرف اشارہ ہے ◆

توریت سفر پنجم باب سی وسوم آیت ۲ میں لکھا ہے ۔ اور کہا خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا اُس کے دہنے ہاتھ میں شریعت روشن ساتھ لشکر ملائکہ کے آیا ◆

کتاب حبقوق باب سوم آیت ۳ ۔ آئیگا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمانوں کو جلال سے چھپادیا اُس کی ستایش سے زمین بھرگئی ۔ فاران خاص مکہ معظمہ کے پہاڑوں کا قدیم نام ہے پس اُن آیتوں میں نبی حجازی کا ذکر لکھا ہے ◆

سرود سلیمان باب پنجم کی دسویں آیت سے سولھویں آیت تک یہ لکھا ہے ۔ میرا دوست نورانی گندم گوں ہزاروں میں سردار ہے اُس کا سر جیسے کا سا چمکدار ہے اُس کی زلفیں مسلسل مثل کوے کے کالی ہیں ۔ اُس کی آنکھیں ایسی ہیں جیسے پانی کے کنڈ پر کبوتر ۔ دودھ میں دھلی ہوئیں ۔ نگینہ کی مانند جڑی ہوئیں خانہ میں ۔ اُس کے رخسارے ایسے ہیں جیسے ٹٹی پر خوشبودار بیل چھائی ہوئی ۔ اور چپلے پر خوشبو رگڑی ہوئی ۔ اُس کے ہونٹ پھول کی پنکھڑیاں جن سے خوشبو ٹپکتی ہے اُس کے ہاتھ ہیں سونے کے ڈھلے ہوئے ۔ جواہر سے جڑے ہوئے ۔ اُس کا پیٹ جیسے ہاتھی دانت کی تختی ۔ جواہر سے لپی ہوئی ۔ اُس کی پنڈلیاں ہیں جیسے سنگ مرمر کے ستون ۔ سونے کی بیٹھکی پر جڑے ہوئے ۔ اُس کا چہرہ مانند ماہتاب کے ۔ جوان مانند صنوبر کے ۔ اُس کا گلا نہایت شیریں ۔ اور وہ بالکل محمدیم (محمد) یعنی بہت تعریف کیا گیا ہے ۔ یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب اے بیٹیو یروشلیم کے ◆

عبری زبان کے قاعدہ میں نام کو بھی بلحاظ تعظیم جمع بنا دیتے ہیں جیسے بعل کو بعالیم ۔ لیکن محمدیم کو اگر صفت ہی تسلیم کیا جاوے تو بھی اُس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے ◆

وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ
يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ
النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى
اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ
يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

اور زمین کی بادشاہت ہے کوئی معبود نہیں بجز
اُس کے - جلاتا ہے اور مارتا ہے - پھر ایمان لاؤ
اللہ پر اور اُس کے رسول پر ' ان پڑھ نبی پر جو ایمان
لاتا ہے اللہ پر اور اُس کے کلام پر - اور اُس کی
تابعداری کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ (۱۵۸) اور موسٰے
کی قوم میں سے ایک گروہ ہے کہ سچائی سے
ہدایت کرتی ہے اور اُسکے ساتھ عدل کرتی ہے (۱۵۹)

کتاب حجی باب یازدہم آیت ۷ - میں لکھا ہے - سب قوموں کو ہلا دونگا - اور " حمدث " (احمد) سب قوموں کا آویگا اور اس گھر کو بزرگی سے بھر دونگا - کہا خداوند خلایق نے ✦

حمدث عبری لفظ میں حرف ث مبالغہ کے لئے ہے یعنی سب قوموں کا بہت بڑا محمود - اور اس عبری لفظ کے مقابلہ میں احمد کا صیغہ جو حمد کے مادہ سے نکلا ہے بالکل درست آتا ہے پس خواہ اُس لفظ کو صرف نام قرار دو خواہ صفت اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر لکھا ہے ✦

کتاب اشعیاہ نبی باب بست ویکم آیت ۷ - اور ایک جوڑی سواروں کی دیکھی ایک سوار گدھے کا اور ایک سوار اونٹ کا اور خوب متوجہ ہوا ✦

حضرت اشعیاہ نبی نے اپنے مکاشفہ سے دو نبیوں کے پیدا ہونے کی خبر دی ایک کو گدھے کے سوار سے تعبیر کیا ہے جس سے حضرت عیسے مراد ہیں کیونکہ جب حضرت عیسے بیت المقدس میں داخل ہوئے تو وہ گدھے پر سوار تھے - دوسرے کو اونٹ کے سوار سے تعبیر کیا ہے جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ میں داخل ہوئے ہیں تو اونٹ پر سوار تھے ✦

انجیل یوحنا باب شانزدہم آیت ۷ - میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ بھلا ہے تمہارے لئے کہ یہاں سے میں چلا جاؤں کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط (احمد) تمہارے پاس نہ آویگا ✦

فارقلیط اصل میں یونانی لفظ نہیں ہے بلکہ در اصل کالدی زبان کا لفظ ہے جو عبرانی کی مانند زبان ہے مسلمانوں میں اس کا املا اور تلفظ عربی زبان کے موافق ہے جو کالدی یا عبری زبان سے چنداں مختلف نہیں ہے مگر حضرت یوحنا نے بھی انجیل یونانی میں لکھی تھی اسلئے اس لفظ کا تلفظ اور املا یونانی زبان کے موافق لکھا تھا جو کالدی

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۱۶۰)

اور ہم نے اُن میں علحدہ کر دیے بارہ قبیلے گروہ گروہ - اور ہم نے وحی بھیجی موسٰے کو جب کہ اُس سے اُس کی قوم نے پانی پینے کو مانگا یہ کہ مار اپنے عصا سے پتھر کو (یعنی چل اپنے عصا کے سہارے سے اُس پہاڑی پر جو پھوٹ بہے ہیں اُس پہاڑ سے چشمے - البتہ جان لیا ہر شخص نے اپنے پانی پینے کی جگہ کو اور ہم نے اُن پر چھا دیا بادل کو اور اُتارا ہم نے اُن پر من وسلوا کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو کچھ کہ ہم نے تم کو کھانے کو دیا ہے ولیکن وہ اپنے پر آپ ظلم کرتے تھے (۱۶۰)

یا عبری زبان سے نہایت بعید ہے - معلوم ہوتا ہے کہ یونانی زبان میں اس کا تلفظ مختلف طرح پر ہو اور اسی سبب سے قدیم و جدید یونانی نسخوں میں اس کا املا بھی مختلف طور پر لکھا گیا جس کے سبب تلفظ بھی اور معنی بھی کسی قدر بدل جاتے ہیں - مسلمان تو اس لفظ کا ترجمہ موافق قدیم یونانی تلفظ واملا کے احمد کرتے ہیں - مگر اس زمانہ کے عیسائی اُس قدیم املا کو تسلیم نہیں کرتے اور موافق جدید تلفظ واملا کے اُس کے متعدد ترجمے کرتے ہیں +

نہایت قدیم عربی ترجمہ جو روم کبیر میں ۱۶۷۱ء میں چھپا اُس میں تو اس لفظ کا ترجمہ "فارقلیط" ہی کیا ہے +

ایک عربی ترجمہ میں جو بطور خلاصہ چاروں انجیلوں کے فلارنس میں ۱۵۹۱ء میں چھپا ہے اُس میں بھی اس لفظ کا فارقلیط ہی ترجمہ کیا ہے +

ایک عربی ترجمہ میں جو ۱۸۲۱ء میں چھپا اُس کا ترجمہ "مسلی" کیا ہے یعنی تسلی دہندہ - اور رسم ۱۸۴۴ء میں اس آیت میں اُس کا ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ لفظ "المعزی" بطور اشارہ کے لکھا ہے +

اُس کے بعد جس قدر ترجمے فارسی اردو کے چھپے ہیں اُن سب میں اُس کا ترجمہ تسلی دینے والا کیا گیا ہے +

لیکن اس املا کے تغیر و تبدل اور ترجموں یا معنی کے اختلاف سے مسلمانوں کے اس دعوے میں کہ اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے کچھ فرق نہیں آتا - کیونکہ کسی بشارت میں اُس کا جس کی بشارت ہے خاص نام بتایا نہیں جاتا بلکہ اُس کی صفت بیان کی جاتی ہے پس اُس لفظ کے کوئی صفتی معنی لو وہ سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پر صادق نہیں آتے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ (۱۶۱)

اور جب اُن سے کہا گیا کہ اس گانوں میں رہو اور اُس میں سے کھاؤ جہاں چاہو اور کہو گناہ جھاڑ دے اور دروازہ میں گھسو سجدہ کرتے ہوئے میں بخش دونگا تمہاری خطائیں اور زیادہ دینگے اچھے کام کرنے والوں کو (۱۶۱)

کیونکہ حضرت عیسے کے بعد کوئی اور نبی موسے کی مانند سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں بھی خاص نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بیان نہیں ہوا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی صفت، احمد، بیان ہوئی ہے یعنی "یاتی من بعدی اسمہ احمد" ای اسمہ محمد لان فعل یجئی لمبالغۃ الفاعل والمفعول۔ بالفرض اگر اُس سے نزول روح القدس مراد ہو تو بھی حضرت عیسے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی پر نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ حواریوں پر جیسا کہ انجیلوں میں بیان ہے قبل اُس کے نازل ہو چکی تھی ✦

انجیل لوقا باب بست و چہارم آیت ۴۹ ۔ اور دیکھو میں بھیجتا ہوں وعدہ اپنے باپ کا تم پر لیکن تم ٹھیرو شہر یروشلیم میں جب تک کہ عطا ہو تم کو قوت اوپر سے ✦

روح القدس تو حواریوں پر آ چکی تھی اور یروشلیم میں ٹھیرا رہنا یعنی اُس کو معبد سمجھنا موقت تھا اور وہ تبدیل ہو گیا اور اُس کے مبعوث ہونے پر جس نے کعبہ معبد قرار دیا پس جس کے بھیجنے کا اس آیت میں ذکر ہے اس سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ✦

انجیل یوحنا باب یکم آیت بیس سے پچیس تک میں لکھا ہے۔ اُس نے یعنی حضرت یحیےٰ نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا اور اقرار کیا کہ میں کرسٹاس یعنی عیسے مسیح نہیں ہوں اور اُنہوں نے پوچھا اُس سے کہ پھر کون؟ کیا تو الیاس (یعنی خضر) ہے اور اُس نے کہا کہ میں نہیں ہوں۔ تو وہ نبی ہے؟ اور اُس نے جواب دیا نہیں۔ تب اُنہوں نے اُس سے کہا کہ کون ہے تو تا کہ ہم جواب دے سکیں اُن کو کہ جنہوں نے ہم کو بھیجا ہے۔ اپنے تئیں تو کیا کہتا ہے؟ اُس نے کہا میں ہوں آواز اُس کی جو کہ جنگل میں پکارتا ہے۔ سیدھا کرو رستہ خداوند کا جیسا کہ نبی اشعیاہ نے کہا۔ اور وہ جو بھیجے گئے تھے فروسی تھے اور اُنہوں نے اُس سے پوچھا اور اُس سے کہا کہ تو کیوں اصطباغ کرتا ہے؟ جب کہ تو نہ کرسٹاس یعنی عیسے مسیح ہے اور نہ الیاس اور نہ وہ نبی ✦

حضرت یحیےٰ سے یہودیوں نے الیاس کو اس لئے پوچھا کہ یہودی اُن کو زندہ مانتے تھے مسیح کے آنے کے متوقع تھے اور علاوہ حضرت مسیح کے ایک اور نبی کے آنے کے متوقع

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ
قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا
يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَسْئَلْهُمْ عَنِ
الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ
الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ
اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ
يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ
لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ
نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا
يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ
اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ
قَوْمَا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ
اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
شَدِيْدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً
اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ
يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا
بِهٖ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ
عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا
يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾

پھر بدل دی اُن میں سے اُن لوگوں نے
جو ظالم تھے بات کو جو اُن سے کہی گئی تھی دوسری
بات سے، پھر ہم نے بھیجی اُن پر آسمان سے بُرائی
بدلے میں اُس کے کہ وہ ظلم کرتے تھے ﴿۱۶۲﴾ اور
اُن سے پوچھ اُس بستی کے حال سے جو دریا کے کنارہ
پر تھی جب کہ وہ زیادتی کرتے تھے سبت کے دن (یہودی
شنبہ کو سبت کا دن خیال کرتے تھے) جبکہ آتی تھیں
اُن کی مچھلیاں (یعنی اُس کے دریا کی مچھلیاں) اُن کے
پاس اُن کے سبت کے دن جس کی تعظیم رکھتے
تھے اور جس سبت کے دن کی وہ تعظیم نہیں رکھتے تھے تو
اُن کے پاس نہیں آتی تھیں[ف] اس طرح ہم نے
اُن کی آزمایش کی اس لئے کہ وہ نافرمانبردار
تھے ﴿۱۶۳﴾ اور جب کہا اُن میں سے ایک گروہ نے
کیوں نصیحت کرتے ہو ایسے لوگوں کو کہ اُن کو اللہ
ہلاک کرنے والا اور اُن کو سخت عذاب کرنے والا ہے
اُنہوں نے کہا تاکہ ہم تمہارے پروردگار پاس عذر کریں
اور شاید کہ وہ پرہیزگاری کریں ﴿۱۶۴﴾ پھر جب بھول
گئے جس کی اُن کو نصیحت کی گئی تھی ہم نے بچا دیا
اُن لوگوں کو جو بُرائی سے منع کرتے تھے اور پکڑ لیا
اُن کو جو ظلم کرتے تھے بُرے عذاب سے اس
سبب کہ وہ نافرمانی کرتے تھے ﴿۱۶۵﴾

تھے جن کو وہ نبی کر کے پوچھا پس تو وہ اُن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا جس کی نسبت خدا نے موسٰے سے کہا تھا کہ میں بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے مثل موسٰے کے ایک نبی پیدا کروں گا ۔

ف سبت کے دن یہودیوں کو شکار کھیلنا اور کوئی کام کرنا منع تھا جب سبت کی وہ تعظیم رکھتے تھے اور شکار نہ کرتے تھے تو مچھلیاں کنارہ پر کثرت سے آتی تھیں اور جس دن وہ سبت کی تعظیم توڑ دیتے تھے اور شکار کو جاتے تھے تو مچھلیاں نہ آتی تھیں اور کنارہ پر نہیں آتی تھیں ۔

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ
قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً
خٰسِـِٕيْنَ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ
لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ
اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ
وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۶۶) وَقَطَّعْنٰهُمْ
فِى الْاَرْضِ اُمَمًا مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ
وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ وَبَلَوْنٰهُمْ
بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ (۱۶۷) فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ
خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ
عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ
سَيُغْفَرُ لَنَا وَاِنْ يَّاْتِهِمْ
عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ اَلَمْ
يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ
مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا
عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا
مَا فِيْهِ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا
تَعْقِلُوْنَ (۱۶۸) وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ
بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ
اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ (۱۶۹)

پھر جب انہوں نے ان چیزوں کے چھوڑنے سے جو ان کو منع کی گئی تھیں سرکشی کی تو ہم نے ان کو کہا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل اور جب کہہ دیا تیرے پروردگار نے کہ ضرور ان پر مسلط کرے گا قیامت کے دن تک اس کو جو ان کو سخت عذاب پہنچاتا رہے۔ بیشک تیرا پروردگار جلد عذاب کرنے والا ہے اور بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے (۱۶۶) اور ہم نے جدا کر دیں ان کی گروہیں زمین میں۔ ان میں سے اچھے بھی ہیں اور ان میں ایسے نہیں بھی ہیں اور ہم نے ان کا امتحان کیا بھلائیوں سے اور برائیوں سے تاکہ وہ (بری راہ سے) پھر آویں (۱۶۷) پھر جانشین ہوئے ان کے بعد ایسے جانشین کہ وارث ہوئے کتاب (یعنی توریت) کے۔ لیتے ہیں اس حقیر دنیا کی دولت (یعنی خدا کی نسبت جھوٹی باتیں کہہ کر) اور کہتے ہیں کہ ہم کو بخش دیا جاویگا۔ اور اگر ان کے پاس دولت مثل اس کے آوے تو اس کو لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے توریت میں جو عہد نہیں لیا گیا۔ کہ نہ کہینگے اللہ کی نسبت بجز سچ کے جو انہوں نے پڑھا ہے جو کچھ اس میں (یعنی توریت میں) ہے۔ اور آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری کرتے ہیں۔ پھر کیا تم نہیں سمجھتے (۱۶۸) اور جن لوگوں نے مضبوطی سے پکڑ لیا ہے کتاب کو اور قائم رکھا ہے نماز کو۔ بیشک ہم ضائع نہیں کرتے اجر نیکی کرنے والوں کا (۱۶۹)

(۱۷۱) (واذ اخذ ربک) اس آیت میں لفظ "آدم" سے حضرت آدم ابو البشر کسی طرح مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ آیت میں صاف لفظ "بنی آدم" ہے اور پھر "من ظهورهم" اور "ذريتهم" میں ضمیر جمع کی بنی آدم کی طرف راجع ہے۔ پس یہ خیال مفسرین کا کہ بروز میثاق خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کی پیٹھ میں سے تمام ذریات کو نکالا اور ان سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ

اور جب ہم نے ہلا دیا پہاڑ کو اُن کے اوپر گویا کہ وہ سائبان ہے اور اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ اُن پر گر پڑیگا۔ پکڑو جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے زور سے اور یاد رکھو جو کچھ کہ اُس میں ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو ﴿۱۷۰﴾ اور جب کہ لیا یعنی پیدا کیا تیرے پروردگار نے بنی آدم سے اُن کے پیٹوں سے اُن کی ذریت کو اور خود اُن کو اُن کے اُوپر گواہ کیا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں۔ تاکہ تم نہ کہو قیامت کے دن کہ بیشک ہم اس سے بے خبر تھے ﴿۱۷۱﴾ یا تم کہو کہ بات یہ ہے کہ شرک کیا تھا ہمارے باپوں نے پہلے سے

اپنے خدا ہونے کا اقرار لیا قرآن مجید کے الفاظ کے مطابق نہیں ہے۔ نہ اس آیت میں روز میثاق کا ذکر ہے نہ کسی روز میثاق کا وجود اس سے پایا جاتا ہے ۔

مفسرین نے بعض حدیثوں پر جن میں بروز میثاق حضرت آدم کی پیٹھ میں سے اُن کی ذریت کا نکلنا اور خدا ہونے کا اقرار لینا مذکور ہے استدلال کیا ہے مگر وہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں نہ روایۃً اور نہ درایۃً ثابت ہوتی ہیں اس مقام پر خدا تعالے نے نہایت لطیف اور دلچسپ طریقہ اور بے انتہا فصیح کلام میں انسان کی فطرت کو بتلایا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ بنی آدم کی اولاد کو پیدا کیا اور خود اُن کو ان پر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ یہ اشارہ اس بات کا ہے کہ خدا تعالے نے فطرت انسانی ایسی بنائی ہے کہ جب وہ خود اپنی فطرت پر غور کرے اور اُس کو سوچے سمجھے تو وہی اُس کی فطرت خدا کے خدا ہونے پر گواہی دیتی ہے۔ اور "اشھدھم علی انفسہم" کے صریح یہی معنی ہیں اور "قالوا بلیٰ" اُسی فطرت کی تصدیق ہے۔ اور یہ صاف اس بات کی ہدایت ہے کہ انسان خدا پر ایمان لانے کو اپنی فطرت کی رُو سے مکلف ہے ۔

عجب نہیں مفسرین نے کچھ ہی کہا ہو مگر علماے محققین یہی کہتے ہیں جو ہم نے کہا ہے ۔

وانقول الثانی فی تفسیر ھذہ الآیۃ قول اصحاب النظر وارباب المعقولات انہ تعالیٰ اخرج الذریۃ وھم الاولاد من اصلاب آبائھم

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جو لوگ صاحب نظر اور معقولی ہیں اُن کا قول اس آیت کی تفسیر میں

وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ (۱۷۳) وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۱۷۴) وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ (۱۷۵) وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (۱۷۶) سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ (۱۷۷) مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِي وَمَن يُضْلِلْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (۱۷۸)

اور ہم ذریت تھے ان کے بعد۔ پھر کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کے بدلے میں جو کیا ہے گمراہوں نے (۱۷۳) اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں نشانیوں کو تاکہ وہ (گمراہی سے) پھر آویں (۱۷۴) اور پڑھ ان کے سامنے قصہ اس شخص کا جس کے پاس ہم لائے اپنی نشانیاں پھر وہ نکل گیا ان سے پھر پیچھا پکڑا اس کا شیطان نے پھر ہو گیا گمراہوں میں سے (۱۷۵) اور اگر ہم چاہتے تو البتہ ہم اس کو ان کے سبب بلند کرتے ولیکن وہ پڑ رہا پستی کی طرف اور تابعداری کی اپنی خواہش کی۔ پھر اس کی مثال اس کتے کی مثال ہے کہ اگر تو اس پر محنت ڈالے تو زبان نکال دے اور خالی چھوڑے تو زبان نکالے۔ یہ مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو پھر کہہ دے اس قصہ کو شاید کہ وہ سوچیں (۱۷۶) بری ہے مثال ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور وہ اپنے پر آپ ظلم کرتے تھے (۱۷۷) جس کو خدا ہدایت کرے تو وہ ہدایت پانے والا ہے اور جس کو گمراہ کرے تو وہی لوگ ہیں نقصان پانے والے (۱۷۸)

وذلک بالاخراج انہم کانوا نطفة فاخرجها الله تعالیٰ فی ارحام الامہات وجعلها علقة ثم مضغة ثم جعلهم بشرا سویا وخلقا کاملا ثم اشهدهم علی انفسهم بما رکب فیهم من دلائل وحدانیته وعجائب خلقته وغرائب صنعته فبالاشهاد صاروا کانهم قالوا بلیٰ وان لم یکن هناک قول باللسان وکذلک نظائرها فی قوله تعالیٰ فقال لها وللارض ائتیا

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکالا ذریت کو اور وہ ذریت اولاد ہے جو اپنے باپوں کی پیٹھ سے اس طرح نکلتی ہے کہ وہ نطفہ تھے پھر ان کو خدا نے ان کی ماؤں کے پیٹ میں سے نکال کر ڈالا پھر ان کو علقہ کیا پھر مضغہ پھر ان کو ٹھیک انسان بنایا اور پوری خلقت دی پھر خود ان کو ان پر گواہ کیا ان قوتوں سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ
الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ
لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ
لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ
لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ
كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (۱۷۸) وَلِلّٰهِ
الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ
بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ
فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۷۹)
وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ
بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (۱۸۰)
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ
لَا يَعْلَمُوْنَ (۱۸۱) وَاُمْلِيْ
لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ
مَتِيْنٌ (۱۸۲) اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا
مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ
اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ
مُّبِيْنٌ (۱۸۳)

اور بیشک ہم نے پیدا کیا بہتوں کو جن اور انس
میں سے جہنم کے لئے۔ اُن کے لئے دل ہیں کہ
اُن سے نہیں سمجھتے اور اُن کے لئے آنکھیں
ہیں کہ اُن سے نہیں دیکھتے اور اُن کے لئے
کان ہیں کہ اُن سے نہیں سُنتے۔ وہ ہیں چوپایے
جانوروں کی مانند بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ یعنی
بدتر۔ وہی ہیں غفلت کرنیوالے (۱۷۸) اور اللہ کے
لئے اچھے نام ہیں پھر وہی نام لیکر اُس کو پکارو۔ اور
چھوڑ دو اُن لوگوں کو جو اُس کے ناموں میں گمراہی
کرتے ہیں یعنی جو نام خدا کے لائق ہیں اُن سے
دیوتا وغیرہ کو پکارتے ہیں قریب ہے کہ بدلا دیئے
جاوینگے اُسکا جو وہ کرتے ہیں (۱۷۹) اور اُن میں سے
جن کو ہم نے پیدا کیا ایک گروہ ہے جو ہدایت کرتے
ہیں سچ کی اور اُسکے ساتھ عدل کرتے ہیں (۱۸۰)
اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو قریب ہے
کہ ہم اُن کو بتدریج لاوینگے (یعنی گمراہی میں)
اس طرح سے کہ وہ نہیں جانتے (۱۸۱) اور میں اُن کو
مہلت دونگا بیشک میرا مکر مضبوط ہے (۱۸۲)
کیا وہ سوچتے نہیں کہ اُن کے ساتھی کو کچھ جنون نہیں
ہے۔ وہ تو اور کچھ نہیں ہے مگر (بری باتوں سے)
علانیہ ڈرانے والا (۱۸۳)

طوعًا او کرهًا قالتا اتینا طائعین و منها قوله تعالیٰ
انما امرنا لشیء اذا اردناه ان نقول له کن فیکون
وقول العرب۔
قال الجدار للوتد لم تشقنی قال سل من یدقنی
فان الذی ورائی ما خلانی ورائی۔
وقال الشاعر
امتلاء الحوض وقال قطنی
فهذا النوع من المجاز والاستعارات مشهور۔

جو اُس نے اُن میں رکھی ہیں اپنی وحدانیت کی دلیلوں
کی اور اپنے عجائب خلقت کی اور اپنی بدیع صنعت
کی پس اس گواہ کرنے سے اُن کی ایسی حالت
ہوئی کہ گویا اُنھوں نے کہا کہ ہاں ہے۔ نہیں کہ
وہاں زبان سے یہ بات کہنی تھی۔ اور حال
کو قال سے تعبیر کرنے کی بہت سی مثالیں ہیں انتہی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ﴿۱۸۶﴾ يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

کیا اُنہوں نے غور نہیں کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت میں اور اُن چیزوں میں جن کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور نہ اس پر کہ شاید نزدیک پہنچ گئی ہو اُن کی اجل (یعنی مرنے کا وقت) پھر کس بات سے اُس کے بعد ایمان لاوینگے ﴿۱۸۴﴾ جس کو اللہ گمراہ کرے پھر اُس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور وہ چھوڑتا ہے اُن کو اُن کی گمراہی میں بھٹکے ہوئے ﴿۱۸۵﴾ تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کی نسبت کہ کب آویگی - کہدے کہ اُس کا علم میرے پروردگار کو ہے - نہیں ظاہر کرسکتا (یعنی کوئی نہیں بتا سکتا) اُس کو اُس کے وقت کو مگر وہی یعنی خدا - بھاری ہے[1] (یعنی چھپی ہوئی ہے) آسمانوں اور زمین میں تمہارے پاس نہیں آنے کی مگر یکایک ﴿۱۸۶﴾ تجھ سے پوچھتے ہیں گویا تو اُس سے بحث کرنے والا ہے - کہدے کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اُس کا علم اللہ کو ہے ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۱۸۷﴾

فی الکلام موجب حمل الکلام علیہ ۔ تفسیر کبیر جلد - صفحہ ۳۴۴ ۔ مثالوں میں سے خدا تعالیٰ کا قول ہے جب اُس نے آسمان اور زمین کو کہا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے دونوں نے کہا کہ ہم آئے خوشی سے اور یہ قول بھی اُسی کی مثال ہے کہ ہمارا حکم کسی چیز کے لئے جب کہ اُس کے ہونے کا ہم ارادہ کرتے ہیں اُس کو یہ کہنا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے اور عرب کا قول ہے کہ دیوار میخ سے کہتی ہے کہ کیوں مجھ کو پھاڑتی ہے - میخ کہتی ہے پوچھ اُس سے جو مجھے ٹھوکتا ہے بیشک جو میرے پیچھے ہے وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتا - اور شاعر کا قول ہے کہ حوض بھر گیا اور حوض نے کہا کہ بس کافی ہے مجھ کو - اور اس قسم کے مجاز و استعارے کلام عرب میں مشہور ہیں پھر ضرور ہے اس کلام کو بھی اُسی پر حمل کرنا ۔

[1] قال السدی ثقلت ای خفیت فی السموٰت والارض فلم یعلم احد من الملائکۃ المقربین والانبیاء المرسلین متی یکون حدوثہا ووقوعہا تفسیر کبیر جلد - صفحہ --- ۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (۱۸۸) هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

کہدے اے پیغمبر کہ مجھ کو اپنے نفس کے لئے نہ کچھ نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں ہے بجز اُس کے کہ جو خدا چاہے ۔ اور اگر میں غیب کی بات جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں اکٹھی کر لیتا اور کبھی مجھ کو برائی نہ چھوتی ۔ میں کچھ نہیں ہوں بجز ڈرانے والے اور خوشخبری دینے والے کے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں (۱۸۸) وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور پیدا کیا اُس سے اُس کا جوڑا

(۱۷۴) (واتل علیہم نبأ الذی اتیناہ) اس آیت میں جو لفظ اتینا کا ہے وہ غور طلب ہے ۔ صحاح جوہری میں لکھا ہے کہ ، الاتیان المجئی ، یعنی ایتان کے معنی آنے کے ہیں اور جب وہ متعدی کیا جاوے تو اُس کے معنی لانے کے ہو جاتے ہیں چنانچہ صحاح میں ہے کہ ، اتاہ ای اتابہ ومنہ قولہ تعالےٰ اتنا غداءنا ای ائتنا بہ ، یعنی اتاہ کے معنی ہیں اتابہ یعنی متعدی کے جس کے معنی ہوئے لایا اُس کے پاس یا اُس کے سامنے اور قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہے ، اتنا غداءنا ، یہ متعدی ہے اور اُس کے معنی ہیں لا ہمارے صبح کے کھانے کو ہمارے پاس ۔ اور اُس کے معنی دینے کے بھی آتے ہیں جس سے کسی شے کا جس کو دی گئی ہے اُس کے قبضہ میں ہو جانا یا اُس کو اُس کا حاصل ہو جانا اور مستقر ہو جانا مفہوم ہوتا ہے مثلاً اگر ہم کہیں کہ ہم نے ایک اشرفی زید کو دی تو اُس سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ اشرفی اُس کے قبضہ اور ملکیت میں ہو گئی ۔ اور جب یہ کہیں خدا نے فلاں شخص کو علم دیا تو اُس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ علم اُس کو حاصل ہو گیا اور اُس میں مستقر ہو گیا ۔ پس اب بحث یہ ہے کہ ان دونوں معنوں سے یہاں کون سے معنی مراد ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے معنی مراد ہیں اور دوسرے معنی مراد نہیں ہیں بلکہ نہیں ہو سکتے اس لئے کہ اسی آیت میں آگے لکھا ہے ، فانسلخ منہا ، یعنی جس شخص کو خدا نے اپنی نشانیاں عطا کی تھیں لہذا اُس کو حاصل اور اُس میں مستقر ہو گئی تھیں وہ اُن سے نکل گیا ۔ اور یہ بات کسی طرح تسلیم کے قابل نہیں ہے کہ جس کو خدا نے اپنی حکمت اور اپنی نشانیاں عطا کی ہوں جو درحقیقت نبوت کا درجہ ہے (یہاں تک کہ بعض مفسرین نے ، اتیناہ ایاتنا ، کے لفظ سے اُس شخص کو جس کا یہ قصہ ہے نبی قرار دیا ہے) پھر وہ کافر ہو جاوے ۔ اس لئے میں نے ، اتیناہ ، کا ترجمہ ، لائے ہم اُس کے پاس ،

لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ (۱۸۹)

تاکہ رہے اُس کے پاس۔ پھر جب ڈھانک لیا اُس نے اُس کو تو وہ بوجھل ہوگئی تھوڑے سے بوجھ سے پھر اُسی کے ساتھ (یعنی اُسی بوجھ کے ساتھ) چلی گئی (یعنی وہ بوجھ اس میں رہتا رہا) پھر جب وہ بھاری ہوگیا تو دونوں نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی کہ جو ہم کو (لڑکا) بھلا چنگا دے تو ہم ہوں شکر کرنیوالوں میں سے (۱۸۹)

کیا ہے جو اصلی معنی اُس لفظ کے ہیں ◆

یہ ترجمہ اوروں نے بھی اختیار کیا ہے تفسیر کبیر میں ابو مسلم کا یہ قول لکھا ہے اتینٰہ ایاتنا ای بیناھا فلم یقبل دعری منھا یعنی ہم نے اپنی نشانیاں اُس کے سامنے ظاہر کیں پھر اُس نے قبول نہ کیا اور اُن سے علٰحدہ ہوگیا۔ ظاہر کرنے اور پاس لانے کا ایک ہی مطلب ہے ◆

دوسری بحث اس میں یہ ہے کہ "الذی" سے کون شخص مراد ہے اور یہ قصہ کس کا ہے ۔ قرآن مجید میں اُس شخص کا نام نہیں بتایا گیا اس لئے مفسرین نے اپنے قیاس کے مطابق متعدد نام لکھے ہیں اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ الذی سے بلعم باعور مراد ہے جس کا بہت بڑا قصہ توریت سفر اعداد باب بست و دوم و بست و سوم و بست و چہارم میں مذکور ہے اُن بابوں سے پایا جاتا ہے کہ وہ نبی تھا اور خدا سے ہم کلام ہوتا تھا پھر بُت پرست ہوگیا اور بنی اسرائیل کو بھی بُت پرستی پر مائل کیا علاوہ اس کے بہت بڑا اُس کا قصہ ہے آخر کار بنی اسرائیل نے اُس کو مار ڈالا۔ ہمارے علمائے مفسرین نے اُسی قصہ کو اپنی تفسیروں میں لکھ دیا۔ مگر توریت میں اُس کا قصہ ایسے طور پر لکھا ہے کہ کسی طرح تسلیم کے قابل نہیں ہے ◆

بعض مفسروں کا قول ہے کہ "الذی" سے اُمیہ بن ابی صلت مشہور شاعر عرب مراد ہے جو پہلے اس آیت کا قائل تھا کہ ایک نبی ہونے والا ہے مگر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ایمان نہ لایا اور کافر رہا۔ بعضوں کا قول ہے کہ ابی عامر الراہب مراد ہے جس نے منافقوں کو ورغلا کر مسجد ضرار بنوائی تھی۔ مگر اُن دونوں کا قصہ ایسا نہیں ہے کہ قرآن مجید میں بطور ایک قصہ عظیم قابل عبرت کے اس کا ذکر کیا جاوے۔ پس ہم کو خود قرآن مجید پر غور کرنا اور اُسی سے الذی کے مشارٌ الیہ کو تلاش کرنا چاہئے ◆

جہاں تک قرآن مجید سے مستنبط ہوسکتا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں الذی سے فرعون کی طرف اشارہ ہے ہم نے ابھی ثابت کیا ہے کہ اتینٰہ کے معنی اُس کے پاس لانے کے ہیں جس کی تفسیر ابو مسلم نے بیّنّاھا سے کی ہے۔ خدا تعالےٰ نے بہت سی نشانیاں

ترجمہ	آیت
پھر جب خدا نے اُن کو بھلا چنگا (لڑکا) دیا تو اُنہوں نے اُس میں جو اُن کو دیا گیا تھا خدا کے لئے شریک بنائے ۔ پھر اللہ اعلیٰ تر ہے اُس سے جس کو شریک کرتے ہیں (۱۹۰) کیا وہ (خدا کے ساتھ) اس کو شریک کرتے ہیں جو کچھ نہیں پیدا کر سکتا اور خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور اپنے پوجنے والوں کے لئے مدد نہیں کر سکتے اور نہ اپنی آپ مدد کر سکتے ہیں (۱۹۱)	فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۱۹۰) اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (۱۹۱)

فرعون کے پاس لایا مگر اُس نے کسی کو قبول کیا، فانسلخ منہا، جس کی طرف اشارہ ہے ۔ اور ایک جگہ خدا تعالےٰ نے فرعون کی نسبت فرمایا ہے " ولقد ارینٰہ اٰیاتنا کلہا فکذب وابٰی " یعنی ہم نے فرعون کو سب نشانیاں دکھلائیں پھر اُس نے جھٹلایا اور انکار کیا ۔ یہ دونوں آیتیں ایک سی ہیں اور ان دونوں کے ملانے سے ثابت ہوتا ہے کہ الذی سے فرعون کی طرف اشارہ ہے جس کا قصہ اس قابل تھا کہ لوگوں کو عبرت دلانے کے لئے اُس کے بیان کرنے کو کہا جاوے جیسا کہ متعدد جگہ قرآن مجید میں اُس کا بیان آیا ہے ۔ تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہے کہ " وجاز ان یکون ھذا الموصوف فرعون فانہ تعالےٰ ارسل الیہ موسیٰ وھارون فاعرض وابٰی وکان عادیاً ضالاً متبعاً للشیطان " یعنی ہو سکتا ہے کہ الذی کا موصوف فرعون ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اُس کے پاس موسٰے و ہارون کو بھیجا اور اُس نے نہ مانا اور وہ گمراہ تابع شیطان تھا ✦

(۱۸۹) (ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ) اکثر لوگ سمجھتے ہیں اور بعض مفسرین کی بھی یہی رائے ہے کہ " نفس واحدۃ " سے حضرت آدم مراد ہیں اور " وجعل منہا زوجہا " سے حضرت حوا جو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئی تھیں ۔ اس امر کے قرار دینے کے بعد تفسیروں میں حضرت حوا اور شیطان کا قصہ لکھا ہے جو قریب زمانہ وضع حمل کے واقع ہوا اور اُس کے بہکانے سے حضرت حوا و حضرت آدم نے اپنے پہلونٹے بیٹے کا نام عبدالحرث یعنی عبدالشیطان رکھا ۔ یہ سمجھ اور یہ قصہ بالکل لغو اور غلط ہے امام فخرالدین رازی نے بھی تفسیر کبیر میں اس سے انکار کیا ہے اور اُس کے باطل ہونے پر چھ دلیلیں قایم کی ہیں اور اخیر کو لکھا ہے کہ " فثبت بھذہ الوجوہ ان ھذا القول فاسد ویجب علی العاقل المسلم ان لا یلتفت الیہ " یعنی یہ قصہ غلط ہے اور مسلمان کو اس پر التفات کرنی نہیں چاہئے ✦

وَاِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى لَا يَتَّبِعُوۡكُمۡ‌ؕ سَوَآءٌ عَلَيۡكُمۡ اَدَعَوۡتُمُوۡهُمۡ اَمۡ اَنۡتُمۡ صَامِتُوۡنَ ﴿۱۹۳﴾

اور اگر تم اُن کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہاری تابعداری نہ کرینگے۔ تمہارے لئے برابر ہے خواہ تم اُن کو بلاؤ یا تم چپکے ہو رہو ﴿۱۹۳﴾

اس آیت میں نہ حضرت آدم کا ذکر ہے نہ حضرت حوا نہ من نفس واحدۃ سے کوئی شخص یا کوئی خاص شخص مراد ہے۔ اسی آیت کے بعد "عما یشرکون" کا لفظ بصیغۂ جمع آیا ہے جس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ "نفس واحدۃ" سے شخص واحد مراد نہیں ہے۔ آیت کے معنی بہت صاف ہیں خدا فرماتا ہے کہ میں نے تم کو اور تمہاری عورتوں کو جان واحد سے پیدا کیا ہے یعنی مرد و عورت سب میں ایک ہی جان ہے۔ دونوں خدا ہی کے پیدا کیئے ہوئے ہیں مگر مشرکوں کا یہ حال ہے کہ جب اُن کی عورتوں کو حمل رہتا ہے تو خدا سے دُعا مانگتے ہیں کہ نیک یا بے نقص لڑکا پیدا ہو پھر جب پیدا ہوتا ہے تو خدا کے ساتھ اَوروں کو شریک کرتے ہیں۔ کسی کا نام۔ عبدلات۔ اور کسی کا عبدمنات۔ اور کسی کا۔ عبدالعزے وغیرہ رکھتے ہیں اور خدا کے سوا بتوں اور لوگوں کے بندہ ہونے کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ پس اس میں مشرکین کی عام حالت شرک کا بیان ہے۔ آدم یا حوا کے پیدا ہونے اور پہلوٹا بیٹا جننے سے اور شیطان کے جھوٹے قصہ اور اُس کے حضرت حوا کو بہکانے سے کچھ تعلق نہیں ہے ✦

بعض مفسرین کی بھی یہی رائے ہے جو میں نے بیان کی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں قفال کا

قال القفال انه تعالٰی ذکر هذه القصة علی تمثیل ضرب المثل وبیان ان هذه الحالة صورة حالة هؤلاء المشرکین فی جهلهم وقولهم بالشرك وتقریر هذا الکلام کانه تعالٰی یقول هو الذی خلق کل واحد منکم من نفس واحدة وجعل من جنسها زوجها انسانا یساویه فی الانسانیة فلما تغشی الزوج زوجته وظهر الحمل دعا الزوج والزوجة ربهما لئن اٰتیتنا ولدا صالحا سویا لنکونن من الشاکرین لآلائك ونعمائك فلما اٰتاهما الله ولدا صالحا سویا جعل الزوج والزوجة لله شرکاء فیما اٰتاهما لانهم تارة ینسبون ذلك الولد الی الطبائع کما هو قول الطبائعیین

یہ قول لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بطور ضرب المثل کے اس قصہ کی تمثیل دی ہے کہ یہ حالت مشرکین کی جہل اور کفر اور شرک کی حالت ہے گویا خدا یہ فرماتا ہے کہ وہی اللہ ہے جس نے پیدا کیا ہر ایک شخص کو تم میں سے ایک جان سے اور اُسی کی جنس انسان سے اُس کا جوڑا بنایا جو انسانیت میں اُس کی برابر ہے پھر جب وہ دونوں آپس میں ملتے ہیں اور حمل ہو جاتا ہے تو خصم جورو اپنے پروردگار سے دعا مانگتے ہیں کہ دے ہم کو بیٹا اچھا صحیح سالم تاکہ ہم تیری عنایتوں اور نعمتوں کے شکر کرنے والوں میں سے ہوں۔ جب اُن کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۹۴﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ ﴿۱۹۵﴾ إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿۱۹۶﴾

جو لوگ کہ پکارتے ہیں اور وں کو اللہ کے سوا (وہ بھی) مثل تمہارے خدا کے بندے ہیں پھر ان کو پکارو پھر وہ تم کو جواب دیں گے اگر تم سچے ہو (۱۹۴) کیا ان کے لئے (یعنی بتوں کے لئے) پاؤں ہیں ان سے وہ چلتے ہیں۔ کیا ان کے لئے ہاتھ ہیں ان سے وہ پکڑتے ہیں۔ کیا ان کے لئے آنکھیں ہیں ان سے وہ دیکھتے ہیں۔ کیا ان کے لئے کان ہیں ان سے وہ سنتے ہیں۔ کہہ دے لے پیغمبر بلاؤ اپنے شریکوں کو (یعنی جن کو خدا کے ساتھ شریک کرتے ہو) پھر میرے ساتھ مکر کرو اور مجھ کو مہلت مت دو (۱۹۵) بیشک میرا دوست اللہ ہے جس نے اتاری کتاب اور وہ دوستی کرتا ہے نیک کام کرنے والوں سے (۱۹۶)

وتارۃ الی الکواکب کے عو قول المنجمین وتارۃ الی الاصنام والاوثان کما ھو قول عبدۃ الاصنام ثم قال تعالی فتعالی اللہ عما یشرکون ای تنزہ اللہ عن ذلک الشرک وھذا جواب فی غایۃ الصحۃ والسداد۔
تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۔ ۔ ۔ ۔

اللہ نے ان کو اچھا صحیح سالم بیٹا دیا تو خصوصیت اس میں جو خدا نے ان کو دیا اللہ کا شریک کرنے لگے کیونکہ کبھی تو وہ اس لڑکے کے پیدا ہونے کو طبیعت کے سبب کہتے ہیں جیسے کہ قول ان لوگوں کا ہے جو طبیعت کو خالق حقیقی جانتے ہیں اور کبھی اس کے ہونے کو ستاروں کی اثر سے منسوب کرتے ہیں جیسے کہ نجومیوں کا قول ہے ۔ اور کبھی دیوتاؤں اور بتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے کہ بتوں کے پوجنے والوں کا طریقہ ہے ۔ اس کے بعد خدا نے فرمایا کہ پاک ہے اللہ اس بات سے جس سے وہ شرک کرتے ہیں ۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ قفال بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس آیت میں نفس واحدہ سے حضرت آدم مراد ہیں ۔ اسی کو امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ یہی بات صحیح اور مضبوط ہے +

علمائے متقدمین نے جو محقق ہونے کا درجہ رکھتے تھے ہر ایک امر کو محقق طور پر بھی بیان کیا ہے مگر ان کے سبب لغو و بیہودہ قصے زیادہ تر مشہور ہو گئے ہیں اور محققین کی رائیں جو عام پسند نہیں ہوئیں مشہور نہیں ہوئیں ۔ فتدبر +

(۱۹۹) (وما ینزغنک) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کو بڑی دقت پڑی ہے کیونکہ وہ شیطان کو ایک جداگانہ مخلوق خارج از انسان اور خدا تعالیٰ کا مخالف اور لوگوں کو بدی و نافرمانی پر رغبت دینے والا اور بہکانے والا کفر و شرک میں ڈالنے والا قرار دیتے ہیں ۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو شیطان بہکا نہیں سکتا اور ان کو اس کا اثر ذرا سا بھی نہیں ہوتا ۔ پھر کیونکر خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا کہ واما ینزغنک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ
لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ
يَنْصُرُونَ (۱۹۶) وَإِنْ تَدْعُوهُمْ
إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ
إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ (۱۹۷)
خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ
عَنِ الْجَاهِلِينَ (۱۹۸) وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ
مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ
إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۱۹۹)

اور جو لوگ کہ پکارتے ہیں اوروں کو اللہ کے سوا وہ
اُن کی مدد نہیں کرسکتے اور نہ وہ اپنی آپ مدد کرتے
ہیں (۱۹۶) اور اگر تو اُن کو بلاوے ہدایت کی طرف تو
وہ نہیں سُننے کے۔ تو اُن کو (یعنی بتوں کو) دیکھتا ہے
تیری طرف نظر کر رہے ہیں اور وہ دیکھتے نہیں (۱۹۷)
درگذر کو اختیار کر اور اچھے کاموں کے کرنے کا حکم کر اور
مُنہ پھیر جاہلوں سے (۱۹۸) اور اگر چھیڑ کرے تجھ کو
شیطان کا بھڑکانا تو پناہ مانگ اللہ سے بیشک وہ سُننے
والا ہے جاننے والا (۱۹۹)

من الشیطان نزغ • پھر مفسرین نے اس کے جواب میں بہت سی تقریریں اور تاویلیں کی ہیں جو نہایت سُست و پژمردہ ہیں لیکن اگر ٹھیک ٹھیک مطلب سمجھا جاوے تو آیت کی تفسیر میں کوئی مشکل و دقت نہیں ہے •

یہ بات مذہب اسلام کے ہر فرقہ میں مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی انسانوں کی مانند بشر ہیں جیسے کہ خدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فرمایا ہے کہ "انا بشر مثلکم یوحی الی" پس جو مقتضاے بشریت ہے اُس سے انبیاء علیہم السلام بھی خالی نہیں ہیں انبیاء میں اور عام انسانوں میں یہ فرق ہے کہ انبیاء اُس تقاضاے بشری کو روک لیتے ہیں اور اس پر غالب آجاتے ہیں اور عام انسان اُس سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور وہ اُن پر غالب ہو جاتا ہے۔ اس آیت سے اوپر کی آیت میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا کہ جاہلوں سے درگذر کر اور اُن سے اپنا مُنہ پھیر لے یعنی کافر جو نالائق باتیں کرتے ہیں اُن سے درگذر کرنا چاہئے۔ مگر ایسی باتوں سے رنج ہونا یا غصہ آنا ایک امر طبعی و مقتضاے بشری ہے اس لئے خدا نے فرمایا کہ اگر تجھ کو ایسا امر پیش آوے تو خدا کو یاد کر اور خدا کی طرف متوجہ ہو تا کہ وہ رنج یا غصہ جو مقتضاے بشریت آیا مغلوب ہو جاوے اور غالب نہ ہونے پاوے۔ اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیت میں شیطان کے لفظ سے صاف اشارہ اُس قوت غضبیہ کی طرف ہے جو انسانوں میں اور انبیاء میں بھی بمقتضاے خلقت بشری موجود ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی رنج نہ ہوتا تھا یا کبھی غصہ نہ آتا تھا مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے کمال نفس سے خدا کی طرف توجہ کرنے سے رنج دُور فرماتے تھے اور غصہ کو دبا دیتے تھے اور قوت غضبیہ کو اپنے پر غالب نہ ہونے دیتے تھے۔ یہ آیت علانیہ ثابت کرتی ہے کہ قرآن مجید میں شیطان کا لفظ اُنہی قوا پر جو بمقابلہ قواے ملکوتیہ کے انسانوں میں بمقتضاے فطرت و خلقت انسانی کے ہیں اطلاق ہوا ہے نہ کسی ایسے وجود خارجی پر جو خدا کے مقابل اور اُس کا مد مخالف ہو۔ پس آیت میں کوئی ایسی مشکل نہیں ہے جس سے ذات پاک رسول مقبول پر کوئی منقصت آسکے •

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَيْفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ (۲۰۰) وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ (۲۰۱) وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (۲۰۲) وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (۲۰۳)

بیشک جو لوگ پرہیزگاری کرتے ہیں جب کہ ان کو چھوتا ہے وغدغہ شیطان کا تو (اللہ کو) یاد کرتے ہیں پھر وہ ہیں سوچنے والے (۲۰۰) اور ان کے بھائی ان کو کھینچتے ہیں نافرمانی میں پھر کچھ کمی نہیں کرتے (۲۰۱) اور جب تو ان کے پاس کوئی نشانی نہیں لاتا تو کہتے ہیں کیوں نہیں تو اس کو بنا لاتا۔ کہدے اے پیغمبر کہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں تابعداری کرتا ہوں اس کی جو وحی بھیجی گئی ہے میرے پاس میرے پروردگار سے۔ یہ دلیلیں ہیں تمہارے پروردگار کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں (۲۰۲) اور جب قرآن پڑھا جاوے تو تم اس کو سنو اور چپ رہو شاید کہ تم رحم کئے جاؤ (۲۰۳)

تعجب ہے کہ بعض مفسرین نے بھی قریباً قریباً اسی مطلب کی طرف رجوع کی ہے امام فخرالدین رازی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جب خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے کاموں کا حکم دیا تو کبھی یہ ہوتا ہے کہ ایک بیوقوف اپنی بیوقوفی ظاہر کر کے طبیعت کو بھڑکا دیتا ہے ایسے وقت کے لئے خدا نے اس کے مقابلہ کرنے کے عوض سکوت اختیار کرنا فرمایا اور کہا کہ منہ پھیر لے جاہلوں سے اور یہ بات ظاہر ہے کہ بیوقوف کا اس طرح پیش آنا غصہ اور غضب کو بھڑکا دیتا ہے انسان درست حالت پر نہیں رہتا۔ ایسی حالت میں شیطان کو موقع ملتا ہے انسان کو نہ کرنے کی باتوں کے کر بیٹھنے پر برانگیختہ کرنے کا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ایسی بات بتا دی جو اس مرض کے علاج کی جگہ ہے اور کہا کہ پناہ مانگ اللہ سے۔ یہ تمام تقریر امام صاحب کی وہی ہے جو ہم نے لکھی ہے صرف وہ فقرہ اس تقریر کا جس پر ہم نے لکیر کر دی ہے مہمل ہے اگر وہ خارج کر دیا جاوے تو امام صاحب کی تحریر اور ہماری تقریر میں کچھ فرق نہیں ہے۔ تعجب یہ ہے کہ جب خود امام صاحب نے لکھا ہے کہ غصہ کی حالت میں انسان درست حالت پر نہیں رہتا تو پھر شیطان کو بلانے کی کیا حاجت رہی تھی ۔

وتقرير الكلام انه تعالىٰ لما امره بالمعروف فعند ذلك ربما يهيج سفيه ويظهر السفاهة فعند ذلك امره تعالىٰ بالسكوت عن مقابلته فقال واعرض عن الجاهلين ولما كان من المعلوم ان اقدام السفيه قد يهيج الغضب والغيظ ولا يبقى الانسان على حالة السلامة وعند تلك الحالة يجد الشيطان مجالا في حمل ذلك الانسان على ما لا ينبغي لاجرم بين تعالىٰ ما يجري مجرى العلاج لهذا المرض فقال فاستعذ بالله ۔

تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۴۴۹ ۔

(۲۰۱) (واخوانهم يمدونهم) اس آیت کی تفسیر میں صرف اس قدر بیان کرنا ہے کہ ھم کی ضمیر کس کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (۲۰۴) اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ (۲۰۵)	اور یاد کر اپنے پروردگار کو جی میں عاجزی اور خوف سے پکار کر بات کرنے کی بہ نسبت دھیمی آواز سے صبح کو اور شام کو اور تو نہ ہو غفلت کرنے والوں میں سے (۲۰۴) بیشک جو لوگ تیرے پروردگار کے قریب ہیں وہ تکبر نہیں کرتے اس کی عبادت سے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کے لئے سجدہ کرتے ہیں (۲۰۵)

طرف راجع ہے مفسرین "ہم" کی ضمیر کو جو "اخوانھم" میں ہے شیطان کی طرف راجع لیتے ہیں اور مفرد کی طرف ضمیر جمع کا راجع ہونا باعتبار جنس کے سمجھتے ہیں اور جو ضمیر "ھم" کی "یمدونھم" میں ہے اس کو "الذین اتقوا" کی طرف پھیرتے ہیں۔ اور "یمدون" کے معنی امداد کے لیتے ہیں ✦

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ "اخوانھم" کے معنی ہیں اخوان الشیاطین یعنی شیاطین مدد کرتے ہیں شیاطین کی گمراہی میں اور یہ بات اس طرح پر ہے کہ شیطان آدمی بھائی ہیں شیاطین جن کے پھر شیطان آدمی لوگوں کو بہکاتے ہیں اور اس سے مدد ملتی ہے شیاطین جن کو بہکانے پر اور گمراہ کرنے پر۔ دوسرا قول یہ ہے کہ شیطانوں کے بھائی وہ لوگ ہیں جو پرہیزگار نہیں ہیں پس شیاطین ان کے لئے بطور مدد کے ہیں اور یہ دونوں قول اس یقین پر مبنی ہیں کہ ہر ایک کافر کا ایک شیطان بھائی ہوتا ہے ✦

ان المعنی واخوان الشیاطین یمدون الشیاطین فی الغی وذلک لان شیاطین الانس اخوان الشیاطین الجن فشیاطین الانس یغوون الناس فیکون ذلک امدادا منھم لشیاطین الجن علی الاغواء والاضلال۔ والقول الثانی ان اخوان الشیاطین ھم الناس الذین لیسوا بمتقین فان الشیاطین یکونون مددا لھم فیه والقولان مبنیان علی ان لکل کافر اخا من الشیاطین۔

تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۵۱ ✦

مگر یہ تقریر وہمی اور خیالی ہے۔ یہ کہدینا تو آسان ہے کہ ہر ایک کافر کا ایک شیطان بھائی ہوتا ہے مگر جب اس کا ثبوت چاہو تو بجز خیال و وہم کے کچھ نہیں۔ میرے نزدیک آیت کے معنی بہت صاف ہیں اور نہ "یمدون" کے معنی اس مقام پر امداد کے ہیں "اخوانھم" کی ضمیر اور "یمدونھم" کی ضمیر "الذین اتقوا" کی طرف راجع ہے آیت کے معنی نہایت صاف ہیں کہ پرہیزگار آدمیوں کے دل میں جب کوئی وغدغہ آتا ہے تو خدا کو یاد کرتے ہیں اور ان کے بھائی بند ان کو گمراہی میں کھینچ لیجانے میں کچھ تقصیر نہیں کرتے ✦

تم الجلد الثالث من تفسیر القرآن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سورۃ الانفال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (۱)	تجھ سے پوچھتے ہیں لڑائی میں ہاتھ آئے ہوئے مال سے کہ جو کہ لڑائی میں ہاتھ آیا ہو وہ مال اللہ اور رسول کا ہے پھر ڈرو اللہ سے اور صلح رکھو آپس میں اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگر تم ایمان والے ہو (۱)

(۱) (یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ) جو مال کہ لڑائی میں ہاتھ لگے اس کو انفال کہتے ہیں اس سورہ میں جنگ بدر کا ذکر ہے۔ جنگ بدر کے واقعہ پر مخالفین اسلام نے بہت کچھ الزام لگائے ہیں جن کی نسبت بالتفصیل ہم بحث کریں گے لیکن اول مختصراً اس واقعہ کو بلا کسی قابل بحث اشارہ کے لکھتے ہیں اور اس کے بعد اس کی بحث طلب جزئیات کو بیان کریں گے۔ بدر ایک چشمہ کا نام ہے جو وادی صفرا کے اخیر منبوع کے قریب بحر احمر کے کنارہ کے پاس مدینہ سے تین منزل پر واقع ہے۔ اس چشمہ کے سبب سے وہ مقام مشہور ہو گیا ہے۔ عرب میں پانی کی نہایت قلت ہے اور جہاں کہیں چشمہ ہوتا ہے وہ جگہ مشہور اور نہایت عزیز ہو جاتی ہے۔ جس لڑائی کا اس سورہ میں ذکر ہے وہ اسی مقام پر ہوئی تھی اور اسی لئے جنگ بدر کے نام سے مشہور ہے ✦

بدر بالفتح ثم السکون ماء مشہور بین مکۃ والمدینۃ اسفل وادی الصفراء بینہ وبین الجار وھو ساحل البحر لیلۃ بہ کانت الوقعۃ المشہورۃ بین النبی صلعم واھل مکۃ - (مراصد الاطلاع)

شام کے ملک سے قریش کا ایک قافلہ جس میں تیس چالیس آدمی تھے ابی سفیان کے ساتھ بہت سا مال و اسباب لئے ہوئے مکہ کو آتا تھا۔ انہی دنوں میں مکے کے قریش نے بہت سے آدمی لڑائی کے لئے جمع کئے اور مکہ سے کوچ کیا۔ انہی دنوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو لڑنے والے لوگوں کے ساتھ مدینہ سے کوچ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقام بدر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مکے کے قریش سے لڑائی ہوئی۔ یہ واقعہ سنہ ۲ ہجری میں واقع ہوا ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (۲)	اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایمان والے وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان کو اس کی آیتیں پڑھ سنائی جاویں تو زیادہ کر دیتی ہیں ان میں ایمان کو اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں (۲)

اب چند امور اس میں بحث طلب ہیں۔ اول یہ کہ۔ مکہ کے قریش نے کیوں لڑائی کے لئے لوگ جمع کئے تھے اور کیوں لڑنے کے ارادہ سے نکلے تھے۔ تمام مسلمان مورخ لکھتے ہیں کہ قریش مکہ کو یہ خبر پہنچی تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ابی سفیان والے قافلے کے لوٹنے کا ہے اس لئے اُنہوں نے اس قافلہ کے بچانے کو لوگ جمع کئے اور لڑائی کے ارادہ سے نکلے۔

اگر یہ روایتیں صحیح مان لیجاویں تو بھی یہ بات لازم نہیں آتی کہ جو خبر اُن کو پہنچی تھی وہ صحیح تھی اور در حقیقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارادہ اُس قافلہ کو لوٹنے کا تھا۔ علاوہ اس کے جب قریش مکہ نے بہت سے لڑنے والے آدمی جمع کر کے لڑائی کے ارادہ پر کوچ کیا تھا تو اس بات کا کسی طرح سے یقین نہیں ہوسکتا کہ اُن کا ارادہ صرف اُس قافلہ ہی کی حفاظت کا تھا اور خاص مدینہ پر چڑھائی کرنے کا نہ تھا۔ بلکہ وہ دلیلیں ایسی صاف ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ اُن کا ارادہ اس سے زیادہ تھا اس لیئے کہ اُنھوں نے اس قدر آدمی جمع کئے تھے اور لڑائی کا سامان اور نفیر عام اس طرح پر کی تھی جو قافلہ کی حفاظت کی ضرورت سے بہت زیادہ تھی۔ اور جب کہ وہ قافلہ خدشہ کے مقام سے بچکر نکل گیا اُس وقت بھی اُنھوں نے کوچ کو اور لڑائی کے ارادہ کو موقوف نہیں کیا۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ اُن کا ارادہ اُس قافلہ ہی کے بچانے کا تھا تب بھی اہل مدینہ کو کسی طرح اس بات پر طمانیت نہیں ہوسکتی تھی کہ اُن کا ارادہ مدینہ پر حملہ کرنے کا نہیں ہے بلکہ جو عداوت اہل مکہ کو مہاجرین اور مدینہ کے انصار سے تھی اور جس پر حملہ کرنے اور غارت کرنے کی وہ ہمیشہ دھمکی دیتے تھے اور اُس کے خواہشمند بھی تھے وہ ایک قوی دلیل اس خیال بلکہ یقین کرنے کی تھی کہ وہ ضرور مدینہ پر بھی حملہ کرینگے۔

دوسرے یہ کہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیوں مدینہ سے بقصد جنگ کوچ کیا تھا۔ تمام مسلمان مورخوں کا جن کی عادت میں داخل ہے کہ بلا سند روایتوں اور غلط و صحیح افواہوں کو بلا تصحیح و تنقید اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور انہی پر بناء واقعات قایم کرتے ہیں یہ قول ہے کہ آنحضرت اور اُن کے صحابہ نے یہ بات خیال کر کے کہ ابی سفیان کے ساتھ کے قافلہ میں لوگ بہت تھوڑے ہیں اور مال بہت زیادہ ہے لوٹ لینے کا ارادہ کیا تھا اور اسی وجہ سے کوچ کیا اُس کی خبر جب قریش مکہ کو پہنچی تو اُنھوں نے نفیر عام کی اور قافلہ کے بچانے کو نکلے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قریش کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾	وہ لوگ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں ﴿۳﴾

ساتھ ہوتے تھے اُن کے قافلہ کے لوٹنے کا قصد اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا اور اُس کے دفع کرنے کو قریش بقصد لڑائی نکلے +

ان مسلمان مورخوں کی نادانی اور غلطی سے مخالفین مذہب اسلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی نسبت قافلوں کے لوٹنے کا جو پیغمبری کی شان کے شایاں نہیں ہے اور بلا سبب لڑائی کی ابتدا کرنے کے الزام لگانے کا موقع ہاتھ آیا ہے اور بہت زور شور سے اُن الزاموں کو قائم کیا ہے لیکن اُس زمانہ کی حالت پر اور جو طریقہ دشمنوں کے ساتھ پیش آنے کا اُس زمانہ میں بلا اعتراض کے مروج تھا اگر اُس پر لحاظ کیا جاوے تو ایسا کرنے میں بھی اگر کیا گیا ہو کوئی مقام اعتراض کا نہیں ہو سکتا اور اگر ہم اُس طریقہ تعجب انگیز کا جو حضرت موسےٰ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ اختیار کیا تھا اس کے ساتھ مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اگر ایسا کیا گیا بھی ہو تو حضرت موسےٰ کے برتاؤ سے بہت ہی خفیف درجہ رکھتا ہے +

مگر درحقیقت یہ الزام محض غلط اور بے بنیاد ہیں اور وہ حدیثیں اور روایتیں جن کی بنا پر وہ الزام قائم کئے ہیں از سرتاپا غلط اور غیر مستند ہیں۔ قرآن مجید میں یہ واقعہ نہایت صفائی سے مندرج ہے اور اُس میں صاف بیان ہوا ہے کہ کس گروہ کے مقابلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ کے قصد سے کوچ فرمایا تھا آیا قافلہ لوٹنے کے ارادہ سے یا اُس گروہ کے مقابلہ کے لئے جس کو قریش مکہ نے لڑنے کے ارادہ سے جمع کر کے کوچ کیا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کوچ فرمانا قریش مکہ کے کوچ کرنے کے بعد ہوا تھا یا اُس کے قبل ہوا تھا +

ہم قرآن مجید کی آیتوں سے ثابت کرینگے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال بھی کسی قافلہ کے لوٹنے کا نہ تھا اور قریش مکہ کے بقصد جنگ فوج کثیر کے ساتھ کوچ کرنے کے بعد جس سے ہر طرح مدینہ پر اُن کا ارادہ حملہ کرنے کا پایا جاتا تھا اور ادنےٰ درجہ یہ کہ بوجہ قوی احتمال ہوتا تھا مدینہ کی حفاظت کی غرض سے کوچ کیا تھا۔ اور جب کہ خود قرآن مجید کی آیتوں سے یہ امر ثابت ہوتا ہے تو کوئی روایت یا کوئی حدیث جو اُس کے برخلاف ہو اور کسی کتاب میں مندرج ہو اور کسی نے روایت کی ہو عقلاً و نقلاً مردود ہے۔ عقلاً میں نے اس لئے کہا کہ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں اگر صرف تاریخانہ اصول پر نظر رکھیں تو بھی وہ اس بات کو تسلیم کرینگے کہ زبانی روایتیں جا ایک زمانہ بعد تحریر میں آئیں قرآن مجید کے مقابلہ میں جب کہ اُن دونوں میں اختلاف ہو قابل قبول اور لائق وثوق نہیں ہو سکتیں +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۴﴾	وہی لوگ ہیں ٹھیک ایمان والے اُن کے لئے مرتبے ہیں اُن کے پروردگار کے پاس اور بخشائش اور رزق برکت والا ﴿۴﴾

اسی سورہ کی پانچویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر یعنی مدینہ ہی میں تھے اور وہاں سے کوچ بھی نہیں کیا تھا کہ آپس میں صحابہ کے اختلاف تھا بعض تو لڑنے کے لئے نکلنا پسند کرتے تھے اور بعضے ناپسند کرتے تھے۔ جو لوگ لڑنے کے لئے نکلنا ناپسند کرتے تھے اُس کی وجہ چھٹی آیت میں بیان ہوئی ہے کہ ،، گویا وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں اور وہ اپنے مارے جانے کو دیکھتے ہیں +

اور نیز تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی سفیان کا قافلہ جو شام سے آتا تھا اُس میں نہایت قلیل آدمی تھے اُن سے لڑنے کے لئے کوچ کرنے میں اور اُس کے لوٹنے میں ایسی کوئی خوف کی بات نہ تھی۔ بلکہ یہ خوف قریش مکہ کی اُس فوج سے تھا جو اُنہوں نے نفیر عام کے بعد جمع کی تھی پس سے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قبل اس کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے کوچ فرماویں قریش مکہ لڑنے کو نکل چکے تھے یا آمادۂ جنگ ہوچکے تھے +

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اس آمادگیٔ جنگ کے بعد اور مدینہ سے کوچ کرنے کے قبل بعض صحابہ کی یہ رائے ہوئی کہ شام کے قافلہ کو لوٹ لیا جاوے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مؤرخوں اور راویوں نے اس رائے کو جو بعض صحابہ نے دی تھی غلطی سے اس طرح پر بیان کیا ہے کہ گویا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارادہ قافلہ کو لوٹنے ہی کا تھا اور جو آمادگی جنگ مدینہ میں ہوئی تھی وہ قافلہ کے لوٹنے کے لئے ہوئی تھی۔ زمانۂ دراز کے بعد کسی واقعہ کے بیان میں جو افواہی چلا آتا ہو اس قسم کی غلطی کا واقعہ ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے مگر قرآن مجید سے صاف ظاہر ہے کہ وہ باقی روایتیں غلط ہیں بلکہ جو آمادگی جنگ کی مدینہ میں ہوئی وہ بمقابلہ قریش مکہ کے ہوئی تھی نہ واسطے لوٹنے قافلہ کے +

اسی سورہ کی چھٹی آیت میں جو جملہ " بعد ما تبین " آیا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر منکشف کردیا تھا کہ اس لڑائی میں مسلمانوں کو فتح ہوگی اسکے بعد کی ساتویں آیت میں دو گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک وہ گروہ جس کے ساتھ کچھ شان و شوکت یعنی لڑائی کا سامان نہ تھا۔ اس گروہ سے وہ قافلہ مراد ہے جو شام سے آتا تھا اور جس کے ساتھ صرف تیس چالیس آدمی تھے۔ اور دوسرا گروہ قریش مکہ کا تھا جس کے ساتھ بہت سا لشکر اور بہت کچھ شان و شوکت تھی۔ خدا نے کہا کہ ان دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارے لئے ہے تم اُس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵	جس طرح تیرے پروردگار نے تجھ کو تیرے گھر سے حق پر نکالا اور بیشک ایک گروہ ایمان والوں میں سے ناپسند کرتا تھا ۝۵

بے شان و شوکت گروہ کو لینا چاہتے ہو مگر خدا چاہتا ہے کہ جو حق بات ہے یعنی دین اسلام وہ ثابت ہو جاوے۔ اور کافروں کی جڑ کٹ جاوے۔ پس اس آیت سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ لڑنے کا حکم قریش مکہ کے مقابلہ کے لئے تھا نہ اُس قافلہ کے لوٹنے کے لئے ✦

ساتویں آیت سے چھٹی آیت کے مضمون کی بھی زیادہ تشریح ہوتی ہے کہ بعض صحابہ جو لڑائی کے لئے نکلنے کو ناپسند کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ گویا اُن کو موت کی طرف ہانکا جاتا ہے اور وہ اپنے مارے جانے کو دیکھ رہے ہیں اُس خوف کا سبب یہی تھا کہ اُن کو قریش مکہ کے مقابلہ میں نکلنے کا حکم ہوا تھا جو لشکر کثیر کے ساتھ لڑائی کو نکلا تھا اور جس سے یقین یا احتمال قوی مدینہ پر اور مہاجرین اور انصار پر حملہ کرنے کا تھا نہ اُس قافلہ پر حملہ کرنے کا جس کے ساتھ کچھ شان و شوکت یعنی سامان جنگ نہ تھا ✦

بیان مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود قرآن مجید سے مندرجہ ذیل امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ۔ مدینہ ہی میں اور مدینہ سے کوچ کرنے کے پہلے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ قریش مکہ لشکر کثیر کے ساتھ جنگ کے ارادہ سے نکلے ہیں۔ دوسرے یہ کہ۔ مدینہ ہی میں خدا نے حکم دیدیا تھا کہ قریش مکہ کے مقابلہ میں لڑنے کو جاؤ اور جن صحابہ نے اس درمیان میں قافلہ لوٹنے کی صلاح دی تھی خود خدا تعالےٰ نے مدینہ ہی میں اُس کو نامنظور کیا تھا ✦

اب ہم اگر اُن روایتوں پر جو قرآن مجید کے برخلاف نہیں اعتبار کریں تو معلوم ہوتا ہے اور جو واقعات پیش آئے اُن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ سے جو لوگ لڑنے کو نکلے وہ قریش مکہ کے مقابلہ میں اُن کے حملہ کے دفع کرنے کے لئے نکلے تھے نہ قافلہ لوٹنے کے لئے ✦

سیرت ہشامی میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ فرمایا اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کوچ قریش مکہ کے مقابلہ میں تھا نہ شام کے قافلہ پر کیونکہ وہ قافلہ شام سے آتا تھا جو مدینہ سے جانب شمال واقع ہے اور مکہ جانب جنوب اور شام سے قافلہ کے مکہ میں آنے کا رستہ مدینہ سے جانب غرب پڑتا ہے پس اگر قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کیا جاتا تو مدینہ سے غرب کی جانب کا رستہ اختیار کیا جاتا نہ جنوب کا ✦

قال ابن اسحٰق فسلك طريقه من المدينة الى مكة (صفحه ۴۳۳)

سیرت ہشامی میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلکر نقب المدینہ میں

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۞ ⑨	تجھ سے جھگڑتے تھے حق بات پر کھل جانے کے بعد بھی گویا کہ وہ ہانکے جاتے ہیں موت کی طرف اور وہ اُس کو دیکھتے ہیں ⑨

تشریف لائے پھر وہاں سے عقیق میں وہاں سے ذوالحلیفہ میں وہاں سے اولات الجیش یا ذات الجیش میں وہاں سے تربان میں وہاں سے مل میں وہاں سے غمیس الحمام میں وہاں سے صخیرات الیمام میں وہاں سے سیالہ میں وہاں سے فج الروحاء میں وہاں سے شنوکہ میں اور جب عرق الظبیہ میں پہنچے تو وہاں ایک عرب ملا (غالباً مکہ سے آنے والا تھا) اُس سے لوگوں کا حال پوچھا مگر اُس نے کچھ نہیں بتلایا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلکر سجسج میں ٹھیرے پھر وہاں سے چلے اور جب منصرف میں پہنچے تو بائیں طرف مکہ کا راستہ چھوڑ دیا اور دائیں طرف پھرے اور نازیہ ہوکر بدر جانے کا ارادہ کیا اور رحقان اور وہاں سے مضیق الصفرا میں پہنچے اور بسبس بن عمرو الجہنی اور عدی بن ابی الزغباء الجہنی کو ابوسفیان کی اور اور لوگوں کی (یعنی قریش مکہ کی) خبر دریافت کرنے کو روانہ کیا۔ اور مضیق الصفرا کو بھی بائیں طرف چھوڑکر دائیں طرف چلے اور وادی ذفران میں پہنچے وہاں قریش کے آنے کی خبر ملی +

ذفران کے مقام میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں سے جن میں انصار بھی شامل تھے قریش کے بڑھے چلے آنے کی خبر کی اور سب کو لڑنے مرنے پر مستعد پایا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ثنایا یعنی اصافر پر گئے اور وہاں سے دبہ میں اُترے اور وہاں سے قریب بدر پہنچ کر مقام کیا اور تحقیق خبر ملی کہ قریش مکہ کا لشکر یہاں سے بہت قریب پڑا ہوا ہے انجام کار دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی +

تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے پہلے شام کا قافلہ جس کے ساتھ ابی سفیان ابن حرب تھا سمندر کے کنارہ کنارہ ہوکر نکل گیا تھا اور بدر میں نہیں آیا تھا چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب ابوجہل مکہ سے لوگوں کو لے کر نکلا تو اُس سے کہا گیا کہ قافلہ نے سمندر کے کنارہ کا رستہ لیا اور بسلامت چلا گیا اب مکہ کو پھر چلو اُس نے کہا کہ خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا پس تمام

خرج ابوجهل بجميع اهل مكة وهم النفير وفي المثل السائر لا في العير ولا في النفير فقيل له العير اخذت طريق الساحل ونجت فارجع الى مكة بالناس فقال لا والله لا يكون ذلك ابدا (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۶۴)

واقعات ثابت کرتے ہیں کہ مدینہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لڑائی کے لئے نکلنا صرف قریش مکہ کے مقابلہ میں اور اُن کے حملہ کے دفع کرنے کی غرض سے اور مدینہ کو جہاں مہاجرین نے پناہ لی تھی اور مہاجرین اور انصار کو قریش کے حملہ سے بچانے کے لئے تھا۔ ہر ایک لائق شخص جو

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷﴾

اور جب تم سے اللہ وعدہ کرتا تھا دو گروہوں میں سے ایک گروہ بیشک تمہارے لئے ہے اور تم چاہتے تھے کہ بغیر شوکت والا (گروہ) تمہارے لئے ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ سچ کو سچ کر دے اپنے حکم سے اور کاٹ دے جڑ کافروں کی ﴿۷﴾

خدا نے معاملات جنگ کے سمجھنے کی لیاقت دی ہو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اگر حملہ آور قریش مدینہ کی دیواروں تک پہنچ جاتے تو اُن کا روکنا اور اُن کے حملہ کو دفع کرنا ناممکن تھا مہاجرین کو وہاں گئے ہوئے پورے دو برس بھی نہیں ہوئے تھے۔ مدینہ میں جن لوگوں نے اُن کو پناہ دی تھی اور دل و جان سے مہاجرین کے مددگار تھے اور جو انصار کہلاتے تھے اُن کی تعداد بھی بمقابلہ آبادی مدینہ اور اُس کے گرد و نواح کے کچھ زیادہ نہ تھی پس جب کہ اہل مدینہ یہ حالت دیکھتے کہ اُن لوگوں کے سبب سے مدینہ پر کیا آفت آئی ہے اور غنیم نے اُن کو گھیر لیا ہے تو اُن سب کی حالت بالکل بدل جاتی اور حملہ آوروں کا حملہ دفع کرنا غیر ممکن ہو جاتا اور اس لئے ضرور تھا کہ مدینہ سے آگے بڑھ کر اُن کا مقابلہ کیا جاوے اور جو کچھ خدا کو کرنا منظور ہو وہ مدینہ سے باہر ہو جاوے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے مقابلہ کے لئے مدینہ سے باہر نکلنا اور آگے بڑھ کر اُن کو روکنا ضروری سمجھا تھا اب کون شخص ہے جو ان واقعات کو انصاف کی نظر سے دیکھ کر اُن کو کسی الزام کی بنیاد قرار دے سکتا ہے ✦

بدر کی لڑائی میں خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور دشمنوں کا مال و اسباب اُن کے ہاتھ آیا۔ زمانہ جاہلیت میں غنیمت کے مال کا جیسے کہ اشعار مندرجہ حاشیہ سے ظاہر ہوتا ہے یہ دستور تھا کہ تقسیم ہونے سے پہلے سردار لشکر جو چاہتا تھا پسند کر لیتا تھا اور بوقت تقسیم چوتھ یعنی چہارم حصہ سردار لشکر کو دیا جاتا تھا اور باقی لڑنے والوں اور فتح کرنے والوں میں تقسیم ہوتا تھا اور خاص کسی شخص کے ہاتھ جو مال آتا تھا وہ اُس کو اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ غالباً فتح کرنے والوں میں نسبت کسی مال غنیمت کے اس قسم کا جھگڑا پیدا ہوا کہ کوئی اُس کو اپنی خاص ملکیت قرار دیتا تھا اور کوئی اپنی ملکیت اور کوئی مشترک ہونے کا دعوے کرتا تھا اور اُس وقت تک مسلمانوں کے لئے غنیمت کے مال کی نسبت کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے

(۱) ان بن الرابعین من آل عمرو دفرسانا
المنابر منجاب یا ... المرباع الرئیس الذی کان یاخذ ربع الغنیمة فی الغزو (تبریزی)
لک المرباع منها والصفایا وحکمک
والنشیطة والفضول المرباع ماکان
یاخذه الرئیس وهو ربع الغنم —
النشیطة ما یغنمه الغزاة فی الطریق
قبل بلوغ الی الموضع الذی قصدوه
والصفی ما یصطفیه الرئیس من الغنم
لنفسه قبل القسمة وهو الصفیة ایضا
والجمع صفایا (صحاح جوہری)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿۸﴾	تا کہ سچ کر دکھائے سچ کو اور باطل کر دکھائے باطل کو اور گو کہ برا جانیں گنہگار ﴿۸﴾

لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے غنیمت کے مال کی نسبت پوچھا۔ اُس پر یہ حکم ملا کہ مال غنیمت کا کسی کی ملکیت نہیں ہے بلکہ خدا اور خدا کے رسول کی ملکیت ہے رسول کا نام لینے سے یہ مدعا نہیں ہے کہ رسول کی ذاتی ملکیت ہے بلکہ اس طرح کے کلام سے صرف خدا ہی کی ملکیت ہونا مراد ہے۔ خدا کی ملکیت قرار دینے سے یہ مراد ہے کہ کوئی خاص شخص اُس پر دعوے نہیں کر سکتا بلکہ خدا جس طرح پر حکم دیگا اُس طرح پر کیا جاویگا ◆

پھر اسی سورہ کی بیالیسویں آیت میں یہ حکم آیا کہ مال غنیمت میں سے خمس خدا و خدا کے رسول کے لئے ہے یعنی خدا کے لئے ہے جو قرابتمندوں اور غریبوں اور یتیموں اور مسافروں کے فائدہ کے لئے رہیگا اور چار خمس اُن لوگوں میں جو لڑتے تھے یا لڑائی کے متعلق کاموں میں مصروف تھے تقسیم کیا جاویگا۔ جو رسم کہ زمانۂ جاہلیت میں تھی اُس سے یہ حکم تین باتوں میں مختلف تھا۔ اول۔ سردار کی چوتھ موقوف کرنے اور خدا کے لئے خمس نکالنے میں۔ دوم۔ عام طور پر کسی خاص مال پر کسی کا حق نہ ہونے میں۔ سوم۔ جو لوگ عین لڑائی میں موجود تھے اور جو لوگ لڑائی کے متعلق کسی کام پر متعین تھے اُن کو بھی مال غنیمت میں سے حصہ ملنے میں۔ یہ تمام احکام اور خصوصًا خمس کا نکالنا ایسے عمدہ احکام ہیں کہ اُن سے بہتر اور مفید تر کوئی حکم مال غنیمت کی نسبت نہیں ہو سکتا ◆

﴿۹﴾ (اذ تستغیثون ربکم) ۔ لڑائی میں فرشتوں سے مدد کرنے کا مضمون اس سورہ میں اور آل عمران میں اور سورہ توبہ میں آیا ہے۔ ان تینوں مقام کے طرز بیان میں کسی قدر تفاوت ہے سورہ آل عمران میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول استفہامًا ہے کہ کیا فرشتوں سے خدا کا مدد کرنا تم کو کافی نہیں ہے۔ اور سورہ انفال میں خدا نے کہا ہے کہ میں فرشتوں سے مدد کرونگا۔ یہ دونوں آیتیں تو بدر کی لڑائی سے علاقہ رکھتی ہیں۔ اور سورہ توبہ میں جو آیت ہے وہ حُنین کی لڑائی سے متعلق ہے اُس میں فرشتوں کا لفظ نہیں ہے بلکہ ایک ایسے لشکر کے بھیجنے کا ذکر ہے جو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اب اس باب میں چند امور تحقیق طلب ہیں ◆

اذ تقول للمؤمنین الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلاثة آلاف من الملائکة منزلین - آیت (۱۲۰) سورۃ آل عمران

بلیٰ ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورهم هذا یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملائکة مسومین - آیت (۱۲۱) سورۃ آل عمران

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکة مردفین - آیت (۹) سورۃ انفال

اول۔ یہ کہ درحقیقت لڑنے کے لئے فرشتے آئے تھے یا نہیں۔ نہ فرشتوں کے لڑائی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾	جب تم فریاد کرتے تھے اپنے پروردگار سے تو اس نے قبول کیا تمہارے لئے کہ میں تمہاری مدد کرونگا ہزار فرشتوں سے جنکی ساتھ میں تمہنی ہے ﴿٩﴾

کے لئے آنے سے ابوبکر اصم نے انکار کیا ہے اور جو بحث کہ اُنہوں نے اس پر کی ہے وہ ہم نے سورہ آل عمران کی تفسیر میں لکھی ہے اب اس جگہ اس امر کی تحقیق کرنی چاہتے ہیں جس کا وعدہ سورہ آل عمران کی تفسیر میں کیا تھا +

ہمارے نزدیک اُن لڑائیوں میں ایسے فرشتے جن کو لوگ ایک مخلوق جداگانہ اور متحیز بالذات مانتے ہیں آئے تھے اور نہ خدا نے ایسے فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور نہ قرآن مجید سے ایسے فرشتوں کا آنا یا خدا تعالیٰ کا ایسے فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ کرنا پایا جاتا ہے۔ اگر ہم حقیقت ملائکہ کی بحث کو الگ رکھیں اور فرشتوں کو ویسا ہی فرض کرلیں جیسا کہ لوگ مانتے ہیں تو بھی قرآن مجید سے اُن کا فی الواقع آنا یا لڑائی میں شریک ہونا ثابت نہیں ہے سورہ آل عمران کی پہلی آیت میں تو صرف استفہام ہے کہ اگر خدا تین ہزار فرشتوں سے مدد کرے تو کیا تم کو کافی نہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں ہے کہ اگر تم لڑائی میں صبر کرو گے تو خدا پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کریگا۔ مگر ان دونوں آیتوں سے اُس کا وقوع یعنی فرشتوں کا آنا کسی طرح ظاہر نہیں ہوتا۔ سورہ انفال کی آیت میں خدا نے کہا کہ میں تمہاری ہزار فرشتوں سے مدد کرونگا۔ مگر اُس سے بھی فرشتوں کا فی الواقع آنا نہیں پایا جاتا۔ اس پر یہ خیال کرنا کہ اگر مدد موعود وقوع میں نہ آئی ہو تو خدا کی نسبت خلف وعدہ کا الزام آتا ہے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مدد کی حاجت نہ رہنے سے مدد کا وقوع میں نہ آنا خلف وعدہ نہیں ہے مسلمانوں کی خدا کی عنایت سے فتح ہوئی تھی اور فرشتوں کو تکلیف دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ یہ کہنا کہ وہ فتح فرشتوں کے آنے کے سبب سے ہوئی تھی اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اُس کے لئے اول قرآن مجید سے فرشتوں کا آنا ثابت کرنا چاہئے اُس کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ فرشتوں کے آنے سے فتح ہوئی تھی۔ روایتیں کو فرشتوں کے آنے پر سند لانا کافی نہیں ہے اول تو وہ روایتیں ہی معتبر و قابل اسناد نہیں ہیں۔ دوسرے خود اُن کے مضمون ایسے بے سرو پا و خیالی ہیں جن سے کسی امر کا ثبوت حاصل نہیں ہوسکتا خصوصاً اس وجہ سے کہ خود راوی فرشتوں کو دیکھتے نہیں تھے +

برخلاف اس کے قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی ایک فرشتہ بھی نہیں آیا تھا دونوں سورتوں میں اُس آیت کے بعد جس میں فرشتوں کے بھیجنے کو کہا ہے یہ آیت ہے " وما جعله الله الا بشرى لكم ولتطمئن قلوبكم وما النصر الا من عند الله العزيز الحكيم "

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾	اور نہیں کیا اُس کو (یعنی قبول کرنے کو) اللہ نے خوشخبری (فتح کی) تاکہ اُس سے تمہارے دلوں کو طمانیت ہو جاوے اور فتح نہیں ہے مگر اللہ کی طرف سے بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ﴿۱۰﴾

یعنی اور نہیں کیا اُس کو اللہ نے مگر خوشخبری تمہارے لئے تاکہ مطمئن ہو جاویں اس سے تمہارے دل اور فتح نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ۔ یہ بات غور کے لائق ہے کہ " ماجعلہ " میں جو ضمیر ہے وہ کس کی طرف راجع ہے ۔ امام رازی صاحب فرماتے ہیں ۔ کہ ضمیر راجع ہے طرف مصدر کے جو کہ گو صریحاً مذکور نہیں ہے مگر لفظ " یمدکم " میں ضمناً داخل ہے یعنی ۔ ماجعلہ اللہ المدد والامداد الا بشریٰ ۔ اور زجاج کا قول ہے کہ ۔ ماجعلہ اللہ ای ذکر المدد الا بشریٰ ۔ مگر امام رازی صاحب نے جو فرمایا وہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ خدا نے کہا تھا کہ میں تمہاری فرشتوں سے مدد کرونگا پھر فرمایا کہ وہ یعنی یہ کہنا کہ میں تمہاری فرشتوں سے مدد کرونگا صرف خوشخبری تھی پس علاوہ سیاق عبارت سے ظاہر ہے کہ " ماجعلہ " کی ضمیر قول امداد یا ذکر امداد کی طرف راجع ہے جیسا کہ زجاج کا قول ہے نہ بطرف مصدر کے جو مذکور بھی نہیں ہے ۔ البتہ اس صریح و صاف مرجع ضمیر کو چھوڑ کر مصدر کی طرف اُس صورت میں ضمیر راجع ہو سکتی ہے کہ اول وقوع اُس مدد کا یعنی فرشتوں کا آنا ثابت ہو جاوے اور وہ ابھی تک ثابت نہیں ہوا اور اس لئے مصدر کی طرف ضمیر کا راجع کرنا ٹھیک نہیں ہے ؎

" ماجعلہ " پر ما نافیہ ہے جو عام طور پر نفی کرتا ہے ۔ اور اس لئے سورہ آل عمران کی آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ نہیں کیا خدا نے پیغمبر کے اس قول کو ۔ کہ کیا تمہارے لئے کافی نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے ۔ کوئی چیز ۔ مگر بشارت یعنی صرف بشارت تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جاویں ۔ اور سورہ انفال کی آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ جب تم نے خدا سے فریاد کی اور اُس نے تمہاری فریاد کو قبول کیا کہ میں فرشتوں سے تمہاری مدد کرونگا تو نہیں کیا خدا نے اس قبول کرنے کو جس کے ساتھ فرشتوں سے مدد دینے کو کہا تھا کوئی چیز مگر بشارت تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جاویں اور یہ طرز کلام قطعاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی ایسا فرشتہ جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں لڑائی کے میدان میں نہیں آیا تھا ؎

یہ تمام تقریر اس صورت میں بھی جب کہ ملائکہ کو ایک ایسا وجود خارجی متحیز بالذات تسلیم کیا جاوے جیسے کہ عموماً تسلیم کیا جاتا ہے ۔ اور جو مشکلیں ان آیتوں کے معنوں کے حل کرنے میں پیش آتی ہیں اور موضوع روایتوں اور جھوٹے اور بے معنی قصوں سے استدلال کرنے کی احتیاج پڑی ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿۱۱﴾	جبکہ چھا دیا تھا تم پر غنودگی کو کہ وہ امن تھا اس کی طرف سے اور برسایا تھا تم پر پانی آسمان سے تاکہ اُس سے تم کو پاکیزہ کر دے اور دُور کر دے تم سے وسوسہ شیطان کا اور تاکہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور ثابت رکھے اُس سے قدموں کو ﴿۱۱﴾

وہ اسی صورت میں پڑتی ہے۔ لیکن اگر ٹھیک طور پر قرآن مجید کو سمجھا جاوے اور جو اُس کا طرز کلام ہے اُس کو پیش نظر رکھا جاوے تو کوئی مشکل پیش نہیں آتی اور خدا اور اُس کے کلام کی عظمت و شان اور خدا کی قدرت کاملہ کا سچا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے ✦

فتح کے اتفاقی اسباب سے جو بعض اوقات آفات ارضی و سماوی کے دفعۃً ظہور میں آنے سے ہوتے ہیں قطع نظر کر کے دیکھا جاوے کہ اُن لوگوں پر کیا کیفیت طاری ہوتی ہے جو فتح پاتے ہیں اُن کے قوائے اندرونی جوش میں آتے ہیں جرأت ہمت صبر شجاعت استقلال۔ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اور یہی قوائے خدا کے فرشتے ہیں جن سے خدا فتحمندوں کو فتح دیتا ہے اور اُس کے برخلاف حالت یعنی بزدلی اور رعب اُن لوگوں پر طاری ہوتا ہے جن کی شکست ہوتی ہے پس ان آیتوں میں خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ میں فرشتوں سے تمہاری مدد کرونگا مگر وہ بجز خوشخبری فتح کے اور کچھ نہیں ہے جس کے سبب تم میں ایسے قوائے برانگیختہ ہونگے جو فتح کے باعث ہونگے۔ تمہارے دل قوی ہو جاوینگے لڑائی میں تم ثابت قدم رہوگے۔ جرأت ہمت شجاعت کا جوش تم میں پیدا ہوگا اور دشمنوں پر فتح پاؤگے ✦

یہ معنی ان آیتوں کے ہم نے پیدا نہیں کئے ہیں بلکہ خود خدا نے یہی تفسیر اپنے کلام کی کی ہے جہاں اسی سورہ میں اور اسی واقعہ کی نسبت فرمایا ہے کہ " اذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین آمنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب " یعنی جب تیرا پروردگار فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا (یہ وہی فرشتے ہیں جن کے بھیجنے کا مدد کے لئے وعدہ کیا تھا) کہ میں تمہارے (یعنی مسلمانوں کے) ساتھ ہوں (تو ان فرشتوں سے یہ کام لینے چاہے تھے) کہ ثابت قدم رکھو اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں میں بہت جلد اُن لوگوں کے دلوں میں جو کافر ہیں رعب ڈالونگا ✦

لڑائی میں ثابت قدم رکھنے والی کون چیز تھی وہی ان کی جرأت و ہمت تھی کوئی اور شخص اُنکے پاس کھڑے ہوئے اُن کو ثابت قدم نہیں کر رہے تھے پس صاف ظاہر ہے کہ فرشتوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (۱۲)	جب وحی بھیجتا تھا تیرا پروردگار فرشتوں کے پاس کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس ثابت (قدم) رکھو ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ میں بہت جلد ان لوگوں کے دلوں میں جو کافر ہیں رُعب ڈالونگا پھر مارو گردنوں کے اوپر اور مارو اُن کو ہر طرف سے (۱۲)

سے مراد وہی قوائے انسانی تھی جن کے پاس وحی بھیجی تھی اور جو لڑنے والوں میں موجود تھی اور فرشتوں سے اُن کی مدد کرنے سے اُن کو لڑائی میں ثابت قدم رکھنا شجاعت جرأت ہمت استقلال کو قائم رکھنا مراد تھا۔ نہ خیالی فرشتوں کو سپاہی بنا کر اور ڈھال تلوار تیر کمان دیکر اور سفید سفید گھوڑوں پر سوار کرکے بھیجنا ✦

قرآن مجید کا سیاق کلام ہی یہ ہے کہ اُس میں ایسے مواقع میں جو خوف و خطر کے ہوتے ہیں انسانوں کے دلوں میں طمانیت اور قوت بخشنے کو فرشتوں سے مدد کرنے اور اپنے غیبی لشکروں سے امداد کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اُس سے مقصود صرف دل میں طمانیت و سکینہ کا پیدا کرنا ہوتا ہے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت فرمائی اور پہاڑ کے ایک غار میں جاکر چھپے جہاں نہ لشکر تھا نہ لڑائی خدا نے فرمایا "الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ السکینۃ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ھی العلیا واللہ عزیز حکیم" ✦

وہاں غار میں کون سی فوج تھی اور کون سی لڑائی تھی جو خدا نے اپنا غیبی لشکر بھیجا تھا بلکہ لشکر سے صرف سکینہ مراد تھی۔ اس آیت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور یہ کہنا کہ پہلا جملہ تو واقعہ غار سے متعلق ہے اور دوسرا ٹکڑا جہاں لشکر کے آنے کا ذکر ہے جنگ احد یا جنگ بدر یا جنگ احزاب سے متعلق ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے ایک ایسا لغو کلام ہے جو التفات کے قابل نہیں ہے۔ اور خدا کے کلام کے ساتھ ایک قسم کی بے ادبی ہے کہ اپنی مرضی کے موافق جہاں سے چاہا توڑا اور جہاں چاہا جا جوڑا ✦

اسی طرح خدا تعالےٰ نے سورۂ توبہ میں فرمایا "ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وانزل جنودا لم تروھا وعذب الذین کفروا وذلک جزاء الکافرین" سکینہ کی تفصیل "جنودا لم تروھا" واقع ہوئی ہے اور اُن دونوں سے مراد صرف سکینہ ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾	یہ اس لئے کہ انہوں نے برخلافی کی اللہ اور اُس کے رسول کی ۔ اور جو کوئی برخلافی کرے اللہ اور اُس کے رسول کی تو بیشک اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے ﴿۱۳﴾

نہ اور کچھ ۔

اسی مضمون کی آیت سورہ احزاب میں ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے "یا ایھا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیھم ریحا وجنودا لم تروھا وکان اللہ بما تعملون بصیرا" ۔

اس سے بھی عمدہ طریقہ پر اس مضمون کو سورہ فتح میں بیان کیا ہے جہاں فرمایا ہے "ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم و للہ جنود السموات والارض وکان اللہ عزیزا حکیما" اسی انزال سکینہ کو خدا نے اپنے لشکروں سے تعبیر کیا ہے ۔ پس بدر کی لڑائی میں بھی نہ جنگ جو مجسم و متحیز بالذات فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا نہ ایسے فرشتے بھیجے تھے بلکہ صرف مسلمانوں کے دلوں کو اور اُن کے قوائے جنگ کو صرف خوشخبری فتح سے تقویت دینے کا وعدہ تھا جس کو خدا نے پورا کیا اور قلیل جماعت کو کثیر جماعت پر فتح دی ۔

اہل عرب زمانہ جاہلیت میں بہت سے قوائے غیر مرئیہ کو مرئی انسان اور دنیا میں کارکن سمجھتے تھے ملائکہ کو بھی وہ ایک قوت غیر مرئیہ جانتے تھے اور گو وہ اس بات کے قائل تھے کہ اُن میں مجسم مرئی ہو جانے کی بھی طاقت ہے مگر یہ نہیں تھا کہ ملائکہ کا مفہوم بغیر اس کے کہ وہ انکو مجسم و مرئی سمجھیں اُن کے ذہن میں نہیں آتا تھا ۔ انہی آیتوں میں جہاں خدا تعالیٰ نے لفظ "جنودا لم تروھا" کا استعمال کیا ہے اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ اُس زمانہ کے عرب قوائے غیر مرئیہ کو کارکن سمجھتے تھے پس یہ کہنا کہ جو معنی آیت کے ہم نے بیان کئے ہیں (اگرچہ ایسا کہنا ہم پر تہمت ہے کیونکہ ہم نے نہیں بیان کئے بلکہ خود خدا نے بیان کئے ہیں) وہ معنی نہ اُس زمانہ کے عرب جاہلیت سمجھتے تھے نہ صحابہ کرام محض غلط ہے ۔ اس زمانہ کے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ بغیر کسی فرضی شکل و صورت کے اُن کے ذہن میں فرشتوں کا خیال ہی نہیں آ سکتا ۔ مگر عرب جاہلیت کا ایسا خیال نہ تھا ۔ بیشک فرشتوں میں وہ مجسم ہونے و مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کی طاقت سمجھتے تھے مگر بلا خیال شکل و صورت و تحیز کے بھی اُن کے ذہن میں فرشتوں کا خیال تھا جس کو ہم نے بلفظ قوائے تعبیر کیا ہے ۔ گو اُس زمانہ کے مسلمان آیت کے معنی سمجھنے

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ (۱۴)	یہ ہے تم کو۔ پھر چکھو اس کو اور بیشک کافروں کے لئے ہے عذاب آگ کا (۱۴)

کے قابل نہ ہوں مگر اُس زمانہ کے عرب بلاشبہ اُس قابل تھے ✦

اب باقی رہی بحث نسبت عدد ملائکہ کے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے مقامات میں عدد کے ذکر کرنے سے خاص عدد معین مقصود نہیں رہتا بلکہ اُس امر کا کمال ہونا جس کی نسبت عدد کا بیان ہوا ہے مقصود ہوتا ہے علاوہ اس کے عددوں کا بیان مختلف مواقع پر ہوا ہے جس کے سبب کچھ اختلاف آیتوں میں نہیں ہے۔ اسی سورہ کی چوتھی آیت کی تفسیر میں ہم نے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تھے اور قریش مکہ کے مقابلہ میں نکلنے کا ارادہ تھا تو ایک گروہ مسلمانوں کا بسبب کثرت مخالفین کے خائف تھا اور وہ اُن کے مقابلہ میں لڑنے کو جانا ناپسند کرتا تھا۔ اُس وقت مسلمانوں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ " الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلاثۃ آلاف من الملائکۃ منزلین۔ بلیٰ ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف من الملائکۃ مسومین (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۲۰ و ۱۲۱) یعنی کیا تم کو قریش مکہ کے مقابلہ کے لئے یہ بھی کافی نہ ہوگا کہ خدا تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے بلکہ اگر تم لڑائی میں صبر کرو اور خدا سے ڈرو اور وہ ابھی تم پر آن پہنچیں تو خدا پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کریگا پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا صرف اُن لوگوں کی طمانیت اور جرأت بڑھانے کے لئے تھا اور اُس سے کسی عدد خاص کا تعین مقصود نہ تھا ✦

مگر جب مسلمان بمقابلہ قریش مکہ بدر میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش مکہ کے لشکر میں ہزار آدمی لڑنے والے ہیں جن کے مقابلہ کے لئے ہزار فرشتوں سے مدد دینے کی بشارت دینا کافی تھا اس لئے پروردگار نے فرمایا "انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین" اور اسی کے ساتھ بتلا دیا کہ یہ کہنا یا وعدہ کرنا صرف فتح کی خوشخبری ہے تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جاویں: یہ کہ ہزار فرشتے سپاہی بنکر تمہارے ساتھ لڑنے کو آوینگے نتیجہ اس سب کا یہ نکلا کہ میں تمہارے دلوں کو ہزار آدمی کے لشکر کے برابر تقویت اور جرأت دیدونگا جس کے سبب تم اُن کا مقابلہ کر سکوگے ✦

(۱۱) اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ۔ ہم نے سورۂ آلِ عمران کی تفسیر میں نسبت نعاس کی کافی بحث کی ہے یہاں اُس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اس مقام پر باقی آیت کی نسبت ہم کو تفسیر لکھنی ہے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾	اے لوگو جو ایمان لائے ہو جس وقت کہ تم بھڑ جاؤ ان لوگوں سے جو کافر ہوئے اکٹھے ہو کر پھر ان سے پیٹھ مت پھیرو ﴿۱۵﴾

خدا نے فرمایا ہے " وینزل علیکم من السماء ماء لیطہرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان " ہمارے مفسروں نے ان سیدھے وصاف لفظوں کی ایسی ناپاک تفسیر کی ہے جس سے تعجب ہوتا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ تمام لشکر سو گیا تھا اور شیطان سب کے پاس آیا اور سب کو احتلام ہو گیا ۔ اس لئے خدا نے مینہ برسایا تاکہ نہا دھو کر جنابت سے پاک ہو جاویں ✦

مگر یہ تمام باتیں محض لغو و خرافات ہیں اور قرآن مجید میں ایسا ناپاک مضمون نہیں ہے بات صرف اتنی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اولاً مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کیا اور رستے راہ میں جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں مکہ کے رستہ کو چھوڑ کر بدر کی جانب پھرے ۔ اس میں کچھ کلام نہیں ہو سکتا کہ اس قدر منزلیں طے کرنے میں تمام لوگ گرد آلود تھے اُن کے کپڑے میلے کچیلے ہو گئے تھے اور رستہ میں پانی کی بے انتہا تکلیف اٹھائی تھی ۔ بدر میں اُن کو کافی پانی کے ملنے کی توقع تھی مگر جب وہ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ پانی کے چشمہ پر قریش نے قبضہ کر لیا ہے ۔ ایسی حالت میں جس قدر پریشانی اور ناامیدی مسلمانوں کو ہوئی ہوگی اُس کا اندازہ ہر شخص جو کسی قدر سمجھ رکھتا ہے کر سکتا ہے ۔ بلاشبہ وہ نہایت مضطر ہوئے ہوں گے جیسے کہ " اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم " سے ظاہر ہوتا ہے اور اگرچہ اُن کو مدینہ سے کوچ کرتے وقت فتح کی بشارت مل چکی تھی مگر اُن کے دل میں شیطانی وسوسہ آیا کہ ایسی حالت میں کہ پانی پینے کو بھی میسر نہیں اور دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے فتح ہونا ناممکن ہے ۔ ایسی تنگ حالت میں خدا نے مینہ برسایا تاکہ وہ نہا دھو کر میل کچیل سے پاک صاف ہو جائیں اور جو وسوسہ فتح نہ ہونے کا پانی نہ ملنے کے سبب سے شیطان نے اُن کے دلوں میں ڈالا تھا وہ دُور ہو جاوے پانی پی پی کر تر و تازہ ہوں اُن کے دل مضبوط ہو جاویں اور لڑائی میں ثابت قدم رہیں ۔ ایسی سیدھی وصاف آیت کو جو بالکل واقعات کے مطابق ہے ہمارے مفسرین نے ایسے ناپاک طریقہ پر اُسے محمول کیا ہے کہ بجز اس کے کہ خدا اُن کو معاف کرے اور کچھ نہیں کہا سکتا ۔ وہ بزرگ یہ بھی نہیں سمجھے کہ اگر طہارت سے طہارت شرعی مراد تھی تو اُس کے لئے پانی ہی کی کیا ضرورت تھی اُس کے لئے تو تیمم ہی کافی تھا اور یہ کہنا کہ گو تیمم شرعی طہارت ہے مگر بغیر نہانے انسان کے دل میں نجاست کا خیال رہتا ہے اُن لوگوں کا کام ہے جن کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۱۶)	اور جس شخص نے کہ اس دن اُن سے اپنی پیٹھ پھیری بجز اس کے کہ لڑائی کے لئے پینترا بدلنے والا ہو یا کسی گروہ کے پاس جگہ لینے والا۔ تو بیشک وہ پھر آیا غضب میں اللہ کے اور اسکی جگہ جہنم ہے اور بری جگہ جانے کی ہے (۱۶)

احکام شرعی پر پورا ایمان نہیں ہے نہ صحابہ کا +

(۱۷) (فلم تقتلوھم)۔ بدر کی لڑائی میں جب مسلمانوں کی باوجود جماعت قلیل ہونے کے فتح ہوئی اور دشمن مارے گئے تو اللہ تعالےٰ نے تمام مجاہدین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے اُن کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اُن کو قتل کیا۔ پھر خاص پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تو نے دشمنوں کو تیر نہیں مارے بلکہ خدا نے مارے۔ جس طرح خدا تعالےٰ ہر ایک فعل کو جو کسی ظاہری سبب سے ہو بسبب علۃ العلل ہونے کے اپنی طرف منسوب کرتا ہے اسی طرح اس مقام پر بھی مجاہدین کے افعال اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ جیسے کہ اس سے پہلے فرمایا تھا " وما النصر الا من عند اللہ " +

اس آیت میں تمام مفسرین نے " رمی " سے باوجودیکہ سیاق کلام اور مقتضائے مقام سے علانیہ تیر مارنا سمجھا جاتا ہے تیر مارنا مراد نہیں لیا ہے بلکہ ایک روایت کی بنیاد پر جس کو خود ذیل کر کے بیان کیا ہے جو خود دلیل اس کے غیر معتبر یا ضعیف وغیر ثابت ہونے کی ہے یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک کی دشمنوں کے لشکر کی طرف پھینکی اور خدا کی قدرت سے اُس کو اس قدر وسعت ہوئی کہ دشمنوں کے لشکر کے ہر ایک شخص کی آنکھ میں جا پہنچی۔ وہ تو آنکھیں ملنے لگے اور مسلمانوں نے اُن کو مار کر قیمہ کر دیا اور مسلمانوں کی فتح ہوگئی +

یہ طریقہ تفسیر کا اُسی عجائب پسندی پر مبنی ہے جو ہمارے مفسرین نے بتقلید یہود مذہب اسلام میں جو نہایت سیدھا اور صاف ہے اختیار کیا ہے ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ لڑائی کے موقع کا بیان ہے اُس زمانہ کے عرب تلوار و تیر و کمان اور برچھی سے لڑتے تھے یہی ان کے ہتھیار تھے پھر " رمی " سے تیر اندازی کے معنی چھوڑ کر مٹھی بھر خاک پھینکنے کے معنی لینے کس طرح پر درست ہو سکتے ہیں۔ بعض مفسرین نے " رمی " سے مٹھی بھر خاک پھینکنا مراد نہیں لیا بلکہ تیر کا ہی مارنا مراد لیا ہے مگر کہتے ہیں کہ یہ آیت بدر کی لڑائی سے متعلق

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۱۷)	پھر تم نے اُن کو نہیں مارا ولیکن اللہ نے اُن کو مارا ۔ اور تو نے نہیں پھینک مارا جب کہ تو نے پھینک مارا ولیکن اللہ نے پھینک مارا تاکہ امتحان کرے اُس سے ایمان والوں کا اچھا امتحان بیشک اللہ سننے والا ہے جاننے والا (۱۷)

قال بعضهم ـ انما نزلت یوم خیبر ـ روی انه علیه السلام اخذ قوسا وهو علی باب خیبر فرمی سهما فاقبل السهم حتی قتل ابن ابی الحقیق وهو علی فرسه فنزلت "وما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمی" (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۷۷)

نہیں ہے بلکہ خیبر کی لڑائی سے متعلق ہے اُس لڑائی میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کمان میں تیر جوڑ کر مارا تھا جو ابن ابی حقیق کو جا لگا اور وہ مر گیا اُس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ "ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی" مگر اُن حضرات سے یہ پوچھنا چاہیے کہ جو آیت خاص بدر کی لڑائی کے قصہ میں نازل ہوئی ہے اُس کو توڑ کر خیبر کی لڑائی کے قصہ میں لیجانے کی کیا ضرورت ہے اور بدر کی لڑائی میں "رمی" سے "رمی السهم" مراد لینے میں کیا قباحت ہے ✦

بعض مفسرین نے اس آیت کو بدر ہی کی لڑائی سے متعلق رکھا ہے اور "رمی" سے مٹھی بھر خاک پھینکنا مراد نہیں لیا بلکہ ہتھیار چلانا مراد لیا ہے اور ابی ابن خلف کے قتل سے متعلق کیا ہے اور کہا ہے کہ جب وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تو "رماہ بحربة فکسر ضلعا من اضلاعه فحمل فمات ببعض الطریق فی ذلک نزلت الآیه" (تفسیر کبیر) ✦

غرضکہ مٹھی بھر خاک پھینکنے کی روایت غیر صحیح و موضوع ہے اور بعض مفسرین بھی اس کو صحیح نہیں سمجھتے صاف صاف معنی آیت کے یہی ہیں کہ اُس لڑائی میں مسلمان کافروں سے لڑے تھے اُن کو قتل کیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی بذات خاص لڑائی میں شریک تھے اور تیر و کمان سے کافروں کا مقابلہ فرماتے تھے جس کے سبب خدا نے فتح دی اور مسلمانوں سے فرمایا "فلم تقتلوهم ولکن الله قتلهم" اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا "وما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمی"

(۱۹) (ان تستفتحوا) اس آیت میں جو کچھ بحث ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ کون لوگ اُس کے مخاطب ہیں ـ مفسرین نے اس کا مخاطب کافروں کو ٹھیرایا ہے اور سمجھا ہے باوجود کہ قریش کی شکست ہونے کے "فقد جاءکم الفتح" کہنا تعریض ہے ـ ہمارے نزدیک یہ تفسیر تکلف سے خالی نہیں ہے جیسا اوپر کی آیتوں میں اور مابعد کی آیتوں میں مسلمان مخاطب ہیں اور اُن کی فتح

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾	یہ ہے تم کو اور بیشک اللہ بودا کرنے والا ہے کافروں کے مکر کو ﴿۱۸﴾

ہوئی تھی ہیں " فقد جاءکم الفتح " سے کافروں کو مخاطب کرنا ٹھیک نہیں ہے +

بدر کی لڑائی میں کافروں کی شکست ہونے کے بعد اُن کا تعاقب نہیں کیا گیا تھا اور اُن کا تعاقب نہ کرنا خدا کو پسندیدہ تھا۔ پس خدا تعالیٰ مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ اگر تم فتح چاہتے تھے تو تمہارے پاس فتح آئی اور اگر تم اسی پر بس کرو یعنی کافروں کا تعاقب نہ کرو تو بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر دوبارہ تم کو لڑنا پڑے تو میں دوبارہ تمہاری مدد کرونگا اور بغیر خدا کی مدد کے تمہارا گروہ تم کو کچھ بھی کفایت نہ کریگا گو کہ زیادہ ہو " وان اللہ مع المومنین " یعنی اور بیشک اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے یعنی مسلمانوں کا مددگار ہے اور اسی کی مدد سے فتح ہوتی ہے +

(۲۹) (یا ایہا الذین آمنوا) بدر کی لڑائی کے بعد خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک اور بڑی فتح کی بشارت دی جو کافروں یعنی قریش مکہ اور مسلمانوں میں فیصلہ کردینے والی ہو جس سے فتح مکہ کی مراد ہے اور اسی فتح کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے کہ " اے لوگو جو ایمان لائے ہو پرہیزگاری کرو اللہ کی وہ کریگا تمہارے لئے فیصلہ کردینے والی فتح " اور اسی بشارت کے ساتھ قریش مکہ سے لڑنے کی اجازت دی جہاں فرمایا ہے " و قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ " یعنی اُن سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین بالکل اللہ کے لئے ہو " +

(۳۰) (واذ یمکر بك) اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیتوں میں خدا تعالیٰ قریش مکہ کے حالات اور اُن کے برتاؤ کو بیان کرتا ہے جو وہ قبل ہجرت کے مکہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ برتتے تھے۔ یہ سب آیتیں نہایت صاف ہیں صرف چند آیتیں تفسیر طلب ہیں جن کی تفسیر ذیل میں لکھی جاتی ہے +

(۳۲) (واذ قالوا) اس آیت میں جو یہ الفاظ ہیں " فامطر علینا حجارۃ من السماء " ان سے تخصیص آسمان سے پتھر برسانا مراد نہیں ہے بلکہ عموماً عذاب آسمانی یا آفت و مصیبت مراد ہے۔ " امطر " کا استعمال عذاب کے معنوں میں ہوتا ہے قال صاحب الکشاف " وقد کثر الامطار فی معنی العذاب " اور امطار الحجارۃ اور رمی بالحجارۃ دونوں کا ایک مقصد ہے اور اس سے داہیۂ عظیمہ کا واقع ہونا مراد ہوتا ہے پس قریش مکہ کا جو قول اس آیت میں منقول ہے اُس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ اے خدا اگر قرآن سچ ہے اور تیرے پاس سے آیا ہے تو ہم پر کوئی آسمانی عذاب نازل کر یا کوئی اور سخت عذاب بھیج اور ان الفاظ سے اُن کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ
الْفَتْحُ ۖ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ
لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ
وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ
شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا
عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾
وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا
وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ
شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ
الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾
وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ
وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ
مُعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ
إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا
أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ
قَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾
وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ
الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۖ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾

اگر تم فتح چاہتے تھے تو بیشک تمہارے پاس فتح آئی
اور اگر تم بس کرو تو وہ بہتر ہے تمہارے لیے اور اگر تم
دوبارہ (لڑنے کو) آؤ گے ہم دوبارہ (مدد کرینگے) اور
ہرگز نہ کفایت کریگا تم کو (یعنی بغیر ہماری مدد کے)
تمہارا گروہ کچھ بھی اگرچہ کہ زیادہ ہو اور کہ اللہ مسلمانوں
کے ساتھ ہے (۱۹) اے لوگو جو ایمان لائے ہو
اطاعت کرو اللہ کی اور اُس کے رسول کی اور
مت پھرو اُس سے اور تم سنتے ہو (۲۰) اور مت
ہو اُن لوگوں کی مانند جنہوں نے کہا ہم نے
سُنا اور وہ نہیں سنتے تھے (۲۱) بیشک زمین
پر چلنے والوں میں سب سے زیادہ شریر اللہ کے
نزدیک بہرے گونگے ہیں جو نہیں سمجھتے (۲۲)
اور اگر جانتا اللہ اُن میں کچھ بھلائی تو سنوا دیتا
اُن کو تو البتہ پھر جاویں اور وہ (اُس سے) مُنہ پھیرنے
والے ہیں (۲۳) اے لوگو جو ایمان لائے ہو
قبول کرو اللہ کو اور رسول کو جب کہ تم کو بلاوے
اس لیے کہ زندہ کرے تم کو اور جان لو کہ اللہ
حائل ہوتا ہے درمیان آدمی کے اور اُس کے
دل کے اور کہ وہ اُس کے پاس اکٹھا کیے جاؤ گے (۲۴)
اور ڈرو اُس فتنہ سے کہ نہ پہنچے ان لوگوں کو جو ظلم
کرتے ہیں تم میں سے صرف اور جان لو کہ اللہ
سخت عذاب کرنے والا ہے (۲۵)

مطلب قرآن کے حق ہونے سے انکار کرنے کا تھا +

(۳۴) (وما کان اللہ) اس آیت میں جو یہ الفاظ ہیں "وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم" اس میں عذاب کو کسی نوع و قسم کے عذاب سے مقید و مخصوص نہیں کیا اس لئے اس بات پر غور کرنی ضرور ہے کہ اس عذاب سے کس قسم کا عذاب مراد ہے۔ اگلی اور پچھلی تمام آیتوں پر غور کرنے سے اور خصوصاً تینتیسویں آیت پر لحاظ کرنے سے جس میں ایک فیصلہ کرنیوالی فتح کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۲۶﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۲۸﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۲۹﴾ وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿۳۰﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۳۱﴾ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۲﴾

اور یاد کرو جب کہ تم تھوڑے تھے ضعیف گنے جاتے تھے زمین میں (یعنی مکہ میں) ڈرتے تھے کہ تم کو اُچک لیجاویں لوگ پھر (اللہ نے) جگہ دی تم کو (یعنی مدینہ میں) اور قوت دی تم کو اپنی مدد سے اور روزی دی تم کو پاکیزہ چیزوں سے تاکہ تم شکر کرو ﴿۲۶﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو خیانت مت کرو اللہ کی اور رسول کی اور (مت) خیانت کرو اپنی امانتوں کی اور تم جانتے ہو ﴿۲۷﴾ اور جان لو کہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے اور کہ اللہ اس کے پاس ہے اجر عظیم ﴿۲۸﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم پرہیزگاری کرو گے اللہ کی تو کر دیگا تمہارے لئے حق و باطل میں فرق کر دینے والی (یعنی فتح) اور مٹا دیگا تم سے تمہارے گناہ اور بخش دیگا تم کو اور اللہ بڑے فضل والا ہے ﴿۲۹﴾ اور یاد کر جب کہ تیرے ساتھ مکر کرتے تھے وہ لوگ جو کافر ہوئے تاکہ تجھ کو قید کر رکھیں یا تجھ کو قتل کر دیں یا تجھ کو جلاوطن کر دیں اور وہ (تیرے ساتھ) مکر کرتے تھے اور خدا (ان کے ساتھ) مکر کرتا تھا اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں بہتر ہے ﴿۳۰﴾ اور جب ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ہماری آیتیں کہتے ہیں ہم نے سنا۔ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس کے مانند کہیں۔ یہ کچھ نہیں مگر کہانیاں اگلوں کی ﴿۳۱﴾ اور انہوں نے کہا اے اللہ اگر یہی حق ہے تیرے پاس سے تو برسا ہم پر پتھر آسمان سے یا ڈال ہم پر کوئی اور عذاب دکھ دینے والا ﴿۳۲﴾

بشارت دیگئی ہے اور چالیسویں آیت پر لحاظ کرنے سے جس میں قریش مکہ سے لڑنے اور ان کے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور چونتیسویں آیت پر غور کرنے سے جس میں قریش مکہ کو عذاب

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ
فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ
وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (۳۳) وَمَا لَهُمْ
اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ
عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا
اَوْلِيَآءَهٗ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۴)
وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ
اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً فَذُوْقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (۳۵)
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ
حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ (۳۶) وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ (۳۷)
لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ
وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ
فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۳۸) قُلْ
لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا
يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَاِنْ
يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ
الْاَوَّلِيْنَ (۳۹)

اور اللہ کے لئے نہیں ہے کہ اُن کو عذاب کرے اور
اور تو اُن میں ہے ۔ اور اللہ کے لئے نہیں ہے کہ
اُن کو عذاب کرے اور وہ استغفار کرتے ہوں (۳۳)
اور کیا ہے اُن کے لئے کہ نہ عذاب کرے اُن کو
اللہ اور وہ روکتے ہیں (مسلمانوں کو) مسجد حرام
(یعنی کعبہ میں جانے) سے اور وہ اُس کے ولی ہونے کے لائق
نہیں ہیں ۔ اُس کے ولی ہونے کے لائق کوئی نہیں ہے
سوائے پرہیزگاروں کے ولیکن اکثر اُن میں کے نہیں جانتے (۳۴)
اور نہیں ہے اُنکی نماز کعبہ کے پاس بجز سیٹیاں بجانے اور تالیاں
پیٹنے کے ۔ پھر چکھو عذاب کو بسبب اس کے کہ تم کفر کرتے تھے (۳۵)
بیشک جو لوگ کافر ہوئے خرچ کرتے ہیں اپنے مال کو
تاکہ روکیں (مسلمانوں کو) خدا کی راہ سے ۔ پھر
خرچ کرینگے اُس کو پھر وہ (خرچ کرنا) ہوگا اُن پر پچھتاوا
پھر مغلوب ہو جاوینگے (۳۶) اور جو لوگ کافر ہیں
جہنم کی طرف اکٹھا کر کے لے جاوینگے (۳۷) تاکہ
جُدا کر دے اللہ ناپاک کو پاک سے اور کر دے ناپاک کو
ایک کو اوپر دوسرے کے پھر ڈھیر لگا دے اُس کا اکٹھا
پھر ڈالدے اُس کو جہنم میں یہ لوگ وہی ہیں
نقصان اُٹھانے والے (۳۸) کہدے اپنے پیغمبر
اُن لوگوں سے جو کافر ہیں کہ اگر وہ بس کریں تو اُن کو
بخشدیا جاویگا جو کچھ کہ گذرا اور اگر وہ پھر کرینگے
تو بیشک گذرا ہے طریقہ پہلوں کا (یعنی اُسی طرح
اُن کے ساتھ بھی کیا جاویگا) (۳۹)

دینے کی وجہ بیان کی ہے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت میں عذاب سے لڑائی میں شکست
پانے اور مارے جانے کا عذاب مراد ہے اور اس مطلب کو الفاظ " وانت فیہم " زیادہ تر
روشن کر دیتے ہیں کیونکہ جب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف رکھتے تھے تو قریش
سے جو مکہ کے حاکم تھے لڑنا اور اُن کو قتل کرنا واجب تھا ۔ مگر جب وہاں سے آنحضرت صلعم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة
ويكون الدين كله لله فان انتهوا
فان الله بما يعملون بصير (۴۰)
وان تولوا فاعلموا ان الله
مولىٰكم نعم المولى ونعم
النصير (۴۱) واعلموا انما غنمتم
من شيء فان لله خمسه و
للرسول ولذي القربى واليتمى
والمسكين وابن السبيل ان كنتم امنتم
بالله وما انزلنا على عبدنا يوم
الفرقان يوم التقى الجمعن
والله على كل شيء قدير (۴۲)
اذ انتم بالعدوة الدنيا
وهم بالعدوة القصوى
والركب اسفل منكم ولو
تواعدتم لاختلفتم في
الميعد ولكن ليقضي الله امرا
كان مفعولا (۴۳) ليهلك من هلك
عن بينة ويحيى من حي عن
بينة وان الله لسميع عليم (۴۴)

اور لڑو اُن سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ (یعنی
کافروں کا غلبہ) اور دین بالکل اللہ کے لئے ہو پھر اگر وہ
بس کریں تو بیشک اللہ اُس کو جو وہ کرتے ہیں دیکھنے والا
ہے (۴۰) اگر وہ پھر جاویں تو جان لو کہ بیشک اللہ تمہارا
مددگار ہے اچھا مددگار اور اچھا مدد کرنیوالا (۴۱)
جان لو کہ جو کچھ لڑائی میں تمہارے ہاتھ کوئی چیز
آئی ہے تو بیشک اُس کا پانچواں حصہ اللہ کیلئے
اور رسول کے لئے اور قرابتمندوں اور یتیموں اور
غریبوں اور مسافروں کے لئے ہے اگر تم ایمان
لائے ہو اللہ پر اور اُس پر جو بھیجا ہم نے اپنے
بندہ پر فیصلہ (یعنی فتح) کے دن جس دن کہ بھڑگئی
تھیں دو جماعتیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۴۲)
جس وقت کہ تم تھے ورلے کنارہ پر اور وہ تھے پرلے کنارہ
پر اور قافلہ تھا تم سے نیچے (یعنی سمندر کے کنارہ پر)
اور اگر تم اُس مقام پر لڑنے کا وعدہ کرلیتے تو البتہ تم
وعدہ خلافی کرتے ولیکن (یہ اس لئے ہوا) تاکہ پورا
کردے اللہ اُس کام کو جو کرنے کو تھا (۴۳) تاکہ
ہلاک ہووے وہ جو ہلاک ہوا حجت قایم ہونے
کے بعد اور زندہ رہے وہ جو زندہ رہا حجت قایم
ہونے کے بعد بیشک اللہ سننے والا ہے جاننے والا (۴۴)

نے اور مسلمانوں نے ہجرت کرلی تو اب اُن سے لڑنا اور اُن کو قتل کرنا واجب نہیں رہا۔
چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس آیت کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ "وما لھم الا یعذبھم اللہ
وھم یصدون عن المسجد الحرام" یعنی اب اُن کے لئے کیا ہے کہ اللہ اُن کو عذاب
نہ دے اور وہ روکتے ہیں (مسلمانوں کو) مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ میں آنے سے +

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ قریش مکہ کا مسجد حرام میں آنے سے روکنا اُن کے عذاب کا
سبب تھا پس وہ عذاب بجز اس کے کہ بدر میں شکست پانے کا
عذاب ہو اور کوئی نہیں ہوسکتا +

ثم بین تعالیٰ ما لاجلہ یعذبھم فقال وھم یصدون عن المسجد الحرام (تفسیر کبیر)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (٤٥) وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ (٤٦) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (٤٧) وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (٤٨) وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (٤٩)

جب تجھے دکھلایا اُن کو اللہ نے تیرے خواب میں تھوڑے سے اگر تجھے دکھلاتا اُن کو بہت سے تو بیشک بزدلی کرتے اور بیشک کام میں جھگڑا کرتے ولیکن اللہ نے محفوظ رکھا بیشک وہ جاننے والا ہے دل کی بات کو (٤٥) اور جب تمہیں دکھادیا اُن کو جب کہ تم جا بھڑے ۔ تمہاری آنکھوں میں تھوڑے سے اور تم کو تھوڑے سے (دکھلایا) اُن کی آنکھوں میں تاکہ پورا کرے اللہ کام کو جو کرنا تھا (٤٦) اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم جا بھڑو ایک گروہ سے تو ثابت (قدم) رہو اور یاد کرو اللہ کو بہت سا تاکہ تم فلاح پاؤ (٤٧) اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اُس کے رسول کی اور آپس میں مت جھگڑو کہ بزدل ہو جاؤ اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے اور صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (٤٨) اور مت ہو اُن لوگوں کی مانند جو نکلے اپنے گھروں سے اتراکر اور لوگوں کے دکھلانے کو اور وہ روکتے ہیں اللہ کے رستہ سے اور اللہ اُس کو جو وہ کرتے ہیں گھیر لینے والا ہے (٤٩)

علاوہ اس کے قرآن مجید میں لڑائی میں قتل ہونے کو علانیہ اور بالتصریح عذاب سے تعبیر کیا ہے

قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم ويخزهم وينصركم عليهم ويشف صدور قوم مومنين۔ (سورہ توبہ آیت ۱۴)

چنانچہ سورہ توبہ میں فرمایا ہے ۔ مارو اُن کو عذاب دیگا اُن کو اللہ تمہارے ہاتھوں سے اور خوار کریگا اُن کو اور مدد کریگا تمہاری اور چین دیگا دلوں کو ایمان والوں کی ایک قوم کے ۔

مفسرین نے بھی اس عذاب سے لڑائی میں شکست پانے اور قید و قتل ہونے کا عذاب مراد لیا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ پہلی آیت میں اللہ تعالے نے بتلایا ہے کہ اُن کو عذاب

قال ابن عباس - وما لهم ان لا يعذبهم الله واعلم انه تعالى بين في الاية الاولى ان لا يعذبهم ما دام رسول الله فيهم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۰﴾ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۳﴾

اور جب اچھا کر دکھایا اُن کے لئے شیطان نے اُن کے عملوں کو اور کہا نہیں ہے کوئی غالب تم پر لوگوں میں سے آج کے دن اور بیشک میں تمہارا حامی ہوں پھر جب آمنے سامنے ہوئے دونوں گروہ تو الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر اور کہا کہ بیشک میں الگ ہوں تم سے۔ بیشک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے ﴿۵۰﴾ اور جب کہتے تھے منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ دھوکا دیا ہے اُن لوگوں کو اُن کے دین نے اور جو شخص کہ توکل کرتا ہے اللہ پر تو بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ﴿۵۱﴾ اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ روح قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے پیٹتے ہیں اُن کے منہوں کو اور اُن کی پیٹھوں کو اور (کہتے ہیں) چکھو جلنے کا عذاب ﴿۵۲﴾ یہ اُس کا بدلہ ہے جو آگے بھیجا ہے تمہارے ہاتھوں نے اور بیشک اللہ نہیں ہے ظلم کرنے والا بندوں پر ﴿۵۳﴾

ذکر فی ہذہ الآیۃ انہ لا یعذبہم اذ اخرج الرسول من بینہم ثم اختلفوا فی ہذا العذاب فقال بعضہم ہذا العذاب المتوعد بہ یوم بدر وقیل بل یوم فتح مکہ (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۸۰) +

نہ دیگا جب تک کہ خدا کا رسول اُن میں ہے اور اس آیت میں فرمایا کہ اُن کو عذاب دیگا کہ جب خدا کا رسول اُن میں سے نکل آیا ہے پھر علما نے اس عذاب میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ بدر کی لڑائی میں وہ عذاب اُن کو ملا اور بعضوں نے کہا کہ مکہ کی فتح کے دن۔ غرضکہ اُن علما نے عذاب سے لڑائی میں شکست پانے کا عذاب مراد لیا ہے +

اب اس آیت کے ان لفظوں پر "وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون" غور باقی رہ گئی ہے تفسیر کشاف میں لکھا ہے وہم یستغفرون سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ استغفار کرتے ہیں بلکہ اُس سے نفی استغفار مراد ہے پس ان لفظوں کے معنی

وہم یستغفرون فی موضع الحال ومعناہ نفی الاستغفار عنہم ای لو کانوا ممن یؤمن ویستغفر من الکفر لما عذبہم کقولہ وما کان ربک لیہلک القری بظلم واہلہا مصلحون ولکنہم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (۵۴)

مانند کرتوت فرعون کی قوم کے اور اُن لوگوں کی جو اُن سے پہلے تھے کہ منکر ہوئے اللہ کی نشانیوں سے پھر پکڑ لیا اُن کو اللہ نے بسبب اُنکے گناہوں کے بیشک اللہ زبردست ہے سخت عذاب کرنیوالا (۵۴)

لا یؤمنون و لا یستغفرون و لا یتوقع ذلک منہم (تفسیر کشاف صفحہ ۵۱۲)

یہ ہیں درحالیکہ وہ استغفار کرتے تو خدا اُن کو عذاب نہ کرتا مگر وہ استغفار نہیں کرتے اس لئے اُن کو خدا عذاب دیگا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ تمام علما صاحب کشاف کو علم ادب کا بہت بڑا عالم سمجھتے اور جو معنے اُنہوں نے بیان کئے ہیں اُس کو سب تسلیم کرینگے ✦

(۴۳) (اذ انتم) اس آیت میں نہایت صفائی سے خدا تعالےٰ نے اُن مقامات کا بیان کیا ہے جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کا لشکر موجود تھا اور جس راستے ابوسفیان والا قافلہ نکل گیا تھا۔ اس آیت سے ہشامی کی روایت جو ابھی ہم لکھ آئے ہیں بخوبی تصدیق ہوتی ہے کہ ابوسفیان کا قافلہ سمندر کے کنارہ ہو کر نکل گیا تھا ✦

مگر یہ الفاظ جو اس آیت میں ہیں کہ "ولو تواعدتم لاختلفتم فی المیعاد" اسکی تفسیر میں مفسرین نے غلطی کی ہے اُس غلطی کا سبب یہ ہے کہ ابتدا ہی سے اُن کو یہ غلط خیال ہو گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارادہ قافلہ کے لوٹنے کا تھا۔ اور ہم نے خود قرآن مجید کی آیتوں سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ خیال محض غلط ہے۔ پس اسی غلط خیال کے سبب وہ یہ سمجھے جیسے کہ تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہے کہ

لو تواعدتم انتم و اھل مکۃ علی القتال لخالف بعضکم بعضا لقلتکم و کثرتھم و لکن لیقضی اللہ امرا کان مفعولا (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۰۰) ✦

قریش مکہ سے اتفاقیہ اور ناوانستہ لڑائی ہو گئی اور اگر اُن سے لڑائی کا وعدہ کیا جاتا تو وعدہ خلافی کرتے اس لئے کہ مسلمان بہت تھوڑے تھے اور قریش بہت زیادہ ✦

مگر یہ راے بالکل غلط ہے خود قرآن مجید سے ثابت ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ

لا تنفک عن عسکر الرسول علیہ السلام فی اول الامر کانوا فی غایۃ الخوف و الضعف بسبب القلۃ و عدم الاھبۃ و نزلوا بعیدین عن الماء و کانت الارض التی نزلوا فیہا ارضا رملیۃ تغوص فیہا ارجلھم و اما الکفار فکانوا فی غایۃ القوۃ بسبب الکثرۃ فی العدد و بسبب حصول الالات و الادوات لا نھم

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خاص قریش مکہ کے مقابلہ کے لئے نکلے تھے بلکہ خدا کا حکم تھا کہ قریش مکہ ہی سے لڑو ہیں مذکورہ بالا تفسیر کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی اس آیت میں خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لشکر کا اور قریش مکہ کے لشکر کا مقام بیان کیا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں جیسا کہ تمام مفسرین اور مورخین قبول کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۵۵)

یہ اس لئے کہ بیشک اللہ نہیں ہے بگاڑنے والا کسی نعمت کو جس کو اس نے بخشا ہے کسی قوم پر یہاں تک کہ وہ لوگ بگاڑ دیں اس کو جو ان کے دلوں میں ہے بیشک اللہ سننے والا ہے جاننے والا (۵۵)

لشکر پانی سے دور اور خراب جگہ پر تھا۔ اور قریش مکہ کا لشکر بہت اچھے مقام پر تھا اور پانی ان کے قبضہ میں تھا۔ ایسے خراب مقام پر جب لڑائی ہوئی پس خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر پہلے سے اس مقام پر لڑنے کا وعدہ کیا جاتا تو تم وعدہ خلافی کرتے اور اس مقام کی خرابی دیکھ کر اس مقام پر لڑنا منظور نہ کرتے لیکن اسی جگہ لڑائی ہوگئی اور جو خدا کو کرنا منظور تھا وہ خدا نے کر دیا +

كانوا قريبين من الماء ولان الارض التي نزلوا فيها كانت صالحة للمشي ولان العير كان خلف ظهورهم وكانوا يتوقعون مجيء المدد من العير اليهم ساعة فساعة ثم انه تعالى قلب القصة وعكس القضية وجعل الغلبة للمسلمين والدامغة على الكافرين فصار ذلك من اعظم المعجزات واقوى البينات على صدق محمد صلى الله عليه وسلم فيما اخبر عنه من وعد النصر والفتح والظفر (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۰)

(۴۵) (اذ یریکھم اللہ) اس آیت میں مفسرین کو شبہ پیش آئی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے خواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت سے لوگوں کو تھوڑا سا دکھلایا تو پیغمبر کا خواب خلاف واقع اور غلط ہوا حالانکہ پیغمبر کا خواب خلاف واقع اور غلط نہیں ہوتا۔ مگر یہ شبہ آیت کے معنی اور طرز بیان پر غور نہ کرنے کے سبب سے واقع ہوا ہے حالانکہ آیت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر کوئی شبہ ہو سکے +

تمام سیاق قرآن مجید کا اس طرح پر واقع ہے کہ خدا تعالیٰ بندوں کے افعال کو بسبب مسبب العلل ہونے کے اپنی طرف نسبت کرتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب دیکھنے کو اپنی طرف نسبت کیا ہے کہ خدا نے ان کو خواب میں دکھلایا تھوڑا۔ اس طرح پر کہنا قرآن مجید کے سیاق کے مطابق ان معنوں میں ہے کہ جب تو نے ان کو خواب میں دیکھا تھوڑے سے اور اگر تو ان کو دیکھتا بہت سے تو بیشک بزدلی کرتے اور کام میں جھگڑا کرتے +

اس آیت کے بعد کی آیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تصدیق ہوتی ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ جب قریش مکہ سے مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کی آنکھوں میں وہ تھوڑے سے معلوم ہوتے ۔ "قلیلا" کا لفظ دونوں آیتوں میں واقع ہوا ہے ۔ اگر پہلی آیت میں "قلیلا" کے لفظ سے شوکت اور عظمت ورجات میں قلیل لئے جاویں تو دوسری آیت میں بھی جب کہ مقابلہ ہوا "قلیلا" کے یہی معنی لئے جاوینگے۔ اور اگر پہلی آیت میں "قلیلا" کے لفظ سے قلیل فی العدد مراد لیجائے تو دوسری آیت میں بھی قلیل فی العدد مراد لیجاوینگی جس سے ظاہر ہو گیا ہے کہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۶﴾

مانند کرتوت فرعون کی قوم کے اور ان لوگوں کے جو ان سے پہلے تھے جھٹلایا اپنے پروردگار کی نشانیوں کو پھر ہم نے ان کو ہلاک کیا بسبب ان کے گناہوں کے اور ہم نے ڈبو دیا فرعون کی قوم کو اور ہر ایک کو جو ظلم کرنے والے تھے ﴿۵۶﴾

مقابلہ کے وقت کل لشکر قریش کے مقابلہ میں نہیں آیا تھا بلکہ ان میں سے تھوڑے سے آدمیوں سے مقابلہ ہوا تھا جس کا سبب خود اس دوسری آیت میں بیان ہوا ہے کیونکہ قریش مکہ نے دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھوڑے سے آدمی ہیں اس لئے انہوں نے بھی تھوڑے سے آدمیوں سے مقابلہ کیا اور جو امر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا وہ سچا ہوا۔

(۵۰) (واذ زین لھم الشیطن اعمالھم) ہمارے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں عجیب و غریب باتیں لکھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت بنکر جو بکر بن کنانہ کے سرداروں میں سے تھا معہ اپنے ساتھ کے لوگوں کے قریش مکہ کے پاس آیا اور کہا کہ ہم تمہارے مددگار رہیں اور کہا کہ اب کوئی تم پر غالب نہیں ہونے کا اور اس وقت حرث بن ہشام کے ہاتھ میں ہاتھ دئے ہوئے کھڑا تھا مگر جب اس نے مسلمانوں کے لشکر میں حضرت جبرئیل کو

وذلك لان كفار قريش لما رجعوا الى مكة قالوا هزم الناس سراقة فبلغ ذلك سراقة فقال والله ما شعرت بمسيركم حتى بلغتني هزيمتكم فعند ذلك تبين للقوم ان ذلك الشخص ما كان سراقة بل كان شيطانا۔
(تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۰۰)

اور اور فرشتوں کو دیکھا تو پیچھے کو بھاگا اور کہا کہ جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے۔ شیطان کا سراقہ بن مالک کی صورت بنکر آنے کی یہ دلیل لکھی ہے کہ جب کفار قریش مکہ کو پھر کر گئے تو لوگوں نے کہا کہ سراقہ کے آدمی بھاگ گئے۔ جب یہ خبر سراقہ کو پہنچی تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم مجھ کو تمہارا جانا معلوم بھی نہیں ہوا ابھی تمہاری شکست کی خبر مجھ کو پہنچی ہے۔ اس وقت لوگوں نے کہا کہ وہ شخص جو سراقہ کی صورت میں آدمی بنے ہوئے تھا سراقہ نہ تھا بلکہ شیطان تھا۔ نہایت افسوس ہے کہ ہمارے مفسرین نے کیسی لغو و بیہودہ

ان الشیطان لیس بمتجسد من غیر ان یتحول فی صورۃ الانسان وھو قول الحسن والاصم ۔

اور بے سمجھ اور بے ٹھکانے باتوں کو قرآن کی تفسیر میں داخل کیا ہے اور ان کو تفسیر کی بنیاد قرار دیا ہے خدا ان پر رحم کرے۔ مگر حسن اور اصم دو مفسرین کا قول ہے کہ شیطان کسی آدمی کی صورت نہیں بنا تھا بلکہ ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تھا۔ پہلا قول تو محض لغو ہے اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۵۵)	بیشک بدترین زمین پر چلنے والوں کے اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو کافر ہوئے پھر وہ نہیں ایمان لانے کے (۵۵)

حسن اور اسم کا قول ایسا ہے جو تسلیم ہونے کے قابل ہے۔ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قریش کی حالت کو اُن کی زبان حال سے بیان فرماتا ہے۔ پہلی آیت میں جس غرور اور تکبر سے وہ لڑائی کے لئے نکلے تھے اُس کا اشارہ کیا اور دوسری آیت میں فرمایا کہ " زین لھم الشیطٰن اعمالھم "

یعنی اُن کے نفس شریر نے اُن کے اعمالوں کو اچھا کر دکھایا اور اُن کے شریر نفس نے کہا کہ میں تمہارا حمایتی ہوں مگر جب دونوں لشکر مقابل ہوئے تو اُن کی جرأت اور ہمت جو کچھ تھی وہ پست ہوگئی اور آثار فتح و نصرت لشکر اسلام کے ظاہر ہوئے اور اُن کا نفس شریر پسپا

ومعنی الجار ھھنا الدافع عن صاحبه انواع الضرر کما یدفع الجار عن جاره والعرب تقول انا جار لك من فلان ای حافظ لك من مضرته فلا یصل الیك مکروه منه
(تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۰۰)

ہوا جس کو خدا تعالیٰ نے نہایت فصیح طور پر بیان فرمایا " فلما تراءت الفئتٰن نکص علٰی عقبیه وقال انی بری منکم انی اریٰ ما لا ترون "۔ اور جب انسان کی نخوت اور غرور کے برخلاف امر واقع ہوتا ہے تو اُس کے نفس امارہ کو قدرتی طور پر خوف لاحق ہوتا ہے خصوصاً مواقع جنگ میں جہاں ہر طرح پر فتح کی امید ہو اور شکست ہو جاوے پس خدا تعالیٰ نے مشرکین کے نفس شریر کی اُس حالت کو ان لفظوں سے بیان کیا کہ " انی اخاف اللّٰه واللّٰه شدید العقاب " +

(۵۸) (الذین عاهدت منهم) ظاہرا اس آیت میں بنی قریظہ کی طرف اشارہ ہے۔ اُن سے عہد تھا کہ وہ مسلمانوں سے نہ لڑینگے نہ اُن کے دشمنوں کی مدد اور اعانت کرینگے۔ مگر انہوں نے بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کے برخلاف قریش مکہ کو ہتھیار دینے سے مدد کی اور اپنا عہد توڑ دیا۔ مگر پھر معافی چاہی اور کہا کہ ہم سے خطا ہوئی اور پھر دوبارہ عہد کیا۔ مگر خندق کی لڑائی میں پھر مشرکین سے برخلاف مسلمانوں کے مل گئے اور دوسری دفعہ اپنا عہد توڑ دیا +

(۶۶) (یا ایها النبی) اس آیت میں جو مضمون تحریض علی القتال ہے اُس کی نسبت سورہ توبہ میں ہم ایک مفصل گفتگو کرینگے اس مقام پر صرف خاص اس آیت کی تفسیر پر اکتفا کرتے ہیں +

مفسرین کہتے ہیں کہ اگرچہ نظم اس آیت کا بطور خبر کے ہے مگر اُس سے مراد امر ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم میں بیس آدمی لڑنے والے ہوں تو اُن کو صبر کرنا اور لڑنے میں جد و جہد اور کوشش کرنی چاہئے تاکہ دو سو لڑنے والے مخالفوں پر غالب ہوویں اور اُس کے بعد کی آیت کو جس میں سو لڑنے والوں کا دو سو پر اور ہزار کا دو ہزار پر غالب آنے کا ذکر ہے پہلی آیت کا ناسخ قرار دیتے ہیں۔ مگر سیاق کلام اُس کے برخلاف ہے ان آیتوں میں سلسلہ

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ
ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ
فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ
لَا يَتَّقُوْنَ (٥٨) فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ
فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ
يَذَّكَّرُوْنَ (٥٩) وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ
قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ
عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
الْخَآئِنِيْنَ (٦٠) وَلَا يَحْسَبَنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ
لَا يُعْجِزُوْنَ (٦١) وَاَعِدُّوْا
لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ
وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ
عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ
مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ
يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ
لَا تُظْلَمُوْنَ (٦٢) وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ
فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (٦٣) وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا
اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ
الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ
وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي
الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (٦٤)

وہ لوگ جن سے تو نے عہد کیا ہے پھر وہ توڑ ڈالتے
ہیں اپنا عہد ہر دفعہ میں اور وہ پرہیزگاری نہیں کرتے (٥٨)
پھر اگر تو اُن کو (جس سے تو نے عہد کیا تھا) پائے لڑائی میں
تو اُن کے ساتھ اس طرح پیش آ کہ اُس کے سبب سے
پریشان کر دے اُن لوگوں کو جو اُن کے پیچھے ہیں تاکہ وہ
نصیحت پکڑیں (٥٩) اور اگر تجھ کو اندیشہ معلوم ہو کہ
کسی قوم سے خیانت (یعنی بدعہدی) کا تو پھینک دے
(یعنی اُن کا عہد) اُن کی طرف (اس طرح پر کہ فریقین
برابر (یعنی یکساں حالت) پر ہوں۔ بیشک اللہ نہیں
دوست رکھتا خیانت کرنے والوں کا (٦٠) اور نہ گمان
کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ وہ بھاگ نکلے۔ بیشک
وہ عاجز کرنے والے نہیں ہیں (٦١) اور تیاری کرو
اُن کے لئے جو کچھ کہ تم کر سکو قوت سے یعنی ہتھیاروں
سے اور گھوڑوں کے باندھنے سے یعنی مہیا کرنے سے
ڈراؤ اس سے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو اور اوروں کو
جو اُن کے سوا ہیں کہ اُن کو تم نہیں جانتے اللہ اُنکو جانتا ہے۔
اور جو کچھ کہ تم خرچ کرو گے کسی چیز سے اللہ کی راہ میں پورا
دیا جاویگا تم کو اور تم ظلم نہ کئے جاؤ گے (٦٢) اور اگر وہ
جھکیں صلح کے لئے تو تو بھی جھک جا اُسکی طرف اور توکل کر
اللہ پر بیشک وہی سننے والا ہے جاننے والا (٦٣) اور اگر وہ
ارادہ کریں کہ تجھ کو فریب دیں تو بیشک کافی ہے تجھ کو اللہ
وہ وہی ہے جس نے تائید کی تیری اپنی مدد سے اور مسلمانوں سے اور محبت ڈالی
ڈالدی آپس میں اُنکے دلوں کے اگر تو خرچ کر ڈالتا جو کچھ زمین
میں ہے سارے کا سارا تو بھی ہمدردی نہ ڈال سکتا آپس میں اُن کے
دلوں کو لیکن اللہ نے ہمدردی ڈالدی اُن کے آپس میں بیشک وہ غالب حکمت والا ہے (٦٤)

کو تحریض علی القتال کی گئی ہے اور لڑائی میں بھر ثابت قدم رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ تعداد
بیان کرنے سے کسی حد خاص کا معین کرنا مقصود نہیں ہے۔ یعنی کہ اگر تم میں سے آدمی لڑائی میں ثابت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ
اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝٦٥ يَا أَيُّهَا
النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ
إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ
يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ
يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا
بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝٦٦
الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ
ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ
يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ
أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ
مَعَ الصَّابِرِينَ ۝٦٧ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ
يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ
تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ
الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝٦٨
لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ
فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝٦٩
فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا
اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝٧٠
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ
مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي
قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا
أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ
غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝٧١

اے نبی کافی ہے تجھ کو اللہ اور جنہوں نے تیری پیروی
کی ہے جو مسلمان ہیں ۝۶۵ اے نبی رغبت دے مسلمانوں
کو لڑائی پر اگر ہونگے تم میں سے بیس صبر کرنے والے
غالب آوینگے دو سو پر اور اگر ہونگے تم میں سے سو
ایسے ہی، تو غالب آوینگے ہزار پر اُن لوگوں میں سے
جو کافر ہیں بسبب اس کے کہ وہ ایک قوم ہیں کہ
نہیں سمجھتے ۝۶۶ اب بوجھ ہلکا کیا اللہ نے تم سے اور
جانا کہ تم میں ضعف ہے پھر اگر ہونگے تم میں سے
سو صبر کرنے والے غالب آوینگے دو سو پر اور
اگر ہونگے تم میں سے ہزار غالب آوینگے دو ہزار پر
اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر کرنے والوں کے
ساتھ ہے ۝۶۷ نہیں ہے نبی کے لئے کہ ہوں اُس
کے لئے قیدی یہاں تک کہ گھمسان کر دے میں
میں یعنی ملک میں - تم چاہتے ہو مال دنیا کا اور
اللہ چاہتا ہے آخرت کو اور اللہ غالب ہے حکمت والا ۝۶۸
اگر نہ ہوتا لکھا ہوا اللہ کی طرف سے پہلے سے بیشک
تم کو پہنچتا اُس میں جو تم نے لیا عذاب بہت بڑا ۝۶۹
پھر کھاؤ اُس میں سے جو تم نے غنیمت میں لیا ہے حلال طیب اور
ڈرو اللہ سے - بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان ۝۷۰
اے نبی کہدے اُن لوگوں کو جو کہ تمہارے ہاتھوں میں
ہیں قیدی اگر جانیگا اللہ کہ تمہارے دلوں میں ہے
بھلائی تو دیگا تم کو بھلائی اُس سے جو لیا گیا تم سے
اور بخشیگا تم کو - اور اللہ بخشنے والا ہے
مہربان ۝۷۱

قدم ہوئے تو دو سو آدمیوں پر اور اگر سو ہونگے تو ہزار پر غالب آوینگے - اس کہنے کے ساتھ ہی یہ
کہ لڑائی میں صبر کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے تھوڑے سے آدمی بہت سوں پر غالب ہو جاتے
ہیں - مگر مسلمانوں کی حالت ایسی نہیں تھی بلکہ وہ مشرکین کے مقابلہ میں ہر طرح سے کیا بلحاظ ہتھیاروں کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ
خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ
وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٧٢﴾ إِنَّ
الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا
أُولٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا
مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ
حَتّٰى يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ
فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ
إِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٣﴾ وَ
الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ
بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ
فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿٧٤﴾ وَ
الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا
فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا
أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا
لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٧٥﴾

اور اگر وہ ارادہ کریں گے تجھ سے خیانت کا تو بیشک
انہوں نے خیانت کی تھی اللہ سے اس سے پہلے پھر
تو گرفتار کیا (خدا نے تجھ کو) ان پر اور اللہ جاننے والا ہے
حکمت والا ﴿٧٢﴾ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی
اور جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ
کی راہ میں اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی
یہ لوگ ہیں کہ ان میں کا دوست ہے دوسرے کا
اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی
تو تم کو نہیں ہے ان کی دوستی سے کچھ یہاں تک
کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ تم سے دین میں مدد چاہیں
تو تم پر ہے مدد کرنی مگر اس قوم پر کہ تم میں اور ان
میں عہد ہے اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو دیکھنے
والا ہے ﴿٧٣﴾ اور جو لوگ کافر ہوئے ایک ان میں کا
دوست ہے دوسرے کا اگر تم اس کو نہ کرو گے
(جس کا حکم ہوا ہے) تو ہوگا فتنہ زمین میں ۔ یعنی ملک میں
اور فساد بڑا ﴿٧٤﴾ اور جو ایمان لائے اور ہجرت
کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اور جنہوں نے
جگہ دی اور مدد کی وہ لوگ وہی ہیں ایمان والے
ٹھیک ٹھیک ۔ ان کے لئے ہے مغفرت
اور رزق برکت والا ﴿٧٥﴾

اور کیا بلحاظ سامان لڑائی کے اور کیا بلحاظ آسایش و خوراک و قوت جسمانی کے نہایت ضعیف تھے ۔ اس لئے خدا نے فرمایا کہ اس قدر تفاوت میں تخفیف کی جاتی ہے ۔ تب بھی اگر تم ثابت قدم رہو گے تو دوگنے پر غالب آؤ گے پس ان آیتوں میں سے کسی آیت میں تعین عدد خاص مراد نہیں بلکہ صرف تحریض علی القتال و ثبات فی القتال مراد ہے ۔

(٦٨) : ماکان لنبی ۔ بدر کی لڑائی میں قریش مکہ کے تمام لشکر سے جو ان کے ساتھ آیا تھا لڑائی نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک گروہ سے جو لڑنے کو نکلا تھا لڑائی ہوئی تھی جیسا کہ اسی سورۃ کے واذ یریکموھم اذ التقیتم فی مندرجہ حاشیہ آیت سے ثابت ہوتا ہے ۔ اس گروہ کو جو بلحاظ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (۷۶)	اور جو لوگ ایمان لائے بعد کو اور ہجرت کی اور جہاد کیا تمہارے ساتھ تو وہ لوگ بھی تم میں سے ہیں اور قرابت والے بعضے اُن میں کا قریب تر ہے بعضے سے اللہ کی کتاب میں۔ بیشک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (۷۶)

اعینکم قلیلا ویقللکم فی اعینہم میں آیا تھا شکست ہوئی تھی اور تمام لشکر قریش مکہ کا ایسا
لیقضی اللہ امرا کان مفعولا والی اللہ پریشان ہوگیا تھا کہ کسی کو پھر مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی
ترجع الامور ۴۴ اور مسلمانوں نے اُن کا تعاقب بھی نہیں کیا۔ جیسے کہ خدا
نے اسی سورت میں فرمایا " ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح وان تنتہوا فھو خیر لکم "، مگر قریش مکہ کے لشکر میں ستر آدمی بطور قیدی کے گرفتار ہوگئے تھے۔ اُن قیدیوں کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جاوے۔ حضرت عمرؓ اور سعد ابن معاذ نے رائے دی کہ سب کو قتل کرنا چاہئے۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ فدیہ لیکر چھوڑ دیا جاوے چنانچہ فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا۔ فدیہ لینے پر خدا نے اپنی ناراضی ظاہر کی کیونکہ وہ لوگ بغیر لڑنے کے پکڑے گئے تھے اور اس لئے لڑائی کے قیدی جن سے فدیہ لیا جا سکتا نہیں تھے۔ اسی پر خدا کی ناراضی ہوئی اور خدا نے فرمایا " ماکان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض " جن لوگوں کی یہ رائے ہے کہ اُن کے قتل نہ کرنے پر خدا کی ناراضی ہوئی تھی کسی طرح پر صحیح نہیں ہوسکتی اس لئے کہ خدا تعالے نے جب اُن کو قیدئ جنگ ہونا ہی نہیں قرار دیا تو اُن کے نہ قتل کرنے پر کیونکر ناراضی ہوسکتی تھی ۔

سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ

بَرَآءَۃٌ | مدینہ میں نازل ہوئی

① (براءۃ) سورہ انفال اور سورہ توبہ کا ایسا قریب قریب مضمون ہے کہ اگر دونوں سورتوں کو ایک ہی سورۃ خیال کی جاوے تو کچھ مستبعد نہیں ہے۔ اور جب ہمارا یہ خیال ہے تو اس بات پر بحث کرنی کہ سورۃ توبہ کے اول بسم اللہ کیوں نہیں ہے غیر ضروری ہے اور نہ جس منشا سے ہم نے تفسیر لکھی ہے اُس سے علاقہ رکھتی ہے اس لئے ہم اس بحث کو چھوڑ دیتے ہیں ✦

سورہ انفال اور سورہ توبہ دونوں میں کافروں سے لڑنے اور اُن کو قتل کرنے اور مغلوب کرنے کا ذکر ہے۔ اور یہی امر بحث کے قابل ہے جس کی نسبت مخالفین اسلام نے اپنی غلطی اور ناسمجھی سے اسلام کی نسبت مختلف پیرایوں میں اعتراض قائم کئے ہیں۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کافروں کے ساتھ جو کچھ کیا اور جس قدر اور جس طرح اُنھوں نے خدا کے حکم سے کافروں کو قتل اور غارت کیا۔ اگر اُس کا مقابلہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی لڑائیوں سے کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ وہ لڑائیاں بمقابلہ حضرت موسیٰ کی لڑائیوں کے خدا کی رحمت تھیں۔ پس جو لوگ توریت کو اور حضرت موسیٰ کو مانتے ہیں اُن کے لئے تو حضرت مسیح کا یہ قول کافی ہے کہ "تو اُس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے کیوں دیکھتا ہے اور جو شہتیر کہ تیری آنکھ میں ہے اُسے دریافت نہیں کرتا" مگر ہمارا یہ طریقہ نہیں ہے کہ ہم صرف حجت الزامی پر اکتفا کریں بلکہ ہمارا مقصود ہر امر کو تحقیق کرنا اور اُس کی اصلیت کو ظاہر کرنا ہے اس لئے ہم اس امر کو بخوبی تحقیق کرنا چاہتے ہیں ✦

اس امر پر جو اعتراض جامع جمیع اعتراضات ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک بانی مذہب کو جس کا موضوع سچی اور سیدھی راہ کا بتانا اور اُس کے نتیجوں کی خوشخبری دینا اور بد راہ کی برائی کو جتلانا اور اُس کے بد نتیجوں سے ڈرانا اور اپنی نصیحت اور وعظ سے انسانوں میں نیکی اور نیک دلی رحم اور صلح آپس میں محبت و ہمدردی کا قائم کرنا اور تمام مصیبتوں اور تکلیفوں کو جو اس راہ میں پیش آویں صبر و تحمل سے برداشت کرنا چاہیے نہ زبردستی سے اور ہتھیاروں کے زور سے اور قتل خونریزی سے اُس کو منوانا لازم ہے۔ بس اب ہم کو اسی امر کا تحقیق کرنا مقصود

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مِنَ اللہِ	اشد

ہے کہ کیا قرآن مجید میں ہتیار اٹھانے کا حکم زبردستی سے اسلام منوانے کے لئے تھا؟ ✦ ہرگز نہیں۔ بلکہ قرآن مجید سے اور تمام لڑائیوں سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہوئیں بخوبی ثابت ہے کہ وہ لڑائیاں صرف امن قائم رکھنے کے لئے ہوئیں تھیں نہ زبردستی سے اور ہتیاروں کے زور سے اسلام منوانے کے لئے ✦

مکہ میں اہل مکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو اور اُن مرد اور عورتوں کو جو مسلمان ہو گئے تھے ایذا پہنچانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا تھا۔ آنحضرت نے خود اور اُن کے پیرو مسلمان مرد عورت نے اُن تمام مصیبتوں اور تکلیفوں کو نہایت صبر و تحمل سے برداشت کیا تھا جن کے خیال سے تعجب آتا ہے کہ کیونکر برداشت ہوئی تھیں ✦

خاص آنحضرت کی نسبت منہ در منہ دشنام دہی کرنا اور بُرا کہنا اور تذلیل کرنا یہ تو ایک عام بات تھی جو روزمرہ ہوتی تھی معززین قریش کمینہ لوگوں کو اور اپنے غلاموں کو اشارہ کرتے تھے اور وہ کسی طرح سے آنحضرت کو ایذا پہنچاتے تھے ایک دفعہ اسی طرح

اغروا به (محمد صلعم) سفهاءهم وعبيدهم يصيحون به حتى اجتمع اليه الناس الجوع الى حائط - ابن هشام صفحه ۲۸۰

اُن کمینہ لوگوں اور قریش کے غلاموں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا اور گالیاں دینی اور سخت و سست الفاظ کہنے اور غل مچانی شروع کی بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور ایسی دھکا پیل ہوئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک احاطہ میں پناہ لینی پڑی ✦

ابولہب ہمیشہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر نجاست اور نجس و بدبودار چیزیں ڈلوا دیتا تھا ✦

ابولهب كان يطرح العذرة والنتن على باب النبي صلى الله عليه وسلم تاريخ ابن الاثير جلد ۲ صفحه ۲۰ ✦

ام جمیل ابی لہب کی بیوی اُس رستہ پر جہاں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت تھی کانٹے ڈلوا دیتی تھی ✦

انها (ام جميل امراة ابى لهب) كانت فيما بلغنى تحمل الشوك فتطرحه على طريق رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث يمر ابن هشام صفحه ۲۳۳

راہ چلنے کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر لوگ مٹی کوڑا کرکٹ ڈالدیتے تھے ✦

اعترضه (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) سفيه من سفهاء قريش فنثر على راسه ترابا ابن هشام صفحه ۲۷۷

قریش نے آپس میں نہایت سخت عہد کیا تھا کہ کوئی شخص آنحضرت پاس نہ جاوے اُن کے پاس نہ بیٹھے اُن کی بات نہ سُنے ایک دفعہ عقبہ جا کر آنحضرت پاس بیٹھا اور کچھ کلام سُنا اس کی خبر ابی کو

وكان عقبة قد جلس الى رسول الله صلے الله عليه وسلم وسمع منه فبلغ ذلك ابيا فاتى عقبة فقال الم يبلغنى انك

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ورسوله	اور اُس کے رسول کی طرف سے

جالست محمدا وسمعت منه ثم قال وجهي من وجهك حرام ان اكلمك واستغلظ من اليمين ان انت جلست اليه وسمعت منه او لم تأته فتتفل في وجهه ففعل ذلك عدو الله عقبة بن ابي معيط (ابن هشام صفحه ۲۳۸)

پہنچی جو اُس کا بڑا دوست تھا وہ اُس کے پاس آیا اور کہا کہ مَیں نے سُنا ہے کہ تو آنحضرت پاس جاکر بیٹھا تھا اور اُن کی باتیں سنیں تمہیں تیری صورت مجھ کو دیکھنی اور تجھ سے بات کرنی حرام ہے اور مَیں اپنی قسم کو زیادہ سخت کرونگا اگر تو اب گیا اور اُن پاس بیٹھا اور اُن کی بات سُنی کیا تجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ اُن کے منہ پر تھوک دیتا چنانچہ اُس خدا کے دشمن نے ایسا ہی کیا ✦

وثب كل قبيلة على من فيها من مستضعفي المسلمين فجعلوا يحبسونهم ويعذبونهم بالضرب والجوع والعطش ورمضاء مكة والنار ليفتنوهم عن دينهم۔
(تاریخ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶)

جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے اُن پر بھی نہایت ظلم ہوتا تھا اور سخت ایذا پہنچائی جاتی تھی جہاں بیکس مسلمانوں کو دیکھتے تھے پکڑ لیتے تھے قید کرتے تھے مارتے تھے بھوکا پیاسا رکھتے تھے جلتی ریت میں ڈالدیتے تھے آگ سے جلا کر ایذا پہنچاتے تھے ✦

صار بلال لامية بن خلف الجمحي فكان اذا حميت الشمس وقت الظهيرة يلقيه في الرمضاء على وجهه وظهره ثم يأمر بالصخرة العظيمة فتلقى على صدره و يقول لا تزال هكذا حتى تموت او تكفر بمحمد (تاریخ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶)

حضرت بلال کو عین دوپہر میں سورج کی تپش کے وقت امیہ بن خلف کبھی منہ کے بل اور کبھی پیٹھ کے بل جلتے ریت پر ڈالدیتا تھا اور چت کرکے اُن کی چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ مَیں تیرے ساتھ اسی طرح کئے جاونگا جب تک کہ تو مرجاوے یا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر کرے ✦

كانوا يخرجون عمارا وأباه وامه الى الابطح اذا حميت الرمضاء يعذبونهم بحر الرمضاء فمر بهم النبي صلى الله عليه وسلم فقال صبرا آل ياسر فان موعدكم الجنة فمات ياسر في العذاب واغلظت امرأته سمية القول لابي جهل فطعنها في قبلها بحربة في يده فماتت وهي اول شهيد في الاسلام وشدد العذاب على عمار بالحر تارة و بوضع الصخر احمر على صدره اخرى و

ایک دفعہ اُنہوں نے عمار بن یاسر کو اور اُس کے باپ اور ماں کو جو مسلمان ہو گئے تھے پکڑ لیا اور دھوپ میں جلتے ریت پر ڈالدیا۔ اتفاقاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس طرف سے گذرے اور اُن سے کہا کہ اے یاسر کے خاندان کے لوگو صبر کرو تمہاری جگہ جنت میں ہے حضرت یاسر تو اُسی سختی کی حالت میں مرگئے اور اُن کی بیوی سمیہ نے ابوجہل کے ساتھ سخت کلامی کی ابوجہل نے وہ ہتیار جو اُس کے ہاتھ میں تھا حضرت سمیہ مظلومہ کی شرمگاہ میں مارا کہ وہ مرگئیں اور اس طرح وہ سب سے اول شہید ہوئی ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِلَى الَّذِيْنَ	اُن لوگوں کی طرف جن سے

بالتعذیب لیعذبوه فقالوا لا نترککم حتی تسب محمداً وتقول فی اللات خیراً ففعل فترکوه ولکن قلبه مطمئن بالایمان۔ (تاریخ ابن اثیر صفحہ ۲۰)

اُس کے بعد ابوجہل نے حضرت عمار کو ایذا پہنچانے میں زیادہ سختی کی۔ کبھی دھوپ میں ڈالتا تھا کبھی آگ سے گرم کیا ہوا پتھر اُن کے سینہ پر رکھوا تا تھا کبھی اُن کو پانی میں اکر ڈبوتا تھا آخرکار اُن سے کہا کہ ہم تجھ کو کبھی نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ تو محمد کو دشنام نہ دے اور لات کی تعریف نہ کرے لاچار انہوں نے ایسا ہی کیا تب اُن کو چھوڑا۔ مگر اُن کے دل میں ایمان مستحکم تھا۔

خباب ابن ارث کو کافروں نے پکڑ لیا اور نہایت سخت ایذا پہنچائی اُس کو ننگا کر کے

اخذه الکفار (خباب بن الارث) وعذبوه عذاباً شدیداً فکانوا یعرونه ویلصقون ظهره بالرمضاء ثم بالرضیف وهی الحجارة المحماة بالنار ولووا رأسه فلم یجبهم الی شیء مما ارادوا منه (تاریخ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۷)

منہ کے بل گرم جلتے ریت پر لٹاتے تھے اور پھر پتھر کی کنکروں کو آگ سے گرم کر کے اُس پر لٹاتے تھے اور اُس کا سر مروڑ کے اُلٹا پھیر دیتے تھے مگر وہ خاموش تھا اور جو کچھ وہ کہتے تھے مطلق اُس کا جواب نہیں دیتا تھا۔

اخذه (ابوفکیهة) امیة بن خلف وربط فی رجله حبلاً وامر به فجر ثم القاه فی الرمضاء ومر به جعل فقال له امیة الیس هذا ربک فقال الله ربی وربک ورب هذا فخنقه خنقاً شدیداً ومعه اخوه ابی بن خلف یقول زده عذاباً حتی یأتی محمد فیخلصه بسحره ولم یزل علی تلک الحال حتی ظنوا انه قد مات۔
تاریخ ابن اثیر جلد ثانی صفحہ ۲۷

ابوفکیہ کو امیہ بن خلف نے پکڑا اور اُس کے پاؤں میں رسی بندھوائی اور کھنچوایا اور جلتی ریت میں ڈالدیا اتفاقاً ایک بدصورت کالا پاؤں والا چھوٹا سا کیڑا اُس کے قریب نکلا تو اُمیہ نے طعنہ سے کہا کہ یہ تیرا خدا ہے اُس نے کہا کہ اللہ میرا رب ہے اور تیرا رب اور اس کیڑے کا بھی یہ سنکر امیہ نے نہایت زور سے اُس کا گلا گھونٹنا شروع کیا اُس وقت اُس کا بھائی ابی ابن خلف بھی موجود تھا اور کہتا تھا زور سے تاکہ محمد آجاویں اور اپنے جادو سے اس کو چھڑالیں۔ غرضکہ اُس کا گلا گھونٹتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے خیال کیا کہ وہ مرگیا۔ مگر وہ مرا نہیں تھا۔

کان عمر (قبل اسلامه) یعذبها (لبینة) حتی تفتر ثم یدعها ویقول انی لم ادعک الا سآمة فتقول کذلک یفعل الله بک ان لم تسلم۔
تاریخ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۷

خود حضرت عمر نے اپنے مسلمان ہونے سے پہلے لبینہ ایک مسلمان عورت کو پکڑ لیا اور اُس کو ایذا پہنچائی اور مارنا شروع کیا جب تھک جاتے تھے تو چھوڑ دیتے تھے اور کہتے تھے میں نے تجھے چھوڑا نہیں ہے میں تھک گیا ہوں اس لئے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تم نے عہد باندھا تھا	عَاهَدْتُّمْ

پھر گیا ہوں اُس نے جواب دیا کہ اسی طرح خدا بھی تیرے ساتھ کریگا اگر تو مسلمان ہوا +

بلغه (ای عمر) ان اخته فاطمة اسلمت مع زوجها سعید بن زید و خباب بن الارت عندهما یعلمها القرآن فجاء الیهما منکرا و ضرب اخته فشجها فلما رأت الدم قالت قد اسلمنا۔ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۹ +

حضرت عمر کو خود مسلمان ہونے سے پہلے معلوم ہُوا کہ فاطمہ اُن کی بہن معہ اپنے شوہر کے مسلمان ہو گئی ہے اور خباب بن الارث اُن کو قرآن سکھاتا ہے حضرت عمر اُن کے پاس آئے اور خوب مارا کہ اُن کا سر پھٹ گیا جب خون بہنے لگا تو اُن کی بہن نے کہا کہ ہاں ہم تو مسلمان ہو گئے ہیں +

کان ابو جہل یعذب جارية (زنیرة) حتی عمیت فقال لها ان اللات والعزی فعلا بک ذلک فقالت وما یدری اللات والعزی من یعبدهما ولکن هذا امر من السماء و ربی قادر علی رد بصری۔ تاریخ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۷ +

اسی طرح ابو جہل نے زنیرہ مسلمان عورت کو اس قدر ایذا دی کہ وہ اندھی ہو گئی اور جب اُس نے جانا کہ وہ اندھی ہو گئی تو کہا کہ لات اور عزےٰ نے تجھ کو اندھا کیا ہے اُس نے کہا کہ لات اور عزےٰ تو خود ہی نہیں جانتے کہ اُن کو کون پوجتا ہے مگر یہ ایک آسمانی امر ہے اور میرا خدا قادر ہے کہ پھر میری آنکھوں میں روشنی دیدے +

کانت (ای امرأة من بنی عبد الدار نعذبها (النهدية) وتقول والله لا اقلعت عنک او یبتاعک بعض اصحاب محمد تاریخ ابن الاثیر جلد ثانی صفحہ ۲۷ +

کان الاسود بن عبد یغوث یعذبها (ای ام عبیس) تاریخ ابن الاثیر جلد ثانی صفحہ ۲۷ +

نہدیہ نے ایک مسلمان عورت بنی عبد الدار کو اور اسود بن عبد یغوث نے ایک مسلمان عورت ام عبیس کو سخت ایذائیں دی تھیں یہ طریقہ ایذا دینے کا برابر جاری تھا۔ ابو جہل جب کسی شریف آدمی کو دیکھتا کہ مسلمان ہو گیا ہے تو اُس سے کہتا کہ کیا تو اپنا مذہب اور اپنے باپ کا مذہب جو تجھ سے اچھا تھا چھوڑتا ہے اور اُسکی عقل پر نفرین کرتا اُس کو حماقت کا کام بتلاتا اور اُس کو بے عقل کہتا اور اُس کو ذلیل کرتا۔ اور اگر کوئی سوداگر ہوتا تو کہتا کہ تیری تجارت ڈوب جاویگی اور تیرا مال برباد ہو جاویگا۔ اور اگر وہ مسلمان کوئی کمزور قبیلہ کا آدمی ہوتا تو اُس کے پیچھے لوگوں کو لگا دیتا کہ اس کو ایذا دو +

کان ابو جہل یاتی الرجل الشریف ویقول له اتترک دینک و دین ابیک وهو خیر منک و یقبح رایه و فعله و یسفه حلمه و یضع شرفه وان کان تاجرا یقول ستکسد تجارتک و یهلک مالک۔ وان کان ضعیفا اغری به حتی یعذب تاریخ ابن الاثیر جلد ثانی صفحہ ۲۷ +

کفار قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام بجائے محمد کے مذمم بطور ہجو کے رکھ دیا تھا۔

وکانت قریش انما تسمی رسول الله صلعم مذمما ثم یسبونه۔ ابن ہشام صفحہ ۱۳۴ +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مشرکوں سے (۱)	مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (۱)
اور امیہ ابن خلف علانیہ مُنہ در مُنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم بدزبانی ودشنام دہی کرتا رہتا تھا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تھے تو لوگ غل مچاتے تھے اور قرآن کے الفاظ کے ساتھ اپنے الفاظ ملا دیتے تھے ◆	وامیہ ابن خلف اذا رای رسول اللہ صلعم همزه ولمزه ـ الهمزة الذی یشتم الرجل علانیة ویکسر عینیه علیه واللمزة الذی یعیب الناس سرًا ویؤذیهم ـ ابن هشام صفحه ۲۳۲
ایک دفعہ ابن مسعود کعبہ کے پاس گئے اور سورہ الرحمن پڑھنی شروع کی اور قریش جو کعبہ کے آس پاس بیٹھے تھے ہجوم کر آئے اور جب جانا کہ وہ قرآن پڑھتے ہیں جو آنحضرت پر نازل ہوا ہے تو اُن کے منہ کو پیٹنا شروع کیا کہ اُن کا مُنہ نیلا ہوگیا اور مارنے کے نشان منہ پر پڑ گئے مگر جہاں تک اُن سے بن پڑا وہ بھی پڑھ گئے ◆	فغدا ابن مسعود حتی اتی المقام فی الضحیٰ وقریش فی اندیتها حتی قام عند المقام ثم قرء بسم الله الرحمن الرحیم رافعا بها صوته الرحمن علم القرآن قال ثم استقبلها یقرؤها فتأملوه فجعلوا یقولون ما ذا قال ابن ام عبد قال ثم قالوا انه لیتلو بعض ما جاء به محمد فقاموا الیه فجعلوا یضربون فی وجهه وجعل یقرء حتی بلغ منها ما شاء الله ان یبلغ ثم انصرف الی اصحابه ابن هشام صفحه ۲۰۲ ◆

پانچ برس تک اسی قسم کی تکلیفیں اور ایذائیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اور اُن مرد اور عورتوں کو جو مسلمان ہوگئے تھے پہنچتی رہیں اور خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اور تمام مسلمان مرد اور عورتوں نے نہایت صبر وتحمل سے اُن کو برداشت کیا۔ مگر کوئی ایسی صورت جس سے مسلمان امن میں رہیں پیدا نہ ہوئی۔ اُس وقت امن حاصل ہونے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنا عزیز وطن چھوڑ دیں اور حبشہ کو چلے جاویں جہاں کا بادشاہ نجاشی عیسائی مذہب کا تھا ◆

پہلی ہجرت مسلمانوں کی بہ جانب حبشہ ۵ نبوی میں

اس اجازت پر تھوڑے سے مسلمان مرد اور عورتوں نے رجب ۵ نبوی میں حبشہ کو ہجرت کی۔ گیارہ یا بارہ مرد اور چار یا پانچ عورتیں اس قافلہ میں تھیں۔ مردوں میں حضرت عثمان ابن عفان اور عورتوں میں حضرت رقیہ بیٹی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیوی حضرت عثمان کی شامل تھیں ◆

مشورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا

جب قریش مکہ نے یہ بات دیکھی کہ جو مسلمان حبشہ میں گئے وہ آرام سے رہتے ہیں اور حضرت عمر بھی مسلمان ہوگئے ہیں اور اسلام عرب کے قبیلوں

ولما رات قریش عزة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پھر پھرو	فسیحوا
میں پھیلتا جاتا ہے تو اُنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کا ارادہ کیا اور سب لوگ اس بات پر متفق ہو گئے مگر اُس زمانہ میں ابو طالب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت علی مرتضےٰ کے والد زندہ تھے اور اُن کا رعب بھی عرب کے قبیلوں پر کچھ کم نہ تھا جب اُنہوں نے یہ بات سُنی تو اُنہوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو جمع	برجعه واسلام حمزة وعمر وهجرة اصحابه بالحبشة وفشو الاسلام في القبائل اجمعوا على ان يقتلوا النبي صلى الله عليه وسلم فبلغ ذلك ابا طالب فجمع بني هاشم وبني المطلب فادخلوا رسول الله شعبهم ومنعوه ممن اراد قتله فاجابوا لذلك حتى كفارهم فعلوا ذلك حمية على عادة الجاهلية۔ مواہب لدنیہ مطبوعہ مصر ۳۱۱ +

کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے گروہ کی حفاظت میں لے لیا +

جب کہ قریش اپنے ارادہ پر کامیاب نہ ہوئے اور اُنہوں نے دیکھا کہ بنی ہاشم اور

بنی مطلب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی ہے وہ پھر جمع ہوئے اور باہم مشورہ کر کے ایک عہد نامہ لکھا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے شادی اور بیاہ موقوف کیا جاوے نہ کوئی اُن کی بیٹیاں لے اور نہ کوئی اُن کو بیٹیاں دے اور نہ کوئی اُن کے ہاتھ کوئی چیز بیچے اور نہ اُن سے کچھ خریدے اور اس پر سب نے اتفاق کر کے عہد نامہ لکھا اور اُس کو خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ اس معاہدہ سے بے انتہا تکلیف پہنچی۔ قریش میں سے بعض لوگ بسبب قرابت کے چھپ چھپا کر کچھ پہنچا دیتے تھے لیکن اگر کھل جاتا تھا تو بہت فضیحت کئے جاتے تھے۔ ایک دفعہ حکیم بن حزام مع اپنے غلام کے حضرت خدیجہ کے لئے جو اُس کی پھپی اور آنحضرت کی بیوی تھیں کچھ ستو لئے جاتا تھا ابو جہل رستہ میں مل گیا اور اُن سے اُلجھ پڑا اور کہا کہ تو بنی ہاشم کے لئے کھانا لئے جاتا ہے میں ہرگز تجھ کو اور تیرے کھانے کو نہ جانے دونگا	اجتمعوا وائتمروا بينهم ان يكتبوا كتابا يتعاقدون فيه على بني هاشم وبني المطلب على ان لا ينكحوا اليهم ولا ينكحوهم ولا يبيعوهم شيئا ولا يبتاعوا منهم فلما اجتمعوا لذلك كتبوه في صحيفة ثم تعاهدوا وتواثقوا على ذلك ثم علقوا الصحيفة في جوف الكعبة توكيدا على انفسهم + فاقاموا على ذلك سنتين او ثلاثا حتى اجهدوا لا يصل اليهم شيء الا سرا مستخفيا به من اراد صلتهم من قريش وقد كان ابو جهل بن هشام فيما يذكرون لقي حكيم بن حزام بن خويلد بن اسد معه غلام يحمل قمحا يريد به عمته خديجة بنت خويلد وهي عند رسول الله صلعم ومعه في الشعب فتعلق به وقال اتذهب بالطعام الى بني هاشم والله لا تبرح انت وطعامك حتى افضحك بمكة۔ ابن ہشام ۲۳۲ +

جب تک کہ تجھ کو مکہ میں فضیحت نہ کرلوں۔ یہ مصیبت کی حالت دو تین برس تک برابر جاری رہی +

دوسری ہجرت مسلمانوں کی بجانب حبشہ ستہ نبوی میں

اس قسم کی مصیبتیں مسلمانوں پر برابر جاری تھیں اور کسی طرح کا امن مسلمانوں کو مکہ میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

زمین میں (یعنی ملک میں)	فِی الْاَرْضِ

نہیں ہوتا تھا اور جو لوگ حبشہ میں ہجرت کر گئے تھے وہ وہاں امن میں تھے اس سے اور مسلمانوں کو بھی ہجرت کر جانے کی اجازت ہوئی چنانچہ بہت سے مرد اور عورت ہجرت کر گئے ۔ مجموع دونوں دفعہ کے ہجرت کرنے والوں کی تعداد بیاسی یا تراسی تھی ✦

ہجرت مسلمانوں کی طرف مدینہ کے سنہ ۱۰ نبوی میں

حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد ابوطالب آنحضرت کے چچا کا بھی جن کے رعب داب سے کسی قدر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو امن تھا انتقال ہو گیا اور قریش کو بہت زیادہ تکلیف اور ایذا پہنچانے کا موقع ہاتھ آیا۔ یہاں تک کہ رسول خدا کے نماز پڑھنے کی حالت میں بکرے کی اوجھڑی اُن پر ڈال دیتے تھے لاچار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چھپ کر نماز پڑھنی اختیار کی تھی اور کھانا پکاتے وقت کھانا پکنے کی ہنڈیا میں اوجھڑی کے ٹکڑے ڈال دیتے تھے۔ رستہ چلنے میں ان کے سر مبارک پر مٹی اور کوڑا پھینکتے تھے اور آنحضرت سب کو برداشت کرتے تھے اور ان سے فرماتے تھے کہ تم کیا اچھے میرے ہمسایہ ہو۔ جب یہاں تک حالت پہنچ گئی تو آپ بنی ثقیف کے پاس گئے تاکہ وہ ان کی مدد کریں مگر اُن میں سے کوئی آمادہ نہ ہوا اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں واپس چلے آئے ۔ اسی طرح عرب کے اور قبیلوں نے بھی ایمان لانے سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے سے انکار کیا ✦

فكان احدهم فيما ذكر لي يطرح عليه رحم الشاة وهو يصلي وكان احدهم يطرحها في برمته اذا نصبت له حتى اتخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم حجرا يستتر به منهم اذا صلى فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا طرحوا عليه ذلك الاذى كما حدثني عمر بن عبد الله بن عروة بن الزبير يخرج به رسول الله صلى الله عليه وسلم على العود فيقف به على بابه ثم يقول يا بني عبد مناف اي جوار هذا ثم يلقيه في الطريق۔ ابن ہشام صفحہ [illegible]

اسی درمیان میں مدینہ سے چند لوگ حج کرنے آئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو قرآن سُنایا اور مسلمان ہونے کو کہا سات آدمی اُن میں سے مسلمان ہو گئے جب وہ واپس گئے تو مدینہ کے لوگوں میں اسلام کا چرچا ہوا اور وہاں سے ستر آدمی خفیہ رات کو آنحضرت کے پاس آئے اور اسلام لائے اور جان و مال سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امداد کا معاہدہ کیا اور واپس چلے گئے ✦

جب قریش نے یہ خبر سُنی تو مسلمانوں کو طرح طرح سے ایذا دینی اور تنگ کرنا شروع کیا اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجبور ہو کر مسلمانوں کو مدینہ میں ہجرت کرنے کی اجازت دی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آرْبَعَةٌ	چار

اور بہت سے مسلمان مرد اور عورت جس طرح جس کو موقع ملا مدینہ چلا گیا اُنہی ہجرت کرنیوالوں میں حضرت عمر اور حضرت عثمان کہ حبشہ سے واپس آ چکے تھے اور عیاش ابن ربیعہ بھی تھے مگر باایں ہمہ کچھ مسلمان مرد اور عورت جن کو قریش کے خوف سے یا اَور کسی طرح پر جانے کا موقع نہیں ملا مکہ میں رہ گئے ◆

قریش کا دوبارہ آنحضرت کے قتل کا ارادہ کرنا اور آنحضرت کا مدینہ کو ہجرت فرمانا ۱۳ نبوی میں

جب کہ اس طرح پر مسلمان رفتہ رفتہ مکہ سے ہجرت کر گئے تو آنحضرت کی رفاقت میں بجز حضرت علی مرتضےٰ اور حضرت ابوبکر کے کوئی نہیں رہا تھا۔ قریش مکہ کو مسلمانوں کے اس طرح نکلجانے سے تردد پیدا ہوا اور اُنھوں نے یقین کیا کہ وہ امن پاکر اور متفق ہو کر ان پر حملہ کرینگے۔ اس بات میں اُنھوں نے پھر مجلس جمع کی اس غرض سے کہ اب کیا کیا جاوے۔ بعضوں نے یہ صلاح دی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو ابھی تک مکہ ہی میں تشریف رکھتے تھے گرفتار کر کے طوق و زنجیر ڈال کر ایک مکان محفوظ میں قید کر دیا جاوے۔ بعضوں نے یہ رائے دی کہ آنحضرت کو مکہ سے نکالدیا جاوے۔ ابوجہل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کی رائے دی اور کہا کہ بہتر یہ ہے کہ عرب کے ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک جوان آدمی منتخب کیا جاوے اور ہر ایک کو تلوار دیجاوے اور سب ملکر ایک ساتھ تلواریں مار کر آنحضرت کو قتل کر ڈالیں۔ اور جب تمام قومیں اُس قتل میں شریک ہونگی تو قبیلہ بنو عبد مناف کو جس قبیلہ میں آنحضرت تھے جھگڑا کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔ اس امر پر سب نے اتفاق کیا اور سب اُٹھ کھڑے ہوئے تاکہ اس تجویز کو پورا کریں۔ اسی امر کا ذکر قرآن مجید میں ہے جہاں فرمایا ہے " اذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك " الآیہ ◆

اسی دن کی رات کو جب قریش مکہ نے یہ تجویز ٹھیرائی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کی حضرت علی مرتضےٰ کو اپنا خلیفہ یا قائم مقام کر کے اپنے بچھونے پر سلا دیا تاکہ کافر جانیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سوتے ہیں اور حضرت ابوبکر کو اپنے ساتھ لیا اور مکہ سے نکلکر ثور پہاڑ کے ایک غار میں جا چھپے تین دن تک وہاں چھپے رہے اور پھر موقع پاکر مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آشہر	مہینے

صبح کو کفار قریش کو معلوم ہوا کہ آنحضرت تشریف لے گئے اور اُن کی جگہ حضرت علی مرتضےٰ سوتے ہیں اُن کو پکڑ لیا اور پوچھا کہ آنحضرت کہاں گئے اُنہوں نے کہا کہ مَیں نہیں جانتا اُن کو خوب مارا اور قید کر دیا مگر تھوڑی دیر کے بعد چھوڑ دیا اور اعلان کیا کہ جو کوئی آنحضرت صلعم کو پکڑ لاوے اُس کو سو اونٹ انعام دیا جاویگا۔ حضرت علی مرتضےٰ نے بھی مکے سے ہجرت کی اور اُفتاں وخیزاں بڑی مشکل سے دن کو چھپے رہکر اور راتوں کو چلکر مدینہ میں پہنچے پیادہ چلنے سے پاؤں سوج گئے تھے جب مدینہ میں پہنچے تو اس قدر طاقت نہ تھی کہ آنحضرت پاس آویں اس لئے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن کے دیکھنے کو اُن کے پاس تشریف لیگئے ✦

کافروں سے لڑنے کا حکم اور لڑائیوں کے واقعات

ہجرت کرنے پر بھی قریش مکہ مہاجرین کو اور جو لوگ اُن کو پناہ دیتے تھے امن سے رہنے نہیں دیتے تھے۔ جن مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اُن کے گرفتار کرنے کو سمندر کے کنارے تک اُن کا تعاقب کیا۔ مگر وہ اُن کے ہاتھ نہ آئے اور حبشہ میں پہنچ گئے۔ اس پر بھی اُنہوں نے بس نہ کیا اور عمرو بن العاص اور عبداللہ ابن ابی امیہ کو بہت سے تحفے ہدیہ دیکر نجاشی کے پاس بھیجا اس غرض سے کہ مسلمان جو وہاں پہنچے گئے ہیں اُنہیں قریش کو دیدے مگر نجاشی نے اُن کے دینے سے انکار کیا ✦

وخرجت قریش فی اثارالا ولین (ای الذین هاجروا اولا الی الحبشه) الی البحر فلم یدرکوهم۔ وقدموا الی ارض الحبشة فکانوا بها۔

ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۸ ✦

مدینہ کے لوگوں کے ساتھ بھی جو آنحضرت پاس آئے تھے اور مسلمان ہوگئے تھے اور آنحضرت کی نصرت کا وعدہ کیا تھا قریش مکہ نے بُرائی کرنے میں کچھ کمی نہیں کی تھی جب اُن کو معلوم ہوا کہ درحقیقت مدینہ والے جو آئے تھے وہ مسلمان ہوگئے ہیں اور اُنہوں نے آنحضرت کی نصرت کا وعدہ کیا ہے تو اُن لوگوں کا تعاقب کیا وہ تو ہاتھ نہ آئے مگر سعد ابن عبادہ اُن کے ہاتھ لگ گئے اُن کو مکہ میں پکڑ لائے اور اُن کو مارتے تھے اور اُن کے بال پکڑ کر گھسیٹتے پھرتے تھے ✦

وعلمت قریش صحة الخبر (ای خبر بیعة الانصار للنبی صلی اللہ علیہ وسلم) فخرجوا فی طلبهم فادرکوا سعد بن عبادة فجاؤا به الی مکة یضربونه ویجرونه بشعره۔

ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۳ ✦

اسی عداوت کے سبب جو قریش مکہ کو مہاجرین سے ہوگئی تھی ابوجہل ابن ہشام مدینہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور جان لو	وَاعْلَمُوْا

وجاء ابو جهل بن هشام فخادع عياش بن ابى ربيعه ورده الى مكة فحبسوه ـ
ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۴ +

میں آیا اور عیاش ابن ابی ربیعہ کو فریب دیا کہ تیری ماں تیرے لیئے روتی ہے اور کھانا پینا چھوڑ دیا ہے تو مکہ کو چل اور دھوکا دیکر مکے آیا اور جب مکہ میں پہنچا تو اُن کو قید کر دیا +

ان تمام حالات سے جو عداوت کہ قریش کو مسلمانوں سے ہو گئی تھی اور ہر طرح پر اُن کے معدوم کرنے اور ایذا پہنچانے کی تدبیریں کرتے تھے بخوبی ظاہر ہوتی ہے - قریش مکہ کو مدینہ کے لوگوں سے بھی جو مسلمان ہو گئے تھے اور آنحضرت کی نصرت کا وعدہ کیا تھا ویسی ہی عداوت تھی جیسی کہ مکہ کے مہاجرین سے تھی - سب سے بڑا خوف قریش مکہ کو یہ تھا کہ اگر یہ لوگ زیادہ قوی ہو جاوینگے تو مکہ پر حملہ کرینگے - چنانچہ جب دوبارہ آنحضرت کے قتل کا مشورہ کیا تھا تو اُس مشورہ میں جس شخص نے یہ رائے دی تھی کہ آنحضرت کو طوق اور زنجیر ڈالکر قید کر دیا جاے اُس کی رائے اسی دلیل پر مانی نہیں گئی تھی کہ آنحضرت کے اصحاب جو مکہ سے نکل گئے ہیں جمع ہو کر مکہ پر حملہ کرینگے اور اُن کو چھڑا لیجاوینگے - اور جس شخص نے یہ رائے دی تھی کہ آنحضرت کو جلا وطن کر دیا جاوے اُسکی رائے بھی اسی وجہ پر رد کی گئی تھی کہ آنحضرت اپنی فصاحت سے لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لینگے اور قریش مکہ کو کچل ڈالینگے

فقال بعضهم احبسوه فى الحديد واغلقوا عليه بابا ثم تربصوا به ما اصاب الشعراء قبله فقال النجدى ما هذا لكم برأى لو حبستموه ليخرجن امره من وراء الباب الى اصحابه فلاوشكوا ان يثبوا عليكم فينزعوه من ايديكم فقال اخر نخرجه وننفيه من بلدنا ولا نبالى اين وقع اذا غاب عنا فقال النجدى الم تروا حسن حديثه وحلاوة منطقه لو فعلتم ذلك لحل على حى من احياء العرب فيغلب عليهم بحلاوة منطقه ثم يسير بهم اليكم حتى يطاءكم بلادكم فيأخذ امركم من ايديكم تاريخ ابن اثير جلد ۲ صفحہ ۴۲ +

ولا يزالون يقاتلونكم حتى يردوكم عن دينكم ان استطاعوا ـ
(سورہ بقر آیت ۲۱۴) +

یہی سبب تھا کہ قریش مکہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے - چنانچہ قرآن مجید میں بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ اہل مکہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہینگے یہاں تک کہ وہ تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں اگر وہ ایسا کر سکیں +

مدینہ والے بھی قریش کے حملہ سے مطمئن نہیں رہے تھے اس لئے کہ مدینہ کے اُن لوگوں میں سے جو ایمان نہیں لائے تھے اور آنحضرت کے مدینہ میں تشریف لانے کو پسند نہیں کرتے تھے اور مدینہ کے اُن لوگوں سے جنہوں نے آنحضرت کی نصرت کا وعدہ کیا تھا نہایت ناراض تھے چند معزز لوگ مدینہ کو چھوڑ کر مکہ چلے گئے تھے اور قریش سے جا ملے تھے +

اب دیکھنا چاہیئے کہ ایسی حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اور مہاجرین اور انصار کو اپنی اور مدینہ کی حفاظت اور امن و امان قایم رہنے کے لئے کیا کرنا لازم تھا - اس مقصد کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَنْتُمْ	کہ تم

حصول کے لئے چار امر لازمی تھے کہ بغیر اُن کے کبھی امن اور مطلوبہ حفاظت کسی طرح قایم نہیں رہ سکتی تھی ✦

اول۔ اس بات کی خبر رکھنی کہ قریش مکہ کیا کرتے ہیں اور کس منصوبہ میں ہیں ✦

دوم۔ جو قومیں کہ مدینہ میں یا مدینہ کے گرد رہتی تھیں اُن سے امن کا اور قریش کی مدد نہ کرنے کا معاہدہ کرنا۔ لیکن عہد شکنی کی حالت میں اُن سے مقابلہ کرنا اس منصوبہ کے لئے ایسا ہی ضروری تھا جیسا کہ امن کا معاہدہ کرنا کیونکہ اگر عہد شکنی کی مکافات نہ قایم کی جاوے تو کوئی معاہدہ اپنے عہد پر قایم نہیں ہو سکتا ✦

سوم۔ جو مسلمان کہ مکہ میں مجبوری رہ گئے تھے اور موقع پا کر وہاں سے بھاگ آنا چاہتے تھے اُن کے بھاگ آنے پر جس قدر ہو سکے اُن کی اعانت کرنا۔ جو قافلہ مکہ سے نکلتا تھا ہمیشہ احتمال ہوتا تھا کہ شاید اُس کے ساتھ بہانہ کر کے کوئی مسلمان مدینہ میں بھاگنے کے ارادہ سے نکلا ہو ✦

چہارم۔ جو گروہ قریش کا مکہ سے مدینہ پر حملہ کرنے کو نکلے یا کسی طرح پر احتمال ہو کہ وہ مدینہ پر آنے والا ہے ہتھیاروں سے اُس کا مقابلہ کرنا۔ کیونکہ ایسا کرنا اسی امن کے قایم رکھنے کے لئے لازمی و ضروری ہے ان چاروں باتوں میں سے کوئی بات ایسی نہیں ہے جس کی نسبت کہا جا سکے کہ اُس سے زبردستی اور ہتھیاروں کے زور سے اسلام کا منوانا مقصود ہے ✦

ان کے سوا دو امر اور ہیں جو ہتھیاروں کے اُٹھانے کا باعث ہوتے ہیں ✦

ایک یہ کہ۔ کافر اُن مسلمانوں کو جو اُن کے قبضہ میں ہوں تکلیف اور ایذا دیتے ہوں

وما لكم لا تقاتلون في سبيل الله والمستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين يقولون ربنا اخرجنا من هذه القرية الظالم اهلها واجعل لنا من لدنك وليا واجعل لنا من لدنك نصيرا (سورۃ النساء آیت ۷۷) ✦

اُن کی مخلصی کے لئے یا اُن کو اُن کے ظلم سے نجات دلوانے کے لئے لڑائی کی جاوے جس کی نسبت خدا تعالے نے فرمایا ہے کہ ”کیا ہوا ہے تم کو کہ نہیں لڑتے ہو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کے بچانے کے لئے مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو نکال اس شہر سے کہ ظلم کرنے والے ہیں اُس کے لوگ اور کر ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی والی اور کر ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی مددگار“ کون شخص ہے جو اس لڑائی کو انسانی اخلاق اور انسانی نیکی کے برخلاف کہہ سکتا ہے۔ اور کون شخص ہے جو اس لڑائی کی نسبت یہ اتہام کر سکتا ہے کہ وہ زبردستی اور ہتھیاروں کے زور سے مذہب قبولوانے کے لئے ہے ✦

عاجز کرنے والے نہیں ہو	غَیْرُ مُعْجِزِی

دوسرے یہ کہ کافر مسلمانوں کو اُن کے مذہبی احکام ادا کرنے کے لئے مانع ہوں بشرطیکہ وہ اُن کی عملداری میں رہتے نہ ہوں کیونکہ اس صورت میں اُن کو وہاں سے ہجرت لازم ہے نہ لڑائی کرنی +

اگرچہ اس لڑائی کی بنیاد ایک مذہبی امر پر ہے لیکن اُس کا مقصد اپنی مذہبی آزادی حاصل کرنا ہے نہ کہ دوسروں کو جبر و زبردستی اور ہتیاروں کے زور سے مذہب کا منوانا۔ اگر ہندو کسی قوم سے اس بات پر لڑیں کہ وہ قوم اُن کو اُن کے احکام مذہبی ادا کرنے نہیں دیتی تو کیا یہ کہا جاویگا کہ ہندوں نے دوسری قوم کو بجبر اور ہتیاروں کے زور سے ہندو کرنا چاہا ہے +

ایک اور امر ہے جو انہی قسم کی لڑائیوں کا ضمیمہ ہے یعنی جس ملک یا قوم سے انہی امور کے سبب مخالفت ہے اور لڑائی انہی امور کے سبب مشتہر ہو چکی ہے اس ملک یا قوم پر چھاپہ مارنا یا اُن کا اسباب اور اُن کی رسد اور اُن کے ہتیاروں کو لوٹ لینا۔ اس زمانہ تہذیب میں بھی کون سی مہذب سے مہذب قوم ہے جو اس فعل کو نامہذب و ناجائز قرار دے سکتی ہے اور کون شخص ہے جو اس کو بجبر و زبردستی ہتیاروں کے زور سے مذہب کا قبلوانا قرار دیسکتا ہے +

تمام لڑائیاں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئیں وہ انہی امور پر مبنی تھیں۔ ایک لڑائی بھی اس غرض سے نہیں ہوئی کہ مخالفوں کو زبردستی اور ہتیاروں کے زور سے اسلام منوایا جاوے +

اس دعوے کا ثبوت دو طرح پر ہو سکتا ہے۔ اول اُن احکام سے جو قرآن مجید میں لڑائی کی نسبت وارد ہیں اور جن سے ظاہر ہوگا کہ لڑائی کا حکم صرف امن قایم کرنے کے لئے تھا نہ زبردستی سے اسلام قبلوانے کے لئے۔ دوسرے اُن لڑائیوں کے واقعات پر غور کرنے سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہوئیں۔ چنانچہ ہم اب انہیں کے بیان پر متوجہ ہوتے ہیں اس کے بعد ایک امر اور بحث طلب باقی رہجاویگا کہ ایک پیغمبر کو کس قسم کی لڑائیاں لڑنا بھی زیبا ہے یا خاموشی سے گردن کٹوا کر اور اپنے سر کو طشت میں رکھوا کر دشمن کے سامنے جانے دینا۔ یا کافروں کے ہاتھوں میں اپنے تئیں دلوا کر صلیب پر چڑھنا اور جان دینا۔ چنانچہ ہم اس پر بھی اخیر کو بحث کرینگے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَللّٰہِ	اللہ کے

آیاتِ قرآنی کا بیان جن میں مذہب کی آزادی کا حکم ہے

قرآن مجید کی کسی آیت میں کسی شخص کو زبردستی سے یا ہتیاروں کے زور سے مسلمان کرنے یا اسلام قبلوانے کا حکم نہیں ہے بلکہ مسلمان کرنے کے لئے صرف وعظ اور نصیحت کرنے کی ہدایت ہے۔ اور صاف صاف بتلایا ہے کہ اسلام میں جبر و زبردستی نہیں ہو سکتی۔ سورہ نحل میں خدا نے فرمایا "ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی ھی احسن" یعنی (اے پیغمبر) بلا اپنے رب کی راہ پر پکی بات سمجھا کر اور اچھی نصیحت کر کر اور اُن سے بحث کر ایسے طریقہ سے کہ وہ بہت اچھا ہے +

اور سورہ نور میں فرمایا ہے "قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل وعلیکم ما حملتم وان تطیعوہ تھتدوا وما علی الرسول الا البلاغ" یعنی کہدے (اے پیغمبر) کہ فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی پھر اگر وہ پھر جاویں تو اُس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ پیغمبر پر وہی ہے جو اُس پر بوجھ ڈالا گیا ہے (یعنی ہدایت و نصیحت) اور تم پر وہی ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا ہے (یعنی بہ سبب نہ قبول کرنے ہدایت و نصیحت کے) اور اگر اس کی فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور پیغمبر کے ذمہ اور کچھ نہیں ہے مگر حکم کا صاف صاف پہنچا دینا +

اور سورہ تغابن میں فرمایا ہے "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین" یعنی فرمانبرداری اللہ کی اور فرمانبرداری کرو پیغمبر کی پھر اگر تم پھر جاؤ تو اُس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہمارے پیغمبر کے ذمہ حکموں کا پہنچا دینا ہے صاف صاف +

سورہ ق میں خدا نے فرمایا "وما انت علیھم بجبار فذکر بالقرآن من یخاف وعید" یعنی تو اُن پر زور کرنے والا نہیں ہے پھر نصیحت کر قرآن سے اُس کو جو ڈرتا ہے عذاب کے وعدہ سے +

اور سورہ غاشیہ میں فرمایا ہے "فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر" یعنی پھر تو اُن کو نصیحت کر اس کے سوا کچھ نہیں کہ تو نصیحت کرنیوالا ہے اور اُن پر کروڑا نہیں ہے +

اور سورہ یونس میں فرمایا ہے "ولو شاء ربك لآمن من فی الارض کلھم جمیعا افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین" یعنی اگر تیرا پروردگار چاہے تو بے شبہ ایمان لے آویں جو زمین پر ہیں اکٹھے پھر کیا تو زبردستی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جاویں +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَنَّ اللّٰہَ	اور بیشک اللہ

اس سے زیادہ وضاحت سے سورہ بقر میں اسلام میں زبردستی کے ہونے کی نفی فرمائی ہے جہاں فرمایا ہے "لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم" یعنی کچھ زبردستی نہیں ہے دین میں بلاشبہ ظاہر ہوگئی ہے ہدایت گمراہی سے پھر جو کوئی منکر ہوا غیر خدا کی پرستش کا اور ایمان لائے اللہ پر تو بیشک اُس نے پکڑ لیا مضبوط ذریعہ جس کے لئے ٹوٹنا نہیں ہے اور اللہ سننے والا ہے جاننے والا ✦

مخالفین اسلام یہ حجت پکڑتے ہیں کہ اس قسم کی نصیحتیں آنحضرت صلعم کی اُسی وقت تک تھیں جبتک کہ آپ مکہ میں تشریف رکھتے تھے مگر جب مدینہ میں چلے آئے اور انصار اہل مدینہ مسلمان ہوگئے اور مہاجرین اور انصار ایک جگہ جمع ہوگئے اور آنحضرت کو بہت بڑی قوت ہوگئی اُس وقت اُن نصیحتوں کو بدل لیا اور لڑنے اور قتال کرنے کا اور تلوار کے زور سے اسلام قبول کرنے کا حکم دیا۔ اگر یہ حجت محض غلط ہے اول تو اس لئے کہ انہیں سورتوں میں سے جنکی آیتوں کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے سورہ نور اور سورہ بقر ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی ہیں جبکہ آنحضرت صلعم کو بخوبی قوت ہوگئی تھی اور انہیں سورتوں میں حکم ہے کہ رسول کا کام صرف حکموں کا پہنچا دینا ہے اور دین میں کچھ زبردستی نہیں ہے۔ پھر یہ کہنا کہ آنحضرت نے مدینہ میں آنے کے بعد اُن نصیحتوں کو بدل دیا تھا صریح جھوٹ ہے۔ دوسرے یہ کہنا کہ خدا کے احکام جو بطور اصل اصول کے نازل ہوئے ہیں وہ جگہ کی تبدیل یا قوت اور ضعف کی تبدیل سے تبدیل نہیں ہوسکتے۔ خدا کا حکم یہ ہے کہ زبردستی سے کسی کو مسلمان نہیں کیا جا سکتا پس جب آنحضرت مکہ میں تھے اُس وقت بھی کوئی شخص زبردستی سے مسلمان نہیں ہوسکتا اور جب آپ مدینہ میں تشریف لے آئے اُس وقت بھی کوئی زبردستی سے مسلمان نہیں ہوسکتا تھا۔ ہاں جب آپ مدینہ میں تشریف لے آئے تو لڑائی کا حکم ہوا مگر وہ لڑائیاں لوگوں کو جبر زبردستی سے اور ہتھیاروں کے زور سے مسلمان کرنے کے لئے نہ تھیں بلکہ امن قائم کرنے کے لئے تھیں جس کو ہم آئندہ بتفصیل بیان کریں گے ✦

آزادی مذہب کی صلح اور معاہدہ کی حالت میں

خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو کافروں سے صلح اور معاہدہ کرنے کی اجازت دی جس کا ماحصل یہ ہے کہ کافروں کے مذہب میں کچھ دست درازی نہ کی جائے وہ اپنے مذہب پر رہیں صرف مسلمانوں کو ایذا نہ دیں۔ اُن سے لڑیں نہیں اور اُنکے دشمنوں کی مدد نہ کریں اور اُن معاہدوں پر قائم رہنے کی نہایت تاکید کی اور معاہدہ کرنیوالوں سے جو معاہدہ پر قائم رہے ہوں لڑنے کی ممانعت فرمائی صلح اور معاہدہ کی اجازت ہی صاف دلیل اس بات کی ہے کہ مذہب کی آزادی میں خلل ڈالنا مقصود نہ تھا اور لڑائی کسی کو زبردستی یا ہتھیاروں کے زور سے مسلمان کرنا مقصود نہ تھا بلکہ صرف امن کا قائم رکھنا مقصود اصلی تھا ✦

سورہ نحل میں خدا نے فرمایا "واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا ان اللہ یعلم ما تفعلون" یعنی اور پورا کرو تم عہد اللہ کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ②	خوار کرنے والا ہے کافروں کو ②

(یعنی جو خدا کو درمیان میں دیکر عہد کیا ہے) جب تم نے عہد کیا اور نہ توڑو اپنی قسموں کو اُن کے مضبوط کرنے کے بعد اور بیشک تم نے اللہ کو کیا ہے اپنا ضامن بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ✦

خود سورہ توبہ میں جس میں نہایت خفگی سے لڑائی کا حکم ہے خدا نے فرمایا ہے "الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ان اللہ یحب المتقین" یعنی جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا ہے پھر انہوں نے اُس کے پورا کرنے میں کچھ کمی نہیں کی اور نہ تمہارے برخلاف کسی کی مدد کی تو پھر تم پورا کرو اُن کے ساتھ اُن کا عہد اُن کی میعاد تک بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو ✦

پھر اسی سورۃ میں فرمایا "الذین عاھدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین" یعنی جن مشرکوں نے مسجد حرام کے پاس تم سے عہد کیا تھا پھر جب تک کہ وہ تمہارے لئے عہد پر قایم رہیں تو تم بھی اُن کے لئے عہد پر قایم رہو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو ✦

اس سے زیادہ معاہدہ کی رعایت کفار اور مشرکین کے ساتھ کیا ہو سکتی ہے جتنی کہ

وماکان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطا ومن قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبة مؤمنة ودیة مسلمة الی اھلہ الا ان یصدقوا فان کان من قوم عدو لکم وھو مؤمن فتحریر رقبة مؤمنة وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق فدیة مسلمة الی اھلہ وتحریر رقبة مؤمنة فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین توبة من اللہ وکان اللہ علیما حکیما ۔
(سورۂ نساء آیت ۹۲)

قرآن مجید میں کی گئی ہے ۔ سورہ نساء مدینہ میں ہجرت کے بعد اتری ہے اُس میں حکم ہے کہ اگر کسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی مسلمان دھوکے سے مارا جائے تو قاتل کو ایک غلام آزاد کرنا چاہیئے اور اگر مقدور نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھنے چاہئیں اور اس کے سوا مقتول کی دیت اُس کے کنبے کو دیجاوے ۔ پھر اگر وہ مقتول ایک ایسی قوم میں کا ہے جن سے اور مسلمانوں سے دشمنی ہے اور وہ مقتول مسلمان ہے تو قاتل کو صرف غلام ہی کا آزاد کرنا ہوگا ۔ اور اگر مقتول ایسی قوم میں کا ہے کہ اُس قوم سے اور مسلمانوں سے معاہدہ ہے تو قاتل کو غلام بھی آزاد کرنا ہوگا اور مقتول کی دیت اُس کے کنبہ کو بھی دینی ہوگی ۔ اس سے زیادہ معاہدہ کی رعایت جس کا حکم خدا تعالیٰ نے دیا ممکن نہیں کیونکہ جو حق خدا تعالیٰ نے ایسی حالت میں مسلمانوں کے لئے مقرر کیا تھا وہی حق اُن کفار اور مشرکین کے لئے بھی قرار دیا ہے جن سے اور مسلمانوں سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَذَانٌ	اور خبر کردیتا ہے

امن کا معاہدہ ہوگیا ہو ✦

جن لوگوں سے معاہدہ ہوا ہے اگر معلوم ہو کہ وہ دغا بازی کرنا چاہتے ہیں تو معاہدہ

واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواء ان اللہ لا یحب الخائنین۔
(سورۃ انفال آیت ۶۰) ✦

توڑنے کی اجازت دی گئی ہے مگر ایسی احتیاط اور انصاف سے اُس کے توڑنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ اُن لوگوں کو کسی طرح نقصان نہ پہنچ سکے یعنی یہ حکم ہے کہ اس طرح پر معاہدہ توڑا جائے کہ دونوں فریق برابری کی حالت پر رہیں اُس میں کچھ دغابازی نہ ہونے پاوے کیونکہ اللہ تعالےٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ✦

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذلک بانھم قوم لا یعلمون۔
(سورۃ توبہ آیت ۶)

عین لڑائی کے زمانہ میں اگر کوئی مشرک کافر پناہ لے تو اُس کو پناہ دینے کا حکم ہے اور صرف پناہ ہی دینے کا حکم نہیں ہے بلکہ یہ حکم بھی ہے کہ اُس کو اُس کے امن کی جگہ میں پہنچا دیا جاوے۔ اس سے زیادہ مذہب کی آزادی اور معاہدہ کی احتیاط کیا ہوسکتی ہے ✦

اسی بنا پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکین عرب کے بہت سے قبیلوں سے اور قبائل یہود سے جو مدینہ میں رہتے تھے امن کے معاہدے کئے جو دلیل واضح اس بات کی ہے کہ مقصود یہ تھا کہ ملک میں لوگ امن سے رہیں مسلمانوں کو ایذا نہ دیں اور خدا کے کلام کو سنیں۔ کما قال "حتی یسمع کلام اللہ" پھر جس کا دل چاہے ایمان لاوے جس کا دل نہ چاہے نہ لاوے۔ کما قال اللہ تعالےٰ "لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی" وقال فی موضع اٰخر "فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر" ✦

لڑائی کے احکام اور اُس حالت میں بھی آزادئے مذہب

سب سے پہلے ہم کو یہ بیان کرنا چاہئے کہ کن لوگوں سے لڑنے کا حکم ہوا ہے اور کس مقصد سے ہم اس سے پہلے بالتصریح بیان کرچکے ہیں کہ جو لوگ اپنے معاہدوں پر قایم ہیں اور مسلمانوں سے نہیں لڑتے اور نہ اُن کے دشمنوں کو لڑنے میں مدد دیتے ہیں اُن سے لڑنے کا حکم نہیں ہے۔ پس لڑائی کا حکم تین قسم کے لوگوں کے ساتھ ہوا ہے ✦

اول۔ اُن لوگوں سے جو مسلمانوں سے لڑائی شروع کریں۔ اللہ تعالےٰ نے سورۃ

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین

بقر میں فرمایا ہے کہ لڑو اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ	اللہ اور اُس کے رسول کی طرف

وقاتلوا ... یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ (سورۂ بقر آیت ۱۸۶) ◆

جو تم سے لڑیں اور زیادتی مت کرو بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو۔ دوسری جگہ فرمایا کہ

فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین (سورۂ بقر آیت ۱۸۹) ◆

" اگر وہ لڑنا موقوف کردیں تو دست درازی کرنی نہیں چاہیئے کیونکہ دست درازی صرف ظالموں پر کرنی ہے "

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین ◆ (سورۂ بقر آیت - ۱۹۰)

ایک اور جگہ فرمایا کہ " جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اُس پر زیادتی کرو جتنی کہ اُس نے تم پر زیادتی کی ہے اور خدا سے ڈرو اور جان لو اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے ◆

قدیم زمانہ سے عرب میں یہ دستور چلا آتا تھا کہ حرم کعبہ میں جدال وقتال نہیں کرتے تھے

واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل۔ (سورۂ بقر آیت ۱۸۷) ◆

اُس کی نسبت خدا نے فرمایا کہ " لڑائی کی حالت میں اُن کو جہاں پاؤ (حرم کے اندر یا حرم کے باہر) قتل کرو کیونکہ فساد مچانا قتل سے بھی زیادہ ہے " مگر اس حکم میں بھی احتیاط کی اور فرمایا کہ " تم مسجد حرام کے پاس اُن کو مت مارو جب تک کہ وہ وہاں تم کو نہ ماریں پھر اگر وہ وہاں بھی تم کو ماریں تو تم بھی اُن کو مارو یہ ہے بدلا کافروں کا۔ اس کے بعد فرمایا

ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکافرین۔ (سورۂ بقر آیت ۱۸۷) ◆

فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم (سورۂ بقر آیت ۱۸۸) ◆

کہ اگر وہ " باز رہیں " یعنی لڑنا موقوف کردیں " تو بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان " یعنی تم بھی اُن کو معاف کردو اور لڑنا موقوف کردو ◆

سورہ نحل میں خدا نے فرمایا کہ اگر تم کافروں کے ایذا پہنچانے کا بدلا لینا چاہتے ہو تو

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین (سورۂ نحل آیت ۱۲۷)

اُسی قدر ایذا کا بدلا لو جس قدر کہ انہوں نے تم کو ایذا پہنچائی ہے اور اگر تم صبر کرو تو بیشک وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کو ◆

پھر سورہ حج میں اس سے بھی زیادہ تصریح فرمائی ہے کہ اُن لوگوں کو لڑنے کا حکم دیا

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ۔ (سورۂ حج ۳۸ و ۳۹) ◆

گیا ہے جن سے کفار مکہ لڑتے ہیں اس لئے کہ کفار مکہ کے ہاتھ سے مسلمان مظلوم ہوئے ہیں انہوں نے مسلمانوں کو بغیر کسی حق کے اُن کے گھروں سے نکال دیا ہے اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے ◆

سورہ تس میں خدا نے فرمایا ہے کہ کافروں سے لڑو اور اُن کو قتل کرو جہاں پاؤ۔ مگر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِلَی النَّاسِ	لوگوں کو
الا الذین یصلون الی قوم بینکم وبینہم میثاق او جاؤکم حصرت صدورھم ان یقاتلوکم او یقاتلوا قومھم ولو شاء اللہ لسلطہم علیکم فلقاتلوکم فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم والقوا الیکم السلم فما جعل اللہ لکم علیہم سبیلا (سورۂ نساء آیت ۹۲)	اُن لوگوں سے نہ لڑو اور نہ اُن کو قتل کرو جو ایسے لوگوں سے جا ملیں جن سے اور تم سے اُن کا معاہدہ ہے۔ اور اُن سے بھی مت لڑو اور اُن کو بھی قتل مت کرو جن کا دل لڑنے سے تنگ ہو گیا ہے اور نہ وہ تم سے لڑنا چاہتے ہیں اور نہ اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں پھر جب وہ

لڑائی سے الگ ہو جاویں یعنی نہ تم سے لڑیں اور نہ تمہارے ساتھ شامل ہو کر اپنی قوم سے لڑنا چاہیں اور تمہارے پاس صلح کا پیغام بھیجیں تو اُن سے مت لڑو کیونکہ اللہ نے اُن پر تم کو لڑنے کا کوئی قابو نہیں دیا ہے +

اس کے بعد اسی سورہ میں فرمایا ہے کہ بعض قومیں چاہتی ہیں کہ تم سے بھی امن میں

ستجدون اٰخرین یریدون ان یامنوکم ویامنوا قومھم کلما ردوا الی الفتنۃ ارکسوا فیہا فان لم یعتزلوکم ویلقوا الیکم السلم ویکفوا ایدیہم فخذوھم واقتلوھم حیث ثقفتموھم واولئکم جعلنا لکم علیہم سلطانا مبینا۔ (سورۂ نساء آیت ۹۳)	رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں اور فتنہ و فساد میں نہ پڑیں پھر اگر تمہارے ساتھ لڑنے سے علحدہ نہ ہو جاویں اور پیغام صلح نہ بھیجیں اور اپنے ہاتھ لڑنے سے نہ روکیں تو اُن کو پکڑو اور مارو جہاں پاؤ یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے تم کو غلبہ کرنے کا حق دیا ہے۔ پس لڑنا اسی

پر موقوف ہے جب کہ کافر لڑائی شروع کریں +

سورہ ممتحنہ میں نہایت صفائی سے اور بطور قاعدہ کلیہ کے بیان فرمایا ہے کہ کافروں سے

لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین۔ انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولہم فاولئک ھم الظالمون۔ (سورۃ الممتحنہ آیت ۸ و ۹)	کس طرح پیش آنا چاہئے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ جو لوگ تم سے لڑے نہیں اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے اُن کے ساتھ سلوک اور احسان کرنے سے خدا تم کو منع نہیں کرتا بلکہ اللہ سلوک کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے مگر اُن سے دوستی رکھنے کو منع کرتا ہے جو تم سے لڑتے ہیں تمہارے دین کے سبب سے اور تم کو تمہارے

گھروں سے نکال دیا ہے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکال دینے پر نکالنے والوں کی مدد کی ہے +

ان تمام آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ لڑائی کا حکم کسی کو زبردستی سے اسلام قبول کروانے کے لئے نہیں ہے بلکہ جو لوگ مسلمانوں کو قتل کرتا اور اُن سے لڑنا چاہتے تھے اُن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ	حج اکبر کے دن

سے محفوظ رہنے کے لئے لڑائی کا حکم ہوا ہے اور لڑائی میں یا لڑائی کے موقوف ہو جانے اور امن قایم ہو جانے پر کسی کے مذہب سے کسی قسم کا تعرض مقصود نہیں ہے ✦

مخالفین اسلام چند آیتیں اس امر کے ثابت کرنے کو پیش کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں عموماً کافروں کے قتل کرنے کا حکم ہے اور نیز بجبر ہتیاروں کے زور سے اُن کو مسلمان کرنے کی ہدایت ہے۔ مگر ان کا یہ کہنا محض غلط اور صریح ہٹ دھرمی ہے جس کو بالتفصیل ہم بیان کرتے ہیں ✦

وہ کہتے ہیں کہ سورۂ بقر اور سورۂ نساء میں آیا ہے کہ "واقتلوھم حیث ثقفتموھم" اس میں صاف حکم ہے کہ کافر جہاں ملیں وہیں اُن کو قتل کرو۔ مگر یہ صریح اُن کی غلطی ہے حرم کعبہ میں قتل و قتال زمانہ جاہلیت سے منع تھا مگر جب قریش مکہ سے لڑائی ٹھنی تو خدا نے حکم دیا کہ اُن کو جہاں پاؤ یعنی حرم کعبہ میں یا اُس کے باہر اُن سے لڑو اور اُن کو قتل کرو پس اس آیت سے عموماً کافروں کا قتل کرنا کہاں سے نکلتا ہے خصوصاً ایسی صورت میں کہ قرآن مجید سے انہی سے لڑنے کا حکم ہے جو مسلمانوں سے لڑتے ہوں نہ اُن سے کہ جو لڑنا نہیں چاہتے ✦

وہ کہتے ہیں کہ سورۂ نساء میں صاف حکم ہے کہ جب تک کافر مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں نہ چلے آویں اُن کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو۔ کافروں کا مدینہ میں ہجرت کر کے آنا اور مسلمان ہو جانا برابر ہے۔ پس اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ جب تک کافر مسلمان نہ ہو جاویں اُن کو جہاں پاؤ مار ڈالو ✦

ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء فلا تتخذوا منھم اولیاء حتی یھاجروا فی سبیل اللہ فان تولوا فخذوھم واقتلوھم حیث وجدتموھم ولا تتخذوا منھم ولیا نصیرا -
(سورۂ نساء آیت ۹۱)

مگر یہ دلیل محض غلط ہے یہ آیت مکہ کے منافقوں کے حق میں ہے جیسا کہ اس آیت کے اوپر بیان کیا ہے۔ "فما لکم فی المنافقین الخ" مکہ کے بہت سے لوگ نفاق سے اپنے تئیں مسلمان کہتے تھے اور مسلمانوں کو تردد تھا کہ اُن کے ساتھ لڑائی میں کس طرح کا معاملہ کریں۔ اُن کی نسبت خدا نے فرمایا کہ اُن کو یہ کہنا کہ ہم مسلمان اور تمہارے طرفدار ہیں ہرگز نہ مانو اگر وہ سچے ہیں تو ہجرت کر کے چلے آویں پھر اگر وہ نہ آئیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ جھوٹے اور منافق تھے تو لڑائی میں ان کو بھی جہاں پاؤ حرم کے اندر یا حرم کے باہر مارو اور قتل کرو پس ہجرت کا حکم کسی ایسے شخص کی نسبت جو مسلمان ہونے کا دعوے نہیں کرتا تھا نہیں دیا گیا ہے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بیشک اللہ	اَنَّ اللّٰہَ

وہ دلیل لاتے ہیں کہ سورہ نساء کی بعض آیتوں میں مطلقاً کافروں سے لڑنے کا حکم ہے

فلیقاتل فی سبیل اللہ الذین یشرون الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نؤتیہ اجرا عظیما۔
(سورۃ نساء آیت ۷۶)

فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک وحرض المومنین عسی اللہ ان یکف باس الذین کفروا واللہ اشد باسا واشد تنکیلا۔
(سورۃ النساء آیت ۸۶)

یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم ماواھم جھنم وبئس المصیر۔
(سورۃ تحریم آیت ۹)

فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ جھادا کبیرا۔ (سورۃ فرقان آیت ۵۴) +

قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون (سورۃ توبہ آیت ۲۹) +

وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ (سورۃ توبہ آیت ۳۶) +

یاایھا الذین امنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ (سورۃ توبہ آیت ۱۲۳) +

مگر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ان آیتوں سے اُن کا کیا مطلب ثابت ہوتا ہے بلاشبہ اُن آیتوں میں اور اور بہت سی آیتوں میں لڑنے کا حکم ہے مگر لڑائی انہی لوگوں سے جاویگا جن سے لڑنے کا حکم ہے اور وہ وہی لوگ ہیں جو مسلمانوں سے بخصومت دین لڑتے ہیں۔ علاوہ اس کے ان آیتوں میں بھی کسی کو بجبر اور بہتیار روں کے زور سے مسلمان کرنے کا اشارہ تک نہیں ہے +

اسی قسم کی آیتیں سورہ تحریم اور سورہ فرقان اور سورہ توبہ میں بھی آئی ہیں جن میں کافروں سے لڑنے اور لڑائی میں اُنکے قتل کرنیکا حکم ہے مگر جن لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے اُنہی سے لڑنے کا حکم ان آیتوں میں ہے نہ عموماً ہر ایک کافر یا عام کافروں سے لڑنے کا۔ پس یہ کہنا کہ ان آیتوں میں لڑنے کا حکم ہے اور اس بات کو چھپا لینا اور نہ بیان کرنا کہ کن لوگوں سے منجملہ کفار کے لڑنے کا حکم ہے صریح ہٹ دھرمی ہے۔ قرآن مجید میں کسی کافر سے بحیثیت کفر اُس سے لڑنے کا حکم نہیں ہے صرف تین قسم کے کافروں سے لڑنے کا حکم ہے ایک وہ جو مسلمانوں سے لڑتے ہیں۔ دوسرے وہ جنہوں نے عہد شکنی کی ہو اور مسلمانوں سے لڑنے والوں کے ساتھ جا ملے ہوں۔ تیسرے وہ جن کے ہاتھ میں مسلمان عورت و مرد و بچے بطور قیدی کے ہوں اور وہ اُن کو ایذا پہنچاتے ہوں ایک قسم کو تو ہم ابھی بیان کر رہے ہیں اور باقی قسموں کو بھی عنقریب بیان کرینگے پھر کون شخص یا کوئی قوم مہذب سے مہذب اس قسم کی لڑائی کو ناواجب یا ظلم کہ سکتا ہے اور کیونکر اس قسم کی لڑائیوں کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ وہ بزور شمشیر اسلام قبول کروانے کے لئے کی گئی تھیں +

اُن چند آیتیں میں جن پر بحث کرنا ہم کو ضرور ہے سورہ بقر اور سورہ انفال میں خدا نے فرمایا ہے کہ کافروں سے لڑو تاکہ فتنہ مٹ جاوے وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بَرَاءَۃٌ	بے ذمہ ہے

الدین للّٰہ (سورۂ بقر آیت ۱۸۹) ✦ قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم او یسلمون (سورۂ فتح آیت ۱۶) ✦ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للّٰہ فان انتھوا فان اللّٰہ بما یعملون بصیر (سورۂ انفال آیت ۴۰)	اور دین بالکل اللہ کے لئے ہو جاوے ✦ اور سورہ فتح میں فرمایا ہے کہ اے پیغمبر تو اُن گنواروں سے جو پیچھے رہ گئے تھے کہدے کہ تم ایک سخت لڑنے والی قوم سے لڑنے کو بلائے جاؤ گے پھر تم اُن سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جاوینگے ۔ معترض کہہ سکتا ہے کہ ان آیتوں سے اس بات کا اشارہ نکلتا ہے کہ جب تک کافر مسلمان

نہ ہو جاویں اُن سے لڑے جانا چاہئے ۔ اول تو یہ کہنا غلط اس لئے ہے کہ ان لفظوں سے کہ " ویکون الدین کلہ للّٰہ " کسی طرح یہ مطلب نہیں نکلتا کہ جب تک کافر مسلمان نہ ہوں اُن سے لڑے ہی جاؤ کیونکہ ان لفظوں کے صرف یہ معنی ہیں کہ " دین خدا کے لئے ہو جاوے " یعنی کافروں کی مزاحمت احکام مذہبی کے بجا لانے میں جاتی رہے ✦

فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوا لھم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم ان اللّٰہ غفور رحیم (سورۂ توبہ آیت ۵)	سورہ توبہ میں بھی اللہ نے فرمایا ہے کہ مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور پکڑو اُن کو اور گھیرو اُن کو اور اُن کی گھات میں بیٹھو ۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو اُن کا رستہ چھوڑ دو بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان ✦

معترضین کو اس مقام پر نہایت موقع ہے اگر وہ کہیں نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے کو شرط کرنا صاف ایسا ہے جیسے کہ اسلام لانے کو شرط کرنا ۔ مگر جب اُس کی تفریع پر خیال کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ اُس شرط کو لڑائی سے کچھ تعلق نہیں ہے بلکہ اُن کی آمد و رفت کی روک ٹوک موقوف ہونے سے تعلق ہے جب تک کہ وہ کافر تھے بلاشبہ روک ٹوک خبر گیری کی ضرورت تھی کیونکہ اُن سے اندیشہ تھا مگر مسلمان ہونے کے بعد وہ اندیشہ نہیں رہا اس لئے فرمایا کہ " فخلوا سبیلھم " ۔ ان سب باتوں سے قطع نظر کر کے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان آیتوں میں اُن الفاظ سے مسلمان ہو جانا ہی مقصود ہے تو بھی منجملہ اسباب موقوفی لڑائی کے اسلام بھی ایک سبب ہے مگر اس تسلیم کے بھی بجبر بزور شمشیر کافروں کا مسلمان کرنا لازم نہیں آتا ✦

ہم نے بالتفصیل اوپر بیان کیا ہے کہ کفار سے لڑائی کا حکم صرف مسلمانوں کے لئے امن قایم کرنے کا تھا اور وہ امن صرف تین طرح پر قایم ہو سکتا تھا :-

اول ۔ قبل جنگ یا بعد جنگ آپس میں صلح ہونے اور امن کا معاہدہ ہونے سے جس کے کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے جہاں فرمایا ہے " فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم والقوا الیکم السلم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ	مشرکوں سے

فما جعل اللہ لکم علیکم سبیلا " اور خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی کافر قوموں سے امن کے معاہدے کئے ہیں جن کا ذکر آویگا +

دوسرے فتح پانے اور کافروں کا مغلوب ہو کر جزیہ دینا قبول کرنے سے جس کے بعد وہ اپنے دین و مذہب پر بدستور قایم رہتے ہیں جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے "حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون" +

تیسرے مسلمان ہو جانے سے پس یہ تینوں صورتیں امن قایم ہونے کی ہیں ان تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت پیش آوے تو لڑائی قایم نہیں رہتی تھی پس ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ لڑائی سے بزور شمشیر کافروں کو مسلمان کرنا مقصود نہ تھا بلکہ صرف امن کا قایم کرنا مقصود تھا +

دوم۔ اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جنہوں نے دغا بازی کی ہو اور معاہدوں کو توڑ دیا ہو۔ خدا نے سورہ توبہ میں فرمایا ہے کہ " اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسم کو توڑ دیں تو جو کفر کے سردار ہیں اُن سے لڑو کیونکہ اُن کی قسم کچھ نہیں ہے " +

وان نکثوا ایمانہم من بعد عہدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انہم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون۔

(سورہ توبہ آیت ۱۲) +

اور ایک جگہ فرمایا ہے کہ " کیوں نہیں لڑتے ایسی قوم سے جس نے اپنی قسم توڑ دی اور رسول کو نکالنا چاہا اور اُن ہی نے پہل کی " +

الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانہم وھموا باخراج الرسول وھم بدؤکم اول مرۃ

(سورہ توبہ آیت ۱۳) +

اور سورہ انفال میں فرمایا ہے کہ " جن لوگوں کے شامل تم نے عہد کیا ہے پھر انہوں نے ہر دفعہ اپنا عہد توڑ دیا ہے اور پرہیزگاری نہیں کرتے پھر اگر تو اُن کو لڑائی میں پاوے تو اُن کو ایسا مار کہ اُن کے پیچھے جو لوگ ہیں متفرق ہو جاویں +

الذین عاھدت منھم ثم ینقضون عھدھم فی کل مرۃ وھم لا یتقون۔ فاما تثقفنھم فی الحرب فشرد بھم من خلفھم لعلھم یذکرون۔

(سورہ انفال آیت ۵۶ و ۵۷) +

پس معاہدہ توڑنے کے بعد اُن سے لڑنا امن قایم رکھنے کے لئے ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ معاہدہ کرنا کیونکہ بغیر اس کے نہ امن قایم رہ سکتا ہے اور نہ معاہدہ مگر ایسی حالت میں لڑنا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ اُس سے بزور شمشیر اُن کو مسلمان کرنا مقصود ہے اور نہ ایسی لڑائی مہذب سے مہذب قوم کے نزدیک بھی ناواجب ہے +

سوم۔ اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جنہوں نے مسلمانوں کو اور اُن کے بچاؤ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَرَسُوْلَهٗ	اور اُس کا رسول

ومالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ و المستضعفین من الرجال و النساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا (سورۃ نساء آیت ۷۷)

عورتوں کو عذاب میں اور تحیف میں ڈال رکھا ہے اس کا ذکر سورہ نسا میں ہے جس کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور ترتیب قایم رکھنے کے لئے اُس آیت کو دوبارہ لکھتے ہیں خدا نے فرمایا کہ "کیا ہوا ہے تم کو کہ نہیں لڑتے ہو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کے بچانے کے لئے مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو نکال اس شہر سے کہ ظلم کرنے والے ہیں اُس کے لوگ اور کر ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی والی اور کر ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی مددگار۔" کیا یہ انسانیت اور رحم کی بات نہیں ہے کہ بیچارے بیبس مسلمانوں مرد اور عورتوں اور بچوں کو کافروں کے ظلم سے بچایا جاوے اور اُن کی فریادرسی کے لئے ہتھیار اُٹھایا جاوے کون شخص ہے جو اس لڑائی کو ناواجب کر سکتا ہے ✤

اب ہم اُن واقعات کا ذکر کرتے ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہوئے تھے اور غزوہ اور سریہ کے نام سے مشہور ہیں اور یہ بات دکھاتے ہیں کہ کوئی غزوہ یا سریہ اس مقصد سے نہیں ہوا تھا کہ بجبر بزور شمشیر لوگوں کو مسلمان کیا جاوے بلکہ ہر ایک غزوہ یا سریہ کا کوئی سبب اُنہی اسباب میں سے تھا جن کی تفصیل ہم نے ابھی بیان کی ہے ✤

ہم نے ان غزووں اور سریوں اور اُن کے مقاموں کا حال اُن کتابوں سے جن کا نام اس مقام پر لکھتے ہیں اخذ کیا ہے - سیرت ہشامی - کامل ابن اثیر جزری - مواہب لدنیہ - علامہ قسطلانی - ابن خلدون مغربی - تاریخ اسمعیل ابوالفدا - مراصد الاطلاع - سیرت ابن اسحاق - مغازی واقدی - مشترک یاقوت حموی - فتوح البلدان - تاریخ یافعی - سیرت محمدیہ مولوی کرامت علی - معجم البلدان - زادالمعاد ابن القیم - صحیح بخاری - صحیح مسلم ✤

ان کتابوں میں ان لڑائیوں کے زمانہ میں اختلاف ہے کوئی واقعہ کسی لڑائی کا کسی سنہ میں اور کوئی کسی سنہ میں بیان کرتا ہے اور ہم کو کچھ چارہ نہیں ہے بجز اس کے کہ اُن میں سے ایک سلسلہ اختیار کریں ✤

ان واقعات کے سنہ بیان کرنے میں محرم سے سال کی تبدیلی نہیں قرار دی گئی ہے بلکہ واقعی زمانہ ہجرت سے برس کا شمار کیا گیا ہے ✤

ان واقعات کا ہم نہایت مختصر طور پر بیان کرینگے اور صرف اس قدر واقعات کا ذکر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاِنْ تُبْتُمْ	پھر اگر توبہ کرو تم

کریں گے جس سے معلوم ہو کہ اُن لڑائیوں کا کیا سبب تھا آیا اُن سے بزور شمشیر اسلام قبلوانا مقصود تھا یا صرف امن کا قایم رہنا اور دشمنوں کے حملوں کو روکنا ✦

ہم نے تمام واقعات کو جن پر مورخین نے سریہ یا غزوہ کا اطلاق کیا ہے بلا استیعاب اس مقام پر ذکر کیا ہے حالانکہ اُن میں ایسے بھی واقعات ہیں جو نہ سریہ تھے نہ غزوہ مگر ہم نے اُن کو بھی اس لئے لکھ دیا تاکہ یہ خیال نہ کیا جاوے کہ ہم نے کسی واقعہ کو چھوڑ دیا ہے ✦

سریہ سیف البحر رمضان سنہ ۱ ہجری

سیف البحر۔ یعنی ساحل البحر۔ یہ ایک جگہ بحر فارس کے کنارہ پر بنی زہیر کے متعلق جو سامہ بن لوی بن غالب کے قبیلہ سے ہیں ✦

اس سریہ میں کل تیس سوار تھے اور حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم اس کے سردار تھے اور اُن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نشان بھی عنایت کیا تھا۔ جب یہ لوگ سیف البحر میں پہنچے تو ابوجہل بن ہشام مکہ والوں کے تین سو سوار لئے ہوئے ملا۔ مگر کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ مجدی بن عمرو الجہنی بیچ میں پڑا اور لڑائی نہ ہونے دی ✦

ظاہر ہے کہ تیس سواروں کا بھیجنا کسی سے لڑنے یا حملہ کے لئے نہیں ہو سکتا۔ مگر ایسی قلیل جماعت کا خبر رسانی کے لئے اور مکہ کے لوگوں کے ارادہ کی تفتیش کرنے کے لئے جو ایک ضروری امر تھا بھیجنا ممکن ہے چنانچہ وہ نتیجہ حاصل ہوا اور مکہ کے لوگوں کی آمادگی اور حملہ آوری کی نیت کی خبر ملی ✦

سریہ رابغ شوال سنہ ۱ ہجری ۔ ۲

رابغ۔ ایک میدان ہے درمیان ابوا اور جحفہ کے ✦

اس سریہ میں ساٹھ یا اسی سوار تھے اور عبد اللہ بن الحارث اس کے سردار تھے اور اُن کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نشان عنایت کیا تھا۔ جب یہ لوگ ثنیۃ المرہ میں پہنچے تو وہاں قریش کا لشکر بسرداری عکرمہ بن ابی جہل یا مکرز بن حفص موجود تھا۔ اسی لشکر میں مقداد بن عمرو حلیف بن زہرہ اور عتبہ بن غزوان حلیف بن نوفل جو دل سے مسلمان تھے موجود تھے اور موقع پا کر مسلمانوں کے لشکر میں چلے آئے۔ غالباً اسی سبب سے لڑائی نہیں ہوئی کیونکہ اگر ہوتی تو قبائل بنی زہرہ اور بنی نوفل جو مقداد اور عتبہ کے حلیف تھے قریش سے برگشتہ ہو جاتے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نوخیز لڑکے	تو وہ بہت ہے تمہارے لئے

یہ سریہ خواہ بقصد دریافت حالات اہل مکہ بھیجا گیا ہو یا بامادہ مقابلہ لشکر قریش کے مگر حملہ آوری کے طور پر بھیجا کسی طرح قرار نہیں پا سکتا انتہا یہ ہے کہ قریش کے حملے کے روکنے کے لئے جو امن قائم رہنے کے لئے لازمی تھا بھیجا گیا تھا ✦

سریہ خرار ذیقعد سنہ ۱ ہجری ۳

خرار جحفہ کے نزدیک ایک مقام ہے جس کا یہ نام ہے ✦

اس سریہ میں اسی آدمی مہاجرین میں سے تھے اور سعد بن ابی وقاص اُن کے سردار تھے۔ اُن کو کہیں کسی دشمن کا پتا نہیں ملا اور خرار تک جا کر واپس آ گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ صرف خبر رسانی کی غرض سے روانہ ہوئے تھے ✦

غزوہ ودان یا غزوہ ابواء صفر سنہ ۱ ہجری ۴

ودان۔ فعلان کے وزن پر ایک بستی مکہ و مدینہ کے درمیان فرع کی طرف جحفہ کے پاس تھی ہرشی وہاں سے چھ میل اور ابواء آٹھ میل تھا ✦

ابواء۔ فرع کے متعلقات سے ہے اور وہاں حضرت آمنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی قبر ہے ✦

خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس سفر میں تشریف لے گئے اور بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ سے جن کا سردار مخشی بن عمرو الضمیری تھا اس بات پر معاہدہ کیا کہ وہ نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کرینگے نہ قریش مکہ کی۔ یہ معاہدہ کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ والوں کو قریش مکہ کے حملہ کا کس قدر خوف تھا ✦

غزوہ بواط ربیع الاول سنہ ۲ ہجری ۵

بواط۔ ایک پہاڑ ہے جہینہ کے پہاڑوں میں سے رضوی کے پاس ✦

خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر فرمایا اور رضوی کی طرف سے بواط میں ہو کر واپس تشریف لے آئے۔ یہ صرف ایک سفر تھا خواہ اس سے مقصد لوگوں میں وعظ کرنا ہو یا قریش مکہ کے ارادوں کا پتہ لگانا یا دونوں ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ	اور اگر تم رو گردانی کرو یعنی توبہ سے

غزوہ سفوان یا بدر اولےٰ ربیع الاول سنہ ۲ ہجری ۶

سفوان - بدر کے پاس جو ایک میدان ہے سفوان اُس کا نام ہے ✦

بدر - ایک چشمہ کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان وادی صفراء کے اخیر واقع ہے اور وہاں سے سمندر کا کنارہ ایک رات بسے کا رستہ ہے ✦

کرز بن جابر الفہری نے مدینہ والوں کے مویشی لوٹ لئے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خاص اُن کا تعاقب کیا اور سفوان تک تشریف لیگئے مگر وہ ہاتھ نہ آیا ✦

غزوہ ذی العشیرہ جمادی الآخر سنہ ۲ ہجری ✦ ۷

ذوالعشیرہ - ایک جگہ ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان ینبع کی طرف اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہاں ایک چھوٹا سا قلعہ بھی تھا ✦

خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر کیا اور بنی ملج اور اُن کے حلیف بنی ضمرہ سے ایک معاہدہ کرکے واپس تشریف لے آئے - اس سفر میں ایک رات حضرت علی مرتضےٰ زمین پر سو رہے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو جگایا - اور حضرت علی مرتضےٰ کو مٹی میں بھرا ہوا دیکھ کر فرمایا "مالک یا ابو تراب" اور جب سے حضرت علی مرتضےٰ کا لقب "ابو تراب" ہو گیا ✦

سریہ نخلہ رجب سنہ ۲ ہجری ۸

نخلہ - جس کو نخلہ محمود بھی کہتے ہیں ایک جگہ ہے مکہ کے پاس درمیان مکہ و طائف کے وہاں کھجور اور انگور بہت ہوتے تھے اور وہ پہلی منزل ہے مکہ سے ✦

اس سریہ میں مہاجرین میں سے اسی آدمی تھے اور ان کے سردار عبداللہ بن جحش تھے اور مکہ کے قریب بھیجے گئے تھے جہاں جان جانے کا نہایت اندیشہ تھا اور صرف قریش مکہ کے ارادوں کی خبر لینے کو بھیجے گئے تھے - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پرچہ پر لکھ دیا تھا کہ "امض حتی تنزل نخلۃ فترصد بہا قریشا و تعلم لنا من اخبارھم" ✦

جب یہ لوگ نخلہ میں پہنچے اتفاقاً قریش کا ایک قافلہ مال تجارت لیکر آ پہنچا عبداللہ بن جحش نے اُن پر حملہ کیا اور واقد بن عبداللہ کے تیر سے اُس قافلہ میں سے عمرو بن الحضرمی مارا گیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان قید ہو گئے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاعْلَمُوْا	تو جان لو

جب عبداللہ بن جحش لوٹ کا مال اور قیدیوں کو لیکر مدینہ میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم کو لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور قیدیوں کو سعد ابن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کے واپس آنے پر جو پیچھے رہ گئے تھے چھوڑ دیا اور عمرو بن الحضرمی کی دیت یعنی خون بہا اپنے پاس سے ادا کیا ✦

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سریوں کے بھیجنے سے صرف قریش کے ارادوں کا حال دریافت کرنا مقصود تھا نہ لوٹنا اور کسی پر حملہ کرنا ✦

غزوہ بدر الکبریٰ رمضان ۲ سنہ ہجری ۹

اس غزوہ کا حال ہم سورہ انفال کی تفسیر میں مفصل لکھ چکے ہیں اور اس میں بتایا ہے کہ یہ غزوہ قریش کے قافلہ کے لوٹنے کے لئے جو شام سے آتا تھا نہیں ہوا تھا بلکہ قریش مکہ جو لشکر جمع کر کے حملہ کے ارادہ سے نکلے تھے اس کے دفع کرنے کے لئے ہوا تھا۔ لیکن اگر اس مقام پر اسی بات کو تسلیم کر لیں کہ قافلہ ہی کے لوٹنے کو حملہ ہوا تھا تو بھی کچھ الزام نہیں ہو سکتا جس قدر کہ حالات اوپر لکھے گئے ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریش مکہ مدینہ والوں کے پورے دشمن تھے اور وہ مدینہ پر حملہ کرنے کے موقع کو دیکھ رہے تھے۔ اور حملہ کر کے مدینہ والوں کے مویشی لوٹ چکے تھے پس اگر مدینہ والوں نے اس خیال سے کہ مکہ کے دشمنوں کو زیادہ قوت نہ ہو جاوے اُن کے اسباب کو لوٹ لینا چاہا تو کیا الزام ہو سکتا ہے دو قوموں میں دشمنی جب علانیہ ہو جاوے جو بمنزلہ اشتہار جنگ کے ہے اور ہر ایک آمادہ جنگ ہو تو ایسے امور کا مرتکب ہونا کسی طرح خلاف اخلاق یا خلاف قدرتی قانون اقوام کے نہیں ہے۔ مگر ہمارا یہ بیان بطریق تنزل کے ہے کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ غزوہ قافلہ کو لوٹنے کے لئے نہ تھا ✦

سریہ عمرو بن عدی الخطمی رمضان ۲ سنہ ہجری ۱۰

سریہ سالم بن عمرو شوال ۲ سنہ ہجری ۱۱

تعجب ہے کہ علامہ قسطلانی نے ان دونوں قصوں کو سریہ کر کے لکھا ہے حالانکہ نہ وہ سریے تھے نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں سے کسی کو کہیں بھیجا تھا۔ عمرو بن عدی نے از خود ایک عورت عصماء بنت مروان کو جو یزید بن الخطمی کی جورو تھی اور اس کی رشتہ دار تھی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کر تم	اَنۡتُمۡ

رات کو مار ڈالا۔ اور سالم بن عمیر نے ایک بڈھے یہودی کو مار ڈالا۔ یہ ایک معمولی واقعات ہیں جو دنیا میں ہوتے رہتے ہیں اُن کو اس خیال سے کہ دو کافر مارے گئے سریہ میں داخل کرنا محض غلطی ہے بالفرض اگر چہ ان واقعہ کی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوئی اور اُس پر کچھ مواخذہ نہیں کیا جس کے کچھ اسباب ہونگے تو بھی اُس کو قرار نہیں دیا جا سکتا ✦

سریہ بنی قینقاع شوال سنہ ۲ ہجری ۱۴

بنی قینقاع۔ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ میں رہتے تھے اور ایک بازار اُن کے نام سے موسوم تھا اور سوق بنی قینقاع کہلاتا تھا ✦

ان سے بھی امن کا معاہدہ تھا مگر جب بدر کی لڑائی ہوئی تو انہوں نے اظہار بغاوت[لہ] کیا۔ اسی درمیان میں ایک مسلمان عورت سے جو سوق بنی قینقاع میں ایک کام کو گئی تھی نالائق ہو پر ہنسی کی اور اس کا کپڑا اٹھا کر اُس کا ستر عورت کھول ڈالا اُس پر ایک مسلمان غصہ میں آیا اور اُس یہودی کو جس نے عورت کو بے ستر کیا تھا مار ڈالا۔ یہودیوں نے اُس مسلمان کو گھیر کر مار ڈالا اس پر یہودیوں اور مسلمانوں میں نزاع قایم ہوگئی ✦

ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب واقعات اُس وقت ہوئے ہیں جب آنحضرت بدر کی لڑائی میں مصروف تھے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو اُن یہودیوں نے علانیہ معاہدہ توڑ دیا اور عہد نامہ واپس بھیجدیا[تہ] ✦

اس واقعہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی قینقاع کے محلہ کا محاصرہ کرلیا۔ کیا عجب ہے کہ اس محاصرہ میں کسی سے کچھ لڑائی بھی ہوئی ہو۔ لیکن ضرور تھا کہ قبل شروع کرنے لڑائی کے بطور قطع حجت اُن کو دعوت اسلام کی جاوے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سب کو گھیر کر فرمایا کہ تم اسلام قبول کرو ورنہ تمہارا بھی وہی حال ہوگا جو بدر والوں کا ہوا۔ اس پر انہوں نے سخت کلامی سے جواب دیا۔ مگر عبداللہ ابن ابی ابن سلول درمیان میں پڑا اور یہ ٹھیرا کہ یہودی مدینہ سے چلے جاویں چنانچہ عبادہ بن صامت اُن کی حفاظت کو متعین ہوئے اور وہ لوگ بامن و امان معہ مال و اسباب مدینہ سے چلے گئے اُن کے ہتھیار لے لئے گئے اور زمینیں ضبط کرلی گئیں اور وہ لوگ خیبر میں جا کر آباد ہوئے اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے

[لہ] دیکھو تاریخ کامل ابن الاثیر۔ جلد ثانی صفحہ ۵۰ مطبوعہ مصر ✦

[تہ] دیکھو تاریخ کامل جلد ثانی صفحہ ۵۵ مطبوعہ مصر ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عاجز کرنے والے نہیں ہو اللہ کے	غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ

کہ یہ واقعہ آنحضرت کی طرف سے عہد تھا یا بجبر مسلمان کرنا مقصود تھا یا صرف امن کا قائم رکھنا +

غزوۃ السویق ذوالحجہ ۲ سنہ ہجری [1]

یعنی جس حملہ میں قریش کہ اپنی خوراک کے لئے ستو اپنے ساتھ لائے تھے +

ابوسفیان دفعۃً دوسو سوار ریگزارات کو خفیہ مدینہ میں آیا اور سلام بن مشکم یہودی قبیلہ بنی نضیر سے ملا اور مسلمانوں کے حالات کی جاسوسی کر کے چلا گیا۔ مکہ پہنچ کر قریش مکہ کی ایک جماعت مدینہ پر بھیجی اور مدینہ کے ایک محلہ پر جس کا نام عریض ہے آ پڑی اور اس نواح کے باغوں کو جلا دیا اور ایک مسلمان انصاری کو اور ایک مکہ کے رہنے والے اس کے حلیف کو مار ڈالا[1] +

اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ آدمی لیکر ان کا تعاقب کیا اور قرقرۃ الکدر تک تشریف لے گئے مگر کوئی ہاتھ نہیں آیا +

غزوہ قرقرۃ الکدر یا غزوہ بنی سلیم محرم ۲ سنہ ہجری [2]

قرقرۃ الکدر۔ ایک چشمہ کا نام ہے جہاں یہود بنی سلیم رہتے تھے مدینے سے آٹھ منزل ہے +

بعض اسباب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو تشریف لیجانا مناسب سمجھا اور آپ قرقرۃ الکدر تک تشریف لے گئے اور تین دن وہاں مقام فرمایا مگر کسی سے مقابلہ یا لڑائی نہیں ہوئی +

سریہ محمد بن سلمہ ربیع الاول ۳ سنہ ہجری [15]

کعب ابن اشرف ایک یہودی تھا جو کفار قریش کا ساتھی تھا اور مسلمانوں کو اور آنحضرت کو ایذا پہنچاتا تھا اور قریش مکہ کو حملہ کرنے کی ترغیب دیتا تھا[1]۔ اس کو محمد بن سلمہ نے چند اپنے ساتھیوں کی مدد سے مار ڈالا +

---

[1] کامل صفحہ ۵۰۔ زاد المعاد میں خود ابوسفین کی نسبت درختوں کا جلانا اور انصاری کا قتل کرنا لکھا ہے +

[1] واقعہ بدر کے بعد یہ خود مکہ گیا اور قریش کو جنگ پر آمادہ کیا +

مقتولین بدر کے مرثئے لکھے اور قریش کو نہایت جوش دلایا۔ ۲ ل ۔ ۵۰ +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ	اور مژدہ دے اُن لوگوں کو جو

واقعہ تو اس قدر ہے اب رہی یہ بات کہ اُن لوگوں نے خود مارا یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک ایسا امر ہے جس کا قابل اطمینان تصفیہ نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت کے حکم سے مارا۔ اور اس بات کا تصفیہ کہ ایسی حالت میں کہ وہ دشمنوں سے سازش رکھتا تھا اور مدینہ پر حملہ کی ترغیب دیتا تھا اُس کا قتل کروا دینا بلحاظ اُن اصولوں کے جو انتظام جنگ اور دشمنوں کے جاسوسوں اور تھانگیوں سے علاقہ رکھتے ہیں واجب تھا یا نا واجب اُن لوگوں کے تصفیہ پر چھوڑتے ہیں جو اصول جنگ سے واقف ہیں ✦

غزوہ ذی امر ربیع الاول ۳ سنہ ہجری ۱۶

امر۔ رائے مشدد و مفتوحہ سے ایک موضع کا نام ہے جو نواح نجد میں واقع ہے ✦

یہ صرف ایک سفر تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نجد او غطفان کی طرف فرمایا تھا اس سفر میں نہ کسی سے مقابلہ ہوا نہ کسی سے لڑائی ہوئی ایک مہینہ تک اُس نواح میں آپ نے قیام کیا پھر واپس تشریف لے آئے ✦

غزوہ فرع من بحران جمادی الاول ۳ سنہ ہجری ۱۷

فرع۔ ایک گاؤں کا نام ہے ربذ پہاڑ کے پاس مدینہ سے آٹھ منزل مکہ کی طرف ✦

بحران۔ ایک میدان ہے اُسی کے پاس ✦

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت خاص قریش مکہ کا حال دریافت کرنے کو سفر کیا اور دو مہینہ تک اُس نواح میں قیام فرمایا اور پھر مدینہ میں چلے آئے کوئی جھگڑا قضیہ کسی سے نہیں ہوا ✦

غزوہ قردہ جمادی الآخر ۳ سنہ ہجری ۱۸

قردہ۔ ایک چشمہ کا نام ہے جو نجد میں ہے ✦

قریش مکہ کی تجارت کا روکنا جس سے ہر وقت اندیشۂ جنگ تھا ایک ضروری امر تھا اُنہوں نے قدیم رستہ تجارت کا چھوڑ کر ایک نیا رستہ عراق میں ہو کر نکالنا چاہا اور ابو سفیان بن حرب قافلہ لیکر نکلا اور فرات بن حیان رستہ بتانے والا تھا۔ جب اُس کی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو زید ابن حارثہ کو اُن پر بھیجا اُس نے قافلہ کو لوٹ لیا اور فرات بن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كَفَرُوْا	کافر ہیں

حیان کو پکڑ لیا جو بعد اس کے مسلمان ہو گیا +

یہ تمام واقعات ایسے ہیں جو ایک جنگجو دشمن کے مقابلہ میں ہر ایک قوم کو کرنے پڑتے ہیں ان واقعات سے اس بات پر استدلال نہیں ہو سکتا کہ یہ لڑائیاں بزور مسلمان کرنے کے لئے تھیں +

غزوۂ احد شوال سنہ ۳ ہجری ۱۹

احد ۔ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر جو سرخ پہاڑ ہے اُس کا نام ہے +

ابو سفیان مکہ سے تین ہزار لڑنے والوں کے ساتھ لڑنے کو اور مدینہ پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا جب کہ وہ لوگ عینین میں جو بطن سنجہ میں مدینہ کے مقابل ایک پہاڑ ہے پہنچے تو آنحضرت بھی مدینہ سے روانہ ہوئے اور احد کے پاس مقام کیا ۔ نہایت سخت لڑائی ہوئی مسلمانوں کی فتح کامل ہونے کو تھی کہ لوگ لوٹنے میں مشغول ہوئے اور فتح کی شکست ہو گئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چار دانت پتھر کے صدمہ سے ٹوٹ گئے مشہور ہو گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اس پر بہت لوگ بھاگ نکلے جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صحیح و سالم ہیں تب سب لوگ ایک محفوظ جگہ میں اکٹھے ہو گئے ۔ دوسرے دن قریش مکہ نے وہاں سے کوچ کیا اور مکہ کو چلے گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شہدا کو دفن کیا اور مدینہ میں چلے آئے +

غزوۂ حمراء الاسد شوال سنہ ۳ ہجری ۲۰

حمراء الاسد ۔ ایک جگہ ہے مدینہ سے آٹھ میل پر +

احد سے واپس آنے کے دوسرے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنہی لوگوں کو ساتھ لیکر جو احد کی لڑائی میں شریک تھے مدینہ سے کوچ کیا اور حمراء الاسد میں پہنچکر تین دن تک مقام کیا اور پھر واپس آ گئے ۔ غالباً یہ اس لئے تھا کہ لوگ یہ نہ خیال کریں کہ احد کے واقعہ کے سبب سے مسلمانوں میں اب کچھ قوت باقی نہیں رہی +

سریہ عبداللہ ابن انیس محرم سنہ ۴ ہجری ۲۱

عبداللہ بن انیس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی کہ سفیان بن خالد ہذلی نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دکھ دینے والے عذاب کا ③	بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ③

عرنہ وادی عرفہ میں کچھ لوگ آنحضرت سے لڑنے کے لئے جمع کئے ہیں یہ سُنکر وہ مدینہ سے غائب ہو گیا اور سفیان کے پاس پہنچا اُس نے پوچھا کہ تو کون ہے اُس نے کہا کہ میں بنی خزاعہ کا ایک شخص ہوں میں نے سُنا ہے کہ تم نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے لڑنے کو لوگ جمع کئے ہیں میں بھی تمہارے ساتھ ہوا چاہتا ہوں اُس نے کہا اچھا آؤ۔ عبداللہ ابن انیس تھوڑی دُور اُس کے ساتھ چلے اور اُس کو دھوکا دیکر مار ڈالا اور اس کا سر کاٹ کر آنحضرت پاس لے آئے مگر کسی کتاب میں یہ بات نہیں لکھی ہے کہ آنحضرت نے اُس کو ایسا کرنے کو کہا تھا ◆

سریہ قطن یا سریہ ابی سلمہ محرم سنہ ۴ ہجری ۲۴

قطن۔ ایک پہاڑ کا نام ہے جو فید کی طرف واقع ہے اور فید ایک پانی کا چشمہ ہے بنی عمرو بن کلاب کے متعلق ابی سلمہ ڈیڑھ سو آدمی لیکر جس میں مہاجرین اور انصار دونوں شامل تھے طلحہ اور سلمہ پسران خویلد کی تلاش میں نکلے اور قطن پہاڑ تک تلاش کی مگر اُن میں سے کوئی دستیاب نہیں ہوا اور نہ کسی سے کچھ لڑائی ہوئی ◆

سریۃ الرجیع صفر سنہ ۳ ہجری ۲۴

رجیع ایک چشمہ کا نام ہے جو حجاز کے کنارہ پر قوم ہذیل سے متعلق ہے ◆

چند لوگ قوم عضل اور قوم قارہ کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس آئے اور کہا کہ ہم لوگوں میں اسلام پھیل گیا ہے آپ کچھ لوگ مذہب کے مسائل سکھانے کو ساتھ کر دیجئے آپ نے چھ آدمی ساتھ کر دئے جب رجیع میں پہنچے تو انہوں نے دغا بازی کی اور چھوں آدمیوں کو تلواروں سے گھیر لیا۔ اخیر کو یہ کہا کہ اگر تم قریش مکہ کے قبضہ میں جانا قبول کرو تو ہم تم کو مارنے کے نہیں قریش نے ہمارے آدمی قید کر لئے ہیں اُن کے بدلے تم کو دیکر اپنے آدمی چھوڑا لاویں گے۔ اُن چھ میں سے مرثد ابن مرثد اور خالد بن البکر و عاصم بن ثابت نے نہ مانا اور نہایت بہادری سے وہیں لڑ کر شہید ہو گئے اخیر کو عاصم بھی لڑنے پر طیار ہوا اور لوگوں نے پتھروں سے مار کر اُن کو بھی شہید کیا باقی دو شخصوں کو مکہ میں لیجا کر قریش کے ہاتھ بیچ ڈالا قریش نے اُن کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اُن کو شہید کیا ◆

سریہ بیر معونہ صفر سنہ ۴ ہجری ۲۷

بیر معونہ۔ یہ ایک کنواں ہے درمیان بنی عامر اور حرہ بنی سلیم کے ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (۴)	مگر وہ لوگ جن سے تم نے عہد باندھا تھا مشرکین میں سے پھر انہوں نے کمی نہیں کی تمہارے عہد کے پورا کرنے میں) کچھ بھی اور نہ مدد دی تمہارے برخلاف کسی کو پھر تم پورا کرو ان سے ان کا عہد ان کی میعاد تک بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو (۴)

ابو براء عامر بن مالک اگرچہ مسلمان نہیں ہوا تھا مگر مذہب اسلام کو ناپسند بھی نہیں کرتا تھا اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ کچھ لوگ اسلام کا وعظ کرنے کو نجد کی طرف بھیجیں تو غالباً اس طرف کے لوگ اسلام قبول کر لینگے۔ حضرت نے فرمایا کہ اہل نجد سے اندیشہ ہے ابو براء نے کہا کہ وہ ہماری حمایت میں ہیں۔ آنحضرت نے چالیس شخص جو قرآن کے قاری تھے اور دن رات قرآن پڑھنا ان کا کام تھا ساتھ کر دیئے۔ بیر معونہ پر یہ لوگ ٹھیرے اور حرام بن ملحان کے ہاتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خط جو عامر بن طفیل بھیجا اُس نے عامر کو قتل کر ڈالا اور بہت بڑی جماعت سے بیر معونہ پر چڑھ آیا اور سب مسلمانوں کو گھیر کر مار ڈالا صرف ایک شخص مردوں میں پڑا ہوا بچ گیا ✦

غزوہ بنی نضیر ربیع الاول سنہ ۴ ہجری ۲۵

بنی نضیر یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے ✦

عمرو بن امیۃ الضمیری مدینہ کو آتا تھا رستہ میں دو شخص قبیلہ بنی عامر سے ملے جن قبیلہ سے کہ آنحضرت سے عہد تھا عمرو بن امیۃ نے ان دونوں کو سوتے میں مار ڈالا۔ جب آنحضرت کو خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ میں ان دونوں کی دیت دونگا۔ آنحضرت نے ان دونوں کی دیت کے لئے بنی نضیر سے بھی مدد چاہی کیونکہ بنی نضیر اور آنحضرت کے درمیان میں بھی معاہدہ تھا اور بنی نضیر اور بنی عامر آپس میں حلیف تھے۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی نضیر میں دیت کے پورا کرنے میں مدد کے مانگنے کو گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک دیوار کے تلے جا بیٹھے۔ بنی نضیر نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایسے وقت میں آنحضرت کو مار ڈالا جائے اور یہ تجویز کی کہ دیوار پر چڑھ کر ایک بڑا پتھر ان پر ڈال دیا جائے اور عمرو بن جحاش اس کام کے لئے مقرر ہوا۔ اتنے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ میں چلے آئے۔ جب کہ یہ دغابازی بنی نضیر کی محقق ہو گئی تو آنحضرت نے اُن پر چڑھائی کی وہ قلعہ بند ہو گئے اور آنحضرت نے ان کا محاصرہ کر لیا اور یہ بات ٹھیری کہ وہ لوگ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ	پھر جب نکل جاویں امن کے مہینے تو مارو مشرکوں کو جہاں اُن کو پاؤ اور اُن کو پکڑو اور اُن کو گھیرو

مدینہ سے چلے جائیں اور اُن کے اونٹ سوائے ہتھیاروں کے جس قدر مال و اسباب اُٹھا سکیں لیجاویں۔ چنانچہ اُنہوں نے چھ سو اونٹوں پر اپنا اسباب لادا اور اپنے مکانوں کو خود توڑ دیا اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے ٭

۲۶ غزوہ بدر موعودہ یا غزوہ بدر الاخریٰ فی قعدہ سنہ ۴ ہجری

ابوسفیان نے وعدہ کیا تھا کہ میں تم سے پھر لڑونگا اُس وعدہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے کوچ کیا اور بدر میں پہنچکر مقام فرمایا۔ ابوسفیان بھی مکہ سے نکلکر ظہران یا عسفان تک آیا مگر آگے نہیں بڑھا اور کہا کہ یہ سال قحط کا ہے اس میں لڑنا مناسب نہیں اور سب لوگوں کو لیکر مکہ کو واپس چلا گیا ٭

۲۷ غزوہ ذات الرقاع محرم سنہ ۵ ہجری

ذات الرقاع ۔ اس غزوہ کا یا تو اس لئے نام ہوا کہ مسلمانوں نے اپنے جھنڈوں میں جو پھٹ گئے تھے پیوند لگائے تھے اور بعض کا قول ہے کہ جہاں مسلمانوں کا لشکر ٹھیرا تھا وہاں ایک درخت تھا جس کا نام ذات الرقاع تھا ٭

بنی محارب اور بنی ثعلبہ نے جو قبیلہ غطفان سے تھے لڑائی کے لئے کچھ لوگ جمع کئے تھے اُن کے مقابلہ کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوچ کیا تھا۔ جب آپ غطفان میں پہنچے تو ایک بہت بڑا گروہ دشمنوں کا نظر آیا۔ دونوں طرف کے لوگ لڑنے کے ارادہ سے آگے بڑھے مگر لڑائی نہیں ہوئی اور ہر ایک گروہ واپس چلا گیا ٭

۲۸ غزوہ دومۃ الجندل ربیع الاول سنہ ۵

دومۃ الجندل ۔ ایک قلعہ کا نام ہے جو مدینہ اور دمشق کے بیچ میں ہے اور اُس کے قریب ایک پانی کا چشمہ ہے ٭

اس بات کا خیال ہونے پر کہ یہاں کے لوگوں نے بھی لڑائی کے لئے کچھ لوگ جمع کئے ہیں اس طرف کوچ کیا مگر اثنائے راہ میں سے واپس تشریف لے آئے غالباً اس لئے کہ اس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾	اور بیٹھو اُن کے لئے گھات کی جگہوں میں۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور قائم کریں نماز کو اور دیں زکوٰۃ کو تو چھوڑ دو اُن کا رستہ۔ بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان ﴿۵﴾

خیال کی صحت نہ پائی گئی ہوگی +

غزوہ بنی المصطلق یا غزوہ مریسیع شعبان ۵ ہجری ۲۹

بنی المصطلق۔ عرب کے ایک قبیلہ کا نام ہے +

مریسیع۔ ایک چشمہ کا نام ہے جو قدید کی طرف واقع ہے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حارث بن ابی ضرار نے لڑائی کے ارادہ پر لوگوں کو جمع کیا ہے۔ آنحضرت نے اُن کے مقابلہ کے لئے کوچ کیا اور مریسیع کے مقام پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور لڑائی ہوئی اور بنی المصطلق کو شکست ہوئی اور اُن کی عورتیں اور بچے سب قید ہو گئے۔ اُس وقت تک یہ آیت حریت "فاما منا بعد واما فداء" نازل نہیں ہوئی تھی +

غزوہ خندق ذیقعدہ ۵ ہجری ۳۰

بنی نضیر کے یہودی جو جلا وطن کئے گئے تھے اُن میں کے چند شرار اور بنی وائل کے چند شرار مکہ میں قریش کے پاس گئے اُن کو مدینہ پر حملہ کرنے کو آمادہ کیا اور روپیہ اور سامان اور ہر طرح سے مدد دینے کا وعدہ کیا۔ قریش کہ اس پر راضی ہو گئے اور ابوسفیان کو سردار قرار دیا اور لوگوں کو جمع کیا اور قبیلہ غطفان میں پہنچے اور اُس قبیلہ میں سے بھی لوگ ساتھ ہوئے اور دس ہزار آدمیوں کا لشکر لیکر مدینہ پر حملہ کرنے کو روانہ ہوئے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کو سُنکر مدینہ سے باہر جا کر لڑنا مناسب سمجھا اور مدینہ کے گرد خندق کھود کر مورچہ بندی کی یہود بنی قریظہ جن سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے امن کا معاہدہ تھا انہوں نے بھی اپنا معاہدہ توڑ دیا اور دشمنوں سے مل گئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے پاس لوگوں کو بھیجا اور معاہدہ یاد دلایا مگر علانیہ مخالفت کی +

اس تعداد سے اور بنی قریظہ کے دشمنوں کے ملجانے سے مدینہ والوں پر نہایت سخت وقت تھا اور ایک شخص کے بچنے کی بھی توقع نہ تھی غرض کہ یہ تمام لشکر مدینہ پر آپہنچا اور مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ ایک مہینہ تک محاصرہ رہا اور لڑائیاں ہوتی رہیں مسلمان بھی خوب دل توڑ کر دشمنوں کے حملہ کو دفع کرتے تھے آخرکار دشمن غالب نہ آسکا اور محاصرہ اٹھا کر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾	اور اگر کوئی مشرکوں میں سے تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے تاکہ سنے کلام اللہ کا اور اس کو پہنچا دے اس کے امن کی جگہ میں یہ اس لئے کہ وہ ایک قوم ہیں کہ نہیں جانتے (۹)

نہایت ناکامی کے ساتھ واپس چلا گیا ✦

غزوہ عبد اللہ ابن عتیک ذیقعدہ ۵ سنہ ہجری (۳۱)

جس زمانہ میں مدینہ پر چڑھائی کرنے کو تمام قومیں جمع ہو رہی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے گرد خندق کھودنے میں مصروف تھے اُسی زمانہ میں رافع بن عبد اللہ جس کو سلام ابن ابی الحقیق کہتے تھے ایک بڑا یہودی تھا وہ مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے قوموں کے جمع کرنے میں بہت کوشش کر رہا تھا۔ عبد اللہ ابن عتیک اور عبد اللہ ابن انیس اور ابو قتادہ اور اسود بن خزاعی اور مسعود بن سنان خیبر کو گئے جہاں وہ رہتا تھا اور کسی طرح رات کو اُس کی خوابگاہ میں چلے گئے اور اُس کو مار ڈالا ✦

مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے اُن کو اُس یہودی سردار کے قتل کو بھیجا تھا شاید ایسا ہوا ہو مگر ہم اس لئے شبہ میں ہیں کہ ایشیائی مورخوں کی عادت ہے کہ خواہ نخواہ ہر چیز کو پیغمبر سے منسوب کر دیتے ہیں علاوہ اس کے یہ قصہ ایسی عجیب باتوں کے ساتھ ملا کر لکھا ہے کہ وہی باتیں اُس کے سچ ہونے پر شبہ ڈالتی ہیں نہایت شبہ ہے کہ یہ واقعہ ہوا بھی یا نہیں مگر ہم کو مناسب ہے کہ جو طرف ضعیف ہے اُسی کو اختیار کریں پس تسلیم کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وہ گئے اور اُنہوں نے اُس یہودی کو جو قوموں کو مدینہ پر حملہ کرنے کو جمع کر رہا تھا مار ڈالا۔ مگر اس واقعہ سے ہمارے اس دعوے میں کہ تلوار کے زور سے اسلام قبلوانا ان لڑائیوں سے مقصود نہ تھا کچھ خلل واقع نہیں ہوتا ✦

غزوہ بنی قریظہ ذیحجہ ۵ سنہ ہجری (۳۲)

بنی قریظہ۔ ایک قبیلہ یہود کا تھا جو مدینہ میں رہتا تھا اُن سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کا معاہدہ تھا مگر جنگ کی لڑائی ہوئی تو بنی قریظہ نے معاہدہ توڑا اور دشمنوں کو ہتھیار دینے سے مدد کی۔ جب اُن سے مواخذہ ہوا تو کہا ہم بھول گئے اور ہم سے

وھم یھود بنی قریظۃ عاھدھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یمالئوا علیہ فلما نقضوا المشرکین بالسلاح (یوم بدر) وقالوا نسینا ثم عاھدھم فنکثوا ومالئوا علیہ

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۷	کیونکر ہو مشرکوں کے لئے عہد اللہ کے نزدیک اور اُس کے رسول کے نزدیک بجز اُن کے جن سے تم نے عہد کیا تھا مسجد حرام (یعنی کعبہ) کے پاس پھر جب تک وہ قایم رہیں (اپنے عہد پر) تمہارے لئے تو تم بھی قایم رہو (اپنے عہد پر) اُن کے لئے بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو (۷)

یوم الخندق (بیضاوی وکبیر)

خطا ہوئی معاف کیجئے اُس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اُن سے معاہدہ کیا۔ اس کو بھی اُنہوں نے توڑ دیا اور خندق کی لڑائی میں دشمنوں سے جا ملے۔ دشمنوں نے مدینہ پر حملہ کیا تھا اور مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی اور بنی قریظہ مدینہ میں رہتے تھے پس خاص شہر کے رہنے والوں کا محاصرہ کی حالت میں ہونا سخت واقعہ تھا کہ ایک مسلمان کو بھی زندہ بچنے کی توقع نہ رہی ہوگی ✦

جب دشمنوں نے مدینہ کا محاصرہ اُٹھا لیا اور واپس چلے گئے اُس وقت آنحضرت صلعم نے بنی قریظہ کو اُن کی بغاوت اور عہد شکنی کی سزا دینی چاہی اور بنی قریظہ جہاں رہتے تھے اُن کا محاصرہ کر لیا۔ پچیس دن تک محاصرہ رہا اسی درمیان میں اُنہوں نے کعب ابن اسد سے جو اُن کا سردار تھا صلاح کی کہ کیا کرنا چاہئے اُس نے صلاح دی کہ تین کاموں میں سے ایک اختیار کرو۔ یا ہم سب اسلام قبول کر لیں۔ یا خود اپنی آل اولاد اور عورتوں کو قتل کر کے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے لڑ کر مر جاویں۔ یا آج ہی کہ سبت کا دن ہے اُن پر حملہ کر دیں کیونکہ وہ آج کے دن غافل ہونگے اور سمجھتے ہونگے کہ سبت کے دن یہودی نہیں لڑنے کے مگر وہ ان تینوں باتوں میں سے کسی پر راضی نہ ہوئے ✦

اب وہ صلح کی طرف متوجہ ہوئے اُس کا یہ جواب تھا کہ بلا کسی شرط کے وہ اپنے تئیں سپرد کریں اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو چاہینگے وہ اُن کی نسبت حکم دینگے۔ تب اُنہوں نے درخواست کی کہ تھوڑی دیر کے لئے ابولبابہ کو جو اُس قوم سے تھا جو بنی قریظہ کے حلیف تھے ہمارے پاس بھیج دیا جاوے وہ گئے اور تمام لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ ہم پیغمبر کے حکم پر اپنے تئیں سپرد کر دینا قبول کر لیں یا نہیں۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں مگر اپنی گردن پر ہاتھ پھیرا جس سے یہ اشارہ تھا کہ سب قتل کئے جاوینگے۔ تب اُنہوں نے جیسا کہ تفسیر کشاف میں لکھا ہے اس بات پر اپنے تئیں سپرد کرنے سے کہ آنحضرت جو چاہینگے اُن کی نسبت حکم دینگے انکار کیا ✦

فحاصرھم خمسا وعشرین لیلۃ حتی جھدھم الحصار فقال لھم رسول اللہ تنزلون علی حکمی فابوا فقال علی حکم سعد بن معاذ فرضوا بہ۔ (تفسیر کشاف صفحہ ۱۱۳۷) ✦

ابولبابہ خوب جانتے تھے کہ بنی قریظہ دو دفعہ اپنا عہد توڑ چکے تھے اُن کا کوئی معاہدہ آیندہ کے لئے کریں قابل اعتبار نہ ہوگا اور اگر وہ اسلام قبول کرنے

كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ
لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً
يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ
وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ
فَاسِقُونَ ﴿۸﴾

کیونکر رہ سکتا ہے ایسے لوگوں سے عہد اور اگر وہ غالب ہوں تم پر تو نہ رعایت کریں تم میں قرابتمندی کی اور نہ عہد کی۔ تم کو خوش کرتے ہیں اپنے منہوں سے اور انکار کرتے ہیں ان کے دل اور ان میں اکثر فاسق ہیں ﴿۸﴾

پر راضی ہوں تو بھی اُس پر یقین نہیں ہوگا اور وہ منافق سمجھے جاوینگے جن کی نسبت جب علانیہ کوئی دشمنی کر چکے ہوں وہی حکم ہے جو اُن لوگوں کی نسبت ہے جو علانیہ کافر ہیں۔ علاوہ اس کے ابولبانہ کو معلوم تھا کہ وہ بغاوت کی سزا کے مستحق ہیں اگر اُن کی جگہ کوئی مسلمان قوم ہوتی تو وہ بھی بغاوت کی سزا سے بچ نہیں سکتی تھی۔ اسی سبب سے اُنہوں نے اشارہ کیا کہ سب قتل کئے جاوینگے +

اس پر بنی اوس جو بنی قریظہ کے حلیف تھے درمیان میں پڑے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جس طرح آپ نے یہود بنی قینقاع سے جو بنی خزرج کے حلیف تھے معاملہ کیا وہی ان کے ساتھ بھی کیجئے اس پر آنحضرت نے کہا کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری قوم میں کا ایک شخص یعنی سعد ابن معاذ جو حکم دیدے وہ منظور کیا جاوے۔ بنی اوس اور بنی قریظہ دونوں اس پر راضی ہو گئے اور بنو قریظہ نے اپنے تئیں سپرد کر دیا +

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ بنی قریظہ نے اول اپنے تئیں اسی بات پر سپرد کر دیا تھا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اُن کی نسبت جو چاہیں حکم دیں اور بعد کو سعد ابن معاذ حکم قرار دئے گئے تھے مگر یہ قول صحیح نہیں ہے۔ بخاری میں جو سب سے زیادہ معتبر کتاب ہے ابن سعید خدری سے دو روایتیں منقول ہیں اور ان میں اور ہشامی میں صاف بیان ہوا ہے کہ بنی قریظہ نے اس بات پر اپنے تئیں سپرد کیا تھا کہ سعد ابن معاذ جو اُن کی نسبت حکم دیں وہ کیا جاوے +

غرضیکہ سعد ابن معاذ بلائے گئے اور اُنہوں نے یہ حکم دیا کہ لڑنے والوں کو قتل کر دیا جاوے اور اُن کی عورتیں اور بچے قید کر لئے جاویں اور اُن کا مال تقسیم کر دیا جائے مگر بخاری کی حدیث میں عورتوں اور مال کی تقسیم کا کچھ ذکر نہیں ہے۔

بہرحال اس حکم کی تعمیل ہوئی تمام عورتیں اور بچے اور لڑکے

قال لما نزلت بنو قريظة على حكم سعد ابن معاذ بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان قريبا منه فجاء على حمار فلما دنا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قوموا الى سيدكم فجاء فجلس الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له ان هولاء نزلوا على حكمك قال فاني احكم ان تقتل المقاتلة وان تسبى الذرية قال لقد حكمت فيهم بحكم الملك ـ (بخاري)

نزل اهل قريظة على حكم سعد بن معاذ فارسل النبي صلى الله عليه وسلم الى سعد فاتى على حمار فلما دنا من المسجد قال للانصار قوموا الى سيدكم او قال خيركم هولاء

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾	لیتے ہیں اللہ کی نشانیوں کے بدلے مول تھوڑا پھر روکتے ہیں اُس کے رستہ سے بیشک وہ بُرا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ﴿۹﴾

قریظۃ علی حکم سعد فقال تقتل مقاتلتہم وتسبی ذراریہم قال قضیت بحکم اللہ او قال بحکم الملک (بخاری) +

قال ابن ہشام حدثنی من اثق بہ من اہل العلم ان علی ابن ابی طالب صاح وہم محاصرو بنی قریظۃ یا کتیبۃ الایمان وتقدم ہو والزبیر وقال واللہ لاذوقن ما ذاق حمزۃ او لافتحن حصنہم فقالوا یا محمد ننزل علی حکم سعد (ابن ہشام مغازی)

جن کی ڈاڑھی مونچھ نہیں نکلی تھی قتل سے محفوظ رہے اور تمام مرد بجز تین شخصوں کے جنکی نسبت ثابت ہوا تھا کہ اس بغاوت میں شریک نہ تھے قتل کیے گئے ۔ ایک عورت جس کا نام بنانہ تھا اور جس نے خلاد بن سوید بن صامت کو مار ڈالا تھا بطور قصاص کے ماری گئی[۱] جو عورتیں اور بچے قتل سے بچے تھے وہ لونڈی غلام بنا لئے گئے اور تمام جائداد بنی قریظہ کی ضبط ہو کر تقسیم کی گئی مگر یہ یاد رہے کہ اُس وقت تک آیت حریت جس میں اُن لوگوں کے قتل کا جو لڑائی میں قید ہو جاویں اور اُن کے لونڈی اور غلام بنانے کا امتناع ہے نازل نہیں ہوئی تھی ۔ معہذا اُن لوگوں کو بطور قیدیان جنگ سزا نہیں دی گئی تھی بلکہ باغیوں کے لئے جو سزا ہونی چاہئے وہ دی گئی تھی +

مقتولین کی تعداد میں نہایت مبالغہ معلوم ہوتا ہے ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ چار سو تھے ۔ اور بعضوں نے کہا چھ سو اور بعضوں نے کہا سات سو اور بعضوں نے کہا آٹھ سو اور بعضوں نے کہا نو سو ۔ مگر لحاظ اُس آبادی کے جو اُس زمانہ میں مدینہ میں تھی یقین نہیں ہوسکتا کہ چار سو آدمی بھی لڑنے والے بنی قریظہ کے محلہ میں ہوں +

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ واقعہ نہایت خوفناک تھا ۔ مگر کونسا زمانہ ہے اور کون سی قوم ہے جس کے ہاتھ سے باغیوں کی نسبت اس سے بھی سخت سزائیں نہ دی گئی ہوں ۔ جن لوگوں نے بغاوت کی تاریخیں پڑھی ہیں یا اپنی آنکھوں سے اس انیسویں صدی عیسوی میں بھی جو سولیزیشن کا زمانہ کہلاتا ہے یا اس سے تھوڑے زمانہ پہلے بغاوت کے واقعات دیکھے ہیں اُن کی آنکھوں میں کئی سو آدمیوں کا بجرم بغاوت قتل ہونا کوئی نیا واقعہ معلوم نہ ہوگا ۔ رہی یہ بات کہ اس قسم کی لڑائیوں اور ایسی خونریزی کو حضرت موسیٰ نے اپنے زمانہ میں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں کیوں جائز رکھا ۔ اور مثل حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے کیوں نہ اپنی جان دی اس کی نسبت ہم اخیر کو بحث کرینگے ۔ اس مقام پر ہم کو صرف یہ بات دکھانی ہے کہ جو لڑائیاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئیں وہ کس بنا پر تھیں کہ لوگوں کو

---

[۱] ابن خلدون صفحہ ۳۰ ۔ مگر کوئی ایک بھی عورت کا قتل ہونا لکھا ہے جس کا نام بنانہ بنت ... تھا +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ⑩	نہ رعایت کرتے ہیں کسی مسلمان میں قرابتمندی کی اور نہ عہد کی اور یہ لوگ ہیں حد سے زیادتی کرنیوالے ہیں ⑨

بجبر اور ہتیاروں کے زور سے مسلمان بنایا جاوے سو اس عظیم واقعہ سے بھی جو بنی قریظہ کے قتل کا واقعہ ہے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ صرف بزور شمشیر امن کا قائم رکھنا مقصود تھا نہ کسی کو بجبر مسلمان کرنا ✦

سریہ قرطاء یا محمد بن مسلمہ محرم سنہ ۶ ہجری ۲۴

قرطاء - ایک قبیلہ ہے بنی بکر بن کلاب میں کا ✦

یہ لوگ ضریہ کی طرف رہتے تھے جو مدینہ سے سات منزل ہے اور عمرہ کے لئے مکہ جانے کو نکلے تھے جیسا کہ اُن کے سردار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا اُن کا ارادہ عمرہ ادا کرنے کا تھا - غالباً اُن کے نکلنے سے شبہ ہوا ہوگا اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو تیس سوار دیکر اس طرف روانہ کیا مگر وہ لوگ اُن سواروں کو دیکھ کر بھاگ گئے - مگر اُن میں ثمامہ بن اثال پکڑا گیا - جب محمد بن مسلمہ مدینہ میں آئے تو اس کو بھی لائے اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا مگر آنحضرت کے حکم سے اُس کو چھوڑ دیا گیا - اور بعد کو وہ مسلمان بھی ہو گیا ✦

غزوہ بنی لحیان ربیع الاول سنہ ۶ ہجری ۲۴

غزوہ رجیع میں ذکر ہو چکا ہے کہ رجیع کے مقام پر لوگوں نے غابازی سے مسلمانوں کو مار ڈالا تھا اُس کا بدلا لینے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوچ کیا اور مختلف رستہ اختیار کیا تاکہ بنی لحیان یہ نہ سمجھیں کہ اُن پر چڑھائی ہوتی ہے - مگر جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اُن کو خبر پہنچ گئی تھی وہ پہاڑوں میں جا چھپے تھے دو سو سوار آپ کے ساتھ تھے آپ نے معہ سواروں کے عسفان پر مقام کیا اور پھر واپس تشریف لے آئے ✦

غزوہ ذی قرد یا غزوہ غابہ ربیع الآخر سنہ ۶ ہجری ۲۵

غابہ - ایک گانوں ہے مدینہ کے پاس شام کی طرف ✦

عیینہ بن حصن الفزاری نے بنی غطفان کے سوار لیکر مقام غابہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کو لوٹ لیا اور وہاں ایک آدمی بنی غفار میں کا معہ اپنی جورو کے تھا اُس کو مار ڈالا اور اُس کی جورو اور اونٹوں کو لے گئے - سلمہ بن عمرو بن الاکوع نے اُن کا تعاقب کیا اور اونٹوں کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾	پھر اگر وہ توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ کو تو تمہارے بھائی ہیں دین میں ۔ اور ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں نشانیوں کو واسطے ایسی قوم کے کہ جانتی ہے ﴿۱۱﴾

چھین لیا۔ جب یہ خبر مدینہ میں پہنچی تو لوگ آنحضرت کے پاس جمع ہو گئے تاکہ اُن کو سزا دیں ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سعد بن زید کو سردار کر کے اُن لوگوں کے تعاقب میں بھیجا کچھ خفیف سی لڑائی ہوئی اور چند آدمی مارے گئے ۔ اُن لوگوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گئے سعد ابن زید کے روانہ ہونے کے بعد آنحضرت خود بھی روانہ ہوئے اور ذی قرد تک جو ایک چشمہ کا نام ہے پہنچے اور پھر سب لوگ واپس چلے آئے ۔

سریۂ عکاشہ ربیع الآخر سنہ ۶ ہجری ۳۶

غمر زوق ۔ ایک چشمہ پانی کا ہے بنی اسد میں فید سے دو منزل ۔

عکاشہ ابن محصن الاسدی چالیس آدمیوں کے ساتھ اس طرف روانہ ہوئے ۔ اس طرف اعراب یعنی گنوار و عرب رہتے تھے غالباً اُنہی کی تنبیہ و تادیب کیے گئے ہونگے وہ لوگ بھاگ گئے اور عکاشہ اُن کے دو سو اونٹ پکڑ لائے ۔

سریۂ ذی القصہ یا سریۂ بنی ثعلبہ ربیع الآخر سنہ ۶ ہجری ۳۷

ذی القصہ ۔ ایک گانوں ہے مدینہ سے چوبیس میل ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی بنی ثعلبہ کے پاس روانہ کئے تھے اور محمد بن مسلمہ اُن کے سردار تھے یہ لوگ ذی القصہ میں رات کو رہے مگر رات کو وہاں کے سو آدمیوں نے اُن کو گھیر کے تیروں سے مار کر مار ڈالا صرف محمد بن مسلمہ بچے مگر زخمی ہوئے صبح کو ایک شخص اُنہیں اُٹھا کر مدینہ میں لے آیا ۔

سریۂ ذی القصہ ربیع الآخر سنہ ۶ ہجری ۳۸

اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن الجراح کو چالیس آدمی دیکر اُن لوگوں کو سزا دینے کے لئے بھیجا مگر وہ سب پہاڑوں میں بھاگ گئے اُن کا کا اسباب جو رہ گیا تھا اس کو ابو عبیدہ لوٹ لائے ۔

وَإِن نَّكَثُوٓا۟ أَيْمَـٰنَهُم مِّنۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا۟ فِى دِينِكُمْ فَقَـٰتِلُوٓا۟ أَئِمَّةَ ٱلْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَآ أَيْمَـٰنَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ (۱۲)	اور اگر وہ توڑ دیں اپنی قسموں کو اپنے عہد کے بعد اور طعنہ زنی کریں تمہارے دین میں تو مارو کفر کے پیشواؤں کو بیشک اُن کی قسمیں کچھ نہیں ہیں شاید کہ وہ بس کریں (۱۲)

سریہ جموم ربیع الآخر سال ششم ۶۹

جموم - ایک مقام ہے بطن نخل میں مدینہ سے چار میل +

زید ابن حارثہ بطور گشت کے اُس طرف گئے - قوم مزینہ کی ایک عورت نے جس کا نام حلیمہ تھا بنو سلیم کی کچھ مخبری کی جس پر زید نے اُس محلہ کو گھیر لیا اُن کے اونٹ چھین لئے اور چند کو قید کر لیا جن میں حلیمہ کا شوہر بھی تھا - مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کے شوہر کو چھوڑ دیا +

سریہ عیص جمادی الاول سال ششم ۷۰

عیص - ایک موضع ہے مدینہ سے چار میل پر +

قریش مکہ کا ایک قافلہ جس میں تجارت وغیرہ کا سامان تھا شام سے آتا تھا آنحضرت صلعم نے زید ابن حارثہ کو بھیجا کہ قریش مکہ تک اُس سامان کو نہ جانے دے - زید گئے اور اُنہوں نے قافلہ کا مال و اسباب چھین لیا اور چند آدمی قید کر لئے +

سریہ طرف جمادی الآخر سال ششم ۷۱

طرف - ایک چشمہ کا نام ہے مدینہ سے چھتیس میل +

زید بن حارثہ پندرہ آدمیوں کے ساتھ بطور گشت کے بنو ثعلبہ کی طرف گئے جو اعراب میں سے تھے مگر وہ لوگ بھاگ گئے اور اپنے اونٹ بھی چھوڑ گئے جن کو زید لیکر چلے آئے +

سریہ حسمی جمادی الآخر سال ششم ۷۲

حسمی - وادی القرے سے دو منزل ورے ہے اور وادی القرے مدینہ سے چھ منزل ہے +

دحیہ بن خلیفہ الکلبی شام سے واپس آتے تھے - جب ارض جذام میں پہنچے تو ہنید بن عوص اور اُس کے بیٹے نے اُن کو لوٹ لیا - دحیہ نے مدینہ میں آ کر یہ حال بیان کیا اس درمیان میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۳﴾	کیا تم نہ لڑو گے ایسی قوم سے کہ انہوں نے توڑ دیں اپنی قسمیں اور ٹھان لیا رسول کے نکال لینے کو اور انہوں نے ابتدا کی تم سے (عہد توڑنے کی) پہل پہل کیا تم ان سے ڈرتے ہو پھر اللہ زیادہ احق ہے کہ اس سے ڈرو اگر تم ایمان لائے ہو ﴿۱۳﴾

بنو نصیب نے جو رفاعہ کی قوم سے تھے اور مسلمان ہو چکے تھے ہنید پر حملہ کیا اور مال و اسباب واپس کر لیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زید ابن حارثہ کو ان کی سزا دہی کو مقرر کیا۔ وہ گئے اور لڑائی میں ہنید اور اس کا بیٹا مارا گیا ان کا اسباب لوٹ لیا گیا اور کچھ لوگ قید ہوئے +

معلوم ہوتا ہے کہ اس ہنگامہ میں بنی نصیب کا بھی کچھ اسباب لوٹا گیا اور ان کے کچھ آدمی بھی قید ہو گئے۔ جب انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس آ کر یہ حال بیان کیا تو آپ نے حضرت علی مرتضٰے کو متعین کیا انہوں نے جا کر بنی نصیب کا سب مال و اسباب واپس دلا دیا اور قیدیوں کو چھڑوا دیا +

سریۂ وادی القرٰے رجب سال ششم ۶ھ

وادی القرٰے ایک میدان ہے مدینہ اور شام کے درمیان میں وہاں بہت سی بستیاں ہیں +

زید ابن حارثہ کچھ آدمی لیکر بطور گشت کے اس طرف گئے وہاں کے لوگوں سے لڑائی ہوئی زید کے ساتھ کے آدمی جو مسلمان تھے مارے گئے اور زید بھی سخت زخمی ہوئے +

سریۂ دومۃ الجندل شعبان سال ششم ۶ھ

دومۃ الجندل کے لوگ ہمیشہ حملہ کا موقع تکتے تھے چنانچہ ہجرت کے چوتھے سال میں بھی ان کے حملہ کا احتمال ہوا تھا اور خود آنحضرت نے کوچ فرمایا تھا۔ انہی اسباب سے اس سال عبدالرحمٰن بن عوف کو سردار کر کے ان لوگوں پر بھیجا اور کہا کہ کوئی دغا کی بات مت کرو اور خدا کی راہ میں لڑو اور کسی نابالغ بچے کو مت مارو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ تیری اطاعت کر لیں تو ان کے سردار کی بیٹی سے شادی کرنا (وہ لوگ عیسائی تھے اور ان کی بیٹیوں سے شادی کرنا جائز تھا) +

عرب میں قوموں کو اپنا پورا پورا ساتھی یا حمایتی بنا لینے کے صرف دو طریق سب سے عمدہ تھے ایک حلیف ہو جانا۔ دوسرا رشتہ مندی کر لینا۔ اسی پولیٹکل مصلحت سے آنحضرت نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۴)	لڑو ان کو عذاب دیگا ان کو اللہ تمہارے ہاتھوں سے اور خوار کریگا ان کو اور مدد دیگا تمہاری ان پر اور چین دیگا دلوں کو ایمان والوں کی ایک قوم کے (۱۴)

عبدالرحمن کو وہاں کے سردار کی بیٹی سے شادی کر لینے کی ہدایت کی تھی۔ اور یہی ایک بڑا سبب تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اخیر عمر میں متعدد قبیلہ کی عورتوں کو اپنی ازواج مطہرات میں داخل کیا تھا باوجودیکہ عالم شباب میں بجز ایک بیوی کے کوئی اور نہ تھی۔

بہرحال عبدالرحمن بن عوف وہاں گئے تین دن قیام کیا اور اسلام کا وعظ کیا کہ وہ مسلمان ہو جانے کی ان کو ہدایت کی اصبغ بن عمرو الکلبی جو وہاں کا سردار اور عیسائی تھا مسلمان ہو گیا اور اس کے ساتھ اور بہت سے آدمی مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہیں ہوئے انہوں نے اطاعت اختیار کی اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔ عبدالرحمن نے وہاں کے سردار اصبغ کی بیٹی سے شادی کر لی اور اسی سے ابو سلمہ پیدا ہوئے۔

سریہ فدک شعبان سال ششم ھ ۵

فدک۔ ایک گاؤں ہے حجاز میں مدینہ سے دو منزل۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ قبیلہ بنو سعد بن بکر لوگوں کو جمع کر رہے ہیں اور خیبر میں جو یہود جلاوطن کئے گئے تھے ان کو مدد دینے کا ارادہ کر رہے ہیں آنحضرت نے علی مرتضے کو سو آدمی دیکر ان پر روانہ کیا۔ علی مرتضے نے ان پر چھاپہ مارا اور ان کے سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں لوٹ لائے اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔

سریہ زید ابن حارثہ یا سریہ ام قرفہ رمضان سال ششم ھ ۶

زید ابن حارثہ مسلمانوں کا بہت سا مال لئے ہوئے تجارت کے لئے شام کی طرف جاتے تھے جب وہ وادی القرے میں پہنچے تو قوم فزارہ نے جو بنی بدر کی ایک شاخ ہے اور جن کی سردار ام قرفہ تھی اور جس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ بن زید الفزاریہ تھا سب اسباب لوٹ لیا وہ مدینہ واپس چلے آئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر کی آپ نے زید ہی کو ان کے سزا دینے کو متعین کیا زید نے دفعۃً ان پر چھاپہ مارا اور ام قرفہ اور اس کی بیٹی کو پکڑ لیا۔ قیس بن محسر نے جو زید کے لشکر میں تھا اس ضعیف عورت ام قرفہ کو نہایت بری طرح سے مار ڈالا۔ اس کا ایک پاؤں ایک اونٹ سے اور دوسرا پاؤں دوسرے اونٹ سے باندھ کر اونٹوں کو مختلف سمت میں ہنکا کر اس کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾	اور دُور کریگا غصہ اُن کے دلوں کا اور معاف کرتا ہے اللہ جس پر چاہتا ہے اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ﴿۱۵﴾

دو ٹکڑے ہو گئے +

تاریخوں سے یہ بات قابل اطمینان نہیں معلوم ہوتی کہ ام قرفہ کے مار ڈالنے کے بعد اُس کے پاؤں اونٹوں سے باندھے تھے یا وہ زندہ تھی اور اونٹوں کے پاؤں سے باندھ کر اُس کو مارا تھا +

مورخین نے اس کا ذکر بھی فرو گذاشت کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بے رحم واقعہ کو اگر در حقیقت وہ ہوا تھا سُن کر کیا فرمایا ضرور قیس ابن محسر پر نہایت درجہ پر خفگی فرمائی ہوگی کیونکہ عموماً آپ کی یہ نصیحت تھی کہ عورتیں اور بچے نہ مارے جاویں +

معہذا اس سریہ کے متعلق ایسی مختلف روایتیں ہیں جس میں سے کسی پر بھی اعتماد نہیں ہو سکتا کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ اس سریہ کے سردار حضرت ابوبکر تھے اور سلمۃ بن الاکوع لڑے تھے اور اُس میں ایک ضعیف عورت معہ اُس کی بیٹی کے پکڑے جانیکا ذکر ہے مگر اُس کے مارے جانے کا ذکر نہیں۔ اُس کا نہ مارا جانا زیادہ تر یقین کے قابل ہے کیونکہ صحیح مسلم میں جو حدیث کی نہایت معتبر کتاب ہے اور بخاری کے برابر سمجھی جاتی ہے اُس عورت کا پکڑا جانا بیان ہوا ہے مگر مارے جانے کا ذکر نہیں ہے +

پھر ایک روایت میں ہے کہ اُس کی بیٹی حزن بن ابی وہب کو دیدی گئی اور اُس سے بن حزن پیدا ہوئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ لڑکی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لے لی اور اُس کو مکہ میں بھیجدیا اور اُس کے بدلے میں چند مسلمانوں کو جو قریش مکہ کے پاس قید تھے چھڑا لیا +

غزوہ ابن رواحہ شوال سال ششم ۶ ھ

ابو رافع سلام بن ابی الحقیق یہودی کے مرنے یا مارے جانے کے بعد جس کا ذکر ہم نے زیر تحت غزوہ عبداللہ ابن عتیک کیا ہے اُسیر ابن رزام یہودی یہودیوں کا سردار قرار پایا۔ اُس نے غطفان کے یہودیوں کو اپنے ساتھ ملایا اور لڑائی کی طیاری کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے عبداللہ ابن رواحہ کو معہ تین اور آدمیوں کے اس خبر کی تحقیق کرنے کو بھیجا۔ جب عبداللہ واپس آئے تو آپ نے تیس آدمی اُن کے ساتھ کئے اور اُسیر ابن رزام

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (۱۶)	کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی نہیں ظاہر کیا اللہ نے اُن لوگوں کو جو جہاد کرتے ہیں تم میں سے اور نہیں پکڑتے سوائے اللہ کے اور نہ اُس کے رسول کے اور نہ ایمان والوں کو (اور کسی کو) دلی دوست اور اللہ جاننے والا ہے اُسکو جو تم کرتے ہو (۱۶)

پاس روانہ کیا۔ ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا بھیجنا کسی معاہدہ یا صلح یا اور کسی قسم کی گفتگو کے لئے تھا نہ لڑائی کے لئے کیونکہ لڑائی کے لئے تیس آدمی نہیں بھیجے جا سکتے تھے ❖

عبداللہ ابن رواحہ نے اُس سے گفتگو کی اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس آنے پاس لالچ میں راضی ہوا کہ خیبر کی سرداری اُس کو ملجاوے وہ بھی تیس آدمی اپنے ساتھ لیکر چلا۔ یہ سب اونٹوں پر سوار ہو کر چلے یہودی آگے اور مسلمان اُن کے پیچھے پیچھے جب قرقرہ میں پہنچے تو اُسیر کے دل میں کچھ شبہ ہوا جیسا کہ زاد المعاد میں لکھا ہے اور اُس نے عبداللہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالا عبداللہ کو بھی شبہ ہوا اور وہ اونٹ پر سے کود پڑے اور اُس کے پاؤں پر تلوار ماری اُسیر بھی کود پڑا اور شاخدار سوٹا عبداللہ کے منہ پر مارا وہ زخمی ہوئے اس ہنگامہ کو دیکھ کر ہر ایک مسلمان نے اپنے ساتھی پر حملہ کیا اور مار ڈالا ❖

سریۂ عرنیین شوال سال ششم ۸ ؁ھ

عرنہ۔ مدینہ کے میدانوں میں سے ایک میدان میں ایک باغ تھا جس کا یہ نام ہے ❖

چند کسان عکل اور عرینہ کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس آئے نہایت مفلس و تباہ حال اور بیمار تھے شاید استسقا کی بیماری تھی جس کا علاج اونٹ کا دودھ اور پیشاب پینا اور جہاں اونٹ بندھتے ہوں وہیں پڑے رہنا تھا۔ اُنہوں نے جھوٹ بیان کیا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں ہماری مدد کرو۔ آنحضرت نے اپنی چند اونٹنیاں اور چرواہے اُن کے ساتھ کردئیے مگر جب وہ حرم کے مقام پر پہنچے اُن لوگوں نے جیسا کہ صحیح مسلم میں بیان ہوا ہے اُن چرواہوں کی آنکھیں پھوڑ دیں اور اُن کو بُری طرح پر مار ڈالا اور اونٹنیاں لیکر چلدئے ❖

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی اُن کے تعاقب میں لوگ بھیجے گئے جن کا سردار کرز بن جابر تھا وہ پکڑے گئے اُن کی بھی آنکھیں پھوڑی گئیں اور ہاتھ پاؤں کاٹ کر ڈالدئیے گئے کہ وہ مرگئے۔ بخاری میں ہے کہ اس کے بعد آپ نے مُثلہ کرنے سے منع کیا ❖

ملاحظہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ رسول اللہ کا یہ فعل قرآن کی آیت سے منسوخ ہوا۔ مگر ابن شہاب کی ایک دوسری حدیث سے منسوخ ہونا ثابت کرتے ہیں دیکھو تفسیر کبیر اس آیت کے متعلق "انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ" ❖

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾	نہیں ہے مشرکوں کیلئے کہ آباد کریں اللہ کی مسجدوں کو گواہی دیتے ہوئے آپ اپنے اوپر ساتھ کفر کے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ مٹ گئے اُن کے عمل اور آگ میں وہ ہمیشہ رہینگے ﴿۱۷﴾

یہ کہنا مشکل ہے کہ جس طرح اُن لوگوں نے چرواہوں کو مارا تھا اُسی طرح وہ کس کے حکم سے مارے گئے مگر اس بات کی بہت سی دلیلیں ہیں کہ ابتدائی زمانۂ اسلام میں جن امور کی نسبت کوئی خاص حکم نازل نہیں ہوتا تھا تو اکثر یہودی شریعت کے مطابق عمل کیا جاتا تھا اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ توریت میں لکھا ہے کہ " واگر اذیت دیگر رسیدہ باشد آنگاہ جان عوض جان باید دادہ شود چشم بعوض چشم دندان بعوض دندان دست بعوض دست پا بعوض پا سوختن بعوض سوختن زخم بعوض زخم لطمہ بعوض لطمہ" (سفر خروج باب ۲۱ آیت ۲۳ و ۲۴ و ۲۵) غالباً اسی خیال سے اُن لوگوں نے بطور قصاص کے اُن کو اسی طرح مارا جس طرح کہ اُن لوگوں نے چرواہوں کو مارا تھا ✦

سریہ عمرو بن امیہ شوال سال ششم ۶ ھ

ابو سفیان ابن حرب نے مکے سے ایک آدمی مدینہ میں بھیجا کہ کسی بہانہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے وہ معہ خنجر جو اُس کے پاس چھپا ہوا تھا پکڑا گیا۔ مگر آنحضرت نے اس شرط پر کہ سچ حال بتا دے اُس کو امن دیا چنانچہ اس نے بتا دیا اور اُس کو چھوڑ دیا کہ وہ مکہ چلا گیا۔ مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابی سفیان کے قتل کے لئے عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم کو متعین کر کے بھیجا وہ مکہ میں پہنچے لیکن اُن کا وہاں جانا کھل گیا لوگ اُن پر دوڑے مگر وہ وہاں سے بچ کر نکل آئے ✦

غزوہ حدیبیہ ذیقعدہ سال ششم ۶ ھ

حدیبیہ۔ ایک گانوں ہے اور اُس گانوں میں اس نام کا ایک کنواں ہے اُسی کنوئیں کے نام سے وہ گانوں مشہور ہو گیا ہے یہاں سے مکہ ایک منزل ہے ✦

اس سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں جا کر حج و عمرہ ادا کرنے کا ارادہ کیا اور کسی سے لڑنے کا مطلق ارادہ نہ تھا قربانی کے لئے اونٹ اپنے ہمراہ لئے تھے اور کل آدمی جو ساتھ تھے اُن کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے مقام

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾	اس کے سوا کچھ نہیں کہ آباد کرتے ہیں اللہ کی مسجدوں کو وہ جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور اخیر دن پر اور قایم رکھتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ کو اور نہیں ڈرتے مگر اللہ سے پھر امید ہے کہ یہ لوگ ہونگے راہ پانیوالوں میں سے ﴿۱۸﴾

پر پہنچے تو قریش مکہ کو اندیشہ ہوا اور مکہ میں آنے سے روکا دونوں طرف سے پیغام سلام ہونے اور لوگ آئے گئے مگر قریش نے نہ مانا۔ آخرکار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو قریش مکہ کے پاس بھیجا قریش اُن کی فہمایش پر بھی راضی نہ ہوئے بلکہ اُن کو بھی قید کر رکھا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ حضرت عثمان کو قتل کر ڈالا اس پر آنحضرت نے لڑنے کا ارادہ کیا اور سب لوگوں سے لڑنے پر اور مارنے مرنے پر بیعت لی۔ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی اور بیعۃ الرضوان کے نام سے مشہور ہے مگر بعد کو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے قتل ہونے کی جو خبر مشہور ہوئی تھی وہ غلط تھی۔

اس کے بعد قریش مکہ نے سہیل ابن عمرو کو صلح کا پیغام دیکر بھیجا اور صلح اس بات پر منحصر تھی کہ اس سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں حج او عمرہ کرنے کو نہ آویں اور واپس چلے جاویں۔ بعد لمبی گفتگو کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس پر راضی ہو گئے اور حضرت علی مرتضے کو عہدنامہ لکھنے کو بلایا۔ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا کہ لکھ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سہیل نے کہا کہ ہم تو اس کو نہیں جانتے صرف یہ لکھو "باسمک اللہم" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی لکھو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضے کو فرمایا کہ لکھ "ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ" سہیل نے کہا کہ اگر ہم اس بات کو قبول کرتے کہ آپ خدا کے رسول ہیں تو آپ سے لڑتے ہی کیوں آپ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھوائیے آنحضرت نے فرمایا کہ لکھ "ھذا ما صالح علیہ محمد بن عبد اللہ" غرضکہ اس سال واپس چلے آنے کے علاوہ اس بات پر صلح ہوئی کہ دس برس تک لڑائی موقوف رہے سب لوگ امن میں رہیں اور لڑائی نہ ہو۔ اور یہ بھی معاہدہ ہوا کہ اگر کوئی شخص قریش مکہ میں کا بلا اجازت اپنے ولی کے آنحضرت پاس چلا آئے تو آپ اُس کو قریش مکہ کے پاس بھیجدیجیے۔ اور اگر آنحضرت کے ساتھی قریشیوں میں سے کوئی شخص مکہ میں قریشیوں کے پاس چلا جائے تو اُس کو قریش مکہ واپس نہیں دینگے۔ بہرحال دونوں طرف سے عہدنامہ کی تصدیق ہو گئی۔ آنحضرت نے اُسی مقام پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۹﴾	کیا تم نے کیا ہے پانی پلانا حاجیوں کا اور آباد رکھنا مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کا اُس شخص کی مانند کہ ایمان لایا ہے اللہ اور اخیر دن پر اور جہاد کیا ہے اللہ کی راہ میں نہیں برابر ہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ نہیں ہدایت کرتا ظالموں کی قوم کو ﴿۱۹﴾

قربانی کے اونٹ ذبح کئے اور ارادہ حج وعمرہ کا موقوف کیا اور مدینہ کو واپس تشریف لے آئے۔

غزوہ خیبر جمادی الآخر سال ہفتم ہجری

خیبر۔ ایک معروف ومشہور بہت بڑا شہر ہے اور اس میں متعدد قلعے نہایت مستحکم تھے۔ مدینہ سے آٹھ منزل شمال کی طرف ہے۔

اہل خیبر جن میں وہ تمام یہودی بھی جا ملے تھے جو مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تھے ہمیشہ مسلمانوں سے لڑنے کی تیاریاں کرتے رہتے تھے اور انہوں نے بنی اسد اور بنی غطفان کو اپنا حلیف کر لیا تھا اور اپنے مضبوط قلعوں پر نازاں تھے۔ جب اُن لوگوں کی آمادگی جنگ نے زیادہ شہرت پائی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فساد کے مٹانے کا ارادہ کیا اور مدینہ سے مع لشکر کے خیبر کی طرف کوچ کیا۔ بنی اسد جن کا سردار طلیحہ بن خویلد اسدی تھا اور بنی غطفان جن کا سردار عیینہ بن حصن بن بدر فزاری تھا خیبر والوں کی مدد کو پہنچے خیبر والوں کے پاس دس[1] مستحکم قلعے تھے اور ان سب نے اپنے قلعوں کو بند کر لیا اور لڑائی پر مستعد ہو گئے۔ آنحضرت صلعم بھی مع لشکر کے وہاں پہنچے اور ایک مہینہ تک لڑائی جاری رہی۔ سب سے پہلے حصن ناعم فتح ہوا اور پھر بعض اور قلعے بھی فتح ہوئے اس درمیان میں بنی اسد اور بنی غطفان خیبر والوں سے علیحدہ ہو گئے اور صرف اہل خیبر برابر لڑتے رہے۔ اور سخت لڑائیاں ہوتی رہیں حصن الوطیح اور السلالم نہایت مضبوط قلعے تھے جن کو حضرت علی مرتضے نے فتح کیا۔ اُس وقت یہودیوں نے امن چاہا اور تین امر پر صلح ہوئی کہ تمام اہل خیبر کو اور اُن کے اہل وعیال کو جان کی امان دیجاوے دوسرے یہ کہ تمام اہل خیبر اپنا مال و اسباب بطور معاوضہ جنگ کے دیدیں لیکن اگر کوئی شخص اپنا مال چھپا رکھے تو اس سے یہ معاہدہ یعنی جان کے اور اہل وعیال کے امن کا قایم نہ رہیگا تیسرے یہ کہ تمام زمینیں خیبر کی اُن کی ملکیت نہ رہینگی مگر وہ لوگ اپنے گھروں میں آباد رہینگے اور زمین پر

---

[1] حصن نطا۔ حصن الصعبہ۔ حصن ناعم۔ حصن قلعہ الزبیر۔ حصن الشق۔ حصن ابی۔ حصن البراء۔ حصن القموص۔ حصن الوطیح۔ حصن السلالم یا حصن ابی الحقیق۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾	جو لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا خدا کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے بہت بڑے ہیں درجے میں اللہ کے نزدیک اور یہ لوگ وہی ہیں مراد پانے والے ﴿۲۰﴾

پر بھی قابض رہینگے اور اُن کی پیداوار کا نصف حصہ بطور خراج کے دیا کرینگے - اور کسی بدعہدی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اختیار رہوگا کہ اُن کو جلاوطن فرمادیں - حرف کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق نے مال کے دینے میں غابازی کی اور نہایت بیش قیمت مال چھپا رکھا جو کہ بعد تلاش کے دستیاب ہوا وہ مارا گیا اور اُس کے اہل و عیال قید ہو گئے +

غزوہ وادی القرےٰ جمادی الآخر سال ہفتم ۷ھ

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے مراجعت کی تو وادی القرےٰ میں پہنچے اور وہاں چار دن ٹھیرے اور اہل تیماء نے اسلام قبول نہیں کیا اور جزیہ دینے پر صلح کرلی +

سریہ تربہ شعبان سال ہفتم ۷ھ

تربہ - مکہ کے قریب دو منزل پر ایک جگہ ہے +
حضرت عمر تیس آدمی لیکر اس طرف کو گئے مگر وہاں کے لوگ بھاگ گئے کوئی نہیں ملا اور حضرت عمر واپس آ گئے +

سریہ حضرت ابوبکر شعبان سال ہفتم ۷ھ

اس سریہ میں حضرت ابوبکر کچھ آدمی لیکر بنی کلاب کی طرف گئے کچھ خفیف سی لڑائی ہوئی کچھ آدمی مرے کچھ قید ہو گئے +

سریہ بشیر ابن سعد شعبان سال ہفتم ۷ھ

اس سریہ میں بشیر ابن سعد بنی مرہ پر جو فدک میں رہتے تھے تیس آدمی لیکر گئے اور خفیف لڑائی کے بعد واپس آ گئے +

سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی رمضان سال ہفتم ۷ھ

یہ سریہ نجد کی طرف منقعہ پر جو مدینہ سے آٹھ منزل ہے بھیجا گیا تھا اور دو سو تیس آدمی لشکر

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ (۲۱)	خوشخبری دیتا ہے اُن کو اُن کا پروردگار رحمت کی اپنی طرف سے اور رضامندی کی اور بہشتوں کی۔ اُن کے لئے ہے اُس میں نعمت ہمیشہ قایم رہنے والی (۲۱)

میں تھے مگر وہاں بہت ہی خفیف سی لڑائی ہوئی اور پھر لوگ واپس آگئے +

سریہ اسامۃ بن زید رمضان سال ہفتم ۵۷

یہ سریہ خربہ کی طرف بھیجا گیا تھا جو ضریہ کی طرف ہے۔ یہاں کسی سے لڑائی نہیں ہوئی مگر ایک شخص اُسامہ کو ملا جس پر اُنھوں نے تلوار کھینچی مگر اُس نے کلمہ پڑھا اور کہا لا الہ الا اللہ مگر اُسامہ نے اُس کو مار ڈالا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس پر اس بات پر نہایت خفگی ظاہر فرمائی +

سریہ بشیر بن سعد الانصاری شوال سال ہفتم ۵۸

یہ سریہ یمن اور جیاب جس کو قرادہ اور عذرہ کہتے ہیں اور بنی غطفان سے علاقہ رکھتے ہیں جو خیبر والوں کے ساتھ لڑائی میں شریک ہوئے تھے بھیجا گیا تھا مگر وہاں کے لوگ بھاگ گئے او اُن کا مال و اسباب ہاتھ آیا اور صرف دو آدمی قید کئے گئے +

بعد اس کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لے گئے اور عمرہ قضا ادا کیا +

سریہ ابن ابی العوجاء السلمی ذیحجہ سال ہفتم ۵۹

یہ سریہ بنی سلیم کی طرف بھیجا گیا تھا۔ یہاں سخت لڑائی ہوئی اور دشمن چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے اور سب لوگ مارے گئے اور ابن ابی العوجاء بھی زخمی ہوئے اور مُردوں میں پڑے رہ گئے تھے اور پھر اُن میں سے اُٹھا لائے گئے +

سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی صفر سال ہشتم ۶۰

یہ سریہ بنی الملوح پر جو کدید میں بستے تھے کیا گیا تھا۔ وہاں کچھ لڑائی نہیں ہوئی مگر کچھ اسباب ہاتھ آیا +

اسی مہینے میں خالد بن الولید اور عثمان بن ابی طلحہ اور عمرو بن العاص مکہ سے مدینہ میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۲۲)	ہمیشہ رہینگے اُس میں ہمیش۔ بیشک اللہ اُس کے پاس ہے اجر بڑا (۲۲)

چلے آئے اور مسلمان ہو گئے ✦

سریہ غالب بن عبداللہ صفر سال ہشتم ۶۱

یہ سریہ بھی فدک کی جانب بھیجا گیا تھا اُنہیں لوگوں پر جن پر بشیر بن سعد بھیجے گئے تھے اُن سے لڑائی ہوئی کچھ لوگ مارے گئے اور کچھ اسباب لوٹ لیا گیا ✦

سریہ شجاع بن وہب الاسدی ربیع الاول سال ہشتم ۶۲

یہ سریہ ذات عرق کی طرف بھیجا گیا تھا جو مدینہ سے پانچ منزل ہے اور جہاں ہوازن نے لوگ جمع کئے تھے۔ وہاں کچھ لڑائی نہیں ہوئی مگر اُن کے اونٹ لوٹ لائے ✦

سریہ کعب ابن عمیر الغفاری ربیع الاول سال ہشتم ۶۳

یہ سریہ ذات اطلع کی طرف بھیجا گیا تھا جو ذات القرے کے قریب ہے۔ ذات اطلع میں نہایت کثرت سے لوگ لڑنے کے لئے جمع تھے نہایت سخت لڑائی ہوئی اور جو لوگ بھیجے گئے تھے وہ سب مار ڈالے گئے۔ جب یہ خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو ایک بڑا لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا مگر معلوم ہوا کہ وہ لوگ اور سمت کو چلے گئے ✦

سریہ موتہ یا سریہ زید ابن حارثہ جمادی الاول سال ہشتم ۶۴

موتہ۔ ایک قصبہ ہے شام کے علاقہ میں دمشق سے ورے ✦

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر الازدی کو ہرقل شہنشاہ روم کے نام ایک خط دیکر بصرے کو روانہ کیا تھا جب کہ وہ موتہ میں پہنچے تو شرحبیل بن عمرو الغسانی نے تعرض کیا اور اُن کو مار ڈالا۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار آدمیوں کا لشکر جس کے سردار زید بن حارثہ تھے موتہ پر روانہ کیا وہاں نہایت سخت لڑائی ہوئی اور زید ابن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ جن کے ہاتھ میں فوج کا نشان تھا یکے بعد دیگرے لڑکر مارے گئے اُس پر فوج کا نشان خالد بن ولید نے لیا اور نہایت سخت لڑائی کے بعد خالد نے فتح پائی۔ اس لڑائی میں تمام عیسائی قومیں جو اُس نواح میں رہتی تھیں شامل تھیں اور ہرقل کی فوج بھی جو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾	اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت پکڑو اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست اگر وہ دوست رکھتے ہیں کفر کو ایمان پر۔ اور جو کوئی دوست رکھے اُن کو تم میں سے تو یہ لوگ وہی ہیں ظالم ﴿۲۳﴾

اُس زمانہ میں روم یعنی قسطنطنیہ کا شہنشاہ تھا اور تمام صوبہ شام پر اس کی حکومت تھی اور اُسی نے ایران میں فارس کو بھی فتح کر چکا تھا اُن لوگوں کے ساتھ لڑائی میں شریک تھی +

سریہ عمرو بن العاص جمادی الآخر سال ہشتم ۶۵

یہ سریہ ذات السلاسل کے نام سے مشہور ہے سلسل ایک چشمہ کا نام تھا وادی القریٰ کے نزدیک مدینہ سے دس منزل پر +

بنی قضاعہ نے کچھ لوگ لڑنے کے لئے جمع کئے تھے۔ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے عمرو بن العاص کو تین سو آدمی دیکر اُس طرف روانہ کیا۔ جب وہ سلاسل کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمنوں نے بہت کثرت سے لوگ جمع کئے ہیں اس کی خبر آنحضرت کو بھیجی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو بھی روانہ کیا اور دو سو آدمی اور بھیجے مگر بنی قضاعہ آخر کار بھاگ گئے اور جمعیت متفرق ہو گئی +

سریہ ابی عبیدہ ابن جراح رجب سال ہشتم ۶۶

اس سریہ کا نام سریہ خبط بھی ہے کیونکہ اُس میں بہ سبب نہ رہنے رسد کے خبط کو جو غالباً کسی درخت کا پھل ہے پانی میں بھگو کر کھایا تھا۔ اسی سریہ میں لوگوں کو دریا کے کنارہ سے ایک بڑی مچھلی ہاتھ آگئی تھی جس کو لوگوں نے کئی دن تک کھایا تھا۔ بخاری نے اس غزوہ کا نام سیف البحر بیان کیا ہے مگر تمام تاریخوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیف البحر جو سال اول میں ہوا تھا وہ علیحدہ سریہ ہے اور یہ علیحدہ سریہ ہے +

اس سریہ میں تین سو آدمی تھے اور دریا کے کنارہ پر چند روز ٹھیرے رہے کسی سے کچھ لڑائی نہیں ہوئی اور سب لوگ واپس آ گئے +

سریہ ابی قتادہ الانصاری شعبان سال ہشتم ۶۷

اس سریہ میں صرف پندرہ آدمی تھے اور بمقام خضرہ جو نجد میں ہے بنی غطفان کے لوگوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ
وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ
وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ
تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا
أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا
حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (۲۴)

کہدے اے پیغمبر اگر ہیں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے
اور تمہارے بھائی اور تمہاری جوروئیں اور تمہارا کنبہ
اور مال جو کمایا ہے تم نے اور سوداگری کہ ڈرتے ہو
اُس کے مندے ہو جانے سے اور گھر جن کو پسند کرتے ہو
زیادہ دوست تمہارے نزدیک اللہ اور اُس کے رسول سے
اور جہاد سے اُس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ
لاوے اللہ اپنا حکم اور اللہ نہیں ہدایت کرتا
فاسقوں کی قوم کو (۲۴)

کی طرف بھیجا گیا تھا کچھ لڑائی ہوئی اور کچھ لوگ قید کر لئے گئے اور دو سو اونٹ اور ہزار بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں +

سریہ ابی قتادہ رمضان سال ہشتم ۶۸

اس سریہ میں صرف آٹھ آدمی تھے اور یہ اضم کی طرف بھیجا گیا تھا جو ایک چشمہ ہے درمیان مکہ اور یمامہ کے اور مدینہ سے تین منزل ہے +

یہ سریہ صرف اس لئے بھیجا گیا تھا کہ قریش مکہ کی کچھ خبر ملے اور نیز مکہ والے خیال کریں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس طرف تشریف لیجاوینگے حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارادہ قریش پر حملہ کرنے کا تھا۔ اُن آٹھ آدمیوں میں محلم بن جثامہ بھی تھا اُس سے ایک شخص نے مسلمانوں کی طرح سلام علیک کی اُس نے اس کو مار ڈالا اس پر خدا تعالےٰ کی خفگی ہوئی اور حکم ہوا جو کوئی مسلمانوں کی طرح سلام علیک کرے اُس کو کافر نہ سمجھو۔ بعض کتابوں میں اس کو ابن ابی حدرد کی طرف منسوب کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے +

غزوہ فتح مکہ رمضان سال ہشتم ۶۹

حدیبیہ میں جو قریش مکہ سے صلح ہوئی تھی اور یہ بات ٹھیری تھی کہ دس برس تک آپس میں لڑائی نہ ہو اور امن رہے اُس وقت یہ بھی معاہدہ ہوا تھا کہ جو قومیں چاہیں اس معاہدہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہو جائیں اور جو قومیں چاہیں قریش کے معاہدہ میں داخل ہو جائیں۔ بنو خزاعہ جو مسلمان ہو گئے تھے یا اسلام کی طرف راغب تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہوئے اور بنو بکر قریش کے معاہدہ میں

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ (۲۵)	بیشک تم کو مدد دی اللہ نے بہت سی جگہوں میں اور حنین کے دن جس وقت تم کو گھمنڈ میں ڈالا تمہاری کثرت نے پھر بے پرواہ نہ رکھی تم کو کچھ بھی اور تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے پھر تم پھر گئے پیٹھ پھیر کر (۲۵)

داخل ہوئے۔ اسلام سے پہلے ان دونوں قوموں میں نہایت عداوت اور جنگ و جدل تھی مگر شروع زمانہ اسلام میں وہ جنگ و جدل موقوف ہو چکی تھی ✦

اس معاہدہ کے بعد بنو بکر نے اور اُن کے ساتھ قریش نے اُس معاہدہ کو توڑ دیا اور نوفل بن معاویۃ الدیلمی ایک جماعت لیکر نکلا اور بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور کچھ آدمی مارے گئے اور باہم لڑائیاں ہوتی رہیں۔ قریش مکہ نے علانیہ بنو بکر کو ہتھیاروں کے بھیجنے سے مدد کی اور قریش کے لوگ بھی خفیہ جا کر لڑائی میں شریک ہوئے۔ منجملہ اُن کے صفوان بن امیہ اور حویطب بن عبد العزیٰ اور مکرز بن حفص بھی تھا بنو خزاعہ نہایت عاجز ہوگئے اور انہوں نے حرم کعبہ میں پناہ لی اور نوفل نے وہاں بھی اُن کا تعاقب کرنا چاہا۔ بنو بکر کے قبیلہ کے لوگوں نے نوفل سے کہا کہ اللہ کے حرم کا پاس کرنا ضرور ہے۔ نوفل نے کہا کہ آج کے دن خدا کوئی چیز نہیں ہے ہم کو اپنا بدلہ لینا چاہئے بنو خزاعہ نے لاچار بدیل بن ورقاء کی پناہ لی اور ایک شخص عمرو بن سالم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عہد کے توڑنے کے حالات بیان کئے اور بنی خزاعہ کی امداد کا خواہاں ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لشکر کے جمع کرنے کا حکم دیا اور قریش سے لڑنے اور اُن کو اُن کی عہد شکنی کی سزا دینے کو آمادہ ہوئے۔ یہ خبر سُن کر ابو سفیان مدینہ میں آیا اور یہ بات چاہی کہ اُس عہد شکنی سے درگذر کی جائے اور پھر نیا عہدنامہ کیا جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منظور نہ فرمایا غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش نے بنو خزاعہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا تھا اور اُن پر بے انتہا زیادتی کی تھی پس ممکن نہیں تھا کہ اُس ظلم سے درگذر کی جاتی اور اُس کی سزا نہ دیجاتی اور تمام خونریزی سے جو بنی خزاعہ نے کی تھی درگذر کر کے نیا عہدنامہ کیا جاتا ✦

تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب ابو سفیان کو معلوم ہوا کہ قریش مکہ پر ضرور لشکر کشی ہوگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو دیکھ کر وہ حیران ہوگیا تو اُس کو یقین ہوا کہ قریش مارے جاوینگے اور مکہ فتح ہو جاویگا غالباً اسی خوف سے اُس نے اپنا مسلمان ہو جانا بھی ظاہر کیا اور شاید دل میں بھی باتیں سُننے سے اور حضرت عباس کی نصیحت سے کچھ کچا پکا مسلمان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ (۲۶)	پھر نازل کی اللہ نے اپنی سکینہ اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور نازل کئے لشکر کہ تم نے اُن کو نہیں دیکھا اور عذاب کیا اُن لوگوں کو جو کافر تھے اور یہی ہے سزا کافروں کی (۲۶)

ہو بھی گیا ہو مگر جب وہ مکہ کو واپس جانے لگا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے کہہ دیا کہ لڑائی کے زمانہ میں جو شخص تیرے گھر میں پناہ لیگا اُس کو امن دیا جاویگا +

غرضکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوچ فرمایا اور تمام لشکر روانہ ہوا۔ جب لشکر قریب مکہ کے پہنچا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مشتہر کر دیا اور مکہ میں بھی لوگوں نے مشتہر کیا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لیگا اور جو شخص حرم کعبہ میں پناہ لیگا اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے اپنے گھر میں بیٹھا رہیگا اُن سب کو امن دیا جاویگا مگر نو آدمیوں کے نام بتائے کہ وہ قتل کئے جاوینگے اُن نو آدمیوں کے یہ نام ہیں (۱) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (۲) عکرمہ بن ابی جہل (۳) عبدالعزےٰ بن خطل (۴) الحارث بن نفیل بن وہب (۵) مقیس بن صبابہ (۶) ہبار ابن الاسود (۷ و ۸) دو گانے والی عورتیں ابن خطل کی (۹) سارہ مولاۃ بنی عبدالمطلب +

غرضکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے فتح عظیم عنایت کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہ فتح و نصرت مکہ میں داخل ہوئے۔ جو تکلیفیں کہ لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دی تھیں اُن کے سبب لوگوں کو خیال تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن کے ساتھ کیا کرینگے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو امن دیا اور کسی سے بدلہ نہیں لیا اور ایک ایسا فصیح اور بلیغ اور رحم کا بھرا ہوا خطبہ پڑھا جو زمانہ میں یادگار رہے +

جن نو آدمیوں کے قتل کا حکم دیا تھا اُن میں سے ابن ابی سرح کو حضرت عثمان لیکر آئے اور امن کی درخواست کی اُس کو امن دیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ عکرمہ بن ابی جہل کو جو مفرور ہو گیا تھا اُن کی جورو نے عرض کیا آپ نے اُس کو بھی امن دیا وہ واپس آیا اور مسلمان ہو گیا۔ ہبار ابن الاسود بھی بھاگ گیا تھا اور یہ وہ شخص تھا جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب کو دھکا دیا تھا اور وہ ایک پتھر پر گر پڑی تھیں اور اسقاط حمل ہو گیا تھا اُس کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امن دیا۔ اور سارہ اور اُن دو گانے والیوں میں سے ایک کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امن دیا اور وہ دونوں مسلمان ہو گئیں۔ اور اُن میں سے صرف چار شخص مارے گئے۔ ایک ابن خطل۔ ایک الحارث۔ ایک مقیس۔ اور ایک دونوں گانے والیوں میں سے۔ عبداللہ ابن خطل پہلے مسلمان ہو گیا تھا پھر مرتد ہو گیا اُس نے حالت اسلام میں ایک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾	پھر معافی کریگا اللہ اس کے بعد جس پر چاہیگا اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ﴿۲۷﴾

مسلمان غلام کو مار ڈالا تھا اور اُس کا خون اُس پر تھا۔ اور مقیس بن صبابہ بھی پہلے مسلمان ہو گیا تھا پھر مرتد ہو گیا تھا اور کافروں سے جا ملا تھا اور اُس نے ایک انصاری کو مار ڈالا تھا اور اُس کا خون اُس پر تھا۔ الحارث اور اُن دونوں گانے والیوں میں سے ایک گانے والی کے مارے جانے کی وجہ ہم کو معلوم نہیں ہوئی۔ بعض علما سے مَیں نے سُنا کہ اُن دونوں کو بھی بعوض کسی خون کے قصاصاً مار ڈالا گیا اِلّا ہم کو کہیں اس کی تصریح نہیں ملی۔ مگر یقین ہے کہ ان دونوں پر کوئی ایسا جرم تھا کہ جس کی سزا بجز قتل کے اَور کچھ نہ تھی خصوصاً اُن دونوں گانے والیوں میں سے ایک کے مارے جانے کی ضرور کوئی ایسی وجہ ہوگی جس سے اُس کا قتل کرنا لازمی ہوگا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ ہدایت تھی کہ کوئی عورت بجز قصاص کے اَور کسی طرح پر نہ ماری جاوے۔

فتح مکہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ "فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا" جس نے تمام انسانوں کو لونڈی اور غلام ہونے سے آزادی دی ہے اور لڑائی کے تمام قیدیوں کی جانوں کو بچایا ہے کہ اس کے بعد لڑائی کا کوئی قیدی قتل نہیں ہو سکتا اور کوئی قیدی زن و مرد لڑکا اور لڑکی لونڈی اور غلام نہیں بنائے جا سکتے اور لڑائی کے قیدیوں کے ساتھ بجز اس کے کہ اُن پر احسان کر کے یا فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام کے لئے یہ ایک ایسا فخر ہے کہ کسی اَور مذہب کے لئے نہیں ہے ✦

۷۰ سریہ خالد بن الولید رمضان سال ہشتم

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو عزّےٰ بت کے توڑنے کیلئے جو بنی کنانہ کا بُت تھا بھیجا اور وہ توڑ کر چلے آئے ✦

۷۱ سریہ عمرو بن العاص رمضان سال ہشتم

سواع جو ہذیل کی قوم کا ایک بت مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا اُس کے توڑنے کو عمرو بن العاص مقرر ہوئے اور وہ توڑ کر چلے آئے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾	اے لوگو جو ایمان لائے ہو اس کے سوا کچھ نہیں کہ مشرک نجس ہیں پھر نزدیک نہ آویں مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کے اُن کے اس برس کے بعد ۔ اور اگر تم ڈرتے ہو مفلسی سے تو وہ تمہارے کریگا تم کو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہیگا ۔ بیشک اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ﴿۲۸﴾

سریہ سعد بن زید الاشہلی رمضان سال ہشتم ۷ھ

مناۃ جو ایک نہایت مشہور بُت ہے بنی اوس اور خزرج کا مسلل میں تھا اُس کے توڑنے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سعد کو مقرر کیا اور وہ بیس سوار لیکر وہاں گئے اور اُس کو توڑ کر چلے آئے ۔

ان بتوں کے توڑنے کے وقت جو قصے کتابوں میں لکھے ہیں وہ محض کہانیاں ہیں اور نہ اُن کی کوئی معتبر سند ہے اور مطلق اعتبار کے لائق نہیں ہیں ۔

سریہ خالد بن ولید شوال سال ہشتم ۷ھ

جب کہ خالد بن ولید عزیٰ بت کو توڑ کر مکہ میں واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو پچاس آدمیوں کے ساتھ اُن کو بنی جذیمہ کی طرف اسلام کی ہدایت کرنے کے لئے بھیجا لڑنے کیلئے نہیں بھیجا تھا ۔ مگر بنی جذیمہ پہلے سے مسلمان ہو گئے تھے اور اُنہوں نے ایک آدھ مسجد بھی اپنے ہاں نماز پڑھنے کے لئے بنالی تھی مگر وہ ہتھیار بند ہو کر مقابلہ کو آئے ۔ جب اُن سے پوچھا کہ تم مسلح ہو کر کیوں آئے ہو تو اُنہوں نے کہا کہ عرب کی ایک قوم سے اور ہم سے دشمنی ہے ہم کو خوف ہوا کہ وہی قوم ہم پر چڑھ کر نہ آئی ہو اُن سے کہا گیا کہ ہتھیار رکھ دو اُنہوں نے ہتھیار رکھ دیئے ۔

جب اُن سے پوچھا گیا کہ تم مسلمان ہو گئے ہو تو اُنہوں نے بجائے اس کے کہ کہتے "اسلمنا" اُنہوں نے کہا "صبانا صبانا" ۔ اس کہنے سے اُن کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے اپنا پہلا مذہب چھوڑ دیا ہے لیکن جب کوئی مسلمان اس لفظ کو کہے تو اس کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہم کافر ہو گئے ہیں ۔ چنانچہ مسلمانوں نے بھی اس کا مطلب سمجھا اور اُن کو قید کر لیا اور رات کے وقت مسلمانوں کے ہر گروہ نے علحدہ علحدہ چند چند قیدی اپنی اپنی حفاظت میں کر لئے صبح کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾	مارو اُن لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ اخیر دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اُس کو جسے حرام کیا ہے اللہ نے اور اُسکے رسول نے اور نہ دین میں آتے ہیں دین حق کے اُن لوگوں میں سے جن کو دی گئی ہے کتاب یہاں تک کہ دیویں جزیہ اپنے ہاتھ سے اور وہ چھوٹے ہوکر (یعنی دبے ہوئے) رہیں ﴿۲۹﴾

خالد ابن ولید نے حکم دیا کہ جس کے پاس جو قیدی ہیں اُن کو مار ڈالے۔ بنو سلیم کے پاس جتنے قیدی تھے اُن کو اُنہوں نے مار ڈالا۔ مگر مہاجرین اور انصار کے پاس جس قدر قیدی تھے اُنہوں نے قتل نہیں کیا بلکہ اُن سب کو چھوڑ دیا جب یہ خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی تو آپ خالد بن ولید کے کام سے نہایت ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ اے خدا جو کچھ خالد نے کیا میں اس سے بری ہوں اور حضرت علی مرتضے کو مقرر فرمایا کہ جو لوگ مارے گئے ہیں اُن کی دیت ادا کریں ✦

غزوہ حنین یا غزوہ اوطاس یا غزوہ ہوازن شوال سال ہشتم ۸ھ

حنین اور اوطاس دو مقاموں کا نام ہے جو مکہ اور طائف کے بیچ میں ہیں اور ہوازن کی قوم سے اس مقام پر لڑائی ہوئی تھی اسی سبب سے اس غزوہ کے یہ نام ہوئے ہیں ✦

فتح مکہ کے بعد مالک ابن عوف نضری نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لئے لوگوں کو جمع کیا اور ہوازن اور بنی ثقیف اور بنی مضر اور بنی جشم اور کچھ لوگ بنی ہلال کے اور آور بہت سے لوگ مختلف قبائل کے اُس کے پاس جمع ہو گئے۔ یہ خبر سُنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی لڑائی کی تیاری کی اور بارہ ہزار آدمیوں کا لشکر لیکر کوچ فرمایا۔ مالک ابن عوف نضری بھی اپنا لشکر لیکر چل چکا تھا اور اوطاس کے میدان میں پہنچ گیا تھا۔ وہ ایک ایسی تنگ اور پتھریلی اور رتیلی زمین تھی کہ وہاں گھوڑوں کا جانا اور لڑنا نہایت مشکل تھا۔ اُنہوں نے وہیں اپنا لشکر ڈالا اور اُس کے گڑھوں میں اور اُن تنگ رستوں کے اِدھر اُدھر جن میں گذرنا نہایت مشکل تھا چھپ بیٹھے ✦

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لشکر جب وہاں پہنچا تو بغیر ترتیب لڑائی کے اور بغیر کسی خیال کے اُس دشوار گذار رستہ میں سے گذرنا شروع کیا اور کچھ لوگ اُس سے آگے بڑھ گئے اور ہوازن والوں کی جہاں بھیڑ اور عورتیں اور مال و اسباب تھا اُس طرف جانے کا ارادہ کیا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ (۳۰)	اور کہا یہود نے کہ عزیر بیٹا اللہ کا ہے اور کہا نصاریٰ نے کہ مسیح بیٹا اللہ کا ہے یہ ہے اُن کا کہنا اپنے مُنہوں سے مشابہ ہوگئے ہیں اُن لوگوں کی بات سے جو کافر ہوئے اس سے پہلے مارے اُن کو اللہ کس طرح بھٹکائے جاتے ہیں (۳۰)

اُس وقت دشمن اپنے کمینگاہوں میں سے جہاں وہ چھپے ہوئے تھے نکل پڑے اور دفعتہً سب نے ملکر حملہ کیا اور مارنا اور قتل کرنا شروع کیا۔ مسلمانوں کے لشکر میں نہایت ابتری پڑی اور لوگ بھاگ نکلے یہاں تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی بہت تھوڑے آدمی رہگئے۔ غالباً لوگوں کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی قتل ہوگئے۔ جب یہ حال دیکھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک طرف اونچی جگہ پر جا کھڑے ہوئے اور لوگوں کو پکارا کہ میں موجود ہوں اور حضرت عباس نے بھی نہایت بلند آواز سے لوگوں کو ڈانٹا اور کہا کہ کہاں بھاگے جاتے ہو۔ حضرت عباس نے یہ بھی کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اُن کا یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل ہو جانیکا خیال کیا تھا۔ غرضکہ سب لوگ پھر پڑے اور اکٹھے ہوگئے اور نہایت سخت لڑائی کے بعد دشمنوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ نکلے ♦

سریہ ابی عامر الاشعری شوال سال ہشتم ۸ ھ

اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو عامر اشعری کو اُن لوگوں کے تعاقب میں بھیجا جو اوطاس کی جانب بھاگے تھے اُن لوگوں سے بھی کچھ لڑائی ہوئی اور ابو عامر ایک تیر کے زخم سے مرگئے۔ اور مالک بن عوف نے ثقیف کے ایک قلعہ میں جاکر پناہ لی اور بہت سے قیدی اور مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا قیدیوں کی تعداد چھ ہزار لکھی ہے اور اونٹوں اور بکریوں کی تعداد بہت زیادہ بیان کی گئی ہے ♦

قیدیان حنین کی رہائی ۸ ھ

کئی دن بعد ہوازن کے لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور چاہا کہ اُن کے تمام قیدی "منّ" یعنی احسان رکھکر بغیر کسی معاوضہ لینے کے چھوڑ دئیے جائیں یہ بات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾	اُنہوں نے پکڑ لیا ہے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو پروردگار اللہ کے سوا اور مسیح بیٹے مریم کو اور اُن کو نہیں حکم کیا گیا بجز اس کے کہ پوجیں اللہ واحد کو نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ ۔ پاک ہے وہ اس سے کہ اس کا شریک ٹھیرلتے ہیں ﴿۳۱﴾

کسی قدر مشکل تھی کیونکہ تمام لڑنے والوں کا جیسا حق غنیمت کے مال میں حصہ لینے کا تھا ویسا ہی اُن قیدیوں کے معاوضہ میں فدیہ لینے کا حق تھا اور وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ فدیہ نہ دے سکتے ہوں ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قیدیوں کو بغیر فدیہ لئے چھوڑ دینے کی خواہش رکھتے تھے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل نماز کے وقت سب لوگ آؤ ۔ غالباً یہ اس لئے فرمایا کہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہونگے اور جب نماز ہو چکے تو تم قیدیوں کے چھوٹنے کی درخواست کرو ۔ اُن لوگوں نے اسی طرح پر کیا ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ کہ میرا اور بنی عبدالمطلب کا ہے یعنی اُن کا حصہ ہے وہ تمہارے لئے ہے ۔ مہاجرین اور انصار نے کہا کہ جو ہمارا حصہ ہے وہ بھی رسول اللہ کے لئے ہے ۔ بعض لوگوں نے اس طرح پر قیدیوں کے دے دینے سے انکار کیا مگر آخر کو سب لوگ راضی ہو گئے اور تمام قیدی بغیر معاوضہ لئے احساناً چھوڑ دئے گئے ◆

سریہ طفیل بن عمرو الدوسی شوال سال ہشتم ۷۷

ذوالکفین نام لکڑی کا ایک بت عمرو بن حممہ کا تھا اس کے توڑنے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے طفیل ابن عمرو کو روانہ کیا وہ وہاں گئے اور اس بت کو توڑ دیا اور جلا دیا ◆

غزوہ طائف شوال سال ہشتم ۷۸

حنین سے واپس آنے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے طائف کی طرف کوچ فرمایا کیونکہ بنی ثقیف نے طائف کے قلعوں میں جا کر پناہ لی تھی اور لڑائی کا سامان کیا تھا ۔ ایک مہینہ تک یا کچھ زیادہ طائف کا محاصرہ رہا اور لڑائی بھی ہوتی رہی مگر ابھی فتح نہیں ہوئی تھی کہ ذیقعدہ کا مہینہ کا چاند دکھائی دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عمرہ ادا کرنا منظور تھا اس لئے محاصرہ اٹھا لیا اور فرمایا کہ ماہ حرم گذر جانے کے بعد پھر آ جاؤنگا اور مکہ کو واپس تشریف لائے اور عمرہ ادا کرنے کے بعد مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے ◆

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾	چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے اور انکار کرتا ہے اللہ مگر یہ کہ پورا کرے اپنے نور کو اور گو بُرا کرو جانیں کافر ﴿۳۰﴾

کئی مہینوں کے بعد طائف کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم کو آنحضرت صلعم سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے بہتر ہے کہ ہم اطاعت قبول کریں۔ پھر انہوں نے چھ شخصوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں بھیجا اور چند باتوں پر صلح چاہی ایک یہ کہ "لات" جو اُن کا بُت ہے وہ تین برس تک نہ توڑا جاوے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منظور نہ فرمایا تو اُنہوں نے چاہا کہ ایک برس تک نہ توڑا جاوے جب اس کو بھی منظور نہ فرمایا تو انہوں نے چاہا کہ ایک مہینے تک جب سے کہ یہ لوگ واپس جاویں نہ توڑا جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی نامنظور فرمایا۔ دوسرے یہ کہ اُن کیلئے نماز معاف کر دیجائے۔ حضرت نے فرمایا کہ جس دین میں نماز نہیں ہے اُس میں کچھ بھلائی نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ اپنے بت اپنے ہاتھوں سے نہ توڑیں۔ چوتھے یہ کہ جو عامل محصول وصول کرنے کے لئے مقرر ہو اُس کے سامنے وہ نہ بلائے جائیں اور نہ اُن کی زمینوں کا عشر لیا جاوے اور نہ کوئی جرمانہ۔ ان پچھلی دو شرطوں کو آپ نے منظور فرمایا اور اسی پر صلح ہو گئی ✦

بھیجا جانا ابوسفیان ابن حرب ومغیرہ بن شعبہ کا واسطے توڑنے لات کے طائف کو ۷۹

اس صلح کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ کو طائف میں لات بت کے توڑنے کے لئے بھیجا اور مغیرہ بن شعبہ نے اپنے ہاتھ سے اُس کو توڑ دیا۔ جب وہ توڑا جاتا تھا تو بنی ثقیف کی عورتیں اُس کے گرد جمع ہو گئی تھیں اور لات کی موت پر گریہ وزاری کرتی تھیں ✦

سریہ عیینہ بن حصن الفزاری محرم سال نہم ۸۰

اس سریہ میں پچاس سوار تھے اور بنی تمیم پر جنہوں نے ابھی تک اطاعت نہیں قبول کی تھی بھیجا گیا تھا وہ لوگ جنگل میں اپنے مویشی کو چرا رہے تھے کہ دفعۃً عیینہ مع اپنے سواروں کے ان پر جا پڑے وہ لوگ بھاگ گئے اور گیارہ مرد اور اکیس عورتیں اور تیس بچے گرفتار ہوئے اُن کو مدینہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (۳۳)	وہ وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ اُس کو غالب کرے اوپر ہر دین کے اور گو کہ کروہ جانیں مشرک (۳۳)

میں لے آئے ❖

اس کے بعد بنی تمیم کے چند سردار ملکر مدینہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اطاعت قبول کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام قیدیوں کو "منّاً" یعنی بغیر کسی معاوضہ کے اُن کو دیدیا ❖

سریہ قطبہ بن عامر بن حدیدہ صفر سال نہم ۸۱

یہ سریہ قبیلہ خثعم پر بھیجا گیا تھا۔ اور قیس لکھتے ہیں کہ اس سریہ کو حکم تھا کہ بنی خثعم کو لوٹ لیں مگر کسی نے نہیں لکھا کہ ایسا حکم دینے کی کیا وجہ تھی۔ وہ قبیلہ کچھ مالدار نہ تھا نہ اُن کے پاس بہت سا اسباب یا مویشی تھے کہ کوئی بدظنی سے کہسکے کہ مال اور لوٹ کے لالچ سے ایسا حکم دیا تھا۔ بہرحال اگر درحقیقت ایسا حکم دیا گیا تھا تو ضرور اُس کے لئے کوئی جائز سبب ہوگا۔ اس سریہ میں کل بیس آدمی بھیجے گئے تھے اور جو واقعہ ہوا اُس کا بیان بھی مختلف ہے۔ زاد المعاد میں لکھا ہے کہ قبیلہ خثعم کے گاؤں کا ایک آدمی ملا اُس سے کچھ حال پوچھا وہ چلایا غالباً اس غرض سے کہ گاؤں والوں کو خبر ہو جاوے اُس کو لوگوں نے مار ڈالا۔ مگر مواہب لدنیہ میں اُس کے قتل ہونے کا کچھ ذکر نہیں۔ پھر زاد المعاد میں لکھا ہے کہ رات کو سوتے میں گاؤں پر حملہ کیا مگر مواہب لدنیہ میں رات کو حملہ ہونا بیان نہیں ہوا ❖

بہرحال یہ لوگ اُس گاؤں پر جا پڑے گاؤں والے خوب لڑے اور طرفین کے آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے اور کچھ بھیڑ بکریاں جو ہاتھ لگیں اور کچھ عورتیں جو گرفتار ہوئیں تھیں اُن کو مدینہ میں لے آئے۔ کسی نے نہیں لکھا کہ اُن عورتوں کی نسبت کیا ہوا اور اُس کا ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ چھوڑ دی گئیں کیونکہ اگر وہ بطور لونڈیوں کے تقسیم کی جاتیں تو اس کا ضرور ذکر ہوتا ❖

سریہ ضحاک بن سفیان الکلابی ربیع الاول سال نہم ۸۲

یہ سریہ بنو کلاب پر بھیجا گیا تھا اُنہوں نے بھی اطاعت نہیں کی تھی۔ وہاں پہنچ کر اول اُن کو مسلمان ہوجانے کو سمجھایا گیا اُنہوں نے نہ مانا اور لڑے اور شکست کھا کر بھاگ گئے ❖

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٤﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿٣٥﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو بیشک بہت سے یہودی عالموں میں سے اور عیسائی درویشوں میں سے کھاتے ہیں لوگوں کے مال دغا سے اور روکتے ہیں اللہ کے رستہ سے۔ اور وہ لوگ جو خزانہ میں رکھتے ہیں سونے اور چاندی کو اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں تو مژدہ دے اُن کو دکھ دینے والے عذاب کا ﴿٣٤﴾ جس دن کہ گرم کیا جاویگا اُن پر دوزخ کی آگ میں تو اس سے داغی جاوینگی اُن کی پیشانیاں اور اُن کی پسلیاں اور اُن کی پیٹھیں۔ یہ ہے جو خزانہ میں رکھا تھا تم نے اپنے لئے پھر چکھو جو کچھ کہ تم خزانہ میں رکھتے تھے ﴿٣٥﴾

سریہ عبداللہ ابن حذافہ یا سریہ علقمہ بن المحزز المدلجی ربیع الاول سال نہم ٨٤

اس بات میں اختلاف ہے کہ اس سریہ کے سردار عبداللہ تھے یا علقمہ۔ سیرت ہشامی میں لکھا ہے کہ علقمہ کے بھائی وقاص بن محزز المدلجی ذو قرد کی لڑائی میں مارے گئے تھے اس لئے علقمہ نے آنحضرت سے اجازت چاہی کہ وہ حبشہ کی قوم سے جنہوں نے اُن کو مارا تھا اُن کے خون کا بدلہ لے۔ اور کچھ عجب نہیں ہے کہ آنحضرت نے پہلے عبداللہ کو سردار قرار دیا ہو اور پھر علقمہ کو سردار کر دیا یہ سریہ قوم حبشہ کی طرف بھیجا گیا تھا جن کی بغرض فساد کے جمع ہونے کی خبر پہنچی تھی تین سو آدمی اس سریہ میں تھے۔ یہ لوگ دریا کی طرف جمع تھے اور جب علقمہ دریا کے ایک جزیرے میں جا کر اُترے تو وہ لوگ بھاگ گئے اور علقمہ معہ اپنے لوگوں کے بغیر کسی جنگ کے واپس آ گئے ✦

سریہ حضرت علی بن ابی طالب الی بنی طے سال نہم ٨٥

قبیلہ بنی طے کا سردار عدی بن حاتم تھا اور اس قبیلہ میں بطور بادشاہ کے سمجھا جاتا تھا اور سب سے زیادہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ناپسند کرتا تھا اور کسی قسم کی اطاعت بھی نہیں کی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضے کو متعین کیا کہ اُس قبیلہ میں جاویں اور اُن کے پوجنے کا بت جس کا نام فلس تھا توڑ دیں یہ بت حاتم کے محلہ میں تھا۔ یہ لوگ دفعتہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۳۶﴾ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۳۷﴾

بیشک گنتی مہینوں کی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جس دن پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو ان میں سے چار (مہینے) حرام ہیں یہ ہے دین درست۔ پھر نہ ظلم کرو ان میں اپنے پر اور سارے مشرکوں کو اکٹھے ہو کر جس طرح کہ وہ تم کو لڑتے ہیں اکٹھے ہو کر اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (۳۶) اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ نسی (یعنی آگے بڑھا دینا یا پیچھے ہٹا دینا ان چار مہینوں میں سے کسی مہینے کا) زیادتی ہے کفر میں اس سے گمراہ کئے جاتے ہیں لوگ جو کافر ہیں حلال کر لیتے ہیں اس کو ایک برس اور حرام کر لیتے ہیں اس کو کسی اور برس تاکہ برابر کر لیں گنتی اسکی جو حرام کیا ہے اللہ نے پھر حلال کر لیتے ہیں اس کو جسے حرام کیا ہے اللہ نے اچھے دکھائے گئے ہیں انکے لئے انکے برے اعمال اور اللہ نہیں ہدایت کرتا قوم کافروں کو (۳۷)

وہاں پہنچے عدی ابن حاتم بھاگ گیا اور ان لوگوں نے اس محلہ کو گھیر لیا اور لوٹ لیا اور بت کو توڑ ڈالا اور کچھ قیدی پکڑ لئے اور مدینہ میں واپس چلے آئے۔ انہیں قیدیوں میں حاتم کی بیٹی بھی تھی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس طرف گذرے تو حاتم کی بیٹی نے اپنا حال عرض کیا آپ نے کہا کہ عدی تیرا بھائی ہے جو بھاگ گیا ہے اور کچھ جواب نہیں دیا۔ دوسرے دن پھر اس نے کہا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میں اس بات کا منتظر ہوں کہ کوئی شخص تیری قوم کا ملے تو میں اس کو تیرے ساتھ کر کے آرام سے تیرے گھر تجھ کو بھیجدوں۔ عدی اس کا بھائی عیسائی تھا اور شام کی طرف بھاگ گیا تھا۔ انہیں دنوں میں ایک قافلہ شام کو جاتا تھا۔ حاتم کی بیٹی نے درخواست کی کہ اس کو اس قافلہ کے ساتھ شام میں اس کے بھائی کے پاس بھیجدیا جاوے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منظور کیا اور اس کو زاد راہ اور کپڑے عطا کئے اور روانہ کردیا وہ اپنے بھائی پاس پہنچ گئی۔ اس کے چند روز بعد عدی ابن حاتم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور مسلمان ہوگیا اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ قبیلہ طے کے جس قدر قیدی تھے وہ سب چھوڑ دئے گئے +

غزوہ تبوک رجب ۹ ہجری

تبوک۔ ایک قصبہ ہے شام اور وادی القرے کے درمیان +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ڏ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـــًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیا ہو گیا ہے تم کو جب تم کو کہا جاتا ہے کہ نکلو اللہ کی راہ میں تم بوجھل ہو کر جھکے پڑتے ہو زمین کی طرف۔ کیا تم راضی ہو دنیا کی زندگی کے ساتھ آخرت (کی زندگی) سے۔ پھر نہیں ہے متاع دنیا کی زندگی کا آخرت میں مگر تھوڑا ﴿۳۸﴾ اگر تم نہ نکلو گے عذاب کریگا تم کو ایک عذاب بہت دکھ دینے والا اور بدل دیگا ایک قوم کو تمہارے سوا اور اس کو نہ ضرر پہنچاؤ گے کچھ بھی اور اللہ ہر چیز کے قدرت رکھنے والا ہے ﴿۳۹﴾ اگر تم اس کی (یعنی پیغمبر کی) مدد نہ کرو گے (تو کیا پرواہ ہے) تو بیشک اس کی مدد کی ہے اللہ نے جب اس کو نکالا ان لوگوں نے جو کافر ہیں۔ دوسرا دو میں سے[1] جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب کہتا تھا اپنے ساتھی کو غمگین مت ہو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اتاری اللہ نے اپنی سکینہ اس پر اور اس کی تائید کی لشکروں سے کہ ان کو تم نے نہیں دیکھا اور کیا ان لوگوں کے بول کو نیچا اور اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب ہے حکمت والا ﴿۴۰﴾

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی تھی کہ اہل روم نے شام میں بہت کثرت سے لوگ جمع کئے ہیں اور ہرقل نے ایک برس کے خرچ کے لائق رسد ان کو دیدی ہے اور بنی لخم اور بنی جذام اور بنی عاملہ اور بنی غسان سب ان کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں۔ اہل روم سے مراد ہرقل کے لشکر سے ہے جو قسطنطنیہ کا شہنشاہ تھا اور شام اسی کے تحت حکومت میں تھا اور اسی زمانہ کے قریب اس نے ایران کو بھی فتح کر لیا تھا۔ اس خبر پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی لوگوں کے جمع ہونے اور لڑائی کا سامان مہیا کرنے کا حکم دیا اور مدینہ سے معہ لشکر کے روانہ ہوئے مگر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تبوک میں پہنچے تو جس قدر مجمع کی خبر سنی تھی اس قدر کا

[1] جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق بھی ساتھ تھے جبل ثور کے غار میں چھپ رہے تھے اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

نکلو خواہ ہلکے ہو کر اور خواہ بوجھل ہو کر اور جہاد کرو اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں یہ بہتر تمہارے لئے اگر تم جانتے ہو ﴿۴۱﴾ اگر ہوتا مال قریب اور سفر ہلکا تو البتہ تیری پیروی کرتے لیکن دور آن پڑی سخت رستہ کی مسافت اور وہ قسم کھائینگے اللہ کی کہ اگر ہم کرسکتے تو ہم نکلتے تمہارے ساتھ۔ ہلاک کرتے ہیں اپنے آپ کو اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک وہ جھوٹے ہیں ﴿۴۲﴾ معاف کرے اللہ تجھ کو کیوں اجازت دی تو نے ان کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے تجھ کو وہ لوگ جو سچ کہتے ہیں اور تو جان لیتا جھوٹ بولنے والوں کو ﴿۴۳﴾

مجمع ہونا صحیح نہیں تھا۔ بہرحال آپ نے تبوک میں قیام فرمایا۔ یوحنا بن روبہ جو ایلہ کا سردار اور عیسائی تھا۔ اور اذرح اور جربا اور مقنا کے لوگ وقتاً فوقتاً آئے اور جزیہ دینے پر راضی ہوئے اور اُن کو عہدنامہ لکھ دیا گیا۔ یوحنا کے نام ایلہ والوں کے لئے جو فرمان لکھا گیا تھا اُس کا یہ مطلب تھا کہ " ایلہ والوں کو خدا اور رسول خدا نے پناہ دی ہے اُن کی کشتیوں کو اُن کے مسافروں کو خشکی و تری میں اُن کے لئے اللہ و رسول کی ذمہ داری ہے اور جو لوگ اہل شام و اہل یمن اور اہل بحیرہ اُن کے ساتھ ہوں وہ بھی اُن کے ساتھ امن میں ہیں اور اگر اُن سے کوئی نئی بات پیدا ہوگی (یعنی دشمنی و عداوت کی) تو اُن کا مال (یعنی جزیہ دینا) اُنکو بچا نہیں سکے گا اور ہر ایک شخص کو اُن کا پکڑ لینا جائز ہوگا اور (اس حالت کے سوا) کسی کو جائز نہیں ہے کہ جہاں وہ جانا چاہیں اور جس رستہ سے جانا چاہیں تری کے یا خشکی کے اُن کو منع کرے " غالباً اسی قسم کا یا اُس کی مانند باقی لوگوں سے بھی جنہوں نے جزیہ قبول کیا تھا معاہدہ ہوا ہوگا ۔

دومۃ الجندل کا سردار جس کا نام اکیدر بن عبدالملک تھا اور اُس نواح کا بادشاہ سمجھا جاتا تھا اور عیسائی مذہب رکھتا تھا اور کندی قوم کا تھا جو عرب کی ایک قوم ہے حاضر نہیں ہوا اُس کے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو روانہ کیا۔ وہ اپنے محل سے مع اپنے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ
فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَوْ
اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً
وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ
وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾
لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ
اِلَّا خَبَالًا وَّلَا۠اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ
يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ
لَهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾
لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ
قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ
الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ
كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾

تجھ سے اجازت نہیں چاہتے وہ لوگ جو ایمان لائے
ہیں اللہ پر اور آخیر دن پر کہ جہاد کریں اپنے مالوں سے
اور اپنی جانوں سے اور اللہ جاننے والا ہی پرہیزگاروں
کو ﴿۴۴﴾ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اجازت چاہتے ہیں تجھ سے
وہ لوگ جو نہیں ایمان لائے اللہ پر اور آخیر دن پر اور
دھڑ دھڑ کرتے ہیں انکو دل سو وہ اپنے شک میں متردد رہتے
ہیں ﴿۴۵﴾ اور اگر ارادہ کرتے ہیں نکلنے کا تو تیار کرتے اسکو
لئے یعنی سفر کے لئے سامان لیکن ناپسند کیا اللہ نے
انکا اٹھانا پھر باندھ دیا انکو اور کہا گیا بیٹھ رہو بیٹھ رہنے
والوں کے ساتھ ﴿۴۶﴾ اگر وہ نکلتے تم میں (ملکر) تو کچھ نہ
زیادہ کرتے تم کو مگر فساد کو اور البتہ سواریاں انکو (یعنی انکو
اور گھوڑوں کو) دوڑاتے پھرتے درمیان تمہارے چاہتے تمہارے
لئے فتنہ اٹھانے کو اور تم میں ہیں کتنے سننے والے انکے لئے
اور اللہ جاننے والا ہے ظالموں کو ﴿۴۷﴾ بیشک انہوں نے چاہا تھا
فتنہ اٹھانے کو اس سے پہلے اور الٹ دیا تھا تیرے لئے کاموں کو
یہاں تک کہ آیا حق (یعنی جو حق بات تھی وہ واقع ہوئی) اور
ظاہر ہوا خدا کا حکم اور وہ کراہیت کرنے
والے تھے ﴿۴۸﴾

بھائی حسان کے گھوڑوں پر سوار ہوکر نکلا اور اس کے ساتھ اس کے سوار بھی تھے خالد کے سواروں
سے مقابلہ ہوا حسان اس کا بھائی مارا گیا اور اکیدر گرفتار ہوگیا جب اس کو آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم پاس لائے تو اس نے بھی جزیہ دینے پر صلح کرلی اور اس کو چھوڑدیا۔ اور غزوہ تبوک
ختم ہوگیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینے کو واپس تشریف لے آئے ✦

تبوک ہی کے مقام سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل شہنشاہ روم کے نام خط
روانہ کیا اور اپنا ایلچی بھیجا جسکی نسبت مؤرخین نے اپنی معروف و مشہور تاریخ میں یہ فقرہ لکھا
ہے کہ جب ہرقل جنگ فارس سے تو زک اور شان کے ساتھ لوٹا تو اس نے مقام حمص میں
محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ایلچیوں میں سے ایک کی ضیافت کی جو روئے زمین کے شہزادوں
اور اقوام کو دین اسلام کی دعوت کرتے پھرتے تھے۔ اسی بناء پر عرب لوں نے تعصب سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَ
لَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۗ
وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿٤٩﴾
إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ
وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ
أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا
وَهُمْ فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَنْ
يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ
مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ
بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ
نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ
بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ
فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾
قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَّلَ
مِنْكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا
فَاسِقِينَ ﴿٥٣﴾

اور ان میں سے وہ ہے جو کہتا ہے کہ اجازت دے
مجھ کو اور نہ فتنہ میں ڈال مجھ کو، خبردار ہو کہ وہ فتنہ میں
پڑے ہیں اور بے شک جہنم البتہ گھیرنے والی ہے کافروں کو (۴۹)
اگر پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی تو ان کو بری لگتی ہے اور
اگر پہنچے تجھ کو کوئی مصیبت تو کہتے ہیں بیشک لے لیا
ہم نے اپنا کام اس سے پہلے اور پھر جاتے ہیں اور وہ
خوش ہوتے ہیں (۵۰) کہدے اے پیغمبر کہ ہرگز نہیں
پہنچے گا ہم کو مگر وہ جو کچھ دیا ہے اللہ نے ہمارے لیے
وہی ہمارا کام بنانے والا ہے اور اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے
ایمان والوں کو (۵۱) کہدے اے پیغمبر (کافروں سے) کہ تم نہیں [illegible]
ہمارے لیے مگر دو بھلائیوں میں سے ایک کے (یعنی
فتح یا شہادت) اور ہم منتظر ہیں تمہارے لیے کہ تم پر ڈالیگا
اللہ عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے پس انتظار
کرو ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں (۵۲) کہدے
اے پیغمبر (منافقوں سے) کہ تم خرچ کرو خوشی سے
یا ناخوشی سے ہرگز نہ قبول کیا جاویگا تم سے بیشک
تم ہو ایک قوم فاسقوں کی (۵۳)

یہ خیال کیا کہ اس عیسائی بادشاہ نے خفیہ اسلام قبول کر لیا۔ اُدھر یونانی یہ شیخی بگھارتے ہیں کہ ہرقل سے خود بادشاہ مدینہ (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) نے آکر ملاقات کی اور روم کے بادشاہ یعنی ہرقل نے فیاضی سے صوبہ شام میں ایک عمدہ مقام آپ کو عطا کیا۔ مسٹر گبن نے بھی یہ مضمون یونانیوں کی نسبت بطور طعن کے لکھا ہے اور ہر مورخ سمجھ سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہرقل کے پاس تشریف لیجانا اور اُس کا کسی زمین کو دینا محض غلط ہے مگر ایشیا کے مورخوں اور رومی مورخوں کے بیان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کا ہرقل سے ملنا اور اُس کا ایلچی کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنا ثابت ہوتا ہے۔

بحث نسبت جزیہ

جو لوگ مسلمان نہیں ہوتے تھے اور اپنے قدیم مذہب پر قائم رہتے تھے اُن پر جزیہ مقرر

وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ ﴿٥٤﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿٥٥﴾ وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴿٥٦﴾ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿٥٧﴾ وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿٥٨﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿٥٩﴾

اور نہیں مانع ہوا اُن کو کہ قبول کیے جاویں اُن کے خرچ کیے ہوئے مگر یہ کہ اُنہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اُس کے رسول کے ساتھ اور نہیں آتے نماز کو مگر ایسی حالت میں کہ وہ کاہلی کرتے ہوتے ہیں اور نہیں خرچ کرتے مگر ایسی حالت میں کہ وہ کراہت کرتے ہوتے ہیں (۵۴) پھر نہ تعجب میں ڈالیں تجھ کو اُن کے مال اور نہ اُن کی اولاد اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ ارادہ کرتا ہے کہ اُن کو عذاب دے اُنہیں سے دنیا کی زندگی میں اور نکل جاویں اُن کی جانیں اور وہ کافر ہوں (۵۵) اور وہ قسم کھاتے ہیں اللہ کی کہ بیشک وہ تم میں سے ہیں اور وہ نہیں ہیں تم میں سے ولیکن وہ ایک قوم ہیں کہ ڈرتے ہیں (۵۶) اگر وہ پاویں کوئی جائے پناہ یا پہاڑ کی کھوئیں یا اور کوئی جگہ گھس جانے کی تو البتہ پلٹ جاویں اُس کی طرف اور وہ ڈگیں بھرتے جاتے ہوں (۵۷) اور اُن میں سے وہ ہیں جو تجھ پر عیب پکڑتے ہیں خیرات بانٹنے میں پھر اگر اُن میں سے اُنکو دیا جاوے تو راضی ہوں اور اگر اُس میں سے نہ دیا جاوے تو یکایک وہ غصہ ہو جاتے ہیں (۵۸) اور اگر وہ راضی ہوتے اُس پر جو دیا ہے اُنکو اللہ نے اور اُسکے رسول نے اور کہتے کافی ہے ہم کو اللہ اور دیدیگا ہم کو اللہ اپنے فضل سے اور اُسکا رسول بیشک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں (۵۹)

ہوتا تھا اُس کا مقصد سمجھنے میں لوگوں نے بڑی غلطی کی ہے اور جو لوگ مخالف اسلام کے ہیں اُنہوں نے جزیہ مقرر کرنے پر بہت سا طعن کیا ہے۔ مسٹر لین نے اپنی کتاب مد القاموس میں لکھا ہے کہ جزیہ قتل سے محفوظ رہنے کا معاوضہ تھا اور یہ اُن کی نہایت غلطی ہے کیونکہ امن کا ہو جانا یعنی لڑائی کا موقوف ہونا یا صلح کا ہو جانا یا کسی قسم کا معاہدہ ہونا گو کہ اُس میں جزیہ کا دینا نہ قرار پایا ہو قتل سے محفوظی کا سبب ہوتا تھا نہ کہ جزیہ دینا۔ جزیہ اُن لوگوں سے لیا جاتا تھا جو مسلمانوں کی زیر حکومت بطور رعیت کے رہنا قبول کرتے تھے۔ جو لوگ رعیت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (٦٠) وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ (٦١) وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (٦٢) يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ (٦٣) أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ (٦٤)

سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ خیرات فقیروں کے اور مسکینوں کے لئے اور اس پر کام کرنے والوں کے اور جن کے دلوں کو الفت دلائی گئی ہے اور جو غلامی میں ہیں اور مقروض کے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے اور مسافروں کے لئے ہے فرض کیا گیا اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے (٦٠) اور اُن میں سے وہ ہیں جو ایذا دیتے ہیں نبی کو اور کہتے ہیں کہ وہ تو نرے کان کا ہے۔ کہہ دے اے پیغمبر کہ ایک کان بھلائی کے سننے کے لئے ہے تمہارے لئے یقین کرتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے ایمان والوں کا (٦١) اور رحمت ہے اُن کے لئے جو ایمان لائے ہیں تم میں سے۔ اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو اُن کے لئے عذاب دکھ دینے والا (٦٢) قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تمہارے لئے تاکہ راضی کریں تم کو اور اللہ اور اُس کا رسول احق ہے کہ راضی کریں اُس کو اگر ہیں ایمان لانے والے (٦٣) کیا وہ نہیں جانتے جو برخلافی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو ضرور اُس کے لئے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ رہنے والا ہوگا اُس میں یہ ہے خواری بڑی (٦٤)

ہو کر رہتے تھے وہ ذمی کہلاتے تھے یعنی مسلمانوں کی حکومت میں اُن کے امن سے رہنے کے ذمہ دار ہیں۔ جیسے کہ اہل ایلہ کے نام فرمان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لکھا تھا کہ "ھم ذمۃ اللہ ومحمد النبی" پس جزیہ قتل سے محفوظ رہنے کا معاوضہ نہیں ہے جزیہ دینے والے مسلمانوں کے ساتھ ہو کر مخالفوں سے لڑائی کرنے سے بالکل بری تھے لڑائی کی ضرورت سے جو خاص جہاز یعنی نقد و جنس مسلمانوں سے مانگا جاتا تھا اور دیا جاتا تھا اس سے وہ بری تھے مسلمانوں سے نہایت سخت سالانہ ٹیکس یعنی چالیسواں حصہ مال کا لے لیا جاتا تھا اس سے وہ لوگ بری تھے ان سب امور کے عوض ایک نہایت خفیف سالانہ ٹیکس جو فی کس تین روپیہ آٹھ آنے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ
سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ
قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا
تَحْذَرُوْنَ (۶۵) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ
لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ
نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ
وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ
تَسْتَهْزِءُوْنَ (۶۶) لَا تَعْتَذِرُوْا
قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ
اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ
عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ
طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا
مُجْرِمِيْنَ (۶۷)

ڈرتے ہیں منافق کہ نازل کیجاوے اُن پر (یعنی مسلمانوں
پر) کوئی سورۃ جو خبر دیوے اُن کو (یعنی مسلمانوں کو)
اُس چیز سے جو اُن کے (یعنی منافقوں کے) دلوں
میں ہے۔ کہدے کہ ٹھٹھا کرو بیشک اللہ ظاہر کرنے
والا ہے اُس کا جس سے تم ڈرتے ہو (۶۵) اور اگر تو
اُن سے پوچھے تو کہینگے کہ اسکے سوا اور کچھ نہیں
کہ ہم دل لگی کرتے تھے اور ٹھٹھا کرتے تھے۔ کہدے
کہ کیا اللہ اور اُس کی نشانیوں اور اُس کے
رسول کے ساتھ تم ٹھٹھا کرتے تھے (۶۶) مت
عذر کرو بیشک تم کافر ہوگئے اپنے ایمان کے
بعد۔ اگر ہم معاف کریں ایک گروہ کو تم میں سے
تو ہم عذاب کرینگے ایک گروہ کو اِس لئے کہ وہ
گنہگار تھے (۶۷)

سال ہوتا ہے اُن سے لیا جاتا تھا۔ پس اُس تخفیف و رعایت کی جو ذمیوں کے ساتھ کی گئی تھی حد نہیں۔ فرض کرو کہ ایک ذمی کے پاس چالیس ہزار روپیہ نقد موجود ہے اور اُس کو اَور قسم کی آمدنیاں تجارت وغیرہ سے بھی ہیں اور ایک مسلمان پاس بھی چالیس ہزار روپیہ نقد موجود ہے اور اُس کے پاس اَور کوئی آمدنی تجارت وغیرہ سے نہیں ہے سال بھر کے بعد اُس ذمی کو تو صرف تین روپے کئی آنے اور اگر اُس کی جورو یا اور کنبہ ہے جس کی پرورش اُس کے ذمہ ہے تو ہر ایک کی طرف سے بھی اُسی قدر دینا ہوگا جس کی مقدار ایک عام طریقہ پر بیس چالیس روپیہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ مگر مسلمان کو بلا عذر اپنے صندوق خزانہ میں سے ایک ہزار روپیہ نقد نکال کر دینا ہوگا۔ جزیہ مسلمان ہونے پر کسی طرح رغبت دلا نہیں سکتا۔ بلکہ جس کسی کو ایمان سے زیادہ مال کی محبت ہو تو اُس کو مسلمان ہونے سے باز رہنے پر رغبت دلا سکتا ہے۔ باایں ہمہ جو ذمی غریب و مسکین تھے وہ جزیہ سے بھی معاف کر دئے جاتے تھے ⁕

جو خیال کہ مخالفین اسلام نے جزیہ کی نسبت کیا ہے اُس کے غلط ہونے کی شہادت ایک اَور حال کے زمانہ کے بڑے عیسائی عالم کی کتاب سے ثابت ہوتی ہے وہ عالم عیسائی "معلم بطرس البستانی" ہے اور اُس کی کتاب کا نام محیط المحیط ہے جو عربی زبان کی لغت میں اُس نے

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۶۸) وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (۶۹)

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک اُن میں کے دوسرے ہی سے ہیں حکم کرتے ہیں برائی کا اور منع کرتے ہیں نیکی سے اور بند کرتے ہیں اپنے ہاتھوں کو ۔ بھول گئے خدا کو پھر بھول گیا خدا اُن کو بیشک منافق وہی ہیں فاسق (۶۸) وعدہ کیا ہے اللہ نے منافقین مردوں اور منافقین عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا ہمیشہ رہنے والے ہیں اُس میں بس کافی ہے اُن کو اور لعنت کی ہے اُن کو اللہ نے اور اُن کے لئے ہے عذاب قایم رہنے والا (۶۹)

لکھی ہے وہ کہتا ہے کہ ”الجزیۃ خراج الارض وما یؤخذ من اہل الذمۃ قیل لانہا تجزی عنہم ای تکفیہم معاملۃ الحربیین وقیل لانہا تکفیہم مؤنۃ الجہاد کالمسلمین“۔

بحث نسبت محاربات کے

ان تمام واقعات سے جو بیان ہوئے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لڑائیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئیں وہ چار طرح پر ہوئیں تھیں یا تو دشمنوں کے حملہ کے روکنے اور اُن کے حملوں کے دفعہ کرنے کے لئے تھیں۔ یا دشمنوں کا ارادہ لڑنے اور حملہ کرنے اور لڑائی کے لئے لوگوں کے جمع کرنے کی خبر پاکر اُس فساد کے مٹانے اور اُن لوگوں کے منتشر کرنے کے لئے ہوئی تھیں یا اُن لوگوں پر حملہ کیا گیا تھا جنہوں نے عہد شکنی یا دغا بازی یا بغاوت کی تھی۔ یا خبر رسانی یا اور ملک کی اور قوموں کے حالات دریافت کرنے کو جو لوگ بھیجے جاتے تھے اُن سے لڑائی ہوگئی تھی۔ پس یہ تمام لڑائیاں ایسی تھیں جو معمولاً ملکی انتظام میں اور امن و امان کے قائم کرنے میں واقع ہوتی ہیں اور دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے کہ جس نے ملکی انتظام ہاتھ میں لیا ہو اور اُس کو اس قسم کی لڑائیاں نہ پیش آئی ہوں۔ ان لڑائیوں کی نسبت یہ کہنا کہ زبردستی سے ہتھیار کے زور سے مسلمان کرنے کے لئے تھیں ایک ایسا غلط قول ہے جس کو کوئی ذی عقل بجز اُس کے جس کے دل میں تعصب بھرا ہو سچ تسلیم نہیں کرسکتا۔

یہ سچ ہے کہ جس قوم کی کسی ملک میں سلطنت اور حکومت ہو جاتی ہے قدرتی طور پر اُس قوم کے مذہب کو اور نہ صرف مذہب کو بلکہ رسم و رواج و عادات و اطوار کو ترقی ہوتی ہے اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۷۰)	مانند اُن لوگوں کی جو تھے تم سے پہلے وہ تھے بہت زیادہ تم سے قوت میں اور بہت زیادہ مال میں اور اولاد میں پھر فائدہ اُٹھایا اُنہوں نے اپنے بخرے سے پھر تم نے بھی فائدہ اُٹھایا اپنے بخرے سے اور تم دل لگی کرنے لگے جیسے کہ اُن لوگوں نے دل لگی کی تھی۔ یہی لوگ ہیں کہ مٹ گئے اُن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اور وہی لوگ ہیں نقصان پانے والے (۷۰)

لوگ اُس طرف مائل ہوتے جاتے ہیں اور یہ مقولہ کہ "الملک والدین توامان" ہر ایک قوم اور ہر ایک مذہب پر صادق آتا ہے اسی طرح اسلامی حکومت کے سبب اُسی قدرتی قاعدہ سے اسلام کی ترقی کو بھی مدد پہنچی۔ مگر اُن لڑائیوں کو جو ملکی ضرورت اور امن قایم کرنے کیلئے ہوئیں یہ کہنا کہ وہ اسلام پھیلانے کے لئے اور بجبر ہتیاروں کے زور سے اسلام قبولوانے کے لئے تھیں محض غلط ہے۔ بلکہ صرف اسلام ہی کی تاریخ میں ایک نہایت عجیب واقعہ پایا جاتا ہے جو اَور کسی مذہب کی تاریخ میں نہیں ہے کہ فاتح قوم نے فتح کامل حاصل کرنے اور استقلال کامل پانے کے بعد اپنی مفتوح قوم کا دفعۃً مذہب اختیار کر لیا ہو۔ مذہب اسلام میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو مفتوح ملک کے باشندوں کی مذہبی آزادی کی مانع ہو۔ جزیہ جو ایک قسم کا ٹیکس ہے اُس کی نسبت ہم بیان کر چکے کہ مسلمان سے بہ نسبت اُس کے بہت زیادہ ٹیکس لیا جاتا تھا جو زکوٰۃ کے نام سے موسوم ہے۔ اور اس لئے مسلمانی سلطنت میں غیر مذہب والے مسلمانوں کی بہ نسبت زیادہ آسودہ حال اور دولتمند رہتے تھے اور لڑائی میں شریک ہونے کی مصیبتوں سے بالکل محفوظ تھے۔ تسلیم کیا جاوے کہ بعض مسلمان بادشاہوں[1] نے غیر مذہب والوں پر ظلم کیا اور اُن کی مذہبی آزادی کو برباد کر دیا مگر ایسا کرنا اُن کا ذاتی فعل تھا جس کے وہ خود ملزم ہیں نہ مذہب اسلام +

بلاشبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد قوم عرب کے بتوں کو توڑ دیا مگر اُس بت شکنی کی نظیر محمود غزنوی کی یا عالمگیر کی یا اور کسی بادشاہ کی بت شکنی کی نہیں ہوسکتی۔ کعبہ ایک مسجد تھی حضرت ابراہیم کی بنائی ہوئی خدائے واحد کی عبادت کے لئے اُس کے بعد جب عرب بُت پرست ہوگئے تو اُس مسجد میں اُنہوں نے بُت رکھ دیئے تھے جن کا

[1] یعنی ترکوں نے ۱۲ (احمد بابا)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ
إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ
وَالْمُؤْتَفِكَاتِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ
وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُونَ (۷۱) وَالْمُؤْمِنُونَ
وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ
يَأْمُرُونَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ
إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۷۲)

کیا نہیں آئی اُن کے پاس خبر اُن لوگوں کی
جو اُن سے پہلے تھے قوم نوح اور عاد اور
ثمود کی اور قوم ابراہیم کی اور مدین کے لوگوں کی
(یعنی قوم شعیب) اور دھس گئی ہوئی بستی والوں کی
(یعنی قوم لوط) اُن کے پاس آئے اُن کے رسول
دلیلوں کے ساتھ پھر نہیں تھا اللہ کہ ظلم کرنے اُن پر
ولیکن وہ آپ اپنے پر ظلم کرتے تھے (۷۱) اور ایمان
والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک ان میں کے
دوست ہیں دوسرے کے حکم کرتے ہیں ساتھ نیکی
کے اور منع کرتے ہیں برائی سے اور قائم رکھتے ہیں
نماز کو اور دیتے ہیں زکوۃ کو اور فرمانبرداری کرتے
ہیں اللہ کی اور اُس کے رسول کی رحمت کریگا اُن پر
اللہ بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا (۷۲)

برباد کرنا اور دین ابراہیم کا اُس میں جاری کرنا ابراہیم کے پہلونٹے بیٹے کے بیٹے کو لازم تھا قوم عرب جس کا غالب حصہ ابراہیم کی نسل سے تھا اور جس قوم و نسل میں خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی تھے اُس قوم کو بتوں کی پرستش سے چھڑانا اور ابراہیم کے خدا کی پرستش سکھلانا ضرور تھا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی قوم کے بُت توڑے تھے اُس سے دیگر اقوام کے مذہب کی آزادی کو ضائع کرنا لازم نہیں آتا ✦

مسلمانوں کی تاریخ میں جہاں بُت شکنی اور غیر مذہب کے معبدوں کے برباد کرنے کی مثالیں ملتی ہیں اُسی طرح ہزاروں مثالیں اُس کے برخلاف بھی موجود ہیں۔ مسلمانوں کی سلطنت دنیا کے ایک بہت بڑے وسیع حصے میں پھیلی ہوئی تھی اُس کی حکومت میں مختلف مذہب کی قومیں رہتی تھیں تمام سنیگاگ[1] اور تمام گرجے جو زیادہ تر رومن کیتھلک مذہب کے تھے بدستور قرنا اور گھنٹے بجاتے تھے تمام ملک میں ناقوس کی آواز گونجتی تھی مندروں میں بُت موجود تھے ہر ایک قوم اپنے مذہب میں آزاد تھی پس ان تمام حالات کو جو نہایت کثرت سے تھے بھولجانا اور چند واقعات کو جو اُس کے برخلاف شخصی طبیعت سے واقع ہوئے تھے نظر پیش کرکے یہ کہنا کہ اسلام نے مذہبی آزادی کو مٹایا تھا محض نا انصافی ہے اور اصول مذہب اسلام کے بالکل برخلاف ہے ✦

[1] یہودیوں کے معابد ۔ (۱۲ منہ)

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً
فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ
اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ (٧٢) يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ
وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ
جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (٧٣) يَحْلِفُوْنَ
بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ
كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا
بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ
يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا
يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ
وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (٧٤)

وعدہ کیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان
والی عورتوں سے بہشتوں کا بہتی ہیں اُن کے
نیچے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہیں اُن میں۔ اور پاکیزہ
رہنے کی جگہ کا ہمیشہ قایم رہنے والی بہشتوں میں
اور خوشنودی خدا کی طرف سے سب سے بڑی یہ ہے
وہی بڑا پانا بڑی (٧٢) اے نبی جہاد کر کافروں سے
اور منافقین سے اور درشتی کر اُن پر اور انکی جگہ ہے
جہنم اور بری ہے جگہ جانے کی (٧٣) قسم کھاتے
ہیں اللہ کی کہ نہیں کہا اور بیشک اُنہوں نے کہا
کلمہ کفر کا اور کافر ہوئے اپنے اسلام کے بعد اور
قصد کیا اُس کا (یعنی رسول کی ایذا کا) جس کو نہ پایا۔
اور نہیں عیب لگایا یہ کہ دولتمند کیا اُن کو اللہ نے
اور اُس کے رسول نے اپنے فضل سے۔ پھر اگر وہ توبہ
کریں تو بہتر ہو اُن کے لئے اور اگر پھر جاویں عذاب
کریگا اُن کو اللہ عذاب دکھ دینے والا دنیا میں
اور آخرت میں اور نہیں اُن کے لئے زمین میں
کوئی دوست اور نہ مددگار (٧٤)

رہی یہ بات کہ انبیا کو اس قسم کی لڑائیاں کرنی زیبا ہیں یا نہیں۔ اس سے انکار کرنا اور اس کو نازیبا قرار دینا قانون قدرت کے برخلاف ہے۔ تمام انبیا جب کہ قوم کی اصلاح اور اُن کے مذہب کی درستی کو کھڑے ہوتے ہیں تو ابتدا میں عموماً اُن کے دشمن چاروں طرف ہوتے ہیں اگر وہ اپنی حفاظت اور مخالفوں سے محفوظ رہنے کی کوشش نہ کرتے تو دنیا میں نہ آج یہودی مذہب کا وجود ہوتا اور نہ اور کسی مذہب کا اور نہ عیسائی مذہب کا اگر بعد حضرت مسیح کے اُس کے لئے ایسا زمانہ نہ آتا جس میں اُس کے پیروؤں کی مخالفوں سے حفاظت کی گئی اور بزور حکومت اُس کو ترقی دی گئی +

قرآن مجید میں نہایت عمدہ اور بالکل سچ بات خدا نے فرمائی ہے کہ "اگر نہ ہوتا دفع کرنا اللہ کا آدمیوں کو ایک دوسرے سے تو ضرور ڈھا دیے جاتے عیسائیوں اور یہودیوں کی خانقاہیں

ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا۔ (سورۂ حج ۲۲- آیت ۴۰) +

وَمِنْهُمْ مَنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (۷۵) فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۷۶) فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (۷۷) اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (۷۸)

اور اُن میں سے وہ بھی ہیں کہ عہد کیا اللہ سے کہ اگر دیگا ہم کو اپنے فضل سے تو البتہ ہم خیرات دینگے اور ہونگے نیکوں میں سے (۷۵) پھر جب دیا اُنکو اپنے فضل سے تو اُس کے ساتھ بخل کیا اور پھر گئے اور وہ مُنہ پھیرنے والے ہیں (۷۶) پھر ڈوڑ پڑا اُن پر نفاق اُنکے دلوں میں اُس دن تک کہ ملینگے اُس سے بسبب اُسکے کہ بخلاف کیا اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اُس سے اور بسبب اُسکے کہ جھوٹ بولتے تھے (۷۷) کیا نہیں جانتے اللہ جانتا ہے اُن کے بھید اور اُن کی صلاحیں اور اللہ جاننے والا ہے چھپی باتوں کا (۷۸)

اور گرجے اور یہودیوں کے معبد اور تمام نماز گاہیں اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں بہت زیادہ تعداد کا ذکر کیا جاتا ہے پس یہ کہنا کہ انبیا کو ایسی لڑائیاں ناروا ہیں ایک ایسا قول ہے جس کو قانون قدرت مردود کرتا ہے +

لوگ حضرت موسٰے کے کاموں کو تو بھول جاتے ہیں اور غریبی اور مسکینی اور مظلومی کی مثال میں حضرت مسیح کو پیش کرتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح نے جب اپنے تئیں خلقت کے سامنے پیش کیا اُس وقت سے اور حضرت مسیح کی وفات تک نہایت قلیل زمانہ قریب تین برس کے گذرا تھا اور صرف ستر آدمیوں کے قریب اُن پر ایمان لائے تھے اُن کو علاوہ ایسی قوت جس سے وہ اپنے دشمنوں کو دفع کر سکیں حاصل نہیں ہوئی تھی اور اسی سبب سے گاڈوری کی پہاڑی پر وہ افسوس ناک واقع ہوا۔ اُس کے بعد اگر اُس کے ایسے حامی نہ پیدا ہو جاتے جو دشمنوں کو دفع کر سکتے تو آج دنیا میں ایک بھی گرجا اور ایک بھی خانقاہ نہ دکھائی دیتی +

علاوہ اس کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو روحانی بادشاہی کے سوا سلیمان کیسی سلطنت کے انتظام میں داخل ہو جانے میں ایک بہت بڑی مجبوری تھی۔ عرب میں بادشاہت کا وجود نہ تھا ہر ایک قبیلہ کا سردار اُن کا حاکم ہوتا تھا اور جس کو سب لوگ بڑا سمجھتے تھے اُس کو بمجبوری افسر بنانا اور تمام ملکی انتظام کرنا لازم تھا جب کہ تمام قبائل رفتہ رفتہ مسلمان ہو گئے تو امکان سے خارج تھا کہ وہ لوگ سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو اپنا سردار تسلیم کرتے اور تمام معاملات ملکی بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے اور کسی کے حکم سے تعمیل پاتے۔ پس ہر بات پر انصاف سے غور کرنا چاہئے نہ تعصب سے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۸۰) اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (۸۱)

جو لوگ کہ عیب لگاتے ہیں رغبت کرنے والوں کو مسلمانوں میں سے خیرات دینے میں اور اُن لوگوں کو جو کچھ نہیں پاتے مگر اپنی محنت۔ پھر ٹھٹھا کرتے ہیں اُن سے ٹھٹھا کریگا اللہ اور اُن کے لئے عذاب ہے دکھ دینے والا (۸۰) معافی چاہ اُن کے لئے یا نہ معافی چاہ اُن کے لئے اگر تو معافی چاہے اُن کے لئے ستر دفعہ تو بھی ہرگز نہ معاف کریگا اللہ اُن کے لئے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور اللہ نہیں ہدایت کرتا فاسقوں کی قوم کو (۸۱)

(۳۶) (وقالت الیہود) ہمارے علمائے مفسرین اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھتے ہیں کہ یہودیوں نے توریت مقدس کو ضائع کر دیا تھا یعنی بخت نصر نے جب بیت المقدس کو ویران کیا ہے اور جلایا ہے اُس وقت ضائع ہو گئی تھی مگر حضرت عزیر کے دعا مانگنے پر اللہ تعالیٰ نے توریت اُن کو یاد کروادی اور اُنہوں نے اُس کو لکھ دیا اُس وقت یہودیوں نے کہا کہ یہ بات جو عزیر کو حاصل ہوئی تو بیشک وہ ابن اللہ ہے +

اس کے بعد علمائے مفسرین نے یہ بحث کی ہے کہ حضرت عزیر کو ابن اللہ کس نے کہا عبید ابن عمیر کا یہ قول ہے کہ صرف ایک یہودی نے یہ بات کہی تھی جس کا نام فنحاص بن عازورا تھا۔ سعید بن جبیر اور عکرمہ کا یہ قول ہے کہ ایک گروہ یہودیوں کی تھی جنہوں نے یہ کہا تھا اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ یہ مذہب یہودیوں میں رائج تھا مگر پھر اُنہوں نے اُس کو چھوڑ دیا تھا تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ جو یہود کہ مدینہ میں رہتے تھے اُن میں سے چند آدمیوں کا یہ مذہب تھا۔ کل یہودیوں کا یہ مذہب نہیں تھا۔ یہ سب اقوال ہمارے علمائے مفسرین کے ہیں مگر یہودی اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہودی عزیر کو کبھی ابن اللہ نہیں کہتے تھے +

علمائے مفسرین نے جو کچھ اس کی نسبت بیان کیا مورخانہ طریقہ پر اس کا ماخذ تلاش نہیں کیا ہے اور نہ یہودی مذہب کی کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ پس ہم کو علمائے مفسرین کے اقوال کا ماخذ تلاش کرنا ہے اور وہ صرف دو قول ہیں۔ اول یہ کہ بعد ضائع ہو جانے توریت کے حضرت عزیر پیغمبر نے از سر نو توریت کو لکھا۔ دوم یہ کہ یہودیوں کے کسی فرقہ نے حضرت عزیر کو ابن اللہ کہا +

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ
وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ
جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿۸۲﴾
فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا
جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۸۳﴾
فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ
مِنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ
فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا
وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ
رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ
فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ ﴿۸۴﴾ وَلَا
تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ
أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ
إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۸۵﴾

خوش ہوئے جو پیچھے چھوڑدئے گئے تھے اپنے بیٹھ
رہنے سے پیچھے رسول اللہ کے اور کراہیت کی
کہ جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کے رستہ میں
اور کہا کہ مت نکلو گرمی میں۔ کہہ اے پیغمبر جہنم کی آگ
بہت زیادہ ہے گرمی میں اگر وہ سمجھتے ہوتے (۸۲) پھر چاہیے
کہ ہنسیں تھوڑا اور روویں بہت بدلے میں اسکی جو انہوں نے
کمایا تھا (۸۳) پھر اگر تجھ کو پھیر لاوے اللہ کسی گروہ
کے پاس ان میں سے پھر وہ اجازت مانگیں تجھ سے
نکلنے کے لئے تو کہہ دے تم ہرگز مت نکلو میرے ساتھ
کبھی اور ہرگز نہ لڑو میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے بیشک تم
راضی ہوئے بیٹھ رہنے پر پہلی دفعہ پھر بیٹھ رہو پیچھے
رہنے والوں کے ساتھ (۸۴) اور نہ نماز پڑھ اوپر
کسی ایک کے ان میں سے کہ جو مر جاوے کبھی اور نہ
کھڑا ہو اُس کی قبر پر بیشک انہوں نے کفر کیا اللہ
اور اُس کے رسول سے اور مر گئے اور وہ فاسق
تھے (۸۵)

پہلے قول کی سند ہم یہودی کتابوں سے بیان کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ تین کتابیں ایسی جو حضرت عزیر کی طرف منسوب ہیں۔ ایک کتاب موسوم بہ کتاب "عزرا" ہے جو موجودہ عہد عتیق کی کتابوں میں شامل ہے اور سب لوگ اُس کو صحیح اور معتبر مانتے ہیں۔ علاوہ اس کے دو کتابیں اور ہیں جو کتاب اول "عیزڈراس" اور کتاب دوم "عیزڈرس" کے نام سے موسوم ہیں۔ عزرا کا نام یونانی زبان میں "عیزڈراس" کہا جاتا ہے اور چونکہ ان دونوں کتابوں کی نسبت خیال کیا گیا ہے کہ یونانی زبان میں لکھی گئی تھیں اس لئے اُن دونوں کتابوں کو اسی نام سے موسوم کیا گیا ہے ✦

اُن کتابوں میں سے دوسری کتاب کے چودھویں باب میں یہ ورس ہیں۔ "دیکھ اے خدا میں جاؤنگا جیسا کہ تونے مجھ کو حکم دیا ہے اور جو لوگ موجود ہیں میں اُن کو فہمایش کرونگا لیکن جو لوگ کہ بعد کو پیدا ہونگے اُن کو کون فہمایش کریگا۔ اس طرح دنیا تاریکی میں ہے اور جو لوگ اس میں رہتے ہیں بغیر روشنی کے ہیں" (ورس ۲۰) ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۷﴾

اور نہ تعجب میں ڈالیں تجھ کو اُن کے مال اور نہ اُنکی اولاد اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ ارادہ کرتا ہے کہ اُن کو عذاب دے اُنہیں سے دنیا میں اور نکلیں اُن کی جانیں اور وہ کافر ہوں ﴿۸۶﴾ اور جب اُتاری جاتی ہے کوئی سورۃ کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور جہاد کرو اُس کے رسول کے ساتھ اجازت مانگتے ہیں تجھ سے وسعت والے اُن میں سے اور کہتے ہیں کہ چھوڑ دے ہم کو تاکہ ہم رہیں بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ ﴿۸۷﴾

"کیونکہ تیرا قانون جل گیا ہے پس کوئی نہیں جانتا اُن چیزوں کو جو تو کرتا ہے اور اُن کاموں کو جو شروع ہونے والے ہیں" (ورس ۲۱) +

"لیکن اگر مجھ پر تیری مہربانی ہے تو تو روح القدس کو مجھ میں بھیج اور میں لکھونگا تمام جو کچھ کہ دنیا میں ابتدا سے ہوا ہے اور جو کچھ تیرے قانون میں لکھا تھا تاکہ لوگ تیری راہ کو پاویں اور وہ لوگ جو آخیر زمانہ میں ہونگے زندہ رہیں" (ورس ۲۲) +

"اور اُس نے مجھ کو یہ جواب دیا کہ جا اپنے راستہ سے لوگوں کو اکٹھا جمع کر اور اُن سے کہ کہ وہ چالیس دن تک تجھ کو نہ ڈھونڈیں" (ورس ۲۳) +

"لیکن دیکھ تو بہت سے صندوق کے تختے تیار کر اور اپنے ساتھ "ساریا" و "دبریا" "سیلیا" - "اکینیین" اور "ایشیل" کو لے - ان پانچوں کو جو بہت تیزی سے لکھنے کو تیار ہیں" (ورس ۲۴) +

"اور یہاں آ اور میں تیرے دل میں سمجھ کی شمع روشن کرونگا جو کہ نہ بجھیگی تاوقتیکہ وہ چیزیں پوری نہ ہوں جو تو لکھنی شروع کریگا" (ورس ۲۵) +

"اور جب کہ تو پورا کر چکیگا تو بعض چیزوں کو تو مشتہر کریگا اور بعض چیزوں کو تو خفیہ عقلمندوں کو دکھا دیگا - کل اسی وقت تو لکھنا شروع کریگا" (ورس ۲۶) +

"پس میں نے اُن پانچ آدمیوں کو لیا جیسا کہ اُس نے حکم دیا تھا اور میدان میں گئے اور وہاں رہے" (ورس ۲۷) +

"اور دوسرے دن دیکھو ایک آواز نے مجھ کو پکارا اور کہا اے "عیزرا اس" اپنا منہ کھول اور میں جو کچھ پینے کو دیتا ہوں اُس کو پی" (ورس ۳۰) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۸۸﴾ لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۸۹﴾

راضی ہوئے اس پر کہ رہ دیں پیچھے رہنے والوں کے ساتھ اور مہر کی گئی ہے اُن کے دلوں پر پھر وہ نہیں سمجھتے (۸۸) لیکن رسول نے اور اُن لوگوں نے جو ایمان لائے ہیں اُس کے ساتھ جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اور یہ لوگ ہیں کہ انہیں کے لئے ہیں نیکیاں اور یہ لوگ وہی ہیں فلاح پانے والے (۸۹)

"تب میں نے اپنا منہ کھولا اور دیکھو اُس نے ایک بھرا ہوا پیالہ میرے منہ تک پہنچایا اور جو کہ مثل پانی کے ایک چیز سے بھرا ہوا تھا لیکن اُس کا رنگ مثل آگ کے تھا" (ورس ۳۹) ♦

"اور میں نے اُس کو لیا اور پیا اور جب میں پی چکا میرے دل میں سمجھ آئی اور میرے سینہ میں عقل پیدا ہوئی کیونکہ میری روح نے میرے ذہن کو قوت بخشی" (ورس ۴۰) ♦

"اور میرا منہ کھلا اور پھر بند نہ ہوا" (ورس ۴۱) ♦

"خدا نے اُن پانچ آدمیوں کو بھی سمجھ دی اور اُنہوں نے رات کے عجیب خوابوں کو جو بیان کئے گئے لکھا اور جو اُن کو معلوم نہ تھا اور وہ چالیس دن تک بیٹھے اور اُنہوں نے دن میں کھایا اور رات کو روٹی کھائی" (ورس ۴۲) ♦

"لیکن میں دن کو بولتا تھا اور رات کو اپنی زبان بند نہیں کرتا تھا" (ورس ۴۳) ♦

"چالیس دن میں اُنہوں نے دو سو جلد (یا نو سو چار) کتابیں لکھیں" (ورس ۴۴) ♦

"اور ایسا ہوا کہ جب چالیس دن پورے ہوگئے تو خدا بولا اور اُس نے کہا کہ جو تو نے پہلے لکھا ہے اُس کو عام طور سے مشتہر کر تا کہ لائق اور نالائق سب پڑھیں" (ورس ۴۵) ♦

لیکن پچھلی ستر جو ہیں اُن کو پوشیدہ رکھ تا کہ تو صرف اُن کو دیوے جو تیرے لوگوں میں عقلمند ہوں" (ورس ۴۶) ♦

"کیونکہ اُن میں سمجھ کا چشمہ ہے اور عقل کا ذخیرہ ہے اور علم کی روشنی ہے" (ورس ۴۷) ♦

"اور میں نے ایسا ہی کیا" (ورس ۴۸) ♦

کتاب عزرا جو عہد عتیق میں داخل ہے اور جس کو سب معتبر مانتے ہیں اُس میں لکھا ہے کہ "ایں عزرا از بابل برآمد کاو در شریعت موسے کہ خداوند کہ خدائے اسرائیل دادہ بود کاتب ماہر بود" (باب ۷ ورس ۶) ♦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹۰﴾ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۱﴾	تیار کر رکھی ہیں اللہ نے اُن کے لئے جنتیں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے اُن میں یہ ہے بہت بڑی مراد پانی ﴿۹۰﴾ اور آئے عذر والے گنوار دیہاتیوں میں سے تا کہ اجازت دی جائے اور بیٹھ رہے وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ کہا اللہ اور اس کے رسول سے۔ البتہ پہنچے گا اُن لوگوں کو جو کافر ہیں اُن میں سے عذاب دکھ دینے والا ﴿۹۱﴾

"عزرا رد کہ عزرا قلب خود را بخصوص طلبیدن و بجا آوردن شریعت خداوند و بخصوص تعلیم نمودن فرائض و احکام به اسرائیل حاضر کرد" (باب ۷ درس ۱۰)۔

جارج سیل صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ "یہ رائے کہ عزرا نے نہ صرف کتب خمسہ موسٰے کو بلکہ عہد عتیق کی اور کتابوں کو بھی خدا کی وحی سے دوبارہ تیار کیا۔ متعدد عیسائی فادرز[1] کی بھی یہی رائے ہے جن کا ذکر ڈاکٹر پریڈیوز نے کیا ہے اور مصنفوں کی بھی یہ رائے ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی اس رائے کی اصل بنا عیزڈراس کے باب دوسرے کے ایک حصّہ پر ہے۔ ڈاکٹر پریڈیوز نے بیان کیا ہے کہ اس باب میں عیسائیوں نے عزرا کی طرف بہ نسبت یہودیوں کے بہت زیادہ باتیں منسوب کی ہیں کیونکہ یہودیوں کا یقین ہے کہ عزرا نے صرف موسٰے کی کتابوں کا ایک صحیح نسخہ تیار کیا تھا اور اس پر بہت محنت کر کے اُس کو بہت مکمل کیا تھا۔ اس میں بہت کم شبہ ہے کہ یہ خیال ابتدا ئے یہودیوں سے شروع ہوا گو اب ان کی رائے اور ہو"۔ ہمارے نزدیک یہ سندیں جو ہم نے بیان کیں اُن سے ہمارے مفسرین کے پہلے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔

دوسرے قول کی تصدیق کے لئے ہم "عیزڈراس" کی اس دوسری کتاب سے استدلال کرتے ہیں۔ اُس کے چودھویں باب میں یہ درس ہیں:-

"اور اب میں (خدا) تجھ سے کہتا ہوں" (درس ۷)

"کہ تو اپنے دل میں وہ نشانیاں جمع رکھ جو میں نے دکھائی ہیں اور اُن خوابوں کو جو تو نے دیکھے ہیں اور اُن تعبیروں کو جو تو نے سُنی ہیں" (درس ۸)۔

"کیونکہ تو سب سے علیحدہ کر دیا جاوے گا اور اب سے تو میرے بیٹے کے ساتھ رہے گا اور ایسے لوگوں کے ساتھ جو تیری ہی مانند ہیں یہاں تک کہ زمانہ کا خاتمہ ہو جائے" (درس ۹)۔

[1] یادری (محمد یا)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۹۲) وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ (۹۳)

نہیں ہے ناتوانوں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ اُن لوگوں پر جو نہیں پاتے کوئی چیز کہ خرچ کریں کچھ حرج جب کہ خیرخواہی کریں اللہ کی اور اُس کے رسول کی نہیں ہے اچھوں پر کوئی راہ یعنی کوئی وجہ گرفت کی اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان (۹۲) اور نہ اُن لوگوں پر جس وقت کہ آئے تیرے پاس تاکہ تو اُن کو سواری دے تو نے کہا کہ میں نہیں پاتا کچھ کہ میں تم کو اُس پر سوار کروں پھر جاتے ہیں اور آنکھیں اُن کی بہتی ہیں آنسوؤں سے غم کے مارے کہ نہیں پاتے کچھ کہ خرچ کریں (۹۳)

یہ ترجمہ جو ہم نے لکھا ہے انگریزی زبان کے ترجمہ کا اردو ترجمہ ہے۔ اصل کتاب "عیزڈراس" موجود نہیں ہے۔ اگر بیٹے کے ساتھ بیٹے سے حضرت عیسٰی مراد ہوں تو یہ ورس محض مہمل و بے معنی ہو جاتا ہے بلکہ سیاق کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کلمہ کا اطلاق خود حضرت عزرا کی طرف ہے کہ اب سے تو میرا بیٹا رہیگا یعنی مقبول و مقرب ✦

اس کتاب کا عربی زبان میں بھی ترجمہ موجود تھا اور کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ وہی عربی ترجمہ عرب میں اور بالتخصیص مدینہ میں جہاں کثرت سے یہودی رہتے تھے مروج ہوگا اور نہایت قرین قیاس ہے کہ وہ ترجمہ ایسے لفظوں میں ہوگا جس سے لوگ حضرت عزرا کو ابن اللہ تعبیر کرتے ہونگے جس طرح کہ عیسائی اسی قسم کے لفظوں کے سبب سے حضرت مسیح کو ابن اللہ تعبیر کرتے ہیں۔ پس یہ قول ہمارے علما کا کہ مدینہ کے یہودیوں کا یہ خیال تھا نہایت صحیح اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہے ✦

اب ہم کو "عیزڈراس" کی دوسری کتاب پر جس کے حوالے ہم نے دئے ہیں بحث کرنی باقی ہے یہ کتاب مجموعہ کتب عہد عتیق میں شامل نہیں ہے اور اُس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ ایک جعلی یا نامعتبر کتاب ہے گو کہ اس میں بہت سی باتیں عمدہ اور صحیح بھی موجود ہیں ✦

اس کتاب کے نامعتبر ہونے کی دلیلیں پیش ہوتی ہیں اول۔ یہ کہ اس کتاب کا کوئی عبری یا یونانی نسخہ نہیں پایا جاتا صرف لیٹن زبان کے چند نسخے اور ایک عبری زبان کا نسخہ ہے مگر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ عبری یا یونانی نسخہ کا نہ پایا جانا خصوصًا ایسی حالت میں کہ

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ
يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ
رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ
وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ
فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾ يَعْتَذِرُونَ
إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ
لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكُمْ
قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ
وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ
ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُونَ ﴿٩٤﴾

اس کے سوا کچھ نہیں کہ راہ (یعنی غصہ کی وجہ) ان
لوگوں پر ہے جو اجازت چاہتے ہیں تجھ سے اور
وہ دولتمند ہیں راضی ہوئے اس پر کہ رہویں
پیچھے رہنے والوں کے ساتھ مہر کر دی اللہ نے ان کے
دلوں پر پھر وہ نہیں جانتے ﴿٩٣﴾ عذر کریں گے تمہارے
آگے جب پھر آؤ گے ان کی طرف کہہ مت عذر
کرو ہم ہرگز یقین نہیں کرتے تمہارا بیشک ہم کو
بتا دی ہیں اللہ نے تمہاری خبریں اور دیکھے گا
اللہ تمہارے عمل اور اس کا رسول پھر لوٹائے جاؤ گے
چھپی اور کھلی بات کے جاننے والے کے پاس پھر
بتا دے گا تم کو جو کچھ کہ تم کرتے
تھے ﴿٩٤﴾

سب لوگ اس کا یونانی میں لکھا جانا تسلیم کرتے ہیں اس کے نامعتبر ہونے کی کیونکر دلیل ہو سکتی ہے +

دوسری دلیل یہ پیش ہوتی ہے کہ ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ ابتدا ہی میں یہ کتاب یونانی زبان میں لکھی گئی تھی جس کا یہ مفاد ہے کہ حضرت عزرا نے نہیں لکھی کیونکہ اگر وہ لکھتے تو عبری زبان میں لکھتے مگر اس کا یونانی زبان میں ابتداءً لکھا جانا صرف خیال کیا گیا ہے اور اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے۔ علاوہ اس کے بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت متی کی انجیل دراصل عبری زبان میں لکھی گئی تھی جو اب دنیا میں موجود نہیں ہے اور موجودہ انجیل یونانی زبان کی اس کا ترجمہ ہے۔ پس کیا وجہ ہے کہ عیزڈرا س کی کتاب کے اس نسخہ کو جس کا یونانی میں لکھا جانا خیال کیا گیا ہے عبری کا ترجمہ نہ تصور کیا جاوے +

تیسری سب سے بڑی دلیل اس کتاب کی عزرا کی لکھی ہوئی نہ ہونے کی ڈاکٹر گوے کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ "اس کتاب کے مختلف مقامات کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان مسئلوں اور خیالات اور فقروں کی طرح ہے جو عہد جدید میں پائے جاتے ہیں اور یہ بات کہ ہمارے سیویر[1] یعنی حضرت مسیح کا ذکر ان کا نام لے کر اس میں بہت صاف الفاظ میں کیا ہے ان سب باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کل نہیں تو اکثر حصہ اس کا انجیل کے بعد لکھا ہوا ہے +

جن رسول میں ایسے الفاظ ہونے کا خیال کیا گیا ہے وہ ستہ رجد نی درسول میں

[1] لفظی معنی نجات دہندہ ۔ ۱ احمد ۱۱

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ
اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا
عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ
رِجْسٌ وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ
جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۹۶)
يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ
الْفٰسِقِيْنَ (۹۷)

قریب ہے کہ قسمیں کھاوینگے اللہ کی تمہارے لئے
جب کہ تم اُن کی طرف پھرو گے تاکہ تم منہ پھیرو
اُن سے پھر تم منہ پھیرو اُن سے بیشک وہ ہیں نجس
اور جگہ ہے جہنم سزا میں اُس کی جو وہ کماتے
تھے (۹۶) قسمیں کھاوینگے تمہارے لئے
تاکہ تم اُن سے راضی ہو جاؤ پھر اگر تم اُن
سے راضی بھی ہو جاؤ تو بیشک اللہ راضی
نہیں ہوتا فاسقوں کی قوم سے (۹۷)

مذکور ہیں ✦

• اور اس لئے میں تم سے کہتا ہوں اے کفار تم میں سے جو سنتے اور سمجھتے ہیں کہ تم ڈھونڈو اپنے گڈریا کو کہ وہ تم کو ہمیشہ کا آرام دیگا کیونکہ اب وہ قریب ہے اور دنیا کے اخیر میں آنے والا ہے" (باب ۲ درس ۳۴) ✦

• بادشاہت کے انعام کے لئے تیار رہو کیونکہ ہمیشہ کی روشنی تم پر چمکنے والی ہے" (باب ۲ درس ۳۵) ✦

• اس دنیا کے سایہ سے بھاگو اور اپنے جلال کی خوشی کو حاصل کرو میں اپنے سیویر کی تصدیق صاف طور سے کرتا ہوں" (باب ۲ درس ۳۶) ✦

عیسائی حضرت عیسےٰ پر سیویر کا لفظ اطلاق کرتے ہیں اور اسی خیال سے ڈاکٹر گرے نے خیال کیا ہے کہ اس سے حضرت عیسےٰ مراد ہیں اور یہ کتاب انجیل کے بعد لکھی گئی ہے۔ مگر وہ عبری لفظ [illegible] جس کا ترجمہ سیویر یعنی نجات دہندہ کیا جاتا ہے وہ عہد عتیق میں اشعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۳ درس ۳ و ۱۱ و باب ۴۵ درس ۲۱ و باب ۴۹ درس ۲۶ و باب ۶۰ درس ۱۶ میں آیا ہے اور خدا کی طرف اُس کا اطلاق کیا گیا ہے پھر یہاں بھی سیویر سے خدا کیوں سمجھا نہیں جاتا ✦

"تب میں نے فرشتہ سے پوچھا کہ یہ جوان شخص کون ہے جو اُن لوگوں کے سروں پر تاج رکھتا ہے اور اُن کے ہاتھ میں شاخیں دیتا ہے" (باب ۲ درس ۴۶) ✦

"پس اُس نے جواب دیا کہ یہ خدا کا بیٹا ہے جس کو انہوں نے دنیا میں قبول کیا ہے" (باب ۲ درس ۴۷) ✦

مگر بزرگ اور مقدس آدمی کو خدا کا بیٹا کہنا ایک عام محاورہ کتب عہد عتیق کا ہے حضرت نوح

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۹﴾	گنوار عرب نہایت سخت ہیں کفر میں اور نفاق میں اور اس کے لائق ہیں کہ نہ جانیں حدیں اس کی جو اُتارا ہے اللہ نے اپنے رسول پر اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ﴿۹۸﴾ اور گنوار عربوں میں سے وہ ہیں جو سمجھتے ہیں اس کو جس کو خرچ کرتے ہیں ایک ڈنڈ اور انتظار کرتے ہیں تم پر گردشوں کا انہیں پر ہے گردش بُری کی اور اللہ سننے والا ہے جاننے والا ﴿۹۹﴾

کی دوسری کتاب یعنی سفر خروج کے چوتھے باب کی بائیسویں آیت میں خدا نے حضرت یعقوب کو اپنا پہلا بیٹا کہا ہے اور وہ آیت یہ ہے:۔ "و بہ فرعون بگوے کہ خدا چنیں می فرماید کہ اسرائیل پسر اول زادۂ من است" زادہ کا لفظ اصل عبری میں نہیں ہے +

ہوشیع نبی کی کتاب کے پہلے باب کی دسویں آیت میں بنی اسرائیل پر خدا کے بیٹوں کا اطلاق ہوا ہے اور وہ آیت یہ ہے:۔ "معہٰذا تعداد بنی اسرائیل مثل ریگ دریا کہ پیمودنی و شمردنی نیست خواہد بود بلکہ واقع می شود در تمامی مقامے کہ بایشاں گفتہ شد کہ شما قوم من نیستید بایشاں گفتہ خواہد شد کہ پسران خدا می اید" +

"اور جو شخص کہ مندرجہ بالا برائیوں سے بچیگا وہ میرے عجائبات کو دیکھیگا" (باب ورس ۲۷) +

"کیونکہ میرا بیٹا جیسس اُن لوگوں کے ساتھ ظاہر ہوگا جو اس کے ساتھ ہونگے اور جو لوگ باقی رہینگے وہ چار سو برس کے اندر خوش ہونگے" (باب ورس ۲۸) +

بعد ان برسوں کے میرا بیٹا کرائسٹ مر جاویگا اور تمام لوگ جو جان رکھتے ہیں وہ بھی" (باب ورس ۲۹) +

جیسس اور جیسو اور جوشیو یہ تینوں صورتیں یونانی نام جوشوا اور جیشوا کی ہیں جو مخفف ہے جیہوشوا کا۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مقام میں جو جیسس نام ہے ڈاکٹر گرے نے کس دلیل پر اُس کو حضرت مسیح کا نام سمجھا ہے۔ کیونکہ اسی عیزرا اس کی پہلی کتاب کے پانچویں باب ورس ۵ میں یہی نام آیا ہے اور یہ وہ شخص ہے جو قید بابل سے چھوٹ کر بنی اسرائیل کے ساتھ بیت المقدس میں آیا تھا مذکورہ بالا ورس میں اسی شخص کا نام معلوم ہوتا ہے کیونکہ لکھا ہے کہ جیسس اُن لوگوں کے ساتھ ظاہر ہوگا جو اس کے ساتھ ہونگے اور اس سے صاف اشارہ اُنہیں لوگوں کی طرف ہے جو قید بابل سے چھوٹ کر بیت المقدس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا
يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ
الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ
سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۰۰) وَالسّٰبِقُوْنَ
الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ
الْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ
بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا
عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۱۰۱)

اور عربوں میں سے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں
اللہ اور آخر دن پر اور سمجھتے ہیں اُس کو جس کو خرچ
کرتے ہیں قربت نزدیک اللہ کے ۔ اور رسول
کی دعائے خیر ۔ ہاں بیشک وہ قربت ہو اُن کیلئے
داخل کریگا اللہ اُن کو اپنی رحمت میں بیشک اللہ
بخشنے والا ہے مہربان (۱۰۰) اور سبقت جنے
والے پہل کرنے والے مہاجرین اور انصار میں
سے اور وہ لوگ جنہوں نے اُن کی پیروی کی
نیکی سے راضی ہوا اللہ اُن سے اور وہ راضی
ہوئے اُس سے اور تیار کیں اُن کیلئے جنتیں
بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں ہمیشہ رہینگے اُن
میں ہمیشہ ہمیش یہ ہے بڑی مراد پانی (۱۰۱)

میں آئے تھے +

اس شخص نے بہت سی نیکی اور خدا پرستی کے کام کئے ہیں جن کا ذکر عیزرا اس کی پہلی کتاب کے باب ۷ ورس ۸ و ۲۴ و ۴۴ و ۶۵ و ۶۸ و ۷۰ و باب ۸ ورس ۲ و باب ۹ ورس ۱۹ میں مندرج ہے اور انہیں نیک کاموں کے سبب سے اُس کو خدا نے اپنا بیٹا کہا ہے +

مسیح اور کرائسٹ کے ایک ہی معنی ہیں ۔ یہ لفظ ہر ایک کے لئے استعمال ہوتا تھا جس پر ایک خاص رسم میں تیل ملا جاتا تھا (دیکھو سفر لویان باب ۴ ورس ۳ و ۵ و ۱۶) ان ورسوں میں مسیح یا کرائسٹ کا لفظ ہائی پریسٹ[1] کے لئے استعمال ہوا ہے اور بنی اسرائیل کے بادشاہوں کو بھی تیل ملا جاتا تھا اور وہ بھی اس لقب سے بولے جاتے تھے (دیکھو پہلا سموئیل باب ۲ ورس ۱۰ و ۳۵ و باب ۱۲ ورس ۳ و ۵ و باب ۱۶ ورس ۶ و باب ۲۴ ورس ۶ و ۱۰ و باب ۲۶ ورس ۹ و ۱۱ و ۲۳ ۔ دوسرا سموئیل باب ۱ ورس ۱۴ و ۱۶ و باب ۱۹ ورس ۲۱ و باب ۲۳ ورس ۱) +

یہودیوں میں پریسٹ کو بھی تیل ملا جاتا تھا جس وقت کہ وہ اپنے کام پر مقرر ہوتے تھے (دیکھو پہلی کتاب تواریخ الایام باب ۱۶ ورس ۲۲ و زبور ۱۰۵ ورس ۱۵) پس اس مقام پر کرائسٹ سے وہی جیسس مراد ہے جو قید بابل سے چھوٹ کر بیت المقدس میں آیا تھا اور بطور پریسٹ کے اُس نے بہت سے کام کئے ہیں +

[1] اعلیٰ پادری +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ۖ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ (۱۰۱) وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۱۰۲)

اور ان لوگوں میں جو تمہارے گرد ہیں گنوار عربوں میں سے منافق ہیں اور مدینہ والوں میں سے بعضے جمے ہوئے ہیں نفاق پر تو اُنکو نہیں جانتا ہم اُن کو جانتے ہیں اب ہم اُن کو عذاب دینگے دوہرا پھر پلٹائے جاوینگے طرف عذاب عظیم کی (۱۰۱) اور اَور لوگ اقرار کرتے ہیں اپنے گناہوں کا اُنہوں نے ملا دیا ہے عمل نیک کو اور دوسرے عمل بد کو امید ہے کہ اللہ التفات کرے اُن پر بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان (۱۰۲)

مسٹر آرنلڈ ان اخیر دو ورسوں کی نسبت جن میں جیسس اور کرائسٹ کا لفظ آیا ہے یہ لکھتے ہیں کہ " اس ورس اور اس کتاب کے اور چند فقروں سے جیسس کرائسٹ کا نام اور اُن کے کام اور موت وغیرہ کا حال صاف صاف معلوم ہوتا ہے - اور یہ بات ناممکن ہے کہ کسی یہودی نے جس نے اس کتاب کو تسلیم کر لیا ہو وہ عیسائی نہ ہو گیا ہو " مگر میں کہتا ہوں کہ یہ بات ناممکن ہے کہ کسی یہودی نے جس نے اس کتاب کو تسلیم کر لیا ہو اُن لفظوں کے وہ معنی سمجھے ہوں جو مسٹر آرنلڈ نے سمجھے ہیں ◆

اس کے بعد مسٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ " اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ کتاب ہمارے سیویر[1] یعنی حضرت مسیح کے تھوڑے زمانہ بعد لکھی گئی ہوگی اور جس کے حالات اور جس کے حواریوں کی تحریرات سے مصنف نے چند فقرے لکھے ہیں " اگرچہ ہم نے تشریح کر دی ہے کہ اُن ورسوں کے وہ معنی نہیں ہو سکتے جو عیسائی مصنف سمجھتے ہیں لیکن اگر ہم اُن کے اس قول کو تسلیم کر لیں کہ یہ کتاب حضرت مسیح کے تھوڑے زمانہ بعد لکھی گئی تھی تو بھی یہ بات تسلیم کرنی ہوگی کہ قبل نزول قرآن مجید کے یہ کتاب تحریر ہو چکی تھی اور چونکہ اُس میں متعدد جگہ انسانوں کو ابن اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے اس واسطے یہودیوں کا بعضا فرقہ حضرت عزیر کو ابن اللہ کہتا ہوگا جیسا کہ ہمارے مفسروں نے لکھا ہے کہ مدینہ کے یہودیوں کا یہ اعتقاد تھا - چنانچہ سعید ابن جبیر اور عکرمہ نے روایت کی ہے کہ سلام بن مشکم اور نعمان بن اوفی اور مالک ابن صیف جو مدینہ کے یہودی تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس آئے کہ ہم کیونکر تمہاری تابعداری کریں تم نے تو ہمارا قبلہ چھوڑ دیا ہے اور عزیر کو ابن اللہ بھی نہیں سمجھتے - اس میں کچھ شک نہیں کہ شام کے یہودیوں کا یہ اعتقاد نہیں تھا اور اسی وجہ سے وہ لوگ اس بات سے کہ وہ عزیر کو ابن اللہ سمجھتے تھے

[1] انگریزی زبان کا لفظ ہے - نجات دہندہ ([illegible]) ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۱۰۴) اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۱۰۵)

لے اُن کے مالوں میں سے خیرات پاک کرے تو اُن کو اور پاکیزہ کرے تو اُن کو بسبب اُس کے کو دعائے خیر کر اُن پر بیشک تیری دعائے خیر تسکین ہے اُن کے لیئے اور اللہ سننے والا ہے جاننے والا (۱۰۴) کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ وہی قبول کرتا ہے توبہ کو اپنے بندوں سے اور لیتا ہے خیراتیں اور یہ کہ اللہ وہی ہے توبہ قبول کرنے والا (۱۰۵)

ہمیشہ انکار کرتے رہے ہیں مگر اُن کے انکار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی فرقہ بھی اس اعتقاد کا نہ تھا۔ اگر اس وقت عیسائیوں سے پوچھو تو سب عیسائی اس بات سے کہ وہ حضرت مریم کو بھی خدا سمجھتے تھے انکار کرینگے حالانکہ چوتھی صدی کے اخیر میں عیسائیوں میں ایک فرقہ پیدا ہوا تھا جو کولی ری ڈینس پکارا جاتا تھا۔ موشیم اکلیزیاسٹکل ہسٹری صفحہ ۱۷۰ میں لکھا ہے کہ اُن لوگوں نے باپ اور بیٹے (یعنی خدا اور حضرت مسیح) کے سوا حضرت مریم کو بھی خدا مانا تھا یہ فرقہ چند روز رہا اور مدت سے معدوم ہو گیا۔ اسی طرح یہودیوں کا بھی ایک خاص فرقہ تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور اب وہ معدوم ہے ✦

مسلمان عالموں کی یہ دلیل کہ قرآن مجید علانیہ مدینہ میں پڑھا جاتا تھا اور آیت وقالت الیھود عزیر ابن اللہ سب یہودی سنتے تھے اگر اُن کا یہ اعتقاد نہ ہوتا تو ضرور الزام دیتے کچھ کم مضبوط نہیں ہے ✦

(۱۱۳) (ان اللہ اشتری) اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دو چیزیں جنت کے بدلے میں مول لینی فرمائی ہیں۔ ایک مسلمانوں کی جان کو جب کہ خدا کی راہ میں کافروں سے لڑتے ہیں اور اُن کو مارتے ہیں اور خود بھی مارے جاتے ہیں۔ گویا اُنہوں نے اپنی جان خدا کے ہاتھ بیچ ڈالی۔ دوسرے مسلمانوں کے مال کو جب کہ وہ اپنا مال خدا کی راہ میں دیتے ہیں ✦

پھر فرمایا کہ یہی وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن میں ہے اور سب سے اخیر قرآن کا نام لیا اس لئے کہ پہلے امر کی نسبت یعنی دشمنوں کے مقابلہ میں جان دینے کے عوض میں اس کی جزا ملنے کا وعدہ توریت میں ہے اور دوسرے امر یعنی خدا کی راہ میں مال دینے یا خیرات کرنے کے عوض میں اُس کی جزا ملنے کا وعدہ انجیل میں ہے۔ اور مجموعاً دونوں امر کی نسبت جزا ملنے کا وعدہ قرآن مجید میں ہے پس جس ترتیب سے وہ دونوں کام بیان کئے ہیں اُسی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۷﴾

کہدے اے پیغمبر عمل کرو پھر اللہ دیکھیگا تمہارے عملوں کو اور اس کا رسول اور ایمان والے۔ اور پھیرے جاؤ گے ڈھکے اور کھلے کاموں کے جاننے والے کے پاس۔ پھر تم کو خبردار کریگا اس سے جو تم کرتے تھے ﴿۱۰۶﴾ اور اور لوگ ہیں جو چھوڑے گئے ہیں اللہ کے حکم کیلئے یا تو ان کو عذاب کریگا اور یا ان پر معافی کریگا اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ﴿۱۰۷﴾

ترتیب سے اُن کتابوں کو بھی بتایا جن میں اُن کاموں کی جزا بیان ہوئی ہے ◆

حضرت موسےٰ جب بحر احمر سے عبور کرکے اُس ملک کو چلے جس کے دینے کا خدا نے وعدہ کیا تھا تو تمام کفار سے خدا کے حکم کے مطابق لڑتے رہے اور خدا کے حکم کے مطابق لڑنے اور مرنے اور مارے جانے میں جو اجر تھا اور جن الفاظ میں خدا کے احکام بجالانے کا اجر کا توریت میں بیان ہوتا تھا اُنہی الفاظ میں اس طرح پر لڑنے اور مارنے اور مارے جانے کا اجر بیان ہوا ہے جس کو قرآن مجید میں مختصر الفاظ "بان لھم الجنۃ" سے تعبیر کیا ہے چنانچہ کافروں سے لڑنے کے جو احکام خدا نے دئیے تھے اور جس طرح حضرت موسےٰ کافروں سے لڑے اور اُن کو قتل کیا وہ بالتفصیل توریت کی کتاب خروج میں مندرج ہیں۔ قرآن مجید میں بھی خدا تعالےٰ نے کافروں سے لڑنے کا حکم دیا اور مسلمانوں کی جانوں کے بدلے جنت یعنی آخرت میں جزا کا وعدہ کیا اور فرمایا "وعدا علیہ حقا فی التوریۃ" یعنی توریت میں بھی اس طرح جان دینے پر جزا کا وعدہ ہے ◆

حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے خدا کے واسطے مال دینے پر زیادہ توجہ فرمائی اور بہت بڑا حصہ اُن کی نصیحت کا مال خیرات کر دینا تھا چنانچہ اُنھوں نے اُس شخص سے جو ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہونا چاہتا تھا فرمایا کہ "جا اور جو کچھ تیرا ہو بیچ کر غریبوں کو دے تو آسمان پر دولت پاویگا" مگر جب اُس نے اُس کو قبول نہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ "خدا کی بادشاہت میں دولتمند کا داخل ہونا کیا ہی مشکل ہے" (مارک باب ۱۰ ورس ۱۷ لغایت ۲۳) قرآن مجید میں بھی خدا تعالےٰ نے خیرات کرنے میں جنت یعنی آخرت میں جزا کا وعدہ کیا اور فرمایا "وعدا علیہ حقا فی الانجیل" یعنی انجیل میں بھی خیرات کرنے پر جزا کا وعدہ ہے ◆

قرآن مجید میں ان دونوں کاموں پر جزا کا متعدد جگہ وعدہ ہے اس لئے اخیر کو فرمایا۔ "وعدا علیہ حقا فی القرآن" اور پھر فرمایا کہ خدا سے زیادہ کون اپنا وعدہ پورا کرنیوالا ہے پس تم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۱۰۸﴾

اور جن لوگوں نے کہ بنائی ہے مسجد ضرر پہنچانے کو اور کفر کرنے کو اور تفرقہ ڈالنے کو درمیان ایمان والوں کے اور ان لوگوں کی گھات لگانے کو جو لڑے اللہ سے اور اس کے رسول سے اس سے پہلے اور البتہ قسمیں کھاویں گے کہ ہم نے نہیں ارادہ کیا بجز نیکی کے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بیشک جھوٹے ہیں ﴿۱۰۸﴾

خوش ہو اپنی چیز کو اس کے بدلے بیچنے سے جس کے بدلے تم نے بیچا +

توریت و انجیل و قرآن میں جزائے آخرت کے بیان میں الفاظ مصطلحہ جداجدا طرز پر بیان ہوئے ہیں مگر سب کا مقصد آخرت کی جزا سے ہے خواہ آسمان کی دولت سے اُس کو تعبیر کیا جائے خواہ لفظ جنت سے +

(۱۱۴) (ماکان للنبی) - (۱۱۵) - (وما کان استغفار ابراهیم لابیه) قرآن مجید میں حضرت ابراہیم کی دعائے مغفرت کا چار جگہ ذکر ہے ایک سورہ ابراہیم میں - جہاں حضرت ابراہیم نے مکہ کے لئے اور حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحٰق کے لئے برکت کی دعا مانگی ہے اُسی دعا کے ساتھ یہ بھی دعا کی ہے کہ " ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب " یعنی اے ہمارے پروردگار بخش دے مجھ کو اور میرے والد اور والدہ کو اور سب ایمان والوں کو جس دن کہ قائم ہو حساب +

اس آیت کو ان دونوں آیتوں سے جن کی ہم تفسیر لکھ رہے ہیں کچھ تعلق نہیں ہے - کیونکہ اس امر کے لئے بہت سی دلیلیں ہیں کہ حضرت ابراہیم کے والد اور والدہ مشرک نہ تھے چنانچہ اس آیت سے بھی اس کا اشارہ نکلتا ہے جہاں حضرت ابراہیم نے کہا ہے " ولوالدی وللمومنین " جس سے پایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم اپنے والدین کو بھی مومنین میں شمار فرماتے تھے پس اگر تسلیم کیا جاوے تو سورہ ابراہیم کی آیت میں مشرکین کے حق میں دعائے مغفرت نہ تھی +

دوسرا مقام سورہ مریم میں ہے جہاں حضرت ابراہیم نے اپنے چچا آذر کو بابت کثرت پرستی چھوڑنے اور خدا پر ایمان لانے کی نصیحت کی ہے مگر اُن کے چچا نے نہ مانا اور خفا ہو کر کہا اگر تو بس نہیں کرتا تو میں تجھ کو سنگسار کروں گا اور تو میرے پاس سے چلا جا اُس وقت حضرت ابراہیم نے کہا " سلام علیک ساستغفر لک ربی " چنانچہ اُس کے بعد حضرت ابراہیم اُور کلدانیان سے جو اُن کا وطن تھا جلاوطن ہو گئے - یہ وہ آیت ہے جس میں حضرت ابراہیم نے اپنے چچا آذر کے حق میں دعائے مغفرت کا وعدہ کیا تھا +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ (۱۰۹)	مت کھڑا ہو اُس میں کبھی البتہ ایک مسجد جس کی بنیاد رکھی گئی ہے پرہیزگاری پر پہلے دن سے احق ہے کہ تو کھڑا ہو اُس میں۔ اس میں لوگ ہیں کہ دوست رکھتے ہیں کہ پاکیزگی کریں اور اللہ دوست رکھتا ہے پاکیزگی کرنے والوں کو (۱۰۹)

تیسرا مقام سورہ شعراء میں ہے جہاں حضرت ابراہیم نے اپنے چچا کو باپ کہکر اور نیز اُس کو گمراہ قرار دیکر اُس کے لئے دعائے مغفرت کی اور کہا "واغفر لابی انہ کان من الضالین" +

چوتھا مقام سورہ ممتحنہ میں ہے جہاں خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی پیروی کی بت پرستی کے بُرا جاننے میں تائید کر کے فرمایا کہ "الا قول ابراھیم لابیہ لاستغفرن لک وما املک لک من اللہ من شئ" یعنی حضرت ابراہیم کے اس قول کی پیروی نہیں چاہیئے جو اُنھوں نے اپنے چچا سے اُن کی مغفرت کی دعا کی نسبت کہا تھا اور اسی وعدہ کے مطابق اُنہوں نے دعا بھی کی تھی +

اس اخیر آیت کا اور سورہ توبہ کی آیت کا ایک ہی مطلب ہے۔ سورہ ممتحنہ کی آیت سے بطور دلالت النص ظاہر ہوتا ہے کہ مشرک کے لئے دعائے مغفرت کرنی نہیں چاہیئے اور سورہ توبہ کی آیت میں بنص صریح بیان ہوا ہے کہ مشرکین کے لئے گو وہ کیسے ہی قریبی قرابت مند ہوں دعائے مغفرت نہ کی جاوے +

حضرت ابراہیم نے اپنے چچا کے لئے اس لئے دعائے مغفرت کی تھی کہ اُن کو اپنے چچا کے ایمان لانے کی توقع تھی مگر جب اُن کو یقین ہو گیا کہ وہ ایمان نہیں لانے کا تو اُنھوں نے اُس سے اپنی بیزاری ظاہر کی جیسے کہ اسی آیت میں بیان ہوا ہے کہ "فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرا منہ ان ابراھیم لاواہ حلیم" +

بعض مخالفین اسلام نے ان آیتوں سے اسلام پر بے رحمی کا الزام لگایا ہے کہ اسلام نے نہایت بے رحمی سے مشرک والدین کے لئے بھی دعائے مغفرت کی ممانعت کی ہے مگر یہ اُن کی غلطی ہے اس لئے کہ اسلام نے جس قدر والدین کے ادب کی گو وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں اور مشرکوں کے ساتھ بھی صلہ رحم کی تاکید فرمائی ہے جس کی بنا محض رحم اور انسانیت پر ہے شاید وہ کسی مذہب میں نہیں ہے۔ مغفرت یا عدم مغفرت کو رحم یا عدم رحم سے کچھ تعلق نہیں ہے اس لئے کہ مغفرت کا مدار صرف ایمان پر ہے اگر کوئی بیٹا اپنے باپ پر جو ایمان نہیں لایا کیسا ہی رنج و غم و افسوس و رحم کیا کرے اور دعا مانگا کرے اُس سے کیا ہوتا ہے۔ اس کی مغفرت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۱۰)	بھلا یا وہ شخص جس نے نیاو رکھی اپنی عمارت کی ڈر نے پر اللہ سے اور رضامندی پر بہتر ہے یا وہ شخص جس نے نیاو رکھی اپنی عمارت کی تیار گرنے والے کنارے پر پھر لے گرا اس کو جہنم کی آگ میں اور اللہ نہیں ہدایت کرتا ظالموں کی قوم کو (۱۱۰)

نہیں ہوسکتی اور جب کہ یہ بات محقق قرار پاچکی کہ مشرکین کی مغفرت نہیں ہونے کی تو انبیاء کو اور نیز تمام مسلمانوں کو نہیں چاہئے کہ مشرکین کے لئے وہ زندہ ہوں یا مردہ دعائے مغفرت کریں کیونکہ ایسا کرنے میں اس بات کا شبہ ہوتا ہے کہ اُن کو خدا کے اس وعدہ پر کہ مشرکین کو نجات نہیں دینے کا پورا پورا یقین نہیں ہے باقی رہی مشرکین کے لئے دعائے خیر کہ وہ ایمان لے آویں اور کفر و شرک سے نجات پاویں جو اُن کے ساتھ اصلی محبت و رحم ہے اُس کی ممانعت نہیں ہے خود انبیاء نے ایسا کیا ہے اور ہر ایک مسلمان کو ایسا کرنا چاہئے بلکہ مشرکین سے جو زیادہ تر قرابت قریبہ رکھتا ہو اُن کے لئے اور زیادہ اور دلی اضطرار اور رنج و غم سے ایسی دعا کرنی لازم ہے +

(۱۱۸) (لقد تاب اللہ علی النبی) اس سورۃ میں خدا تعالیٰ نے اُن مشکلات کا بیان فرمایا ہے جو مسلمانوں کو غزوہ تبوک میں پیش آئی تھیں۔ اُسی کے ساتھ منافقین کے نفاق کو جتلایا تھا یہ آیتیں بھی اُسی سے متعلق ہیں +

ہم نے غزوات کے حالات میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تھی کہ اہل روم نے جو عیسائی تھے شام میں مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے بہت کثرت سے لوگ جمع کئے ہیں اور بنی لخم اور بنی جذام اور بنی عاملہ اور غسان تمام قبیلے ان سے مل گئے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حملہ کے روکنے کی غرض سے اُن پر حملہ کرنے کا حکم دیا +

اس حکم کی تعمیل سے منافق تو بالکل بچنا چاہتے تھے اور جو لوگ درحقیقت سچے مسلمان تھے اُن میں سے بھی بہت سوں کو نہایت شاق گذرا تھا +

شام جہاں جاکر لڑنے کا ارادہ تھا مدینہ سے بہت دور تھا اور سامان سفر کچھ نہ تھا۔

دس آدمیوں میں ایک اونٹ سواری کے لئے ملا تھا کہ باری باری سے چڑھتے اترتے چلیں۔

گرمی کا موسم تھا اور نہایت شدت سے گرمی پڑتی تھی۔ پانی بھی نایاب تھا اور پانی کے نہ ملنے سے لوگوں کو حد سے زیادہ تکلیف تھی۔ سامان رسد کچھ نہ تھا صرف تھوڑی کھجوریں کسی کسی کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (۱۱۱)	ہمیشہ رہیگی اُن کی عمارت جس کو انھوں نے بنایا ہے شک ڈالنے والی اُن کے دلوں میں مگر یہ کہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجاویں اُن کے دل اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا (۱۱۱)

پاس تھیں اور جو کے آنے کی جو چیزیں ہوئی تھی وہ گرمی کے سبب سے سڑ گئی تھی - اس غزوہ میں باسرقد تنگی تھی کہ یہ غزوہ غزوۃ العسرۃ اور جو لوگ اس غزوہ میں لڑائی کو گئے تھے جیش العسرۃ کے نام سے موسوم ہوگیا تھا ◆

مسلمان بھی اس غزوہ میں جانے سے کس ساقت تھے خدا نے فرمایا " یا ایھا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض " یعنی اے ایمان والو تم کو کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ نکلو اللہ کی راہ میں تو تم بوجھل بنکر زمین پر جھک پڑتے ہو ◆

خدا نے منافقوں کی نسبت فرمایا " لوکان عرضا قریبا وسفرا قاصدا لاتبعوک ولکن بعدت علیھم الشقۃ " یعنی " اگر نفع قریب الحصول ہوتا اور سفر ہلکا ہوتا تو وہ تیرے ساتھ چلتے لیکن مسافت اُن کو بعید معلوم ہوئی " ◆

بعضے منافق آنحضرت سے آکر عرض کرتے ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم یہیں رہجاویں سفر میں نہ جاویں خدا نے فرمایا " انما یستاذنک الذین لایومنون باللہ والیوم الاخر وارتابت قلوبھم فھم فی ریبھم یترددون " یعنی اے پیغمبر تجھ سے وہی لوگ اجازت چاہتے ہیں جو خدا پر اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور ان کے دل میں تردد ہے اور اُسی تردد میں مبتلا ہیں ◆

منافقین یہ بھی سمجھتے تھے کہ جن لوگوں سے لڑنے کو جاتے ہیں وہ قوی اور زبردست ہیں اُن کے پاس کثرت سے جمعیت ہے اُن سے لڑکر مصیبت میں پڑجاوینگے خدا نے فرمایا " ومنھم من یقول ائذن لی ولا تفتنی " - یعنی مجھ کو رہجانے کی اجازت دو اور بلا میں مت ڈالو ◆

بعض منافقین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے رہ جانے کی اجازت چاہی - آپ نے اجازت دیدی ، خدا نے فرمایا کہ " عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین " یعنی خدا تجھ کو معاف کرے تو نے اُن کو کیوں اجازت دی تاکہ تو جان لیتا کہ کون لوگ سچے ہیں اور کون جھوٹے ہیں ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ
الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ
حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ
وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ
مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ
الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۱۲﴾ التَّائِبُونَ
الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ
الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ
الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ
عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۳﴾
مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا
أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ
كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿۱۱۴﴾
وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ
لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا
إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ
لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ
لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿۱۱۵﴾

بیشک اللہ نے خرید لیا ہے ایمان والوں سے
اُن کی جانوں کو اور اُن کے مالوں کو اس کے بدلہ
میں کہ اُن کے لئے جنت ہے۔ لڑتے ہیں اللہ
کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں وعدہ
اُس پر سچا توریت اور انجیل اور قرآن میں اور
کون ہے زیادہ پورا کرنے والا اپنے عہد کا اللہ سے
پس خوش ہو اپنے بیچنے سے جس کو بیچا ہے تم
نے بدلے میں اُس کے اور یہ وہی ہے بڑی
مراد پانی ﴿۱۱۲﴾ وہ توبہ کرنے والے ہیں عبادت
کرنے والے ہیں (خدا کی) حمد کرنے والے ہیں
(خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے ہیں رکوع کرنے والے
ہیں سجدہ کرنے والے ہیں حکم کرنے والے ہیں نیکی کا اور منع
کرنے والے ہیں بُرائی سے اور نگاہ رکھنے والے
خدا کے حکموں کو اور خوشخبری دے مسلمانوں کو ﴿۱۱۳﴾
نہیں چاہیئے نبی کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے
ہیں کہ بخشش مانگیں مشرکوں کے لئے اور گو کہ وہ ہوں
قرابت والے بعد اس کے کہ ظاہر ہو گیا ہے اُن کو کہ وہ
دوزخ میں پڑنے والے ہیں ﴿۱۱۴﴾ اور نہیں تھا
بخشش مانگنا ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے مگر
بسبب ایک وعدہ کے کہ اُس سے بتحقیق کیا تھا۔
پھر جب اُس کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے
تو اُس سے بیزار ہوا۔ بیشک ابراہیم دردمند
تھا تحمل والا ﴿۱۱۵﴾

غرضکہ یہ غزوہ نہایت سخت اور عسرت کا تھا آنحضرت کا بعضوں کو رہ جانے کی اجازت
دینا خدا تعالےٰ نے پسند نہیں فرمایا تھا گو کہ جن کو اجازت دی تھی اگر اُن کو اجازت نہ دی جاتی
جب بھی جانے والے نہ تھے مگر اجازت دینے سے اُن کا نفاق پوشیدہ رہ گیا تھا اور
اسی بات کو خدا نے ناپسند کیا تھا اور بہت سے مسلمانوں کا دل بھی کچھ گیا تھا مگر مسلمانوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ
إِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ
مَّا يَتَّقُونَ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيمٌ (١١٦) إِنَّ اللّٰهَ لَهُ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي
وَيُمِيتُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ
اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ (١١٧)
لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ
وَالْمُهٰجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ
اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ
مَا كَادَ تَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ
مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ
رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (١١٨) وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ
الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ
عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ
ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا
أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ
تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللّٰهَ
هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (١١٩) يٰٓأَيُّهَا
الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا
مَعَ الصّٰدِقِينَ (١٢٠)

اور نہیں ہے کہ خدا گمراہ کرے کسی قوم کو بعد
اس کے کہ ہدایت کیا ہو اُن کو یہاں تک کہ ظاہر
کر دے اُن کے لئے وہ چیزیں جن سے کہ وہ پرہیز
کریں بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (١١٦)
بیشک اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہت آسمانوں کی
اور زمین کی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارے لئے نہیں ہے
سوا اللہ کے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار (١١٧)
بیشک معافی کی اللہ نے نبی پر اور مہاجرین و
انصار پر جنہوں نے اس کی پیروی کی مشکل کے
وقت میں بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ڈگمگا جائیں
اُن میں سے ایک فریق کے دل پھر التفات کی
(اللہ نے) اُن پر بیشک وہ اُن پر شفقت
کرنے والا ہے مہربان (١١٨) اور اُن تینوں
پر جو پیچھے چھوڑے گئے تھے۔ یہاں تک کہ جب
تنگ ہوئی اُن پر زمین باوجود فراخی کے اور
تنگ ہوئیں اُن پر اُن کی جانیں اور انہوں نے
جانا کہ نہیں پناہ کی جگہ اللہ سے مگر اسی کے پاس۔
پھر التفات کی (اللہ نے) اُن پر تاکہ وہ توبہ کریں۔
بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے (١١٩)
اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور
ہو سچوں کے ساتھی (١٢٠)

کے دل کو خدا نے مضبوط کیا اور باوجود تمام دکھوں اور مصیبتوں کے خدا کی راہ میں جان دینے
اور لڑنے اور مرنے کو چل نکلے اور جو وسوسے دل میں آئے تھے اور جس امر کی ناپسندیدگی
خدا نے ظاہر کی تھی اُس سب کے مٹانے اور اُس سبب سے جو رنج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے دل میں اور مسلمانوں کے دل میں تھا اُس کے دور کرنے اور اپنی رضامندی کی خوشخبری
سنانے کے لئے خدا تعالٰی نے فرمایا "لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین
اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد تزیغ قلوب فریق منہم ثم تاب علیہم انہ بہم رؤف رحیم"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ
حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ
يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ
لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ
نَّفْسِهٖ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ
ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ
مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا
يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا
اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ
صَالِحٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ
نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً
وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ
لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٢﴾ وَمَا كَانَ
الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً
فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ
طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ
وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا
اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

نہیں چاہئے مدینہ والوں کو اور ان کو جو اُن کے
آس پاس بستے ہیں گنوار دیہیوں سے کہ پیچھے
رہ جاویں اللہ کے رسول سے (یعنی لڑائی میں ان کے
ساتھ لڑنے کو نہ جائیں) اور نہ یہ کہ رغبت کریں
اپنی جانوں کے بچانے کا بدلہ اس کی (یعنی رسول
کی) جان کے۔ یہ اس سبب سے اُن کے لئے ہے کہ
نہیں لگتی اُن کو پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ
کی راہ میں اور نہیں چلتے کسی جگہ کہ کافروں کو غصہ میں
لائے اور نہیں لیتے دشمن سے کوئی دست برد مگر لکھا
جاتا ہے اُن کے لئے اُس کے بدلہ میں عمل نیک۔
بیشک اللہ نہیں ضائع کرتا ثواب نیک کام کرنے
والوں کا ﴿۱۲۱﴾ اور نہیں خرچ کرتے کچھ خرچ چھوٹا
اور بڑا اور نہیں طے کرتے کسی جنگل کو مگر لکھا جاتا ہے اُن
کے لئے (یعنی عمل صالح) تاکہ جزا دے اُن کو اللہ اُس
اچھے کام کی جو وہ کرتے تھے ﴿۱۲۲﴾ اور ممکن نہیں ہے
مسلمانوں کو کہ نکلیں (لڑنے کے لئے) سب کے
سب پھر کیوں نہ نکلا ہر ایک فرقہ میں سے ایک
گروہ تاکہ سمجھدار ہوتے دین میں اور تاکہ ڈراتے
(بُری باتوں سے) اپنی قوم کو جب کہ
پھر آتے اُن کے پاس شاید کہ
وہ ڈرتے ﴿۱۲۳﴾

یعنی بیشک مہربان ہوا اللہ نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیغمبر کی پیروی کی مشکل
کے وقت میں بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ڈگمگا جاویں اُن میں سے ایک فریق کے دل پھر
مہربانی کی اللہ نے اُن پر بیشک وہ اُن پر شفقت کرنے والا ہے مہربان +

﴿۱۱۹﴾ (وعلی الثلاثة الذین خلفوا) یعنی اللہ مہربان ہوا اُن تین شخصوں پر بھی جو
پیچھے چھوڑ دئیے گئے تھے۔ تمام مفسرین اور اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ وہ تین شخص کعب ابن مالک
ہلال ابن اُمیہ۔ مرارة ابن الربیع تھے اُن کے پیچھے رہ جانے کی نسبت مختلف روایتیں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا
الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ
وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا
اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذَا
مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ
اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ
يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ
رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ
كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ
اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً
اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ
وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَاِذَا
مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ
اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ
ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ
قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ
لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ لَقَدْ جَآءَكُمْ
رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ
مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ
عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو لڑو اُن لوگوں سے
جو تمہارے قریب ہیں کافروں سے اور چاہئے
کہ وہ پاویں تم میں مضبوطی اور جان لو کہ اللہ
پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (۱۲۴) اور جب
اُتاری جاتی ہے کوئی سورۃ تو اُن میں سے
(یعنی منافقوں میں سے) کوئی کہتا ہے کہ تم میں
سے کس کا زیادہ کیا اس نے ایمان پھر جو لوگ
کہ ایمان لائے ہیں تو زیادہ کیا اُن کا ایمان
اور وہ خوش ہوتے ہیں (۱۲۵) اور وہ لوگ
کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو زیادہ کیا
اُن کی بُرائی کو اُن کی بُرائی کے ساتھ اور
وہ مرگئے اور وہ کافر تھے (۱۲۶) کیا نہیں
دیکھتے کہ وہ فتنہ میں ڈالے جاتے ہیں ہر
برس میں ایک بار یا دو بار پھر توبہ نہیں کرتے
اور نہ وہ نصیحت پکڑتے ہیں (۱۲۷) اور جب
اُتاری جاتی ہے کوئی سورۃ دیکھتا ہے اُن
میں کا دوسرے کی طرف - کیا دیکھتا ہے
تم کو کوئی پھر پھر جاتے ہیں - پھیر دیا اللہ
نے اُن کے دلوں کو اس سبب سے کہ وہ
ایک قوم ہے کہ نہیں سمجھتی (۱۲۸) بیشک آیا
ہے تمہارے پاس رسول تمہیں میں سے
اُس کو ناگوار ہے یہ کہ تم ایذا میں پڑو حرص
کرنے والا ہے تمہاری بھلائی پر مسلمانوں
کے ساتھ شفقت کرنے والا ہے مہربان (۱۲۹)

ہیں مگر بلحاظ الفاظ قرآن مجید کے یہ قول درست معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں کی نیت یہ نہ تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑائی میں نہ جائیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کوچ فرمانے کے وقت اُن کا سامان سفر درست نہیں ہوا تھا اور کوچ ہو لیا اور یہ تینوں اس لئے پیچھے چھوڑے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾	پھر اگر پھر جاویں تو کہدے کافی ہے مجھ کو اللہ نہیں ہے کوئی معبود بجز اُس کے اُسی پر میں نے توکل کیا ہے وہ مالک ہے عرش یعنی بادشاہت بڑی کا ﴿۱۲۹﴾

گئے کہ سامان سفر درست کر کے لشکر میں آ ملیں مگر بدبختی سے کچھ ایسے اسباب پیش آ گئے کہ وہ نہ جا سکے۔ اس پر اُن کو نہایت رنج تھا دنیا اُن پر تنگ ہو گئی تھی جیسے کہ کمال رنج و غم کی حالت میں انسان کا ایسا ہی حال ہو جاتا ہے اور اُن کی زندگی بھی اُن پر دو بھر ہو گئی تھی اس رنج و غم میں وہ یقین کرتے تھے کہ پیغمبر خدا کے سوا اُن کے لئے کہیں پناہ نہیں ہے۔ اُن کے اس سچے ایمان اور سچی ندامت کے سبب خدا تعالٰے نے اُن کو بھی معاف کیا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سُوْرَۃُ یُوْنُسَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ (۱)
اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ
اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ
وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ
قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ
قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ
مُّبِيْنٌ (۲) اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ
اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ
يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ
بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (۳)
اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا وَعْدَ اللّٰهِ
حَقًّا اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ
يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ
وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (۴)
هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً
وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ
لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ
مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ
الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۵)

خدا کا نام لے کر جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
الرٰ ۔ یہ نشانیاں (یعنی احکام) ہیں حکمت والے
کی کتاب کے (۱) کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے
وحی بھیجی ایک آدمی کے پاس اُن میں سے کہ ڈرائے
لوگوں کو اور خوشخبری دے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے
ہیں اس بات کی کہ اُن کا سچا قدم ہے اُن کے
پروردگار کے نزدیک کافروں نے کہا کہ بیشک یہ
جادوگر ہے علانیہ (۲) بیشک تمہارا پروردگار اللہ ہے
جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں پھر
ٹھہرا عرش پر سنوارتا ہے کاموں کو نہیں کوئی
شفاعت کرنے والا مگر اُس کی اجازت کے
بعد یہ ہے اللہ پروردگار تمہارا پھر اُس کی عبادت
کرو پھر کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے (۳) اسی کے
پاس تم کو پھر جانا ہے سب کو، خدا کا وعدہ سچا ہے
بیشک وہ ابتدا کرتا ہے پیدائش کی پھر دوبارہ
اُس کو کرے گا تاکہ جزا دے اُن لوگوں کو جو ایمان
لائے ہیں اور اچھے کام کئے ہیں انصاف سے اور جو لوگ
کافر ہوئے اُن کے پینے کے لئے ہے کھولتا ہوا پانی
اور عذاب دکھ دینے والا اس لئے کہ وہ کافر تھے (۴)
وہ وہی ہے جس نے بنایا سورج کو روشن اور چاند کو
نور اور مقرر کیں اُس کے لئے منزلیں تاکہ تم جان لو
برسوں کا شمار اور حساب، نہیں پیدا کیا اُس کو اللہ
نے مگر حق مفصل بیان کرتا ہے نشانیوں کو اُن
لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں (۵)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا
خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ ﴿٦﴾ إِنَّ
الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا
وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا
بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ
آيٰتِنَا غٰفِلُونَ ﴿٧﴾ أُولٰٓئِكَ
مَأْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ ﴿٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيهِمْ
رَبُّهُم بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي
مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ فِي جَنّٰتِ
النَّعِيمِ ﴿٩﴾ دَعْوٰىهُمْ فِيهَا
سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ
فِيهَا سَلٰمٌ ﴿١٠﴾ وَآخِرُ دَعْوٰىهُمْ
أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ
الْعٰلَمِينَ ﴿١١﴾ وَلَوْ يُعَجِّلُ
اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُم
بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ
فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا
فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٢﴾
وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ
دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا
أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ
مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهُ
كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ
مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣﴾

بیشک رات اور دن کے مختلف ہونے میں اور
اُن میں جن کو پیدا کیا ہے اللہ نے آسمانوں
میں اور زمین میں البتہ نشانیاں ہیں اُن
لوگوں کے لئے جو پرہیزگار ہیں ﴿٦﴾ بیشک
جو لوگ ہم سے ملنے کی اُمید نہیں رکھتے اور دنیا
ہی کی زندگی سے خوش ہیں اور اسی سے اُن کی
خاطر جمع ہے اور وہ لوگ جو ہماری نشانیوں سے
غافل ہیں ﴿٧﴾ یہی لوگ ہیں کہ اُن کے رہنے کی
جگہ آگ ہے بسبب اس کے جو وہ کرتے تھے ﴿٨﴾
بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اُن کو
پہنچاویگا اُن کو پروردگار اُن کے ایمان کے سبب
بہتی ہونگی اُن کے نیچے نہریں نعمت والی جنتوں
میں ﴿٩﴾ اُن کی دعا اس میں ہوگی اے بار خدایا
تو پاک ہے، اور اُن کی دعا اس میں ایک دوسرے
سے ملنے کی بھی سلام ﴿١٠﴾ اور اخیر اُن کی دعا
ہوگی کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو پروردگار ہے
عالموں کا ﴿١١﴾ اور اگر اللہ جلد دیوے لوگوں کو برائی
جیسے کہ وہ جلد چاہتے ہیں بھلائی کو تو البتہ پورا کیا
جائے اُن کے حق میں اُن کا وقت پھر ہم چھوڑتے
ہیں اُن لوگوں کو جو ہم سے ملنے کی اُمید نہیں
رکھتے اُن کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے ﴿١٢﴾ اور
جب پہنچتی ہے انسان کو برائی تو ہم کو پکارتا ہے
کروٹ پر پڑے یا بیٹھے یا کھڑے ہوئے پھر
جب ہم نے دور کردی اس سے اس کی برائی تو
نکل جاتا ہے گویا کہ ہم کو برائی پر جو اسے پہنچی
تھی پکارا ہی نہ تھا اسی طرح آراستہ کردیا گیا حد
سے گذرنے والوں کو جو کچھ وہ کرتے تھے ﴿١٣﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۶﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور البتہ ہم نے ہلاک کیا تم سے پہلے زمانے کے لوگوں کو جب کہ انہوں نے ظلم کیا اور آئے تھے اُن کے پاس اُن کے رسول کھلی ہوئی دلیلوں کے ساتھ اور وہ نہ تھے کہ ایمان لاویں اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں گنہگار لوگوں کو ﴿۱۳﴾ پھر ہم نے تم کو کیا خلیفہ زمین میں اُن کے بعد تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کس طرح پر کرتے ہو ﴿۱۵﴾ اور جب پڑھی جاتی ہیں اُن کے سامنے ہماری کھلی ہوئی نشانیاں (یعنی احکام) تو کہتے ہیں وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے ہم سے ملنے کی لا ایک قرآن اس کے سوا یا اُس کو بدل ڈال کہدے (اے پیغمبر) کہ نہیں ہوگا مجھ سے کہ میں اس کو بدل دوں اپنی طرف سے میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو وحی کی گئی ہے مجھ پر بے شک میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے پروردگار کے عذاب سے بڑے دن کے ﴿۱۶﴾ کہدے (اے پیغمبر) اگر چاہتا اللہ تو نہ پڑھتا تمہارے سامنے اور (خدا) نہ خبردار کرتا تم کو اس سے۔ پھر بے شک میں رہا تم میں ایک عمر اس سے پہلے کیا تم نہیں سمجھتے ﴿۱۷﴾ پھر کون بڑا ظالم ہے اُس شخص سے جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا جھٹلاوے اُس کی نشانیوں کو بے شک بات یہ ہے کہ نہیں فلاح پاویں گے گنہگار ﴿۱۸﴾ اور وہ عبادت کرتے ہیں اللہ کے سوا اُس کی جو نہ اُن کو نقصان پہنچاتی ہے اور نہ اُن کو نفع پہنچاتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ہیں ہمارے شفیع اللہ کے پاس کہدے (اے پیغمبر) کیا تم خبردار کرتے ہو اللہ کو اس چیز سے جو وہ نہیں جانتا آسمانوں میں اور نہ زمین میں[1] پاک ہے وہ اور برتر ہے اُس سے کہ شریک کرتے ہیں ﴿۱۹﴾

[1] یعنی تمہارا یہ کہنا کہ یہ ہمارے شفیع اللہ کے پاس ہیں غلط ہے کیونکہ اللہ اس کو نہیں جانتا اگر ایسا ہوتا تو اللہ ضرور جانتا۔ یا یہ محاورہ ہے کہ جب پر [illegible] کسی بات سے بری کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں ما علم اللہ هذا منی یعنی اللہ کو میری اس بات کی خبر نہیں ہے مطلب یہ کہ میں اس بات سے بری ہوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً
فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ
مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ
يَخْتَلِفُونَ (٢٠) وَيَقُولُونَ لَوْلَا
أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَقُلْ
إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي
مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ (٢١)
وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً
مِّن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا
لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا قُلِ
اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا إِنَّ
رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ (٢٢)
هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ
وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ
وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ
وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ
مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ
بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ
لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ
لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ (٢٣) فَلَمَّا
أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ
فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يَا أَيُّهَا
النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ
أَنفُسِكُم مَّتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ
إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم
بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (٢٤)

اور نہ تھے سب لوگ مگر ایک گروہ پھر انہوں نے اختلاف کیا
اور اگر نہ ہوتا ایک کلمہ جو پہلے کہا جا چکا تیرے پروردگار
سے تو فیصلہ کر دیا جاتا اُن کے درمیان اس میں جس
میں کہ وہ اختلاف کرتے تھے (٢٠) اور کہتے ہیں کیوں نہ
اتاری گئی اس کے اوپر (یعنی پیغمبر پر) کوئی نشانی اس کے
پروردگار سے کہہ دے اے پیغمبر کہ اس کے سوا کوئی بات
نہیں کہ غیب کا علم خدا ہی کو ہے پھر انتظار کرو تحقیق میں
بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں (٢١)
اور جب کہ ہم مزا چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت کا بعد اس کے
کہ پہنچی تھی اُن کو برائی تو یکایک اُن کے لئے ایک مکر
ہوتا ہے ہماری نشانیوں میں کہہ دے (اے پیغمبر)
کہ اللہ بہت تیز ہے مکر میں بیشک ہمارے رسول لکھ لیتے
ہیں جو کچھ تم مکر کرتے ہو (٢٢) وہ وہ ہے جو تم کو
چلاتا ہے میدان میں اور دریا میں یہاں تک کہ جب
تم ہوتے ہو کشتی میں اور کشتیاں اُن سمیت چلتی ہیں
اچھی ہوا سے اور وہ خوش ہوتے ہیں اس سے
کہ آ جاتی ہے کشتیوں پر ہوا جھکڑ کی اور آن پڑتی
ہے موج ہر طرف سے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اب وہ
گھیرے گئے پکارتے ہیں اللہ کو مخلص ہو کر اسی کی
عبادت کو کہ اگر تو ہم کو نجات دیگا اس آفت سے
تو ہم ضرور ہونگے شکر کرنے والوں میں سے (٢٣) پھر جب
ان کو نجات دی تو اُس کے ساتھ ہی سرکشی
کرتے ہیں زمین میں ناحق اے لوگو اس کے سوا
کچھ نہیں کہ تمہاری سرکشی تمہاری ہی جانوں پر ہے
لے لو فائدہ دنیا کی زندگی کا پھر ہمارے ہی پاس
تمہارا پھر کر آنا ہے پھر ہم تم کو خبردار کر دینگے اس
سے جو تم کرتے تھے (٢٤)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ
أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ
نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ
وَالْأَنْعَامُ حَتّٰى إِذَا أَخَذَتِ
الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ
أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَا
أَتٰهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا
فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَأَنْ لَّمْ تَغْنَ
بِالْأَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ
لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَاللّٰهُ
يَدْعُوْٓا إِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ
مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢٦﴾
لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ
وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ
لَا ذِلَّةٌ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَالَّذِيْنَ
كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ
بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَا لَهُمْ
مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ كَأَنَّمَآ
أُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ
الَّيْلِ مُظْلِمًا أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ
النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَيَوْمَ
نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ
لِلَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ
وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ
وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ
إِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٩﴾

اس کے سوا کچھ نہیں کہ مثال دنیا کی زندگی کی اس
کی مانند ہے کہ ہم نے گرایا پانی آسمان سے پھر
ملیں اس سے اُگی ہوئی چیزیں زمین کی اس چیز
سے جس کو کھاتے ہیں آدمی اور مویشی یہاں تک
کہ جب لے لیا زمین نے اپنا سنگار اور بن سنور گئی
اور اس کے لوگوں نے جانا کہ اب وہ اس پر قادر
ہیں آیا اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر دیا
ہم نے اس کو جڑ سے کاٹ پھینکی ہوئی کھیتی گویا
کہ کل تھی ہی نہیں اس طرح ہم مفصل بیان کرتے
ہیں نشانیوں کو ان کے لئے جو سوچتے ہیں ﴿٢٥﴾
اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف اور ہدایت
کرتا ہے جس کو چاہتا ہے سیدھے رستہ کی
طرف ﴿٢٦﴾ ان لوگوں کے لئے جو نیکی کرتے
ہیں نیکی ہے اور اس پر کچھ زیادہ اور نہ چڑھیگی
ان کے منہوں پر کوئی سیاہی اور نہ کوئی خواری یہ
لوگ ہیں جنت والے وہ اسی میں رہینگے ہمیشہ ﴿٢٧﴾
اور جن لوگوں نے کمائیں برائیاں بدلا برائی کا اسی
کی مانند ہے اور چڑھیگی ان کو خواری نہیں
کوئی ان کے لئے اللہ سے بچانے والا گویا کہ
ڈھانکے گئے ہیں ان کے منہ اندھیری رات
کے ٹکڑے سے وہ لوگ ہیں آگ میں پڑنے والے
وہ اسی میں رہینگے ہمیشہ ﴿٢٨﴾ اور جس دن ہم ان
سب کو اکٹھا کرینگے پھر کہینگے ان لوگوں کو جو
شریک کرتے تھے کھڑے رہو اپنی جگہ پر اور تمہارے
شریک پھر فرق کر دینگے ہم ان کے درمیان اور
کہینگے ان کے شریک کہ ہم تمہاری عبادت
نہیں کرتے تھے ﴿٢٩﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ
اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ (۳۰)
هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ
وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ
عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۳۱) قُلْ
مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ
وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ
وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ
مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ
الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ
اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (۳۲) فَذٰلِكُمُ
اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ
اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ (۳۳)
كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى
الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۳۴)
قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا
الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ قُلِ اللّٰهُ
يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ
يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (۳۵)
قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ
مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ قُلِ اللّٰهُ
يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ
اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى
فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (۳۶) وَمَا
يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ
لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ
بِمَا يَفْعَلُوْنَ (۳۷)

پھر کافی ہے خدا گواہ ہم میں اور تم میں بیشک ہم
تمہاری عبادت سے بے خبر تھے (۳۰) اُس جگہ
آزمائیگا ہر شخص جو کچھ کہ پہلے کیا تھا اور لوٹائے
جاوینگے اللہ کے پاس اُن کے مالک حقیقی کے اور
کھویا جاویگا ان سے جو کچھ کہ وہ افترا کرتے تھے (۳۱)
کہدے اے پیغمبر کون روزی دیتا ہے تم کو آسمانوں
اور زمین سے یا کون ہے مالک کانوں سے سنائی دینے
اور آنکھوں سے دکھائی دینے کا اور کون نکالتا ہے
زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے
اور کون درست کرتا ہے کام کو پھر کہینگے کہ اللہ
تو کہہ کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے (۳۲) پھر یہی ہے
اللہ پروردگار تمہارا سچ پھر کیا ہے سچ کے بعد مگر
گمراہی پھر کہاں سے پلٹائے جاتے ہو (۳۳) اسی
طرح محقق ہو گیا حکم تیرے پروردگار کا اُن لوگوں
پر جو نافرمان ہوئے کہ بیشک وہ ایمان نہیں لاتے
گے (۳۴) کہدے اے پیغمبر کیا ہے کوئی تمہارے
شریکوں میں سے جو ابتدا کرے پیدائش کی پھر دوبارہ
اس کو کرے کہدے کہ اللہ ابتدا کرتا ہے پیدائش کی پھر دوبارہ اس کو
کریگا پھر کہاں سے پلٹائے جاتے ہو (۳۵) کہدے اے پیغمبر کیا ہے
کوئی تمہارے شریکوں میں سے جو ہدایت کرے سچ کی طرف کہدے
اللہ ہدایت کرتا ہے سچ کی پھر کیا جو ہدایت کرتا ہے سچ کی
طرف زیادہ مستحق ہے کہ پیروی کیا جاوے یا وہ جو خود ہدایت
نہیں پاتا مگر اس وقت تک کہ ہدایت کیا جاوے
پھر کیا ہوا تم کو کس طرح حکم کرتے ہو (۳۶) اور
نہیں پیروی کرتے ان میں سے اکثر مگر گمان کی بیشک
گمان نہیں بے پروا کرتا سچ بات کے جاننے سے کچھ بھی بیشک
اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں (۳۷)

لے المراد منه انه يخرج المؤمن من الكافر والكافر من المؤمن (تفسیر کبیر) ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۱﴾ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور نہیں ہے یہ قرآن کہ بنایا گیا ہو خدا کے سوا کسی اَور سے ولیکن تصدیق کرتا ہے اُس کی جو اس کے آگے ہے اور تفصیل کرتا ہے کتاب کی اس میں شک نہیں کہ پروردگار عالموں کی طرف سے ہے (۳۸) کیا وہ کہتے ہیں کہ وہ بنایا ہُوا ہے کہہ دے (اے پیغمبر) تو لاؤ کوئی سورۃ اُس کی مانند اور بلاؤ جس کو تم بلا سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو (۳۹) بلکہ انہوں نے جھٹلایا اُس چیز کو کہ اُس کے سمجھنے تک وہ نہ پہنچے تھے اور نہ اُن کے پاس پہنچی تھی اُس کی دلیل اسی طرح جھٹلایا تھا اُن لوگوں نے جو اُن سے پہلے تھے پھر دیکھ کیا حال ہوا آخیر کو ظالموں کا (۴۰) اور اُن میں سے (یعنی یہودیوں میں سے) بعضے ہیں جو اس پر (یعنی قرآن پر) ایمان لاویں گے اور اُن میں سے بعضے ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاویں گے اور تیرا پروردگار خوب جانتا ہے مفسدوں کو (۴۱) اور اگر وہ تجھ کو جھٹلاویں تو کہہ دے میرے لئے ہے میرا عمل اور تمہارے لئے ہے تمہارا عمل تم بری ہو اس سے جو میں کرتا ہوں اور میں بری ہوں اُس سے جو تم کرتے ہو (۴۲) اور اُن میں سے کون ہے جو کان لگاتا ہے تیری طرف پھر کیا تو سُنا دیگا بہروں کو اور گو کہ وہ نہ سمجھتے ہوں (۴۳) اور اُن میں سے کون ہے جو دیکھتا ہے تیری طرف پھر کیا تو راہ دکھلاویگا اندھوں کو گو کہ وہ نہیں دیکھتے (۴۴) بے شک اللہ نہیں ظلم کرتا لوگوں پر کچھ لیکن لوگ اپنے آپ پر آپ ظلم کرتے ہیں (۴۵)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْا
إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ
بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ
اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (۴۶)
وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ
أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ
ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا
يَفْعَلُوْنَ (۴۷) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ
رَّسُوْلٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُوْلُهُمْ
قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ (۴۸) وَيَقُوْلُوْنَ
مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ (۴۹) قُلْ لَّا أَمْلِكُ
لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا
إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ
إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً
وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (۵۰) قُلْ أَرَءَيْتُمْ
إِنْ أَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا
مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ (۵۱)
أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ
آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ (۵۲)
ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا
عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا
بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (۵۳) وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ
أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِيْ وَرَبِّيْ إِنَّهٗ
لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ
بِمُعْجِزِيْنَ (۵۴)

جس دن (خدا) اُن کو اکٹھا کریگا گویا کہ وہ نہیں
رہے تھے مگر ایک ساعت دن کی پہچانینگے آپس
میں۔ بیشک نقصان اُٹھایا اُن لوگوں نے جنھوں
نے جھٹلایا اللہ سے ملنے کو اور وہ نہ تھے ہدایت
پانیوالے (۴۶) اگر ہم تجھ کو دکھلاویں بعضی چیز
جس کا ہم اُن سے وعدہ کرتے ہیں یا اُس کے
بغیر دکھائے ہم تجھ کو موت دیں آخر ہمارے پاس
اُن کو پھر آنا ہے پھر اللہ گواہ ہے اُس پر جو وہ کرتے
ہیں (۴۷) اور ہر گروہ کے لئے رسول ہے پھر جب
آیا اُن کا رسول فیصلہ کیا گیا اُن میں ساتھ انصاف
کے اور وہ نہیں ظلم کئے جاتے (۴۸) اور کہتے ہیں
کہ کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو (۴۹) کہدے
(اے پیغمبر) کہ میں نہیں مالک ہوں اپنی جان کے
لئے نقصان کا اور نہ نفع کا مگر جو چاہے اللہ۔
ہر گروہ کے لئے وقت مقرر ہے جب آتا ہے اُن کا
وقت تو پیچھے رہتے ہیں ایک ساعت اور نہ آگے
بڑھتے ہیں (۵۰) کہدے (اے پیغمبر) کیا سوچا تم
اگر آوے تم پر اُس کا عذاب رات کو یا دن کو کس کو
اُس میں سے جلد چاہتے ہیں گنہگار (۵۱) پھر کیا
جس وقت وہ آپڑیگا تم اُس پر ایمان لاؤ گے۔ کیا
اُس آن (مانو گے) اور ہاں تم تو اُس کا آنا جلد چاہتے
تھے (۵۲) پھر کہا جاویگا اُن لوگوں کو جو ظلم کرتے تھے
چکھو ہمیشہ کا عذاب کیا تم کو بدلا دیا جاویگا (اور کچھ)
بجز اُس کے جو تم کماتے تھے (۵۳) اور پوچھتے ہیں
تجھ سے کیا یہ سچ ہے کہدے ہاں قسم میرے
پروردگار کی بیشک وہ البتہ سچ ہے اور تم
عاجز کرنے والے نہیں ہو (۵۴)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا
فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ وَاَسَرُّوا
النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ وَقُضِيَ
بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٥٥﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَلَآ اِنَّ
وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ
وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٧﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ
قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى
وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ قُلْ بِفَضْلِ
اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا
هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٥٩﴾ قُلْ
اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ
مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا
قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿٦٠﴾
وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ
عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦١﴾
وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا
مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ
مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا
اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ
رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ
وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ
لَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦٢﴾

اور اگر ہو ہر جان کے لئے جس نے ظلم (یعنی شرک)
کیا ہے جو کچھ کہ زمین میں ہے تو ضرور وہ اُس کو
بدلے میں دیدے اور پشیمانی کو چھپا دیں جب کہ وہ
دیکھیں عذاب کو اور فیصلہ کیا جاویگا اُن میں انصاف
سے اور اُن پر ظلم نہ کیا جاویگا (٥٥) سُن لو بیشک
اللہ کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور زمین
میں سُن لو بیشک وعدہ اللہ کا برحق ہے ولیکن اُن میں کے
بہت سے نہیں جانتے (٥٦) وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے
اور اُسی کے پاس پھر جاتے ہو (٥٧) اے لوگو بیشک آئی
ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے پروردگار کے پاس سے
اور شفا اُس بیماری کی جو دلوں میں ہے اور ہدایت و رحمت
مسلمانوں کیلئے (٥٨) کہدے اے پیغمبر کہ اللہ کے فضل
سے اور اُسکی رحمت سے اور اُسکے ساتھ چاہیے کہ خوش
ہوں، وہ بہتر ہے اُس سے جو وہ جمع کرتے ہیں (٥٩)
کہدے اے پیغمبر کیا دیکھا تم نے جو کچھ اُتارا اللہ نے
رزق سے تمہارے لئے پھر تم نے اُس میں سے کر لیا حلال و حرام
کہ کیا خدا نے تم کو اجازت دی ہے یا خدا پر افترا کرتے ہو (٦٠)
اور کیا گمان ہے اُن لوگوں کا جو اللہ پر جھوٹا افترا کرتے ہیں
آخرت کے دن کا۔ بیشک اللہ ضرور لوگوں پر فضل کرنیوالا
ہے ولیکن اُن میں کے اکثر شکر نہیں کرتے (٦١) اور تو
کسی حال میں کیوں نہ ہو اور تو اُس میں سے قرآن میں سے
کچھ کیوں نہ پڑھے اور تم کاموں میں سے کوئی کام کیوں نہ کرتے
ہو مگر ہم ہوتے ہیں تمہارے پاس موجود جب کہ تم
اُس کو شروع کرتے ہو۔ اور نہیں چھپی رہتی تیرے پروردگار
سے کوئی چیز ذرہ کی برابر زمین میں اور نہ آسمان میں
اور اُس سے (یعنی ذرہ سے) چھوٹی اور نہ بڑی مگر
(موجود ہے) بیان کرنے والی کتاب میں (٦٢)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٣﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟
وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ﴿٦٤﴾ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ
فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ
لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَٰتِ ٱللَّهِ ذَٰلِكَ
هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿٦٥﴾ وَلَا يَحْزُنكَ
قَوْلُهُمْ إِنَّ ٱلْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ
ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿٦٦﴾ أَلَآ إِنَّ لِلَّهِ مَن
فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَن فِى ٱلْأَرْضِ
وَمَا يَتَّبِعُ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن
دُونِ ٱللَّهِ شُرَكَآءَ إِن يَتَّبِعُونَ
إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٦٧﴾
هُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ لِتَسْكُنُوا۟
فِيهِ وَٱلنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ فِى ذَٰلِكَ
لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٨﴾
قَالُوا۟ ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ وَلَدًا سُبْحَٰنَهُۥ
هُوَ ٱلْغَنِىُّ لَهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ
وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ إِنْ عِندَكُم
مِّن سُلْطَٰنٍۭ بِهَٰذَآ أَتَقُولُونَ
عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٩﴾ قُلْ
إِنَّ ٱلَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ
ٱلْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿٧٠﴾
مَتَٰعٌ فِى ٱلدُّنْيَا
ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ
ثُمَّ نُذِيقُهُمُ ٱلْعَذَابَ
ٱلشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا۟
يَكْفُرُونَ ﴿٧١﴾

سن! بیشک اللہ کے دوست اُن کو نہ کچھ خوف
ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۶۳) جو لوگ ایمان
لائے اور پرہیزگاری کرتے تھے (۶۴) اُن کے لئے
خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ
کے کلام میں بدل نہیں ہے۔ یہ (بشارت) ہی
بڑی مراد پانی (۶۵) اور تجھ کو غمگین نہ کرے اُن کا کہنا
بیشک عزت اللہ کے لئے ہے ساری وہ سننے والا ہے
جاننے والا (۶۶) سن! بیشک اللہ کے لئے ہے جو آسمانوں
میں ہے اور جو زمین میں ہے اور یہ پیروی نہیں کرتے وہ
لوگ جو پکارتے ہیں اللہ کے سوا شریکوں کو، نہیں
پیروی کرتے مگر گمان کی اور وہ نہیں ہیں مگر جھوٹی باتیں
بنانے والے (۶۷) وہ وہ ہے جس نے بنائی تمہارے
لئے رات تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن روشن (تاکہ
تم اُس میں چلو پھرو کاروبار کرو) بیشک اس میں نشانیاں
ہیں اُن لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں (۶۸) کہتے ہیں
اللہ رکھتا ہے اولاد، پاک ہے وہ —
وہ بے پرواہ ہے۔ اُسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں
میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تمہارے پاس کوئی دلیل
اس پر نہیں ہے۔ کیا تم کہتے ہو خدا پر
جو نہیں جانتے (۶۹) کہہ دے (اے پیغمبر) کہ بیشک
جو لوگ افترا کرتے ہیں اللہ پر جھوٹ فلاح نہیں پانے
کے (۷۰) (اُن کو) فائدہ تھوڑی دُنیا
میں ہے پھر ہمارے پاس اُن کو
آنا ہے پھر ہم اُن کو چکھا دیں گے
عذاب شدید کا بسبب اس
کے کہ وہ کفر کرتے
تھے (۷۱)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ (۷۲) فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (۷۳) فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ (۷۴) ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ (۷۵) ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ وَهَارُونَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ (۷۶) فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا إِنَّ هَٰذَا لَسِحْرٌ مُبِينٌ (۷۷) قَالَ مُوسَىٰ أَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ أَسِحْرٌ هَٰذَا وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُونَ (۷۸) قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ (۷۹)

اور پڑھ سنا اُن کو قصہ نوح کا۔ جب کہ اُس نے کہا اپنی قوم سے اے میری قوم اگر تم پر گراں ہو گیا ہے میرا کھڑا ہونا اور اللہ کی نشانیوں (یعنی حکم) سے نصیحت کرنا تو میں نے خدا پر توکل کیا ہے پھر اکٹھے ہو جاؤ اپنے کام پر مع اپنے شریکوں کے پھر نہ ہو تمہارا کام تم پر پوشیدہ پھر حوالہ کرو میرے اور مجھ کو مہلت مت دو (۷۲) پھر اگر تم پھر جاؤ تو میں تم سے نہیں مانگتا کچھ بدلا میرا بدلا دینا نہیں ہے مگر اللہ پر اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں ہوں مسلمانوں (یعنی فرمانبرداروں) میں سے (۷۳) پھر انہوں نے اُس کو جھٹلایا پھر بچا لیا ہم نے اُس کو اور اُن کو جو اُس کے ساتھ تھے کشتی میں اور ہم نے اُن کو جانشین کیا اور ہم نے اُن کو ڈبو دیا جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا پھر دیکھ کیسا ہوا آخیر حال ڈرائے گیوں کا (۷۴) پھر بھیجے ہم نے اُس کے (یعنی نوح کے) بعد رسول اُن کی قوم کے پاس پھر وہ آئے اُن کے پاس روشن دلیلوں کے ساتھ پھر وہ نہ تھے کہ ایمان لاتے اُس پر جس کو انہوں نے اس سے پہلے جھٹلایا تھا۔ اس طرح پر ہم مہر کر دیتے ہیں دلوں پر زیادتی کرنے والوں کے (۷۵) پھر ہم نے بھیجا اُن کے بعد موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیوں کے ساتھ پھر انہوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ گنہگار تھے (۷۶) پھر جب اُن کے پاس سچی بات ہمارے پاس سے آئی انہوں نے کہا کہ بیشک یہ جادو ہے علانیہ (۷۷) موسیٰ نے کہا کیا تم کہتے ہو سچ کے لیے جب کہ وہ تمہارے پاس آیا کیا یہ جادو ہے اور فلاح نہیں پاتے جادوگر (۷۸) وہ بولے کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ پھیر دے ہم کو اُس چیز سے جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو اور ہو تم دونوں کی بڑائی ملک میں اور ہم نہیں ہیں تمہارے لیے ایمان لانے والے (۷۹)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ
سَاحِرٍ عَلِيمٍ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ
مُوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٨١﴾
فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم
بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ
لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨٢﴾ وَ
يُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ
الْمُجْرِمُونَ ﴿٨٣﴾ فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ
إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ
مِّن فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ
وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ
لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٨٤﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ
يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ
فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ﴿٨٥﴾
فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا
فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَنَجِّنَا
بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ
الْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ
وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا
بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ
قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَبَشِّرِ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٧﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا
إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً
وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا
عَن سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ
وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ
يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٨٨﴾

فرعون نے کہا کہ لاؤ میرے پاس تمام جادوگروں (جادو کو
خوبی جاننے والوں کو (٨٠) پھر جب آئے جادوگر ان سے
موسیٰ نے کہا ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو (٨١) پھر
جب انہوں نے ڈالا موسیٰ نے کہا کہ جو کچھ تم لائے ہو
جادو ہے۔ بیشک اللہ جلد اس کو جھوٹا کر دیگا بیشک
اللہ درست نہیں کرتا کام فساد کرنیوالوں کا (٨٢) اور ثابت
کر دیگا اللہ سچ کو اپنے کلام سے اور گو کہ ناخوش ہوں
گنہگار (٨٣) پھر کوئی ایمان نہ لایا موسیٰ پر بجز اس
کی قوم کی اولاد کے باوجود فرعون کے اور اس
کے سرداروں کے خوف کے کہ ایذا دیگا ان کو۔ اور
بیشک فرعون البتہ غالب تھا ملک میں۔ اور بیشک وہ
البتہ تھا زیادتی کرنے والوں میں سے (٨٤) اور
موسیٰ نے کہا اے میری قوم اگر تم ایمان لائے ہو اللہ
پر تو پھر اسی پر توکل کرو اگر تم مسلمان ہو (٨٥) پھر
انہوں نے کہا کہ اللہ پر ہم نے توکل کیا۔ اے ہمارے
پروردگار نہ کر ہم کو ایذا میں ڈالنے کو ظالموں کی قوم
کے لئے۔ اور نجات دے ہم کو اپنی رحمت سے
کافروں کی قوم سے (٨٦) اور وحی بھیجی ہم نے
موسیٰ اور اس کے بھائی کے پاس یہ کہ بنا دیں اپنی
قوم کے لئے مصر میں گھر اور بناؤ اپنے گھروں کو قبلہ رخ
اور قائم رکھو نماز کو اور خوشخبری دو ایمان والوں
کو (٨٧) اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے پروردگار
بیشک تو نے دی ہے فرعون کو اور اس کے سرداروں
کو شان اور دولت دنیا کی زندگی میں۔ اے ہمارے پروردگار
تاکہ گمراہ کریں تیرے رستے سے۔ اے ہمارے پروردگار مٹا دے انکی
دولتوں کو اور سختی کر ان کے دلوں پر پھر وہ نہ ایمان لانے پائیں جب تک
کہ وہ دیکھیں عذاب دکھ دینے والا (٨٨)

قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا
فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ
الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا
بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ
فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ
بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ
الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ
وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْئٰنَ
وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ
مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ
نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ
لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا
مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا
لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ
وَّرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ
فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَاۗءَ
ھُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ
بَيْنَھُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاِنْ كُنْتَ
فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ

(خدا نے) کہا البتہ قبول کی گئی تم دونوں کی دعا
پھر تم دونوں استقامت کرو اور پیروی نہ کرو
اُن لوگوں کے رستہ کی جو نہیں جانتے (۸۹) اور
اور پار اُتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پھر اُن کا
پیچھا کیا فرعون نے اور اُس کے لشکر نے سرکشی
اور تعدی سے۔ یہاں تک کہ جب آ لگا اُس کو
ڈوبنا (اُس وقت فرعون نے) کہا ایمان لایا میں
کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ جس پر ایمان لائے
ہیں بنی اسرائیل اور میں مسلمانوں میں سے ہوں (۹۰)
(خدا نے کہا) اب ایمان لاتا ہے) اور بیشک
نافرمانی کرچکا تو پہلے اور تھا تو فساد کرنیوالوں
میں سے (۹۱) پھر آج کے دن بچا دینگے ہم
تجھ کو تیری لاش کو تاکہ تو ہو اُن لوگوں کیلئے
جو کہ تیرے پیچھے ہیں نشانی۔ اور بیشک لوگوں
میں سے بہت ہیں ہماری نشانیوں سے غافل (۹۲)
اور بیشک ٹھیک جگہ دی ہم نے بنی اسرائیل کو جگہ
دینی سچائی کی اور ہم نے اُن کو روزی دی پاک چیزوں
سے۔ پھر اُنھوں نے اختلاف نہیں کیا جب تک
کہ آیا اُن کے پاس علم (یعنی قرآن) بیشک تیرا
پروردگار فیصلہ کریگا اُن میں قیامت کے دن
جس چیز میں کہ وہ اس میں اختلاف کرتے تھے (۹۳)
پھر اگر تو کسی شک میں ہے اُس سے جو بھیجا ہے ہم نے

(۹۴) (فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ) اس سورۃ میں خدا تعالےٰ نے فرمایا تھا کہ "جو لوگ افترا کرتے ہیں اللہ پر جھوٹ فلاح نہیں پانے کے" اور اُس کی تصدیق کے لئے خدا نے حضرت نوح اور اُن کی اُمت کا اور حضرت موسےٰ و ہارون و فرعون کا قصہ بیان فرمایا تھا کہ کس طرح ان کی اُمت خدا کے رسولوں کی بات نہ ماننے سے عذاب میں مبتلا ہوئی۔ اُن کا قصہ بیان کرنے کے بعد خدا نے فرمایا "فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ" یعنی اے خدا پر افترا کرنے والے اگر تجھ کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ
الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَآءَكَ
الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ
الْمُمْتَرِينَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ
الَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُونَ
مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿۹۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ
حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ
لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ
كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ
الْأَلِيمَ ﴿۹۷﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ
اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا
إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا اٰمَنُوا
كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ
إِلٰى حِينٍ ﴿۹۸﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ
لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ
جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ
حَتّٰى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۹۹﴾ وَمَا
كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ
وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ
لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۰۰﴾

تیرے پاس تو پوچھ اُن لوگوں سے جو پڑھتے
ہیں کتاب تجھ سے پہلے ۔ بیشک آیا ہے سچ
تیرے پاس تیرے پروردگار سے پھر نہ ہو تو
شک کرنے والوں میں سے (۹۴) اور نہ ہو اُن
لوگوں میں سے کہ جھٹلایا اللہ کی نشانیوں کو پھر تو
ہو جائے نقصان پانے والوں میں (۹۵) بیشک
وہ لوگ کہ اُن پر محقق ہو گیا حکم تیرے پروردگار کا
وہ ایمان نہیں لانے کے (۹۶) اور گو کہ آوے اُن
کے پاس ہر ایک نشانی یہاں تک کہ وہ دیکھیں عذاب
دکھ دینے والا (۹۷) پھر کیوں نہ ہوئی کوئی بستی
کہ ایمان لائی ہو (یعنی عذاب نازل ہونے کے بعد)
پھر اس کو فائدہ دیا ہو اُس کے ایمان نے بجز قوم یونس
جب کہ وہ ایمان لائے دور کر دیا ہم نے اُن سے
رسوا کرنے والے عذاب کو دنیا کی زندگی میں اور ہم نے
اُن کو فائدہ مند کیا ایک وقت تک (۹۸) اور اگر
چاہتا تیرا پروردگار تو ایمان لے آتے جو زمین میں
ہیں سب کے سب اکٹھا پھر کیا تو جبر کر سکتا ہے
لوگوں پر تا کہ وہ مسلمان ہو جاویں (۹۹) اور ممکن
نہیں ہے کسی شخص کو کہ ایمان لاوے مگر اللہ کے
حکم سے اور کر دیتا ہے نجس ہونا اُن لوگوں پر
جو نہیں جانتے (۱۰۰)

اس قصہ میں جو ہم نے بذریعہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تجھ پر نازل کیا ہے تجھے شک ہو تو اُن لوگوں سے پوچھ لے جو تجھ سے بہت پہلے سے کتاب کو پڑھتے آئے ہیں ۔ تقدیر کلام اس طرح پر ہے *

فان كنت ايها المفترى فى شك مما انزلنا اليك بلسان محمد من قصص الانبياء وامهم فسئل الذين يقرءون الكتاب من قبلك اى قبل زمانك وعهدك ۔

ثم خاطب الله هذا المفترى وقال ۔ لقد جاءك الحق من ربك بالوحى

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (۱۰۱) فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (۱۰۲) ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۰۳) قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۰۴)

کہدے (اے پیغمبر) دیکھو کیا کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ فائدہ نہیں کرتیں نشانیاں اور ڈرانے والے اُس قوم سے جو ایمان نہیں لاتی (۱۰۱) پس نہیں منتظر ہیں مگر مانند اُن لوگوں کی مصیبت کے دنوں کے جو گذرے ہیں اُن سے پہلے کہدے (اے پیغمبر) پھر منتظر رہو بیشک مَیں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں (۱۰۲) پھر بچا لینگے ہم اپنے رسولوں کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں اسی طرح ہم پر حق ہے بچا لینا ایمان لانے والوں کا (۱۰۳) کہدے (اے پیغمبر) کہ اے لوگو اگر تم ہو شک میں میرے دین سے پھر مَیں عبادت نہیں کرتا اُن کی جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا لیکن عبادت کرتا ہوں اُس خدا کی جو تم کو مارتا ہے اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ مَیں ہوں مسلمانوں میں سے (۱۰۴)

علی محمد فلا تکونن من الممترین ولا تکونن من الذین کذبوا بآیات اللہ فتکون من الخسرین کما خسر امۃ الانبیاء السابقین بالتکذیب بآیات اللہ +

یعنی اس کے بعد خدا نے پھر اُسی کو جو خدا پر افترا کرتا ہے مخاطب کرکے فرمایا "بیشک آیا ہے تیرے پاس سچ تیرے پروردگار کے پاس سے بذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر تو نہ ہو شک کرنے والوں میں سے اور نہ ہو اُن لوگوں میں سے جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی نشانیوں کو پھر تو ہو جاوے نقصان پانے والوں میں سے" جس طرح کہ نقصان پایا اگلے نبیوں کی اُمت نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلانے سے۔ غرضکہ ان دونوں آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب نہیں ہے بلکہ اُس شخص کی طرف خطاب ہے جو خدا پر افترا کرتا ہے اور خدا کی نشانیوں کو جھٹلاتا ہے +

اس آیت کی تفسیر جس طرح ہم نے بیان کی ہے اُس کی مثال سورۂ انبیا و سورۂ نحل کی آیت میں موجود ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۰۵) وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۰۶)	اور یہ کر سیدھا کر اپنا منہ دین کے لئے خالص ہوکر اور مت ہو مشرکوں میں سے (۱۰۵) اور مت پکار اللہ کے سوا اُس کو کہ نہ نفع دے تجھ کو اور نہ ضرر پہنچا دے تجھ کو پھر اگر تو نے کیا تو بیشک تو اُس وقت ظالموں میں سے ہے (۱۰۶)

فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (سورۂ نحل آیت ۴۵ و سورۂ انبیا آیت ۷) +

یعنی ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجا مگر آدمیوں کو کہ وحی بھیجی ہم نے اُن کے پاس پھر (اے منکرو) پوچھ لو علم والو یعنی توریت کے جاننے والوں سے اگر تم نہیں جانتے ہو +

پس جس طرح خدا نے اس آیت میں منکروں کو توریت جاننے والوں سے پوچھنے کا حکم دیا اسی طرح افترا کرنے والے اور جھٹلانے والے کو اس سورۃ کی آیت میں حکم دیا کہ جو لوگ توریت کو پڑھتے ہیں اُن سے پوچھ لے +

ہم نے ان آیتوں میں ضمیر مخاطب کا جو مما انزلنا الیک ۔ اور الکتاب من قبلک ۔ اور لقد جاءک الحق من ربک میں اُس شخص کو مخاطب قرار دیا ہے جو خدا پر افترا کرتا ہے اور خدا کی نشانیوں کو جھٹلاتا ہے اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ وحی یا کتاب یا خدا کی طرف سے امر حق کے پہنچنے میں پیغمبر مخاطب ہو سکتا ہے نہ شخص منکر و مکذب تو انہوں نے پھر کیوں اُس کو مخاطب قرار دیا ہے +

مگر جو چیز کہ پیغمبروں کو خدا کی طرف سے دی گئی ہے وہ سب انبیا کے ذریعہ سے اُن کو بھی دی گئی ہیں جن کی ہدایت کے لئے وہ پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں مثلاً توریت حضرت موسے پر نازل ہوئی ہے اور حضرت موسے کو دی گئی ہے مگر جا بجا خدا تعالے توریت کا دیا جانا اُن لوگوں کی نسبت بیان کرتا ہے جن کی ہدایت کے لئے حضرت موسے یا اور پیغمبر مبعوث ہوئے تھے چنانچہ سورہ بقر میں فرمایا ہے ۔ ولما جاءھم رسول من عند اللہ مصدق لما معھم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب کتاب اللہ وراء ظھورھم کانھم لا یعلمون ۔ اس آیت میں توریت کا دیا جانا یہودیوں کی نسبت بیان ہوا ہے اس لئے کہ گو وہ حضرت موسے کو دی گئی تھی مگر بذریعہ حضرت موسے کے تمام یہودیوں کو دی گئی ہے اور اس لئے یہودیوں کو توریت کا دیا جانا فرمایا +

اسی طرح ایک جگہ فرمایا ۔ وان الذین اوتوا الکتاب لیعلمون انہ الحق من ربھم ۔
پھر فرمایا ۔ ولئن اتیت الذین اوتوا الکتاب بکل ایۃ ما تبعوا قبلتک ۔ پھر فرمایا ۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۗ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۱۰۷) قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (۱۰۸)

اور اگر پہنچاوے تجھ کو کوئی برائی پھر اس کا دور کرنے والا کوئی نہیں مگر وہ اور اگر ارادہ کرے تیرے ساتھ بھلائی کا پھر کوئی ہٹانے والا نہیں اس کے فضل کو پہنچا دیتا ہے اس کو جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور وہ بخشنے والا ہے مہربان (۱۰۷) کہہ دے (اے پیغمبر) اے لوگو بیشک آیا ہے سچ تمہارے پاس تمہارے پروردگار سے پس جس شخص نے ہدایت پائی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہدایت پاتا ہے خود اپنے لئے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہدایت پاتا ہے خود اپنے لئے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے اس کے سوا کچھ نہیں کہ گمراہ ہوتا ہے اپنے نقصان کے لئے اور میں نہیں ہوں اوپر تمہارے نگہبان (۱۰۸)

الذین اٰتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ پھر فرمایا وما اختلف الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءھم العلم۔ پھر فرمایا مَثَلُ الذین اوتوا الکتاب۔ پھر فرمایا۔ فریقاً من الذین اوتوا الکتاب۔ پھر فرمایا۔ من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم۔ پھر فرمایا۔ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب پھر فرمایا۔ یایھا الذین اوتوا الکتاب اٰمنوا۔ پھر فرمایا۔ ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم پھر فرمایا۔ الیوم احل لکم الطیبٰت وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم۔ پھر فرمایا۔ والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم۔ ان تمام آیتوں میں توریت کا دیا جانا یہودیوں کو اور انجیل کا دیا جانا عیسائیوں کو بیان ہوا ہے حالانکہ وہ موسٰے یا انبیاء بنی اسرائیل یا حضرت عیسٰے کو دی گئی تھی۔ اس واسطے اُن پیغمبروں کے یہودیوں اور عیسائیوں کو اس لئے اُن کو دیا جانا یہودیوں اور عیسائیوں کو کہا گیا اسی طرح ان آیتوں میں قرآن مجید کا نازل ہونا یا امر حق کا آنا بذریعہ محمد رسول اللہ کے منکر یا مکذب کی نسبت بیان کیا گیا بعض مفسرین نے بھی فان کنت اور مما انزلنا الیک۔ کا خطاب منکر یا مکذب کی طرف قرار دیا ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے " ھذا الخطاب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿١٠٩﴾	اور پیروی کر اس چیز کی کہ وحی بھیجی جاتی ہے تیرے پاس اور صبر کر یہاں تک کہ حکم کرے اللہ وہ بہت اچھا ہے حکم کرنے والوں میں (۱۰۹)

لیس مع الرسول " اور انزلنا الیک کی تفسیر میں لکھا ہے " مما انزلنا الیک من الھدی علی لسان محمد " اور یہی وہ بات ہے جو ہم نے زیادہ تفصیل سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کی ہے ✦

جلد چوتھی تمام ہوئی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سُوْرَۃُ هُوْدٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ
ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۱
اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِيْ لَكُمْ
مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۲ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا
رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ
مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ
كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ
اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۳ اِلَى
اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۴
اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ
لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِيْنَ ۵
يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ
مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۶ اِنَّهٗ
عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۷
وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى
اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا
وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۸
وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ
لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ
اَحْسَنُ عَمَلًا ۹ وَلَئِنْ قُلْتَ
اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ
لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ
اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۱۰ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
الر۔ یہ کتاب ہے کہ مستحکم کی گئی ہیں اس کی آیتیں پھر
مفصل کی گئی ہیں حکمت والے خبر رکھنے والے کے پاس سے ۱
کہ عبادت مت کرو کسی کی سوائے خدا کے بےشک میں ہوں
تمہارے لئے اس سے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ۲
اور بخشش چاہو اپنے پروردگار سے پھر رجوع کرو اس کی طرف
فائدہ مند کریگا تم کو اچھے فائدے وقت مقرر تک اور دیگا
ہر بزرگی رکھنے والے کو بدلہ اس کی بزرگی کا اور اگر تم پھر جاؤ
تو بےشک میں ڈرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے ۳ اللہ کی
طرف ہی تم کو پھر جانا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۴ خبردار
بےشک وہ پھیر لیتے ہیں اپنے سینوں کو یعنی جب پیغمبر صلعم
کو آتا دیکھتے ہیں تاکہ چھپ جاویں اس سے (یعنی پیغمبر سے)
خبردار ہو جس وقت ۵ کہ وہ اوڑھ لیتے ہیں اپنے کپڑوں کو
(خدا) جانتا ہے جو کچھ کہ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ کہ وہ
ظاہر کرتے ہیں ۶ بےشک وہ جاننے والا ہے دل کی چھپی
باتوں کا ۷ اور نہیں کوئی چلنے والا زمین میں مگر اللہ
پر ہے اس کی روزی وہ جانتا ہے اس کے ٹھہرنے کی جگہ
اور اس کی ودیعت رکھنے کی جگہ سب کچھ ہے بیان
کرنے والی کتاب میں ۸ (یعنی سب موجود ہے اللہ کے علم میں
اور تو اپنے جانچ کا، اور وہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں
کو اور زمین کو چھ دن میں اور تھا اس کا عرش پانی پر تاکہ
آزمائے تم کو کہ کون تم میں سے اچھے عمل کرتا ۹ اور
اگر تو کہے کہ بےشک تم اٹھائے جاؤ گے مرنے کے بعد تو
کہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر کھلا ہوا
جادو ۱۰ اور اگر ہم تاخیر کریں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ
لَّيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ
لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِم
مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (۱۱) وَلَئِنْ أَذَقْنَا
الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ
إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ (۱۲) وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ
نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ
ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي إِنَّهُ لَفَرِحٌ
فَخُورٌ (۱۳) إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُم
مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ (۱۴) فَلَعَلَّكَ
تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ
صَدْرُكَ أَن يَقُولُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ
كَنزٌ أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ إِنَّمَا أَنتَ نَذِيرٌ
وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ (۱۵) أَمْ
يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ
سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ
اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ
صَادِقِينَ (۱۶) فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ
فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ
فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ (۱۷) مَن كَانَ يُرِيدُ
الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ
فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ (۱۸) أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ
وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۹)
أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ
شَاهِدٌ مِّنْهُ

اُن سے عذاب کو ایک گنی ہوئی مدت تک تو کہیں گے کہ کس
چیز نے اُس کو روک رکھا ہے خبردار ہو جس دن آویگا اُن پر
نہ پھیرا جاویگا اُن سے اور گھیر لیویگی اُن کو وہ چیز کہ جس کے
ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے (۱۱) اور اگر ہم چکھاویں انسان کو
اپنی طرف سے رحمت پھر ہم اُس کو اُس سے لے لیں بیشک وہ
نا اُمید اور ناشکر ہے (۱۲) اور اگر ہم چکھاویں اُس کو
خوشحالی بعد سختی کے جو اُس کو پہنچی ہے تو کہیگا گئیں مجھ
سے بُرائیاں بیشک وہ ہے خوشی کرنے والا اور شیخی کرنے
والا (۱۳) مگر جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کئے وہی
لوگ ہیں کہ اُن کے لئے بخشش اور اجر بڑا (۱۴) پھر شاید تو
چھوڑ دینے والا ہے بعض کو جو وحی بھیجی جاتی ہے تیری طرف
اور تنگ ہوجاتا ہے تیرا سینہ اُس سے کہ وہ کہتے ہیں کیوں
نہیں اُتارا گیا اُس کے اوپر خزانہ یا آیا اُس کے ساتھ فرشتہ
اُس کے سوا کچھ نہیں کہ تو ڈرانیوالا ہے اور اللہ ہر چیز پر
نگہبان ہے (۱۵) کیا وہ کہتے ہیں یعنی قرآن کو کہ
وہ افترا کیا ہے تو کہہ کہ لاؤ اُس کی مانند دس سورتیں افترا
کی ہوئی اور بلاؤ جس کو تم بلا سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے
ہو (۱۶) پھر اگر نہ قبول کریں تمہاری بات کو تو جان لو کہ بات
یوں ہی ہے کہ وہ اُتارا گیا ہے اللہ کے علم سے اور یہ کہ
نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ پھر کیا تم مانتے ہو (۱۷) جو چاہتے
ہیں دنیا کی زندگی اور اُس کی زیبائش پورا کر دینگے ہم اُن کے
پاس اُن کے عملوں کو اُس میں اور وہ اُس میں نقصان نہ دئے
جاویں گے (۱۸) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے کچھ نہیں ہے آخرت
میں مگر آگ اور اکارت گیا اُس میں یعنی آخرت میں جو کچھ
اُنہوں نے کیا تھا اور غلط ہوگیا جو کچھ وہ کرتے تھے (۱۹)
پھر وہ شخص جو اپنے پروردگار کے پاس سے دلیل رکھتا ہے اور
اُس کے ساتھ ہی ساتھ اُس کے پاس ایک گواہ بھی ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً
اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ
مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ
فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ
مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يُؤْمِنُوْنَ (۲۰) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ
افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۗ اُولٰٓئِكَ
يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ
هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ
اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (۲۱) الَّذِيْنَ
يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا
عِوَجًا ۗ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ اُولٰٓئِكَ
لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ
لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ
يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۗ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ
السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ (۲۲) اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ
مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۲۳) لَا جَرَمَ
اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ (۲۴)
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا
اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۲۵) مَثَلُ
الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ
وَالسَّمِيْعِ ۗ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۗ اَفَلَا
تَذَكَّرُوْنَ (۲۶)

اور اس سے پہلے تھی موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت یہ
لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر (یعنی قرآن پر) ۔ اور جو کوئی
کافروں کے گروہ میں سے اس کا منکر ہو تو آگ اس کا ٹھکانا
ہے ۔ پھر اے مخاطب[۱] تو مت ہو کسی شبہ میں اس سے بیشک وہ
برحق ہے تیرے پروردگار کی طرف سے لیکن بہت لوگ
یقین نہیں کرتے (۲۰) اور کون بڑا ظالم ہے اس شخص سے
جو افترا باندھے اللہ پر جھوٹ یہ لوگ سامنے لائے جاوینگے
اپنے پروردگار کے اور گواہ کہینگے یہی لوگ ہیں جنہوں نے
جھوٹ بولا اپنے پروردگار پر ہاں لعنت خدا کی ظالموں
پر (۲۱) جو لوگ کہ روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے
ہیں اس کو ٹیڑھا اور وہ آخرت کے منکر ہیں وہ لوگ نہیں
ہونے کے عاجز کرنے والے (یعنی روکنے والے اللہ کو
عذاب دینے سے یعنی بچ کر بھاگ جانے والے اللہ کے
عذاب سے) زمین میں اور نہ ہوگا ان کے لئے اللہ
کے سوا کوئی دوست دوگنا کیا جاویگا ان کے لئے
عذاب اور وہ نہ سن سکتے تھے اور نہ دیکھتے تھے (۲۲)
یہی لوگ وہ ہیں جنہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپکو
اور کھویا گیا ان سے جو کچھ کہ وہ افترا کرتے تھے (۲۳)
اس لئے بیشک وہ آخرت میں بڑے ہی نقصان اٹھانے
والے (۲۴) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے
اور نیازمندی بجا لائے اپنے پروردگار کی وہ لوگ ہیں
بہشت میں جانے والے وہ اس میں رہینگے ہمیشہ (۲۵) دو
فرقوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے والے اور سننے
والے کی سی ہے کیا وہ دونوں مثال میں برابر ہیں پھر
کیوں نہیں تم نصیحت پکڑتے (۲۶)

[۱] فلا تک ... من ربک کا خطاب گو فرمایا مگر قرآن کی نسبت ہے جیسے کہ سورہ یونس کی آیت ۹۴ میں شک کی کتاب کی نسبت ہے اور اس کی پوری بحث سورہ یونس میں ہو چکی ہے ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي
لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ (٢٥) أَنْ
لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ (٢٦)
فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ
مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ
اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا
بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ
بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ (٢٧) قَالَ يَا قَوْمِ
أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ
مِنْ رَبِّي وَآتَانِي رَحْمَةً مِنْ عِنْدِهِ
فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا
وَأَنْتُمْ لَهَا كَارِهُونَ (٢٨)
وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا
إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا
بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُمْ مُلَاقُو
رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا
تَجْهَلُونَ (٢٩) وَيَا قَوْمِ مَنْ
يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتُهُمْ
أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (٣٠) وَلَا
أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ
اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ
إِنِّي مَلَكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ
تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ
اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا
فِي أَنْفُسِهِمْ إِنِّي إِذًا لَمِنَ
الظَّالِمِينَ (٣١)

بیشک ہم نے بھیجا نوح کو اُس کی قوم کے پاس (نوح نے
کہا کہ) بیشک میں تم کو علانیہ ڈرانے والا ہوں (۲۵) کہ مت
عبادت کرو (کسی کی) اللہ کے سوا بیشک مجھ کو تم پر ڈر
ہے ایک دکھ دینے والے دن کے عذاب کا (۲۶) پھر کہا اُن
لوگوں نے جو اُس کی قوم میں سے کافر تھے کہ ہم نہیں دیکھتے تجھ کو
مگر ایک انسان ہم سا اور نہیں دیکھتے ہم تجھ کو کہ تیری پیروی
کی ہو کسی نے (بجز) ان لوگوں کے کہ وہ ہم میں کمینے
بے سمجھے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے تم کو اپنے پر کچھ فضیلت
بلکہ گمان کرتے ہیں ہم تم کو جھوٹے (۲۷) (نوح نے) کہا
کہ اے میری قوم کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ اگر میرے پاس
کوئی دلیل ہے میرے پروردگار سے اور اُس نے مجھ کو دی رحمت
اپنے پاس سے اور پھر وہ پوشیدہ رکھی گئی ہے تم سے کیا ہم اُس کو
تمہارے گلے میں چپکا سکتے ہیں اور تم اُس سے کراہت
کرنے والے ہو (۲۸) اے میری قوم میں نہیں مانگتا تم سے
اُس پر کچھ مال نہیں ہے میرا اجر (دینا) کسی پر مگر اللہ پر اور
میں اُن کو جو ایمان لائے ہیں دھکے دینے والا نہیں
ہوں بیشک وہ ملنے والے ہیں اپنے پروردگار سے لیکن
میں دیکھتا ہوں تم کو ایک قوم کہ جہالت کرتی ہے (۲۹)
اور اے میری قوم کون مجھ کو مدد دیگا اللہ کے (عذاب)
سے اگر میں اُن کو دھکے دے دوں پھر کیا تم نصیحت نہیں
پکڑتے (۳۰) اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ
کا خزانہ ہے اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہ میں فرشتہ
ہوں نہ کہتا ہوں ان لوگوں کے لئے جن کو تمہاری آنکھیں
حقارت سے دیکھتی ہیں کہ اللہ ان کو کوئی بھلائی نہیں
دیگا خدا جانتا ہے جو کچھ کہ اُن کے دلوں میں ہے
بیشک میں اس وقت (یعنی جب میں اُن کو اپنے پاس سے
دھتکار دوں) البتہ ظالموں میں سے ہونگا (۳۱)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ
جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۳۴ قَالَ اِنَّمَا
يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ
اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۳۵ وَلَا يَنْفَعُكُمْ
نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ
اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ
هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۳۶
اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ اِنِ
افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا
بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۳۷ وَ
اُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ
مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ
فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۳۸
وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا
وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۳۹

اُن لوگوں نے کہا کہ اے نوح تو نے ہم سے جھگڑا کیا
پھر بہت جھگڑا تو ہم سے پھر ہمارے پاس اُس کو جس کا
تو وعدہ کرتا ہے اگر تو سچوں میں سے ہے (۳۴) (نوح نے)
کہا بات یہ ہے کہ اللہ اُس کو تمہارے پاس لاویگا اگر چاہے
اور تم اُس کو مجبور کرنے والے نہیں ہو (۳۵) اور نہیں فائدہ
دیگی تم کو میری نصیحت کتنا ہی میں ارادہ کروں کہ میں
تم کو نصیحت کروں اگر اللہ کا ارادہ ہو کہ گمراہ کرے تم کو
وہ پروردگار تمہارا ہے اور اسی کے پاس پلٹ کر
جاؤ گے (۳۶) (اے پیغمبر) کیا وہ کہتے ہیں کہ افترا
کر لیا ہے اُس کو (یعنی قرآن کو) کہہ دے کہ اگر میں نے اُس کو
افترا کر لیا ہے تو مجھ پر میرا گناہ ہے اور میں بری ہوں
اُن گناہوں سے جو تم گناہ کرتے ہو (۳۷) اور وحی بھیجی گئی نوح
کے پاس کہ بیشک نہیں ایمان لاوینگے تیری قوم میں سے مگر جو ایمان
لے آئے پھر غم مت کھا اُس سے جو وہ کرتے ہیں (۳۸) اور
بنا کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے اور
نہ کہہ مجھ سے اُن لوگوں کے حق میں جنہوں نے ظلم کیا
بیشک وہ ڈبوئے جاوینگے (۳۹)

(۳۹ تا آیت ۵۱) (واصنع الفلک) اس مقام سے طوفان آنے کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ مگر قبل اس کے کہ طوفان کی نسبت ذکر کیا جاوے یہ امر بتانا ضرور ہے کہ حضرت نوح اور اُن کی قوم کہاں رہتی تھی۔

اس بات کے دریافت کرنے کے لئے بجز توریت کے اور قدیم جغرافیہ کی تحقیقات کے اور کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم یا یوں کہو کہ حضرت نوح کے اجداد اُس قطع زمین میں رہتے تھے جہاں چار دریا پیشون۔ جیحون۔ حدقل۔ فرات بہتے تھے۔ ان دریاؤں کے ناموں اور مخرجوں پر اس مقام پر بحث کی چنداں ضرورت نہیں ہے صرف یہ بیان کرنا کافی ہے کہ جو ٹکڑا زمین کا بلیک سی یعنی بحر اسود اور بحر کاسپین اور پرشین گلف[1] اور مڈی ٹرینین سی یعنی بحیرہ روم میں واقع ہے اور آرمینیا کہلاتا ہے وہی قطعہ زمین کا حضرت نوح کے اجداد کا مسکن تھا۔

[1] خلیج فارس۔ (احمد وبا)

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ
مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ قَالَ
إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ
كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ
مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ
وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ
مُّقِيمٌ ﴿۳۹﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ
أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ
فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

اور نوح کشتی بناتا تھا اور جب اُس کی قوم کے لوگ
اُس کے پاس ہو کر جاتے تو اس سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ نوح نے
کہا کہ اگر تم ہم سے ٹھٹھا کرتے ہو تو بیشک ہم بھی تم
سے ٹھٹھا کریں گے جس طرح کہ تم ٹھٹھا کرتے ہو پھر تم
جان جاؤ گے (۳۸) کہ وہ کون ہے جس کے پاس ایسا
عذاب آویگا جو اس کو برباد کرے۔ اور لازم کر دے اُس پر
ہمیشہ کا عذاب (۳۹) یہاں تک کہ جب آیا ہمارا حکم اور
زمین کے چشمے پھوٹ نکلے ہم نے کہا کہ چڑھا لے کشتی
میں ہر ایک جوڑے کے دو

کوئی ثبوت اس بات کا نہیں ہے کہ نوح نے یا اجداد نوح نے اس ملک کو چھوڑ کر دوسری جگہ سکونت اختیار کی ہو اور اس لئے اس بات کے باور کرنے کو کوئی امر مانع نہیں ہے کہ حضرت نوح کا بھی یہ ملک مسکن تھا +

اسی قطعہ زمین میں وہ ملک بھی واقع ہے جو ارارات کے نام سے مشہور تھا اور اسی ملک کے پہاڑ ارارات کے پہاڑ مشہور ہیں جن کو کالڈی زبان میں قردو اور عربی میں جُودی کہتے ہیں +

یہ ملک دریاؤں سے اور دریاؤں کی بہت سی شاخوں سے اور چھوٹی ندیوں سے ایسا پُر تھا کہ انسان کو اس بات کا خیال آنا قرین قیاس ہے کہ اُن کے عبور کرنے اور اُن کی طغیانی کی آفات میں بچاؤ کی کوئی تدبیر ہونی چاہئے خدا تعالیٰ نے حضرت نوح کے دل میں وحی ڈالی کہ وہ اِن مصیبتوں سے محفوظ رہنے کے لئے کشتی بنائیں۔ کچھ شبہ نہیں ہے کہ یہ کشتی سب سے پہلی کشتی ہوگی جو دنیا میں بنی اس وقت ایسی چیز جس سے پانی پر رہیں کچھ عجیب نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن اول اول جب اس کے بنانے کا خیال حضرت نوح کو ہوا ہوگا اور اُس کے ذریعے سے پانی پر چلنے اور دریاؤں کے وار پار جانے اور چلے آنے کا ارادہ معلوم ہوا ہوگا تو لوگوں نے اس کو اس قدر عجیب اور ناممکن سمجھا ہوگا کہ اُن پر تمسخر کرتے ہونگے اُن کو دیوانہ سمجھتے ہونگے جیسے کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے +

حضرت نوح لوگوں کو بت پرستی چھوڑنے اور خدائے واحد کی پرستش کرنے کی ہدایت کرتے تھے اور لوگ نہیں مانتے تھے حضرت نوح اُن پر خدا کا عذاب نازل ہونے کی پیشین گوئی کرتے تھے۔ تمام قوموں پر جو عذاب نازل ہوئے ہیں وہ عذاب اُنہی اسباب سے واقع ہوئے ہیں جن کا واقع ہونا امور طبیعی سے متعلق ہے۔ پس ملکی حالات کے خیال سے ضرور حضرت نوح کے دل میں خدا نے ڈالا ہوگا کہ ان لوگوں کی نافرمانی بدکاری و گنہگاری سے ایک دن خدا اُن کو ڈبو دیگا +

وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿۴۰﴾ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ ﴿۴۲﴾

اور اپنے لوگوں کو بجز اُس کے جس پر پہلے سے حکم لگ گیا ہے اور اُن کو جو ایمان لے آئے ہیں اور نہیں ایمان لائے تھے نوح پر مگر تھوڑے لوگ ﴿۴۰﴾ نوح نے کہا کہ کشتی میں سوار ہو، خدا کے نام سے ہے اُس کا چلنا اور تھمنا بیشک میرا پروردگار بخشنے والا ہے مہربان ﴿۴۱﴾ اور وہ اُن کو لئے بہتی تھی پہاڑ کی مانند موجوں میں اور پکارا نوح نے اپنے بیٹے کو اور وہ دور تھا (یعنی کشتی کے پاس) تھا کہ اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ چڑھ آ اور کافروں کے ساتھ مت ہو ﴿۴۲﴾

لوگوں نے حضرت نوح سے کہا کہ اے نوح تم ہم سے بہت کچھ جھگڑ چکے پھر اگر تم سچے ہو تو لے آؤ جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو یعنی عذاب کا۔ حضرت نوح نے کہا کہ اگر خدا چاہیگا تو عذاب لاویگا تم اُس کو مجبور کرنے والے نہیں ہو +

کشتی کا بنانا اور خصوصاً پہلے پہل اور بالتخصیص اتنی بڑی کا جتنی کہ نوح کی کشتی تھی اور ایسی مضبوط کا جو طوفان کی موجوں کو سہار سکے کچھ آسان کام نہ تھا اور خدا ہی کی القاء وحی سے وہ بن سکتی تھی مگر لوگوں کی امداد اور سعی کی بھی ضرورت تھی جو لوگ حضرت نوح پر ایمان نہیں لائے تھے بلکہ اُن کے اس کام پر تمسخر کرتے تھے یقیناً وہ لوگ اُس میں شریک تھے اُنہی کی نسبت خدا نے فرمایا کہ تو ہماری ہدایت سے کشتی بنائے جا ظالموں کی ہم سے ذکر مت کر وہ سب ڈوبنے والے ہیں +

غرضکہ حضرت نوح نے اُن لوگوں کی امداد سے جو اُن کو مانتے تھے اور اُن پر ایمان لائے تھے وہ کشتی طیار کرلی طوفان کا آنا بذریعہ اُن اسباب کے جو طوفان آنے سے متعلق ہیں خدا نے مقدر کیا تھا۔ چنانچہ بے انتہا مینہ کے برسنے اور زمین سے پانی کے چشمے کھل جانے اور دریاؤں و ندیوں کے اُبل پڑنے سے اُس ملک میں طوفان آیا حضرت نوح اور اُن کے ساتھی کشتی پر بیٹھکر بچ گئے اور تمام ملک کے لوگ جس میں طوفان آیا تھا ڈوب کر مر گئے اس قسم کے طبعی واقعوں کو خدا تعالیٰ ہمیشہ بندوں کے گناہوں اور اُن کی نافرمانی سے منسوب کرتا ہے جس کی نسبت ہم پہلے ذکر بحث کر چکے ہیں۔ حضرت نوح کے زمانہ کا بہت بڑا طوفان ہوگا مگر اس زمانہ میں بھی جن ملکوں میں طوفان آتا ہے وہاں بھی اسی طرح لوگ ڈوب کر مر جاتے ہیں۔ البتہ حضرت نوح کے طوفان میں چند اُمور ایسے ہیں جن پر بالتخصیص بحث کرنی ضرور ہے +

اول یہ کہ طوفان خاص اُس ملک میں آیا تھا جہاں حضرت نوح کی قوم رہتی تھی یا تمام دنیا

نوح کے بیٹے نے کہا کہ میں پہاڑ کی طرف چلا جاؤنگا بچا لیگا مجھ کو پانی سے ۔ نوح نے کہا کہ آج کے دن کوئی بچانے والا خدا کے حکم سے نہیں ہے مگر وہ جس پر اللہ رحم کرے اور ان دونوں کے بیچ میں موج آگئی پھر ہوا ڈوبنے والوں میں (۴۵)	قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ (۴۵)

میں طوفان آیا تھا اور کل کرہ زمین کا پانی کے اندر ڈوب گیا تھا اور تمام دنیا میں کوئی انسان چرند پرند بجز اُن کے جو کشتی میں تھے زندہ باقی نہیں رہے تھے ۔

یہودی اور عیسائی اس بات کے قائل ہیں کہ طوفان تمام دنیا میں عام تھا۔ ہمارے علمائے مفسرین کی عادت ہے کہ بغیر اس بات کے کہ قرآن مجید کے الفاظ پر غور کریں ایسے امور میں یہودیوں کی روایتوں کی تقلید کرتے ہیں اور اس لئے وہ بھی اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ طوفان تمام دنیا میں عام تھا۔ مگر طوفان کا عام ہونا محض غلط ہے اور قرآن مجید سے اس کا تمام دنیا میں عام ہونا ہرگز ثابت نہیں ہے ۔

ایک زمانہ تھا کہ پہاڑوں پر دریائی جانوروں کی ہڈیاں ملنے سے اور سرد ملکوں میں گرم ملکوں کے جانوروں کی ہڈیاں زمین میں دبی ہوئی نکلنے سے طوفان کے عام ہونے کا اور تمام دنیا کے پہاڑوں کا طوفان نوح میں ڈوب جانے کا یقین ہوتا تھا مگر علم جیالوجی کی ترقی سے ثابت ہوگیا کہ وہ خیال غلط تھا اس کو مفصل طور پر میں نے اپنی کتاب تبیین الکلام فی تفسیر التوراۃ علےٰ ملۃ الاسلام میں بیان کیا ہے اس مقام پر اس کی بحث کچھ ضرور نہیں ہے کیونکہ اس وقت ہم قرآن مجید کی تفسیر لکھتے ہیں اور ہم کو صرف یہ بتلانا چاہئے کہ قرآن مجید سے طوفان کا تمام دنیا میں عام ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے ۔

گو ہم بالتخصیص یہ نہ بتا سکیں کہ آدم یا انسان کے پیدا ہونے کی کس قدر مدت کے بعد طوفان آیا تھا مگر توریت کے مطابق جو قلیل زمانہ تسلیم کیا گیا ہے ہم اسی کو تسلیم کرکے کہتے ہیں کہ بموجب حساب توریت عبری کے طوفان آیا (۱۶۵۶) برس بعد پیدا ہونے حضرت آدم کے اور بموجب سپٹو ایجنٹ توریت کے جس پر ایشیا کے تمام مورخ اور یورپ کے اکثر قدیم مورخ اعتماد رکھتے ہیں طوفان آیا (۲۲۶۲) برس بعد پیدا ہونے حضرت آدم کے اور بلاشبہ اس عرصہ میں انسان کی نسل پھیل گئی ہوگی اور کل پرانی دنیا یا اس کا بہت بڑا حصہ آباد ہو گیا ہوگا۔ یہ بات ناممکن ہے اور قرآن مجید کے بھی برخلاف ہے کہ حضرت نوح تمام دنیا کے لوگوں کو وعظ سنانے اور ہدایت کرنے کو بھیجے گئے ہوں اور امکان سے باہر ہے کہ تمام دنیا میں جو اس وقت تک آباد ہو چکی تھی حضرت

ئہ توجیہات العویض (اعراب) ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ
اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ
وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ
رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ
الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ
الْحٰكِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ
لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ
فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ
اِنِّيْ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ
الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۸﴾

اور حکم دیا گیا کہ اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان کھل جا
اور گھٹا دیا گیا پانی اور پورا ہو گیا حکم اور ٹھیر گئی جودی پر
اور حکم دیا گیا کہ دوری ہو (خدا کی رحمت سے) ظالم
کی قوم کو ﴿۳۶﴾ اور پکارا نوح نے اپنے پروردگار کو پھر
کہا اے میرے پروردگار بیشک میرا بیٹا میرے لوگوں
میں سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو حاکموں
میں سے بڑا حاکم ہے ﴿۳۷﴾ خدا نے کہا اے نوح
بیشک وہ نہیں ہے تیرے لوگوں میں سے ہاں اس کے
عمل اچھے نہیں ہیں پھر مت پوچھ ہم سے اُس چیز کی
کہ نہیں ہے تجھ کو اُس کا علم اور بیشک میں تجھ کو نصیحت
کرتا ہوں کہ نہ ہوجیو تو جاہلوں میں ہونے سے ﴿۳۸﴾

نوح نے وعظ کیا ہو اور تمام دنیا کے لوگوں نے اُن کا وعظ سن کر اُن کے ماننے سے انکار کیا ہو بلکہ بہت سے وسیع ملک ایسے ہونگے جہاں کے باشندوں نے حضرت نوح کے نبی ہونے کی اور اُن کے وعظ کرنے کی اور خدا کی راہ کی ہدایت کرنے کی خبر بھی نہ سُنی ہوگی +

قرآن مجید سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے نوح کو تمام دنیا کے لوگوں کے پاس بھیجا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اُس کی قوم کے پاس بھیجا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت دنیا میں اور قومیں بھی موجود تھیں پس جس قوم کے پاس نوح بھیجے گئے تھے اُسی قوم پر طوفان کا عذاب بھی آیا تھا۔ اور یہی امر قرآن مجید کی اِن آیتوں سے ثابت ہوتا ہے جن کو ہم ابھی بیان کرتے ہیں +

قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہے کہ ہم نے نوح کو بھیجا اُس کی قوم کی طرف نوح نے کہا اے

ولقد ارسلنا نوحا الی قومه فقال یاقوم اعبدوا الله ما لکم من اله غیرہ افلا تتقون۔
(سورۂ مومنین آیت ۲۳)

میری قوم بندگی کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود سوائے خدا کے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح ایک خاص قوم کے پاس بھیجے گئے تھے پس وہ عذاب بھی اُسی قوم کے لئے آیا تھا جس کے لئے حضرت نوح بھیجے گئے تھے +

ونوحا اذ نادی من قبل فاستجبنا له فنجیناه واهله من الکرب العظیم ونصرناه من القوم الذین کذبوا بایتنا انهم کانوا قوم سوء فاغرقناهم اجمعین (سورۂ انبیاء آیت ۷۶۔۷۷)

پھر خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم نے مدد کی نوح کی اُس قوم پر جس نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو بیشک وہ قوم تھی بری پس ڈبو دیا ہم نے اُن سب کو اکٹھا اس سے صاف پایا جاتا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ (۴۹) قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَمٍ مِمَّنْ مَعَكَ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ (۵۰)	نوح نے کہا اے میرے پروردگار بیشک میں پناہ مانگتا ہوں تیری اس سے کہ پوچھوں میں تجھ سے اس کو کہ نہیں ہے مجھ کو اس کا علم اور اگر تو نہ بخشیگا مجھ کو اور تو نہ رحم کریگا مجھ پر تو میں ہوں گا نقصان اٹھانے والوں میں سے (۴۹) حکم دیا گیا کہ اے نوح اتر ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اور ساتھ ہماری برکتوں کے اوپر تیرے اور ان لوگوں پر جو تیرے ساتھ ہیں۔ اور لوگ ہونگے کہ فائدہ مند کرینگے ہم ان کو پھر ان کو پہونچیگا ہمارا عذاب دکھ دینے والا (۵۰)

ہے کہ وہ قوم ڈوبی گئی تھی جس نے حضرت نوح کا انکار کیا تھا +

اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح سے فرمایا کہ تو مت کہہ مجھ سے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نافرمانی کی کیونکہ وہ ڈوبنے والے ہیں

ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون۔
(سورۃ ہود آیت ۳۹) +
(سورۃ مومنین آیت ۲۷) +

پس اس آیت سے بھی صرف انہیں لوگوں کا ڈوبنا معلوم ہوتا ہے جنہوں نے حضرت نوح کی ہدایت کو نہیں مانا +

پھر خدا نے فرمایا کہ ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف کہ ڈرا اپنی قوم کو پہلے اس سے کہ آوے ان پر عذاب دکھ دینا۔

انا ارسلنا نوحا الی قومہ ان انذر قومک من قبل ان یاتیہم عذاب الیم۔
(سورۃ نوح آیت ۱) +

اور جب حضرت نوح کی نصیحت انہوں نے نہ مانی تو حضرت نوح نے دعا مانگی کہ ان پر طوفان کا عذاب آوے اس سے بھی اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ صرف قوم نوح پر عذاب آیا تھا نہ تمام دنیا پر +

جو لوگ کہ قرآن مجید سے طوفان کا تمام دنیا میں آنا بیان کرتے ہیں وہ صرف دو آیتوں پر استدلال کرتے ہیں اول وہ آیت ہے کہ جب حضرت نوح نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے پروردگار مت چھوڑ زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی بسا ہوا۔

وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا (سورۃ نوح آیت ۲۷) +

حالانکہ اس آیت سے کسی طرح عام ہونا طوفان کا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس آیت میں جو ارض کا لفظ ہے اس پر بھی الف لام ہے اور کافرون کا جو لفظ ہے اس پر بھی الف لام ہے پس اس سے صاف ثابت ہے کہ زمین سے وہی زمین مراد ہے جہاں نوح کی قوم رہتی تھی اور کافروں سے وہی کافر مراد ہیں جنہوں نے حضرت نوح کا انکار کیا چنانچہ اسی امر کی تائید ان تمام آیتوں سے پائی جاتی ہے جو اوپر مذکور ہوئیں +

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ ۖ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَٰذَا ۖ فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ (۵۱) وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ (۵۲)

یہ ہے غیب کی خبروں میں سے وحی بھیجتے ہیں ہم اُن کی تجھ پر اور تو نہیں جانتا تھا اُن کو تو اور نہ تیری قوم اس سے پہلے پھر صبر کر بات یہ ہے کہ آخرت پرہیزگاروں کے لئے ہے (۵۱) اور (ہم نے بھیجی) عاد کی طرف اُن کے بھائی[1] ہود کو ہود نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود بجز اُس کے نہیں ہو تم مگر افترا کرنے والے (۵۲)

دوسری آیت وہ ہے جہاں خدا نے فرمایا اور کیا ہم نے نوح ہی کی ذریت کو بچی ہوئی وجعلنا ذریتہ ھم الباقین۔ (سورۂ صافات آیت ۷۷) + اور ایک جگہ فرمایا ہے کہ کیا ہم نے اُن کو جانشین وجعلنٰھم خلائف۔ (سورۂ یونس آیت ۷۳) + مگر میں نہیں سمجھتا کہ ان آیتوں سے کس طرح تمام دنیا میں طوفان آنے کا استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ اس آیت کا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ جن لوگوں پر طوفان آیا تھا اُن میں سے بجز نوح کی ذریت کے اور کوئی نہیں بچا پھر اُس سے تمام دنیا پر طوفان کا آنا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں کے علما نے صرف یہودیوں کی پیروی کر کے طوفان کا عام ہونا قرآن مجید سے نکالنا چاہا تھا ورنہ ہمارے قرآن مجید سے عام ہونا طوفان کا نہیں پایا جاتا۔ فتدبر +

قرآن مجید میں یہ بیان نہیں ہے کہ طوفان کا پانی اس قدر اونچا ہو گیا تھا کہ اونچے پہاڑ بھی چھپ گئے تھے بلکہ سورہ قمر میں صرف یہ آیا ہے کہ ہم نے موسلا دھار مینہ پڑنے ففتحنا ابواب السماء بماء منھمر وفجرنا الارض عیونا فالتقی الماء علیٰ امر قد قدر۔ (سورۂ قمر آیت ۱۱ و ۱۲) + سے آسمان کے دروازے کھولدئے اور ہم نے زمین کے چشموں کو پھاڑ دیا پھر ایک پانی دوسرے پانی سے مل گیا مقرر کئے ہوئے کام پر۔ سورہ مومنین میں۔ فجرنا الارض۔ کی وفار التنور۔ (سورۂ مومنین آیت ۲۷) + جگہ۔ فار التنور۔ کا لفظ آیا ہے اُس کے معنی روٹی پکانے کے تنور کے لینے صریح غلطی ہے کیونکہ خود قرآن مجید کی دوسری آیت سے اُس کی تفسیر ہوتی ہے یعنی جو معنی فجرنا الارض کے ہیں وہی معنی فار التنور کے ہیں۔ قاموس میں لکھا ہے التنور کل مفجر ماء۔ یعنی جہاں سے زمین میں پانی پھوٹ نکلے اور چشمہ جاری ہو جاوے اُس کو تنور کہتے ہیں۔ اور یہ معنی بالکل قرآن مجید کی پہلی آیت کے مطابق ہیں جس سے دوسری آیت کی تفسیر ہوتی ہے پس قرآن مجید سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مینہ نہایت زور سے برسا زمین میں سے چشمے جاری ہو گئے اور ایک پانی دوسرے پانی سے مل گیا اور

[1] حضرت ہود کا قصہ سورۂ اعراف میں مفصل مذکور ہو چکا ہے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۵۳) وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (۵۴) وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰي قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ (۵۵) قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (۵۶)

اے میری قوم میں نہیں چاہتا تم سے اس پر کچھ اجر نہیں ہے میرا اجر مگر اس پر جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر کیا تم نہیں سمجھتے (۵۳) اور اے میری قوم تم بخشش چاہو اپنے پروردگار سے توبہ کرو اس کی طرف بھیجیگا بادلوں کو تم پر زور سے برستے ہوئے (۵۴) اور زیادہ کریگا تم کو قوت میں تمہاری قوت پر اور مت پھر جاؤ گنہگار ہوکر (۵۵) اُن لوگوں نے کہا کہ اے ہود تو نہیں لایا ہمارے پاس کوئی دلیل اور ہم نہیں چھوڑنے والے ہیں اپنے معبودوں کو تیرے کہنے سے اور ہم نہیں ہیں تجھ پر ایمان لانیوالے (۵۶)

تمام ملک سطح آب ہوگیا اور اس قدر پانی چڑھا کہ کشتی تیرنے لگی اور جو لوگ کشتی میں نہ تھے وہ ڈوب گئے +

اس پر یہ شبہ وارد ہوسکتا ہے کہ اگر پانی اس قدر نہیں چڑھا تھا کہ پہاڑ بھی ڈوب گئے تھے تو لوگوں اور جانوروں نے پہاڑوں پر کیوں نہ پناہ لی جیسے کہ حضرت نوح کے بیٹے نے کہا تھا کہ میں پہاڑ پر پناہ لے لونگا - مگر غور کرنا چاہیے کہ ایسے شدید طوفان میں جس میں اس قدر زور سے مینہ برستا ہو دریا اُبل گئے ہوں زمین سے پانی پھوٹ نکلا ہو کسی جاندار کو کسی امن تک پہنچنے کی فرصت نہیں مل سکتی اور یہ بات ہم ادنے سے ادنے طغیانی پانی میں دیکھتے ہیں کہ ہزاروں آدمی ڈوب کر مر جاتے ہیں اور کسی طرح جان بچا نہیں سکتے - پھر ایسے بڑے طوفان میں جیسا کہ حضرت نوح کا تھا اور بہت دنوں تک برابر پانی برستا رہا لوگوں کا اور جانوروں کا اُس سے بچنا اور جان بچانا ناممکن تھا +

علاوہ اس کے میری رائے میں توریت مقدس سے بھی طوفان کا عام ہونا اور پانی کا اس قدر چڑھ جانا جس نے اونچے اونچے دنیا کے پہاڑوں کو بھی چھپا لیا ہو ہرگز ثابت نہیں ہے چنانچہ میں نے اپنی کتاب تبیین الکلام میں اس پر پوری بحث کی ہے مگر چونکہ اس تفسیر میں توریت کی آیتوں پر بحث کرنا مقصود نہیں ہے اس لئے اُن پر بحث نہیں کی جاتی ہے البتہ اُن واقعات کی نسبت جو قرآن مجید میں مذکور ہیں اور توریت میں اُن کا ذکر نہیں ہے کچھ لکھنا مناسب ہے +

سورہ ہود میں اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے کہ "اور پکارا نوح نے اپنے بیٹے کو اور وہ تھا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنْ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٥٧﴾ مِنْ دُونِهِ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُونِ ﴿٥٨﴾ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٥٩﴾

ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ تجھ کو پہنچائی ہے ہمارے بعض معبودوں نے برائی ہود نے کہا کہ بیشک میں گواہ لاتا ہوں اللہ کو اور تم گواہ رہو کہ بیشک میں بری ہوں اُس سے جو تم شرک کرتے ہو (۵۷) اس کے سوا پھر تم میرے مکر کرو اکٹھے ہو کر پھر مجھے مہلت نہ دو (۵۸) بیشک میں نے توکل کیا اللہ پر جو میرا پروردگار اور تمہارا پروردگار ہے اور نہیں ہے کوئی چلنے والا مگر وہ (یعنی خدا) پکڑے ہوئے ہے اُس کی پیشانی کے بالوں کو (یعنی سب اُس کے قبضۂ قدرت میں ہے) بیشک میرا پروردگار سیدھے راستہ پر (بلانے والا ہے) (۵۹)

ونادى نوح ابنه وكان في معزل يبني اركب معنا ولا تكن مع الكفرين قال سآوي الى جبل يعصمني من الماء قال لا عاصم اليوم من امر الله الا من رحم وحال بينهما الموج فكان من المغرقين ۔ سورہ ہود آیت ۴۴ و ۴۵

تھا کنارے اے بیٹے سوار ہو ساتھ ہمارے اور مت ہو ساتھ کافروں کے کہا اس نے میں چڑھ جاؤں گا پہاڑ پر بچا دیگا مجھ کو پانی سے۔ نوح نے کہا کہ کوئی بچانے والا نہیں ہے آج کے دن اللہ کے حکم سے مگر جس پر وہ رحم کرے اور آگئی ان دونوں میں موج پھر ہو گیا ڈوبنے والوں میں ✤

اور اسی سورہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور پکارا نوح نے اپنے رب کو پھر کہا اے رب

ونادى نوح ربه فقال رب ان ابني من اهلي وان وعدك الحق وانت احكم الحكمين قال ينوح انه ليس من اهلك انه غير صالح فلا تسئلن ما ليس لك به علم اني اعظك ان تكون من الجاهلين قال رب اني اعوذ بك ان اسئلك ما ليس لي به علم والا تغفر لي وترحمني اكن من الخسرين ۔

سورہ ہود آیت ۴۷ ۔ ۴۹ ✤

میرا بیٹا ہے میرے گھر والوں میں سے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو حاکموں کا حاکم ہے فرمایا اے نوح وہ نہیں تیرے گھر والوں میں سے اُس کے کام ہیں ناکارہ تو مت پوچھ مجھ سے جو تجھ کو معلوم نہیں، میں بچاتا ہوں تجھ کو جاہلوں میں ہونے سے کہا اے رب میرے میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے یہ کہ چاہوں میں تجھ سے جو معلوم نہیں مجھ کو اور اگر تو نہ بخشیگا مجھ کو اور نہ رحم کریگا تو ہونگا میں ٹوٹے والوں میں سے ✤

ان آیتوں سے بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ سوائے اُن تین بیٹوں کے جن کا ذکر توریت مقدس میں ہے حضرت نوح کے ایک اور بیٹا تھا جو کافروں کے ساتھ ڈوب گیا ✤
مگر یہ خیال غلط ہے۔ حضرت نوح کے کوئی اور بیٹا سوائے ان تین بیٹوں کے نہ تھا اور یہ بیٹا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَيْكُمْ ۚ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا ۚ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۹۰﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۹۱﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۹۲﴾

پھر اگر تم پھر جاؤ تو بیشک میں نے پہنچا دیا تم کو وہ جس کے ساتھ میں تمہارے پاس بھیجا گیا تھا اور تمہاری جگہ لے آویگا میرا پروردگار اور لوگوں کو تمہارے سوا اور تم اُس کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے بیشک میرا پروردگار ہر ایک چیز پر نگہبان ہے ﴿۹۰﴾ اور جب آیا ہمارا حکم بچا لیا ہم نے ہود کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے اور ہم نے اُن کو نجات دی سخت عذاب سے ﴿۹۱﴾ اور یہ تھی قوم عاد کی نہ مانا اُنہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیوں کو اور نافرمانی کی اُس کے رسول کی اور پیروی کی ہر سرکش عناد کرنے والے کے حکم کی ﴿۹۲﴾

جس کا بیاں ذکر ہے حضرت نوح کا بیٹا نہ تھا بلکہ حضرت نوح کی بیوی کا بیٹا پہلے خاوند سے تھا اور قاین کی نسل سے تھا اور غالبا یہ بیٹا تقمہ کا تھا جس کا نام کتاب پیدائش باب ۴ ورس ۲۲ میں آیا ہے + یہ جو میں نے بیان کیا یہ میری رائے نہیں ہے بلکہ ہمارے اُن کے مفسر بھی یہی لکھتے ہیں

انه كان ابن امرأته وهو قول محمد الباقر عليه السلام وقول الحسن البصري ويروى ان عليا رضي الله عنه قرأ ونادى نوح ابنه ابنها والضمير لامرأته وقرأ محمد بن علي الباقر وعروة ابن الزبير ابنه بفتح الهاء يريد ان ابنها الا انهما اكتفيا بالفتحة عن الالف و قال قتادة سألت الحسن عن ابنه فقال والله ما كان ابنه فقلت ان الله حكى عنه انه قال ان ابني من اهلي وانت تقول ما كان ابنه فقال انه لم يقل انه ابني ولكنه قال من اهلي وهذا يدل على قولي۔
(تفسیر کبیر) +

تفسیر کبیر میں ہے کہ وہ جس کو حضرت نوح نے بیٹا کہا حضرت نوح کا بیٹا نہ تھا بلکہ حضرت نوح کی بیوی کا بیٹا تھا اور یہ قول ہے جناب محمد باقر علیہ السلام کا اور حسن بصری کا اور یہ روایت ہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت محمد بن علی الباقر اور عروہ ابن زبیر اس آیت میں جو مذکر کی ضمیر ہے اُس حضرت نوح کی طرف پھرتی ہے مؤنث کی ضمیر پڑھی تھی تاکہ حضرت نوح کی بیوی کی طرف پھرے اور قتادہ نے کہا کہ میں نے حسن بصری سے حضرت نوح کے بیٹے کا حال پوچھا اُنہوں نے کہا قسم بخدا کہ حضرت نوح کے کوئی بیٹا جو طوفان میں ڈوبا نہ تھا قتادہ نے کہا خدا نے تو قول نوح کا یوں بیان کیا ہے کہ نوح نے اُس بیٹے کو جو ڈوب گیا کہا کہ میرا بیٹا میرے خاندان میں سے ہے اور تم کہتے ہو کہ اُس کے کوئی بیٹا جو طوفان میں ڈوبا نہ تھا حسن بصری نے کہا کہ حضرت نوح نے یہ نہیں کہا کہ میرا سگا بیٹا بلکہ یہ کہا کہ میرے خاندان کا بیٹا اور یہ اُن کا کہنا ہے

وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ (٦٣) وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ (٦٤) قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ (٦٥)

اور ان کے پیچھے بھیجی گئی اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن میں، بیشک عاد نے کفر کیا اپنے پروردگار کے ساتھ، ہاں دوری ہو (خدا کی رحمت سے) عاد کو جو قوم ہود تھی (٦٣) اور بھیجا ہم نے ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو، صالح نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی، نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود بجز اُس کے، اُسی نے پیدا کیا تم کو مٹی سے اور آباد کیا تم کو اُس میں پھر بخشش چاہو اُس سے پھر توبہ کرو اُس کی طرف بیشک میرا رب (ہر شخص کے) پاس ہے قبول کرنے والا (٦٤) ان لوگوں نے کہا اے صالح بیشک ہم میں تو تھا اس سے پہلے امید کیا جاتا تھی کیا تو ہم کو منع کرتا ہے ہمیں عبادت کرنے سے اُس کی جس کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا اور بیشک ہم شک میں ہیں اُس سے کہ تو بلاتا ہے ہم کو اُس کی طرف زیادہ شبہ کرنے والے (٦٥)

پر دلالت کرتا ہے جو میں کہتا ہوں، پس ان روایتوں سے ثابت ہوا کہ یہ شخص حضرت نوح کا بیٹا نہ تھا اور اسی سبب سے توریت مقدس میں حضرت نوح کے بیٹوں کے ساتھ اس کا ذکر نہیں ہے ✦

جس آیت سے حضرت نوح کی بیوی کا طوفان میں ڈوبنا خیال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے

ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرءۃ نوح وامرءۃ لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتاھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا وقیل ادخلا النار مع الداخلین ۔ (سورۂ تحریم آیت ۱۰) ✦

اللہ نے بتائی ایک کہاوت منکروں کے واسطے عورت نوح کی اور عورت لوط کی گھر میں تھیں دونوں دو نیک بندوں کے ہمارے بندوں میں سے پھر نافرمانی کی اُنہوں نے اُن کی پھر نہ دفع کیا اُنہوں نے اُن سے تھوڑا سا بھی عذاب اللہ کا اور حکم ہوا کہ جاؤ دوزخ میں ساتھ جانے والوں کے ✦

اس آیت سے لوگ خیال کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی بھی کافروں میں تھی اور وہ بھی غرق ہوئی اور توریت مقدس سے پایا جاتا ہے کہ حضرت نوح کی بیوی کشتی میں حضرت نوح کے ساتھ تھی اور اُنہوں نے ڈوبنے سے نجات پائی ✦

مگر سمجھنا چاہیئے کہ باوجودیکہ اس آیت میں حضرت نوح کی بیوی کا ڈوبنا صاف صاف بیان نہیں ہوا لیکن اگر اس پر بھی اُن کا ڈوبنا ہی سمجھیں تو اُس کے ساتھ ہی ہم کو یہ بات بھی کہنی چاہیئے کہ ہمارے ہاں

قَالَ يَٰقَوْمِ أَرَءَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَءَاتَىٰنِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَن يَنصُرُنِي مِنَ ٱللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُۥ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿٦٣﴾ وَيَٰقَوْمِ هَٰذِهِۦ نَاقَةُ ٱللَّهِ لَكُمْ ءَايَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِيٓ أَرْضِ ٱللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا۟ فِي دَارِكُمْ ثَلَٰثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ﴿٦٥﴾

صالح نے کہا اے میری قوم تم نے کیا سمجھ لیا ہے اگر میرے پاس کوئی دلیل ہے میرے پروردگار سے اور اس نے مجھ کو دی ہو اپنے پاس سے رحمت پھر کون میری مدد کریگا خدا (کے عذاب) سے اگر میں اس کی نافرمانی کروں پھر تم کچھ زیادہ نہیں کرتے میرے لئے بجز نقصان دینے کے (٦٣) اور اے قوم یہ ہے اونٹنی اللہ کی ایک نشانی تمہارے لئے پھر اس کو چھوڑ دو کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور اس کو مت چھوؤ برائی سے تاکہ تم کو پکڑ لیوے کوئی عذاب تھوڑے دنوں میں (٦٤) پھر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر صالح نے کہا کہ چین کر لو اپنے گھروں میں تین دن یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہیں (٦٥)

کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ حضرت نوح کی دو بیویاں تھیں اُن میں سے ایک بیوی ڈوبی اور ایک حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں گئی چنانچہ تفسیر کبیر میں ابن عباس سے روایت لکھی ہے کہ کشتی میں نوح اور اُن کی بیوی بھی تھی سوائے اُس بیوی کے جو ڈوب گئی بعض علما یوں کہتے ہیں کہ حضرت نوح کی ایک بیوی تو نسل قابین سے تھی اور ایک بیوی اولاد حضرت ادریس سے پس کچھ عجب نہیں کہ قابیل کی نسل والی بیوی وہ ڈوب گئی ہو اور اسی سبب سے توریت مقدس میں اُس کا ذکر نہ کیا ہو مگر جب یہ بات ثابت ہے کہ حضرت نوح کی ایک بیوی بلاشبہ کشتی میں تھی تو اگر اس آیت سے ایک بیوی کا غرق ہونا ہی مراد لیا جاوے تو بھی کچھ اختلاف نہیں رہتا ؕ

سورۂ مومنین میں خدا نے یہ فرمایا ہے کہ جب ہمارا حکم آوے اور زمین کے چشمے پھوٹ نکلیں تو

فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ فَاسْلُكْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (سورۂ مومنین آیت ۲۸)

بٹھا لے اُس میں یعنی کشتی میں ہر جوڑے میں سے دو۔ توریت میں اس مضمون کو بہت زیادہ وسیع کر دیا ہے جس سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تمام دنیا کے جانوروں کے جوڑے کشتی میں بٹھائے گئے تھے۔

اور پھر اُس کے غیر ممکن ہونے پر بہت سی دلیلیں لائی گئی ہیں۔ مگر قرآن مجید اُن تمام مشکلات سے مبرا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید سے صرف یہ بات کہ جو جانور حضرت نوح کی دسترس میں موجود تھے اُن کے جوڑے کشتی میں بٹھائے گئے تھے کچھ تو اس خیال سے کہ کھانے کے کام آوینگے اور کچھ اس خیال سے کہ طوفان کے بعد اُن سے نسل چلے گی کیونکہ ملک کی بربادی کے بعد درست اُن جانوروں کا بہم پہنچنا اور دوسرے ملکوں سے لانا علی الخصوص اُس زمانہ میں کہ اس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۹﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۰﴾	پھر جب آیا ہمارا حکم بچالیا ہم نے صالح کو اور ان کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت کے ساتھ اور اُس دن کی رسوائی سے بیشک تیرا پروردگار وہی ہے قوت والا اور غالب ﴿۶۹﴾ اور پکڑ لیا اُن لوگوں کو جو ظالم تھے سیہ آواز نے پھر انہوں نے صبح کی اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے ﴿۷۰﴾

کم کے لئے وسائل ناپید تھے نہایت دقت طلب امر تھا +

تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہے کہ خدا کے اس قول کے کہ فاسلک فیہا یہ معنی ہیں کہ داخل یعنی بٹھا لے اُس میں یعنی کشتی میں عرب کے محاورہ میں کہا جاتا ہے سلک فیہ یعنی داخل ہوا اُس میں اور اسلکہ میں کل زوجین اثنین کا یہ مطلب ہے کہ جو جانور اُس وقت پر موجود ہوں اُن کے جوڑے نر و مادہ کشتی میں بٹھا لے تاکہ ان جانوروں کی نسل منقطع نہ ہو جاوے +

اما قولہ فاسلک فیہا ای ادخل فیہا یقال سلک فیہ ای دخل فیہ وسلک غیرہ واسلکہ من کل زوجین اثنین ای کل زوجین من الحیوان الذی یحضر فی الوقت اثنین الذکر والانثی لکی لا ینقطع نسل ذلک الحیوان تفسیر کبیر

باقی قصہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے بہت صاف ہے اخیر قصہ پر خدا نے فرمایا ہے کہ "یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے کہ ہم نے اُس کی تجھ پر وحی کی ہے نہ تو اُس کو جانتا تھا اور نہ تیری قوم اس سے پہلے پس صبر کر (اے محمد کافروں کے ایذا دینے اور جھٹلانے پر) بیشک آخر کو (کامیابی) پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ (ہود آیت ۵۱) +

اس آیت پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا اس سے پہلے طوفان نوح کا قصہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اور عرب کے لوگوں کو جن میں کثرت سے یہودی آباد ہو گئے تھے اور کچھ عیسائی بھی آباد تھے معلوم نہ تھا۔ مگر یہ بات نہیں ہے زیادہ تر قرین قیاس یہ ہے کہ یہ قصہ عام طور پر مشہور تھا مگر اُس کے ساتھ ہی بہت سی غلط باتیں بھی مشہور تھیں صحیح صحیح قصہ لوگوں کو معلوم نہ تھا جس کو خدا نے بذریعہ وحی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے بتایا پس عدم علم کا جو ذکر اس آیت میں ہے وہ صحیح قصہ کے جاننے سے متعلق ہے نہ کہ عام طور پر اس قصہ سے۔ قرآن مجید میں جس قدر اگلے قصے بیان ہوئے ہیں اگرچہ در اصل اُن سے عبرت دلانی مقصود ہوتی ہے مگر اُسی کے ساتھ یہ بھی ہوتا ہے کہ قصہ کو صحیح صحیح بیان کیا جاتا ہے تاکہ جو غلطیاں مشہور ہو رہی ہیں اُن کی صحت ہو جاوے +

قریباً تمام دنیا کی قوموں میں طوفان کا قصہ بطور ایک مذہبی قصہ کے مشہور تھا اور ان کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كَأَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا أَلَا إِنَّ ثَمُودَا كَفَرُوا رَبَّهُمْ أَلَا بُعْدًا لِّثَمُودَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ﴿۷۲﴾	گویا اُس میں بسے ہی نہ تھے ہاں بیشک ثمود نے کفر کیا اپنے پروردگار کے ساتھ ہاں دوری ہوا خدا کی رحمت سے ثمود کو ﴿۷۱﴾ اور بیشک گئے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس بشارت لیکر انہوں نے کہا سلام ابراہیم نے کہا سلام پھر ابراہیم نے دیر نہ کی کہ لایا بُھنا ہوا بچھڑا ﴿۷۲﴾

بیانات اور واقعات اس قدر مختلف اور عجیب طور پر مشہور رہے تھے کہ ایک میں بھی پوری پوری سچائی نہ تھی۔ چند یورپ کے لوگوں مثل مسٹر ٹرنیٹ اور ریورنڈ ایل ڈی ہارکورٹ وغیرہ نے کتابیں لکھی ہیں جن میں اُن قصوں کو جمع کیا ہے جو طوفان کی بابت بطور مذہبی قصہ کے تمام دنیا میں مشہور تھے پس جو کچھ بتایا اور جو لوگوں کو معلوم نہ تھا وہ یہی ہے کہ صحیح قصہ طوفان کا کیا ہے ✦

یہودی اور عیسائیوں نے جو مذہبی طور پر سب سے بڑی غلطی اس قصہ میں ڈال رکھی تھی وہ یہ تھی کہ تمام دنیا میں طوفان آیا تھا اور کل کرۂ زمین پانی میں ڈوب گیا تھا اور طوفان کا پانی دنیا کے بڑے سے بڑے پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی اونچا ہو گیا تھا اور حضرت نوح نے تمام دنیا کے ہر قسم کے جانداروں کا جوڑہ جوڑہ کشتی میں بٹھا لیا تھا۔ اور تمام دنیا کے تمام جانور انسان اور چرند و پرند و حشرات الارض سب کے سب مر گئے تھے اور بجز اُن کے جو کشتی میں تھے کوئی جاندار تمام دنیا میں زندہ نہیں رہا تھا۔ یہ ایک بڑی غلطی تھی جس کو قرآن مجید نے صحیح کیا ہے مگر افسوس اور نہایت افسوس کہ ہمارے مفسروں نے قرآن مجید کی اس برکت کو حاصل نہیں کیا اور وہ خود یہودیوں اور عیسائیوں کی تقلید سے اُسی غلطی میں پڑ گئے جس غلطی سے قرآن مجید نے اُن کو نکالنا چاہا تھا ✦

ایک اور امر غور طلب ہے متعلق حضرت نوح کے یعنی تعداد اُن کی عمر کی خدا تعالیٰ نے سورۂ عنکبوت میں فرمایا ہے کہ ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف پھر وہ رہا اُن میں پچاس برس کم ایک ہزار برس ✦ (ولقد ارسلنا نوحا الی قومه فلبث فیهم الف سنة الا خمسين عاما۔ (سورۂ عنکبوت آیت ۲۹))

توریت میں لکھا ہے کہ نوح چھ سو برس کے تھے جب طوفان آیا (کتاب پیدائش باب ۷ ورس ۶) اور پھر لکھا ہے کہ بعد طوفان کے نوح تین سو پچاس برس زندہ رہا اور اُس کی عمر نو سو پچاس برس کی تھی (کتاب پیدائش باب ۹ ورس ۲۸ و ۲۹) لیکن جب کہ انسان کی نسل یعنی شروع ہوئی تھی اور ابھی طوفان بھی نہیں آیا تھا اُس وقت خدا نے کہا تھا کہ "بسبب بودن ایشاں بشر فنا آنہایت مدت ایام ایشاں یکصد و بست سال خواہد شد (توریت کتاب پیدائش باب ۶ ورس ۳) ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّا رَآٰ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ (۷۳) وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ (۷۴)

پھر جب اُس نے دیکھا کہ اُن کے ہاتھ نہیں جھکتے اُس کی طرف اُن کو اجنبی سمجھا اور ابراہیم اپنے دل میں اُن سے خوف لائے اُنہوں نے کہا مت ڈر بیشک ہم بھیجے گئے ہیں قوم لوط کی طرف (۷۳) اور ابراہیم کی بیوی کھڑی ہوئی تھی پھر وہ ہنسی پھر ہم نے اُس کو بشارت دی اسحٰق کی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی (۷۴)

مگر یہ ایک بہت طولانی بحث ہے دن اور برس جو توریت میں مندرج ہیں وہ نہایت بحث طلب ہیں دنیا کے ظہور اور انسان کے وجود کی جو مدت توریت میں لکھی ہے وہ بھی بحث بڑی بحث کے قابل ہے +

اس میں بھی کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ برس کی مدت ہر ایک زمانہ میں مختلف رہی ہے اور جس واقعہ یا انسان کی عمر کی تعداد اُس زمانہ کے حساب سے کی گئی ہے وہی تعداد بیان ہوتی رہی ہے جیسے کہ قرآن مجید اور توریت میں حضرت نوح کی عمر ساڑھے نوسو برس کی بیان ہوئی ہے +

علاوہ اس کے قدیم زمانہ کا یہ رواج بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس خاندان کا کوئی پیٹریاٹک ہوا ہے جب تک کہ اُس خاندان میں دوسرا پیٹریاٹک نامآور نہ ہوا ہو پہلے پیٹریاٹک ہی کا نام چلا جاتا ہے۔ پس جب تک کہ ان سب باتوں پر بحث نہ ہو اس وقت تک "فلبث فیهم الف سنة الا خمسین عاما" کی حقیقت بیان نہیں کی جا سکتی۔ اس تفسیر میں ان تمام امور پر بحث کرنے کی گنجائش نہیں ہے اگر خدا کی مرضی ہے تو ایک مستقل کتاب میں اس پر بالاستیعاب بحث کیجاویگی[1] اور تمام سلسلہ مدت پیدائش دنیا کا اور لوگوں کی عمروں کا جو توریت میں مذکور ہے اُلٹ پلٹ ہوجاویگا +

(۷۲) ولقد جاءت رسلنا ابراهیم - یعنی البتہ آئے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس +

سورہ عنکبوت میں یہ لفظ ہیں ولما جاءت رسلنا ابراهیم - یعنی جب کہ آئے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس +

سورہ حجر میں بجائے رسلنا کے ضیف کا لفظ ہے خدا نے فرمایا - ونبئهم عن ضیف ابراهیم - یعنی اُن کو خبر دے ابراہیم کے مہمانوں کی +

اور سورہ ذاریات میں ہے - هل اتاك حدیث ضیف ابراهیم المکرمین کیا تیرے پاس ابراہیم کے مکرم مہمانوں کی خبر پہنچی ہے +

[1] اس پر بحث نہیں کرنے پائے کہ فوت ہوگئے - افسوس! افسوس - (احمد یار محمد دی) +

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۵﴾ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَاۗءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۷﴾

ابراہیم کی بیوی نے کہا کہ افسوس مجھ پر کیا میں جنوں گی اور میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے بیشک یہ ایک چیز ہے عجیب (۷۵) اُن بھیجے ہوؤں نے کہا کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے رحمت اللہ کی اور اس کی برکتیں تم پر اے گھر والو بیشک وہ تعریف کیا گیا ہے بزرگ (۷۶) پھر جب ابراہیم سے خوف دور ہوا اور اس کے پاس خوشخبری آئی ہم سے جھگڑنے لگا لوط کی قوم کے حکم میں بیشک ابراہیم بردبار نرم دل اور خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہے (۷۷)

پس امر بحث طلب یہ ہے کہ یہ بھیجے ہوئے یا ضیف ابراہیم کون تھے؟ توریت باب ۱۸ درس ۲ میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے دیکھا کہ تین آدمی اس کے برابر کھڑے ہیں عبری میں لفظ شلوشہ انشیم ہے یعنی ثلاثہ انسانین[1] اور پھر درس ۱۶ و ۲۲ میں اور باب ۱۹ درس ۵ و ۱۰ و ۱۲ میں بھی اُن کو انسان کہا ہے مگر باب ۱۹ کے پہلے درس میں اُن کو ملاخیم یعنی ملائکین[2] کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اس لئے یہودی اُن تینوں کو فرشتے اعتقاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل تھے۔

عیسائی بھی اُن کو فرشتے مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پہلی ہی دفعہ تھی کہ فرشتے انسان کی صورت بنکر دنیا میں آئے تھے۔ تفسیر ڈائلی اینڈمانٹ میں لکھا ہے کہ اُن میں کا تیسرا نسبت باقی دو کے اعلیٰ درجہ کا تھا اور اس لئے ابراہیم نے اُس کو بطور ایک سردار کے خطاب کیا یعنی "ادنای" کہکر جس کو موسیٰ "جہوہ" کہتا ہے اور یہودی اور عیسائی اُس کو خدا کا نام سمجھتے ہیں اور اس لئے بہت سے عیسائی تصور کرتے ہیں کہ وہ خدا کا بیٹا تھا جو اس صورت میں آیا تھا۔ متوسط زمانہ کے لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ خدا کی شان میں ایک فرشتہ تھا جس نے گفتگو کی تھی اور بلحاظ اس کی مقتدرانہ گفتگو کے یہ غالب رائے ہے کہ وہ خود حضرت مسیح تھے جو انصاف کرنے کو آئے تھے۔

قرآن مجید میں صرف لفظ "رسلنا" یعنی ہمارے بھیجے ہوئے کا ہے۔ مسلمان مفسروں نے صرف یہودیوں کی روایتوں سے جن کی وہ ہمیشہ ایسے مقاموں میں پیروی کرتے ہیں اُن کو

[1] انسانین کا لفظ دانستہ خلاف قاعدہ عربی لکھا گیا ہے۔

[2] ملائکین کا لفظ دانستہ خلاف قاعدہ زبان عربی لکھا گیا ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾

(خدا نے کہا) اے ابراہیم درگذر کر اس سے، بات یہ ہے کہ بیشک آگیا تیرے پروردگار کا حکم اور بے شک وہ لوگ ہیں کہ اُن پر عذاب آنے والا ہے جو پھیرا نہ جاویگا ﴿۷۶﴾ اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس تو اُن کے سبب سے آزردہ خاطر ہوا اور اُن کے سبب سے تنگ دل ہوا اور کہنے لگا کہ یہ دن سخت ہے ﴿۷۷﴾

فرشتے تسلیم کیا ہے مگر قرآن مجید سے اُن کا فرشتہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں اُن کے فرشتے ہونے پر تو کوئی نص صریح نہیں ہے باقی رہا طرز کلام یا الفاظ وارده پر استدلال قطع نظر اس کے کہ وہ مفید یقین نہیں ہو سکتا اُن سے بھی وہ استدلال پورا نہیں ہوتا۔ علماے مفسرین نے قبل اس کے کہ الفاظ قرآن مجید پر غور کریں یہودیوں کی روایتوں کے موافق اُن کا فرشتہ ہونا تسلیم کر لیا ہے حالانکہ وہ خاصے بھلے چنگے انسان تھے ۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ابراہیم کے مہمانوں نے جو کھانا نہ کھایا اُس کا سبب یہ تھا کہ وہ فرشتے تھے اور فرشتے نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ وہ مہمانوں کی صورت بن کر اس لئے آئے تھے کہ حضرت ابراہیم مہمانوں کے آنے کو دوست رکھتے تھے اور وہ مہمانوں کی ضیافت میں مشغول رہتے تھے۔ مگر کھانے سے انکار کرنا اُن کے فرشتے ہونے کی جو علانیہ انسان تھے اور انسانوں کی طرح آئے تھے دلیل نہیں ہو سکتا ۔

واعلم ان الاضياف انما امتنعوا من الطعام لانهم ملائكة والملائكة لا ياكلون ولا يشربون وانما اتوه في صورة الاضياف ليكونوا على صفة يحبها وهو كان مشغولا بالضيافة (تفسیر کبیر) ۔

تفسیر کبیر میں سدی کا یہ قول لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے اُن سے پوچھا کہ کھانا کھاؤ گے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم بغیر قیمت دئے کھانا نہیں کھاتے۔ ابراہیم نے کہا کہ اُس کی قیمت یہ ہے کہ کھانے سے پہلے خدا کا نام لو اور کھانے کے بعد خدا کا شکر کرو۔ اس پر جبرئیل نے میکائیل سے کہا کہ ایسے آدمی کا حق ہے کہ اُس کا پروردگار اُس کو اپنا خلیل یعنی دوست قبول کرے۔ مگر کلام سے بھی یہ بات غیر معلوم رہی کہ بعد اس کے انہوں نے کھانا کھایا یا نہیں ۔

قال السدي قال ابراهيم عليه السلام هلا تاكلون قالوا لا ناكل طعاما الا بالثمن فقال ثمنه ان تذكروا اسم الله تعالى على اوله وتحمدوه على آخره فقال جبريل لميكائيل عليه السلام حق لمثل هذا الرجل ان يتخذه ربه خليلا (تفسیر کبیر) ۔

قرآن مجید میں آیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے دیکھا کہ اُن کے ہاتھ کھانے پر نہیں بڑھتے

فلما را ايديهم لا تصل اليه نكرهم واوجس منهم خيفة ۔ (سورہ ہود)

تو نہ جانا کہ یہ کون ہیں (یعنی دوست مہمان ہیں یا دشمن) اور ابراہیم کے جی میں اُن سے خوف ہوا۔ یہ اُس مادہ

وَجَآءَهٗ قَوۡمُهٗ يُهۡرَعُوۡنَ اِلَيۡهِ ؕ وَمِنۡ
قَبۡلُ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ
يٰقَوۡمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىۡ هُنَّ اَطۡهَرُ
لَـكُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ فِىۡ
ضَيۡفِىۡ ؕ اَلَيۡسَ مِنۡكُمۡ رَجُلٌ رَّشِيۡدٌ ﴿۸۰﴾
قَالُوۡا لَـقَدۡ عَلِمۡتَ مَا لَـنَا فِىۡ بَنٰتِكَ مِنۡ حَقٍّ ۚ
وَاِنَّكَ لَتَعۡلَمُ مَا نُرِيۡدُ ﴿۸۱﴾

اور اس کے پاس اس کی قوم دوڑتی ہوئی آئی اور پہلے سے
وہ بُرے کام کرتی تھی۔ لوط نے کہا اے میری قوم یہ
لڑکیاں تمہاری ہیں (اور) وہ اچھی ہیں پھر خدا سے
ڈرو اور مجھ کو میرے مہمانوں کے (معاملہ) میں رسوا
مت کرو کیا تم میں کوئی شخص سمجھدار نہیں ہے ﴿۸۰﴾ اُن
لوگوں نے کہا کہ بیشک تو جانتا ہے کہ تیری بیٹیوں میں ہم کو
کچھ حق نہیں ہے اور بیشک تو جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں ﴿۸۱﴾

کا طریقہ تھا کہ دشمن اُس کے نان جس سے دشمنی ہو کھانا نہیں کھاتے تھے۔ مگر اس آیت سے بھی یہ نہیں پایا جاتا کہ اس کے بعد بھی اُنہوں نے کھانا نہیں کھایا ؎

توریت میں لکھا ہے کہ اُنہوں نے حضرت ابراہیم کے پاس بھی کھانا کھایا اور جب وہ حضرت لوط کے پاس گئے تو وہاں بھی کھانا کھایا۔ توریت فارسی کے ترجمہ کی یہ عبارت ہے ؎

وخداوند ویرا (یعنی ابراہیم را) در بلوطستان ممری ظاہر شد در حالیکہ بدر چادر بگرمی روز می نشست و چشمان خود را کشادہ نگریست کہ اینک سہ شخص در مقابلش ایستادہ اند و ہنگامیکہ ایشان را دید از برائے استقبال ایشاں از در چادر دویدہ بسوئے زمین خم شد و گفت اے آقایم حال اگر در نظرت التفات یافتم تمنا اینکہ از نزد بندہ خود مگذری و حال اندک آبے آوردہ شود تا آنکہ پاہائے خود را شستہ و شوداوہ در زیر ایں درخت استراحت نمائید و لقمہ نانے خواہم آورد تا دل خود را تقویت نمائید و بعد ازاں بگذرید زیرا کہ ازیں سبب نزد بندہ خود عبور نمودید پس گفتند بنحوے کہ گفتی عمل نما پس ابراہیم بچادر نزد سارا شتافت و گفت تعجیل نمودہ سہ پیمانہ آرد نرم خمیر کردہ گردہ ہا بر اجاق بپز پس ابراہیم بگلہ گاو شتافت و گوسالہ تر و تازہ خوبے گرفتہ بجوانے داد کہ آں را بسرعت حاضر ساخت و کرہ و شیر با گوسالہ کہ حاضر کردہ بود گرفت و در حضور ایشاں گذاشت و نزد ایشاں بزیر آں درخت ایستاد تا خوردند کتاب پیدائش باب ۱۸ ورس ۱ لغایت ۸ ؎

پس آں دو ملک بوقت شام بسدوم درآمدند و لوط بدروازہ سدوم مے نشست و ہنگامیکہ لوط ملاحظہ کرد از برائے استقبال ایشاں برخاست و بر زمین خم شد و گفت اینک حال اے آقایانم تمنا اینکہ بخانہ بندہ خود تاں بیائید و بیتوتہ نمودہ پاہائے خود را شستہ و شو نمائید و سحرخیزی نمودہ براہ خود سوار شوید پس ایشاں گفتند کہ نے بلکہ در چہار سو بیتوتہ مینمائیم پس چونکہ ایشاں را بسیار ابرام نمود باو آمدہ بخانہ اش داخل شدند و ضیافتے بجہت ایشاں برپا نمود

قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ (۸۲) قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا امْرَأَتَكَ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ (۸۳)	لوط نے کہا کہ اگر تمہارے مقابلہ کی مجھ میں قوت ہوتی تو میں جا ٹھیرتا نہایت سخت یعنی زور آور قوم کے پاس (۸۲) اُن بھیجے ہوؤں نے کہا کہ اے لوط ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں وہ لوگ تجھ تک نہیں پہنچنے کے پھر لے چل اپنے لوگوں کو تھوڑی رات رہے سے اور پلٹ کر نہ دیکھے تم میں سے کوئی۔ مگر تیری بیوی کہ بے شک وہ اُس کو پہنچنے والی ہے جو پہنچا ہے اُس قوم کو بیشک اُن کے وعدے کا وقت صبح ہے کیا صبح نزدیک نہیں ہے (۸۳)

گروہ سے فطیری بحث کر خوروند۔ کتاب پیدائش باب ۱۹ درس ۱ لغایت ۳ ◆

تفسیر کبیر میں ایک یہ بحث پیش کی ہے کہ حضرت ابراہیم نے اُن تینوں کو انسان جانا یا فرشتہ۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے اُن کو انسان جانا تھا اُن کی یہ دلیلیں ہیں کہ اگر وہ اُن کو فرشتہ جانتے تو کھانے کی طیاری نہ کرتے۔ اور جب اُنہوں نے کھانے پر ہاتھ نہ ڈالا تھا تو اُس سے خوف نہ کرتے۔ علاوہ اس کے جب کہ حضرت ابراہیم نے اُن کو انسان کی صورت میں دیکھا تھا تو اُن کو فرشتہ کیونکر سمجھ سکتے تھے ◆

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے اُن کو فرشتہ جانا تھا اُن کا یہ دعوٰی ہے کہ اُن کے کہنے سے حضرت ابراہیم نے اُن کو فرشتہ جانا تھا مگر ایک لفظ قرآن میں ایسا نہیں ہے کہ اُن تین شخصوں میں سے کسی نے کہا ہو کہ ہم انسان نہیں ہیں بلکہ فرشتے ہیں اور انسان کی صورت بنکر آئے ہیں ◆

تفسیر کبیر میں ایک اور عجیب و غریب روایت لکھی ہے کہ جب اُن فرشتوں نے حضرت ابراہیم کو بتلا دیا کہ وہ فرشتوں میں سے ہیں اور انسان نہیں ہیں اور وہ صرف قوم لوط کے ہلاک کرنے کو آئے ہیں تو حضرت ابراہیم نے اُن سے معجزہ طلب کیا کہ اُن کے فرشتے ہونے پر دلالت کرے۔ پھر اُنہوں نے اپنے پروردگار سے اُس بھنے ہوئے بچھڑے کے زندہ ہو جانے کی دعا مانگی نتیجہ جہاں رکھا ہوا تھا وہاں سے کود اور اپنے چراگاہ میں چلا گیا۔ ہم کو افسوس ہے کہ ہمارے علما نے ایسی بے سروپا اور بے سند مہمل

ان الملائکۃ لما اخبروا ابراھیم علیہ السلام انہم من الملائکۃ لا من البشر وانہم انما جاؤا لاھلاک قوم لوط طلب ابرھیم علیہ السلام منہم معجزۃ دالۃ علی انہم من الملائکۃ فدعوا ربہم باحیاء العجل المشوی فطفر ذلک العجل المشوی من الموضع الذی وضع فیہ الی مرعاہ۔ (تفسیر کبیر) ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ (۸۳)

پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے کر دیا اس کی ا(وپر) چال کو اس کی نیچان اور ہم نے اُن پر پتھر بہائے جو (ا)کنکر کے لئے لکھے ہوئے تھے اُوپر تلے ۔ نشان کئے ہوئے تیرے پروردگار کے پاس سے اور ظالموں سے کچھ دور نہیں (۸۳)

روایتیں اپنی تفسیروں میں لکھی ہیں خدا اُن پر رحم کرے ✦

اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ وہ جو حضرت ابراہیم کے پاس آئے انسان تھے اور قوم لوط کے پاس بھیجے گئے تھے جیسا کہ خود اُنہوں نے حضرت ابراہیم سے کہا ۔ لاتخف انا ارسلنا الی قوم لوط ۔ (سورۃ ھود) اور دوسری جگہ کہا ۔ انا ارسلنا الی قوم مجرمین (سورۃ حجر) ایک اور جگہ کہا ۔ انا ارسلنا الی قوم مجرمین لنرسل علیہم حجارۃ من طین مسومۃ عند ربک للمسرفین (سورۃ الذاریات) ✦

بالبشری ۔ یعنی ساتھ خوشخبری کے ۔ اور وہ خوشخبری حضرت ابراہیم کے حضرت سارا سے بیٹا اور پوتا یعنی اسحٰق اور اسحٰق سے یعقوب کے پیدا ہونے کی تھی جس کا بیان آگے آویگا ✦

یعنی جب حضرت ابراہیم نے دیکھا کہ اُن کا ہاتھ کھانے پر نہیں بڑھا تو نہ جانا کہ

فلما رایدیھم لاتصل الیہ نکرھم واوجس منھم خیفہ ۔ (سورۃ ھود)

یہ کون ہیں اور ابراہیم کے دل میں اُن سے خوف پیدا ہوا ✦

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب اُنہوں نے کھانے سے اپنے تئیں روکا تو حضرت

فلما امتنعوا من الاکل خاف ان یرید وا بہ مکروھا ان لا یعرف ذالحضر وقدم الیہ طعام فان اکل حصل الامن وان لم یاکل حصل الخوف ۔ (تفسیر کبیر)

ابراہیم کو خوف ہوا کہ وہ کچھ مکر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جب کوئی انجان آدمی آوے اور اُس کے سامنے کھانا لایا جاوے پھر اگر وہ کھا لیوے تو اس سے اطمینان ہو جاتا ہے اور اگر وہ نہ کھاوے تو اس سے خوف پیدا ہوتا ہے ✦

یہی مضمون سورۃ الذاریات میں ان لفظوں سے آیا ہے کہ حضرت ابراہیم بھنا ہوا

فقربہ الیھم قال الا تاکلون فاوجس منھم خیفہ (سورۃ ذاریات) ✦

بچھڑا اُن کے پاس لائے کہا کیا تم نہیں کھاتے یعنی جب اُنہوں نے اُس پر ہاتھ نہ بڑھایا جیسا کہ سورہ ہود میں

(ا) سجیل کے معنی کنکر کے بھی ہو سکتے ہیں یعنی مٹی کے جو آگ میں پک کر پتھر کی مانند ہو جاوے اور آتشیں پہاڑوں سے جو اس طرح اچھل کر اوپر سے گرتا ہے ٹھیک مطابق ہوتا ہے مگر لفظ مسومۃ کے سبب سے وہی معنی مناسب ہیں جو ہم نے اختیار کئے ہیں ✦

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ۭ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ﴿۸۵﴾

اور (بھیجا ہم نے) مدین کے لوگوں کی پاس اُن کے بھائی شعیب کو شعیب نے کہا کہ اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی تمہارے لئے کوئی معبود اُس کے سوا نہیں ہے اور مت کم بھرو پیمانوں کو اور مت کم تولو ترازو سے بیشک میں تم کو دیکھتا ہوں آسودہ اور بیشک میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے ایک دن گھیر لینے والے سے ﴿۸۵﴾

مذکور ہے تو حضرت ابراہیم نے کہا کہ کیا تم نہیں کھاتے ۔ پھر حضرت ابراہیم کے دل میں اُن سے خوف پیدا ہوا ۔ ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم کے اس کہنے کے بعد الا تاکلون اُن لوگوں نے کھایا ہو اس لئے کہ کھانے کی نفی اس سے نہیں پائی جاتی ✦

سورۃ الحجر میں اس واقعہ کو زیادہ اختصار سے بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جب وہ تینوں شخص ابراہیم پاس آئے تو اُنہوں نے کہا سلام حضرت ابراہیم نے کہا کہ ہم تم سے خوف کرتے ہیں ✦

اذ دخلوا علیہ فقالوا سلاما۔ قال انا منکم وجلون۔ (سورۃ الحجر)

پورا واقعہ یوں ہے کہ جب وہ تینوں شخص حضرت ابراہیم کے پاس آئے تو اُنہوں نے کہا سلام حضرت ابراہیم نے بھی کہا سلام پھر حضرت ابراہیم بھنا ہوا بچھڑا اُن کے لئے کھانے کو لائے جب اُنہوں نے کھانے کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم کے دل میں خوف پیدا ہوا اُس پر حضرت ابراہیم نے کہا کہ کیا تم نہیں کھاتے اور یہ بھی کہا کہ ہم تم سے (نہ کھانے کے سبب) خوف کرتے ہیں ۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم سے خوف نہ کرو ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے ہوئے ہیں اور تم کو بھی بشارت دیتے ہیں ۔ پس ان تمام حالات سے نہ تو اُن تینوں شخصوں کا فرشتہ ہونا پایا جاتا ہے اور نہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اُنہوں نے کھانا نہیں کھایا بلکہ اس طرف قرینہ قیاس زیادہ ہے کہ ان اصراروں کے بعد اُنہوں نے کھانا کھایا ہو اور خدا تعالےٰ نے جو اُن کو دو جگہ ضیف ابراھیم کر کے بیان کیا ہے یہ قرینہ قوی ہے کہ اُنہوں نے کھانا بھی کھایا اور حضرت ابراہیم کی ضیافت قبول کی ✦

پھر خدا نے فرمایا کہ اُس کی بیوی کھڑی تھی پھر ہنس پڑی پھر ہم نے اُس کو خوشخبری دی اسحق کے پیدا ہونے کی اور اُس کے پیچھے یعنی اسحق سے یعقوب کے پیدا ہونے کی ✦

وامراتہ قائمۃ فضحکت فبشرناھا باسحق ومن وراء اسحق یعقوب۔ (سورہ ھود)

حضرت ابراہیم کی بیوی کے ہنسنے کی علت بیٹا ہونے کی بشارت تھی مگر چونکہ اُن کا ہنس پڑنا ایک مقدم امر اور زیادہ تر توجہ کے قابل تھا اس لئے معلول کو علت پر مقدم کر دیا ہے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (۸۶)	اور اے میری قوم پورا بھرو پیمانوں کو پورا تولو ترازو میں انصاف سے اور کم مت دو لوگوں کو اُن کی چیزیں اور مت کام کرو زمین یعنی ملک میں فساد کرنے والوں کے (۸۶)

تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہے کہ یہاں تقدیم و تاخیر ہے تقدیر کلام الٰہی کی یہ ہے کہ اُس کی

ان ھذا علی التقدیم والتاخیر والتقدیر وامرأته قائمة فبشرناها باسحٰق فضحکت سرورا بسبب تلک البشارة فقدم الضحک ومعناه التاخیر۔ (تفسیر کبیر) ✦

بیوی کھڑی تھی پھر ہم نے اُس کو بشارت دی اسحٰق کے پیدا ہونے کی اُس کی بیوی خوشی سے ہنسی بسبب اس خوشخبری کے پس ہنسنے کو مقدم کر دیا ہے اور معنًا وہ مؤخر ہے ✦

ایک امر غور طلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے پہلے فرمایا کہ لقد جاءت رسلنا ابراھیم بالبشریٰ یعنی وہ رسل بشارت لیکر آئے تھے اور پھر فرمایا فبشرناھا باسحٰق یعنی ہم نے بشارت دی ابراہیم کی بیوی کو اسحٰق کے پیدا ہونے کی اس جگہ بشارت کو خاص اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اور سورۃ الحجر میں ضیف ابراہیم کا قول بیان کیا ہے کہ " انا نبشرک بغلام علیم " یعنی ضیف ابراھیم نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ ہم تجھ کو بشارت دیتے ہیں دانا لڑکے کے پیدا ہونے کی اور سورۃ الذاریات میں ہے " وبشروہ بغلام علیم " یعنی ضیف ابراہیم نے حضرت ابراہیم کو دانا لڑکے کے پیدا ہونے کی بشارت دی ✦

اور اسی طرح سورہ ہود میں ہے ،، قالت یٰویلتیٰ ءالد وانا عجوز وھذا بعلی شیخا " یعنی ابراہیم کی بیوی نے کہا کہ ،، افسوس مجھ کو کیا میں جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خصم بڈھا ہے " ✦

اور سورۃ الذاریات میں ہے۔ کہ حضرت ابراہیم کی بیوی حیرت میں ہو کر آگے بڑھی اور

فاقبلت امراته فی صرة فصکت وجھھا وقالت عجوز عقیم۔ (سورۃ الذاریات) ✦

منہ پیٹ لیا اور کہا کہ بانجھ بڑھیا۔ یعنی کیا بانجھ بڑھیا بیٹا جنیگی ✦

اور سورۃ الحجر میں ہے۔ کہ حضرت ابراہیم نے کہا کہ " کیا تم مجھ کو بشارت دیتے ہو باوجودیکہ

قال ابشرتمونی علی ان مسنی الکبر فبم تبشرون۔ (سورۃ الحجر)

مجھ پر بڑھاپا آگیا ہے پھر کس طرح تم مجھ کو بشارت دیتے ہو ✦

مگر وہ تینوں شخص خدا کے بھیجے ہوئے تھے انہوں نے بذریعہ الہام یا وحی کے جو اُن پر خدا نے بھیجی تھی یہ بشارت دی تھی۔ قرآن مجید کا طرز بیان بہت جگہ اس طرح پر ہے کہ خدا تعالیٰ علۃ العلل ہونے کی وجہ سے بندوں کے کاموں کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے اس لئے سورہ ہود میں اس

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾	اللہ کا بچایا ہوا بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو ﴿۸۶﴾ اور میں نہیں ہوں تم پر نگہبان ﴿۸۶﴾

بشارت کو اپنی طرف نسبت کیا ہے کہ ہم نے بشارت دی اور اور مقاموں پر اپنے رُسل کی طرف منسوب کیا ہے جن کے ذریعہ سے وہ بشارت دی گئی تھی مگر در حقیقت بشارت دینے والا خدا ہے +

یہ بشارت جو حضرت ابراہیم کے حضرت سارا سے بیٹا پیدا ہونے کی تھی دونوں کو معاً بشارت تھی یعنی ایک بشارت دونوں کے لئے تھے اور دونوں نے اُس کو سُنا تھا اور اس لئے کبھی اُس بشارت کو حضرت ابراہیم سے اور کبھی اُن کی بیوی سے منسوب کیا ہے جو ضمناً اس بات کا ثبوت ہے کہ دونوں کے لئے یکساں بشارت ہے اور اسی سبب سے کہیں حضرت سارا کا قول نقل کیا ہے کہ «انا عجوز وھذا بعلی شیخا» اور کہیں حضرت ابراہیم کا قول نقل کیا ہے کہ «ابشرتمونی علی ان مسنی الکبر» اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بشارت سُن کر دونوں نے یہ بات کہی تھی +

اُن تینوں رسولوں نے جب حضرت سارا کا اس بشارت پر تعجب سُنا تو اُنھوں نے کہا «اتعجبین من امر اللہ» یعنی کیا تو تعجب کرتی ہے خدا کے حکم سے اور حضرت ابراہیم کا تعجب سن کر انہوں نے کہا کہ ہم نے تجھ کو خوشخبری دی ہے ٹھیک بس تو ناامید وں میں سے مت ہو حضرت ابراہیم نے کہا کہ کون شخص خدا کی رحمت سے ناامید ہوتا ہے بجز گمرہوں کے +

بشرناك بالحق فلا تكن من القانطين قال ومن يقنط من رحمة ربه الا الضالون۔
(سورۃ الحجر)

یہ خیال کرنا کہ حضرت ابراہیم و حضرت سارا کی اولاد مافوق الفطرت ہوئی تھی اس پر قرآن مجید سے کوئی دلیل نہیں ہے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم کی نسبت لفظ شیخ آیا ہے اور لفظ شیخ ایسا نہیں ہے کہ اس سے یہ سمجھا جاوے کہ حضرت ابراہیم اس حصے جس میں موافق قانون قدرت کے اولاد ہوسکتی ہے گذر چکے تھے +

حضرت سارا کی نسبت لفظ عجوز آیا ہے عجوز کا لفظ اور شیخۃ کا لفظ دونوں مرادف ہیں بلکہ کبھی جوان عورت پر بھی اطلاق ہوتا ہے قاموس میں لکھا ہے والعجوز + + + المرأۃ شابۃ کانت او شیخۃ اور یہی عجوز کا لفظ سورہ شعراء میں حضرت لوط کی بیوی کی نسبت آیا ہے پس اس لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت سارا ایسی حد پر پہنچ گئی تھیں جو موافق قانون قدرت کے اُن سے اولاد ہونی ناممکن ہو +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾	اُن لوگوں نے کہا کہ اے شعیب کیا تیری نماز یعنی عبادت تجھ کو حکم کرتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا ۔ یا یہ کہ ہم کریں (یعنی کرنا چھوڑ دیں) اپنے مالوں میں جو ہم چاہیں ۔ ہاں تو بیشک بڑا بُردبار ہے اور بہت بڑا دانا ﴿۸۷﴾

دوسرا لفظ حضرت سارا کی نسبت عقیم یعنی بانجھ کا آیا ہے ۔ جن عورتوں کے ہاں ایک زمانہ تک جو بہ نسبت عام عادت کے زیادہ ہو اولاد نہیں ہوتی اُن پر عادۃً عقیم کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے اُس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وہ اولاد جننے کے ناقابل ہوتی ہیں کیونکہ بعض عورتیں اب بھی ایسی موجود ہیں جن کے مدت تک اولاد نہیں ہوئی اور وہ عقیم تصور ہونے لگیں لیکن بڑی عمر میں جب کہ وہ شیخخہ ہوگئیں اُن کے اولاد ہوئی ایک شوہردار عورت کو میں جانتا ہوں کہ قریب چالیس برس کی عمر تک اس کے اولاد نہیں ہوئی بعد اس کے وہ حاملہ ہوئی اور بیٹی جنی بلاشبہ لوگوں کو اُس کے حاملہ ہونے اور بیٹی جننے پر تعجب ہوا تھا ✤

مسلمان مفسر جو بغیر غور کے یہودیوں کی روایتوں کی پیروی کرنے کے عادی ہوگئے اس لئے اُنہوں نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سارا کی عمر اس قدر بڑی ہوگئی تھی کہ اُن سے اولاد کا ہونا ناممکن تھا اور اس لئے اُنہوں نے اس واقعہ کو بطور ایک معجزہ کے مافوق الفطرت قرار دیا ہے ✤

توریت میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کی ننانوے برس کی عمر تھی جب اُن کا ختنہ ہوا (کتاب پیدائش باب ۱۷ ورس ۲۴) اور ایک برس بعد وہ تین شخص بشارت دینے کو آئے تھے ۔ پس اُس وقت اُن کی عمر سو برس کی تھی ✤

اور سارا کی نسبت لکھا ہے کہ وہ سال خوردہ ہوگئی تھیں اور عورتوں کی عادت بند ہوگئی تھی (کتاب پیدائش باب ۱۸ ورس ۱۱) ✤

غرض کہ عبری توریت کے حساب سے بشارت کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر سو برس کی تھی اور حضرت سارا کی نوّے برس کی تھی ۔ مسلمانوں نے ان روایتوں کی پیروی کی اور حضرت اسحٰق کا پیدا ہونا مافوق الفطرت بطور معجزہ کے قرار دیا باوجودیکہ توریت ہی سے پایا جاتا ہے کہ اُس عمر میں بھی لوگوں کے بغیر کسی معجزہ تسلیم کئے اولاد ہوئی ہے چنانچہ توریت کے حساب کے موافق جب حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے تھے تو حضرت ابراہیم کی عمر چھیاسی برس کی تھی اور جب حضرت یعقوب کے حضرت یوسف پیدا ہوئے ہیں تو مطابق حساب توریت عبری کے حضرت یعقوب کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (۹۰)	شعیب نے کہا اے میری قوم کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ اگر میں اپنے پروردگار سے کوئی دلیل رکھتا ہوں اور اس نے مجھ کو روزی دی ہو اپنے پاس سے اچھی روزی اور نہ چاہوں میں کہ میں تمہاری مخالفت کروں جہاں تک کہ میں منع کرتا ہوں تم کو اس سے میں نہیں چاہتا بجز اصلاح کرنے کے جتنی کہ میں کرسکوں اور مجھ کو توفیق نہیں ہے مگر اللہ سے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں (۹۰)

عمر نوے برس کی تھی اور جب بنیامین یوسف کے بھائی پیدا ہوئے ہیں تو حضرت یعقوب کی عمر ایک سو ایک برس کی تھی ٭

مسلمان مفسروں نے جو اس باب میں یہودیوں کی روایتوں کی پیروی کی ہے صریح غلطی کی ہے کیونکہ ان زمانوں کی صحت پر جو توریت سے نکلتے ہیں نہایت شبہ ہے ٭

مثلاً عبری توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم سنہ ۲۰۰۸ دنیوی میں یعنی سنہ ۱۹۹۶ قبل مسیح کے پیدا ہوئے تھے اور یونانی توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۳۳۹۴ دنیوی میں پیدا ہوئے تھے اور سامری کی توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۲۳۰۹ دنیوی میں پیدا ہوئے تھے ٭

سارا موافق توریت عبری کے سنہ ۲۰۱۸ دنیوی میں پیدا ہوئی تھیں یعنی دس برس حضرت ابراہیم سے چھوٹی تھیں اور سنہ ۲۱۰۷ دنیوی میں بشارت ہوئی تھی جب حضرت ابراہیم ننانوے برس کے تھے اور حضرت سارا نواسی برس کی ٭

مگر جب کہ توریت کے نسخوں میں اس قدر اختلاف ہے تو جو زمانہ ان سے نکلتا ہے بطور تخمینہ و اندازہ کے تصور ہوسکتا ہے نہ بطور ایسے یقین کے جس پر کوئی امر مافوق الفطرت بطور یقین کے مبنی ہوسکے ٭

علاوہ اس کے جو زمانے توریت سے تسلیم کئے گئے ہیں ان میں بھی بدیہی غلطیاں ہیں جس کو مفصل بیان کرنے کی اس تفسیر میں گنجائش نہیں ہے علاوہ اس کے ایک نہایت بڑی بحث یہ ہے کہ برس جو توریت میں بیان ہوئے ہیں اور جن پر اس زمانہ کے لوگوں کی عمر کا حساب بتلایا ہے ان کی مقدار کیا تھی کچھ شبہ نہیں ہے کہ مختلف زمانوں میں برس کی مقدار نہایت ہی مختلف رہی ہے اور اسی مقدار سے جس زمانہ میں جس کی عمر جتنے برسوں کی گنی جاتی تھی وہی تعداد توریت میں اور نیز بعض جگہ قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے اور یہ امر نہایت غور اور تحقیقات در بیان کا محتاج ہے

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۹۱﴾	اور اے میری قوم میری مخالفت تم کو اس بات کی باعث نہ ہو کہ تم کو پہنچے مثل اس کے جو پہنچا ہے نوح کی قوم کو یا ہود کی قوم کو یا صالح کی قوم کو اور قوم لوط کی تم سے کچھ دور نہیں ہے ﴿۹۱﴾

کیا عجب ہے کہ اگر خدا نے مدد کی اور توفیق دی تو اسی تفسیر کسی مناسب مقام میں یا ایک جداگانہ رسالہ میں ہم اس کو بیان کرینگے اس مقام پر صرف اس قدر بیان کرنا کافی ہے کہ ہر گاہ قرآن مجید سے حضرت ابراہیم اور حضرت سارا کی وہ حالت جس میں مطابق قانون قدرت کے اولاد کا ہونا ناممکن ہو ثابت نہیں ہے تو صرف یہودیوں کی روایتوں یا توریت کی استدلال پر اس کو ایک واقعہ مافوق الفطرت یقین کرنا صحیح نہیں ہے +

(یجادلنا) یعنی جب حضرت ابراہیم کا ڈر جاتا رہا اور ان کو خوشخبری مل گئی اور ان کو حضرت لوط کی قوم پر عذاب نازل ہونے کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اس میں جھگڑنا شروع کیا +

اول یہ بحث ہے کہ حضرت ابراہیم کو قوم لوط پر عذاب نازل ہونا کس طرح معلوم ہوا۔ توریت باب ۱۸ ورس ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ میں لکھا ہے کہ خداوند گفت چوں فریاد سدوم و عموراہ زیادہ و گناہان ایشان بسیار سنگین است پس نزول آمدہ خواہم دید کہ آیا یا لکلیہ مثل فریادے کہ بمن رسیدہ است عمل نمودہ اند و اگر چنیں نباشد خواہم دانست و آں اشخاص توجہ نمودہ بسوے سدوم روانہ شدند ۔ جس لفظ کا ترجمہ خداوند کیا گیا ہے وہ لفظ یہود یا جہود ہے جو خدا کا نام ہے پس توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم کو اس سے خبر دی تھی ۔ مگر قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ انہی تین شخصوں نے جو بھیجے گئے تھے خبر دی تھی +

قال فما خطبكم ايها المرسلون قالوا انا ارسلنا الى قوم مجرمين (سورۃ الحجر) +	سورۃ حجر میں ہے کہ حضرت ابراہیم نے کہا پھر کیا ہے تمہارا کام اے بھیجے ہوؤ انہوں نے کہا کہ ہم بھیجے گئے ہیں گنہگار قوم کی طرف +

اور سورۃ الذاریات میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے کہا پھر تمہارا کیا کام ہے اے

قال فما خطبكم ايها المرسلون قالوا انا ارسلنا الى قوم مجرمين لنرسل عليهم حجارة من طين مسومة عند ربك للمسرفين۔ (سورۃ الذاریات) +	بھیجے ہوؤ انہوں نے کہا کہ ہم بھیجے گئے ہیں گنہگار قوم کی طرف تاکہ ہم ڈالیں ان پر پتھر مٹی سے نشان کئے گئے ہیں تیرے پروردگار کے نزدیک حد سے بڑھ جانے والوں کے لئے +

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ (۹۰)	اور بخشش چاہو اپنے پروردگار سے پھر توبہ کرو اُس کی طرف بیشک میرا پروردگار مہربان ہے اور دوست (۹۰)

دوسری اس پر یہ بحث ہے کہ حضرت ابراہیم نے کس سے بحث شروع کی اس آیت میں "نا" کی ضمیر خدا کی طرف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا سے بحث یعنے التجا شروع کی ۔ توریت باب ۱۸ ورس ۲۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بحث خدا ہی سے ہوئی تھی کیونکہ اُس میں لکھا ہے کہ اُن اشخاص کے سدوم کو چلے جانے کے بعد "درحالیکہ ابراہیم درحضور خداوند مے ایستاد پس ابراہیم تقرب جستہ گفت الخ" ۔

مگر ہمارے علمائے مفسرین لکھتے ہیں کہ یجادلنا سے مراد ہے یجادل رسلنا سے لیکن قرآن مجید میں جو بحث لکھی ہے وہ نہایت مختصر اور ایک امر کی نسبت ہے اور توریت میں جو لکھی ہے وہ نہایت لمبی ہے ممکن ہے کہ جو بات قرآن مجید میں ہے وہ اُن تین شخصوں سے ہوئی ہو' اور جس مجادلہ کا ذکر سورہ ہود میں ہے اور یجادلنا کے لفظ سے بیان ہوا ہے وہ التجا خدا ہی سے ہو ۔

سورہ ہود میں تو مجادلہ کا کچھ بیان نہیں ہے اور سورۃ الحجر میں صرف اس قدر ہے کہ اُن

قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین الا اٰل لوط انا لمنجوھم اجمعین الا امراتہ قدرنا انھا لمن الغابرین (سورۂ ہود)

تین شخصوں نے کہا کہ ہم بھیجے گئے ہیں گنہگار قوم کی طرف ۔ بجز آل لوط کے یعنی کہ وہ گنہگار قوم میں نہیں ہیں ۔ ہم بیشک اُن سب کو بچانے والے ہیں بجز اُس کی جورو کے ۔ ہم نے ٹھہرا دیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہے ۔

اور سورہ عنکبوت میں ہے کہ اُن تین شخصوں نے جو حضرت ابراہیم کے پاس آئے تھے

قالوا انا مھلکوا ھذہ القریۃ ان اھلھا کانوا ظالمین قال ان فیھا لوطا قالوا نحن اعلم بمن فیھا لننجینہ واھلہ الا امراتہ کانت من الغابرین ۔ (سورۂ عنکبوت)

کہا کہ ہم بیشک اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں ۔ بات یہ ہے کہ اُس بستی کے رہنے والے ظالم ہیں ۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ اُس میں تو لوط بھی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ ہم جانتے ہیں اُس کو جو اُس میں ہے البتہ بچا دینگے ہم اُس کو اور اُس کے لوگوں کو بجز اُس کی جورو کے کہ وہ ہے پیچھے رہنے والوں میں سے ۔

اور سورۃ الذاریات میں ہے کہ اُن تین شخصوں نے کہا کہ ہم بھیجے گئے ہیں گنہگار قوم کی

قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین لنرسل علیھم حجارۃ من طین مسومۃ عند ربک للمسرفین فاخرجنا من کان فیھا من المومنین فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین وترکنا فیھا اٰیۃ للذین

طرف تاکہ ہم ڈالیں اُن پر پتھر مٹی سے نشان کئے گئے تیرے پروردگار کے نزدیک حد سے بڑھ جانے والوں کے لئے ۔ پھر ہم نے اُس کو نکال لیا جو اُس میں ایمان والوں میں سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۳﴾

انہوں نے کہا اے شعیب ہم نہیں سمجھتے بہت کچھ اس میں سے جو تو کہتا ہے اور بیشک ہم تجھ کو دیکھتے ہیں اپنے میں ضعیف اور اگر نہ ہوتا تیرا کنبہ تو بیشک ہم پتھر مار کر تجھ کو مار ڈالتے اور تو ہمارے نزدیک عزیز نہیں ہے ﴿۹۳﴾

يخافون العذاب الاليم ۔ (سورۃ الذاریات)

پھر ہم نے اس میں نہیں پایا سوائے ایک گھر کے مسلمانوں میں سے ۔ اور ہم نے اس میں ایک نشانی چھوڑ دی ان لوگوں کے لئے جو دکھ دینے والے عذاب سے ڈرتے ہیں ✦

ان آیتوں میں تو حضرت ابراہیم کا صرف حضرت لوط کی نسبت سوال کرنا معلوم ہوتا ہے مگر ان آیتوں میں جو ایک مشکل ہے وہ یہ ہے کہ ان آیتوں میں جو الفاظ ۔ انا لمنجوهم ۔ یعنی بیشک ہم ان سب کو بچانے والے ہیں ۔ انا مهلكو اهل هذه القرية ۔ یعنی ہم بیشک اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں ۔ لنرسل عليهم حجارة ۔ یعنی تاکہ ہم ڈالیں ان پر پتھر ۔ فاخرجنا ۔ پھر ہم نے لوط کو نکال لیا ۔ فما وجدنا فيها ۔ یعنی ہم نے بجز ایک گھر مسلمان کے اور نہ پایا ۔ وتركنا فيها ۔ اور چھوڑ دی ہم نے اس میں نشانی اور مثل اس کے اور چند الفاظ ہیں کہ اس پر مقتدرانہ کہنا نہ رسولوں کے اختیار میں ہے نہ فرشتوں کے بلکہ یہ مقتدرانہ کام صرف خدا کی قدرت میں ہیں نہ کسی بندے کے خواہ رسول ہوں یا انسان یا فرشتے ✦

اس کی نسبت تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ ان تمام مقتدرانہ کاموں کو جو ان تین شخصوں نے اپنی طرف نسبت کیا ہے جو خدا کے کام ہیں اس لئے کیا ہے کہ خدا سے ان کو تقرب و خصوصیت حاصل تھی ✦

اسنادهما اياه الى انفسهم وهو فعل الله تعالى لما لهم من القرب والاختصاص به ۔ (تفسیر بیضاوی) ✦

مگر میں اس توجیہ کو تسلیم نہیں کرتا کوئی بندہ ایسے مقتدرانہ کام اپنی نسبت منسوب نہیں کر سکتا اس قصہ کو خدا نے حکایۃً بیان کیا ہے جس میں ان تین شخصوں کے اقوال اور خدا کے مقتدرانہ افعال دونوں شامل بیان ہوئے ہیں پس تمام وہ ضمیریں اور مقتدرانہ الفاظ خدا کی طرف منسوب ہیں نہ ان تین شخصوں کی طرف ✦

اس کا ثبوت خود قرآن مجید کی ایک آیت سے ہوتا ہے جس میں بلا ذکر ان تین شخصوں کے ان مقتدرانہ امور کو خدا نے خاص اپنی طرف منسوب کیا ہے ۔ سورۂ قمر میں خدا نے فرمایا ہے ۔ یعنی جھٹلایا لوط کی قوم نے ڈرانے والوں کو بیشک ہم نے پہنچائی ان پر پتھروں کی بوچھاڑ بجز لوط کے لوگوں کے ہم نے

كذبت قوم لوط بالنذر انا ارسلنا عليهم حاصبا الا ال لوط نجيناهم بسحر نعمة من عندنا كذلك نجزي من شكر ولقد انذرهم بطشتنا فتماروا بالنذر ولقد راودوه عن ضيفه فطمسنا اعينهم فذوقوا عذابي ونذر ولقد صبحهم بكرة عذاب مستقر فذوقوا عذابي ونذر ۔ (سورۂ قمر)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ (۹۲)	شعیب نے کہا کہ اے میری قوم کیا میرا کنبہ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ عزیز ہے اور تم نے اُس کو ڈال رکھا ہے اپنی پیٹھ کے پیچھے۔ بیشک میرا پروردگار اُس کو جو تم کرتے ہو احاطہ کرنے والا ہے (۹۲)

اُن کو بچایا صبح کے وقت اپنے پاس سے انعام کرکے اسی طرح ہم بدلا دیتے ہیں اُس کو جو شکر کرتا ہے اور بیشک اُن کو ڈرایا تھا ہمارے عذاب سے پھر اُنہوں نے تکرار کی ڈرانے والوں سے اور بیشک اُنہوں نے دند مچائی اُس کے یعنی لوط کے مہمانوں سے پھر بیکار کر دیں ہم نے اُن کی آنکھیں پھر وہ چکھیں میرا عذاب اور میرے ڈرانے والوں کا اور بے شبہ گھیر لیا اُن کو بہت سویرے جگہ پر قایم رہنے والے عذاب نے پھر چکھیں میرا عذاب اور میرے ڈرانے والوں کا +

توریت میں ایک اور مجادلہ کا یعنی التجا کا ذکر لکھا ہے جو ابراہیم نے خدا سے کی تھی اور سورہ ہود میں جو یجادلنا فی قوم لوط آیا ہے اور وہ مجادلہ بیان نہیں کیا کیا عجب ہے کہ اس سے وہی مجادلہ یا التجا مراد ہو جس کا ذکر توریت میں ہے مفسرین بھی اُس لفظ سے یہی مجادلہ یعنی التجا سمجھتے ہیں چنانچہ ہم فارسی ترجمہ توریت کا اس مقام پر نقل کرتے ہیں +

"واں اشخاص ازانجا توجہ نمودہ بسوے سدوم رواں شدند درحالیکہ ابراہیم درحضور خداوند مے ایستاد پس ابراہیم تقرب جستہ گفت کہ آیا حقیقۃً صالح را با طالح ہلاک خواہی ساخت احتمال دارد کہ در اندرون شہر پنجاہ نفر صالح باشند آیا میشود کہ آں مکان را ہلاک سازی و بسبب آں پنجاہ نفر صالحے کہ در اندرونش مے باشند نجات ندہی حاشا از تو کہ مثل ایں کارے کنی و صالحان را با طالحان ہلاک سازی و صالح با طالح مساوی باشد حاشا از تو آیا میشود کہ حاکم تمامی زمین عدالت نکند پس خداوند گفت اگر درمیان شہر سدوم پنجاہ نفر صالح پیدا کنم تمامی اہل آں مکان را بسبب ایشاں نجات خواہم داد و ابراہیم درجواب گفت اینک حال منکہ خاک و خاکستر ہستم آغاز تکلم نمودن با آقایم مے نمایم بلکہ از پنجاہ نفر صالح پنج نفر کمی نمایند آیا میشود کہ تمامی اہل شہر را بسبب آں پنج نفر ہلاک سازی پس گفت اگر در انجا چہل و پنج نفر یابم ہلاک نخواہم کرد و بار دیگر باو متکلم شدہ گفت بلکہ در انجا چہل نفر یافتہ شود پس او گفت کہ بسبب چہل نفر آں عمل نخواہم نمود و او گفت تمنا اینکہ آقایم غضبناک نشود کہ تکلم نمایم بلکہ در آں سی نفر یافتہ شوند او گفت اگر در انجا سی نفر پیدا کنم آں عمل نخواہم نمود دیگر گفت اینک حال آغاز تکلم با آقایم نمودہ ام بلکہ در انجا بست نفر یافتہ شود او گفت کہ بسبب بست نفر ہلاک آں نخواہم کرد و دیگر گفت تمنا اینکہ آقایم غضبناک نشود تا آنکہ یکبار دیگر تکلم نمایم شاید در انجا دہ نفر پیدا شود او گفت کہ بسبب دہ نفر ہلاک شاں نخواہم کرد و خداوند ہنگامے کہ کلام را با ابراہیم انجام رسانید

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾	اور اے میری قوم تم عمل کرو اپنی جگہ پر اور بیشک میں عمل کرنے والا ہوں بہت جلد تم جان لو گے ﴿۹۵﴾

بود وباش شدہ وابراہیم مکانش رجعت نمود۔ کتاب پیدائش باب ۱۳ ورس ۲ لغایت ۳۴ ✦

(۷۹) ولما جاءت رسلنا لوطا۔ اب یہاں سے حضرت لوط کا قصہ شروع ہوا مگر یہاں اس قصہ کے اخیر کا بیان ہے شروع قصہ اور سورتوں میں بیان ہوا ہے۔ توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط جب مصر سے واپس آئے تو علٰحدہ علٰحدہ ہو گئے حضرت ابراہیم کنعان میں رہے اور حضرت لوط اردن کے میدان میں جو نہایت سرسبز و شاداب و زرخیز خطہ تھا اور جہاں سدوم و عمورہ و ادماہ و زبوئیم کی بستیاں تھیں چلے گئے ✦

اس زمانہ میں ان تمام ملکوں میں طوائف الملوکی تھی اور آپس میں لڑائیاں ہوتی تھیں ایک لڑائی میں حضرت لوط قید ہو گئے حضرت ابراہیم نے فوج جمع کر کے پانچ بادشاہوں سے مقابلہ کیا اور حضرت لوط کو اور سدوم والوں کو چھڑایا یہ واقعہ عبری توریت کے حساب سے سنہ ۲۰۹۲ دنیوی میں یا سنہ ۱۹۱۲ قبل مسیح کے ہوا تھا ✦

غرض کہ حضرت لوط سدوم میں رہتے تھے جہاں کے لوگ نہایت بدکار تھے حضرت لوط نے ان سے کہا کہ میں خدا کا رسول ہوں میری اطاعت کرو اور جو بد باتیں ان میں تھیں ان کے چھوڑنے کی نصیحت کی ✦

سورہ شعرا میں خدا فرماتا ہے کہ۔ جھٹلایا لوط کی قوم نے رسولوں کو جب کہ ان سے کہا

كذبت قوم لوط المرسلين اذ قال لهم اخوهم لوط الا تتقون انى لكم رسول امين فاتقوا الله واطيعون وما اسئلكم عليه من اجر ان اجرى الا على رب العالمين۔ اتاتون الذكران من العالمين وتذرون ما خلق لكم ربكم من ازواجكم بل انتم قوم عادون قالوا لئن لم تنته يا لوط لتكونن من المخرجين قال انى لعملكم من القالين رب نجنى واهلى مما يعملون فنجيناه واهله اجمعين الا عجوزا فى الغابرين ثم دمرنا الاخرين وامطرنا عليهم مطرا فساء مطر المنذرين۔ (۲۶۔ الشعراء۔ ۱۶۰ لغایت ۱۷۳) ✦	ان کے بھائی لوط نے کہ کیا تم نہیں ڈرتے بیشک میں تمہارے لئے رسول ہوں سالت مجھے سپرد ہے پھر ڈرو اللہ سے اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر کچھ بدلا نہیں مانگتا میرا بدلا دینا کسی پر نہیں ہے بجز عالموں کے پروردگار پر کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو جو دنیا میں ہیں اور چھوڑتے ہو اس کو جسے پیدا کیا ہے تمہارے لئے تمہارے پروردگار نے تمہاری جوروں میں سے بلکہ تم ایک قوم ہو حد سے بڑھ جانے والی انہوں نے کہا کہ اے لوط اگر تو بس نہ کریگا تو بیشک نکالے گیوں میں سے ہوگا۔ لوط نے کہا کہ بیشک میں تمہارے کام کے دشمنوں میں سے ہوں۔ اے پروردگار

مجھ کو اور میرے لوگوں کو اس کام سے جو وہ کرتے ہیں (یعنی اس کے وبال سے) نجات دے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ (۹۳)	کہ کس کے پاس عذاب آویگا کہ اُس کو رسوا کریگا اور وہ کون ہے جھوٹا۔ انتظار کرو بیشک میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں (۹۳)

پھر نجات دی ہم نے اُس کو اور اُس کے لوگوں کو بجز ایک بڈھی عورت یعنی لوط کی بیوی کے جو پیچھے رہجانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہلاک کر دیا ہم نے اَوروں کو اور برسایا ہم نے اُن پر مینہ ایک قسم کا پھر ڈرائے گیوں پر مینہ بُرا ہے +

اسی طرح سورہ نمل میں خدا نے فرمایا ہے کہ ہم نے لوط کو بھیجا جب اُس نے اپنی قوم سے

ولوطا اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة وانتم تبصرون۔ ائنكم لتاتون الرجال شهوة من دون النساء بل انتم قوم تجهلون۔ فما كان جواب قومه الا ان قالوا اخرجوا آل لوط من قريتكم انهم اناس يتطهرون۔ فانجيناه واهله الا امراته قدرناها من الغابرين وامطرنا عليهم مطرا فساء مطر المنذرين۔ (۲۷-نمل-۵۵ لغایت ۵۸) +

کہا کہ تم بیحیائی کا کام کرتے ہو اور تم دیکھتے ہو کیا تم بُری خواہش سے عورتوں کے سوا مردوں کے پاس آتے ہو بلکہ تم جاہل قوم ہو پھر کچھ نہ تھا اُس کی قوم کا جواب بجز اس کے کہ انہوں نے کہا کہ لوط کے لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں پھر بچا دیا ہم نے اُس کو اور اُس کے لوگوں کو بجز اُس کی جورو کے ہم نے اُس کے لئے ٹھیرا دیا تھا کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہے اور برسایا ہم نے اُن پر ایک قسم کا مینہ پھر ڈرائے گیوں پر کا مینہ بُرا ہے +

اور سورہ اعراف میں ہے۔ اور بھیجا ہم نے لوط کو جس وقت کہ اُس نے کہا اپنی قوم کو کہ

ولوطا اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العالمين۔ انكم لتاتون الرجال شهوة من دون النساء بل انتم قوم مسرفون۔ وما كان جواب قومه الا ان قالوا اخرجوهم من قريتكم انهم اناس يتطهرون۔ فانجيناه واهله الا امراته كانت من الغابرين۔ وامطرنا عليهم مطرا فانظر كيف كان عاقبة المجرمين۔ (۷-الاعراف-۸۰-لغایت ۸۴) +

تم فحش کام کرتے ہو کہ اُس کو تم سے پہلے کسی ایک نے بھی جہان کے لوگوں سے نہیں کیا۔ بیشک تم مردوں کے پاس آتے ہو شہوت رانی کو عورتوں کے سوا اُن تم ایک قوم ہو حد سے گذری ہوئی اور نہ تھا اُن لوگوں کا جواب بجز اس کے کہ اُنہوں نے کہا نکال دو اُن کو اپنی بستی سے بیشک وہ آدمی ہیں اپنے تئیں پاک بنانے والے۔ پھر نجات دی ہم نے اُس کو اور اُس کے لوگوں کو بجز اُس کی عورت کے کہ وہ تھی پیچھے رہنے والوں میں۔ اور برسایا ہم نے اُن پر برسانا پھر دیکھ کیا ہوا انجام گنہگاروں کا +

اسی طرح سورہ عنکبوت میں خدا نے فرمایا ہے کہ بھیجا ہم نے لوط کو جب کہ اُس نے اپنی قوم

ولوطا اذ قال لقومه انكم لتاتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العالمين۔ ائنكم لتاتون الرجال وتقطعون السبيل وتاتون في

سے کہا کہ البتہ تم بیحیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی نے دنیا کے لوگوں میں سے نہیں کیا۔ کیا یہ ٹھیک بات ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (۹۴)

اور جب آیا ہمارا حکم بچا لیا ہم نے شعیب کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے اور پکڑ لیا اُن لوگوں کو جو ظلم کرتے تھے سبب آواز نے پھر انہوں نے صبح کی اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے پڑے (۹۴)

نادیکم المنکر فما کان جواب قومه الا ان قالوا ائتنا بعذاب الله ان کنت من الصادقین قال رب انصرنی علی القوم المفسدین - (سورۂ عنکبوت) ✦

کہ تم مردوں کے پاس آتے ہو اور رستہ لوٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بُرے کام کرتے ہو۔ پھر اُس کی قوم کا جواب کچھ نہ تھا بجز اس کے کہ انہوں نے کہا کہ ہمارے سامنے خدا کا عذاب لا اگر تو سچا ہے لوط نے کہا اے پروردگار میری مدد کر ظالم قوم پر ✦

غرض کہ حضرت لوطؑ اُن کو بُری باتوں کے چھوڑنے کی نصیحت کرتے تھے اس عرصہ میں یہ تینوں رسول جو حضرت ابراہیم کے پاس آئے تھے وہاں پہنچے حضرت لوطؑ اُن کے آنے سے کبیدہ خاطر اور اُن کے سبب سے دل تنگ ہوئے اور کہا کہ آج کا دن نہایت سخت ہے ✦

یہی مضمون سورہ عنکبوت میں ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ جب آئے ہمارے رسول لوط

ولما ان جاءت رسلنا لوطا سیء بهم وضاق بهم ذرعا وقالوا لا تخف ولا تحزن انا منجوك واهلك الا امراتك كانت من الغابرین - انا منزلون علی اهل هذه القریة رجزا من السماء بما كانوا یفسقون ولقد تركنا منها اية بینة لقوم یعقلون (عنکبوت) ✦

کے پاس تو اُن کے آنے سے کبیدہ خاطر اور اُن کے سبب دل تنگ ہوا انہوں نے کہا کہ مت ڈرو اور غمگین مت ہو بیشک ہم تجھ کو اور تیرے لوگوں کو بچا دینگے بجز تیری جورو کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے اور ہم اُتارنے والے ہیں اس بستی کے لوگوں پر عذاب آسمان سے اس لئے کہ وہ بدکاری کرتے ہیں اور بیشک ہم نے چھوڑا اُس بستی کا نشان ظاہر واسطے اُن لوگوں کے جو سمجھتے ہیں ✦

یہی مضمون سورہ حجر میں ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ جب لوط کے لوگوں کے پاس

فلما جاء ال لوط المرسلون قال انكم قوم منكرون قالوا بل جئناك بما كانوا فیه یمترون واتیناك بالحق وانا لصادقون - (سورۃ الحجر) ✦

وہ رسول آئے تو کہا تم انجان لوگ ہو انہوں نے کہا کہ ہاں ہم تیرے پاس وہ لائے ہیں جس میں وہ شبہ کرتے تھے اور ہم تیرے پاس سچائی سے آئے ہیں اور بیشک ہم سچے ہیں ✦

اُن تینوں شخصوں یا رسولوں کے آنے کی خبر پاکر حضرت لوط کی قوم کے لوگ دوڑے یعنی حضرت لوط کا مکان گھیر لیا ✦

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۸﴾	گویا کہ اُس میں بسے ہی نہ تھے۔ ہاں دوری ہو (خدا کی رحمت سے) مدین کو جس طرح دوری ہوئی ثمود کو ﴿۹۰﴾

یہی مضمون مگر اس سے کسی قدر زیادہ تفصیل کے ساتھ سورہ حجر میں آیا ہے جہاں خدا نے فرمایا

وجاء اهل المدينة يستبشرون قال ان هؤلاء ضيفي فلا تفضحون واتقوا الله ولا تخزون قالوا اولم ننهك عن العالمين ـ قال هؤلاء بناتي ان كنتم فاعلين ـ لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون ـ فاخذتهم الصيحة مشرقين فجعلنا عاليها سافلها وامطرنا عليهم حجارة من سجيل ان في ذلك لآيات للمتوسمين ـ (سورة الحجر)

ہے کہ اُس شہر کے لوگ خوشی کرتے ہوئے آئے (یعنی لوط کے گھر پر اُس کا گھر گھیر کر جو لوگ اُس کے گھر میں آئے تھے اُن کے گرفتار کر لینے کے لئے) حضرت لوط نے کہا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں پھر اُن کو فضیحت مت کرو اور خدا سے ڈرو اور مجھ کو ذلیل مت کرو۔ اُن لوگوں نے کہا کہ کیا ہم نے تجھ کو منع نہیں کیا تھا دنیا کے لوگوں سے (یعنی دوسرے ملک کے لوگوں سے ملنے اور بلانے اور اپنے ہاں رکھنے سے) لوط نے کہا یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو (یعنی اگر تم میرے مہمانوں کو پکڑنا چاہتے ہو) قسم ہے تیری زندگی کی کہ بیشک وہ اپنی گمراہی میں اندھے ہو رہے تھے۔ پھر جا لیا اُن کو ہولناک آواز نے سورج نکلتے ہوئے۔ پھر ہم نے اُس شہر کی بلندی کو نیچا کر ڈالا اور ہم نے اُن پر آگ میں پکے ہوئے مقدر کئے ہوئے پتھر برسائے۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں عبرت پکڑنے والوں کو ◆

اور سورہ قمر میں فرمایا ہے کہ جھٹلایا لوط کی قوم نے ڈرانے والوں کو بیشک ہم نے

كذبت قوم لوط بالنذر انا ارسلنا عليهم حاصبا الا آل لوط نجيناهم بسحر نعمة من عندنا كذلك نجزي من شكر ولقد انذرهم بطشتنا فتماروا بالنذر ـ ولقد راودوه عن ضيفه فطمسنا اعينهم فذوقوا عذابي ونذر ـ (۵۴ ـ القمر ۳۳ لغایت ۳۹)

بھیجی اُن پر پتھروں کی بوچھاڑ بجز لوط کے لوگوں کے ہم نے اُن کو بچایا صبح کے وقت اپنے پاس سے انعام کر کے اسی طرح ہم بدلا دیتے ہیں اُس کو جو شکر کرتا ہے اور بیشک اُن کو ڈرایا تھا ہمارے عذاب سے پھر اُنہوں نے تکرار کی ڈرانے والوں سے اور بیشک اُنہوں نے دند مچائی اُس کے (یعنی لوط کے) مہمانوں سے پھر بیکار کر دیں ہم نے اُن کی آنکھیں پھر وہ چکھیں میرے عذاب اور میرے ڈرانے والوں کا اور بے شبہ گھیر لیا اُن کو بہت سویرے جگہ پر قائم رہنے والے عذاب نے پھر چکھیں میرا عذاب اور میرے ڈرانے والوں کا ◆

سورہ ہود کی اور اُن سورتوں کی جن کا ہم نے ذکر کیا تمام آیتوں پر غور کرنے کے بعد تین امور بحث طلب معلوم ہوتے ہیں ◆

اول سدوم والوں نے کیوں حضرت لوط کا گھر گھیرا اور مہمانوں کو پکڑنا چاہا ! ◆

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ (٩٩)	اور بیشک ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور کھلی ہوئی دلیلوں کے ساتھ فرعون کے اور اس کے درباریوں کے پاس پھر انہوں نے (یعنی درباریوں نے) فرعون کے حکم کی پیروی کی اور فرعون کا حکم اچھا نہ تھا (٩٩)

دوم - هؤلاء بناتي ان كنتم فاعلين سے کیا مطلب ہے ◆

سوم - جو عذاب نازل ہوا وہ کیا تھا اور کیونکر تھا اور سورہ قمر میں جو فطمسنا اعینہم ہے اس کا کیا مطلب ہے ◆

امر اول کی نسبت علمائے مفسرین کا یہ خیال ہے کہ وہ رسول جن کو انہوں نے فرشتہ قرار دیا ہے نہایت خوبصورت امرد بنکر آئے تھے اور جب وہ حضرت لوط کے گھر میں آئے تو ان کی بیوی نے لوگوں سے جا کر کہدیا کہ ہمارے گھر میں ایسے خوبصورت لوگ آئے ہیں کہ ان سے زیادہ خوبصورت دیکھنے میں نہیں آئے ان سے زیادہ اچھے کپڑے پہنے کوئی نہیں ہے اور نہ زیادہ خوشبو والا ہے - یہ سن کر لوط کی قوم ان پر دوڑ پڑی اور خدا کے اس کلام سے کہ وہ بدکاری کیا کرتے تھے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا دوڑنا بدکاری کے لئے تھا ◆

انهم كانوا شبابا مردا حسان الوجوه فخاف ان يقصدهم قومه عليه بسبب طلبهم (تفسیر کبیر سورۃ الحجر) ◆

فلما دخلت الملائكة دار لوط عليه السلام مضت امرأته عجوز السوء فقالت لقومه دخل دارنا قوم ما رأيت احسن وجوها ولا انظف ثيابا ولا اطيب رائحة منهم فجاء قومه يهرعون اليه اي يسرعون وبين تعالى ان اسراعهم ربما كان بطلب الخبيث بقوله ومن قبل كانوا يعملون السيئات -
(تفسیر کبیر سورۃ هود)

مگر میرے نزدیک یہ تفسیر صحیح نہیں ہے اور نہ اس تفسیر کی بنیاد کسی معتبر روایت پر ہے بلکہ صرف یہودی روایت پر مبنی ہے - خدا کے اس کلام پر کہ "ومن قبل یعملون السیئات" وہی ایک عمل خاص مراد لینا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ بہت سے اور بھی گناہ کرتے تھے لوٹ مار کرتے تھے اپنی مجلسوں میں خراب کام کرتے تھے جیسا کہ سورہ عنکبوت میں بیان ہوا ہے پس "ومن قبل یعملون السیئات" کے عام معنی ہو سکتے ہیں کہ حضرت لوط کا گھر گھیر لینا اور شورہ پشتی کرنا ان سے کوئی عجیب بات نہیں تھی کیونکہ وہ پہلے ہی شریر و بدذات و برے کام کرنے والے تھے ◆

اس باب میں ہم کو قیاسات و ظنیات پر گھر گھیر لینے کا سبب بیان کرنا ضرور نہیں ہے کیونکہ خود قرآن مجید میں اس کی تصریح موجود ہے سورۃ الحجر میں خدا نے فرمایا ہے کہ جب اس شہر کے لوگ خوشی خوشی دوڑے آئے تو لوط نے

وجاء اهل المدينة يستبشرون قال ان هؤلاء ضيفي فلا تفضحون واتقوا الله ولا تخزون قالوا اولم ننهك عن العالمين -
(سورۃ الحجر) ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۚ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ (۱۰۰)	آگے چلیگا فرعون اپنی قوم کے قیامت کے دن پھر لاویگا اُن کو آگ میں اور بُری جگہ اُن کو لاکر ڈالا گیا (۱۰۰)

کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں ان کو فضیحت مت کرو تو شہر کے لوگوں نے کہا کہ کیا ہم نے تجھ کو منع نہیں کیا تھا دنیا کے لوگوں سے ✦

جس زمانہ میں حضرت لوط سدوم میں جا کر رہے ہیں اُس زمانہ میں طوائف الملوکی تھی ۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کا حاکم یا بادشاہ جدا جدا تھا سدوم کی بھی ایک چھوٹی سی سلطنت جدا تھی صاف صاف قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت لوط وہاں جا کر رہے تو یہاں کے لوگوں نے منع کر دیا تھا کہ تم اور لوگوں سے راہ و رسم و آمیزش نہ رکھنا پس جب کہ یہ اجنبی شخص حضرت لوط کے گھر میں آئے اُن لوگوں نے آکر گھر گھیر لیا کہ یہ اجنبی شخص کون ہیں اور اُن کا گرفتار کر لینا چاہا حضرت لوط نے کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں ان کو مت پکڑو ۔ مفسرین کی عادت یہودیوں کی تقلید کرنے کی ہو گئی ہے انہوں نے قرآن مجید کے الفاظ اولم ننہک عن العالمین پر خیال نہیں کیا اور جو کچھ یہودیوں کی روایتوں میں تھا اُسی کو قرآن مجید کی تفسیر میں لکھ دیا ✦

دوسرے امر کو بھی مفسرین نے اپنے خیال کے موید سمجھا ہے وہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت لوط نے کہا کہ جس بدخیال سے تم میرے مہمانوں کو لینا چاہتے ہو اُن کے بدلے میں میری بیٹیاں لے لو اور جو کرنا چاہتے ہو اُن کے ساتھ کرو ۔ پھر مفسرین کو اس تفسیر کے قرار دینے کے بعد مشکل پیش آئی بعضوں نے کہا کہ بناتی سے مراد حضرت لوط کی اصلی بیٹیاں ہیں اُس پر یہ مشکل پیش ہوئی کہ وہ کیونکر اُن کو ایسا کام کرنے کے لئے دیتے تھے اُس پر یہ قرار دیا کہ مطلب یہ تھا کہ بعد نکاح کے اُن کے ساتھ جو چاہو کرو ۔ بعضوں نے کہا کہ بناتی سے لوط کی امت کی بیٹیاں مراد ہیں کیونکہ پیغمبر بمنزلہ باپ کے ہے اور اُس کی امت کی عورتیں بمنزلہ اُس کی بیٹیوں کے ہیں ✦

مگر یہ تفسیر محض غلط ہے جس کی بنا توریت کی متزلزل روایتوں پر مبنی ہے حالانکہ خود توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس میں غلطی ہے ۔ غالباً یہ بات صحیح ہے کہ حضرت لوط کی دو بیٹیاں تھیں توریت میں بھی مذکور ہے کہ حضرت لوط نے اُن لوگوں سے جنہوں نے گھر گھیر لیا تھا یہ کہا کہ ۔ حال اینک مرا دو دختر یست کہ مردے را ندانستہ اند تمنا اینکہ ایشاں را بشما بیروں آورم و با ایشاں آنچہ در نظر شما پسند است بکنید (کتاب پیدائش باب ۱۹ ورس ۸) ✦

حالانکہ توریت ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لوط کی بیٹیوں کی شادی ہو چکی تھی اور اُن کے شوہر موجود تھے چنانچہ توریت میں اسی قصہ کے بیان میں لکھا ہے کہ ۔ پس لوط بیروں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۱﴾	اُن کے پیچھے لگائی گئی لعنت اس دنیا میں اور قیامت کے دن ہیں بُرے عطیہ پر بُرا عطیہ دیا گیا یعنی لعنت پر لعنت ﴿۱۰۱﴾

رفتہ و بہ داماد انش کہ دختران ش را بنکاح آوردہ بودند تکلم شدہ گفت (کتاب پیدائش باب ۱۹ ورس ۱۴) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن عورتوں کو حضرت لوط نے بیٹیاں کہا وہ اُن کی صلبی بیٹیاں نہ تھیں +

بنت اور بنوث کا لفظ عبری زبان میں عام عورتوں پر بولا جاتا ہے جیسا کہ کتاب امثال سلیمان باب ۳۱ ورس ۲۹ میں استعمال ہوا ہے۔ پس توریت میں جو لفظ بنوث اور قرآن مجید میں لفظ بناتی آیا ہے اُس سے ایسی عورتیں مراد ہیں جو حضرت لوط کے ہاں کسی تعلق سے موجود تھیں اور کیا عجب ہے کہ لونڈیاں ہوں کیونکہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط جب مصر سے واپس آئے ہیں تو متمول اور مالک مویشی و صاحب لونڈی و غلام کے تھے +

اس بات کی تردید کہ حضرت لوط نے اُن لوگوں سے جنھوں نے اُن کا گھر گھیر لیا تھا یہ کہا تھا کہ جس بات خیال سے تم میرے مہمانوں کو پکڑنا چاہتے ہو اُس کے بدلے میری بیٹیاں لیلو اور ان کے ساتھ جو چاہو سو کرو خود قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے +

اول یہ کہ قرآن مجید سے پایا جاتا ہے کہ قوم لوط عورتوں کے ساتھ بھی اُسی قسم کی بدفعلی کرتی تھی جیسے کہ امردوں کے ساتھ کرتی تھی قرآن مجید میں آیا ہے کہ وہ لوگ مردوں کے پاس یعنی لونڈوں کے پاس جاتے تھے اور جوروؤں میں بھی جو طریقہ کہ اُن کے لئے خدا نے پیدا کیا ہے اُس کو بھی چھوڑ دیا تھا یعنی خلاف فطرت انسانی اپنی جوروؤں کے ساتھ بھی بدفعلی کرتے تھے۔ پس کیا حضرت لوط اُن عورتوں کو خواہ وہ اُن کی بیٹیاں ہوں یا اور کوئی اس لئے اُن کو حوالہ دیتے تھے کہ جس طرح وہ امردوں کے ساتھ بدفعلی کرتے ہیں اُس کے بدلے اُن کے ساتھ بدفعلی کریں نعوذ باللہ حاشا و کلا +

اتاتون الذکران من العالمین و تذرون ما خلق لکم ربکم من ازواجکم بل انتم قوم عادون۔ (سورۂ شعراء)

دوسری یہ کہ جب حضرت لوط نے کہا کہ یہ میری اچھی بیٹیاں تمہارے لئے ہیں اُن کو ماخوذ کرلو اور میرے مہمانوں کو ذلیل مت کرو تو اُن لوگوں نے کہا کہ تو واقف ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں میں یعنی اُن کے گرفتار کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور تو جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں یعنی اُن اجنبی آدمیوں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کہنا کہ ہم کو تیری بیٹیوں میں حق نہیں ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ

لقد علمت مالنا فی بناتک من حق وانک لتعلم ما نرید۔ (سورۂ ہود) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ (۱۰۳) وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (۱۰۴) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ (۱۰۵)

اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا ولیکن انہوں نے آپ ہی اپنے پر ظلم کیا پھر اُن کے کچھ کام نہ آئے اُن کے معبود جن کو وہ پکارتے تھے اللہ کے سوا۔ کچھ بھی نہیں جبکہ آیا حکم تیرے پروردگار کا اور کچھ زیادہ نہ کیا اُنہوں نے بجز ہلاکت کے (۱۰۳) اور اسی طرح تیرے پروردگار کا پکڑنا ہے جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو اور وہ ظالم ہوتی ہیں بیشک اُس کا پکڑنا سخت دکھ دینے والا ہے (۱۰۴) بیشک اس میں نشانی ہے اُس کے لئے جو ڈرتا ہے آخرت کے عذاب سے یہ ایک دن ہے کہ جمع کئے جاویں گے اُس میں آدمی اور یہ دن ہے سب کے حاضر کئے جانے کا (۱۰۵)

اُن لوگوں میں حق ہے یعنی اُن کے گرفتار کرنے کا حق ہے۔ پس اگر وہ حق اُن کے ساتھ بدکاری کا سمجھا جاوے تو کیسی غلطی ہے بلکہ وہ حق صرف یہ تھا کہ جو اجنبی لوگ اُن کے شہر میں آ کر حضرت لوط کے گھر میں چھپے تھے اُن کو گرفتار کرلیں پس قرآن مجید سے جو امر ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت لوطؑ ان عورتوں کو بطور اول یا ضمانت کے اُن لوگوں کو حوالہ کرنا چاہتے تھے اور یہ درخواست کرتے تھے کہ ان کے مہمانوں کو گرفتار کرکے ذلیل نہ کریں +

اس بیان پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر صرف بطور اول یعنی بطور ضمانت عورتوں کو سپرد کرنا منظور تھا تو "هن اطهر لكم" یعنی وہ پاکیزہ تر ہیں تمہارے لئے کیوں فرمایا +

مگر یہ فرمانا اُس بدخیال کا جو مفسرین نے قرار دیا ہے ثبوت نہیں ہو سکتا اور نہ اُس معنی کے برخلاف ہے جو ہم نے بیان کیا ہے +

اول سورۃ الحجر میں "هن اطهر لكم" کے الفاظ نہیں ہیں۔ اُس میں صرف یہ لفظ ہیں کہ "هؤلاء بناتي ان كنتم فاعلين" +

دوسرے یہ کہ "هن اطهر لكم" کے ہونے سے سورۃ الحجر کی آیت کے مطلب پر کچھ زیادتی اور سورۃ الحجر کی آیت میں اُن لفظوں کے نہ ہونے سے سورہ ہود کی آیت کے مطلب سے کچھ کمی لازم نہیں آتی هن اطهر کی دو قراتیں ہیں مشہور قرات میں اطهر کی رے کا پیش ہے اور دوسری قرات میں اطهر کی رے کا زبر ہے یعنی نصب ہے جن لوگوں نے رے کا زبر پڑھا ہے وہ اس کو صلہ قرار دیتے ہیں اور از روئے قواعد نحوی کے اس کی دو ترکیبیں قرار دیتے ہیں ایک صورت میں لفظ هن حال اور دوسرا حال میں فصل واقع ہوتا ہے اور

وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾	اور ہم اُس کو ڈھیل میں نہیں ڈالتے مگر ایک وقت شمار کیے گئے یعنی وقت معین تک ﴿۱۰۴﴾ جس دن کہ آویگا کوئی شخص نہ بولیگا مگر خدا کے حکم سے پھر کچھ اُن میں بدبخت ہونگے اور کچھ نیک بخت ﴿۱۰۵﴾ پھر جو بدبخت ہوئے تو وہ آگ میں ہونگے اُن کے اُس میں ہیسنے اور ڈھیچنے ہے ﴿۱۰۶﴾ ہمیشہ رہینگے جب تک ہیں آسمان زمین (یعنی ہمیشہ ہمیش) مگر جب کہ چاہے تیرا پروردگار بیشک تیرا پروردگار کرتا ہے جو چاہتا ہے ﴿۱۰۷﴾

اُس کو نا جائز قرار دیتے ہیں۔ اور دوسری صورت میں ھن فصل واقع نہیں ہوتا اور اس پر کوئی اعتراض نحوی بھی وارد نہیں ہوتا صرف اتنی بات ہے کہ اطھر کی رے کو منصوب پڑھنا مشہور قرات کے برخلاف ہے چنانچہ اس کی بحث تفسیر کبیر و تفسیر کشاف میں مندرج ہے ہم دونوں تفسیروں کی عبارت نقل کرتے ہیں جس دوسری ترکیب نحوی کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ تفسیر کشاف میں مذکور ہے ٭

تفسیر کبیر کی عبارت حاشیہ پر ثبت ہے اُس میں لکھا ہے کہ عبد الملک بن مروان اور

روی عن عبد الملک بن مروان والحسن وعیسی بن عمر انہم قرؤا ھن اطھر لکم بالنصب علی الحال کما ذکرنا فی قولہ تعالی وھذا بعلی شیخا اکثر النحویین اتفقوا انہ خطاء قالوا لو قرء ھولاء بناتی ھن اطھر بالفتح کان ھذا نظیر قولہ وھذا بعلی شیخا الا ان کلمۃ ھن قد وقعت فی البین وذلک یمنع من جعل اطھر بالفتح حالا وصیبویہ (تفسیر کبیر) ٭	حسن اور عیسیٰ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ اُن لوگوں نے ھن اطھر لکم فتح کے ساتھ پڑھا ہے حال کی بنا پر جیسا کہ ہم نے خدا کے اس قول میں ذکر کیا ہے وھذا بعلی شیخا مگر یہ کہ اکثر نحویوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ غلطی ہے اور کہا ہے کہ اگر ھولاء بناتی ھن اطھر فتح کے ساتھ پڑھا

جاوے تو خدا کے اس قول کے مشابہ ہوگا وھذا بعلی شیخا مگر یہ کہ ھن کا لفظ بیچ میں آگیا ہے اور یہ امر اس بات کو روکتا ہے کہ اطھر کو فتحہ سے پڑھا جاوے اس بحث کو لوگوں نے بہت بڑھایا ہے ٭

تفسیر کشاف کی عبارت حاشیہ پر ثبت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن مروان

قرأ ابن مروان ھن اطھر لکم بالنصب وضعفہ سیبویہ وقال احتبی ابن مروان فی لحنہ وعن ابی عمرو بن العلاء من قرأ ھن اطھر بالفتح فقد تربع فی لحنہ وذلک لان انتصابہ علی ان یجعل حالا قد عمل	نے ھن اطھر لکم کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے سیبویہ نے اس کو ضعیف لکھا ہے اور کہا ہے کہ ابن مروان اپنی غلطی میں بگڑ گیا۔ اور عمرو بن علاء

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ
خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ
وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ عَطَاءً
غَيْرَ مَجْذُوذٍ (۱۱۰) فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ
مِمَّا يَعْبُدُ هَؤُلَاءِ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا
كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِنْ قَبْلُ وَإِنَّا
لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ
مَنْقُوصٍ (۱۱۱)

اور جو لوگ نیک بخت ہوئے تو وہ جنت میں ہونگے ہمیشہ رہیں گے اُس میں جب تک ہیں آسمان و زمین (یعنی ہمیشہ ہمیشہ) مگر جب کہ چاہے تیرا پروردگار بطور بخشش کے جو منقطع نہیں (۱۱۰) پھر تو تردد میں مت ہو اُس سے کہ یہ لوگ پرستش کرتے ہیں۔ وہ پرستش نہیں کرتے مگر اسی طرح جس طرح پرستش کرتے تھے اُن کے باپ دادا پہلے سے اور بیشک و شبہ ہم پورا دینگے اُن کو اُن کا حصہ بغیر گھٹائے ہوئے کے (۱۱۱)

فيها ما في هؤلاء من معنى الفعل كقوله هذا بعلي شيخا او ينصب هؤلاء بفعل مضمر كأنه قيل خذوا هؤلاء و بناتي بدل ويعمل هذا المضمر في الحال وهن فصل وهذا لا يجوز لان الفصل مختص بالوقوع بين جزئي الجملة ولا يقع بين الحال وذي الحال وقد خرج له وجه لا يكون هن فيه فصلا وذاك ان يكون هؤلاء مبتداء وبناتي هن جملة في موضع خبر المبتدء كقولك هذا اخي هو ويكون اطهر حالا۔

(تفسیر کشاف)

ہے کہ جس شخص نے ھن اطھر کو فتحہ کے ساتھ پڑھا وہ بڑی غلطی میں چارزانو ہوکر بیٹھا ہے اور یہ اس لئے کہ اُس کا فتحہ پڑھنا اس بنا پر ہوگا کہ حال قرار دیا جاوے اور اس کا عامل معنی فعلیہ ہو جو ھؤلاء میں موجود ہے جیسے کہ خدا کے اس قول میں ھذا بعلی شیخا یا یہ کہ ھؤلاء کو فتحہ دیا جاوے فعل مضمر سے گویا یوں کہا گیا ہے خذوا ھؤلاء اور بناتی بدل ہو اور یہ مضمر حال میں عمل کرے ھن بیچ میں فصل واقع ہوا ہے لیکن یہ جائز نہیں کیونکہ فصل صرف جملہ کی دو خبروں میں واقع ہوتا ہے حال ذوالحال میں فصل نہیں واقع ہوتا ہے۔ مگر اس کی ایک اور وجہ نکالی گئی ہے جس میں ھن و فصل ماننا نہیں پڑتا وہ یہ کہ ھؤلاء مبتدا ہو اور بناتی ھن پورا جملہ موضع خبر میں ہے جیسے کہ تیرا قول ھذا اخی ہو۔ اور اطھر حال قرار دیا جاوے (تفسیر کشاف)

غرض کہ اس میں کچھ کلام نہیں ہے کہ چند علمائے مفسرین و نحویین نے ھن اطھر کو حال قرار دیا ہے میں بھی اس کا حال ہونا تسلیم کرتا ہوں اور ہمیشہ قرات مشہورہ کا اختیار کرنا پسند کرتا ہوں اس لئے اطھر کو مضموم پڑھتا ہوں اور باایں ہمہ حال ذوالحال قرار دیتا ہوں جملہ حالیہ پر سے واو حالیہ کا حذف کر دینا جائز ہے پس تقدیر کلام کی یہ ہے۔ کہ ھؤلاء بناتی وھن اطھر لکم۔ یعنی یہ میری بیٹیاں ہیں (اور) وہ پاکیزہ ہیں تمہارے لئے مبتدا و خبر کے درمیان میں جملہ معترضہ حالیہ واقع ہوا ہے اور یہ جائز ہے پوری ترتیب یوں ہے ھؤلاء بناتی لکم وھن اطھر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۲﴾

اور بیشک ہم نے دی موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت) پھر اختلاف کیا گیا اُس میں اور اگر نہ ہو چکا ہوتا حکم پہلے سے تیرے پروردگار کا تو البتہ فیصلہ کر دیا جاتا اُن میں اور بیشک وہ اُس سے بڑے شک میں ہیں شبہ کرنے والے ﴿۱۱۲﴾

الفیہ ابن مالک میں لکھا ہے کہ جملہ حالیہ جب کہ فعل مضارع مثبت نہ ہو تو آتا ہے صرف واو کے ساتھ یا صرف ضمیر کے ساتھ یا دونوں کے اور اُس کا شعر یہ ہے :-

وجملۃ الحال سوے ما قدما بواو او بمضمر او بھما

اور غایت التحقیق شرح کافیہ میں اُس کی یہ مثال دی ہے - کلمتہ فوہ الی فی تقدیر کلام کی یہ ہے کلمتہ وفوہ الی فی مگر واو کو محذوف کر دیا ہے ✦

پس جب کہ حضرت لوطؑ اُن عورتوں کو بطور اوّل یعنی ضمانت کے اُن لوگوں کو سپرد کرنا چاہتے تھے تو اُن کی عظمت ظاہر کرنے کو اُنہوں نے کہا کہ ھن اطھر - نہ اس قصد سے جس کا خیال مفسروں نے یہودیوں کی روایتوں کی تقلید سے کیا ہے ✦

قرآن مجید میں متعدد ایسے قصے بیان ہوئے ہیں جو توریت میں بھی مذکور ہیں مگر اُن قصوں کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا ہے جس سے وہ غلطیاں جو توریت میں اُن قصوں کی نسبت ہیں دور ہو جاتی ہیں پس اُن قصوں کی تفسیر میں ہرگز توریت کی اور یہودیوں کی روایتوں کی تقلید کرنا صریح غلطی ہے بلکہ سب سے مقدم قرآن مجید کے لفظوں پر غور کرنا چاہیئے کہ اُن سے کیا مطلب حاصل ہوتا ہے اگر وہی مطلب حاصل ہو جو توریت میں ہے تو توریت یا یہودیوں کی روایت کو اُس کی تفسیر میں بیان کرنا کچھ مضائقہ نہیں ہے مگر قرآن مجید کے الفاظ کو خواہ مخواہ توریت یا یہودیوں کی روایتوں کے مطابق پھیر پھار کر لانا صریح غلطی ہے ✦

تیسرا امر جو عذاب نازل ہونے سے متعلق ہے قدرتی قانون پر مبنی ہے - اور جس طرح خدا تعالیٰ نے اُن تمام واقعات کو جو قانون قدرت کے مطابق ہوتے ہیں انسانوں کے گناہوں کی طرف نسبت کیا کرتا ہے اور جس کی وجہ ہم اپنی تفسیر میں بتا چکے ہیں - اسی طرح اس قدرتی واقعہ کو بھی سدوم کے لوگوں کے گناہوں سے منسوب کیا ہے ✦

مفسرین نے جو لغو و بیہودہ باتیں اپنی تفسیروں میں لکھی ہیں کہ حضرت جبرئیل اُس تمام زمین کو اپنے پروں پر اُٹھا کر آسمان تک لے گئے اور پہلے آسمان کے اس قدر قریب پہنچے کہ آسمان کے فرشتوں نے کتوں کے بھونکنے اور مرغوں کے اذان دینے کی آواز سنی یہ سب محض غلط اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۱۱۳﴾	اور بیشک ہر ایک اُن دونوں میں کا جس وقت کہ (ہوگا) پورا دیگا تیرا پروردگار اُن کے عملوں کا (بدلا) بیشک وہ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے ﴿۱۱۳﴾

موضوع کہانیاں ہیں جن کی مذہب اسلام میں کچھ بھی اصلیت نہیں ہے ✦

سدوم و عموراہ و ادما و زبوئیم یہ چار شہر اور بقول استربو کے چار یا دو نو اور کل تیرہ شہر اُس مقام پر واقع تھے جہاں اب ڈڈسی یعنی سمندر مردہ جس کو عربی جغرافیہ دان بحر لوط کہتے ہیں واقع ہے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ بحر لوط کے گرد جو ملک کی حالت ہے اس سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ آتش خیز پہاڑوں کے لاوہ کے نشان اب بھی پائے جاتے ہیں اور اب بھی زلزلے کثرت سے آتے ہیں ✦

علاوہ اس کے سدوم کی گھاٹی میں نفط کی کان تھی اور جا بجا نفط کے بہت بڑے بڑے غار تھے اور اسی وجہ سے اس شہر کا نام سدوم رکھا گیا تھا۔ توریت کتاب پیدایش باب ۱۴ ورس ۱۰ میں لکھا ہے کہ "سدوم از چاہ ہائے گل چرب پر بود" گل چرب جس کو لکھا ہے وہی نفط کا مادہ ہے جو پانی پر آجاتا تھا اور مٹی میں بھی ملا ہوا ہوتا تھا۔ اور یہ آتش گیر مادہ ہے جس میں حرارت سے دھواں اُٹھتا ہے اور کبھی کبھی زیادہ حرارت سے بھڑک جاتا ہے ✦

جغرافیہ کے محققوں نے لکھا ہے کہ "اکثر اب بھی دیکھا جاتا ہے کہ ڈڈسی یعنی بحر لوط سے دھوئیں کے بادل اُٹھتے ہیں اور اُس کے کنارہ پر ننھے سوراخ پائے جاتے ہیں۔ آج تک بحر لوط میں ایک قسم کا مادہ جس کو انگریزی میں اسفالٹس کہتے ہیں اور نفط کی ایک قسم ہے پانی کے اوپر بہا آتا ہے ✦

غرضکہ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ جہاں سدوم و عموراہ وغیرہ شہر آباد تھے وہاں آتش خیز پہاڑ تھے اور نفط یا گندھک کی کانیں کثرت سے تھیں۔ آتشیں پہاڑ کے پھٹنے اور نفط یا گندھک کے مادہ میں آگ لگ جانے سے وہ تمام شہر غارت ہوئے اور زمین کی وہ موٹی تہ جو نفط کے مادہ سے بنی ہوئی تھی پھٹ گئی اور جل گئی اور تمام قطعہ زمین کا دھنس گیا اور پانی جو اُس تہ کے نیچے تھا اوپر آ گیا اور ایک بہت بڑی جھیل پیدا ہو گئی جو اب ڈڈسی یا بحر لوط کے نام سے مشہور ہے اور دنیا میں عجائبات سے ہے ✦

قرآن مجید سے اس حادثہ کا واقع ہونا اس طرح پر معلوم ہوتا ہے کہ غالباً اُس شام کو جب کہ قوم لوط نے جا کر حضرت لوط کا گھر گھیرا وہ آتش خیز پہاڑ اور نفط یا گندھک کی کانیں جلنی شروع ہوئیں اور کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اُن کا دھواں تمام شہر میں گھٹ گیا ہوگا اور قوم لوط جو حضرت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ
مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا
إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ
ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ
مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ
لَا تُنْصَرُونَ ﴿۱۱۵﴾ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ
طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ
الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ
ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ ﴿۱۱۶﴾ وَاصْبِرْ فَإِنَّ
اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۱۷﴾ فَلَوْلَا
كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُو
بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ
إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ
الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَ
كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا كَانَ
رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا
مُصْلِحُونَ ﴿۱۱۹﴾

پھر تو مستقیم رہ جس طرح کہ تجھ کو حکم کیا گیا ہے اور وہ
لوگ جنہوں نے توبہ کی ہے تیرے ساتھ اور حد سے
آگے مت بڑھو بیشک وہ اُس کو جو تم کرتے ہو
دیکھنے والا ہے ﴿۱۱۴﴾ اور مت جھکو اُن کی طرف
جو ظلم کرتے ہیں کہ پھر چھوئے تم کو آگ اور نہیں ہے
تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست پھر تم کو مدد
نہیں دی جاوے گی ﴿۱۱۵﴾ اور قایم کر نماز کو دن کے دونوں طرفوں
میں یعنی نماز فجر و نماز مغرب اور کچھ رات گئے یعنی نماز عشا
بیشک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں یہ ایک
نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو ﴿۱۱۶﴾ صبر کر بیشک اللہ
نہیں ضائع کرتا اجر نیک کام کرنے والوں کا ﴿۱۱۷﴾ پھر کیوں
نہ ہوئے ان گذری قوموں میں تجھ سے پہلے سمجھ والے
کہ منع کرتے فساد کرنے سے زمین میں بجز تھوڑے
لوگوں کے جن کو ہم نے اُن میں سے نجات دی اور جو
لوگ ظالم تھے انہوں نے پیروی کی اُس کی جس میں
اُن کو آسودگی تھی (دنیا میں) اور وہ تھے گنہگار ﴿۱۱۸﴾
اور نہیں ہے تیرا پروردگار کہ ہلاک کرے بستیوں کو ظلم
سے اور اُس کے لوگ نیک کام کرنے والے ہوں ﴿۱۱۹﴾

لوط کا گھر گھیرے ہوئے تھی شہر میں دھواں گھٹ جانے کے سبب کامیاب نہ ہو سکی اندھیری
کے سبب اُن کو کچھ نہ دکھائی دیتا ہوگا اور دھوئیں کے سبب اُن کی آنکھیں بیکار ہو گئی ہوں گی
ولقد راودوہ عن ضیفہ فطمسنا جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے سورۂ قمر میں فرمایا ہے کہ
اعینہم - (سورۂ قمر) ✦ بیشک انہوں نے ڈھونڈ مچائی لوط کے مہمانوں سے پھر
بیکار کر دیں ہم نے اُن کی آنکھیں ✦
مفسرین نے فطمسنا اعینہم کے معنی کہے ہیں کہ اُن کو اندھا کر دیا اور یہ امر قرار دیا
ہے کہ اُن فرشتوں نے جو حضرت لوط کے ہاں آئے ہوئے تھے بطور اعجاز کے اُن کو
اندھا کر دیا اور اُن کو حضرت لوط کے مکان کا دروازہ جس کو وہ توڑ کر اندر جانا چاہتے تھے
نہیں ملا ✦

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً
وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا
مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ
وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾
وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ
مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَجَآءَكَ
فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ
وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾
وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ
اِنَّا عٰمِلُوْنَ
وَانْتَظِرُوْا اِنَّا
مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اور اگر چاہے تیرا پروردگار تو کردے تمام لوگوں کو ایک گروہ (یعنی ایک ملت پر) اور ہمیشہ رہینگے اختلاف کرنے والے مگر جس پر کہ رحم کیا تیرے پروردگار نے اور اسی کے لئے اُن کو پیدا کیا ہے اور پورا ہوا حکم تیرے پروردگار کا کہ البتہ میں بھر دونگا جہنم کو جنوں سے اور آدمیوں سے سب ﴿۱۱۹﴾ اور اس ہر ایک چیز کو ہم تجھ پر بیان کرتے ہیں پیغمبروں کی خبروں میں سے جس سے تسلی دیتے ہیں ہم تیرے دل کو اور آئی ہے تیرے پاس اس میں (یعنی اس سورۃ میں) سچی بات اور نصیحت اور نصیحت واسطے مسلمانوں کے ﴿۱۲۱﴾ اور کہدے اُن لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے عمل کرو اپنے طور پر اور بیشک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں اور انتظار کرو بیشک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں ﴿۱۲۲﴾

لیکن جو روایت کہ انہوں نے بیان کی ہے اُس کی کوئی معتبر سند نہیں ہے اور نہ اعجاز کی کچھ حاجت ہے جب کہ آتش پہاڑوں کا اور زمین کی گندھک و نفط میں آتش پیدا ہوئی اُس کے دھوئیں کے گھٹ جانے سے اُن کی آنکھیں بیکار ہوگئیں اور دکھائی دینے سے رہگیا اُسی کی نسبت خدا نے فرمایا کہ ۔ فطمسنا اعینہم +

یہ حال دیکھ کر اُن تینوں شخصوں نے جو حضرت لوط کے ہاں آئے ہوئے تھے سمجھا کہ آتش فشانی زیادہ ہونے والی ہے اور حضرت لوط کو صلاح دی کہ یہاں سے بھاگ چلو چنانچہ سورۂ ہود میں آیا ہے کہ اُن لوگوں نے کہا اے لوط ہم تیرے خدا کے بھیجے ہیں سو تو اپنے اہل کو لیکر رات کے حصہ میں نکلجا اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے مگر تیری بیوی کہ اُس کو بھی وہی پہنچنے والا ہے جو اوروں کو پہنچا ہے ۔ بے شبہ اُن کا وعدہ صبح کا وقت ہے کیا صبح قریب نہیں +

قالوا یا لوط انا رسل ربک لن یصلوا الیک فاسر باہلک بقطع من اللیل ولا یلتفت منکم احد الا امرأتک انہ مصیبہا ما اصابہم ان موعدہم الصبح الیس الصبح بقریب (سورۃ ہود) +

اور سورۂ حجر میں یہ ہے کہ اپنے اہل کو لیکر نکلجا اور اُن کے پیچھے چلا جا اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور چلے جاؤ جہاں تم کو حکم دیا جاتا ہے

فاسر باہلک بقطع من اللیل واتبع ...

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾	اور اللہ ہی کے لئے ہیں تمام چھپی ہوئی باتیں آسمانوں کی اور زمین کی اور اسی کی طرف پھیرا جاتا ہے کام سب کا سب پھر عبادت کرو اس کی اور بھروسہ کرو اس پر اور نہیں ہے تمہارا پروردگار بے خبر اس چیز سے جو تم کرتے ہو ﴿۱۲۳﴾

ادبارھم ولا یلتفت منکم احد وامضوا حیث تومرون۔ وقضینا الیہ ذلک الامر ان دابر ھؤلاء مقطوع مصبحین۔ (سورۂ حجر) ✦

ہم نے اس کی طرف یہ طے کر دیا کہ ان کا پچھا صبح کے وقت کٹ جائیگا ✦

ولا یلتفت منکم احد۔ یعنی کوئی مڑ کر نہ دیکھے اس سے غرض وہاں سے جلد چلے جانے کی تاکید ہے۔ جیسے کہ خدا نے حضرت آدم کی نسبت کہا تھا ولا تقربا ھذہ الشجرۃ یعنی پاس نہ جانا اس درخت کے۔ مگر حضرت لوط کی بیوی جو ایمان والوں میں نہ تھی اس نے اس نصیحت کو نہیں مانا اور اس عذاب میں مبتلا ہو کر مرنے والوں کے ساتھ مر گئی ✦

جن لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت لوط کی بیوی بھی ساتھ بھاگی تھی مگر اس نے بھاگتے میں جو مڑ کر دیکھا تو نمک کی ہو گئی یا مڑ کر دیکھنے کے سبب مر گئی اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور نہ قرآن مجید سے یہ بات پائی جاتی ہے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سُوْرَةُ يُوْسُفَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ② نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ③ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ④

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان

الر ۔ یہ آیتیں ہیں بیان کرنے والی کتاب کی ① بیشک ہم نے اُس کو نازل کیا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو ② ہم قصہ سناتے ہیں تجھ کو نصوں میں کا سب سے اچھا ساتھ اُس کے کہ ہم نے وحی کیا ہے تجھ کو یہ قرآن اور ہاں تو تھا اس سے پہلے غافلوں میں سے (یعنی تجھ کو اس بات سے کہ اس قصہ کی وحی ہوگی غفلت تھی) ③ جس وقت کہا یوسف نے اپنے باپ کو کہ اے میرے باپ بیشک میں نے دیکھا (یعنی خواب میں) گیارہ ستاروں کو اور چاند اور سورج کو ۔ میں نے اُن کو دیکھا اپنے لئے سجدہ کرنے والے ④

④ (انی رایت) یہ حضرت یوسف کا خواب ہے ۔ خواب کی نسبت بہت کچھ کہا گیا ہے اور لکھا گیا ہے مگر اس زمانہ میں علم فزیالوجی[1] اور سیکالوجی[2] نے بہت ترقی کی ہے اور اعضائے انسانی کے خواص و افعال کو بہت تحقیقات کے بعد منضبط کیا ہے اس لئے ہم کو دیکھنا چاہئے کہ خواب کی نسبت اُس تحقیقات سے کیا امور ثابت ہوتے ہیں اور ہمارے ہاں کے علما اور حکما نے اس کی نسبت کیا لکھا ہے اور درحقیقت خواب ہے کیا چیز چنانچہ ہم ان سب امور کو اس مقام پر مختصرًا بیان کرتے ہیں ✦

یہ امر مسلم ہے اور ہر شخص یقین کرتا ہے کہ تمام اعضائے انسانی پر دماغ حکومت کرتا ہے انسان کا سر چند ہڈیوں سے جسے کھوپڑی کہتے ہیں جڑا ہوا ہے کھوپڑی کی بناوٹ اور اس کے جوڑوں اور جوڑوں کی درزوں کی ترکیب جو ہر انسان میں کسی نہ کسی قدر مختلف ہوتی ہیں جدا گانہ خاصیتیں رکھتی ہیں پھر کھوپڑی کے اندر بھیجا ہوتا ہے جسے مغز کہتے ہیں جس میں بے انتہا باریک ریشے یا رگیں ہوتی ہیں اُسی میں ایک شاخ گردن سے ریڑھ کی ہڈی کے فقرات میں چلی گئی ہے اور دماغ ہی سے نکلے ہوئے پٹھے اور رگیں اور ریشے سینہ میں اور تمام اعضا میں پھیلے ہوئے ہیں تمام حس و حرکت جو انسان کرتا ہے وہ دماغ کے سبب سے کرتا ہے ۔ اُن پٹھوں اور ریشوں اور

[1] علم افعال الاعضاء ۔ [2] علم النفس الفنسے ۔ علم قوائے ذہنیہ (احمد بابا) ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۵ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۶

یوسف کے باپ یعنی یعقوب نے کہا کہ اے میرے بچے نہ بیان کرنا قصہ اپنی خواب کا اپنے بھائیوں پر وہ مکر کرینگے تیرے لئے کسی طرح کا مکر بیشک شیطان انسان کے لئے ہے دشمن علانیہ (۵) اور جس طرح کہ تجھ کو خدا نے برگزیدہ خواب دکھایا ہے اُسی طرح تجھ کو برگزیدہ کریگا اور تجھ کو سکھلائیگا علم حوادث عالم کے مآل کا اور پورا کریگا اپنی نعمت کو تجھ پر اور یعقوب کی اولاد پر جس طرح اُس کو پورا کیا ہے اس سے پہلے تیرے دادا پر دادا ابراہیم و اسحق پر بیشک تیرا پروردگار جاننے والا ہے حکمت والا (۶)

رگوں میں بعض تو ایسے ہیں کہ شے محسوس کا اثر دماغ پر پہنچا دیتے ہیں جب انسان اُس کو حس کرتا ہے اور اگر اُن کے ذریعہ سے اثر نہ پہنچے تو انسان کسی شے کو حس نہ کرے نہ روشنی کو جان سکے نہ کسی کو دیکھ سکے نہ آواز کو سُن سکے نہ ذائقہ کو پہچانے نہ کسی چیز کے چھونے کو جانے ✦

جب ان محسوسات کا اثر دماغ پر پہنچتا ہے تو دماغ میں اُن پٹھوں اور رگوں اور ریشوں کی تحریک ہوتی ہے جو محرک کہلاتے ہیں اور اُن سے ایک قسم کا تغیر دماغ میں پیدا ہوتا ہے اور جب تک وہ تغیر رہتا ہے وہ شے محسوس بھی سامنے رہتی ہے اور انہی محسوسات کے ذریعہ سے انسان کے اعضا حرکت کرتے ہیں۔ جو حرکت قصد و ارادہ سے ہو وہ حرکت ارادی ہے مگر جب وہ حرکت دفعۃً بلا قصد و بلا سوچے سمجھے ہو تو وہ حرکت طبعی کہلاتی ہے جیسے خوف کی حالت میں ہو جاتی ہے ✦

علاوہ اس کے دماغ میں ایک قوت ہے جس میں تمام خارجی چیزوں کی جن کو ہم نے دیکھا ہے تصویریں بطور نقش کے محفوظ ہوتی ہیں اور اس لئے وہ سب ہم کو یاد رہتی ہیں اور یہی سبب ہے کہ باوجود موجود نہ ہونے اُس شے کے اُس کی صورت کا بعینہٖ ہم تصور کر لیتے ہیں اور اگر اُن محفوظ نقشوں میں کچھ دھندلا پن آ جاتا ہے تو اُن چیزوں کو بھول جاتے ہیں یا یاد دلانے سے یاد آتی ہیں اور جب منقش نہیں رہتیں تو بالکل یاد نہیں آتیں ✦

علاوہ اس کے دماغ میں یہ قوت بھی ہے کہ جس شے کو ہم نے دیکھا ہے اُس کے اجزا کو علیحدہ کر کے اپنے خیال کے سامنے لے آویں مثلاً ہاتھی کی صرف سونڈھ کا یا صرف اُس کے کانوں ہی کا تصور خیال کے سامنے لے آویں۔ اور یہ بھی قوت ہے کہ متعدد چیزیں جو ہم نے دیکھی ہیں اُن کے اجزا کا علیحدہ علیحدہ تصور کر کے ایک کے اجزا کو دوسرے میں یا چند کے اجزا کو

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۷﴾ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ﴿۸﴾ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾	بیشک تھیں یوسف میں اور اُس کے بھائیوں میں کچھ نشانیاں جو پوچھا گچھی کرنے والے تھے ﴿۷﴾ جب کہ انہوں نے کہا کہ یوسف اور اُس کا بھائی زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہم سے اور ہم ایک قوی گروہ ہیں بیشک ہمارا باپ صریح گمراہی میں ہے ﴿۸﴾ مار ڈالو یوسف کو یا اُس کو پھینک آؤ کسی زمین میں تاکہ صرف تمہارے باپ کی توجہ تمہارے لئے ہو جاوے اور اس کے بعد تم ہو جاؤ ایک اچھا گروہ ﴿۹﴾

ایک میں جوڑ دیں۔ مثلاً ہم نے بکری اور مور اور انسان کو دیکھا ہے تو وہ قوت بکری کے سر کو علیحدہ اور مور کے دھڑ کو علیحدہ تصور کر کے مور کے دھڑ پر بکری کا سر لگا ہوا تصور کر کے خیال کے روبرو لے آویگی۔ یا انسان میں مور کے بازو لگے ہوئے تصور کر کے پردار انسان یا پردار فرشتہ اپنے خیال میں بنالیگی۔ اسی طرح مختلف اور عجیب عجیب صورتیں جن کا کبھی وجود دنیا میں نہیں ہوا بنا کر خیال میں جلوہ نما کرتی ہے +

وہی قوت کبھی ایسا کرتی ہے کہ اجزائے مختلفہ کی ترکیب تو نہیں دیتی بلکہ چھوٹی چیز کو اس قدر بڑا بنا کر خیال میں لے آتی ہے کہ ایک نہایت مہیب صورت بن جاتی ہے مثلاً آدمی کے قد کو تاڑ سے بھی لمبا اُس کے سر کو گنبد سے بھی بڑا اُس کے ہاتھوں کو کھجور کے درخت سے بھی زیادہ اُس کے دانتوں کو عجیب بےہنگم طور کی بنی ہوئی خیال کے سامنے حاضر کر دیتی ہے +

یہ تمام اعضا انسان کے اوقات معینہ تک کام کرتے رہتے ہیں اور زمانہ معینہ تک آرام کرتے ہیں یا کسی امر غیر طبعی سے معطل ہو جاتے ہیں اور انسان بیہوش ہو جاتا ہے۔ حالت مرض میں جب یہ حالت طاری ہوتی ہے تو بیہوشی اور غشی کہلاتی ہے اور حالت صحت میں اُس کو نیند کہتے ہیں +

مگر چونکہ دماغ میں تمام ادراکات کے لئے جداگانہ حصے معین ہیں اس لئے حالت غشی و نیز حالت نیند میں دماغ کے بعض حصے معطل یا آرام میں ہوتے یا سو جاتے ہیں اور بعض حصے کام کرتے یا جاگتے رہتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہوتی ہے کہ بعضی دفعہ بیہوشی طبعی و غیر طبعی میں بھی انسان ایسی باتیں یا کام کرتا ہے جو حالت ہوش یا بیداری میں کرتا مگر اُس کو کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ اُس نے کیا کیا۔ لوگوں کی باتیں سُنتا ہے مگر جواب نہیں دیتا یا اور باتوں کا ادراک کرتا ہے مگر ظاہر نہیں کر سکتا اور وہ ادراکات مختلف پیرایہ میں اس کو محسوس ہوتے ہیں جن کا کچھ وجود نہیں ہوتا اور کبھی وہی خیالات اور صورتیں جو اُس کے دماغ میں منقش ہیں مختلف قسم سے اُس کو محسوس ہوتی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾	ایک کہنے والے نے اُن میں سے کہا کہ یوسف کو مارت ڈالو اُس کو ڈال دو کسی گہرے اندھے کوئیں میں اٹھا لیگا اُس کو کوئی راہ چلنے والوں میں سے - اگر تم ہو کرنیوالے ﴿۱۰﴾

ہیں اور جب یہ امور نوم طبعی میں واقع ہوتے ہیں تو اُن کو خواب کہتے ہیں طبعی یا غیر طبعی بیہوشی میں بھی امورات خارجی دماغ کے اُس حصہ پر جو جاگ رہا ہے اثر کرتے ہیں اور وہ اُس کو عجیب پیرایہ سے خواب میں دکھائی دیتے ہیں - مثلاً آدمی سوتا ہو اور سامعت کا حصہ جاگتا ہو اور سونے والے کے قریب کوئی شخص کسی چیز کو کوٹتا ہو تو دماغی قوت جو چھوٹی چیز کو بڑھا کر پیش کرتی ہے اُس آواز کو نہایت مہیب آواز بنا دیتی ہے اور اُس آواز کے سلسلہ سے توپوں کا خیال پیدا کر دیتی ہے اور سونے والا خواب میں یہ سمجھتا ہے کہ توپیں چل رہی ہیں - یا مثلاً سونے والے کا بستر ٹھنڈا یا نم ہو گیا قوت حاسہ جو جاگتی تھی اُس نے اُس کا حس کیا اور بستر کی نمی سے پانی کے خیال کو اور اُس سے دریا کے یا تالاب کے یا حوض کے خیال کو پیدا کیا اور سونے والا خواب میں دیکھ سکتا ہے کہ وہ دریا میں یا تالاب میں پڑا تیر رہا ہے - اگر کوئی لمبی چیز اُس کے بستر پر پڑی ہو یا کوئی شخص رسی کو اس طرح پر ڈالے کہ سونے والا جاگ نہ اٹھے اور قوت حاسہ جاگتی ہو تو خواب میں دیکھ سکتا ہے کہ سانپ اُس کو چمٹ گیا ہے - اسی قسم کے بہت سے اسباب خارجی سے عجیب عجیب خواب دیکھ سکتا ہے +

بعضے لوگ خواب دکھلانے کی ایسی مشق کر لیتے ہیں کہ سونے والے کے پاس بیٹھ کر ایسی آسانی اور سہولیت سے کہ وہ جاگ نہ اٹھے اُس کی قوت حاسہ یا سامعہ کو اس طرح پر اثر مطلوبہ پہنچاتے ہیں کہ وہ سونے والا وہی خواب دیکھ سکتا ہے جس کا دکھانا اُن کو مطلوب ہے +

جس طرح کہ یہ امور خارجیہ خواب دیکھنے پر مؤثر ہیں اُس سے بہت زیادہ خود سونے والے کے امور ذہنی جو اُس کے خیال میں بس گئے ہیں اور دماغ میں نقش پذیر ہو گئے ہیں خود اپنی طبیعت سے یا کسی واقعہ سے یا کسی کے اعتقاد کامل ہونے سے یا محبت عشقی و اعتقادی سے خواب دیکھنے پر مؤثر ہوتے ہیں اور وہ اُنہی امور ذہنی کو بعینہ یا کسی دوسرے پیرایہ میں جس کو قوت دماغی پیدا کر دیتی ہے عجیب عجیب طرح سے خواب میں دیکھ سکتا ہے +

بعض لوگوں کو ایسی مشق ہو جاتی ہے کہ جو خواب اُن کو دیکھنا منظور ہو سوتے وقت اُس کا ایسا قوی تصور کرتے ہیں اور دماغ میں اُس کا نقش جما لیتے ہیں کہ سوتے میں وہی خواب دیکھتے ہیں +

بعضے امور ایسے ہوتے ہیں جو بالکل بھول گئے ہیں اور کبھی اُن کا خیال بھی نہیں آتا مگر وہ دماغ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾	یوسف کے بھائیوں نے کہا اے ہمارے باپ کیا ہے تجھ کو کہ تو ہم کو امین نہیں سمجھتا یوسف پر اور بیشک ہم اُس پر بھلائی چاہنے والے ہیں ﴿۱۱﴾

میں سے محو نہیں ہوئے اور سوتے وقت مطلق اُن کا خیال بھی نہیں ہوتا مگر دماغ میں ایک ایسا سلسلہ خیالات کا پیدا ہوتا ہے کہ اُن بھولے ہوئے امور کو پیدا کر دیتا ہے اور سونے والا اُسی کا خواب دیکھنے لگتا ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جاگتے میں باتوں کا سلسلہ رفتہ رفتہ اس طرح پہنچ جاتا ہے کہ بھولی باتیں یا بھولے ہوئے کام یاد آجاتے ہیں +

بعضی دفعہ بسبب کسی مرض کے یا بسبب غلبہ کسی خلط کے دماغ پر ایسا اثر پیدا ہوتا ہے کہ سونے والا اُسی حالت کے مناسب اور عجیب عجیب پیرایہ میں مختلف قسم کے خواب دیکھتا ہے +

مگر جب تک کہ انسان کا نفس اُن ظاہری باتوں سے جن سے حالت بیداری میں مشغولی ہوتی ہے بسبب بیہوشی کے یا سوجانے کے یا استغراق کے بیخبر نہ ہو اُس وقت تک مذکورہ بالا حالت اُس پر طاری نہیں ہوتی دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ کوئی شخص ایسا خواب کبھی نہیں دیکھ سکتا یعنی ایسی چیزیں اور ایسے اُمور اُس کو خواب میں نہیں دکھائی دیتے جو کہ اس نے کبھی نہ دیکھا ہو نہ سُنا ہو اور نہ کبھی اُس کا خیال اُس کو ہوا ہو۔ یہ باتیں جو بیان ہوئیں ایسی ہیں جن سے کوئی اختلاف نہیں کر سکتا اور ہر ایک شخص پر یہ حالتیں گذرتی ہیں اور جاہل اور عالم سب اُن کو جانتے ہیں +

شیخ بوعلی سینا نے اشارات میں لکھا ہے کہ حس مشترک میں جو انسان کے دماغ کے ایک حصہ کا نام ہے جب کسی چیز کا نقش جم جاتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ گویا اُس چیز کو دیکھ رہا ہے گو کہ وہ چیز سامنے نہ رہی ہو مگر اس کی صورت حس مشترک میں موجود رہتی ہے اور وہ توہم نہیں ہوتا بلکہ دیکھنے ہی کی مانند ہوتا ہے۔ بوندیں جو لگاتار برسے گرتی ہیں وہ بوندیں نہیں معلوم ہوتیں بلکہ پانی کی سیدھی دھار معلوم ہوتی ہے یا کسی چیز کے ایک سرے کو جلا کر زور زور سے پھراویں تو ایک گول روشن چکر معلوم ہونے لگیگا۔

الحس المشترک هو لوح النقش الذی اذا تمکن منه صار النقش فی حکم المشاهدة وربما زال الناقش المحسوس عن الحس وبقیت صورته وهیئته فی الحس المشترک فبقی فی حکم المشاهد دون المتوهم ولتحضر ذکرک ما قیل لک فی امر القطر النازل خطا مستقیما والنقطة الجوالة تحیط دائرة فاذا تمثلت الصورة فی لوح الحس المشترک صارت مشاهدة سواء کان فی ابتداء حال ارتسامها فیه من المحسوس الخارج او بقائها مع بقاء المحسوس او ثباتها بعد زوال المحسوس او وقوعها فیه لا من قبیل المحسوس ان امکن۔
(اشارات شیخ) +

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾	کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج تاکہ خوب کھائے اور کھیلے اور بیشک ہم اس کے لئے نگہبان ہیں ﴿۱۲﴾ یعقوب نے کہا بیشک مجھ کو غمگین کرتا ہے کہ تم اس کو لیجاؤ اور اس سے ڈرتا ہوں کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے بے خبر ہو ﴿۱۳﴾

غرضکہ جب کسی چیز کی صورت اس کے دیکھنے کے وقت حس مشترک میں جم جاتی ہے تو دیکھنے کی مانند ہو جاتی ہے خواہ وہ چیز سامنے موجود رہے یا نہ رہے یا یہ ہوتا ہے کہ کوئی چیز سامنے تو نہیں آئی کہ دکھائی دے مگر اس کی صورت جس کا آنا ممکن ہو حس مشترک میں آجاتی ہے ✦

امام فخر الدین رازی شرح اشارات میں لکھتے ہیں کہ حس مشترک میں صورت جم جانے کی نسبت جو کچھ شیخ نے لکھا ہے اس کی چار صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ اس چیز کو دیکھنے کے وقت اسکی صورت حس مشترک میں جم گئی ہے دوسرے یہ کہ اس کی صورت حس مشترک میں جمی ہوئی ہے اور وہ چیز بھی سامنے موجود ہے۔ تیسرے یہ کہ اس کی صورت تو حس مشترک میں جمی ہوئی ہے مگر وہ چیز سامنے موجود نہیں رہی۔ چوتھے یہ کہ وہ چیز سامنے تو نہیں آئی مگر اس کی صورت حس مشترک میں جم گئی۔ پھر امام صاحب لکھتے ہیں کہ پہلی تین صورتوں کی مثال تو بوندوں کے اوپر سے گرنے اور کسی چیز کے ایک سرے کو جلا کر چکر دینے سے ثابت ہوتی ہے۔ مگر چوتھی صورت کی مثال اس سے ثابت نہیں ہوتی اس لئے شیخ نے اس کی مثال اس طرح پر دی ہے ✦

بیمار آدمی اور جو بخار میں مبتلا ہوتے ہیں کبھی ان کو ایسی چیزیں دکھائی دیتی ہیں جن کو وہ سمجھتے ہیں کہ درحقیقت موجود ہیں حالانکہ وہ چیزیں موجود نہیں ہوتیں ان چیزوں کی صورتوں کی حس مشترک میں منتقش ہونے کا کوئی اندرونی سبب ہوتا ہے یا کوئی ایسا سبب جو اندرونی سبب میں اثر کرتا ہے۔ اور کبھی حس مشترک میں صورتیں جم جاتی ہیں جو خیال میں اور وہم میں ہوتی ہیں

اشارة فقد یشاهد قوم من المرضى والمحرورین صورا محسوسة ظاهرة حاضرة ولا نسبتها الى محسوس خارج فیکون انتقاشها اذن من سبب مؤثر فى سبب باطن والحس المشترك قد ینتقش ایضا من الصور الجائلة فى معدن التخیل والتوهم کما کانت هى ایضا ینتقش فى معدن التخیل والتوهم من لوح الحس المشترك وقریبا مما یجرى بین المرایا المتقابلة (اشارات شیخ) ✦

اور کبھی حس مشترک کی موجود صورتیں خیال و وہم میں آجاتی ہیں۔ اس کی مثال دو آئینوں کی سی ہے جو ایک دوسرے کے مقابل رکھے ہوں اور ایک میں جو عکس ہے وہ دوسرے میں پڑے۔ غرضکہ سب لوگ متفق ہیں کہ خواب دیکھنا صرف انسان کے دماغی افعال سے متعلق ہے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ
عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَلَمَّا
ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ
فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ
بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ
لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

اُنھوں نے کہا کہ اگر اُس کو بھیڑیا کھا جائے اور ہم ایک قوی گروہ ہیں تو اُس وقت بیشک ہم تقصیروار ہیں (۱۴) پھر جب اُس کو لے گئے اور سب ٹھہر گئے کہ اُس کو ڈالدیں گہرے اندھے کوئیں میں اور ہم نے اُس کے پاس (یعنی یوسف کے پاس) وحی بھیجی کہ البتہ تو اُن کو متنبہ کریگا اُن کے اس کام سے کہ وہ نہ جانتے ہونگے (۱۵)

اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب تفہیمات میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ نبوت فطرت کے ماتحت ہے جیسا کہ کبھی انسان کے دل میں بہت سے علوم اور باتیں جم کر بیٹھ جاتی ہیں اور اُنھی پر مبنی ہوتی ہیں وہ چیزیں جو اُس کو رویا میں فائض ہوتی ہیں پھر وہ اُن چیزوں کی صورتیں دیکھتا ہے جن کو اُس نے پیدا کیا ہے نہ اُس کے سوا اور کسی کو۔ اس سے بھی اس بات کی تشریح ہوتی ہے کہ جو انسان کے خیال اور دماغ میں ہے اُس کو خواب میں دیکھتا ہے +

حدا ان النبوة تحت الفطرة کما ان الانسان قد
یخزن فی صمیم قلبه وجذر نفسه علم وادراکات
علیه تبتنی ما یفاض علیه من رؤیاه فیری الامور
مشبحة بما اخذته دون غیرها ۔
(تفہیمات الہیہ) +

مگر صوفیائے کرام اور علمائے اسلام یہی سمجھتے ہیں کہ دماغ میں سوائے اُن موثرات طبعی کے اور کوئی چیز ہے جو ملاء اعلیٰ سے تعلق رکھتی ہے اور موثر ہوتی ہے اور اسی لئے شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں خواب کی پانچ قسمیں قرار دی ہیں چنانچہ اُنھوں نے لکھا ہے کہ "رویا کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) بشارت خدا کی طرف سے اور نفس کی خوبیوں یا برائیوں کا نورانی تمثل ملکی طور پر (۲) شیطان کا خوف دلانا۔ (۳) دل کی باتیں جس طرح کی عادت بیداری کی حالت میں پڑی ہوتی ہے اُس کو قوت متخیلہ یاد کر لیتی ہے اور وہ حس مشترک میں آکر ظاہر ہوتی ہیں (۴) اخلاط کے غلبہ کی وجہ سے طبعی طور پر خیالات کا آنا (۵) متنبہ ہونا نفس کا بدنی اذیتوں سے +

والرؤیا خمسة اقسام بشری من الله
وتمثل نورانی للمحامد والرذائل المندمجة فی النفس
علی وجه ملکی وتخویف من الشیطان وحدیث نفس من
قبل العادة التی اعتادها النفس فی الیقظة یحفظها
المتخیلة ویعرضها الحس المشترک ما اختزن فیها وخیال
طبیعی لغلبة الاخلاط وتنبه النفس باذاها فی البدن
اما البشری من الله فحقیقتها ان النفس الناطقة اذا
انتهزت فرصة من غواشی البدن باسباب خفیة لا یکاد
یتفطن لها الا بعد تامل وافر استعدت لان ینفض علیها
من مبدأ الخیر والجود کمال علمی فانیض علیها شیء علی حسب
مودته من العلوم المخزونة عنده وهذه الرؤیا تعلیمیه
الهی کمعراج المنامی الذی رای النبی صلی الله علیه وسلم
فیه ربه فی احسن صورة فیما الکفارات والدرجات وکالمعراج
المنامی الذی انکشف فیه علیه صلی الله علیه وسلم احوال
الموتی بعد موتهم کما فی الحیوة الدنیا کما رای جابر ابن سمرة
رضی الله عنه وکعلم ما سیکون من الوقائع الآتیة فی الدنیا

وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾
قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ
وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا
فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا
وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾

اور وہ آئے اپنے باپ کے پاس شام کو روتے ہوئے ﴿۱۶﴾
اُنہوں نے کہا اے ہمارے باپ بیشک ہم کرنے لگے
ایک دوسرے سے دوڑ میں بڑھ جاتا اور ہم نے چھوڑا
یوسف کو اپنے اسباب کے پاس پھر کھا لیا اُس کو بھیڑیے
نے اور تو ہم پر یقین کرنے والا نہیں اور گو کہ ہم ہیں سچے ﴿۱۷﴾

واما الرؤیا الملکی فحقیقتها ان فی الانسان ملکات
حسنة ومنکرات قبیحة ولکن لا یعرف حسنها و
قبحها الا متجرد الی الصورة الملکیة فمن تجرد الیها
ظهر له حسناته وسیئاته فی صورة مثالیة فصاحب
هذا یری الله تعالی واصلا لانقیاد نفسه ویری الرسول
صلی الله علیه وسلم واصلا لانقیاد دین الرسول المرکوز فی
صدره ویری الانوار واصلها الطاعات المکتسبة
فی صدره وجوارحه تظهر فی صورة الانوار والعبادات
کالعسل والسمن واللبن فیری الله والرسول والملائکة
فی صورة قبیحة او فی صورة الغضب فیعرف ان فی
اعتقاده خللا وضعفا او نفسه تکمیلا وکذلک
الانوار التی حصلت بسبب الطهارة تظهر فی صورة
الشمس والقمر واما التخویف من الشیطان فوحشة وخوف
من الحیوانات الملعونة کالقرد والفیل والکلاب السود
من النار فاذا رای ذلک فلیتعوذ بالله ولیتفل
ثلثا عن یساره ولیتحول عن جنبه الذی کان علیه
واما البشری فلها تعبیر والعمدة فیه معرفة الخیال ای
شیء مظنة لای معنی فقد ینتقل الذهن من المسمی الی
الاسم کرؤیة النبی صلی الله علیه وسلم انه کان فی دار
عقبة بن رافع فاتی برطب ابن طاب قال علیه الصلوة و
السلام فاولت ان الرفعة لنا فی الدنیا والعاقبة فی الآخرة
وان دیننا قد طاب وقد ینتقل الذهن من الملابس الی ما
یلابسه کالسیف للقتال وقد ینتقل الذهن من الوصف
الی جوهر مناسب له کمن غلب علیه حب ... رای النبی صلی الله
علیه وسلم فی صورة سوار من ذهب بالجملة فلا تعت...
من شیء الی شیء وهذه الرؤیا شعبة من النبوة
لانه ضرب من افاضة غیبیة ... الحق ... النبوة
واما سائر انواع الرؤیا فلا تعبیر لها (حجۃ اللہ البالغہ) ٭

لیکن بشارت الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ
نفس ناطقہ کو جب بدنی حجابات سے فرصت ملتی
ہے جس کے مخفی اسباب ہوتے ہیں اور بغیر پورے
تأمل کے معلوم نہیں ہوتی تو اس وقت نفس اس
بات کے قابل ہوتا ہے کہ اُس پر جود اور خیر کے
مخزن سے یعنی ملاءِ اعلےٰ سے کمال علمی کا فیضان
ہو پس اُس پر اُس کی لیاقت کے موافق جو اس کے
علوم مخزونہ کا مادہ ہے کچھ فیضان ہوتا ہے اور یہ
خواب تعلیم الٰہی ہے جیسے کہ معراج کا خواب جس
میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کو نہایت
عمدہ صورت میں دیکھا تھا۔ اور خدا نے اُس میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کفارات اور درجات
بتلائے۔ یا وہ معراج کا خواب جس میں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر مردوں کا حال منکشف ہوا
تھا بعد اُن کے قطع تعلق کے دنیا سے جیسا کہ
جابر بن سمرہ نے روایت کی ہے یا آیندہ واقعات
دنیا کا علم۔ اور ملکی خواب کی یہ حقیقت ہے کہ انسان
میں بُرے اور بھلے دونوں قسم کے ملکات ہیں
لیکن اس حسن و قبح کو جب پہچان سکتا ہے کہ صورت
ملکیہ کی طرف تجرد حاصل ہو۔ پس جس کو تجرد ہوتا
ہے اُس کو بھلائیاں اور برائیاں صورت مثالیہ
میں دکھائی دیتی ہیں پس ایسا شخص خدا کو دیکھتا ہے

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۚ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۚ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (۱۸)	اور وہ لائے اُس کے کرتہ پر جھوٹ موٹ خون، یعقوب نے کہا کہ (یوسف کا یہ خون نہیں ہے) بلکہ تمہارے دل نے تمہارے لئے ایک بات بنالی ہے۔ پھر صبر اچھا ہے اور اللہ سے مدد مانگی گئی ہے اُس پر جو تم بیان کرتے ہو (۱۸)

جس کی اصل خدا کی اطاعت ہوتی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے اور اُس کی اصل پیغمبر کی اطاعت ہوتی ہے جو اُس کے دل میں مرکوز ہے اور انوار دیکھتا ہے اور اُس کی اصل وہ عبادتیں ہیں جو اُس کے دل اور اعضا نے حاصل کی ہیں۔ یہ سب چیزیں انوار اور پاک چیزوں مثلاً شہد۔ گھی۔ دودھ کی صورت میں متمثل ہوتی ہیں۔ پس جو شخص خدا یا رسول یا فرشتوں کو بُری صورت میں یا غصہ کی صورت میں دیکھتا ہے تو اُس کو جان لینا چاہئے کہ اُس کے اعتقاد میں ابھی خلل اور ضعف ہو اور یہ کہ اُس کا نفس جنونی کامل بھی نہیں ہوا ہے۔ اسی طرح وہ انوار جو طہارت کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں آفتاب اور ماہتاب کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور شیطان کا خوف دلانا تو یہ وحشت اور خوف ہے ملعون حیوانوں سے مثلاً بندر۔ ہاتھی گتے سے اور سیاہ آدمیوں سے پس جب آدمی ایسا خواب دیکھے تو چاہئے کہ خدا سے پناہ مانگے اور بائیں جانب تین بار تھو تھو تھو کردے اور اُس کروٹ کو بدل دے جس پر لیٹا ہوا تھا۔ اور خوشخبری والی خواب کی تعبیر ہوتی ہے اور عمدہ طریقہ اُس کا خیال کا پہچانتا ہے یعنی کس چیز سے کیا چیز سمجھی جاسکتی ہے پس اکثر سننے سے اسم کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عقبہ بن رافع کے گھر میں تھے اور خواب دیکھا کہ اُن کے پاس ابن طاب کی کھجوریں رکھی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اُس کی تاویل کی کہ ہم کو دنیا میں بلندی اور قیامت میں عافیت ہوگی اور یہ کہ ہمارا دین پاکیزہ ہے۔ اور کبھی ملبسات سے اُس کے متعلقات کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے جیسے تلوار سے لڑائی کی طرف — اور کبھی کسی صفت سے ایک جوہر کی طرف جو اُس کے مناسب ہے مثلاً ایک شخص جو مال کو بہت عزیز رکھتا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کو سونے کے کنگن کی صورت میں دیکھا۔ غرض کہ ایک شے سے دوسری شے کی طرف خیال منتقل ہونے کی مختلف صورتیں ہیں اور یہ خواب نبوت کی ایک شاخ ہے کیونکہ جو فیض غیبی کی ایک قسم ہے اور حق کا خلق کی طرف قریب ہوتا ہے اور وہ نبوت کی مثل ہے۔ باقی خواب کی اور اقسام کی کچھ تعبیر نہیں ٭

ایک جگہ تفہیمات میں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ رویا کی حقیقت ظاہر ہونا مناسبت کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلٰى دَلْوَهٗ ۚ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۚ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾	اور آیا ایک قافلہ پھر انہوں نے بھیجا اپنے آگے سے کو (پانی کے لئے) پھر ڈالا اس نے اپنا ڈول۔ بولا آ ہا خوشخبری ہے یہ لڑکا ہے اور چھپا لیا اس کو دولت سمجھ کر۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے تھے ﴿۱۹﴾

الحقيقة أمر خصوص مناسبة للنفس الناطقة بمبدأ على جهة خاصة وهيئة المعلومة يقتضي فيضان علم خاص بتعيين العلم ويتمثل بصور وأشباح مخزونة في الخيال فيحضر تلك الصور على النفس حضورا فينتقش وتقع عند هذه الحواس الظاهرة وإقبال النفس على الحواس الباطنة فلا يتعين علم بأشباح إلا بمناسبة محققة بينها وبينه۔ (تعليقات شيخ)

ہے نفس ناطقہ کو مبدا اعلیٰ سے خاص طرح پر اور صورت معلومہ میں کہ مقتضی ہو علم خاص کے فیضان کی پھر متعین ہو جاتا ہے علم اور جسش چاہتا ہے صورتوں اور شکلوں میں جو جمع ہیں خیال میں پھر یہ صورتیں نفس کے سامنے آ جاتی ہیں حاضر ہو کر اور پھر منتظم ہوتا ہے واقعہ ان حواس ظاہری میں اور متوجہ ہوتی ہے روح اندرونی حواس پر پھر علم شکلوں میں متعین نہیں ہوتا مگر بوجہ اس مناسبت کے جو اس علم اور شکل میں ہے ✦

شیخ بو علی سینا بھی اس بات کے قائل ہیں کہ بعض لوگوں کو خواب کی حالت میں

إذا قلت الشواغل الحسية وبقيت شواغل أقل لم يبعد أن يكون للنفس فلتات تخلص عن شغل التخيل إلى جانب القدس فانتقش فيها نقش من الغيب فساح إلى عالم التخيل وانتقش في الحس المشترك وهذا في حال النوم أو في حال مرض ما يشغل الحس ويوهن التخيل فإن التخيل قد يوهنه المرض وقد يوهنه كثرة الحركة لتحلل الروح الذي هو آلته فيسرع إلى السكون والفراغ فتنجذب النفس إلى الجانب الأعلى بسهولة فإذا طرأ على النفس نقش انزعج التخيل إليه وتلقاه أيضا وذلك إما لتنبه من هذا الطارئ وحركة التخيل بعد استيحاشه وهو فان سريع مثل هذا التنبه ولا يستخدما النفس إلا طبعه له صادقة من معاودة النفس عند مثل هذه السوانح فإذا قبله التخيل حال تحرج النفس الشواغل عن النقش في لوح الحس المشترك۔ (اشارات شیخ) ✦

عالم قدس سے فیضان ہوتا ہے اور وہ فیضان ایک صورت خاص میں متشکل ہو کر خواب میں دکھائی دیتا ہے چنانچہ شیخ نے اشارات میں لکھا ہے کہ پس جب حسی اشتغال کم ہو جاتے ہیں تو کچھ بعید نہیں کہ نفس کو تخیل کے شغل سے فرصت ملے اور وہ قدس کی جانب جائے۔ پس اس میں غیب کا کوئی نقش منتقش ہو جائے پھر وہ تخیل کے عالم کی سیر کرے اور حس مشترک میں نقش منتقش ہو جائے۔ اور یہ خواب کی حالت میں ہوتا ہے یا مرض کی حالت میں جو حس کو غافل کر دے اور تخیل کو ضعیف کر دے کیونکہ تخیل کو کبھی مرض سست کر دیتا ہے اور کبھی زیادہ حرکت ہونی کیونکہ اس سے روح جو تخیل کا آلہ ہے تحلیل ہو جاتی ہے پس متخیلہ کسی قدر سکون اور آرام چاہتی ہے اس لئے روح کو جانب اعلیٰ کی طرف توجہ کرنے کا آسانی سے موقع ملتا ہے پس

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿٢٠﴾	اور انہوں نے اُس کو بیچا بقیمت گنتی کے کھوٹے درموں کے اور وہ تھے اُس کی قدر نہ پہچاننے والوں سے ﴿۲۰﴾

جب نفس میں کوئی نقش آتا ہے تو تخیل دوڑ کر اُس کو لے لیتا ہے اور یہ یا تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس امر طاری کی وجہ سے اُس کو تنبہ ہوا ہے اور تخیل نے آرام حاصل کر کے حرکت کی ہے کیونکہ تخیل ایسے تنبہ کی طرف جلد مائل ہوتا ہے اور یا اس وجہ سے کہ نفس ناطقہ کی ہی قدرتی طور سے اُس کی خدمت کر رہا ہے کیونکہ نفس ناطقہ ایسے موقعوں پر نفس کے معاون ہوتا ہے پس جب اُس کو تخیل قبول کر لیتا ہے اُس وقت کہ نفس اُس کے شواغل کو ہٹا دیتا ہے تو حس مشترک کی لوح میں نقش اُتر آتا ہے ✦

غرضکہ صوفیہ کرام اور علمائے اسلام اور فلاسفہ مشائین میں سے شیخ بوعلی سینا اس بات کے قائل ہیں کہ بعض لوگوں کو جن کے نفس کامل ہیں یا زہد و مجاہدہ و ریاضات سے ان کے نفوس میں تجرد حاصل ہوا ہے اُن کو خواب میں ملاء اعلےٰ سے ایک قسم کے علم کا فیضان ہوتا ہے اور وہ فیضان اُن کے صُورِ خیالیہ میں سے کسی صورت میں جو اُس فیضان علم کے مناسب ہے متمثل ہوتا ہے اور وہ تمثل حس مشترک میں منتقش ہو جاتا ہے اور اُس کے مطابق اُن کو خواب دکھائی دیتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کہتے ہیں کہ یہی ایک خواب اس قابل ہوتا ہے کہ اُس کی تعبیر دی جاوے اور اس کے سوا کوئی خواب تعبیر کے لائق نہیں ہوتا ✦

ملاء اعلےٰ کے مفہوم کو متعدد لفظوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کبھی تو ایک عالم مثال قرار دیا جاتا ہے جس میں اس عالم کی تمام باتیں ما کان و ما یکون بطور مثال کے موجود ہیں اور اُس کا عکس مجملاً یا تفصیلاً خواب میں انسان کے نفس پر پڑتا ہے۔ اور کبھی نفوس فلکی کو ما کان اور ما یکون کا عالم سمجھا جاتا ہے اور اُس سے نفس انسانی پر فیض پہنچنا مانا جاتا ہے اور کبھی عقول عشرہ مفروضہ حکما کو عالم ما کان و ما یکون قرار دیکر اس کے فیضان کو تسلیم کیا جاتا ہے اور کبھی اُس سے ملائکہ مقصود ہوتے ہیں ✦

صوفیہ کرام نے چند اصطلاحات قرار دی ہیں جن کے مجموعہ پر ملاء اعلےٰ یا منبع الخیر و الجود یا مبدء والا علےٰ یا حضرت القدس اطلاق ہوتا ہے اور اُس کی یہ تفصیل ہے ✦

تدلیات۔ جن سے مطلب ہے اُن امور متعینہ کا جو تولے افلاک میں مکنون ہیں جن کو حکما نفوس فلکی سے تعبیر کرتے ہیں ✦

لاہوت۔ اصطلاح فلاسفہ میں اُس کو انانیۃ اولیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے ✦

جبروت۔ فلاسفہ نے اُس کو عقل سے تعبیر کیا ہے اور علمائے شرع نے ملائکہ سے ✦

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۱﴾

اور کہا اُس شخص نے جس نے مصر والوں میں سے اُس کو خریدا تھا اپنی بیوی سے کہ اُس کو عزت سے رکھ شاید کہ ہم کو نفع دے یا ہم اُس کو بنا لیں بیٹا اور اس طرح ہم نے رکھا یوسف کو اُس ملک میں اور تاکہ ہم اُس کو سکھاویں حوادث عالم کے مآل کو اور اللہ زبردست ہے اپنے کام پر ولیکن اکثر آدمی نہیں جانتے ﴿۲۱﴾

رحموت ۔ جس کو حکما نفس کہتے ہیں ✦

ناسوت ۔ اس کو حکما ہیولےٰ قرار دیتے ہیں ✦

لاہوت تو بمنزلہ ماہیت کے ہے اور جبروت بمنزلہ اُس کے لوازم کے اور رحموت بمنزلہ ایک کلی کے جو فرد واحد میں منحصر ہو اور ناسوت کو ایسا قرار دیا ہے جیسے نفس بدن کے لئے یا صورت ہیولےٰ کے لئے ✦

اس امر کو تفسیر کبیر میں اور زیادہ صاف طرح پر بیان کیا ہے اُس میں لکھا ہے کہ یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ خدا تعالےٰ نے نفس ناطقہ کو اس طرح کا پیدا کیا ہے کہ اس کے لئے یہ بات ممکن ہے کہ عالم افلاک تک پہنچ جاوے اور لوح محفوظ کو پڑھ لے اس بات سے جو اُس کو مانع ہے وہ اُس کا تدبیر بدن میں مشغول رہنا ہے اور سونے کے وقت میں اُس کی یہ مشغولی کم ہو جاتی ہے اور قوت لوح محفوظ کے پڑھ لینے کی قوی ہو جاتی ہے پس جب روح کا کوئی ایسا حال ہو جاتا ہے تو وہ انسان کے خیال میں خاص اثر جو اُس ادراک روحانی کے مناسب ہوتا ہے ڈال دیتی ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اثر اُن ادراکات کا خیال میں منتقل ہو کر بطور خواب کے دکھائی دیتا ہے ✦

قد ثبت انه تعالى خلق جوهر النفس الناطقة بحيث يمكنها الصعود الى عالم الافلاك ومطالعة اللوح المحفوظ لكن يمنعها من ذلك اشتغالها بتدبير البدن وفي وقت النوم يقل هذا التشاغل فتقوى على هذه المطالعة فاذا وقعت الروح على حالة من الاحوال تركت آثاراً مخصوصة مناسبة لذلك الادراك الروحاني الى عالم الخيال ۔ (تفسیر کبیر) ✦

اب ہمارا سوال یہ ہے کہ بلاشبہ عقل انسانی بلکہ مشاہدہ اور تجربہ اس بات کو ضرور ثابت کرتا ہے کہ ایک واجب الوجود یا علۃ العلل خالق جمیع کائنات موجود ہے ۔ ولا نعلم ماهيته ولا حقيقة صفاته لانا نقول انه حي قادر خالق لا تأخذه سنة ولا نوم له ما في السموات وما في الارض وهو على كل شيء قدير ۔ اور یہ تمام الفاظ صفاتی جو اُس واجب الوجود کی نسبت منسوب کرتے ہیں صرف مجاز ہے لان حقيقة صفاته غير معلومة ہیں مفہوم ہمارا علمے کا جو صوفیہ کرام اور علمائے اسلام

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٢﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا

اور جب یوسف جوانی کو پہنچا ہم نے اُس کو دیا حکم اور علم اور اسی طرح ہم بدلا دیتے ہیں نیک کام کرنے والوں کو (۲۲) اور بہکاوٹ کی اُس سے (یعنی یوسف سے) اُس عورت نے جس کے گھر میں وہ تھا اُس کو (یعنی یوسف کو) اپنے آپ کی حفاظت سے ڈگمگا دینے کو اور بند کر دیے دروازے اور کہا (یوسف سے) آ تو تیرے لیے (ہوں) یوسف نے کہا کہ خدا کی پناہ بیشک وہ میرا مربی ہے (یعنی مشہوروں میں سے وہ شخص جس نے یوسف کو خریدا تھا اور جس کا ذکر اکیسویں آیت میں ہے) اور عزت سے رکھا ہے بیشک اس میں کچھ شک نہیں کہ فلاح نہیں پاتے ظلم کرنے والے (۲۳) اُس عورت نے اُس کے (یعنی یوسف کے) ساتھ قصد کیا اور یوسف نے اُس عورت کے ساتھ قصد کیا ہوتا اگر نہ

اور فلاسفۂ عالی مقام نے قرار دیا ہے یہ صرف خیال ہی خیال ہے اُس کی صداقت اور واقعیت کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو کسی امر کو گو کہ وہ واقعات خواب ہی کیوں نہ ہوں اُس پر مبنی کرنا نقش بر آب ہے وأما الأحاديث المروية في هذا الباب فكلها غير ثابتة وهي من مقالات الصوفية ومن نسجهم وليس من كلام النبي محمد صلعم ۔

یوں کہا جاتا ہے کہ بعد سلوک طریقت اور اختیار کرنے زہد و مجاہدہ و ریاضت کے یہ راز کھلتا ہے اور حجاب اُٹھ جاتے ہیں اور حقیقت نفس بحیثیت ملاء اعلیٰ و ما فیہا منکشف ہوتی ہے ہم قبول کرتے ہیں کہ کچھ منکشف ہوتا ہوگا مگر ہم کس طرح تمیز کریں کہ جو کچھ منکشف ہوا ہے وہ حقیقت ہے یا وہی خیالات ہیں جو متمثل ہو گئے ہیں جس طرح کہ اور خیالات متمثل ہو جاتے ہیں لا اعتقد بكمال الانسان ان يكون متصلا بصفاته بل بذاته مكنونة في مخلوقاته ونفد شرحه في كلامه على لسان رسوله محمد صلى الله عليه وسلم وهي مكتوبة في كتابه فحسبنا الله ورسوله وكتابه الذي سماه بالقرآن المجيد والفرقان الحميد تبارك وتعالى شانه بما اختصم برهانه ۔

پس ہمارے نزدیک بجز اُن قویٰ کے جو نفس انسانی میں مخلوق ہیں اور کوئی قوت خوابوں کے دیکھنے میں مؤثر نہیں ہے اور یوسف علیہ السلام کی خواب جن کا نفس نہایت متبرک اور پاک تھا اور اُن دو نوجوانوں کے خواب جو یوسف کے ساتھ قید خانہ میں تھے اور کہ بتلائی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾	یہ ہوتا کہ دیکھی یعنی سمجھی اُس نے دلیل اپنے رب یعنی ربّی کی۔ ایسا ہوا تاکہ ہم پھیریں اُس سے یعنی یوسف سے برائی و بےحیائی کو بیشک وہ ہے ہمارے مخلص بندوں میں سے ﴿۲۴﴾

میں مبتلا تھے اور اُن کے نفوس بسبب آلایش کفر پاک نہ تھے اور اسی طرح فرعون کا خواب جو خود اپنے آپ کو خدا سمجھتا تھا اور اُس کا نفس مبدا فیاض سے کچھ مناسبت نہ رکھتا تھا اور باقی سب کے خواب یکساں مطابق واقعہ کے اسی ایک قسم کے تھے اور اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بجز قوائے نفس انسانی کے اور کوئی قوت خوابوں کے دیکھنے میں موثر نہیں ہے گو کہ وہ خواب کیسے ہی مطابق واقعہ کے ہوں ◆

اب حضرت یوسف علیہ السلام کے خوابوں کو دیکھو۔ پہلا خواب اُن کا یہ ہے کہ اُنھوں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو اپنے تئیں سجدہ کرتے دیکھا ◆

حضرت یوسف علیہ السلام کے اُن کے سوا گیارہ بھائی اور بھی تھے اور ماں اور باپ تھے باپ اور ماں کا تقدس اور عظم و شان اور قدر و منزلت اُن کے دل میں منقش تھی جیسے بیٹوں کو بھی وہ اپنے باپ کی ذریات جانتے تھے مگر اس سبب سے کہ اُن کے باپ اُن کو سب سے زیادہ چاہتے تھے اور خود اُن کے باپ ماں اور اُن کے سبب سے اُن کے بھائی اُن کی تابعداری سب چاؤ و محبت سے کرتے تھے اور اس لئے اُن کے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ ماں باپ اور بھائی سب میرے تابع و فرماں بردار اور میری منزلت و قدر کرنے والے ہیں ◆

یہ کیفیت جو اُن کے دماغ میں منقش تھی اُس کو متخیلہ نے سورج اور چاند اور ستاروں کی شکل میں جن کو وہ ہمیشہ دیکھتے تھے اور اُن کا تفاوت درجات بھی اُن کے خیال میں متمکن تھا متمثل کیا اور اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھ کو سجدہ کرتے ہیں پس اُن کی تعبیر حالت موجودہ میں یہ تھی کہ ماں باپ اور بھائی سب اُن کے فرمانبردار ہیں ◆

سجدہ کے لفظ سے بعض مفسرین نے واقعی سجدہ کرنا مراد لی ہے اور بعض نے اطاعت و تواضع جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے المراد بالسجود نفس السجود او التواضع مگر میں قول ثانی کو ترجیح دیتا ہوں گو خواب میں یہ دیکھنا کہ سورج اور چاند اور ستارے زمین پر اتر آئے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مگر یہ روایت کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں فلاں ستارے زمین پر اترے تھے محض بے اصل اور غلط بلکہ مجہول ہے ◆

اس واقعہ کے ایک مدت بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے ماں باپ بھائیوں کا مصر میں جانا اور موافق دستور سلطنت کے آداب بجا لانا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمانا کہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۲۵)	اور دونوں نے دوڑ کر ایک دوسرے سے پہلے پہنچنا چاہا دروازہ کو (یعنی یوسف نے اس لیے کہ دروازہ کی راہ بھاگ جاوے اور عورت نے اس لیے کہ اس کو پکڑنے اور بھاگنے نہ دے) اور عورت نے پھاڑ ڈالا اُس کا یعنی یوسف کا کرتا پیچھے سے (یعنی یوسف تو اتنے تیزی سے آگے کو بھاگے کہ کرتا اُس کا جس کو پکڑے تھی پھاڑ لیا) اور پایا اُن دونوں نے عورت کے خاوند کو دروازہ کے پاس۔ عورت نے کہا کہ کیا سزا ہے اُس شخص کی جو ارادہ کرے تیری جورو کے ساتھ بُرے کام کا مگر یہ کہ قید کیا جاوے یا دکھ دینے والا عذاب (دیا جاوے) (۲۵)

هذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلها ربی حقا ایک امر اتفاقی تھا کیونکہ یہ بات قرآن مجید سے نہیں پائی جاتی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بھی جو نبی تھے اُس خواب سے یہ سمجھے تھے کہ حضرت یوسف ایسی منزلت میں پہنچینگے کہ ماں باپ اور بھائی جا کر اُن کو سجدہ کرینگے اگر قرآن مجید سے اس خواب کی کچھ تعبیر پائی جاتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ حضرت یعقوب نے حضرت یوسف سے کہا کہ خدا تجھ کو حوادث عالم کا مآل تعلیم کریگا اور اپنی نعمت تجھ پر اور یعقوب کی اولاد پر اسی طرح پوری کریگا جس طرح کہ اُس نے ابراہیم اور اسحٰق پر پوری کی ہے۔ اور یہ تعبیر ایک عام تعبیر ہے جو ایک جوان صالح کے عمدہ خواب کی تعبیر میں بیان ہو سکتی ہے۔ چاند سورج ستاروں کے سجدہ کرنے سے حوادث عالم کے علم کو تعبیر کرنا نہایت پر لطف قیاس ہے +

دوسرا اور تیسرا خواب اُن دو جوانوں کا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قیدخانہ میں تھے اُن میں سے ایک نے دیکھا کہ میں شراب چھان رہا ہوں دوسرے نے دیکھا کہ اُس کے سر پر روٹی ہے اور پرند اُس کو کھا رہے ہیں یہ دونوں شخص کسی جرم کے متہم ہو کر قید ہوئے تھے پہلا شخص جو غالباً ساقی تھا درحقیقت بے گناہ تھا اور اُس کے دل کو یقین تھا کہ وہ بیگناہ قرار پا کر چھوٹ جاویگا وہی خیال اُس کا سوتے میں شراب طیار کرنے سے جو اُس کا کام تھا متمثل ہو کر خواب میں دکھلائی دیا +

دوسرا شخص جو غالباً باورچیخانہ سے متعلق تھا درحقیقت مجرم تھا اور اُس کے دل میں یقین تھا کہ وہ سولی پر چڑھایا جاویگا اور جانور اُس کا گوشت نوچ نوچ کر کھاوینگے وہی خیال اُس کا سوتے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۲۶﴾ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۲۷﴾	یوسف نے کہا اُس رنے جھوٹ کی مجھ سے مجھ کو اپنے آپ کی حفاظت سے ڈگانے کو اور حاضر ہوا ایک علم ہونے والا (اس نے فیصلہ کیا) اگر ہے اس کا کرتا پھٹا ہوا آگے سے تو وہ ہے سچی اور وہ ہے جھوٹوں میں سے ﴿۲۶﴾ اور اگر ہے اس کا کرتا پھٹا ہوا پیچھے سے تو وہ ہے جھوٹی اور وہ ہے سچوں میں سے ﴿۲۷﴾

میں روٹی سر پر رکھ کر لیجانے سے جو اس کا کام تھا اور پرندوں کا روٹی کو کھانے سے متمثل ہو کر خواب میں دکھائی دیا حضرت یوسف علیہ السلام اس مناسبت طبعی کو جو ان دونوں خوابوں میں تھی سمجھے اور اس کے مطابق دونوں کو تعبیر دی اور مطابق واقعہ کے ہوئی +

چوتھا خواب وہ ہے جو خود بادشاہ نے دیکھا کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات ہری بالیں ہیں اور اور سوکھی +

ملک مصر ایک ایسا ملک ہے جس میں مینہ بہت ہی کم برستا ہے دریائے نیل کے چڑھاؤ پر کھیتی ہونے یا قحط پڑنے کا مدار ہے۔ چڑھاؤ کے موسم میں اگر بائیس فیٹ چڑھ جاوے تو فصل اچھی ہوتی ہے اور چوبیس فیٹ چڑھاؤ میں غرقی ہو جاتی ہے اور اگر صرف اٹھارہ یا ساڑھے اٹھارہ فیٹ چڑھاؤ ہو تو قحط ہو جاتا ہے +

قدیم مصریوں نے دریائے نیل کے چڑھاؤ کے جس پر اچھی فصل یا قحط کا ہونا منحصر تھا متعدد جگہ اور متعدد طرح سے پیمانے بنا رکھے تھے اور اُن کو بہت زیادہ اچھی فصل ہونے یا قحط ہونے کا خیال اور ہمیشہ اُسی پر چرچا رہتا تھا +

مصر میں قحط ہونے کا یہ سبب بھی ہوتا ہے کہ دریائے نیل کی طغیانی کے چڑھاؤ کی بہاؤ کا رُخ اس طرح پر پڑ جاوے کہ زراعت کی زمینیں پانی پھیلنے سے محروم رہ جاویں حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں اور اس سے پہلے بھی دریائے نیل بے اعتدالی کے طور پر بہتا تھا یعنی ملک مصر میں اُس کے مناسب اور یکساں بہنے کے لئے کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا +

اس زمانہ میں بھی جب کسی ندی یا دریا کا رُخ بدلتا معلوم ہوتا ہے تو لوگ اندازہ کرتے ہیں اور آپس میں چرچا کرتے ہیں کہ اتنے دنوں میں دریا اُس طرف بہنے لگیگا اور فلاں طرف کی زمینیں چھوٹ جاوینگی اسی طرح غالباً اُس زمانہ میں مصر کی نسبت اور قحط پڑنے کی نسبت چرچے ہوتے ہونگے اور بادشاہ مصر کو اُس کا بہت خیال رہتا ہو گا وہی خیال

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾	پھر جب اُس کے خاوند نے دیکھا اُس کے کرتے کو پھٹا ہوا پیچھے سے تو اُس نے کہا بیشک یہ ہے تمہارے مکر سے بیشک تمہارا مکر بڑا ہے ﴿۲۸﴾

پیداوار کے زمانہ کا موٹی تازی گایوں اور ہری ہری بالوں سے اور قحط کے زمانہ کا دبلی گایوں اور سوکھی بالوں سے متمثل ہوکر فرعون کو خواب میں دکھائی دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اُسی حالت کے مناسب تعبیر دی جو مطابق واقع کے ہوئی کما قال الفارابی ان التعبیر هو حدس من المعبر یستخرج به الاصل من الفرع ✣

اگر عبری توریت کے حساب کو صحیح مانا جاوے تو یہ قحط سنہ ۲۲۹۶ دنیاوی یعنی سنہ ۱۷۰۸ قبل مسیح میں شروع ہوا تھا اور سنہ ۲۳۰۲ دنیاوی یعنی سنہ ۱۷۰۲ قبل مسیح میں ختم ہوا تھا ✣

مصر کا قحط افریقیہ کے اکثر حصوں اور بالخصوص یمن میں اور تمام فلسطین میں نہایت شدید تھا مگر یہ سمجھنا کہ اُن برسوں میں اُن ملکوں میں مطلق کچھ پیدا نہیں ہوا تھا صحیح نہیں ہے بلکہ جو حال عموماً قحط زدہ ملکوں کا ہوتا ہے ویسا ہی اُن ملکوں کا تھا اور اسی لئے قرآن مجید میں سبعٌ شداد کا لفظ آیا ہے اور شدید قحط میں یہی ہوتا ہے کہ پیداوار اُن ملکوں میں نہایت قلیل ہوتی ہے اور پھر متواتر قحط ہوتا ہے اور شدید ہو جاتا ہے کیونکہ غلہ کا ذخیرہ موجود نہیں رہتا ✣

خوابوں کی نسبت اب صرف ایک بحث باقی ہے کہ اگر وہی چیزیں خواب میں دکھائی دیتی ہیں جو دماغ میں اور خیال میں جمع ہیں تو یہ کیوں ہوتا ہے کہ بعضی دفعہ یا اکثر دفعہ وہی امر واقع ہوتا ہے جو خواب میں دیکھا گیا ہے ✣

اس باب میں خواب کی حالت اور بیداری کی حالت برابر ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بیداری کی حالت میں آدمی باتیں سوچتا ہے اور اپنے دل میں قرار دیتا ہے کہ یہ ہوگا اور وہی ہوتا ہے یا کسی شخص کو یاد کرتا ہے اور وہ شخص آ جاتا ہے اور بہت دفعہ اُس کے مطابق نہیں ہوتا پس اُس کی بیداری کے خیال کے مطابق واقعہ کا ہونا ایک امر اتفاقی ہوتا ہے۔ اسی طرح خواب میں بھی جو باتیں وہ دیکھتا ہے اور وہ وہی ہوتی ہیں جو اُس کے دماغ اور خیال میں جمی ہوئی ہوتی ہیں پس کبھی اُن کے مطابق بھی کوئی واقعہ اسی طرح واقع ہوتا ہے جس طرح کہ بیداری کی حالت میں خیالات کے مطابق واقع ہو جاتا ہے ✣

ہاں اس میں شبہ نہیں کہ انبیاء اور صلحاء کے خواب بسبب اس کے کہ اُن کے نفس کو تجرد فطری و خلقی یا اکتسابی حاصل ہوتا ہے اُن کے خواب بالکل سچے اور اصلی اور مطابق اُن کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ (۲۹)	اے یوسف در گذر کر اس سے اور اے عورت معافی مانگ اپنے گناہ کی بیشک تو تھی خطا کرنے والوں میں سے (۲۹)

حالت نعش کے ہوتے ہیں اور اُن سے اُن کے نفس کا تقدس اور متبرک ہونا ثابت ہوتا ہے ❖

(ولقد همت به وهم بها) کی نسبت مفسرین نے بہت لمبی لمبی دور از کار بحثیں کی ہیں - کہیں اس پر بحث ہے کہ "ھم بھا" کے لفظ سے حضرت یوسف سے گناہ صادر ہوا یا نہیں - کہیں اس پر بحث ہے کہ رویت برہان سے کیا مراد؟ پھر ایک روایت کہی جاتی ہے کہ حضرت یعقوب کی صورت دانتوں میں اُنگلی کاٹتے ہوئے دکھائی دی ایک روایت بتائی جاتی ہے کہ مکان کی چھت پر کچھ الفاظ لکھے ہوئے دکھائی دئے - اسی طرح کی بہت سی بیفائدہ اور بیہودہ باتیں تفسیروں میں لکھی ہیں اور اُن پر جرح و قدح و تعدیل و تصویب کی ہے - مگر قرآن مجید کا مطلب بہت صاف ہے البتہ کسی قدر قواعد نحو کے مطابق اُس پر بحث ہوسکتی ہے اگرچہ ہمارے نزدیک اخفش و سیبویہ یا بصریین و کوفیین کے مستنبطہ قواعد نحو سے قرآن مجید کو جکڑنا اور اُس پر جرح محض غلط ونا واجب ہے کیونکہ کتنا ہی استقرا کیا جاوے کسی زبان کے تمام محاورات و طرز ادا اور ایڈیم کا[1] استقرا نہیں ہوسکتا لیکن ہم اول اصلی و صاف معنی قرآن مجید کے بیان کرکے بقدر ضرورت مسئلہ نحوی پر بھی بحث کرینگے ❖

پہلی آیت میں خدا نے فرمایا تھا کہ اس عورت نے مکان کے دروازے بند کردئے اور یوسف سے کہا کہ آ میں تیرے لئے ہوں یعنی حضرت یوسف سے فحش کی خواہش کی حضرت یوسف نے کہا خدا کی پناہ یعنی انکار کیا - اور یہ دلیل پیش کی کہ جس نے مجھ کو گھر میں رکھا ہے یعنی اُس عورت کا شوہر وہ میرا رب یعنی مربی ہے اور مجھ کو عزت سے رکھا ہے اور ظلم کرنے والے فلاح نہیں پاتے ❖

اب دوسری آیت میں جو لفظ "وھم بھا" کا ہے اُس کے یہ معنی کہ حضرت یوسف نے اُس عورت سے فحش کا قصد کیا یا اُن کے دل میں اُس کا ارادہ آیا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتے کیونکہ پہلی آیت میں صاف اس کام سے انکار بطور نص قطعی بیان ہوچکا ہے اور اس لئے ضرور ہے کہ "ھم بھا" کے معنی عدم وقوع "ھم" کے ہوں پس "ھم بھا" "لولا" کی جزا ہے اور جزا بسبب اہم اور مقصود بالذات ہونے کے شرط پر مقدم ہوگئی ہے - اس لئے دوسری آیت کے صاف معنی جو نص قرآنی سے پائے جاتے ہیں یہ ہیں کہ "اگر یوسف نے

[1] لہ محاورہ ، ہجھا یا ❖

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾	اور کہا چند عورتوں نے شہر میں کہ عزیز کی عورت لگاوٹ کرتی ہے اپنے غلام سے اس کو اپنے آپ کی حفاظت سے ڈگمگا دینے کو بیشک اس کا دل پھٹ گیا ہے محبت سے بیشک ہم دیکھتی ہیں اس کو علانیہ گمراہی میں ﴿۳۰﴾

دلیل اپنے رب کی نہ دیکھی ہوتی یعنی نہ سمجھی ہوتی تو یوسف نے اس کے ساتھ قصد کیا ہوتا پس قرآن مجید سے فحش کا قصد کرنا یا اس کا ارادہ دل میں آنا حضرت یوسف کی نسبت بیان نہیں ہوا ہے ۔

رویت کا لفظ آنکھ سے ہی دیکھنے پر مخصوص نہیں ہے بلکہ دل میں جو بات یقین اور استحکام سے آجاتی ہے اس پر بھی رویت کا اطلاق ہوتا ہے ۔ اس آیت میں جو لفظ "رأی" کا ہے اس کی نسبت بھی تفسیر کبیر میں آنکھ سے دیکھنے کے معنی نہیں بیان ہوئے ہیں بلکہ اس رویت قلبی کے معنی لئے ہیں جو انبیاء و صلحاء کو منکرات پر اقدام کرنے سے روکتی ہے ۔

فالمراد بالرؤیة حصول تلک الاخلاق (یعنی تطہیر نفوس الانبیاء) وتذکیر الاحوال الرادعة لهم عن الاقدام علی المنکرات ۔ (تفسیر کبیر) ۔

فالمعنی عبارة عن جواذب الطبیعة والبرهان عبارة عن جواذب العبودیة ۔ (تفسیر کبیر) ۔

اب یہ بات غور طلب ہے کہ "برهان ربه" سے کیا مراد ہے ۔ تعجب ہے کہ تمام مفسرین نے پہلی آیت میں جو لفظ "ربی" ہے اس سے وہ شخص مراد لیا ہے جس نے حضرت یوسف کو خرید کر اپنے گھر میں رکھا تھا اور پرورش کیا تھا اور دوسری آیت میں جو لفظ "ربه" ہے اس سے خدا مراد لیا ہے جس کے لئے کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ بلحاظ سیاق پہلی آیت کے دوسری آیت میں بھی وہی شخص مراد ہے جو پہلی آیت میں تھا ۔

اب معنی آیت کے اور لفظ "برهان" کے بالکل صاف ہیں یعنی اگر یوسف نے دلیل نہ سمجھی ہوتی کہ جس نے مجھ کو اپنے گھر میں رکھا ہے اور میرا رب یعنی مربی یا پرورش کرنے والا ہے اس کی عورت کے ساتھ خواہش ظلم ہے اور ظلم کرنے والے فلاح نہیں پاتے تو یوسف نے اس کے ساتھ قصد کیا ہوتا ۔

اب رہی یہ بحث کہ "لولا" جب بطور شرط کے واقع ہو تو جزا کا اس پر مقدم کرنا بموجب قواعد مستنبطہ نحو جائز ہے یا نہیں اس کی نسبت تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ہم اس بات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ (۳۱)	پھر جب عزیز مصر کی عورت نے سنیں ان کی مکر کی باتیں ان کے پاس بلاوا بھیجا اور تیار کی ان کے لئے دعوت اور دی ان میں سے ہر ایک کو چھری اور کہا یوسف کو نکل آ ان کے سامنے پھر جب ان عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو اس کو بڑا جانا اور کاٹ لئے اپنے ہاتھ اور کہنے لگیں واہ کی خدا کی نہیں ہے یہ انسان نہیں ہے مگر بزرگ فرشتہ (۳۱)

لا نسلم ان یوسف علیہ السلام ھم بھا والدلیل علیہ انہ تعالیٰ قال وھم بھا لولا ان رای برھان ربہ وجواب لولا ھھنا مقدم وھو کما یقال ۔ قد کنت من الھالکین لولا ان فلانا خلصک ۔ (تفسیر کبیر) +

کو نہیں مانتے کہ حضرت یوسف نے اس عورت کے ساتھ قصد کیا تھا کیونکہ خدا نے کہا ہے کہ اس کے ساتھ قصد کیا ہوتا اگر نہ دیکھتا دلیل اپنے پروردگار کی ۔ اس جگہ جواب لولا کا مقدم ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی کہے کہ تو ہوتا مرے ہوؤں میں سے اگر نہ فلاں شخص تجھ کو بچاتا +

اس پر زجاج کا اعتراض نقل کیا ہے اس کا اعتراض یہ ہے کہ ' لولا ' کا جواب پہلے لانا شاذ ہے اور کلام فصیح میں موجود نہیں ہے +

اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ جواب ' لولا ' کا مؤخر لانا بہتر ہے مگر مقدم لانا ناجائز نہیں ہے

واصبح فواد ام موسیٰ فارغا ان کادت لتبدی بہ لولا ان ربطنا علیٰ قلبھا لتکون من المومنین (سورۂ قصص) اور جواب ' لولا ' کے مقدم آنے پر سورہ قصص کی اس آیت سے سند لی ہے ۔ موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہوگیا قریب تھا کہ اس کو ظاہر کردیوے اگر ہم نے نہ بندش کی ہوتی اس کے دل پر +

اس پر زجاج کا دوسرا اعتراض نقل کیا ہے کہ ' لولا ' کا جواب بغیر لام کے نہیں آتا اگر ' ھم بھا ' ' لولا ' کا جواب ہوتا تو یوں کہا جاتا ۔ ولقد ھمت بہ ولھم بھا لولا ان رای برھان ربہ +

اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ' لولا ' کا جواب لام کے ساتھ بہتر ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بغیر لام کے لانا جائز نہیں ہے +

اس کے بعد تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ' لولا ' جواب چاہتا ہے اور یعنی ' وھم بھا ' اس کا جواب ہوسکتا ہے پھر ضرور ہے کہ وہ اس کا جواب ہو ۔ یہ بات کچھ نہیں چاہئے کہ ہم اس کے جواب کو مضمر مانیںگے اور بہت جگہ قرآن میں جواب کو چھوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اس بات میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهُ عَن نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ الصَّاغِرِينَ (٣٢)

عزیز مصر کی عورت نے کہا کہ یہ ہی ہے کہ جس کی بابت تم مجھ کو ملامت کرتی ہو اور بیشک میں نے اس سے تمنا کی اس کو اپنے آپ کی حفاظت سے ڈگمگانے کو پھر وہ بچا رہا اور اگر وہ نہ کریگا جو میں اس کو کہتی ہوں تو وہ ضرور قید کیا جاویگا اور البتہ ہوگا چھٹ بھیوں میں سے (٣٢)

کہ قرآن میں جواب چھوڑ دیا گیا ہے کچھ جھگڑا نہیں ہے مگر اصلی بات یہ ہے کہ جواب کا محذوف ہونا نہیں چاہئے صرف اسی جگہ اس کا حذف کرنا یا چھوڑنا بہتر ہوتا ہے جب کہ لفظ میں ایسی بات پائی جاوے کہ اس سے وہ جواب محذوف متعین ہوجاوے اور اگر اس جگہ ہم جواب کو محذوف مانیں تو لفظ میں کوئی دلالت ایسی نہیں ہے جو جواب محذوف کو متعین کرے اور اس جگہ بہت جواب مضمر ہوسکتے ہیں اور ایک کو باقیوں سے بہتر سمجھنے کی دلیل نہیں ہے۔ انتہیٰ ◆

صاحب تفسیر کبیر نے اس بات کی کوئی مثال نہیں دی کہ ، لولا ، کا جواب بغیر لام کے بھی آیا ہے مگر قرآن مجید میں متعدد اس کی مثالیں ہیں سورہ نور میں ہے ۔ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمته ما زکی منکم من احد ابدا (آیت ٢١) ۔ اور سورہ واقعہ میں ہے ۔ فلولا ان کنتم غیر مدینین ترجعونها ان کنتم صدقین (آیت ٨٥ و ٩٠) ۔ اور اس شعر زمانہ جاہلیت میں بھی جواب ، لولا ، کا بغیر لام کے آیا ہے اور وہ شعر یہ ہے :۔

ولولا انہ یحیل حرام   هضم ترونها ونقت نا ها

اور فرزدق نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی شان میں کہا ہے :۔

ماقال لا قط الا فی تشهد   لولا التشهد کانت لاؤہ نعم

اگرچہ ان آیتوں اور شعروں میں ، لولا ، کا جواب موخر ہے مگر جب کہ ہر کا جواب بحالت موخر ہونے کے بغیر لام کے آتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ بحالت مقدم ہونے کے بغیر لام کے نہ آوے چنانچہ ہم اس کی مثال بھی پیش کرینگے ◆

بلاشبہ صاحب تفسیر کبیر نے نہایت عمدہ طریق پر بیان کیا ہے کہ ' وهم بها ' جواب مقدم ہے ' لولا ' کا لیکن ہم مختصر طور پر یہ بات کہتے ہیں کہ خود قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ' وهم بها ' جواب مقدم ہے ، لولا ، کا کیونکہ پہلی آیت سے کسی قسم کے ' هم ' یعنی قصد سے انکا بیان ہوچکا ہے ۔ تو دوسری آیت میں ہر قسم کے ' هم ' یعنی قصد سے نفی ہونی چاہئے اور اس کی نفی نہیں ہوتی جب تک کہ ' وهم بها ' کو ، لولا ، کا جواب مقدم نہ قرار دیا جاوے پس نص قرآنی سے ثابت ہے کہ ' هم بها ' جواب مقدم ، لولا ، کا ہے ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾	یوسف نے کہا اے میری پروردگار قید خانہ مجھ زیادہ پیارا ہے اُس بات سے جو وہ مجھ سے چاہتی ہیں ۔ اور اگر تو نہ پھیریگا مجھ سے اُن کا مکر (تو مجھے خوف ہے) میں جھک جاؤنگا اُن کی طرف اور ہو جاؤں جاہلوں میں سے ﴿۳۳﴾

ہم اسی قدر پر اکتفا کرنا نہیں چاہتے بلکہ بیان کرتے ہیں کہ عرب کے اشعار میں بغیر اِمّا کے بھی لولا کا جواب مقدم آیا ہے امرأ القیس کہتا ہے ✦

یغالین فیه الجزء لولا هواجر جنادبها صرعیٰ لهن نصیص

غلو کریں وہ اونٹنیاں قناعت کرنے میں پانی سے چارہ پر اگر ایسی دوپہر نہ ہوتی جس میں ٹڈیاں زمین پر گر پڑی ہیں اور وہ چرچر بول رہی ہیں گویا ہنسنے کی وہ چرچراہٹ ہے ✦

زہیر جو بہت مشہور اور قدیم شاعر زمانہ جاہلیت کا ہے کہتا ہے :۔

المجد فی غیرهم لولا ماثره وصبر نفسه والحرب تستعر

بزرگی اس کے سوا اوروں میں ہوتی ہے اگر نہ ہوتی اُس کی یعنی ممدوح کی خوبیاں اور استقلال نفس ایسی حالت میں کہ لڑائی بھڑک رہی ہے ✦

۲۶ (شہد شاهد)۔ شاہد کا لفظ زیادہ تر گواہ کے معنوں میں مستعمل ہے مگر ایسے گواہ پر جس نے اُس واقعہ کو جس کا وہ گواہ ہے بچشم خود دیکھا ہو اس لئے قرآن مجید کے ترجموں نے اس کا ترجمہ کیا ہے (گواہی داد گواہ ے) اور اردو میں ترجمہ کیا ہے (گواہی دی گواہ نے) مگر یہ ترجمہ صریح غلط ہے کیونکہ اگر ‹ شاهد › کے معنی گواہ کے لئے جاویں تو اُس کی گواہی "ان کان قمیصه قد من قبل الی آخرہ" ہوگی اور صاف ظاہر ہے کہ وہ گواہی نہیں ہے بلکہ وہ ایک واقعہ کی نسبت حکم یا فیصلہ ہے پس خود سیاق قرآن ان معنوں سے جو مترجموں نے اختیار کئے ہیں انکار کرتا ہے اسی لئے اس تفسیر کے مصنف نے جو تفسیر ابن عباس کے نام سے مشہور ہے "شهد شاهد" کی تفسیر میں لکھا ہے حَكَمَ حَاكِمٌ شاہد سے حاکم مراد لینا گو سیاق قرآن کے مناسب ہو مگر لفظ کی دلالت سے بہت بعید ہے ✦

شہد اور شاہد کا لفظ جیسا کہ گواہ کے معنوں میں مستعمل ہے اُس سے زیادہ حاضر اور موجود ہونے کے معنوں میں مستعمل ہے پس صحیح ترجمہ ان لفظوں کا وہ ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے کہ (حاضر ہوا حاضر ہونے والا) یعنی اُس تنازع کے وقت جو اُس عورت اور حضرت یوسف میں ہوا ایک شخص آیا اور اُس نے فیصلہ کیا کہ "ان کان قمیصه قد من قبل الخ" ✦

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾	پھر قبول کی اُس کی دعا اُس کے پروردگار نے پھیر دیا اُس سے اُن کا مکر بیشک وہ سننے والا ہے جاننے والا ﴿۳۴﴾

اب اس بات پر بحث ہے کہ وہ شاہد کون تھا۔ تفسیر کبیر میں متعدد روایتیں اسکی نسبت لکھی ہیں جو اُسی قسم کی ہیں جیسے کہ بے سر و پا روایتیں تفسیروں میں ہوتی ہیں۔ مگر وہ روایت جس پر ایک گروہ مفسرین کا اتفاق ہے اس قابل ہے کہ اس پر اعتماد کیا جاوے اور وہ یہ ہے کہ اُس عورت کا ایک چچا زاد بھائی تھا، وہ ایک حکیم آدمی تھا اتفاق سے اُس وقت وہ بادشاہ کے ساتھ تھا اور اُس عورت کے

انه كان ابن عمها وكان رجلا حكيما واتفق في ذلك الوقت انه كان مع الملك يريد ان يدخل عليها فقال قد سمعنا الجلبة من وراء الباب وشق القميص الا انا لا ندري ايكما صاحبه فان كان شق القميص من قدامه فانت صادقة والرجل كاذب وان كان من خلفه فالرجل صادق وانت كاذبة فلما نظروا الى القميص ورأوا الشق من خلفه قال ابن عمها انه من كيدكن ان كيدكن عظيم ثم قال ليوسف اعرض عن هذا واكتمه وقال لها استغفري لذنبك وهذا قول طائفة عظيمة من المفسرين۔ (تفسیر کبیر)

پاس جانے والا تھا اُس نے کہا کہ میں نے دروازہ سے کھینچا تانی اور سا وا زقمیص پھٹنے کی سنی مگر میں نہیں جانتا کہ تم دونوں میں سے کون آگے تھا۔ پس اگر کرتا آگے سے پھٹا ہو تو تو سچی ہے اور وہ شخص جھوٹا ہے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہو تو وہ شخص سچا ہے اور تو جھوٹی ہے۔ پھر جب قمیص کو دیکھا اور معلوم ہوا کہ وہ پیچھے سے پھٹا ہے تو اُس عورت کے چچا زاد بھائی نے کہا کہ بیشک یہ تمہارا مکر ہے اور بیشک تمہارا مکر بڑا ہے۔ یعنی یہ تمہارا کام ہے۔ پھر اُس نے یوسف سے کہا کہ اس سے درگذر کرو اور اس کو پوشیدہ رکھو اور اُس عورت سے کہا کہ تو معافی مانگ اپنے گناہ سے۔ یہ قول ہے ایک گروہ عظیم کا مفسرین میں سے۔ پس یہ روایت ایسی ہے کہ اُس کو تسلیم کیا جا سکتا ہے اور اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہد شاہد کا لفظ بمعنی گواہ کے نہیں آیا بلکہ ایسے شخص کی نسبت آیا ہے جو وہاں حاضر تھا۔

انتیسویں اور تیسویں آیت کے اکثر الفاظ نہایت غور طلب ہیں اور مفسرین نے بلا شبہ اُن پر غور کی ہے اور اپنی سمجھ کے موافق اُن کی تفسیر بھی بیان کی ہے مگر تشفی کے قابل نہیں ہے خصوصاً اس وجہ سے کہ وہ تفسیر نامعتمد روایتوں پر مبنی ہے ہم چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے خود قرآن مجید کی دوسری آیتوں سے اُن کی تفسیر سمجھیں۔

اُن آیتوں میں ہے کہ جب شہر کی عورتوں نے حضرت یوسف کے ساتھ عزیز مصر کی عورت کے عشق کا چرچا کیا اور کہا کہ وہ علانیہ گمراہی میں ہے اور جب عزیز مصر کی عورت نے اُن کا چرچا کرنا سنا تو اُن کو دعوت میں بلایا جس میں حضرت یوسف بھی موجود ہوئے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ وہ چار پانچ عورتیں تھیں ایک عزیز مصر کے شراب پلانے والے کی عورت۔ دوسری اُس کی مدفی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّن بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۳۵﴾	اس کے بعد پیدا ہوئی اُن کے لئے بعد اُس کے کہ دیکھیں اُنھوں نے نشانیاں کہ قید کریں یوسف کو ایک مدت تک ﴿۳۵﴾

پکانے والے یعنی داروغہ باورچیخانہ کی عورت - تیسری افسر جیل خانہ کی عورت چوتھی داروغہ اصطبل کی عورت - پانچویں حاجب یعنی افسر منتظم دربار کی عورت +

اُن آیتوں میں جو الفاظ ہیں خود قرآن مجید میں ایک لفظ "بمکرھن" ہے یعنی جب عزیز مصر کی عورت نے اُن عورتوں کا چرچا کرنا سُنا تو اُس کو بلفظ بمکرھن سے تعبیر کیا پس غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس چرچے کو کیوں اس لفظ سے تعبیر کیا - تفسیر کبیر میں اور اسی طرح اور تفسیروں میں لفظ "بمکرھن" کی تفسیر بقولھن کی ہے پھر اس پر بحث کی ہے کہ اُن کے قول کو مکر کے لفظ سے کیوں تعبیر کیا ہے - تفسیر کبیر میں اس کی تین وجہیں لکھی ہیں جو صحیح نہیں معلوم ہوتیں +

اول یہ کہ - اس چرچے سے اُن کا مطلب یہ تھا کہ عزیز مصر کی عورت ہم کو بھی یوسف دکھا دے مگر کسی قدر بعید از عقل ہے کہ اُن عورتوں نے جو عزیز مصر کے محل میں آنے جانے والی اور اس کے افسروں کی عورتیں تھیں اور حضرت یوسف بھی وہیں رہتے تھے اور اُنھوں نے اُن کو کبھی نہ دیکھا ہو +

دوسرے یہ کہ عزیز مصر کی عورت کے عشق کا راز اُن کو معلوم تھا مگر اُس کے چھپانے کو کہا تھا جب اُنھوں نے اُس کا چرچا کیا تو یہ دغا بازی و مکر ہوا تسلیم کر کر دغا بازی اور خلاف وعدگی ہوئی رازداری نہ ہوئی مگر اس میں مکر کیا ہوا +

تیسرے یہ کہ اُنھوں نے عزیز مصر کی عورت کی پوشیدہ غیبت کی جو مکر کے مشابہ تھی - اس توجیہ کا بودا پن خود اُس سے ظاہر ہے اب ہم قرآن مجید ہی سے تلاش کرتے ہیں کہ اُن عورتوں نے جو چرچا کیا اُس پر مکر کا کیوں اطلاق کیا - قرآن مجید کی اور آیتوں سے جن کا ہم ذکر کریں گے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورتیں خود حضرت یوسف کے عشق میں مبتلا تھیں اور حضرت یوسف کو اپنی طرف ملتفت کرنا چاہتی تھیں اور ظاہر میں عزیز مصر کی عورت کو یوسف کے عشق پر ملامت کرتی تھیں - اور اس لئے اُن کے اُس چرچے اور ملامت کرنے کو اُن کے مکر سے تعبیر کیا ہے - اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عورتیں مع عزیز مصر کی عورت کے اُس عشق بازی میں شریک تھیں اور ایک کو دوسری کا حال معلوم تھا اور اسی سبب سے عزیز مصر کی عورت نے اُن کی بات چیت کو مکر سے تعبیر کیا اور بسبب رازدار ہونے کے یوسف کی دعوت میں اُن کو بلایا اور سب نے ملکر حضرت یوسف کو فحش کے ارتکاب پر مجبور کرنا یا اُن کو کسی جرم کے حیلہ میں پھنسانا چاہا تھا کیونکہ حضرت یوسف پہلے جرم کے اتہام سے بری ہو چکے تھے - اور وہ مجلس جس میں حضرت یوسف اور وہ عورتیں بلائی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ قَالَ أَحَدُ
هُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا
وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ
فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ
مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ
مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا
طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ
قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَٰلِكُمَا مِمَّا
عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ
مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ
هُمْ كَافِرُونَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ
مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ
وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ
بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ
عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَشْكُرُونَ ﴿۳۸﴾ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ
مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾

اور داخل ہوئے اُسکے ساتھ قیدخانہ میں دو جوان ایک نے
اُن دونوں میں سے کہا کہ بیشک میں دیکھتا ہوں اپنے کو
کہ نچوڑتا ہوں شراب کو (یعنی انگوروں کو) اور دوسرے
نے کہا کہ بیشک میں دیکھتا ہوں اپنے کو کہ اُٹھائی ہیں میرے
اپنے سر پر روٹیاں اُس میں سے پرند کھاتے ہیں بتا ہم کو اسکی
تعبیر بیشک ہم دیکھتے ہیں تجھ کو نیک لوگوں میں سے ﴿۳۶﴾
یوسف نے کہا کہ نہ آنے پاویگا تمہارے پاس کھانا کہ وہ دیا جاتا
ہے مگر بتاؤنگا میں تم دونوں کو اُس کی تعبیر اُس سے پہلے
کہ تعبیر کا مصداق تمہارے پاس آئے یہ تمہارے اُس چیز سے
کہ سکھایا ہے مجھ کو میرے پروردگار نے بیشک میں نے چھوڑ رکھا
ہے (یعنی کبھی پیروی نہیں کی) اُن لوگوں کے دین کو جو
نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور وہ آخرت سے بھی منکر ہیں ﴿۳۷﴾
اور تابعداری کی میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحق اور
یعقوب کے دین کی اور نہیں ہے ہمارے لئے کہ ہم شریک کریں
اللہ کے ساتھ کوئی چیز یہ ہے فضل اللہ کا ہم پر اور آدمیوں
پر و لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے ﴿۳۸﴾ اے میرے
دونوں ساتھی قیدخانہ کے کیا جدا جدا معبود اچھے ہوں (
بہتر ہیں یا ایک خدائے واحد و رب پر غالب ﴿۳۹﴾

کٹی تھیں دعوت کی تھی جس میں متعدد قسم کے کھانے تھے اور اُن کے کاٹنے کے لئے ہر ایک کو چھری دیگئی تھی چنانچہ تفسیر کبیر اور نیز تفسیر موسوم بہ ابن عباس میں لکھا ہے کہ وہ عورتیں دعوت میں بلائی گئی تھیں اور پھل کاٹنے یا گوشت کاٹنے کو چھریاں اُن کو دی تھیں اور وہ گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھاتے تھے مگر اُن عورتوں نے صرف حضرت یوسف کو جرم میں پھنسانے کے لئے خود دانستہ اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور اسی جرم کے اتہام میں اُن کو قیدخانہ میں بھیجا۔

حاصل الکلام: انها دعت اولئك النسوة واعتدت لكل واحدة منهن سكينا اما لاجل اكل الفاكهة او لاجل قطع اللحم (تفسیر کبیر)۔

وآتت (اعطت) كل واحدة منهن سكينا تقطع بها اللحم لانهم كانوا لا ياكلون الا ما يقطعون بسكاكينهم (تفسیر ابن عباس)۔

اب اس مطلب کو ہم قرآن مجید کی آیتوں سے ثابت کرتے ہیں جب بادشاہ نے خواب کی تعبیر دیا

مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۴۰)
يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِن رَّأْسِهِ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ (۴۱)
وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ (۴۲)
وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ (۴۳)
قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ (۴۴)

نہیں عبادت کرتے تم اُسکو سوا (کسی اور کی) مگر کہ نام ہیں کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اُنکے نام رکھ لئے ہیں نہیں بھیجی ہے اُن پر اللہ نے کوئی دلیل نہیں ہے حکم کرنا مگر خدا کو اُس نے حکم کیا ہے کہ نہ عبادت کرو مگر اُسی کی یہ ہے دین درست ولیکن اکثر آدمی نہیں جانتے (۴۰) اے میرے دونوں ساتھیو قید خانہ کے لیکن تم دونوں میں کا ایک پس پلاویگا اپنے مالک یعنی بادشاہ کو شراب لیکن دوسرا پس سولی دیا جاویگا اور اُسکے سر میں سے پرندے کھاوینگے فیصل کر دیا گیا وہ امر جس میں تم دونوں نے پوچھا تھا (۴۱) اور یوسف نے اُن دونوں میں سے اُسکو جسکی نسبت گمان کیا تھا کہ وہ چھوٹ جاویگا کہا کہ ذکر کیجیو میرا اپنے مالک سے۔ پھر بھلا دیا اُس کو شیطان نے ذکر کرنے کو اپنے مالک سے پھر یوسف رہا قید خانہ میں چند برس تک (۴۲) اور کہا بادشاہ نے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سات موٹی گائیں کھاتی ہیں سات دبلیوں کو۔ اور سات ہری بالیں۔ اور سوکھی ہوئی اَور۔ اے دربارو مجھ کو جواب دو میرے خواب کے باب میں اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو (۴۳) اُنہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان خواب ہیں اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے نہیں ہیں (۴۴)

کو جو حضرت یوسف نے دی تھیں سُنکر کہا کہ حضرت یوسف کو قید خانہ سے لاؤ تو جو شخص لینے آیا تھا اُس سے حضرت یوسف نے کہا کہ تو پھر جا اپنے مالک کے پاس اور اس سے پوچھ کہ کیا حال ہے

فارجع الیٰ ربک فسئلہ ما بال النسوۃ التی قطعن ایدیہن ان ربی بکیدہن علیم۔ (آیت ۵۰) ◆

اُن عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے بیشک میرا رب یعنی وہ جس نے میری پرورش کی ہے اُن کے مکر کو جانتا ہے۔ اِس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ خود مکر کرنے کے لئے کاٹے تھے ◆

اس پر بادشاہ نے یا عزیز مصر نے اُن سے پوچھا کہ تمہاری کیا حالت تھی جب کہ تم نے لگاوٹ

قال ما خطبکن اذ راودتن یوسف عن نفسہ قلن حاش للہ ما علمنا علیہ من سوء (آیت ۵۰)

کی یوسف سے اُس کو اپنے آپ کی حفاظت سے ڈگمگا دینے کو۔ ان عورتوں نے کہا واہ ری خدا کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ
أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ (۴۵)
يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ
بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ
سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ
وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَعْلَمُونَ (۴۶) قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ
دَأَبًا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا
مِمَّا تَأْكُلُونَ (۴۷) ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ
سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا
مِمَّا تُحْصِنُونَ (۴۸) ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ
ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ
يَعْصِرُونَ (۴۹) وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ
فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ
فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ
أَيْدِيَهُنَّ
إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ
عَلِيمٌ (۵۰)

اور کہا ان دونوں میں سے اس نے جو چھوٹ گیا تھا اور ایک
مدت بعد یاد کیا کہ میں بتا دونگا تم کو اس کی تعبیر پس مجھ کو
بھیجو یعنی جانے دو قید خانہ میں (۴۵) اے یوسف
اے سچے ہم کو جواب دے سات موٹی گایوں کے سات دبلیوں کے
کھا لینے میں اور سات ہری بالوں اور دوسری سوکھی ہوئی میں
تاکہ میں لوگوں کے پاس جاؤں تاکہ وہ جان لیں (۴۶) یوسف نے
کہا تم کھیتی کرو گے سات برس لگاتار پھر جو کچھ تم کاٹو اس کو
اس کی بالوں میں چھوڑ دو مگر تھوڑا سا جس میں سے تم
کھاؤ (۴۷) پھر آئیں گے اس کے بعد سات برس نہایت سخت یعنی
قحط کے، وہ کھا لیں گے جو کچھ پہلے سے ان کے لئے تم نے رکھا
کیا تھا اس میں سے بجز تھوڑا سا جو تم بچا رکھو (۴۸) پھر ان کے
بعد ایک برس آویگا اس میں مینہ برسایا جاویگا لوگوں پر اور اس
میں انگور وغیرہ نچوڑیں گے (۴۹) اور بادشاہ نے کہا اس کو
(یعنی یوسف کو) میرے پاس لاؤ پھر جب اس کے یعنی یوسف
کے پاس ایلچی آیا تو یوسف نے کہا کہ اپنے مالک کے پاس پھر جا
اور اس سے پوچھ کہ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے کاٹ لئے
تھے اپنے ہاتھ بیشک میرا مالک (فی تفسیر ابن عباس ای سیدی)
ان کے مکر کو جانتا ہے (۵۰)

ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں جانی - اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح عزیز مصر کی عورت نے حضرت یوسف سے لگاوٹ کی باتیں کی تھیں وہی حال ان عورتوں کا تھا جنہوں نے دانستہ مکر کرنے کے لئے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے +

تفسیر کبیر میں بادشاہ کے اس قول کی نسبت "اذ راودتن یوسف عن نفسہ" دو احتمال لکھے ہیں ایک یہ کہ اگرچہ راودتن صیغہ جمع کا ہے لیکن اس سے مراد واحد ہے یعنی وہی عورت عزیز مصر کی - مگر یہ احتمال محض غلط ہے اول تو اس لئے کہ صیغہ جمع سے واحد مراد لینے کی کوئی وجہ نہیں دوسرے یہ کہ بادشاہ نے یوسف کے پیغام پر یہ سوال کیا

ان قوله اذ راودتن یوسف عن نفسه وان کانت صیغة الجمع فالمراد منها الواحد کقوله تعالی الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لکم (والثانی) ان المراد منه خطاب الجماعة ثم ههنا وجهان (الاول) ان کل واحدة منهن راودت یوسف عن نفسه (والثانی) ان کل واحدة منهن راودت یوسف لاجل امراة العزیز +
تفسیر کبیر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُفَ
عَن نَّفْسِهِ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا
عَلَيْهِ مِن سُوءٍ ۚ قَالَتِ امْرَأَتُ
الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا
رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ
الصَّادِقِينَ ﴿٥١﴾ ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ
أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ
لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ﴿٥٢﴾
وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ
بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۚ
إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥٣﴾
وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ
لِنَفْسِي ۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ
الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ﴿٥٤﴾
قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ
الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴿٥٥﴾
وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي
الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ
نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَن نَّشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ
الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ
خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا
يَتَّقُونَ ﴿٥٧﴾

یوسف کے مالک نے کہا (یعنی اُن عورتوں سے پوچھا) کہ تمہاری کیا
حالت تھی جب کہ تم نے لگاوٹ کی باتیں کیں یوسف سے اُس کو
اپنے آپے کی حفاظت سے ڈگمگا دینے کو۔ اُنہوں نے کہا کہ دوہائی
خدا کی ہم نے اُس پر کوئی بُرائی نہیں جانی۔ عزیز کی عورت نے کہا
کہ اب کھل گئی سچی بات میں نے لگاوٹ کی باتیں کیں یوسف سے
اُس کو اپنے آپے کی حفاظت سے ڈگمگا دینے کو اور بیشک وہ کچھ شبہ
نہیں کہ سچوں میں سے ہے ﴿٥١﴾ یہ اس لئے تھا تاکہ عزیز جان لے کہ میں نے
اُس کے پیچھے اُس کی خیانت نہیں کی اور یہ کہ اللہ نہیں چلنے دیتا فریب
کرنے والوں کے مکر کو ﴿٥٢﴾ اور میں اپنے آپ کو بری نہیں کرتا بیشک
نفس البتہ فریب دینے والا ہے بُرائی پر مگر اُس وقت کہ میرا پروردگار
مہربانی کرے بیشک میرا پروردگار بخشنے والا ہے مہربانی کرنے
والا ﴿٥٣﴾ اور بادشاہ نے کہا کہ اُس کو میرے پاس لاؤ میں اُس کو
خالص اپنے لئے (یعنی اپنی خدمت کیلئے) کر لوں گا۔ پھر جب بادشاہ
نے اُس سے (یعنی یوسف سے) بات چیت کی تو کہا بیشک تو آج کے
دن ہمارے رتبہ کا امانت دار ہے ﴿٥٤﴾ یوسف نے کہا کہ مجھ کو مقرر
کرو زمین کے خزانوں پر بیشک میں نگہبانی کرنے والا جاننے والا
ہوں ﴿٥٥﴾ اور اسی طرح ہم نے منزلت دی یوسف کو اُس زمین
(یعنی ملک مصر) میں رہتا تھا اُس ملک میں جہاں چاہتا تھا۔
پہنچاتے ہیں ہم اپنی رحمت جس کو ہم چاہتے ہیں اور نہیں ضائع
کرتے بدلا نیک کام کرنے والوں کا ﴿٥٦﴾ اور البتہ آخرت کا بدلا
بہتر ہے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور پرہیزگار ہوتے
ہیں ﴿٥٧﴾

تھا اور حضرت یوسف نے صاف کہا تھا کہ اُن عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے
تھے پس اُنہی عورتوں سے بادشاہ نے «اذ راودتن یوسف عن نفسه» کہکر سوال کیا پس تحقیق معلوم ہوا
کہ وہ صیغہ جمع کا اُن عورتوں کی نسبت بولا گیا ہے جو تعداد میں چار یا پانچ تھیں پھر اُس سے واحد مراد لینا
خلاف واقع اور خلاف حقیقت ہے۔ دوسرا احتمال یہ لکھا ہے کہ اُس سے گروہ عورتوں کا مراد ہے خواہ
اُن میں سے ہر ایک نے حضرت یوسف کو خود اپنے ساتھ خوش کرنے کی لگاوٹ کی ہو خواہ عزیز مصر کی عورت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ
فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾
وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ
ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ
اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا
خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ
بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ
وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ
عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾
وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ
فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ
اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى
اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ
فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ
اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ
عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ فَاللّٰهُ
خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ
الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

اور آئے یوسف کے بھائی پھر اُسکے سامنے گئے یوسف نے اُن کو پہچانا
اور وہ اُس کو نہیں پہچانتے تھے ﴿۵۸﴾ اور جب مہیا کر دیا
اُن کو اُن کا سامان تو کہا کہ لاؤ میرے پاس بھائی اپنے کو جو کہ تمہارے
باپ سے ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پیمانہ دیتا ہوں اور
میں بہت اچھی مہمانی کرنیوالوں میں ہوں ﴿۵۹﴾ پھر اگر تم اُس کو
نہ لاؤ گے تو تمہارے لئے میرے پاس پیمانہ نہیں ہے (یعنی تم کو اناج
نہیں دینے کا) اور میرے پاس مت آؤ ﴿۶۰﴾ اُنہوں نے کہا کہ
ہم اُس بھائی کی نسبت اُسکے باپ سے بات چیت کرینگے اور
بیشک ہم (اس کام کو) کرنے والے ہیں ﴿۶۱﴾ یوسف نے
اپنے خدمت گذاروں سے (فی تفسیر ابن عباس لفتیانہ لغلمانہ)
کہا کہ رکھ دو اُن کی پونجی (یعنی روپیہ جو اُنہوں نے غلہ کے
عوض میں دیا تھا) ان کی خورجیوں میں شاید کہ وہ اُس کو جان
لینگے جب کہ پھر جاویں گے اپنے لوگوں میں شاید کہ وہ پھر آویں ﴿۶۲﴾
پھر جب پھر گئے اپنے باپ کے پاس تو اُنہوں نے کہا اے ہمارے باپ
منع کیا گیا ہے ہم سے پیمانہ (یعنی اناج دینا) پھر بھیج ہمارے ساتھ ہمارے
بھائی کو تاکہ ہم پیمانہ لیویں اور بیشک ہم اُس کے لئے البتہ نگہبان
ہیں ﴿۶۳﴾ یعقوب نے کہا کہ میں تم کو اس پر امانت دار بناؤں
مگر جیسے کہ میں نے امانت دار کیا تھا تم کو اُس کے بھائی پر اُس سے
پہلے پھر اللہ بہتر ہے حفاظت کرنیوالا اور وہ بہت بڑا مہربان
ہے مہربانوں کا ﴿۶۴﴾

کے ساتھ مگر گو یہ احتمال اُس تفسیر کا موید ہے جو ہم نے بیان کی ہے مگر اس احتمال میں بھی جو دو شقیں بیان ہوئی ہیں اُن میں سے ہم پہلی شق کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ وہ زیادہ تر الفاظ قرآن کے مناسب ہے +

ان آیتوں کے بعد کی آیت میں جو عزیز مصر کی عورت کا یہ قول ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کی قالت فذلکن الذی لمتننی فیہ (آیت --) بابت تم مجھ کو ملامت کرتی ہو۔ اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اُن کی ملامت یوسف کے ساتھ عشق رکھنے کی تھی مفسرین نے اس واقعہ کی صورت اس طرح سمجھی ہے کہ اُن عورتوں نے حضرت یوسف کو کبھی نہیں دیکھا تھا اور عزیز مصر کی عورت نے اُن کو دعوت میں بلایا کہ جب وہ یوسف کے حسن و جمال کو دیکھیں گی تو ملامت نہیں کرنے کی جب اُنہوں نے دفعۃً حضرت یوسف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ
رُدَّتْ إِلَيْهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا
نَبْغِي هَٰذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ
إِلَيْنَا وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا
وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ذَٰلِكَ كَيْلٌ
يَسِيرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ
حَتَّىٰ تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ
لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ
بِكُمْ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ
قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٦٦﴾
وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ
وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ
مُتَفَرِّقَةٍ وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ
مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ
عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ
أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ
مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ
يَعْقُوبَ قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ
وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا
عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا
أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾

اور جب اُنہوں نے کھولا اپنا اسباب اُنہوں نے پایا کہ اُن کی پونجی
پھیری گئی ہے اُنہی کو اُنہوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہم کیا چاہیں
اس سے زیادہ یہ ہماری پونجی پھیری گئی ہے ہم کو۔ اور (وہاں جاکر)
اناج لاویں اپنے لوگوں کے لئے اور حفاظت کریں اپنے بھائی کی اور
زیادہ لاویں پیمانہ ایک اونٹ کا (یعنی اناج ایک اونٹ کے بوجھ
لائق) یہ پیمانہ (یعنی اناج جو لائے ہیں) تھوڑا ہے ﴿۶۵﴾ یعقوب
نے کہا کہ ہرگز نہیں بھیجوں گا اُس کو تمہارے ساتھ جب تک تم
دو مجھ کو قول خدا کے عہد پر کہ لے آؤ گے اُس کو میرے پاس مگر یہ کہ تم
گھیر لئے جاؤ (یعنی گرفتار ہو جاؤ) پھر جب یعقوب کو اُنہوں نے
پکا عہد دیا تو یعقوب نے کہا کہ خدا اُس پر جو ہم کہتے ہیں ذمہ دار
ہے ﴿۶۶﴾ اور یعقوب نے کہا کہ اے میرے بیٹو تم نہ داخل ہو ایک
دروازہ سے اور داخل ہو جدا جدا دروازوں سے اور میں بے پرواہ
نہیں کرتا تم کو اللہ سے کسی چیز سے کسی کے لئے حکم نہیں ہے
بجز خدا کے اُسی پر میں نے توکل کیا اور اسی پر چاہیے توکل کریں
توکل کرنے والے ﴿۶۷﴾ اور جب وہ داخل ہوئے (یعنی مصر میں)
جس طرح کہ اُن کو حکم کیا تھا اُن کے باپ نے نہ تھا کہ بے پرواہ کر
اُن کو اللہ سے کسی چیز سے لیکن ایک خواہش تھی یعقوب کے
دل میں اُس کو پورا کیا اور بیشک وہ (یعنی یعقوب) صاحب علم
تھا اُس چیز سے کہ ہم نے اُس کو سکھلایا تھا ولیکن اکثر آدمی
نہیں جانتے ﴿۶۸﴾ اور جب وہ داخل ہوئے یوسف کے پاس تو یوسف
نے جگہ دی اپنے پاس اپنے بھائی کو میں بیشک تیرا بھائی ہوں
پھر تو غمگین ہو اس سے جو وہ کرتے تھے ﴿۶۹﴾

کو دیکھا تو اُن کے حسن و جمال کے سبب اُن کو ہوش نہ رہا اُنہوں نے بجائے گوشت یا میوہ کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہا کہ یہ تو انسان نہیں ہے بلکہ فرشتہ ہے۔ اُس وقت عزیز مصر کی عورت نے کہا کہ یہ وہی ہے جس کے عشق کی بابت تم مجھ کو ملامت کرتی ہو ٭

مگر جس طرح کہ ہم نے قرآن مجید کی ایک آیت کی دوسری آیت سے تفسیر بیان کی ہے اس سے صورت واقعہ اُس کے برخلاف ہے جو مفسرین نے نکالی ہے بلکہ صورت واقعہ یہ تھی کہ اُن عورتوں کی ملاقات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ
السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ
أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ (۷۰)
قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ (۷۱)
قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ
بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ (۷۲)
قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا
لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ
وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ (۷۳) قَالُوا فَمَا
جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ (۷۴)
قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ
فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ نَجْزِي
الظَّالِمِينَ (۷۵) فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ
قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا
مِنْ وِعَاءِ أَخِيهِ كَذَٰلِكَ كِدْنَا
لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ
فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ
نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ
ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (۷۶) قَالُوا إِنْ
يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ
فَأَسَرَّهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا
لَهُمْ قَالَ أَنْتُمْ شَرٌّ مَكَانًا وَاللَّهُ أَعْلَمُ
بِمَا تَصِفُونَ (۷۷)

پھر جب مہیا کر دیا اُن کا سامان رکھ دیا پانی پینے کا پیالہ (جو کہ
مرصع بجواہرات اور بیش قیمت تھا) اپنے بھائی کی خورجی میں
پھر پکارا پکارنے والا کہ اے قافلے والو بیشک تم البتہ چور ہو (۷۰)
انہوں نے کہا اور اُنکے سامنے آئے کہ کیا چیز تمہاری جاتی رہی
ہے (۷۱) اُن لوگوں نے کہا کہ جاتا رہا ہے پیالہ بادشاہ کا اور
جو کوئی اُس کو لاوے اُس کے لئے ہے بوجھ ایک اونٹ کا اور ہم
اس عہدے کے ضامن ہیں (۷۲) اُنہیں نے کہا خدا کی قسم بیشک
تم جانتے ہو ہم یہاں نہیں آئے کہ فساد کریں زمین میں (یعنی
ملک میں) اور ہم ہرگز چور نہیں ہیں (۷۳) اُن لوگوں نے
کہا کہ پھر کیا بدلہ ہے اُس کا (یعنی چرانے کا) اگر تم جھوٹے ہو (۷۴)
اُن لوگوں نے کہا اُس کا بدلہ وہی شخص ہے جس کی خورجی میں وہ
پایا جائے پھر وہی اس کا بدلہ ہے اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں
اپنے ملک میں ظلم کرنے والوں کو (۷۵) پھر شروع کی یوسف نے
اُن کی خورجیوں کی تلاشی پہلے اپنے بھائی کی خورجی کی
پھر نکالا اُس کو (یعنی پیالہ کو) اپنے بھائی کی خورجی میں سے
اس طرح ہم نے مکر کیا یوسف کے لئے نہیں تھا کہ لیلیوے اپنے
بھائی کو بادشاہ کے قانون میں مگر یہ کہ اللہ چاہے ۔ بلند
کرتے ہیں ہم درجے جس کے چاہتے ہیں ۔ اور برتر ہر جاننے کی
جاننے والا ہے (۷۶) انہوں نے کہا کہ اگر یہ چرا لے تو بیشک
چرایا تھا اس کے ایک بھائی نے اس سے پہلے ۔ پھر پوشیدہ رکھا
اُس کو یوسف نے اپنے دل میں اور نہیں ظاہر کیا اس کو (یعنی اُنکے
کے جواب کو) اُن پر اور کہا کہ تم شریر ہو اپنی جگہ میں اور اللہ
جانتا ہے جو کچھ کہ تم بیان کرتے ہو (۷۷)

اس بات پر تھی کہ عزیز کی عورت جو بہت اعلیٰ درجہ کی ہے ایک اپنے خادم پر اس طرح فریفتہ ہو جاوے
اور وہ اُس پر ملتفت نہ ہو ۔ پس اُس مجلس دعوت میں جب اُن عورتوں نے بھی ہر طرح سے حضرت یوسف
کی خوشامد اور اُن سے لگاوٹ کی اور آخر کار اُن کو دھمکانے اور ڈرانے اور جرم ٹھیرانے کے لئے
اپنے ہاتھ بھی کاٹ لئے اور جب بھی حضرت یوسف نحش کے مرتکب ہوئے تو اُن عورتوں نے کہا کہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا
فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ
اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ
اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ
خَلَصُوْا نَجِيًّا ۚ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا
اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا
مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ
فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى
يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ
خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ
فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا
شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا
وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾
وَسْــَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ
الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا
لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ
لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ
عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ
الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ
يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ
مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾

انہوں نے کہا کہ اے عزیز اس کا باپ ہے بہت بڑھا پھر لے لو ہم میں
سے ایک کو اس کی جگہ بیشک ہم دیکھتے ہیں تجھ کو احسان کرنے
والوں میں سے ﴿۷۸﴾ یوسف نے کہا پناہ بخدا کہ ہم لیویں سوائے
اُس شخص کے پایا ہے ہم نے اپنا مال اُس کے پاس بیشک اس وقت
ہم ہونگے ظالم ﴿۷۹﴾ پھر جب نا امید ہوئے اُس سے تو الگ
ہو بیٹھے آپس میں مشورہ کرنے کو کہا اُن کے سب سے بڑے نے کیا
نہیں جانتے ہو تم یہ کہ تمہارے باپ نے لیا ہے تم سے پکا
عہد اللہ کا اور اس سے پہلے کیا تقصیر کر چکے ہو تم یوسف کے
حق میں سو میں نہ جاؤنگا اس سرزمین سے جب تک کہ اجازت
نہ دے مجھ کو میرا باپ یا حکم فرمائے اللہ میرے لئے اور وہ بہتر ہے
حکم کرنے والوں کا ﴿۸۰﴾ پھر جاؤ اپنے باپ کے پاس اور کہو اے ہمارے
باپ بیشک تیرے بیٹے نے چوری کی اور ہم نے نہیں گواہی دی
مگر اُس کی جو ہم جانتے تھے (یعنی یہ کہ مسئلہ تو ان کی کہ جو
چوری کرے وہی اُس کے بدلے میں لیا جاوے) اور ہم نہیں تھے غیب کی
بات کے نگہبان (یعنی اس بات کو نہیں جانتے تھے کہ ہمارا بھائی چور
نکلیگا) ﴿۸۱﴾ اور پوچھ لے اس بستی سے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے
جس میں ہم آئے تھے اور بیشک ہم سچے ہیں ﴿۸۲﴾ یعقوب نے
کہا کہ بلکہ بنالی ہے تمہارے لئے تمہارے دل نے ایک بات پس صبر ہی اچھا
ہے شاید کہ اللہ میرے پاس لے آوے سب کو اکٹھا بیشک وہی ہے جاننے والا
ہے حکمت والا ﴿۸۳﴾ اور منہ پھیر لیا اُن سے اور کہا ہائے میرا
افسوس یوسف پر اور سفید ہوگئیں اُس کی (یعنی یعقوب کی)
آنکھیں پھر وہ غم سے بھرا ہوا تھا ﴿۸۴﴾

یہ تو انسان نہیں ہے بلکہ ایک بزرگ فرشتہ ہے کہ کسی طرح داؤ میں نہیں آیا۔ اُس پر عزیز مصر کی عورت نے کہا کہ یہ وہی ہے جس کی بابت تم مجھ کو ملامت کرتی ہو کہ میں تو اس پر فریفتہ ہوں اور وہ مجھ پر التفات نہیں ہوتا اس کے بعد عزیز مصر کی عورت کا یہ کہنا کہ میں نے اس سے خلوت کی اُس کو اپنے آپے کی حفاظت سے ڈگمگانے کو مگر وہ نہیں ڈگمگایا اور بچا رہا اور اگر وہ نہ کریگا جو میں اس کو کہتی ہوں تو وہ

ولقد راودته عن نفسه فاستعصم ولئن لم يفعل ما آمره ليسجنن وليكونا من الصاغرين۔ (آیت ۳۲)

قَالُوا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتّٰى تَكُونَ حَرَضًا اَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ (۸۵)

اُنہوں نے کہا بخدا ہمیشہ تو رہیگا یاد کرتا یوسف کو یہاں تک کہ تو ہو جاوے مضمحل یا ہو جاوے تو مرنے والوں میں سے (۸۵)

ضرور قید کیا جاویگا اور البتہ ہوگا چھٹ بھیوں میں سے اُس پر حضرت یوسف کا یہ کہنا کہ اے میرے خدا قید خانہ مجھے زیادہ پیارا ہے اُس بات سے جو وہ مجھ سے چاہتی ہیں" قال رب السجن احب الی مما تدعوننی الیہ (آیت ۳۳) بالکل موید و مثبت اُس واقعہ کا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے پس ان تمام آیتوں کے ملانے سے اس واقعہ کی وہی تصویر سامنے آجاتی ہے جو ہم نے بیان کی ہے +

(ثم بدا لهم من بعد ما رأوا الآيات) اس میں کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت یوسف کے قید میں بھیجنے کا ارادہ مجلس دعوت کے بعد پیدا ہوا پس سوال یہ ہے کہ قید میں بھیجنے کی بنیاد وہی پہلا واقعہ تھا جس میں کرتا پھٹا تھا یا اور کوئی نیا امر پیدا ہوا ہمارے نزدیک دعوت کے جلسہ میں اُن عورتوں کا مکر سے ہاتھ کاٹ لینا ایک نیا واقعہ حضرت یوسف کو قید میں بھیجنے کا پیدا ہوا لیکن مفسرین اُس پہلے ہی واقعہ کو قید کا سبب قرار دیتے ہیں بہرحال یہ ایک ایسا خفیف امر ہے جس میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں مگر تفسیر کبیر میں جو کچھ اُس کی نسبت لکھا ہے اُس کو اس مقام پر نقل کر دینا

اعلم ان زوج المرأة لما ظهر له براءة ساحة يوسف عليه السلام فلا جرم لم يتعرض له فاحتالت المرأة بعد ذلك بجميع الحيل حتى تحمل يوسف عليه السلام على موافقتها على مرادها فلم يلتفت يوسف إليها فلما أيست منه احتالت في طريق آخر وقالت لزوجها ان هذا العبد العبراني فضحني في الناس يقول لهم اني راودته عن نفسه وانا لا اقدر على اظهار عذري فاما ان تأذن لي فاخرج واعتذر واما ان تحبسه كما حبستني فعند ذلك وقع في قلب العزيز ان الاصلح حبسه حتى يسقط عن السنة الناس ذكر هذا الحديث حتى تقل الفضيحة فهذا هو المراد من قوله ثم بدا لهم من بعد ما رأوا الآيات ليسجننه حتى حين لان البداء عبارة عن تغير الرأي عما كان عليه في الاول والمراد من الآية براءته بقد القميص من دبر وخمش الوجه والزام الحكم اياها بقوله انه من كيدكن ان كيدكن عظيم۔
(تفسیر کبیر) +

مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب عورت کے شوہر کو حضرت یوسف کی پاکدامنی معلوم ہوئی تو اُس نے حضرت یوسف سے کچھ تعرض نہیں کیا پس عورت نے اس کے بعد ہر طرح کے حیلے کیے تاکہ یوسف اُس کے ڈھب پر چڑھ جائیں لیکن وہ بالکل ملتفت نہ ہوئے پس جب وہ مایوس ہوگئی تو ایک طریقہ نکالا اور اپنے شوہر سے کہا کہ اس عبرانی غلام نے مجھ کو لوگوں میں رسوا کیا لوگوں سے کہتا ہے کہ میں نے اُس کو پھسلایا اور میں اُس کی کوئی تاویل نہیں کر سکتی یا تو مجھ کو اجازت دو کہ میں گھر سے نکلکر اس کی دفعیہ کروں یا اُس کو قید کر دو جیسا کہ تم نے مجھ کو قید کر دیا ہے۔ اس بات پر عزیز مصر کو خیال ہوا کہ یوسف کا قید کرنا مناسب ہے تاکہ لوگوں کی زبانوں پر یہ تذکرہ نہ رہے اور رسوائی کم ہو جائے اور خدا کے اس قول میں ثم بدا لهم من بعد ما رأوا الآيات کا یہی مطلب ہے کیونکہ بداء کے یہ معنی ہیں کہ پہلے جو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾	اس نے کہا بات یہ ہے کہ میری شکایت کرنا اپنی بیقراری اور اپنے غم کی اللہ ہی سے ہے اور میں جانتا ہوں اللہ سے جو کچھ کہ تم نہیں جانتے ﴿۸۶﴾

سکتے تھی وہ بدل جائے - اور آیت سے مراد حضرت یوسف کی پاکدامنی ہے قمیص کے پیچھے کی جانب سے پھٹے ہونے سے اور فیصلہ کرنے والے کے اس الزام دینے سے کہ یہ تمہارا فریب ہے اور تمہارا فریب بہت بڑا ہے +

اس کے بعد جو آیتیں ہیں وہ حضرت یوسف کے قید میں جانے اور دو قیدیوں اور فرعون مصر کی خوابوں کے متعلق ہیں جن کی تفسیر بیان ہو چکی ہے +

اب تمام سورہ میں صرف دو تین مقام قابل غور باقی رہ گئے ہیں ایک یہ " وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم - دوسرے یہ کہ - اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا - فلما ان جاء البشیر القاہ علی وجھہ فارتد بصیرا - تیسرے یہ کہ - ولما فصلت العیر قال ابوھم انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون " پس اب ہم تینوں مقاموں کی تفسیر بیان کرنی چاہتے ہیں +

" ابیضت عیناہ " سے زوال بصارت یعنی اندھا ہو جانا مراد لینا صحیح نہیں ہے غم سے اور زیادہ رونے سے انسان کی آنکھوں میں اس کی بینائی میں ضعف آجاتا ہے اور آنکھوں کے ڈھیلوں میں جو سفیدی ہے اس کی رنگت اصلی سفید رنگ میں اور پر رونق نہیں رہتیں بلکہ بے رونق اور اصلی رنگ سے زیادہ سفید ہو جاتی ہیں اور تراوت کی بجائے خشکی آجاتی ہے یہاں تک کہ آنسو نکلنے بھی موقوف ہو جاتے ہیں اور آنکھیں ڈگر ڈگر کرنے لگتی ہیں پس یہی حال حضرت یعقوب کی آنکھوں کا ہو گیا تھا قرآن مجید کے یہ الفاظ کہ " من الحزن فھو کظیم " صاف اسی مطلب کو ظاہر کرتے ہیں +

لیکن یہ حالت دفعۃً بدل جاتی ہے جب کہ وہ غم دور ہو جاوے دل میں بشاشت اور دماغ میں قوت آجاتی ہے خون کی گردش تیز ہو جاتی ہے اور ان سب باتوں سے آنکھیں پر رونق ہو جاتی ہے ضعف بصر جاتا رہتا ہے اور اصلی بصارت پھر آجاتی ہے اسی حالت کی نسبت یات بصیرا اور فارتد بصیرا کہا گیا ہے - یہ سب امور طبعی ہیں جو انسان پر ایسی حالت میں گذرتے ہیں پس کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ہم ان طبعی واقعات کو بیہودہ اور بے سرو پا روایتوں کی بنا پر دور از کار قصے بنا دیں اور جھوٹے قصوں کو قرآن مجید کی تفسیر میں داخل کر کے کلام الٰہی کے ساتھ بٹہ لگا دیں +

تفسیر کبیر میں بھی بعض اقوال ایسے لکھے ہیں جو بہت کچھ اس تفسیر سے جو ہم نے بیان کی ہے مناسبت رکھتے ہیں اس مقام پر ان کا نقل کرنا خالی از لطف نہ ہوگا +

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ	اے میرے بیٹو جاؤ اور خبر لگاؤ یوسف کی اور اس کے بھائی کی

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ "جب حضرت یعقوب نے کہا کہ ہائے افسوس یوسف پر۔ تو اُن پر

انہ لما قال یا اسفیٰ علی یوسف غلبہ البکاء وعند غلبۃ البکاء یکثر الماء فی العین فتصیر العین کانھا ابیضت من بیاض ذلک الماء وقولہ ابیضت عیناہ من الحزن کنایۃ عن غلبۃ البکاء والدلیل علی صحۃ ھذا القول ان تاثیر الحزن فی غلبۃ البکاء لا فی حصول العمی فلو حملنا الابیضاض علی غلبۃ البکاء کان ھذا التعلیل حسنا ولو حملناہ علی العمی لا یحسن ھذا التعلیل فکان ما ذکرناہ اولی وھذا التفسیر مع الدلیل رواہ الواحدی فی البسیط عن ابن عباس رضی اللہ عنھما۔ (تفسیر کبیر) +

رونے نے غلبہ کیا اور رونے کے وقت آنکھ میں پانی بہت ہو جاتا ہے اور آنکھ ایسی ہو جاتی ہے کہ گویا سپید ہو گئی ہے اس پانی سے۔ اور خدا کا یہ قول کہ یعقوب کی آنکھیں غم سے سپید ہو گئیں رونے کے غلبہ سے کنایہ ہے اور اس قول کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ غم کا اثر رونے کا غلبہ ہے نہ اندھا ہو جانا پس اگر ہم سپیدی کو غلبۂ بکا پر محمول کریں تو یہ تعلیل معقول ہوگی اور اگر اندھے پن پر محمول کریں تو یہ تعلیل موزوں نہ ہوگی۔ اس لئے ہم نے جو ذکر کیا وہی بہتر ہے۔ اور یہ تفسیر باوجود اس دلیل کے حضرت ابن عباس سے مروی بھی ہے جیسا کہ واحدی نے بسیط میں روایت کیا ہے پس اس روایت سے جو حضرت ابن عباس سے بیان ہوتی ہے صاف ظاہر ہے کہ ابیضت عیناہ سے حضرت یعقوب کا اندھا ہو جانا مراد نہیں ہے +

ایک اور قول اسی مقام پر تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ "بعضوں نے کہا ہے کہ وہ اندھے نہیں

ومنھم من قال ما عمی لکنہ صار بحیث یدرک ادراکا ضعیفا۔ (تفسیر کبیر) +

ہو گئے تھے بلکہ اُن کو نظر آتا تھا لیکن کم نظر آتا تھا +

اس کے بعد تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ "پھر وہ بصیر ہو گئے۔ اور ارتداد کے معنی کسی شے کا اُس

فارتد بصیرا ای رجع بصیرا ومعنی الارتداد انقلاب الشیٔ الی حالۃ قد کان علیھا وقولہ فارتد بصیرا ای صیرہ اللہ بصیرا کما یقال طالت النخلۃ واللہ تعالیٰ اطالھا واختلفوا فیہ فقال بعضھم انہ کان قد عمی بالکلیۃ فاللہ تعالیٰ جعلہ بصیرا فی ھذا الوقت وقال اٰخرون بل کان قد ضعف بصرہ من کثرۃ البکاء وکثرۃ الاحزان فلما القوا القمیص علی وجھہ وبشر بحیاۃ یوسف علیہ السلام عظم فرحہ وانشرح صدرہ وزالت احزانہ فعند ذلک قوی بصرہ وزال النقصان عنہ۔ (تفسیر کبیر) +

حالت پر واپس آجانا ہے جو پہلی تھی اور خدا کا یہ قول فارتد بصیرا اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا نے اُن کو بصیر کر دیا جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں کہ کھجور لمبی ہو گئی اور خدا نے اُس کو لمبی کر دیا۔ اور اس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے سو بعضوں نے کہا کہ وہ بالکل اندھے ہو گئے تھے اور اللہ نے اُن کو اس وقت بصیر کر دیا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اُن کی نگاہ زیادہ رونے سے اور غم سے ضعیف ہو گئی تھی پس جب اُن پر کرتہ ڈالا اور یوسف کی زندگی کی خوشخبری دی تو اُن کو بہت خوشی حاصل ہوئی اور اُن کا سینہ کھل گیا اور غم جاتا رہا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَايْئَسُوا مِن رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٧﴾	اور نا اُمید نہ ہو اللہ کی رحمت سے بے شک نہیں نا اُمید ہوتا کوئی اللہ کی رحمت سے بجز کافروں کی قوم کے ﴿٨٧﴾

پس اُن کی نگاہ درست ہوگئی اور جو نقصان تھا جاتا رہا +

اب "لاجد ریح یوسف" پر غور کرنی باقی ہے۔ یہ بات بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب کو اس بات پر کہ حضرت یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہرگز یقین نہیں تھا اور وہ بلاشبہ اُن کو زندہ سمجھتے تھے اور ایسے موقع پر یہی خیالات ہوتے ہیں کہ وہ کہیں چلا گیا ہوگا اور کسی نے اُس کو اپنے پاس رکھ لیا ہوگا یا بطور غلام کے بیچ ڈالا ہوگا اور اُس زمانہ کی حالت کے موافق یہ اخیر خیال زیادہ قوی ہوگا انہی وجوہات سے اُن کو ہمیشہ یوسف کی تلاش رہتی تھی اور ہمیشہ اُس کے ملنے کی توقع رکھتے تھے اور اُن کے تلاش کرنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ یہ ایسا امر ہے جو ہمیشہ ہوتا ہے اس زمانہ میں بھی اگر کسی کا لڑکا گم ہو جاتا ہے یا کہیں نکل جاتا ہے تو ہمیشہ اُس کی تلاش میں رہتا ہے اور اس سے ملنے یا اُس کے مل جانے کی توقع رکھتا ہے +

اُس زمانہ میں مصر کی ایسی حالت تھی کہ لڑکے اور لڑکیوں کو پکڑ لیجا کر وہاں بیچ ڈالنا زیادہ قرین قیاس تھا اور کچھ تعجب نہیں ہے کہ حضرت یعقوب کو بھی یہ خیال ہو کہ کسی شخص نے یوسف کو پکڑ لیا ہو اور مصر میں لیجا کر بیچ ڈالا ہو۔ تفسیر کبیر میں ایک روایت لکھی ہے گو اُس روایت کا طرز بیان کیسا ہی فضول ہو مگر اُس کی فضولیات چھوڑ کر دو نتیجے اُس سے نکالے جا سکتے ہیں ایک یہ کہ حضرت یعقوب کو یوسف کے زندہ ہونے کا یقین تھا دوسرے یہ کہ اُن کو یوسف کے مصر میں ہونے کا احتمال تھا اور وہ روایت یہ ہے کہ "حضرت یعقوب نے کہا کہ میں خدا کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے یعنی میں خدا کا وہ احسان اور رحمت جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور وہ یہ ہے کہ خدا میرے لئے خوشی لائیگا اور مجھے پہلے سے اُس کی کچھ خبر نہ ہوگی پس یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حضرت یعقوب یوسف کے ملنے کی امید رکھتے تھے اور لوگوں نے اس امید کے مختلف وجوہ بیان کئے ہیں ایک یہ کہ ملک الموت اُن کے پاس آئے تو اُن سے یعقوب نے پوچھا کہ تم نے میرے بیٹے کی روح قبض کر لی انہوں نے کہا اے خدا کے پیغمبر نہیں۔ پھر ملک الموت نے مصر کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اُدھر تلاش کیجئے +

قال یعقوب علیہ السلام واعلم من الله ما لا تعلمون ای اعلم من رحمته و احسانه ما لا تعلمون وهو انه تعالی یاتینی بالفرج من حیث لا احتسب فهو اشارة الی انه کان یتوقع وصوله الیه وذکروا لسبب هذا التوقع امورا احدها ان ملک الموت اتاه فقال له یا ملک الموت هل قبضت روح ابنی یوسف قال لا یا نبی الله ثم اشار الی جانب مصر وقال اطلبه ههنا تفسیر کبیر

بلاشبہ حضرت یعقوب نے مصر میں بھی تلاش کی ہوگی مگر وہ عزیز مصر کے ہاتھ بیچے گئے تھے

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ	پھر جب وہ داخل ہوئے یوسف پاس (یعنی تیسری دفعہ) تو انہوں نے کہا اے عزیز

اور محلوں میں داخل تھے اور ایک مدت تک قید رہے اُن کا پتا نہیں لگ سکتا ہوگا مگر جب حضرت یوسف کے بھائی مصر میں گئے اور حضرت یوسف بھی اُس زمانہ میں عروج کی حالت میں تھے اور رعایت اور سلوک کہ اُنہوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا اور پھر اپنے حقیقی بھائی کے لانے کی بھی تاکید کی تھی اور کچھ حالات بھی اُن کے سنے ہونگے تو اُن کے بھائیوں اور اُن کے باپ کے دل میں ضرور شبہ پیدا ہوا ہوگا کہ کہیں یہ یوسف ہی نہ ہو مگر جس درجہ شاہی پر اُس وقت حضرت یوسف تھے یہ شبہ پختہ نہ ہوتا ہوگا اور دل سے نکل جاتا ہوگا +

اس بات کا ثبوت کہ یوسف کے بھائیوں کے دل میں بھی شبہ تھا کہ وہ یوسف ہی ہو خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہے کیونکہ جب حضرت یوسف نے اُن سے کہا کہ " تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اُس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا - تو بغیر اس کے کہ حضرت یوسف کہیں کہ میں یوسف ہوں اُن کے بھائی بول اُٹھے کہ " ءانک لانت یوسف یعنی کیا سچ مچ تم یوسف ہو - اسی طرح حضرت یعقوب کے بیٹوں کے مصر میں آنے جانے اور حالات سننے سے یوسف کی نسبت مصر میں ہونے بلکہ یوسف کے یوسف ہونے کا شبہ قوی ہو جاتا تھا اس امر کی تقویت کے علاوہ اُس پہلی روایت کی مؤید چند اور روایتیں تفسیر کبیر میں موجود ہیں +

ایک روایت یہ ہے کہ " سدی کا قول ہے کہ جب حضرت یعقوب کو اُن کے بیٹوں نے عزیز مصر کے صفات اور اُن کے اقوال و افعال کے کمال سے مطلع کیا تو اُن کو امید ہوئی کہ وہ یوسف ہی ہونگے اور یہ کہا کہ کافروں میں تو ایسا شخص پیدا نہیں ہو سکتا +

قال السدی لما اخبرہ بنوہ بسیرۃ الملک وکمال حالہ فی اقوالہ وافعالہ طمع ان یکون ہو یوسف وقال یبعد ان یظہر فی الکفار مثلہ - (تفسیر کبیر) +

ایک یہ کہ " اُنہوں نے قطعاً جان لیا کہ بنیامین چوری نہیں کر سکتا اور یہ کہ بادشاہ نے اُس کو نہ ستایا نہ مارا ایسی اُن کو گمان غالب ہوا کہ یہ بادشاہ یوسف ہی ہوگا +

علم قطعا ان بنیامین لا یسرق وسمع ان الملک ما اذاہ وما ضربہ فغلب علی ظنہ ان ذلک الملک ہو یوسف - تفسیر کبیر

ایک یہ کہ وہ اپنی اولاد کی طرف مخاطب ہوئے اور اُن کے ساتھ مہربانی سے باتیں کیں جیسا کہ خدا نے کہا یابنی اذہبوا فتحسسوا من یوسف واخیہ - اور جان تو کہ حضرت یعقوب کو جب اُن نشانیوں کی اُمید بندھی تو اُنہوں نے بیٹوں سے

انہ رجع الی اولادہ وتکلم معہم علی سبیل اللطف وہو قولہ یابنی اذہبوا فتحسسوا من یوسف واخیہ - واعلم انہ علیہ السلام لما طمع فی وجدان یوسف بناء علی الامارات المذکورۃ قال لبنیہ تحسسوا من یوسف - (تفسیر کبیر) •

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ﴿٨٨﴾	پہنچا ہم کو اور ہمارے لوگوں کو سختی نے اور ہم لائے ہیں ایک حقیر (یعنی تھوڑی سی) پونجی پس بھر دے ہم کو پیمانہ اور خیرات کر ہم پر بیشک اللہ جزا دیتا ہے خیرات کرنے والوں کو (۸۸)

کہا کہ یوسف کا پتہ لگاؤ +

پس جب کہ حضرت یعقوب کا شبہ اس قدر قوی ہو گیا اور جو مہربانی یوسف نے اپنے بھائی کے ساتھ کی تھی اس کو سن کر ان کو گمان غالب ہو گیا تھا کہ وہ بنیامین کا بھائی یوسف ہے تو ان کو یقین کامل تھا کہ اب کے جو قافلہ واپس آویگا تو ٹھیک خبر یوسف کی لاویگا جب کہ تیسری دفعہ یہ لوگ مصر میں گئے تو حضرت یوسف نے سب کے سامنے کہدیا تھا کہ میں یوسف ہوں اور حضرت یعقوب کو معہ تمام کنبہ کے بلانے کے لئے کہا تھا اور ان کے لئے بہت سا سامان مہیا کرنے کو حکم دیا تھا جس کے لئے کچھ عرصہ لگا ہوگا اس عرصہ میں حضرت یوسف کے مصر میں موجود ہونے کی خبر افواہ حضرت یعقوب کو پہنچ گئی ہوگی اس افواہ پر ان کو یقین ہوا اور انہوں نے فرمایا کہ "انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون" یعنی میں پاتا ہوں خبر یوسف کی اگر تم مجھ کو بہکا ہوا نہ کہنے لگو +

ہم کو نہیں معلوم ہے کہ قرآن مجید میں کہیں "ریح" کا لفظ بمعنی بو کے آیا ہو اس مقام پر ریح کا لفظ یوسف کی طرف مضاف ہے تو اب ہم کو دیکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں اور کہیں بھی ریح کا لفظ کسی شخص یا اشخاص کی نسبت مضاف ہو کر آیا ہے یا نہیں اگر آیا ہے تو اس کے کیا معنی ہیں تلاش کے بعد ہم کو یہ آیت ملی "واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم" (سورۂ انفال آیت ۴۸) یعنی جاتی رہیگی ہوا تمہاری یعنی قوت و اتفاق کی جو خبر مشہور ہے اس کی شہرت جاتی رہیگی +

علاوہ اس کے خود ریاح کو بشر یعنی خبر دینے والی خدا نے کہا ہے "ھو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ" (سورۂ اعراف آیت ۵۵) اور ریاح کو مبشرات بھی کہا ہے یعنی خبر دینے والیاں "ومن اٰیاتہ ان یرسل الریاح مبشرات" (سورۂ لقمان آیت ۴۵) پس ریح یوسف سے صاف مراد اس افواہی خبر سے ہے جس سے یوسف کا ہونا حضرت یعقوب نے سنا تھا +

مفسرین کے دل میں یہ کہانی بسی ہوئی تھی کہ جب حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا ہے تو حضرت جبرئیل نے بہشت سے ایک قمیص لاکر حضرت ابراہیم کو پہنا دیا تھا جس کے سبب سے وہ آگ میں نہیں جلے۔ وہ قمیص حضرت اسحق اور ان کے بعد حضرت یعقوب پاس آیا حضرت یعقوب نے اس کو بطور تعویذ کے چاندی میں منڈھ کر حضرت یوسف کے گلے میں لٹکا دیا۔ جب ان کو اندھے کنوئیں میں ڈالا ہے تو وہ تعویذ ان کے گلے میں رہ گیا تھا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ
إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ﴿٨٩﴾ قَالُوٓا أَءِنَّكَ
لَأَنْتَ يُوسُفُ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَ
هَٰذَآ أَخِي قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَآ
إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ
لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٠﴾ قَالُوا
تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ
كُنَّا لَخَاطِئِينَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ
الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ
أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٩٢﴾ اذْهَبُوا
بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ
أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ
أَجْمَعِينَ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ
قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ
لَوْلَآ أَنْ تُفَنِّدُونِ ﴿٩٤﴾ قَالُوا
تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ
الْقَدِيمِ ﴿٩٥﴾
فَلَمَّآ أَنْ جَآءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ
عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ﴿٩٦﴾
قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ
مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾ قَالُوا
يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا
خَاطِئِينَ ﴿٩٨﴾ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ
رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٩٩﴾

یوسف نے کہا کہ کیا جانتے ہو تم جو کچھ کہ تم نے کیا یوسف
اور اس کے بھائی کے ساتھ جب کہ تم جاہل تھے (۸۹) وہ بولے
اُٹھے کہ کیا بیشک تو البتہ تو ہی یوسف ہے یوسف نے کہا کہ میں
یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے بیشک احسان کیا ہے اللہ نے
اوپر ہمارے بیشک جو کہ پرہیزگاری کرے اور صبر کرے پھر بیشک
اللہ نہیں ضائع کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا (۹۰) انہوں نے
کہا قسم بخدا بیشک بزرگی دی ہے تجھ کو اللہ نے ہم پر اور بیشک
ہم تھے خطا کرنے والے (۹۱) یوسف نے کہا کہ کوئی سرزنش
نہیں ہے تم پر آج کے دن بخشے اللہ تعالےٰ تم کو اور وہ بہت
بڑا رحم کرنے والا ہے رحم کرنے والوں کا (۹۲) لے جاؤ میرے
اس کرتے کو اور ڈال دو اوپر منہ میرے باپ کے (یعنی اس کے
سامنے) آ ویگا بینا ہو کر اور لے آؤ میرے پاس اپنے کنبہ کو
سب کو (۹۳) اور جب کہ جدا ہوا قافلہ (یعنی جدا ہوا شہر مصر
یعنی واپس چلا) کہا ان کے باپ نے کہ بیشک میں پاتا ہوں ہوا
یعنی خبر (عام ترجمہ بو) یوسف کی اگر تم مجھ کو بہکا ہوا نہ کہو (۹۴)
جن سے مخاطب کر کے یعقوب نے کہا تھا ان لوگوں نے کہا کہ بخدا بیشک
تو اپنی قدیم گمراہی (یعنی غلط خیال اور الٹی سمجھ) میں پڑا ہوا
ہے (۹۵) پھر جب آیا خوشخبری دینے والا ڈال دیا اس کو یعنی کرتے
کو اس کے منہ پر (یعنی یعقوب کے سامنے) پھر وہ ہو گیا بینا (۹۶)
یعقوب نے کہا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں جانتا ہوں اللہ
سے وہ جو تم نہیں جانتے (۹۷) انہوں نے کہا کہ اے ہمارے
باپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی معافی مانگ بیشک ہم تھے خطا
کرنے والے (۹۸) یعقوب نے کہا کہ میں تمہارے لئے معافی مانگوں گا
اپنے پروردگار سے بیشک وہ بخشنے والا ہے مہربان (۹۹)

وہی قمیص انہوں نے بھیجا تھا جب وہ نکلا تو ہوا اٹھی کہ تمام دنیا میں بہشت کے قمیص کی خوشبو پھیل گئی اوروں نے تو نہ جانا کہ کاہے کی بو ہے مگر حضرت یعقوب نے بو کو پہچان لیا اور جان گئے کہ بہشت کی یا یوسف کے قمیص کی ہے پس اس خیال پر قرآن مجید میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ
وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن شَاءَ اللَّهُ
آمِنِينَ (١٠٠) وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ
وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا
تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ قَدْ
جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا وَقَدْ أَحْسَنَ بِي
إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم
مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ
بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ
لِّمَا يَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (١٠١)
رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي
مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (١٠٢)
ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ
وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ
وَهُمْ يَمْكُرُونَ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ
حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ (١٠٣) وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ
مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ (١٠٤)
وَكَأَيِّن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ
عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ (١٠٥)

پھر جب (یعنی یعقوب مع تمام خاندان کے) داخل ہوئے یوسف
کے پاس تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور
کہا داخل ہو مصر میں اگر خدا کی رضی ہو امن امان سے (١٠٠)
اور اس نے چڑھا لیا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور وہ سب
جھک پڑے سجدہ کرتے ہوئے اور یوسف نے کہا اے میرے باپ
یہی تعبیر ہے میرے پہلے والے خواب کی بیشک اس کو کیا میرے
پروردگار نے سچ اور بیشک بہت احسان کیا مجھ پر جب کہ
نکالا مجھ کو قید خانہ سے اور تم کو لے آیا جنگل بیابان سے بعد
اس کے کہ جھگڑا ڈالا شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں
بیشک میرا پروردگار ہی جاننے والا ہے حکمت والا (١٠١)
اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو دیا ہے ملک اور تو نے مجھ کو
سکھایا ہے علم حوادث عالم کے تاویل کا[1] پیدا کرنے والا ہے
آسمانوں کا اور زمین کا تو ہی میرا مربی ہے دنیا و آخرت میں
مجھ کو مسلمان مار اور ملا مجھ کو نیکوں کے ساتھ (١٠٢)
اے محمد یہ ہیں خبریں غیب کی ہم وحی بھیجتے ہیں اس کی تیرے
پاس اور تو نہ تھا ان کے پاس جب ان سب نے ٹھان لیا
اپنا کام اور وہ مکر کرتے تھے اور نہیں ہیں اکثر آدمی ـ
گو کہ تو حرص کرے ایمان لانے والے (١٠٣) اور تو ان سے
نہیں مانگتا اس پر کچھ بدلا وہ نہیں ہے مگر نصیحت عالم کے
لئے (١٠٤) اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین
میں ان پر گذرتے ہیں اور وہ ان سے منہ پھیرنے والے ہیں (١٠٥)

بھی دینے کے معنی قرار دیدئے ـ یہ قصہ تفسیر کبیر میں بھی مندرج ہے مگر افسوس ہے کہ ہم اس پر یقین نہیں کر سکتے ـ جو اپنا کرتا کہ انہوں نے بھیجا تھا بلا شبہ وہ ایک شامہ کرتا ہوگا اور صرف بطور نشانی کے بھیجا تھا کوئی اور عجیب بات اس کرتے میں نہ تھی بجز اس کے کہ اس سے

[1] الحوادث جمع حدیث والحدیث ہو الحادث وتاویلہا مآلہا ومآل الحوادث الی قدرۃ اللہ تعالیٰ وتکوینہ وحکمتہ والمراد من تاویل الاحادیث کیفیۃ الاستدلال باصناف الروحانیۃ والجسمانیۃ علی قدرۃ اللہ تعالیٰ وحکمتہ وجلالہ (تفسیر کبیر تحت آیت ٧) ۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ
إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۶﴾
أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ
مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ
السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۰۷﴾
قُلْ هٰذِهٖ سَبِيلِيْ أَدْعُوا إِلَى اللّٰهِ
عَلٰى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ
وَسُبْحَانَ اللّٰهِ
وَمَا أَنَا
مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰۸﴾
وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
إِلَّا رِجَالًا نُوحِيْ إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ
الْقُرٰى أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ
فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ
خَيْرٌ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا أَفَلَا
تَعْقِلُونَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰى إِذَا اسْتَيْأَسَ
الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا
جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَشَاءُ
وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ
الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۱۰﴾

اور ایمان نہیں لاتے اُن میں کے اکثر اللہ پر مگر اس حال میں کہ وہ
شریک کرنے والے ہیں ﴿۱۰۶﴾ کیا وہ نڈر ہو گئے اس بات
سے کہ اُن پر گھٹا ٹوپ آوے عذاب اللہ کا یا آجاوے
اُن پر قیامت ناگہاں اور وہ نہ جانتے ہوں ﴿۱۰۷﴾
کہدے (اے محمد) یہی میری راہ ہے میں تم کو بلاتا ہوں
خدا کی طرف سمجھ کے ساتھ ۔ میں اور جنہوں نے میری تابعداری
کی ہے (یعنی میں بھی سمجھ یا دلیل کے ساتھ خدا کی طرف بلاتا
ہوں اور جنہوں نے میری تابعداری کی ہے وہ بھی سمجھ یا دلیل
کے ساتھ خدا کی طرف بلاتے ہیں) اور پاک ہے اللہ
اور ہم نہیں ہیں (خدا کے ساتھ کسی کو) شریک کرنے
والوں میں سے ﴿۱۰۸﴾ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے
مگر آدمیوں کو ۔ ہم اُن کے پاس وحی بھیجتے تھے بستیوں
کے رہنے والوں میں سے پھر کیا وہ نہیں پھرے زمین
(یعنی ملک) میں تاکہ دیکھتے کہ کس طرح ہوا انجام
اُن لوگوں کا جو اُن سے پہلے تھے اور بیشک آخرت کا
گھر بہتر ہے اُن کے لئے جو ڈرتے ہیں پھر کیا تم نہیں
ڈرتے ﴿۱۰۹﴾ یہاں تک کہ جب ناامید ہو گئے رسول
اور اُن لوگوں نے گمان کیا کہ اُن کے (یعنی رسولوں
کی) طرف سے جھوٹ بولا گیا تو آئی اُن کے پاس
ہماری مدد پھر بچائے گئے وہ جن کو ہم نے چاہا اور
نہیں پھیرا جاتا ہمارا عذاب گنہگار قوم سے ﴿۱۱۰﴾

حضرت یعقوب کو پورا یقین اور اُن کے دل کو تسلی ہو جاوے کہ یوسف زندہ ہے اور ایسے
عالی درجہ پر خدا نے اُس کو پہنچا دیا ہے ۔

(لقد کان فی قصصہم عبرۃ) اب ہم کو غور کرنی چاہیئے کہ اس قصہ میں عبرت پکڑنے
کی کیا چیزیں ہیں ۔ مفسرین نے جو کچھ لکھا ہو لکھا ہو مگر چند باتیں بلاشبہ اس میں نہایت عبرت
پکڑنے کی ہیں ۔

سب سے اول حضرت یوسف کی پاکدامنی ہے ۔ حضرت یوسف جوان تھے اور انسان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ	بیشک تھی ان کے قصے میں نصیحت سمجھ والوں کے لئے

کا نفس امارہ جوانی کے زمانہ میں ادنےٰ سی بات میں پاکدامنی سے ڈگمگا دیتا ہے۔ حضرت یوسف کو اُس ڈگمگا دینے کی اس قدر زیادہ ترغیبیں تھیں جو بہت کم کسی انسان کو ہو سکتی ہیں۔ عزیز مصر کی عورت جو ایک بادشاہ کی بیگم ہونے کا درجہ رکھتی تھی اُس کی خواستگار تھی۔ وہ خود بھی جوان اور خوبصورت تھی دنیا کی تمام نعمتیں یوسف کو دینے پر موجود تھی۔ وہ اور یوسف ایک محل میں رہتے تھے جب چاہیں تنہائی میں مل سکتے تھے متعدد دفعہ وہ عورت اس طرح پیش آئی کہ اُس حالت میں ایک جوان مرد کا ایک جوان عورت کی خواہش کا نہ پورا کرنا اگر نا ممکن نہیں تو حد سے زیادہ مشکل ہے اور باوجود ان باتوں کے حضرت یوسف کا صرف خدا کے ڈر سے اور اس احسانمندی کی وجہ سے کہ اُس کے شوہر نے مجھے خریدا ہے اور پرورش کیا ہے اور اپنے گھر میں رکھا ہے میں کیونکر اُس کی خیانت کر سکتا ہوں پاکدامن رہنا بے انتہا غور کرنے اور نصیحت پکڑنے کے قابل ہے۔ اُدھر خدا کا خوف اور خدا کے احکام کی اطاعت نصیحت دیتی ہے اور اُدھر محسن کے احسان کو کبھی نہ بھولنا اور قدرتی جذبات انسانی پر بھی احسانمندی کو غالب رکھنا انسانوں کے واسطے بہت بڑی نصیحت ہے +

جب عزیز مصر کی عورت نے کہا کہ اگر تو میری بات نہ مانے گا تو میں تجھ کو قید خانہ میں بھیجدونگی اور ذلیل کردونگی تو یوسف نے اُس مصیبت اور دقت کو گوارا کر کے کس سچے دل اور خلوص نیت سے کہا کہ اے میرے پروردگار قید خانہ مجھ کو بہت پیارا ہے اُس بات سے جو وہ مجھ سے چاہتی ہے۔ یہ قول حضرت یوسف کا کس قدر دل میں اثر کرنے والا اور عبرت اور نصیحت دینے والا ہے +

باپ سے کم سنی میں مفارقت، بھائیوں کا ظلم، اندھے کنوئیں میں ڈالے جانے کی مصیبت بطور غلام کے پکڑے اور بیچے جانے کی ذلت اور پھر عیش و آرام میں آ کر قید خانہ میں ڈالے جانے کی ذلت و مصیبت سب کو صبر سے سہنا اور ہر حالت میں خدا کی مرضی پر راضی رہنا کبھی اُس کی شکایت نہ کرنا کیا انسانوں کے لئے عمدہ سے عمدہ نصیحت نہیں ہے +

اُس کے بعد جب یوسف بادشاہت کے درجہ پر پہنچ گئے اور بھائیوں پر بخوبی قابو پایا تو ان کے تمام ظلموں کو جو اُن کے ہاتھ سے سہے تھے اور اُن کی تمام بُرائیوں اور بدسلوکیوں کو یک لخت بھلا دینا اور نہایت اخلاق و محبت سے اُن کے ساتھ پیش آنا اور نہایت مصیبت کے وقت پے در پے اور طرح بطرح سے اُن کے ساتھ سلوک کرنا دنیا میں اُن کی خطاؤں سے درگذر کرنا اور عاقبت میں اُن کے گناہوں کی معافی چاہنا کیا انسانوں کے لئے اپنے اخلاق درست کرنے کے لئے کچھ کم نصیحت ہے +

ماں باپ کی خدمت اور تعظیم و ادب جو عین بادشاہت کے درجہ پر پہنچ کر حضرت یوسف نے ادا کیا ہمارے لئے کیسی عمدہ نصیحت ہے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۱۱۱)	اور نہیں تھی بات جھوٹ بنائی ہوئی ولیکن سچا کرنے والی ہے اُس چیز کی جو سامنے ہے اور تفصیل ہے ہر چیز کی اور ہدایت ہے اور رحمت ہے ایمان لانے والی قوم کے لئے (۱۱۱)

حضرت یوسف کے بھائیوں نے جو بدسلوکی اپنے بھائی اور اپنے بڈھے باپ کے ساتھ کی اور آخرکار اُس سے نادم اور پشیمان ہوئے کیا بہتر لئے لیسے یا اُس کی مانند کاموں سے بچنے کے لئے عمدہ نصیحت نہیں ہے ✚

حضرت یعقوب کو اس واقعہ سے جو رنج پہنچا اور زمانہ دراز تک اُس رنج و مصیبت میں مبتلا رہے مگر ہر حال میں خدا ہی کو یاد رکھا اُسی سے کہا جو کچھ کہا اُسی سے توقع رکھی جو توقع رکھی اور اگر کوئی لفظ زبان سے نکلا تو یہی نکلا کہ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ ۔ تو کیا ان کی یہ حالت ہم کو خدا کی مرضی پر راضی اور احسان کا شکر ادا کرنے اور اس کے رحم کے ہر حالت میں متوقع رہنے کے لئے کیسی کچھ نہایت مؤثر نصیحت نہیں ہے ✚

پھر اس چھوٹی سورۃ اور مختصر الفاظ میں ان واقعات کو ایسی عمدگی سے بیان کیا ہے کہ لفظوں پر غور کرنے سے ہر ایک بات کی تفصیل اور جزئیات اور انسانی جذبات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے بندھ جاتا ہے اور وہ واقعات دل میں اثر کرتے ہیں اور خدا کے اس فرمانے پر کہ ۔ ما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شئ وھدی ورحمۃ لقوم یومنون ۔ دل سے ایمان آجاتا ہے ✚

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سُوْرَةُ الرَّعْدِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ
وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ
الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾
اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ
تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾
وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ
فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا وَمِنْ
كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ
اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾
وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ
جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّ
نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى
بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ
فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ
قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا
لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۵﴾ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ
وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ
وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ﴿۶﴾

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
المر - یہ ہیں آیتیں کتاب (یعنی قرآن) کی اور وہ جو
بھیجی گئی ہے تیرے پاس تیرے پروردگار سے ٹھیک
ولیکن اکثر آدمی ایمان نہیں لاتے ﴿۱﴾ اللہ وہ ہے جس نے
بلند کیا آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے کہ تم اُن کو دیکھ
(فی تفسیر ابن عباس یقال بعمد لا ترونہا) پھر قائم ہوا
عرش پر اور حکم کے تابع کیا سورج کو اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے
میعاد معین تک - تدبیر کرتا ہے کام کی اور تفصیل کرتا ہے
نشانیوں کی تاکہ تم اپنے پروردگار کے ملنے پر یقین کرو ﴿۲﴾
وہ وہی ہے جس نے پھیلایا زمین کو اور پیدا کیا اس میں پہاڑوں
اور نہروں کو اور ہر قسم کے پھلوں کو - پیدا کیا اس میں جوڑا
جوڑا ڈھانک دیتا ہے رات سے دن کو اس میں نشانیاں
ہیں اُن لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں ﴿۳﴾ اور زمین میں کے
ٹکڑے ایک دوسرے کے پاس پاس ہیں اور انگوروں کے باغ
اور کھیتی اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے پھوٹے ہوئے
اور الگ الگ اُگے ہوئے یہ سب سینچے جاتے ہیں ایک ہی پانی سے
اور فضیلت دیتے ہیں ہم اُن میں سے ایک کو دوسرے پر مزہ میں
بیشک اس میں ہیں البتہ نشانیاں اُن لوگوں کے لئے
جو سمجھتے ہیں ﴿۴﴾ اور اگر تو تعجب کرے (اُن کی باتوں
میں) تو عجیب ہے اُن کا کہنا کہ کیا جب ہم مٹی ہو جاویں گے
تو کیا پھر ہم نئی پیدائش میں ہوں گے ﴿۵﴾ یہی وہ لوگ
ہیں جو منکر ہوئے اپنے پروردگار کے اور یہی لوگ
ہیں کہ طوق ہوں گے اُن کی گردنوں میں اور
یہی لوگ ہیں آگ میں پڑنے والے وہ اسی میں
ہمیشہ رہیں گے ﴿۶﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ
وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ
وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ
عَلٰى ظُلْمِهِمْ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ
الْعِقَابِ ﴿۷﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ
اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ
هَادٍ ﴿۸﴾ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ
كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ
وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ
بِمِقْدَارٍ ﴿۹﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۱۰﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ
مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ
مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ
بِالنَّهَارِ ﴿۱۱﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ
يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ
اَمْرِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ
حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاِذَآ اَرَادَ
اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ
وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۲﴾ هُوَ
الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّ
يُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۳﴾ وَيُسَبِّحُ
الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ
وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ
وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۴﴾
لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا
يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ لِيَبْلُغَ

اور جلدی چاہتے ہیں تجھ سے بُرائی پہلے بھلائی سے اور بیشک
ہو چکی ہیں اُن سے پہلے سزائیں اور بیشک تیرا پروردگار بخشش
والا ہے انسان کے لئے باوجود ان کے ظلم کے، اور بیشک تیرا
پروردگار سخت عذاب دینے والا ہے ﴿۷﴾ اور کہتے ہیں جو
کافر ہوئے کیوں نہیں بھیجی گئی اُس پر کوئی نشانی اُس کے پروردگار
سے بات یہ ہے کہ تو ڈرانے والا ہے (یعنی قیامت کے عذاب سے)
اور ہر قوم کے لئے ہدایت کرنے والا ہے ﴿۸﴾ اللہ جانتا ہے
جو کچھ کہ اُٹھاتی ہے (یعنی اپنے رحم میں) ہر ایک عورت اور جو
کچھ کہ گھٹا دیتے ہیں رحم اور جو کچھ کہ بڑھا لیتے ہیں (یعنی مدت
حمل میں) اور ہر ایک چیز اُس کے پاس اندازہ پر ہے ﴿۹﴾
جاننے والا ہے چھپی اور کھلی کا بڑا بلند مرتبہ کا ﴿۱۰﴾
برابر ہے کہ تم میں جو کوئی چھپا کے بات کہے یا اُس کو پکار کر کہے
اور جو شخص کہ وہ رات میں چھپنے والا ہے یا دن میں رستہ چلنے
والا ہے ﴿۱۱﴾ پے در پے ہیں اُس کے لئے (یعنی محافظ) اُس
کے آگے اور اُس کے پیچھے اُس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ کے
حکم سے۔ بیشک اللہ نہیں بدلتا اُس چیز کو جو ان کے دلوں
میں ہے اور جب ارادہ کرتا ہے اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا پھر
اُس کے لئے کوئی پھیرنے والا نہیں ہے۔ اور کوئی اُن کے لئے
نہیں ہے سوا اُس کے (یعنی خدا کے) حمایت کرنے والا
ہے ﴿۱۲﴾ وہ وہ ہے جو دکھاتا ہے تم کو بجلی ڈرانے کو اور امید
کرنے کو اور اُٹھاتا ہے بھاری بادل ﴿۱۳﴾ اور تسبیح کرتی ہے
گرج ساتھ اُس کی تعریف کے اور فرشتے اُس کے (یعنی خدا کے
ڈر سے) اور بھیجتا ہے بجلی کے شعلے پھر اُن کو پہنچا دیتا ہے
جس کو چاہتا ہے اور وہ جھگڑتے ہیں خدا کی قدرت میں اور وہ
سخت عذاب والا ہے ﴿۱۴﴾ اسی کے لئے ہے سچا پکارنا اور جو لوگ
پکارتے ہیں اُس کے سوا اوروں کو نہیں کچھ بھی وہ ان کو جواب
دیتے مگر اُن کی مثال مثل جیسے کہ پانی کی طرف پھیلانے والا اپنے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ
اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (١٥) وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا
وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ
وَالْاٰصَالِ (١٦) قُلْ مَنْ رَّبُّ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ
قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ
لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا
ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ
الْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ
النُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا
كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ
اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ
الْقَهَّارُ (١٧) اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ
السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ
عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ
زَبَدٌ مِّثْلُهٗ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ
وَالْبَاطِلَ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا
مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذٰلِكَ
يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا
لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ
لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ
مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ
وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ
الْمِهَادُ (١٨)

کہ آپہنچے پانی اُس کے مُنہ میں اور وہ اُس میں پہنچنے والا نہیں
اور نہیں ہے پکارنا کافروں کا بجز گمراہی کے (١٥) اور خدا ہی
کے واسطے سجدہ کرتے ہیں جو ہیں آسمانوں میں اور زمین میں
خوشی سے اور ناخوشی سے اور اُن کی پرچھائیاں صبح کو اور
شام کو (١٦) کہدے (اے پیغمبر) کون ہے پروردگار آسمانوں
کا اور زمین کا ۔ کہدے کہ اللہ ۔ کہدے پھر کیا تم پکڑتے ہو اُس کے
سوا حمایتی وہ اختیار نہیں رکھتے خود اپنے لئے نفع کا نہ ضرر کا ۔
کہدے کیا برابر ہے اندھا اور دیکھنے والا یا کیا برابر ہے اندھیرا
اور اُجالا ۔ کیا اُنہوں نے ٹھیرا لئے ہیں خدا کے لئے شریک کہ اُنہوں نے
پیدا کیا ہو مانند اُس کے (یعنی خدا کے پیدا کرنے کے) پھر مشتبہ
ہو گئی ہے اُن پر پیدائش ۔ کہدے اللہ پیدا کرنے والا ہر چیز کا
ہے وہی یگانہ زبردست ہے (١٧) برسایا آسمان سے پانی پھر بہ
نکلیں ندیاں اپنے اندازہ کے موافق پھر اُٹھایا رو نے جھاگ
اُوپر ہی اُوپر اور اُس چیز میں جس کو ڈالتے ہیں آگ میں گہنا
یا اور اسباب بنانے کے لئے جھاگ (یعنی کیٹ) ہے مثل اُس کی
اسی طرح اللہ بیان کر دیتا ہے حق اور باطل کو ۔ پھر جو جھاگ
ہے سو جاتا رہتا ہے نکما ہو کر ۔ اور جو کہ وہ چیز ہے جو نفع
دیتی ہے آدمیوں کو ٹھیرتی ہے زمین میں اسی طرح بیان
کرتا ہے اللہ مثالوں کو ۔ اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے قبول کیا ہے
اپنے پروردگار کو (یعنی اُس کی توحید کو) اچھائی اور جن لوگوں
نے نہیں قبول کیا اُس کو (یعنی توحید کو) اگر ہو اُن کے لئے
جو کچھ کہ زمین میں ہے سب کا سب اور اسی کی مانند اُس کے
ساتھ البتہ بدلا دیں ساتھ اُس کے (یعنی ایسا
ہونا غیر ممکن تو بدلا دینا بھی غیر ممکن ہے)
وہی لوگ ہیں کہ اُن کے لئے ہے بُرائی
حساب کی ۔ اور اُن کی جگہ جہنم ہے اور بُری جگہ
ہے (١٨)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ
رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ إِنَّمَا
يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ
يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ
الْمِيثَاقَ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ
بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ
سُوءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ
وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا
مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَ
يَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ
عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ
يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَ
أَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ
عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ
عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾ وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ
عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ
مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ
فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ
سُوءُ الدَّارِ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ
وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ
مَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ
إِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ
كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ
مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ
مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ
أَنَابَ ﴿٢٧﴾

کیا پھر وہ شخص جو جانتا ہے کہ یہ جو بھیجا گیا ہے تیری طرف تیرے
پروردگار سے سچ ہے اُس شخص کی مانند ہو کہ وہ اندھا ہے۔
بات صرف اتنی ہی ہے کہ نصیحت پکڑتے ہیں عقل والے ﴿۱۹﴾
وہ جو پورا کرتے ہیں اللہ کے عہد کو اور نہیں توڑتے عہد کو ﴿۲۰﴾
اور وہ جو ملاتے ہیں اس کو جس کے لئے اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ ملائے
جاویں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور ڈرتے ہیں بُرے
حساب سے ﴿۲۱﴾ اور جن لوگوں نے صبر کیا اپنے پروردگار کی خوشی
(یعنی خاص اُسی کی چاہت سے) اور قائم رکھا نماز کو اور
خرچ کیا اُس میں سے جو ہم نے اُن کو روزی دی ہے چھپا کر یا
ظاہر کر کر اور دور کرتے ہیں اچھی بات سے بُری بات کو
وہی لوگ ہیں جن کے لئے ہے پچھلا گھر یعنی اُس کی بھلائیاں ﴿۲۲﴾
بہشتیں ہیں ہمیشہ رہنے کی اُس میں وہ جاویں گے اور وہ جو اچھے
ہیں اُن کے باپ دادوں اور اُن کی جوروؤں اور اُن کی اولاد
میں اور فرشتے آویں گے اُن کے پاس ہر دروازے سے ﴿۲۳﴾
(کہتے ہوئے کہ) سلامتی ہو تم پر اس لئے کہ تم نے صبر کیا اور
یہ اچھا ہے پچھلا گھر ﴿۲۴﴾ اور وہ جو توڑتے ہیں اللہ کا عہد
اُس کے مضبوط کرنے کے بعد اور کاٹتے ہیں اُس کو جس کے لئے
اللہ نے حکم دیا ہے کہ ملایا جاوے اور فساد کرتے ہیں ملک میں
ایسے لوگوں کے لئے لعنت ہے اور اُن کے لئے بُرا گھر ہے ﴿۲۵﴾
اللہ فراخ کرتا ہے روزی کو جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا
ہے۔ اور وہ خوش ہیں دنیا کی زندگی سے اور نہیں ہے دنیا
کی زندگی آخرت (کے مقابلہ میں) مگر بہت تھوڑی
چیز ﴿۲۶﴾ اور کہتے ہیں وہ جو کافر ہوئے کیوں
نہیں بھیجی گئی اُس پر کوئی نشانی اُس کے پروردگار
کے پاس سے کہدے کہ بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے
جس کو چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے اپنی طرف اُس کو
جو رجوع کرتا ہے ﴿۲۷﴾

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم
بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ
وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٨﴾ كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ
فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَا أُمَمٌ
لِّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ
وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ قُلْ هُوَ
رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
وَإِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا
سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ
الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ
بَل لِّلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا أَفَلَمْ
يَيْأَسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ
اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ﴿٣٠﴾ وَلَا يَزَالُ
الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا
قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ
حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ
الْمِيعَادَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ
مِّن قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا
ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾ أَفَمَنْ
هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ
وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ
أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ
أَم بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ
كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ
وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ
هَادٍ ﴿٣٣﴾

جو ایمان لائے اور تسلی ہوتی ہے اُن کے دلوں کو اللہ کی یاد سے
(سن رکھو) اللہ کی یاد سے تسلی پاتے ہیں دل۔ جو ایمان لائے اور اچھے
کام کئے خوشحالی ہے اُن کے لئے اور اچھی ہی جگہ پھر
جانے کی ﴿۲۸﴾ اسی طرح ہم نے تجھ کو بھیجا ہے ایک گروہ
میں کہ گذر چکی ہیں جس سے پہلے بہت سی گروہیں تاکہ تو اُن کو
پڑھ سنا دے جو کچھ وحی بھیجی ہے ہم نے تیرے پاس اور
وہ کفر کرتے ہیں بڑے رحم کرنے والے (یعنی خدا) کے ساتھ
کہدے وہی میرا پروردگار ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ اسی
پر میں نے توکل کیا اور اسی کی طرف ہے میرا رجوع ﴿۲۹﴾
اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس سے پہاڑ اڑائے جاتے
یا اس سے زمین پھاڑی جاتی یا اس سے مُردے بلائے جاتے
(تو بھی وہ ایمان نہ لاتے) بلکہ خدا کے لئے ہے تمام کام کیا
سب کیا پھر نہیں جانتے جو ایمان لائے ہیں کہ خدا چاہتا تو بیشک
ہدایت کرتا لوگوں کو سب کو ﴿۳۰﴾ اور ہمیشہ ہوگا ان لوگوں
کو جو کافر ہوئے پہنچے گا اُن کو اُس سبب سے جو انہوں نے
کیا ہے کچھ کھڑکا دینے والا عذاب یا آجاوے گا اُن کے گھروں کے
پاس جب تک کہ آوے وعدہ اللہ کا بیشک اللہ نہیں خلاف
کرتا وعدہ کو ﴿۳۱﴾ اور البتہ بیشک ٹھٹھا کیا گیا ہے رسولوں
سے تجھ سے پہلے پھر میں نے سست دی اُن کو جو کافر ہوئے
پھر ہم نے اُن کو پکڑا پھر کیسا تھا ہمارا عذاب ﴿۳۲﴾ کیا پھر
وہ جو کھڑا ہے ہر ایک جان پر (جانتے ہوئے) اس کو جو وہ کماتے
ہیں، وہ کرتے ہیں اللہ کے لئے شریک کہدے (اے پیغمبر) کہ نام تو لو
ان کے (یعنی ان کی صفات جیسے ذات کی ہیں علم خالق وغیرہ)
یا اس کو بتاتے ہو جس کو وہ نہیں جانتا زمین میں یا ظاہری
باتوں ہی سے۔ بلکہ بنا دیا ہے ان لوگوں کے لئے جو کافر ہوئے
اُن کا مکر اور روکے گئے ہیں رستہ سے اور جس کو گمراہ کرے
اللہ پھر نہیں اس کے لئے راہ بتانے والا ﴿۳۳﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ
لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِّنَ
اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ
وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى
الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ
النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ
الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ قُلْ اِنَّمَآ
اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ
بِهٖ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا
عَرَبِيًّا وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ
بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ
مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ
وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا
مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا
وَّذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ
بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾
يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ
وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا
نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ
نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا
الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي
الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا
وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ وَهُوَ
سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾

اُن کے لئے ہے عذاب دُنیا کی زندگی میں اور بیشک عذاب
آخرت کا زیادہ سخت ہے اور کوئی نہیں اُن کے لئے اللہ سے
بچانے والا ﴿۳۴﴾ مثال بہشت کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے
پرہیزگاروں سے (یہ ہے کہ) بہتی ہیں اُس کے نیچے نہریں
اُس کے میوے ہمیشہ ہیں اور اُس کی چھاؤں۔ یہ ہے آخری چیز
اُن کی جو پرہیزگار ہوئے اور آخری چیز اُن کی جو کافر ہوئے
آگ ہے ﴿۳۵﴾ اور وہ لوگ جن کو ہم نے دی ہے کتاب خوش
ہوتے ہیں اُس سے جو اُتارا گیا ہے تیرے پاس اور اُن ہی میں سے
بعضے لوگ ہیں جو انکار کرتے ہیں اُس کتاب کی بعض آیتوں کا
کہدے اے پیغمبر کہ بات صرف اتنی ہے کہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ
عبادت کروں اللہ کی اور نہ شریک کروں اُس کے ساتھ
اُسی کی طرف بُلاتا ہوں اور اُسی کی طرف ہے میرا رجوع ﴿۳۶﴾
اور اسی طرح ہم نے اُتارا ہے ایک حکم عربی زبان کا اور اگر تو
تابعداری کرے اُن کی خواہشوں کی بعد اس کے کہ آ گیا ہے
تجھ کو علم تو نہیں ہے تیرے لئے اللہ سے کوئی حمایت
کرنے والا اور نہ بچانے والا ﴿۳۷﴾ اور بیشک ہم نے بھیجے
رسول تجھ سے پہلے اور کر دیں ہم نے اُن کے لئے جوروئیں
بچے اور یہ نہیں ہے رسول کے لئے کہ لاوے کوئی نشانی
مگر اللہ کے حکم سے ہر ایک کا وقت لکھا ہوا ہے ﴿۳۸﴾
مٹا دیتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور قائم رکھتا ہے اور اُسی کے
پاس ہے اصل کتابوں کی ﴿۳۹﴾ اور اگر ہم تجھ کو دکھا دیں
بعضی وہ چیزیں جن کا ہم اُن سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم تجھ کو
موت دیں (یعنی بغیر اُن کے دکھائے) تو دونوں حالتوں میں بات صرف اتنی ہے
کہ تجھ پر تو پہنچا دینا ہے اور ہم پر حساب لینا ہے ﴿۴۰﴾ کیا انہوں نے نہیں دیکھا
کہ ہم گھٹاتے چلے آتے ہیں زمین کو (یعنی کفر کی) اُس کے کناروں سے (یعنی
بسبب اسلام کے اُن قوموں کی جو مسلمان ہوتی ہیں) اور اللہ حکم
کرتا ہے نہیں کوئی پیچھے ڈالنے والا اُس کے حکم کا اور وہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿۴۱﴾

۱؎ اس آیت کی تفسیر سورۂ نحل میں ہو آیت و اذا بدلنا آیۃ میں کی گئی ہے۔ (احمد یار محمد)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ
جَمِيْعًا يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ وَسَيَعْلَمُ
الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾
وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ
مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ
بَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

اور بیشک مکر کیا انھوں نے جو ان سے پہلے تھے پھر اللہ
کے پاس ہے مکر سب کا۔ جانتا ہے جو کماتا ہے (بھلائی
یا برائی) ہر ایک شخص اور جلد جان لینگے کافر کس کے
لئے ہے پچھلا گھر ﴿۴۲﴾ اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے
تو نہیں ہے بھیجا ہوا کہدے کہ کافی ہے اللہ گواہ میرے
اور تم میں اور وہ جس کے پاس ہے علم کتاب کا ﴿۴۳﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سُورَۃُ اِبْرَاهِیْمَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ
مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ
اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۱﴾
اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ
عَذَابٍ شَدِيْدِ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اُولٰٓئِكَ
فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ
اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ
مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى
بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ
اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ
صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۵﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى
لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ
سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ
وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ
بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۶﴾ وَاِذْ
تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ
لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ
لَشَدِيْدٌ ﴿۷﴾

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
الٓر۔ یہ کتاب ہے ہم نے اُس کو اُتارا ہے تیرے پاس تاکہ
تو نکالے لوگوں کو اندھیرے سے روشنی کی طرف اپنے
پروردگار کے حکم سے رستہ پر زبردست عزت والے تعریف کئے
گئے کے ﴿۱﴾ اللہ وہ ہے جس کے لئے ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں
میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں خرابی ہے کافروں کے لئے
سخت عذاب سے ﴿۲﴾ جنہوں نے قبول کی ہے دنیا کی
زندگی آخرت پر اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور چاہتے
ہیں اُس میں کجی وہ ہیں بڑے درجہ کی گمراہی میں ﴿۳﴾
اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسی کی قوم کی زبان میں
تاکہ اُن کو سمجھائے پھر گمراہ کرتا ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اور
ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ بہت بڑی عزت والا
حکمت والا ﴿۴﴾ اور ہاں بیشک ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی
نشانیوں کے ساتھ کہ نکال اپنی قوم کو اندھیرے سے روشنی کی
طرف اور نصیحت کر خدا کے دنوں سے (یعنی اُن دنوں سے
جن میں خدا کی رحمت یا خدا کا غضب لوگوں پر نازل ہوا ہے)
بیشک اس میں ہیں نشانیاں ہر صبر کرنے والے شکر کرنے
والے کے لئے ﴿۵﴾ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ
یاد کرو اللہ کی نعمت اپنے پر۔ جب نجات دی تم کو فرعون کے لوگوں
سے تم کو دیتے تھے برا عذاب ذبح کر ڈالتے تھے تمہارے بیٹے اور
زندہ رکھتے تھے تمہاری عورتیں اور اس میں آزمائش تھی تمہارے
پروردگار سے بہت بڑی ﴿۶﴾ اور جب خبردار
کر دیا تمہارے پروردگار نے کہ اگر تم شکر کرو گے تو
البتہ زیادہ دوں گا تم کو اور اگر تم کفر کرو گے تو بیشک میرا عذاب
البتہ سخت ہے ﴿۷﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالَ مُوسَىٰ إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن
فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٨﴾
أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ قَوْمِ
نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ﴿٩﴾ وَالَّذِينَ مِن بَعْدِهِمْ
لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم
بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ
وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ وَإِنَّا لَفِي
شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿١٠﴾
قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ
لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ
إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ﴿١١﴾ قَالُوا إِنْ أَنتُمْ
إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ
مُّبِينٍ ﴿١٢﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ
إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ
يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ
وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ ﴿١٣﴾
إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٤﴾ وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ
عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ
عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا
لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا
أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا فَأَوْحَىٰ
إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ
الظَّالِمِينَ ﴿١٦﴾

اور کہا موسیٰ نے اگر تم کافر ہو جاؤ تم اور جو زمین میں ہیں
سب کے سب تو بیشک اللہ بے پروا ہے تعریف کیا گیا ﴿٨﴾
کیا نہیں پہنچی تم کو خبر اُن کی جو تم سے پہلے تھے قوم نوح کی اور
عاد کی اور ثمود کی ﴿٩﴾ اور اُن کی جو ان کے بعد تھے
نہیں جانتا کوئی اُن کو سوا اللہ کے۔ آئے اُن کے پاس
اُن کے رسول دلیلیں لے کر پھر لوٹائے انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے
منہوں میں اور کہا بیشک ہم نہیں مانتے اس کو جس کے ساتھ
تم بھیجے گئے ہو اور بیشک ہم البتہ شک میں ہیں اس سے
جس کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو زیادہ شک کرنے والی ﴿١٠﴾
اُن کے رسولوں نے کہا کیا اللہ میں شک ہے۔ پیدا کرنے والا
آسمانوں اور زمین کا۔ تم کو بلاتا ہے تاکہ بخشے تمہارے لئے
تمہارے گناہ اور مہلت دے تم کو ایک مدتِ معین تک ﴿١١﴾
بولے کہ تم نہیں ہو مگر آدمی ہم سے۔ چاہتے ہو کہ روکو ہم
اُس سے کہ جو عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا پھر ہمارے
پاس اس کی کوئی صاف دلیل لاؤ ﴿١٢﴾ اُن کو رسولوں نے
کہا ہم نہیں ہیں مگر آدمی تم جیسے لیکن اللہ عنایت کرتا
ہے جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور ہمارے لئے
نہیں ہے کہ ہم لائیں تمہارے پاس کوئی دلیل (یعنی
معجزہ) ﴿١٣﴾ مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ پر چاہئے بھروسا
کریں ایمان والے ﴿١٤﴾ اور کیا ہے ہمارے لئے کہ ہم توکل
کریں اللہ پر اور بیشک اس نے ہم کو بتلائی ہیں ہمارے رستے۔
اور البتہ ہم صبر کریں گے اس پر جو ایذا دو تم ہم کو اور اللہ پر چاہئے
کہ بھروسا کریں بھروسا کرنے والے ﴿١٥﴾ اور کہا انہوں نے جو کافر
ہوئے اپنے رسولوں کو کہ البتہ ہم تم کو نکال دیں گے اپنے ملک
سے یا یہ کہ تم پھر آؤ ہمارے دین میں پھر وحی
بھیجی اللہ نے اُن کے پاس کہ البتہ ہم ہلاک
کریں گے ظالموں کو ﴿١٦﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ
ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ
وَعِيْدِ ﴿١٧﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ
عَنِيْدٍ ﴿١٨﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى
مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿١٩﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا
يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ
كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ
عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿٢٠﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ
اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ
لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ
ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿٢١﴾
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿٢٢﴾ وَّمَا ذٰلِكَ
عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿٢٣﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ
جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا
اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ
عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ﴿٢٤﴾
قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ
سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا
مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ
لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ
الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ
لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ﴿٢٦﴾ اِلَّآ اَنْ
دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ
وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ

اور البتہ تم کو ہم بسا دینگے ملک میں اُن کے بعد۔ یہ ملتا ہے
جو ڈرتا ہے میرے سامنے حاضر ہونے سے اور ڈرتا ہے میرے
عذاب سے ﴿١٧﴾ اور انہوں نے فتح چاہی اور برباد ہو گئے تمام
سرکش و عناد کرنے والے ﴿١٨﴾ اور اس کے بعد جہنم ہے اور پلایا
جاویگا پانی پیپ لہو سا ﴿١٩﴾ گھونٹ گھونٹ اُس کو لیگا اور
نہ ہو سکیگا کہ اُس کو حلق سے اتار سکے اور اُس کے پاس آویگی
موت ہر جگہ سے اور وہ مرتا نہ ہوگا اور اُس کے بعد عذاب
ہے سخت ﴿٢٠﴾ مثال اُن لوگوں کی جو کافر ہوئے اپنے رب سے
اُن کے اعمال راکھ کی مانند ہیں جس پر شدت سے ہوا چلی
جھکڑ کے دن میں۔ نہ قابو رکھینگے اپنی کمائی ہوئی میں سے
کسی چیز پر اور یہ ہے دور جا پڑنے کی گمراہی ﴿٢١﴾
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور
زمین کو ٹھیک ٹھیک اگر چاہے اٹھا لے تم کو اور لاوے
نئی خلقت ﴿٢٢﴾ اور یہ نہیں ہے اللہ پر کچھ مشکل ﴿٢٣﴾
اور حاضر ہونگے اللہ کے سامنے سب پھر کہینگے ضعیف
لوگ اُن سے جو تکبر کرتے تھے کہ بیشک ہم تمہارے
تابع تھے پھر کیا تم ہم سے ہٹا دینے والے ہو اللہ
کے عذاب سے کچھ بھی ﴿٢٤﴾ کہینگے کہ اگر اللہ ہم کو ہدایت
کرتا تو ہم تم کو ہدایت کرتے۔ برابر ہے ہم پر کہ ہم بیقراری کریں
یا ہم صبر کریں نہیں ہے ہمارے لئے کوئی مخلصی کی ﴿٢٥﴾
اور شیطان نے کہا جب فیصل ہو گیا کام بیشک اللہ نے
تم کو وعدہ دیا سچا وعدہ اور میں نے تم کو وعدہ دیا پھر میں نے
تم سے وعدہ خلاف کیا اور نہ تھا مجھ کو تم پر کچھ زور ﴿٢٦﴾
مگر یہ کہ میں نے تم کو بلایا یعنی اپنی تابعداری کرنے کو پھر تم نے
مجھ کو مان لیا پھر مجھ کو ملامت مت کرو اور ملامت
کرو اپنے آپ کو۔ اور میں نہیں تمہاری فریاد
کو پہنچنے والا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ
بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ
تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً
كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا
فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ
بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ
مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ
مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ
وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ
بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ
دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا
وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ
اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعُوْا
فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾
قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ
يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ
وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ۔ بیشک میں منکر ہوا اُس
سے کہ شریک کیا تم نے مجھ کو اس سے پہلے بیشک ظالم ہیں ان کے لئے
ہے عذاب دکھ دینے والا ﴿۲۲﴾ اور داخل ہوئے وہ لوگ
جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے جنت میں جنکے نیچے
نہریں ہمیشہ رہیں گے اُس میں اپنے پروردگار کے حکم سے اُن کی
دعا اُس جگہ آپس میں ملنے میں ہے سلام ﴿۲۳﴾ کیا تو نے
نہیں دیکھا کیونکر بتائی اللہ نے مثال ۔ اچھی بات اچھے
درخت کی مانند ہے اُس کی جڑ مضبوط ہے اور اُس کی
ٹہنیاں آسمان میں ہیں ﴿۲۴﴾ دیتا ہے اپنا میوہ ہر وقت
اپنے پروردگار کے حکم سے ۔ اور بتاتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کو
تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿۲۵﴾ اور مثال بُری بات کی جیسے درخت
کی مانند ہے کہ جو اکھاڑ لیا زمین کے اوپر سے اور اُس کو کچھ ٹھہراؤ
نہیں ہے ﴿۲۶﴾ مضبوط رکھتا ہے اللہ اُن لوگوں کو جو ایمان
لائے مضبوط بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ۔
اور بچلا دیتا ہے اللہ ظالموں کو اور کرتا ہے اللہ جو چاہتا
ہے ﴿۲۷﴾ کیا تو نے غور نہیں کیا اُن لوگوں کی طرف
جنہوں نے بدل دیا ہے اللہ کی نعمت کو کفر سے اور اتارا
اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں ﴿۲۸﴾ کہ جہنم ہے پہنچیں گے
وہاں اور بہت بُری ہے ٹھہرنے کی جگہ ﴿۲۹﴾ اور
ٹھہرایا اُنھوں نے اللہ کے لئے شریک تاکہ گمراہ کریں
اُس کے رستہ سے بہرہ فائدہ اُٹھا لو پھر بیشک تمہارا
جانا ہے آگ کی طرف ﴿۳۰﴾ کہدے اے پیغمبر اُن
لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور کہتے ہیں نماز کو اور دیتے
ہیں اُس میں سے جو ہم نے اُن کو روزی دی ہے چھپا کر
اور ظاہر کر کر اس سے پہلے کہ آوے وہ دن کہ نہ اُس میں بیچنا
ہے اور نہ دوستی ﴿۳۱﴾ اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں
کو اور زمین کو اور برسایا آسمان سے پانی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ
بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ
وَالنَّهَارَ وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ
وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا
إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ (۳۷)
وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا
الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن
نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ (۳۸) رَبِّ إِنَّهُنَّ
أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن
تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي
فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۳۹) رَّبَّنَا
إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ
غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ
الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ
فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي
إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ
لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (۴۰)
رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي
وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ
مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ
وَلَا فِي السَّمَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ
إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ
الدُّعَاءِ (۴۱)

پھر اُس سے نکالے میووں میں سے تمہارے لئے روزی اور تمہاری مرضی
کے مطابق کیا کشتی کو تاکہ چلے دریا میں تمہاری مرضی کے
موافق کیا نہروں کو۔ اور تمہاری مرضی کے موافق کیا
سورج اور چاند کو جو اپنا کام یکساں کرتے رہینگے اور تمہاری
مرضی کے موافق کیا رات کو اور دن کو۔ اور دیا تم کو سب
چیزوں سے کہ تم نے اُس کو مانگا اور اگر تم خدا کی نعمتوں کو
سب کو جمع کرو تو نہ کر سکو گے بیشک انسان البتہ ظالم ہے ناشکر
کرنے والا (۳۷) اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے پروردگار
کر دے اس قصبہ (یعنی مکہ) کو امن والا اور بچا رکھ مجھ کو اور میرے
بیٹوں کو اس سے کہ ہم پوجیں بتوں کو (۳۸) اے میرے پروردگار
بیشک انہوں نے گمراہ کیا بہتوں کو لوگوں میں سے پھر جس نے میری
پیروی کی تو بیشک وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی
تو پھر تو بخشنے والا ہے مہربان (یعنی ان کے گناہ کو بخش کر
سیدھے راہ پر لا) (۳۹) اے ہمارے پروردگار بیشک میں نے
بسایا ہے اپنی اولاد میں سے بن کھیتی کے میدان میں تیرے عزت
والے گھر کے پاس اے ہمارے پروردگار اس لئے کہ وہ قائم
رکھیں نماز (معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کی نسبت بامعہ وہ
بھٹتے جا کر خدا کا ذکر کرنا تھی جس کو اس زمانہ میں طواف کہتے
ہیں) پھر کر دے لوگوں میں سے چند دلوں کو کہ جھکیں ان
کی طرف اور روزی دے اُن کو پھلوں سے تاکہ شاید
وہ شکر کریں (۴۰) اے ہمارے پروردگار تو جانتا ہے جو
کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں اور نہیں
چھپی ہوئی ہے اللہ پر کوئی چیز بھی زمین میں کی اور
نہ آسمانوں میں کی۔ تمام شکر ہے اللہ
کے لئے جس نے بخشا مجھ کو بڑھاپے پر
اسمٰعیل کو اور اسحٰق کو بیشک میرا پروردگار
البتہ سننے والا ہے دعا کا (۴۱)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ
ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ
وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ
الْحِسَابُ (۴۲) وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا
عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ
لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ (۴۳)
مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ
لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ
وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ وَاَنْذِرِ
النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ (۴۴)
فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ
اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ (۴۵) نُّجِبْ
دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اَوَلَمْ
تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ
مِّنْ زَوَالٍ (۴۶) وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ
كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ
وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ
مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ
مِنْهُ الْجِبَالُ (۴۷) فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ
مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
ذُو انْتِقَامٍ (۴۸) يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ
غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا
لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۴۹)
وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ
يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ
فِي الْاَصْفَادِ (۵۰)

اے میرے پرودگار مجھ کو کر ہمیشہ ادا کرنے والا نماز کا اور
میری اولاد میں بھی اے ہمارے پرودگار اور قبول کر میری
دعا اے ہمارے پرودگار بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ
کو اور مسلمانوں کو جس دن قائم ہو حساب (۴۲) اور ہرگز مت
خیال کر اے مخاطب اللہ کو بے خبر اس چیز سے کہ کرتے
ہیں ظالم۔ بات صرف یہ ہے کہ ان کو پیچھے رکھتا ہے اس دن
کے لئے جس میں پتھرا جاوینگی آنکھیں (۴۳) دیکھتے ہوئے
اپنے سروں کو اوپر اٹھائے ہوئے نہ جھپکیگی ان کی طرف ان
کی پلک اور ان کے دل اُڑے جاتے ہیں اور ڈرا لوگوں کو
اس دن سے کہ آویگا ان کو عذاب (۴۴) پھر کہینگے وہ
لوگ جو ظالم ہوئے اے پرودگار اخیر کو رکھ ہم کو تھوڑی
مدت تک (۴۵) ہم قبول کریں تیرے بلانے کو اور ہم پیروی کریں
رسولوں کی (جواب ملیگا) کہ کیا تم قسم نہ کھاتے تھے
اس سے پہلے کہ نہیں تمہارے لئے کچھ زوال (۴۶) اور تم
رہتے تھے ان لوگوں کے رہنے کی جگہ میں جنہوں نے
ظلم کیا اپنے پر آپ اور ظاہر ہوا تم پر کہ کس طرح کیا ہم نے
اُن کے ساتھ اور بتائیں ہم نے مثالیں ۔ اور بیشک
انہوں نے مکر کیا تھا اپنا مکر اور اللہ کے پاس ہے اُن کا
مکر۔ اور نہ تھا اُن کا مکر کہ ٹل جاوے اُس سے پہاڑ
(یعنی ایسا نہ تھا کہ حق کو باطل کر دے) (۴۷) پھر ہرگز
خیال مت کر اللہ کو کہ خلاف کرنے والا ہے اپنے وعدہ
کو اپنے رسولوں کے ساتھ۔ بیشک اللہ زبردست ہے بدلا
لینے والا (۴۸) اُس دن کہ بدل جاویگی زمین اور طرح
اس زمین کے اور بدل جاوینگے آسمان اور حاضر ہونگے
سامنے اللہ واحد قہار کے (۴۹) اور تو دیکھیگا
گنہگاروں کو اُس دن جکڑی ہوئی زنجیروں
میں (۵۰)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٥١﴾ هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٥٢﴾

لباس اُن کے قطران کے ڈھانک لیگی اُن کے منہوں کو آگ تاکہ بدلا دے اللہ ہر ایک شخص کو جو اُس نے کمایا ہے بیشک اللہ جلد لینے والا ہے حساب کا (۵۱) یہ پہنچا دینا ہے لوگوں کو اور تاکہ وہ اُس سے ڈریں اور جان لیں کہ بات صرف یہ ہے کہ وہی ہے معبود اکیلا اور تاکہ نصیحت پکڑیں عقل والے (۵۲)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سُوْرَةُ الْحِجْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ (۱)
رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا
مُسْلِمِيْنَ (۲) ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا
وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (۳)
وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا
كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ (۴) مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ
اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ (۵)
وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ
الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (۶) لَوْ مَا تَاْتِيْنَا
بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۷)
مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا
اِذًا مُّنْظَرِيْنَ (۸) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا
الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۹)
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ
الْاَوَّلِيْنَ (۱۰) وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ
اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۱۱) كَذٰلِكَ
نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ (۱۲) لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ (۱۳) وَلَوْ
فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ
يَعْرُجُوْنَ (۱۴) لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ
اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (۱۵)
وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا
لِلنّٰظِرِيْنَ (۱۶)

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
الر - یہ ہیں آیتیں کتاب کی اور بیان کرنے والے قرآن
کی (۱) کسی نہ کسی وقت چاہیں گے وہ جو کافر ہوئے -
اگر ہم مسلمان ہوتے (تو کیا اچھا ہوتا) (۲) چھوڑ دے اُن کو
کھاویں اور نفع اُٹھاویں اور غفلت میں ڈالے اُن کو
دور دراز امید پھر وہ جلد جان لینگے (۳) اور ہم نے ہلاک
نہیں کیا کسی بستی کو مگر اُس کے لئے لکھا ہوا معلوم تھا (۴)
نہیں آگے بڑھ جاتی کوئی گروہ اپنے وقت سے اور نہ پیچھے
رہ جاتی ہے (۵) (کافروں نے) کہا اے وہ شخص جس پر اُتارا
گیا ہے ذکر (یعنی قرآن) - بیشک تو دیوانہ ہے (۶) کیوں
نہیں لاتا ہمارے پاس فرشتے اگر تو سچوں میں سے ہے (۷)
ہم نہیں اُتارتے فرشتے مگر ٹھیک وقت پر اور وہ اُس وقت نہ ہوتے
مہلت دئے گئے (۸) بیشک ہم نے اُتارا ہے ذکر (یعنی قرآن)
کو اور بیشک ہم اُس کے لئے البتہ حفاظت کرنے والے ہیں (۹)
اور البتہ ہم نے بھیجے تھے (پیغمبر) تجھ سے پہلے اگلے فرقوں
میں (۱۰) اور نہیں آیا تھا اُن کے پاس کوئی پیغمبر مگر وہ اُس کے
ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے (۱۱) اسی طرح ہم راہ دیتے ہیں ٹھٹھے کو
گنہگاروں کے دلوں میں (۱۲) وہ اُس پر ایمان نہیں لاتے اور
اسی طرح ہو چکا ہے طریقہ پہلوں کا (۱۳) اور اگر ہم اُن پر
کھولیں ایک دروازہ آسمان سے پھر وہ ہوں کہ اُس میں
چڑھ جاویں (۱۴) البتہ کہیں گے کہ اور کچھ نہیں بجز اس کے
کہ ہماری آنکھوں پر نظر بندی کی ہے بلکہ ہم ایک گروہ
ہیں جادو کئے ہوئے (۱۵) اور بیشک ہم نے پیدا کئے ہیں
آسمان میں برج اُن کو خوشنما کیا ہے دیکھنے والوں کے لئے (۱۶)

(۱۶) فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا. بروج صیغہ جمع کا ہے اور برج اس کا واحد ہے برج کے معنی اس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ (۱۷)
إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ
شِهَابٌ مُّبِيْنٌ (۱۸) وَالْأَرْضَ مَدَدْنٰهَا
وَأَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَأَنْۢبَتْنَا فِيْهَا
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ (۱۹)
وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ
لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ (۲۰) وَإِنْ مِّنْ
شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ
إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (۲۱) وَأَرْسَلْنَا
الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَأَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ أَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ (۲۲)

اور ہم نے اُن کو محفوظ رکھا ہے ہر ایک شیطان راندے گئے
سے (۱۷) مگر جس نے چرا لیا سننے کو یعنی کوئی بات معلوم
کر لی، تو پیچھے پڑتا ہے اُس کے شعلہ روشن (۱۸) اور
زمین کو ہم نے پھیلایا اور ہم نے ڈالے اُس میں پہاڑ اور
ہم نے اگائی اُس میں ہر ایک چیز موزوں (۱۹) اور ہم نے
پیدا کی تمہارے لئے اُس میں معیشتیں اور اُن کے لئے کہ تم نہیں ہو
اُس کو روزی دینے والے (۲۰) اور نہیں کوئی چیز مگر ہمارے
پاس اُس کے خزانے ہیں اور ہم اُس کو نہیں اتارتے مگر ایک اندازۂ
معلوم سے (۲۱) اور ہم نے بھیجا ہوا کو بوجھل کرنے والی
یعنی بادلوں کو پھر ہم نے برسایا آسمان سے مینہ پھر ہم نے
اُسے تم کو پلایا اور تم نہ تھے اُس کو خزانہ میں رکھنے والے (۲۲)

کے ہیں جو ظاہر اور سب سے ہم مثل چیزوں سے ممتاز ہو عمارت کا وہ حصہ جو ایک خاص صورت پر بنایا جاتا ہے گو وہ جزو اُس عمارت کا ہوتا ہے مگر عمارت کے اور جزوں سے ممتاز اور نمایاں ہوتا ہے اُس کو برج کہتے ہیں ✦

اہل ہیئت نے جب ستاروں پر غور کی اور اُن کو دیکھا کہ کچھ ستارے ایسی طرح پر متصل واقع ہوئے ہیں کہ باوجودیکہ وہ اَوروں سے بڑے اور اَوروں سے کچھ زیادہ روشن نہیں ہیں مگر ایک خاص طرح پر واقع ہونے سے وہ اور سب سے علیحدہ دکھائی دیتے ہیں اور نمایاں ہیں۔ پھر اُن کے نمایاں ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ اُنہوں نے دیکھا کہ سورج دولابی چال پر چلتا ہؤا نہیں معلوم ہوتا بلکہ حمائلی طور پر چلتا ہؤا معلوم ہوتا ہے اور یہ اُس کا چلنا اُنہیں ستاروں کے نیچے نیچے معلوم ہوتا ہے اِس وجہ سے وہ ستارے اور ستاروں سے زیادہ ممتاز و نمایاں ہو گئے ✦

اس کے بعد اہل ہیئت نے دیکھا کہ اِس طرح پر اور ایسے موقع سے جو اوروں سے ممتاز ہوں متعدد مجمعے ستاروں کے واقع ہیں مگر اُن میں بارہ مجمعوں کو اِس طرح پر پایا کہ وہ ایسی ترتیب سے واقع ہیں کہ اگر اُن سب پر ایک دائرہ فرض کیا جاوے تو کرہ پر دائرہ عظیمہ ہوگا۔ پھر اُن کو سورج بھی اِس طرح پر چلتا ہؤا دکھائی دیا اور اُسی طرح پر سورج کے چلنے سے اختلاف فصول اُن کو متحقق ہؤا پس اُنہوں نے اُن ستاروں کے بارہ مجمعوں کی تعداد کے موافق آسمان کے بارہ مساوی حصے فرض کئے اور ہر ایک حصہ اُن ستاروں کے ایک ایک مجمعے کے لئے قرار دیا اور ہر حصے کا نام برج رکھ دیا کیونکہ اپنے ستاروں کے خاص مجمع سے وہ علیحدہ ممتاز و نمایاں تھا ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ (۲۳)
وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ
وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ (۲۴) وَإِنَّ رَبَّكَ
هُوَ يَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ (۲۵) وَلَقَدْ
خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ
مَّسْنُونٍ (۲۶) وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ
مِن نَّارِ السَّمُومِ (۲۷) وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ
لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ
مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ (۲۸) فَإِذَا سَوَّيْتُهُ
وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ
سَاجِدِينَ (۲۹) فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ
أَجْمَعُونَ (۳۰) إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ أَن يَكُونَ
مَعَ السَّاجِدِينَ (۳۱)

اور بیشک ہم جلاتے ہیں اور ہم مار ڈالتے ہیں اور ہم ہیں وارث (۲۳)
اور بیشک البتہ ہم نے جانا ہے تم سے اگلوں کو اور بیشک ہم نے
جانا ہے پچھلوں کو (۲۴) اور بیشک تیرا پروردگار وہ اُن کو اکٹھا کریگا
اُن کو بیشک وہ حکمت والا جاننے والا (۲۵) اور بیشک ہم نے پیدا کیا
انسان کو کھنکھناتی مٹی سڑی ہوئی کالی کیچڑ بنی ہوئی سے (۲۶)
اور جانّ کو ہم نے اُس کو پیدا کیا اُس سے پہلے آگ کی لو سے گرم
(یعنی لو کی گرمی سے) (۲۷) اور جب کہا تیرے پروردگار نے
میں پیدا کرنے والا ہوں آدمی کو کھنکھناتی مٹی سڑی ہوئی کالی
کیچڑ بنی ہوئی سے (۲۸) پھر جب میں اُس کو ٹھیک کرلوں
اور پھونک دوں اس میں اپنی روح سے تو گر پڑو اُس کے لئے
سجدہ کرتے ہوئے (۲۹) پھر سجدہ کیا فرشتوں نے اُن کے
ہر ایک نے سب نے (۳۰) مگر ابلیس نے۔ اُس کو نامنظور ہوا کہ وہ
ہو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ (۳۱)

اس کے بعد اہل ہیئت نے چاہا کہ ہر ایک برج کے جدے جدے نام رکھے جاویں تاکہ اُس نام سے اُس حصہ اور ستاروں کے مجمع کو بتا سکیں اُنہوں نے خیال کیا کہ اگر ان ستاروں کے مجمع میں سے جو ستارے کناروں پر واقع ہیں اگر اُن کو خطوط سے ملا ہوا فرض کریں تو کیا صورت پیدا ہوتی ہے اس طرح خیال کرنے سے کسی کی صورت انسان کی شکل کسی کی کسی جانور کی وغیرہ وغیرہ اس لئے اُنہی کے حساب سے اُنہوں نے اُس حصے کو اور اُس مجمع ستاروں کو موسوم کیا اور اُن کے یہ نام قرار دئے ◆

حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔
حوت ◆

غالباً یہ تقسیم اوّلاً مصریوں نے کی ہوگی جن کا آسمان ہمیشہ ابر وغیرہ سے صاف رہتا تھا اور ہمیشہ اُن کو ستاروں کے دیکھنے کا اور اُن کو پہچاننے کا بخوبی موقع ملتا تھا مگر یہ نام اور یہ تقسیم تمام قوموں میں اور بہت قدیم زمانہ سے عرب جاہلیت میں عام ہو گئے تھے اور آسمان کے اُس حصہ کو برج سے اور اُس کے کل حصوں کو جو تعداد میں بارہ تھے بروج سے نامزد کرتے تھے اُسی کی نسبت خدا نے فرمایا ولقد جعلنا فی السماء بروجا وزینّٰھا للنّٰظرین۔ مفسرین نے بروجا کی تفسیر قصور سے کی ہے بلاشبہ یہ اُن کا تصور ہے خدا نے تو اُسی چیز کو بروج کہا ہے جس کو اہل عرب بلکہ تمام قومیں بروج سمجھتی تھیں۔ اور نہایت اولیٰ ہے اگر ان بروج کی تفسیر میں سورہ نساء کی یہ آیت پیش کی جاوے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ
السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ
لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ
مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا
فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ
اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ
فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ
فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ
الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ
اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ
وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ
الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾

خدا نے کہا اے ابلیس کیا تھا تجھ کو کہ نہ ہوا سجدہ کرنے
والوں کے ساتھ ﴿۳۲﴾ بولا کہ میں نہیں ہوں کہ سجدہ کروں آدمی
کو کہ تو نے اس کو پیدا کیا ہے کھنکھناتی مٹی سڑی ہوئی کالی
کیچڑ بنی ہوئی سے ﴿۳۳﴾ خدا نے کہا کہ نکل جا ان میں سے
پھر بیشک تو راندا گیا ہے ﴿۳۴﴾ اور بیشک تجھ پر پھٹکار ہے
روز قیامت تک ﴿۳۵﴾ ابلیس نے کہا اے میرے پروردگار
مجھ کو مہلت دے اس دن تک کہ وہ اٹھائے جاویں ﴿۳۶﴾ خدا
نے کہا بیشک تو مہلت دئے گئیوں میں سے ہے ﴿۳۷﴾ وقت
معلوم کے دن تک ﴿۳۸﴾ ابلیس نے کہا اے میرے پروردگار
اس سبب کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں (برے کاموں کو) بنا
سنوار کر دکھاؤنگا ان کو زمین (یعنی دنیا) میں اور بیشک
ان کو بہکاؤنگا سب کو ﴿۳۹﴾ بجز تیرے بندوں کے اس
میں سے جو مخلص ہیں ﴿۴۰﴾

کر - این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ +

﴿۱۷﴾ (وحفظناها من كل شيطان رجيم) اس آیت کے تو یہ معنی ہیں کہ ہم نے اس کو یعنی
آسمان کو یا ان کو یعنی برجوں کو محفوظ رکھا شیطان پھٹکارے گئے سے - اور سورہ صافات میں
اسی کی مانند ایک آیت ہے جس کے معنی یہ ہیں انا زينا السماء الدنيا بزينة الكواكب وحفظا
من كل شيطان مارد - ۳۷ صافات - ۶ و ۷ کہ - ہم نے خوشنما کیا دنیا کے آسمان کو ستاروں کی
خوشنمائی سے اور محفوظ کیا ہر شیطان سرکش سے - شاہ رفیع الدین صاحب نے حفظا کو جو سورہ صافات
میں ہے مفعول لہ قرار دیا ہے زینا کا اور اس کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ - "واسطے حفاظت کے ہر شیطان
سرکش سے" - جس کا یہ مطلب ہے کہ ستاروں سے آسمان کو محفوظ کیا ہے - یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے
اور ابن عباس کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے اس میں حفظا کی تفسیر کی ہے کہ " حفظت بالنجوم "
یعنی میں نے آسمان کی حفاظت کی ستاروں سے - اس تفسیر سے بھی حفظا مفعول لہ پایا جاتا ہے
یہ تفسیر بھی صحیح نہیں ہے حفظا کے پہلے واو عاطفہ ہے اور عطف جملہ کا جملہ پر ہے مگر باوجود موجود
ہونے واو کے حفظا کو مفعول لہ قرار دینا درحالیکہ اس کے ماقبل کوئی مفعول لہ جس پر اس کا عطف
ہو سکے نہیں ہے - صحیح نہیں ہو سکتا - پس صاف بات ہے کہ یہ جملہ علیحدہ ہے اور بقرینہ علیحدہ
ہونے جملہ کے حفظا مفعول ہے فعل محذوف حفظنا کا - پس شاہ ولی اللہ صاحب نے جو فارسی ترجمہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ (۴۱) اِنَّ
عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ
اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ (۴۲) وَاِنَّ جَهَنَّمَ
لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۴۳) لَهَا سَبْعَةُ
اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (۴۴)
اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ (۴۵)
اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ (۴۶) وَ
نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا
عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ (۴۷) لَا یَمَسُّهُمْ
فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا
بِمُخْرَجِیْنَ (۴۸) نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ
اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (۴۹)
وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ
الْاَلِیْمُ (۵۰)

خدا نے کہا یہ رستہ مجھ پر سیدھا ہے (۴۱) بیشک میرے
بندے نہیں ہے تجھ کو اُن پر غلبہ مگر جس نے تیری پیروی کی
گمراہوں میں سے (۴۲) اور بیشک جہنم اُن کی وعدہ کی گئی
جگہ ہے سب کی (۴۳) اُس کے سات دروازے ہیں اور
ہر ایک دروازے کو اُن میں سے حصہ بانٹا گیا ہے (۴۴)
بیشک پرہیزگار بہشتوں اور پانی کے چشموں میں ہونگے (۴۵)
(اُن کو کہا جاویگا) کہ جاؤ اُس میں سلامتی سے (۴۶)
اور نکال لینگے ہم جو کچھ اُن کے دلوں میں ہو ناخوشی سے
ایک دوسرے کو بطور بھائی کے ہونگے تختوں پر آمنے
سامنے (۴۷) نہ چھوئیگا اُن کو اُس میں کوئی رنج اور نہ
وہ ہونگے اُس میں سے نکلنے والے (۴۸) خبر دے
میرے بندوں کو کہ بیشک میں ہی ہوں بخشنے والا
رحم کرنے والا (۴۹) اور بیشک میرا عذاب وہی عذاب
ہے دُکھ دینے والا (۵۰)

کیا ہے وہ صحیح ہے کہ "ونگاہ داشتیم از ہر شیطان سرکش" مگر انہوں نے اُس کے مفعول کو ظاہر نہیں کیا کہ "کرا نگاہ داشتیم" ۔ پس اگر اُس کا مفعول بتا دیا جاوے تو مطلب صاف ہو جاتا ہے ۔ یعنی "ونگاہ داشتیم آسمان را یا کواکب را" ۔ مگر جب ہم قرآن مجید کی ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت سے کریں تو صاف تفسیر ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے سورہ حجر کی آیت میں صاف فرمایا ہے کہ "وحفظناھا" پس سورہ صافات میں جو الفاظ حفظاً آئے ہیں اُن کی تفسیر اُسی کی مطابق یہ ہے کہ وحفظناھا حفظا من کل شیطان مارد ۔ یعنی ہم نے آسمان دنیا کو ہر طرح کی حفاظت میں شیطان سرکش سے محفوظ رکھا ہے ۔

سورہ ملک میں جو خدا نے یہ فرمایا ہے کہ "وزینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلناھا رجوما للشیاطین" ۔ رجوما کے معنی مارنے یا پتھر مارنے کے اور شیاطین سے جن یا اور کوئی وجود غیر مرئی سمجھنا رجماً بالغیب بات کہنی ہے ۔ صاف بات یہ ہے کہ شیاطین سے شیاطین الانس مراد ہیں اور رجوما سے اُن شیاطین کا رجماً بالغیب یعنی اُن کی اٹکل پچو باتیں بتانا مراد ہے چنانچہ مفسرین نے بھی کہا ہے کہ شیاطین سے مراد شیاطین الانس ہیں جو کہتے تھے کہ ہم کو آسمانی چیزیں مل جاتی ہیں اور ستاروں کے حساب سے اُن کو سعد و نحس ٹھیرا کر پیشین گوئی کرتے تھے ۔ تفسیر کبیر میں بھی اسی کے مطابق ایک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ (۵۱) إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ (۵۲) قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ (۵۳) قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ (۵۴) قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ (۵۵) قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ (۵۶) قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ (۵۷) قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُجْرِمِينَ (۵۸) إِلَّا آلَ لُوطٍ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ (۵۹) إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِنَّهَا لَمِنَ الْغَابِرِينَ (۶۰)

اور خبر دو اُن کو ابراہیم کے مہمانوں سے (۵۱) جب کہ وہ اُس کے پاس آئے پھر انہوں نے کہا سلام ابراہیم نے کہا بیشک ہم تم سے ڈرتے ہیں (۵۲) انہوں نے کہا کہ مت ڈر بیشک ہم تجھ کو خوشخبری دیتے ہیں ایک دانا لڑکے کی (۵۳) ابراہیم نے کہا کہ کیا مجھ کو خوشخبری دو گے اس پر بھی کہ مجھ کو چھو لیا ہے بڑھاپے نے پھر کس چیز کی خوشخبری تم دو گے (۵۴) انہوں نے کہا کہ ہم تجھ کو خوشخبری دیتے ہیں ٹھیک مت ہو نا امید والوں سے (۵۵) ابراہیم نے کہا اور کون ہے جو نا اُمید ہو رحمت اپنے پروردگار سے بجز گمراہوں کے (۵۶) ابراہیم نے کہا پھر تمہارا بڑا کام کیا ہے اے بھیجے ہوؤں (۵۷) انہوں نے کہا کہ بیشک ہم بھیجے گئے ہیں ایک قوم گنہگار کی طرف (۵۸) بجز لوط کے کنبے کے بیشک ہم اُن کو بچا دیں گے سب کو (۵۹) مگر اس کی عورت کو ہم نے مقرر کر دیا ہے کہ بیشک وہ البتہ ہے پیچھے رہنے والوں میں سے (۶۰)

رجوما للشياطين اي انا جعلناها ظنونا ورجوما للغيب لشياطين الانس وهم الاحكاميون من المنجمين۔ تفسیر کبیر متعلق سورۃ الملک صفحہ ۳۲۰ +

قول نقل کیا ہے کہ ہم نے آسمان کے ستاروں کو ایک ظن اور غیب کی اٹکل پچو بات کہنے کو آدمیوں کے شیطانوں کے لئے بنایا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو نجوم سے احکام بتلاتے ہیں +

پس خدا تعالےٰ کے اس کلام۔ وحفظناها من كل شيطان رجيم وحفظا من كل شيطان مارد کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آسمان کے برجوں کو یا آسمان کے ستاروں کو شیاطین الانس سے محفوظ کیا ہے اور اسی لئے وہ اُن سے کوئی سچی یا صحیح پیشین گوئی حاصل نہیں کر سکتے۔ بجز ظن اور رجماً بالغیب کے +

یہ اعتقاد جو کفار عرب کا تھا کہ جن آسمانوں پر جا کر ملاء اعلےٰ کی باتیں سُن آتے ہیں اور کاہنوں کو خبر کر دیتے ہیں اس کی نفی خدا تعالےٰ نے سورۃ صافات میں فرمائی ہے جہاں کہا ہے نہیں سُن سکتے ہیں ملاء اعلےٰ کو اور ڈالا جاتا ہے اُن پر شہاب ہر طرف سے مردود ہونے کو مگر جس نے اُچک لیا اُچک لینا اُس کے پیچھے پڑتا ہے شہاب روشن +

لا يسمعون الى الملاء الاعلى ويقذفون من كل جانب دحورا ولهم عذاب واصب الا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب۔ صافات ۸ و ۹ و ۱۰ +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ
اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا
بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ
يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ
وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ
بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ
اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ
اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾
وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ
هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ
الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا
تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ
عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ
اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ
لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ
الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾

پھر جب آئے لوط کے کنبے کے پاس بھیجے ہوئے ﴿۶۱﴾ لوط
نے کہا بیشک تم ہو لوگ بے جانے پہچانے ہوئے ﴿۶۲﴾ اُن
لوگوں نے کہا بلکہ ہم آئے ہیں تیرے پاس اُس چیز کے ساتھ
کہ اُس میں (تیری قوم والے) شبہ کرتے تھے ﴿۶۳﴾ اور ہم لائے
ہیں تیرے پاس ٹھیک بات اور بیشک ہم البتہ سچے ہیں ﴿۶۴﴾
پھر لے چل اپنے لوگوں کو تھوڑی رات رہے سے اور تو بھی چل
اُن کے پیچھے اور نہ مڑ کر دیکھے اُن میں سے کوئی اور چلے جاؤ
جہاں کو حکم دئے جاؤ ﴿۶۵﴾ اور ہم نے حکم پہنچادیا اُن کے
پاس اس بات کا کہ بیشک جڑ اُن لوگوں کی کاٹ دی جاوے گی
صبح ہوتے ہی ﴿۶۶﴾ اور آئے شہر والے خوشیاں کرتے
ہوئے ﴿۶۷﴾ لوط نے کہا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں پھر
تم میری فضیحت مت کرو ﴿۶۸﴾ اور ڈرو اللہ سے اور مجھ
کو خوار مت کرو ﴿۶۹﴾ اُن لوگوں نے کہا کیا ہم نے تجھ کو
منع نہیں کیا تھا غیر لوگوں سے ﴿۷۰﴾ لوط نے کہا کہ یہ
میری بیٹیاں ہیں اگر ہو تم کرنے والے ﴿۷۱﴾ قسم تیری
زندگی کی کہ بیشک وہ البتہ اپنے نشہ میں گرداں ہیں ﴿۷۲﴾
پھر پکڑ لیا اُن کو ہولناک آواز نے سورج نکلتے ہی ﴿۷۳﴾

اور اس سورۃ میں فرمایا ہے الا من استرق السمع فاتبعہ شہاب مبین یعنی ہم نے محفوظ کیا ہے آسمان کے برجوں کو ہر ایک شیطان رجیم سے مگر جو چرا لیوے سننے کو پھر پیچھے پڑتا ہے اُس کے شہاب روشن۔ اس آیت کے مطلب میں اور سورۂ صافات کی آیت کے مطلب میں کچھ فرق نہیں ہے سورۂ صافات میں آیا ہے خطف الخطفۃ یعنی اُچک لیا اُچک لینا اور یہ نہیں بتایا کہ کیا اُچکا۔ اس سے سمع کا اُچک لینا تو نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اُس کی نفی کی گئی ہے نہایت شدت سے سمع کا سین اور میم کو تشدید کر کے پس کسی اور امر کا اُچک لینا سوائے سمع کے مراد ہے ٭

مگر سورۂ حجر میں استراق سمع بیان کیا ہے تو ظاہر ہے کہ اُس جگہ لفظ سمع کا کفار کے خیال کی مناسبت سے بولا گیا ہے نہ حقیقی معنوں میں۔ اُس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ مثلاً لوگ کسی کی نسبت کہیں کہ فلاں شخص بادشاہ کے دربار کی باتیں سُن سُن کر لوگوں کو بتا دیا کرتا ہے اُس کے جواب میں کہا جاوے کہ نہیں وہ بادشاہ کے دربار تک کب پہنچ سکتا ہے یوں ہی اِدھر اُدھر سے کوئی بات اُڑا لیتا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ (۷۴)	پھر کر دیا ہم نے اُس شہر کی اونچان کو اُس کی نیچان اور برسائے ہم نے اُن پر پتھر (۷۴)

ہے یا سُن لیتا ہے تو اُس سے ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ شخص درحقیقت دربار کی باتیں سُن لیتا ہے اسی طرح ان دونوں آیتوں میں الفاظ خطف الخطفة اور استرق السمع کے واقع ہوئے ہیں جو کسی طرح واقعی سننے پر دلالت نہیں کرتے خصوصاً ایسی حالت میں کہ سمع سے بتاکید نفی آئی ہے ۔ بات یہ ہے کہ کفار پیشین گوئی کرنے کے دو حیلے کرتے تھے ایک یہ کہ جن ملاء اعلیٰ کی باتوں کو سُن کر اُن کی خبر کر دیتے ہیں دوسرے ستاروں کی حرکت اور ہبوط و عروج اور منازل بروج اور کواکب کے سعد و نحس ہونے سے احکام دیتے تھے وہ سب غلط اور جھوٹ تھے مگر بعض صحیح بھی ہوتے تھے مثلاً کسوف و خسوف کی پیشین گوئی یا کواکب کے اقتران اور ہبوط و عروج کی پیشین گوئی اسی امر کو جو درحقیقت ایک حسابی امر مطابق علم ہیئت کے ہے خدا تعالیٰ نے دو جگہ ایک جگہ بلفظ استرق السمع اور دوسری جگہ بلفظ خطف الخطفة سے تعبیر کیا ہے اور اُسی کے ساتھ فاتبعه شهاب ثاقب ہے ۔ اس سے زیادہ کی پیشین گوئی کو معدوم کر دیا ہے ✦

فاتبعه شهاب مبین - شہاب کے معنی ہیں شعلۂ آتش کے اور اُس انگارے کو جو بھڑکتا ہوا ہو اُس کو خدا نے شہاب مبین سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ سورہ نمل میں بیان ہوا ہے ✦ شہاب یا شہاب ثاقب یا شہاب مبین کا اُس آتشیں شعلہ پر اطلاق ہوتا ہے جو کائنات الجو میں باسباب طبعی سے پیدا ہوتا ہے اور جو کسی جہت میں دور تک چلا جاتا ہے اور جس کو اردو زبان میں تارہ ٹوٹنا بولتے ہیں ✦

فاتبعه شهاب ثاقب - ۳۷ - صافات - ۱۰ ✦

اذ قال موسیٰ لاهله انی آنست نارا سآتیکم منها بخبر او آتیکم بشهاب قبس لعلکم تصطلون - ۲۷ - نمل ۷ ✦

وانا کنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن یستمع الآن یجد له شهابا رصدا - ۷۲ - سورہ جن ۹ ✦

وانا لمسنا السماء فوجدناها ملئت حرسا شدیدا وشهابا - ۷۲ - جن - ۸ ✦

اب یہ بات دیکھنی چاہئے کہ عرب جاہلیت میں تاروں کے ٹوٹنے سے یعنی جب کہ کائنات الجو میں کثرت سے شہاب ظاہر ہوتے تھے تو اُن سے کیا فال لیتے تھے یا کس بات کی پیشین گوئی کرتے تھے ۔ کچھ شبہ نہیں کہ وہ اُسے بدفالی اور کسی حادثۂ عظیم کے واقع ہونے کا یقین کرتے تھے جس طرح کہ تطیر سے بدفالی سمجھتے تھے ✦

تفسیر کبیر میں زہری سے روایت لکھی ہے کہ چند آدمی رسول خدا کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک تارہ ٹوٹا آنحضرت نے پوچھا کہ تم زمانۂ جاہلیت میں اس میں کیا کہتے تھے اُنھوں نے کہا کہ ہم کہتے

روی الزهری عن علی بن الحسین عن ابن عباس رضی الله عنهما بینا رسول الله صلی الله علیه وسلم جالس فی نفر من الانصار اذ رمی بنجم فاستنار فقال

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بیشک ہیں اس میں نشانیاں پہچاننے والوں کو (۷۵)	اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (۷۵)

ما کنتم تقولون فی مثل ھذا فی الجاھلیۃ فقالوا کنا نقول یموت عظیم او یولد عظیم الحدیث الی اٰخرہٖ۔
تفسیر کبیر صفحہ ۲۰۲ سورۂ جن آیت ۹

ہیں کہ کوئی بڑا شخص مر جاویگا یا حادثۂ عظیم پیدا ہوگا غرضکہ اُس کو زمانہ جاہلیت میں بھی بد یا شگون بد سمجھتے تھے۔ اس زمانہ کے لوگ بھی کثرت سے زوال کے ٹوٹنے کو شگون بد سمجھتے ہیں۔ پس شیاطین الانس کے اعتقاد کی ناکامی کو اُن کے کسی شگون بد سے تعبیر کرنے کے لئے خدا نے فرمایا کہ فاتبعہ شہاب ثاقب جو نہایت ہی فصیح استعارہ منجمین کے وبال کے بیان کرنے کو اور جس کا مقصود یہ ہے کہ فاتبعھم الشوم والخسران و خسرانٌ فیما ملوا +

اللمس المس فاستعیر للطلب لان الماس طالب متعرف یقال لمسہ والتمسہ وتلمسہ

سورہ جن میں انا لمسنا السماء کا لفظ ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ مس سے استعارہ طلب کیا جاتا ہے اور یہ قول منجمین کا ہے پس معنی یہ ہوئے کہ ہم نے ڈھونڈھا آسمان کو اُس کو پایا بھرا ہوا حفاظ یعنی موانع شدید اور شُہب یعنی وبال سے جن کے سبب ہم اپنے مقصد کو حاصل نہیں کرسکتے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم ملاء اعلےٰ کی باتوں کے سُننے یعنی دریافت کرنے کو بیٹھتے تھے مگر اب قرآن سننے کے بعد اُس کے لئے جو کوئی سُننے یعنی دریافت کرنا چاہے ہم اس کے لئے شہاب یعنی وبال معین پاتے ہیں۔ پس ان تمام امور کو اجنۂ مظنونہ اور مزعومہ سے منسوب کرنا جن کا وجود بھی قرآن مجید سے ثابت نہیں ہے کس قدر بے اٹکل اور رجماً بالغیب بات ہے فتدبر +

(۲۷) والجان خلقناہ من قبل من نار السموم۔ ہم سورۂ انعام میں لفظ جن و جان و ابلیس پر بحث کر چکے ہیں اور بیان کیا ہے کہ جان اور جن سے ایک ہی چیز مراد ہے اور ابلیس یعنی شیطان مغوی للانسان کو بھی جن کہا ہے پس ان تینوں لفظوں کا مفہوم واحد ہے +

یہ بھی ہم نے تسلیم کیا ہے کہ مظنونات عرب سے یہ بات تھی کہ عرب جنوں کی ایک خلقت ہوائی یعنی غیر مرئی مقابل انسان کے سمجھتے تھے اور اُس مخلوق موہوم کو صاحب قدرت متعدد اور قادر بتشکل باشکال مختلفہ اور انسان کو نقصان اور نفع پہنچانے والا سمجھتے تھے اور اُس موہوم مخلوق کی عبادت کرتے تھے +

یہ بھی بیان کیا ہے کہ قرآن مجید سے ایسی کسی مخلوق غیر مرئی کا پیدا ہونا جیسا کہ عرب جاہلیت کا اعتقاد تھا یا جیسا کہ اس زمانہ میں بھی مسلمانوں کا خیال ہے ثابت نہیں ہے +

یہ بھی بیان کیا ہے کہ قرآن مجید میں ابلیس اور اُسی معنی میں شیطان کا لفظ آیا ہے اور جہاں لفظ جن یا لفظ جان جیسا کہ اس سورہ میں بمعنی ابلیس یا شیطان کے آیا ہے اُس سے اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ (۷۶) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (۷۷)	اور بیشک وہ نشانیاں ہیں ہمیشہ آمد و رفت قایم رکھنے والے راستہ میں (۷۶) بیشک اس میں نشانی ہے ایمان والوں کے لئے (۷۷)

اُن لفظوں سے کوئی وجود خارج از انسان مراد نہیں ہے بلکہ بلحاظ انسان کے قواے بہیمیہ انسانیہ پر اُن کا اطلاق ہوا ہے اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حکما و فزیالجسٹ نے خلق مخلوقات کی اصل تین چیزیں قرار دی ہیں۔ مادہ۔ حرارت۔ وحرکت۔ مادہ کی ماہیت وہ نہیں بیان کر سکتے مگر جہاں اُس کا وجود تسلیم کرتے ہیں اُس میں حرارت کا پیدا ہونا مانتے ہیں اور اُس کے سبب اجزاے مادہ کی حرکت تسلیم کرتے ہیں۔ بہرحال خدا تعالےٰ نے خلق مخلوقات کے لئے قبل اس کے کہ وہ کسی شکل میں متشکل ہو حرارت کو جس پر نار سموم کا اطلاق ہو سکتا ہے پیدا کیا اور وہی شے انسان میں بھی پائی جاتی ہے جو منشاء قواے بہیمیہ ہے اُسی قوت کو کبھی شیطان سے اور کبھی جان سے تعبیر کیا ہے اور اُس کے وجود کو قبل تشکل انسان بتایا ہے جیسا کہ اس سورت میں فرمایا ہے والجان خلقناہ من قبل من نار السموم +

یہ بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ جہاں لفظ جن یا جان کا جب کسی پر اطلاق ہوا ہے اُس کا دو طرح پر اطلاق کیا گیا ہے۔ ایک مظنونات عرب جاہلیت کے مطابق اور اُن کو معبود یا ذی قدرت ہونے کی بطال کی غرض سے پس اس طرح کے اطلاق سے واقعی اُن کا مخلوق مستقل ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اُس مظنونات عرب جاہلیت کا اظہار مقصود ہوتا ہے نہ واقعی مخلوق مستقل کا ہونا +

دوسرے یہ کہ جہاں جن کے لفظ کا فی الواقع ایک مخلوق مستقل پر اطلاق ہوا ہے اُس سے جنگلی اور وحشی انسان مراد ہیں جو پوری پوری تمدنی حالت میں نہیں ہیں اگلے زمانہ میں بہت سی قومیں ایسی حالت میں تھیں جو بدوین کہلاتی تھیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ وحشی اور غیر تمدنی حالت میں جیسے کہ اس زمانہ میں امریکہ کے اسٹریلیا کے اصلی باشندوں کی حالت ہے +

اور اَور ملکوں میں بھی اب تک اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں اور چونکہ یہ لوگ ہمیشہ پہاڑوں اور جنگلوں میں چھپے رہتے تھے اس لئے اُن پر جن کا اطلاق ہوا جس کا اطلاق ہر پوشیدہ اور مخفی چیز پر ہوتا ہے +

اس کا ثبوت خود قرآن مجید کے اُس بیان سے جو سورہ جن میں ہوا ہے ایسی صاف طرح پر ہوتا ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا ہم اُس کو بالتفصیل اُسی مقام پر بیان کرینگے۔ ان لغو اور بیہودہ گوئی کے طور پر بلا دلیل بلکہ بلا اس عقل کوئی یہ کہدے کہ وہ سب حال جنوں ہی کا ہے مگر ایسی بیوقوفی کے کلام سے کوئی حقیقت باطل نہیں ہو جاتی +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ (٧٨) فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ (٧٩)	اور بیشک تھے ایکہ کے لوگ (یعنی قوم شعیب) البتہ ظالم (٧٨) پھر ہم نے بدلا لیا اُن سے اور وہ دونوں (یعنی قوم لوط اور شعیب کی بستیاں) کھلے ہوئے رستہ کے سامنے ہیں (٧٩)

عرب جاہلیت کا کلام اس قدر قلیل دستیاب ہوتا ہے کہ وہ تمام محاورات اور استعارات اور کنایات و اشارات کے جو عرب جاہلیت میں تھے دریافت یا استنباط کرنے کو کافی نہیں ہے۔ اہل لغت جنہوں نے لغت عرب کی تدوین کی ایک زمانہ کثیر کے بعد پیدا ہوئے۔ نہایت مشکل ہے اس بات پر یقین کرنا کہ اس وقت تک اہل عرب کے اصلی محاورات اور استعارات اور کنایات اور اشارات میں کچھ تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ اور اس سبب سے لغت کی کتابوں میں بہت سے معنی اور اصطلاحیں غیر واصلی داخل ہیں جو اُس زمانہ میں مروج و مستعمل نہ تھیں۔ اور نیز اس پر بھی یقین نہیں ہو سکتا کہ موجودہ لغت کی کتابوں میں عرب جاہلیت کا کوئی بھی محاورہ اور کنایہ چھوٹا نہیں ہے۔ اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اگر قرآن مجید سے بطور قطعی کسی لفظ کے معنی یا مراد یا اس کا استعمال کسی طرح پر ثابت ہو تو قرآن ہی اُس کے ثبوت کے لئے کافی ہے اور قرآن کسی لغت یا کسی دوسری سند کا محتاج نہیں۔ مگر علمائے امت نے ایسا نہیں کیا بلکہ حقیقت الامر مافی القرآن کے برخلاف اُس زمانہ کے مزعومات پر اُس کو محمول کیا ہے +

اس کی مثال سورہ جن کے بیانات سے بخوبی ثابت ہوتی ہے کیونکہ کوئی ذی عقل یہ بات نہیں کر سکتا کہ جو بیان مذاہب و عقاید اُن لوگوں کے جنہوں نے چھپ کر قرآن سنا تھا اُس میں مذکور ہیں وہ سوائے انسانوں کے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور مختلف ادیان رکھتے تھے اور کسی کے ہو سکتے ہیں مگر چونکہ اُس سورۃ میں لفظ جن کا آیا ہے بسبب اُن کے مخفی ہونے کے اس لئے اُن سب کو جن سمجھ لیا اور وہ جن جو مزعومات اور مظنونات باطلہ عرب جاہلیت کے تھے +

زیادہ تر لطف کی بات یہ ہے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے چھپ کر رسول خدا کو قرآن پڑھتے سنا تھا وہ زوبعہ کی قوم کے لوگ تھے۔ گو کہ سورہ جن میں لفظ جن کا تھا اہل لغت نے زوبعہ کو بھی جن مظنونہ و مزعومہ کا نام ٹھیرا دیا ہے +

روی عاصم عن زر قال قدم رهط زوبعة واصحابه مكة على النبي صلعم فسمعوا قراءة النبي عليه السلام ثم انصرفوا فذلك قوله واذ صرفنا اليك نفرا من الجن -
تفسیر کبیر جلد ٦ صفحہ ٣٠٠ +

اسی طرح جب حضرت سلیمان کے قصہ کا جو توریت اور قرآن مجید میں ہے مقابلہ کیا جاوے

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾	اور بیشک جھٹلایا حجر کے لوگوں نے (یعنی قوم ثمود نے جن میں صالح پیغمبر ہوئے تھے) رسولوں کو ﴿۸۰﴾ پھر دی ہم نے اُن کو اپنی نشانیاں پھر وہ ہوئے اُن سے مُنہ پھیرنے والے ﴿۸۱﴾

تو معلوم ہوگا کہ اُن وحشی اور جنگلی اور پہاڑی آدمیوں پر جو حضرت سلیمان کی سرکار میں عمارت کے لئے پہاڑ سے پتھر لاتے اور جنگلوں سے لکڑی کاٹنے کا کام کرتے تھے قرآن مجید میں جن کا اطلاق ہوا ہے مگر ہمارے علما اور اہل لغت اُس کے معنی بھی وہی جن مظنونہ و مزعومہ کے سوا نہ لینگے لیکن ہمارے نزدیک قرآن مجید سے جو ثابت ہوا ہے اُس کو تسلیم کرنا ضرور ہے نہ اُن مظنونات اور مزعومات کو جن کی پیروی علما نے یا اہل لغت نے کی ہے۔ لغت خود ذی تعصّبی چیز ہے جیسا کہ قاضی ابن رشد نے بیان کیا ہے اور جس کا ذکر ہم اپنی تفسیر میں کر چکے ہیں ✦

ہمارے ایک دوست نے ان دنوں میں ہمارے پاس جندع بن سنان الغسانی کے جو قدیم زمانہ جاہلیت کا شاعر ہے چند شعر کتاب خزانۃ الادب سے جو شیخ عبدالقادر بن عمر بغدادی کی تصنیف ہے اور جس کے مصنف کے پاس اس شاعر کا دیوان موجود تھا۔ نقل کر کے بھیجے ہیں جن سے صاف پایا جاتا ہے بنص قاطع کے طور پر کہ اُن اشعار میں پہاڑی آدمیوں پر لفظ جن کا اطلاق کیا ہے مگر اس جہالت کا کیا علاج ہو سکتا ہے اگر کوئی کہے کہ وہ سب جن ہی تھے اور قاشر جو اس ایک نام ہے وہ جن ہی کا نام ہے اور بنوابیہ سے اُس جن ہی کے بھائی بھتیجوں کی اولاد مراد ہے ایسا کلام بجز اس کے کہ اُس کے قائل کو مجنون کہا جاوے اور کسی وقعت کے قابل نہیں ہے غرضکہ مجھ کو ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ عرب جاہلیت جس طرح کہ جن کا اطلاق اپنے مظنونات اور مزعومات مخلوق موہوم پر کرتے تھے اسی طرح وحشی اور جنگلی آدمیوں پر بھی کرتے تھے اور کلام مجید میں اُس کا اطلاق بمعنی حقیقی صرف وحشی و جنگلی آدمیوں پر ہوا ہے ✦

اشعار جندع بن سنان کے یہ ہیں :-

اتوا ناری فقلت منون انتم فقالوا الجن قلت عموا صباحا
نزلت بشعب وادی الجن لما رایت اللیل قد نشر الجناحا
اتیتهم غریبا مستضیفا راوا قتلی اذا فعلوا جناحا
اتوا سافرین فقلت اهلاً رایت وجوههم وسما صباحا
نحرت لهم وقلت الا هلموا کلوا مما طهیت لکم سماحا
اتانی قاشر وبنو ابیه وقد جن الدجی واللیل لاحا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ (٨٢)
فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ (٨٣)
فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (٨٤)
وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا
بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ
فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ (٨٥) إِنَّ
رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ (٨٦)
وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي
وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ (٨٧) لَا تَمُدَّنَّ
عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا
مِنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ
جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ (٨٨) وَ
قُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ (٨٩)
كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ (٩٠)
الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ
عِضِينَ (٩١) فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (٩٢)
عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (٩٣) فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ
وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (٩٤)

اور وہ کھود کر بناتے تھے پہاڑوں سے گھر امن میں بیٹھتے
کو (٨٢) پھر پکڑ لیا ان کو ہولناک آواز نے صبح ہوتے (٨٣)
پھر نہ کام آیا ان کے جو کچھ انہوں نے کمایا تھا (٨٤)
اور ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ
ان دونوں میں ہے مگر ٹھیک ٹھیک اور بیشک قیامت کی
گھڑی آنے والی ہے پھر درگذر کر درگذر کرنا اچھا (٨٥)
بیشک تیرا پروردگار وہی ہے پیدا کرنے والا جاننے
والا (٨٦) اور بیشک ہم نے تجھ کو دی ہیں سات دُہرائی
جانے والی اور قرآن بزرگ (٨٧) اور نہ ٹکٹکی باندھ تو
اپنی آنکھوں کی اس چیز کی طرف کہ ہم نے فائدہ دیا ہے
اس سے ایک گروہ کو ان میں سے (کافروں میں سے)
اور نہ رنج کر ان پر اور جھکا دے اپنے بازو مسلمانوں کے
لئے (٨٨) اور کہہ دے کہ بیشک میں صرف میں ڈرانے والا
ہوں کھلم کھلا (٨٩) جس طرح کہ ہم نے ڈالا [illegible] عذاب
ٹکڑے بانٹنے والوں پر (٩٠) جنہوں نے کیا قرآن کو
ٹکڑے ٹکڑے (٩١) پھر قسم ہے تیرے پروردگار کی البتہ ہم ان سے پوچھیں گے
سب (٩٢) اس سے کہ جو وہ کرتے تھے (٩٣) پھر کھول کر سنا دے
اس چیز کو جس کا تجھ کو حکم دیا جاتا ہے اور منہ پھیر مشرکوں سے (٩٤)

فنازعني الزجاجة بعد وهن   مزجت لهم بها عسلا وراجا

ان اشعار کے معنی یہ ہیں ۔ میرے الاؤ کے پاس وہ آئے تو میں نے کہا کہ تم کون ہو تو انہوں نے کہا کہ جن (یعنی پہاڑی) میں نے کہا کہ تمہاری صبح اچھی ہو ۔ یہ عرب کے محاورہ میں جملہ دعا اور سلام کے طور پر بولا جاتا تھا ۔

میں وادی الجن کی گھاٹی میں اترا تھا جب کہ رات نے اپنے پر پھیلا دئے تھے یعنی رات کا اندھیرا چھا گیا تھا اور اس لئے وہیں اتر پڑا تھا ۔

میں ان کے پاس گیا بطور ایک مسافر کے مہمان کے اور انہوں نے میرا مار ڈالنا اگر وہ ایسا کرتے ایک گناہ خیال کیا ۔

پھر وہ میرے پاس جبکہ آئے تو میں نے کہا مبارکباد مجھ کو ان کے تیرے شباہت میں صبح کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿۹۵﴾ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿۹۹﴾	بیشک ہم حامی ہیں تیرے ٹھٹھا کرنے والوں سے ﴿۹۵﴾ جنہوں نے بنایا ہے اللہ کے ساتھ ایک دوسرا معبود پھر جلد جان لینگے ﴿۹۶﴾ اور البتہ ہم خوب جانتے ہیں کہ بیشک تیرا دل تنگ ہوتا ہے اُس سے جو وہ کہتے ہیں ﴿۹۷﴾ پس تسبیح کر ساتھ اپنے پروردگار کی تعریف کے اور ہو سجدہ کرنے والوں میں سے اور عبادت کر اپنے پروردگار کی یہاں تک کہ آوے تجھ کو یقینی امر (یعنی موت) ﴿۹۹﴾

روشن معلوم ہوئے +

مَیں نے اُن کے لئے اونٹ ذبح کیا اور کہا کہ ہاں آؤ اور جو کچھ مَیں نے تمہارے لئے فراخ حوصلگی سے پکایا ہے اُس کو کھاؤ +

میرے پاس قاشر اور اُس کے باپ کی اولاد آئی اور تاریکی چھاگئی تھی اور رات ظاہر ہوگئی تھی +

اُس نے ذرا ٹھہر کر شراب کے پیالے میں چھینا چھانی کی۔ اور مَیں نے اُن کے لئے شراب میں شہد ملادیا تھا +

اب یہ کہدینا کہ وہ سب جن ہی تھے اور جنوں ہی نے باتیں کی تھیں اور اونٹ کا گوشت کھایا تھا اور شراب پی تھی کسی ذی عقل کا تو کام نہیں ہے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سُوۡرَةُ النَّحۡلِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَتٰۤى اَمۡرُ اللّٰهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡهُ ؕ سُبۡحٰنَهٗ
وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱﴾ يُنَزِّلُ
الۡمَلٰۤـئِكَةَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى
مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا
اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ ﴿۲﴾
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَـقِّ ؕ
تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۳﴾
خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ
فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۴﴾ وَالۡاَنۡعَامَ
خَلَقَهَا ۚ لَـكُمۡ فِيۡهَا دِفۡءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنۡهَا
تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۵﴾ وَلَـكُمۡ فِيۡهَا جَمَالٌ حِيۡنَ
تُرِيۡحُوۡنَ وَحِيۡنَ تَسۡرَحُوۡنَ ﴿۶﴾
وَتَحۡمِلُ اَثۡقَالَـكُمۡ اِلٰى بَلَدٍ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا
بٰلِغِيۡهِ اِلَّا بِشِقِّ الۡاَنۡفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمۡ
لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۷﴾ وَّالۡخَيۡلَ وَالۡبِغَالَ
وَالۡحَمِيۡرَ لِتَرۡكَبُوۡهَا وَزِيۡنَةً ؕ وَيَخۡلُقُ
مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸﴾ وَعَلَى اللّٰهِ قَصۡدُ
السَّبِيۡلِ وَمِنۡهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوۡ شَآءَ
لَهَدٰٮكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۹﴾ هُوَ الَّذِىۡۤ
اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّـكُمۡ مِّنۡهُ
شَرَابٌ وَّمِنۡهُ شَجَرٌ فِيۡهِ تُسِيۡمُوۡنَ ﴿۱۰﴾
يُنۡۢبِتُ لَـكُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ وَالزَّيۡتُوۡنَ
وَالنَّخِيۡلَ وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ
اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۱۱﴾

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
آگیا اللہ کا حکم - پھر اُس کو جلدی مت چاہو - وہ پاک ہے
اور برتر ہے اُس سے جس کو اُس کا شریک ٹھیراتے ہیں (۱)
اُتارتا ہے فرشتوں کو بھید کے ساتھ اپنے حکم سے جس پر
چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے کہ ڈراؤ اس بات سے کہ خدا
کہتا ہے، بیشک میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے - پھر مجھ
سے ڈرتے رہو (۲) پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بالکل
ٹھیک برتر ہے اُس سے جس کو اُس کا شریک ٹھیراتے ہیں (۳)
پیدا کیا انسان کو نطفے سے پھر اب وہ جھگڑا ہو رہا ہے حجتیں
کرنے والا (۴) اور چوپائے - پیدا کیا اُن کو تمہارے لئے
اُن میں ہے پوشاک اور منفعتیں ہیں اور اُن میں سے بعض کو تم کھاتے
ہو (۵) اور تمہارے لئے اُن میں خوشنمائی ہے جب کہ تم
شام کو جنگل سے لاتے ہو اور جب چرنے کو چھوڑتے ہو (۶)
اور اُٹھا لیجاتے ہیں تمہارے بوجھ کسی شہر کو کہ تم جان پر
مشقت اُٹھائے بغیر وہاں نہ پہنچ سکتے - بیشک تمہارا پروردگار
البتہ مہربان ہے رحم والا (۷) اور (پیدا کیا) گھوڑوں کو
اور خچروں کو اور گدھوں کو تاکہ تم اُن پر سوار ہو اور خوشنمائی
کے لئے اور پیدا کرتا ہے وہ چیزیں جن کو تم نہیں جانتے (۸)
اور اللہ تک ہے (راستوں میں سے) سیدھ کا رستہ اور اُنہی میں کوئی
ٹیڑھا اور اگر خدا چاہتا تو ہدایت کرتا تم سب کو (۹)
وہ وہی ہے جس نے برسایا آسمان سے پانی تمہارے لئے اُس میں سے پینا
ہے اور اُس سے اُگتے ہیں ایک قسم کے درخت جن میں تم چراتے ہو (۱۰)
اُگاتا ہے تمہارے لئے اُس سے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور
اور ہر طرح کے پھل بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں اُن لوگوں
کے لئے جو فکر کرتے ہیں (۱۱)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (۱۲) وَ
مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ
يَّذَّكَّرُوْنَ (۱۳) وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ
الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا
وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا
وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا
مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۱۴)
وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ
وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ (۱۵) وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ
هُمْ يَهْتَدُوْنَ (۱۶) اَفَمَنْ يَّخْلُقُ
كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (۱۷)
وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا
اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۸)
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (۱۹)
وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ (۲۰)
اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (۲۱)
اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (۲۲) اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ (۲۳)
لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ
وَمَا يُعْلِنُوْنَ (۲۴) اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الْمُسْتَكْبِرِيْنَ (۲۵)

اور تمہارے لئے کارآمد کیا رات کو اور دن کو اور سورج کو اور چاند
کو اور ستارے کارآمد کئے گئے ہیں اُس کے حکم سے۔ بیشک اس
میں البتہ نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں (۱۲)
اور وہ چیز کہ پھیلادی ہے تمہارے لئے زمین میں طرح طرح
کے ہیں اس کے رنگ بیشک اس میں البتہ نشانی ہے اُن لوگوں
کے لئے جو نصیحت پکڑتے ہیں (۱۳) اور وہ وہ ہے جس نے
کارآمد کیا سمندر کو تاکہ کھاؤ اُس میں سے تازہ گوشت اور
نکالو اُس میں سے پہناوا جو تم پہنتے ہو اور تو دیکھتا ہے کشتیاں
کو اُس میں آتی جاتی اور تاکہ تم تلاش کرو (اپنی روزی)
اُس کے فضل سے اور تاکہ تم شکر کرو (۱۴) اور ڈالا ہے اُس نے
زمین میں بوجھوں کو کہ تم سمیت جھک نجائے (یعنی تاکہ
کشش ثقل کی اعتدال پر رہے اور کسی طرف جھکنے نہ پاوے)
اور نہریں اور راہیں تاکہ تم ہدایت پاؤ (۱۵) اور اَور نشانیاں۔
اور ستارے سے وہ راہ پاتے ہیں (۱۶) کیا جو پیدا کرتا ہے
اُس کی برابر ہے جو پیدا نہیں کرتا۔ کیا پھر تم نصیحت نہیں
پکڑتے (۱۷) اور اگر تم گنو اللہ کی نعمتوں کو تو تم اُن کو گنتی
میں نہ لاسکو گے۔ بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان (۱۸) اور
اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو (۱۹)
اور وہ جن کو اللہ کے سوا وہ پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا
نہیں کرتے اور خود پیدا کئے جاتے ہیں (۲۰) مُردے ہیں۔
زندہ نہیں۔ اور نہیں جانتے (۲۱) کہ کب اُٹھائے
جاوینگے (۲۲) تمہارا خدا خدائے واحد ہے۔ پھر جو
لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت پر اُن کے دل انکار کرنے
والے ہیں اور وہ تکبر کرنے والے (۲۳) کچھ شک نہیں کہ اللہ
جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں (۲۴)
وہ ہرگز دوست نہیں رکھتا تکبر کرنے والوں
کو (۲۵)

لے اس آیت کی تفسیر تہذیب الاخلاق کے مضمون الارض لیست بساکنۃ میں کی گئی ہے (احمدیا)*

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ
قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (۲۴)
لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ
عِلْمٍ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ (۲۵)
قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى
اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ
عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰهُمُ
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (۲۶)
ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ
اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ
فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ
وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۲۷) الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا
نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ (۲۸) فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (۲۹)
وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ
قَالُوْا خَيْرًا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ
الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ
وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ (۳۰) جَنّٰتُ
عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ كَذٰلِكَ
يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ (۳۱) الَّذِيْنَ
تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ
سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ (۳۲)

اور جب اُن کو کہا جاتا ہے کہ کیا ہے وہ جو تمہارے پروردگار
نے اتارا ہے تو کہتے ہیں کہ اگلوں کے قصے ہیں (۲۴)
تاکہ وہ اٹھا دیں بوجھ اپنے گناہوں کا پورے طور پر قیامت
کے دن اور اُن لوگوں کے گناہوں سے بھی جن کو وہ گمراہ کرتے
ہیں بغیر علم کے ہاں بُرا ہے جو وہ اٹھاتے ہیں (۲۵)
بیشک مکر کیا تھا اُن لوگوں نے بھی جو اُن سے پہلے تھے
پھر آیا عذاب اللہ کا اکھاڑ دیا اُن کے محلوں کو بنیادوں
سے پھر گر پڑی اُن پر چھت اُن کے اوپر سے اور آیا اُن کو
عذاب ایسی طرح سے کہ وہ نہ سمجھتے تھے (۲۶) پھر قیامت کے
دن اُن کو ذلیل کریگا اور کہیگا کہاں ہیں میرے وہ شریک
جن میں تم جھگڑتے تھے۔ کہیں گے وہ جن کو علم دیا گیا تھا
کہ ذلت اور خرابی ہے آج کے دن کافروں پر (۲۷) جن
کی جان نکالتے تھے فرشتے ایسی حالت میں کہ وہ اپنے آپ پر
ظلم کرنے والے تھے پھر انہوں نے سلامت رہنے کی راہ ڈالی
کہ ہم کچھ برائی نہیں کرتے تھے۔ کیوں نہیں اللہ جاننے والا ہے
جو کچھ کہ تم کرتے تھے (۲۸) پھر داخل ہو جہنم کے دروازوں میں
ہمیشہ اس میں رہنے والے۔ پھر بُری ہے جگہ تکبر کرنیوالوں کی (۲۹)
اور کہا گیا اُن لوگوں کو جو پرہیزگاری کرتے ہیں کہ کیا اُتارا
ہے تمہارے پروردگار نے انہوں نے کہا بھلائی۔ جن لوگوں نے
نیکی کی اُن کے لئے اس دنیا میں بھلائی ہے اور بیشک آخرت کا
گھر اچھا ہے۔ اور بیشک اچھا ہے گھر پرہیزگاروں کا (۳۰)
بہشت جو ہمیشہ رہنے کیلئے ہے اس میں داخل ہونگے۔ بہتی
ہیں اس کے نیچے نہریں۔ اس میں ہے اُن کے لئے جو کچھ وہ
چاہیں گے۔ اسی طرح بدلا دیتا ہے اللہ پرہیزگاروں کو (۳۱)
جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ایسی حالت میں کہ وہ پاک
عقیدے والے تھے کہیں گے فرشتے کہ تم پر سلامتی ہو داخل ہو
بہشت میں بسبب اُس کے جو تم کرتے تھے (۳۲)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (۳۵) فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (۳۶) وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (۳۷) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ (۳۸) إِن تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَن يُضِلُّ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ (۳۹) وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن يَمُوتُ بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۴۰) لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ (۴۱) إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ (۴۲) وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (۴۳)

وہ کسی چیز کے منتظر نہیں ہیں بجز اس کے کہ آویں اُن کے پاس فرشتے یا آوے حکم تیرے پروردگار کا۔ اسی طرح اُن لوگوں نے کیا تھا جو اُن سے پہلے تھے۔ اور اُن پر اللہ نے ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنے آپ پر آپ ظلم کرتے تھے (۳۵) پھر پہنچیں اُن کو برائیاں اُس کی جو وہ کرتے تھے اور گھیر لیا اُن کو اُس نے جس پر وہ ٹھٹھا کرتے تھے (۳۶) اور کہا اُن لوگوں نے جو خدا کا شریک ٹھیراتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اُس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے۔ نہ ہم اور نہ ہمارے باپ۔ اور نہ حرام ٹھیراتے بغیر اُس کے (حکم کے) کوئی شے اسی طرح اُن لوگوں نے کیا جو اُن سے پہلے تھے۔ پھر رسولوں پر کچھ ذمہ نہیں بجز صاف صاف (حکم) پہنچا دینے کی (۳۷) اور بیشک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور بتوں سے الگ رہو پھر اُن میں سے بعضے وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور اُن میں سے بعضے وہ ہیں جن پر گمراہی مقرر ہوئی۔ پھر پھرو زمین میں۔ پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا (۳۸) اگر تو حرص کرے اُن کی ہدایت کی پھر اللہ نہیں ہدایت کرتا اُس کو جس کو وہ گمراہ کرتا ہے اور اُن کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے (۳۹) اور اُنہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنی سخت قسم کہ جو مر جاتا ہے اللہ اُس کو نہیں اُٹھانے کا کیوں نہیں وعدہ ہو چکا ہے اُس پر ٹھیک و لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۴۰) تاکہ اُن پر کھولدے اُس چیز کو جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور تاکہ جان لیں جو لوگ کافر ہوئے کہ وہ جھوٹے تھے (۴۱) بات یہ کہ ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہم اُس کا ارادہ کرتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہو۔ پھر وہ ہو جاتی ہے (۴۲) اور جن لوگوں نے گھر چھوڑا اللہ کے لئے بعد اس کے کہ اُن پر ظلم کیا گیا بیشک ہم اُن کو اچھی جگہ دینگے دنیا میں اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے اگر وہ جانتے ہوں (۴۳)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (۴۴)
وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي
إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ
لَا تَعْلَمُونَ (۴۵) بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَ
أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ
إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (۴۶) أَفَأَمِنَ الَّذِينَ
مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَن يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ
أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ (۴۷)
أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُم
بِمُعْجِزِينَ (۴۸) أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ
تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ (۴۹)
أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ
يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا
لِّلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ (۵۰) وَلِلَّهِ يَسْجُدُ
مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ
وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ (۵۱)
يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ
مَا يُؤْمَرُونَ (۵۲) وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا
إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ
فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ (۵۳) وَلَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَلَهُ الدِّينُ وَاصِبًا أَفَغَيْرَ
اللَّهِ تَتَّقُونَ (۵۴) وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ
فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ
فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ (۵۵) ثُمَّ
إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ
إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ
يُشْرِكُونَ (۵۶)

جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں (۴۴)
اور ہم نے نہیں بھیجے تجھ سے پہلے مگر آدمی کہ وحی بھیجتے تھے
ہم اُن پر پوچھو اہلِ کتاب سے اگر تم نہیں جانتے (۴۵) ساتھ
دلیلوں اور کتابوں کے ۔ اور ہم نے تجھ پر کتاب اُتاری تاکہ
تو بیان کرے لوگوں کو جو اُن پر اُتارا گیا ہے اور تاکہ وہ
سوچیں (۴۶) پھر کیا بے خوف ہو گئے ہیں وہ لوگ جو مکر
کرتے ہیں بُرائیوں کا ۔ کہ دھنسا دیوے اللہ اُن سمیت زمین کو
یا اُن پر عذاب لے آوے ایسی جگہ سے کہ وہ نہ جانتے ہوں (۴۷)
یا اُن کو پکڑ لے اُن کے چلتے پھرتے میں ۔ پھر وہ نہیں ہیں
عاجز کرنے والے (۴۸) یا اُن کو پکڑ لے ڈرا کر پھر بیشک
تمہارا پروردگار بخشنے والا ہے ۔ مہربان (۴۹) کیا انہوں
نے نہیں دیکھا اُس کو جس کو پیدا کیا اللہ نے ہر ایک چیز سے
پھرتے ہیں اُن کے سائے دائیں کو اور بائیں کو سجدہ کرتے اللہ کے
لئے ۔ اور وہ ہیں فرمانبردار (۵۰) اور اللہ کے لئے سجدہ
کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں چلنے والوں
میں سے اور فرشتے اور وہ نہیں تکبر کرتے (۵۱) ڈرتے ہیں
اپنے پروردگار سے جو اُن کے اُوپر ہے اور کرتے ہیں وہ
جس کا اُن کو حکم دیا جاتا ہے (۵۲) اور کہا اللہ نے مت
پکڑو دو معبود ۔ اس کے سوا کوئی بات نہیں کہ وہ معبود ایک
ہے ۔ پھر مجھی سے ڈرو (۵۳) اور اسی کے لئے ہے جو کچھ
آسمانوں میں ہے اور زمین میں ۔ اور اُسی کے لئے ہے بندگی
لازم ۔ پھر کیا اللہ کے سوا تم ڈرتے ہو (۵۴) اور جو کچھ
تمہارے پاس ہے نعمت سو اللہ کی طرف سے ہے ۔ پھر جب تم کو
چھوتی ہے بُرائی پھر اُس کی طرف فریاد کرتے ہو (۵۵) پھر
جب وہ دور کر دیتا ہے بُرائی کو تم سے
یکایک ایک گروہ تم میں سے اپنے پروردگار کے
ساتھ شریک کرتا ہے (۵۶)

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ
تَعْلَمُونَ ۝٥٥ وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ
نَصِيبًا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ
عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ ۝٥٦ وَيَجْعَلُونَ
لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ
وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ ۝٥٧ وَإِذَا
بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ
ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ
كَظِيمٌ ۝٥٨ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ
مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ
هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ
مَا يَحْكُمُونَ ۝٥٩ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ
الْأَعْلَىٰ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝٦٠
وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ
مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَٰكِنْ
يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ
لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝٦١
وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ
الْكَذِبَ أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنَىٰ لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ
النَّارَ وَأَنَّهُمْ مُفْرَطُونَ ۝٦٢ تَاللَّهِ
لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ
لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ
الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝٦٣
وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ
لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً
لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝٦٤

تا کہ ناشکری کرے اُس چیز کی جو ہم نے دی ہے اُن کو پھر
فائدہ اٹھالو پس بہت جلد تم جان لو گے ۝٥٥ اور ٹھیراتے
ہیں اُس کے لئے جس کو نہیں جانتے ایک حصہ اُس میں سے کہ روزی
دی ہے ہم نے اُن کو قسم ہے اللہ کی کہ ضرور پوچھے جاؤ گے
اُس سے کہ جو بہتان باندھتے تھے ۝٥٦ اور ٹھیراتے ہیں
اللہ کے لئے بیٹیاں پاک ہے وہ اور اُن کے لئے ہے جو
کچھ کہ وہ چاہیں ۝٥٧ اور جب خوشخبری دی جاتی ہے اُن
میں کسی کو بیٹی ہونے کی ہو جاتا ہے اُس کا منہ کالا اور وہ
غم سے بھرا ہوتا ہے ۝٥٨ چھپا پھرتا ہے قوم سے اُس کی
برائی سے جس کی اس کو خوشخبری دی گئی ہے کیا اُس کو
رکھے رہے ذلت پر یا اُس کو گاڑ دے مٹی میں جان لو کہ برا
ہے جو کچھ وہ فیصلہ کرتے ہیں ۝٥٩ اُن لوگوں کے لئے
جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے بری مثل ہے اور اللہ کے لئے
بہت اعلیٰ مثل ہے اور وہ ہے سب سے غالب حکمت والا ۝٦٠
اور اگر پکڑے اللہ سبب اُن کے ظلم کے تو نہ چھوڑے زمین پر
کوئی چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے اُن کو ایک وقت
معین تک پھر جب آجاتا ہے اُن کا وقت تو نہ دیر کرینگے
ایک ساعت اور نہ آگے بڑھینگے ۝٦١ اور ٹھیراتے ہیں اللہ
کے لئے جو پسند نہیں کرتے اور بیان کرتی ہیں اُن کی زبانیں
جھوٹ کہ اُن کے لئے ہو اچھائی ہاں اس میں کچھ شبہ نہیں
کہ اُن کے لئے ہے آگ اور بیشک وہ پہلے بھیجے ہوؤں میں ہیں ۝٦٢
خدا کی قسم بالتحقیق ہم نے بھیجا لوگوں کے پاس جو تجھ سے پہلے
تھے پھر بنا دکھایا اُن کے لئے شیطان نے اُن کے عملوں کو پھر وہ
اُن کا دوست ہے آج تک اور اُن کے لئے ہے عذاب دکھ دینے
والا ۝٦٣ اور ہم نے نہیں بھیجی تجھ پر کتاب مگر اس لئے کہ تو بتلادے اُن کو
وہ چیز کہ وہ جھگڑا کرتے ہیں جس میں اور ہدایت اور رحمت اُن
لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ۝٦٤

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ
لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ
فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا
لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ
وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا
حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٦٩﴾
وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ
الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا
يَعْرِشُوْنَ ﴿٧٠﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ
فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ
بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ
شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ
يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٧١﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ
وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ
لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَـيْــــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ
قَدِيْرٌ ﴿٧٢﴾ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ
فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ
رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ
فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
يَجْحَدُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ
مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ
بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ
اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا
مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَـيْــــًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٧٥﴾

اور اللہ نے برسایا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا اُس سے زمین کو
اُس کے مرجانے کے بعد بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں اُس
قوم کے لئے جو سنتی ہیں ﴿٦٧﴾ اور بیشک تمہارے لئے مویشی
میں البتہ ایک نصیحت ہے ہم تم کو پلاتے ہیں اُس چیز سے جو اُن کے
پیٹ میں ہے گوبر اور لہو میں دودھ خالص خوشگوار پینے
والوں کو ﴿٦٨﴾ اور کھجور کے پھلوں اور انگوروں سے بنالیتے ہو
تم اُس سے نشہ کرنے والی چیزیں اور اچھی روزی ۔ بیشک اس میں
ہیں البتہ نشانیاں اُس قوم کے لئے جو سمجھتی ہیں ﴿٦٩﴾ اور
وحی بھیجی تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی پاس کہ بنالیوے
پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور اُس میں جو بلند بناتے
ہیں ﴿٧٠﴾ پھر کھا ہر ایک پھل سے پھر چل اپنے پروردگار کی
راہوں میں فرمانبردار ہو کر نکلتی ہے اُن کے پیٹوں میں سے
وہ چیز پی جاتی ہے مختلف ہیں اُس کے رنگ اُس میں شفا ہے
لوگوں کے لئے بیشک اس میں ہیں نشانیاں اُس قوم کے لئے
جو سوچتی ہیں ﴿٧١﴾ اور اللہ نے پیدا کیا تم کو پھر مار ڈالیگا
تم کو تم میں سے وہ ہے جو دھکیلا جاتا ہے ذلیل ترین عمر تک
تاکہ وہ نہ جانے بعد جاننے کے کسی چیز کو بیشک اللہ جاننے والا ہے
قدرت والا ﴿٧٢﴾ اور اللہ نے بزرگی دی ہے تم میں سے بعض
کو بعض پر روزی میں ۔ پھر نہیں ہیں وہ جن کو بزرگی دی گئی
ہے لوٹا دینے والے اپنے رزق کے اُن پر جن پر اُن کے ہاتھ
مالک ہوئے ۔ پھر وہ اُس میں برابر ہیں ۔ کیا پھر وہ اللہ کی نعمت
کا انکار کرتے ہیں ﴿٧٣﴾ اور اللہ نے پیدا کیا تمہارے لئے تمہاری
قسم میں سے جوڑے اور پیدا کیا تمہارے لئے تمہاری جوروں میں سے
بیٹے اور پوتے اور تم کو رزق دیا پاکیزہ چیزوں سے ۔ کیا پھر جھوٹے
معبودوں پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی وہ ناشکری کرتے
ہیں ﴿٧٤﴾ اور عبادت کرتے ہیں اللہ کے سوا اُن کی جو اختیار نہیں رکھتے اُن کیلئے
رزق دینے کا آسمانوں اور زمین میں سے کچھ بھی اور نہ وہ طاقت
رکھتے ہیں ﴿٧٥﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فلا تضربوا لله الامثال ان الله يعلم وانتم
لا تعلمون ﴿٧٦﴾ ضرب الله مثلا عبدا
مملوكا لا يقدر على شيء ومن رزقنه
منا رزقا حسنا فهو ينفق منه سرا
وجهرا هل يستون الحمد
لله بل اكثرهم لا يعلمون ﴿٧٧﴾
وضرب الله مثلا رجلين احدهما
ابكم لا يقدر على شيء وهو كل
على مولىه اينما يوجهه لا يات
بخير هل يستوي هو ومن يامر
بالعدل وهو على صراط مستقيم ﴿٧٨﴾
ولله غيب السموت والارض وما امر
الساعة الا كلمح البصر او هو اقرب
ان الله على كل شيء قدير ﴿٧٩﴾ والله
اخرجكم من بطون امهتكم لا تعلمون
شيئا وجعل لكم السمع والابصار والافدة
لعلكم تشكرون ﴿٨٠﴾ الم يروا الى الطير مسخرت
في جو السماء ما يمسكهن الا الله ان في
ذلك لايت لقوم يؤمنون ﴿٨١﴾
والله جعل لكم من بيوتكم سكنا
وجعل لكم من جلود الانعام بيوتا
تستخفونها يوم ظعنكم ويوم اقامتكم
ومن اصوافها واوبارها واشعارها اثاثا
ومتاعا الى حين ﴿٨٢﴾ والله جعل لكم مما
خلق ظللا وجعل لكم من الجبال اكنانا و
جعل لكم سرابيل تقيكم الحر وسرابيل تقيكم باسكم
كذلك يتم نعمته عليكم لعلكم تسلمون ﴿٨٣﴾

پھر مت بناؤ اللہ کے لئے مثلیں۔ بیشک اللہ جانتا ہے۔
اور تم نہیں جانتے (۷۶) اللہ نے مثال بیان کی ایک غلام کی
کہ پرایا ہوا ہے اپنے ہاتھ میں طاقت نہیں رکھتا کسی چیز پر۔ اور وہ
شخص جس کو ہم نے اپنے پاس سے اچھا رزق دیا ہے۔ پھر وہ اُس
میں سے خرچ کرتا ہے چھپا کر اور ظاہر کر کے۔ کیا وہ برابر ہیں۔
سب تعریف اللہ کے لئے ہے بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں
جانتے (۷۷) اور اللہ نے ایک مثال بیان کی دو شخصوں
کی کہ ایک اُن میں سے گونگا ہے قدرت نہیں رکھتا کسی بات
پر اور وہ بوجھ ہے اپنے دوستوں پر۔ جدھر وہ اُس کو متوجہ
کریں وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا۔ کیا برابر ہے وہ اور وہ شخص جو
انصاف کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے (۷۸) اور اللہ
کے لئے ہے غیب آسمانوں اور زمین کا۔ اور نہیں قیامت کا آنا
مگر پلک جھپکنے کی مانند یا اُس سے بھی زیادہ قریب۔ بیشک
اللہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے (۷۹) اور اللہ نے تم کو
پیدا کیا تمہاری ماؤں کے پیٹ سے۔ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور
بنا دئیے تمہارے لئے کان۔ اور آنکھیں۔ اور دل۔ تاکہ تم
شکر کرو (۸۰) کیا وہ نہیں دیکھتے پرندوں کی طرف کہ فرمانبردار
کئے گئے ہیں آسمان (اور زمین) کے بیچ میں۔ کوئی نہیں
تھام رکھتا اُن کو بجز اللہ کے۔ بیشک اس میں البتہ نشانیاں
ہیں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں (۸۱) اور اللہ
نے بنایا تمہارے لئے تمہارے گھروں کو آرام کی جگہ۔ اور بنایا
تمہارے لئے چوپاؤں کی کھالوں سے گھر کو۔ ہلکا پاتے ہو تم اُن کو
اپنے سفر کے دن اور اپنے ٹھہرنے کے دن۔ اور اُن کی اُون اور اُن کے
بالوں اور اُن کی پشمینے سے گھر کا اسباب نفع اُٹھانا ایک وقت
تک (۸۲) اور اللہ نے پیدا کیا تمہارے لئے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں سے
چھاؤں کو اور بنایا تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہوں کو اور بنائی تمہارے
لئے پوشاک جو تم کو گرمی سے بچاتی ہے اور پوشاک جو تم کو بچاتی ہے تمہاری
لڑائی میں۔ اسی طرح پوری کرتا ہے اپنی نعمت تم پر تاکہ تم تابعدار ہو (۸۳)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ
الْمُبِيْنُ ﴿۸۴﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ
يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾
وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا
ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ
يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَ
لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا
هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا
مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ
اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَاَلْقَوْا
اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِۨالسَّلَمَ وَضَلَّ
عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۹﴾
اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ
بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۹۰﴾ وَيَوْمَ
نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا
عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا
لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ
ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ
يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاَوْفُوْا
بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا
الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ
عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو اُس کے سوا کچھ نہیں کہ تجھ پر پہنچا دینا
(حکم کا) صاف صاف ﴿۸۴﴾ پہچانتے ہیں اللہ کی نعمت کو
پھر اُس کا انکار کرتے ہیں اور بہت سے اُن میں سے ناشکرگذار
ہیں ﴿۸۵﴾ اور جس دن ہم اُٹھا دینگے ہر امت سے ایک گواہ۔
پھر اجازت نہ دیجائیگی اُن لوگوں کو جو کفر میں پڑے تھے اور نہ
اُن کے عذر قبول کئے جاوینگے ﴿۸۶﴾ اور جب دیکھینگے وہ لوگ
جو ظلم کرتے تھے عذاب کو۔ پھر نہ اُن سے ہلکا کیا جائیگا اور نہ
اُن کو مہلت دیجائیگی ﴿۸۷﴾ اور جب دیکھینگے وہ لوگ جو
شریک ٹھہراتے تھے اپنے شریکوں کو تو کہینگے اے ہمارے پروردگار
یہ ہیں ہمارے (مقرر کئے ہوئے) شریک یعنی معبود جن کو ہم پکارتے
تھے تیرے سوا۔ پھر وہ (معبود) اُن کی بات میں بات ڈالینگے
(یعنی اُن کی بات کاٹ دینگے) کہ تم بیشک جھوٹے ہو ﴿۸۸﴾
اور وہ (یعنی معبود مقرر کرنیوالے اور اُن کے معبود) ڈالینگے
اللہ کی طرف اُس دن سلامت رہنے کی امید اور کھوئی جائیگی اُن سے
وہ جو افترا پردازی کرتے تھے ﴿۸۹﴾ جو لوگ کافر ہوئے اور
اوروں کو اللہ کی راہ سے روکا ہم زیادہ کرینگے اُن کو عذاب
پر عذاب اس بات پر کہ وہ فساد کرتے تھے ﴿۹۰﴾ اور جس دن
ہم اُٹھاوینگے ہر امت میں ایک گواہ اُن پر انہی میں سے۔ اور
لاوینگے تجھ کو گواہ اُن پر اور اُتاری ہے ہم نے تجھ پر کتاب
بیان کرنیوالی ہر چیز کی اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری
مسلمانوں کیلئے ﴿۹۱﴾ بیشک اللہ حکم کرتا ہے انصاف اور نیکی
کے اور قرابت مندوں کے ساتھ سلوک کا اور منع کرتا ہے بےحیائی
اور بُرائی اور سرکشی سے تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ تم نصیحت
پکڑو ﴿۹۲﴾ اور پورا کرو اللہ کا عہد جب تم نے عہد کیا
اور مت توڑو قسموں کو اُن کو پکا کرنے کے بعد اور
بیشک تم نے کیا ہے اللہ کو اپنے پر ضامن۔ بیشک اللہ
جانتا ہے جو تم کرتے ہو ﴿۹۳﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ
بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا تَتَّخِذُونَ
أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَن تَكُونَ
أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ
اللَّهُ بِهِ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
مَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (۹۴)
وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً
وَلَٰكِن يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي
مَن يَشَاءُ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ
تَعْمَلُونَ (۹۵) وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ
دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا
وَتَذُوقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدتُّمْ عَن
سَبِيلِ اللَّهِ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۹۶)
وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا إِنَّمَا
عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ
تَعْلَمُونَ (۹۷) مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ
وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ
صَبَرُوا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ (۹۸) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن
ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ
حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم
بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۹۹)
فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ
بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (۱۰۰)
إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُونَ (۱۰۱)

اور مت ہو تم ایسی عورت کی مانند جس نے توڑ ڈالا اپنا کاتا
مضبوطی کرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے۔ (مت ہو تم) کہ
بنا لیتے ہو تم اپنی قسموں کو ایک دھوکا درمیان اپنے کہ ہو جائے
ایک گروہ وہ بڑھی ہوئی دوسری گروہ سے۔ اس سوائے کچھ
نہیں کہ مصیبت میں ڈالتا ہے تم کو خدا اس کے سبب سے اور ضرور
بتا دیگا تم کو قیامت کے دن وہ جس میں تم تھے اختلاف
کرتے (۹۴) اور اگر چاہتا اللہ تو ضرور تم کو کر دیتا ایک گروہ
و لیکن گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے
جس کو چاہتا ہے اور ضرور پوچھے جاؤ گے اس سے جو تم کرتے
تھے (۹۵) اور مت بناؤ اپنی قسموں کو دھوکا درمیان اپنے
پھر ڈگمگا جاوے گا قدم بعد اس کے قائم ہونے کے اور چکھو گے برائی
کو بسبب اس کے کہ روکا تم نے اللہ کے رستے سے اور
تمہارے لئے عذاب ہے بہت بڑا (۹۶) اور مت لو اللہ
کے عہد کے بدلے مول تھوڑا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ
جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت اچھا ہے تمہارے لئے
اگر تم جانتے ہو (۹۷) جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ چکیگا
اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے
اور ہم بدلا دینگے ان کو جنہوں نے صبر کیا ان کا بدلا
اس سے اچھا جو وہ کرتے تھے (۹۸) جس نے اچھے کام کئے
مردوں میں سے یا عورتوں میں سے اور وہ ایمان والا ہو
پھر البتہ ہم اس کو زندگی دینگے زندگی پاکیزہ اور البتہ
ہم ان کو بدلا دینگے ان کا بدلا اس سے اچھا جو وہ کرتے
تھے (۹۹) پھر جب تو قرآن پڑھے تو پناہ مانگ اللہ
کی شیطان دھتکارے ہوئے سے (۱۰۰) بیشک
اس کو نہیں ہے حکومت ان پر جو ایمان لائے
ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا کرتے
ہیں (۱۰۱)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ
وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ
مُشْرِكُونَ (۱۰۲) وَإِذَا بَدَّلْنَا
آيَةً مَكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ
قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ
بَلْ أَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ (۱۰۳)
قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ
رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ
آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى
لِلْمُسْلِمِينَ (۱۰۴) وَلَقَدْ نَعْلَمُ
أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا
يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِي
يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ
وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ
مُبِينٌ (۱۰۵) إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَ
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۱۰۶)

اس کے سوا کچھ نہیں کہ اُس کی حکومت اُن لوگوں پر ہے
جو اُس سے یارانہ کرتے ہیں اور وہ وہی ہیں جو اُس کے
یعنی خدا کے ساتھ شریک کرتے ہیں (۱۰۲) اور جب ہم بدل
ڈالتے ہیں کوئی آیت (یعنی کوئی حکم اگلے نبیوں کا) بجائے
کسی آیت (یعنی کسی حکم کے) اور اللہ جانتا ہے اُس کو
جو اتارتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ تو
بہتان باندھنے والا ہے بلکہ اُن میں کے بہت سے
نہیں جانتے (۱۰۳) کہدے اے پیغمبر کہ اتارا ہے اس کو
روح القدس نے تیرے پروردگار کی طرف سے بالکل
ٹھیک تاکہ ثابت قدم رکھے اُن کو جو ایمان لائے ہیں
اور ہدایت اور خوشخبری مسلمانوں کے لئے (۱۰۴) اور البتہ
بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے سوا
کچھ نہیں کہ سکھاتا ہے اس کو (یعنی آنحضرت صلعم کو) کوئی
شخص - زبان اُس کی جس کی طرف غلط نسبت کرتے
ہیں گونگی ہے یعنی غیر فصیح ہے اور یہ تو عربی زبان ہے
نہایت واضح یعنی فصیح (۱۰۵) بیشک جو لوگ ایمان نہیں
لاتے اللہ کی نشانیوں یعنی احکام پر ہدایت نہیں کرنے
کا اُن کو اللہ اور اُن کے لئے ہے عذاب دکھ دینے والا (۱۰۶)

(۱۰۳) ہم نے اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں جہاں ناسخ و منسوخ کی بحث ہے امام فخرالدین رازی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا سے قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا - بلکہ اور دو آیتیں ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے پہلی آیت تو "یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب" ہے - دوسری آیت "و اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ" ہے - اور ہم نے لکھا تھا - کہ ان دونوں آیتوں سے بھی قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور وعدہ کیا تھا کہ ہم ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں بیان کرینگے - اور اس لئے اب ان پر بحث کرتے ہیں +

پہلی آیت سورہ رعد کی ہے اس میں خدا فرماتا ہے - کہ بیشک ہم نے تجھ سے پہلے رسول ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم بھیجے ہیں اور اُن کو بیبیاں اور اولاد دی ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهٖٓ إِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٨﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠٩﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١١٠﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١١﴾

اس کے سوا کچھ نہیں کہ جھوٹ بہتان باندھتے ہیں وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے اللہ کی آیتوں یعنی حکموں پر اور وہی لوگ ہیں جھوٹے ﴿١٠٧﴾ جس نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اپنے ایمان لانے کے بعد بجز اُس شخص کے جس پر جبر کیا گیا اور اُس کے دل کو ایمان سے تسلی ہے ولیکن جس کا دل کھل گیا ہے کفر کرنے پر تو اُن پر ہے غضب اللہ کا اور اُن کے لیے ہے عذاب بہت بڑا ﴿١٠٨﴾ یہ اس لیے کہ انہوں نے پیارا سمجھا دنیا کی زندگی کو آخرت پر اور بیشک اللہ نہیں ہدایت کرتا کافر لوگوں کو ﴿١٠٩﴾ یہ لوگ وہ ہیں کہ مہر کر دی ہے اللہ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر اور اُن کی آنکھوں پر اور یہ لوگ وہی ہیں بے خبر لاچار، وہ ہیں آخرت میں وہی نقصان اٹھانے والے ﴿١١٠﴾ پھر بیشک تیرا پروردگار اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے وطن چھوڑا بعد اس کے کہ ایذا دیئے گئے۔ پھر جہاد کیا اور صبر کیا۔ بیشک تیرا پروردگار بعد اُس کے البتہ بخشنے والا ہے مہربان ﴿١١١﴾

انعا جادو قرية وما كان لرسول ان ياتى بآية الا باذن الله لكل اجل كتاب يمحو الله ما يشاء ويثبت وعنده ام الكتاب ✦

اور کوئی رسول نہیں کر سکتا کہ بغیر حکم خدا کوئی حکم لے آئے اور ہر ایک چیز کا وقت لکھا ہوا یعنی مقرر ہے۔ خدا جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے قایم رکھے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے ✦

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ اس آیت میں بیان ہوا ہے وہ انبیاے سابق کی شریعت سے متعلق ہے نہ قرآن مجید کی آیتوں سے۔ نتیجہ اس تمام آیت کا یہ ہے کہ انبیاے سابق کی شریعت میں سے جن احکام کو خدا چاہتا ہے۔ قایم رکھتا ہے اور جن احکام کو چاہتا ہے اُٹھا دیتا ہے۔ اور اس آیت سے کسی طرح سے یہ بات نہیں نکلتی کہ قرآن مجید کی ایک آیت دوسری آیت سے منسوخ ہو جاتی ہے۔ پس یہ آیت قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ ہونے پر کسی طرح دلالت نہیں کرتی۔ مگر یہ بحث باقی رہتی ہے کہ ام الکتاب کیا چیز ہے۔ اور اگر ام الکتاب سے لوح محفوظ مراد لی جائے تو لوح محفوظ کیا چیز ہے۔ یہ ایک بہت بڑی بحث ہے جس کو ہم اپنی تصنیفات میں متعدد جگہ لکھ چکے ہیں۔ مگر اس مقام میں اس کی بحث سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ صرف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا
وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً
كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا
مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا
اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا
يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ
رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَ
هُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١١٤﴾
فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا
طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿١١٥﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ
عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ
الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ
بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿١١٦﴾

اُس دن آویگا ہر کوئی جھگڑتا ہوا اپنے لئے اور بدلا دیا جاویگا
ہر شخص کو اُس چیز کا جو اُس نے کیا تھا اور اُن پر ظلم نہ کیا
جاویگا ﴿١١٢﴾ اور بیان کی اللہ نے مثال ایک گانو کی کہ
تھا امن چین سے۔ آتا تھا وہاں اس کا رزق با فراغت
ہر جگہ سے۔ پھر اُس نے ناشکری کی اللہ کی نعمتوں کی۔ پھر
اللہ نے مزا چکھایا اُس کو بھوک کو اور خوف کو اوڑھا
بچھونا کر دینے کا بسبب اُس کے جو وہ کرتے تھے ﴿١١٣﴾
اور البتہ آیا اُن پاس ایک رسول اُن میں کا۔ پھر انہوں نے
اُس کو جھٹلایا۔ پھر اُن کو پکڑا عذاب نے ایسے حال میں کہ
وہ ظلم کرنے والے تھے ﴿١١٤﴾ پھر کھاؤ اس میں سے جو رزق دیا
تم کو اللہ نے حلال پاکیزہ اور شکر کرو اللہ کی نعمت کا
اگر تم اُسی کی عبادت کرتے ہو ﴿١١٥﴾ اس کے سوا کچھ
نہیں کہ حرام کیا تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور
وہ جس پر پکارا جاوے اللہ کے سوا اور کسی کا نام اُس کے
ذبح کرنے کے وقت پھر جو کوئی تڑپتا ہو ملے بھوک کے
نہ نافرمانی کرنے والا اور نہ حد سے گذرنے والا اور
بقدر سد رمق کھالے) تو اللہ بخشنے والا ہی مہربان ﴿١١٦﴾

یہ بات ثابت کرنی تھی کہ "یمحو اللّٰہ ما یشاء و یثبت" سے مقصود محو ہونا یا ثابت رہنا احکام
شریعت انبیاے سابق کا ہے۔ نہ محو ہونا یا ثابت رہنا قرآن مجید کی آیتوں کا۔ اس لئے ہم اسی قدر
بیان پر اکتفا کرتے ہیں +

دوسری آیت سورہ نحل کی ہے جس میں خدا فرماتا ہے۔ کہ جب ہم ایک حکم کی جگہ دوسرا
واذا بدلنا اٰیۃ مکان اٰیۃ واللّٰہ اعلم بما ینزل — حکم بدلتے ہیں اور خدا جو حکم نازل کرتا ہے اُس کو
قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون + — خوب جانتا ہے تو کہتے ہیں کہ تو تو افترا ہی کرنے
والا ہے۔ حالانکہ اُن میں کے بہت سے نہیں جانتے۔ اس آیت کی نسبت سوال یہ ہے کہ قالوا سے
کون لوگ مراد ہیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ قالوا کی ضمیر سے کفار مکہ مراد ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہوسکتا۔ اس
واسطے کہ کفار مکہ نہ اُس پہلی آیت کو جو بدلی گئی منزل من اللہ جانتے تھے اور نہ دوسری آیت کو جس نے
پہلی آیت کو بدلا منزل من اللہ سمجھتے تھے +

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ (١١٧) مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (١١٨) وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِن قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (١١٩) ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (١٢٠) إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (١٢١) شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (١٢٢) وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ (١٢٣) ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (١٢٤)

اور مت کہو اس چیز کو جس کو بیان کرتی ہیں تمہاری زبانیں جھوٹ کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام تاکہ بہتان باندھو اللہ پر جھوٹ۔ بیشک جو لوگ بہتان باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ مراد کو نہیں پہنچنے کے (١١٧) فائدہ ہے تھوڑا سا اور ان کیلئے عذاب ہے دکھ دینے والا (١١٨) اور ان لوگوں پر جو یہودی ہوئے ہم نے حرام کیا ان چیزوں کو جن کا ذکر کیا تجھ پر اس سے پہلے۔ اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر ولیکن وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے (١١٩) پھر بیشک تیرا پروردگار ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کی برائی بے جانے پھر توبہ کی اس کے بعد اور نیکی کی بیشک تیرا پروردگار اس کے بعد البتہ بخشنے والا ہے مہربان (١٢٠) بیشک ابراہیم پیشوا تھا اللہ کی فرمانبرداری کرنے والا حنیف مذہب کا (یعنی خالص خدا کی عبادت کرنے والا) اور وہ نہ تھا شرک کرنے والوں میں سے (١٢١) شکر کرنے والا اس کی نعمتوں کا اس کو برگزیدہ کیا اور اس کو ہدایت کی سیدھی راہ کی طرف (١٢٢) اور دی ہم نے اس کو دنیا میں نیکی اور بیشک وہ آخرت میں البتہ نیکوکاروں میں ہے (١٢٣) پھر ہم نے وحی بھیجی تجھ پر کہ پیروی کر ابراہیم کے دین کی جس کا دین حنیف ہے (یعنی جس میں خالص خدائے احد کی عبادت ہے) اور وہ یعنی ابراہیم مشرکوں میں سے نہ تھا (١٢٤)

بلکہ صرف یہود و نصاریٰ جو ان احکام قرآن مجید کو جو برخلاف احکام سابق توریت و انجیل کے تھے پیغمبر کا افترا سمجھتے تھے۔ پس قالوا کی ضمیر انہیں یہود و نصاریٰ کی طرف پھرتی ہے نہ عام کفار کی طرف جو عموماً بت پرست تھے۔ اور وہ نہ احکام سابق کو مانتے تھے نہ احکام لاحق کو۔ پس صاف ظاہر ہے کہ بدلنا آیۃ مکان آیۃ سے تبدیل شرائع انبیائے سابق مراد ہے نہ تبدیل آیۃ قرآنی کی دوسری آیت سے +

تفسیر کبیر میں بھی ابو مسلم اصفہانی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس آیت میں شرائع سابق انبیا کا تبدیل ہونا مراد ہے۔ نہ قرآن مجید کے احکام میں ایک کا دوسرے کا منسوخ ہونا اور امام صاحب نے لکھا ہے کہ ابو مسلم اصفہانی برخلاف دیگر مفسرین کے مذہب اسلام میں ناسخ و منسوخ کا بالکل قائل نہیں ہے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٢٥﴾
ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١٢٦﴾
وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ﴿١٢٧﴾
وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿١٢٨﴾

اس کے سوا کچھ نہیں مقرر کیا گیا تھا سبت کا دن اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے اختلاف کیا اُس میں (یعنی شریعت ابراہیم میں) اور بے شک تیرا پروردگار البتہ فیصلہ کرے گا اُن میں قیامت کے دن اُس میں جس بات میں وہ اختلاف کرتے تھے (۱۲۵) بلا اپنے پروردگار کی راہ کی طرف حکمت اور نیک نصیحت کے ساتھ اور بحث کر اُن سے اُس بات سے جو سب سے اچھی ہے بے شک تیرا پروردگار وہ خوب جاننے والا ہے اُس کو جو گمراہ ہوا اُس کی راہ سے اور وہ خوب جاننے والا ہے راہ پانیوالوں کو (۱۲۶) اور اگر تم بدلا لو تو بدلا لو برابر اُس کے جو تم کو ایذا دی گئی ہو اور البتہ اگر صبر کیا تم نے تو بے شک وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے (۱۲۷) اور صبر کر اور نہیں تیرا صبر مگر اللہ کی مدد سے اور مت غم کھا اُن پر اور مت ہو تنگدل اُس سے جو وہ مکر کرتے ہیں۔ بے شک اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگار رہیں اور اُن لوگوں کے ساتھ جو نیکی کرنے والے ہیں (۱۲۸)

اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اگر اُن تمام آیتوں کو جن سے مفسرین اور فقہا نے قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے مجموعی طور پر سامنے رکھ لیا جاوے اور اُن پر غور و تعمق کی نظر ڈالی جاوے اور اُن کے سیاق و سباق کو مدنظر رکھا جاوے تو اُن سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ آیتیں شرائع سابقہ انبیا کے بعض احکام کے تبدیل ہونے سے تعلق رکھتی ہیں۔ نہ قرآن مجید کی آیتوں کے باہم ناسخ و منسوخ ہونے سے ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سُورَہ بنی اسرائیل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
سُبْحٰنَ الَّذِیْ	پاک ہے وہ جو

(سبحان الذی) معراج کے متعلق حدیثوں اور روایتوں میں جس قدر اختلاف ہے غالباً اور کسی امر میں اس قدر اختلاف نہ ہوگا اُن اختلافات کا بیان کرنا اور اُن کی تنقیح کرنا سب سے مقدم امر ہے اور اس لئے ہم ہر ایک امر کو معہ اُن کے اختلافات کے جُدا جُدا بیان کرتے ہیں +

زمانہ معراج

بخاری میں شریک کی روایت سے ایک حدیث ہے جس کے یہ الفاظ ہیں "قبل ان یوحی الیہ" یعنی اسراء آنحضرت کو وحی آنے یعنی نبی ہونے سے پہلے ہوئی تھی مگر خود محدثین نے بیان کیا ہے کہ وہ الفاظ اسرا سے متعلق نہیں ہیں چنانچہ اُس حدیث کی اس بحث کو بھی بیان کرینگے اس وقت اُن اختلافات کو بیان کرتے ہیں جو اسرا یا معراج سے متعلق ہیں +

اس باب میں کہ معراج کب ہوئی مندرجہ ذیل مختلف اقوال ہیں +

۱- ہجرت سے ایک برس پہلے ربیع الاول کے مہینہ میں +

۲- ہجرت سے ایک برس پانچ مہینے پہلے شوال کے مہینہ میں - بعضوں نے کہا کہ رجب کے مہینہ میں +

۳- ہجرت سے اٹھارہ مہینے پیشتر +

۴- ہجرت سے ایک برس تین مہینے پہلے ذی الحجہ میں +

۵- ہجرت سے تین برس پہلے +

۶- نبوت سے پانچ برس بعد +

۷- نبوت سے بارہ برس بعد بعضوں کے نزدیک قبل موت ابی طالب اور بعضوں کے نزدیک بعد موت ابی طالب +

۸- نبوت سے تیرھویں برس ربیع الاول یا رجب میں +

۹- ہجرت سے سولہ مہینے قبل ذیقعدہ کے مہینہ میں اور بعضوں کے نزدیک ربیع الاول میں +

۱۰- ستائیسویں تاریخ رجب کے مہینہ میں +

آسریٰ	لے گیا

۱۱- رجب کے پہلے جمعہ کی رات کو +

۱۲- ستائیسویں تاریخ رمضان کے مہینہ میں ہفتہ کی رات کو +

یہ تمام اختلافات جو ہم نے بیان کئے عینی شرح بخاری میں مندرج ہیں اور اُس کی عبارت بلفظہ ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں +

عینی میں لکھا ہے کہ معراج کے وقت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں نبوت سے پہلے ہوئی

ویختلف فی وقت المعراج فقیل انہ کان قبل المبعث وھو شاذ الا اذا حمل علی انہ وقع فی المنام فلہ وجہ وقیل کان قبل الھجرۃ بسنۃ فی ربیع الاول وھو قول الاکثرین حتی بالغ ابن حزم فنقل الاجماع علی ذلک وقال السدی قبل الھجرۃ بسنۃ وخمسۃ اشھر واخرجہ من طریقہ الطبری والبیھقی فعلی ھذا کان فی شوال وحکی ابن عبد البر انہ کان فی رجب وجزم بہ النووی وقیل بثمانیۃ عشر شھرا حکاہ ابن عبد البر ایضا وقیل کان قبل الھجرۃ بسنۃ وثلاثۃ اشھر فعلی ھذا یکون فی ذی الحجۃ وبہ جزم ابن فارس وقیل کان قبل الھجرۃ بثلاث سنین حکاہ ابن الاثیر وحکی عیاض عن الزھری انہ کان بعد المبعث بخمس سنین وروی ابن ابی شیبۃ من حدیث جابر وابن عباس رضی اللہ تعالی عنھم قال ولد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یوم الاثنین وفیہ بعث وفیہ عرج بہ الی السماء وفیہ مات +

(صفحہ ۸۰ عینی شرح بخاری جلد ۸) +

یہ قول شاذ ہے لیکن اگر اُس کا واقع ہونا خواب میں خیال کیا جائے تو بے وجہ نہیں ہے۔ بعض ہجرت سے ایک سال پہلے ربیع الاول میں مانتے ہیں۔ یہ قول اکثر لوگوں کا ہے یہاں تک کہ ابن حزم نے اس پر اجماع اُمت ہونا بیان کیا ہے۔ اور سدی کے نزدیک ہجرۃ سے ایک برس پانچ مہینے پہلے ہوئی اس قول کو طبری اور بیہقی نے بیان کیا ہے۔ اس قول کی بنا پر معراج ماہ شوال میں ہوئی۔ اور ابن عبد البر نے ماہ رجب میں بیان کیا ہے۔ نووی بھی اسی کو مانتا ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ہجرۃ سے اٹھارہ مہینے پہلے ہوئی۔ ابن البر نے اس قول کو بھی بیان کیا ہے۔ اور بعض کے نزدیک ہجرۃ سے ایک برس تین مہینے پہلے ہوئی۔ اس کی بنا پر ذی الحجہ کا مہینہ تھا ابن فارس اسی قول کو مانتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک ہجرۃ سے تین برس پہلے ہوئی۔ اس کو ابن اثیر نے بیان کیا ہے اور قاضی عیاض نے زہری سے حکایت کی ہے کہ معراج نبوت سے پانچ برس بعد ہوئی اور ابن ابی شیبہ نے عباس اور جابر سے روایت کی ہے کہ وہ دونوں کہتے تھے کہ پیغمبر خدا پیر کے دن پیدا ہوئے۔ اور اسی دن نبوت ملی اور اسی دن معراج اور اسی دن وفات ہوئی +

عینی میں دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ معراج نبوت کے بارھویں سال ہوئی۔ بیہقی نے موسےٰ

وکان الاسراء فی السنۃ الثانیۃ عشر من النبوۃ وفی روایۃ البیھقی من طریق موسی بن عقبۃ عن الزھری

بن عقبہ سے اور اُس نے زہری سے روایت کی ہے کہ معراج مدینہ جانے سے ایک برس پہلے ہوئی۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اپنے بندے کو	بِعَبْدِهٖ

انه اسری به قبل خروجه الی المدینة بسنة وعن السدی قبل مهاجرته بستة عشر شهرا فعلی قوله یکون الاسراء فی شهر ذیقعدة وعلی قول الزهری یکون فی ربیع الاول وقیل کان الاسراء لیلة السابع والعشرین من رجب وقد اختاره الحافظ عبد الغنی بن سرور المقدسی فی سیرته ومنهم من یزعم انه کان فی اول لیلة جمعة من شهر رجب ثم قیل کان قبل موت ابی طالب وذکر ابن الجوزی انه کان بعد موته فی سنة اثنتی عشرة للنبوة ثم قیل کان فی لیلة السبت لسبع عشرة لیلة خلت من رمضان فی السنة الثالثة عشر للنبوة وقیل کان فی ربیع الاول وقیل کان فی رجب (صفحہ ۴۰ جلد ثانی عینی شرح بخاری) +

اور سدی کا قول ہے کہ ہجرت سے دو ماہ پہلے پس اسکے قول کے موافق ماہ ذیقعدہ میں اور زہری کے قول کے موافق ربیع الاول میں بعض کہتے ہیں ستائیسویں رجب کو ہوئی حافظ عبد الغنی بن سرور مقدسی نے اپنی سیرت میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اور بعض کا گمان ہے ماہ رجب کو جمعہ کی اول شب میں ہوئی۔ پھر بعض کا قول ہے کہ ابو طالب کے مرنے سے پہلے ہوئی اور ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ان کے مرنے کے بعد نبوت کے بارھویں سال ہوئی۔ پھر کوئی کہتا ہے کہ نبوت کے تیرھویں سال رمضان کی سترہ تاریخ کو ہفتہ کی رات کو ہوئی۔ اور کوئی کہتا ہے کہ ربیع الاول میں کوئی کہتا ہے رجب میں +

یہ روایتیں اس قدر مختلف ہیں کہ کوئی علامتِ قرینہ یا دلیل بین اُن میں سے کسی روایت کو مرجح کرنے کی نہیں ہے۔ قرآن مجید سے اس بات پر یقین ہو سکتا ہے کہ اسراء جس کا دوسرا نام معراج ہے رات کو واقع ہوئی اور احادیث مختلفہ سے جو امر مشترک اور نیز قرآن مجید سے بطور دلالت النص پایا جاتا ہے وہ اس قدر ہے کہ زمانہ نبوت میں معراج ہوئی اور یہ بات کہ کب ہوئی بسبب اختلاف روایات و احادیث محقق ثابت نہیں ہو سکتا۔ پس ان تمام اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض علما تعددِ معراج اور اسرا کے قائل ہوئے اور معراج اور اسرا کو دو جداگانہ واقعے قرار دئے چنانچہ عینی شرح بخاری میں لکھا ہے +

کہ معراج اور اسرا میں اختلاف ہے کہ دونوں ایک رات میں ہوئے یا دو راتوں میں

واختلفوا فی المعراج والاسراء هل کانا فی لیلة واحدة او فی لیلتین وهل کانا جمیعا فی الیقظة او فی المنام او احدهما فی الیقظة والاخر فی المنام فقیل ان الاسراء کان مرتین مرة بروحه مناما ومرة بروحه وبدنه یقظة ومنهم من یدعی تعدد الاسراء فی الیقظة ایضا حتی قال انها اربع اسراءات وزعم بعضهم ان بعضها کان بالمدینة ووفق ابو شامة فی روایات حدیث الاسراء بالجمع بالتعدد فجعل ثلاث اسراءات مرة من مکة الی بیت المقدس فقط علی البراق ومرة من مکة الی السموات علی البراق ایضا ومرة من مکة الی بیت المقدس

اور دونوں جاگتے میں ہوئیں یا خواب میں یا ایک خواب میں۔ اور ایک بیداری میں۔ بعض کا قول ہے اسرا دونوں مرتبہ ہوئی۔ ایک دفعہ خواب میں روح کے ساتھ۔ اور ایک دفعہ روح اور بدن کے ساتھ بیداری میں بعض کے نزدیک بیداری میں کئی دفعہ اسرا ہوئی۔ یہاں تک کہ بعض چار دفعہ اسرا کے قائل ہوئے ہیں۔ اور بعض نے گمان کیا ہے کہ ان میں سے بعض مدینہ میں ہوئیں۔ ابو شامہ کہ حدیث

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ایک رات	لَيْلًا
اسرا کی مختلف روایتوں میں تین مرتبہ اسراء ان کی توفیق کی ہے ۔ ایک دفعہ مکہ سے بیت المقدس تک براق پر ۔ دوسری دفعہ مکہ سے آسمانوں تک	ثم الی السموات وجمہور السلف والخلف علی ان الاسرا کان بیدنہ وروحہ واما من مکۃ الی بیت المقدس فبنص القرآن ۔ (عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۹۶)

براق پر ۔ تیسری دفعہ مکہ سے بیت المقدس تک پھر آسمانوں تک ۔ متقدمین اور متاخرین سب متفق ہیں کہ اسرا بدن اور روح کے ساتھ واقع ہوئی ۔ اور مکہ سے بیت المقدس تک جانا تو نص قرآنی سے ثابت ہے ۔

ان تمام روایتوں پر لحاظ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اُس اختلاف کے جو زمانہ معراج میں ہے نسبت نفس معراج یا اسراء کے حسب تفصیل ذیل علما میں اختلاف ہوگیا ہے ۔

۱ ۔ بعضوں کا قول ہے کہ اسرا اور معراج دو جداگانہ واقعات ہیں ۔

۲ ۔ بعضوں کا قول ہے کہ ایک دفعہ صرف اسرا ہوئی اور ایک دفعہ اسراء معہ معراج ۔

۳ ۔ بعضوں کا قول ہے کہ معراج دو دفعہ ہوئی ایک دفعہ بغیر اسراء کے اور ایک دفعہ معہ اسرا کے ۔

۴ ۔ بعض کا قول ہے کہ اسرا معہ معراج کے دو دفعہ ہوئی ۔

۵ ۔ اکثر علما کا یہ قول ہے جو قول مقبول بھی ہے کہ اسراء و معراج ایک دفعہ ایک ساتھ ایک ہی رات میں ہوئی ۔

یہی قول صحیح اور متفق علیہ ہے اور احادیث سے جو امر مشترک پایا جاتا ہے اور جو قرآن مجید کی دلالت النص سے ثابت ہوتا ہے ۔ وہی یہی ہے مگر ہم اس مقام پر اُن تمام اقوال کو جن سے یہ اختلاف ظاہر ہوتے ہیں ذیل میں لکھتے ہیں ۔

اقوال اُن علما کے جو اسرا اور معراج کو دو جداگانہ واقعے کہتے ہیں

جو لوگ کہ الاسرا اور معراج کو علیحدہ علیحدہ دو واقعے قرار دیتے ہیں اُن کا بیان یہ ہے ۔

ابن دحیہ کا یہ قول کہ خود بخاری کا میلان اس پر ہے کہ لیلۃ الاسراء الگ واقعہ ہے ۔ اور لیلۃ المعراج الگ واقعہ ۔ اور وہ دلیل یہ لاتے ہیں کہ بخاری نے ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے جداجدا ترجمۃ الباب قرار دیا ہے (اور واضح ہو بخاری

جنح البخاری الی ان لیلۃ الاسرا کانت غیر لیلۃ المعراج لانہ افرد لکل منھما ترجمۃ ۔ (فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۱۰۰)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مسجد حرام سے	مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

کا ترجمۃ الباب بطور استنباط مسائل کے سمجھا جاتا ہے +

ترجمۃ ابواب البخاری

باب حدیث الاسراء وقول اللہ تعالیٰ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔

(بخاری صفحہ ۵۴۸) +

بخاری نے ایک علحدہ باب میں لکھا ہے کہ یہ باب ہے حدیث اسراء کا اور خدا کے اُس قول کا جہاں اُس نے فرمایا ہے "پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک" +

کتاب الصلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء

(بخاری صفحہ ۵۰)

اور دوسرے علحدہ باب میں لکھا ہے کہ یہ باب ہے اس بیان میں کہ اسرا میں نماز کیونکر فرض ہوئی +

مگر اس دلیل کو خود علامہ حجر عسقلانی نے رد کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس سے دونوں

ولا دلالۃ فی ذلک علی التغائر عندہ بل کلامہ فی اول الصلوٰۃ ظاہر فی اتحادہما وذلک انہ ترجم باب کیف فرضت الصلوٰۃ لیلۃ الاسراء والصلوٰۃ انما فرضت فی المعراج فدل علی اتحادہما عندہ وانما افرد کلا منہما بترجمۃ لان کلا منہما یشتمل علی قصۃ مفردۃ وان کانا وقعا معا۔

(فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۵۰) +

کا جدا جدا ہونا بخاری کے نزدیک نہیں نکلتا بلکہ کتاب الصلوٰۃ کے عنوان سے دونوں کا ایک ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ اُس نے لکھا ہے۔ کہ لیلۃ الاسراء میں نماز کیونکر فرض ہوئی اور نماز یقیناً معراج میں فرض ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بخاری کے نزدیک دونوں واقعے ایک ہیں جدا جدا ترجمۃ الباب اس لئے قرار دیا ہے کہ ان میں الگ الگ قصے ہیں اگرچہ وہ ایک ہی ساتھ واقع ہوئے ہیں +

اور بعض علمائے متاخرین بھی قصہ اسراء اور معراج کو دو واقعے سمجھتے ہیں علامہ حجر عسقلانی نے

وقال بعض المتاخرین کانت قصۃ الاسراء فی لیلۃ والمعراج فی لیلۃ متمسکا بما ورد فی حدیث انس من روایۃ شریک من ترک ذکر الاسراء وکذا فی ظاہر حدیث مالک بن صعصعۃ۔

(فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۱۵۱) +

لکھا ہے۔ بعض متاخرین نے کہا ہے کہ اسراء ایک رات میں ہوئی اور معراج ایک رات میں۔ اُن کی حجت یہ ہے کہ انس کی حدیث میں جو شریک سے مروی ہے اسرا کا ذکر نہیں اور ایسا ہی مالک بن صعصعہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے +

گو خود علامہ حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ متاخرین نے ان روایتوں کی بنا پر اسرا کا ایک رات میں اور معراج کو دوسری رات میں ہونا خیال کیا ہے مگر ان روایتوں سے اسرا اور معراج

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مسجد اقصےٰ کو	اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

ولا يلزم من ذلك الا يستلزم التعدد بل هو محمول على ان بعض الرواة ذكر ما لم يذكره الآخر (فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ١٥١)

کا علیحدہ علیحدہ واقع ہونا لازم نہیں آتا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ اس سے تعدد واقع لازم نہیں آتا۔ بلکہ یہ خیال کیا جاتا ہے بعض راویوں نے جو بیان کیا ہے اس کو دوسرے راویوں نے ترک کر دیا ہے ✦

جن کے گمان میں اسرا الگ واقع ہے ان کی دلیل شداد ابن اوس کی حدیث ہے

واحتج من عدها لاسراء وقع مرتين بما اخرجه البزار والطبراني وصححه البيهقي في دلائل من حديث شداد بن اوس قال قلنا يا رسول الله كيف اسري بك قال صليت صلاة العتمة بمكة فأتاني جبريل بدابة فذكر الحديث في مجيئه بيت المقدس وما وقع له فيه قال ثم انصرف بي فمررنا بعير لقريش بمكان كذا فذكره قال ثم اتيت اصحابي قبل الصبح بمكة.

(فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ١٥١) ✦

جس کو بزار اور طبرانی نے بیان کیا اور بیہقی نے دلائل میں اس کی تصحیح کی ہے۔ اُس نے کہا کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ آپ کو کیونکر اسرا ہوئی فرمایا کہ میں نے عشا کی نماز مکہ میں پڑھی پھر جبرئیل میرے پاس سواری (براق) لایا۔ پھر بیت المقدس جانا اور وہاں جو کچھ گذرا سب بیان کیا۔ پھر فرمایا کہ واپسی میں ہمارا قریش کے اونٹوں پر فلاں جگہ گذر ہوا۔ پھر اس کا ذکر کیا پھر فرمایا کہ میں صبح سے پہلے مکہ میں اپنے اصحاب کے پاس آ گیا ✦

اقوال اُن علما کے جو کہتے ہیں کہ ایک دفعہ صرف اسراء ہوئی اور ایک دفعہ اسرا مع معراج کے

بعض نے کہا ہے کہ اسرا بیداری میں دو دفعہ ہوئی۔ پہلی دفعہ پیغمبر خدا بیت المقدس سے لوٹے اور اُس کی صبح کو جو کچھ دیکھا قریش سے بیان کیا۔ دوسری دفعہ بیت المقدس تک گئے پھر وہاں سے اُسی رات آسمانوں پر گئے قریش نے اس دوسری دفعہ پر اعتراض نہیں کیا کیونکہ اُن کے نزدیک یہ ایسا ہی تھا جیسے اُن کا یہ قول کہ فرشتہ آسمان سے پلک جھپکنے سے بھی پہلے آتا ہے اور اس کو محال سمجھتے تھے حالانکہ روشن معجزات کا واقع ہونا اُن کے سچے ہونے کی دلیل تھی لیکن انھوں نے اس میں مخالفت کی اور برابر پیغمبر خدا کو

وقيل كان الاسراء مرتين في يقظة فالأولى رجع من بيت المقدس وفي صبيحته اخبر قريشا بما وقع والثانية اسري به الى بيت المقدس ثم عرج به من ليلته الى السماء الى آخره ولم يقع لقريش في ذلك اعتراض لان ذلك عندهم من جنس قوله ان الملك يأتيه من السماء في اسرع من طرفة عين وكانوا يعتقدون استحالة ذلك مع قيام الحجة على صدقه بالمعجزات الباهرة لكنهم عاندوا في ذلك واستمروا على تكذيبه فيه بخلاف اخباره انه جاء بيت المقدس في ليلة واحدة ورجع فانهم صرحوا بتكذيبه فيه فطلبوا منه نعت بيت المقدس لمعرفتهم به وعلمهم بانه ما كان رآه قبل ذلك فامكنهم استعلام صدقه في ذلك

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الذی بٰرکنا حولہٗ	جس کے گرداگرد ہم نے برکت دی تھی

بخلاف المعراج۔ (فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۱۵۱) ✦ کو اس میں جھٹلاتے رہتے۔ برخلاف اس کے کہ آپ نے ایک رات میں بیت المقدس جانے اور وہاں سے پھر آنے کی خبر دی اس وقت تھیں اُنھوں نے کھلم کھلا پیغمبر خدا کی تکذیب کی اور بیت المقدس کا حال پوچھا کیونکہ وہ اس سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ پیغمبر خدا نے بیت المقدس کو نہیں دیکھا۔ پس معراج کے برخلاف اس میں اُن کو رسول اللہ کے سچے ہونے کی آزمائش کا موقع ملا ✦

وفی حدیث ام ھانی عند ابن اسحٰق و ابی یعلی نحو ما فی حدیث ابی سعید فان ثبت ان المعراج کان مناما علی ظاھر روایۃ شریک عن انس فینتظم من ذالک ان الاسراء وقع مرتین۔ مرۃ علی انفرادہ۔ ومرۃ مضموما الیہ المعراج وکلاھما فی الیقظۃ۔ (فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۱۵۰) ✦

اور ام ہانی کی حدیث میں ابن اسحٰق اور ابو یعلی کے نزدیک یہی مضمون ہے جو ابو سعید کی حدیث میں ہے۔ پس اگر یہ ثابت ہو جائے کہ معراج خواب میں ہوئی تھی جیسا کہ شریک کی روایت میں انس سے مروی ہے تو اس سے معلوم ہوگا کہ اسرا دو بار ہوئی۔ ایک بار تنہا اور ایک بار معراج کے ساتھ اور دونوں دفعہ حالت بیداری میں ہوئی ✦

اقوال اُن علما کے جو کہتے ہیں کہ معراج دو دفعہ ہوئی ایک دفعہ بغیر اسرا کے اور ایک دفعہ مع اسرا کے

والمعراج وقع مرتین۔ مرۃ فی المنام علی انفرادہ توطئۃ وتمھیدا۔ ومرۃ فی الیقظۃ مضموما الی الاسراء (فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۱۵۰) ✦

فتح الباری میں ہے کہ معراج دو بار ہوئی۔ ایک بار بطور تمہید کے تنہا خواب میں ہوئی اور ایک بار اسرا کے ساتھ جاگتے میں ✦

وجنح الامام ابو شامۃ الی وقوع المعراج مرارا واستند الی ما اخرجہ البزار و سعید بن منصور من طریق ابی عمران الجونی عن انس رفعہ قال بینا انا جالس اذ جاء جبریل فوکز بین کتفی فقمنا الی شجرۃ فیھا مثل وکری الطائر فقعدت فی احدھما وقعد جبریل فی الاخر فارتفعت حتی سدت الخافقین الحدیث۔ وفیہ ففتح لی باب من السماء ورایت النور الاعظم

امام ابو شامہ کا میلان معراج کے کئی بار واقع ہونے کی طرف ہے۔ اور سند میں اُس حدیث کو بیان کرتے ہیں جو بزار اور سعید بن منصور نے ابو عمران جونی سے اور اُس نے انس سے مرفوعاً روایت کی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میں بیٹھا تھا کہ جبریل آئے اور میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان ہاتھ مارا۔ پھر ہم دونوں ایک درخت کے پاس گئے جس میں پرندوں کے دو گھونسلے سے تھے۔ ایک میں جبریل اور ایک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لِنُرِيَهُ	تاکہ دکھاویں ہم اُس کو

وإذا دونه حجاب من در وياقوت. قال العلامة ابن حجر ورجاله لا بأس بهم إلا أن الدارقطني ذكر له علة تقتضي إرساله وعلى كل حال فهي قصة أخرى الظاهر أنها وقعت بالمدينة ولا بعد في وقوع أمثالها وإنما المستبعد وقوع التعدد في قصة المعراج التي وقع فيها سؤاله عن كل نبي وسؤال أهل كل باب هل بعث إليه وفرض الصلوات خمسين وغير ذلك فإن تعدد ذلك في اليقظة لا يتجه فيتعين رد بعض الروايات المختلفة إلى بعض أو الترجيح إلا أنه لا بعد في جميع وقوع ذلك في المنام توطئة ثم وقوعه في اليقظة على وفقه كما قدمته۔

(فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۱۵۱) +

میں مَیں بیٹھ گیا۔ پھر مَیں بلند ہُوا یہاں تک کہ آسمان و زمین سے گذر گیا۔ اسی حدیث میں ہے کہ میرے لئے آسمان کا دروازہ کھولا گیا۔ اور مَیں نے نورِ اعظم کو دیکھا اور اُس سے ورے ایک پردہ تھا موتیوں اور یاقوت کا۔ علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں کوئی عیب نہیں ہے۔ مگر دارقطنی نے ایک ایسی علت بیان کی ہے جس سے اس کا مرسل ہونا معلوم ہوتا ہے بہرحال یہ ایک اور قصہ ہے اور ظاہرا وہ مدینہ میں ہُوا۔ اور ایسے واقعوں کے ہونے میں کوئی تعجب نہیں ہے۔ اور اگر تعجب انگیز ہے تو معراج کے قصہ کا کئی بار ہونا ہے جس میں ہر نبی کا سوال اور ہر آسمان کے دربان کا سوال کہ کیا ادھر بھیجے گئے ہیں۔ اور پانچ نمازوں کا فرض ہونا وغیرہ ہے۔ کیونکہ حالت بیداری میں اس قصہ کے کئی بار واقع ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے پس بعض مختلف روایتوں کو بعض کی طرف پھیرنا یا اُن میں سے ایک کو ترجیح دینی ضرور ہے۔ مگر اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ یہ سب خواب میں تمہید کے طور پر ہُوا ہو پھر اُس کے موافق بیداری میں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں +

اور ابن عبد السلام کا قول اس حدیث کی تفسیر میں اور بھی عجیب ہے کہ اسرار خواب و بیداری

ومن المستغرب قول ابن عبد السلام في تفسيره كان الإسراء في النوم واليقظة ووقع بمكة والمدينة فإن كان يريد تخصيص المدينة بالنوم ويكون كلامه على طريق اللف والنشر غير المرتب فيحتمل ويكون الإسراء الذي اتصل به المعراج وفرضت فيه الصلوات في اليقظة بمكة والآخر في المنام بالمدينة وينبغي أن يزاد فيه أن الإسراء في المنام تكرر بالمدينة النبوية۔

(فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۱۵۲) +

اور مکہ اور مدینہ میں ہوئی اگر اُس کی مراد یہ ہے کہ مدینہ میں خواب میں ہوئی اور اس کا کلام بطور لف و نشر غیر مرتب کے ہو تو احتمال ہے کہ ایسا ہی ہو اور اسرار جس کے ساتھ معراج ہوئی جس میں نمازیں فرض ہوئیں حالت بیداری میں مکہ میں ہوئی ہو اور دوسری خواب میں مدینہ میں۔ اور اتنی بات اور بڑھانی چاہیئے کہ اسرا خواب میں کئی بار مدینہ میں ہوئی +

مِنْ اٰیٰتِنَا	کچھ اپنی نشانیاں

اقوال اُن علما کے جو اسرا کا معراج کے دو دفعہ ہونا بیان کرتے ہیں

ہاں بعض حدیثوں میں وہ باتیں ہیں جو بعض کی مخالف ہیں۔ اسی لئے بعض اہل علم کا میلان

نعم جاء فی بعض الاخبار ما یخالف بعض ذلک فجنح لاجل ذلک بعض اہل العلم منہم الی ان ذلک کلہ وقع مرتین مرۃ فی المنام توطئۃ وتمہیدا ومرۃ ثانیۃ فی الیقظۃ کما وقع نظیر ذلک فی ابتداء مجیء الملک بالوحی فقد قدمت فی اول الکتاب ما ذکرہ ابن میسرۃ التابعی الکبیر وغیرہ ان ذلک وقع فی المنام (فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ہفتم صفحہ ۱۵۰) +

اس طرف ہے کہ یہ سب کچھ دو مرتبہ ہوا ایک مرتبہ نیند میں بطور تمہید اور پیش بندی کے اور دوسری مرتبہ جاگتے میں۔ جیسا کہ فرشتہ کے اول اول وحی لانے میں ہوا۔ اور میں اس کتاب کے شروع میں ابن میسرہ تابعی کبیر وغیرہ کا یہ قول ذکر کر چکا ہوں کہ یہ نیند کی حالت میں ہوا +

اور مہلب شارح بخاری نے اس قول کو ایک گروہ کی جانب سے بیان کیا ہے اور ابو نصر

وحکاہ (ای المہلب) عن طائفۃ وابو نصر بن القشیری وابو سعید فی شرف المصطفٰی قال کان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم معاریج منہا ما کان فی الیقظۃ ومنہا ما کان فی المنام۔ (فتح الباری جلد ہفتم صفحہ [illegible]) +

قشیری نے اور ابو سعید نے شرف المصطفٰی میں کہا ہے کہ پیغمبر کو کئی بار معراج ہوئی بعض دفعہ خواب میں اور بعض دفعہ بیداری میں +

اب ہم اُن حدیثوں اور روایتوں کو نقل کرتے ہیں جن میں بیان ہے کہ اسرا اور معراج ایک ہی دفعہ اور ایک رات میں ہوئی تھیں اور انہیں روایتوں کو ہم تسلیم کرتے ہیں +

اقوال اُن علما کے جو اسرا اور معراج دونوں کا ایک رات میں ہونا تسلیم کرتے ہیں

جمہور علما اور محدثین اور فقہا اور متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ اسرا اور معراج دونوں ایک رات میں واقع ہوئیں۔ ظاہرا وہ لوگ مکہ سے بیت المقدس تک جانے کا نام اسرا رکھتے ہیں اور بیت المقدس سے سدرۃ المنتہی تک جانے کا معراج۔ جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے۔

والاکثر علی انہ اسری بجسدہ الی بیت المقدس ثم عرج بہ الی السموات حتی انتہی الی سدرۃ المنتہی (تفسیر بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۵۰۰) +

اور اکثر علما اس پر متفق ہیں کہ بیت المقدس تک آنحضرت بجسدہ گئے پھر آسمانوں کی طرف بلند کئے گئے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہی تک جا پہنچے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ①	بیشک وہ سننے والا ہے اور دیکھنے والا ①

اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ علمائے متقدمین نے احادیث کی مختلف

وقد اختلف السلف بحسب اختلاف الاخبار الواردة فمنہم من ذھب الی ان الاسراء والمعراج وقعا فی لیلة واحدة فی الیقظة بجسد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروحہ بعد البعث والی ھذا ذھب الجمھور من علماء المحدثین والفقہاء والمتکلمین وتواردت علیہ ظواھر الاخبار الصحیحة ولا ینبغی العدول عن ذلک اذ لیس فی العقل ما یحیلہ حتی یحتاج الی تاویلہ۔

(فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۱۵۰) +

ہونے کے سبب سے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ اسرا اور معراج دونوں ایک رات میں حالت بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ بعثت کے بعد واقع ہوئیں۔ تمام علمائے محدثین۔ فقہا اور متکلمین اسی کے قائل ہیں۔ اور تمام احادیث صحیحہ سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور اس سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ عقل کے نزدیک محال نہیں ہے تاکہ تاویل کی ضرورت ہو +

علامہ حجر عسقلانی نے دوسرے مقام پر یہ لکھا ہے۔ کہ اسرا کے بعد معراج کے ایک ہی

ویؤید وقوع المعراج عقب الاسراء فی لیلة واحدة روایة ثابت عن انس عند مسلم ففی اولہ اتیت بالبراق فرکبت حتی اتیت بیت المقدس فذکر القصة الی ان قال ثم عرج الی السماء الدنیا وفی حدیث ابی سعید الخدری عند ابن اسحٰق فلما فرغت مما کان فی بیت المقدس اتی بالمعراج فذکر الحدیث۔ ووقع فی اول حدیث مالک بن صعصعة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدثہم عن لیلة اسری بہ فذکر الحدیث فھو وان لم یذکر فیہ الاسراء الی بیت المقدس فقد اشار الیہ وصرح بہ فی روایتہ فھو المعتمد۔

(فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۱۵۱) +

رات میں واقع ہونے کی تائید مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے جو ثابت نے انس سے روایت کی ہے۔ اس کے اول میں ہے کہ براق لایا گیا پھر میں اس پر سوار ہوا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچا۔ پھر وہاں کا حال بیان کرکے کہا کہ پھر ہم آسمان دنیا کی طرف بلند ہوئے اور ابن اسحٰق نے ابو سعید خدری کی حدیث میں بیان کیا ہے کہ جب میں بیت المقدس کی سیر سے فارغ ہوا تو ایک سیڑھی لائی گئی۔ پھر پوری حدیث بیان کی اور مالک بن صعصعہ کی حدیث کے شروع میں ہے کہ پیغمبر خدا نے ان سے لیلة الاسراء کا ذکر کیا۔ پھر پوری حدیث بیان کی۔ پھر اگرچہ اس نے اس حدیث میں بیت المقدس تک جانے کا ذکر نہیں کیا۔ مگر اشارہ کر گیا ہے اور اپنی روایت میں اس کی تصریح کر دی ہے ۔ اور یہی معتبر ہے +

جن روایتوں میں اسرا کو علیحدہ اور معراج کو علیحدہ دو چیزیں قرار دیا ہے۔ ان کو ہم تسلیم نہیں کر سکتے۔ بلکہ اسرا اور معراج کو ایک دوسرے کا متحد المعنی یا مرادف تصور کرتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں صرف لفظ اسریٰ واقع ہوا ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے " سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ" مگر اس کے بعد فرمایا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور ہم نے دی موسے کو کتاب	وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

"لنریہ من آیتنا انہ ھو السمیع البصیر" یہ آخر فقرہ ایک قسم کے عروج پر دلالت کرتا ہے جس کے سبب لفظ معراج مستعمل ہوگیا ہے پس معراج اور اسرا کا مفہوم متحد ہے - اور یہ ایک ہی واقعہ ایک ہی رات میں اور ایک ہی دفعہ واقع ہوا تھا +

جن علما نے اسرا اور معراج کا ہونا متعدد دفعہ تسلیم کیا ہے اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ اسرا اور معراج کے متعلق جو حدیثیں اور روایتیں وارد ہیں وہ آپس میں بے انتہا مختلف ہیں۔ علما نے ان تمام حدیثوں کی تطبیق کرنے کے خیال سے وہ تمام شقوق اختیار کرلی ہیں جو اُن حدیثوں اور روایتوں سے پیدا ہوتی تھیں +

ہم اس طریق کو صحیح نہیں سمجھتے - مختلف حدیثوں میں جو تطبیق پیدا کرنی نہایت عمدہ طریقہ ہے - بشرطیکہ اُن میں تطبیق ہوسکے - جو حدیثیں اس قسم کی ہیں کہ جن میں ایسے امور کا بیان ہے جو عادۃً یا امکاناً واقع ہوتے رہتے ہیں اور جن میں کوئی استبعاد عقلی نہیں ہے اگر ایسے امور میں مختلف حدیثیں ہوں تو کہا جا سکتا ہے - کبھی ایسا ہوگا اور کبھی ویسا مگر ایسی حدیثوں میں جن میں ایسے امور کا بیان ہو جن کا واقع ہونا عادۃً یا عقلاً ممکن نہ ہو تو صرف اُن حدیثوں کے اختلاف کے سبب اُن کے تعدد وقوع کا قایم کرنا صحیح نہیں ہے - کیونکہ جب تک اور کسی طرح پر یہ امر ثابت نہ ہوگیا ہو کہ اُن حدیثوں میں جو واقعہ مذکور ہے - وہ متعدد دفعہ واقع ہوا ہے - اُس وقت تک صرف اختلاف احادیث سے جن کی صحت بسبب اختلاف کے خود معرض بحث میں ہے اُس کا تعدد وقوع تسلیم نہیں ہوسکتا - یہ تو مصادرہ علے المطلوب ہے +

شاہ ولی اللہ صاحب بھی حجۃ اللہ البالغہ میں باب التضاد فی الاحادیث المختلفہ میں لکھتے

ہیں کہ اصل یہ ہے کہ ہر حدیث پر عمل کیا جائے جب تک کہ تناقض کے ہونے سے سب پر عمل کرنا ناممکن ہو - اور یہ حقیقت میں اختلاف نہیں ہے بلکہ فقط ہماری نظر میں اختلاف ہے - پس اگر دو مختلف حدیثیں ہوں - اور دونوں میں پیغمبر خدا کا کوئی فعل مذکور ہو اس طرح کہ ایک صحابی بیان	الاصل ان یعمل بکل حدیث الا ان یمتنع العمل بالجمیع للتناقض وانہ لیس فی الحقیقۃ اختلاف ولٰکن فی نظرنا فقط فاذا ظہر حدیثان مختلفان فان کانا من باب حکایۃ الفعل فحکی صحابی انہ صلے اللہ علیہ وسلم فعل شیئا وحکی آخر انہ فعل شیئا آخر فلا تعارض ویکون مباحین ان کانا من باب العادۃ دون العبادۃ - (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۴۳) +

کرے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل کیا اور دوسرا صحابی کوئی اور فعل بیان کرے تو اُن میں کوئی تعارض نہ ہوگا اور دونوں مباح ہونگے اگر وہ عادت کے متعلق ہوں نہ عبادت کے +

جو لوگ اسرا اور معراج کو متحد مانتے ہیں اور ایک ہی ساتھ اُس کا واقع ہونا قبول کرتے ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَجَعَلْنٰهُ هُدًى	اور ہم نے اُس کو کیا ہدایت

اُن کے بھی باہم دوسری طرح پر اختلاف ہے ایک گروہ اعظم کی یہ رائے ہے کہ معراج ابتدا سے اخیر تک بجسدہ اور جاگنے کی حالت میں ہوئی تھی۔ ایک گروہ کی یہ رائے ہے کہ معراج ابتدا سے آخر تک سونے کی حالت میں یعنی بالروح بطور خواب کے ہوئی تھی۔ ایک گروہ کی یہ رائے ہے کہ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک بجسدہ جاگنے کی حالت میں اور وہاں سے آسمانوں تک بالروح ہوئی تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک چوتھی رائے قائم کی ہے کہ معراج بجسدہ ہوئی تھی اور جاگنے میں مگر بجسد برزخی بین المثال و الشہادۃ چنانچہ ان سب رایوں کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں +

قاضی عیاض نے اپنی کتاب شفا میں لکھا ہے۔ پھر اگلے لوگوں اور عالموں کے اسرار

ثم اختلف السلف والعلماء هل كان اسراؤه بروحه او جسده على ثلاث مقالات فذهبت طائفة الى انه اسراء بالروح وانه رؤيا منام مع اتفاقهم ان رؤيا الانبياء وحي وحق والى هذا ذهب معاوية وحكي عن الحسن والمشهور عنه خلافه واليه اشار محمد بن اسحاق وحجتهم قوله تعالى وما جعلنا الرؤيا التي اريناك الا فتنة للناس وما حكوا عن عائشة ما فقدت جسد رسول الله صلى الله عليه وسلم وقوله بينا انا نائم وقول انس وهو نائم في المسجد الحرام وذكر القصة ثم قال في آخرها فاستيقظت وانا بالمسجد الحرام۔ وذهب معظم السلف والمسلمين الى انه اسراء بالجسد وفي اليقظة وهو الحق وهذا قول ابن عباس وجابر وانس وحذيفة وعمر وابي هريرة ومالك بن صعصعة وابي حبة البدري وابن مسعود والضحاك وسعيد بن جبير وقتادة وابن المسيب وابن شهاب وابن زيد والحسن وابراهيم ومسروق ومجاهد وعكرمة وابن جريج وهو دليل قول عائشة وهو قول الطبري وابن حنبل وجماعة عظيمة من المسلمين وهو قول اكثر المتأخرين من الفقهاء والمحدثين والمتكلمين والمفسرين۔ وقالت طائفة كان الاسراء بالجسد يقظة الى بيت المقدس والى السماء بالروح واحتجوا بقوله سبحان الذي اسرى بعبده ليلا

کے روحانی یا جسمانی ہونے میں تین مختلف قول ہیں۔ ایک گروہ اسراء کی روح کے ساتھ اور خواب میں ہونے کا قائل ہے۔ اور اس پر بھی متفق ہیں کہ پیغمبروں کا خواب وحی اور حق ہوتا ہے۔ معاویہ کا مذہب بھی یہی ہے حسن بصری کو بھی اسی کا قائل بتاتے ہیں۔ لیکن اُن کا مشہور قول اس کے برخلاف ہے۔ اور محمد ابن اسحٰق نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اُن کی دلیل ہے خدا کا یہ فرمانا کہ نہیں کیا ہم نے وہ خواب جو دکھایا تجھ کو مگر آزمائش واسطے لوگوں کے اور حضرت عائشہ کا یہ قول کہ نہیں کھویا میں نے رسول اللہ کے جسم کو یعنی آپ کا جسم مبارک معراج میں نہیں گیا تھا اور آنحضرت کا یہ فرمانا کہ اس حالت میں کہ میں سوتا تھا اور انس کا یہ قول کہ آنحضرت اس وقت مسجد حرام میں سوتے تھے۔ پھر معراج کا قصہ بیان کرکے آخر میں کہا کہ میں جاگا اور اس وقت مسجد حرام میں تھا بہت سے اگلے لوگ اور مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ اسرا جسم کے ساتھ اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ	بنی اسرائیل کے لئے

من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ غایۃ الاسرا موقع التعجب بعظیم القدرۃ والتمدح بتشریف النبی محمد بہ واظہار الکرامۃ لہ بالاسراء الیہ ولو کان الاسراء بجسدہ الی زائد علی المسجد الاقصیٰ لذکرہ فیکون ابلغ فی المدح۔
(قاضی عیاض شفا صفحہ ۱۰۰) +

جاگنے کی حالت میں ہوئی اور یہی بات حق ہے ابن عباس - جابر - انس - حذیفہ عمر - ابی ہریرہ - مالک بن صعصعہ - ابوحبۃ البدری - ابن مسعود - ضحاک - سعید بن جبیر - قتادہ - ابن المسیب - ابن شہاب - ابن زید - حسن - ابراہیم - مسروق - مجاہد - عکرمہ - اور ابن جریج سب کا یہی مذہب ہے - اور حضرت عایشہ کے قول کی یہی دلیل ہے اور طبری - ابن حنبل اور مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کا یہی قول ہے - متاخرین میں سے بہت سے فقیہ - محدث - متکلم اور مفسر اسی مذہب پر ہیں - ایک گروہ بیت المقدس تک جسم کے ساتھ بیداری میں جانے اور آسمانوں پر روح کے ساتھ جانے کا قائل ہے - اُن کی دلیل خدا کا یہ قول ہے جہاں فرمایا پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندہ کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک یہاں اسرا کی انتہا مسجد اقصےٰ بیان کی ہے - پھر ایسی بڑی قدرت اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بزرگی دینے اور اپنے پاس بلانے سے اُن کی بزرگی ظاہر کرنے پر تعریف کی اور تعجب کیا ہے اور اگر مسجد اقصےٰ سے اوپر بھی جسم کے ساتھ جاتے تو اس کا ذکر کرنا تعریف کے موقع پر زیادہ مناسب تھا +

اور یہی عبارت جو شفا قاضی عیاض میں ہے عینی شرح بخاری میں نقل کی گئی ہے - مگر شفا قاضی عیاض میں حضرت عایشہ کی روایت میں جہاں لفظ مافقدت کا ہے - وہاں صرف لفظ مافقد ہے بغیر (ت) کے (عینی شرح بخاری جلد ہفتم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۹) +

اور مولوی احمد حسن مرادآبادی کی تصحیح و تحشی سے جو شفا قاضی عیاض چھاپی گئی ہے اُس میں لکھا ہے - ورُوِیَ عنہا (عن عایشۃ) مافقد بصیغۃ المجہول وھو اظہر فی الاحتجاج یعنی فقد مجہول کے صیغے سے بغیر (ت) کے ہے اور صاحب معالم التنزیل نے بھی روایت عایشہ میں لفظ فقد بغیر تا کے بیان کیا ہے +

اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں یہ لکھا ہے - کہ پیغمبر خدا کو مسجد اقصےٰ

واسری بہ الی المسجد الاقصیٰ ثم الی سدرۃ المنتہیٰ والی ماشاء اللہ وکل ذلک بجسدہ فی الیقظۃ ولکن ذلک فی موطن ھو برزخ بین المثال والشہادۃ جامع لاحکامہما فظہر علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیۃ اجسادا ولذلک بان لکل

تک پھر سدرۃ المنتہےٰ تک اور جہاں تک خدا نے چاہا معراج ہوئی اور یہ سب واقعہ جسم کے ساتھ بیداری میں ہوا لیکن ایسی حالت میں کہ وہ حالت عالم مثال اور عالم شہادت کے برزخ تھے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لا تتخذوا	کہ نہ پکڑو

واقعة من تلك الوقائع تعبير وقد ظهر لحزقيل وموسى وغيرهم نحو من تلك الوقائع وكذلك الأولياء الامة ليكون علو درجاتهم عند الله كالاهم في الرؤيا والله اعلم۔

(حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۰۷)

اُن دونوں احکام کی جامع تھی۔ روح کے آثار جسم پر طاری ہوئے اور روح اور روح کی کیفیتیں جسم کی شکل میں آگئیں۔ اسی لئے ان میں سے ہر ایک واقعہ کی ایک جدا تعبیر ہے

حزقیل اور موسےٰ وغیرہ انبیا پر بھی ایسے ہی حالات گذر چکے ہیں۔ اسی طرح کے واقعات اولیاے اُمت کو پیش آتے ہیں تاکہ اُن کے مرتبے خدا کے نزدیک بلند ہوں جیسے کہ اُن کا حال خواب میں ہوتا ہے۔

ان چار صورتوں کے سوا اور کوئی صورت معراج کی نہیں ہوسکتی۔ اور اس لئے ہم کو ضرور ہے کہ ان چاروں صورتوں میں سے کوئی صورت معراج کی اختیار کریں۔ اور جس صورت کو اختیار کریں اُس کی دلیلیں بیان کریں۔ اور جو اعتراض اُس پر وارد ہوتے ہوں اُن کے جواب دیں مگر قبل اس کے کہ اس امر کو اختیار کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول صحاح ستہ کی اُن حدیثوں کو نقل کریں جو معراج سے متعلق ہیں۔ اور اُن کے اختلافات کو بتائیں۔ اور تنقیح کریں کہ اُن مختلف حدیثوں سے کیا امر ظاہر ہوتا ہے اور اگر کسی حدیث کو ترجیح دیں۔ تو وجہ ترجیح کو بیان کریں۔ واضح ہو کہ مؤطا امام مالک اور ابو داؤد میں کوئی حدیث متعلق معراج کے نہیں ہے بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی اور ابن ماجہ میں ہیں جن کو ہم بعینہٖ اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔

احادیث بخاری

حدثنا يحيى ابن بكير قال حدثنا الليث عن يونس عن ابن شهاب عن انس بن مالك قال كان ابو ذر يحدث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فرج عن سقف بيتي وانا بمكة فنزل جبرئيل ففرج صدري ثم غسله بماء زمزم ثم جاء بطست من ذهب ممتلئ حكمة وايمانا فافرغه في صدري ثم اطبقه ثم اخذ بيدي فعرج بي الى السماء فلما جئت الى السماء الدنيا قال جبريل عليه السلام لخازن السماء افتح قال من هذا قال هذا جبرئيل قال هل معك احد قال نعم معي محمد فقال ارسل اليه قال نعم فلما فتح علونا السماء الدنيا فاذا رجل قاعد على يمينه اسودة وعلى يساره اسودة

حدیث کی ہم سے یحیےٰ بن بکیر نے اُس نے کہا حدیث کی ہم سے لیث نے یونس سے اور اُس نے ابن شہاب سے اور اُس نے انس بن مالک سے اُنہوں نے کہا ابو ذر بیان کرتے تھے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت شق ہوئی اور میں اُس وقت مکہ میں تھا۔ پھر جبرئیل نازل ہوئے اور اُنہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور اُس کو آب زمزم سے دھویا پھر حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا ایک سونے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مِنْ دُوْنِیْ وَكِيْلًا ﴿۲﴾	میرے سوا کوئی کارساز ﴿۲﴾

اذا نظر قبل يمينه ضحك واذا نظر قبل شماله بكى فقال
مرحبا بالنبى الصالح والابن الصالح قلت لجبريل
من هذا قال هذا آدم وهذه الاسودة عن يمينه
وشماله نسم بنيه فاهل اليمين منهم اهل الجنة و
الاسودة التى عن شماله اهل النار فاذا نظر عن يمينه
ضحك واذا نظر قبل شماله بكى حتى عرج بى الى السماء
الثانية فقال لخازنها افتح فقال له خازنها مثل ما قال
الاول ففتح قال انس فذكر انه وجد فى السموات
آدم وادريس وموسٰى وعيسٰى وابراهيم لم يثبت
كيف منازلهم غير انه ذكر انه وجد آدم فى السماء
الدنيا وابراهيم فى السماء السادسة - قال انس فلما
مر جبريل عليه السلام بالنبى صلى الله عليه وسلم
بادريس قال مرحبا بالنبى الصالح والاخ الصالح
فقلت من هذا قال هذا ادريس ثم مررت بموسٰى
فقال مرحبا بالنبى الصالح والاخ الصالح قلت
من هذا قال هذا موسٰى ثم مررت بعيسٰى فقال
مرحبا بالنبى الصالح والاخ الصالح قلت من هذا
قال هذا عيسٰى ثم مررت بابراهيم فقال مرحبا بالنبى
الصالح والابن الصالح قلت من هذا قال هذا
ابراهيم - قال ابن شهاب فاخبرنى ابن حزم ان ابن
عباس وابا حبة الانصارى كانا يقولان قال النبى
صلى الله عليه وسلم ثم عرج بى حتى ظهرت لمستوى
اسمع فيه صريف الاقلام - قال ابن حزم وانس
ابن مالك قال النبى صلى الله عليه وسلم ففرض الله
عزوجل على امتى خمسين صلوٰة فرجعت بذلك
حتى مررت على موسٰى فقال ما فرض الله لك على امتك
قلت فرض خمسين صلوٰة - قال فارجع الى ربك فان
امتك لا تطيق - فراجعت فوضع شطرها - فرجعت
الى موسٰى قلت وضع شطرها - فقال راجع ربك
فان امتك لا تطيق ذلك فراجعت فوضع شطرها
فرجعت اليه فقال ارجع الى ربك فان امتك لا تطيق
ذلك فراجعته فقال هى خمس وهى خمسون لا يبدل القول لدى

کا لگن لائے اور اُس کو میرے سینہ میں انڈیل
دیا۔ پھر میرے سینہ کو برابر کر دیا پھر میرا ہاتھ پکڑا
اور آسمان تک لے گئے۔ جب میں آسمان دنیا
تک پہنچا۔ تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے
محافظ سے کہا کہ دروازہ کھولیے۔ اُس نے
کہا کون ہے؟ جبریل نے کہا میں ہوں اُس نے
پوچھا تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ کہا ہاں میرے
ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا کیا بلائے
گئے ہیں۔ کہا ہاں۔ جب دروازہ کھلا۔ ہم آسمان
اول پر چڑھے دیکھا تو ایک شخص بیٹھا ہوا ہے
جس کے دائیں طرف بہت سی دھندلی صورتیں
ہیں۔ دائیں طرف دیکھ کر ہنستا ہے اور بائیں
طرف دیکھ کر روتا ہے۔ اُس نے کہا مرحبا اے
نبی صالح اور فرزند صالح۔ میں نے جبریل سے
پوچھا کہ یہ کون ہے۔ جبریل نے کہا یہ آدم ہے
اور یہ دھندلی صورتیں جو اس کے دائیں اور
بائیں طرف ہیں۔ اس کی اولاد کی روحیں ہیں
ان میں سے دائیں طرف والی جنتی ہیں۔ اور
بائیں طرف والی دوزخی اسی لئے دائیں طرف
دیکھ کر ہنستا ہے اور بائیں طرف دیکھ کر روتا ہے
پھر مجھ کو دوسرے آسمان تک لے گئے۔ اور
اُس کے محافظ سے کہا کھول۔ اس محافظ نے
بھی وہی کہا جو پہلے محافظ نے کہا تھا۔ پھر
دروازہ کھل گیا۔ انس کہتے ہیں کہ پھر ذکر کیا
کہ آسمانوں میں آدم۔ ادریس۔ موسٰے۔
عیسٰے اور ابراہیم سے ملے اور ان کے مقامات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

(ملے) اولاد اُس قوم کی جس کو ہم نے چڑھایا تھا نوح کے ساتھ	ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ

فرجعت الی موسی فقال ارجع ربك فقلت استحییت من ربی ثم انطلق بی حتی انتهی بی الی سدرۃ المنتهی وغشیها الوان لا ادری ما هی ثم ادخلت الجنة فاذا هی حبائل اللؤلؤ واذا ترابها المسك ۔

(صحیح بخاری مطبوعہ دھلی صفحات ۵۰ و ۵۱) ۔

کی تعیین نہیں کی سوائے اس کے کہ پہلے آسمان پر آدم اور چھٹے آسمان پر ابراہیم سے ملنے کا ذکر کیا ہے انس کہتے ہیں جب جبرائیل علیہ السلام پیغمبر خدا کے ساتھ ادریس علیہ السلام کے پاس پہنچے ۔ انہوں نے کہا اے نبی صالح اور برادر صالح ۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں جبرئیل نے کہا یہ ادریس ہیں ۔ پھر موسٰے پر گذر ہوا انہوں نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور برادر صالح ۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں جبرئیل نے کہا یہ موسٰے ہیں پھر میں عیسٰے کے پاس پہنچا ۔ انہوں نے کہا اے نبی صالح اور برادر صالح ۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں کہا یہ عیسٰے ہیں ۔ پھر میں ابراہیم کے پاس پہنچا ۔ انہوں نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور فرزند صالح ۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں کہا یہ ابراہیم ہیں ۔ ابن شہاب کہتے ہیں مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابو حبہ انصاری دونوں کہتے تھے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ پھر مجھ کو چڑھا لے گیا یہاں تک کہ میں ایسی جگہ پہنچا جہاں سے قلموں کے چلنے کی آواز سنتا تھا ۔ ابن حزم اور انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا کہ خدا نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں ۔ جب میں واپس ہو کر موسٰے کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا کہ خدا نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ۔ میں نے کہا پچاس نمازیں کہا پھر خدا کے پاس جائیے ۔ آپ کی امت سے یہ فرض ادا نہ ہو سکیگا ۔ میں پھر گیا تو خدا نے ان میں سے ایک حصہ کم کر دیا پھر موسٰے کے پاس آیا اور میں نے کہا ایک حصہ اُن میں سے خدا نے کم کر دیا ۔ کہا پھر جائیے آپ کی امت اس کا بھی تحمل نہ کر سکیگی ۔ میں پھر گیا ۔ خدا نے ایک حصہ اور کم کر دیا ۔ پھر جب موسٰے کے پاس آیا تو کہا پھر جائیے آپ کی اُمت یہ بھی ادا نہ کر سکیگی ۔ میں پھر خدا کے پاس گیا ۔ کہا پانچ نمازیں ہیں اور وہی پچاس کی برابر ہیں ۔ میرا یہ قول نہیں بدلتا ۔ میں موسٰے کے پاس آیا تو کہا پھر جائیے میں نے کہا اب تو مجھے خدا سے شرم آتی ہے ۔ پھر جبرئیل مجھے لے چلا ۔ یہاں تک کہ میں سدرہ کے پاس پہنچ گیا اور اُس پر رنگ چھائے ہوئے تھے جن کی حقیقت میں نہیں جانتا ۔ پھر میں جنت میں داخل ہوا اور دیکھا کہ موتی کے قبے ہیں اور اس کی مٹی مشک خالص ہے ۔

حدیث بیان کی ہم سے ہدبہ بن خالد نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے ہمام نے قتادہ سے اور کہا ۔ مجھ سے خلیفہ نے حدیث بیان کی ہم سے یزید بن زریع نے کہا اُس نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّهٗ كَانَ

حدثنا هدبة بن خالد حدثنا همام عن قتادة
وقال لي خليفة حدثنا يزيد بن زريع حدثنا سعيد
وهشام قالا حدثنا قتادة حدثنا انس بن مالك
عن مالك بن صعصعة قال قال النبي صلى الله
عليه وسلم بينا انا عند البيت بين النائم واليقظان
فذكر رجلا بين الرجلين فاتيت بطست من ذهب
ملآن حكمة وايمانا فشق من النحر الى مراق البطن ثم
غسل البطن بماء زمزم ثم ملئ حكمة وايمانا واتيت
بدابة ابيض دون البغل وفوق الحمار البراق فانطلقت
مع جبريل حتى اتينا السماء الدنيا قيل من هذا قال
جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد ارسل اليه
قال نعم مرحبا به ولنعم المجيء جاء فاتيت على آدم فسلمت
عليه فقال مرحبا بك من ابن ونبي فاتينا السماء الثانية
قيل من هذا قال جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل
وارسل اليه قال نعم قيل مرحبا به ولنعم المجيء جاء
فاتيت على عيسى ويحيى فقالا مرحبا بك من اخ ونبي
فاتينا السماء الثالثة قيل من هذا قال جبريل قيل
ومن معك قال محمد قيل وقد ارسل اليه قال نعم
قيل مرحبا به ولنعم المجيء جاء فاتيت على يوسف
فسلمت عليه فقال مرحبا بك من اخ ونبي فاتيت السماء
الرابعة قيل من هذا قال جبريل قيل ومن معك قيل
محمد صلى الله عليه وسلم قيل وقد ارسل اليه قيل نعم
قيل مرحبا به ولنعم المجيء جاء فاتيت على ادريس
فسلمت عليه فقال مرحبا بك من اخ ونبي فاتيت السماء
الخامسة قيل من هذا قيل جبريل قيل ومن معك
قيل محمد قيل وقد ارسل اليه قيل نعم قيل مرحبا به
ولنعم المجيء جاء فاتينا على هارون فسلمت عليه فقال
مرحبا بك من اخ ونبي فاتينا السماء السادسة قيل من هذا
قيل جبريل قيل ومن معك قيل محمد صلى الله عليه وسلم
قيل وقد ارسل اليه قيل نعم قيل مرحبا به ولنعم المجيء
جاء فاتيت على موسى فسلمت عليه فقال مرحبا بك من
اخ ونبي فلما جاوزت بكى فقيل ما ابكاك قال يا رب
هذا الغلام الذي بعث بعدي يدخل الجنة من

بیشک وہ تھا

حدیث بیان کی ہم سے سعید اور ہشام نے، کہا
انہوں نے حدیث بیان کی ہم سے قتادہ نے
اس نے حدیث بیان کی ہم سے انس بن
مالک نے مالک بن صعصعہ سے کہا اس نے
فرمایا رسول خدا نے کہ میں کعبہ کے پاس کچھ
سوتا کچھ جاگتا تھا پھر ذکر کیا ایک شخص کا دو
شخصوں کے درمیان پھر سونے کا لگن حکمت
اور ایمان سے بھرا ہوا لایا گیا۔ پھر میرا سینہ
پیٹ کی نرم جگہ تک چیرا گیا۔ پھر اندر کی چیز
(دل) آب زمزم سے دھو کر حکمت اور ایمان
سے بھر دیا۔ اور ایک سفید رنگ کا جانور لایا گیا
جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ یعنی
براق۔ پھر میں جبریل کے ساتھ چلا۔ یہاں تک
کہ ہم پہلے آسمان تک پہنچے۔ پوچھا گیا کہ کون ہے
کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا کیا وہ بلائے
گئے ہیں کہا ہاں کہا مرحبا کیا خوب آنا ہوا۔ پھر
میں آدم کے پاس آیا اور ان کو سلام کیا کہا مرحبا
اے فرزند اور نبی پھر میں عیسے اور یحیے کے پاس
آیا دونوں نے کہا مرحبا اے بھائی اور نبی پھر ہم
تیسرے آسمان پر پہنچے پوچھا یہ کون ہے۔ کہا
جبریل پوچھا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلی
اللہ علیہ وسلم ہیں اس نے پوچھا کیا بلائے گئے
ہیں کہا ہاں۔ کہا مرحبا کیا خوب آنا ہوا۔ پھر
میں یوسف کے پاس آیا اور ان کو سلام کیا۔
کہا مرحبا تم پر اے بھائی اور نبی پھر ہم چوتھے
آسمان پر پہنچے پوچھا کون ہے کہا جبریل پوچھا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ایک بندہ شکر کرنیوالا (۳)	عَبْدًا شَكُوْرًا (۳)

استأذن فضل ما یدخل من اُمتی فاتیت السماء السابعۃ
قیل من ھذا قیل جبریل قیل ومن معک قیل محمد قیل
وقد ارسل الیہ مرحبا بہ ولنعم المجیٔ جاء فاتیت علی
ابراھیم فسلمت علیہ فقال مرحبا بک من ابن ونبی فرفع
لی البیت المعمور فسألت جبریل فقال ھذا البیت
المعمور یصلی فیہ کل یوم سبعون الف ملک اذا
خرجوا لم یعودوا آخر ما علیھم ورفعت لی سدرۃ المنتھی
فاذا نبقھا کانہ قلال ھجر وورقھا کانہ آذان الفیول
فی اصلھا اربعۃ انھار نھران باطنان ونھران ظاھران
فسألت جبریل فقال اما الباطنان ففی الجنۃ واما
الظاھران فالفرات والنیل ثم فرضت علی خمسون
صلوۃ فاقبلت حتی جئت موسی فقال ما صنعت
قلت فرضت علی خمسون صلوۃ قال انا اعلم بالناس منک
عالجت بنی اسرائیل اشد المعالجۃ وان امتک لا تطیق
فارجع الی ربک فسلہ فرجعت فسألتہ فجعلھا اربعین
ثم مثلہ ثم ثلثین ثم مثلہ فجعل عشرین ثم مثلہ
فجعل عشرا فاتیت موسی فقال مثلہ فجعلھا خمسا فاتیت
موسی فقال ما صنعت قلت جعلھا خمسا فقال مثلہ
قلت سلمت بخیر فنودی انی قد امضیت فریضتی وخففت
عن عبادی واجزی الحسنۃ عشرا وقال ھمام عن قتادۃ
عن الحسن عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی البیت المعمور +
(صحیح بخاری مطبوعہ دہلی صفحات
۴۵۵ و ۴۵۶) +

تیرے ساتھ اور کون ہے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں۔ کہا کیا بلائے گئے ہیں کہا ہاں کہا مرحبا
کیا خوب آنا ہوا پھر میں ادریس کے پاس آیا اور
اُن کو سلام کیا کہا مرحبا تم پر اے بھائی اور نبی
پھر میں پانچویں آسمان پر پہنچا۔ پوچھا کون ہے
کہا جبریل کہا تیرے ساتھ اور کون ہے کہا
محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا کیا بلائے گئے
ہیں کہا ہاں کہا مرحبا کیا خوب آنا ہوا۔ پھر ہم
ہارون کے پاس پہنچے میں نے اُن کو سلام
کیا۔ کہا مرحبا تم پر اے نبی اور برادر پھر ہم
چھٹے آسمان پر پہنچے پوچھا کون ہے کہا جبریل
پوچھا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلے اللہ
علیہ وسلم ہیں پوچھا کہ بلائے گئے ہیں۔ کہا
ہاں کہا مرحبا کیا خوب آنا ہوا۔ پھر میں موسےٰ
کے پاس پہنچا۔ اُن کو میں نے سلام کیا۔ کہا مرحبا
اے برادر اور نبی۔ جب میں وہاں سے بڑھا تو
وہ روئے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو۔ کہا اے
خدا یہ لڑکا جو میرے بعد مبعوث ہوا ہے۔
اس کی اُمت کے لوگ میری اُمت والوں سے
زیادہ جنت میں داخل ہوگئے۔ پھر ہم ساتویں آسمان پر پہنچے کہا کون ہے۔ کہا جبریل کہا تیرے
ساتھ کون ہے۔ کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا کہ بلائے گئے ہیں کہا ہاں کہا مرحبا
کیا خوب آنا ہوا۔ پھر میں ابراہیم کے پاس پہنچا۔ میں نے اُن کو سلام کیا کہا مرحبا تم پر اے
فرزند اور نبی پھر بیت المعمور میرے قریب لایا گیا۔ میں نے جبریل سے پوچھا تو کہا یہ بیت المعمور
ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ اور جب یہاں سے نکلتے ہیں تو پھر کبھی
نہیں آتے۔ پھر سدرۃ المنتہےٰ مجھ سے نزدیک ہوا۔ جس کے بیر ہجر کے مٹکوں کے برابر بڑے
تھے اور پتے ہاتھیوں کے کان کی برابر تھے۔ چار نہریں اس کی جڑ میں سے نکلتی تھیں۔ میں نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَضَيْنَآ	اور ہم نے حکم بھیج دیا

جبریل سے پوچھا تو کہا دو پوشیدہ نہریں تو جنت میں ہیں ۔ اور دو ظاہر فرات اور نیل ہیں پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں پھر میں موسیٰ کے پاس آیا ۔ پوچھا آپ نے کیا کیا ۔ میں نے کہا مجھ پر پچاس نمازیں فرض ہوئی ہیں ۔ کہا میں لوگوں کے حال سے آپ سے زیادہ واقف ہوں ۔ میں نے بنی اسرائیل کی سخت تکلیف اُٹھائی ہے ۔ آپ کی اُمت اُس کا تحمل نہ کر سکیگی آپ خدا کے پاس پھر جاتے ۔ اور درخواست کیجئے میں پھر گیا اور خدا سے سوال کیا تو چالیس نمازوں کا حکم دیا ۔ پھر ایسا ہی ہوا پھر تیس کا حکم دیا پھر ایسا ہی ہوا پھر بیس کا حکم دیا ۔ پھر ایسا ہی ہوا پھر دس کا حکم دیا پھر میں موسیٰ کے پاس آیا پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا ۔ پھر خدا نے پانچ نمازوں کا حکم دیا میں پھر موسیٰ کے پاس آیا ۔ کہا آپ نے کیا کیا میں نے کہا اب پانچ کا حکم دیا ہے موسیٰ نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا ۔ میں نے کہا اب تو میں قبول کر چکا ۔ پھر آواز آئی کہ ہم نے اپنا فرض جاری کیا ۔ اور اپنے بندوں کو آسانی دی ۔ اور ہم ایک نیکی کے بدلے دس کا ثواب دینگے ۔ ہمام نے قتادہ سے اُس نے حسن سے اور اُس نے ابوہریرہ سے اور انہوں نے پیغمبر خدا سے روایت کی ہے کہ یہ واقعہ بیت المعمور میں ہوا ÷

قال حدثنا هدبة بن خالد قال حدثنا همام بن يحيى حدثنا قتادة عن انس بن مالك عن مالك بن صعصعة ان النبي صلى الله عليه وسلم حدثهم عن ليلة اسري به بينما انا في الحطيم وربما قال في الحجر مضطجعا اذا اتاني آت فقد قال وسمعته يقول فشق ما بين هذه الى هذه يعني من ثغرة نحره الى شعرته وسمعته يقول من قصته الى شعرته فاستخرج قلبي ثم اتيت بطست من ذهب مملوءة ايمانا فغسل قلبي ثم حشي ثم اعيد ثم اتيت بدابة دون البغل وفوق الحمار ابيض وهو البراق يضع خطوه عند اقصى طرفه فحملت عليه فانطلق بي جبريل حتى اتى السماء الدنيا فاستفتح فقيل من هذا قال جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد ارسل اليه قال نعم قيل مرحبا به فنعم المجيء جاء ففتح فلما خلصت فاذا فيها آدم فقال هذا ابوك آدم فسلم عليه فسلمت عليه فرد السلام ثم قال مرحبا بالابن الصالح

حدیث بیان کی ہم سے ہدبہ بن خالد نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے ہمام بن یحییٰ نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے قتادہ نے انس بن مالک سے اُس نے مالک بن صعصعہ سے کہ پیغمبر خدا نے ذکر کیا اُن سے معراج کی رات کا کہ اُس حالت میں کہ میں حطیم میں تھا اور کبھی کہا میں حجر میں کروٹ پر سوتا تھا ۔ کہ ایک آنے والا آیا پھر اُس نے چیرا اور میں نے سُنا کہ فرمایا یہاں سے یہاں تک چاک کیا یعنی گلے کے گڑھے سے بالوں کی جگہ تک اور میں نے سُنا کہ فرمایا سینہ کے سرے سے بالوں کی جگہ تک پھر میرا دل نکالا پھر ایمان سے بھرا ہوا سونے کا لگن لایا گیا اور میرا دل دھویا گیا پھر بھرا گیا پھر وہیں رکھ دیا گیا جہاں پہلے تھا ۔ پھر ایک جانور سواری کا لایا گیا خچر سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الٰی بنیٓ اسرآئیل

والنبی الصالح ثم صعد حتی اتی السماء الثانیة
فاستفتح قیل من ھذا قال جبریل قیل ومن معک
قال محمد قیل وقد ارسل الیہ قال نعم قیل مرحبا بہ
فنعم المجیٔ جاء ففتح فلما خلصت اذا یحیی وعیسٰی
وھما ابنا الخالة قال ھذا یحیی وعیسٰی فسلم علیھما
فسلمت فردا ثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبی
الصالح ثم صعد بی الی السماء الثالثة فاستفتح
قیل من ھذا قال جبریل قیل ومن معک قال محمد
قیل وقد ارسل الیہ قال نعم قیل مرحبا بہ فنعم المجیٔ
جاء ففتح فلما خلصت اذا یوسف قال ھذا یوسف
فسلم علیہ فسلمت علیہ فرد ثم قال مرحبا بالاخ
الصالح والنبی الصالح ثم صعد بی حتی اتی
السماء الرابعة فاستفتح قیل من ھذا قال جبریل
قیل ومن معک قال محمد قیل وقد ارسل الیہ قال
نعم قیل مرحبا بہ فنعم المجیٔ جاء ففتح فلما خلصت
اذا ادریس قال ھذا ادریس فسلم علیہ فسلمت علیہ
فرد ثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح
ثم صعد بی حتی اتی السماء الخامسة فاستفتح
قیل من ھذا قال جبریل قیل ومن معک قال محمد
قیل وقد ارسل الیہ قال نعم قیل مرحبا بہ فنعم
المجیٔ جاء فلما خلصت فاذا ھارون قال ھذا ھارون
فسلم علیہ فسلمت علیہ فرد ثم قال مرحبا بالاخ الصالح
والنبی الصالح ثم صعد بی حتی اتی السماء السادسة
فاستفتح قیل من ھذا قال جبریل قیل ومن معک
قال محمد قیل وقد ارسل الیہ قال نعم قال مرحبا بہ فنعم
المجیٔ جاء فلما خلصت فاذا موسٰی قال ھذا موسٰی فسلم
علیہ فسلمت علیہ فرد ثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبی
الصالح فلما تجاوزت بکی فقیل لہ ما یبکیک قال ابکی
لان غلاما بعث بعدی یدخل الجنة من امتہ اکثر
ممن یدخلھا من امتی ثم صعد بی الی السماء السابعة
فاستفتح جبریل قیل من ھذا قال جبریل قیل ومن معک

بنی اسرائیل کے پاس

چھوٹا گدھے سے بڑا سفید رنگ کا اور وہ براق
تھا جو منتہائے نظر پر قدم رکھتا تھا میں اُس پر
سوار ہوا اور جبریل میرے ساتھ چلے یہاں تک
کہ پہلے آسمان پہنچا اور اُس نے دروازہ کھلوانا
چاہا ۔ پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل پوچھا گیا تیرے
ساتھ کون ہے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہا
کیا بُلائے گئے ہیں کہا ہاں کہا مرحبا کیا خوب آنا
ہوا پھر دروازہ کھل گیا جب میں وہاں پہنچا تو
دیکھا کہ وہاں آدم ہیں ۔ جبریل نے کہا کہ یہ
آپ کے باپ آدم ہیں اُن کو سلام کیجئے میں
نے سلام کیا ۔ آدم نے سلام کا جواب دیا پھر
کہا اے فرزند صالح اور نبی صالح مرحبا ! پھر
چڑھا یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچا ۔
اور دروازہ کھلوانا چاہا کہا گیا کون ہے کہا
جبریل کہا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلعم
ہیں کہا بلائے گئے ہیں کہا ہاں کہا مرحبا کیا
خوب آنا ہوا پھر دروازہ کھل گیا ۔ جب میں
وہاں پہنچا تو دیکھا کہ یحیےٰ و عیسےٰ ہیں ۔ اور
وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں ۔ جبریل نے
کہا یہ عیسےٰ اور یحیےٰ ہیں اُن کو سلام کیجئے ۔
مَیں نے سلام کیا ۔ دونوں نے جواب دیا ۔
پھر کہا مرحبا اے برادر صالح اور نبی صالح ۔ پھر
مجھ کو تیسرے آسمان پر چڑھا لے گیا پھر اس
نے دروازہ کھلوانا چاہا ۔ پوچھا گیا کون ہے
کہا جبریل ۔ کہا تیرے ساتھ کون ہے کہا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ کہا بلائے گئے ہیں ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فی الکتب

قال محمد قیل وقد بعث الیه قال نعم قال مرحبا به فنعم المجیء جاء فلما خلصت فاذا ابراهیم قال هذا ابوك فسلم علیه قال فسلمت علیه فرد السلام فقال مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح ثم رفعت الی سدرة المنتهی فاذا نبقها مثل قلال هجر واذا ورقها مثل آذان الفیلة قال هذا سدرة المنتهی واذا اربعة انهار نهران باطنان ونهران ظاهران فقلت ما هذان یا جبریل قال اما الباطنان فنهران فی الجنة واما الظاهران فالنیل والفرات ثم رفع لی البیت المعمور ثم اتیت باناء من خمر واناء من لبن واناء من عسل فاخذت اللبن فقال هی الفطرة انت علیها وامتك ثم فرضت علی الصلوات خمسین صلوٰة کل یوم فرجعت فمررت علی موسی فقال بم امرت قال امرت بخمسین صلوٰة کل یوم قال ان امتك لا تستطیع خمسین صلوٰة کل یوم و انی والله قد جربت الناس قبلك وعالجت بنی اسرائیل اشد المعالجة فارجع الی ربك فسله التخفیف لامتك فرجعت فوضع عنی عشرا فرجعت الی موسی فقال مثله فرجعت فوضع عنی عشرا فرجعت الی موسی فقال مثله فرجعت فوضع عنی عشرا فرجعت الی موسی فقال مثله فرجعت فامرت بعشر صلوات کل یوم فرجعت فقال مثله فرجعت فامرت بخمس صلوات کل یوم فرجعت الی موسی فقال بم امرت قلت امرت بخمس صلوات کل یوم قال ان امتك لا تستطیع خمس صلوات کل یوم وانی قد جربت الناس قبلك وعالجت بنی اسرائیل اشد المعالجة فارجع الی ربك فسله التخفیف لامتك قال سالت ربی حتی استحییت ولکنی ارضی واسلم قال فلما جاوزت نادی مناد امضیت فریضتی وخففت عن عبادی

(صفحات ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ صحیح بخاری مطبوعہ دہلی)

کتاب میں

کہا ہاں کہا مرحبا کیا خوب آنا ہوا۔ پھر دروازہ کھل گیا اور میں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں یوسف ہیں۔ جبریل نے کہا کہ یہ یوسف ہیں۔ اُن کو سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا۔ یوسف نے جواب دیا اور کہا مرحبا اے برادر صالح اور نبی صالح پھر مجھ کو چوتھے آسمان پر چڑھا لے گیا وہاں بھی دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل کہا تیرے ساتھ کون ہے۔ کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیا بلائے گئے ہیں۔ کہا ہاں کہا مرحبا کیا خوب آنا ہوا پھر دروازہ کھل گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا ادریس ہیں۔ جبریل نے کہا یہ ادریس ہیں اُن کو سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا ادریس نے جواب دیا اور کہا مرحبا اے برادر صالح اور نبی صالح۔ پھر مجھ کو پانچویں آسمان پر چڑھا لے گیا اور وہاں بھی دروازہ کھلوانا چاہا۔ پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل کہا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہا کیا بلائے گئے ہیں کہا ہاں کہا مرحبا کیا خوب آنا ہوا جب میں پہنچا تو دیکھا وہاں ہارون ہیں۔ جبریل نے کہا یہ ہارون ہیں ان کو سلام کیجیے میں نے سلام کیا ہارون نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا اے برادر صالح اور نبی صالح پھر مجھ کو چھٹے آسمان پر لے گیا اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کہ کون ہے کہا جبریل کہا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ کہا ہاں کہا مرحبا کیا خوب آنا ہوا پھر میں پہنچا تو دیکھا وہاں موسے ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَتُفْسِدُنَّ	کہ البتہ تم فساد کرو گے

جبریل نے کہا یہ موسے ہیں ان کو سلام کیجئے ۔ مَیں نے سلام کیا ۔ موسے نے جواب دیا
پھر کہا مرحبا اے برادر صالح اور نبی صالح ۔ جب میں وہاں سے آگے بڑھا موسے رو دئے ۔
ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں کہا میں اس لئے روتا ہوں کہ اس لڑکے کی امت
کے لوگ جو میرے بعد مبعوث ہوا ہے ۔ میری امت والوں سے زیادہ جنت میں جائینگے
پھر مجھ کو ساتویں آسمان پر لے گیا اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل کہا تیرے
ساتھ کون ہے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ کہا کیا طلب کئے گئے ہیں ۔ کہا ہاں ۔ کہا مرحبا
کیا خوب آنا ہوا پھر جب میں پہنچ گیا تو دیکھا وہاں ابراہیم ہیں ۔ جبریل نے کہا یہ آپ کے
دادا ابراہیم ہیں ۔ ان کو سلام کیجئے ۔ مَیں نے سلام کیا سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا
اے فرزند صالح اور نبی صالح پھر سدرۃ المنتہٰے مجھ سے نزدیک ہوا مَیں نے دیکھا کہ اس کے
پھل ہجر مشکوں کے برابر اور پتے ہاتھیوں کے کان کی برابر ہیں ۔ جبریل نے کہا یہ
سدرۃ المنتہیٰ ہے ۔ مَیں نے دیکھا کہ اس کی جڑ سے چار نہریں نکلتی ہیں دو پوشیدہ اور
دو ظاہر ۔ مَیں نے کہا اے جبریل یہ کیا ہیں ۔ کہا دو پوشیدہ نہریں تو جنت میں جاتی ہیں اور
دو ظاہر نیل اور فرات ہیں ۔ پھر بیت المعمور مجھ سے نزدیک ہوا ۔ پھر ایک ظرف شراب
سے دوسرا دودھ سے اور تیسرا شہد سے بھرا ہوا پیش کیا گیا مَیں نے دودھ کو پسند کیا
جبریل نے کہا یہی آپ کی فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت پیدا ہوئی ہے ۔ پھر
مجھ پر ہر روز پچاس نمازیں فرض ہوئیں ۔ پھر مَیں اُن پھرا اور موسے کے پاس آیا پوچھا کیا
حکم ہوا ۔ مَیں نے کہا ہر روز پچاس نمازوں کا حکم ہوا ہے کہا آپ کی امت پچاس نمازیں
ہر روز ادا نہیں کرسکیگی ۔ اور خدا کی قسم میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور
بنی اسرائیل کی اصلاح میں سخت تکلیف اُٹھا چکا ہوں ۔ خدا کے پاس پھر جائیے ۔ اور اپنی
اُمت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے ۔ میں پھر گیا اور خدا نے دس نمازیں کم کردیں ۔
اور مَیں پھر موسے کے پاس آیا ۔ موسے نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا ۔ مَیں پھر گیا اور خدا
نے دس اور کم کردیں پھر موسے کے پاس آیا موسے نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا مَیں
پھر گیا اور خدا نے دس نمازیں اور کم کردیں ۔ پھر موسے کے پاس آیا پھر بھی وہی کہا جو پہلے
کہا تھا ۔ مَیں پھر گیا تو ہر روز دس نمازوں کا حکم ہوا ۔ جب میں موسے کے پاس آیا تو پھر بھی
کہا جو پہلے کہا تھا ۔ مَیں پھر گیا اب کی دفعہ ہر روز پانچ نمازوں کا حکم ہوا ۔ لوٹ کر موسے
کے پاس آیا تو پوچھا کیا ہوا مَیں نے کہا ہر روز پانچ نمازوں کا حکم ہوا ہے ۔ کہا آپ کی امت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فِی الْاَرْضِ	زمین میں

ہر روز پانچ نمازیں ادا نہیں کرسکیگی - میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کی اصلاح میں تکلیف اُٹھا چکا ہوں - آپ پھر جائیے اور اپنی امت کے لئے کمی کی درخواست کیجئے - کہا میں نے اپنے رب سے سوال کیا یہاں تک کہ مجھے شرم آئی اب تو میں راضی ہوں اور اسی کو قبول کرتا ہوں - کہا جب میں اُس مقام سے چلا تو ایک پکارنے والے نے پکارا میں نے اپنا فرض جاری کردیا اور اپنے بندوں پر آسانی کی ◆

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن بشار نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے غندر نے

حدثنا محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبة عن قتادة وقال لي خليفة حدثنا يزيد بن زريع حدثنا سعيد عن قتادة عن أبي العالية حدثنا ابن عم نبيكم صلى الله عليه وسلم يعني ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال رأيت ليلة أسري بي موسى رجلا آدم طوالا جعدا كأنه من رجال شنوءة ورأيت عيسى رجلا مربوعا مربوع الخلق إلى الحمرة والبياض سبط الرأس ورأيت مالكا خازن النار والدجال في آيات أراهن الله إياه فلا تكن في مرية من لقائه قال أنس وأبو بكرة عن النبي صلى الله عليه وسلم تحرس الملائكة المدينة من الدجال (صحیح بخاری صفحہ ۴۵۹) ◆

کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے قتادہ سے اور کہا مجھ سے خلیفہ نے حدیث بیان کی ہم سے یزید بن زریع نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے سعید نے قتادہ سے اُس نے ابوالعالیہ سے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے تمہارے نبی کے چچا کے بیٹے نے یعنی ابن عباس نے پیغمبر خدا سے فرمایا میں نے دیکھا معراج کی شب موسےٰ کو لمبے قد کا اور گھونگر یالے بالوں والا گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے مردوں میں سے ہیں - اور میں نے عیسےٰ کو دیکھا میانہ قد میانہ بدن رنگت مائل بسرخی وسفیدی بال چھوٹے ہوئے - اور میں نے دیکھا مالک محافظ دوزخ کو اور دجال کو اُن نشانیوں میں جو خدا نے دکھائیں - پس نہ شک کر تو اس کے دیکھنے میں - روایت کی انس نے اور ابوبکرہ نے پیغمبر خدا سے کہ فرشتے مدینہ کو دجال سے بچاتے اور اُس کی نگہبانی کرتے ہیں ◆

حدیث بیان کی ہم سے عبدان نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ نے

حدثنا عبدان حدثنا عبد الله حدثنا يونس عن الزهري وحدثنا أحمد بن صالح حدثنا عنبسة حدثنا يونس عن ابن شهاب قال قال أنس بن مالك كان أبو ذر يحدث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فرج سقف بيتي وأنا بمكة فنزل جبريل ففرج صدري ثم غسله بماء زمزم ثم جاء بطست من ذهب ممتلئ حكمة وإيمانا فأفرغها في صدري ثم أطبقه ثم أخذ بيدي فعرج بي إلى السماء فلما جاء إلى السماء الدنيا

کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے یونس نے زہری سے اور ہم سے حدیث بیان کی احمد بن صالح نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے عنبسہ نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے یونس نے ابن شہاب سے کہا اُس نے کہا انس بن مالک نے ابوذر حدیث بیان کرتے تھے کہ پیغمبر خدا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

متن

قال جبریل لخازن السماء افتح قال من هذا قال هذا
جبریل قال هل معك احد قال معي محمد قال ارسل اليه
قال نعم ففتح فلما علونا السماء الدنيا فاذا رجل عن
يمينه اسودة وعن يساره اسودة فاذا نظر قبل يمينه
ضحك واذا نظر قبل شماله بكى فقال مرحبا بالنبي الصالح
والابن الصالح قلت من هذا يا جبريل قال هذا آدم
وهذه الاسودة عن يمينه وعن شماله نسم بنيه فاهل
اليمين منهم اهل الجنة والاسودة التي عن شماله اهل النار
فاذا نظر قبل يمينه ضحك واذا نظر قبل شماله بكى ثم
عرج بي جبريل حتى اتى السماء الثانية فقال لخازنها
افتح فقال له خازنها مثل ما قال الاول ففتح قال انس
فذكر انه وجد في السموات ادريس وموسى وعيسى
وابراهيم ولم يثبت لي كيف منازلهم غير انه قد ذكر
انه قد وجد آدم في السماء الدنيا وابراهيم في السادسة
وقال انس فلما مر جبريل بادريس قال مرحبا بالنبي الصالح
والاخ الصالح فقلت من هذا قال هذا ادريس ثم مررت
بموسى فقال مرحبا بالنبي الصالح والاخ الصالح قلت
من هذا قال هذا موسى ثم مررت بعيسى فقال مرحبا
بالنبي الصالح والاخ الصالح قلت من هذا قال هذا
عيسى ثم مررت بابراهيم فقال مرحبا بالنبي الصالح
والابن الصالح قلت من هذا قال هذا ابراهيم قال
ابن شهاب واخبرني ابن حزم ان ابن عباس وابا حبة
الانصاري كانا يقولان قال النبي صلى الله عليه وسلم
ثم عرج بي جبريل حتى ظهرت لمستوى اسمع صريف
الاقلام قال ابن حزم وانس بن مالك قال النبي صلى الله
عليه وسلم ففرض الله على خمسين صلوة فرجعت
بذلك حتى مررت بموسى فقال موسى ما الذي فرض ربك
على امتك قلت فرض عليهم خمسين صلوة قال فارجع
الى ربك فان امتك لا تطيق ذلك فرجعت فراجعت
ربي فوضع شطرها فرجعت الى موسى فقال راجع
ربك فذكر مثله فوضع شطرها فرجعت الى موسى
فاخبرته فقال ذلك ففعلت فوضع شطرها فرجعت
الى موسى فاخبرته فقال ارجع الى ربك فان امتك

ترجمہ

نے فرمایا۔ میرے گھر کی چھت شق کی گئی اور
میں اُس وقت مکہ میں تھا۔ پھر جبریل نازل ہوا اور
میرا سینہ چیر کر آب زمزم سے دھویا پھر حکمت
و ایمان سے بھرا ہوا سونے کا طشت لایا اور اس کو
میرے سینہ میں الٹ دیا۔ پھر اُس کو برابر کر دیا
اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے چلا جب پہلے
آسمان پر پہنچا جبریل نے آسمان کے محافظ سے
کہا کھول کہا کون ہے کہا جبریل کہا تیرے ساتھ
کوئی ہے کہا میرے ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم
ہیں۔ کہا بلائے گئے ہیں کہا ہاں پھر دروازہ
کھل گیا۔ اور ہم آسمان اول پر جا پہنچے میں نے
دیکھا ایک مرد ہے جس کے دائیں بائیں بہت
سی صورتیں ہیں۔ دائیں طرف دیکھ کر ہنستا ہے
اور بائیں طرف دیکھ کر روتا ہے۔ اُس نے کہا
مرحبا اے نبی صالح اور فرزند صالح میں نے کہا
اے جبریل یہ کون ہے کہا یہ آدم ہیں اور یہ صورتیں
جو ان کے دائیں بائیں ہیں۔ اُن کی اولاد کی
روحیں ہیں۔ ان میں سے دائیں طرف والے
جنتی اور بائیں طرف والے دوزخی ہیں۔ اس لئے
دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں طرف دیکھ کر
روتے ہیں۔ پھر جبریل مجھ کو دوسرے آسمان
پر چڑھا لے گیا۔ اور محافظ سے کہا کھول اس محافظ
نے بھی وہی کہا جو پہلے محافظ نے کہا تھا۔ پھر
کھل گیا انس کہتے ہیں کہ ابوذر نے آسمانوں پر
ادریس۔ موسٰے۔ عیسٰے اور ابراہیم کا ملنا تو بیان
کیا مگر اُن کے مقامات کی تعیین نہیں کی سوائے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ④	اور البتہ تم بڑھ جاؤ گی بڑھ جانا بہت بڑا ④

لا تطیق ذلک فرجعت فراجعت ربی فقال ھی خمس وھی خمسون لا یبدل القول لدی فرجعت الی موسیٰ فقال راجع ربک فقلت قد استحییت من ربی ثم انطلق حتی اتی بی السدرۃ المنتہی فغشیھا الوان لا ادری ماھی ثم ادخلت الجنۃ فاذا فیھا جنابذ اللؤلؤ واذا ترابھا المسک -

(صحیح بخاری صفحات ۷۰ و ۴۷۱) +

اس کے کہ آسمان اول پر آدم اور چھٹے آسمان پر ابراہیم کے ملنے کا ذکر کیا۔ انس کہتے ہیں جب جبریل کا گذر ادریس کے پاس ہوا۔ ادریس نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور برادر صالح میں نے کہا یہ کون ہیں کہا یہ ادریس ہیں پھر میں موسیٰ کے پاس پہنچا موسے نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور برادر صالح۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ کہا موسے ہیں۔ پھر میں عیسے کے پاس پہنچا عیسے نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور برادر صالح میں نے پوچھا یہ کون ہیں کہا یہ عیسے ہیں۔ پھر میں ابراہیم کے پاس پہنچے۔ ابراہیم نے کہا مرحبا اے فرزند صالح اور نبی صالح میں نے پوچھا یہ کون ہیں کہا یہ ابراہیم ہیں۔ کہا ابن شہاب نے اور خبر دی مجھ کو ابن حزم نے کہ ابن عباس اور ابو حبۃ الانصاری دونوں کہتے تھے کہ رسول خدا نے فرمایا پھر مجھ کو جبریل ایسے مقام پر چڑھا لے گیا جہاں سے قلموں[1] کے چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ کہا ابن حزم اور انس بن مالک نے فرمایا رسول خدا نے کہ فرض کیں خدا نے مجھ پر پچاس نمازیں۔ پھر میں لوٹ کر موسے کے پاس آیا موسے نے پوچھا کہ خدا نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا۔ میں نے کہا اُن پر پچاس نمازیں فرض ہوئی ہیں کہا خدا کے پاس پھر جائیے آپ کی اُمت اس کا تحمل نہیں کریگی۔ میں پھر خدا کے پاس گیا خدا نے اُن میں سے ایک حصہ کم کر دیا۔ پھر میں موسے کے پاس آیا کہا پھر جائیے اور وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر خدا نے ان میں سے ایک حصہ اور کم کر دیا۔ میں پھر موسے کے پاس آیا اور اُن کو خبر دی موسے نے پھر کہا خدا کے پاس پھر جائیے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک حصہ خدا نے اور کم کر دیا۔ میں پھر موسے کے پاس آیا اور اُن کو خبر دی۔ کہا خدا کے پاس پھر جائیے آپ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں پھر گیا۔ اور پھر سوال کیا کہا پانچ اور یہی پچاس ہیں اب میرا قول نہیں بدلتا پھر میں موسے کے پاس آیا کہا خدا کے پاس پھر جائیے میں نے کہا مجھ کو خدا سے شرم آتی ہے پھر جبریل مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ پر لے گیا۔ کچھ رنگ اُس پر چھائے ہوئے تھے۔ اُن کی حقیقت سے میں خبردار نہیں ہوں۔ پھر میں جنت میں داخل ہوا۔ وہاں موتی کے قبے اور مشک کی مٹی تھی +

حدیث کی ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے کہا اُس نے حدیث کی مجھ سے سلیمان نے

[1] ای صوت لاقلام حال الکتابۃ کانت الملائکۃ تکتب الاقضیۃ +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فاذا جاء	پھر جب آویگا

حدثنا عبد العزيز بن عبد الله قال حدثني سليمان
عن شريك بن عبد الله انه قال سمعت انس بن مالك
يقول ليلة اسرى برسول الله صلى الله عليه وسلم
من مسجد الكعبة انه جاءه ثلثة نفر قبل ان يوحى اليه
وهو نائم في المسجد الحرام فقال اولهم ايهم هو
فقال اوسطهم هو خيرهم فقال آخرهم خذوا خيرهم
فكانت تلك الليلة فلم يرهم حتى اتوه ليلة اخرى فيما يرى
قلبه وتنام عينه ولا ينام قلبه وكذلك الانبياء تنام
اعينهم ولا تنام قلوبهم فلم يكلموه حتى احتملوه
فوضعوه عند بئر زمزم فتولاه منهم جبريل فشق
جبريل ما بين نحره الى لبته حتى فرغ من صدره و
جوفه فغسله من ماء زمزم بيده حتى انقى جوفه ثم
اتي بطست من ذهب فيه تور من ذهب محشوا ايمانا
وحكمة فحشا به صدره ولغاديده يعني عروق حلقه
ثم اطبقه ثم عرج به الى السماء الدنيا فضرب بابا
من ابوابها فناداه اهل السماء من هذا فقال جبريل
قالوا ومن معك قال معي محمد قال وقد بعث قال نعم
قالوا فمرحبا به واهلا يستبشر به اهل السماء لا يعلم اهل السماء بما يريد
الله به في الارض حتى يعلمهم فوجد في السماء الدنيا
آدم فقال له جبريل هذا ابوك فسلم عليه فسلم عليه
ورد عليه آدم وقال مرحبا واهلا يا بني نعم الابن
انت فاذا هو في السماء الدنيا بنهرين يطردان فقال ما هذان
النهران يا جبريل قال هذا النيل والفرات عنصرهما ثم
مضى به في السماء فاذا هو بنهر آخر عليه قصر من لؤلؤ
وزبرجد فضرب يده فاذا هو مسك اذفر قال ما هذا
يا جبريل قال هو هذا الكوثر الذي قد خبأ لك ربك
ثم عرج به الى السماء الثانية فقالت الملائكة له مثل
ما قالت له الاولى من هذا قال جبريل قالوا ومن معك
قال محمد قال وقد بعث اليه قال نعم قالوا مرحبا به واهلا
ثم عرج به الى السماء الثالثة وقالوا له مثل ما قالت
الاولى والثانية ثم عرج به الى السماء الرابعة فقالوا
له مثل ذلك ثم عرج به الى السماء الخامسة فقالوا له
مثل ذلك ثم عرج به الى السماء السادسة فقالوا له مثل
ذلك ثم عرج به الى السماء السابعة فقالوا له مثل ذلك
كل سماء فيها انبياء قد سماهم فوعيت منهم ادريس

شریک بن عبداللہ سے کہا اُس نے سُنا میں نے
انس بن مالک سے کہ ذکر کرتے تھے وہ اُس رات
کا جب کہ رسول خدا کو مسجد کعبہ سے معراج ہوئی۔
کہ تین شخص (فرشتے) وحی آنے سے پہلے
رسول خدا کے پاس آئے اور وہ مسجد حرام میں سوتے
تھے۔ ان میں سے اول نے کہا ان میں سے
کون بیچ والے نے کہا جو ان میں بہتر ہے
ان میں سے اخیر شخص نے کہا لو ان میں سے
بہتر کو وہ رات تو گذر گئی پھر کسی نے اُن کو نہیں
دیکھا۔ یہاں تک کہ ایک دوسری رات کو آئے
ایسی حالت میں جب کہ رسول خدا کا دل دیکھتا
تھا۔ اور آنکھیں سوتی اور دل جاگتا تھا اور
اسی طرح پیغمبروں کی آنکھیں سوتی اور اُن کے
دل نہیں سوتے ہیں۔ پھر انہوں نے رسول خدا
سے بات نہیں کی اور اُن کو اُٹھا کر چاہ زمزم
کے پاس لے گئے۔ پھر ان میں سے جبریل نے
کام کا ذمہ لیا۔ پھر جبریل نے اُن کے سینہ کو
ایک سرے سے دوسرے سرے تک چیر
ڈالا۔ یہاں تک کہ سینہ اور جوف کو بالکل خالی
کر دیا۔ پھر آب زمزم سے اُس کو دھویا۔
یہاں تک کہ جوف کو صاف کر ڈالا۔ پھر سونے
کا لگن لایا گیا جس میں سونے کا لوٹا ایمان اور
حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ جبریل نے اُس سے
آنحضرت کے سینہ اور حلق کی رگوں کو پر کر دیا
پھر برابر کر دیا۔ پھر اُن کو آسمان دنیا پر لے گیا
اور اُس کا ایک دروازہ کھٹکھٹایا۔ آسمان والوں نے

وعد اولٰهما

فی الثانية وهارون فی الرابعة وآخر فی الخامسة
لم احفظ اسمه وابراهيم فی السادسة وموسی فی
السابعة بتفضيل كلام الله فقال موسی رب لم اظن
ان يرفع علی احد ثم علا به فوق ذلك بما لا يعلمه
الا الله حتی جاء سدرة المنتهی ودنا الجبار رب العزة
فتدلی حتی كان قاب قوسين او ادنی فاوحی الله اليه
فيما يوحی انه خمسين صلوة علی امتك كل يوم وليلة
ثم هبط حتی بلغ موسی فاحتبسه موسی فقال يا محمد
ماذا عهد اليك ربك قال عهد الی خمسين صلوة كل يوم
وليلة قال ان امتك لا تستطيع ذلك فارجع فليخفف
عنك ربك وعنهم فالتفت النبی صلی الله عليه وسلم
الی جبريل كانه يستشيره فی ذلك فاشار اليه جبريل
نعم ان شئت فعلا به الی الجبار فقال وهو مكانه يا رب
خفف عنا فان امتی لا تستطيع هذا فوضع عنه عشر
صلوة ثم رجع الی موسی فاحتبسه فلم يزل يردده
موسی الی ربه حتی صارت الی خمس صلوة ثم احتبسه
موسی عند الخمس فقال يا محمد والله لقد راودت
بنی اسرائيل قومی علی ادنی من هذا فضعفوا فتركوه
فامتك اضعف اجسادا وقلوبا وابدانا وابصارا واسماعا فارجع
فليخفف عنك ربك كل ذلك يلتفت النبی صلی الله عليه
وسلم الی جبريل ليشير عليه ولا يكره ذلك جبريل
فرفعه عند الخامسة فقال يا رب ان امتی ضعفاء اجسادهم
وقلوبهم واسماعهم وابصارهم وابدانهم فخفف عنا فقال
الجبار يا محمد قال لبيك وسعديك قال انه لا يبدل القول
لدی كما فرضت عليك فی ام الكتاب فكل حسنة بعشر
امثالها فهی خمسون فی ام الكتاب وهی خمس عليك فرجع
الی موسی فقال كيف فعلت قال خفف عنا اعطانا بكل
حسنة عشر امثالها قال موسی قد والله راودت بنی اسرائيل
علی ادنی من ذلك فتركوه فارجع الی ربك فليخفف عنك
ايضا قال رسول الله صلی الله عليه وسلم يا موسی قد والله
استحييت من ربی مما اختلفت اليه قال فاهبط باسم الله

ان دونوں میں کا پہلا وعدہ

پکارا کہ کون ہے۔ کہا جبریل کہا اور تیرے ساتھ
کون ہے کہا میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں۔ پوچھا بلائے گئے ہیں۔ کہا ہاں کہا مرحبا
آئیے اہل آسمان اسی بشارت کو طلب کر رہے
ہیں۔ کوئی آسمان کا فرشتہ نہیں جانتا کہ ان
سے خدا زمین پر کیا چاہتا ہے جب تک کہ ان کو
معلوم نہ ہو۔ پھر آسمان اول پر آدم کو دیکھا جبریل
نے کہا یہ آپ کے باپ ہیں۔ ان کو سلام کیجئے
رسول خدا نے آدم کو سلام کیا اور آدم نے جواب
دیا۔ اور کہا مرحبا اے بہترین فرزند پھر کہا ایک
آسمان اول پر دو نہریں بہتی دیکھیں کہا اے جبریل
یہ کیسی نہریں ہیں۔ کہا یہ نیل و فرات کی اصل ہیں
پھر ان کو آسمان میں لے گیا۔ ایک اور نہر دیکھی
جس پر موتی اور زبرجد کے محل بنے تھے۔ پھر
اس میں ہاتھ ڈالا تو اس کی مٹی بالکل مشک خالص
کی مانند تھی کہا اے جبریل یہ کیا ہے اس نے
کہا یہ کوثر ہے جو خدا نے آپ کے لئے تیار کی
ہے۔ پھر دوسرے آسمان پر لے گیا یہاں بھی
فرشتوں نے وہی کہا جو پہلوں نے کہا تھا کہ
کون ہے کہا جبریل کہا تیرے ساتھ کون ہے
کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہا طلب کئے گئے
ہیں۔ کہا ہاں کہا مرحبا پھر تیسرے آسمان پر
لے گیا وہاں بھی فرشتوں نے وہی کہا جو
پہلے اور دوسرے آسمان پر کہا تھا۔ پھر چوتھے
آسمان پر لے گیا۔ پھر وہی انہوں نے کہا جو پہلے
کہہ چکے تھے۔ پھر پانچویں آسمان پر لے گیا اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ	بھیجینگے ہم تم پر

فاستيقظ وهو في المسجد الحرام -
(صحیح بخاری صفحات ۱۱۲۰ و ۱۱۲۱)+

یہاں بھی مثل اول کے فرشتوں نے کلام کیا- پھر چھٹے آسمان پر لے گیا اور فرشتوں نے مثل اول کے کلام کیا- پھر ساتویں آسمان پر لے گیا وہاں کے فرشتوں نے بھی یہی کہا جو پہلوں نے کہا تھا- ہر ایک آسمان میں پیغمبروں کے جدا جدا نام بتائے- جن میں سے میں نے یاد رکھا ادریس دوسرے آسمان میں- ہارون چوتھے میں اور کوئی دوسرے نبی پانچویں میں جن کا نام یاد نہیں رہا- ابراہیم چھٹے میں اور موسٰے ساتویں میں اس لئے کہ اُن کو خدا کے ساتھ کلام کرنے کی فضیلت ہے- پھر موسٰے نے کہا اے خدا میرے گمان میں بھی نہیں تھا کہ کسی کو مجھ پر فضیلت دیجائیگی- پھر خدا اُن کو اس سے بھی اوپر لے گیا جس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے- پھر خدا نزدیک ہوا پھر اور بھی نزدیک ہوا- یہاں تک کہ دو کمانوں کا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہگیا- پھر خدا نے اُن کو وحی بھیجی کہ تیری امت پر پچاس نمازیں ہر روز و شب میں فرض ہوئیں- پھر اترے یہاں تک کہ موسٰے کے پاس پہنچے- پھر موسٰے نے اُن کو روک لیا- اور کہا اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا نے آپ کو کیا حکم دیا- کہا مجھ کو ہر رات دن میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا ہے- موسٰے نے کہا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی پھر جائیے تاکہ خدا اس میں تخفیف کرے- رسول خدا نے جبریل کی طرف دیکھا گویا کہ اس بارہ میں اس سے صلاح پوچھتے ہیں- جبریل نے کہا ہاں اگر آپ چاہیں- پھر خدا کے پاس گئے اور کہا جب کہ وہ اپنے پہلے مقام پر تھے- اے خدا کمی کر کیونکہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی خدا نے دس نمازیں کم کر دیں- پھر موسٰے کے پاس آئے اور موسٰے نے اُن کو روک لیا موسٰے بار بار اُن کو خدا کی طرف بھیجتے تھے یہاں تک کہ پانچ نمازیں فرض رہگئیں- موسٰے نے پھر روکا اور کہا اے محمد قسم خدا کی میں نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے اس سے بھی کم محنت چاہی تھی- اُنہوں نے کمزوری دکھائی اور اس کو چھوڑ دیا- آپ کی امت کا جسم قلب بصارت اور سماعت اور بھی زیادہ ضعیف ہے- پھر جائیے تاکہ خدا اُس کو بھی معاف کر دے- رسول خدا نے جبریل کی طرف دیکھا تاکہ اس میں مشورہ دے- جبریل اس کو برا نہیں جانتا تھا پھر پانچویں دفعہ رسول خدا کو لے گیا- پھر رسول خدا نے کہا اے رب میری امت کے جسم- قلب- بصارت- سماعت اور بدن ضعیف ہیں- پس ہمارے حق میں کمی کر خدا نے کہا اے محمدؐ- کہا لبیک (حاضر ہوں) کہا میرا قول نہیں بدلتا جس طرح ام الکتاب میں تجھ پر فرض کر چکا ہوں- اور ہر نیکی کا بدلہ دس نیکیوں کے برابر ہوگا- اس لئے اب یہ نمازیں ام الکتاب میں پچاس کی برابر در

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عِبَادَاتَ	اپنے بندوں

تیرے نزدیک وہی پانچ ہیں - پھر موسٰے کے پاس آئے کہا آپ نے کیا کیا کہا خدا نے تخفیف کی اس طرح پر کہ ہر نیکی کے بدلے ہم کو دس نیکیوں کا ثواب عنایت کیا - موسٰے نے کہا واللہ مَیں نے تو بنی اسرائیل سے اس سے بھی کم محنت چاہی تھی - اُنہوں نے اس کو بھی چھوڑ دیا - خدا کے پاس پھر جائیے تاکہ خدا ان کو بھی معاف کر دے - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے موسٰے قسم ہے خدا کی کہ مجھ کو اپنے رب سے شرم آتی ہے کہ بار بار اُس کے پاس جاؤں کہا - تو بسم اللہ اترئیے - پھر جاگے اور اُس وقت مسجد حرام میں تھے +

حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن موسٰے نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے ہشام بن یوسف نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے معمر نے زہری سے اُس نے سعید بن مسیب سے اُس نے ابوہریرہ سے کہا انہوں نے فرمایا رسول خدا نے معراج کی رات میں نے موسٰے علیہ السلام کو دیکھا اور وہ بدن کے دُبلے تھے اور بال چھوٹے ہوئے گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے ایک آدمی ہیں - اور مَیں نے عیسٰے علیہ السلام کو دیکھا اور وہ میانہ قد سُرخ رنگ تھے گویا ابھی حمام سے نہا دھوکر نکلے ہیں اور مَیں ابراہیم علیہ السلام کا فرزند ہمشکل ہوں پھر دو برتن پیش کئے گئے - ایک میں دودھ اور ایک میں شراب تھی - پھر کہا پی جس کو چاہے - مَیں نے دودھ لیکر پی لیا مجھ سے کہا گیا کہ تو نے فطرت کو پسند کیا - اگر تو شراب کو پسند کرتا تو تیری اُمت گمراہ ہو جاتی +

حدثنا ابراهيم بن موسى حدثنا هشام بن يوسف حدثنا معمر عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة قال قال النبي صلى الله عليه وسلم ليلة اسري بي رأيت موسى واذا هو رجل ضرب رجل كانه من رجال شنوءة ورأيت عيسى فاذا هو رجل ربعة احمر كانما خرج من ديماس وانا اشبه ولد ابراهيم صلى الله عليه وسلم به ثم اتيت باناءين في احدهما لبن وفي الآخر خمر فقال اشرب ايهما شئت فاخذت اللبن فشربته فقيل اخذت الفطرة اما انك لو اخذت الخمر غوت امتك -

(صحیح بخاری صفحہ ۴۸۱) +

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن بشار نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے غندر نے کہا اُس نے سنا میں نے قتادہ سے کہا اُنہوں نے سنا مَیں نے ابو العالیہ سے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے تمہارے پیغمبر کے چچا کے بیٹے یعنی ابن عباس نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کسی بندہ خدا کو نہیں کہنا چاہئے کہ مَیں یونس بن متی سے بہتر ہوں - اور یونس کو

حدثنا محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبة عن قتادة قال سمعت ابا العالية حدثنا ابن عم نبيكم يعني ابن عباس عن النبي صلعم قال لا ينبغي لعبد ان يقول انا خير من يونس بن متى ونسبه الى ابيه وذكر النبي صلى الله عليه وسلم ليلة اسري به فقال موسى آدم طوال كانه من رجال شنوءة و قال عيسى جعد مربوع وذكر مالكا خازن النار وذكر الدجال +

(صحیح بخاری صفحہ ۴۸۰) +

سخت لڑنے والوں کو	اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ

اُن کے باپ کی طرف منسوب کیا اور رسول خدا نے معراج کی رات کا ذکر کیا اور کہا موسےٰ لمبے قد کے تھے گویا کہ وہ قبیلہ شنوءۃ میں سے ہیں ۔ اور عیسےٰ گھونگریالے بالوں والے اور میانہ قد تھے اور دوزخ کے محافظ مالک اور دجال کا بھی ذکر کیا ✦

حدیث بیان کی ہم سے ہدبہ بن خالد نے اُس نے حدیث بیان کی ہم سے ہمام بن یحیےٰ نے قتادہ سے اُس نے انس بن مالک سے اُس نے مالک بن صعصعہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے شب معراج کا ذکر کیا پھر چڑھا یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچا ۔ اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا کون ہے کہا جبریل کہا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا کیا طلب کئے گئے ہیں کہا ہاں جب میں پہنچ گیا تو میں یحیےٰ اور عیسےٰ کو دیکھا اور وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں ۔ جبریل نے کہا یہ یحیےٰ اور عیسےٰ ہیں ان کو سلام کیجئے ۔ میں نے سلام کیا دونوں نے جواب دیا اور کہا مرحبا اے برادر صالح اور نبی صالح ✦

حدثنا هدبة بن خالد حدثنا همام بن يحيى عن قتادة عن انس بن مالك عن مالك بن صعصعة ان نبي الله صلى الله عليه وسلم حدثهم عن ليلة اسري به ثم صعد حتى اتى السماء الثانية فاستفتح قيل من هذا قال جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد ارسل اليه قال نعم فلما خلصت فاذا يحيى وعيسى وهما ابنا خالة قال هذا يحيى وعيسى فسلم عليهما فسلمت فردا ثم قالا مرحبا بالاخ الصالح والنبي الصالح ✦

(صحیح بخاری صفحہ ۴۸۷ و ۴۸۸) ✦

حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن موسےٰ نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے ہشام نے معمر سے اور حدیث بیان کی مجھ سے محمود نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے عبدالرزاق نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے معمر نے زہری سے کہا اُس نے خبر دی مجھ کو سعید بن مسیب نے ابوہریرہ سے کہا اُنہوں نے فرمایا رسول خدا نے کہ معراج کی رات میں موسےٰ سے ملا کہا پھر آنحضرت نے موسےٰ کی صفت بیان کی ۔ کہ میں نے دیکھا وہ ایک مرد ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ فرمایا بدن کے دبلے سر کے بال چھٹے ہوئے گویا کہ وہ

حدثنا ابراهيم بن موسى حدثنا هشام عن معمر ح وحدثني محمود حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر عن الزهري اخبرني سعيد بن المسيب عن ابي هريرة قال قال النبي صلى الله عليه وسلم ليلة اسري بي لقيت موسى قال فنعته فاذا رجل حسبته قال مضطرب رجل الراس كانه من رجال شنوءة قال ولقيت عيسى فنعته النبي صلى الله عليه وسلم فقال ربعة احمر كانما خرج من ديماس يعني الحمام ورايت ابراهيم وانا اشبه ولده به قال واتيت باناءين احدهما لبن والآخر فيه خمر فقيل لي خذ ايهما شئت فاخذت اللبن فشربته فقيل لي هديت الفطرة او اصبت الفطرة اما انك لو اخذت الخمر غوت امتك ۔

(صحیح بخاری صفحہ ۴۸۹) ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ	پھر وہ گھس پڑے اندر گھروں کے

قبیلہ شنوءہ میں سے ہیں - کہا اور میں عیسےٰ علیہ السلام سے ملا پھر رسول خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کی صفت بیان کی اور فرمایا کہ وہ میانہ قد سُرخ رنگ ہیں گویا ابھی حمام سے نکلے ہیں اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں اُن کا ہم شکل فرزند ہوں کہا دو پیالے لائے گئے ایک میں دودھ تھا ایک میں شراب مجھ کو کہا گیا کہ جس کو چاہو پی لو - میں نے دودھ لیکر پی لیا - پھر مجھ سے کہا گیا کہ آپ فطرت پر ہدایت کئے گئے یا فطرت کو حاصل کر لیا اگر شراب پی لیتے تو آپ کی اُمت گمراہ ہو جاتی +

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن کثیر نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے اسرائیل نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے عثمان بن مغیرہ نے مجاہد سے اُس نے عمر سے کہا اُس نے فرمایا رسول خدا نے دیکھا میں نے عیسیٰ - موسےٰ اور ابراہیم کو - عیسےٰ علیہ السلام تو سُرخ رنگ گھونگریالے بالوں والے اور چوڑے سینہ والے تھے اور موسےٰ علیہ السلام بدن کے فربہ اور سر کے بال چھوٹے ہوئے تھے - گویا کہ وہ قوم زط میں سے ہیں +

حدثنا محمد بن كثير حدثنا اسرائيل حدثنا عثمان بن المغيرة عن مجاهد عن ابن عمر قال قال النبي صلى الله عليه وسلم رايت عيسى وموسى وابراهيم فاما عيسى فاحمر جعد عريض الصدر واما موسى فادم جسيم سبط كانه من رجال الزط -

(صحیح بخاری صفحہ ۴۸۹) +

حدیث بیان کی ہم سے عبدان نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ نے کہا اُس نے خبر دی ہم کو یونس نے اور حدیث بیان کی ہم سے احمد بن صالح نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے عنبسہ نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم سے یونس نے ابن شہاب سے کہا ابن مسیب نے کہا ابوہریرہ نے کہ جس رات رسول اللہ بیت المقدس گئے - دو پیالہ دودھ اور شراب کے پیش کئے گئے - رسول اللہ نے اُن کی طرف دیکھا اور دودھ کو لے لیا جبریل نے کہا خدا کی تعریف ہے جس نے آپ کو فطرۃ پر ہدایت کی - اگر شراب لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی +

حدثنا عبدان قال حدثنا عبد الله قال اخبرنا يونس ح وحدثنا احمد بن صالح قال حدثنا عنبسة قال حدثنا يونس عن ابن شهاب قال ابن المسيب قال ابو هريرة اتي رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة اسري به بايلياء بقدحين من خمر ولبن فنظر اليهما فاخذ اللبن قال جبريل الحمد لله الذي هداك للفطرة ولو اخذت الخمر غوت امتك

(صحیح بخاری صفحہ ۶۸۴) +

حدیث بیان کی ہم سے احمد بن صالح نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے ابن وہب نے کہا اُس نے خبر دی مجھ کو یونس نے ابن شہاب

حدثنا احمد بن صالح قال حدثنا ابن وهب قال اخبرني

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ⑤	اور ہے وعدہ خدا کا مقدر کیا گیا ⑤

یونس عن ابن شہاب قال ابو سلمۃ سمعت جابر بن عبد اللہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن آیاتہ وانا انظر الیہ ✦ (صحیح بخاری مطبوعہ دہلی ۱۳۰۲ہجری صفحہ ۶۸۴) ✦

کہا ابو سلمہ نے سنا میں نے جابر بن عبد اللہ سے کہا اس نے سنا میں نے رسول اللہ سے کہ فرماتے تھے جب مجھ کو قریش نے جھٹلایا۔ میں حجر میں کھڑا ہوا اور خدا نے بیت المقدس کو میری نظر کے سامنے کر دیا۔ میں اس کی نشانیاں ان کو بتاتا تھا اور اس کی طرف دیکھتا تھا ✦

حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب حدثنی ابو سلمۃ بن عبد الرحمن سمعت جابر بن عبد اللہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن آیاتہ وانا انظر الیہ۔ (صحیح بخاری صفحہ ۵۴۸) ✦

حدیث بیان کی ہم سے یحیی بن بکیر نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم سے لیث نے عقیل سے اس نے ابن شہاب سے کہا اس نے حدیث بیان کی مجھ سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہا اس نے سنا میں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے جب مجھ کو قریش نے جھٹلایا میں حجر میں کھڑا ہوا۔ خدا نے بیت المقدس کو میری نظروں میں جلوہ گر کر دیا۔ میں اس کی نشانیاں ان کو بتاتا تھا اور اس کو دیکھتا جاتا تھا ✦

وقال عبدان اخبر عبد اللہ قال اخبرنا یونس عن الزہری قال انس بن مالک کان ابوذر یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فرج سقف بیتی وانا بمکۃ فنزل جبریل ففرج صدری ثم غسلہ بماء زمزم ثم جاء بطست من ذھب ممتلئ حکمۃ وایمانا فافرغہا فی صدری ثم اطبقہ ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء الدنیا فقال جبریل لخازن السماء الدنیا افتح قال من ھذا قال جبریل (صفحہ ۲۲۱ صحیح بخاری) ✦

کہا عبدان نے خبر دی ہم کو عبد اللہ نے کہا اس نے خبر دی ہم کو یونس نے زہری سے کہا انس بن مالک نے کہ ابوذر حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت شق ہوئی اور میں اس وقت مکہ میں تھا۔ پھر جبریل نازل ہوا اور اس نے میرے سینہ کو چاک کیا پھر آب زمزم سے اس کو دھویا پھر سونے کا لگن حکمت ایمان سے بھرا ہوا لایا۔ اور اس کو میرے سینہ میں ڈال کر سینہ کو برابر کر دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان اول پر چڑھا لے گیا۔ جبریل نے آسمان کے محافظ سے کہا کھول کہا کون ہے کہا جبریل ✦

حدثنا اسمعیل حدثنی اخی عن سلیمان عن شریک بن عبد اللہ

حدیث بیان کی ہم سے اسمعیل نے کہا اس نے حدیث بیان کی مجھ سے میرے بھائی نے سلیمان سے اس نے شریک بن عبد اللہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ	پھر ہم پھیر دینگے غلبہ کو تمہارے لئے اُن پر

بن ابی نمر قال سمعت انس بن مالك يحدثنا عن ليلة اسرى بالنبي صلى الله عليه وسلم من مسجد الكعبة جاءه ثلاثة نفر قبل ان يوحى اليه وهو نائم في المسجد الحرام فقال اولهم ايهم هو فقال اوسطهم هو خيرهم فقال آخرهم خذوا خيرهم فكانت تلك فلم يرهم حتى جاؤا ليلة اخرى فيما يرى قلبه والنبي صلى الله عليه وسلم نائمة عيناه ولا ينام قلبه وكذلك الانبياء تنام اعينهم ولا تنام قلوبهم فتولاه جبريل ثم عرج به الى السماء۔

(صحیح بخاری صفحہ ۵۰۴)

بن ابو نمر سے کہا اُس نے سنا میں نے انس بن مالک بیان کرتے تھے ہم سے اُس رات کا جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد کعبہ سے معراج ہوئی۔ کہ وحی آنے سے پہلے تین شخص آنحضرت کے پاس آئے اور وہ مسجد حرام میں سوتے تھے۔ ان میں سے پہلے نے کہا کہ وہ ان میں سے کون ہے۔ درمیانی شخص نے کہا کہ وہ ان سب میں سے بہتر ہے۔ اخیر شخص نے کہا کہ ان میں سے بہتر کو لے چلو پھر وہ رات تو گذر گئی۔ اور اُن کو کسی نے نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ ایک اور شب کو آنحضرت کے پاس ایسی حالت میں آئے کہ آپ کا دل دیکھتا تھا اور حضرت کی آنکھیں سوتی اور دل جاگتا تھا۔ اسی طرح پیغمبروں کی آنکھیں سوتی اور دل جاگتا ہے پھر جبریل نے اُن کا کام اپنے ذمّہ لیا۔ پھر اُن کو آسمان پر چڑھا لے گیا۔

احادیث مسلم

حدثنا شيبان بن فروخ قال حدثنا حماد بن سلمة قال حدثنا ثابت البناني عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتيت بالبراق وهو دابة ابيض طويل فوق الحمار ودون البغل يضع حافره عند منتهى طرفه قال فركبته حتى اتيت بيت المقدس قال فربطته بالحلقة التي يربط بها الانبياء قال ثم دخلت المسجد فصليت فيه ركعتين ثم خرجت فجاءني جبريل باناء من خمر واناء من لبن فاخترت اللبن فقال جبريل عليه السلام اخترت الفطرة ثم عرج بنا الى السماء فاستفتح جبريل فقيل من انت قال جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد بعث اليه قال قد بعث اليه ففتح لنا فاذا انا بآدم صلى الله عليه وسلم فرحب بي ودعا لي بخير ثم عرج بنا الى السماء

حدیث بیان کی ہم سے شیبان بن فروخ نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے حماد بن سلمہ نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے ثابت بنانی نے انس بن مالک سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ براق لایا گیا اور وہ ایک سفید رنگ کا جانور تھا گدھے سے بڑا خچر سے چھوٹا اپنی نظر کی انتہا پر قدم رکھتا تھا۔ تب میں اُس پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچا۔ اور براق کو حلقہ سے باندھ دیا جس سے اور نبی باندھتے تھے۔ پھر مسجد میں داخل ہوا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر مسجد سے نکلا۔ جبریل ایک پیالہ شراب کا اور ایک دودھ کا لایا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ	اور ہم تمہاری مدد کرینگے مال سے اور بیٹوں سے

الثانية فاستفتح جبريل عليه السلام فقيل من انت قال جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد بعث اليه قال قد بعث اليه ففتح لنا فاذا انا بابني الخالة عيسى بن مريم ويحيى بن زكريا صلى الله عليهما وسلم فرحبا بي ودعوا لي بخير ثم عرج بنا الى السماء الثالثة فاستفتح جبريل فقيل من انت قال جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد بعث اليه قال قد بعث اليه ففتح لنا فاذا انا بيوسف صلى الله عليه وسلم واذا هو قد اعطي شطر الحسن قال فرحب بي ودعا لي بخير ثم عرج بنا الى السماء الرابعة فاستفتح جبريل عليه السلام قيل من هذا قال جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد بعث اليه قال قد بعث اليه ففتح لنا فاذا انا بادريس صلى الله عليه وسلم فرحب بي ودعا لي بخير قال الله عز وجل ورفعناه مكانا عليا ثم عرج بنا الى السماء الخامسة فاستفتح جبريل فقيل من هذا قال جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد بعث اليه قال قد بعث اليه ففتح لنا فاذا انا بهارون صلى الله عليه وسلم فرحب بي ودعا لي بخير ثم عرج بنا الى السماء السادسة فاستفتح جبريل قيل من هذا قال جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد بعث اليه قال قد بعث اليه ففتح لنا فاذا انا بموسى صلى الله عليه وسلم فرحب بي ودعا لي بخير ثم عرج بنا الى السماء السابعة فاستفتح جبريل قيل من هذا قال جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد بعث اليه قال قد بعث اليه ففتح لنا فاذا انا بابراهيم صلى الله عليه وسلم مسندا ظهره الى البيت المعمور واذا هو يدخله كل يوم سبعون الف ملك لا يعودون اليه ثم ذهب بي الى السدرة المنتهى فاذا ورقها كآذان الفيلة واذا ثمرها كالقلال قال فلما غشيها من امر الله ما غشي تغيرت فما احد من خلق الله يستطيع ان ينعتها من حسنها فاوحى الي ما اوحى ففرض علي خمسين صلوة في كل يوم وليلة فنزلت الى موسى عليه السلام فقال ما فرض

میں نے دودھ کو پسند کیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرت کو پسند کیا۔ پھر مجھ کو آسمان پر لے گیا جبریل نے آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہا کہا گیا کون ہے کہا جبریل پوچھا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا کیا طلب کئے گئے ہیں کہا ہاں طلب کئے گئے ہیں پھر ہمارے لئے دروازہ کھل گیا۔ ناگاہ مجھ کو آدم نظر پڑے۔ آدم نے مجھ کو مرحبا کہکر میرے لئے نیک دعا کی پھر جبریل ہم کو دوسرے آسمان پر لے گیا اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل پوچھا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا کیا طلب کئے گئے ہیں کہا ہاں طلب کئے گئے ہیں۔ پھر دروازہ کھل گیا ناگاہ مجھ کو خالہ زاد بھائی عیسٰی بن مریم اور یحیٰے بن ذکریا نظر آئے دونوں نے مرحبا کہکر میرے لئے نیک دعا کی پھر جبریل ہم کو تیسرے آسمان پر لے گیا اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل پوچھا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا کیا طلب کئے گئے ہیں کہا ہاں طلب کئے گئے ہیں پھر دروازہ کھل گیا اور میں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور ان کو حسن کا ایک حصہ عطا ہوا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے مرحبا کہکر میرے لئے نیک دعا کی۔ پھر جبریل ہم کو چوتھے آسمان پر لے گیا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿۶﴾	اور ہم تم کو کریں گے بڑا گروہ ﴿۶﴾

وما فرض على امتك قلت خمسين صلوة قال ارجع الى ربك فاسأله التخفيف فان امتك لا يطيقون ذلك فاني قد بلوت بني اسرائيل وخبرتهم قال فرجعت الى ربي فقلت يا رب خفف على امتي فحط عني خمسا فرجعت الى موسى فقلت حط عني خمسا قال ان امتك لا يطيقون ذلك فارجع الى ربك فسأله التخفيف قال فلم ازل ارجع بين ربي تبارك وتعالى وبين موسى عليه السلام حتى قال يا محمد انهن خمس صلوة كل يوم وليلة لكل صلوة عشر فذلك خمسين صلوة ومن هم بحسنة فلم يعملها كتبت حسنة فان عملها كتبت له عشرا ومن هم بسيئة فلم يعملها لم تكتب شيئا فان عملها كتبت سيئة واحدة قال فنزلت حتى انتهيت الى موسى عليه السلام فاخبرته فقال ارجع الى ربك فسأله التخفيف فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت قد رجعت الى ربي حتى استحييت منه ۔

(صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۱)

اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل پوچھا تیرے ساتھ کون ہے ۔ کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ پوچھا گیا بلائے گئے ہیں کہا ہاں بلائے گئے ہیں دروازہ کھل گیا اور میں نے ادریس علیہ السلام کو دیکھا ۔ ادریس نے بھی مرحبا کہکر میرے لئے نیک دعا کی ۔ خدا نے فرمایا ہے کہ ہم نے اُس کو اونچی جگہ اُٹھا لیا ۔ پھر جبریل ہم کو پانچویں آسمان پر لے گیا اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل پوچھا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا بلائے گئے ہیں کہا ہاں بلائے گئے ہیں پھر دروازہ کھل گیا ۔ اور میں نے ہارون کو دیکھا ہارون نے بھی میرے لئے مرحبا کہکر نیک دعا کی پھر جبریل ہم کو چھٹے آسمان پر لے گیا اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل پوچھا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا بلائے گئے ہیں کہا ہاں بلائے گئے ہیں کہا ہاں بلائے گئے ہیں دروازہ کھل گیا اور میں نے موسٰے علیہ السلام کو دیکھا موسٰے نے بھی مرحبا کہکر میرے لئے نیک دعا کی پھر جبریل ہم کو ساتویں آسمان لے گیا اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل پوچھا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ پوچھا گیا بلائے گئے ہیں کہا ہاں بلائے گئے ہیں دروازہ کھل گیا اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا بیت المعمور کی طرف پشت کا سہارا لئے بیٹھے ہیں اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور پھر دوبارہ نہیں آتے پھر جبریل مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے گیا اُس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر اور پھل مٹکوں کے برابر تھے ۔ جب حکم الٰہی سے اس پر جو چھانا تھا چھا گیا تو اس کی حالت بدل گئی پھر کسی انسان کی طاقت نہیں ہے کہ اس کے حسن کی تعریف کر سکے پھر خدا نے مجھ پر جو وحی بھیجنی تھی بھیجی ۔ اور مجھ پر پچاس نمازیں ہر روز فرض کیں پھر میں نیچے اُتر کر موسٰے علیہ السلام کے پاس آیا موسٰے علیہ السلام نے کہا خدا نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ	اگر تم بھلائی کروگے تو بھلائی کروگے تم اپنی جان کے لئے

آپ کی اُمت پر کیا فرض کیا۔ میں نے کہا پچاس نمازیں موسےٰ علیہ السلام نے کہا خدا کے پاس پھر جائیے اور کمی کی درخواست کیجئے آپ کی امت میں اس فرض کے ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے میں بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں میں دوبارہ خدا کے پاس گیا اور کہا اے خدا میری اُمت کے لئے تخفیف کر خدا نے پانچ نمازیں کم کر دیں پھر میں موسےٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور اُن سے کہا کہ خدا نے پانچ کم کر دیں۔ کہا آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی خدا کے پاس پھر جائیے اور کمی کی درخواست کیجئے رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں بار بار خدا اور موسےٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا تھا یہاں تک کہ خدا نے فرمایا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم رات دن میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز پر دس کا ثواب اس طرح پر پچاس نمازیں ہوئیں۔ اور جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور اُس کو عمل میں نہ لائے میں اُس کی ایک نیکی لکھونگا اور جو عمل میں لائے اُس کی دس نیکیاں لکھونگا۔ اور جو بدی کا ارادہ کرے اور اُس کو عمل میں نہ لائے اُس کی بدی نہیں لکھی جائیگی اور اگر عمل میں لائے تو صرف ایک بدی لکھونگا۔ پھر میں نیچے اتر کر موسےٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور اُن کو خبر دی کہ خدا کے پاس پھر جائیے اور اس میں کمی کی درخواست کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں خدا کے پاس اتنی دفعہ جا چکا ہوں کہ اب مجھے اُس سے شرم آتی ہے ✦

حدیث بیان کی ہم سے ہارون بن سعید ایلی نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم سے

حدثنا هارون بن سعيد الايلي قال حدثنا ابن وهب قال اخبرني سليمان وهو ابن بلال قال حدثني شريك بن عبد الله بن ابي نمر قال سمعت انس بن مالك يحدثنا عن ليلة اسري برسول الله صلى الله عليه من مسجد الكعبة انه جاءه ثلاثة نفر قبل ان يوحى اليه وهو نائم في المسجد الحرام وساق الحديث بقصة نحو حديث ثابت البناني وقدم فيه شيئا واخر وزاد ونقص۔
(صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۲) ✦

ابن وہب نے کہا اُس نے خبر دی مجھ کو سلیمان نے اور وہ بلال کے بیٹے ہیں کہا اس نے حدیث بیان کی مجھ سے شریک بن عبداللہ بن ابو نمر نے کہا اُس نے سنا میں نے انس بن مالک سے کہ ذکر کرتے تھے ہم سے اُس رات کا جب کہ رسول خدا کو مسجد حرام سے معراج ہوئی۔ کہ آنحضرت کے پاس وحی آنے سے پہلے تین شخص آئے۔ اور آنحضرت مسجد حرام سوتے تھے راوی نے ثابت بنانی کی حدیث کی مانند تمام قصہ کو بیان کیا اور اس میں کچھ تقدیم و تاخیر کی۔ کچھ کمی اور زیادتی ✦

حدیث بیان کی ہم سے حرملہ بن یحییٰ تجیبی نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا

حدثني حرملة بن يحيى التجيبي قال حدثنا ابن وهب
قال اخبرني يونس عن ابن شهاب عن انس بن مالك
قال كان ابو ذر يحدث ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال فرج سقف بيتي وانا بمكة فنزل جبريل
عليه السلام ففرج صدري ثم غسله من ماء زمزم
ثم جاء بطست من ذهب ممتلئ حكمة وايمانا فافرغها
في صدري ثم اطبقه ثم اخذ بيدي فعرج بي
الى السماء فلما جئنا السماء الدنيا قال جبريل لخازن
السماء الدنيا افتح قال من هذا قال هذا جبريل قال
هل معك احد قال نعم معي محمد قال فارسل اليه
قال نعم ففتح قال فلما علونا السماء الدنيا فاذا رجل
عن يمينه اسودة وعن يساره اسودة قال فاذا نظر
قبل يمينه ضحك واذا نظر قبل شماله بكى قال فقال مرحبا
بالنبي الصالح والابن الصالح قال قلت يا جبريل
من هذا قال هذا آدم صلى الله عليه وسلم وهذه
الاسودة عن يمينه وعن شماله نسم بنيه فاهل اليمين
اهل الجنة والاسودة التي عن شماله اهل النار فاذا
نظر قبل يمينه ضحك واذا نظر قبل شماله بكى قال ثم
عرج بي جبريل حتى اتى السماء الثانية فقال لخازنها
افتح قال فقال له خازنها مثل ما قال خازن السماء الدنيا
ففتح فقال انس بن مالك فذكر انه وجد في السموات
آدم وادريس وعيسى وموسى وابراهيم عليهم السلام
ولم يثبت كيف منازلهم غير انه ذكر انه قد وجد
آدم عليه السلام في السماء الدنيا وابراهيم في السماء السادسة
قال فلما مر جبريل ورسول الله صلى الله عليه وسلم
بادريس قال مرحبا بالنبي الصالح والاخ الصالح فقلت
من هذا قال هذا ادريس قال ثم مررت بموسى عليه السلام
فقال مرحبا بالنبي الصالح والاخ الصالح قلت من هذا
قال هذا موسى قال ثم مررت بعيسى فقال مرحبا بالنبي
الصالح والاخ الصالح قلت من هذا قال هذا عيسى
بن مريم قال ثم مررت بابراهيم عليه السلام فقال
مرحبا بالنبي الصالح والاخ الصالح قلت من هذا

اور اگر تم بُرائی کرو گے تو اُسی کے لئے

ابن وہب نے کہا اُس نے خبر دی مجھ کو یونس
نے ابن شہاب سے اُس نے انس بن مالک
سے کہا اُس نے کہ ابوذر بیان کرتے تھے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
میرے گھر کی چھت شق ہوئی اور میں اُس
وقت مکہ میں تھا۔ پھر جبریل نازل ہوا اور
اُس نے میرے سینہ کو چیرا اور اُس کو آب زمزم
سے دھویا پھر سونے کا لگن لایا جو حکمت ایمان
سے بھرا ہوا تھا پھر اُس کو میرے سینہ میں
اونڈیل دیا اور پھر میرے سینہ کو برابر کر دیا۔
پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گیا جب ہم
پہلے آسمان پر پہنچے جبریل نے محافظ سے کہا
کھول پوچھا کون ہے کہا جبریل پوچھا کہ تیرے
ساتھ کوئی ہے کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں پوچھا بلائے گئے ہیں کہا ہاں
پھر دروازہ کھل گیا جب ہم آسمان اول پر گئے
تو ہم نے دیکھا کہ ایک شخص کی داہنی اور بائیں
طرف کچھ دھندلی سی صورتیں ہیں داہنی طرف
دیکھ کر ہنستا ہے اور بائیں طرف دیکھ کر روتا ہے
اُس نے کہا اے نبی صالح اور فرزند صالح میں نے
جبریل سے پوچھا یہ کون ہے کہا یہ آدم ہیں
اور صورتیں جو اُن کے داہنی اور بائیں طرف
ہیں اُن کی اولاد کی روحیں ہیں سو داہنی
طرف والی جنتی اور بائیں طرف والی دوزخی
ہیں۔ اس لئے داہنی طرف دیکھ کر ہنستے اور
بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔ پھر جبریل مجھ کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پھر جب آویگا دوسرا وعدہ	فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ

قال هذا ابراهيم - قال ابن شهاب فاخبرني ابن حزم ان ابن عباس و ابا حبة الانصاري يقولان قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم عرج بي حتى ظهرت لمستوى اسمع فيه صريف الاقلام - قال ابن حزم و انس بن مالك قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ففرض الله على امتي خمسين صلوة قال فرجعت بذلك حتى مر بموسى عليه السلام فقال موسى ماذا فرض ربك على امتك قلت فرض عليهم خمسين صلوة قال لي موسى فراجع ربك فان امتك لا تطيق ذلك قال فراجعت ربي فوضع شطرها قال فرجعت الى موسى عليه السلام فاخبرته قال راجع ربك فان امتك لا تطيق ذلك قال فراجعت ربي فقال هي خمس و هي خمسون لا يبدل القول لدي قال فرجعت الى موسى فقال راجع ربك فقلت قد استحييت من ربي قال ثم انطلق بي جبريل حتى اتى سدرة المنتهى فغشيها الوان لا ادري ما هي قال ثم ادخلت الجنة فاذا فيها جنابذ اللؤلؤ واذا ترابها المسك -
(صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۲) +

دوسرے آسمان پر لے گیا۔ اور محافظ سے کہا کھول اس محافظ نے بھی ویسی کہا جو آسمان اول کے محافظ نے کہا تھا پھر دروازہ کھل گیا۔

انس بن مالک کہتے ہیں کہ ابوذر نے یہ تو بیان کیا کہ رسول خدا نے آسمانوں میں آدم۔ ادریس عیسٰی۔ موسٰے اور ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا مگر ان کے مقامات کی تعیین نہیں کی۔ سوائے اس کے کہ آدم کو پہلے آسمان پر اور ابراہیم کو چھٹے آسمان پر پایا۔ راوی کہتا ہے کہ جب رسول خدا اور جبرئیل ادریس کے پاس پہنچے ادریس نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور برادر صالح میں نے پوچھا یہ کون ہے کہا یہ ادریس ہیں۔ پھر میں موسٰے کے پاس پہنچا۔ موسٰے نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور برادر صالح میں نے پوچھا یہ کون ہے کہا یہ موسٰی ہیں پھر میں عیسٰے علیہ السلام کے پاس پہنچا عیسٰے علیہ السلام نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور برادر صالح میں نے پوچھا یہ کون ہے کہا یہ مریم کے بیٹے بیٹے ہیں۔ پھر میں ابراہیم کے پاس پہنچا ابراہیم علیہ السلام نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور فرزند صالح میں نے پوچھا یہ کون ہے کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں کہا ابن شہاب نے اور خبر دی مجھ کو ابن حزم نے کہ ابن عباس اور ابو حبۃ الانصاری کہتے تھے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ پھر جبرئیل مجھ کو ایسی جگہ لے گیا جہاں میں قلموں کے چلنے کی آواز سنتا تھا۔ کہا ابن حزم اور انس بن مالک نے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ خدا نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ پھر میں الٹا پھرا اور موسٰے کے پاس آیا۔ موسٰے نے پوچھا کہ خدا نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا میں نے کہا ان پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں موسٰے نے مجھ سے کہا پھر خدا سے کہئے کیونکہ آپ کی امت ہرگز اس کا تحمل نہیں کر سکیگی میں نے پھر کہا خدا نے ایک حصہ اس میں سے معاف کر دیا۔ پھر میں موسٰے کے پاس آیا اور ان کو خبر دی کہا خدا سے پھر کہئے آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے پھر کہا۔ خدا نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لِيَسُوٓءُا وُجُوهَكُمْ	تاکہ بگاڑ دے تمہارے منہ

فرمایا کہ پانچ نمازیں فرض ہیں اور یہی پچاس کے برابر ہیں میرا قول نہیں بدلتا میں پھر موسیٰ کے پاس آیا کہا خدا سے پھر کہئے میں نے کہا مجھ کو خدا سے شرم آتی ہے پھر جبریل مجھ کو لیچلا تاکہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جائیں۔ سدرہ پر کچھ رنگ چھائے ہوئے تھے جن کی حقیقت میں نہیں جانتا۔ پھر میں جنت میں گیا اس میں موتی کے قبے تھے اور اس کی مٹی مشک تھی ✦

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن مثنیٰ نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم سے محمد

حدثنا محمد بن المثنى قال حدثنا محمد بن ابی عدی عن سعید عن قتادة عن انس بن مالك لعله قال عن مالك بن صعصعة رجل من قومه قال قال نبی الله صلی الله علیه وسلم بینا انا عند البیت بین النائم و الیقظان اذ سمعت قائلا یقول احد الثلاثة بین الرجلین فاتیت فانطلق بی فاتیت بطست من ذهب فیها من ماء زمزم فشرح صدری الی كذا وكذا قال قتادة فقلت للذی معی ما یعنی قال الی اسفل بطنه فاستخرج قلبی فغسل بماء زمزم ثم اعید مكانه ثم حشی ایمانا وحكمة ثم اتیت بدابة ابیض یقال له البراق فوق الحمار ودون البغل یقع خطوه عند اقصى طرفه فحملت علیه ثم انطلقنا حتی اتینا السماء الدنیا فاستفتح جبریل علیه السلام فقیل من هذا قال جبریل قیل ومن معك قال محمد صلی الله علیه وسلم قیل وقد بعث الیه قال نعم قال ففتح لنا وقال مرحبا ولنعم المجیء جاء قال فاتینا علی آدم علیه السلام وساق الحدیث بقصته وذكر انه لقی فی السماء الثانیة عیسی ویحیی علیهما السلام وفی الثالثة یوسف علیه السلام وفی الرابعة ادریس علیه السلام وفی الخامسة هارون علیه السلام قال ثم انطلقنا حتی انتهینا الی السماء السادسة فاتیت علی موسی صلی الله علیه وسلم فسلمت علیه فقال مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح فلما جاوزته بكی فنودی ما یبكیك قال رب هذا غلام بعثته بعدی یدخل من امته الجنة اكثر مما یدخل من امتی قال ثم انطلقنا حتی انتهینا الی السماء السابعة فاتیت علی ابراهیم علیه السلام وقال فی الحدیث وحدث نبی الله صلی الله علیه وسلم

بن ابو عدی نے سعید سے اُس نے قتادہ سے اُس نے انس بن مالک سے شاید راوی نے کہا اُس نے مالک بن صعصعہ سے جو اسی کی قوم کا ایک شخص ہے کہا اُس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کعبہ کے قریب کچھ سوتا کچھ جاگتا تھا کہ میں نے سنا کوئی کہتا ہے تین میں کا ایک جو دو کے درمیان ہے پھر میرے پاس آیا اور مجھے لے چلا پھر سونے کا لگن جس میں آب زمزم بھرا تھا لایا گیا اور میرا سینہ یہاں سے یہاں تک کھولا گیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا اس سے کیا مراد ہے کہا شکم کے زیریں حصہ تک پھر میرا دل نکالا آب زمزم سے دھویا گیا اور اسی جگہ رکھ دیا گیا پھر ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا پھر ایک سفید رنگ کا جانور لایا گیا جس کو براق کہتے ہیں گدھے سے بڑا خچر سے چھوٹا انتہائے نظر تک قدم مارتا تھا میں اس پر سوار کیا گیا پھر ہم چلے اور آسمان دنیا پر پہنچے جبریل نے دروازہ کھلوانا چاہا اُس سے پوچھا گیا کہ کون ہے کہا جبریل پوچھا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا کیا بلائے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ	اور تا کہ گھس پڑیں مسجد میں

انه رای اربعة انهار یخرج من اصلها نهران ظاهران ونهران باطنان فقلت یا جبریل ما هذه الانهار قال اما النهران الباطنان فنهران فی الجنة واما الظاهران فالنیل والفرات ثم رفع لی البیت المعمور فقلت یا جبریل ما هذا قال هذا البیت المعمور یدخله کل یوم سبعون الف ملك اذا خرجوا منه لم یعودوا الیه آخر ما علیهم ثم اتیت باناءین احدهما خمر والآخر لبن فعرضا علی فاخترت اللبن فقیل اصبت اصاب الله بك امتك علی الفطرة ثم فرضت علی کل یوم خمسون صلوٰة ثم ذکر قصتها الی آخر الحدیث (صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۹۲) ✦

گئے ہیں۔ کہا ہاں پھر ہمارے لئے دروازہ کھل گیا اور کہا مرحبا کیا خوب آنا ہوا۔ پھر ہم آدم علیہ السلام کے پاس پہنچے پھر راوی نے تمام قصہ بیان کیا اور یہ ذکر کیا کہ دوسرے آسمان پر عیسٰے اور یحییٰ علیہم السلام سے اور تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام سے اور پانچویں پر ہارون علیہ السلام سے ملے پھر فرمایا کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے۔ پھر میں موسٰے علیہ السلام سے ملا اور اُن کو سلام کیا کہا مرحبا ملے برادر صالح اور نبی صالح جب میں آگے بڑھا تو موسٰے علیہ السلام روئے آواز آئی کہ کیوں روتے ہو کہا اے خدا یہ لڑکا جس کو تو نے میرے بعد نبوت دی ہے۔ اس کی امت کے لوگ میری امت والوں سے زیادہ جنت میں جائینگے۔ پھر ہم چلے اور ساتویں آسمان پر پہنچے اور میں ابراہیم علیہ السلام سے ملا۔ پھر راوی نے حدیث میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ چار نہریں دیکھیں جو اس کی جڑ سے نکلتی ہیں دو نہریں ظاہر اور دو پوشیدہ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کیا نہریں ہیں۔ کہا پوشیدہ نہریں تو جنت میں جاتی ہیں اور دو ظاہر نیل اور فرات ہیں۔ پھر بیت المعمور مجھ سے نزدیک ہوا میں نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہے۔ کہا یہ بیت المعمور ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے آتے ہیں اور جب جاتے ہیں تو دوبارہ کبھی نہیں آتے پھر دو پیالے پیش کئے گئے ایک شراب کا اور ایک دودھ کا۔ میں نے دودھ کو پسند کیا مجھ سے کہا گیا کہ آپ نے فطرۃ کو حاصل کیا خدا آپ کی اُمت کو بھی یہی نصیب کرے۔ پھر مجھ پر ہر روز پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر راوی نے تمام قصہ آخر حدیث تک بیان کیا ✦

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن مثنے نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے معاذ

حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا معاذ بن هشام قال حدثنی ابی عن قتادة قال حدثنا انس بن مالك عن مالك بن صعصعة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فذکر نحوه وزاد فیه فاتیت بطست من ذهب ممتلئ حکمة وایمانا فشق من النحر الی مراق البطن

بن ہشام نے کہا اُس نے حدیث بیان کی مجھ سے میرے باپ نے قتادہ سے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے انس بن مالک نے مالک بن صعصعہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ	جیسے کہ گھس پڑے تھے اُس میں پہلی دفعہ

فغسل بماء زمزم ثم ملئ حكمة وايمانا۔

(صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۴) +

فرمایا پھر راوی نے اسی کی مانند بیان کیا اور زیادہ کیا اس میں یہ بیان کہ سونے کا لگن حکمت و ایمان سے بھرا ہوا لایا گیا۔ پھر گلے سے پیٹ کی نرم جگہ تک چیرا گیا پھر آب زمزم سے دھویا گیا پھر ایک حکمت و ایمان سے بھر دیا گیا +

حدثني محمد بن المثنى وابن بشار قال ابن المثنى حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبة عن قتادة قال سمعت ابا العالية يقول حدثني ابن عم نبيكم صلى الله عليه وسلم يعني ابن عباس قال ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم حين اسري به فقال موسى آدم طوال كانه من رجال شنوءة وقال عيسى جعد مربوع وذكر مالكا خازن جهنم وذكر الدجال۔ (صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۴) +

حدیث کی مجھ سے محمد بن مثنیٰ اور ابن بشار نے کہا ابن مثنیٰ نے حدیث بیان کی ہم سے محمد بن جعفر نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے قتادہ سے کہا اُس نے سنا میں نے ابوالعالیہ سے کہتے ہیں وہ کہ حدیث بیان کی مجھ سے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے یعنی ابن عباس نے کہا اُنہوں نے ذکر کیا رسول اللہ نے وقت معراج کا اور کہا کہ موسے علیہ السلام لمبے قد کے ہیں گویا کہ وہ قبیلہ شنوءۃ میں سے ہیں اور کہا کہ عیسے علیہ السلام گھونگریالے بال والے اور میانہ قد کے ہیں۔ اور دوزخ کے محافظ مالک اور دجال کا بھی ذکر کیا (مگر واضح ہو کہ دجال کے قصہ کی اس حدیث میں کچھ تفصیل نہیں ہے) +

حدثنا عبد بن حميد قال حدثنا يونس بن محمد قال حدثنا شيبان بن عبد الرحمن عن قتادة عن ابي العالية قال حدثنا ابن عم نبيكم صلى الله عليه وسلم ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مررت ليلة أسري بي على موسى بن عمران رجل آدم طوال جعد كانه من رجال شنوءة ورأيت عيسى ابن مريم مربوع الخلق الى الحمرة والبياض سبط الرأس وأري مالكا خازن النار والدجال في آيات اراهن الله اياه فلا تكن في مرية من لقائه قال كان قتادة يفسرها ان النبي صلى الله عليه وسلم قد لقي موسى عليه السلام (صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۴) +

حدیث بیان کی ہم سے عبد بن حمید نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے یونس بن محمد نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے شیبان بن عبدالرحمٰن نے قتادہ سے اُس نے ابوالعالیہ سے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ابن عباس نے کہا انہوں نے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں معراج کی رات موسے بن عمران کے پاس پہنچا۔ وہ دراز قامت گھونگریالے بالوں والے ہیں گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ میں سے ہیں اور میں نے مریم کے بیٹے عیسے علیہ السلام کو میانہ بدن مائل بسرخی و سپیدی لمبے بالوں والا دیکھا اور رسول خدا نے دوزخ کے مالک اور دجال کو بھی دیکھا اُن نشانیوں میں جو خدا نے دکھائیں۔ تم اس کے دیکھنے میں کچھ

وَلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ﴿۷﴾	اور برباد کر دیں جس پر غالب ہوں ہر طرح کا برباد کر دینا ﴿۷﴾

شک نہیں - قتادہ اس کی تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ نے موسٰے علیہ السلام کو دیکھا ۔

حدثنا محمد بن رمح قال حدثنا الليث عن ابي الزبير عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عرض على الانبياء فاذا موسى ضرب من الرجال كانه من رجال شنوءة ورأيت عيسى بن مريم فاذا اقرب من رأيت به شبها عروة بن مسعود ورأيت ابراهيم فاذا اقرب من رأيت به شبها صاحبكم يعني نفسه ورأيت جبريل عليه السلام فاذا اقرب من رأيت به شبها دحية وفي رواية ابن رمح دحية بن خليفة۔
(صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۰) ۔

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن رمح نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم سے لیث نے ابو زبیر سے اس نے جابر سے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ انبیا میرے سامنے لائے گئے میں نے دیکھا کہ موسٰے علیہ السلام بدن کے دُبلے ہیں گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ میں سے ہیں اور میں نے مریم کے بیٹے عیسٰے علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ ان میں سے جن کو میں نے دیکھا عروہ بن مسعود سے مشابہ ہیں اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اُن میں سے ہیں جن کو میں نے دیکھا تمہارے آقا سے ملتے جلتے ہیں - اور اس سے خود اپنی ذات مراد لی - اور میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ ان میں سے جن کو میں نے دیکھا دحیہ کے مشابہ ہیں اور ابن رمح کی روایت میں ہے دحیہ بن خلیفہ ۔

حدثني محمد بن رافع وعبد بن حميد وتقاربا في اللفظ قال ابن رافع حدثنا وقال عبد اخبرنا عبد الرزاق قال حدثنا معمر عن الزهري قال اخبرني سعيد بن المسيب عن ابي هريرة قال قال النبي صلى الله عليه وسلم حين اسري بي لقيت موسى عليه السلام فنعته النبي صلى الله عليه وسلم فاذا رجل حسبته قال مضطرب رجل الرأس كانه من رجال شنوءة قال ولقيت عيسى فنعته النبي صلى الله عليه وسلم فاذا ربعة احمر كانما خرج من ديماس يعني حماما قال ورأيت ابراهيم عليه السلام وانا اشبه ولده به قال فأتيت باناءين في احدهما لبن وفي الآخر خمر فقيل لي خذ ايهما شئت فاخذت اللبن فشربته فقال هديت الفطرة او اصبت الفطرة اما انك لو اخذت الخمر غوت امتك۔
(صحیح مسلم جلد صفحہ ۹۵) ۔

حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن رافع اور عبد بن حمید نے اور دونوں کے لفظ قریب قریب ہیں کہا ابن رافع نے کہ حدیث بیان کی ہم سے اور کہا عبد نے حدیث بیان کی ہم سے عبدالرزاق نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم سے معمر نے زہری سے کہا اس نے خبر دی مجھ کو سعید بن مسیب نے ابو ہریرہ سے کہا انہوں نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات موسٰے علیہ السلام کو دیکھا پھر آنحضرت نے اُن کا حلیہ بیان کیا کہ وہ " میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے فرمایا ۔ بدن سے دُبلے ہیں اور بال چھٹے ہوئے گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ میں سے ہیں اور فرمایا میں نے عیسٰے علیہ السلام کو دیکھا پھر آنحضرت نے اُن کا حلیہ بیان کیا کہ وہ میانہ قد سرخ رنگ ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ	قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے

گویا ابھی حمام سے نہا کر نکلے ہیں اور فرمایا کہ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں اُن کا ہمشکل فرزند ہوں پھر فرمایا کہ میرے آگے دو پیالے پیش کئے گئے ایک میں دودھ اور ایک میں شراب تھی اور مجھ سے کہا گیا کہ ان میں سے جس کو چاہئے لیجئے میں نے دودھ کو لیکر پی لیا کہا کہ آپ فطرت پر ہدایت کئے گئے یا آپ نے فطرت کو پسند کیا اگر آپ شراب کو لیتے تو آپ کی اُمت بھٹک جاتی (یعنی جو ایک قدرتی چیز ہے اُس سے مراد فطرت لی ہے اور خمر جو مصنوعی چیز ہے دُنیا کی اُس سے غوایت مراد لی ہے) +

حدیث بیان کی ہم سے ابو بکر بن شیبہ نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے ابو اسامہ

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة قال حدثنا ابو اسامة قال حدثنا مالك بن مغول وحدثنا ابن نمیر وزھیر بن حرب جمیعا عن عبداللہ بن نمیر والفاظھم متقاربة قال ابن نمیر حدثنا ابی قال حدثنا مالك بن مغول عن الزبیر بن عدی عن طلحة بن مصرف عن مرة عن عبداللہ قال لما اسری برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتھی بہ الی سدرة المنتھی وھی فی السماء السادسة الیھا ینتھی ما یعرج بہ من الارض فیقبض منھا والیھا ینتھی ما یھبط بہ من فوقھا فیقبض منھا قال اذ یغشی السدرة ما یغشی قال فراش من ذھب قال فاعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا اعطی الصلوٰة الخمس واعطی خواتیم سورة البقرة وغفر لمن لم یشرك باللہ من امتہ شیئا المقحمات

(صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۷) +

نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے مالک بن مغول نے اور حدیث بیان کی ہم سے ابن نمیر اور زہیر بن حرب دونوں نے عبداللہ بن نمیر سے اور اُن کے الفاظ ملتے جلتے ہیں کہا ابن نمیر نے حدیث بیان کی میرے باپ نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم سے مالک بن مغول نے زبیر بن عدی سے اُس نے طلحہ بن مصرف سے اُس نے مرہ سے اُس نے عبداللہ سے کہا انہوں نے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی سدرۃ المنتہے تک گئے اور وہ چھٹے آسمان میں ہے جو چیز زمین سے اوپر جاتی ہے یہیں تک جا کر رک جاتی ہے ۔ اور جو چیز اس کے اوپر سے آتی ہے وہ بھی یہیں آ کر رک جاتی ہے ۔ خدا فرماتا ہے جب چھا جائے سدرہ پر جو چھا جائے ۔ راوی کہتا ہے کہ اس سے مراد سونے کے پروانے ہیں ۔ پھر کہا کہ رسول اللہ کو تین چیزیں عطا ہوئیں ۔ پانچ نمازیں اور سورہ بقر کی اخیر آیتیں اور اُن کی امت میں سے جس نے خدا کے ساتھ شرک نہیں کیا اُس کے گناہ کبیرہ معاف کر دئے +

حدیث بیان کی ہم سے قتیبہ بن سعید نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے لیث

حدثنا قتیبة بن سعید قال حدثنا لیث عن عقیل عن الزھری عن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن جابر بن عبداللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما

نے عقیل سے اُس نے زہری سے اُس نے ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے اُس نے جابر بن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور اگر تم پھر کرو گے تو ہم بھی پھر کرینگے	وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا

كذبني قريش قمت في الحجر فجلى الله لي بيت المقدس فطفقت اخبرهم عن اٰياته وانا انظر اليه۔

(صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۶) ✦

عبد اللہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھ کو قریش نے جھٹلایا میں حجر میں کھڑا ہوا خدا نے بیت المقدس کو میرے سامنے جلوہ گر کر دیا میں اس کی نشانیاں اُن کو بتاتا تھا اور اُس کی طرف دیکھتا جاتا تھا ✦

حدثني زهير بن حرب قال حدثنا حجين بن المثنى قال حدثنا عبد العزيز وهو ابن ابي سلمة عن عبد الله بن الفضل عن ابي سلمة بن عبد الرحمن عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد رايتني في الحجر وقريش تسألني عن مسراي فسألتني عن اشياء من بيت المقدس لم اثبتها فكربت كربة ما كربت مثله قط قال فرفعه الله لي انظر اليه ما يسألوني عن شئ الا انبأتهم به وقد رايتني في جماعة من الانبياء فاذا موسى عليه السلام قائم يصلي فاذا رجل ضرب جعد كانه من رجال شنوءة واذا عيسى بن مريم عليه السلام قائم يصلي اقرب الناس به شبها عروة بن مسعود الثقفي واذا ابراهيم عليه السلام قائم يصلي اشبه الناس به صاحبكم يعني نفسه صلى الله عليه وسلم فحانت الصلوة فاممتهم فلما فرغت من الصلوة قال قائل يا محمد هذا مالك صاحب النار فسلم عليه فالتفت اليه فبدأني بالسلام۔

(صفحہ ۹۶ صحیح مسلم جلد اول) ✦

حدیث بیان کی مجھ سے زہیر بن حرب نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے حجین بن مثنے نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے عبد العزیز نے اور وہ ابو سلمہ کے بیٹے ہیں عبد اللہ بن فضل سے اُس نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے اُس نے ابو ہریرہ سے کہا انہوں نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے تئیں حجر میں دیکھا اور قریش مجھ سے بیت المقدس تک میرے جانے کا حال پوچھتے تھے۔ اُنہوں نے بیت المقدس کی ایسی باتیں مجھ سے پوچھیں جو مجھ کو یاد نہیں تھیں۔ میں اس قدر گھبرایا کہ کبھی ایسا نہیں گھبرایا تھا۔ آنحضرت فرماتے ہیں کہ خدا نے بیت المقدس کو مجھ سے قریب کر دیا میں اُس کی طرف دیکھتا تھا اور قریش مجھ سے جو پوچھتے تھے میں اُن کو بتاتا تھا۔ اور میں نے انبیاء کی جماعت میں اپنے آپ کو دیکھا میں نے دیکھا کہ موسے علیہ السلام کھڑے نماز پڑھتے ہیں اور اُن کا بدن دبلا اور بال گھونگریالے تھے گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ میں سے ہیں اور میں نے دیکھا کہ عیسے بن مریم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھتے ہیں اور وہ سب آدمیوں میں عروہ بن مسعود ثقفی سے زیادہ مشابہ ہیں۔ اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کھڑے نماز پڑھتے ہیں اور وہ سب آدمیوں سے تمہارے آقا سے زیادہ مشابہ ہیں۔ اس سے حضرت نے اپنی ذات مبارک مراد لی پھر نماز کا وقت آیا اور میں نے امامت کی جب نماز سے فارغ ہوا ایک نے کہا اے محمد یہ مالک ہے دوزخ کا محافظ اس کو سلام کیجئے۔ میں اُس کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے پہلے سلام کیا ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور ہم نے کیا ہے دوزخ کو	وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ

احادیث ترمذی

حدیث بیان کی ہم سے یعقوب بن ابراہیم دورقی نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے ابو تمیلہ نے زبیر بن جنادہ سے اُس نے ابن بریدہ سے اُس نے اپنے باپ سے کہا اُس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہم بیت المقدس پہنچے جبریل نے اپنی اُنگلی سے اشارہ کیا اور اُس سے پتھر کو شق کیا اور براق کو اس سے باندھ دیا +

حدثنا یعقوب بن ابراهیم الدورقی حدثنا ابو تمیلة عن الزبیر ابن جنادة عن ابن بریدة عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لما انتهینا الی بیت المقدس قال جبریل باصبعه فخرق به الحجر وشد به البراق۔

(ترمذی صفحہ ۵۱۴) +

حدیث بیان کی ہم سے اسحاق بن منصور نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے عبدالرزاق نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے معمر نے قتادہ سے اُس نے انس سے کہ رسول خدا کے پاس معراج کی شب براق زین اور لگام سے آراستہ آیا اور اُس نے حضرت کو دیکھ کر شوخی کی۔ جبریل نے اُس سے کہا تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کرتا ہے کوئی شخص جو خدا کے نزدیک اُن سے زیادہ مقبول ہو تجھ پر سوار نہیں ہوا یہ سُن کر براق ندامت سے پسینہ پسینہ ہوگیا +

حدثنا اسحاق بن منصور حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر عن قتادة عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم اتی بالبراق لیلة اسری به ملجما مسرجا فاستصعب علیه فقال له جبریل ا بمحمد تفعل هذا فما رکبک احد اکرم علی الله منه قال فارفض عرقا۔

(ترمذی صفحہ ۵۱۰) +

حدیث بیان کی ہم سے محمود بن غیلان نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے عبدالرزاق نے حدیث بیان کی ہم سے معمر نے زہری سے کہا اُس نے خبر دی مجھ کو سعید بن مسیب نے ابوہریرہ سے کہا اُنہوں نے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں نے معراج کی شب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا پھر اُن کی تعریف کی کہ وہ ۔۔ دی کہتا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ فرمایا ہران سے دُبلے تھے اور اُن کے سر کے بال

حدثنا محمود بن غیلان حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر عن الزهری قال اخبرنی سعید بن المسیب عن ابی هریرة قال قال النبی صلی الله علیه وسلم حین اسری بی لقیت موسی قال فنعته فاذا رجل قال حسبته قال مضطرب الرجل الراس کانه من رجال شنوءة قال و لقیت عیسی قال فنعته قال ربعة احمر کانه خرج من دیماس یعنی الحمام ورأیت ابراهیم قال وانا اشبه ولده به قال واتیت باناءین احدهما لبن والاخر فیه خمر فقیل لی خذ ایهما شئت فاخذت اللبن فشربته

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کافروں کے لئے قید خانہ ⑧	لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ⑧

فقيل لي هديت للفطرة او اصبت الفطرة اما انك لو اخذت الخمر غوت امتك - (ترمذی صفحہ ۵۱۳) +

چھوٹے ہوتے تھے گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ میں سے ہیں۔ اور فرمایا کہ میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہا راوی نے کہ پھر آنحضرت نے ان کا حلیہ بیان کیا اور فرمایا کہ وہ میانہ قد سرخ رنگ تھے گویا ابھی حمام سے نکلے ہیں اور میں نے ابراہیم کو دیکھا اور فرمایا کہ میں ان کا فرزند ہم شکل ہوں - پھر فرمایا کہ میرے سامنے دو پیالے پیش ہوئے ایک میں دودھ تھا اور ایک میں شراب - مجھ سے کہا گیا کہ آپ ان میں سے جس کو چاہیں لے لیں - میں نے دودھ لیکر پی لیا مجھ سے کہا گیا کہ آپ فطرۃ پر ہدایت کئے گئے یا فطرت پر کامیاب ہوئے اگر شراب لیتے تو آپ کی امت بہک جاتی +

حدثنا ابن ابي عمر حدثنا سفيان عن مالك بن مغول عن طلحة بن مصرف عن مرة عن ابن مسعود قال لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم سدرة المنتهى قال انتهى اليها ما يعرج من الارض وما ينزل من فوق فاعطاه الله عندها ثلاثا لم يعطهن نبيا كان قبله فرضت عليه الصلوة خمسا واعطى خواتيم سورة البقرة وغفر لامته المقحمات ما لم يشركوا بالله شيئا قال ابن مسعود اذ يغشى السدرة ما يغشى قال السدرة في السماء السادسة قال سفيان فراش من ذهب واشار سفيان بيده فارعدها وقال غير مالك بن مغول اليها ينتهى علم الخلق لا علم لهم بما فوق ذلك +

(ترمذی صفحہ ۵۴۲) -

حدیث بیان کی ہم سے ابن ابی عمر نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے مالک بن مغول سے اس نے طلحہ بن مصرف سے اس نے مرہ سے اس نے ابن مسعود سے کہا انہوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے - کہا راوی نے جو چیز زمین سے اوپر جاتی ہے اور جو چیز اوپر سے آتی ہے سدرہ پر رک جاتی ہے - خدا نے ان کو تین چیزیں عطا کیں جو ان سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں اول پانچ نمازیں ان پر فرض ہوئیں دوم سورہ بقر کی آخر آیتیں ان کو عطا ہوئیں سوم جس نے ان کی امت میں سے خدا کے ساتھ شرک نہیں کیا اس کے گناہ کبیرہ معاف کر دئے - ابن مسعود اس آیت کی تفسیر میں کہ جب چھا جائے سدرہ پر جو چھا جائے - کہتے ہیں کہ سدرہ چھٹے آسمان پر ہے سفیان کہتے ہیں سونے کے پتنگے تھے جو سدرہ پر چھائے ہوئے تھے - اور سفیان نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اس کو ہلایا اور مالک بن مغول کے سوا اور راوی کہتا ہے کہ سدرہ پر تمام دنیا کا علم منتہی ہوتا ہے - اس سے اوپر کا کسی کو علم نہیں +

حدثنا قتيبة حدثنا الليث عن عقيل عن الزهري

حدیث بیان کی ہم سے قتیبہ نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم سے لیث نے عقیل سے اس نے زہری سے اس نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ	بیشک یہ قرآن

عن ابی سلمة عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن آیاتہ وانا انظر الیہ۔
(ترمذی صفحہ ۵۱۴) ✦

ابو سلمہ سے اُس نے جابر بن عبداللہ سے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جب قریش نے مجھ کو جھٹلایا میں حجر میں کھڑا ہوا اور خدا نے بیت المقدس کو میری نظر میں جلوہ گر کر دیا میں اُس کی نشانیاں اُن کو بتاتا تھا اور اُس کی طرف دیکھتا جاتا تھا ✦

احادیث نسائی

اخبرنا یعقوب بن ابراھیم حدثنا یحیی بن سعید حدثنا ھشام الدستوائی حدثنا قتادة عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا انا عند البیت بین النائم والیقظان اذ اقبل احد الثلاثة بین الرجلین فاتیت بطست من ذھب ملآن حکمة وایمانا فشق من النحر الی مراق البطن فغسل القلب بماء زمزم ثم ملئ حکمة وایمانا ثم اتیت بدابة دون البغل وفوق الحمار ثم انطلقت مع جبریل علیہ السلام فاتینا السماء الدنیا فقیل من ھذا قال جبریل قیل ومن معک قال محمد قیل وقد ارسل الیہ مرحبا بہ ونعم المجیء جاء فاتیت علی آدم علیہ السلام فسلمت علیہ قال مرحبا بک من ابن ونبی ثم اتینا الی السماء الثانیة قیل من ھذا قال جبریل قیل ومن معک قال محمد فمثل ذلک فاتیت علی یحیی وعیسی فسلمت علیھما فقال مرحبا بک من اخ ونبی ثم اتینا الی السماء الثالثة قیل من ھذا قال جبریل قیل ومن معک قال محمد فمثل ذلک فاتیت علی یوسف علیہ السلام فسلمت علیہ قال مرحبا بک من اخ ونبی ثم اتینا الی السماء الرابعة فمثل ذلک فاتیت علی ادریس علیہ السلام فسلمت علیہ قال مرحبا بک من اخ ونبی ثم اتینا الی السماء الخامسة فمثل ذلک فاتیت علی ھارون علیہ السلام فسلمت علیہ قال مرحبا بک من اخ ونبی ثم اتینا

خبر دی ہم کو یعقوب بن ابراہیم نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن سعید نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے ہشام دستوائی نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے قتادہ نے انس بن مالک سے انہوں نے مالک بن صعصعہ سے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میں کعبہ کے قریب کچھ سوتا کچھ جاگتا تھا کہ ایک فرشتہ آیا جو تین میں کا ایک اور دو کے درمیان تھا۔ پھر سونے کا لگن لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اور میرا سینہ پیٹ کی نرم جگہ تک چیرا گیا پھر میرا دل آب زمزم سے دھویا گیا اور حکمت و ایمان سے بھرا گیا پھر ایک جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا گدھے سے بڑا تھا۔ پھر میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ چلا اور پہلے آسمان پر پہنچے۔ پوچھا گیا کون ہے کہا جبرئیل پوچھا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا کیا بلائے گئے ہیں۔ مرحبا کیا خوب آنا ہوا پھر میں آدم کے پاس پہنچا میں نے اُن کو سلام کیا کہا مرحبا اے فرزند اور نبی پھر ہم دوسرے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ	ہدایت کرتا ہے اُس راہ کی کہ وہی سیدھی ہے

الى السماء السادسة فمثل ذلك ثم اتيت على موسى عليه السلام فسلمت عليه فقال مرحبا بك من اخ ونبي فلما جاوزته بكى قيل ما يبكيك قال يا رب هذا الغلام الذي بعثته بعدي يدخل من امته الجنة اكثر وافضل مما يدخل من امتي ثم اتينا السماء السابعة فمثل ذلك فاتيت على ابراهيم عليه السلام فسلمت عليه فقال مرحبا بك من ابن ونبي ثم رفع لي البيت المعمور فسالت جبريل فقال هذا البيت المعمور يصلي فيه كل يوم سبعون الف ملك فاذا خرجوا منه لم يعودوا فيه آخر ما عليهم ثم رفعت الى سدرة المنتهى فاذا نبقها مثل قلال هجر واذا ورقها مثل آذان الفيلة واذا في اصلها اربعة انهار نهران باطنان ونهران ظاهران فسالت جبريل فقال اما الباطنان ففي الجنة واما الظاهران فالفرات والنيل ثم فرضت على خمسون صلوة فاتيت على موسى فقال ما صنعت قلت فرضت على خمسون صلوة قال اني اعلم بالناس منك اني عالجت بني اسرائيل اشد المعالجة وان امتك لن يطيقوا ذلك فارجع الى ربك فاسأله ان يخفف عنك فرجعت الى ربي فسألته ان يخفف عني فجعلها اربعين ثم رجعت الى موسى عليه السلام فقال ما صنعت قلت جعلها اربعين فقال لي مثل مقالته الاولى فرجعت الى ربي عز وجل فجعلها ثلثين فاتيت على موسى عليه السلام فاخبرته فقال لي مثل مقالته الاولى فرجعت الى ربي فجعلها عشرين ثم عشرة ثم خمسة فاتيت على موسى عليه السلام فقال لي مثل مقالته الاولى فقلت اني استحيي من ربي عز وجل ان ارجع اليه فنودي ان قد امضيت فريضتي وخففت عن عبادي واجزي بالحسنة عشر امثالها ۔

(نسائی صفحہ ۵۲ و ۵۳) ۔

آسمان پر پہنچے پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل کہا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں یہاں بھی ویسی ہی باتیں ہوئیں - پھر میں یحیٰے اور عیسےٰ کے پاس پہنچا۔ اور میں نے اُن کو سلام کیا ۔ دونوں نے کہا مرحبا اے بھائی اور نبی پھر ہم تیسرے آسمان پہنچے۔ پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل پوچھا تیرے ساتھ کون ہے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہاں بھی ویسے ہی باتیں ہوئیں پھر میں یوسف کے پاس پہنچا ۔ میں نے اُن کو سلام کیا ۔ کہا مرحبا اے بھائی اور نبی پھر ہم چوتھے آسمان پر پہنچے اور وہاں بھی ویسی ہی باتیں ہوئیں ۔ پھر میں ادریس کے پاس پہنچا میں نے اُن کو سلام کیا کہا مرحبا اے بھائی اور نبی ۔ پھر ہم پانچویں آسمان پر پہنچے وہاں بھی ویسی ہی باتیں ہوئیں پھر میں ہارون کے پاس پہنچا ۔ میں نے اُن کو سلام کیا کہا مرحبا اے بھائی اور نبی پھر ہم چھٹے آسمان پر پہنچے اور ویسی ہی باتیں ہوئیں ۔ پھر میں موسےٰ کے پاس پہنچا ۔ میں نے اُن کو سلام کیا کہا مرحبا اے بھائی اور نبی جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو موسےٰ روئے پوچھا گیا کہ کیوں روتے ہو ۔ کہا اے خدا یہ لڑکا جس کو تو نے میرے بعد نبی کیا ہے اس کی اُمّت کے لوگ میری اُمّت والوں سے زیادہ جنت میں جائینگے۔ پھر ہم ساتویں آسمان پر پہنچے اور ویسی ہی باتیں ہوئیں پھر میں ابراہیم کے پاس پہنچا ۔ میں نے اُن کو سلام کیا کہا مرحبا اے فرزند اور نبی پھر بیت المعمور مجھ سے نزدیک ہوا ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور خوشخبری دیتا ہے ایمان والوں کو ⑨	وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ ⑨

میں نے جبریل سے پوچھا تو کہا یہ بیت المعمور ہے ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے نماز
پڑھتے ہیں اور جب جاتے ہیں پھر کر دوبارہ نہیں آتے۔ پھر سدرہ مجھ سے قریب آ گیا
اُس کے بیر ہجر کے مٹکوں کی برابر اور پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند تھے اُس کی جڑ
سے چار نہریں نکلتی تھیں دو ظاہر اور دو باطن میں نے جبریل سے پوچھا تو کہا یہ دو پوشیدہ
نہریں تو جنت میں جاتی ہیں اور یہ دو ظاہر نیل اور فرات ہیں۔ پھر مجھ پر پچاس نمازیں
فرض ہوئیں۔ پھر میں موسٰے علیہ السلام کے پاس آیا۔ موسٰے نے پوچھا کہ آپ نے
کیا کیا میں نے کہا مجھ پر پچاس نمازیں فرض ہوئی ہیں۔ کہا آپ سے زیادہ میں لوگوں
کی حالت سے واقف ہوں۔ میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا اور سخت تکلیف اُٹھائی۔
آپ کی اُمت اس فرض کا تحمل نہ کر سکیگی۔ آپ خدا کے پاس پھر جائیے۔ اور کمی کی درخواست
کیجئے۔ میں پھر خدا کے پاس گیا اور کمی کے لئے التجا کی۔ خدا نے چالیس کا حکم دیا۔ پھر
میں مُوسٰے علیہ السلام کے پاس آیا پوچھا کیا کر آئے میں نے کہا چالیس نماز کا حکم دیا
ہے۔ مُوسٰے علیہ السلام نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ میں پھر خدا کے پاس گیا۔ تو
تیس نماز کا حکم دیا۔ پھر مُوسٰے علیہ السلام کے پاس آیا اور اُن کو خبر دی موسٰے نے پھر وہی
کہا جو پہلے کہا تھا۔ میں پھر خدا کے پاس گیا۔ اب کی دفعہ بیس نمازوں کا حکم دیا پھر دس کا
پھر پانچ کا میں پھر موسٰے علیہ السلام کے پاس آیا موسٰے علیہ السلام نے پھر وہی کہا جو
پہلے کہا تھا۔ میں نے کہا مجھ کو خدا سے شرم آتی ہے کہ میں پھر اُس کے پاس جاؤں۔
آواز آئی کہ میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں کو آسانی دی اور میں ایک نیکی
کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب دونگا۔

خبر دی ہم کو یونس بن عبد الاعلےٰ نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم سے ابن

اخبرنا یونس بن عبد الاعلی حدثنا ابن وهب
قال اخبرنی یونس عن ابن شهاب قال انس بن مالك
وابن حزم قال رسول الله صلى الله علیه وسلم ففرض الله عز وجل على
امتی خمسین صلوۃ فرجعت بذلك حتى امر بموسی علیه السلام فقال
ما فرض ربك على امتك قلت فرض علیهم خمسین صلوۃ قال لی موسی فراجع
ربك عز وجل فان امتك لا تطیق ذلك فراجعت ربی عز وجل
فوضع شطرها فرجعت الى موسی فاخبرته فقال راجع ربك فان امتك
لا تطیق ذلك فراجعت ربی عز وجل فقال هی خمس وهی خمسون
لا یبدل القول لدی فرجعت الى موسی فقال راجع

وہب نے کہا اس نے خبر دی مجھ کو یونس
نے ابن شہاب سے کہا انس بن مالک اور
ابن حزم نے کہ رسول خدا نے فرمایا اللہ تعالےٰ
نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔
میں اُلٹا پھرا اور موسٰے علیہ السلام کے پاس آیا
موسٰے علیہ السلام نے کہا خدا نے آپ کی اُمت
پر کیا فرض کیا۔ میں نے کہا اُن پر پچاس نمازیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ	جو کام کرتے ہیں اچھے

ربك فقلت اني استحييت من ربي عز وجل۔
(نسائی صفحہ ۵۳) +

فرض کی ہیں - موسٰے علیہ السلام نے مجھ سے
کہا دوبارہ خدا سے کہئے آپ کی امت اس کا
تحمل نہ کر سکیگی - مَیں نے دوبارہ خدا سے کہا اور خدا نے ان میں سے ایک حصہ کم کردیا -
پھر موسٰے علیہ السلام کے پاس آیا اور اُن کو خبر دی کہا پھر خدا سے کہئے آپ کی اُمت میں
اس کی طاقت نہیں ہے - مَیں نے خدا سے پھر کہا خدا نے فرمایا کہ پانچ نمازیں ہیں اور
وہی پچاس کی برابر ہیں - میرا قول نہیں بدلتا - مَیں پھر موسٰے علیہ السلام کے پاس آیا -
کہا پھر خدا سے کہئے - مَیں نے کہا اب تو مجھے خدا سے شرم آتی ہے +

اخبرنا عمرو بن هشام قال حدثنا مخلد عن سعيد بن عبد العزيز
حدثنا يزيد بن ابي مالك قال حدثنا انس بن مالك ان رسول الله صلعم
قال اتيت بدابة فوق الحمار ودون البغل خطوها عند منتهى طرفها
فركبت ومعي جبريل عليه السلام فسرت فقال انزل فصل ففعلت فقال اتدري
اين صليت صليت بطيبة واليها المهاجر ثم قال انزل فصل
فصليت فقال اتدري اين صليت صليت بطور سينا
حيث كلم الله موسى عليه السلام ثم قال انزل
فصل فصليت فقال اتدري اين صليت صليت ببيت
لحم حيث ولد عيسى عليه السلام ثم دخلت الى
بيت المقدس فجمع لي الانبياء عليهم السلام فقدم
مني جبريل حتى اممتهم ثم صعد بي الى السماء
الدنيا فاذا فيها ادم عليه السلام ثم صعد بي الى
السماء الثانية فاذا فيها ابنا الخالة عيسى ويحيى
عليهما السلام ثم صعد بي الى السماء الثالثة فاذا فيها
يوسف عليه السلام ثم صعد بي الى السماء الرابعة فاذا
فيها هرون عليه السلام ثم صعد بي الى السماء الخامسة
فاذا فيها ادريس عليه السلام ثم صعد بي الى السماء السادسة
فاذا فيها موسى عليه السلام ثم صعد بي الى السماء السابعة
فاذا فيها ابراهيم عليه السلام ثم صعد بي فوق سبع
سموت فاتينا سدرة المنتهى فغشيتني ضبابة فخررت
ساجدا فقيل لي اني يوم خلقت السموات والارض
فرضت عليك وعلى امتك خمسين صلوة فقم بها

خبر دی ہم کو عمرو بن ہشام نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے مخلد نے سعید بن
عبد العزیز سے کہا اُس نے حدیث بیان کی
یزید بن ابی مالک نے کہا اُس نے حدیث
بیان کی ہم سے انس بن مالک نے کہ رسول خدا
نے فرمایا میرے لئے ایک جانور لایا گیا جو خچر سے
چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا - اور اس کا قدم
منتہائے نظر تک پڑتا تھا - مَیں اس پر سوار ہوا
اور میرے ساتھ جبریل تھے - پھر مَیں چلا -
جبریل نے کہا اُترئیے اور نماز پڑھئے مَیں نے
نماز پڑھی کہا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے
کہاں نماز پڑھی آپ نے طیبہ (مدینہ) میں نماز
پڑھی - اور آپ اسی طرف ہجرت کرینگے -
پھر کہا اُترئیے اور نماز پڑھئے - مَیں نے نماز
پڑھی کہا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز
پڑھی آپ نے طور سینا جہاں خدا نے موسٰے
سے کلام کیا پھر کہا اُترئیے اور نماز پڑھئے مَیں نے
نماز پڑھی کہا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں
نماز پڑھی آپ نے بیت اللحم میں نماز پڑھی
جہاں عیسٰے علیہ السلام پیدا ہوئے تھے مَیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ⑩	اور بیشک اُن کے لئے ہے ثوابِ بڑا ⑩

ان وامتك فرجعت الى ابراهيم فلم يسألني عن شئ ثم اتيت على موسى فقال كم فرض عليك وعلى امتك قلت خمسين صلوة قال فانك لا تستطيع ان تقوم بها انت ولا امتك فارجع الى ربك فاسأله التخفيف فرجعت الى ربي فخفف عني عشرا ثم اتيت الى موسى فامرني بالرجوع فرجعت فخفف عني عشرا ثم ردت الى خمس صلوة قال فارجع الى ربك فاسأله التخفيف فانه فرض على بني اسرائيل صلوتين فما قاموا بها فرجعت الى ربي عزوجل فسألته التخفيف فقال انى يوم خلقت السموت والارض فرضت عليك وعلى امتك خمسين صلوة فخمس بخمسين فقم بها انت وامتك فعرفت انها من الله عزوجل صرى فرجعت الى موسى عليه السلام فقال ارجع فعرفت انها من الله صرى يقول حتم فما رجع۔ (نسائی صفحات ۱۵ و ۴۹)

بیت المقدس میں داخل ہوا انبیاء علیہ السلام میرے لئے جمع تھے۔ جبرئیل نے مجھ کو آگے بڑھا دیا میں نے امامت کی پھر مجھ کو آسمان اول پر لے گیا میں نے اُس میں آدم علیہ السلام کو پایا۔ پھر دوسرے آسمان پر لے گیا۔ میں نے اس میں خالہ زاد بھائی بیٹے اور یحیٰے علیہما السلام دیکھے۔ پھر تیسرے آسمان پر لے گیا۔ وہاں یوسف علیہ السلام نظر آئے۔ پھر چوتھے آسمان پر لے گیا۔ اس میں ہارون علیہ السلام تھے۔ پھر پانچویں آسمان پر لے گیا۔ اس میں ادریس علیہ السلام تھے۔ پھر چھٹے آسمان پر لے گیا۔ اس میں موسےٰ علیہ السلام دکھائی دیئے۔ پھر ساتویں آسمان پر لے گیا میں نے اس میں ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ پھر مجھ کو ساتوں آسمانوں سے اُدھر لے گیا پھر ہم سدرۃ المنتہےٰ پر پہنچے۔ مجھ پر ایک کہر سی چھاگئی میں سجدے میں گرا آواز آئی کہ میں نے جس روز آسمان زمین کو پیدا کیا تجھ پر اور تیری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ اب تو اور تیری امت اس کو قائم کریں۔ میں وہاں سے ابراہیم علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا۔ اُنھوں نے کوئی سوال مجھ سے نہیں کیا۔ پھر میں موسےٰ علیہ السلام کے پاس آیا پوچھا کتنی نمازیں آپ پر اور آپ کی اُمت پر فرض ہوئیں۔ میں نے کہا پچاس نماز آپ اس کو ادا کر سکینگے نہ آپ کی اُمت۔ خدا کے پاس پھر جائیے اور کمی کی درخواست کیجئے۔ میں پھر خدا کے پاس گیا۔ تو دس نمازیں معاف کردیں پھر میں موسےٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو مجھ کو پھر جانے کو کہا میں پھر گیا تو خدا نے دس اور معاف کردیں۔ پھر پانچ نماز کا حکم لے کر آیا تو موسےٰ علیہ السلام نے پھر کہا کہ خدا کے پاس پھر جائیے۔ اور کمی کی درخواست کیجئے۔ خدا نے بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض کی تھیں ان کو بھی ادا نہ کرسکے۔ میں پھر خدا کے پاس گیا اور کمی کی درخواست کی۔ خدا نے فرمایا کہ میں نے جس روز زمین و آسمان پیدا کئے تھے اسی روز تجھ پر اور تیری اُمت پر پچاس نماز فرض کردی تھیں۔ اور یہ پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں۔ تو اور تیری اُمت ان کو ادا کریں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ	اور بیشک جو لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت پر

اب میں نے جان لیا کہ یہ خدا کی طرف سے قطعی حکم ہے - پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا - موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر جائیے - میں نے سمجھا کہ یہ خدا کا حکم قطعی ہو چکا اس لئے میں پھر نہیں گیا +

اخبرنا احمد بن سلیمان حدثنا یحیی بن آدم حدثنا مالک بن مغول عن الزبیر بن عدی بن طلحۃ بن مصرف عن مرۃ عن عبد اللہ قال لما اسری برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی بہ الی سدرۃ المنتہی وہی فی السماء السادسۃ والیہا ینتہی ما عرج بہ من تحتہا والیہا ینتہی ما اہبط بہ من فوقہا حتی یقبض منہا قال اذ یغشی السدرۃ ما یغشی قال فراش من ذہب فاعطی ثلثا الصلوۃ الخمس وخواتیم سورۃ البقرۃ ویغفر لمن مات من امتہ لا یشرک باللہ شیئا المقحمات - (نسائی صفحہ ۵۴) +

خبردی ہم کو احمد بن سلیمان نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن آدم نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم سے مالک بن مغول نے اس نے زبیر بن عدی بن طلحہ بن مصرف سے اس نے مرہ سے اس نے عبد اللہ سے کہا انہوں نے کہ جب رسول خدا معراج کو گئے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور وہ چھٹے آسمان پر ہے - اور جو کچھ اس کے نیچے سے اوپر کو جاتا ہے اور جو کچھ اس کے اوپر سے نیچے کو آتا ہے وہیں آ رکتا ہے اس آیت کی تفسیر میں کہ جب چھا جائے اس پر جو چھا جائے - راوی نے کہا کہ اس سے مراد ہیں سونے کے پتنگے - پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں دی گئیں - پانچ نمازیں اور سورہ بقر کی آخر آیتیں اور ان کی امت میں سے جو شخص خدا کے ساتھ شرک نہ کرے اس کے کبیرہ گناہ معاف کریگا +

اخبرنا سلیمان بن داؤد عن ابن وہب قال اخبرنی عمرو بن الحارث ان عبد ربہ بن سعید اخبرہ ان البنانی حدثہ عن انس بن مالک ان الصلوات فرضت بمکۃ وان ملکین اتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذہبا بہ الی زمزم فشقا بطنہ واخرجا حشوہ فی طست من ذہب فغسلاہ بماء زمزم ثم کبسا جوفہ حکمۃ وعلما - (نسائی صفحہ ۵۴) +

خبردی ہم کو سلیمان بن داؤد نے ابن وہب سے کہا اس نے خبر دی مجھ کو عمرو بن حارث نے کہ عبد ربہ بن سعید نے خبر دی اس کو کہ بنانی نے حدیث بیان کی اس نے انس بن مالک سے کہ نماز مکہ میں فرض ہوئی اور دو فرشتے رسول اللہ کے پاس آئے اور ان کو زمزم کے پاس لے گئے - دونوں نے ان کا پیٹ چیرا اور اندر کی چیز دل سونے کے لگن میں نکالی اور آب زمزم سے اس کو دھویا پھر علم و حکمت اس کے اندر بھر دیا +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ⑪	ہم نے طیار کیا ہے اُن کے لئے عذاب دکھ دینے والا ⑪

حدیث ابن ماجہ

حدیث بیان کی ہم سے حرملہ بن یحییٰ معری نے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن وہب نے کہا اُس نے خبر دی مجھ کو یونس بن یزید نے ابن شہاب سے اُس نے انس بن مالک سے کہا اُنہوں نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے میری اُمت پر پچاس نمازیں فرض کیں میں اُٹھا پھر کر موسٰے علیہ السلام کے پاس آیا تو موسٰے علیہ السلام نے پوچھا خدا نے آپ کی اُمت پر کیا فرض کیا میں نے کہا پچاس نمازیں کہا خدا کے پاس پھر جائیے آپ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی میں نے دوبارہ خدا سے کہا اور خدا نے ان میں سے ایک حصہ

حدثنا حرملة بن يحيى المصري حدثنا عبد الله بن وهب اخبرني يونس بن يزيد عن ابن شهاب عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فرض الله على اُمتي خمسين صلوة فرجعت بذلك حتى اتى على موسى فقال موسى ماذا افترض ربك على امتك قلت فرض على خمسين صلوة قال فارجع الى ربك فان امتك لا تطيق ذلك فراجعت ربي فوضع عني شطرها فرجعت الى موسى فاخبرته فقال ارجع الى ربك فان امتك لا تطيق ذلك فراجعت ربي فقال هي خمس وهي خمسون لا يبدل القول لدي فرجعت الى موسى فقال ارجع الى ربك فقلت قد استحييت من ربي۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۳۳)۔

معاف کر دیا۔ پھر میں موسٰے کے پاس آیا اور ان کو خبر دی کہا پھر خدا کے پاس جائیے۔ آپ کی اُمت میں اس کے ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ میں نے پھر خدا سے کہا خدا نے فرمایا کہ پانچ نمازیں ہیں اور یہی پچاس ہیں۔ میرا قول نہیں بدلتا۔ پھر میں موسٰے علیہ السلام کے پاس آیا۔ موسٰے علیہ السلام نے کہا پھر خدا کے پاس جائیے۔ میں نے کہا مجھ کو خدا سے شرم آتی ہے۔

اختلافات جو ان حدیثوں میں ہیں

ان حدیثوں کے طرز بیان میں اور واقعات جو اُن میں بیان ہوئے ہیں اور اُن کے الفاظ و عبارات میں ایسا اختلاف ہے جو اس بات کے یقین کرنے کے لئے کافی دلیل ہے کہ وہ الفاظ وہ نہیں ہیں جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے فرمائے ہونگے یہ بات مسلم ہے کہ حدیثیں بلفظہٖ یعنی انہی الفاظ سے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے بیان نہیں ہوتی تھیں بلکہ روایت بالمعنی کا عام رواج تھا یعنی راوی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاۤءَهٗ بِالْخَيْرِ	اور دعا مانگتا ہے انسان برائی کی جیسے کہ وہ دعا مانگتا ہے بھلائی کی

حدیث کے مطلب کو اپنے الفاظ میں بیان کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ ایک مطلب کی حدیثوں کو متعدد راویوں نے مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے اور اس لئے سمجھا جاتا ہے کہ ان حدیثوں کے جو الفاظ ہیں وہ اخیر راوی کے الفاظ ہیں جس کی روایت حدیثوں کی کتابوں میں لکھی گئی ہے ❖

علاوہ اس کے ان حدیثوں کے مضامین بھی نہایت مختلف ہیں اور راویوں نے اپنی یاد اور اپنی سمجھ کے موافق اُن کو بیان کیا ہے اُن سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ درحقیقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا بیان کیا تھا اور زبانی نقل در نقل ہوتے ہوتے اخیر راوی تک کس قدر پہنچی اور کیا کمی یا زیادتی اُن میں ہوگئی اور مطلب بھی ان میں وہی باقی رہا جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا یا اُس میں بھی کچھ تغیر و تبدیل ہوگئی ہے ❖

اب ہم الفاظ کے اختلافات سے قطع نظر کرتے ہیں اس خیال سے کہ راویوں کے سبب وہ مختلف ہوگئے ہیں اور صرف اختلافات مضامین کو دکھلاتے ہیں جو مذکورہ بالا حدیثوں میں پائے جاتے ہیں ❖

۱۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ جب معراج شروع ہوئی تو آپ کہاں تھے

بخاری اور مسلم میں ابوذر کی حدیثوں میں ہے کہ آپ مکہ میں اپنے گھر میں تھے کہ آپ کے گھر کی چھت پھٹ گئی ❖

بخاری اور مسلم اور نسائی میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث میں ہے کہ آپ خانہ کعبہ کے پاس تھے ❖

بخاری میں انہی کی دوسری حدیث میں ہے کہ آپ حطیم میں تھے یا حجر میں تھے ❖

بخاری اور مسلم میں انس ابن مالک کی حدیث میں ہے کہ مسجد کعبہ میں سے آپ کو معراج ہوئی ❖

جس قدر حدیثیں ان کے سوا ہیں اُن میں سے کسی میں اس بات کا ذکر نہیں کہ جب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ﴿۱۱﴾	اور ہے انسان جلد باز ﴿۱۱﴾

معراج شروع ہوئی تو آپ کہاں تھے ✦

۲۔ جبریل تنہا آئے تھے یا اور بھی اُن کے ساتھ تھے

بخاری میں مالک ابن صعصعہ اور بخاری و مسلم میں ابوذر کی حدیث ہے کہ تنہا جبریل آنحضرت کے پاس آئے تھے ✦

نسائی میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ دو فرشتے آنحضرت پاس آئے تھے ✦

بخاری میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث ہے جس کے یہ لفظ ہیں "فذکر رجلا بین الرجلین" ✦

اور مسلم اور نسائی میں ہے "احد الثلثة بین الرجلین" یعنی تین کا ایک جو دو کے درمیان میں ہے ✦

فتح الباری اس سے مراد لیتا ہے کہ آنحضرت حمزہ و جعفر کے بیچ میں سوتے تھے جس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں دو آدمیوں یعنی حمزہ و جعفر کے بیچ میں سوتا تھا ✦

مگر کواکب الدراری اور خیر الجاری میں جو بخاری کی شرحیں ہیں لکھا ہے "ای ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث رجال وھم الملائکة تصوروا بصور الانس" یعنی آنحضرت نے تین آدمیوں کا ذکر کیا جو فرشتے تھے کہ آدمیوں کی شکل بنکر آئے تھے پس اس روایت سے تین فرشتوں کا آنا معلوم ہوتا ہے ✦

بخاری اور مسلم میں انس ابن مالک کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت پاس تین فرشتے آئے ✦

۳۔ اُس وقت آپ سوتے تھے اور اخیر تک سوتے رہے یا جاگتے تھے

بخاری اور مسلم اور نسائی میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث میں ہے۔ "بین النائم والیقظان" یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ میں کچھ سوتا اور کچھ جاگتا تھا ✦

بخاری کی انہی کی دوسری حدیث میں ہے "مضطجعا" یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ میں کروٹ پر لیٹا یا سوتا تھا ✦

بخاری میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ "وھو نائم" یعنی آنحضرت سوتے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ	اور ہم نے کیا رات کو اور دن کو دو نشانیاں

تھے اور اس کے بعد ہے "فیما یری قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ" یعنی فرشتے آپ کے پاس آئے ایسی حالت میں کہ آپ کا دل دیکھتا تھا اور آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہیں سوتا تھا۔ اُس حدیث کے اخیر میں ہے "فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام" یعنی تمام قصہ معراج بیان کر کے انس بن مالک نے کہا کہ پھر آنحضرت جاگے اور وہ مسجد حرام میں تھے ✦

اور مسلم میں انس بن مالک کی حدیث میں ہے وھو نائم فی المسجد الحرام یعنی آنحضرتؐ سوتے تھے مسجد حرام میں ✦

ان حدیثوں کے سوا کسی حدیث میں اس بات کا بیان ہی نہیں ہے کہ اُس وقت آنحضرت جاگتے تھے یا سوتے تھے ✦

۴۔ شق صدر اور اُس کے اختلافات

بخاری اور مسلم میں ابوذر کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جبریل نے میرا سینہ چیرا اور زمزم کے پانی سے دھویا ✦

بخاری میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ حلقوم سے پیٹ کی پنیٹ کی نرم جگہ تک چیرا گیا اور پیٹ کے زمزم کے پانی سے دھویا گیا ✦

اور بخاری اور مسلم اور نسائی میں انہیں کی حدیث ہے کہ گلے کے گڑھے سے پیڑو تک چیرا گیا۔ پھر میرا دل نکالا اور زمزم کے پانی سے دھویا ✦

بخاری میں انس بن مالک کی حدیث ہے کہ تین فرشتے جو آئے تھے اُن میں سے جبریل نے سینہ کو ایک سرے سے دوسرے تک چیر ڈالا اور جبریل نے اپنے ہاتھ سے زمزم کے پانی سے دھویا۔ نسائی میں انس بن مالک کی حدیث ہے کہ دو فرشتے آئے اور آنحضرت کو چاہ زمزم کے پاس لے گئے اور دونوں نے آنحضرت کے پیٹ کو چیرا اور دونوں نے ملکر زمزم کے پانی سے دھویا ✦

ان حدیثوں کے سوا جو اور حدیثیں ہیں اُن میں شق صدر کا کچھ ذکر نہیں ✦

۵۔ براق کا ذکر کن حدیثوں میں ہے اور کن میں نہیں۔

بخاری اور مسلم میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث ہے کہ ایک چوپایہ میرے پاس لایا گیا سفید رنگ کا گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا جس کو براق کہتے ہیں ✦

مسلم میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ میرے پاس براق لایا گیا اور وہ ایک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پھر ہم نے دھندلا کر دیا رات کی نشانی کو	فمحونا اٰیۃ اللیل

چوپایہ ہے سفید رنگ کا گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا ✦

ترمذی میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ رسول خدا کے پاس معراج کی شب براق زین اور لگام سے آراستہ لایا گیا ✦

نسائی میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث ہے جس میں براق کا نام نہیں ہے صرف یہ ہے کہ ایک چوپایہ میرے پاس لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا ✦

نسائی میں انس ابن مالک کی حدیث ہے اس میں بھی براق کا نام نہیں ہے صرف یہ ہے کہ ایک چوپایہ میرے پاس لایا گیا ✦

ان حدیثوں کے سوا اور کسی حدیث میں براق کے لائے جانے کا ذکر نہیں ہے ✦

۶- آپ براق پر سوار ہو کر گئے یا کس طرح

بخاری اور مسلم میں ابوذر اور انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جبرئیل میرا ہاتھ پکڑ کر آسمانوں پر لے گئے۔ اور انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ مجھ کو آسمانوں پر لے گئے (واضح ہو کہ ان حدیثوں میں براق کا کچھ ذکر نہیں ہے) ✦

بخاری اور مسلم اور نسائی میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ براق پر سوار ہو کر جبرئیل کے ساتھ گئے ✦

مسلم اور نسائی میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں براق پر سوار ہوا اور بیت المقدس تک پہنچا ✦

ترمذی میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ سوار ہوتے وقت براق نے شوخی کی اور جبرئیل نے اس سے کہا کہ تو محمد کے ساتھ اس طرح شوخی کرتا ہے۔ کوئی تجھ پر سوار نہیں ہوا جو مقبول ہو خدا کے نزدیک ان سے زیادہ۔ راوی نے کہا کہ براق ندامت سے پسینہ پسینہ ہو گیا ✦

اور سب سے زیادہ عجیب روایت وہ ہے کہ جو بزار نے اور سعید ابن منصور نے ابو عمران جونی سے اور اس نے انس سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میں بیٹھا تھا کہ جبرئیل آئے اور میرے دونوں کندھوں کے بیچ میں ہاتھ مارا۔ پھر ہم دونوں ایک درخت کے پاس گئے جس میں پرندوں کے گھونسلے رکھے تھے۔ ایک میں جبرئیل اور ایک میں میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ گھونسلے بلند ہوئے۔ یہاں تک کہ زمین و آسمان کو گھیر لیا ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور ہم نے کیا دن کی نشانی کو دکھلانے والی	وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

۷۔ بیت المقدس میں براق کے باندھنے کا اختلاف

مسلم میں انس بن مالک کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے براق کو اس کنڈے سے باندھ دیا جس سے سب پیغمبر باندھتے تھے ✦

ترمذی میں بریدہ کی حدیث ہے کہ جبریل نے انگلی کے اشارہ سے ایک پتھر کو شق کیا اور اس سے براق کو باندھ دیا ✦

۸۔ بیت المقدس پہنچنے سے پہلے کہاں کہاں تشریف لیگئے اور کیا کیا کیا

نسائی میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں سوار ہو کر جبریل کے ساتھ چلا اور طیبہ میں اُترا اور نماز پڑھی جہاں کہ ہجرت ہوگی پھر طور سینا پر اُترا اور نماز پڑھی جہاں اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا تھا۔ پھر بیت لحم میں اُترا اور نماز پڑھی جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر میں بیت المقدس میں پہنچا جہاں تمام انبیا جمع تھے اور میں نے امام بنکر سب کو نماز پڑھائی ✦

اس واقعہ کا سوائے اس حدیث کے کسی اور حدیث میں ذکر نہیں ہے ✦

۹۔ اختلافات مقامات انبیا آسمانوں پر جن سے ملاقات ہوئی

ادریس

بخاری میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ ادریس دوسرے آسمان پر ملے ✦

بخاری اور مسلم اور نسائی میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث ہے کہ ادریس چوتھے آسمان پر ملے ✦

مسلم میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ ادریس چوتھے آسمان پر ملے ✦

نسائی میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ ادریس پانچویں آسمان پر ملے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ	تاکہ تم تلاش کرو فضل (یعنی روزی) اپنے پروردگار سے

ہارون

بخاری اور نسائی میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ ہارون چوتھے آسمان پر ملے ۔
بخاری اور مسلم اور نسائی میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث ہے کہ ہارون پانچویں آسمان پر ملے ۔
مسلم میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ ہارون پانچویں آسمان پر ملے ۔

موسےٰ

بخاری اور مسلم اور نسائی میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث ہے کہ موسےٰ چھٹے آسمان پر ملے ۔
مسلم اور نسائی میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ موسےٰ چھٹے آسمان پر ملے ۔
بخاری میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ موسےٰ ساتویں آسمان پر ملے ۔

ابراہیم

بخاری اور مسلم میں ابوذر کی حدیث ہے کہ ابراہیم چھٹے آسمان پر ملے ۔
بخاری میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ ابراہیم چھٹے آسمان پر ملے ۔
بخاری اور مسلم اور نسائی میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث ہے کہ ابراہیم ساتویں آسمان پر ملے ۔
مسلم اور نسائی میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ ابراہیم ساتویں آسمان پر ملے ۔

حلیہ موسےٰ

بخاری میں ابوہریرہ کی اور مسلم میں جابر کی اور ابوہریرہ کی ترمذی میں حدیث ہے جن میں حضرت موسےٰ کا دبلا پا چھریرہ ہوتا بیان ہوا ہے ۔
بخاری میں عبداللہ ابن عمر کی حدیث ہے جس میں موسےٰ کا سوٹا ہونا بیان ہوا ہے ۔
بخاری اور مسلم میں عبداللہ ابن عباس کی حدیث ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ حضرت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ	اور تاکہ تم جانو برسوں کی گنتی کو اور حساب کو

موسےٰ کے گھونگریالے بال تھے +

بخاری میں ابو ہریرہ کی اور عبداللہ ابن عمر کی اور مسلم اور ترمذی میں ابو ہریرہ کی حدیث ہے جس میں حضرت موسےٰ کے سیدھے لمبے بال بیان ہوئے ہیں +

حلیہ عیسٰے

بخاری اور مسلم میں عبداللہ ابن عباس کی حدیث ہے جس میں حضرت عیسٰے کے لمبے بال ہونے معلوم ہوتے ہیں +

بخاری میں عبداللہ ابن عمر کی اور بخاری اور مسلم میں عبداللہ ابن عباس کی حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰے کے گھونگریلے بال تھے +

ذریات آدم بکاء آدم

بخاری اور مسلم میں ابو ذر کی حدیث ہے کہ پہلے آسمان پر آدم سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ملے - اور آدم کے دائیں اور بائیں اُن کی ذریات تھی - دائیں طرف والوں کو دیکھ کر ہنستے تھے کہ وہ جنتی ہیں اور بائیں طرف والوں کو دیکھ کر روتے تھے کہ وہ دوزخی ہیں +

باقی حدیثوں میں سے کسی حدیث میں اس واقعہ کا ذکر نہیں ہے +

بکاء موسےٰ

بخاری اور مسلم اور نسائی میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث ہے کہ جب آنحضرت حضرت موسےٰ سے ملکر آگے بڑھے تو حضرت موسےٰ روئے کہ لے خدا یہ لڑکا جو میرے بعد مبعوث ہوا اس کی اُمت کے لوگ میری اُمت کے لوگوں سے زیادہ جنت میں پہنچینگے +

باقی حدیثوں میں سے کسی حدیث میں اس واقعہ کا ذکر نہیں ہے +

۱۰- تخفیف نمازوں میں

بخاری اور مسلم میں ابو ذر کی حدیث ہے اور نسائی میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ آنحضرت موسےٰ اور خدا کے پاس تخفیف نماز کے لئے بنتی دفعہ آنے گئے ہر مرتبہ ایک حصہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾	اور ہر چیز ہم نے اُس کو مفصل بیان کیا ہے تفصیل کرکے ﴿۱۲﴾

نمازوں کا معاف ہوا۔ تعداد کچھ نہیں بیان کی +

بخاری اور نسائی میں مالک ابن صعصعہ اور انس ابن مالک کی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فوکے جانے میں دس دس نمازیں معاف ہوئیں اور آخر کو پانچ رہ گئیں +

مسلم میں انس ابن مالک کی حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دفعہ میں پانچ پانچ نمازیں معاف ہوئیں +

بخاری اور نسائی میں ابن مالک کی حدیث ہے کہ پانچ نمازیں مقرر ہونے کے بعد بھی موسٰے علیہ السلام کے کہنے سے آنحضرت خدا کے پاس معافی کے لیئے گئے مگر قبول نہ ہوئی۔ اور اَور حدیثوں میں ہے کہ پانچ نمازوں کے مقرر ہونے کے بعد آنحضرت نے موسٰے علیہ السلام سے کہا کہ اب تو مجھ کو خدا کے پاس جانے میں شرم آتی ہے +

متعدد حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتہٰے پر پہنچنے سے پہلے نماز فرض ہوئی تھی۔ اور بعض میں مذکور ہے کہ سدرۃ المنتہٰے پر پہنچنے کے بعد نماز فرض ہوئی +

۱۱- اختلافات نسبت سدرۃ المنتہٰے و بیت المعمور

مسلم اور ترمذی اور نسائی میں عبداللہ ابن مسعود سے حدیث ہے کہ سدرۃ المنتہٰے چھٹے آسمان پر ہے +

بخاری اور مسلم میں ابوذر کی حدیث ہے کہ سدرۃ المنتہٰے سب آسمانوں کے بعد ہے اور سدرۃ المنتہٰے پر پہنچنے سے پہلے نماز فرض ہوئی +

بخاری اور نسائی میں مالک ابن صعصعہ کی اور مسلم میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ بیت المعمور سب آسمانوں کے بعد ہے اور اُس کے بعد سدرۃ المنتہٰے ہے اور نماز سدرۃ المنتہٰے پر پہنچنے کے بعد فرض ہوئی +

بخاری اور مسلم میں مالک ابن صعصعہ کی دوسری حدیث ہے کہ ساتوں آسمانوں سے گذر کر سدرۃ المنتہٰے پر پہنچے اور اُس کے بعد بیت المعمور میں اور اُس کے بعد نماز فرض ہوئی +

بخاری اور نسائی میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ ساتوں آسمانوں کے بعد سدرۃ المنتہٰے پر پہنچے اور اُس کے بعد نماز فرض ہوئی +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور ہر انسان کے ساتھ لگا دیا ہے ہم نے اُس کی شامت اعمال کو اُس کی گردن میں	وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ

۱۲- الوان سدرۃ المنتہٰی اور آنحضرت صلعم کا سجدہ کرنا

بخاری اور مسلم میں ابو ذر کی حدیث ہے جس میں بیان ہے کہ میں سدرۃ المنتہٰی کے پاس پہنچا اور اُس پر ایسے رنگ چھائے ہوئے تھے جن کی حقیقت کو میں نہیں جانتا۔

بخاری میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ پھر وہ یعنی آنحضرت ساتویں آسمان سے اوپر گئے جس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں یہاں تک کہ سدرۃ المنتہٰی کے پاس پہنچے اور خدا تعالےٰ اُن سے نزدیک ہوا پھر اور بھی نزدیک ہوا یہاں تک کہ دو کمانوں کا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا پھر خدا نے اُن کو وحی بھیجی اور پچاس نمازیں مقرر کیں۔

مسلم میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا سدرۃ المنتہٰی کی نسبت کہ جب اُس پر حکم الٰہی سے چھا گیا جو چھاتا تھا تو اُس کی حالت بدل گئی کسی انسان کی طاقت نہیں ہے کہ اُس کے حسن کی تعریف کر سکے۔

مسلم اور ترمذی اور نسائی میں عبداللہ ابن مسعود کی حدیث ہے اُس میں قرآن مجید کی اس آیت کی (اذ یغشی السدرۃ ما یغشی) تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ اس سے مطلب ہے سونے کے پروانوں سے یعنی سونے کے پروانے (یعنی پتنگے) درخت پر چھائے ہوئے تھے۔

نسائی میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ پھر ہم ساتوں آسمانوں بعد سدرۃ المنتہٰی کے پاس پہنچے پھر مجھ پر کہر سی چھا گئی پھر میں سجدہ کے لئے جھکا یعنی سجدہ کیا۔

۱۳- سدرۃ المنتہٰی کی نہریں

بخاری اور مسلم اور نسائی میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث ہے جس میں لکھا ہے کہ سدرۃ المنتہٰی کی جڑ میں سے چار نہریں نکلتی ہیں دو پوشیدہ اور دو ظاہر۔ دونوں پوشیدہ نہریں جنت میں بہتی ہیں اور دو ظاہر نہریں نیل اور فرات ہیں۔

بخاری میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ آسمان دنیا یعنی آسمان اول پر دو نہریں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۴﴾	اور ہم نکالینگے اُس کے لئے قیامت کے دن ایک کتاب پاویگا اُس کو کھلا ہوا ﴿۱۴﴾

بہتی ہوئی دیکھیں ۔ آنحضرت نے جبریل سے دریافت کیا کہ یہ کیا نہریں ہیں جبریل نے کہا یہ نیل وفرات کی اصل ہیں ✦

اور کسی حدیث میں سوائے ان حدیثوں کے نہروں کا ذکر نہیں ہے ✦

۱۴ ۔ شراب اور دودھ

مسلم میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جب میں بیت المقدس کی مسجد سے نماز پڑھکر نکلا تو جبریل نے دو پیالے پیش کئے ایک شراب اور ایک دودھ کا ✦

مسلم میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث ہے کہ بیت المعمور میں شراب اور دودھ کے دو پیالے پیش کئے گئے ✦

بخاری میں مالک ابن صعصعہ کی حدیث ہے کہ بیت المعمور میں تین پیالے پیش کئے گئے ایک دودھ کا ایک شراب کا اور ایک شہد کا ✦

۱۵ ۔ جنت میں داخل ہونا

بخاری اور مسلم میں ابو ذر کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰے کے بعد جنت میں داخل ہوئے ✦

اور کسی حدیث میں جنت میں جانے کا ذکر نہیں ہے ✦

۱۶ ۔ کوثر

بخاری میں انس ابن مالک کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے آسمان اول پر ایک اور نہر دیکھی جس پر موتی اور زبرجد کے محل تھے جبریل نے بتایا کہ یہ نہر کوثر ہے ✦

اور کسی حدیث میں کوثر کا ذکر نہیں ہے ✦

۱۷ ۔ سماعت صریف الاقلام

بخاری اور مسلم میں ابو ذر کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں ایسے مقام پر پہنچا جہاں سے قلموں کے چلنے کی آواز آتی تھی ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پڑھ اپنی کتاب کو	اِقْرَاْ كِتٰبَكَ

اور کسی حدیث میں یہ مضمون نہیں ہے +

۱۸- آسمانوں پر جانا بذریعہ معراج کے

اختلاف اقوال علماء نسبت اسراء اور معراج کے جہاں ہم نے بیان کئے ہیں اس میں ابو سعید خدری کی حدیث کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں +

وفی حدیث ابی سعید الخدری عند ابن اسحاق فلما فرغت مما کان فی بیت المقدس اتی بالمعراج - یعنی جو کچھ کہ بیت المقدس میں ہونا تھا جب وہ ہوچکا تو لائی گئی معراج - معراج کا ترجمہ ہم نے سیڑھی کیا ہے جس کے ذریعہ سے بلندی پر چڑھتے ہیں +

معراج کے معنی سیڑھی کے لینے میں یہ سند ہے کہ فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۱۶۰ میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے یعنی اس روایت کے سوا اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کا آسمانوں پر جانا براق پر نہ تھا بلکہ معراج پر گئے تھے جس سے مراد سیڑھی ہے - چنانچہ ابن اسحٰق کے نزدیک ابو سعید کی حدیث میں اور بیہقی کی کتاب الدلائل میں صاف طور پر اس کی تصریح ہے - حدیث کے لفظ یہ ہیں کہ یکایک ایک چوپایہ خچر کی مانند چپکے کانوں والا لایا گیا جس کو براق کہتے ہیں - مجھ سے پہلے پیغمبر اس پر سوار ہوتے تھے - میں اس پر سوار ہوا - پھر حدیث میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جب میں اور جبریل دونوں بیت المقدس میں داخل ہوئے - میں نے نماز پڑھی - پھر میرے پاس معراج یعنی ایک سیڑھی لائی گئی اور ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ بیت المقدس میں جو کچھ ہونا تھا میں اس سے جب فارغ ہوا تو معراج یعنی سیڑھی لائی گئی جس سے زیادہ خوبصورت چیز میں نے کبھی نہیں دیکھی اور وہ ایسی

فاما المعراج ففی غیر هذه الروایة من الاخبار انه لم یکن علی البراق بل رقی بالمعراج وهو السلم کما وقع مصرحا به فی حدیث ابی سعید عند ابن اسحٰق والبیهقی فی الدلائل ولفظه فاذا انا بدابة کالبغل مضطرب الاذنین یقال له البراق وکانت الانبیاء ترکبه قبلی فرکبته فذکر الحدیث قال ثم دخلت انا وجبریل بیت المقدس فصلیت ثم اتیت بالمعراج وفی روایة ابن اسحٰق سمعت رسول الله صلے الله علیه وسلم یقول لما فرغت مما کان فی بیت المقدس اتی بالمعراج فلم ار قط شیئا کان احسن منه وهو الذی یمد الیه المیت عینیه اذا حضر فاصعدنی صاحبی فیه حتی انتهی بی الی باب من ابواب السماء الحدیث وفی روایة کعب فوضعت له مرقاة من فضة ومرقاة من ذهب حتی عرج هو وجبریل وفی روایة لابی سعید فی شرف المصطفی انه اتی بالمعراج من جنة الفردوس وانه منضد باللؤلؤ وعن یمینه ملائکة وعن یساره ملائکة

(فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۱۶۰) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۵﴾	کافی ہے تو آپ آج کے دن اپنے پر حساب لینے والا ﴿۱۵﴾

خوشنما تھی کہ مرنے والا عین جانکنی کے وقت اُس کے دیکھنے کے لئے آنکھیں کھول دے پھر میرے ساتھی یعنی جبریل نے مجھ کو سیڑھی پر چڑھایا یہاں تک کہ آسمان کے ایک دروازہ کے پاس لے پہنچا اور کعب کی روایت میں ہے کہ ایک سیڑھی چاندی کی اور ایک سونے کی رکھی گئی یہاں تک کہ آنحضرت اور جبریل اُس پر چڑھے اور شرف المصطفےٰ میں ابوسعید کی روایت میں ہے کہ بہشت سے ایک سیڑھی لائی گئی جس میں موتی جڑے ہوئے تھے اُس کے دائیں طرف بھی فرشتے اور بائیں طرف بھی فرشتے تھے ✦

اگر ان روایتوں پر کچھ اعتبار ہو سکے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج مثل حضرت یعقوب کی معراج کے ہو جاتی ہے جس کا ذکر توریت میں ہے ✦

توریت میں لکھا ہے کہ " پس یعقوب از بیرشبع بیرون آمدہ بجاران روانہ شد ۔ وبجائے رسید کہ در انجا بیتوتت نمود زیرا کہ آفتاب فرو میرفت واز سنگ ہائے آں مکان گرفتہ بجہت بالیں گذاشتہ وہمان جا خوابید ۔ پس بخواب دید کہ اینک نردبانے بر زمیں بر پا گشتہ سرش بآسمان میخورد واینک فرشتگان خدا از آں ببالا وزیر میرفتند ۔ واینک خداوند بر آں ایستادہ گفت من خداوند خدائے پدرت ابراہیم وہم خدائے اسحاقم ایں زمینے کہ بر آں میخوابی بتو وبذریت تو میدہم ۔ وذریت تو مانند خاک زمین گردیدہ بمغرب ومشرق وشمال وجنوب منتشر خواہند شد وہم از تو واز ذریات تمامی قبائل زمین متبرک خواہند شد ۔ واینک من با تو ام و در ہر جائے کہ میروی ترا نگاہ داشتہ باین زمین باز پس خواہم آورد و تا وقتیکہ آنچہ بتو گفتہ ام بجائے آورم ترا وانخواہم گذاشت ۔ ویعقوب از خواب خود بیدار شدہ گفت بدرستی کہ خداوند دریں مکان ست ومن ندانستم ۔ پس ترسیدہ گفت کہ ایں مکان چہ ترسناک است ایں نیست مگر خانہ خدا وایں است دروازہ آسمان ۔ (کتاب پیدائش باب ۲۸ ورس ۱۰ لغایت ۱۷) ✦

اختلافات احادیث کا نتیجہ

ان واقعات کا جن کا حدیثوں میں بیان ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ ترعجیب باتوں کا خواب میں دیکھنا ناممکن نہیں ہے مگر ہم نے اُن کے اختلافات اس لئے دکھلائے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ بسبب اُن اختلافات کے یقین نہیں ہو سکتا کہ درحقیقت کیا حالات آنحضرت نے دیکھے تھے ۔ اور کیا واقعات خواب میں گذرے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ	جس شخص نے ہدایت پائی پھر اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس نے ہدایت پائی اپنے بھلے کے لئے

اور راوی کیا سمجھا اور کس قدر تغیر الفاظ میں - طرز بیان میں - واقعات میں اور معانی بالفاظ میں ہوگیا - اور کس راوی نے اپنی سمجھ کے مطابق کون کون سی باتیں اُن میں زیادہ کردیں اور کون سی کم - کیونکہ اُن حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت جگہ راویوں کے قول اُن حدیثوں میں شامل ہیں - پس جس قدر قرآن مجید میں مذکور ہے کہ " لنریہ من اٰیاتنا انہ ھو السمیع البصیر " اس قدر تو تسلیم ہے کہ خدا نے اُس خواب میں کچھ اپنی نشانیاں آنحضرت کو دکھلائیں مگر ثابت نہیں ہوتا کہ کیا نشانیاں دکھلائیں اور اگر ہم آیات سے احکام مراد لیں جیسا کہ قرآن مجید کے بہت سے مقاموں میں آیات سے احکام مراد ہیں اور " لنریہ " سے ارادت قلبی یعنی کسی بات پر دلی اور کامل یقین ہوجانا سمجھیں تو آیت کے یہ معنی ہوتے ہیں - تاکہ ہم اُس کو یقین کرادیں اپنے بعض حکموں پر - اور یہ الفاظ جو حدیثوں میں آئے ہیں " فاوحی الی ما اوحی " اور " فرضت علی اُمتی خمسون صلوٰۃ " اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ آیات سے احکام مراد ہیں +

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اس باب میں کہ معراج جاگتے میں اور بجسدہ ہوئی تھی یا سوتے میں بروحہ بطور خواب کے - علمائے متقدمین کے تین مذہب ہیں مگر شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک چوتھا مذہب اختیار کیا تھا کہ جاگتے میں اور بجسدہ ہوئی مگر بجسد برزخی مین امثال والشہادۃ - چوتھے مذہب کو ہم چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ یہ تو اُنہی کی رائے یا مکاشفہ ہے جس کا پتہ نہ کسی روایت میں ہے نہ اقوال علما میں سے کسی قول میں - بلکہ حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی معراج بالجسد ہونے پر یقین نہیں ہے - صاف صاف نہیں کہتے اور بجسد برزخی معراج کا بیان کرتے ہیں - جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ جسد اصلی موجودہ کے ساتھ معراج نہیں ہوئی - اور اس لئے اُن کا مذہب بھی انہی لوگوں کے ساتھ شامل ہوجاتا ہے جو کہتے ہیں کہ بجسدہ معراج نہیں ہوئی +

شاہ ولی اللہ صاحب کے مذہب کو چھوڑ کر تین مذہب باقی رہ جاتے ہیں - یعنی معراج کا ابتدا سے انتہا تک بجسدہ اور حالت بیداری میں ہونا - یا مکہ سے بیت المقدس تک بجسدہ اور حالت بیداری میں ہونا اور اُس کے بعد بیت المقدس سے آسمانوں اور سدرۃ المنتہے تک ہونا بروحہ یا معراج کا جس میں اسریٰ بھی داخل ہے ابتدا سے انتہا تک بروحہ اور سونے کی حالت میں یعنی خواب میں ہونا - ہم پہلی دونوں صورتوں کو تسلیم نہیں کرتے لیکن ہر ایک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡهَا	اور جو گمراہ ہُوا اس کے سوا کچھ نہیں کہ گمراہ ہُوا اپنے نقصان کے لئے

صورت کو معہ اُس کے دلائل کے بیان کرتے ہیں +

صورت اول یعنی معراج بجسدہ ابتدا سے انتہا تک بحالت بیداری

اس میں کچھ شک نہیں کہ بہت بڑا گروہ علما کا اس بات کا قائل ہے کہ معراج ابتدا سے انتہا تک حالت بیداری میں اور بجسدہ ہوئی تھی - مگر اس کے ثبوت کے لئے اُن کے پاس ایسی ضعیف دلیلیں ہیں جن سے امر مذکور ثابت نہیں ہو سکتا +

پہلی دلیل اُن کی یہ ہے - خدا نے فرمایا ہے " اسریٰ بعبدہ " اور عبد جسم اور روح دونوں کو شامل ہے - اس لئے متعین ہُوا کہ معراج میں آنحضرت کا جسم اور روح دونوں گئے تھے +

تفسیر کبیر میں لکھا ہے - کہ عبد نام ہے جسم اور روح دونوں کا - پس ضرور ہُوا کہ اسرا میں جسم اور روح دونوں گئے ہوں بجلاس پر بحث ہے کہ انسان جسم کا یا روح کا یا مجموع کا نام ہے +

ان العبد اسم لمجموع الجسد والروح - فوجب ان یکون الاسراء حاصلا لمجموع الجسد والروح - (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۰۱) +

اور شفاے قاضی عیاض میں ہے کہ معراج کا واقعہ اگر خواب ہوتا تو خدا فرماتا بروح عبدہ اور بعبدہ نہ کہتا مگر وہ اس طرح پر کلام عرب کی کوئی مثال نہیں بتاتے +

لوکان مناما لقال بروح عبدہ ولم یقل بعبدہ (شفای قاضی عیاض صفحہ ۰۶) +

دوسری دلیل ان کی یہ ہے کہ سرے پر خدا نے فرمایا ہے " سبحان الذی " اور سبحان کا لفظ تعجب کے موقعہ پر بولا جاتا ہے اگر اسرا اور معراج خواب میں ہوتی تو کچھ تعجب کی بات نہ تھی - اس سے ظاہر ہے کہ معراج حالت بیداری میں اور بجسدہ ہوئی - اور یہ عجیب واقعہ تھا اس لئے خدا نے شروع میں فرمایا " سبحان الذی " +

تیسری دلیل اُن کی یہ ہے - کہ انہوں نے سورہ والنجم کو بھی معراج سے متعلق سمجھا ہے - سورہ نجم میں آیا ہے نہیں ادھر اُدھر پھری اُس کی نگاہ اور نہ مقصد سے آگے بڑھی -

ما زاغ البصر وما طغیٰ ولوکان مناما لما کانت فیہ آیۃ ولا معجزۃ - (شفائے قاضی عیاض صفحہ ۸۰) +

اور اگر معراج ہوتی سوتے میں تو اس میں نہ کوئی نشانی ہوتی نہ معجزہ - اور جب اس واقع کو بصر کی طرف منسوب کیا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معراج رویت عینی تھی نہ رویت قلبی +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی	اور نہیں بوجھ اٹھاتا کوئی بوجھ اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا

چوتھی دلیل اُن کی یہ ہے کہ حضرت عایشہ نے سورہ والنجم کی ایک آیت کی تفسیر میں اس بات سے انکار کیا ہے کہ آنحضرت نے خدا کو آنکھوں سے دیکھا ہے اور اگر معراج خواب میں ہوئی ہوتی تو حضرت عایشہ اس سے انکار نہ کرتیں شفاے قاضی عیاض میں لکھا ہے -

الذی یدل علیہ صحیح قولہ انہ بجسدہ لانکارھا ان تکون رویاہ لربہ رویا عین ولو کانت عندھا مناما لم تنکرہ - (شفاے قاضی عیاض صفحہ ۸۹) ✦

ہماری مراد اُس حدیث سے ہے جس سے حضرت عایشہ کا یہ صحیح قول معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کا معراج جسمانی تھا - کیونکہ اُنہوں نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ آنحضرت نے خدا کو آنکھوں سے دیکھا - اگر واقعہ معراج اُن کے نزدیک خواب ہوتا تو ہرگز اس بات کا انکار نہ کرتیں ✦

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عایشہ کے پاس تکیہ لگائے بیٹھا تھا - اُنہوں نے کہا

عن مسروق قال کنت متکیا عند عایشۃ - فقالت یا ابا عائشۃ ثلاث من تکلم بواحدۃ منھن فقد اعظم علی اللہ الفریۃ قلت - ما ھن قالت من زعم ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم رای ربہ فقد اعظم علی اللہ الفریۃ قال وکنت متکیا فجلست فقلت یا ام المومنین انظرینی ولا تعجلینی الم یقل اللہ تعالی - ولقد راہ بالافق المبین ولقد راہ نزلۃ اخری - فقالت انا اول ھذہ الامۃ سال عن ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انما ھو جبریل علیہ السلام لم ارہ علی صورتہ التی خلق علیھا غیر ھاتین المرتین رایتہ منھبطا من السماء سادا عظم خلقہ ما بین السماء الی الارض فقالت اولم تسمع ان اللہ عز وجل یقول - لا تدرکہ الابصار وھو اللطیف الخبیر - اولم تسمع ان اللہ عز وجل یقول - وماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا - الی قولہ - علی حکیم -

(صحیح مسلم صفحہ ۹۸) ✦

اے ابو عایشہ تین باتیں ہیں جو شخص اُن میں سے ایک بھی زبان پر لاتا ہے خدا پر بہت بڑا بہتان باندھتا ہے - میں نے کہا وہ باتیں کیا ہیں کہا جو شخص گمان کرے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا وہ خدا پر بہت بڑا بہتان باندھتا ہے - مسروق کہتے ہیں کہ میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا - یکایک سیدھا ہو بیٹھا اور میں نے کہا اے ام المومنین مجھ کو دم لینے دو اور جلدی نہ کرو کیا اللہ تعالے نے نہیں فرمایا ہے کہ بیشک محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کو یعنی خدا کو افق مبین پر دیکھا اور اُس نے دوبارہ اس کو یعنی خدا کو دیکھا - حضرت عایشہ نے فرمایا کہ میں اس امت میں سب سے پہلی ہوں جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا - آنحضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں میں نے اُس صورت میں جس پر وہ پیدا ہوئے ہیں اُن کو دو دفعہ کے سوا نہیں دیکھا - میں نے اُن کو آسمان سے اترتے دیکھا کہ انہوں نے اپنے جثہ کی بڑائی سے زمین اور آسمان کی درمیانی فضا کو بھر دیا تھا -

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (۱۶)	اور ہم نہیں عذاب دینے والے جب تک کہ ہم بھیجیں کوئی پیغمبر (۱۶)

حضرت عائشہ نے فرمایا کیا تو نے نہیں سُنا خدا فرماتا ہے کہ نہیں پاتیں اُس کو نظریں اور وہ پاتا ہے سب نظروں کو اور وہی ہے باریک دیکھنے والا خبردار۔ اور کیا تو نے نہیں سُنا خدا فرماتا ہے نہیں ممکن ہے کسی انسان کے لئے یہ کہ خدا اُس سے باتیں کرے مگر بطور وحی کے یا پردے کی اوٹ سے یا کوئی رسول بھیجتا ہے آخر آیت تک ✦

پانچویں دلیل اُن کی یہ ہے کہ قریش نے آنحضرت کے بیت المقدس جانے اور اُن کے دیکھنے سے انکار کیا ۔ اگر وہاں تک جانا بطور خواب دیکھنے کے ہوتا تو قریش کو اُس سے انکار اور تنازع کرنے کا کوئی مقام نہ تھا ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معراج حالت بیداری میں اور بجسدہ تھی جس کے سبب سے قریش نے جھگڑا کیا۔ فتح الباری شرح بخاری اور نیز بخاری میں جو کچھ اس کی نسبت لکھا ہے اُس کو ہم اس مقام پر لکھتے ہیں ✦

فتح الباری میں لکھا ہے ۔ کہ بعض لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ اسرا حالت بیداری میں اور معراج سونے کی حالت میں ہوئی تھی یا اس بات میں اختلاف کرتے ہیں کہ سوتے میں ہوئی یا جاگتے میں خاص معراج سے متعلق ہے نہ اسرا سے ۔ اسی سبب سے جب رسول خدا نے قریش کو اس واقعہ کی خبر دی تو انھوں نے بیت المقدس جانے کی تکذیب کی اور اس وقوع کو ناممکن خیال کیا اور معراج سے کچھ تعرض نہیں کیا ۔ نیز خدا تعالیٰ فرماتا ہے "پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندہ کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک" اگر معراج جاگتے میں ہوئی ہوتی تو اس کا ذکر کرنا

وذهب بعضهم إلى أن الإسراء كان في اليقظة والمعراج كان في المنام أو أن الاختلاف في كونه يقظة أو مناما خاص بالمعراج لا بالإسراء ولذلك لما أخبر به قريشا كذبوه في الإسراء واستبعدوا وقوعه ولم يتعرضوا للمعراج وأيضا فإن الله سبحانه وتعالى قال "سبحان الذي أسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى" فلو وقع المعراج في اليقظة كان ذلك أبلغ في الذكر فلما لم يقع ذكره في هذا الموضع مع كون شأنه أعجب وأمره أغرب من الإسراء بكثير دل على أنه كان مناما وأما الإسراء فلو كان مناما لما كذبوه ولا استنكروه لجواز وقوع مثل ذلك وأبعد منه لآحاد الناس ۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۵۱) ✦

اور بھی زیادہ بلیغ ہوتا ۔ مگر جب خدا نے اس کا ذکر بیان نہیں کیا حالانکہ اس کی کیفیت اسرا سے بہت عجیب اور اس کا قصہ اس سے زیادہ نادر تھا تو معلوم ہوا کہ معراج خواب میں ہوئی تھی ۔ لیکن اسرا اگر خواب میں ہوتی تو قریش اس کی تکذیب نہ کرتے اور نہ انکار کرتے کیونکہ ایسی اور اس سے زیادہ دور از قیاس باتیں لوگوں کو خواب میں دکھلائی دے سکتی ہیں ✦

اور بخاری کی ایک حدیث میں ہے جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ﴿۱۶﴾

اور جب کہ ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہلاک کریں کسی بستی کو حکم کرتے ہیں ہم اُس کے سرکشوں کو (رسول کی اطاعت کا) پھر نافرمانی کی انہوں نے اُس میں تو محقق ہوگیا اُس پر وعدہ عذاب کا پھر تب ہم نے اُس کو برباد کردیا ہر طرح سے برباد کردینا ﴿۱۶﴾

قال جابر بن عبد الله انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلا الله لی بیت المقدس فطفقت اخبرهم عن آیاته وانا انظر الیه۔

(صحیح بخاری صفحہ ۵۴۸)

سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ جب قریش نے میری تکذیب کی میں مقام حجر میں کھڑا ہوا۔ خدا نے بیت المقدس کو میری نظروں میں جلوہ گر کردیا میں اُس کی نشانیاں قریش کو بتاتا تھا اور اُس کو دیکھتا جاتا تھا۔ صحیح مسلم میں بھی مثل صحیح بخاری کے حدیث ہے جس کے الفاظ اور مضمون میں بخاری کی حدیث سے اختلاف ہے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لقد رایتنی فی الحجر وقریش تسألنی عن مسرای فسألتنی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتها فکربت کربة ما کربت مثله قط قال فرفعه الله لی انظر الیه ما یسألونی عن شیء الا انبأتهم به۔

(صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۹۶)

اپنے آپ کو مقام حجر میں دیکھا اس حال میں کہ قریش مجھ سے بیت المقدس تک جانے کا حال پوچھتے تھے۔ انہوں نے بیت المقدس کی ایسی باتیں مجھ سے دریافت کیں جو مجھ کو یاد نہ تھیں میں ایسا گھبرایا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہ گھبرایا تھا۔ رسول خدا فرماتے ہیں کہ خدا نے بیت المقدس مجھ سے نزدیک کردیا میں اُس کی طرف دیکھتا تھا اور وہ جو کچھ مجھ سے پوچھتے تھے میں اُن کو بتاتا تھا۔

چھٹی دلیل اُن کی یہ ہے کہ ام ہانی کی حدیث سے جو طبرانی نے نقل کی ہے اور شداد ابن اوس کی حدیث سے جو بیہقی نے ذکر کی ہے۔ صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت کا معراج کو جانا جسم کے ساتھ بیداری کی حالت میں تھا چنانچہ ان دونوں حدیثوں کو قاضی عیاض نے کتاب شفا میں نقل کیا ہے اور وہ یہ ہیں۔

حضرت ام ہانی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔

وعن ام هانی ما اسری برسول الله صلی الله علیه وسلم الا وهو فی بیتی تلک اللیلة صلی العشاء الآخرة ونام بیننا فلما کان قبیل الفجر اهبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما صلی الصبح وصلینا قال یا ام هانی لقد صلیت

اُس رات میرے گھر میں تھے عشا کی نماز پڑھ کر ہمارے درمیان سورہے صبح سے کچھ پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو جگایا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿۱۸﴾	اور بہتوں کو ہم نے ہلاک کیا اگلے زمانہ کے لوگوں میں سے نوح کے بعد اور کافی ہے تیرا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں پر خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ﴿۱۸﴾

صلیت العشاء الآخرة کما رأیت بهذا الوادی ثم جئت بیت المقدس فصلیت فیه ثم صلیت الغداة معکم الآن کما ترون وهذا بین فی انه بجسمه +

جب آنحضرت اور ہم صبح کی نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا اے اُم ہانی میں نے عشا کی نماز تمہارے ساتھ اس وادی میں یعنی مکہ میں پڑھی جیسا کہ تو نے دیکھی - پھر میں بیت المقدس گیا - اور اس میں نماز پڑھی پھر اس وقت صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور یہ حدیث معراج کے جسمانی ہونے پر صریح دلیل ہے +

شداد بن اوس نے ابو بکر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے معراج کی رات کے متعلق رسول اللہ

وعن ابی بکر من روایة شداد بن اوس عنه انه قال للنبی صلی الله علیه وسلم لیلة اسری به طلبتك یا رسول الله البارحة فی مكانك فلم اجدك فاجابه ان جبریل حملنی الی المسجد الاقصی -
(شفاء قاضی عیاض صفحہ ۸۰) +

صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا میں نے کل رات آپ کو مکان میں ڈھونڈھا آپ کو نہیں پایا - آنحضرت نے جواب دیا کہ جبریل مجھ کو بیت المقدس لے گئے تھے - یہ چھ دلیلیں ہیں جو حامیان معراج بالجسد نے بیان کی ہیں +

ان تمام دلیلوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ اسراء و معراج بجسمہ اور حالت بیداری میں ہوئی تھی ان کے پاس قرآن مجید سے یا حدیث سے کوئی سند موجود نہیں ہے قرآن مجید میں کہیں بیان نہیں ہوا ہے کہ اسرا یا معراج بجسمہٖ حالت بیداری میں ہوئی تھی صحاح کی کسی حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے بلکہ اگر کچھ ہے تو اس کے برخلاف ہے اور جو دلیلیں بیان کی ہیں وہ نہایت ہی ضعیف اور غیر مثبت مدعا ہیں جیسا کہ ہم بیان کرتے ہیں +

پہلی دلیل کہ لفظ عبد میں جسم و روح دونوں شامل ہیں اور اس لئے اسراء و معراج بجسمہ ہوئی تھی ایسی بے معنی ہے کہ اس پر نہایت تعجب ہوتا ہے اگر خدا یوں فرماتا کہ "اسریت بعبدی فی المنام من الکعبة الی المدینة یا رأیت عبدی فی المنام کذا وکذا" تو کیا اس وقت بھی یہ لوگ کہتے کہ عبد میں جسم و روح دونوں شامل ہیں اور اس لئے خواب میں مع جسم جانا ثابت ہوتا ہے +

جو شخص خواب دیکھتا ہے وہ ہمیشہ متکلم کا صیغہ استعمال کرتا ہے اور اگر کوئی شخص اس بات پر قادر ہو کہ دوسرے کو بھی خواب دکھا سکے تو وہ ہمیشہ اس کو مخاطب کریگا خواہ نام لے کر یا اس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۹﴾

جو کوئی چاہتا ہے جلدی جانے والی (یعنی آسودگی دنیا) کو جلدی دیتے ہیں ہم اس کو اسی میں جو ہم چاہتے ہیں جس کے لئے چاہتے ہیں پھر ہم کرتے ہیں اس کے لئے جہنم جاوے گا اس میں بدحال ہوا راندہ ہوا ﴿۱۹﴾

کی کسی صفت کو بجائے نام قرار دیا اور اس بنا پر اس لفظ سے استدلال نہیں ہو سکتا جیسا کہ ان صاحبوں نے عبد کے لفظ سے استدلال چاہا ہے ۔

قرآن مجید میں حضرت یوسف نے اپنے خواب کی نسبت کہا "یا ابت انی رایت احد عشر کوکبا" اور قیدیوں نے اپنا خواب اس طرح بیان کیا، ایک نے کہا "انی ارانی اعصر خمرا" دوسرے نے کہا "انی ارانی احمل فوق راسی خبزا" حالانکہ یہ سب خواب تھے پھر لفظ "انی" پر یہ بحث کہ اس میں جسم و روح دونوں داخل ہیں اور خواب میں جو فعل کیا فی الواقع وہ جسمانی فعل ہی تھا کیسی لغو و بیہودہ بات ہے ۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خواب بیان کئے ہیں اور دوسروں نے بھی اپنے خواب آنحضرت کے سامنے بیان کئے ہیں جن میں متکلم کے صیغے "رایت" استعمال ہوئے ہیں اور ان اشیا اور اشخاص کا ذکر آیا ہے جن کو خواب میں دیکھا پس کیا اس پر خواب میں ان اشیا اور اشخاص کے فی الواقع بجسدہا موجود ہونے پر استدلال ہو سکتا ہے ۔

اور یہ قول کہ اگر معراج کا واقعہ خواب ہوتا تو خدا فرماتا "اسری بروح عبدہ" ایسا ہی بیہودہ ہے جیسا کہ عبد کے لفظ سے جسمانی معراج پر استدلال کرنا۔ اس قول کے لئے ضرور تھا کہ کوئی سند کلام عرب کی پیش کی جاتی کہ خواب کے واقعہ پر "فعل بروحہ کذا وکذا" بولنا عرب کا محاورہ ہے پس صاف ظاہر ہے کہ جو دلیل پیش کی ہے وہ محض لغو و بیہودہ ہے اور اس سے مطلب ثابت نہیں ہوتا ۔

دوسری دلیل کی نسبت ہم خوشی سے اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ سبحان کا لفظ تعجب کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ مگر اس کو اسرا سے خواہ وہ خواب میں ہوئی ہو یا حالت بیداری میں اور بجسدہ ہوئی ہو یا بروحہ کچھ تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس کو اس سے تعلق ہے جو مقصد اعظم اس اسرا سے تھا اور وہ مقصد اعظم خود خدا نے فرمایا ہے "لنریہ من آیاتنا انہ ھو السمیع البصیر" اور اسی کے لئے خدا نے ابتدا میں فرمایا "سبحان الذی" ۔

تیسری اور چوتھی دلیل مبنی ہے سورہ والنجم کی چند آیتوں اور سورہ تکویر کی ایک آیت پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾	اور جو کوئی چاہتا ہے اور کوشش کرتا ہے اُس کے لئے پوری کوشش اُس کی اور وہ ایمان والا ہو پھر یہ لوگ ہیں کہ ہوگی اُن کی سعی قبول کی گئی ﴿۱۹﴾

کہ انہوں نے اُن آیتوں کو معراج سے متعلق سمجھا ہے حالانکہ قرآن مجید سے کسی طرح نصاً یا اشارتاً نہیں پایا جاتا کہ وہ آیتیں معراج سے متعلق ہیں۔ علاوہ اس کے کس قدر بعید معلوم ہوتا ہے کہ سورہ بنی اسرائیل میں جس میں معراج کا ذکر ہے وہاں تو معراج کے حالات نہ بیان کئے جاویں اور ایک زمانہ کے بعد یا قبل جب سورہ والنجم نازل ہوئی ہو اس میں معراج کا حال بیان ہو۔ سورہ والنجم سے ظاہر ہے کہ جو وحی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تھی اور جس کو کفار تسلیم نہیں کرتے تھے اور آنحضرت کو نعوذ باللہ جھٹلاتے تھے اُس کی تردید اور وحی کے من اللہ ہونے کی تصدیق میں وہ آیتیں نازل ہوئی ہیں اُن کو معراج سے کچھ تعلق نہیں ❊

علما و محدثین کو سورۂ و نجم کی آیتوں کے معراج سے متعلق ہونے کا اس وجہ سے شبہ پڑا ہے کہ بعض راویوں نے معراج کا حال بیان کرنے میں سورہ والنجم کی آیتوں کو بیان کر دیا ہے مثلاً بخاری میں انس ابن مالک سے جو روایت ہے اس کے راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ لکھے ہیں "ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان قاب قوسین او ادنی فاوحی اللہ الیہ" اور یہ الفاظ قریب قریب انہی الفاظ کے ہیں جو سورہ والنجم میں آئے ہیں ❊

اسی طرح مسلم میں عبداللہ ابن مسعود سے جو روایت ہے اُس کے راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ کہے ہیں "اذ یغشی السدرۃ ما یغشی" اور یہ الفاظ بعینہ وہی ہیں جو سورہ والنجم میں آئے ہیں۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سورہ والنجم کی آیتیں معراج سے متعلق ہیں کیونکہ حدیثوں کے راوی اپنے لفظوں میں حدیثوں کا مطلب بیان کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ اسی مطلب کو مختلف راویوں نے مختلف لفظوں میں بیان کیا ہے کسی نے "فلما غشیہا (ای السدرۃ) من امر اللہ ما غشی" کسی نے بیان کیا ہے "فغشیہا (ای السدرۃ) الوان لا ادری ما ھی" غرضکہ کسی راوی کا حدیث کے مطلب کو قرآن مجید کے الفاظ سے تعبیر کرنا اس کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ وہ الفاظ اُس واقعہ سے متعلق ہیں ❊

علاوہ اس کے سورہ والنجم میں یہ آیت ہے "ولقد راٰہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتہی" یعنی آنحضرت نے اُس کو اور ایک دفعہ سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا۔ یہ حالت ایک دفعہ معراج میں آنحضرت پر طاری ہوئی تھی سورہ والنجم سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت جو وحی آئی تھی اُس وقت بھی وہی حالت طاری ہوئی تھی اور لفظ اخری صاف دلالت کرتا ہے کہ جو واقعہ سورہ والنجم میں

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا (۲۱)

ہر ایک کو مدد دیتے ہیں ہم اُس گروہ کو تیرے پروردگار کی بخشش سے اور نہیں ہے بخشش تیرے پروردگار کی روکی گئی (۲۱)

مذکور ہے وہ واقعہ معراج سے علٰحدہ ہے ✦

سورہ والنجم سے جس امر میں وحی آنا معلوم ہوتا ہے وہ متعلق اصنام عرب تھا اور اس لئے ان آیتوں کے بعد خدا نے فرمایا "افرئیتم اللات والعزی ومنات الثالثۃ الاخری" اور آخر کو فرمایا "ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم من ربھم الھدی" ✦

سورہ والنجم کی آیتیں جن کو مفسرین نے معراج سے متعلق سمجھا ہے اور ہم نے اُن آیتوں کو معراج کے متعلق قرار نہیں دیا وہ بلاشبہ تفسیر کے لائق ہیں تاکہ ہمارے نزدیک جو اُن کی صحیح تفسیر ہے معلوم ہو جاوے اور پھر اس میں کچھ شبہ نہ رہے اور اگر اُن آیتوں کی تفسیر عربی زبان میں ہو تو اُن کی ضمیروں کا مرجع زیادہ وضاحت سے معلوم ہوگا اس لئے ہم اُن کی تفسیر عربی زبان میں معہ اردو ترجمہ کے اس مقام پر لکھتے ہیں ✦

تفسیر آیات سورہ والنجم

والنجم اذا هوى ما صاحبکم یعنی محمد صلعم وما غوی - وما ینطق عن الهوى ان هو الا وحی یوحی علمہ یعنی محمد صلعم فی التفسیر الکبیر والاولی ان یقال الضمیر عائد الی محمد صلی الله علیه وسلم تقدیرہ علمہ محمدا - شدید القوی ذو مرۃ وهو العلی الکبیر کما قال لنفسه ان الله قوی شدید العقاب - وهو شدید المحال - وقال اکثر المفسرین وهو جبریل ولا نسلم فاستوی ای محمد صلعم وهو ای محمد صلعم بالافق الاعلی - قال صاحب التفسیر الکبیر والظاهر ان المراد محمد صلی الله علیه وسلم معناه استوی بمکان هو بالمکان العالی رتبة ومنزلة فی رفعة القدر لا حقیقة فی الحصول فی المکان فان قیل کیف یجوز هذا والله تعالی یقول "ولقد راه

ستارہ کی قسم جب کہ وہ ڈھلتا ہے - نہیں بھٹکا تمہارا صاحب یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور نہ بہکا - اور وہ نہیں بولتا اپنی خواہش سے - نہیں ہے وہ بولنا مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے سکھایا ہے اُس کو یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو - علمہ میں جو ضمیر ہے اُس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیرا جاوے - تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہے کہ بہتر ہے کہ یہ کہا جاوے کہ ضمیر پھرتی ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف - اور اس کی مراد یہ ہے کہ سکھایا محمد کو بہت بڑی قوتوں والے صاحب قوت نے اور اس سے مراد خدا ہے یعنی خدا نے محمد کو سکھایا - جو لفظ شدید کا اس آیت میں ہے اُس کو خدا تعالےٰ نے بہت جگہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا (۲۲)	دیکھ کس طرح ہم نے بزرگی دی ان میں سے بعضوں کو بعضوں پر اور بے شبہ آخرت بہت بڑی ہے درجوں میں اور بہت بڑی بزرگی دینے میں (۲۲)

بالافق المبین" اشارۃ الی انه رای جبریل بالافق المبین نقول وفی ذلک الموضع ایضا نقول کما قلنا ھھنا انه صلی اللہ علیہ وسلم رای جبریل وھو بالافق المبین یقول القائل بانت الہلال فیقال لہ این ابنتہ فیقول فوق السطح ای الرای فوق السطح للرویۃ والمبین ھو الفارق من ابان ای فرق ای ھو بالافق الفارق بین درجۃ الانسان و منزلۃ الملک فانه صلی اللہ علیہ وسلم انتہی و بلغ الغایۃ وصار نبیا کما صار بعض الانبیاء نبیا یاتیه الوحی فی نومه وعلی ہیئتہ وھو واصل الی الافق الاعلی والافق الفارق بین المنزلتین۔ وایضا فی التفسیر المذکور فان قیل الاحادیث تدل علی خلاف ما ذکرتہ حیث ورد فی الاخبار ان جبریل صلی اللہ علیہ وسلم اری النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفسه علی صورته فسد المشرق فنقول نحن ما قلنا انه لم یکن و نیفی الحدیث ان اللہ تعالی اراد بھذہ الآیۃ تلک الحکایۃ حتی یلزم مخالفۃ الحدیث وانما نقول ان جبریل اری النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفسه مرتین و بسط جناحیه وقد ستر الجانب المشرقی وسدہ لکن الآیۃ لم ترد لبیان ذلک ۔

ثم قال تعالی ثم دنا فتدلی ۔ قال فی التفسیر الکبیر ان دنو والتدلی بمعنی واحد کانه قال دنی فقرب انتہی ۔ والمعنی عندنا فقرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی ربه او ربه الیه تقربا

اپنی ذات کے لئے بولا ہے۔ جیسے کہ ان اللہ قوی شدید العقاب۔ وھو شدید المحال۔ اکثر مفسروں نے شدید القوی ذو مرۃ یعنی بہت بڑی قوت والے صاحب قوت سے جبرئیل مراد لی ہے۔ مگر ہم اس کو نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد خدا ہے۔ پھر وہ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کامل ہوا۔ اور وہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند مکان یعنی اعلے درجہ پر تھا ہم نے "استوی" اور "ھو" کی ضمیر دونوں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مراد لی ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے یہ بات ظاہر ہے کہ اس سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور معنی یہ ہیں کہ وہ باعتبار رتبہ اور منزلت اور بلند قدر کے ایک عالی مکان میں یعنی درجہ میں تھے نہ یہ کہ وہ درحقیقت کسی مکان میں پہنچ گئے تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کس طرح یہ بات درست ہوگی ایسی حالت میں کہ خدا نے ایک اور جگہ فرمایا ہے" ولقد راٰہ بالافق المبین" جس میں اشارہ اس بات کا ہے کہ آنحضرت نے جبرئیل کو افق مبین پر دیکھا تھا۔ تو ہم اس مقام پر بھی وہی کہینگے جو اس مقام پر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو دیکھا اور وہ یعنی آنحضرت افق مبین یعنی مکان روشن میں باعتبار رتبہ ومنزلت کے تھے جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں نے چاند دیکھا اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾

مت ٹھیرا اللہ کے سوا دوسرے کو معبود پھر تو بیٹھ رہیگا بدحال ہوا تباہی میں پڑا ہوا ﴿۲۲﴾

فی المنزلۃ والدرجۃ لا تقربا حسیا قال فی التفسیر الکبیر ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم دنا من الخلق والامۃ ولان لھم وصار کواحد منھم تدلی ای تدلی الیھم بالقول اللین والدعاء الرفیق فقال ”انا بشر مثلکم یوحی الی“ وعلی ھذا فی الکلام کمال لانہ تعالی قال اوحی یوحی جبریل علی محمد فاستوی محمد وکمل فدنا من الخلق بعد علوہ وتدلی الیھم بلغ الرسالۃ ۔

وفی التفسیر المذکور والمراد منہ ھو ربہ تعالی وھو مذھب القائلین بالجھۃ والمکان اللھم الا ان یرید القرب بالمنزلۃ وعلی ھذا یکون فیہ ما فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم حکایۃ عن ربہ تعالی من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا ومن تقرب الی ذراعا تقربت الیہ باعا ومن مشی الی اتیتہ ھرولۃ اشارۃ الی المعنی المجازی ھذا ما اخترنا وھھنا لما بین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استوی وعلی فی المنزلۃ العقلیۃ لا فی المکان الحسی قال وقرب اللہ منہ تحقیقا لما فی قولہ من تقرب الی ذراعا تقربت الیہ باعا ۔

فکان قاب قوسین او ادنی ای بین محمد علیہ السلام وبین ربہ مقدار قوسین او اقل ورد ھذا علی استعمال العرب قال فی التفسیر الکبیر یکون قوس عبارۃ عن بعد من قاس یقوس فاوحی ای اوحی اللہ الی عبدہ ما اوحی ما کذب الفؤاد ما رای قال فی التفسیر الکبیر المشہور انہ فواد

وہ پوچھے کہ کہاں دیکھا اور وہ جواب دے کہ چھت پر اس سے مراد یہ ہوگی کہ دیکھنے والا چھت پر تھا نہ یہ کہ چاند چھت پر تھا۔ اور مبین کے معنی ہیں جدا کرنے والے لے اور یہ بنا ہے لفظ ابان سے جس کے معنی جدا کرنے کے ہیں پس مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انسان اور فرشتہ کے درجہ اور منزلت کے جدا کرنے والے اُفق پر تھے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اخیر درجہ پر پہنچ گئے تھے اور نبی ہوگئے تھے جس طرح اور بعضے نبی نبی ہوئے ہیں۔ آنحضرت کو وحی ہوتی تھی سوتے میں اور اصلی حالت میں۔ اور آنحضرت پہنچ گئے تھے افق اعلے کو یعنی اُس افق کو جو جدا کرنے والا ہے دونوں درجوں کو یعنی ملکیت اور بشریت کی ۔

اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے اگر یہ کہا جاوے کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا۔ حدیثیں اُس کے برخلاف دلالت کرتی ہیں۔ جہاں کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ جبرئیل نے اپنے آپ کو اپنی اصلی صورت میں آنحضرت کو دکھایا اور مشرق کو گھیر لیا۔ تو ہم کہینگے کہ ہم نے ایسا نہیں کہا کہ یہ نہیں ہوا۔ اور حدیث میں یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالے نے اس آیت میں ارادہ کیا ہے اُس بات کے کہنے کا یعنی جو حدیثوں میں ہے تاکہ حدیثوں کی مخالفت لازم آوے۔ بیشک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾

اور حکم کیا تیرے پروردگار نے کہ نہ عبادت کرو کسی کی مگر اسی کی اور حکم کیا ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کو اگر پہنچے تیرے ساتھ بڑھاپے کو ان دونوں میں کا ایک یا دونوں تو مت کہہ ان کو اف تک اور مت جھڑک ان کو اور کہہ ان کے نسبت بات تعظیم کی (۲۳)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم معناہ انہ ما کذب فؤادہ واللام لتعریف ما علم لسبق ذکر محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام فی قولہ "الی عبدہ" وفی قولہ "وھو بالافق الاعلی" وقولہ تعالیٰ "ما ضل صاحبکم" والرائی ھو فؤاد محمد علیہ السلام والمرئی الآیات العجیبۃ الالٰھیۃ ۔

افتمارونہ علی ما یری ای علی ما قد رای محمد علیہ السلام ولقد راہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ بروئیۃ الفؤاد نزلۃ وفی التفسیر الکبیر النزول بالقرب المعنوی لا الحسی فان اللہ تعالیٰ قد یقرب بالرحمۃ والفضل من عبدہ ولا یراہ العبد ولھذا قال موسیٰ علیہ السلام "رب ارنی" ای ازل بعض حجب العظمۃ والجلال وادن من العبد بالرحمۃ والافضال لاراک اخری فی تفسیر ابن عباس مرۃ اخری غیر الذی اخبرکم بہا عند سدرۃ المنتہیٰ عندھا جنۃ الماویٰ وھذا دلیل علی ان الواقعۃ التی ذکرھا فی ھذہ السورۃ ما عدا واقعۃ المعراج فان فہمہ واقعۃ المعراج لیس بصحیح ولہ دلیل ثان فی الآیۃ الآتیۃ ۔ اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ وھذہ اخبار عما وقع فی المعراج فی البخاری عن ابن شہاب عن انس ابن مالک

ہم کہتے ہیں کہ جبریل نے اپنے تئیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دو دفعہ دکھایا اور اپنے بازو پھیلا دیے اور مشرق کی طرف کو گھیر لیا۔ لیکن یہ آیت اس بیان میں نازل نہیں ہوئی۔ واضح ہو کہ اس مقام پر ہم کو اس بات سے بحث کرنی ہے۔ جبریل نے آنحضرت کو کس طرح پر دکھلایا اور آنحضرت نے ان کو کس طرح پر دیکھا ضرور نہیں ہے۔ کیونکہ اس بحث میں پڑیں تو فضول بحث ہوتی ہے ۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ نے فرمایا پھر وہ قریب ہوا پھر قریب ہو گیا۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ دنو اور تدلی کے لفظ جو اس آیت میں آئے ہیں۔ ان کے ایک ہی معنی ہیں ان کے ایک ہی معنی ہیں۔ کہا ہے کہ قریب ہوا پھر قریب ہو گیا۔ ہمارے نزدیک ان دونوں لفظوں دنی۔ تدلی میں جن کے معنی ہیں قریب ہوا پھر قریب ہو گیا۔ جو ضمیریں ہیں وہ خدا اور پیغمبر خدا کی طرف پھرتی ہیں۔ اور معنی یہ ہیں۔ کہ قریب ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے یا ان کا رب ان سے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اس قرب سے قریب ہونا ذات اور درجے میں مراد ہے نہ کہ جہت میں دو چیزوں کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۵﴾	اور جھکا اُن کے لئے بازو تواضع کے مہربانی سے اور کہہ اے پروردگار رحم کر ان پر جس طرح پر کہ انہوں نے پالا مجھ کو چھوٹے پنے میں ﴿۲۵﴾

عن ابی ذر۔ ثم انطلق بی حتی انتہی بی الی السدرۃ المنتہیٰ وغشیہا الوان لا ادری ما ھی۔ وفی النسائی عن سعید ابن عبد العزیز عن یزید ابن ابی مالک عن انس ابن مالک۔ ثم صعد بی فوق سبع سموات فاتینا سدرۃ المنتہیٰ فغشیتی ضبابۃ فخررت ساجدا۔ وشریک ابن عبد اللہ فی حدیثہ عن انس ابن مالک اتی بعدۃ الفاظ من سورۃ النجم قال حتی جاء سدرۃ المنتہیٰ ودنی الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان قاب قوسین او ادنی فاوحی اللہ الیہ فیما یوحی اللہ۔ مازاغ البصر وما طغیٰ فی التفسیر الکبیر واما علی قولنا غشیہا نور فقولہ "مازاغ" ای ما مال عن الانوار "وما طغیٰ" ای ما طلب شیئا وراءھا ......

وفیہ وجہ اٰخر وھو ان یکون ذالک بیان لوصول محمد صلی اللہ وسلم الی سدرۃ الیقین الذی لا یقین فوقہ ولقد رای من اٰیات ربہ الکبریٰ وھذا کقولہ تعالیٰ فی سورۃ الاسراء " لنریہ من اٰیاتنا " +

پاس پاس ہو جانے سے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کے لوگوں سے اور اپنی امت سے قریب ہوئے۔ اور اُن کے لئے نرم ہو گئے۔ اور انہی میں سے ایک کی مانند بنے پھر قریب ہو گئے اُن سے نرم باتوں اور نرم کلام سے پھر کہا میں انسان ہوں تم جیسا۔ وحی آتی ہے مجھ پر۔ اور اس بنا پر کلام میں وہ خوبیاں ہیں گویا اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ وحی کہ لاتے ہیں جبریل محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کامل اور پورے ہوئے۔ پھر اپنے اونچے ہونے بعد دنیا کے لوگوں سے قریب ہوئے اور اُن سے نزدیک ہوئے اور خدا کا پیغام پہنچا دیا +

اسی تفسیر میں ہے کہ تدلی کی ضمیر خدا کی طرف پھرتی ہے اور یہ اُن کا مذہب ہے جو خدا کے لئے جہت اور مکان کے قائل ہیں۔ مگر جاننا چاہئے کہ قرب سے سوائے قرب منزلت کے اور کچھ مراد نہیں ہے۔ اور بلحاظ اس مطلب کے ہی مطابق اس قول کا جس میں آنحضرت نے خدا کی طرف سے کہا ہے کہ جو مجھ سے ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے میں اس کے ہاتھ بھر نزدیک ہوتا ہوں اور جو مجھ سے ہاتھ بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جو میری طرف چلتا ہے میں اُس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔ یہاں قرب سے معنی مجازی مراد ہیں نہ حقیقی۔ اور یہی ہم نے اختیار کیا ہے۔ اور یہاں جب بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کامل ہوئے اور عقلی مرتبہ میں اونچے ہوئے نہ کہ حسی مرتبہ میں۔ تو پھر فرمایا کہ خدا اُن سے قریب ہوا تحقیقاً جیسا کہ اس نے فرمایا کہ جو میری طرف ہاتھ بھر بڑھتا ہے میں اُس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں۔ پھر رہ گیا فاصلہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ ﴿۲۵﴾	تمہارا پروردگار جانتا ہے جو کچھ کہ تمہارے جی میں ہے اگر تم ہو گے نیک (۲۵)

دو کمانوں کا یا اس سے بھی کم یعنی حضرت محمد علیہ السلام اور خدا کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ یا اس سے بھی کم رہ گیا - یہ الفاظ عرب کے محاورہ کے موافق آئے ہیں +

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ قوس سے دوری مراد ہو سکتی ہے کیونکہ قاس یقوس کے معنی ہیں دور ہوا اور دور ہوگا - پھر وحی بھیجی یعنی اللہ نے اپنے بندہ کی طرف جو بھیجی - نہیں جھٹلایا دل نے اس چیز کو کہ دیکھا تھا - تفسیر کبیر میں لکھا ہے - کہ مشہور یہ ہے کہ یہاں دل سے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دل مراد ہے - معنی یہ کہ اُن کے دل نے نہیں جھٹلایا - اور لام تعریف کا اس لئے آیا کہ حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ و السلام کا پہلے ذکر ہو چکا ہے خدا کے اس قول میں کہ اپنے بندہ کی طرف اور اس قول میں کہ وہ اونچی افق پر تھا اور اس قول میں کہ تمہارا صاحب نہیں بھٹکا - اور معنے یہ کہ محمد علیہ السلام کا دل ہے اور جو دیکھا وہ خدا کی عجیب نشانیاں ہیں +

کیا تم جھگڑتے ہو اس سے اس چیز پر کہ اس نے دیکھی یعنی اس پر جو محمد علیہ السلام نے دیکھا اور بیشک دیکھا اس کو یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دل کی بینائی سے دیکھا - ابن عباس - تفسیر کبیر میں ہے کہ یہاں قرب سے نزول معنوی مراد ہے نہ حسی کیونکہ خدا کبھی رحمت اور مہربانی کے ساتھ اپنے بندہ سے قریب ہوتا ہے - اور بندہ اُس کو نہیں دیکھتا اسی لئے موسےٰ علیہ السلام نے کہا اے خدا مجھ کو دکھا یعنی عظمت و جلال کا ایک پردہ ہٹائے اور رحمت اور مہربانی کے ساتھ اپنے بندہ سے قریب ہو - تا کہ تجھ کو دیکھوں - دوسری بار تفسیر ابن عباس میں ہے کہ دوسری بار نہ وہ کہ جس کی تم کو خبر دی - سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کے پاس جنت الماویٰ ہے - یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ جو واقعہ اس سورہ میں بیان ہوا وہ معراج کے سوا ایک اور واقعہ ہے - اس کا ملانا واقعۂ معراج کے ساتھ صحیح نہیں ہے - اور اگلی آیت میں دوسری دلیل ہے - جب چھا گیا سدرہ پر جو چھا گیا یعنی ڈھانپ لیا سدرہ کو جس نے ڈھانپ لیا یہ واقعۂ معراج کی خبر ہے - بخاری میں ابن شہاب سے پھر انس بن مالک سے پھر ابو ذر سے - روایت ہے کہ پھر مجھ کو لے گیا یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا - اور اس پر ایسے رنگ چھائے تھے کہ میں نہیں سمجھا وہ کیا چیز تھے اور نسائی میں سعید بن عبد العزیز سے پھر یزید بن ابو مالک سے پھر انس بن مالک سے روایت ہے کہ پھر مجھ کو سات آسمانوں سے اوپر لے گیا - پھر ہم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور مجھ پر ایک کہر سی چھا گئی اور میں

فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا ﴿۲۵﴾	پھر بیشک وہ ہے (گناہوں سے) پھرنیوالوں کو بخشنے والا ﴿۲۵﴾

سجدہ میں گرا۔ اور شریک بن عبداللہ نے اپنی حدیث میں جو انس بن مالک سے روایت کی ہے چند الفاظ سورۂ نجم کے بیان کردئے ہیں۔ اور کہا کہ یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک آیا۔ اور خدا سے رب العزت قریب ہوا پھر قریب ہوگیا۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کا فاصلہ یا اس سے بھی کم رہ گیا۔ پھر خدا نے اُس کی طرف وحی بھیجی جو کچھ بھیجی۔ نہیں جس نظر سے پڑھی تفسیر کبیر میں ہے کہ ہمارے اس قول کے موافق کہ اس پر نور چھایا ہوا تھا۔ خدا کے اس قول کے معنی یہ ہونگے کہ نہ وہ انوار سے دور ہوا۔ نہ سوائے اُن کے اور چیز اُس نے طلب کی۔ اور ایک معنی اس کے اور بھی ہیں۔ وہ یہ کہ شاید یہ بیان ہو حضرت رسول اللہ کو سدرۃ الیقین تک پہنچنے کا جس سے بالاتر کوئی یقین نہیں ہے۔ اور بیشک دیکھیں اس نے اپنے خدا کی بڑی نشانیاں۔ یہ قول خدا کا ایسا ہے جیسا سورۂ اسرا میں ہے تاکہ ہم اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں انتہے ✦

اس تفسیر میں ہم نے ”شدید القوی ذو مرۃ“ سے خدا مراد لی ہے اور اکثر مفسرین نے جبرئیل مراد لی ہے حالانکہ جبرئیل کے مراد لینے کے لئے کوئی اشارہ اس مقام میں نہیں ہے بلکہ جب خدا نے سورۂ قیامہ میں فرمایا ہے ”ان علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ“ تو نہایت مناسب ہے کہ ”علمہ شدید القوی ذو مرۃ“ سے خدا مراد لی جاوے لیکن اگر جبرئیل مراد لیجائے تو اس وقت یہ بحث پیش ہوگی کہ حقیقت جبرئیل کیا ہے اور نتیجہ بحث کا یہ ہوگا کہ ھو قوت اللہ وقدرتہ اور اُس وقت شدید القوی ذو مرۃ سے خدا مراد لینا یا جبرئیل مراد لینا دونوں کا نتیجہ متحد ہو جاویگا ✦

سورہ والنجم میں یہ آیت ہے ”فاستوی وھو بالافق الاعلیٰ“ اسی کی مانند ایک آیت سورہ تکویر میں ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے ”لقد راٰہ بالافق المبین“ صاحب تفسیر کبیر نے جس طرح کہ وھو بالافق الاعلیٰ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے متعلق کیا ہے اسی طرح بالافق المبین کو بھی آنحضرت سے متعلق کیا ہے مگر راٰہ میں جو ضمیر غائب کی ہے اُس کو جبرئیل کی طرف راجع کیا ہے مگر جب ہم ان دونوں آیتوں میں سے ایک کی تفسیر دوسری آیت سے کریں تو سورہ تکویر کی آیت کی تفسیر اس طرح پر ہوتی ہے لقد راٰی ربہ محمد بالافق المبین ای علی مرتبۃ ومنزلتہ فی رفعتہ فقد رکما فسر صاحب التفسیر الکبیر قولہ تعالیٰ بالافق الاعلیٰ ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۸﴾	اور (حکم کیا) دے قرابت والے کو اس کا حق اور مسکین کو اور مسافر کو اور مت خرچ کر بے جا خرچ کرنا ﴿۲۸﴾

پس اس تیسری دلیل میں جو سورۂ نجم کی آیت کو معراج سے متعلق کیا ہے اور شفاء میں قاضی عیاض نے جو یہ حجت پکڑی ہے کہ اگر معراج سوتے میں ہوتی تو اُس میں نہ کوئی نشانی ہوتی نہ معجزہ درست نہیں ہے اس لئے کہ اگر معراج رات کو بجسدہ اور جاگنے کی حالت میں ہوئی ہوتی تو بھی اُس پر معجزہ کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ معجزہ کے لئے تحدی اور اُس کا وقوع سب کے سامنے اور کم سے کم منکرین کے سامنے ہونا لازم ہے معراج اگر رات کو چپکے چپکے ہوئی تو وہ معجزہ کیونکر قرار پا سکتی ہے +

مگر یہ کہنا قاضی صاحب کا کہ نہ کوئی نشانی ہوتی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ انہوں نے آیت کو معجزہ سے علیحدہ بیان کیا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب جن میں وحی کا ہونا بھی ممکن ہے ایت من ایات اللہ ہوتے ہیں بخاری میں حضرت عایشہ کی حدیث میں ہے "اول ما بدی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحي الرویا الصالحۃ فی النوم" یعنی حضرت عایشہ نے کہا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اول اول جب وحی آنی شروع ہوئی تو اچھی اور سچی خوابوں کا دیکھنا تھا اور بلاشبہ وہ ایک آیت ہوتی ہیں آیات اللہ میں سے +

چوتھی دلیل تو اس سے زیادہ بودی ہے۔ حضرت عایشہ کا مذہب یہ ہے کہ معراج بجسدہ نہیں ہوئی۔ مگر قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ مشہور مذہب حضرت عایشہ کا نہیں ہے۔ بلکہ صحیح مذہب اُن کا اس کے برخلاف ہے کیونکہ انہوں نے خدا کی رویت سے واقعہ معراج میں انکار کیا ہے اور اگر معراج صرف خواب ہوتی تو وہ رویت کا انکار نہ کرتیں +

اول تو یہ پوچھنا ہے کہ خواب میں خدا کے دیکھنے کی حضرت عایشہ قائل ہیں۔ اس کا کیا ثبوت ہے؟ کیونکہ خدا کو نہ کوئی جاگتے میں دیکھ سکتا ہے نہ خواب میں +

حضرت عایشہ کے انکار رویت پر جو دلیل قاضی عیاض نے بیان کی ہے وہ صحیح بخاری کی اُس حدیث سے استنباط کی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے۔ اُس حدیث سے کسی طرح یہ استدلال نہیں ہو سکتا کہ حضرت عایشہ خواب میں رویت باری کی قائل تھیں۔ اُس حدیث میں صرف اتنا بیان ہے کہ حضرت عایشہ نے فرمایا کہ جو شخص یہ بات کہے کہ آنحضرت نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾	بیشک بیجا خرچ کرنے والے ہیں بھائی شیطانوں کے اور ہے شیطان اپنے پروردگار کیلئے ناشکری کرنے والا ﴿۲۷﴾

خدا کو دیکھا تھا۔ تو وہ خدا پر بہتان باندھتا ہے +

مسروق وہاں موجود تھے انہوں نے حضرت عایشہ سے کہا کہ قرآن میں تو ہے۔ "ولقد رآہ بالافق المبین" یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کو افق مبین پر دیکھا حضرت عایشہ نے کہا کہ میں آنحضرت سے پوچھ چکی ہوں۔ اس سے مراد جبرئیل کا دیکھنا ہے۔ اور یہ بھی حضرت عایشہ نے کہا کہ خدا نے فرمایا ہے "لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار" اتنے کلام میں کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عایشہ خواب میں خدا کے دیکھنے کی قائل تھیں +

اگر کوئی یہ استدلال کرے کہ حضرت عایشہ کا مذہب یہ تھا کہ معراج بجسدہ نہیں ہوئی اور اس لئے انہوں نے اس حدیث میں خدا کے دیکھنے سے انکار کیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ قاضی عیاض نے جو یہ بات لکھی ہے "الذی یدل علیہ صحیح قولھا انہ بجسدہ" غلط اور باطل ہے +

علاوہ اس کے حدیث مذکور میں عام طور پر بلا ذکر معراج کے حضرت عایشہ نے فرمایا ہے جس شخص نے خیال کیا کہ آنحضرت نے خدا کو دیکھا ہے تو اس نے خدا پر بہتان کیا اور اس میں کچھ ذکر نہیں ہے آنکھ سے دیکھنے یا خواب میں دیکھنے کا۔ تو کسی طرح اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عایشہ کا یہ مذہب تھا کہ خواب کی حالت میں انسان خدا کو دیکھ سکتا ہے +

پانچویں دلیل بھی نہایت بودی ہے۔ وہ دلیل اس امر پر مبنی ہے کہ اگر آنحضرت بیت المقدس میں جانا خواب کی حالت میں بیان کرتے تو قریش اس سے انکار نہ کرتے اور جھگڑے کے لئے مستعد نہ ہوتے۔ اُن کا جھگڑا صرف اسی لئے تھا کہ آنحضرت کا بیت المقدس بجسدہ جانا خیال کیا گیا تھا۔ اس دلیل کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قریش کی مخالفت رسول خدا صلے اللہ سے اس وجہ سے تھی کہ آنحضرت نے دعوئے نبوت و رسالت کیا تھا۔ اور واقعات معراج جو کچھ ہوئے ہوں وہ نبوت اور رسالت کے شعبوں میں سے تھے اور اس لئے ضرور تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن واقعات کا سوتے میں دیکھنا فرمایا ہو یا جاگنے کی حالت میں۔ قریش اُس سے انکار کرتے اور نعوذ باللہ آنحضرت کو جھٹلاتے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا (۳۰)	اور اگر تو منہ پھیرے اُن سے خواہش میں کسی رحمت کی اپنے پروردگار سے جس کی تو امید رکھتا ہے (یعنی بالفعل تیرے پاس اُن کے ساتھ سلوک کرنے کو کچھ نہ ہو اور تجھ کو خدا کی رحمت سے کشایش کی امید ہو) تو کہہ اُن کو بات نرمی سے (۳۰)

کیونکہ وہ اصل نبوت و رسالت سے منکر تھے پھر جو امور کہ شعبۂ نبوت تھے اُن سے بھی انکار کرنا اُن کو لازم تھا +

قریش خواب کو بھی شعبۂ نبوت سمجھتے تھے اور جو خواب کہ اُن کے مقصد کے برخلاف ہوتا تھا۔ اُس سے گھبراہٹ اور ناراضی اُن میں پیدا ہوتی تھی۔ اس کی مثال میں عاتکہ بنت عبد المطلب کا ایک لمبا چوڑا خواب ہے +

عاتکہ نے جو عبد المطلب کی بیٹی تھیں ضمضم کے مکہ میں آنے سے تین دن پہلے ایک ہولناک خواب دیکھا تھا۔ اور اُس کو اپنے بھائی عباس سے بیان کیا اور چاہا کہ وہ اس خواب کو پوشیدہ رکھیں۔ عاتکہ نے بیان کیا کہ میں نے ایک شترسوار دیکھا جو وادی بطحا میں کھڑا ہے۔ اُس نے بلند آواز سے کہا کہ اے مکارو اپنے مقتل کی طرف تین دن میں بھاگو۔ عاتکہ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور وہ مسجد میں داخل ہوا اور کعبہ کے سامنے اپنا اونٹ کھڑا کیا پھر اسی طرح چلایا پھر کوہ ابو قبیس کی چوٹی پر اپنا اونٹ کو کھڑا کیا پھر اسی طرح چلایا پھر پتھر کی ایک بڑی چٹان لیکر ہاتھ سے چھوڑی چونکہ وادی کے نشیب میں بسا ہوا تھا چٹان کے ٹکڑے بکھر گئے اور کوئی مکان مکہ کا نہیں بچا جس میں پتھر کا ٹکڑا نہ گرا ہو۔ اس خواب کو سنکر عباس نکلے اور ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے جو اُن کا دوست تھا ملے اور اس خواب کا اُس سے ذکر کیا۔ اور

وكانت عاتكة بنت عبد المطلب رأت قبل قدوم ضمضم مكة بثلاث ليال رؤيا افزعتها فقصتها على اخيها العباس واستكتمته خبرها۔ قالت رأيت راكبا على بعير له وقف بالابطح ثم صرخ باعلى صوته ان انفروا يا آل غدر لمصارعكم في ثلاث قالت فارى الناس قد اجتمعوا اليه ثم دخل المسجد فمثل بعيره على الكعبة ثم صرخ مثلها ثم مثل بعيره على راس ابي قبيس فصرخ مثلها ثم اخذ صخرة عظيمة وارسلها فلما كانت باسفل الوادي رفضت فما بقيت من مكة الا دخلها فلقة منها فخرج العباس فلقي الوليد بن عتبة بن ربيعة وكان صديقا فذكرها له واستكتمه ذلك فذكرها الوليد لابيه عتبة ففشا الخبر فلقي ابو جهل العباس فقال له يا ابا الفضل اقبل الينا قال فلما فرغت من طوافي اقبلت اليه فقال لي متى حدثت فيكم هذه النبية وذكر رؤيا عاتكة ثم قال ما رضيتم ان تتنبأ رجالكم حتى تتنبأ نساؤكم۔

(صفحہ ۵۰ جلد دوم تاریخ کامل ابن اثیر) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۳۱﴾	اور مت کر اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا سا تھا اپنی گردن کے اور مت کھول اُس کو بالکل کھول دینا پھر بیٹھ رہیگا تو ملامت کیا گیا اور پچھتاتا ہوا ﴿۳۱﴾

اُس سے اس خواب کے چھپانے کی خواہش کی ولید نے اپنے باپ عتبہ سے اُس خواب کو بیان کیا اور چرچا پھیل گیا - پھر ابوجہل کی ملاقات عباس سے ہوئی - اس نے اُن سے کہا اے ابوالفضل میرے پاس آؤ - عباس کہتے ہیں کہ کعبہ کے طواف سے فارغ ہو کر میں اس کے پاس گیا - اُس نے کہا کہ تم میں یہ پیغمبری کب سے پیدا ہوگئی اور اُس نے عاتکہ کے خواب کا ذکر کیا - پھر کہا اس سے تمہاری تسلی نہیں ہوئی کہ تمہارے مردوں نے نبوت کا دعوےٰ کیا یہاں تک کہ تمہاری عورتیں بھی پیغمبری دعوےٰ کرنے لگیں +

اصل یہ ہے کہ آنحضرت نے معراج کی بہت سی باتیں جو خواب میں دیکھی ہونگی لوگوں سے بیان کی ہونگی منجملہ اُن کے بیت المقدس میں جانا اور اُس کو دیکھنا بھی بیان فرمایا ہوگا - قریش سوائے بیت المقدس کے اور کسی حال سے واقف نہیں تھے - اس لئے اُنہوں نے امتحاناً آنحضرت سے بیت المقدس کے حالات دریافت کئے - چونکہ انبیا کے خواب صحیح اور سچے ہوتے ہیں - آنحضرت نے جو کچھ بیت المقدس کا حال خواب میں دیکھا تھا بیان کیا جس کو راویوں نے " فجلی اللہ لی بیت المقدس " فرفعہ اللہ لی انظر الیہ " کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے پس اُس مخاصمت سے جو قریش نے کی آنحضرت کا بجسدہ اور بیداری کی حالت میں بیت المقدس جانا ثابت نہیں ہوسکتا +

چھٹی دلیل طبرانی اور بیہقی کی احادیث پر مبنی ہے - ان دونوں کتابوں کا ایسا درجہ نہیں ہے جن کی حدیثوں سے رداً و قبولاً بحث ہوسکتی ہے - اُس کا کچھ ذکر نہ ہو - بایں ہمہ اُم ہانی کی حدیث سے تو کوئی امر ثابت نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اُس حدیث میں ہے - کہ آنحضرت نے نماز عشا یہاں پڑھی اور ہمارے پاس سو رہے - پھر صبح کو ہم کو جگایا اور صبح کی نماز ہمارے ساتھ پڑھی - پھر آنحضرت نے فرمایا کہ عشا کی نماز تو میں نے تمہارے ساتھ پڑھی اور پھر میں بیت المقدس میں گیا اور وہاں نماز پڑھی پھر صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی +

اس حدیث میں یہ لفظ ہیں " ثم جئت بیت المقدس " اور اسی پر قاضی عیاض نے استدلال کیا ہے کہ اسرار بجسدہ تھی حالانکہ صرف " جئت " کے لفظ سے جس کے ساتھ کچھ بیان نہیں ہے کہ آنحضرت کا جانا یہ روحانی طور پر تھا یا جسمانی طور پر - بجسدہ جانے پر استدلال نہیں ہوسکتا خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ اس کی تشریح اس مقام پر ہونی ضرور تھی +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۳۲﴾	بیشک تیرا پروردگار فراخ کرتا ہے رزق کو جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے بیشک وہ ہے اپنے بندوں پر خبر رکھنے والا دیکھنے والا ﴿۳۲﴾

دوسری حدیث ۔ شداد بن اوس کی ایسی رکاکت لفظ و معنی پر مشتمل ہے اور جو طرز کہ حدیث بیان کرنے کا ہے ۔ اس سے اس قدر بعید ہے کہ کسی طرح قابل اعتماد نہیں ✦

صورت دوم یعنی اسراء کا مکہ سے بیت المقدس تک بجسدہ و بحالت بیداری ہونا اور معراج کا اُس کے بعد بیت المقدس سے آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ تک بروحہ ہونا

ایک قلیل گروہ علما اور محدثین کا یہ مذہب ہے کہ اسرا مکہ سے بیت المقدس تک بجسدہ و بحالت بیداری ہوئی اور اُس کے بعد بروحہ ۔ جن لوگوں کا یہ مذہب ہے وہ مکہ سے بیت المقدس تک جانے کا نام اسرا رکھتے ہیں اور بیت المقدس سے آسمانوں اور سدرۃ المنتہےٰ تک جانے کا معراج ✦

اُن کی اس رائے کی تائید میں نہ قرآن مجید میں کچھ تصریح ہے اور نہ احادیث سے

وذهب بعضهم الى ان الاسراء كان في اليقظة والمعراج كان في النوم ۔۔ فان الله سبحانه وتعالى قال "سبحان الذي اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى" فلو وقع المعراج في اليقظة كان ذلك ابلغ في الذكر الى آخره ۔
(فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۰۱) ✦

اُس کی تصریح معلوم ہوتی ہے مگر فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ اسرا بیداری کی حالت میں ہوئی اور معراج سونے کی حالت میں اور اُن کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ "پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندہ کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک" اور اگر معراج جاگنے میں ہوتی تو اُس کا ذکر کرنا زیادہ بلیغ ہوتا ✦

اگرچہ اس بیان میں اسرا کے بجسدہ ہونے کا کچھ ذکر نہیں مگر لفظ فی الیقظۃ اسرا ہونے سے سمجھا جا سکتا ہے کہ بجسدہ فی الیقظۃ ہوئی تھی ✦

مگر اس دلیل کے ناکافی ہونے کے لئے اسی بات کا کہنا کافی ہے کہ بلاشبہ خدا نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (۳۳)	اور مت مار ڈالو اپنی اولاد کو ڈر سے افلاس کے ہم اُن کو رزق دیتے ہیں اور تم کو بیشک اُن کا مار ڈالنا ہے خطا بہت بڑی (یعنی بہت بڑا گناہ) (۳۳)

فرمایا ہے کہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ مگر اس میں کچھ ذکر یا اشارہ اس بات کا کہ اسرا بحالت بیداری اور بجسدہ ہوئی تھی نہیں ہے پس اس آیت سے اس بات پر کہ معراج بحالت بیداری ہوئی تھی استدلال نہیں ہو سکتا +

اس بیان سے جو فتح الباری میں ہے لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیت المقدس میں پہنچنے کے بعد سو رہے تھے اور اس کے بعد معراج یعنی عروج الی السموات سونے کی حالت میں ہوا تھا حالانکہ کسی حدیث سے نہیں پایا جاتا کہ آنحضرت بیت المقدس میں پہنچ کر سو رہے ہوں +

علاوہ اس کے ہم نے صورت اول کی بحث میں ظاہر کیا ہے کہ کوئی دلیل اس بات پر نہیں ہے کہ اسرا یا معراج بحالت بیداری و بجسدہ ہوئی تھی اور چونکہ اسرا بھی اسی کا ایک جزو ہے اس لئے اسرا کا بھی بحالت بیداری اور بجسدہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور اس کے لئے جداگانہ دلیلوں کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے +

تیسری صورت یعنی معراج کا جس میں اسرا بھی داخل ہے ابتدا سے انتہا تک بروحہ اور سونے کی حالت میں یعنی خواب میں ہونا

اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک قلیل گروہ علما و محدثین کا یہ مذہب ہے کہ معراج ابتدا سے انتہا تک سونے کی حالت میں ہوئی تھی یعنی وہ ایک خواب تھا جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا مگر اس کی دلیلیں ایسی قوی ہیں کہ جو شخص اُن پر غور کریگا وہ یقین کریگا کہ تمام واقعات معراج سونے کی حالت یعنی خواب میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھے تھے اور اس کے لئے یہ دلیلیں ہیں +

اول - دلالت النص یعنی خدا کا یہ فرمانا کہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً یعنی رات کو خدا اپنے بندہ کو لے گیا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خواب میں یہ امر واقع ہوئے تھے جو وقت عام طور پر انسانوں کے سونے کا ہے ورنہ "لیلاً" کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ اور ہم اس کی مثالیں بیان کرینگے کہ خواب کے واقعات بلا بیان اس بات کے کہ وہ خواب ہی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾	اور نہ پاس پھٹکو زنا کے بیشک وہ ہے بے حیائی اور بُری راہ ﴿۳۲﴾

بیان ہوئے ہیں کیونکہ خود وہ واقعات دلیل اس بات کی ہوتے ہیں کہ خواب کا وہ بیان ہے ✦

دوم ۔ خود اسی سورۃ میں خدا نے معراج کی نسبت فرمایا ہے " وماجعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس " یعنی ہم نے نہیں کیا اُس خواب کو جو تجھے دکھایا مگر آزمائش واسطے لوگوں کے۔ بخاری میں عبداللہ ابن عباس سے دو حدیثیں ہیں کہ اس آیت میں جس رؤیا کا ذکر ہے اُس سے معراج میں آنحضرت نے جو دیکھا وہ مراد ہے مگر اس مقام پر لفظ رویا کی نسبت جو قرآن مجید میں ہے اور لفظ عین کی نسبت جو عبداللہ ابن عباس کی روایت میں ہے بحث ہے جس کو ہم آئندہ بیان کرینگے اور ثابت کرینگے کہ رویا سے خواب ہی مراد ہے اور لفظ عین سے جو عبداللہ ابن عباس کی حدیث میں آیا ہے اُن معنوں میں کچھ تغیر نہیں ہوتا ✦

پہلی حدیث بخاری کی یہ ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے علی بن عبداللہ نے اُس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے عمر سے اُس نے عکرمہ سے اس نے ابن عباس سے کہ آیت " وماجعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس " میں لفظ رویا سے آنکھ کا دیکھنا مراد ہے جو رسول اللہ کو اسراء کی رات دکھایا گیا ✦

حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان عن عمرو عن عکرمۃ عن ابن عباس وماجعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس قال ھی رویا عین اریھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ الخ. (بخاری صفحہ ۶۸۶) ✦

دوسری حدیث بخاری کی یہ ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے حمیدی نے اُس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے اُس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عمر نے عکرمہ سے اُس نے ابن عباس سے کہ آیت " وماجعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس " میں لفظ رویا سے آنکھ کا دیکھنا مراد ہے جو رسول اللہ کو دکھایا گیا اُس رات جب کہ بیت المقدس لیجائے گئے ✦

حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا عمر عن عکرمۃ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ وماجعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس قال ھی رویا عین اریھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ الی بیت المقدس ۔ (بخاری صفحہ ۵۵۰) ✦

سوم ۔ مالک بن صعصعہ اور انس بن مالک کی حدیثیں جو بخاری اور مسلم میں مذکور ہیں اُن سے پایا جاتا ہے کہ معراج کے وقت آپ سوتے تھے اور اُن حدیثوں کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۵﴾	اور مت مارڈالو اس جان کو جس کو (مارڈالنا) حرام کیا ہے اللہ نے مگر ساتھ حق کے (یعنی بحق قصاص) اور جو کوئی مارا جاوے مظلوم ہو کر تو بیشک ہم نے کیا ہے اس کے ولی کے لئے غلبہ پھر نہ زیادتی کرے (کوئی) مار ڈالنے میں بیشک وہ (یعنی اس کا ولی) ہے مدد دیا گیا ﴿۳۵﴾

مندرجہ ذیل الفاظ ہیں ؎

مالک بن صعصعہ کی حدیثوں میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بینا انا عند البیت بین النائم والیقظان" ؎

انہی مالک بن صعصعہ کی ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ "بینما انا فی الحطیم وربما قال فی الحجر مضطجعًا" ؎

انس بن مالک کی حدیثوں میں ہے "فیما یری قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ" اور اسی حدیث کے آخر میں ہے "فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام" ؎

صحاح کی اور کسی حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ کسی وقت معراج کے اوقات میں آپ جاگتے تھے ؎

چہارم - معاویہ حسن - حذیفہ بن الیمان اور حضرت عایشہ کا مذہب تھا کہ اسرا یا معراج خواب میں ہوئی ہے ؎

مگر قاضی عیاض نے جو قول نقل کئے ہیں ان کے اوپر کچھ اعتراض بھی وارد کئے ہیں۔ خصوصاً حضرت عایشہ کے قول پر۔ مگر جب ہم اس حدیث کی تشریح کرینگے تو بیان کرینگے کہ وہ اعتراض صحیح نہیں ہے اور اس قدر ہم اب بھی یاد دلا دیتے ہیں کہ شفا قاضی عیاض میں حضرت عایشہ کا قول مذکور ہے اور جس میں "ما فقدت" کا لفظ بصیغہ متکلم آیا ہے وہ صحیح نہیں بلکہ صحیح لفظ ہے "ما فقد" بصیغہ مجہول۔ چنانچہ ہم اس کا اشارہ اوپر بھی کر چکے ہیں۔ اور بیان کر چکے ہیں کہ عینی شرح بخاری میں بجائے لفظ "ما فقدت" کے لفظ "ما فقد" چھاپا ہوا ہے اور مصحح شفا نے "ما فقد" کے لفظ کو اختیار کیا ہے۔ دیکھو ہماری تفسیر کا صفحہ ۱۲) ؎

بہرحال جن روایتوں سے معاویہ اور حسن اور حذیفہ بن الیمان اور حضرت عایشہ کا مذہب پایا جاتا ہے ان کو ہم بعینہ نقل کرتے ہیں ؎

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۖ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۖ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۷﴾

اور نہ پاس جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریق سے کہ وہی زیادہ اچھا ہے (یعنی اس کی حفاظت کے لئے) یہاں تک کہ وہ پہنچے اپنی جوانی کو اور پورا کرو عہد کو بیشک عہد پوچھا جاویگا (۳۶)

واختلف فی انہ کان فی الیقظة ام فی المنام فعن عائشة رضی اللہ عنہا انہا قالت واللہ ما فقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن عرج بروحہ وعن معاویة انما عرج بروحہ وعن الحسن کان فی المنام رؤیا رآھا واکثر الاقاویل بخلاف ذلک۔
(کشاف صفحہ ۵۰۰)

کشاف میں ہے کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ معراج جاگتے میں ہوئی یا سوتے میں حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا خدا کی قسم آنحضرت کا جسم غائب نہیں ہوا بلکہ ان کو روح کو معراج ہوئی اور معاویہ کا قول ہے کہ معراج بروحہ ہوئی۔ اور حسن سے منقول ہے کہ معراج ایک واقعہ تھا جو رسول خدا نے خواب میں دیکھا۔ اور اکثر قول اس کے برخلاف ہیں۔

وفی التفسیر الکبیر حکی عن محمد بن جریر الطبری فی تفسیرہ عن حذیفة انہ قال ذلک رؤیا وانہ ما فقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما اسری بروحہ وحکی ہذا القول عن عائشة وعن معاویة۔
(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۱۹۹)

اور تفسیر کبیر میں ہے کہ محمد بن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں حذیفہ بن الیمان کا قول لکھا ہے کہ واقعہ معراج ایک خواب تھا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم غائب نہیں ہوا۔ بلکہ ان کی روح کو معراج ہوئی اور یہی قول حضرت عائشہ اور معاویہ سے منقول ہے۔

قال ابن اسحاق وحدثنی بعض آل ابی بکر ان عائشة کانت تقول ما فقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن اللہ اسری بروحہ قال ابن اسحاق وحدثنی یعقوب بن عتبة بن المغیرة بن الاخنس ان معاویة بن سفیان کان اذا سئل عن مسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کانت رؤیا من اللہ صادقة فلم ینکر ذلک من قولہما لقول الحسن ان ہذہ الآیة نزلت فی ذلک قول اللہ عز وجل وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنة للناس ولقول اللہ عز وجل فی الخبر عن ابراہیم علیہ السلام اذ قال لابنہ یا بنی انی

اور سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے آل ابوبکر میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ رسول خدا کا جسم مبارک غائب نہیں ہوا بلکہ خدا ان کی روح مبارک کو معراج میں لے گیا تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس نے بیان کیا ہے کہ معاویہ بن سفیان سے رسول خدا کی معراج کا حال پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تمام واقعہ خدا کی طرف سے ایک سچا خواب تھا۔ دونوں کے اس قول کا کسی نے انکار نہیں کیا ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۷﴾	اور پورا کرو پیمانہ کو جس وقت کہ تم ناپو اور تولو ترازو سیدھی سے یہ بہتر ہے اور زیادہ اچھا ہے بلحاظ عاقبت کے ﴿۳۷﴾

ارى فى المنام انى اذبحك" ثم مضى على ذلك فعرفت ان الوحى من الله ياتى الانبياء ايقاظا ونياما قال ابن اسحق وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما بلغنى يقول تنام عينى وقلبى يقظان فالله اعلم اى ذلك كان قد جاءه وعاين فيه ما عاين من امر الله على اى حاليه كان نائما او يقظان كل ذلك حق وصدق (سيرة ابن هشام جلد اول صفحات ۲۶۵ و ۲۶۶ مطبوعہ لندن) +

کیونکہ حسن کا قول ہے کہ اسی معراج کے باب میں یہ آیت نازل ہوئی "وما جعلنا الرؤيا التى اريناك الا فتنة للناس" اور خدا نے ابراہیم علیہ السلام کا خواب بھی حکایتاً بیان کیا ہے "اذ قال لابنه يا بنى انى ارى فى المنام انى اذبحك" پھر اس پر عمل کیا اس لیے میں نے جان لیا کہ خدا کی طرف سے انبیاء پر خواب و بیداری دونوں میں وحی آتی ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول خدا فرماتے تھے کہ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا ہے۔ پس خدا ہی جانتا ہے کہ کس حالت میں وحی آنحضرت کے پاس آئی اور کس حالت میں دونوں حالتوں میں سے جو کچھ خدا کے حکم سے دیکھنا تھا دیکھا جاگتے میں یا سوتے میں اور یہ سب کچھ حق اور سچ ہے +

ثم اختلف السلف والعلماء هل كان الاسراء بروحه او جسده على ثلاث مقالات فذهبت طائفة الى انه اسراء بروحه وانه رؤيا منام مع اتفاقهم ان رؤيا الانبياء وحى وحق والى هذا ذهب معاويه وحكى عن الحسن والمشهور عنه خلافه واليه اشار محمد بن اسحاق وحجتهم قوله تعالى "وما جعلنا الرؤيا التى اريناك الا فتنة للناس" وما حكوا عن عايشة ما فقدت جسد رسول الله صلى الله عليه وسلم وقوله بينا انا نائم وقول انس وهو نائم فى المسجد الحرام وذكر القصة ثم قال فى آخره فاستيقظت وانا بالمسجد الحرام الخ - (شفا قاضی عیاض صفحہ ۰) +

شفا قاضی عیاض میں ہے کہ اگلے لوگوں اور عالموں کے اسرا کے روحانی یا جسمانی ہونے میں تین مختلف قول ہیں۔ ایک گروہ اسرا کے روح کے ساتھ خواب میں ہونے کا قائل ہے اور وہ اس پر بھی متفق ہیں کہ پیغمبروں کا خواب وحی اور حق ہوتا ہے معاویہ کا مذہب بھی یہی ہے حسن بصری کو بھی اسی کا قائل بتاتے ہیں لیکن اُن کا مشہور قول اس کے برخلاف ہے اور محمد ابن اسحاق نے اس طرف اشارہ کیا ہے اُن کی دلیل ہے خدا کا یہ فرمانا کہ "نہیں کیا ہم نے وہ خواب جو دکھایا تجھ کو مگر آزمائش واسطے لوگوں کے" اور حضرت عایشہ کا یہ قول کہ نہیں کھویا میں نے رسول اللہ کے جسم کو یعنی آپ کا جسم مبارک معراج میں نہیں گیا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (۳۸)	اور نہ پیروی کرو اُس چیز کی کہ نہیں ہے تجھ کو اُس کا علم بیشک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک اُن میں کا ہے کہ اُس سے پوچھا جاویگا (۳۸)

تھا اور آنحضرت کا یہ فرمانا کہ اس حالت میں کہ میں سوتا تھا اور انس کا یہ قول کہ آنحضرت اُس وقت مسجد حرام میں سوتے تھے پھر معراج کا قصہ بیان کرکے آخر میں کہا کہ میں جاگا اور اُس وقت مسجد حرام میں تھا۔الخ +

پنجم۔ اگر کسی حدیث میں ایسے امور بیان ہوں جو ایک طرح پر بداہت عقل کے برخلاف ہوں اور ایک طرح پر نہیں اور اگلے علما اور صحابہ کی رائیں مختلف ہوں کہ کوئی اس طرف گیا ہو اور کوئی اُس طرف تو بموجب اصول علم حدیث کے لازم ہے کہ اُس صورت کو اختیار کیا جاوے جو بداہت عقل کے مخالف نہیں ہے +

تصریح پہلی دلیل کی

اب ہم پہلی دلیل کی تصریح کرتے ہیں یہ جان لینا چاہئے کہ قرآن مجید اور نیز احادیث میں جب کوئی امر خواب کا بیان کیا جاتا ہے تو یہ لازم نہیں ہے کہ اُس سے پہلے یہ بھی بیان کیا جاوے کہ یہ خواب ہے کیونکہ قرینہ اور سیاق کلام اور نیز وہ بیان خود اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ وہ بیان خواب کا تھا مثلاً حضرت یوسف نے اپنے باپ سے اپنا خواب بیان کرتے وقت بغیر اس بات کے کہنے کے کہ میں نے خواب دیکھا ہے یوں کہا" یا ابت انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتہم لی سجدین " لیکن قرینہ اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ وہ خواب ہے اس لئے اُن کے باپ نے کہا" یا بنی لا تقصص رؤیاك علی اخوتك فیکیدو الك کیدا "۔ پس معراج کے واقعات خود اس بات پر دلالت کرتے تھے کہ وہ ایک خواب ہے اس لئے اس بات کا کہنا کہ وہ خواب ہے ضرور نہیں تھا بلکہ صرف یہ کہنا کہ رات کو اپنے بندہ کو لے گیا صاف قرینہ ہے کہ وہ سب کچھ خواب میں ہوا تھا +

اسی طرح چار حدیثیں عبد اللہ ابن عمر کی روایت سے مسلم میں موجود ہیں جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کعبہ کے پاس حضرت مسیح علیہ السلام اور مسیح دجال کے دیکھنے کا ذکر ہے اُن حدیثوں کے لفظ جیسا کہ روایت بالمعنی میں راویوں کے بیان میں ہوتا ہے کسی قدر مختلف ہیں مگر سب میں مسیح علیہ السلام اور مسیح دجال کے دیکھنے کا ایک ہی قصہ بیان ہوا ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت نے اس کو خواب میں دیکھا تھا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿۳۹﴾	اور مت چل زمین میں اکڑتا ہوا بیشک تو ہرگز نہ پھاڑیگا زمین کو اور ہرگز نہ پہنچیگا پہاڑ کے لمبانو کو ﴿۳۹﴾

اُن حدیثوں میں سے ایک حدیث کے ابتدا میں یہ لفظ ہیں " رایت عند الکعبۃ رجلا " یعنی میں نے دیکھا کعبہ کے پاس ایک شخص کو۔ پس اس میں سے کوئی اشارہ لفظی اس بات کا نہیں ہے کہ خواب میں دیکھا تھا مگر خود مضمون اس قصہ کا دلالت کرتا ہے کہ خواب میں دیکھا تھا اس لئے کسی ایسے لفظ کے لانے کی جس سے خواب کا اظہار ہو ضرورت نہ تھی ✦

دوسری حدیث کے شروع میں ہے " ارانی لیلۃ عند الکعبۃ " اس میں صرف لیلۃ کا لفظ اس بات کا مطلب ادا کرنے کو کافی سمجھا گیا ہے کہ آنحضرت نے خواب میں دیکھا تھا اسی طرح معراج کے قصہ میں خدا کا یہ فرمانا " اسری بعبدہ لیلا " اس بات کے اشارہ کے لئے کہ وہ خواب ہی کافی ہے اور بطور دلالت النص کے معراج کا روحانی یعنی خواب میں ہونا پایا جاتا ہے ✦

تیسری حدیث کے شروع میں یہ الفاظ ہیں " بینما انا نائم رایتنی اطوف بالکعبۃ " یعنی جب کہ میں سوتا تھا میں نے دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کرتا ہوں۔ انہی الفاظ کے مثل وہ لفظ ہیں جو بعض حدیثوں میں جن کو ہم لکھ چکے ہیں معراج کی نسبت آئے ہیں اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس کو خواب نہ سمجھیں ✦

چوتھی حدیث کے شروع میں یہ الفاظ ہیں " ارانی لیلۃ فی المنام عند الکعبۃ " یعنی ایک رات مجھ کو کعبہ کے پاس خواب میں دکھائی دیا۔ اس حدیث میں بالکل تصریح خواب کی اُس واقعہ کی نسبت موجود ہے جس سے کسی کو اس میں کلام نہیں رہتا کہ وہ قصہ خواب میں دیکھا تھا پس ہم کو اس باب میں شک کرنے کی کہ معراج کا واقعہ خواب میں ہوا تھا کوئی وجہ نہیں ہے ✦

تصحیح دوسری دلیل کی

اس دلیل میں جو ہم نے لکھا ہے " وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس " یہ آیت متعلق ہے معراج سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ معراج سے متعلق نہیں ہے۔ مگر ادنیٰ تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ آیت خاص اسی سورۃ میں ہے جس میں معراج کا ذکر ہے تو اس کو معراج سے متعلق نہ سمجھنے کی کوئی وجہ معقول نہیں ہے خصوصاً ایسی صورت میں کہ خود ابن عباس نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا (۴۰)	یہ سب باتیں ہیں بری تیرے پروردگار کے نزدیک ناپسند (۴۰)

اس آیت کو اسرا سے متعلق سمجھا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت بطور اظہار شکریہ اُس نعمت کے ہے جو خدا تعالےٰ نے معراج کے سبب قلب مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر انکشاف فرمائی تھی۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کا اور اُن قوموں کا ذکر کیا ہے جن کے لئے بطور امتحان و اطاعت فرمان باری تعالےٰ کچھ نشانیاں مقرر کی گئیں تھیں اور باوصف اس کے انھوں نے رسولوں سے انکار کیا۔ اور خدا کی نافرمانی کی۔ اسی موقع پر خدا نے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ ہم نے جو خواب تجھ کو دکھلایا ہے وہ بھی لوگوں کے امتحان کے لئے ہے کیونکہ وہ بھی نبوت کے شعبہ میں سے ہے۔ تاکہ امتحان ہو کہ کون اُس سے انکار کرتا ہے اور کون اس کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ اُس سے انکار کرنا بمنزلہ انکار رسالت اور تسلیم کرنا بمنزلہ تسلیم رسالت کے ہے۔

پس سیاق قرآن مجید پر نظر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلی آیت اور وہ دوسری

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا انہ ھو السمیع البصیر۔ وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس۔

آیت متصل اور پیوستہ ہیں یعنی خدا نے یوں فرمایا ہے۔ پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندہ کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک تاکہ دکھائیں ہم اُس کو کچھ اپنی نشانیاں بیشک وہ سننے والا ہے اور دیکھنے والا۔ اور نہیں کیا ہم نے وہ خواب جو دکھایا تجھ کو مگر آزمائش واسطے لوگوں کے۔

اور جن لوگوں نے اس آیت کو اُس رویا سے متعلق کیا تھا جس کا اشارہ سورہ فتح کی اس آیت میں ہے " لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق " اس کی تردید فتح الباری میں

وفی ذلک رد علی من قال المراد بالرویا فی ھذہ الآیۃ رؤیاہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ دخل المسجد الحرام المشار الیہا بقولہ تعالیٰ " لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق لتدخلن المسجد الحرام " قال ھذا القائل والمراد بقولہ " فتنۃ للناس " ما وقع من صد المشرکین لہ فی الحدیبیۃ عن دخول المسجد الحرام انتہی وھذا وان کان یمکن ان یکون مراد الآیۃ لکن الاعتماد فی تفسیرھا علی ترجمان القرآن اولی واللہ اعلم۔

(فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۱۷۱)

خود علامہ ابن حجر نے کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ابن عباس کی اس حدیث میں اُس شخص کا رد ہے جو اس آیت کے خواب سے رسول خدا کا مسجد حرام میں داخل ہونے کا خواب مراد لیتا ہے جس کا اشارہ آیت " لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق لتدخلن المسجد الحرام " میں ہے۔ اور کہتا ہے کہ " فتنۃ للناس " سے حدیبیہ میں رسول خدا کو مسجد حرام میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾	یہ (نصیحتیں) اُن میں سے ہیں جو وحی بھیجی ہے تیرے پاس تیرے پروردگار نے حکمت (کی باتوں) سے اور مت ٹھیرا اللہ کے ساتھ دوسرے کو معبود تو ڈالا جاویگا جہنم میں ملامت کیا گیا راندہ ہوا ﴿۳۹﴾

داخل ہونے سے مشرکین کا روکنا مراد ہے اگرچہ ممکن ہے کہ اس آیت سے یہی مراد ہو مگر قرآن کی تفسیر میں ترجمان القرآن (حدیث) پر اعتماد کرنا اولے ہے ×

مگر ہم کہتے ہیں کہ اس آیت کو سورہ فتح کی آیت مذکورہ سے کسی طرح کا بھی تعلق نہیں ہے۔ مگر ہم کو اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اکثر مفسرین نے بھی اس آیت کو معراج سے متعلق سمجھا ہے۔ جو کچھ اختلاف کیا ہے وہ رویا کے معنوں میں کیا ہے۔ جس پر ہم بحث کرینگے ×

چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ چوتھا قول جو صحیح تر اور اکثر مفسرین اس کے قائل ہیں

والقول الرابع وهو الاصح وهو قول اكثر المفسرين ان المراد بها ما اراه الله ليلة الاسراء واختلفوا في معنى هذه الرويا۔ (تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۲۲۹) ×	یہ ہے کہ رویا سے مراد وہ رویا ہے جو معراج کی رات خدا نے آنحضرت کو دکھایا۔ اور اس رویا کے معنی میں انہوں نے اختلاف کیا ہے ×

رویا کے اصلی لغوی معنی کسی چیز کو خواب میں دیکھنے کے ہیں۔ لسان العرب میں ہے "الرويا ما رايته في منامك" مگر کہا جاتا ہے کہ رویا کا اطلاق رویت یعنی جاگتے میں دیکھنے پر بھی آتا ہے چنانچہ لسان العرب میں ہے "وقد جاء رويا في اليقظة" اور اس پر راعی شاعر جاہلی کا یہ شعر سند میں پیش کیا ہے ×

فكبر للرويا وهش فؤاده

اس نظارہ کو دیکھ کر اس نے (تعجب سے) اللہ اکبر کہا اور اس کا دل خوش ہوا ×

وبشر نفسا كان قبل يلومها

اور اس نے اپنے نفس کو خوشخبری دی جس کو پہلے ملامت کرتا تھا ×

اور متنبی کے شعر کے اس مصرعہ کو بھی سند میں پیش کیا ہے ×

ورؤياك احلى في العيون من الغمض

تیرا دیدار آنکھوں میں نیند میں اونگھنے سے زیادہ لذیذ ہے ×

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿٤٠﴾	کیا پسند کیا ہے تم کو تمہارے پروردگار نے بیٹوں کے ساتھ اور اپنے لئے لیں ہیں فرشتوں میں سے بیٹیاں بیشک تم کہتے ہو بات بڑی ﴿٤٠﴾

حریری نے رویا کو بمعنی "رویت فی الیقظۃ" استعمال کرنا غلط بتایا ہے اور متنبی کے شعر پر اعتراض کیا ہے۔ اور درحقیقت متنبی کا ایسا درجہ نہیں ہے کہ اس کے کلام کو کلام جاہلیت کی طرح مستند مانا جائے +

حریری نے لکھا ہے۔ کہ لوگ کہتے ہیں میں فلاں کے رویا سے خوش ہوا اور اس سے اُس کا دیکھنا مراد لیتے ہیں۔ وہ اس محاورہ میں غلطی کرتے ہیں جیسے کہ ابو الطیب متنبی شاعر نے

ویقولون "سررت برؤیا فلان" اشارۃ الی مرآہ فیوھمون فیہ کما وھم ابو الطیب فی قولہ لبدر بن عمار وقد سامرہ ذات لیلۃ الی قطع من اللیل +	اپنے اس قول میں غلطی کی ہے جو بدر بن عمار سے کہا تھا اور اُس نے ایک رات کچھ دیر تک اُس سے باتیں کی تھیں اور اس شعر کا یہ ترجمہ ہے :-
مضی اللیل والفضل الذی لک لا یمضی	رات تمام ہو چکی ہے اور تیرے علم و فضل (کی داستان) تمام نہیں ہوتی ہے۔ اور تیرا
ورؤیاک احلی فی العیون من الغمض	دیدار آنکھوں میں اونگھنے سے زیادہ لذیذ ہے۔
والصحیح ان یقال سررت برؤیتک لان العرب تجعل الرؤیۃ لما یری فی الیقظۃ والرؤیا لما یری فی المنام کما قال سبحانہ اخبارا عن یوسف علیہ السلام "ھذا تاویل رؤیای من قبل" - (درۃ الغواص صفحہ ۵۹ و ۶۰) +	صحیح یہ ہے کہ اس محاورہ میں رویا کی جگہ رویت کا لفظ بولا جائے کیونکہ اہل عرب رویت کو جاگنے کی حالت میں دیکھنے پر اور رویا کو خواب دیکھنے کے موقع پر استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ خدا نے حکایۃً یوسف

علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا ہے "ھذا تاویل رؤیای من قبل" +

علامہ خفاجی درۃ الغواص کی شرح میں لکھتے ہیں کہ رُویا کے معنی میں اہل لغت کے

وفیہ ثلاثۃ اقوال لاھل اللغۃ احدھا ما ذکرہ المصنف والثانی انھا بمعنی یکونان یقظۃ ومناما والثالث ان الرؤیۃ عامۃ والرؤیا مختص لما یکون فی النوم بیقظۃ فقول المتنبی .... محتاج الی التاویل - (شرح درۃ الغواص صفحہ ۱۳۲) +	تین قول ہیں۔ ایک تو وہ جس کا ذکر مصنف نے کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ دونوں لفظوں (رویت اور رویا) کے ایک ہی معنی ہیں۔ جاگنے کی حالت پر بولے جائیں یا سونے پر۔ تیسرا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۳﴾

اور ہاں بیشک ہم نے ہر طرح سے بیان کیا اس قرآن میں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں اور نہیں زیادہ کرتا اُن کے لئے (کچھ) بجز نفرت کے ﴿۴۳﴾

قول یہ ہے کہ رؤیت عام ہے اور رؤیا رات کے دیکھنے سے اگرچہ حالت بیداری میں مخصوص ہے پس متنبی شاعر کا قول ...... تاویل کا محتاج ہے ✦

علامہ خفاجی نے راعی کے تین شعر نقل کئے ہیں کہ جن سے پورا مطلب معلوم ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن بری نے کہا ہے کہ رویا اگرچہ خواب کے معنوں میں ہے مگر اہل عرب اکثر جاگنے کی حالت میں دیکھنے پر بھی بولتے ہیں۔ اور یہ استعمال بطور مجاز کے مشہور ہے جیساکہ

وقال ابن البری الرویا وان کانت فی المنام فالعرب استعملتها فی الیقظة کثیرا فهو مجاز مشهور کقول الراعی۔

و مستنبہ تھوی مساقط راسہ
علی الرحل فی طخیاء طمس نجومها
رفعت لہ مشبوبة عصفت لھا
صبا تزدھیها مرة وتقیمها
فکبر للرویا و ھش فوادہ
وبشر نفسا کان قبل یلومها

وعلیہ اکثر المفسرین فی قولہ تعالٰی « وما جعلنا الرویا التی اریناك الا فتنة للناس» یعنی ما رأى لیلة المعراج یقظة علی الصحیح۔

(شرح درة الغواص خفاجی صفحہ ۱۴۲) ✦

راعی کا قول ہے۔ کتے کی آواز پر کان لگانے والا مسافر جس کا سر (نیند کی حالت میں) پالان پر گرتا ہے اندھیری رات میں جس کے تارے دھندلے ہیں۔ میں نے اس کے لئے آگ جلائی جس پر مشرق کی ہوا چلی جو کبھی اس کو ہلاتی ہے اور کبھی اُس کو بھڑکاتی ہے۔ اُس نے اس نظارہ کو دیکھ کر (تعجب سے) اللہ اکبر کہا اور اس کا دل خوش ہوا۔ اور اُس نے اپنے نفس کو خوشخبری دی جس کو پہلے ملامت کرتا تھا اور اسی پر اکثر مفسرین نے آیت "وما جعلنا الرویا التی اریناك الا فتنة للناس" میں رویا کی تفسیر کی ہے یعنی جو کچھ رسول خدا نے معراج کی رات جاگتے میں دیکھا۔ اور یہی معنی صحیح ہیں ✦

اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ لفظ رؤیا کے اُس چیز پر جو جاگنے کی حالت میں آنکھ سے دیکھی جائے۔ بولنے پر اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ حریری نے

واستدل بہ علی اطلاق لفظ الرویا علی ما یری بالعین فی الیقظة وقد انکرها الحریری تبعا لغیرہ و قالوا انما یقال رویا فی المنام واما التی فی الیقظة

اس استعمال کا اوروں کی طرح انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رویا سوتے میں اور رویت جاگتے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿٤٢﴾	(کہدے) اے پیغمبر اگر ہوتے اس کے ساتھ (یعنی خدا کے ساتھ) بہت سے معبود جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو اس وقت البتہ ڈھونڈ نکالتے عرش والے کی طرف کوئی رستہ (یعنی جھگڑا کرنے کا) ﴿٤٢﴾

فیقال رؤیۃ و ممن استعمل الرؤیا فی الیقظۃ المتنبی فی قولہ

ورؤیاک احلی فی العیون من الغمض

وھذا التفسیر یرد علی من خطاہ۔

(فتح الباری جلد ہشتم صفحہ ٣٠٢) ✦

میں کچھ دیکھنے پر بولا جاتا ہے۔ متنبی شاعر ان میں سے ہے جو رویا کو جاگتے میں دیکھنے پر استعمال کرتے ہیں۔ اس کا قول ہے کہ تیرا رویا (دیدار) آنکھوں میں نیند کے اونگھنے سے زیادہ لذیذ ہے اور اس تفسیر سے ان پر اعتراض آتا ہے جو اس کی خطا پکڑتے ہیں ✦

اس تمام بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی معنی رویا کے خواب میں دیکھنے کے ہیں اور رویت فی الیقظۃ پر مجازاً بولا جاتا ہے۔ جس کے لئے کوئی قرینہ لفظی یا عقلی یا حالی ایسا موجود ہو جس کے سبب مجازاً رویا کا استعمال رویت پر پایا جاتا ہو جیسا کہ راعی کے اول اشعار سے پایا جاتا ہے اور چونکہ مستنبح نیند میں غرق تھا اور اسی حالت میں اس نے آگ کا شعلہ دیکھا تھا تو لفظ رویا کا استعمال مجازاً رویت کے معنوں میں نہایت عمدہ تھا۔ مگر قرآن مجید میں جو لفظ رویا کا آیت " وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس " میں آیا ہے اس کا یہ حال نہیں ہے۔ پس اگر ہم تسلیم کریں کہ رویا کا اطلاق رویت فی الیقظۃ پر بھی ہوتا ہے تو یہ بھی کافی نہیں ہے بلکہ اس بات کا ثبوت بھی درکار ہے کہ اس آیت میں جو لفظ رویا آیا ہے اس سے بھی رویت فی الیقظۃ مراد ہے۔ آیت مذکورہ میں کوئی اشارہ یا کوئی قرینہ اس بات کا نہیں ہے کہ رویا سے رویت فی الیقظۃ مراد لیجائے بلکہ جب اس آیت کو پہلی آیت سے ملایا جاتا ہے جس میں " اسریٰ بعبدہٖ لیلا " یعنی رات کا لفظ ہے تو قرینہ اس بات کا ہوتا ہے کہ رویا سے خواب ہی مراد ہے نہ رویت فی الیقظۃ۔ خصوصاً اس صورت میں کہ قرآن مجید میں کسی جگہ رویا کا اطلاق رویت فی الیقظۃ پر نہیں آیا ✦

علما نے ابن عباس کی حدیث میں جو " رویا عین " کا لفظ آیا ہے تو لفظ عین پر بحث کی ہے اور اس کے سبب رویا کو رویت فی الیقظۃ قرار دیا ہے چنانچہ کرمانی شارح بخاری نے ابن عباس کی حدیث کی نسبت لکھا ہے

رؤیا عین قید بہ للاشعار بان الرؤیا بمعنی الرؤیۃ فی الیقظۃ لا رؤیا النائم۔

(حاشیہ بخاری صفحہ ٥٥٠) ✦

کہ رویا کے ساتھ لفظ عین کی قید اس لئے لگائی ہے تاکہ معلوم ہو کہ رویا سے رویت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾	پاک ہے وہ اور برتر ہے اس سے جو وہ کہتے ہیں برتر ہونا بہت بڑا ﴿۴۳﴾

فی الیقظة مراد ہے۔ نہ رویا یعنی خواب ✦

اور پھر کرمانی نے لکھا ہے کہ عین کی قید سے جو رویا کے ساتھ ہے اس بات کا

انما قید الرویا بعین اشارۃ الی انہا فی — اشارہ ہے کہ اس سے جاگتے میں دیکھنا

الیقظة والی انہا لیست بمعنی العلم۔ — مراد ہے۔ اور وہ علم کے معنی میں نہیں

(حاشیہ بخاری صفحہ ۶۸۶) ✦ — ہے ✦

اور شفا قاضی عیاض میں لکھا ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ رویا سے آنکھ کا دیکھنا

قال ابن عباس ہی رویا عین راٰہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم — مراد ہے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے

لا رویا منام (شفا صفحہ ۱۰۸) ✦ — دیکھا نہ خواب کا دیکھنا ✦

واضح ہو کہ ابن عباس کی حدیث میں الفاظ " لا رویا منام " کے نہیں ہیں۔ جن کے معنی یہ ہیں کہ " وہ دیکھنا سونے کی حالت میں نہیں ہے " ✦

اگر اس امر کے ثبوت کا مدار کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک معراج " فی الیقظة " ہوئی صرف اسی حدیث پر ہے تو ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ ان کا مذہب یہ تھا کہ معراج " فی الیقظة " ہوئی کیونکہ اگر حضرت ابن عباس کا یہ مذہب تھا جیسا کہ قاضی عیاض نے قرار دیا ہے کہ اسرا یا معراج بحالت یقظہ ہوئی تھی تو صاف فرماتے " ہی رویا فی الیقظة " یا " رویہ فی الیقظة اریہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیلة اسری بہ الی بیت المقدس " اس صاف لفظ کو چھوڑ کر ایک ایسے لفظ کو اختیار کرنے کی جس کے معنی یقظہ کے نہیں ہیں اور اگر بہت کوشش کی جائے تو اس سے بطور دلالت التزامی کے یقظہ کے معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی ✦

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ سلف سے علما اور صحابہ کو اس میں اختلاف ہے کہ واقعات معراج بحالت بیداری ہوئے تھے یا خواب میں۔ لیکن اگر قید لفظ " عین " کی جو ابن عباس کی حدیث میں ہے۔ ایسی صاف ہوتی جس سے " رویت فی الیقظة " سمجھی جاتی تو علما میں اختلاف نہ ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ قید لفظ " عین " سے " رویت فی الیقظة " کا سمجھنا ایسا صاف نہیں ہے جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے ✦

عین کے معنی لغت میں " حقیقة الشی " کے ہیں۔ لسان العرب میں لکھا ہے اہل عرب کے

العین عند العرب حقیقة الشی یقال جاء بالامر — نزدیک عین کسی چیز کی حقیقت پر بولا جاتا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾	تسبیح کرتے ہیں اس کے لئے ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی اُن میں ہے اور نہیں کوئی چیز مگر تسبیح کرتی ہے ساتھ اس کی تعریف کے لیکن تم نہیں سمجھتے اُن کی تسبیح کو بیشک وہ ہے بردبار بخشنے والا ﴿۴۴﴾

من صاحبہ ای من فصہ وحقیقتہ وجاء بالحق بعینہ ای خالصا واضحا (لسان العرب جلد ۱۷ صفحہ ۱۸۰) ✦ کہتے ہیں کہ وہ اس کام کو عین صافی سے لایا یعنی اس کام کی اصلیت اور حقیقت سے اور حق کو بعینہ لایا یعنی خالص اور روشن حق کو لایا ✦

پس حضرت ابن عباس کا یہ فرمانا کہ رؤیا عین - اس کے معنی ہیں " رؤیا حقیقۃ لان رویا الانبیاء حق و وحی " اور اس لئے ہمارے نزدیک ابن عباس کی حدیث میں رویا کے ساتھ جو عین کے لفظ کی قید لگائی ہے اُس سے رویا کے معنوں کو تبدیل کرنا اور لفظ رؤیا کو جو قرآن مجید میں آیا ہے بلاکسی قرینہ کے جو قرآن مجید میں موجود نہیں ہے - مجازی معنوں میں لینا مقصود نہیں ہے بلکہ اُس سے رؤیا کے صحیح اور واقعی اور حق ہونے کی تاکید مراد ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ خواب وہم وخیال یا اضغاث احلام میں سے نہیں ہے - بلکہ درحقیقت خواب میں جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا وہ سچ اور حق ہے - کیونکہ انبیا کے تمام خواب حق اور سچ ہوتے ہیں پس لفظ عین کی قید سے لازم نہیں آتا کہ حالت بیداری میں دیکھا ہو ✦

ہمارے اس قول کی تائید میں ابن قیم کا یہ قول زاد المعاد میں ہے کہ صحابہ میں اختلاف

واختلف الصحابۃ هل رای ربہ تلک اللیلۃ ام لا فصح عن ابن عباس انہ رای ربہ وصح عنہ انہ قال راہ بفوادہ - (زاد المعاد جلد اول صفحہ ۳۰۱) ✦ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں خدا کو دیکھا تھا یا نہیں ابن عباس کی روایت ہے کہ دیکھا تھا مگر صحیح یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ آنحضرت نے خدا کو اپنے دل سے دیکھا تھا یعنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور یہ پوری دلیل ہے کہ اُن کی روایت میں لفظ عین سے آنکھ کا دیکھنا مراد نہیں ہے ✦

اگر ہماری یہ رائے صحیح نہ ہو اور ابن عباس نے عین کا لفظ رویا کے ساتھ اسی مقصد سے بولا ہو کہ رؤیا سے رؤیت بالعین فی الیقظۃ مراد ہے - تو وہ بھی منجملہ اس گروہ کے ہونگے جو معراج فی الیقظۃ کے قائل ہوئے ہیں - مگر ہم اُس گروہ میں ہیں جو واقعہ معراج کو حالت خواب میں تسلیم کرتے ہیں - اور ہمارے نزدیک خواب ہی میں ماننا لازم ہے - جس کی وجہ ہم پانچویں دلیل کی تصریح میں بیان کرینگے ✦

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿۴۵﴾	اور جس وقت تو قرآن کو پڑھتا ہے تو کر دیتے ہیں ہم تیرے درمیان میں اور اُن لوگوں کے درمیان میں جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر ایک پردہ چھپا ہوا ﴿۴۵﴾

شاہ ولی اللہ صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معراج میں جانا "بجسد برزخی بین المثال والشہادۃ" بیان کیا تھا۔ اور ہم نے کہا تھا کہ ہم اس کا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ اسی طرح ابن قیم نے زاد المعاد میں بیان کیا ہے کہ صرف روح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج میں گئی تھی۔ اور جسد نہیں گیا۔ اور اسی طرح پر روح گئی تھی جس طرح پر انسان کی روح مرنے کے بعد جاتی ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ انسان کی روح نکلنے کے بعد انسان مر جاتا ہے مگر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی روح جانے کے بعد آنحضرت فوت نہیں ہوئے تھے۔ اگرچہ یہ رمز بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی لیکن اس کا نتیجہ بھی یہ ہے کہ ابن قیم بھی بجسدہ معراج کا قائل نہیں ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب کی رائے کا ماخذ بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال جو کچھ ابن قیم کی رائے ہے ہم اس کو اس مقام پر بجنسہ نقل کرتے ہیں +

وقد نقل ابن اسحاق عن عائشة ومعاوية انهما قالا انما كان الاسراء بروحه ولم يفقد جسده ونقل عن الحسن البصري نحو ذلك ولكن ينبغي ان يعلم الفرق بين ان يقال كان الاسراء مناما وبين ان يقال كان بروحه دون جسده وبينهما فرق عظيم وعائشة ومعاوية لم يقولا كان مناما وانما قالا اسرى بروحه ولم يفقد جسده وفرق بين الامرين فان ما يراه النائم قد يكون امثالا مضروبة للمعلوم في الصور المحسوسة فيرى كانه قد عرج به الى السماء وذهب به الى مكة واقطار الارض وروحه لم تصعد ولم تذهب انما ملك الرؤيا ضرب له المثال والذين قالوا عرج برسول الله صلى الله عليه وسلم طائفتان طائفة قالت عرج بروحه وبدنه وطائفة قالت عرج بروحه ولم يفقد بدنه وهؤلاء لم يريدوا ان المعراج كان مناما وانما ارادوا ان الروح ذاتها اسرى بها وعرج بها حقيقة وباشرت من جنس ما تباشر بعد المفارقة وكان حالها في ذلك كحالها بعد المفارقة في صعودها

ابن اسحاق نے حضرت عائشہ اور معاویہ کا مذہب یہ بتایا ہے کہ معراج میں آنحضرت کی روح گئی تھی اور جسم غائب نہیں ہوا اور حسن بصری کا مذہب بھی یہی بتایا ہے لیکن اس قول میں کہ اسرا خواب میں ہوئی تھی اور اس قول میں کہ اسرا روح کے ساتھ ہوئی تھی نہ جسم کے ساتھ فرق جاننا چاہئے اور دونوں میں بڑا فرق ہے حضرت عائشہ اور معاویہ نے یہ نہیں کہا کہ اسرا خواب میں ہوئی تھی بلکہ انہوں نے کہا کہ اسرا روح کے ساتھ ہوئی تھی اور رسول خدا کا جسم اسرا میں نہیں گیا اور دونوں میں فرق ہے کیونکہ سونے والا جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے وہ حقیقت میں ایک معلوم چیز کی مثالیں ہیں جو محسوس شکلوں میں اس کو دکھائی دیتی ہیں وہ دیکھتا ہے کہ گویا آسمان پر چڑھ گیا

وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ﴿۴۸﴾

اور کر دیتے ہیں ہم اُن کے دلوں پر ڈھکن ایسا نہ ہو کہ اُن کو سمجھ سکیں اور اُن کے کانوں میں ٹھینٹے ﴿۴۸﴾

الى السماء سماء سماء حتى ينتهى بها الى السماء السابعة فتقف بين يدى الله عز وجل فيامر فيها بما يشاء ثم تنزل الى الارض فالذى كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة الاسراء اكمل مما يحصل للروح عند المفارقة ومعلوم ان هذا امر فوق ما يراه النائم لكن لما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فى مقام خرق العوائد حتى شق بطنه وهو حى لا يتألم بذلك عرج بذات روحه المقدسة حقيقة من غير اماتة ومن سواه لا ينال بذات روحه الصعود الى السماء الا بعد الموت والمفارقة فالانبياء انما استقرت ارواحهم هناك بعد مفارقة الابدان وروح رسول الله صلى الله عليه وسلم صعدت الى هناك فى حال الحيوة ثم عادت وبعد وفاته استقرت فى الرفيق الاعلى مع ارواح الانبياء ومع هذا فلها اشراف على البدن واشراق وتعلق به بحيث يرد السلام على من سلم عليه وبهذا التعلق رأى موسى قائما يصلى فى قبره ورآه فى السماء السادسة ومعلوم انه لم يعرج بموسى من قبره ثم رد اليه وانما ذلك مقام روحه واستقرارها وقبره مقام بدنه واستقراره الى يوم معاد الارواح الى اجسادها فرآه يصلى فى قبره ورآه فى السماء السادسة كما انه صلى الله عليه وسلم فى ارفع مكان فى الرفيق الاعلى مستقر هناك وبدنه فى ضريحه غير مفقود واذا سلم عليه المسلم رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام ولم يفارق الملأ الاعلى ومن كثف ادراكه وغلظت طباعه عن ادراك هذا فلينظر الى الشمس فى علو محلها وتعلقها وتأثيرها فى الارض وحيوة النبات والحيوان بها هذا وشأن الروح فوق هذا فلها شأن وللابدان شأن وهذه النار تكون فى محلها وحرارتها تؤثر فى الجسم البعيد عنها مع ان الارتباط والتعلق الذى بين الروح والبدن اقوى واكمل من ذلك واتم

اور مکہ اور دنیا کے اور اطراف میں چلا گیا ہے۔ حالانکہ اس کی روح نہ چڑھی نہ کہیں گئی۔ بلکہ خواب کے غلبہ نے اُس کی نظر میں ایک صورت بنا دی۔ جو لوگ رسول خدا کے معراج کے قائل ہیں۔ ان کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ رسول خدا کی روح اور بدن دونوں کو معراج ہوئی۔ دوسرا کہتا ہے کہ معراج میں اُن کی روح گئی تھی بدن نہیں گیا۔ اور اس سے اُن کی یہ مراد نہیں ہے کہ معراج خواب میں ہوئی بلکہ اُن کی مراد یہ ہے کہ خود آنحضرت کی روح اسرا میں گئی اور حقیقت میں اُسی کو معراج ہوئی۔ اور اُس نے وہی کام کیا جو بدن سے جدا ہونے کے بعد روح کرتی ہے اور اس واقعہ میں اس کا حال ایسا ہوا جیسا کہ بدن سے جدا ہونے کے بعد روح ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر جاتی ہے یہاں تک کہ ساتویں آسمان پہ پہنچتی اور خدا کے سامنے ٹھہر جاتی ہے۔ پھر خدا جو چاہتا ہے اس کو حکم کرتا ہے پھر زمین پر اترتی ہے پس جو حال رسول خدا کا معراج میں ہوا وہ اس سے زیادہ کامل تھا جو روح کو بدن چھوڑنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ حال اس کیفیت سے جو سونے والا خواب میں دیکھتا ہے بالاتر ہے لیکن چونکہ رسول خدا نے اپنے (بلند) مرتبہ کے سبب بہت سے نظرت کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

اور جس وقت تو یاد کرتا ہے اپنے رب کو قرآن میں اکیلا تو وہ پیٹھ کر کے پھر جاتے ہیں بھاگتے ہوئے ﴿۴۶﴾

فشان الروح اعلی من خلك والطف
فغض العیون الرمد ایاك ان تری
سنا الشمس استغشی ظلام اللیالیا
(زاد المعاد ابن قیم جلد اول صفحہ ۳۰۱ و ۳۰۲-۳۰۳) ✦

قاعدوں کو توڑا یہاں تک کہ زندگی میں اُن کا پیٹ چاک کیا گیا اور اُن کو تکلیف نہ ہوئی اس لئے حقیقت میں بدون مرنے کے خود اُن کی روح مقدس کو معراج ہوئی - اور جو اُن کے سوا ہیں اُن میں سے کسی کی روح بدون مرنے اور بدن چھوڑنے کے آسمان پر صعود نہیں کرتی - انبیا کی روحیں اس مقام پر بدن سے جدا ہونے کے بعد پہنچتی ہیں - اور رسول خدا کی روح زندگی ہی میں اس مقام تک گئی اور واپس آ گئی - اور بعد وفات کے دیگر انبیا کی روحوں کے ساتھ مقام "رفیق اعلیٰ" میں ہے اور باوجود اس کے بدن پر اس کا پرتو اور اس کی اطلاع اور اُس کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ رسول خدا ہر ایک کے سلام کا جواب دیتے ہیں - اور اسی تعلق کے سبب سے رسول خدا نے موسٰی کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور پھر اُن کو چھٹے آسمان پر بھی دیکھا - اور یہ سب کو معلوم ہے کہ نہ موسٰی نے قبر سے صعود کیا نہ واپس آئے - بلکہ وہ اُن کی روح کا مقام اور اُس کے ٹھیرنے کی جگہ ہے اور قبر اُن کے بدن کا مقام اور اُس کے ٹھیرنے کی جگہ ہے جب تک کہ روحیں دوبارہ بدنوں میں آئینگی - اسی لئے رسول خدا نے اُن کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور پھر چھٹے آسمان پر دیکھا - جیسا کہ خود رسول خدا (کی روح) "رفیق اعلیٰ" میں ایک بلند مقام پر ہے - اور اُن کا بدن قبر میں موجود ہے اور جب کوئی مسلمان اُن پر درود و سلام بھیجتا ہے خدا اُن کی روح کو بدن میں واپس بھیجتا ہے تاکہ اُس کے سلام کا جواب دیں حالانکہ پھر بھی رسول خدا (کی روح) ملاء اعلیٰ سے جدا نہیں ہوتی - اور جس شخص کی عقل تاریک اور طبیعت اس بات کے سمجھنے سے عاجز ہے - وہ دیکھے کہ آفتاب بہت بلندی پر ہے اور اُس کا تعلق اور تاثیر زمین میں اور نباتات اور حیوان کی زندگی میں ہے - تو روح کا حال تو اس سے بالاتر ہے - کیونکہ روح کا مدل درجے اور اجسام کا حال اور - یہی آگ اپنی جگہ میں ہوتی ہے اور اس کی گرمی اُس جسم میں سرایت کرتی ہے جو اس سے دُور ہے حالانکہ جو ربط اور تعلق روح اور بدن کے درمیان ہے وہ اس سے زیادہ لطیف اور بالاتر ہے - درد بھری آنکھوں سے کہدے کہ آفتاب کی روشنی کو دیکھنے سے بچو - ورنہ راتوں کا اندھیرا چھا جائیگا ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا (۵۰)	ہم خوب جانتے ہیں اس چیز کو جسے وہ سنتے ہیں جب وقت کہ کان رکھتے ہیں تیری طرف اور جس وقت کہ وہ بھید کی باتیں کرتے ہیں جس وقت کہ کہتے ہیں ظالم کہ تم نہیں پیروی کرتے مگر ایک آدمی جادو کئے گئے کی (۵۰)

تصریح تیسری دلیل کی

جو الفاظ کہ مالک بن صعصعہ کی حدیثوں میں ہیں "انا عند البیت بین النائم والیقظان" اور ایک حدیث میں ہے "فی الحجر مضطجعا" اور انس بن مالک کی حدیث میں ہے "تنام عینہ ولا ینام قلبہ" اور اس حدیث کے آخر میں ہے "فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام" یہ صاف دلیلیں اس بات کی ہیں کہ اسرا اور معراج سونے کی حالت میں ہوئی تھیں ۔

مالک بن صعصعہ کی حدیثوں پر تو کسی شخص نے اعتراض نہیں کیا مگر انس بن مالک کی حدیث پر جس کے راویوں میں سے ایک راوی شریک بھی ہے اعتراض کیا ہے اور اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ تین فرشتے وحی آنے سے پہلے رسول خدا کے پاس آئے اور وہ مسجد حرام میں سوتے تھے۔ اس کے بعد بیان کیا ہے کہ ایک دوسری رات کو فرشتے آئے ایسی حالت میں جب کہ رسول خدا کا دل دیکھتا تھا اور آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگتا تھا۔ پس اس حدیث میں دو نقص ہیں اول تو تزلزل ہے بیان میں۔ دوسرے یہ کہ وحی آنے سے پہلے فرشتوں کا آنا بیان ہوا ہے۔ مگر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ پہلا جملہ ایک الگ واقعہ کا بیان ہے اور دوسرا جملہ جس میں "فیما یری قلبہ وتنام عینہ" آیا ہے وہ بیان ہے اسرا اور معراج کا۔ چنانچہ عینی شرح بخاری میں لکھا ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ شریک کی روایت میں چند غلطیاں ہیں جن کا علما نے انکار کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے کہا ہے کہ معراج وحی آنے سے پہلے ہوئی اور یہ غلط ہے کسی نے اس پر اتفاق نہیں کیا اور علما باہم اس پر بھی متفق ہیں کہ نماز کا فرض ہونا معراج کی رات میں ہوا۔ پس معراج کیونکر وحی آنے سے پہلے ہو سکتی ہے ...... خطابی۔ ابن حزم۔ عبد الحق

قال النووي جاء في رواية شريك اوهام انكرها العلماء من جملتها انه قال ذلك قبل ان يوحى اليه وهو غلط لم يوافق عليه وايضاً العلماء اجمعوا على ان فرض الصلوة كان ليلة الاسراء فكيف يكون قبل الوحي ...... وانكرها الخطابي وابن حزم وعبد الحق والقاضي عياض والنووي ... وقد صرح هؤلاء الائمة المذكورون بان شريكا تفرد بذلك ...... قوله فلم يرهم بعد ذلك حتى اتوه ليلة اخرى لم يعين المدة التي بين المجيئين فيحمل على ان المجيء الثاني كان بعد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾	دیکھ کس طرح وہ گھڑتے ہیں تیرے لئے مثالیں پھر وہ گمراہ ہوئے پھر نہیں پا سکتے رستہ ﴿۵۱﴾

الوحی الیہ وحینئذ وقع الاسراء والمعراج واذا کان بین المجیئین مدۃ فلا فرق بین ان تکون تلک المدۃ لیلۃ واحدۃ او لیالی کثیرۃ او عدۃ سنین وبھذا ینتفع الاشکال عن روایۃ شریک ویحصل الوفاق ان الاسراء کان فی الیقظۃ بعد البعثۃ وقبل الھجرۃ فیسقط تشنیع الخطابی وابن حزم و غیرھما بان شریکا خالف الاجماع فی دعواہ ان المعراج کان قبل البعثۃ۔

(عینی جلد ۱۱ صفحہ ۶۰۲ و ۶۰۳) ◆

قاضی عیاض اور امام نووی نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور انہوں نے صاف کہدیا ہے کہ شریک اس بات میں اکیلا ہے ◆ ◆ ◆ ◆ ◆ ◆ ◆ ◆ ◆ راوی کا یہ قول کہ اس کے بعد ان کو کسی نے نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ رسول خدا کے پاس دوسری رات آئے۔ اس میں اس نے دونوں دفعہ آنے میں جو مدت گذری اس کو بیان نہیں کیا ہے۔ پس خیال کیا جائیگا کہ دوسری دفعہ کا آنا وحی آنے کے بعد ہوا۔ اور اُس وقت اسرا اور معراج واقع ہوئی۔ اور اگر دونوں دفعہ کے آنے میں کوئی مدت ہے تو کوئی فرق نہیں ہے اس میں کہ وہ مدت ایک رات ہو یا بہت سی راتیں ہوں یا چند سال ہوں۔ اور اس سے شریک کی روایت میں جو اشکال پیدا ہوتا ہے۔ وہ اُٹھ جاتا ہے۔ اور اس بات پر اتفاق کا ہونا نکلتا ہے کہ اسرا جاگتے میں بعد نبوت کے اور قبل ہجرت کے ہوئی۔ پس خطابی۔ ابن حزم اور دیگر معترضین کی یہ ملامت دور ہو جاتی ہے کہ شریک نے اجماع اُمت کو اپنے اس دعوے سے توڑا ہے کہ معراج نبوت سے پہلے ہوئی ◆

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ پہلا واقعہ ایک رات کا ہے جس میں نہ معراج ہوئی ہے نہ کچھ اور واقعہ ہوا ہے۔ اور اُس رات فرشتے آئے اور صرف دیکھ کر چلے گئے اور اُسی کی نسبت شریک نے بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ قبل وحی کا ہے۔ دوسرا جملہ متعلق ہے اسرا اور معراج سے جیسا کہ عینی نے بیان کیا ہے اس صورت میں شریک کی حدیث میں اور اور قولوں میں کہ اسرا بعد نبوت ہوئی تھی کچھ اختلاف باقی نہیں رہتا لیکن عینی نے جو یہ بیان کیا ہے کہ "ویحصل الوفاق ان الاسراء کان فی الیقظۃ بعد البعثۃ" اس جملہ کا پہلا حصہ غلط ہے اس لئے کہ اس بات میں اتفاق نہیں ہوا کہ اسرا فی الیقظۃ تھی بلکہ اس دوسرے جملہ بھی صاف بیان کیا گیا ہے۔ "فیما یری قلبہ ولا تنام عینہ ولا ینام قلبہ" اور تمام قصہ معراج کا بیان کرنے کے بعد حدیث کے اخیر میں بیان کیا ہے "فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام" یعنی ان تمام واقعات کے بعد آنحضرت جاگے اور وہ مسجد حرام میں تھے۔ پس کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ ان حدیثوں سے صاف ثابت ہو سکتا ہے کہ اسرا اور معراج ابتدا سے انتہا تک سونے کی حالت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقَالُوٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿۵۲﴾	اور اُنہوں نے کہا کہ کیا جب ہو جائینگے ہڈیاں اور گلی ہوئی کیا ہم پھر اُٹھائے جاوینگے نئی پیدائش میں ﴿۵۲﴾

میں ہوئی تھی اور وہ ایک خواب تھا جو رسول خدا نے دیکھا ◆

اور عینی میں جو یہ بات لکھی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ کہا جاے کہ آنحضرت شروع معراج

فیمکن ان یقال کان فی اول الامر واخرہ فی النوم ولیس فیہ ما یدل علی کونہ نائما فی القصۃ کلھا ◆ (عینی جلد ۱۱ صفحہ ۶۰۳) ◆

اور آخر معراج میں سوتے تھے اور اس حدیث میں کوئی دلیل اس بات پر نہیں ہے کہ رسول خدا کل قصہ میں سوتے رہے ◆

ایسی بودی اور ضعیف ہے کہ کوئی شخص بھی اس پر کان نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ درمیان معراج کے کسی وقت آنحضرت جاگ اُٹھے تھے بلکہ کسی حدیث میں آنحضرت کے جاگتے ہونے کا اشارہ بھی نہیں ہے ◆

مالک بن صعصعہ کی حدیث میں جو یہ الفاظ ہیں "بین النائم والیقظان" اس کی نہایت عمدہ تشریح انس بن مالک کی حدیث سے ہوتی ہے جس میں بیان ہے "فیما یری قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ" اور تمام انبیا کا سونے میں یہی حال ہوتا ہے۔ ظاہر میں آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے ◆

تصریح چوتھی دلیل کی

ہم سمجھتے ہیں کہ اس دلیل کی زیادہ تصریح کرنے کی ہم کو چنداں ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ جن صحابہ کا مذہب یہ تھا کہ جسم مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معراج میں نہیں گیا تھا بلکہ معراج سونے کی حالت میں بالروح ہوئی تھی اُن کے نام مع اُن کی اقوال کی سند کے ہم نے لکھ دئیے ہیں اور اس لئے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے مگر شفا قاضی عیاض نے مندرجہ حاشیہ نام اُن لوگوں کے لکھے ہیں جن کا مذہب یہ ہے کہ معراج بجسدہ فی الیقظۃ ہوتی تھی۔ ان میں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسامہ بن زید۔ انس بن مالک۔ جابر بن عبد اللہ۔ حذیفہ بن الیمان۔ عبد اللہ بن عباس۔ عبد اللہ بن مسعود۔ عمر بن الخطاب۔ مالک بن صعصعہ اور ابو ہریرہ تو صحابی ہیں اور باقی تابعی وغیرہ۔

عبد اللہ ابن عباس۔ جابر بن عبد اللہ۔ انس بن مالک۔ حذیفہ بن الیمان۔ عمر بن الخطاب۔ ابو ہریرہ۔ مالک بن صعصعہ۔ ابو حبۃ البدری۔ عبد اللہ بن مسعود۔ ضحاک۔ سعید ابن جبیر۔ قتادہ۔ ابن المسیب۔ ابن شہاب۔ ابن زید۔ حسن۔ ابراہیم۔ مسروق۔ مجاہد۔ عکرمہ۔ ابن جریج۔ (شفا قاضی عیاض صفحہ ۹۰) ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ كُونُوا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا	کہدے (اے پیغمبر) کہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا

مگر ہم کو نہیں معلوم کہ قاضی عیاض نے جو اُن کا مذہب قرار دیا ہے۔ اُس کی کیا سند ہے اور کہاں سے اُس نے استنباط کیا ہے ✦

انس بن مالک اور مالک بن صعصعہ دو صحابیوں کی حدیثیں ہم نے اوپر نقل کی ہیں۔ جن کی حدیثوں میں خود الفاظ "انا نائم" اور " بین النائم والیقظان " اور " فی الحجر مضطجعا " اور " فیما یری قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ " اور " ثم استیقظ وھو فی المسجد الحرام " موجود ہیں۔ جن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اُن کے نزدیک معراج بحالت نوم ہوئی تھی پس معلوم نہیں ہوتا کہ اُن دونوں صحابیوں کے نام قاضی عیاض نے اُن لوگوں کی فہرست میں کیوں داخل کئے ہیں جن کا مذہب بجسدہٖ اور فی الیقظۃ ہونے کا ہے ✦

مالک بن صعصعہ اور انس بن مالک کی حدیثوں میں قتادہ بھی ایک راوی ہیں۔ پھر وہ کسی طرح اُن لوگوں کی فہرست میں داخل نہیں ہو سکتے۔ جو معراج کے بجسدہٖ اور فی الیقظۃ ہونے کے قائل ہیں ✦

سوا صحاح کے اور کتب حدیث میں جو حدیثیں ہیں اُن پر بھی ہم نے سرسری طور سے نظر ڈالی ہے سوا ایک حدیث کے جو بیہقی میں ہے اور جس میں یہ الفاظ ہیں۔ " بینما انا نائم عشاءً فی المسجد الحرام اذ اتانی آتٍ فایقظنی فاستیقظت " یعنی میں عشا کے وقت مسجد الحرام میں سوتا تھا کہ ایک آنے والا آیا اُس نے مجھ کو جگایا اور میں جاگا۔ اور کسی حدیث میں جاگتے یا سوتے ہونے کا کچھ ذکر نہیں۔ پس ایسی حدیثوں سے اس بات پر استدلال کرنا کہ اُن کے راویوں کا مذہب یہ ہے کہ معراج بجسدہٖ اور فی الیقظۃ ہوئی تھی۔ کسی طرح پر صحیح نہیں ہے۔ علاوہ اس کے بیہقی اور دیگر کتب کی حدیثیں جو صحاح میں داخل نہیں ہیں لائق وثوق اور قابل احتجاج نہیں ہیں۔ پس قاضی عیاض نے جو فہرست لکھی ہے اُس کا ماخذ ایسا نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جا سکے ✦

تصریح پانچویں دلیل کی

یہ دلیل اس امر سے علاقہ رکھتی ہے کہ اگر عقل اور نقل میں بظاہر اختلاف پایا جاتا ہو تو نقل کے معنی اس طرح پر بیان کرنے چاہئیں جو عقل کے مطابق ہوں۔ مگر اس کی تصریح بیان کرنے سے پہلے ہم کو یہ بات بیان کرنی چاہئے کہ حدیثیں جو کتابوں میں جمع ہوئی ہیں اُن کے الفاظ وہ نہیں ہیں جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان کئے تھے۔ بلکہ راویوں کے لفظ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ	یا اور کوئی پیدائش اس طرح کی کہ بڑی معلوم ہو تمہارے دلوں میں

ہیں جو اُنہوں نے اپنی سمجھ کے موافق بیان کئے ہیں ◆

اس باب میں کہ حدیث بلفظہ روایت کرنی لازم ہے یا بالمعنی بھی روایت کرنا جائز ہے محدثین میں اختلاف ہے ایک گروہ محدثین کا حدیث کو بالمعنی روایت کرنا جائز نہیں سمجھتا بلکہ بلفظہ روایت کرنا ضروری سمجھتا تھا چنانچہ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں جو حافظ زین الدین عراقی کی تصنیف ہے لکھا ہے ◆

محدثین - فقہا اور اصولیین شافعیہ وغیرہ کا ایک گروہ روایت بالمعنی کو مطلقاً روا نہیں رکھتا - قرطبی نے کہا ہے کہ امام مالک کا اصلی مذہب بھی یہی ہے - یہاں تک کہ جو اس طرف گئے ہیں اُن میں سے بعض نے اس باب میں بہت سختی کی ہے - پس اُن کے نزدیک ایک کلمہ کا دوسرے کلمہ پر یا ایک حرف کا دوسرے حرف پر مقدم لانا جائز نہیں ہے نہ ایک حرف کا دوسرے حرف کی جگہ بدلنا - نہ ایک حرف کو زیادہ یا کم کرنا چہ جائیکہ بہت سے حرفوں کو - نہ ثقیل کو خفیف کرنا اور نہ خفیف کو ثقیل کرنا - نہ منصوب کو رفع دینا - نہ مجرور یا مرفوع کو نصب دینا اگرچہ ان تمام صورتوں میں معنی نہ بدلتے ہوں - بلکہ اُنہوں نے لفظ ہی پر بس کی ہے چاہے لغت فصیح کے برخلاف ہی ہو - اور ایسا ہی چاہے غلط ہو - خطیب نے کفایہ میں اس کو مفصل بیان کیا ہے ◆

قیل لا یجوز لہ الروایۃ بالمعنی مطلقا قالہ طائفۃ من المحدثین والفقہاء والاصولیین من الشافعیۃ وغیرھم قال القرطبی ھو الصحیح من مذھب مالک حتی ان بعض من ذھب لھذا شدد فیہ اکثر التشدید فلم یجوز تقدیم کلمۃ علی کلمۃ ولا حرف علی اٰخر ولا ابدال حرف باٰخر ولا زیادۃ حرف ولا حذفہ فضلا عن اکثر ولا تخفیف ثقیل ولا تثقیل خفیف ولا رفع منصوب ولا نصب مجرور او مرفوع ولو لم یتغیر المعنی فی ذلک کلہ بل اقتصر بعضھم علی اللفظ ولو خالف اللغۃ الفصیحۃ وکذا لو کان لحنا کما بین تفصیل ھذا کلہ الخطیب فی الکفایہ -

(فتح المغیث صفحہ ۲۰۶) ◆

اس تشدد میں جو بلفظہ حدیث کے بیان کرنے کی نسبت تھا بعض بزرگوں نے نرمی کی اور کہا کہ صرف صحابہ کو یا صحابہ اور تابعین کو بالمعنی روایت کرنی جائز ہے اَور کو نہیں چنانچہ فتح المغیث میں لکھا ہے کہ - اور کہا گیا ہے کہ صحابہ کے سوا دوسروں کو حدیث روایت بالمعنی کرنا روا نہیں ہے - کیونکہ زبان میں

وقیل لا یجوز لغیر الصحابۃ خاصۃ لظھور الخلل فی اللسان بالنسبۃ لمن قبلھم بخلاف الصحابۃ فھم ارباب اللسان واعلم الخلق بالکلام حکاہ الماوردی والرویانی فی باب القضاء بل جزما بانہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پھر بھی کہینگے کہ کون پیدا کرے گا ہم کو	فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُّعِيدُنَا

لا يجوز لغير الصحابي وجعلا الخلاف في الصحابي دون غيره وقيل لا يجوز لغير الصحابة والتابعين بخلاف من كان منهم وبه جزم بعض معاصر الخطيب وهو حفيد القاضي ابي بكر في ادب الرواية قال لان الحديث اذا قيده بالاسناد وجب ان لا يختلف لفظه فيدخله الكذب -

(فتح المغيث صفحہ ۵۰۶ و ۵۰۷) +

بہ نسبت اُن کے جو پہلے تھے نقل کیا ہے - برخلاف صحابہ کے اس لئے کہ وہ اہل زبان اور کلام کو خوب سمجھنے والے تھے - اور دی اور رویانی نے باب القضا میں اس کا ذکر کیا ہے بلکہ اس بات کو زور کے ساتھ بیان کیا ہے کہ صحابی کے سوا دوسرے کو روایت بالمعنی جائز نہیں - مگر یہ اُن کا اختلاف صرف صحابی میں ہے نہ اوروں میں اور بعض کہتے کہ صحابہ اور تابعین کے سوا دوسروں کو روایت بالمعنی جائز نہیں ہے - اور خطیب کے ایک معاصر یعنی قاضی ابوبکر کے پوتے نے ادب الروایۃ میں اس کو زور کے ساتھ بیان کیا ہے - اُس نے کہا ہے کہ جب حدیث میں اسناد کی قید لگائی تو یہ واجب ہے کہ لفظ نہ بدلیں تاکہ جھوٹ داخل نہ ہو جائے باوجود اس قید کے بھی یہ بات کہی گئی کہ روایت کرنے کے بعد راوی کو ایسے الفاظ کا کہدینا ضرور ہے جن سے معلوم ہووے کہ حدیث کے بعینہ وہی لفظ نہیں ہیں جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے چنانچہ فتح المغیث میں لکھا

وليقل الراوي عقب ايراده للحديث - يعني اي بالمعنى بلفظ او كما قال فقد كان انس بعد كما عند الخطيب في باب المعقود لمن اجاز الرواية بالمعنى لقولها عقب الحديث ونحوه من الالفاظ كقولها ونحو هذا او شبهه او شكله فقد روى الخطيب ايضا عن ابن مسعود انه قال سمعت رسول الله صلے الله عليه وسلم ثم ارعد وارعدت ثيابه وقال او شبه ذا او نحو ذا وعن ابي الدرداء انه كان اذا فرغ من الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال هذا او نحو هذا او شكله وساقها كلها الدارمي في مسنده بنحوها ولفظه في ابن مسعود وقال او مثله او نحوه او شبيه به وفي لفظ اخر لغيره ان عمرو بن ميمون سمع يوما ابن مسعود يحدث عن النبي صلے الله عليه وسلم فعلاه كرب وجعل العرق ينحدر منه عن جبينه وهو يقول اما فوق ذلك واما دون ذلك واما قريب من ذلك وهكذا كذلك

ہے کہ راوی کو حدیث بالمعنی بیان کرنے کے بعد کہنا چاہئے " اوکما قال " خطیب نے ایک باب میں جس میں اُن کا بیان ہے جن کو روایت بالمعنی کی اجازت ہے - کہا ہے کہ انس بعد حدیث کے بعد کہتے تھے اُس کے قول کی مانند یا ایسا یا اس جیسا یا اُس کی شکل - خطیب نے ابن مسعود سے روایت کی ہے اُنہوں نے کہا کہ میں نے پیغمبر خدا سے سنا ہے پھر کانپے اور اُن کے کپڑے ہلنے لگے اور کہا اسکی مانند یا اسکی شکل اور ابو درداء سے روایت ہے کہ جب حدیث بیان کر چکتے تو کہتے کہ یہ کہا تھا یا اُس کی مثل یا اس جیسا - دارمی نے اپنی مسند میں یہ سب الفاظ بیان کئے ہیں ابن مسعود کے الفاظ اُس میں یہ ہیں اس کی مثل یا اس کی مانند یا اس کے مشابہ اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ	کہدے وہ جس نے پیدا کیا تم کو پہلی دفعہ

من المحدث والقاري اجماعا عليها لا مرية فانه يحسن ان يقول اوكما قال۔

(فتح المغيث صفحہ ۲۷۹) +

دوسرے راوی نے اور الفاظ بیان کئے ہیں۔ چنانچہ عمر بن میموں نے کہا کہ میں نے ایک روز ابن مسعود کو حدیث بیان کرتے سنا اور اُن کو تکلیف ہونے لگی اور پسینہ اُن کی پیشانی سے ٹپکتا تھا۔ اور وہ کہتے تھے کہ اس سے زیادہ یا اس سے کم یا اس کے قریب۔ غرضکہ ایسا لفظ کہے جس سے قاری اور محدث کا شک ظاہر ہو +

باوجود اس کے صحابہ اور تابعین بار بار حدیث کو بالمعنی روایت کرتے تھے۔ جیسا کہ فتح المغیث کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے +

وعن بعض التابعين قال لقيت اناسا من الصحابة فاجتمعوا في المعنى واختلفوا علي في اللفظ فقلت ذلك لبعضهم فقال لا باس به ما لم يحل معناه حكاه الشافعي وقال حذيفة انا قوم عرب نورد الاحاديث فنقدم ونؤخر وقال ابن سيرين كنت اسمع الحديث من عشرة المعنى واحد واللفظ مختلف وممن كان يروي بالمعنى من التابعين الحسن والشعبي والنخعي بل قال ابن الصلاح انه الذي تشهد به احوال الصحابة والسلف الاولين فكثيرا ما كانوا ينقلون معنى واحدا في امر واحد بالفاظ مختلفة وما ذلك الا ان معولهم كان على المعنى دون اللفظ۔

(فتح المغيث صفحہ ۲۷۰) +

ایک تابعی کہتے ہیں کہ میں بہت سے صحابیوں سے ملا ہوں۔ جو معنی میں متفق اور الفاظ میں مختلف تھے میں نے ایک صحابی سے کہا تو کہنے لگے کیا مضائقہ ہے اگر معنی نہ بدلیں یہ شافعی کا بیان ہے۔ اور حذیفہ کہتے تھے ہم قوم عرب ہیں جب حدیث بیان کرتے ہیں الفاظ آگے پیچھے کردیتے ہیں ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں دس آدمیوں سے حدیث سُنتا تھا۔ معنی یکساں اور الفاظ جدا جدا ہوتے تھے۔ تابعین میں سے حسن شعبی اور نخعی روایت بالمعنی کرتے تھے۔ ابن صلاح کہتے ہیں کہ صحابہ اور سلف اولین کے حالات اس پر شاہد ہیں کہ وہ اکثر ایک مطلب کو مختلف الفاظ میں بیان کرتے تھے کیونکہ اُن کا زیادہ تر خیال مضمون پر ہوتا تھا نہ الفاظ پر +

قال الحسن لولا المعنى ما حدثنا وقال الثوري لو اردنا ان نحدثكم بالحديث كما سمعناه ما حدثناكم بحرف واحد۔ (فتح المغيث صفحہ ۲۷۰) +

حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر روایت بالمعنی کی اجازت نہ ہوتی تو ہم حدیث نہ بیان کر سکتے۔ اور ثوری کہتے ہیں کہ اگر ہم حدیث اُسی طرح تم سے بیان کرنا چاہیں جس طرح سُنی ہے تو ایک حرف بھی نہیں بیان کر سکتے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُوَ	پھر ہلا دینگے تیری طرف اپنے سروں کو اور کہینگے کہ کب وہ ہوگا

بالآخر حدیثوں کا بعض شرطوں سے بالمعنی روایت کرنا محدثین کے نزدیک جائز قرار پایا۔ چنانچہ امام سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں کہ اس باب میں سب کا اتفاق ہے کہ جو

ولیرو بالالفاظ التی سمع بھا مقتصرا علیھا بدون تقدیم ولا تاخیر ولا زیادۃ ولا نقص حرف فاکثر ولا ابدال حرف فاکثر بغیرہ ولا مشدد بمثقل وعکسہ من لا یعلم مدلولھا ای الالفاظ فی اللسان ومقاصدھا وما یحتمل معناھا والمحتمل من غیرہ والمرادف منھا وذلک علی وجہ الوجوب بلا خلاف بین العلماء۔

(فتح المغیث صفحہ ۲۰۰) +

شخص عربی زبان کے الفاظ کے مدلول اور ان کے مقاصد اور معنی کے متغیر ہونے اور محتمل اور غیر محتمل معنی اور مرادف کو نہیں جانتا اس کے لئے ضرور ہے کہ انہی الفاظ سے روایت کرے جو اس نے سنے ہیں بغیر تقدیم و تاخیر کے اور بغیر ایک حرف کی بھی زیادتی یا کمی کے۔ اور بغیر ایک حرف کے بھی بدلنے کے اور مشدد کی جگہ ثقیل اور ثقیل کی جگہ مشدد لانے کے +

اور کچھ لوگ ان لوگوں کے سوا ہیں جو ان سب باتوں کو جانتے ہیں ان کے روایت

واما غیرہ ممن یعلم ذلک ویحققہ فاختلف فیہ السلف واصحاب الحدیث وارباب الفقہ والاصول فالمعظم منھا اجاز لہ الروایۃ بالمعنی اذا کان قاطعا بانہ ادی معنی اللفظ الذی بلغہ سواء فی ذلک المرفوع او غیرہ کان موجبہ العلم او العمل وقع من الصحابی او التابعی او غیرھما حفظ اللفظ ام لا صدر فی الافتاء والمناظرۃ او الروایۃ اتی بلفظ مرادف لہ ام لا کان معناہ غامضا او ظاھرا حیث لم یحتمل اللفظ غیر ذلک المعنی وغلب علی ظنہ ارادۃ الشارع بھذا اللفظ ما ھو موضوع لہ دون التجوز فیہ والاستعارۃ۔

(فتح المغیث صفحہ ۲۰۰) +

بالمعنی کرنے میں اہل حدیث - اہل فقہ اور اہل اصول میں اختلاف ہے - بہت سے لوگوں نے ان کو بالمعنی روایت کرنے کی اجازت دی ہے - اگر روایت کرنے والا قطعاً سمجھتا ہو کہ جو لفظ اس نے سنا اس کے معنی پورے پورے ادا کر دیئے ہیں اور روایت مرفوع ہو یا غیر مرفوع علم پر دلالت کرتی ہو یا عمل پر صحابی سے ہو یا تابعی سے یا ان کے سوا کسی اور سے منقول ہو۔ راوی نے الفاظ یاد رکھے ہوں یا نہیں افتا اور مناظرہ میں ہو یا روایت میں اس کا مرادف لفظ بیان کیا ہو یا نہیں۔ اس کے معنی مبہم ہوں یا ایسے ظاہر کہ اس لفظ سے دوسرے معنی کا احتمال نہ نکلے۔ اور اس لفظ سے جو کچھ شارع نے مراد لی ہے راوی کا ظن غالب بھی اسی طرف گیا ہو۔ اور اس معنی مراد لینے میں نہ مجاز ہو نہ استعارہ +

ان روایتوں سے بخوبی ظاہر ہے کہ ابتداء یعنی صحابہؓ تابعین کے زمانہ سے حدیث

قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾	کہدے کہ شاید یہ ہووے نزدیک ﴿۵۱﴾

کی روایت بالمعنی کرنے کا دستور تھا اور جو حدیثیں صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں لکھی ہیں سوائے شاذ و نادر چھوٹی حدیثوں کے وہ سب بالمعنی روایت کی گئی ہیں یعنی آنحضرت نے جو بات جن لفظوں سے فرمائی تھی وہ لفظ بعینہ و بجنسہ نہیں ہیں بلکہ راویوں نے جو مطلب سمجھا اس کو اُن لفظوں میں جن میں وہ بیان کرسکتے تھے بیان کیا - پھر اسی طرح دوسرے راوی نے پہلے راوی کے اور تیسرے راوی نے دوسرے راوی کے اور چوتھے راوی نے تیسرے راوی کے بیان کو اپنے لفظوں میں بیان کیا اور علیٰ ہذا القیاس پس حدیث کی کتابوں میں جو حدیثیں لکھی گئی ہیں وہ اخیر راوی کے لفظ ہیں اور معلوم نہیں ہوتا کہ اس درمیان میں اصلی الفاظ سے کس قدر لفظ ادل بدل اور اُلٹ پلٹ ہوگئے اور کچھ عجب نہیں کہ کسی نے حدیث کے اصل مطلب سمجھنے میں بھی غلطی کی ہو اور اصلی حدیث کا مطلب بھی بدل گیا ہو اور اُس کے یعنی غلط مطلب سمجھنے کی مثال میں متعدد حدیثیں بھی موجود ہیں - خود صحابہ نے حدیث سماع موتےٰ اور حدیث تعذیب المیت ببکاء اھلہ کا مطلب غلط سمجھا تھا +

اسی باعث سے کہ حدیثوں کی روایت کے جو الفاظ ہیں وہ اخیر راویوں کے ہیں جب کہ اصلی زبان عرب میں کسی قدر تبدیلی ہوگئی تھی علمائے علم ادب نے حدیثوں کو بلحاظ

واما کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم فیستدل منہ بما ثبت انہ قالہ علی اللفظ المروی وذلک نادر جدا انما یوجد فی الاحادیث القصار علی قلۃ ایضا فان غالب الاحادیث مروی بالمعنی وقد تداولتھا الاعاجم والمولدون قبل تدوینھا فرووھا بما ادت الیہ عبارتھم فزادوا ونقصوا و قدموا واخروا وابدلوا الفاظا بالفاظ ولھذا تری الحدیث الواحد فی القصۃ الواحدۃ مرویا علی اوجہ شتی بعبارات مختلفۃ ومن ثم انکر علی ابن مالک اثباتہ القواعد النحویۃ بالالفاظ الواردۃ فی الحدیث قال ابو حیان فی شرح التسھیل قد اکثر ھذا المصنف من الاستدلال بما وقع فی الاحادیث علی اثبات القواعد الکلیۃ فی لسان العرب و ما رایت احدا من المتقدمین والمتاخرین سلک ھذہ الطریقۃ غیرہ علی ان الواضعین الاولین لعلم النحو المستقرئین للاحکام من لسان العرب

علم ادب کے قابل سند نہیں سمجھا - چنانچہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاقتراح میں لکھا ہے پیغمبر خدا کی اُس کلام سے استدلال کیا جاتا ہے جس کی نسبت ثابت ہوچکا ہے کہ یہی الفاظ جو روایت کئے گئے ہیں - آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہیں - اور یہ بہت ہی کم ہے - صرف چھوٹی چھوٹی حدیثوں میں ہے ورنہ اکثر حدیثیں بالمعنی روایت ہوئی ہیں اور عجمیوں اور مولدین نے حدیثوں کو اُن کے جمع ہونے سے پہلے استعمال کیا ہے - پھر خود ان کی عبارت حدیثوں کے مطلب کو جہاں کھینچ لے گئے وہیں پہنچا دیا - بڑھایا - گھٹایا - تقدیم و تاخیر کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّونَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾	جس دن کہ خدا تم کو بلاویگا تو جواب دو گے اُس کی تعریف کر کے اور گمان کرو گے کہ تم نہیں ٹھیرے مگر تھوڑا سا ﴿۵۲﴾

كأبي عمرو بن العلاء وعيسى بن عمر والخليل وسيبويه من ائمة البصريين والكسائي والفراء وعلي بن مبارك الاحمر وهشام الضرير من ائمة الكوفيين لم يفعلوا ذلك وتبعهم على هذا المسلك المتاخرون من الفريقين وغيرهم من نحاة الاقاليم كنحاة بغداد واهل الاندلس وقد جرى الكلام في ذلك مع بعض المتاخرين الاذكياء فقال انما ترك العلماء ذلك لعدم وثوقهم ان ذلك لفظ الرسول صلى الله عليه وسلم اذ لو وثقوا بذلك لجرى مجرى القرآن في اثبات القواعد الكلية وانما كان ذلك لامرين احدهما ان الرواة جوزوا النقل بالمعنى فتجد قصة واحدة قد جرت في زمانه صلى الله عليه وسلم لم تنقل بتلك الالفاظ جميعها نحو ما روي من قوله زوجتكها بما معك من القرآن ملكتكها بما معك خذها بما معك وغير ذلك من الالفاظ الواردة في هذه القصة فنعلم يقينا انه صلى الله عليه وسلم لم يلفظ بجميع هذه الالفاظ بل لا نجزم بانه قال بعضها اذ يحتمل انه قال لفظا مرادفا لهذه الالفاظ غيرها فاتت الرواة بالمرادف ولم تات بلفظه اذ المعنى هو المطلوب ولا سيما مع تقادم السماع وعدم ضبطه بالكتابة والاتكال على الحفظ والضابط منهم من ضبط المعنى واما ضبط اللفظ فبعيد جدا لا سيما في الاحاديث الطوال وقد قال سفيان الثوري ان قلت لكم اني احدثكم كما سمعت فلا تصدقوني انما هو المعنى ومن نظر في الحديث ادنى نظر علم العلم اليقين انهم انما يروون بالمعنى ...... وقال ابو حيان انما امعنت الكلام في هذه المسئلة لئلا يقول المبتدي ما بال النحويين يستدلون بقول العرب وفيهم المسلم والكافر ولا يستدلون بما روي في الحديث بنقل العدول كالبخاري ومسلم واضرابهما فمن طالع ما ذكرناه

اور الفاظ بدل دیئے ۔ اسی لئے ایک حدیث ایک ہی مضمون کی مختلف طور پر جدا جدا عبارتوں میں بیان ہوئی ہے ۔ اور اسی لئے ابن مالک پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اُس نے الفاظ حدیث سے قواعد نحویہ کو ثابت کیا ہے ۔ ابو حیان شرح تسہیل میں لکھتا ہے کہ اس مصنف نے عربی زبان کے قواعد کلیہ کو اکثر الفاظ حدیث سے ثابت کیا ہے اور اس کے سوا متقدمین اور متاخرین میں سے کوئی اس طریقہ پر نہیں چلا ۔ علم نحو کے اول بانیوں اور زبان عربی کے قواعد کے محققوں جیسے ابو عمر ابن علا ۔ عیسے بن عمر اور سیبویہ نے بصری نحویوں میں سے اور کسائی ۔ فرا ۔ علی بن مبارک احمر اور ہشام ضریر نے کوفی نحویوں میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا ۔ اور دونوں قسم کے نحوی متاخرین میں سے اور بغداد اور اندلس وغیرہ مختلف ملکوں کے نحوی بھی اسی طریق پر چلے ہیں ۔ متاخرین میں سے ایک عالم کے سامنے اس کا تذکرہ آیا تو اُس نے کہا کہ علما نے اس طریقہ کو اس لئے ترک کیا ہے کہ اُن کو ہرگز اعتماد نہیں ہے کہ یہ الفاظ بعینہ پیغمبر خدا کے ہیں ۔ اگر وہ اعتماد کرتے تو قواعد کلیہ کے ثبوت میں حدیث بھی بمنزلہ قرآن کے ہوتی ۔ اور یہ دو باعث سے ہوا ایک تو یہ کہ راویوں نے روایت بالمعنی کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ	اور کہدے میرے بندوں کو کہیں وہ بات جو وہی اچھی ہے

اذ ذلك السبب الذی لاجلہ لم یستدل النحاۃ بالحدیث انتہی کلام ابن حیان بلفظہ ... و قال ابو الحسن ابن الصائغ فی شرح الجمل تجویز الروایۃ بالمعنی ہو السبب عندی فی ترك الائمۃ کسیبویہ وغیرہ الاستشہاد علی اثبات اللغۃ بالحدیث واعتمدوا فی ذلك علی القرآن و صریح النقل عن العرب ولولا تصریح العلماء بجواز النقل بالمعنی فی الحدیث لکان الاولی فی اثبات فصیح اللغۃ کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ افصح العرب۔

(الاقتراح للسیوطی ص ۹ و ۲۰ و ۲۱) +

وھکذا فی خزانۃ الادب للعلامۃ عبد القادر البغدادی ناقلا عن السیوطی وصححالہ +

جائز سمجھا اور تم دیکھو گے کہ ایک واقعہ جو پیغمبر خدا کے زمانہ میں ہوا تھا۔ انہی تمام الفاظ میں منقول نہیں ہوا ہے۔ جیسے ایک قصہ میں کہیں تو "زوجتکہا بما معك" اور کہیں "ملکتکہا بما معك" اور کہیں "خذھا بما معك" الفاظ بیان ہوئے ہیں۔ اور ہم یقیناً جانتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے یہ تمام الفاظ نہیں کہے بلکہ ہمیں اس کا بھی یقین نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی لفظ کہا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ پیغمبر خدا نے ان الفاظ کا کوئی اور مرادف لفظ فرمایا ہو۔ پھر راویوں نے وہ لفظ نہ بیان کیا ہو اور اس کا مرادف لفظ کہدیا ہو اس لئے کہ مطلب تو معنی سے ہے۔ اور خاصکر جب بار بار سُنا گیا اور لکھا نہ گیا اور حافظہ پر بھروسا کیا گیا۔ پس ضابطہ وہی ہے جس نے مضمون یاد رکھا اور لفظ یاد رکھنا تو مشکل ہے خاصکر لمبی حدیثوں میں۔ اور سفیان ثوری نے کہا ہے کہ اگر میں تم سے کہوں کہ میں نے جس طرح یہ حدیث سُنی ہے اسی طرح تم سے بیان کرتا ہوں تو ہرگز یقین نہ کرنا بلکہ وہ صرف حدیث کا مضمون ہے۔ اور جو شخص ذرا بھی حدیث پر غور کریگا اُس کو یقین ہو جائیگا کہ سب بالمعنی روایت کرتے ہیں۔ ابو حیان کہتے ہیں کہ میں نے اس مسئلہ میں زیادہ گفتگو اس لئے کی کہ مبتدی یہ نہ کہدے کہ نحوی عرب کے قول سے جن میں مسلم اور کافر دونوں ہیں استدلال کرتے ہیں۔ اور الفاظ حدیث سے جو بخاری اور مسلم وغیرہ ثقہ اور معتمد لوگوں سے روایت ہوئی ہیں۔ استدلال نہیں کرتے۔ پس جو شخص ہمارے پچھلے بیان کو غور سے پڑھیگا اُسے معلوم ہو جائیگا کہ نحویوں نے حدیث سے کیوں استدلال نہیں کیا .... اور ابو الحسن ابن صائغ شرح جمل میں کہتے ہیں کہ روایت بالمعنی کا جائز رکھنا ہی میرے نزدیک اس بات کا سبب ہے کہ سیبویہ جیسے نحویوں نے زبان کے کلیہ قواعد ثابت کرنے میں حدیث سے سند نہیں لی۔ اور اس باب میں قرآن اور عرب کے کلام پر اعتماد کیا ہے۔ اور اگر علما حدیث میں روایت بالمعنی کو جائز نہ رکھتے تو پیغمبر خدا کا کلام زبان فصیح کے ثابت کرنے میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ	بیشک شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اُن میں

زیادہ قابل اعتماد تھا کیونکہ پیغمبر خدا تمام عرب سے زیادہ فصیح تھے +

علامہ عبدالقادر بغدادی نے خزانۃ الادب میں سیوطی کے قول کو نقل کر کے اس کی تصدیق کی ہے +

علمائے علم حدیث نے جس قدر حدیثوں پر کوشش کی "شکراللہ سعیہم" اُن کی کوشش صرف راویوں کے ثقہ اور معتمد ہونے کے دریافت کرنے میں ہوئی۔ مگر ہم کو نہیں معلوم ہوتا کہ جو حدیثیں معتبر سمجھی گئی ہیں اُن کے مضمون کی صحت اور عدم صحت دریافت کرنے کا کیا طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ حدیثوں کی تقسیم مرفوع۔ متصل۔ مسند وغیرہ کی گئی ہے۔ مگر وہ تقسیم بھی بلحاظ اسناد راویوں کے ہے۔ نہ بلحاظ درایت یعنی بلحاظ صحت یا عدم صحت یا مشتبہ ہونے مضمون حدیث کے +

ہاں بلا شبہ موضوع حدیثوں کے پہچاننے کے لئے محدثین نے چند قواعد بنائے ہیں جن کے مطابق مضمون حدیث پر لحاظ کر کے اُس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ صحاح ستہ یا حدیث کی اور معتبر کتابوں میں کوئی موضوع حدیث ہے۔ مگر جب یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ روایت حدیثوں کی باللفظ نہیں ہے بلکہ بالمعنی ہے اور الفاظ حدیث کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اُن حدیثوں کے مضامین کی صحت نہ جانچی جاوے۔ تاکہ ظاہر ہو کہ جو مضمون اُس حدیث میں بیان ہوا ہے اُس کے بیان کرنے میں راوی سے تو کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ اور ہمارے نزدیک یہ بات کسی کافی نہیں ہے کہ جب وہ حدیثیں معتبر کتابوں میں لکھی گئی ہیں تو یہ تصور کر لینا چاہیے، کہ اُن کے مضمونوں کی صحت بھی جانچ لی گئی ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ خود علمائے اسلام اُن حدیثوں میں سے جو حدیث کی معتبر کتابوں میں لکھی گئی ہیں متعدد حدیثوں کو صحیح نہیں قرار دیتے +

تمام علما اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی حدیث میں مندرجہ ذیل نقصوں میں سے کوئی نقص پایا جاوے تو وہ حدیث معتبر نہیں ہے بلکہ موضوع ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب عجالۂ نافعہ میں لکھتے ہیں کہ "علامات وضع حدیث وکذب راوی چند چیز است" +

اول آنکہ خلاف تاریخ مشہور روایت کند +

دوم آنکہ راوی رافضی باشد وحدیث در طعن صحابہ روایت کند و یا ناصبی باشد و حدیث در مطاعن اہلبیت باشد وعلے ہذا القیاس +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۵﴾	بیشک شیطان ہے واسطے انسان کے دشمن کھلا ہوا ﴿۵۵﴾

سوم آنکہ چیزے روایت کند کہ بر جمیع مکلفین معرفت آں و عمل براں فرض باشد واو منفرد بود بروایت +

چہارم آنکہ وقت و حال قرینہ باشد بر کذب او +

پنجم آنکہ مخالف مقتضائے عقل و شرع باشد و قواعد شرعیہ آنرا تکذیب نمایند +

ششم آنکہ در حدیث قصہ باشد از امر حسی واقعی کہ اگر بالحقیقت متحقق می شد ہزاراں کس آنرا نقل می کردند +

ہفتم رکاکت لفظ و معنی۔ مثلاً لفظے روایت کند کہ بر قواعد عربیہ درست نشود یا معنی کہ مناسب شان نبوت و وقار نباشد +

ہشتم افراط در وعید شدید بر گناہ صغیرہ یا افراط در وعدہ عظیم بر فعل قلیل +

نہم آنکہ بر عمل قلیل ثواب حج و عمرہ ذکر نماید +

دہم آنکہ کسی را از عاملان خیر ثواب انبیا موعود کند +

یازدہم خود اقرار کردہ باشد بوضع احادیث +

امام سخاوی نے فتح المغیث میں ابن جوزی سے حدیث کے موضوع ہونے کی یہ نشانیاں لکھی ہیں +

اول۔ جو حدیث کہ عقل اُس کے مخالف ہو اور اصول کے متناقض ہو +

دوم۔ ایسی حدیث کہ حس اور مشاہدہ اُس کو غلط قرار دیتا ہو +

سوم۔ وہ حدیث جو کہ مخالف ہو قرآن یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے +

چہارم۔ جس میں تھوڑے کام پر وعید شدید یا اجر عظیم کا وعدہ ہو +

پنجم۔ رکت معنی اس روایت کی جو بیان کی گئی ہے +

ششم۔ رکت یعنی سخافت راوی کی +

ہفتم۔ منفرد ہونا راوی کا +

ہشتم۔ منفرد ہونا ایسی روایت میں جو تمام مکلفین سے متعلق ہو +

نہم۔ یا ایسی بڑی بات ہو جس کے نقل کرنے کی بہت سی ضرورتیں ہوں +

دہم۔ جس کے جھوٹ ہونے پر ایک گروہ کثیر متفق ہو +

یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا یہ خلاصہ ہے اُس کا جو ابن جوزی نے بیان کیا ہے۔ لیکن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ	تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے تم کو اگر چاہے تم پر رحم کرے

ہم اس مقام پر ابن جوزی کی عبارت بعینہ جو فتح المغیث میں نقل کی گئی ہے نقل کرتے ہیں ✦

قال ابن الجوزی وکل حدیث رایته یخالفه العقول او یناقض الاصول فاعلم انه موضوع فلا یتکلف اعتباره ای لا تعتبر رواته ولا تنظر فی جرحهم - او یکون ما یدفعه الحس و المشاهدة - او مباینا للنص الکتاب او السنة المتواترة او الاجماع القطعی حیث لا یقبل شی من ذلک التاویل - او یتضمن الافراط بالوعید الشدید علی الامر الیسیر او بالوعد العظیم علی الفعل الیسیر وهذا الاخیر کثیر موجود فی حدیث القصاص والطرقیة - ومن رکة المعنی لا تاکلوا القرعة حتی تذبحوها ولذا جعل بعض ذلک دلیلا علی کذب راویه وکل هذه من القرائن فی المروی - وقد تکون فی الراوی کقصة غیاث مع المهدی وحکایة سعد بن طریف الماضی ذکرهما واختلاف المامون بن احمد الهروی حین قیل له الا تری الی الشافعی ومن تبعه بخراسان ذالک الکلام القبیح حکاه الحاکم فی المدخل قال بعض المتاخرین وقد رایت رجلا قام یوم جمعة قبل الصلوة فابتدأ یورده فسقط من قامته مغشیا علیه - او انفراده عمن لم یدرکه بما لم یوجد عند غیرهما او انفراده بشئ مع کونه فیما یلزم المکلفین علمه وقطع العذر فیه کما قرره الخطیب فی اول الکفایة - او بامر جسیم یتوفر الدواعی علی نقله کحصر العدو للحاج عن البیت او بما صرح بتکذیبه فیه جمع کثیر یمتنع فی العادة تواطئهم علی الکذب او تقلید بعضهم بعضاً - (فتح المغیث صفحہ ۱۱۴) ✦

ابن جوزی نے کہا ہے کہ جو حدیث عقل کے مخالف ہے یا اصول کے برخلاف ہے اس کو موضوع جانو اس کے راویوں کی جرح و تعدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے - یا حدیث میں ایسا بیان ہو جو حس و مشاہدہ کے برخلاف ہے - یا قرآن یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے برخلاف ہے - جن میں سے ایک کی بھی تاویل نہیں ہو سکتی - یا تھوڑے سے کام پر بہت سے عذاب یا ثواب کا ذکر ہو - اور یہ اخیر مضمون قصہ گویوں اور بازاریوں کی حدیثوں میں بہت کثرت سے پایا جاتا ہے یا معنی رکیک و سخیف ہوں جیسے اس حدیث میں کہ کدو کو بغیر ذبح کئے نہ کھاؤ - اسی لئے اس رکت معنی کو بعض نے راوی کے کذب پر دلیل گردانا ہے - اور یہ سب قرینے تو روایت میں ہوتے ہیں اور کبھی راوی میں ایسا قرینہ ہوتا ہے جیسے غیاث کا قصہ مہدی کے ساتھ اور سعد بن طریف کی حکایت جن کا ذکر ہو چکا ہے، اور ابن احمد ہروی کا وہ بیہودہ کلام (نسبت امام شافعی کے) گھڑ لینا جب اس سے کہا گیا کہ کیا تو شافعی کو نہیں دیکھتا اور اُن کو جو اُس کے تابع ہیں خراسان میں - حاکم نے اس کو مدخل میں بیان کیا ہے - اور متاخرین میں سے ایک نے کہا ہے کہ میں نے ایک مرد کو دیکھا کہ جمعہ کے دن نماز سے پہلے کھڑا ہوا اور چاہا کہ اُس کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَوۡ اِنۡ يَّشَاۡ يُعَذِّبۡكُمۡ	اور اگر چاہے تم کو عذاب دے

بیان کرے پھر بیہوش ہو کر گر پڑا - یا راوی کا منفرد ہوتا ایسی حدیث میں جو اوروں کے پاس نہیں ہے - اُن لوگوں سے جنہوں نے اُس حدیث کو نہیں سنا - یا اس کا منفرد ہوتا ایسی حدیث میں جس کے مضمون کا جاننا تمام مکلفین کو نہایت ضروری ہے - یا ایسے عظیم الشان واقعہ کا بیان جس کے نقل کرنے کی بہت سے لوگوں کو ضرورت ہے جیسے کعبہ سے حاجیوں کے ایک گروہ کا روکا جانا یا ایسا بیان جس کو اتنی بڑی جماعت نے جھٹلا دیا ہے جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا اور ایک دوسرے کی تقلید کرنا عادۃً ناممکن ہے +

اور جو قبیح الفاظ حضرت امام شافعی کی نسبت کہے گئے تھے وہ یہ ہیں -

وقیل للمامون بن احمد الهروی الا تری الی الشافعی ومن تبعه بخراسان فقال حدثنا احمد بن عبد البر حدثنا عبد الله بن معدان الازدی عن انس مرفوعا یکون فی امتی رجل یقال له محمد بن ادریس اضر علی امتی من ابلیس -

(تدریب الراوی صفحہ ۱۰۰) +

کہ مامون بن احمد ہروی سے کہا گیا کہ کیا تو نے شافعی کو نہیں دیکھا اور اُن کو جو خراسان میں اُس کے تابع ہیں تو اُس نے کہا ہم سے احمد بن عبدالبر نے اور اُس سے عبد اللہ بن معدان ازدی نے انس سے مرفوعاً حدیث بیان کی ہے کہ میری امت میں ایک شخص ہو گا جس کو محمد بن ادریس (امام شافعی) کہینگے - وہ میری اُمت کو شیطان سے زیادہ نقصان پہنچا ئیگا +

اور تدریب الراوی میں لکھا ہے کہ موضوع ہونے کے اُن قرینوں میں سے جو خود

وممایدخل فی قرینة حال المروی مانقل عن الخطیب عن ابی بکر بن الطیب ان من جملة دلائل الوضع ان یکون مخالفا للعقل بحیث لا یقبل التاویل ویلتحق به مایدفعه الحس والمشاهدة او یکون منافیا لدلالة الکتاب القطعیة او السنة المتواترة او الاجماع القطعی -

(تدریب الراوی صفحہ ۹۹) +

روایت کے دیکھنے سے معلوم ہوتے ہیں وہ قول ہے جو خطیب سے منقول ہے اور اُس نے ابو بکر بن الطیب سے نقل کیا ہے - کہ موضوع ہونے کے تمام دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ حدیث اس طرح عقل کے مخالف ہو کہ اُس کی تاویل نہ ہو سکتی ہو اور اسی ذیل میں وہ حدیث ہے جس کا مضمون حس و مشاہدہ کے برخلاف ہو - یا کتاب اللہ یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے خلاف ہو +

اور اسی کتاب میں در باب مخالفت عقل و نقل یہ لکھا ہے کہ اُن حدیثوں میں سے

ومن المخالف للعقل مارواه ابن الجوزی من طریق عبد الرحمن بن زید بن اسلم عن ابیه عن جده مرفوعا ان سفینة نوح طافت بالبیت سبعا

جو عقل کے مخالف ہیں - ایک وہ ہے - جو ابن جوزی نے عبد الرحمن سے اور اُس نے

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو اُن پر ذمہ دار (۵۶)	وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا (۵۶)

وصلت عند المقام رکعتین - (تدریب الراوی صفحہ ۱۰۰) ✦

اپنے باپ زید سے اور اُس نے اپنے باپ سالم سے مرفوعاً بیان کی ہے کہ نوح کی کشتی نے کعبہ کے گرد سات دفعہ طواف کیا اور مقام ابراہیم کے نزدیک دو رکعت نماز پڑھی ✦

اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ابن جوزی کہتے ہیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ

وقال ابن الجوزی ما احسن قول القائل اذا رایت الحدیث یباین المعقول او یخالف المنقول او یناقض الاصول فاعلم انہ موضوع ومعنی مناقضۃ للاصول ان یکون خارجا عن دواوین الاسلام من المسانید والکتب المشہورۃ - (تدریب الراوی صفحہ ۱۰۰) ✦

جب تو حدیث کو عقل یا نقل کے خلاف پاوے سمجھ لے کہ وہ موضوع ہے - اور اصول سے مخالف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ حدیث دواوین اسلام سے یعنی مسانید اور حدیث کی مشہور کتابوں سے خارج ہو ✦

ابن جوزی نے جو مناقضۃ للاصول کے معنی میں لکھا ہے کہ وہ حدیث دواوین اسلام یعنی کتب حدیث اور کتب مشہورہ میں نہ ہو اس قید کو ہم صحیح نہیں قرار دیتے - کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یا اُن کے بعد جو حدیث کے راوی ہیں معصوم نہ تھے - اور یہ بھی تسلیم ہے کہ احادیث کی روایت بالمعنی ہے بلفظہٖ نہیں ہے - پس اگر اُن حدیثوں میں جو حدیث کی مروجہ کتابوں میں مندرج ہیں منجملہ مذکورہ بالا نقصوں کے کوئی نقص پایا جاوے تو کیا وجہ ہے کہ ہم اُس حدیث کی نسبت یہ خیال کریں کہ راوی سے بیان کرنے میں یا مضمون کے سمجھنے میں کچھ غلطی ہوئی ہے ۔ اور اس بات کو فرض کر لینا کہ جب وہ حدیث کتب حدیث میں مندرج ہو گئی ہے تو اُس میں کچھ غلطی نہیں ہے ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے - اور راویوں کو معصومیت کا درجہ دینا ہے ✦

نقل اور عقل میں مخالفت

جب کہ نقل اور عقل میں مخالفت ہو تو ابن تیمیہ کی یہ رائے ہے کہ نقل کو عقل پر مقدم کیا جاوے - کیونکہ وہ دلیل عقلی کا نقل کے خلاف ہونا محال سمجھتا ہے اور ابن رشد کا یہ خیال ہے کہ اگر نقل پر بخوبی غور کی جاوے اور اُس کے ماسبق اور مالحق پر لحاظ کیا جائے تو خود نقل سے ظاہر ہو گا کہ وہ مُأوّل ہے اور اُس کے بعد عقل اور نقل میں مخالفت نہیں رہیگی اور وہ اقوال یہ ہیں ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	اور تیرا پروردگار خوب جانتا ہے اُن کو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں

قول ابن تیمیہ

پس اگر کوئی کہے کہ جب یقینی دلیل عقلی سمعی دلیل کے خلاف ہو تو دونوں میں سے ایک کو مقدم کرنا ناگزیر ہوگا پس اگر سمعی دلیل مقدم کی جاوے تو اصل کے خلاف ہوگا اور عقلی دلیل مقدم کی جاوے تو رسول کو جھٹلانا لازم آویگا ایسی بات میں جس کی نسبت اضطراری علم ہے کہ رسول نے فرمایا ہے اور یہ کھلا ہوا کفر ہے پس اس بات کا اُن کو جواب دینا چاہئیے اور جواب یہ ہے کہ یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی یقینی عقلی دلیل سمعی دلیل کے خلاف ہو پس ظاہر ہو گیا کہ جس بات پر یقینی سمعی دلیل قائم ہو محال ہے کہ یقینی عقلی دلیل اُس کے خلاف ہو ✦

> فلو قال قائل اذا قام الدليل العقلي القطعي على مناقضة هذا (السمعي) فلا بد من تقديم احدهما فلو قدم هذا السمعي قدح في اصله وان قدم العقلي لزم تكذيب الرسول فيما علم بالاضطرار انه جاء به وهذا هو الكفر الصريح فلا بد لهم من جواب عن هذا والجواب عنه انه يمتنع ان يقوم عقلي قطعي يناقض هذا فتبين ان كلما قام عليه دليل قطعي سمعي يمتنع ان يعارضه قطعي عقلي (كتاب العقل والنقل لابن تيميہ صفحہ ۱۹ نسخہ قلمی)

قول ابن رشد

اور ہم کو پورا یقین ہے کہ جس بات پر دلیل ہو اور ظاہر شرع اُس کے خلاف ہو تو وہ ظاہر عربی کے قانون تاویل کے موافق قابل تاویل ہوگا اور یہ قضیہ ہے جس میں کسی مسلم اور مومن کو شک نہیں ہو سکتا اور اُس شخص کو اس قضیہ کا یقین کتنا بڑھ جاتا ہے جس نے اُس کی مشق اور تجربہ کیا ہو اور معقول اور منقول میں جمع کرنا چاہا ہو۔ بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ جب کوئی ظاہر شرع اُس بات کے خلاف ہو جس پر دلیل قائم ہو چکی ہے تو ایسا نہیں ہے کہ جب شرع کا لحاظ کیا جاوے اور اُس کے تمام حصوں میں تلاش کی جاوے تو شرع کے لفظوں میں ایسا ظاہر نہ ملے کہ

> ونحن نقطع قطعا ان كل ما ادى اليه البرهان وخالفه ظاهر الشرع ان ذلك الظاهر يقبل التاويل على قانون التاويل العربي وهذه القضية لا يشك فيها مسلم ولا يرتاب بها مومن وما اعظم ازدياد اليقين بها عند من زاول هذا المعنى وجربه وقصد هذا المقصد من الجمع بين المعقول والمنقول بل نقول انه ما من منطوق به في الشرع مخالف بظاهره لما ادى اليه البرهان الا اذا اعتبر الشرع وتصفحت سائر اجزائه وجد في الفاظ الشرع ما يشهد بظاهره لذلك التاويل او يقارب ان يشهد۔ (كتاب فصل المقال وتقرير ما بين الشريعة والحكمة من الاتصال لابن الرشد) ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور بیشک ہم نے بزرگی دی بعض نبیوں کو بعض پر	وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلٰى بَعْضٍ

اُس تاویل کے موافق ہو جو ظاہر شرع کی تاویل کے ہو اگر بعینہ ایسا نہ ہوگا تو اُس کے قریب ہوگا ✦

اور شریف مرتضےٰ علم الہدےٰ کا جو شیعوں کا ایک بہت بڑا عالم ہے اس باب میں یہ قول ہے کہ اعتقادات میں بس انہی باتوں پر اعتماد کرنا چاہئے جو دلیلیں اثباتاً یا نفیاً ثابت ہوں پس جب دلیلیں کسی بات پر دلالت کریں پس واجب ہے کہ جو خبریں ظاہر میں اُس بات کے خلاف ہوں اُن خبروں کو ہم اس بات کی طرف کھینچ لاویں اور اُس سے مطابق کردیں اور اُن خبروں کے ظاہر کو چھوڑ دیں اور مطلق ہو تو شرط لگا دیں اور عام ہوں تو خاص کردیں اور مجمل ہوں تو تفصیل کردیں اور جس راہ سے ہو اُن خبروں میں اور دلیلوں میں مطابقت کردیں ✦ اور جب ہم قرآن کے ظواہر کی نسبت جن کی صحت یقینی ہے اور جن کا نازل ہونا قطعی ہے ایسا کرتے ہیں تو خبر احاد کی بابت جو علم اور یقین کا موجب نہیں ہوتیں ایسا کرنے میں کیوں رکینگے پس جب تجھ پر خبریں وارد ہوں تو اُن کو دلیلوں سے مقابلہ کرو اور جو مقتضا دلیلوں کا ہو اُن خبروں کی نسبت وہی برتاؤ کر اور اگر اُن کی تاویل اور نکالنا اور اُتارنا نہ ہو سکے تو سوائے گرا دینے خبروں اور اُن کی تفریح چھوڑ دینے کے کیا چارہ ہے اور اگر ہم ان باتوں پر اقتصار کریں تو اُن لوگوں کے لئے جو تامل اور فکر کرتے ہیں کافی ہوگا ✦

اعلم ان المعول فیما یعتقد علی ما تدل الادلة علیہ من نفی واثبات فاذا دلت الادلة علی امر من الامور وجب ان نبنی کل وارد من الاخبار اذا کان ظاہرہ بخلافہ علیہ ونسوقہ الیہ ونطابق بینہ وبینہ ونجلی ظاہرا ان کان لہ ونشرط ان کان مطلقا ونخصہ ان کان عاما ونفصلہ ان کان مجملا ونوفق بینہ وبین الادلة من کل طریق اقتضی الموافقة وآل الی المطابقة واذا کنا نفعل ذلک ولا نحتشم فی ظواہر القرآن المقطوع علی صحتہ المعلوم ورودہ فکیف نتوقف عن ذلک فی اخبار آحاد لا توجب علما ولا تثمر یقینا فمتی وردت علیک اخبار فاعرضہا علی ہذہ الجملة وابنہا علیہا وافعل فیہا ما حکمت بہ الادلة واوجبتہ الحجج العقلیة وان تعذر فیہا بناء وتاویل وتخریج وتنزیل فلیس غیر الاطراح لہا وترک التعریج علیہا ولو اقتصرنا علی ہذہ الجملة لاکتفینا فیمن یتدبر ویتفکر۔

(درر غرر شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ) ✦

اس بیان سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں اول یہ کہ الفاظ احادیث کے اور خصوصاً احادیث طوال کے جیسے کہ معراج کی حدیثیں ہیں راویوں کے الفاظ ہیں اور وہ لفظ بعینہ نہیں ہیں۔ جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾	اور ہم نے دی ہے داؤد کو زبور ﴿۵۵﴾

دوم یہ کہ جب نقل صحیح اور عقل قطعی میں مخالفت ہو (ابن تیمیہ کے نزدیک تو مخالفت ہو ہی نہیں سکتی اور ابن رشد کے نزدیک نقل پر غور کرنے سے ضرور ایسی بات نکلیگی جس سے مخالفت دور ہوجاویگی) اور نہ ابن تیمیہ کے یقین کے مطابق اور نہ ابن رشد کے قول کے موافق اُن میں تطبیق ہوسکے تو اس کے راوی اگر نامستند ہیں تو وہ حدیث موضوع سمجھی جاویگی اور اگر مستند ہیں تو یقین اس بات کا ہوگا کہ وہ قول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے اور اُس کے بیان میں راویوں سے کچھ سہو و غلطی ہوئی ہے اور اگر وہ قول پیغمبر مانا جاوے تو ضرور اُس کے معنی اور مقصد سمجھنے میں کچھ غلطی ہے ◆

مگر ہم کو یہ بیان کرنا چاہئے کہ کن امور کو ہم عقل قطعی کے مخالف قرار دیتے ہیں اُن میں سے ایک تو ممتنعات عقلی ہیں اور دوسرے ممتنعات استقرائی جو کلیہ کی حد تک پہنچ گئے ہوں اور جو قانون فطرت سے موسوم ہوتے ہیں ◆

مثلاً جز کا کل کے برابر ہونا یا مساوی کے مساوی کا مساوی نہ ہونا یا موجود بالذات غیر مخلوق کا کسی کو اپنے مثل پیدا کرنا ممتنعات عقلی سے ہیں ◆

استقرا جس میں تجربہ اور امور بھی داخل ہیں جو تحقیقات علمی سے ثابت ہوئے ہیں جب کلی ہونے کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور جس سے قانون فطرت ثابت ہوتا ہے اُس کی مخالفت ہونا ممتنعات استقرائی سے ہے اور اُس کو بھی طرداللباب ممتنعات عقلی سے تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً انسان کا مستقیم القامت بادی البشرہ عریض الاظفار ہونا استقرا کلی سے ثابت ہوتا ہے ◆

اسی استقرا سے جو امور ثابت ہوئے ہیں وہی قانون فطرت کہلاتے ہیں اور اُن میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا اور جیسا کہ اُن میں تغیر و تبدیل ہونا ممتنعات عقلی سے ہے اسی طرح مذہب اسلام میں از روے نقل کے بھی اُن میں تغیر و تبدیل ہونا ممتنعات سے ہے قرآن مجید میں جا بجا فرمایا ہے " لا تبدیل لخلق اللہ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا " پس قانون فطرت کے برخلاف ہونا ممتنعات عقلی میں سے ہے ◆

اسی بنا پر حدیث صلوٰۃ سفینہ نوح عند المقام اور حدیث رد شمس اگر ان سے مراد حقیقۃً ردّ ہو اور حدیث شق القمر تسلیم نہیں کی جاتی خواہ اُن کو موضوع کہا جاوے اگر اُن کے راوی کاذب البیان ہوں یا ناسمجھی اور غلط فہمی راویوں سے تعبیر کیا جاوے اگر اُن کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کہدے اے پیغمبر کہ بلاؤ اُن لوگوں کو	قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ

راوی عادل ہوں +

معراج کے متعلق جس قدر حدیثیں ہیں اُن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بجسدہ جبریل کا ہاتھ پکڑ کر خواہ براق پر سوار ہو کر یا پرند جانور کے گھونسلے میں بیٹھ کر جو درخت میں لٹکا ہوا تھا بیت المقدس تک جانا اور وہاں سے بجسدہ آسمانوں پر تشریف لے جانا یا بذریعہ ایک سیڑھی کے جو آسمانوں تک لگی ہوئی تھی چڑھ جانا خلاف قانون فطرت ہے۔ اور اس لئے ممتنعات عقلی میں داخل ہے اگر ہم اُن کے راویوں کو ثقہ اور معتبر تصور کریں تو بھی یہ قرار پائیگا کہ ان کو اصل مطلب کے سمجھنے اور بیان کرنے میں غلطی ہوئی مگر اس واقعہ کی صحت تسلیم نہیں ہوسکتی کیونکہ ایسا ہونا ممتنعات عقلی میں سے ہے۔ اور یہ کہدینا کہ خدا میں سب قدرت ہے اُس نے ایسا ہی کر دیا ہوگا جاہل اور ناسمجھ بلکہ مرفوع القلم لوگوں کا کام ہے نہ ان کا جو دل سے اسلام پر یقین کرتے ہیں اور دوسروں کو اُس مقام پر یقین دلانا اور اعلائے کلمۃ اللہ چاہتے ہیں +

واقعات خلاف قانون فطرت کے وقوع کا ثبوت اگر گواہان رویت بھی گواہی دیں تو محالات سے ہے اس لئے کہ وہ اُس وقت دو دلیلیں جو ایک ہی حیثیت پر مبنی ہیں سامنے ہوتی ہیں ایک قانون فطرت جو ہزاروں لاکھوں تجربوں سے جیلاً بعد جیل وزماناً بعد زمان ثابت ہے۔ اور ایک گواہان رویت جن کا عادل ہونا بھی تجربہ سے ثابت ہوا ہے پس اس کا تصفیہ کرنا ہوتا ہے کہ دونوں تجربوں میں کونسا تجربہ ترجیح کے قابل ہے قانون فطرت کو غلط سمجھنا یا راوی کی سمجھ اور بیان میں سہو غلطی کا ہونا۔ کوئی ذی عقل تو قانون فطرت پر راوی کے بیان کو ترجیح نہیں دیسکتا۔ قول پیغمبر بلا حجت قابل تسلیم ہے مگر کلام تو اسی میں ہے کہ قول پیغمبر ہے یا نہیں +

اب ہم غور کرتے ہیں احادیث معراج پر جن میں صاف پایا جاتا ہے کہ وہ ایک واقعہ ہے جو سوتے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا اور دلالت النص سے بھی پایا جاتا ہے اور صحاح کی کسی حدیث سے نہیں پایا جاتا کہ حالت بیداری میں آپنے دیکھا اور بجسدہ آپ بیت المقدس اور آسمانوں پر تشریف لے گئے بلکہ برخلاف اس کے چند حدیثوں میں سونے کی حالت پائی جاتی ہے تو ہمارا اور ہر ذی عقل کا بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اُس کو ایک واقعہ خواب کا تسلیم کرے اور ابن رشد کے قول کو صحیح سمجھے کہ اگر نقل میں کوئی بات خلاف عقل معلوم ہوتی ہے تو خود نقل اور اُس کے ماسبق و مالحق پر غور کرنے سے وہ مخالفت دور ہو جاتی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ	جن پر تم گھمنڈ رکھتے اُس کے (یعنی خدا کی) سوا

ہے نہ یہ کہ تاویل بعیدہ اور رکیکہ اور دلائل فرضی دور از کار سے اُس کو ایسا واقعہ بنا دے جو حقیقت کے بھی ایسا ہی مخالف ہو جیسا کہ عقل کے اور مذہب اسلام کی بنیاد مستحکم کو توڑ کر ریت پر بلکہ پانی پر اُسکی بنیاد رکھے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ؛

شق صدر

منجملہ واقعات معراج کے شق صدر کا بھی واقعہ ہے جس کو ہم بالتخصیص بیان کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اُس کی نسبت ایسی بھی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ معراج کے اور دفعہ بھی شق صدر ہؤا تھا ؛

بخاری میں تین حدیثیں ابوذر سے اور دو حدیثیں مالک ابن صعصعہ سے اور ایک حدیث مسلم میں اور ایک نسائی میں مالک ابن صعصعہ سے اور بخاری میں ایک حدیث انس بن مالک سے اور مسلم میں دو حدیثیں انس ابن مالک سے مروی ہیں جن میں شق صدر کا واقعہ معراج کے واقعات کے ساتھ بیان ہوا ہے ؛

علاوہ اس کے اور روایتوں سے جن میں مسلم کی بھی ایک حدیث ہے جو انس ابن مالک سے مروی ہے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ معراج کے چار دفعہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شق صدر ہؤا ہے اور یہ اختلاف روایات اس امر کا باعث ہؤا ہے کہ اُن کی تطبیق کے خیال سے لوگوں نے متعدد دفعہ شق صدر کا ہونا قرار دیا ہے مگر یہ محض غلطی ہے۔ ابن قیم نے معراج کی

وکل ھذا خبط وھذہ طریقۃ ضعفاء الظاھریۃ من ارباب النقل الذین اذا راوا فی القصۃ لفظۃ تخالف سیاق بعض الروایات جعلوہ مرۃ اخری فکلما اختلف علیھم الروایات عددوا الوقایع ۔
(زاد المعاد ابن قیم صفحہ ۲۰۳) ؛

مختلف روایات کے سبب جن لوگوں نے تعدد معراج کو مانا ہے اُن کی نسبت لکھا ہے کہ مختلف روایات سے تعدد واقعہ کا مانت بالکل خبط ہے اور یہ طریقہ ظاہری المذہب ضعیف راویوں کا ہے جو سارے قصہ میں روایت کے ایک لفظ کو دوسری روایت کے مخالف پاکر ایک جدا واقعہ ٹھیراتے ہیں اور جتنی مختلف روایتیں ملتی جاتی ہیں اُتنے ہی جدا واقعات خیال کرتے ہیں پس مناسب ہے کہ اول ہم اُن حدیثوں اور روایتوں کو اس مقام پر نقل کردیں ؛

شق صدر عند حلیمۃ فی بنی اللیث

انس ابن مالک کہتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَلَا يَمْلِكُونَ	پھر وہ کچھ اختیار نہیں رکھتے

عن انس بن مالك رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اتاه جبریل وهو یلعب مع الغلمان فاخذه فصرعه فشق عنه قلبه فاستخرج القلب فاستخرج منه علقة فقال هذا حظ الشیطان منك ثم غسله فی طست من ذهب بماء زمزم ثم لامه ثم اعاده فی مکانه وجاء الغلمان یسعون الی امه یعنی ظئره فقالوا ان محمدا قد قتل فاستقبلوه وهو منتقع اللون قال انس فکنت اری اثر المخیط فی صدره -

(صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۲) +

جبریل آئے اور آپ کو پکڑ کر زمین پر پچھاڑا اور آپ کے دل کو چیر کر نکالا اور اس میں سے ایک پھٹکی نکالی اور کہا کہ یہ تجھ میں شیطان کا حصہ تھا پھر دل کو سونے کے لگن میں آب زمزم سے دھویا اور زخم اچھا کر کے وہیں رکھ دیا جہاں تھا۔ لڑکے دوڑتے ہوئے آپ کی ماں یعنی دودھ پلائی کے پاس آئے اور کہا کہ محمد مارے گئے لوگ آنحضرت کی طرف دوڑے دیکھا کہ آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہے۔ انس کہتے ہیں کہ میں حضرت کے سینہ پر ٹانکوں کے نشان دیکھتا تھا +

بیہقی اور ابن عساکر وغیرہ نے حلیمہ کے قصہ میں ابن عباس کی یہ روایت بیان کی

واخرج البیهقی وابن عساکر وغیرهم عن ابن عباس (فی قصة حلیمة) قوالله انه لبعد مقدمنا بشهرین او ثلاثة مع اخیه من الرضاعة لفی بهم لنا خلف بیوتنا جاء اخوه یشتد فقال ذاك اخی القرشی قد جاءه رجلان علیهما ثیاب بیض فاضجعاه وشقا بطنه فخرجت انا وابوه نشتد نحوه فنجده قائما منتقعا لونه فاعتنقه ابوه وقال ای بنی ما شانك قال جاءنی رجلان علیهما ثیاب بیض فاضجعانی فشقا بطنی ثم استخرجا منه شیئا فطرحاه ثم رداه کما کان -

(مواهب اللدنیه نسخه قلمی صفحه ۳۰) +

ہے کہ خدا کی قسم ہمارے آنے کے دو تین مہینے بعد آنحضرت ہمارے گھر کے پیچھے جہاں ہمارے جانور چرتے تھے اپنے دودھ شریک بھائی کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا آیا اور اس نے کہا کہ دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور انہوں نے میرے قریشی بھائی کو زمین پر لٹا کر اس کا پیٹ چیر ڈالا۔ میں اور اس کا باپ دونوں اُن کے ڈھونڈنے کو دوڑے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کھڑے ہیں اور چہرے کا رنگ متغیر ہے۔ باپ نے اُن کو گلے سے لگا لیا اور پوچھا بیٹا! تمہارا کیا حال ہے۔ کہا دو سفید پوش آدمی آئے اور انہوں نے مجھ کو زمین پر لٹایا اور میرا پیٹ چیر ڈالا پھر پیٹ میں سے کوئی چیز نکال کر پھینک دی اور اس کو ویسا ہی کر دیا جیسا تھا +

ابو یعلی۔ ابو نعیم اور ابن عساکر نے شداد بن اوس کی حدیث میں جو بنی عامر کے ایک

وفی حدیث شداد بن اوس عن رجل من بنی عامر عند ابی یعلی وابی نعیم وابن عساکر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کنت مسترضعا فی بنی لیث

شخص سے مروی ہے بیان کیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا جب میں قبیلہ بنی لیث میں دودھ

كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴿۵۶﴾

دور کرنے برائی کا تم سے اور نہ بدلینے کا ﴿۵۶﴾

بن بكر فبينما انا ذات يوم في بطن واد مع اتراب من الصبيان اذا انا برهط ثلاثة معهم طست من ذهب ملئ ثلجا فاخذوني من بين اصحابي وانطلق الصبيان هرابا مسرعين الى الحي فعمد احدهم فاضجعني الى الارض اضجاعا لطيفا ثم شق ما بين مفرق صدري الى منتهى عانتي وانا انظر اليه لم اجد لذلك مسا ثم اخرج احشاء بطني ثم غسلها بذلك الثلج فانعم غسلها ثم اعادها مكانها ثم قام الثاني فقال لصاحبه تنح ثم ادخل يده في جوفي فاخرج قلبي وانا انظر اليه فصدعه ثم اخرج منه مضغة سوداء فرمى بها ثم قال بيده يمنة ويسرة كانه يتناول شيئا فاذا بخاتم من نور يحار الناظر دونه فختم به قلبي فامتلأ نورا وذلك نور النبوة والحكمة ثم اعاده مكانه فوجدت برد ذلك الخاتم في قلبي دهرا ثم قال الثالث لصاحبه تنح فامر يده بين مفرق صدري الى منتهى عانتي فالتأم ذلك الشق باذن الله تعالى ثم اخذ بيدي فانهضني من مكاني انهاضا لطيفا ثم قال للاول زنه بعشرة من امته فوزنوني بهم فرجحتهم ثم قال زنه بمائة من امته فرجحتهم ثم ضموني الى صدورهم وقبلوا راسي وما بين عيني ثم قالوا يا حبيب لم ترع انك لو تدري ما يراد بك من الخير لقرت عيناك۔

(مواہب لدنیہ نسخہ قلمی صفحہ ۳۵ و ۳۶)

پیتا تھا ایک دن لڑکوں کے ساتھ میدان میں کھیل رہا تھا کہ تین شخص آئے جن کے پاس سونے کا لگن برف سے بھرا ہُوا تھا اُنہوں نے لڑکوں کے درمیان سے مجھ کو اُٹھا لیا اور سب لڑکے بھاگ کر قبیلہ کی طرف چلے گئے۔ اُن شخصوں میں سے ایک نے مجھ کو آہستہ زمین پر لٹا دیا۔ اور میرے پیٹ کو سینہ کے سرے سے پیڑو تک چیر ڈالا۔ مَیں دیکھتا تھا اور مجھ کو کوئی تکلیف معلوم نہیں ہوتی تھی۔ پھر اُس نے میرے پیٹ کی آنتوں کو نکال کر برف میں اچھی طرح دھویا۔ اور ان کو اسی جگہ رکھ دیا۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اُس نے اپنے ساتھی سے کہا تو ہٹ جا پھر اُس نے میرے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر میرا دل نکالا اور میں دیکھتا تھا پھر اُس کو چیر کر ایک کالی پھٹکی اُس میں سے نکال کر پھینک دی۔ پھر اُس نے ہاتھ سے دائیں بائیں اشارہ کیا گویا کسی چیز کو لینا چاہتا ہے۔ پھر ایک نور کی مہر سے جس کو دیکھ کر آنکھیں چندھیائیں میرے دل پر مہر کی اور اُس کو نور سے بھر دیا وہ نور نبوت اور حکمت کا تھا پھر دل کو اسی جگہ رکھ دیا۔ اُس مہر کی ٹھنڈ ایک مدت تک میرے دل میں محسوس ہوتی رہی پھر تیسرے شخص نے اپنے رفیق سے کہا تو ہٹ جا پھر اُس نے میرے سینہ کے سرے سے پیڑو تک ہاتھ پھیرا خدا کے حکم سے زخم بھر آیا۔ پھر آہستہ پکڑ کر مجھ کو اُٹھایا۔ پہلے شخص نے کہا کہ اس کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ اس کو تولو۔ اُنہوں نے مجھ کو تولا تو میں وزن میں اُن سے زیادہ نکلا پھر اس نے کہا اب کے سو آدمیوں کے ساتھ تولو۔ میں وزن میں اُن سے بھی زیادہ نکلا۔ اس نے کہا ان کو چھوڑ دو اگر ساری امت کے ساتھ ان کو تولو گے تو پھر بھی یہ وزن میں زیادہ نکلیں گے پھر

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ	یہ لوگ

اُنھوں نے مجھ کو چھاتی سے لگایا اور میرے سر اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیکر کہا اے عزیز اندیشہ نہ کرو اگر تم کو معلوم ہوتا کہ خدا تم سے کیا بھلائی کرنی چاہتا ہے تو تم ضرور خوش ہوتے ✦

بیہقی میں ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حلیمہ کہتی ہیں ناگاہ میرا بیٹا ضمرہ دوڑتا ہوا

فی روایۃ ابن عباس عند البیہقی قالت حلیمۃ اذا نا بابنی ضمرۃ یعدو فزعا وجبینہ یرشح باکیا ینادی یا ابت یا اماہ الحقا محمداً فما تلحقاہ الا میتا اعاذہ اللہ من ذلک اتاہ رجل فاختطفہ من وسطنا وعلا بہ ذروۃ الجبل حتی شق صدرہ الی عانتہ وفیہ انہ علیہ السلام قال اتانی رھط ثلاثۃ بید احدھم ابریق من فضۃ وفی ید الثانی طست من زمرد خضر۔ (مواھب اللدنیہ نسخہ قلمی صفحہ ۳۶) ✦

خوف زدہ اور روتا ہوا آیا اس کے ماتھے سے پسینہ ٹپکتا تھا۔ اور پکارتا تھا اے باپ اے ماں جاؤ محمد سے ملو تم اُن کو مردہ پاؤ گے خدا اُن کو پناہ میں رکھے ایک شخص اُن کے پاس آیا اور ہمارے درمیان سے اُن کو اُٹھا کر پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا اور اُن کے سینہ کو پیڑو تک چیر ڈالا اور اسی روایت میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا تین شخص آئے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا اور دوسرے کے زمرد سبز کا لگن تھا ✦

شق صدرہ فی غار حرا

روی ابو النعیم ان جبرئیل ومیکائیل شقا صدرہ وغسلاہ ثم قال اقرأ باسم ربک۔ وکذا اروی شق صدرہ الشریف ھھنا الطیالسی والحارث فی مسندیھما۔ (مواھب اللدنیہ نسخہ قلمی صفحہ ۴۹ و ۵۰) ✦

ابو النعیم نے بیان کیا ہے کہ جبرئیل اور میکائیل دونوں نے آنحضرت کے سینہ مبارک کو چیرا اور دھویا پھر کہا پڑھ خدا کے نام سے۔ اور ایسا ہی طیالسی اور حارث نے اپنی سندوں میں (غار حرا میں آنحضرت کے شق صدر کا) ذکر کیا ہے ✦

شق صدرہ وھو ابن عشر

وروی شقہ ایضا وھو ابن عشر ونحوھا مع قصۃ لہ مع عبد المطلب ابو نعیم فی الدلائل۔ (مواھب اللدنیہ نسخہ قلمی صفحہ ۳۰) ✦

اور ابو نعیم نے دلائل النبوت میں ایک اور شق صدر کا بیان کیا ہے جب کہ آنحضرت کچھ دس برس کی عمر تھی اور عبد المطلب کے ساتھ ان کا ایک قصہ بیان کیا ہے ✦

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ	یہ لوگ جو پکارتے ہیں (یعنی اللہ کے سوا اور کو) ڈھونڈتے ہیں اپنے پروردگار کی طرف وسیلہ

شق صدرہ مرۃ خامسۃ

وروی خامسۃ (ای مع شق صدرہ فی المعراج) و لایثبت۔ (مواہب اللدنیہ نسخہ قلمی صفحہ ۳۰) +

پانچویں دفعہ بھی شق صدر بیان کیا گیا ہے مگر ثابت نہیں ہے +

جو اختلافات کہ اُن روایتوں میں ہیں وہ خود ان سے ظاہر ہیں۔ مگر منجملہ ان روایتوں کے ابن عساکر۔ شداد ابن اوس۔ ابن عباس۔ انس کی روایتیں ایسی ہیں جن میں خاص ایک وقت اور ایک مقام اور ایک زمانہ کا قصہ شق صدر مذکور ہے۔ یعنی جب کہ آنحضرت بنی لیث میں حلیمہ کے گھر تشریف رکھتے تھے۔ یہ چاروں روایتیں باوجودیکہ ایک وقت اور ایک زمانہ اور ایک مقام کی ہیں ایسی مختلف ہیں کہ کسی طرح اُن میں تطبیق نہیں ہو سکتی۔ اور اس لئے اُن میں سے کوئی روایت بھی قابل احتجاج کے نہیں +

۱۔ اختلاف اس باب میں کہ کتنے شخص یا فرشتے شق صدر کے لئے آئے

ابن عساکر کی حدیث میں ہے۔ کہ دو آدمی سفید کپڑے پہنے ہوئے آنحضرت کے پاس آئے +

شداد ابن اوس کی حدیث میں ہے۔ کہ ایک شخص آنحضرت کے پاس آیا +

ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ ایک آدمی آیا اور آنحضرت کو اُٹھا لے گیا۔ اور یہ بھی ہے کہ تین شخص آئے +

انس کی حدیث میں ہے کہ جبرئیل آنحضرت کے پاس آئے +

۲۔ جو چیزیں کہ اُن شخصوں کے پاس تھیں اُن میں اختلاف

شداد ابن اوس کی حدیث میں ہے کہ اُن کے پاس ایک طشت تھا سونے کا برف سے بھرا ہوا +

ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ ایک کے ہاتھ میں چاندی کی چھاگل تھی اور دوسرے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَیُّھُمْ اَقْرَبُ	کہ کونسا ان میں سے زیادہ نزدیک ہے

کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت +

ابن عساکر اور انس کی حدیث میں ان چیزوں میں سے کسی کا ذکر نہیں ہے +

۳۔ اختلاف آنحضرت کے زمین پر لٹانے کی نسبت

ابن عساکر اور شداد ابن اوس کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت کو زمین پر لٹایا (یعنی بیچ کے گھر کے پیچھے جو میدان تھا اس میں) +

ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت کو اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے اور وہاں لٹایا +

انس کی حدیث میں اس کا کچھ ذکر نہیں ہے +

۴۔ اختلاف نسبت شق صدر و غسل قلب وغیرہ

ابن عساکر کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت کا پیٹ چیرا اور اس میں سے کچھ نکال کر پھینکدیا۔ اور پھر ویسا ہی کر دیا اور اس میں کسی چیز کا کسی چیز سے دھونے کا ذکر نہیں ہے +

ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت کا سینہ پیڑو تک چیرا اور کسی چیز کے نکال کر پھینکنے کا ذکر نہیں ہے +

انس کی حدیث میں ہے کہ ان کا دل چیرا اور اس میں سے کوئی کالی چیز نکال کر پھینکدی اور کہا کہ یہ حصہ ہے شیطان کا۔ اور ان کے دل کو زمزم کے پانی سے دھویا۔ اور جہاں تھا وہیں رکھ دیا +

شداد ابن اوس کی حدیث میں ہے کہ حلقوم سے پیڑو تک آنحضرت کا سینہ چیرا +

مندرجہ ذیل امور صرف شداد ابن اوس کی حدیث میں ہیں اور کسی حدیث میں نہیں

۱۔ آنحضرت کے پیٹ کی انتڑیاں نکالیں +

۲۔ ان کو برف سے دھوئیں اور جہاں تھیں وہیں رکھ دیں +

۳۔ پھر دوسرے شخص نے آنحضرت کے پیٹ میں ہاتھ ڈالا +

۴۔ اور ایک کالا لوتھڑا نکال کر پھینکدیا +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۚ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾	اور امید رکھتے ہیں اس کی رحمت کی اور ڈرتے ہیں اس کے عذاب سے بیشک عذاب تیرے پروردگار کا ہے خوف کیا گیا ﴿۵۷﴾

۵ - پھر ایک نور کی مہر سے آنحضرت کے دل پر مہر کی - اور جہاں تھا وہاں رکھ دیا ۔

۶ - پھر پہلے شخص نے آنحضرت کو ان کی امت سے تولا ۔

۷ - پھر ان تینوں شخصوں نے آنحضرت کو چھاتی سے لگایا اور پیشانی کو بوسہ دیا ۔

۵ - اختلاف در باب اطلاع واقعات بحلیمہ

ابن عساکر کی حدیث میں اس کا کچھ ذکر نہیں ۔

شداد ابن اوس کی حدیث میں ہے کہ قبل شق صدر جو لڑکے وہاں تھے وہ بھاگ گئے ۔

انس کی حدیث میں ہے کہ بعد شق صدر لڑکے دوڑتے ہوئے حلیمہ کے پاس آئے اور کہا کہ محمد مارے گئے ۔

ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ میرا بیٹا ضمرہ میرے پاس دوڑتا ہوا آیا ۔

۶ - اختلاف نسبت صحت پانے شق صدر کے

شداد ابن اوس کی حدیث میں ہے کہ تین شخص جو آئے تھے ان میں سے ایک نے حلقوم سے پیڑو تک ہاتھ پھیرا اور زخم اچھا ہو گیا ۔

انس کہتے ہیں کہ میں ٹانکے لگنے کا نشان آنحضرت کے سینہ پر دیکھتا ہوں (یعنی بعد شق صدر ٹانکے لگائے گئے) ۔

باقی دو حدیثوں میں اس کا کچھ ذکر نہیں ہے ۔

غرضکہ یہ روایتیں ایسی مختلف ہیں کہ ان میں تطبیق غیر ممکن ہے - جو کہ شق صدر کا ہونا نہ امر عادی ہے نہ امر عقلی اس لئے بسبب اختلاف روایات کے اس کا متعدد دفعہ واقعہ ہونا تسلیم نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے اختلاف کے سبب سے یہ حدیثیں قابل احتجاج نہیں ۔

اصل یہ ہے کہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے " الم نشرح لك صدرك " اس کے ٹھیک معنی یہ ہیں " شرح له صدره للاسلام " جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ابن عباس سے مروی ہے (بخاری صفحہ ۷۳۹) لیکن مسلم میں جو حدیث مالک بن صعصعہ کی معراج کے متعلق

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	اور نہیں کوئی بستی مگر ہم اُس کو ہلاک کرنے والے ہیں قبل دن قیامت کے

آئی ہے اُس میں بجائے شق صدر کے لفظ شرح صدر کا آیا ہے اس لئے مفسرین نے سورۂ الم نشرح میں جو لفظ شرح صدر کا ہے۔ اُس کو شق صدر سے تعبیر کیا ہے حالانکہ وہاں شق صدر سے تعبیر کرنا محض غلط ہے۔ اور ترمذی نے بھی غلطی سے حدیث معراج کے اُس ٹکڑے کو جس میں لفظ شرح صدر آیا ہے سورہ الم نشرح کی تفسیر میں لکھ دیا ہے اسی بنا پر راویوں نے شق صدر کی مختلف حدیثیں پیدا کر لی ہیں۔ جن میں اختلاف کثیر واقع ہو گیا ہے۔ مگر ہم اُن روایتوں میں سے کسی روایت کو بھی قابل احتجاج نہیں سمجھتے +

علاوہ معراج کے صحاح کی کسی حدیث میں بجز مسلم کے شق صدر کا ذکر نہیں ہے اور اس حدیث کو جو انس بن مالک سے مروی ہے ہم ابھی لکھ آئے ہیں لیکن وہ حدیث بھی قابل احتجاج نہیں ہے کیونکہ خود اُس حدیث سے تعارض ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت کے سینہ مبارک پر ٹانکے لگانے کا نشان میں دیکھتا ہوں یعنی شق صدر کے بعد جبریل نے آپ کے سینہ پر جیسے جراح زخم پر ٹانکے لگاتا ہے ٹانکے لگائے تھے۔ اور آنحضرت کے سینہ مبارک پر اُس زمانہ تک کہ انس مسلمان ہوئے ہوں ٹانکوں کے نشان موجود تھے اور حضرت انس اُن کو دیکھتے تھے۔ العجب ثم العجب !! +

ایسی حدیثوں پر احتجاج نہیں ہو سکتا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز نے عجالۂ نافعہ میں علامات وضع حدیث میں لکھا ہے کہ "مخالف مقتضائے عقل و شرع باشد و قواعد شرعیہ آنرا تکذیب نماید" اس حدیث کا خلاف عقل ہونا تو ظاہر ہے اور مخالف شرع اس لئے ہے کہ اگر شق صدر رسول خدا کا ہوا ہو تو وہ بطور معجزہ کے ہوا ہو گا اور پھر اُس کا اندمال بھی بطور معجزہ کے ہوا ہو گا۔ اُس پر مثل جراحوں کے ٹانکے لگنے لگانے اور اُن کے نشانوں کو حضرت انس کا دیکھنا خود اعجاز کے مخالف ہے جس پر اس واقعہ کی بنا ہے اور اس لئے اُس حدیث پر احتجاج نہیں ہو سکتا +

چند حدیثیں ایسی ہیں جن میں شق صدر کا ہونا معراج کے ساتھ بیان ہوا ہے ایسا ہونا البتہ تسلیم ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ہماری تحقیق میں واقعہ معراج کا ایک خواب تھا جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا اُسی خواب میں یہ بھی دیکھنا کہ جبرئیل نے آپ کا سینہ چیرا اور اُس کو آب زمزم سے دھویا قابل انکار نہیں ہے۔ اور نہ کوئی اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ ہے +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۹۰﴾	یا اُس کو عذاب کرنے والے ہیں عذاب بہت سخت کتاب میں ہے یہ لکھا ہوا ﴿۹۰﴾

بعض کتابیں حدیث کی جیسے کہ بیہقی اور دارقطنی اور مثل اُن کے ہیں اور کتب سیرو تواریخ جیسے کہ مواہب لدنیہ اور سیرۃ ابن ہشام وغیرہ ہیں وہ جب تک اُن کے صحیح ہونے یا غلط نہ ہونے کی کوئی وجہ نہ ہو مطلقاً قابل التفات نہیں ہیں اور اُن کی اکثر حدیثیں اور روایتیں نامعتبر اور موضوع ہیں اُن پر استدلال کرنے سے زیادہ کوئی کام نادانی و سفاہت و بلادت کا نہیں ہے کیا یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ابونعیم کی روایت میں ہے کہ جبرئیل و میکائیل شق صدر کرنے کو آئے تھے ایک راوی نے اُس پر یہ طرہ اضافہ کیا کہ

وفی روایتہ ناقبل الی طیران ابیضان کانھما نسران وفی روایۃ غریبۃ نزل علیہ کرکیان و قد یقال ان الطیرین تارۃ شبھا بالنسرین و تارۃ بالکرکیین فی کون مجئی جبریل و میکائیل علیھما السلام علی صورۃ النسر لطیفۃ لان النسر سید الطیور ۔

(صفحہ ۲۴ سیرۃ محمدیہ) ✦

آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس دو سفید پرند آئے گویا کہ وہ نسران یعنی دو گدھ تھے اور ایک شاذ روایت میں ہے کہ دو کرکی یعنی دو کلنگ جانور آئے تھے کہا جاتا ہے کہ وہ دونو جانور کبھی تو گدھ کے مشابہ ہو جاتے تھے اور کبھی کلنگ کے (اور وہ جبرئیل و میکائیل فرشتے تھے) اور جبرئیل و میکائیل کے گدھوں کی صورت بنکر آنے میں یہ حکمت تھی کہ گدھ پرندوں میں سردار ہے ۔ کیا کوئی باایمان مسلمان جس کو اپنے ایمان کی کچھ بھی قدر ہوگی ایسی لغو اور بیہودہ روایتوں پر جن کے راوی " فلیتبوء مقعدہ من النار " کے مصداق ہیں ۔ التفات کرسکتا ہے حاشا وکلا ✦

﴿۹۰﴾ ــــ ﴿۹۱﴾ اس سے پہلی آیتوں میں خدا تعالےٰ نے کافروں کے عقیدوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ خدا کے ساتھ اور خدا بھی ٹھہراتے تھے اور حشر کو اور قیامت کو نہیں مانتے تھے ۔ پھر اُن کے اس عقیدہ کا ذکر کیا ہے کہ سختی اور مصیبت دور ہونے کے لئے خدا کے سوا اوروں کو وسیلہ ٹھہراتے تھے اور اُن کے وسیلہ سے خدا کی مہربانی چاہتے تھے ۔ اُن کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ہر شہر و قریہ کی حفاظت خدا کے سوا کسی دوسرے کے سپرد ہوتی ہے ۔ اور اس شہر اور قریہ کے لوگ اُس کو پوجتے تھے جیسے کہ اس زمانہ کے مشرکین بھی کسی دیوی یا دیوتا کو اس کا محافظ سمجھتے ہیں یا جیسے جاہل مسلمان کسی ولی یا شہید کو اُس جگہ کا صاحب ولایت قرار دیکر افعال شرکیہ اُس کی قبر کے ساتھ کرتے ہیں ۔ اس عقیدہ کی تردید میں خدا نے فرمایا کہ جن قریوں کو ہم ہلاک کرتے ہیں یا کوئی عذاب اُن پر نازل کرتے ہیں وہ پہلے سے مقدر ہو چکا ہے ۔ اور مشرکین جن کو اُن قریوں کا محافظ سمجھ کر اُن کی پرستش کرتے ہیں ۔ بے فائدہ ہے ✦

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا (۹۱)	اور ہم کو نہیں روکا کہ ہم بھیجیں نشانیوں کو مگر یہ کہ جھٹلایا اُن کو پہلوں نے اور دی ہم نے ثمود کو اونٹنی دکھائی دیتی ہوئی پھر اُنہوں نے ظلم کیا اُس پر نہیں بھیجتے ہم مگر نشانیوں کو واسطے ڈرانے کے (۹۱)

ثمود کی قوم جو الحجر میں بستی تھی اور جس کی ہدایت کے لئے حضرت صالح پیغمبر مبعوث ہوئے تھے۔ بت پرست تھی اور اُن کے بھی اسی قسم کے اعتقادات تھے۔ جب اُنہوں نے حضرت صالح سے نشانی چاہی اور حضرت صالح نے خدا کے حکم سے ایک اونٹنی خدا کے نام پر چھوڑ دی جس طرح کہ اس ملک میں دیوتاؤں کے نام پر سانڈ چھوڑا جاتا ہے اور عرب والے اونٹنی چھوڑتے تھے مگر انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا اور اس کے بعد سخت بھونچال آنے سے وہ قوم تباہ ہوگئی ✦

عرب کے لوگ جو نشانیاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے چاہتے تھے اُس کی نسبت خدا نے ثمود کے قصہ پر اشارہ کر کے بتلایا کہ اگلوں نے نشانی مانگی اور پھر جھٹلایا۔ اس لئے اُن کی خواہش سے کوئی نشان مقرر کرنا بیفائدہ ہے[۱۵] پس یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ ہم کو کسی نشانی یا احکام خاص کے بھیجنے سے بجز اس کے اور کسی چیز نے منع نہیں کیا کہ باوجود یکہ اگلوں کے مانگنے پر جو نشان دئے گئے تھے اُس کو بھی اُنہوں نے نہیں مانا۔ پس ایسی خواہشیں لغو اور بیفائدہ ہیں۔ اور نشانیوں یا احکام خاص کا بھیجنا صرف ڈرانے کے لئے ہے وہ کوئی ایسا امر نہیں ہے جو ذریعہ ایمان لانے کا ہو ✦

آیت اور آیات کا لفظ جو اس آیت میں ہے اُس کے معنی احکام کے بھی ہو سکتے ہیں جو اس اونٹنی کے متعلق حضرت صالح نے بتائے تھے اور نشانی کے معنی بھی ہوسکتے ہیں۔ مگر معجزہ یا معجزات کے معنی نہیں ہوسکتے اور اس پر بحث ہم پہلے کر آئے ہیں[۵] ✦

(۹۲) مفسرین نے اور نیز تفسیر ابن عباس میں لکھا ہے کہ اس آیت میں تقدیم تاخیر ہے۔ تفسیر ابن عباس میں تقدیم و تاخیر کو اس طرح بیان کیا ہے۔ :ذ قلنا لك ان ربك احاط بالناس وما جعلنا الرویا التی اریناك والشجرة الملعونة فی القران الا فتنة للناس ۔ ونخوفهم فلا یزیدهم الا طغیانا کبیرا ✦

اس آیت سے پہلے خدا نے فرمایا تھا کہ نشانیوں کا بھیجنا صرف ڈرانے کے لئے ہے۔ اُسی کے ساتھ خدا نے فرما دیا کہ ہم نے تجھ سے کہہ دیا ہے کہ بیشک تیرے پروردگار نے سب

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۲﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿۶۳﴾

اور جس وقت ہم نے کہا تجھ کو کہ بیشک تیرے پروردگار نے گھیر لیا ہے آدمیوں کو اور ہم نے نہیں کیا خواب کو جو دکھایا تجھ کو مگر آزمائش لوگوں کے لئے اور درخت لعنت کیا گیا (یعنی اس کا ذکر) ہے قرآن میں اور ہم اُن کو ڈراتے ہیں تو نہیں زیادہ کرتا اُن کو (ڈرانا) مگر سرکشی بہت بڑی ﴿۶۲﴾ اور جس وقت ہم نے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو پھر انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہا کیا میں اُسے سجدہ کروں جسے تو نے پیدا کیا ہے مٹی سے ﴿۶۳﴾

سب آدمیوں کو گھیر لیا ہے - پس نشانیوں کا بھیجنا نہ بھیجنا برابر ہے - اس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ جو خواب ہم نے تجھ کو معراج میں دکھایا تھا اور شجرۂ ملعونہ یعنی زقوم کا جو ذکر قرآن میں ہے وہ لوگوں کی آزمائش کے لئے ہے کہ کون معراج کی تصدیق کرتا ہے اور کون زقوم سے خوف کھاتا ہے مگر ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے اس کے دوسرے معنی لیکر زقوم کی ہنسی اُڑائی اور کہا وہ تو کھجور کو مکھن سے ملا کر کھانا ہے جو نہایت مزیدار ہے - پیغمبر ہم کو اس سے کیا ڈراتا ہے - اس پر خدا نے فرمایا کہ ہم تو اُن کو زقوم سے ڈراتے ہیں - اُن کو ڈر تو نہیں ہوتا بلکہ سرکشی بڑھ جاتی ہے +

لسان العرب میں لکھا ہے کہ جب زقوم کی آیت نازل ہوئی کہ زقوم گنہگاروں کا کھانا ہے - قریش نے زقوم کے معنی نہیں سمجھے اور ابوجہل نے کہا یہ درخت تو ہمارے ملک میں پیدا نہیں ہوتا - کیا تم میں سے کوئی زقوم کو جانتا ہے - ایک شخص نے جو افریقہ سے قریش کے ہاں آیا ہوا تھا - کہا کہ افریقہ کی زبان میں زقوم کھجور کے ساتھ مکھن ملا کر کھانے کو کہتے ہیں - ابوجہل نے اپنی کنیز سے کہا کہ مکھن اور کھجور لے آتا کہ ہم کھائیں - اور وہ سب ملکر کھاتے تھے اور کہتے تھے کیا آخرت میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو اسی چیز سے ڈراتا ہے - اسی ہنسی اُڑانے پر جو ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے زقوم کی نسبت اُڑائی خدا تعالےٰ نے سورہ صافات میں زقوم کا پھر ذکر کیا اور فرمایا کہ

لما نزلت اٰیة الزقوم ان شجرة الزقوم طعام الاثیم لم یعرفه قریش فقال ابوجهل ان هذا الشجر ماینبت فی بلادنا فمن منکم من یعرف الزقوم فقال رجل قدم علیهم من افریقیة الزقوم بلغة افریقیة الزبد بالتمر فقال ابوجهل یاجاریة هاتی لنا تمرا وزبدا نزدقمه فجعلوا یاکلون منه ویقولون افبهذا یخوفنا محمد فی الاخرة۔

(لسان العرب مادہ زقم) +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ
عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ
اِلَّا قَلِيْلًا (۶۴) قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ
تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ
جَزَآءً مَّوْفُوْرًا (۶۵) وَاسْتَفْزِزْ مَنِ
اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ
اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَ
شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ
وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا
غُرُوْرًا (۶۶) اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ
لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا (۶۷)
رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ
فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ كَانَ
بِكُمْ رَحِيْمًا (۶۸)

کہا کیا تو نے دیکھا ہے اُس شخص کو جسے بزرگی دی تو نے
اوپر میرے اگر تو مجھ کو مہلت دے قیامت کے دن تک
البتہ ستیاناس کردونگا میں اُس کی اولاد کو مگر تھوڑوں
کو (۶۴) کہا خدا نے دور ہو پھر جو کوئی تیری پیروی کریگا
اُن میں سے پھر بیشک جہنم ہے سزا تم سب کی سزا
پوری (۶۵) اور بہکا جس کو بہکا سکے اُن میں سے
اپنی آواز سے اور چڑھائی کر اُن پر اپنے سواروں
اور پیادوں سے اور اُن کا شریک ہو مال میں اولاد
میں اور وعدے دے اُن کو (یعنی خدا سے بے خوف ہونیکا)
اور نہیں وعدہ دیتا اُن کو شیطان مگر فریب کے (۶۶)
بیشک میرے بندے نہیں ہے تجھ کو اُن پر کچھ حکومت
اور کافی ہے تیرا پروردگار کام سنوارنے والا (۶۷)
تمہارا پروردگار وہ ہی جو رواں کرتا ہے تمہارے لئے
کشتی کو دریا میں تاکہ تم تلاش کرو اُس کے فضل (یعنی
اُس کے رزق) سے بیشک وہ ہے تم پر مہربان (۶۸)

انا جعلناها فتنة للظالمين انها شجرة تخرج في اصل الجحيم طلعها كانه رءوس الشياطين فانهم لآكلون منها فمالئون منها البطون ثم ان لهم عليها لشوبا من حميم ۔

ہم نے اُس کو (یعنی زقوم کو) ظالموں کے واسطے فتنہ بنایا ہے ۔ وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ سے پیدا ہوگا اُس کے خوشے شیطانوں کے سروں کے مانند ہیں وہ اس میں سے کھائینگے ۔ اور اس سے اپنا پیٹ بھرینگے ۔ پھر اس کے اوپر گرم پانی ملا کر اُن کو دیا جائیگا ۔

اور اس آیت سے خدا نے بتایا کہ زقوم کا وہ مطلب نہیں ہے جو کفار عرب نے بتایا ہے بلکہ وہ منجملہ عذابہائے آخرت کے ایک قسم کا عذاب ہے ۔ اور چونکہ تمام عذاب دوزخ کے اُن چیزوں کی تمثیل میں بیان کئے جاتے ہیں جو دنیا میں تکلیف دہ پائی جاتی ہیں اس لئے اُس عذاب کو بھی زقوم سے استعارہ میں بیان کیا ہے ۔

زقوم حقیقت میں ایک درخت ہے جس کی نسبت حاشیہ تفسیر جلالین میں لکھا ہے کہ تہامہ میں ہوتا ہے اور لسان العرب میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ (دینوری) کہتے ہیں کہ قبیلہ

قال ابو حنيفة اخبرني اعرابي من ازد السراة ازد کے ایک اعرابی نے مجھ سے بیان کیا کہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ﴿٦٩﴾ أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٧٠﴾ أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ﴿٧١﴾

اور جب تم کو پہنچے سختی دریا میں تو کھوئے جاتے ہیں جنکو پکارتے ہو مگر وہی (یعنی خدا) پھر جب تم کو بچا لیجاتا ہے خشکی کی طرف تو منہ پھیر لیتے ہو اور ہے انسان ناشکر گذار (٦٩) پھر کیا تم نڈر ہو اُس سے کہ دھنسا دیوے تم کو خشکی کے ہی کسی زمین میں یا بھیجے تم پر کنکر برسانے والی سخت آندھی پھر نہ پاؤ گے اپنے لئے بچانیوالا (٧٠) کیا تم نڈر ہو گئے ہو اُس سے کہ پھر لیجاوے تم کو اُس میں (دریا میں) دوسری دفعہ پھر بھیجے تم پر کشتی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی ہوا کہ پھر ڈبو دیوے تم کو اُس سبب سے کہ تم نے کفر کیا پھر تم نہ پاؤ اپنے لئے ہم پر اُس کے بدلے کوئی پیچھا کرنے والا (یعنی مواخذہ کرنے والا) (٧١)

قال الزقوم شجرة غبراء صغيرة الورق مدورتها لا شوك لها ذفرة مرة لها كعابر في سوقها كثيرة ولها ورد ضعيف جدا يجرسها النحل ونورتها بيضاء ورأس ورقها قبيح جدا۔ (لسان العرب مادہ زقم)

زقوم ایک خاکی درخت ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے گول اور بے خار پتے ہوتے ہیں۔ بو تیز۔ مزہ کڑوا۔ اور اس کی ٹہنیوں میں بہت سی گرہیں ہوتی ہیں اور پھول بہت نازک اور نرم ہوتا ہے جس کو شہد کی مکھی چاٹتی ہے۔ اُس کا شگوفہ سفید ہوتا ہے اور پتوں کے کنارے بہت بدصورت ہوتے ہیں پس عذاب دوزخ کو اسی خبیث ترین درخت کے ساتھ جو دنیا میں پایا جاتا ہے تشبیہ دیکر بیان کیا ہے۔

(٨٦) خدا نے اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ جب ہم انسان پر نعمت بھیجتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور جب اُس کو برائی پہنچتی ہے تو نا اُمید ہوتا ہے۔ اس کے بعد خدا نے فرمایا ہے کہ اے پیغمبر تو کہدے کہ ہر ایک اپنی جبلت یا خلقت پر کام کرتا ہے۔

جس لفظ کا ہم نے "جبلت یا خلقت" ترجمہ کیا ہے وہ لفظ "شاکلہ" ہے۔

الشاكلة۔ الناحية والطريقة والجديلة۔ وشاكلة الانسان شكله وناحيته وطريقته وفي التنزيل العزيز "قل كل يعمل على شاكلته" اي على طريقته وجديلته ومذهبه وقال الاخفش "على شاكلته" اي على ناحيته وجهته وخليقته۔ (لسان العرب مادہ شكل)

لسان العرب میں لکھا ہے کہ شاکلہ کے معنی ہیں طرف۔ طور و طریقہ اور انسان کے شاکلہ سے اُس کی شکل۔ اس کی طبیعت کا میلان جس طرف ہو اور اس کا طریقہ مراد ہے۔ قرآن میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ
فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي
كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۲﴾
يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ
بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ
بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ
كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ
فَتِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ
اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى
وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۴﴾ وَاِنْ كَادُوْا
لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ
وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۵﴾ وَلَوْلَآ
اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ
اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ اِذًا لَّاَ
ذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ
الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا
نَصِيْرًا ﴿۷۷﴾

اور بیشک ہم نے بزرگی دی بنی آدم کو اور ہم نے
اُن کو چڑھایا سواریوں پر خشکی میں اور دریا میں اور
ہم نے اُن کو روزی دی پاکیزہ چیزوں سے اور ہم نے
اُن کو بزرگی دی بہتوں پر اُن میں سے جن کو ہم نے
پیدا کیا ہر طرح سے بزرگی دینی ﴿۷۲﴾ جس دن ہم
بلاوینگے ہر فرقے کے لوگوں کو اُن کے پیشواؤں سمیت
پھر جو کوئی کہ دیگئی اس کی کتاب اُس کے داہنے ہاتھ
میں پھر وہ لوگ پڑھینگے اپنی کتاب کو اور نہ ظلم کئے
جاوینگے ایک تاگے کی برابر ﴿۷۳﴾ اور جو ہے اس
دنیا میں اندھا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور رستہ
بھٹکا ہوا ﴿۷۴﴾ اور بیشک قریب تھا کہ فریب دیکر باز رکھیں
تجھ کو اس چیز سے کہ وحی بھیجی ہے ہم نے تیرے پاس
تاکہ تو افترا کرلوے ہم پر اُس کے سوا۔ اور اُس وقت
وہ تجھ کو کرلیتے گہرا دوست ﴿۷۵﴾ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ
ہم نے ثابت رکھا تجھ کو تو البتہ قریب تھا کہ تو جھکے جاوے
اُن کی طرف کچھ تھوڑا سا ﴿۷۶﴾ اور اُس وقت البتہ ہم
مزا چکھاتے تجھ کو دوگنا عذاب زندگی کا اور دوگنا
عذاب موت کا پھر نہ پاتا تو اپنے لئے ہم پر کوئی
مدد دینے والا ﴿۷۷﴾

کہ اے پیغمبر کہدے ہر شخص اپنی "شاکلہ" پر کام کرتا ہے یعنی اپنے طور و طریقہ پر اور اپنے مذہب پر اور اخفش نے یہ معنی لئے ہیں کہ اپنی طبیعت کے میلان پر جس طرف ہو اور اپنی خلقت پر ⁂

تاج العروس شرح قاموس میں لکھا ہے کہ شاکلہ کے معنی شکل و صورت کے ہیں

الشاکلۃ۔ الشکل یقال ھذا علی شاکلۃ ابیہ ای شبھہ والشاکلۃ الناحیۃ والجھۃ وبہ فسرت الآیۃ "قل کل یعمل علی شاکلتہ" عن الاخفش وایضاً النیۃ قال قتادۃ فی تفسیر الآیۃ ای علی جانبہ وعلی ما ینوی وایضاً الطریقۃ والجدیلۃ وبہ فسرت

جیسے کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے باپ کی شاکلہ پر ہے یعنی اُس کا ہم شکل ہے اور شاکلہ میلان کی سمت اور جہت کو بھی کہتے ہیں۔ اخفش نے آیت قل کل یعمل الخ کی تفسیر میں شاکلہ کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذًا لَا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا (۷۸) سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا (۷۹) أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا (۸۰) وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا (۸۱) وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا (۸۲) وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (۸۳) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا (۸۴) وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا (۸۵) قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا (۸۶)

اور بیشک قریب تھا کہ ہلا دیں تجھ کو زمین (یعنی مدینہ) سے تاکہ نکال دیں تجھ کو اُس سے اور اُس وقت یہ نہ ٹھیرتے تیرے پیچھے مگر تھوڑا سا (۷۸) طریقہ پر اُن کے جن کو بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے اور نہیں پائے گا تو ہمارے طریقہ میں تبدیلی (۷۹) قائم کر نماز سورج کے ڈھلنے سے رات کی اندھیرے ہو جانے تک اور (قائم کر) قرآن پڑھنا فجر کا بیشک قرآن پڑھنا فجر کا ہے گواہی دیا گیا (۸۰) اور تھوڑی سی رات کو پھر کوشش کر اُس کے ساتھ (یعنی قرآن پڑھنے کے ساتھ) زیادہ ہوا ہے تیرے لئے قریب ہے کہ کھڑا کرے تجھ کو تیرا پروردگار مقام محمود میں (۸۱) اور کہہ اے پروردگار داخل کر مجھ کو داخل کرنا سچا اور نکال مجھ کو نکالنا سچا اور کر میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ دینے والا (۸۲) اور کہہ آیا حق (یعنی قرآن) اور مٹ گیا باطل (یعنی شرک) بیشک باطل تھا مٹ جانیوالا (۸۳) اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے وہ چیز کہ وہ شفا ہے اور رحمت ہے واسطے ایمان والوں کے اور نہیں زیادہ کرتا ظالموں کو مگر خسارہ (۸۴) اور جب ہم نعمت بھیجتے ہیں انسان پر منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب پہنچتی ہے اُس کو برائی تو ہوتا ہے نا اُمید (۸۵) کہہ دے کہ ہر ایک کام کرتا ہے اپنی جبلت پر پھر تمہارا پروردگار جانتا ہے اُس شخص کو کہ وہ بہت ٹھیک چلنے والا ہے رستہ کو (۸۶)

الآیة وایضا المذهب والخلیقة وبه فسر الآیة عن ابن عرفه وقال الراغب فی تفسیر الآیة ای علی سجیته التی قیدته وذلک ان سلطان السجیة علی الانسان قاهر حسبما بینت فی الذریعة الی مکارم الشریعة وهذا کما قال علیه السلام کل میسر لما خلق له۔ (تاج العروس مادہ شکل)

یہی معنی لئے ہیں۔ شاکلہ کے معنی نیت کے بھی ہیں قتادہ نے آیت مذکورہ کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ ہر شخص اپنی طبیعت کی رخ اور نیت پر عمل کرتا ہے شاکلہ کے ایک معنی طور و طریقہ کے بھی ہیں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۷﴾	اور[1] پوچھتے ہیں تجھ کو روح کی بابت کہدے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے تم نہیں دئیے گئے ہو علم سے مگر تھوڑا سا ﴿۸۷﴾

آیت مذکورہ بالا کی تفسیر ان معنوں پر بھی کی گئی ہے - ایک معنی شاکلہ کے مذہب اور خلقت کے ہیں ابن عرفہ نے اسی معنی پر آیت کی تفسیر کی ہے - اور راغب نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہر شخص اپنی سجیہ یعنی طبیعت پر عمل کرتا ہے جس کا وہ مقید ہے - سجیہ ہی انسان پر ایسا حاکم غالب ہے جو مکارم شریعت تک لیجانے میں وسیلہ ہو جاتا ہے - اور آنحضرت کے اس قول کے مطابق ہے کہ ہر شخص آسانی دیا گیا ہے اس کام کے لئے جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے ◆

محیط المحیط میں ہے کہ شاکلہ کے معنی ہیں شکل - طرف - گوشہ - راہ - نیت - طریقہ

الشاکلۃ - الشکل والناحیۃ والخاصرۃ والنیۃ والطریقۃ والمذھب فی سورۃ بنی اسرائیل " قل کل یعمل علی شاکلتہ " ای علی سجیتہ وخلقتہ -
(محیط المحیط مادہ شکل) ◆

اور مذہب اور سورہ بنی اسرائیل میں آیت قل کل یعمل الخ کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص اپنی سجیہ یعنی طبیعت اور خلقت پر عمل کرتا ہے ◆

لغات القرآن مصنفہ علامہ محمد بن ابی بکر رازی میں ہے کہ " علی شاکلتہ " کے

قولہ علی شاکلتہ ای علی طریقتہ وجھتہ وقیل علی خلیقتہ وطبیعتہ وتمام الآیۃ یفید القول الاول وفی حاشیۃ الکتاب نسخۃ ای " علی جبلتہ " ◆

معنی ہیں اپنے طریقہ اور میلان طبعی کے رخ پر - اور بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں اپنی خلقت اور طبیعت پر - اور پوری آیت سے پہلے قول کی تائید ہوتی ہے ◆

اور امام محی الدین ابن العربی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہر شخص اپنی شاکلہ پر عمل کرتا ہے

- قل کل یعمل علی شاکلتہ " ای خلیقتہ وملکتہ الغالبۃ علیہ من مقامہ فمن کان مقامہ النفس فشاکلتہ مقتضی خباثتہا علی ما ذکرنا من الاعراض والیأس ومن کان مقامہ القلب فشاکلتہ السجیۃ الفاضلۃ علی مقتضاھا الشکر والصبر -
(تفسیر ابن العربی جلد اول صفحہ ۳۸۴) ◆

یعنی اپنی خلقت اور ملکہ پر جو اس کے مقام اور مرتبہ کے موافق اس پر غالب ہوتا ہے پس جس کا مقام نفس ہے اور ملکہ وہ ہے جو نفس کے اقتضا کے موافق ہے - وہ خدا سے منہ پھیرتا ہے اور نا امید ہوتا ہے اور جس کا مقام قلب ہے اور ملکہ نیک عادت ہے وہ اس کے مقتضا کے موافق شکر و صبر کرتا ہے ◆

معالم التنزیل میں علامہ بغوی نے لکھا ہے کہ آیت قل کل یعمل الخ کی تفسیر میں

[1] روح کی نسبت ہم نے پوری بحث اپنی تفسیر کی تیسری جلد میں کی ہے ◆

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۸﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۹﴾

اور اگر ہم چاہیں تو البتہ لیجاویں چیز جو وحی بھیجی ہے ہم نے تیرے پاس پھر نہ پاویگا تو اپنے لئے اُس کے بدلے ہم پر کارساز ﴿۸۸﴾ مگر (اُس کا نہ لیجانا) بسبب رحمت کے ہے تیرے پروردگار سے بیشک اُس کا فضل ہے اوپر تیرے بہت بڑا ﴿۸۹﴾

"قل کل یعمل علی شاکلتہ" قال ابن عباس علی ناحیتہ قال الحسن و قتادہ علی نیتہ قال المقاتل علی جدیلتہ قال الفراء علی طریقتہ التی جبل علیہا وقال القتیبی علی طبیعتہ وخلیقتہ -
(معالم التنزیل جلد ثانی صفحہ ۲۰۳) +

ابن عباس نے شاکلہ کے معنی لئے ہیں طبیعت کا میلان جس طرف ہو اور حسن بصری اور قتادہ نے نیت کے معنی لئے ہیں - اور مقاتل نے طور وطریقہ کے معنی قرار دیئے ہیں اور فراء نحوی نے وہ طریقہ مراد لیا ہے جس پر انسان مجبول ہے اور قتیبی نے طبیعت اور خلقت کے معنی بیان کئے ہیں +

تفسیر بیضاوی میں آیت مذکورہ بالا کی تفسیر میں لکھا ہے - اے پیغمبر کہدے کہ ہر شخص

"قل کل یعمل علی شاکلتہ" قل کل احد یعمل علی طریقتہ التی تشاکل حالہ فی الھدی والضلالۃ او جوھر روحہ واحوالہ التابعۃ لمزاج بدنہ ...... و قد فسرت الشاکلۃ بالطبیعۃ والعادۃ والدین -
(بیضاوی جلد اول صفحہ ۴۰۰) +

ایسے طریقہ پر عمل کرتا ہے جو ہدایت اور گمراہی میں اُس کے حال کے مشابہ ہو یا اُس کے جوہر روح اور اُن حالات کے موافق ہو جو اس کے مزاج بدنی کے تابع ہیں - اور شاکلہ کی تفسیر میں طبیعت - عادت اور مذہب کے معنی بھی لئے گئے ہیں +

مذکورہ بالا اقوال سے ظاہر ہے کہ علما نے "شاکلہ" کے متعدد معنی اختیار کئے ہیں اگرچہ ہر ایک معنی کا ماحصل قریب قریب ہے - لیکن ہم "شاکلہ" کے معنی خلقت اور جبلت کے اختیار کرتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ پہلی آیت میں خدا تعالےٰ نے انسان کی ایک فطرت کا بیان کیا ہے جس پر تمام انسان مجبول ہیں اور اس آیت کو اسی آیت پر متفرع کیا ہے - اور اس لئے اس آیت میں "شاکلہ" کے وہی معنی لینے ضرور ہیں جو انسان کی فطرت اور جبلت پر دلالت کرتے ہوں - پس الفاظ جبلت یا خلقت سے "شاکلہ" کی تعبیر کرنا نہایت صحیح اور موافق سیاق قرآن کے ہے - چنانچہ ابن عرفہ نے شاکلہ کے معنی خلقت کے لئے ہیں - راغب نے سجیہ کے معنی لئے ہیں - اُس کا قول ہے کہ سجیہ ہی انسان پر حاکم غالب ہے اور مکارم شریعت تک لیجانے کا وہی وسیلہ ہوتی ہے اور اُسی کی نسبت آنحضرت کا فرمانا ہے کہ ہر شخص آسانی دیا گیا ہے اُس چیز کیلئے جسکے لئے پیدا کیا گیا ہے - محیط المحیط میں بھی شاکلہ کے معنی سجیہ اور خلقت کے لکھے ہیں - اور محمد بن ابی بکر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۹۰﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۱﴾ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۲﴾	کہہ دے (اے پیغمبر) کہ اگر اکٹھے ہوں انس اور جن اس بات پر کہ لادیں مثل اس قرآن کے نہ لا سکینگے مثل اس کے اگرچہ ہو دیں اُن میں سے بعضے بعضوں کے مددگار ﴿۹۰﴾ اور بیشک ہم نے طرح طرح سے بیان کیا لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر ایک مثل سے پھر انکار کیا اکثر لوگوں نے مگر ناشکری سے ﴿۹۱﴾ اور انہوں نے کہا ہرگز ہم نہ مانینگے تجھ کو جب تک تو پھاڑ کر نکالے ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ ﴿۹۲﴾

رازی نے بھی لغات قرآن میں شاکلہ کے ایک معنی طبیعت خلقت اور جبلت کے ایک بیان کئے ہیں اور امام محی الدین ابن العربی نے اس کے معنی لئے ہیں خلقت اور ملکہ جو انسان پر غالب ہے اور فراء نحوی نے جبلت خلقت اور طبیعت کے معنی لئے ہیں۔ اور صاحب بیضاوی نے اس کے معنی عادت اور طبیعت کے بیان کئے ہیں۔ پس ہم نے جو شاکلہ کے معنی خلقت اور جبلت یعنی فطرت کے قرار دئے ہیں۔ اُس کی تائید میں علماے مذکورہ بالا کے اقوال ہیں +

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک انسان ایک فطرت یا جبلت پر پیدا ہوا ہے جس کو انگریزی زبان میں نیچر کہتے ہیں اور ان الفاظ سے جو قرآن مجید میں ہیں " قل کل یعمل علی شاکلتہ " صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو جبلت یا فطرت یا خلقت خدا نے جس انسان کی پیدا کی ہے۔ اُسی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اور دوسری بات ان الفاظ سے " فربکم اعلم بمن ھو اھدی سبیلا " یہ ثابت ہوتی ہے کہ جو کچھ انسان کرتا ہے یا کریگا اچھا یا بُرا قبل اس کے کہ وہ کرے خدا کو اُس کا علم ہے۔ اور خدا جانتا ہے کہ یہ کریگا +

اب ہم کو یہ دیکھنا باقی ہے کہ خدا نے انسان کو کس خلقت یا جبلت یا فطرت پر پیدا کیا ہے +

یعنی اُس کے نیچر میں کیا باتیں پیدا کی گئی ہیں۔ کیونکہ برخلاف اُس فطرت کے اُس سے کوئی امر ظہور میں نہیں آسکتا ہے قرآن مجید میں بھی خدا نے یہی فرمایا ہے " فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ " اور یہ بات ظاہر ہے کہ خدا نے ایک حد معین تک انسان کو قدرت عطا کی ہے جس سے وہ اس حد تک اپنے افعال کا مختار ہے اور یہ سمجھنا کہ ایسا اختیار دینے سے خدا کی قدرت میں اختیار لازم آتا ہے محض غلط ہے کیونکہ اس نے وہ قوت کسی اضطرار یا مجبور ہونے کے سبب سے نہیں دی تھی بلکہ اپنی خوشی اور اپنی مرضی سے دی تھی اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ﴿۹۳﴾ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ﴿۹۴﴾ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ﴿۹۵﴾	یا ہووے تیرے لئے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا پھر تو پہاڑ کر نکالیں نہریں اُس کے بیچ میں اچھی طرح بہا کر (۹۳) یا تو گرادے آسمان کو جیسا کہ تو نے گمان کیا ہے (کہ خدا چاہے تو اُس کو گرادے) ہم پر ٹکڑے ٹکڑے یا لے آوے تو اللہ کو اور فرشتوں کو آمنے سامنے (۹۴) یا ہووے تیرے لئے ایک گھر سنہری یا تو چڑھ جاوے آسمان میں اور ہرگز ہم نہ مانینگے تیرے (آسمان پر) چڑھ جانے کو بھی یہاں تک کہ تو لاوے تو ہم پر ایک کتاب کہ پڑھ لیں ہم اُس کو کہدے (اے پیغمبر) پاک ہے میرا پروردگار نہیں ہوں میں مگر ایک آدمی بھیجا ہوا (یعنی رسول) (۹۵)

وہ مختار تھا چاہے دیتا چاہے نہ دیتا اور اس قدرت کا دینا نہایت حکمت پر مبنی ہے جس کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہاں فرشتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ہے " انی اعلم مالا تعلمون" ۔

یہ کہنا کہ خدا نے جس فطرت پر جس کو بنایا ہے اُس کے تبدیل نہ کرنے سے خدا کا عجز ثابت ہوتا ہے جہلا کا کلام ہے کیونکہ کسی صاحب قدرت اور اختیار کا اپنی بنائی ہوئی فطرت یا قانون فطرت کو قائم رکھنا اُس کی قدرت کی دلیل ہے نہ اُس کے عجز کی ۔

خدا نے اپنی تمام مخلوقات کے پیدا کرنے میں اور اُن کو ایک فطرت عطا کرنے میں ہر ایک کے ساتھ نہایت عدل کیا ہے اُس کا ثبوت اس بات سے ہوتا ہے کہ ہر ایک مخلوق کو ایک بھنگے سے لیکر انسان تک جس کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے جو چیزیں کہ بلحاظ اُس کی خلقت کے اُس کے لئے ضروری تھیں سب عطا فرمائی ہیں کوئی مخلوق ایسا نہیں ہے جس کی نسبت کہا جا سکے کہ بلحاظ اُس کی خلقت کے اُس کو فلاں چیز ضرور تھی اور اُس کو عطا نہیں ہوئی - پس یہ ایسا بے نظیر عدل ہے جو خدا کے سوا اور کسی سے ہو ہی نہیں سکتا اور جو فطرت جس میں پیدا کی ہے بلحاظ اُس کی خلقت کے اُس فطرت کا اُس میں ہونا بھی مقتضائے عدل تھا ۔ انسان کو جب اُس نے مکلف بنایا تو اُس فطرت کا بھی جس سے وہ مکلف ہو سکے عطا کرنا عین انصاف تھا اور وہ فطرت اُس کا ایک حد مناسب تک مختار ہونا ہے اور اُس فطرت کا بدلنا اور اُس کو بدستور مکلف رکھنا عدل و حکمت دونوں کے برخلاف تھا اسی لئے خدا نے فرمایا کہ " لا تبدیل لخلق اللہ " پس اُس فطرت کو قائم رکھنا عین دلیل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾	اور نہیں منع کیا آدمیوں کو اس بات سے کہ ایمان لائیں جب کہ آئی اُن کے پاس ہدایت مگر یہ کہ اُنہوں نے کہا کہ کیا بھیجا اللہ نے ایک آدمی کو رسول کر کے ﴿۹۴﴾ کہہ اے پیغمبر! اگر ہوتے زمین میں فرشتے (اُس پر) چلتے (اُس میں) رہتے تو البتہ ہم بھیجتے اُن پر آسمان سے فرشتہ رسول کر کے ﴿۹۵﴾

اُس کے کمالِ قدرت اور عدل کی ہے نہ عجز و ظلم کی +

اب ہم کو فطرت انسانی کا دریافت کرنا ہے۔ اس بات کو تو کوئی تسلیم نہیں کرنے کا کہ انسان حی کو مثل جماد بیجان کے پیدا کیا ہے اور وہ بذاتہ لایعقل اور غیر متحرک بالارادہ ہے کیونکہ ہم اُس کو دیکھتے ہیں کہ وہ ذی عقل اور متحرک بالارادہ ہے۔ جس کام کو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے نہیں کرتا۔ بعض کاموں کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور پھر اُن کے کرنے سے رُک جاتا ہے اور نہیں کرتا +

اس میں کچھ شک نہیں کہ انسان میں دو قوتیں موجود ہیں۔ ایک کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور دوسری اُسی کام کے کرنے سے اُس کو روکتی ہے اور اُنہی قوتوں کے مطابق وہ عمل کرتا ہے اور اُسی کی نسبت خدا نے فرمایا ہے " کل یعمل علیٰ شاکلتہ " اور اُنہی قوتوں کے سبب جو خدا نے عطا کی ہیں خدا نے فرمایا ہے " فمن شاء فلیومن و من شاء فلیکفر " +

اس غرض سے کہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاوے ہم ان دونوں قوتوں میں سے ایک کو بنام قوت تقوے اور ایک کو بنام قوت فجور تعبیر کرتے ہیں یہ دونوں قوتیں ہر ذی عقل انسان میں موجود ہیں اور پہلی سے دوسری کو مغلوب کرنا انسان کی سعادت ہے اور دوسری سے پہلی کو مغلوب کرنا انسان کی شقاوت ہے +

بعض انسان ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ اُن میں قوت تقوے قوت فجور پر فطرتاً غالب ہے جس سے وہ از روئے فطرت کے قوت فجور کو مغلوب کہتے ہیں جیسے کہ انبیائے معصومین اور آئمہ اہل بیت معصومین علیہم السلام اور دیگر بزرگان دین رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں +

اور بعضے ایسے ہیں جن میں قوت فجور ہے مگر جس وقت قوت تقوے اُن کو اُس کام میں لاتا کہ فرض ہے خواہ قوت فجور مغلوب ہو گیا نہیں اور اس کا کام جس کا نام معصیت ہے ہوا اسی کی نسبت اشارہ ہے کہ " التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ " تو یہ کیا ہے اپنے فعل پر نادم اور شرمندہ ہوتا اور خدا سے اُس کی معافی چاہتا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾	کہدے (اے پیغمبر) کافی ہے اللہ گواہ درمیان ہمارے اور درمیان تمہارے بیشک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا دیکھنے والا (۹۶) اور جس کو ہدایت کرے اللہ پھر وہی ہے ہدایت پانیوالا اور جس کو گمراہ کرے پھر نہیں پانے کا تو اُن کیلئے دوست اُس کے (یعنی خدا کے) سوا اور اٹھادینگے ہم ان کو اپنے منہوں پر پڑے ہوئے اندھے اور گونگے اور بہرے۔ ان کی جگہ ہے جہنم جب بجھنے لگیگی زیادہ کرینگے ہم اُن کو بھڑکنے کو (۹۷)

اور مصمم ارادہ آیندہ اُس کے مرتکب نہ ہونے کا کرتا ہے اور یہ کیا ہے اُسی قوت تقوے کو کام میں لاتا ہے +

جس طرح کہ انسان کے اور قوے ضعیف اور قوی ہو جاتے ہیں اسی طرح قوت تقوے بزرگوں کی صحبت اور اعمال نیک اور توجہ الی اللہ اور خوف و رجا سے قوی ہو جاتی ہے اور قوت فجور نہایت ضعیف اور مضمحل کالمعدوم ہو جاتی ہے کما قیل ؎

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

اسی طرح افعال شنیعہ کے اشتغال سے قوت فجور قوی اور قوت تقوے ضعیف اور مضمحل اور بعض دفعہ کالمعدوم ہو جاتی ہے نعوذ باللہ منہا +

تقوے اور فجور ایسے امر ہیں جو مختلف قوموں اور مختلف مذہبوں میں مختلف طرح پر قرار دیئے جا سکتے ہیں مگر ایک امر یعنی خدا کے خالق واحد ہونے کا یقین ایک ایسا امر ہے کہ ادنے تامل میں ہر ذی عقل اُس پر یقین کر سکتا ہے +

دلائل اور مباحث فلسفی کو علٰحدہ رکھو کیونکہ عام لوگوں کی سمجھ کے قابل نہیں بلکہ ایک سیدھے اور عام امر پر خیال کرو کہ جب کوئی شخص ایک مٹی کے برتن یا ایک مٹی کے کھلونے کو یا ایک پتھر کو کسی جگہ پڑا ہوا یا پتھروں کو بترتیب چنا ہوا دیکھتا ہے تو فی الفور اس کے دل میں خیال آتا ہے کہ کوئی ان برتنوں اور کھلونوں کا بنانے والا اور اُس پتھر کو ڈالنے والا یا پتھروں کو بترتیب چننے والا ہے۔ پس جب کہ ہم اس کائنات کو عجیب خوبی اور عمدگی اور عجیب انتظام سے بنایا ہوا دیکھتے ہیں تو ممکن نہیں ہے کہ ہمارے دل میں یہ خیال نہ آوے کہ اُن کا کوئی بنانیوالا ہے پس احمق سے احمق از روے فطرت کے وجود ذات باری پر یقین لا سکتا ہے اور اس کی وحدت پر بھی اُس انتظام سے جو کائنات کا ہے ہر شخص یقین کر سکتا ہے۔ اسی عام سمجھ کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۱۰۰﴾	یہ ہے سزا ان کی بسبب اس کے کہ انہوں نے کفر کیا ہماری نشانیوں سے اور انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہوجاویںگے ہڈیاں اور گلی ہوئی کیا ہم البتہ اٹھائے جاویںگے ایک نئی پیدائش میں ﴿۱۰۰﴾

لائق دلیل کو خدا نے فرمایا ،، لو کان فیہما الھۃ الا اللہ لفسدتا ،، یعنی اگر آسمان و زمین میں کئی خدا ہوتے تو تمام انتظام بگڑ جاتا پس تمام انسان کسی فطرت پر پیدا ہوئے ہوں خدا کے وجود اور اس کے وحدہٗ لا شریک لہٗ ماننے پر مکلف ہیں ۔ غرضکہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان ایک فطرت پر پیدا ہوا ہے اور اسی فطرت کے مطابق عمل کرتا ہے +

جب ہم یہاں تک پہنچتے ہیں تو ایک اور امر خدا کی ذات میں ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہے جس کو ہم اس کی صفت علم سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ کسی صانع نے جو کسی چیز کو بنایا ہو اُس کی نسبت یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ اُس صنعت کی حقیقت کو اور اس بات کو کہ اس سے کیا کیا امر ظہور میں آویںگے نہ جانتا ہو ۔ کیونکہ اگر وہ نہ جانتا ہو تو اس سے اس کا بنانا غیر ممکن ہے مثلاً ایک گھڑی ساز قبل بنانے اُس گھڑی کے جانتا ہے کہ اس قدر پرزے اس میں ہوںگے اور وہ پرزے فلاں فلاں کام دیںگے ۔ اور اس قدر عرصہ تک وہ گھڑی چلیگی اور اس قدر عرصہ کے بعد بند ہوجائیگی ۔ پس وہ علۃ العلل جس نے انسان کو مع اس کے قویٰ اور اس کی فطرت کے پیدا کیا ہے ۔ بخوبی جانتا ہے کہ یہ پتلا کیا کیا کریگا اور اسی جاننے کو ہم اس علۃ العلل کی صفت علم سے تعبیر کرتے ہیں اور جو کچھ اُس کے علم میں ہے ۔ ممکن نہیں کہ اُس کے برخلاف وہ پتلا کرسکے +

اس بیان سے یہ سمجھنا نہ چاہئے کہ ایسی حالت میں وہ پتلا اس بات پر مجبور ہوجاتا ہے کہ خواہ مخواہ وہی کرے یا وہی کریگا جو اس علۃ العلل کے علم میں ہے اور اُس کے برخلاف کرنا ناممکن ہے کیونکہ یہ بات کہ وہ پتلا کیا کیا کریگا ایک جدا امر ہے اور اس بات کا علم کہ وہ پتلا یہ یہ کریگا ایک جدا امر ہے اور اس کے علم سے اُس پتلے کی مجبوری اُس کے افعال میں لازم نہیں آتی ۔ اس کی مثال اس طرح بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ فرض کرو ۔ ایک نجومی ایسا کامل ہے کہ جو کچھ آیندہ کے احکام بتاتا ہے اُس میں سر مو فرق نہیں ہوتا اب اُس نے ایک شخص کی نسبت بتایا کہ وہ ڈوب کر مریگا ۔ اس کا ڈوب کر مرنا تو ضرور ہے اس لئے کہ نجومی کا علم واقعی ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نجومی نے اس شخص کو ڈوبنے پر مجبور کردیا تھا پس جو علم الٰہی میں ہے یا یوں کہو کہ جو تقدیر میں ہے وہ ہوگا تو ضرور مگر اُس کے کرنے پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰ
أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ
لَهُمْ أَجَلًا لَا رَيْبَ فِيهِ فَأَبَى
الظّٰلِمُونَ إِلَّا كُفُورًا (۱۰۱) قُلْ لَوْ
أَنْتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ
رَبِّي إِذًا لَأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ
الْإِنْفَاقِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ
قَتُورًا (۱۰۲) وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ
تِسْعَ آيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ
إِنِّي لَأَظُنُّكَ يٰمُوسَىٰ
مَسْحُورًا (۱۰۳) قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ
مَا أَنْزَلَ هٰؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ بَصَائِرَ
وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ
مَثْبُورًا (۱۰۴) فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَفِزَّهُمْ
مِنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَعَهُ
جَمِيعًا (۱۰۵)

کیا اُنھوں نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ وہ ہے جس نے
پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو قدرت رکھتا ہے
اس بات پر کہ پیدا کرے مثل اُن کے اور کی ہے
اُس نے اُن کے لئے ایک میعاد نہیں شک اُس
میں پھر انکار کیا ظالموں نے مگر ناشکری سے (۱۰۱)
کہدے (اے پیغمبر) کہ اگر تم مالک ہوتے میرے
پروردگار کی رحمت کے خزانوں کے اُس وقت
البتہ تم کنجوسی کرتے خوف خرچ ہو جانے کے سے
اور ہے انسان تنگی کرنیوالا (۱۰۲) اور بیشک ہم
نے دیں موسےٰ کو نو نشانیاں ظاہر پھر پوچھ بنی اسرائیل
سے جب کہ وہ آیا اُن کے پاس تو اُس سے کہا
فرعون نے کہ بیشک میں گمان کرتا ہوں تجھ کو
اے موسےٰ جادو کیا ہوا (۱۰۳) موسےٰ نے کہا
کہ بیشک تو نے جان لیا کہ نہیں بھیجا ہے ان نشانیوں
کو مگر آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے دکھلائی
دینے والی اور بیشک میں گمان کرتا ہوں اے فرعون
تجھ کو بھلائی سے پھرا ہوا (۱۰۴) پھر ارادہ کیا فرعون
نے کہ نکالدے اُن کو زمین سے پھر ڈبو دیا ہم
نے اُس کو اور جو اُس کے ساتھ تھے سب کو (۱۰۵)

خدا کی طرف سے مجبوری نہیں ہے بلکہ خدا کے علم کو اُس کے جاننے میں یا تقدیر کو اُس کے ہونے میں مجبوری ہے ◆

امام احمد بن یحییٰ المرتضیٰ زیدی نے اپنی کتاب ملل ونحل میں لکھا ہے کہ عبداللہ

وقال لعبد الله بن عمر بعض الناس یا ابا عبد الرحمن ان قوما یزنون ویشربون الخمر ویسرقون ویقتلون النفس ویقولون کان فی علم الله فلا نجد بدا منه فغضب ثم قال سبحان الله العظیم قد کان ذلک فی علمه انهم یفعلونها ولم یحملهم علمه علی فعلها حدثنی ابی عمر بن الخطاب انه سمع

بن عمر سے ایک شخص نے کہا اے ابو عبدالرحمن بعض قوموں کے لوگ زنا کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں اور لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ خدا کے علم میں تھا۔ ہم کو اُس سے کوئی چارہ نہیں ہے عبداللہ

وَقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ
وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا
وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا
وَّنَذِیْرًا ۱۰۶ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ
لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ
وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ۱۰۷
قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا
اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ
مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ
لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّیَقُوْلُوْنَ
سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ
وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۱۰۸
وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ
یَبْكُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ
خُشُوْعًا ۱۰۹ قُلِ ادْعُوا
اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا
تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَلَا
تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَ
ابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۱۱۰

اور ہم نے کہا اُس کے بعد بنی اسرائیل کو کہ آباد ہو
اُس زمین پر پھر جب آویگا وعدہ آخرت کا تو
لے آوینگے ہم تم کو اکٹھا کر کر اور ہم نے اُس کو
(یعنی قرآن کو) اُتارا ہے برحق اور اُترا ہے برحق
اور ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا مگر بشارت دینے والا اور
ڈرانیوالا ۱۰۶ اور قرآن ہم نے اُس کو ٹکڑے ٹکڑے
بھیجا ہے تو کہ پڑھے تو اُس کو لوگوں پر ٹھیر ٹھیر کر
(یعنی وقتاً فوقتاً) اور ہم نے اُس کو اتارا ہے
ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُتارنا ۱۰۷ کہدے (اے پیغمبر)
ایمان لاؤ اُس پر یا تم نہ ایمان لاؤ بیشک وہ لوگ
جن کو دیا گیا ہے علم اُس کے پہلے سے جس وقت
کہ پڑھا جاویگا اُن پر گر پڑینگے اپنی ٹھوڑیوں
(یعنی مُنہ) کے بل سجدہ کرتے ہوئے اور کہینگے
کہ پاک ہے ہمارا پروردگار بیشک ہے وعدہ
ہمارے پروردگار کا البتہ مقدر کیا گیا ۱۰۸
اور گر پڑینگے ٹھوڑیوں (یعنی مُنہ) کے بل روتے
ہوئے اور زیادہ کریگا عاجزی کرنا ۱۰۹ کہدے
(اے پیغمبر) کہ پکارو اللہ کو یا پکارو رحمٰن کو جس نام سے کے
تم پکارو پھر اُس کے لئے ہیں نام بہت اچھے اور نہ
پکار کر پڑھا اپنی نماز کو اور نہ آہستہ پڑھ اُس کو اور
ڈھونڈ اُس کے درمیان میں طریقہ ۱۱۰

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول مثل علم اللہ
فیکم کمثل السماء التی اظلتکم والارض التی اقلتکم
فکما لا تستطیعون الخروج من السماء والارض
کذلک لا تستطیعون الخروج من علم اللہ و
کما لا تحملکم الارض والسماء علی الذنوب کذلک
لا یحملکم علم اللہ علیہا ٭

بن عمر غصہ ہوئے پھر کہا سُبحان اللہ! بیشک
اُس کے علم میں تھا کہ وہ ایسے کام کرینگے مگر خدا
کے علم نے اُن کو اُن کاموں کے کرنے پر
مجبور نہیں کیا۔ مجھ سے میرے باپ عمر بن
خطاب نے ذکر کیا کہ اُنہوں نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ علم الٰہی کی مثال تم میں مانند آسمان کے ہے جس نے تم پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا (۱۱۱)	اور کہ سب تعریف ہے اللہ کے لئے جس نے نہیں پکڑا کسی کو بیٹا اور نہیں ہے اس کے لئے کوئی شریک بادشاہت میں اور نہیں ہے اس کے لئے کوئی مددگار بسبب عاجزی کے اور بڑائی کر اس کی بڑائی کرنا (۱۱۱)

سایہ کر رکھا ہے اور مانند زمین کے ہے جس نے تم کو اٹھا رکھا ہے پس جس طرح تم آسمان و زمین سے باہر نہیں جا سکتے اسی طرح تم خدا کے علم سے باہر نہیں ہو سکتے اور جس طرح آسمان و زمین تم کو گناہوں پر مائل نہیں کرتے اسی طرح خدا کا علم بھی تم کو ان گناہوں پر مجبور نہیں کرتا ✤

جلد ششم تمام ہوئی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تفسیر القرآن

سر سیّد احمد خاں

دوست ایسوسی ایٹس

پرنٹرز۔ پبلشرز۔ سپلائرز

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تعارف

سر سید احمد خان صاحب ہندوستان کے مسلمانوں کے عظیم لیڈر تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو ایک زندہ قوم بنانے کے لئے ان کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اپنے اس پروگرام کے ایک حصے کے طور پر انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی۔ اگرچہ اس وقت کے علماء نے آپ کے خیالات کی سخت مخالفت کی لیکن رفتہ رفتہ ان کی تفسیر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ اسے انہی تحقیق کے طور پر پیش کرنے لگے۔ اس کی کچھ جھلکیاں ہم ان کی تفسیر کے پہلے چھ حصوں کے تعارف میں سامنے لا چکے تھے۔

عام طور پر ان کی تفسیر کے چھ حصے ہی بیان کئے جاتے تھے۔ جو تقریباً ایک صدی پہلے لاہور سے شائع ہوئے تھے دوست ایسوسی ایٹس نے جب ان حصوں کو دوبارہ شائع کیا تو معلوم ہوا کہ بعد میں تفسیر کا ساتواں حصہ بھی علی گڑھ سے شائع ہوا تھا لیکن ہماری نظر سے نہیں گزرا تھا۔

میرے محترم دوست ملتان کے علامہ رحمت اللہ طارق صاحب نے مجھے یہ حصہ عنایت فرمایا جسے اب قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس طرح سے اب قارئین کے ہاتھوں میں سر سید احمد خان صاحب کی تفسیر کے سات حصے دوبارہ پہنچ چکے ہیں۔ ان سات حصوں میں قرآن مجید کے تقریباً اہم مباحث آ گئے ہیں۔ اس لئے اگر ان کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو قرآن مجید کی تعلیمات کو ان کی روشنی میں اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

رفیع اللہ شہاب

14 ستمبر 1995

اچھرہ لاہور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فہرست مضامین تفسیر القرآن جلد ہفتم

سورہ الکہف	صفحہ
قصہ اصحاب کہف کے متعلق لوگون کا اختلاف - - - - -	۲-۷
اصحاب کہف ورقیم دو مختلف گروہ تھے یا ایک - - - - -	۷-۹
اصحاب کہف کی تعداد اور انکے نامونکا اختلاف - - - - -	۹-۱۰
شہر جس مین اصحاب کہف رہتے تھے	۱۱
اصحاب کہف کس زمانہ اور کس بادشاہ کے عہد مین تھے - - - -	۱۱-۱۳
اصحاب کہف کا مذہب - - -	۱۳-۱۴
اصحاب کہف کا اصلی تاریخی قصہ	۱۴-۲۱
اصحاب کہف کا قصہ قرآن مجید مین کسقدر اور کس طرح بیان ہوا ہے - -	۲۱-۲۹
شان نزول قصہ اصحاب کہف کی متعلق مفسرین کی غلطی - - - -	۲۹-۳۲
قصہ اصحاب کہف کی غلط بنا پر مختلف مقامات پر انکی زیارت گاہین - - -	۳۲-۴۲
کراماً کاتبین سے کیا مراد ہے اس مسئلہ کی تحقیق مختلف آیات قرآنی سے	۴۲-۴۵

سورہ الکہف	صفحہ
کتابت اور وزن اعمال سے کیا مطلب ہے	۴۵-۴۷
کتابت اعمال کے متعلق حکمائے اسلام کی رائے - - - -	۴۸-۴۹
اعمال نامون کا داہنے یا بائین ہاتھ یا پیٹھ کے پیچھے دیا جانا - اسکی تحقیق مختلف آیتون سے - - -	۴۹-۵۶
حضرت موسیٰ کے تاریخی حالات -	۵۶-۵۹
مجمع البحرین کی تحقیق - - - -	۵۹-۶۰
مچھلی کے زندہ ہونے کی روایت اور اسکی اصلیت - - -	۶۰-۶۱
ذالک ما کنا نبغ کی تفسیر -	۶۲
مجمع البحرین پر حضرت موسیٰ کی خضر سے ملنے کی غلط روایت - - -	۶۲-۶۴
بخاری کی چار بڑی حدیثین جن مین قصہ حضرت موسیٰ کا بیان ہوا ہے اور انمین اختلافات - - -	۶۴-۷۰
آب حیات کے چشمے کی روایت اور اسکی تحقیق - - - -	۷۲
اختلاف روایات دربارہ اس امر کے کہ	

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سورہ الکہف	صفحہ
خضر کون تھے اور کس کے بیٹے تھے	۷۳-۷۴
بیان کشتی کے چیرنے اور دیوار کے درست کرنے اور غلام کے مار ڈالنے کا - -	۷۶-۷۸
یاجوج اور ماجوج کے قصہ کی ابتدا -	۷۸
ذوالقرنین کا بیان - - - - -	۷۹-۸۵
یاجوج اور ماجوج کی تحقیق - - - -	۸۵-۸۸
سد یعنی بڑی دیوار - - - - - -	۸۸
حال سلطنت چی وانگ ٹی - - -	۸۹-۹۹
تاریخ چین مصنفہ جس کارکرن اور دیوار کا بیان - - - - -	۹۹-۱۰۳
ذکر بنانے دیوار - - - - -	۱۰۳-۱۰۶
سورہ مریم	
حضرت زکریا کو حضرت یحییٰ کی ولادت کی بشارت دینے والا فرشتہ تھا یا کوئی اور	۱۱۰
حضرت یحییٰ کے اس نام سے موسوم ہونے کی وجہ - - - - -	۱۱۱-۱۱۲
حضرت زکریا کے تین دن تک نہ بولنے کی روایت - - - - -	۱۱۲-۱۱۳

سورہ مریم	صفحہ
حضرت یحییٰ کس عمر میں نبی ہوئے اور آپ کو بچپن میں جو حکمت عطا ہوئی اسکا کیا مطلب ہے - -	۱۱۴
حضرت مریم کے ایک شرقی مکان میں علیحدہ ہو جانیکی وجہ اور آپکا فرشتہ سے ہم کلام ہونا - - - - - -	۱۱۵-۱۱۶
حضرت عیسیٰ کی پیدایش کی جگہہ -	۱۱۶-۱۱۷
حضرت مریم کو حالت اضطراب میں پکارنیوالا کون تھا - - - -	۱۱۷-۱۲۱
حضرت ادریس کون تھے اور آپ کو زندہ آسمان پر اوٹھا لیئے جانیکی تحقیق	۱۲۲-۱۲۴
جناب رسول کا انشاء اللہ نہ فرمانا اور اسلئے نزول وحی کا بند رہنا اسکی تحقیق	۱۲۴-۱۲۶
تحقیق اس امر کی کہ آیا کچھ عرصہ کے لئے ہر انسان جہنم میں جائیگا یا نہیں -	۱۲۷-۱۳۰
شفاعت کا مبسوط بیان - آیا قیامت کے دن کوئی انسان بھی کسی گنہگار کی شفاعت کرسکتا ہے - - -	۱۳۰-۱۴۲

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

① اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا
قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ
يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ②
وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ③ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ
وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ
اِلَّا كَذِبًا ④ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا
بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ⑤ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا
لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ⑥ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا
صَعِيْدًا جُرُزًا ⑦ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ
كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ⑧ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ

(۷) لوگوں نے اصحاب کہف کے قصہ کو ایک عجیب قصہ خدا کی نشانیوں کا بنا رکھا تھا حالانکہ وہ کوئی عجیب قصہ نہیں تھا بلکہ ایسا قصہ تھا جو دنیا میں واقع ہوا کرتے ہیں۔ اسلئے خدا نے پیغمبر سے فرمایا کہ کیا تو نے بھی اسکو ایک عجیب قصہ سمجھا ہے" "ام حسبت" کا لفظ بطور استفہام انکاری کے ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ قصہ کوئی عجیب قصہ نہیں ہے۔

ان آیتوں میں خدا نے اُن باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اصحٰب کہف کے قصہ کی نسبت لوگوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان

۱ تمام تعریفیں اُس خدا کے لئے ہیں جسنے بھیجی اپنے بندہ پر کتاب اور نہ رکھی اُس میں کچھ نادرستی
(بلکہ کیا اُسکو بالکل درست تاکہ ڈراوے اُسکے (یعنی اللہ کے) پاس کی سخت عذاب سے اور خوشخبری
دیوے ایمان والوں کو جو کام کرتے ہیں اچھے کہ اُنکے لئے ہے جزا اچھی جسمیں رہیں گے
۳ ہمیشہ (۲) اور ڈراوے اون لوگون کو جو کہتے ہیں کہ بنالیا ہے خدا نے ایک بیٹا
نہیں اُنکو اُسکی کچھ خبر اور نہ اُنکے باپ دادون کو سخت ہے یہ بات کہ نکلتی ہے اُنکی موہنون
سے نہیں کہتے مگر جھوٹ (۴) پھر شاید کہ تو کہو دینے والا ہے اپنی جان کو اُنکے پیچھے غم سے
اگر وہ نہ ایمان لاوی اس بات پر (۵) بیشک ہم نے بنایا ہے جو کچھ کہ زمین پر ہے سنگار اوسکے
لیئے تاکہ ہم امتحان کریں اُنکا کہ کون اُنمیں زیادہ نیک کام کرتا ہے (۶) اور بیشک ہم کرنے
والے ہیں ہر چیز کو جو اُس پر ہے تہس نہس (۷) (اے محمد) کیا گمان کیا ہے تو نے کہ اصحاب کہف
اور رقیم تھے ہماری نشانیون مین سے عجیب (۸) جب کہ وہ جوان پہاڑ کی
کھوہ میں آکر ٹھیرے

مین مشہور تھیں۔ اور اُن میں کچھ سچ اور کچھ غلط باتین مل گئین تھین اور اُسکے بعد صحیح قصہ بیان کیا ہے جو بارھوین
آیت سے شروع ہوتا ہے۔

ان آیتون مین اُن باتون کے طرف اشارہ ہے جو اصحاب کہف کے قصہ کی نسبت لوگون میں مشہور تھیں
وہ باتین مختلف تھیں اسلئے ضرور تھا کہ ان آیتون میں ایسے لفظ لائے جائیں جو اُن تمام باتون پر حاوی ہون

اذ اوی الفتیۃ الی الکھف) دخل غلمۃ فی غار الکھف (تفسیر ابن عباس)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا (۹)
فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا (۱۰) ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ

مثلاً بعض لوگ کہتے تھے کہ جب وہ لوگ کہف (یعنی کھوہ میں) گئے سو رہے تھے اور بعض کہتے تھے کہ اُنپر غشی چھا گئی تھی۔ کوئی کہتا تھا کہ وہ مر گئے تھے اسلئے خدا تعالیٰ کو ایسا لفظ لانا تھا جو ان تمام مشہور قولوں پر حاوی ہو۔ اور اسلئے فرمایا "فضربنا علی اٰذانھم" یعنی اُنکے کانوں کو ایسا کر دیا جس سے وہ سُن نہ سکیں اور کانوں کی ایسی حالت سو جانے میں، غش آنے میں، مر جانے میں ہر حالت میں ہوتی ہے۔ پس اُن لوگوں کے خیالات پر جامع ہونے کو اس سے بہتر کوئی لفظ نہ تھا اور یہ بہت بڑی بلاغت قرآن مجید کی ہے۔

یا مثلاً لوگوں میں اختلاف تھا بعض لوگ کہتے تھے کہ اُنکی یہ حالت تین سو برس تک رہی اور بعض کہتے تھے تین سو نو برس تک اور بعض تاریخوں سے پایا جاتا ہے کہ دو سو یا دو سو چالیس برس تک ایسا لفظ جو ان تمام اختلافات پر حاوی ہو "سنین عددا" سے بہتر کوئی نہیں تھا اور یہی لفظ قرآن مجید میں لایا گیا جو نہایت بلیغ ہے۔

یا مثلاً جو لوگ اُنکو سوتا سمجھتے تھے یا غش آ جانا سمجھتے تھے یا مرا ہوا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس حالت کے بعد وہ اُٹھے تو ان تمام خیالات پر جامع "بعثنا" کے لفظ سے بہتر کوئی لفظ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہ سونے کے بعد اُٹھنے پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے اور غش کے بعد افاقہ ہونے پر بھی اور مر کر زندہ ہونے پر بھی۔

اسپر ایک شبہہ ہو سکتا ہے کہ ضرب علی الآذان اور بعث کو خدا نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے "فضربنا علی اٰذانھم" "ثم بعثنٰھم" اس کا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اس قصہ کو عجیب بنایا تھا اور وہی روایتیں جو چلی آتی تھیں وہ بھی اُنکا سُلانا یا غش میں ڈالنا یا مردہ کر دینا اور پھر اُٹھانا خدا ہی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اس لئے اُنھی کے خیال کے موافق اس مقام پر بھی خدا نے ان سب باتوں کو نقلاً اپنی طرف منسوب کیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ وہ لوگ ان تمام باتوں کو خدا کی طرف منسوب کرتے تھے۔

پس جو عجیب چیز اس قصہ میں بنائی گئی تھی وہ اصحاب کہف کا اسقدر مدت دراز تک سوتے رہنا یا غش

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تو اُنھوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہمکو اپنے پاس سے رحمت دے اور تیار کر ہمارے لئے ہمارے کام میں کامیابی ۹ پھر تھپکا ہمنے اُنکے کانوں کو اُس پہاڑ کی کھوہ میں گنے ہوئے برسوں تک ۱۰ پھر ہمنے اُنکو اُٹھایا تاکہ ہم جان لیں کہ

میں پڑا رہنا یا مردہ ہوکر زندہ ہونا تھا جبکہ خدا تعالیٰ نے پہلی آیت میں اس قصہ کے عجیب ہونے کی نفی کی تو اُنکے اسقدر مدت تک سوتے رہنے یا غش میں پڑے رہنے یا مُردہ رہکر پھر زندہ ہونے کی نفی لازم آتی ہے۔

اِسکی تائید خود قرآن مجید کی اگلی آیتوں سے ہوتی ہے جہاں سے خدا تعالیٰ نے خود اُن کا واقعی اور سچا قصہ بیان کرنا شروع کیا ہے اور جس میں اُنکے اسقدر زمانۂ دراز تک سوتے رہنے یا غش میں پڑے رہنے یا مردہ رہنے کا مطلق ذکر نہیں ہے۔ نتیجہ اِس بحث کا صرف اسقدر ہے کہ جو قصہ لوگوں میں مشہور تھا کہ اصحاب کہف اسقدر مدت دراز تک سوکر یا غش میں پڑے رہکر اُٹھے یا مُردہ رہکر پھر زندہ ہوئے صحیح نہیں تھا۔

اِس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم نے کافروں سے یہ قصہ جسطرح کہ اُنمیں مشہور تھا سُنا اور اُسپر نہایت متعجب ہوئے تھے خدا تعالیٰ نے اُس تعجب کے دور کرنیکو فرمایا کہ اے محمد کیا تو نے سمجھا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم میری عجیب نشانیوں میں تھے یعنی وہ کچھ عجیب نہ تھے۔

علماے مفسرین نے بھی یہ معنی اختیار کئے ہیں۔ مگر باوجود عجیب ہونے کے نفی کرنیکے اُسکا عجیب ہونا قایم رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلئے عجیب نہیں ہے کہ خدا کی تمام نشانیاں عجیب ہیں یا یہ کہ خدا کی مخلوقات مثلاً آسمان اور زمین وغیرہ اِس قصہ سے بھی اعجب یعنی عجیب تر ہیں۔

مگر اِن دونوں دلیلوں میں غلطی ہے بیشک خدا کی تمام مخلوقات اور اُسکے تمام کام فی نفسہ عجیب ہیں مگر جو روزمرہ دیکھنے و برتنے میں آتے ہیں اُنکا عجیب ہونا نہیں سمجھا جاتا بلکہ اُسی کا عجیب ہونا سمجھا جاتا ہے جو معمولی باتوں سے بڑھکر ہو پس یہ کہنا کہ قصۂ اصحاب کہف عجیب تو ہے مگر چونکہ تمام کام خدا کے عجیب ہی ہیں اسلئے اِس قصہ کو بالتخصیص عجیب مت سمجھو بالکل غلط اور خلاف مقصود آیت کے ہے کیونکہ آیت میں اُسکے عجیب ہونیکی نفی سے یہ مراد ہے کہ وہ ایک معمولی واقعہ ہے جو انسان پر گذرا ہے اُس میں تعجب کرنیکی کوئی بات نہیں۔

أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ﴿۱۱﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ ۚ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ﴿۱۲﴾ وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ

دوسرا استدلال کہ اور کام خدا کے اُس سے بھی زیادہ تر عجیب ہیں اس لئے گو کہ وہ قصہ عجیب ہے مگر اُسکو عجیب نہ سمجھو اور بھی زیادہ مہمل اور بے معنی ہے آیت میں اُسکے عجیب ہونے کی نفی کیگئی ہے اُس میں لفظ "عجباً" ہے اگر "اعجب" کا لفظ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ نفی زیادہ تر عجیب ہونے سے متعلق ہوتی اور قصہ کا فی نفسہ عجیب ہونا باقی رہتا مگر جبکہ عجیب ہونیکی ہی نفی ہے تو بجز اسکے کہ وہ ایک عام واقعہ ہو جو دنیا میں ہوتے ہیں اور کوئی صفت تعجب اُس میں باقی نہیں رہتی۔ بلاشبہ خدا تعالیٰ کی تمام نشانیاں اور اُسکی تمام مخلوقات آسمان و زمین انسان و حیوان چیونٹیاں اور جھینگے سب عجیب ہیں لیکن باعتبار نفس خلقت کے فی نفسہ عجیب ہونا دوسری چیز ہے جو امور کہ موافق عادت کے ہوتے ہیں گو وہ فی نفسہ عجیب ہوں مگر عادت کے موافق ہونے سے اُن پر کوئی متعجب نہیں ہوتا تعجب جب ہی ہوتا ہے جب کوئی چیز خلاف عادت وقوع میں آوے۔ پس یہ آیت جو تعجب کی نفی پر دلالت کرتی ہے وہ اُسی تعجب کی نفی کرتی ہے جو کسی امر کے خلاف عادت ظہور میں آنیسے ہوتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اصحاب کہف میں کوئی بات تعجب کرنیکے لائق نہیں ہے اون پر کوئی واقعہ خلاف عادت جس سے تعجب ہو جیسا کہ لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے نہیں گذرا۔ وہ مثل اور انسانوں کے انسان تھے اور جیسے واقعات انسانوں پر گذرتے ہیں ویسے ہی اُنپر بھی گذرے تھے کوئی امر خلاف عادت جو تعجب انگیز ہو نہیں ہوا۔

(۱۲) بارہویں آیت سے صحیح اور واقعی قصہ اصحاب کہف کا شروع ہوتا ہے۔ تفسیر کبیر میں یہ لکھا ہے کہ پہلی آیتوں میں اس قصہ کا ایک ٹکڑا بیان کیا ہے اور اُسکی بعد کی آیتوں میں پورا قصہ ہے مگر کوئی وجہ نہیں بیان کی ہے کہ کیوں ان دونوں مقاموں میں اسطرح پر تفریق کی ہے کہ پہلے تو اُسکی وحی ہونے کی بابت کچھ ذکر نہیں کیا اور پھر جہاں سے وہ قصہ شروع ہوا ہے وہاں فرمایا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کہ کونسا گروہ دو گروہوں میں سے (جو اُنکے رہنے کی مدت میں مختلف ہیں) یاد رکھنے والا ہے
اُنکے رہنے کی مدت کو (۱۱) ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر اُنکا قصہ بالکل ٹھیک بیشک وہ چند جوان
تھے کہ ایمان لائے تھے اپنے پروردگار پر اور زیادہ کی تھی ہمنے اُنکو ہدایت (یعنی استقلال مذہب
حق پر) (۱۲) اور باندھ دیا ہے ہمنے اُنکے دلوں پر (یعنی اُنکے دلوں کو مضبوط کر دیا)

"نحن نقص علیک نبأھم بالحق" یعنی ہم اُنکا سچا قصہ تجھ پر بیان کرتے ہیں۔ اور کوئی وجہ بیان نہیں کی گئی کہ اس اخیر جملہ میں "بالحق" کے لفظ سے کیوں تاکید کی گئی پس صاف ظاہر ہے کہ پہلی آیتوں میں وہ بیان ہے جو لوگوں نے اس قصہ میں عجائبات ملادئے تھے اور اُسکی نفی کی "ام حسبت" سے اور پھر کہا کہ صحیح اور سچا قصہ ہم بیان کرتے ہیں۔ جو صاف دلیل اس بات کی ہے کہ سچا اور صحیح قصہ اس آیت سے شروع ہوا ہے نہ پہلی آیتوں سے۔

قبل اسکے کہ ہم اصحاب کہف کی قصہ کی آیتوں کی تفسیر شروع کریں ہمکو ضرور ہے کہ اصحاب کہف کے کچھ حالات بیان کریں اور اُنکے مذہب کا بھی کچھ ذکر کریں کیونکہ خدا نے فرمایا ہے "انھم فتیۃ امنوا بربھم وزدناھم ھدی" یعنی وہ چند جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہمنے اُنکو زیادہ ہدایت کی تھی زیادہ ہدایت کرنے سے یہ اشارہ ہے کہ جب وہ بادشاہ ظالم کے سامنے پکڑے گئے تو وہ اپنے سچے مذہب پر قایم رہے جیسا کہ اُنکے قصہ میں بیان ہوا پس اس استقامت کو زیادتی ہدایت سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان خدا پرست تھے اور اسلئے اُنکے مذہب کی تحقیق کرنی بہت ضروری ہے۔

اصحاب الکہف والرقیم

سب سے اول اس امر کا تصفیہ کرنا چاہیئے کہ اصحاب کہف و رقیم کا ایک ہی گروہ پر اطلاق ہوا ہے یا دو مختلف گروہوں پر یعنی جن لوگوں پر اصحاب کہف کا اطلاق ہوا ہے انھیں پر رقیم یعنی اصحاب رقیم کا اطلاق ہوا ہے یا اصحاب کہف ایک جُدا گروہ تھا اور اصحاب رقیم جدا گروہ۔

جو کچھ بحث ہو سکتی ہے وہ رقیم کے لفظ پر ہو سکتی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے جیسا کہ تفسیر بیضاوی اور اور کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ اصحاب الرقیم ایک جدا گروہ تھے اور وہ تین شخص تھے کہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا

جاتے تھے رستہ میں مینھ آیا ایک پہاڑ کے غار میں ہو بیٹھے اوپر سے پہاڑ گرا اور غار کا منہہ بند ہو گیا ان لوگون نے خدا کے سامنے عاجزی کی اور اس مصیبت سے نکلنے کی دعا مانگی کچھ عرصہ کے بعد جو پتھر پہاڑ کا اوپر سے پھسل گرا تھا اور جس نے غار کا منہہ بند کر دیا تھا وہ اور نیچے کو پھسل گیا اور غار کا منھ کھل گیا۔

یہ قصہ امام محمد اسمٰعیل بخاری نے بھی اپنی کتاب صحیح بخاری میں بیان کیا ہے۔ مگر کچھ شبہہ نہیں ہو سکتا کہ اس مقام پر لفظ رقیم سے اُن لوگون کے قصہ کی طرف اشارہ نہیں ہے۔

اول تو اس لئے کہ اُس گروہ پر اصحاب الرقیم کا اطلاق نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ نے اس مقام پر دو گروہ کے قصے نہیں بیان کئے بلکہ صرف ایک گروہ کا قصہ بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم ایک ہی گروہ کا لقب تھا۔

ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ جہاں خدا نے اصحاب کہف کی تعداد میں لوگون کا اختلاف بیان کیا ہے کہ کوئی تو کہتا ہے کہ وہ تین شخص تھے کوئی کہتا ہے کہ پانچ تھے کوئی کہتا ہے سات تھے پس بعض لوگون نے تین کی تعداد پر خیال کر کے رقیم کے لفظ سے اُس گروہ کا اشارہ سمجھا جنکی تعداد تین تھی اور وہ بھی پہاڑ کے غار میں اوپر سے پتھر گرنیکے سبب بند ہو گئے تھے۔ مگر جیسا کہ ہمنے بیان کیا نہ کوئی وجہ پائی جاتی ہے اور نہ اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ ان لوگون پر اصحاب الرقیم کا اطلاق ہوا ہو البتہ قسطلانی شرح صحیح بخاری میں شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب نے اصحاب الغار کا اونپر اطلاق کیا ہے مگر اصحاب الرقیم کا کسی نے اطلاق نہیں کیا۔

پس اس میں کچھ شبہہ نہیں کہ اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی گروہ کا لقب ہے۔

اصحاب کہف تو اُنکو اسلیئے کہتے ہیں کہ وہ ایک ظالم بت پرست پادشاہ کے ظلم سے ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا چھپے تھے عربی زبان میں پہاڑ کی کھوہ کو کہف کہتے ہیں اسلیئے اُنکا لقب اصحاب کہف ہو گیا ہے۔

بیضاوی اور نیز اور مورخون اور مفسرون نے رقیم کے معنون میں اختلاف کیا ہے بعض

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جسوقت کہ وہ کھڑی ہوئی اایک جابر بت پرست پادشاہ کے سامنے پھر انہوں نے کہا کہ

ہمارا پروردگار

لوگون کا خیال ہے کہ رقیم اُس شہر کا نام ہے جس مین اصحاب کہف رہتے تھے بعضون کا قول ہے کہ پہاڑ کی کھوہ کا نام ہے جس مین اصحاب کہف چھپے تھے۔ بعضون نے کہا کہ جس جنگل مین وہ پہاڑ تھا اُس جنگل کا نام ہے بعضے کہتے ہیں کہ اُنکے کُتّے کا نام ہے جو اُنکے ساتھ تھا اسلئے اُنکو اصحاب الرقیم کہنے لگے اور اُسکی سند میں امیہ بن ابی الصلت شاعر جاہلی کا شعر لایا جاتا ہے جس میں اُس نے کہا ہے "ولیس بہا الا الرقیم مجاورًا" مگر اُن میں سے کوئی بات اعتبار کے قابل نہیں ہے" عربی کتابون مین اُنکے کُتّے کا نام قطمیر لکھا ہے اور انگریزی کتابون میں کرٹمیم یا کراٹمیر اور یہ نام ملتے جلتے ہیں صرف ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہونے میں جو فرق لہجہ اور تلفظ میں ہو جاتا ہے وہی کراٹمیر اور قطمیر میں ہو گیا ہے۔

رقیم کے معنی از روے لغت کے لکھے ہوئے کے ہیں محمد اسمٰعیل بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں رقیم کی تفسیر میں لکھا ہے الرقیم الکتاب مرقوم مکتوب من الرقم اور اُسمین سعید ابن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ اُنھون نے ابن عباس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ اصحاب کہف کا حال اور نام ایک زمانہ میں جست کے پترے پر کندہ کر کر اور بعض روایتون کے مطابق پتھر پر کھود کر رکھا گیا تھا اور اس سبب سے اُنھی لوگون کا لقب اصحاب الرقیم بھی ہو گیا ہے۔ پانچوین صدی کے اخیر میں یا چھٹی صدی عیسوی کے شروع میں یعنی آنحضرت صلعم سے پیشتر الیشیا مائنر کے لشپ نے اس قصہ کو بطور عیسائی مذہب کے متبرک قصہ کے تحریر کیا تھا پس ہر صورت سے اصحاب کہف پر اصحاب الرقیم کا اطلاق صحیح اور درست ہوتا ہے اور رقیم عطف تفسیری ہے اصحاب کہف کی وہو الصحیح عندنا۔

اس بات میں نہایت اختلاف ہے اور آج تک تحقیق نہیں ہوا کہ یہ لوگ تعداد میں کے تھے غالب راے یہ ہے کہ وہ سات تھے اور آٹھوان اونکا کُتّا تھا جو اُنکے ساتھ تھا۔

اُنکے نامون میں بھی بہت اختلاف ہے مگر وہ اختلاف زیادہ تر ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہونے اور الفاظ کے تلفظ کے اختلاف سے علاقہ رکھتا ہے اور کاتبون نے زیادہ تر تحریف کر دیا ہے بہرحال ہم اس مقام پر اُنکے نامون کو جسطرح کہ مختلف کتابوں میں لکھے ہیں لکھتے ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تفسیر معالم التنزیل اور اس میں انکی تعداد ۹ لکھی ہے

مَکْسَلْمِینَا مَحْسَلْمِینَا یَمْلِیْخَا مَرْطُوْنُسْ کَشْطُوْنُسْ دِیْرُوْنُسْ بَطِیُوْسْ۔ دِیْمُوْسْ قَالُوْسْ کَلْبُھُمْ قِطْمِیْرُ۔

تفسیر بیضاوی وکشاف وتفسیر کبیر وتفسیر مدارک

یَمْلِیْخَا مَکْشَلِیْنِیَا مَشْلِیْنِیَا مَرْنُوْشْ دَبَرْنُوْشْ شَاذُنُوْشْ وَالراعی کَلْبُھُمْ قِطْمِیْرُ۔

تاریخ کامل لابن اثیر

مَکْسَلْمِینَا تَمْلِیْخَا مَرْطُوْسْ نَیْرُوْنُسْ کَسْطُوْمُسْ دَنِیْمُوْسْ رَیْطُوْنَسْ قَالُوْسْ مَحْسَلْمِینَا کلبھم قطمیر۔

معجم البلدان یاقوت حموی

یَمْلِیْخَا مَکْسَمْلِیْنَا مَشْلِیْنِیَا مَرْطُوْنُسْ دَبَرْیُوْسْ سَرَابِیُوْنْ اِفْسَتَیْطِیُوْسْ کَلْبُھُمْ قِطْمِیْرُ۔

تاریخ طبری

مَکْسَمْلِینَا مَحْسَمْلِینَا یَمْنِیْخُ یَایَمْلِیْخَا مَرْطُوْسْ کُسُوْطُوْنُسْ بَیْرُوْنُسْ دِیْمُوْسْ بَطُوْنُسْ قَالُوْسْ۔

تاریخ احمد بن ابی یعقوب المعروف بالیعقوبی

مَکْسَلْمِینَا مَرَاطُوْسْ شَاذُنُوْیُوْشْ بَطْرُوْنُشْ ذُوْنُسْ بُوَانُسْ کَیْنُفُرْطُوْنُیُوْطُوْ مَلِیْخَا الراعی کَلْبُھُمْ قِطْمِیْرُ۔

کیورس متھس مؤلفہ بارنگ گولڈ

مَیکْسِی مِیَنْ مَالْکَسْ مَارْشِیَنْ ڈَائِیُوْنِیْسَسْ جَانْ سِیْرَا پِیَنْ کَانِسْٹِیْنْ ٹَائِنْ کلبھم کراٹیم یا کراٹیمر +

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پروردگار ہی آسمانون کا اور زمین کا

شہر جسمین اصحاب کہف رہتے تھے

اکثر مورخین و مفسرین کا قول ہے جو ہر طرح پر صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جس شہر میں اصحاب کہف رہتے تھے اُسکا نام اُفسوس تھا یاقوت حموی نے اپنی کتاب معجم البلدان میں اُسکے اعراب کو بھی ضبط کیا ہے۔ مسٹر بارنگ گولڈ نے اپنی کتاب کیورس متہیس میں اُس شہر کا نام ایفی سس لکھا ہے اور یقین ہوتا ہے کہ عربی تاریخون میں یہی نام متغیر ہو کر اُفسوس ہو گیا ہے۔

لانگ مین گرین کمپنی نے ١٨٨٠ء میں بمقام لندن قدیم رومیون کے زمانہ کا نقشہ جغرافیہ چھاپا ہے جس میں شہرون کے وہی قدیم نام ہیں جو اُس زمانہ میں تھے اُسمیں جو نقشہ ایشیا مینیر کا ہے اُسمیں ایفی سس شہر کا نام، ٣٠ درجہ ۵ دقیقہ عرض شمالی اور ٢٧ درجہ ١٢ دقیقہ طول شرقی پر عین دریاے ایجین کے کنارہ پر ثبت ہے اُسکے قریب پہاڑ بھی واقع ہیں اور کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اُسی جگہہ ایفی سس شہر تھا جس میں اصحاب کہف رہتے تھے۔

بعضون نے کہا ہے کہ اصحاب کہف کے شہر کا نام رقیم تھا اور بعضون نے کہا کہ اُس پہاڑ کی کھوہ کا نام تھا جس میں اصحاب کہف جا کر رہے تھے مگر یہ صحیح نہیں یاقوت حموی نے بھی لکھا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ اہل روم کی سلطنت میں جو شہر اُفسوس تھا وہی شہر اصحاب کہف کا تھا محمد بن محمود القزوینی نے اپنی کتاب آثار البلاد و اخبار العباد میں اُفسوس ہی کو اصحاب کہف کا شہر قرار دیا ہے۔ شاید لوگون نے اس خیال سے کہ اصحاب کہف کے نام جست کی تختی پر کھود کر شہر میں رکھے گئے تھے اُس شہر کو اور بعضون نے اس خیال سے کہ اُس پہاڑ پر جسمیں وہ کھوہ تھی اُنکے نام کندہ ہوئے تھے اُس پہاڑ کو یا اُس کھوہ کو رقیم کے نام سے موسوم کر دیا ہو۔

اصحاب کہف کس زمانہ اور کس بادشاہ کے عہد میں تھے

ابو الفرج مالطیاے عیسائی مورخ نے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ آخر کو مسلمان ہو گیا تھا اپنی کتاب مختصر الدول میں لکھا ہے کہ اصحاب کہف ذوقیوس قیصر کے عہد میں تھے جو عیسائیون کا نہایت دشمن تھا اور اُنکو قتل کرتا تھا۔ تاریخ طبری میں اُس بادشاہ کا نام دقینوس لکھا ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا

تاریخ کامل ابن اثیر میں اُسکا نام دقیوس لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بعض آدمی اُسکا نام دقیانوس کہتے ہیں۔

ابوالفدا اسمٰعیل نے اپنی تاریخ میں بھی یہی نام بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ وہ سنہ ۵۳۹ اسکندری میں بادشاہ ہوا تھا اور سنہ ۵۴۹ میں مرگیا ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب آثار الباقیہ عن القرون الخالیہ میں اُس بادشاہ کا نام داقیادس لکھا ہے اور مسٹر بارنگ گولڈ نے اپنی کتاب کیورس متہس میں اُس بادشاہ کا نام دی سس لکھا ہے۔

اسی مصنف نے لکھا ہے کہ روم میں وکٹورم کے عجائب خانہ میں گچ سے اصحاب کہف کی تصویریں بنی ہوئی ہیں اُن تصویروں سے بعضوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ سنہ ۲۵۰ء میں دی سس بادشاہ کے عہد میں مارے گئے تھے۔

عموماً مسلمان مورخ اور مفسرین اُس بادشاہ کا نام جسکے عہد میں اصحاب کہف تھے دقیانوس لکھتے ہیں اور ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ تمام اختلافات ایک زبان کے ناموں کو دوسری زبان میں تلفظ کرنے سے پیدا ہوئے ہیں اور سب کے ملانے سے یقین ہوتا ہے کہ وہ رومی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔

جو زمانہ کہ اصحاب کہف کا ابوالفدا نے بیان کیا ہے وہ قریباً صحیح و درست معلوم ہوتا ہے اسکندر تین سو چھتیس برس قبل حضرت مسیح کے تخت پر بیٹھا تھا اور اصحاب کہف پانسو چالیس سنہ سکندری میں تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سنہ ۲۰۷ء میں تھے مسٹر بارنگ گولڈ نے انکا تخمینہ اندازے سنہ ۲۵۰ء قرار دیا ہے علاوہ بریں جو بادشاہ کہ زمانہ سکندر سے دقیوس تک گذرے اُنکے زمانہ سلطنت میں بھی کسی قدر اختلاف ہے اور یہی ایک سبب ہے کہ اصحاب کہف کے زمانہ میں کسی قدر اختلاف پیدا ہوتا ہے مگر عام طور پر خیال کرنے سے جو زمانہ قرار دیا گیا ہے قریباً صحیح معلوم ہوتا ہے۔

بعض روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ اصحاب کہف حضرت عیسٰی کے زمانہ سے بہت پیشتر تھے اور حضرت عیسٰی نے انکی خبر دی تھی اور بعد حضرت عیسٰی کے زمانہ فترت میں یعنی جبکہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہم نہیں پکارینگے اُسکے سوا کسی کو معبود

کوئی پیغمبر نہ تہا وہ زندہ ہوئے تھے یا اپنی نیند سے جو اخ الموت تہی اُٹھے تھے مگر اُسکی صحت کا انجیلوں یا حواریوں کے ناموں یا کسی معتبر یا مظنون طریقے سے کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا۔

اصحاب کہف کا مذہب

کچھ شبہہ نہیں ہو سکتا کہ اصحاب کہف عیسائی اور حضرت عیسیٰ کی اُمت میں سے تہے تمام کتابوں اور مختلف روایتوں سے یہی امر ثابت ہوتا ہے اور خود اُنکا واقعہ کہ ایک ظالم اور بت پرست بادشاہ کے خوف سے جو عیسائیوں کو قتل کرتا تہا جان اور ایمان بچا کر بھاگے تھے اُنکے عیسائی ہونیکا کافی ثبوت ہے۔

البتہ جیسا اُنکا تقدس اور خداپرستی تاریخوں اور تفسیروں میں لکہی ہے اور جسکی نسبت قرآن مجید سے بہی اشارہ پایا جاتا ہے اُسکی نسبت شبہہ ہو سکتا ہے کہ اگر وہ صلیب کو اور حضرت عیسیٰ کی تصویر کو پوجتے تہے اور کم سے کم یہ کہ تثلیث کے قائل تھے تو کیونکر اُنکو خداپرست اور موحد مسلمان یا مومن خیال کیا جا سکتا ہے مگر انمیں سے کسی بات کا ثبوت نہیں ہے اُس زمانہ کے عیسائیوں میں عقائد مذہبی بہت کم قرار پائے تہے اور مجھکو عیسائی مذہب کی اکلزیاسٹیکل ہسٹری پر غور کرنے سے نہایت شبہہ ہے کہ جو عقائد بعد عیسائی ہو جانے قسطنطین کے رومی اور یونانی چرچ میں قایم ہو گئے وہی عقائد عام طور پر اُس زمانہ کے تمام عیسائیوں کے تھے۔

دقیوس ہی کے زمانہ کے قریب جس زمانہ میں اصحاب کہف کا ہونا تسلیم کیا گیا ہے ایک فرقہ تہا جسکا ابوالفرج عیسائی مالطیائی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ وہ اقانیم ثلاثہ باپ اور بیٹے اور روح القدس کو نہیں تسلیم کرتا تہا بلکہ وجود اور کلمہ اور حیات کو اقانیم ثلاثہ جانتا تھا اور کہتا تہا کہ ان اقانیم سے کوئی زیادتی ذات باری پر نہیں ہوتی بلکہ یہ صفات اعتباری ہیں کوئی شے اُنکا مسمی موجود فی الخارج نہیں ہے اور کہتا تہا کہ ذات باری موجود ہے لا بوجود حکیم ہے لا بالحکمۃ اور حی ہے لا بحیوۃ اور نبیذ دقلس کا بہی یہی مذہب تہا اسکے بعد مصنف مذکور کہتا ہے کہ اسی مذہب کو ایک گروہ مسلمانوں نے جو صفات کے نفی کرنیوالے ہیں (یعنی صفات باری سے کچھ زیادتی ذات باری پر نہیں سمجھتے) اختیار کیا ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ⑭

اسی زمانہ کے قریب ایک فرقہ فولی الشمیشاطی کا پیرو تھا جو کہتا تھا کہ تمام معلولات باری تعالیٰ کے ارادے ہیں اور اسکا کوئی معلول ذاتی نہیں ہے اور اسی لئے وہ لم یلد ولم یولد ہے اور اس لئے مسیح نہ کلمۃ اللہ ہے اور نہ جسطرح کہ ظاہر مذہب عیسائی میں ہے وہ کواری سے پیدا ہوا ہے۔

پس جبکہ اس زمانہ کے عقائد و مذہب کا یہ حال تھا تو ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ اصحاب کہف تثلیث کے قائل تھے بلکہ مسلمانوں کو جو قرآن مجید کو برحق سمجھتے ہیں اس بات کے یقین کرنیکے لئے کہ اصحاب کہف عیسائی اور موحد خدا کو واحد اور حضرت عیسیٰ کو پیغمبر برحق مانتے تھے ثبوت کافی ہے۔ فھم کانوا مومنین مسلمین موحدین قائلین بان لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ رسول اللہ۔

اسقدر بیان کرنے کے بعد ہمکو ضرور ہے کہ قرآن مجید کی اُن آیتوں کی جو اصحاب کہف کے قصہ سے متعلق ہیں تفسیر لکھیں مگر مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم اصحاب کہف کا قصہ صحیح صحیح بلا تعرض آیات کے لکھیں اور پھر آیات کی تفسیر بیان کریں۔ اس طریقہ کے اختیار کرنے سے امید ہے کہ آیات کی تفسیر بخوبی لوگوں کی سمجھ میں آئیگی۔

اصحاب کہف کا قصہ یعنی وہ واقعات جو اُن پر گزرے۔

مذکورہ بالا حالات سے ظاہر ہے کہ اصحاب کہف تاریخی اشخاص ہیں فرضی قرار دئے ہوئے نہیں ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ جو سیدھے سادے واقعی حالات اُنپر گذرے تھے اُنمیں بہت لغو اور بیہودہ اور خلاف قیاس باتیں اور عجائبات شامل کر لئے گئے ہیں اور یہ ایک معمولی بات ہے کہ نیک اور بزرگ لوگوں پر جو ظلم اور سختی ظالموں کے ہاتھ سے گزر جاتی ہے بعد کو اُنکی نسبت بہت سی زائد اور عجیب باتیں بڑھا دیجاتی ہیں اسی طرح اصحاب کہف پر جو حالات اور واقعات گذرے اُنکو بطور تعجب انگیز کہانی کے بنا لیا ہے اور بے سروپا اور محض بیہودہ روایتیں مشہور ہو گئی ہیں ہمارا کام یہ ہے کہ اُن روایتوں میں سے جو قابل طمانیت ہیں اُنپر لحاظ کر کے صحیح قصہ اصحاب کہف کا اول بیان کریں اور پھر قرآن مجید کی آیتوں سے تطبیق دیکر دکھلائیں کہ کس قدر قصہ اُس میں کا قرآن مجید میں بیان ہوا ہے اور مفسرین کو جو اُس قصہ کے بیان میں اور آیتوں کی تفسیر میں دھوکا ہوا ہے حتی المقدور اُسکو ظاہر کریں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اگر ہم ایسا کہیں تو بیشک اُسوقت جھوٹ کہیں گے (۱۳)

ابوالفرج مسیحی نے اپنی تاریخ مختصر دول میں اور اسمعیل ابوالفدا نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ غور دیانوس رومی قیصر عیسائی ہو گیا تھا اور عیسائیوں پر مہربانی کرتا تھا اُسپر دقیوس نے جسکو دقیانوس بھی کہتے ہیں اور جو بت پرست اور عیسائیوں کا دشمن تھا چڑھائی کی اور ۵۳۹ سنہ سکندری میں اُسکو مار ڈالا اور خود بادشاہ ہوا اور عیسائیوں کو قتل کرنا یا بت پرستی پر مجبور کرنا شروع کیا۔

اُسی کے عہد میں اصحاب کہف عیسوی مذہب پر تھے اُنکے عیسائی ہو جانیکی مختلف کہانیاں مشہور ہیں جنکی نسبت ہمکو بحث کرنا محض فضول معلوم ہوتا ہے وہ کسی طرح عیسائی ہوئے ہوں اس امر کا مسلم ہونا کہ وہ عیسائی تھے اُنکے اصلی واقعات کے بتانیکو کافی ہے۔

تمام روایتیں اور تاریخیں اس بات پر متفق ہیں کہ اُس ظالم بادشاہ نے اُن لوگوں کو جو تعداد میں اُسوقت چھ تھے بلایا اور مذہب عیسوی چھوڑنے اور بت پرستی کرنیکو کہا مگر اُن سب نے انکار کیا اُسپر بادشاہ نے اُنکو مہلت دی اور اُس مہلت میں وہ شہر سے بھاگے اور ایک چرواہا معہ کتے کے اُنکے ساتھ ہو لیا اور وہ سب ایک پہاڑ کی کھوہ میں جو شہر افسوس سے کچھ فاصلہ پر تھے جا کر چھپ رہے۔

یہاں تک روایتوں میں چنداں اختلاف نہیں ہے لیکن اسکے بعد کے واقعات میں اختلاف شروع ہوتا ہے یعنی پہاڑ کی کھوہ میں چھپنے کے بعد اُنہوں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو شہر بھیجا کہ چپکے سے کھانا خرید لاوے اکثر مورخین اور اہل تفاسیر نے لکھا ہے کہ وہ لوگ پہاڑ کی کھوہ میں جا کر سو رہے اور زمانہ دراز تین سو یا تین سو نو برس سونے کے بعد جب اُٹھے تو اُنہوں نے ایک شخص کو کھانا خریدنے کو شہر میں بھیجا بعض مورخین نے پہلی دفعہ اُسی دن جب وہ کھوہ میں گئے ایک شخص کو کھانا خریدنیکو بھیجنا اور پھر دوسری دفعہ کئی سو برس سو کر اُٹھنے کے بعد ایک شخص کا بھیجنا لکھا ہے جو محض غلط ہے اور صرف بنایا ہوا قصہ ہے اُنپر پہاڑ کی کھوہ میں سوتے ہونیکے خیال سے یہ قصہ گڑھ لیا گیا ہے مگر اصلیت اسکی جیسے کہ محققانہ نظر سے پائی جاتی ہے صرف اسقدر ہے۔

کہ وہ لوگ رات کے وقت شہر سے بھاگے تھے جیسے کہ قزوینی نے لکھا ہے کہ "اُنہوں نے رات کو بھاگنے کا قصد کیا جب رات کا اندھیرا ہو گیا تو ہر ایک شخص اپنے گھر سے کچھ مال لیکر چل کھڑا ہوا"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ھٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً

صبح ہوتے وقت وہ لوگ پہاڑ کی کھوہ پر پہونچے جیسا کہ قزوینی نے بھی لکھا ہے پس وہ کھوہ میں گئے رات کے جاگے رستہ چلے تھکے ہوئے تھے کھوہ میں جہان بالکل اندھیرا تھا سو رہے کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ دو تین پہر سو نیکے بعد وہ اُٹھے اور آپس میں پوچھنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے کسی نے کہا دن کسی نے کہا کچھ کم کیونکہ کھوہ کی اندھیری میں وہ دن کا اندازہ ٹھیک ٹھیک نہین کر سکتے تھے۔

جب وہ اُٹھے تو اُنھون نے اپنے ساتھیون میں سے ایک شخص کو کھانا لانے کو بھیجا قزوینی نے صاف لکھا ہے کہ جسدن وہ کھوہ میں گئے اُسی دن اُنھون نے کھانا لینے کو بھیجا تھا تفسیر معالم التنزیل مین بھی محمد بن اسحاق کی روایت سے لکھا ہے کہ جب وہ کھوہ میں گئے تو تملیخا اُنکے لئے شہر سے کھانا خرید لایا کرتا تھا اور چند روز تک جسکی تعداد نہیں بیان کی مگر معلوم ہوتا ہے کہ دو تین روز تک یعنی دقیانوس کے دوبارہ شہر میں آنے تک اسی طرح خرید کر لاتا رہا۔

جب وہ بادشاہ جو اُنکو مہلت دیکر شہر سے باہر چلا گیا تھا پھر شہر میں آیا جیسا کہ قزوینی نے بالتصریح بیان کیا ہے تو اُسکو معلوم ہوا کہ وہ لوگ شہر سے بھاگ گئے ہیں اُسنے اُنکی تلاش شروع کی اور پہاڑ کھوہ میں اُنکا پتا لگا اور اُس نے پہاڑ کی کھوہ کا مُنہہ بند کروا دیا تاکہ اُسی میں بھوکے پیاسے مر رہیں تفسیر معالم التنزیل میں محمد بن اسحاق کی روایت میں بھی بالتصریح یہ امر مذکور ہے۔

اس میں کچھ شک نہین ہے کہ پہاڑ کی کھوہ کا مونہہ بند ہونیکے بعد وہ وہیں بند ہو گئے اور وہیں مر رہ گئے اگرچہ بعض مورخون اور مفسرون نے لکھا ہے کہ کھوہ میں پڑے سوتے ہیں یعنی مرے نہیں ہیں اور معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ خدا نے اُنکی روحون کو وفات دی جسطرح سونے میں روحوں کو وفات دیتا ہے مگر اگلے بیان سے اور ان روایتون سے جو بیان ہونگی صاف ثابت ہوگا کہ درحقیقت وہ مر گئے تھے۔

اکثر مورخین اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس واقعہ پر ایک زمانہ گذرنیکے بعد اُس کھوہ کا مُنہہ کھولا گیا اور اصحاب کہف کا اُس کھوہ میں ہونا معلوم ہوا اور شہر میں اُسکا چرچا ہو گیا اور بادشاہ اور شہر کے تمام لوگ اُس کھوہ میں اُنکے دیکھنے کو گئے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہماری اس قوم نے اختیار کیے ہیں اسکے یعنی خدا کے سوا اور معبود

ابوالفرج مسیحی کی تاریخ کے بموجب یہ زمانہ ساودوسیوس قیصر الصغیر کی سلطنت کا تھا اور اصحاب کہف کے کھوہ میں جا چھپنے کے دوسو چالیس برس بعد وہ ظاہر ہوئے تھے۔

ابوالفدا اسمعیل بھی اسی بادشاہ کے زمانہ میں اصحاب کہف کا متنبہ ہونا لکھتا ہے۔ یہ بادشاہ ۷۳۵ سکندری میں بادشاہ ہوا تھا اور ۷۵۵ سکندری میں فوت ہوا۔ اس سبب سے کہ بموجب ابوالفدا کے دقیوس جسکے زمانہ میں اصحاب کہف چھپے تھے ۵۴۶ سکندری میں تھے زمانہ ظاہر ہونے اصحاب کہف کا دوسو برس کے قریب ہوتا ہے نہ دوسو پچاس برس جیسا کہ ابوالفرج نے بیان کیا ہے۔

تاریخ یعقوبی میں اُس بادشاہ کا نام دسیوس لکھا ہے اور صاف لکھا ہے کہ اُسکے زمانہ میں اصحاب کہف جو مر گئے تھے زمانہ طویل کے بعد ظاہر ہوئے۔ اُس میں مطلق اس بات کا اشارہ نہیں ہے کہ وہ سوتے تھے اور اُسکے زمانہ میں جاگے یا مرے ہوئے تھے اور زندہ ہوئے بلکہ صاف لکھا ہے کہ ظاہر ہوئے یعنی اُس کھوہ میں اُنکا ہونا معلوم ہوا۔

علاوہ اسکے جتنی روایتیں ہیں سب سے یہی امر ماخوذ ہوتا ہے کہ درحقیقت اصحاب کہف جب معلوم ہوئے تو وہ مرے ہوئے تھے اور مرے ہوئے رہے۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں جیسے تفسیر کبیر و مدارک و بیضاوی ہیں یہہ لکھا ہے کہ جب بادشاہ اور لوگ اُنکو دیکھنے اور اُن سے ملنے کو گئے تو وہ زندہ ملے بادشاہ کو دعا بھی دی اور پھر فی الفور مر گئے۔

اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُنکا زندہ ملنا اور بادشاہ کو دعا دینا سب ایک کہانی ہے ورنہ درحقیقت وہ مرے ہوئے تھے اور طبری اور کامل ابن اثیر اگرچہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ زندہ ہوئے مگر جو روایتیں بیان کی ہیں اُن سے صاف پایا جاتا ہے کہ کسی شخص نے جو اُنکے دیکھنے کو گئے تھے اُنکو زندہ نہیں دیکھا۔

طبری کی ایک روایت میں ہے کہ وہ زندہ ہو گئے تھے مگر جب لوگ اُنکے دیکھنے کو کہف کے قریب پہونچے تو خدا نے اُنکو پھر مردہ کر دیا یا پھر سلا دیا اور لوگ اندر جانے سے ڈر گئے اور اندر نہ جا سکے دوسری روایت میں طبری نے لکھا ہو کہ بادشاہ اور لوگ کھوہ میں گئے تو دیکھا کہ صرف اُنکے جسم ہیں

لَوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِم بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ

جو کسی طرح بگڑے نہ تھے مگر اُنمیں ارواح نہ تھی۔
کامل ابن اثیر مین ایک اور بات زیادہ لکھی ہے کہ وہ زندہ تو ہوگئے تھے مگر انہون نے دعا مانگی کہ خدا اُنکو مار ڈالے اور جو لوگ اُنکو دیکھنے آئے ہیں اُنمیں سے کوئی اُنکو نہ دیکھے پس وہ فی الفور مرگئے اور یہ تمام روایتین اس بات کی مثبت ہیں کہ وہ زندہ نہ تھے اور نہ کسی نے اُنکو زندہ دیکھا اصل یہ ہے کہ جب لاشین ایسے مقام پر ہوتی ہیں جہان ہوا کا صدمہ نہیں پہونچتا اور لاشین اُسی طرح رکھے رکھے راکھ ہوجاتی ہیں تو وہ سوراخ میں سے ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں کہ گویا پورے مجسم اجسام بلاکسی نقص کے رکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح لوگون نے اُنکو دیکھا اور جانا کہ پوری مجسم بلاکسی نقصان کے لاشین رکھی ہیں یا وہ لوگ سو رہے ہیں۔
سنہ ۱۸۴۳ء یا سنہ ۱۸۴۴ء میں دہلی میں اسی قسم کا ایک واقعہ گذرا تھا جہان حضرت نظام الدین کی درگاہ ہے وہان بہت پرانا قبرستان ہے۔ ایک اونچی جگہہ پر ایک چبوترہ تہا اور اُسکے اوپر تین قبرون کے نشان تھے۔ اتفاق سے اُس چبوترہ کی ایک طرف کی دیوار میں سے کچھ پتھر گر پڑے اور چہید ہوگیا کہ اندر سے قبر دکھائی دینے لگی لوگون نے اُس چہید میں سے جہانکا تو اُنکو معلوم ہوا کہ قبر بہت بڑی مثل ایک مربع کوٹھری کے ہے اور تین لاشین بالکل سفید کفن پہنے ہوئے مجسم بلاکسی نقصان کے اُنمیں رکھی ہوئی ہیں۔ اسکا چرچا ہوا اور بہت آدمی اُنکے دیکھنے کو گئے اور سب نے یہی بات بیان کی۔ میرے مخدوم دوست مولوی امام بخش صاحب صہبائی مرحوم کو اس قسم کی باتون کے دریافت کا بہت شوق تہا وہ خود اُن لاشون کے دیکھنے کو گئے۔ اول انہون نے جہانک کر دیکھا تو اُنکو بھی اسی طرح مجسم اور مسلم لاشیں معلوم ہوئین۔ اُنکو تعجب ہوا۔ اُنہون نے دیوار کے دو ایک پتھر اور نکال ڈالے اور اندر گھسے۔ ایک عجیب بات تو یہ دیکھی کہ قبر ایک مربع کوٹھری کے برابر بنی ہوئی تھی اور تین لاشین اُس میں رکھی ہوئی تہیں۔ مگر سب بوسیدہ اور راکھ کے طور پر ہوگئی تہیں۔ لیکن چونکہ ہوا کا صدمہ کچھ نہ تھا تو جہان اُنکے ہاتھ رکھے ہوئے تھے وہیں اُنکے ہاتھ کی راکھ تھی اور جہان سر رکھا تہا وہیں سر کی راکھ تھی۔ جہان پاؤن رکھا ہوا تھا وہیں پاؤن کی راکھ تھی۔ اور سب کے نشان معلوم ہوتے تھے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کیوں نہیں لاتے اُسپر کوئی دلیل کھلی ہوئی

وہ لاشیں کاٹھ کے تخت پر رکھی گئی تھیں وہ تخت بھی بوسیدہ ہوکر اور گل کر زمین کے برابر ہوگیا تھا مگر اُسکے نشان بھی راکھ میں جدا محسوس ہوتے تھے۔ اُنہوں نے انگلی سے چھوا تو معلوم ہوا کہ بالکل راکھ ہے اور ہڈیوں اور راکھ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مگر جب سوراخ میں سے دیکھا جاتا تھا تو وہ تمام نقش جو راکھ میں قایم تھے بالکل مجسم اور مسلم لاشیں معلوم ہوتی تھیں۔ تم خیال کرو کہ اگر ہم ایک تصویر کو ایک صندوق میں رکھ دیں اور ایسی حکمت کریں کہ کسی قدر شعاع آفتاب کی اُسمیں پہونچے اور اُسکے پہلو میں ایک چھید کرکے اُسکو دیکھیں تو وہ تصویر بالکل مجسم معلوم ہوگی۔ پس اس طرح سے اُس قسم کی پرانی لاشیں جو کسی پہاڑ کے نل میں سے دیکھی جاتی ہیں تو وہ مسلم معلوم ہوتی ہیں اسی طرح اصحاب کہف کی لاشوں کے دیکھنے والوں کو وہ لاشیں مجسم معلوم ہوئی ہونگی کیونکہ متہس کے مصنف نے لکھا ہے کہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ایک بڑے پتھر کے بکس میں بند کرکے مارسلیس کو بھیجی گئیں جواب بھی سائنٹ وکیٹر کے گرجا میں دکھائی جاتی ہیں۔ اسکی تصدیق تاریخ طبری سے بھی ہوتی ہے۔ اُس میں لکھا ہے کہ قتادہ نے روایت کی ہے کہ جب ابن عباس حبیب بن مسلمہ کے ساتھ جہاد پر گئے تو وہ کہف پر گذرے اور اُس میں کچھ ہڈیاں تھیں۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ہیں۔ ابن عباس نے کہا کہ انکی ہڈیاں تو تین سو برس سے زیادہ ہوا کہ یہاں نہیں رہیں۔

بہرحال جب اُس ظالم بادشاہ نے اُس کھوہ کا منھہ بند کرادیا تو یہ بیچارے اُس میں بند ہوگئے اور مر گئے ایک زمانہ دراز کے بعد خواہ وہ زمانہ دو سو برس کا ہو یا ڈہائی سو برس کا یا تین سو برس کا یا تین سو نو برس کا کسی شخص نے اُس کھوہ کے مُنھہ کو کھولا جیسا کہ اکثر روایتوں میں بیان ہوا ہے۔ اس میں بھی کچھ شک نہیں ہوسکتا کہ اُن لوگوں کے پاس جو کھوہ میں گئے تھے اُس زمانہ کے سکہ کے روپے موجود تھے اور جس شخص نے اُس کا مونھہ کھولا تھا اُس نے وہ روپے پائے ہونگے اور جب بازار میں لیگیا لوگوں نے چرچا کیا ہوگا کہ اُسنے خزانہ پایا ہے حاکم تک اُسکو پکڑ کر لے گئے ہونگے اور اُسنے تمام قصہ پہاڑ کی کھوہ میں لاشوں کے ہونیکا اور وہاں سے روپیہ ملنے کا بیان کیا ہوگا اوسپر وہاں کے حاکم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ﴿۱۴﴾ وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا
يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ
لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مِرْفَقًا ﴿۱۵﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ
ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِنْهُ ذَٰلِكَ
مِنْ آيَاتِ اللَّهِ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ
وَلِيًّا

اور شہر کے لوگ اُنکے دیکھنے کو آئے اور جانا کہ یہ اُن لوگوں کی لاشیں ہیں جو دقیوس قیصر کے ظلم سے بھاگ گئے تھے راویوں اور لوگوں نے اِس اصلی واقعہ کو اسطرح پر بنالیا کہ اصحاب کہف کئی سو برس بعد سوتے سے اُٹھے یا مردہ سے زندہ ہوگئے اور اُنہیں میں کا ایک شخص روپیہ لیکر بازار میں آیا اور چرچا ہوا اور سب لوگ پہاڑ کی کھوہ پر گئے۔ پھر کسی نے کہا وہ زندہ تھے ایک آدھ بات کہہ کر مر گئے کسی نے کہا کہ مسلم بغیر کسی نقصان کے لاشیں تھیں مگر اُس میں ارواح نہ تھی۔ ایسے واقعات میں اِس قسم کی افواہیں اُڑا کرتی ہیں اور رفتہ رفتہ روایتیں بنجاتی ہیں اور کتابوں میں لکھی جاتی ہیں اور مذہبی لگاؤ سے لوگ اُسکو مقدس سمجھتے ہیں اور معجزہ اور کرامات قرار دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں جسقدر اِس قصہ کا بیان آیا ہے وہ بالکل سیدھا اور صاف ہے بلکہ خدا نے اُس قصہ کو اسی مقصد سے بیان کیا ہے کہ جو غلط باتیں اور عجائبات اُس قصہ کے ساتھ مشہور تھے اُنکی غلطی ظاہر ہو یا اُنکی تکذیب کیجاوے اور بتادیا جاوے کہ اصل واقعہ کیا ہے۔

مگر افسوس ہے کہ مفسرین نے جنکے کان انہی پرانی افواہی روایتوں سے بھرے ہوئے تھے اور عیسائی بھی اور اُنکے سوا عرب اور ایشیا کے لوگ بھی اُس قصہ کو عجائبات یا کرامت اور معجزات کے طور پر بیان کرتے تھے قرآن مجید کی آیتوں کی بھی وہی تفسیر کی جس سے خود خدا انکار کرتا تھا۔ فمثلھم کمثل الذی فسّر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پھر کون ہے زیادہ ظالم اُس شخص سے کہ بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا (۱۴) اور جب تم
اُنسے الگ ہو جاؤ اور اُس سے جسکی سوای خدا کو وہ عبادت کرتے ہیں تو چل رہو پہاڑ کی کھوہ میں
تاکہ پھیلا دے تمہارے لئے تمہارا پروردگار اپنی رحمت کو اور مہیا کرے تمہارے لئے تمہارے
کاموں میں آسانی کو (۱۵) اور تو دیکھے آفتاب کو جبکہ وہ طلوع کرے جھکتا ہے اُنکے کہف سے
داہنی طرف اور جب غروب کرے تو اُن سے کترا جاتا ہے بائیں طرف اور وہ کشادہ جگہہ میں ہیں
کہف کی یہہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے جسکو ہدایت کرے اللہ پھر وہی ہے ہدایت پانیوالا اور جسکو
گمراہ کرے اللہ پھر ہرگز نہ پاویگا تو اُسکے لئے دوست

القول بما لا یرضی قائله۔

تمام مفسرین کی سوائے معتزلہ کے یہ عادت ہے کہ اپنی تفسیروں میں محض بے سند اور افواہی روایتوں کو بلا تحقیق لکھتے چلے جاتے ہیں اور ذرا بھی تحقیق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ علاوہ اس کے اونہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہر ایک سیدھی سادی بات کو بھی ایک حیرت انگیز طریقہ پر اور عجائبات و کرامات کے نمونہ پر بیان کریں۔ اُسی عادت کے موافق اصحاب کہف کے قصہ میں بھی عجیب و غریب باتیں ملا دی ہیں مگر قرآن مجید اُن سب کو غلط بتاتا ہے۔

اب ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی اُن آیتوں کی جو اصحاب کہف کے قصہ سے متعلق ہیں تفسیر لکھیں اور یہ دکھلائیں کہ قرآن مجید میں اُنکا قصہ کسقدر اور کسطرح بیان ہوا ہے اور مفسرین اُن آیتوں کی تفسیر میں کیسے دھوکہ میں پڑ گئے ہیں واللہ المستعان۔

یہ آیتیں جنکی ہم تفسیر لکھنی چاہتی ہیں نہایت صاف ہیں اول تو خدا ے تعالیٰ نے اصحاب کہف کے باایمان ہونیکا ذکر کیا ہے اور ان لفظوں سے کہ ہم نے اُنکو زیادہ ہدایت کی تھی اور مضبوط کر دیا تھا اُنکے دلوں کو اُسمیں اس واقعہ کا بیان ہے جبکہ ایک جابر اور بت پرست بادشاہ نے اُنکو بلایا اور وہ اُسکے سامنے کھڑے ہوئے اور اُس نے بت پرستی پر مجبور کیا اور وہ اپنے مذہب پر مستقل رہے اور اُنھوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ہم نہیں پکارنے اُسکے سوا کسی کو معبود۔ اُسکے بعد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مُرْشِدًا ﴿۱۶﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ

ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۷﴾

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ

اس بات کا ذکر ہے کہ وہ اُن مشرکین سے الگ ہو کر ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا چھپے۔

(۱۶) اس آیت میں خدا نے تعالیٰ نے اُس کھوہ یعنی کہف کا حال بتایا ہے جس میں اصحاب کہف جا کر چھپے تھے کہ جب آفتاب طلوع کرتا ہے تو کھوہ کی داہین طرف مائل ہوتا ہے اور جب غروب کرتا ہے تو اُسکو کاٹتا ہوا بائیں طرف جاتا ہے اور اُس کھوہ یعنی کہف کی چوڑی جگہہ میں اصحاب کہف جا کر رہے۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کہف یعنی پہاڑ کی کھوہ میں بالکل اندھیرا رہتا تھا اور اُس کہف کا مونہہ شمال کی جانب تھا۔ اور لوگون نے بھی اُسکے مونہہ کو جانب بنات النعش کہا ہے جو آسمان پر جانب شمال چند کواکب ہیں پس اگر کوئی شخص اپنا منہہ شمال کی جانب کر کے کھڑا ہو تو مشرق داہنے ہاتھ کی طرف ہوگی اور مغرب بائیں ہاتھ کی طرف اور سورج جو مشرق سے نکلے گا اُسکو کاٹتا ہوا بائیں ہاتھ کی طرف غروب ہو جاویگا۔

پہاڑ میں جو اس قسم کی کھوہ ہوتی ہے وہ دور تک لمبی اور تنگ چلی جاتی ہے اور کسی مقام پر چوڑی ہو جاتی ہے اُسی چوڑی جگہہ پر خدا نے فرمایا ہے کہ "وھم فی فجوۃ منہ" یعنی اصحاب کہف اُس کھوہ کی چوڑی جگہہ میں تھے۔

اُسکے بعد خدا فرماتا ہے کہ یہ ہے اللہ کی نشانیوں میں سے جسکو خدا ہدایت کرے وہی ہدایت پانیوالا ہے اور جسکو گمراہ کرے پھر تو اُسکا کوئی دوست راہ بتانیوالا نہیں پاویگا۔

اگر کوئی یہ سمجھے کہ خدا تعالیٰ نے اصحاب کہف کو یا اُس پہاڑ کی کھوہ کو یا اصحاب کہف کے وہان جاکر رہنے کو اللہ کی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے تو یہ محض غلطی ہوگی کیونکہ اُسکے آگے جو الفاظ ہیں کہ من یھد اللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا صاف بتلاتے ہیں کہ اصحاب کہف جو اپنے ایمان پر اور خدا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

راہ بتانیوالا (۱۶) اور تو گمان کرے انکو جاگتا ہوا اور وہ سوتے ہیں اور ہم انکو بدل دیتے ہیں داہنی کروٹ اور بائیں کروٹ پر اور اُنکا کُتا اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے کھوہ کے دہانہ پر اگر تو جھانک کر انکو دیکھتا تو اُلٹا پھر کر اُنسے بھاگتا البتہ چھا جاتا تجھپر اُنسے رعب (۱۷)

اور اسی طرح ہمنے انکو اُٹھایا (یعنی جگایا)

پرستی پر مستحکم رہے اور خدا نے نہایت سختی اور جبر میں بھی جو بت پرست بادشاہ کی طرف سے بتوں کے پوجنے پر ہوتے تھے اُنکے دلونکو مضبوط رکھا اُسکی نسبت خدا نے فرمایا ذٰلک من ایات اللہ۔

(۱۷) اس آیت میں خدا تعالیٰ اصحاب کہف کی حالت بیان کرتا ہے کہ تو انکو (یعنی اگر دیکھے تو) گمان کرے کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم انکو دائیں کروٹ اور بائیں کروٹ پر بدل دیتے ہیں اور اُنکا کُتا کھوہ کے دہانہ پر ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اس سے پہلے اصحاب کہف کا پہاڑ کی کھوہ میں جانا بیان کیا ہے اُسکے بعد اُس کھوہ کی حالت بیان کی ہے اور اب اصحاب کہف کی حالت بیان فرمائی ہے پس یہ حالت اُسی وقت کی ہے جبکہ اصحاب کہف کھوہ میں گئے تھے نہ زمانہ موجودہ کی یا اُسکے کسی زمانہ ممتد کے بعد کی تحسبھم ایقاظا کی نسبت مفسروں نے بہت سی بے اصل باتیں لکھی ہیں الّا قرآن مجید سے جو اُسکی وجہ پائی جاتی ہے وہ صرف خدا کا یہ فرمانا ہے کہ نقلبھم ذات الیمین وذات الشمال اور یہی بات سچ ہے وہ پتھریلی کھوہ میں جاکر سوئے تھے اور اُس کے سبب سے گھڑی گھڑی کروٹیں بدلتے ہونگے اور اُنکی اِس تکلیف کو خدا نے اسطرح پر ظاہر فرمایا ہے۔

اُس کے بعد خدا تعالیٰ اُس وحشت او خوفناک حالت کو جس میں اصحاب کہف پہاڑ کی کھوہ میں جاکر چھپنے سے مبتلا ہوئے تھے بتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر تو انکو دیکھتا تو اُنسے اُلٹا بھاگتا اور تجھپر اُنسے رعب چھا جاتا مفسرین نے اِس آیت کی نسبت بھی بہت سی افواہی اور بے سند روایتیں لکھی ہیں اور اُنکی اِس حالت کو زمانہ ممتد مابعد کی حالت قرار دیا ہے حالانکہ جسطرح خدا تعالیٰ نے اصحاب کہف کی اُسوقت کی حالت کو جب وہ پہاڑ کی کھوہ میں گئے تھے بیان کیا ہے اِسی طرح اُسی وقت کی اُنکی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لیتساءلوا بینھم قال قائل منھم کم لبثتم قالوا لبثنا یوما او
بعض یوم قالوا ربکم اعلم بما لبثتم فابعثوا احدکم بورقکم
ھذہ الی المدینۃ فلینظر ایھا ازکی طعاما فلیاتکم برزق منہ
ولیتلطف ولا یشعرن بکم احدا ﴿۱۸﴾ انھم ان یظھروا علیکم
یرجموکم او یعیدوکم فی ملتھم ولن تفلحوا اذا ابدا ﴿۱۹﴾ وکذلک

وحشت انگیز حالت کو ظاہر فرمایا ہے۔

قرآن مجید کا سیاق کلام یہی ہے کہ جب کسی گذشتہ واقعہ پر متنبہ کرنا یا توجہ دلانا چاہتا ہے تو گذشتہ واقعہ کو موجود قرار دیکر خطاب کے لفظوں سے مخاطب کرتا ہے جیسے "الم ترکیف فعل ربک باصحب الفیل"۔

پہاڑ کی کھوہ فی نفسہ ایک وحشت ناک جگہ ہوتی ہے سنہ ۱۸[illegible]ء میں جبکہ میں لندن میں تھا تو ایک دوست سے ملنے برسٹل میں گیا جو ایک خوبصورت شہر ہے اُسکے قریب سمندر کی کھاڑی کے کنارے پر ایک چھوٹا سا پہاڑ کا ٹیلہ ہے اسمیں ایک کھوہ ہے جس میں کسی اگلے زمانہ میں کوئی ہرمٹ یعنی عیسائی درویش رہتا تھا میں اُس کھوہ کو دیکھنے گیا غالباً وہ کچھ بہت بڑی نہ تھی کوئی سو فٹ کی لمبی ہوگی مگر ایسی تنگ و تاریک تھی کہ کوئی چیز یہاں تک کہ پاس کا آدمی بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جو شخص اُسکے دکھانیکو ہمارے ساتھ تھا مہربانی سے روشنی لایا کہ ہم روشنی کے ذریعہ سے اسمیں جاویں۔ قریباً نصف راستہ ہمنے طے کیا ہوگا کہ اِس زور سے اور عجیب نفرت انگیز آواز سے ہوا آنی شروع ہوئی جسنے ہمکو پریشان کر دیا اور جو روشنی ہمارے ساتھ تھی وہ گل ہوگئی ہم آگے نہ گئے اور واپس چلے آئے معلوم ہوا کہ اُس کھوہ میں سمندر کی جانب کوئی سوراخ یا موکھا ہے اسمیں ہو کر شدید ہوا آتی ہے جو شخص ہمارے ساتھ تھا اُسنے بیان کیا کہ تھوڑی دور آگے قریباً دو ڈھائی گز چوڑی ایک جگہ ہے اسمیں ہرمٹ رہتا تھا میں سمجھتا ہوں کہ اِسی قسم کی جگہ پر سورہ کہف میں خدا تعالیٰ نے "وھم فی فجوۃ منہ" کا اطلاق کیا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تاکہ وہ آپس میں پوچھیں اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کتنی دیر تک رہے (یعنی سوتے رہے) اُنہوں نے کہا کہ ہم رہے (یعنی سوتے ہوئے) ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم اُنہوں نے کہا کہ تمہارا خدا خوب جانتا ہے جتنی دیر تم رہے (یعنی سوتے رہے) پھر بھیجو اپنے میں سے ایک کو اپنے پاس سے چاندی کا یہ سکہ دیکر شہر کو تاکہ دیکھے کونسا اچھا کھانا ملتا ہے پھر تمکو لادے کھانا اُس میں سے اور جلد چلا آوے اور نہ خبر کرے تمہاری کسیکو (۱۸) بیشک وہ اگر چڑھ آوینگے تم پر تو پتھر مار کر مار ڈالیں گے تمکو یا پھیر لیں گے تمکو اپنے مذہب میں اور پھر ہرگز نہ فلاح پاؤ گے تم اُسوقت کبھی (۱۹) اور اسیطرح

(۱۸) و (۱۹) یہانتک صرف اسقدر بات قرآن مجید سے پائی گئی کہ اصحاب کہف اُس بت پرست بادشاہ کے خوف سے بھاگے اور پریشانی کی حالت میں ایک وحشت انگیز جگہ میں جو پہاڑ کی تنگ و تاریک کھوہ تھی جا کر چھپے اور وہاں سو رہے پھر خدا نے اُنکو جگایا یعنی وہ جاگے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ”اور اسی طرح ہمنے اُنکو اُٹھایا تاکہ وہ آپس میں پوچھیں۔ اُنمیں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کتنا سوئے اُنہوں نے کہا ایک دن سوئے یا ایک دن سے کچھ کم وہ بولے کہ تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم کتنا سوئے“ پہاڑ کی کھوہ جس میں وہ جاکر چھپے تھے نہایت اندھیری تھی سورج کی روشنی اُس میں نہیں پہنچتی تھی یہ ایک معمولی بات تھی کہ جب وہ سو کر اُٹھے تو پوچھا کہ کسقدر سوئے اُس اندھیری کھوہ میں کسی نے کہا دن بھر یا کچھ کم سوئے چونکہ وہ لوگ بسبب اندھیری کے ٹھیک انداز نہیں کر سکتے تھے اُنہوں نے کہا خدا معلوم کتنا سوئے۔

یہ اُنکا سونا اور جاگنا پہاڑ کی کھوہ میں جا چھپنے کے بعد ایک معمولی زمانہ تک سو کر جاگنا تھا اور کوئی عجیب بات اسمیں نہ تھی اور نہ قرآن میں اس مقام پر یعنی اس قصہ میں جسکی نسبت خدا نے کہا ”نحن نقص علیک نبأهم بالحق“ کوئی اشارہ اس بات کا ہے کہ اُنکا سوتے رہنا زمانہ طویل غیر عادی اور غیر قیاسی اور غیر طبعی تک ہوتا بلکہ تمام سیاق سے پایا جاتا ہے کہ وہ کھوہ میں چھپے وہاں سو رہے اور معمولی قاعدہ پر اُٹھے آپس میں پوچھنے لگے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا

اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾ سَيَقُوْلُوْنَ

کہ کتنا سوئے۔

بعض مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ ہرگاہ اُنکے اوٹھنے کی علت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ آپس میں سوال کریں کہ کتنا سوئے تو زمانہ نوم میں ضرور کوئی ندرت ہوگی اور اُس ندرت کو نوم زمانہ طویل قرار دیا ہے مگر یہ اُنکی محض غلطی ہے ایک امر کے بعد دوسرے امر کو جو اُسکے متصل واقع ہوا ہو۔ لام کے ساتھ بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا امر اُسکی علت ہو قرآن مجید کا سیاق کلام ایسا ہی ہے کہ ایک واقعہ کے بعد جو دوسرا واقعہ ہوتا ہے اُسکو لام کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے جس سے محض تعقیب مراد ہے نہ علت چنانچہ قرآن مجید میں بہت جگہ جسپر لام آیا ہے وہ ہرگز اپنے ماقبل کی علت نہیں ہے اسی سورہ میں خدا نے فرمایا ہے "ثم بعثناھم لنعلم ای الحزبین احصٰی لما لبثوا" پس خدا کا علم اُنکے زمانہ نوم کی نسبت اُنکے اُٹھنے کا معلول نہ تھا۔ اِسکے سوا اور بہت سے مقام قرآن مجید میں اس سے زیادہ صاف طور پر آئے ہیں جہان خدا نے فرمایا ہے "وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول" اور جہان فرمایا ہے "وما کان لہ علیھم من سلطان الا لنعلم من یؤمن بالاخرۃ" اور جہان فرمایا ہے "فالتقطہ اٰل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا" پس جبکہ اُنکے جگانے کی علت اُنکا باہم سوال کرنا نہ تھا جو دلیل ندرت زمانہ نوم کی اُن مفسرین نے سمجھی تھی گو وہ کیسی ہی لغو اور مہمل تھی مگر وہ باطل ہو جاتی ہے۔ یہ امر بھی انسانوں میں بہت واقع ہوتا ہے کہ سو کر اُٹھنے کے بعد پوچھتے ہیں کہ کتنا سوئے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اُنکے جاگنے کی علت سونے کی مدت کا سوال کرنا تھی۔

اصل یہ ہے کہ مفسرین اور روایت گڑھنے والون کو اس وجہ سے غلطی پڑی ہے کہ ابتدا میں یعنی جس مقام پر خدا نے لوگون کی غلط افواہ اور غلط تعجب کا ذکر کرتے وقت اُنکا قول نقل کیا تھا کہ "فضربنا علی اٰذانھم فی الکھف سنین عددا ثم بعثناھم" اور سنین عددا سے زمانہ ممتد مقصود تھا اُسی پر اُنھوں نے سمجھ لیا کہ کئی سو برس سونیکے بعد اُٹھے ہونگے حالانکہ اس واقعی اور صحیح قصہ میں خدا تعالیٰ نے اونکا سونا اور پھر جاگنا سلسل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خبردار کر دیا ہمنے اُن پر لوگونکو تاکہ وہ (یعنی اصحاب کہف) جانیں کہ بیشک وعدہ اللہ کا حق ہے اور قیامت آنیوالی ہے نہیں کچھ شک اُسمیں جبکہ وہ لوگ جھگڑتے تھے آپس میں اپنے کام میں تو اُنہوں نے کہا کہ بنا دیں ہم اُنپر کوئی مکان (یعنی مقبرہ) اُنکا خدا اُنکے حال کو بخوبی جانتا ہے کہا اُن لوگوں نے جو غالب تھے اپنے کام پر البتہ بنا دینگے ہم اُنپر ایک مسجد ⑳ ایک گروہ کہیگا کہ (اصحاب کہف)

طور پر کھوہ میں جانیکے بعد بیان کیا ہے۔

شروع قصہ میں خود خدا تعالیٰ نے قصہ کے عجیب ہونیکی نفی کر دی تھی اور اُسکا عجیب ہونا صرف مدت دراز تک سوئے رہنے سے تھا اِس صحیح اور واقعی قصہ میں خدا تعالیٰ نے اُنکا زمانہ دراز تک سوئے رہنے کا ذکر نہیں فرمایا پس اس مقام پر بھی اُس غلط شہرت کو داخل کرنا صریح غلطی ہے۔

جب وہ اُٹھے تو اُنھوں نے کہا کہ بھیجو اپنے میں سے ایک کو اپنے پاس سے چاندی کا یہ سکہ دیکر شہر کو تاکہ دیکھے کہ کونسا اچھا کھانا ملتا ہے اور اُسمیں سے تمہارے لیئے کھانا لاوے اور جلدی آوے اور کسی کو تمہاری خبر نہ کرے بیشک اگر وہ تمپر چڑھ آوینگے تو پتھر مار کر مار ڈالیں گے یا تمکو اپنے مذہب میں پھیر لیں گے اور اُس وقت تم کبھی فلاح نہیں پانے کے۔

اِسکی تصریح قرآن مجید میں نہیں کہ وہ صرف ایک ہی دفعہ کھانا لینے گیا یا اِسی طرح متعدد دنوں تک کھانا لایا کرتا تھا مگر تفسیر معالم التنزیل میں محمد بن اسحٰق کی روایت لکھی ہے کہ "فلبثوا بذلک ما لبثوا" یعنی وہ اِسی طرح کرتے تھے جب تک کہ وہ کرتے رہے اور اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرصہ تک وہ اسیطرح اپنا کھانا شہر سے منگاتے رہے۔

⑳ اسکے بعد خدا فرماتا ہے کہ اسیطرح ہمنے لوگوں کو اُنکی خبر کر دی۔ مگر اِسکے بعد خدا نے یہ نہ بتایا کہ اِن لوگوں نے اُنکی خبر پاکر اُنکے ساتھ کیا کیا مگر یہ فرمایا تاکہ وہ جان لیں کہ بیشک وعدہ اللہ کا سچا ہے اور بیشک قیامت آنیوالی ہے اِس میں کچھ شک نہیں۔

اِس مقام پر جو بحث ہے وہ یہ ہے کہ "لیعلموا" میں جو ضمیر ہے اُسکا مرجع کون ہیں عموماً مفسرین عام لوگوں کی طرف جنکو اُنکی خبر ہوگئی تھی اُسکا مرجع بیان کرتے ہیں مگر لوگوں کو اُنکی خبر ہو جانے سے کہ وہ پہاڑ کی کھوہ میں چھپے ہوئے ہیں اور "ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لاریب فیھا" سے کیا تعلق ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ
وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَّبِّيْٓ أَعْلَمُ
بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ
فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٢﴾ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَاْيۡءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّآ
أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسٰٓى أَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّي
لِأَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ

اگر کہا جاوے کہ انکی خبر ملنے کا واقعہ اُسوقت کا ہے جبکہ وہ ایک مدت دراز تک سو کر اٹھے تھے تو اول تو انکی مدت دراز تک سوتے رہنے کی نفی ہو چکی اور اگر بالفرض تسلیم کیا جاوے تو بھی ایک مدت تک گو کہ وہ کتنی ہی دراز ہو سو کر اٹھنے سے اس بات کا کہ "وعد اللہ حق وان الساعۃ لاریب فیہا" کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

اور اگر بالفرض وہ اُس کھوہ میں مر گئے ہوں جیسے کہ بعض مورخین کا قول ہے اور تین سو برس بعد پھر زندہ ہوئے ہوں اور اُنکے دوبارہ زندہ ہونیکے بعد لوگوں کو خبر ہوئی ہو تو بھی انکا دوبارہ زندہ ہونا کسی نے نہیں دیکھا تو پھر کیونکر اُن لوگوں کو جنہوں نے انکی خبر سنی تھی قیامت اپنی حشر اجساد پر یقین ہو سکتا تھا۔ کچھ شبہ نہیں ہے کہ ضمیر لیعلموا کی خود اصحاب کہف کی طرف راجع ہے کہ جب انکو معلوم ہوا کہ لوگوں کو انکی خبر ہو گئی تو انکو یقین ہوا کہ اب وہ مارے جاوینگے پس خدا کا یہ فرمانا کہ "لیعلموا ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لاریب فیہا" اشارہ اس بات کا ہے کہ وہ مارے گئے کیونکہ اس بات کا جاننا کہ وعد اللہ حق جیسا کہ موت سے ہوتا ہے اور طرح نہیں ہو سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ "والذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت سندخلہم جنٰت تجری من تحتہا الانہٰر خالدین فیہا ابدا وعد اللہ حقا ومن اصدق من اللہ قیلا"

پس ان مورخین کا یہ قول ہے کہ جب اُس بت پرست بادشاہ کو اُنکے پہاڑ کی کھوہ میں چھپے ہونیکی خبر ہوئی تو اُسنے اُس کھوہ کا مونہہ بند کر دیا تاکہ وہ بھوکے اور پیاسے اُسمیں مر جاویں اور وہ کھوہ اُنکے لئے بمنزلہ قبر کے ہو جاوے چنانچہ وہیں مر گئے بہت صحیح و درست معلوم ہوتا ہے اور قرآن مجید سے اُسکی تائید ہوتی ہے۔
مذکورہ بالا واقعہ کئی سو برس بعد پہاڑ کی کھوہ کا مونہہ جو بند کر دیا گیا تھا کھل گیا اور اُس کھوہ میں انکی لاشیں جو صرف ہڈیاں باقی تھیں معلوم ہوئیں اور ضرور کھوہ کے اندر بموجب قاعدہ علم مناظر کے پوری لاشیں دکھائی دیتی ہونگی اُنکے

تین شخص ہیں اور اُنمیں چوتھا اُنکا کتا ہی اور ایک گروہ کہیگا کہ وہ پانچ ہیں اور اُنمیں چھٹا اُنکا کتا ہی تیر مارنا بن دیکھی (یعنی بغیر جانے اٹکل پچو بات کہنا) اور ایک گروہ کہیگا کہ سات ہیں اور اُنمیں آٹھواں اُنکا کتا ہی کہہ دے اے پیغمبر کہ میرا پروردگار خوب جانتا ہی اُنکی تعداد کو نہیں جانتے اُنکو مگر تھوڑے ہی ⑵① پھر تو جھگڑا مت کر اُنکے باب میں سوائے ظاہری بات چیت کے اور نہ پوچھ اُنکے باب میں اُنمیں سے کسی ایک سے کچھ ⑵② اور تو ہرگز مت کہہ کسی چیز کیلئے کہ البتہ میں اُسکو کرونگا کل بغیر ان شاء اللہ کہے اور یاد کر اپنے پروردگار کو جب تو بھول جاوے کہہ توقع ہی کہ ہدایت کرے مجھکو میرا پروردگار اِس سے بھی قریب ٹھیک بات کی ⑵③ اور کہیں گے وہ لوگ کہ وہ رہے اپنے کہف میں

وقت لوگوں نے اُنکی زیارت کی اور جیسے کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ "اُسوقت آپس میں اُنکے باب میں جھگڑا کرنے لگے۔ پھر اُنہوں نے کہا کہ اُنکے اوپر کوئی مکان یعنی مقبرہ بنادو اُنکا خدا اُنکے حال کو بخوبی جانتا ہے"۔

اُن لوگوں نے جو اُن کہنے والوں کے کام پر غالب رہتے تھے یعنی حاکم یا پادری اُنہوں نے کہا کہ اُنکو قرار دینگے مسجد یعنی عبادت گاہ۔ چنانچہ بعض انگریزی کتابوں میں جنمیں یہ قصہ بیان ہوا ہے لکھا ہے کہ اُنکی ہڈیاں ایک بڑے پتھر کے صندوق میں بند کر کے مارسیلیس کو بھیجی گئی تھیں اور سینٹ وکٹر کے گرجا میں موجود ہیں۔

(۲۱-۲۲) اس بات میں کہ اصحاب کہف کے کے آدمی تھے لوگ مختلف تھے چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ کہیں گے (یعنی جب اُنسے پوچھو) کہ تین تھے اُنمیں چوتھا اُنکا کتا تھا اور کہیں گے پانچ تھے اور اُنمیں چھٹا اُنکا کتا تھا بن نشانہ دیکھے تیر مارتے ہیں اور کہیں گے سات تھے اور اُنمیں آٹھواں اُنکا کتا تھا تو کہدے اے پیغمبر کہ میرا پروردگار خوب جانتا ہے اُنکی تعداد کو اُنکو نہیں جانتے مگر تھوڑے۔ پھر تو اُنکے اُنکے باب میں جھگڑا مت کر سوائے ظاہری بات چیت کے اور نہ اُنکے باب میں اُنمیں سے کسی ایک سے کچھ پوچھ۔

(۲۳) اس آیت میں خدا نے اپنے پیغمبر سے کہا ہے کہ تو کبھی نہ کہنا کسی چیز کے لئے کہ میں اُسکو کل کرونگا بغیر خدا چاہے کہے اور یاد کر اپنے پروردگار کو جب تو بھول جاوے اور کہدے کہ شاید ہدایت کرے مجھکو میرا پروردگار اِس سے بھی قریب زیادہ ٹھیک بات کی۔

تمام مفسرین نے اس آیت کے معنی بیان کرنے میں غلطی کی ہے اور اُسکا سبب یہ ہے کہ جو غلط

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ

شان نزول قصہ اصحاب کہف کی بیان کی ہے اسکے سبب سے اس آیت کی تفسیر میں بھی غلطی واقع ہوئی ہے۔

تمام مفسرین قصہ اصحاب کہف کی شان نزول میں لکھتے ہیں کہ نضر بن الحارث اور عقبہ بن ابی معیط مدینہ کے یہودیوں کے احبار یعنی علماء کے پاس گئے اور آنحضرتؐ کے حالات اُنسے کہے اُن لوگوں نے کہا کہ تم اُنسے تین سوال کرو اگر وہ جواب دیں تو نبی ہیں اور نہیں تو نہیں۔

ایک یہ کہ چند جوان جو اگلے زمانہ میں گذرے ہیں اُنکا کیا حال ہے۔

ایک یہ کہ اُس شخص کی جو بڑا پھرنے والا تھا اور زمین کے مشرق اور مغرب تک پہونچا تھا اُسکے حالات کیا ہیں۔

ایک یہ کہ روح کیا ہے۔

پہلے سوال کے جواب میں اصحاب کہف کا قصہ نازل ہوا۔ مگر ہمارے نزدیک نہ اس تمہید کی جو موالات کرنیکے باب میں بیان ہوئی ہے کوئی سند ہے اور نہ اس بات کی طرف کہ اصحاب کہف کے قصہ کی نسبت کسی نے سوال کیا تھا کوئی اشارہ ہے۔ ذوالقرنین کا حال اور روح کی ماہیت بلاشبہ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے پوچھی تھی۔ اور قرآن مجید میں اُسکی طرف اشارہ ہے جہاں فرمایا ہے "یسئلونک عن ذی القرنین یسئلونک عن الروح" مگر اصحاب کہف کے قصہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے پایا جاوے کہ وہ قصہ آنحضرت صلعم سے کسی نے پوچھا تھا۔ علاوہ اسکے نبی ہونیکی شناخت ان سوالوں کے جواب پر منحصر کرنا کیسی ایک لغو اور بیہودہ بات ہے۔

اس روایت میں ایک صریح غلطی یہ ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ یہودیوں کا یا یہودی مذہب کا قصہ نہیں ہے بلکہ عیسائی مذہب کے لوگوں کا قصہ ہے پس اُسکی نسبت علماے یہود سے پوچھنا یا علماے یہود کا اُسکی نسبت سوال بتانا اور اُسکے جواب پر آنحضرت صلعم کا نبی ہونا منحصر کرنا کیسا غلط ہے۔

علاوہ اسکے یہ قصہ کچھ بہت پُرانا قصہ نہیں آنحضرت صلعم کے زمانہ سے تھوڑے زمانہ پہلے کا ہے جیسے کہ آیندہ معلوم ہوگا۔ علاوہ اسکے یہ قصہ عرب جاہلیت کو بھی معلوم تھا جیسے کہ امیہ بن ابی الصلت جاہلی کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تین سو برس

شعر سے پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے ؎

ولیس بہا الا الرقیم مجاورا	وصیدھم والقوم فی الکھف ھمّد

پس ایسے قصہ کو پوچھنا اور اُسپر نبی ہونیکو منحصر کرنا کسی طرح سمجھنے کے قابل نہیں ہے۔

علاوہ اسکے خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہے کہ قبل اسکے کہ خدا تعالیٰ اس قصہ کی حقیقت بتلاوے آنحضرت صلعم اس قصہ کو مع اُن عجائبات کے جو لوگون نے اُسمیں شامل کر دئے تھے سُن چکے تھے اور متعجب ہوئے تھے خدا نے کہا اے محمدؐ کیا تو نے سمجھا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم میری عجیب نشانیون میں سے تھے اور جب تک کہ آنحضرت نے وہ قصہ مع اُن عجائبات کے جو لوگون نے اُسمیں شامل کر لئے تھے۔ نہ سُن لیا ہو تو خدا کا یہ فرمانا کہ کیا تو نے اسکو عجیب سمجھا ہے صحیح نہیں ہو سکتا بے جانی ہوئی چیز نہیں کہا جا سکتا کہ کیا تو نے اسکو عجیب جانا ہے۔

یہ کہانی کہ قریش نے احبار یہود کے کہنے سے آنحضرت صلعم سے تین سوال کیے تھے اور آپ نے فرمایا کہ میں کل اسکا جواب دونگا مگر انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہا اور پندرہ روز تک نہ جبرئیل آئے نہ وحی لائے اور قریش ایسی ویسی باتین بنانے لگے اور آنحضرت ملول و متفکر ہوئے محض غلط اور ساختہ کہانی ہے اور حدیث کی کسی معتبر کتاب میں یہ روایت نہیں ہے۔

لوگون کی عادت ہے کہ جہان قرآن مجید کی کسی آیت میں اس قسم کا کوئی لفظ دیکھا جسپر کوئی قصہ مبنی ہو سکتا ہے اُسکی مناسبت سے ایک قصہ روایت کرنے لگے اور ہمارے مفسرین نے اُن روایتون کو اپنی تفسیروں میں نقل کرنا شروع کیا اسی سورہ میں جو یہ آیت ہے کہ "اور تو کبھی نہ کہنا کسی چیز کے لئے کہ میں اسکو کل کرونگا بغیر انشاء اللہ کہے اور یاد کر اپنے پروردگار کو جب تو بھول جاوے" اس آیت سے لوگوں نے یہ قصہ بنایا کہ قریش نے یہ قصہ پوچھا تھا اور آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میں کل جواب دونگا مگر انشاء اللہ نہیں کہا تھا اسپر خدا اور محمدؐ کیا اور دو ہفتہ تک وحی نہیں بھیجی نعوذ باللہ من ہذہ الشطحیات۔

اول تو غداً کے معنی کل کے یعنی دوسرے دن کے قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ غداً اور غد کا استعمال

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۴﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖ اَحَدًا ﴿۲۵﴾ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ

زمانہ مستقبل غیر معین وغیر محدود پر ہوتا ہے خدا نے سورہ لقمان میں فرمایا ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کریگا پس غد کے لفظ سے جسکا ترجمہ کل (اور فردا) ہے دوسرا دن مراد نہیں ہے بلکہ اُس سے زمانہ مستقبل یعنی آنیوالا زمانہ مراد ہے مطلب یہ ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ آئندہ وہ کیا کریگا۔

زمانہ جاہلیت میں بھی غد کے لفظ کا اس معنی میں استعمال ہوتا تھا جیسے کہ زیاد ابن معاویہ المعروف بالنابغۃ الذبیانی جاہلی شاعر نے کہا ہے ؎

لا مرحباً بغدٍ ولا اھلاً بہ	ان کان تفریق الاحبۃ فی غدٍ

پس اِس آیت میں جو لفظ غدًا کا ہے اُسکے معنی دوسرے دن کے نہیں ہیں خدا نے فرمایا کہ جب تم آئندہ زمانہ میں کسی کام کے کرنیکو کہو تو اُسکے ساتھ انشاءاللہ کہہ لیا کرو۔ لوگوں نے اس خیال سے کہ یہ آیت سورہ کہف کی آیتوں میں شامل ہے اور غدا کا لفظ اُسمیں آیا ہے اور لوگوں کا ذوالقرنین کی نسبت اور روح کی نسبت بھی سوال کرنا قرآن میں مذکور ہے ایک روایت جسکی کوئی سند نہیں ہے بنا گھڑی کی اور ہمارے مفسروں نے اپنی تفسیروں میں نقل کرنا شروع کردیا۔

خدا تعالیٰ نے اس مقام پر اصحاب کہف کے قصہ کو اخیر تک بیان نہیں کیا بلکہ صرف اُسی قدر بیان کیا ہے جہانتک اُس بات سے علاقہ رکھتا ہے جس سے اس قصہ کا عجیب وغریب اور مافوق الطبیعت ہونا لوگوں نے بیان کیا ہے باقی قصہ کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ اُسکے بیان کی ضرورت نہ تھی اس لئے جس مقام پر اُس قصہ کو چھوڑا اپنے پیغمبر کو نصیحت کی نسبت کر جو کام آئندہ کو کرنا ہو بغیر انشاءاللہ کہے مت کہو کہ میں کرونگا اور اگر انشاءاللہ کہنا بھول جاوے تو اُسکو یاد کرلے یعنی یاد آنے پر کہہ لے۔ یہ جملہ اس مقام پر اسلئے فرمایا کہ خدا نے قصہ کو نا تمام چھوڑ کر اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ یہ کہدے کہ ہدایت کرے مجھکو میرا پروردگار اس سے بھی قریب زیادہ ٹھیک بات کی یعنی جو قصہ باقی رہ گیا ہے اُسکو بھی تحقیق طور پر بتا دینے کی اور اِسی کے بعد فرما دیا کہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور اُنھوں نے زیادہ کئے نو برس (۲۴) کہدے کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ کتنی مدت رہے، اُسی کیلئے ہے علم غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔ خوب دیکھنے والا ہے اُنکو اور سننے والا نہیں ہے اُنکے لئے اُسکے سوا کوئی دوست اور وہ نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسیکو (۲۵) اور پڑھ سنا جو کچھ کہ ہمنے وحی بھیجی ہے

خدا کو معلوم ہے کہ وہ کہف میں کتنی مدت رہے۔ غرضکہ جو شان نزول مفسرین نے بتائی ہے وہ صحیح نہیں ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ قاضی عبد الجبار معتزلی نے بھی اس شان نزول پر اعتراض کیا ہے کہ یہہ شان نزول صحیح نہیں ہے۔

(۲۴) (۲۵) چوبیسویں آیت میں جو لفظ "ولبثوا" کا ہے اُسکا عطف "یقولون" پر ہے جو اِسکی پہلی آیت میں ہے یعنی کہیں گے کہ وہ رہے پہاڑ کی کھوہ میں تین سو برس اور اُنھوں نے زیادہ کئے (یعنی اُس پر) نو برس تو کہدے کہ خدا خوب جانتا ہے کہ کتنی مدت وہ رہے ہے اُسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی باتوں کا جاننا خوب دیکھنے والا ہے اُسکا یعنی غیب کا اور خوب سننے والا اُسکے سوا اُنکے لئے کوئی دوست نہیں ہے اور وہ شریک نہیں کرتا اپنے حکم میں کسی کو۔

اِس آیت سے ظاہر ہے کہ اصحاب کہف کسی مدت تک پہاڑ کی کھوہ میں رہے اور اِس کہنے سے لازم آتا ہے کہ وہ کسی مدت کے بعد پہاڑ کی کھوہ میں سے نکلے مگر کوئی مورخ اس بات کو نہیں کہتا کہ وہ کسی زمانہ میں پہاڑ کی کھوہ میں سے زندہ نکل کر کہیں رہے ہوں اور نہ کسی روایت میں ایسا بیان ہوا ہے پس جس مدت کا اِس آیت میں ذکر ہے اُس سے وہی مدت مراد ہے جو اُنکے پہاڑ کی کھوہ میں جانے اور اُنکی ہڈیوں کو اُس میں سے نکالنے میں گذرا بیشک اِس زمانہ کی مدت ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں ہے لیکن جہانتک کہ تاریخ سے معلوم ہو سکتا تھا اُسکو ہم بیان کر چکے ہیں۔

یہ ہے صحیح قصہ اصحاب کہف کا بعض لوگوں کو جہاں کہیں پرانی لاشیں برآمد ہوئی ہیں شبہ پڑا ہے کہ یہ لاشیں اصحاب کہف کی ہیں معجم البلدان میں یاقوت حموی نے ایک قصہ لکھا ہے کہ واثق باللہ نے محمد بن موسیٰ نجومی کو روم میں بھیجا کہ وہ اصحاب کہف کو دیکھے اور وہ روم کے ایک شہر میں گیا وہاں ایک چھوٹا سا پہاڑ تھا کہ اُسکا گھیر نیچے سے ہزار گز سے کچھ کم تھا اور زمین سے ملی ہوئی اُس میں ایک سرنگ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِلَیۡکَ مِنۡ کِتَابِ رَبِّکَ

تھی وہ اُسمیں گیا اور وہ تین سو قدم نیچے چلے گئے وہاں پہونچکر اُسکو ایک مکان ملا جو ستونوں پر بنایا ہوا تھا اور ستون بھی پہاڑ ہی میں سے کھودے ہوئے تھے اور اُسمیں کئی کوٹھریاں تھیں ایک کوٹھری کی کرسی آدمی کے قد کے برابر اونچی تھی اور اُسپر ایک پتھر کا دروازہ تھا وہاں ایک آدمی متعین تھا وہ ان لاشوں کے دیکھنے اور تلاش کرنیکو منع کرتا تھا اور ڈرتا تھا کہ کچھ آفت لگ جائیگی منجم نے اُسکے منع کرنیکو نہ مانا اور نہایت مشکل اور دقت سے اُسکے اوپر چڑھا وہاں اُسنے لاشیں دیکھیں جو صبر اور مر اور کافور سے لیپ کئے ہوئے رکھی تھیں۔

ایک اور قصہ ہے کہ بلقا ریں بطراف دمشق ایک جگہہ عمان کے قریب ہے لوگ کہتے ہیں کہ وہ جگہہ اصحاب کہف والرقیم کی ہے۔

اور ایک یہ قصہ ہے کہ اندلس کے جنگل میں ایک جگہہ ہے جسکو جنان الورد کہتے ہیں اور اُسی کو اصحاب الکہف والرقیم کی جگہہ بتاتے ہیں اور وہاں لاشیں ہیں کہ وہ بگڑتی نہیں۔

ایک اور قصہ ہے کہ علی بن یحیٰی ایلچی کے ملک میں ایک جگہہ گیا اُسنے غار دیکھا اور اُسکے اندر تیرہ لاشیں تھیں اور یہ خیال کیا کہ سات لاشیں تو اصحاب کہف کی ہیں اور باقی لاشیں اہل روم نے اپنے بزرگونکی صبر اور اُدُردوا میں مل کر رکھدی ہیں۔

عبادہ بن صلت سے ایک روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اپنے پہلے سال خلافت میں اُسکو روم میں بھیجا قریب قسطنطنیہ کے اُسنے ایک سُرخ رنگ کا پہاڑ دیکھا اور لوگوں نے کہا کہ اُس میں اصحاب الکہف ہیں وہاں ایک گرجا تھا گرجا کے لوگوں نے ایک سُرنگ بتائی جو پہاڑ میں تھی وہ مجھکو وہاں لے گئے اور وہاں ایک لوہے کا دروازہ لگا ہوا تھا وہ کھولا تو ہم ایک بڑے مکان میں پہونچے اُسمیں تیرہ لاشیں چت رکھی ہوئی تھیں گویا کہ وہ سوتے ہیں ہمنے انکا مونہہ کھول کر دیکھا تو وہ بالکل تر و تازہ تھا جیسا کہ زندہ آدمیوں کا۔ ایک شخص کے مونہہ پر تلوار کا زخم تھا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی زخم لگا ہے۔ میں نے اُن لوگوں سے اُنکا حال پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں کہ یہہ لاشیں حضرت عیسیٰ کے مبعوث ہونے سے چار سو برس پہلے سے ہیں اور یہ سب ایک وقت میں انبیا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تیرے پاس تیرے پروردگار کی کتاب

مبعوث ہوئے تھے اسکے سوا اور کچھ ہم نہیں جانتے۔

سنہ ۱۸۸۶ء میں جب ایک انگریزی کمیشن افغانی اور روسی حد مقرر کرنیکو ترکمانون کے ملک میں گیا تو اسوقت ایک شخص نے ایک پہاڑ کا جسکا نام اسنے کوہ رقیم لیا ہے اس طرح پر حال لکھا ہے۔

کوہ رقیم جس میں سات شخص خوابیدہ ہیں یہ زیارت مسلمانون کی ہے اور ہمارے کیمپ سے چار میل جنوب و غرب کو وادی حراق میں ہے کیمپ کے مسلمان اسکی طرف چلے اور میں بھی گھوڑے پر سوار معہ صوبیدار محمد حسین خاں صاحب دوسری پلٹن سکھ کے گیا۔ اہل اسلام اس مقام کو اس لئے متبرک مانتے ہیں کہ اصحاب کہف کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اس پہاڑ کو جسمیں یہ زیارت واقع ہے یہان کے باشندے چہار شنبہ بھی بولتے ہیں اور اسکے نواح میں پہلے کسی زمانہ میں ایک آبادی قشلان نام کی تھی جس میں ۹ ہزار باشندے بستے تھے شاید کسی مقام پر شہر فسوس بھی ہوگا جسکا ذکر قصۂ اصحاب کہف میں کیا جاتا ہے کہ ایک شخص منجملہ ان سات شخصون کے شہر فسوس میں گیا تاکہ روٹی خرید لاوے لیکن اسکا صحیح پتہ مشکل ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ مقام (التیمور) میں تھا جو جنوبی جانب پہاڑ و تیں ہے اور جہان ابتک ایک قطعہ موجود ہے فی الحال اس قطعہ کی سیر ممکن نہیں کیونکہ برف بہت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مقام مچکو میں تھا جو چہار شنبہ سے مشرق کیطرف سات میل کے فاصلہ پر ہے واقعی مچکو ایک آباد جگہہ تھی اور بڑا موضع تھا جسکو ترکمانوں نے غارت کرکے اجاڑ دیا ہے۔ یہ مقام درمیان مروچاک اور اندخوی کے ہے۔ کوہ رقیم پر اسوقت بیس خاندان سیدون کے آباد ہیں اور ایک موضع خاص سادات کا غار کے مونہہ پر واقع ہے آگے بڑھکر ایک اور موضع ڈھائی سو خاندان کی آبادی کا ہے۔ یہ پہاڑ ایک تنگ وادی میں ہے اور جس میں مجاورین تردد کرتے ہیں وہ انکو معاف ہے۔ علاوہ اسکے جو لوگ زائرین یہان آتے ہیں وہ مجاورین کی خدمت کرتے ہیں یہان ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور غار کے مونہہ پر ایک محراب دار دروازہ بیس فٹ بلند بنا ہوا ہے اور اسپر ایک چوب بطور نشان استادہ ہوکر ایک کپڑا اسمین لگا ہوا اڑتا ہے۔ اس غار کے چاروں طرف ایک وسیع قبرستان ہے جو شخص مرتا ہے یہیں لاکر دفن ہوتا ہے اسی وجہ سے کہ یہ پہاڑ متبرک ہے۔ غار کے مونہہ سے دس بارہ گز کے فاصلہ پر ایک طرف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ
مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ
وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ
اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۷﴾
وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ

تہ خانہ ہے تہ خانہ میں دور چلکر ایک دروازہ مٹی سے چھپا ہوا ہے سیدون نے کہا کہ یہ سیدھا راستہ مکہ کا ہے مگر قدرت اُسکو کھولنے نہیں دیتی جب مٹی ہٹاتے ہیں اور مٹی یہاں گرجاتی ہے دہنی طرف ایک تاریک حجرہ میں ایک زینہ لگا ہے اور اُسمیں تختے بچھے ہیں اور یہاں سے راستہ خفتگان کا بند کر دیا ہے۔ سیدون نے بہت کچھ کرامات اصحاب کہف کی بیان کی اور کہا اصحاب موصوفین اب بھی غار کے اندر سوتے ہیں۔ اور کچھ تبرکات بھی دکھلائے اور سب سے بڑا مشاہدہ یہ ہوا کہ اُنھوں نے شمع اندر بڑھا کر کہا دیکھو یہ سوتے ہیں لیکن ایک چادر سفید گوٹ کی نظر آئی۔

نامہ نگار کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ ہمکو یہی دکھلا دو کہ اِس چادر کے نیچے کیا ہے اُنھوں نے کہا یہ نہ ہوگا کیونکہ ہم خود واقف نہیں کہ اِسکے نیچے کیا ہے اور کہنے لگے کہ زمانہ ماسبق ایک شخص نے کپڑا اُٹھا کر دیکھنا چاہا تھا فوراً اندھا ہو گیا تھا۔ اور کہا کہ اگر تمہیں شک ہے تو ادھر دیکھو اور یہ کہکر شمع ایک طرف پھیر دی دیوار کے ساتھ کتے کی ٹانگیں نظر آئیں گمان تھا کہ کتا سوتا ہے۔ واللہ اعلم کیا اسرار ہے۔

اِس قسم کی لاشوں کا برآمد ہونا اگر وہ در حقیقت اور فی الواقع برآمد ہوں تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے مصر میں ہزاروں برس کا دستور تھا کہ لاشوں کو ممی بنا کر رکھتے تھے چنانچہ بہت سی میوزیم میں وہ لاشیں جو برآمد ہوئی ہیں موجود ہیں۔

ایشیا میں بھی قدیم زمانہ میں ممی بنانیکا کسی قدر رواج ہوا تھا اور اِس سبب سے بعض ایشیا کے مقاموں میں سے ایسی لاشیں برآمد ہوئی ہیں۔ علاوہ اسکے بعض ملکوں اور پہاڑوں میں بسبب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سے کوئی بدلنے والا نہیں ہے اُسکے حکموں کو اور ہرگز نپاویگا تو اُسکے سوا کوئی جگہ
پناہ کی (۲۶) اور صبر سے رکھ اپنے آپ کو اُن لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو صبح کو اور
شام کو اور چاہتے ہیں اُسکے موتہہ یعنی اُسکی رضامندی کو اور نہ پہر جاویں تیری آنکھیں اُنسے
چاہتا ہے تو بناؤ زندگانی دنیا کا اور نہ اطاعت کر اُسکی جسکے دل کو ہمنے غافل کردیا ہے اپنے ذکر سے
اور اُسنے پیروی کی اپنی خواہش کی اور ہے اُسکا کام حد سے بڑہا ہوا (۲۷) اور کہدے کہ یہ سچ بات ہے
تمہارے پروردگار کی طرف سے جو کوئی چاہے تو ایمان لاوے اور جو کوئی چاہے تو کافر ہووے

تاثیرات ملکی اور برف کے اسی طرح کی افتادہ لاشیں بہی نکل آتی ہیں اور لوگ اُنکو اصحاب کہف کی لاشیں سمجھ جاتے ہیں۔

علاوہ اِسکے اُن مقاموں کے خادم روپیہ کمانیکے لئے بہت کچھ فریب کیا کرتے ہیں اور جہوٹی روایتیں بیان کرتے ہیں جس زمانہ میں کہ سید احمد صاحب سکھوں سے لڑکر شہید ہوئے اُنکی لاش میدان جنگ میں دستیاب نہیں ہوئی غالباً اسوجہ سے کہ مغلوبین تو کافی طرح پر تلاش نہ کرسکے اور جو غالب ہوئے تھے وہ یقیناً پہچان نہیں سکتے تھے پس اُنکے مریدوں کو موقع ملا اور اُنہوں نے کہا کہ وہ زندہ ہیں اور پہاڑ کی کہوہ میں خدا کی عبادت اور نماز میں مشغول ہیں اور اُنہوں نے کہوہ میں ایک لکڑی پر عمامہ رکہکر اور جبہ کرتا پہنا دیا تھا اور دور سے لوگوں کو دکھادیتے تھے کہ وہ بیٹھے نماز میں مشغول ہیں۔

ہزاروں لوگ اب بہی بعض بزرگوں کی نسبت یقین رکھتے ہیں کہ وہ سیکڑوں برس سے پوشیدہ زندہ ہیں اور وقت مقرر پر تشریف لاوینگے یہودی چند بزرگوں کو زندہ جانتے ہیں۔ مسلمان و عیسائی حضرت عیسیٰ کے زندہ ہونے کے اور پہر دنیا میں آنے کا یقین کرتے ہیں شیعہ حضرت امام مہدیؑ کے پوشیدہ ہوجانے اور اب تک بلکہ وقت ظہور تک جو قیامت کے قریب ہوگا زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ اس قسم کے خیالات و اعتقادات ایسی باتوں پر جو لوگ بنالیتے ہیں زیادہ یقین کرلینے کے باعث ہوتے ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا
يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٨﴾
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ
عَمَلًا ﴿٢٩﴾ أُولٰئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ
يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ
سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ
وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣٠﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا رَجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِ
هِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا
كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿٣١﴾
وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا
وَأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٢﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ
أَنْ تَبِيدَ هٰذِهِ أَبَدًا ﴿٣٣﴾ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ
رُدِدْتُ إِلَى رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿٣٤﴾ قَالَ لَهُ
صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ
ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰكَ رَجُلًا ﴿٣٥﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بیشک ہمنے تیار کر رکھا ہے ظالموں کیلئے آگ کو کہ گھیر لینگی انکو اسکے پردے اور اگر وہ فریاد کریں
پانی کیلئے تو انکی فریاد کو پہونچ جاویگا پانی پگھلے ہوئے تانبے کی مانند کہ بھون دیگا انکے مونہوں کو
بری ہے پینے کی چیز اور بری ہے رہنے کی جگہہ ۲۸ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اچھے کام
کئے ہیں بیشک ہم نہ ضایع کرینگے اجر اُسکا جسنے اچھے کام کئے ۲۹ یہ لوگ ہیں کہ انکے لئے
ہے جنت ہمیشہ رہنے کو بہتی ہیں انکے نیچے نہریں گہنا پہنائے جاوینگے انہیں سونیکے کنگنوں سے
اور پہنینگے کپڑے سبز حریر کے اور ریشم کے بنے ہوئے تکیہ لگائے ہوئے انہیں بیٹھے ہونگے تختوں پر
یہ اچھی جزا ہے اور اچھی ہے رہنے کی جگہہ ۳۰ اور بیان کر اُنکے لئے ایک مثال دو شخصوں کی
ہمنے دیئے اُن دونوں میں سے ایک کو دو باغ انگور کے گھیر دیا ہمنے اُن دونوں باغوں کو
کھجور کے درختوں سے اور ہمنے پیدا کی اُن دونوں باغوں میں کھیتی دونوں باغ لائے اپنا پھل
اور نہ گھٹی اُس سے کوئی چیز ۳۱ اور بہادی ہمنے اُن دونوں میں نہر اور تھی اُس شخص کیلئے بہت
پھل پھر اُسنے کہا اپنے ساتھی سے اُس حالت میں کہ وہ اُس سے گفتگو کرتا تھا کہ میں بہت
زیادہ رکھتا ہوں تجھسے مال اور زیادہ عزت والا ہوں تجھسے بلحاظ نوکروں کے ۳۲ اور وہ آیا اپنے
باغ میں اور وہ ظلم کرنیوالا تھا اپنے آپ پر کہا اُسنے کہ میں نہیں گمان کرتا کہ برباد ہوگا یہ کبھی ۳۳
اور میں نہیں گمان کرتا کہ قیامت قایم ہونیوالی ہے اور اگر (بالفرض) میں لوٹایا جاؤں
اپنے پروردگار کے پاس تو ضرور پاؤنگا میں اسسے بھی اچھی جگہہ لوٹ کر جانیکی ۳۴ کہا
اُس سے اُس کے ساتھی نے اُس حالت میں کہ وہ اُس سے گفتگو کرتا تھا کہ کیا تو
کافر یعنی منکر ہے اُسکا جسنے تجھکو پیدا کیا مٹی سے پھر نطفہ سے پھر تجھکو ٹھیک
کیا ایک آدمی ۳۵

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۳۶﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ
جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ
مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۷﴾ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ
يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۳۸﴾
اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۳۹﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ
فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا
وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۰﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ
يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۱﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ
لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۲﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ
هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۳﴾
اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ
خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۴﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى
الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۵﴾

لیکن میں یقین کرتا ہون کہ وہی ہے اللہ میرا پروردگار اور نہیں شریک کرتا میں اپنے
پروردگار کے ساتھ کسیکو (۳۶) اور کیون نہیں جب داخل ہوا تو اپنے باغ میں
تو نے کہا ماشاء اللہ یعنی جو چاہا خدا نے نہیں ہے قوت مگر اللہ کو اگر تو مجھے دیکھتا
ہے کہ میں کم ہون تجھسے مال میں اور اولاد میں (۳۷) پھر شاید میرا پروردگار کہ
دیوے مجکو بہتر تیرے باغ سے اور بھیجے تیرے باغ پر کوئی آفت آسمان سے
پھر ہو جاوے مٹی شور لگی ہوئی پاؤن پھسلا دینے والی (۳۸) یا ہووے کہ اُسکا پانی
نیچے بیٹھہ جاوے پھر نہ طاقت ہو تجھکو ڈھونڈھ لانیکی (۳۹) پھر اُس آفت نے گھیر لیا اُسکے
پھلونکو پھر صبح کو اُٹھا دونون ہاتھ ملتے ہوئے اُسپر جو خرچ کیا تھا اُس نے اُنمیں اور وہ
گری ہوئی تھین زمین پر اپنی گری ہوئی ٹٹیون پر اور کہے اے کاش میں نہ شریک کرتا اپنے
پروردگار کے ساتھ کسی کو (۴۰) اور نہ تھا اُسکے لئے کوئی گروہ کہ مدد دے اُسکو سوا ے
اللہ کے اور نہ تھا کوئی بدلا لینے والا (۴۱) اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر طرح کی کارسازی
اللہ ہی کے لئے برحق ہے۔ وہ اچھا ہے ثواب دینے کو اور اچھا ہے انجام کرنیکو (۴۲)
اور بیان کر اُنکے لئے مثال دنیا کی زندگی کی کہ وہ پانی کی مانند ہے کہ اُتارا ہمنے اُسکو آسمان
سے پھر مل گیا اُسمیں گھاس پھوس زمین کا پھر ہو گیا چورا چورا اُڑاتی ہیں اُسکو ہوائیں اور
ہے اللہ ہر چیز پر قدرت والا (۴۳) مال اور بیٹے سنگار ہیں دنیا کی زندگی کے اور باقی
رہنے والی نیکیان بہتر ہیں نزدیک تیرے پروردگار کے ثواب میں اور بہتر ہیں اُمید رکھنے میں (۴۴) اور
جسدن چلاویں پہاڑونکو اور تو دیکھے زمین کو چٹیل اور اکٹھا کریں ہم اُنکو یعنی لوگونکو پھر نچھوڑینگے ہم اُنمیں سے ایک کو (۴۵)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَعُرِضُوا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا

(۴۸) یہ آیت اور اس سے پہلے کی آیتیں قیامت کے حال سے متعلق ہیں۔ اور اس آیت میں جو لفظ ہے "وضع الکتٰب" اس سے مفسرین نے اعمالنامہ مراد لئے ہیں۔ مگر سب سے پہلے ہکو یہ بیان کرنا چاہیے کہ اعمالنامون کا ہونا اور انکا لکھا جانا جو تسلیم کیا گیا ہے اُسکی بنا کن آیتوں پر ہے اور کون اُنکے لکھنے والے قرار دئے گئے ہیں اور اعمالنامون کے لکھے جانے کی حقیقت کیا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ انکی بنیاد مفصلہ ذیل آیتوں پر ہے۔

سورۃ انفطار میں خدا نے قیامت کا حال بیان کرکے فرمایا ہے کہ ہر شخص جان لیگا کہ اُسنے کیا آگے بھیجا ہے اور کیا پیچھے چھوڑا ہے۔ اور اُسکے بعد فرمایا ہے کہ نہیں نہیں! اے کافرو تم اسی بات سے منکر نہیں ہو بلکہ تم جھوٹ سمجھتے ہو قیامت کو اور حال یہ ہے کہ بیشک تم پر نگہبان ہیں بڑے قدر والے لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔ تمام مفسرون نے "حافظین" سے فرشتے مراد لیے ہیں یعنی تم پر فرشتے نگہبان ہیں۔ اور "کراماً کاتبین"، "حافظین" سے بدل واقع ہوا ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ جو فرشتے محافظ ہیں وہی لکھنے والے ہیں۔

کلا بل تکذبون بالدین وان علیکم لحافظین کراما کاتبین یعلمون ماتفعلون (انفطار ۱۰-۱۲)

اور سورۂ زخرف میں خدا نے فرمایا ہے کہ کیا وہ یعنی کافر گمان کرتے ہیں کہ ہم نہیں سُنتے ہیں اُنکی پوشیدہ باتون اور اُنکی سرگوشیون کو یوں نہیں ہے حال یہ ہے کہ ہمارے بھیجے ہوئے اُنکے پاس لکھتے ہیں۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے

ام یحسبون انا لانسمع سرھم ونجواھم بلی ورسلنا لدیھم یکتبون (زخرف ۸۰)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور روبرو لائے جاوینگے اپنے پروردگار کے سامنے صف باندھکر (تو ہم کہیں گے) البتہ تم آئے ہو ہمارے سامنے جسطرح کہ ہمنے پیدا کیا تھا تمکو پہلی دفعہ بلکہ تم نے گمان کیا تھا کہ نہ کرینگے ہم تمہارے لئے کوئی جگہ وعدہ کیلئے (۴۸) اور رکھی جاویگی کتاب پھر دیکھے گا تو گنہگاروں کو ڈرتے ہوئے اس چیز سے جو اسمیں ہے اور کہیں گے ہائے افسوس ہم پر کیا ہے اس کتاب کیلئے نہیں چھوڑتی چھوٹی بات کو اور نہ بڑی بات کو مگر گھیر لیا ہے اسکو اور وہ پاوینگے جو کچھ کہ انہوں نے کیا ہے موجود اور ظلم نہیں کرتا تمہارا پروردگار کسی پر (۴۹) اور جب ہمنے کہا

کہ "رسلنا" سے مراد ملائکہ حفظہ ہیں جو انسانوں کے حالات لکھتے رہتے ہیں۔

اور سورہ یونس میں خدا نے فرمایا ہے کہ جب لوگوں کو بھلائی کی بعد کچھ برائی پہونچتی ہے تو وہ ہماری نشانیوں میں مکر کرتے ہیں اے پیغمبر ان سے کہدے کہ اللہ بہت تیز ہے مکر میں بیشک ہمارے بھیجے ہوئے لکھ لیتے ہیں جو کچھ تم مکر کرتے ہو۔ اس آیت میں بھی مفسرین نے "رسلنا" کے لفظ سے ملائکہ حفظہ مراد لی ہے۔

> قل اللہ اسرع مکرا ان رسلنا یکتبون ما تمکرون (یونس ۲۲)

اور سورہ طارق میں خدا نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص نہیں کہ اسپر ایک نگہبان نہ ہو۔ اس آیت میں بھی "حافظ" کے لفظ سے مفسرین نے حفاظت کرنیوالا فرشتہ مراد لیا ہے۔

> ان کل نفس لما علیہا حافظ (طارق ۴)

اور سورہ رعد میں خدا نے فرمایا ہے کہ ہر انسان کے لئے باری باری سے آنیوالے ہیں فرشتے اسکے سامنے اور اسکے پیچھے نگہبانی کرتے ہیں اسکی خدا کے حکم سے۔ اس آیت میں بھی "معقبات" کے لفظ سے تمام مفسرین نے ملائکہ حفظہ مراد لی ہے۔

> لہ معقبات من بین یدیہ و من خلفہ یحفظونہ من امر اللہ (رعد ۱۲)

اور سورہ ق میں خدا نے فرمایا ہے کہ بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لِلْمَلٰئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ کَانَ مِنَ الْجِنِّ

ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه ونحن اقرب الیه من حبل الورید اذ یتلقی المتلقیان عن الیمین وعن الشمال قعید ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید

(ق - ۱۵ - ۱۷)

اُسکے دل میں آتا ہے اور ہم اُسکے گردن کی رگ سے بھی زیادہ اُسکے پاس ہیں - اِسکے بعد فرمایا ہے کہ جب یاد کر لیتے ہیں دو یاد کرنیوالے دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے وہ کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا مگر اُسکے پاس مستعد نگہبان ہے اس آیت میں اکثر مفسرین نے "متلقیان" کے لفظ سے وہ دونوں فرشتے مراد لئے ہیں جو انسان کا اعمال نامہ لکھتے ہیں -

ان تمام آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جن کو ملائکہ حفظہ کہا گیا ہے وہی کراماً کاتبین ہیں اور ظاہرا اسمیں تمام مفسرین متفق معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اگرچہ ہم اپنی تفسیر میں بوضاحت اس بات پر بحث کر چکے ہیں کہ ملائکہ کا اطلاق کسی وجود خارج از موجودات عالم پر نہیں ہوا بلکہ جو قوی خدا تعالیٰ نے انسان میں اور تمام موجودات عالم میں رکھے ہیں اُنہی پر ملائکہ کا اطلاق ہوا ہے مگر ہم اب اس بات کو خود قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں کہ حفظہ سے مراد کوئی وجود خارج از انسان مراد نہیں ہے بلکہ حفظہ کا اور کراماً کاتبین کا جنکو مفسرین متحد مانتے ہیں صرف قوی انسانی پر اطلاق ہوا ہے اور جس آیت سے ہم اس بات پر استدلال کرتے ہیں وہ آیت یہ ہے -

خدا تعالیٰ سورۂ انعام میں فرماتا ہے کہ وہی یعنی خدا زبردست ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے

وھو القاھر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا وھم لا یفرطون (انعام - ۶۱)

یہانتک کہ جب تم میں سے ایک کو موت آتی ہے تو اُسکو ہمارے بھیجے ہوئے مار ڈالتے ہیں اور وہ تقصیر نہیں کرتے -

اگر لفظ "حفظہ" سے سوائے قوای انسانی کے فرشتے خارج از انسان مراد لئے جائیں تو پھر اُنہی فرشتوں کو انسان کی روح کا قبض کرنیوالا کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے اور آیت میں کوئی اشارہ اس بات کا نہیں پایا جاتا کہ "رسلنا" سے سوائے "حفظہ" کے اور دوسرے فرشتے مراد ہیں پس لازم آتا ہے کہ دونوں لفظوں سے ایسی قوی مراد ہوں جو انسان میں موجود ہیں اور جن پر حیات و ممات انسان کی منحصر ہے - جو قوی کہ انسان میں خدا تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو پھر سجدہ کیا انہوں نے مگر ابلیس نے تھا جن میں سے

ہیں اور جو باعث حیات انسان ہیں وہی ملائکہ حفظہ ہیں اور وہی کراماً کاتبین ہیں اور جب موت آتی ہے تو وہی قویٰ ایسے مختل ہو جاتے ہیں کہ انسان مرجاتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے اور یہی فطرت ان آیتوں سے نکلتی ہے۔

یہاں تک ہم نے صرف یہ بیان کیا ہے کہ جن ملائکہ کو حفظہ اور کراماً کاتبین کر کے تعبیر کیا ہے درحقیقت وہ قویٰ ہیں جو خدا نے انسان کی فطرت میں ودیعت کئے ہیں۔ اب ہمکو اس بات پر بحث کرنی ہے کہ کتابت اعمال سے کیا مراد ہے؟

ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ انسان کے اعمال کسی چیز پر لکھے جاتے ہیں اور وہی چیز قیامت کے دن ترازو میں رکھکر تولی جاویگی بلکہ ہم اُسکو بطور مثال کے سمجھتے ہیں جسکا مقصود اس بات کا بتانا ہے کہ جو کچھ انسان نے اپنی زندگی میں اچھا یا بُرا کیا ہے اُسمیں سے کچھ بھی کھویا نہیں جاتا بلکہ قیامت کے دن سب کم وکاست سب موجود ہوگا اور اُسپر سزا و جزا مرتب ہوگی جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے ”فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبة من خردل اتینا بھا وکفی بنا حاسبین“ کسی شخص پر ذرہ بھی ظلم نہیں ہوگا۔ اور اگر عمل رائی کے دانہ کی برابر ہے تو ہم اُسکا بدلا بھی دینگے اور ہم کافی ہیں حساب کرنیوالے۔

حالات معاد یا واقعات مابعد الموت اس قسم کے ہیں جن سے انسان بالکل ناواقف ہے اور اُنکی حقیقت واقعی کا عموماً انسان کو سمجھانا نہایت دشوار بلکہ قریب ناممکن کے ہے اور اس لئے بجز اسکے اور کچھ چارہ نہیں ہے کہ ایسی تمثیلوں سے اُن کا بیان کیا جاوے کہ انسان کے دل پر اُسکا کچھ خیال پیدا ہو جیسا خود فرماتا ہے ”ویضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون“ یعنی خدا انسانوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے شاید وہ چیتیں اور ہوشیار ہوں۔

جو کہ انسان کی عادت ہے کہ جو حالات واقع ہوں اُنکی یادداشت ایک کاغذ پر لکھ لے اور ایک چیز کا دوسری چیز سے کم و بیش ہونا دریافت کرنے کو اُنکو وزن کرلیں اور ایسا کرنے سے اُنکو لکھی ہوئی یادداشت پر یقین ہوتا ہے اور دونوں چیزوں کے کم و بیش ہونے میں کچھ شبہ نہیں رہتا اس لئے بطور تمثیل کے خدا نے فرمایا ”کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون۔ ونضع الموازین القسط لیوم القیامة فلا تظلم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ

نفس شیئا" یعنی بڑی قید والے لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو ہم قیامت کے دن عدل کی ترازو کھڑی کرینگے اور کسی شخص پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔

یہ مقصود جو قرآن مجید کا تھا اُسکو بلا خیال اِسکے کہ یہ بیان حقیقت ہے یا تمثیلی تمام بدوان عرب اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین بخوبی جانتے تھے اور سمجھتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ اس سے زیادہ جاننے سننے کی اور بیان کی اور بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر جب علوم نے ترقی کی اور متعدد قسم کے علوم شائع ہوئے اور یہ خیال پیدا ہوا کہ خدا تو خود عالم ہے" وھو یعلم سرکم و جھرکم و یعلم ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ" وان تبدوا فی انفسکم یعنی خدا تمہاری کُھلی اور چھپی باتوں کو جانتا ہے اور تمہارے دل کی باتیں جانتا ہے۔ تم اپنے دل کی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ خدا اُس بات پر تمہیں ضرور پکڑیگا۔ اور نسیان کا اُسپر احتمال نہیں تو اُسکے لئے یادداشت لکھنے کے کیا معنی ہیں پھر فرشتوں کے لکھنے سے کیا مراد ہے اور اعمال تو اعراض ہیں وہ ترازو سے کیونکر تولے جا سکتے ہیں اُنکی شدت اور خفت کا کیونکر اندازہ ہو سکتا ہے تو ان آیات کی حقیقت پر زیادہ غور کرنی واجب ہوئی اور بطابق سیاق قرآن مجید کے اور دیگر آیات کے اشارات سے ثابت ہوا کہ جو کچھ ان آیتوں میں بیان ہوا ہے وہ تمثیلی ہے۔

ہم نے قرآن مجید کی تفسیر میں روح کے وجود پر مستوعب دلیلیں بیان کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے قایم بالذات اور وہ ایسے مادے میں جو اُسکی قابلیت رکھتا ہو داخل ہو جاتی ہے اور تمام حیوانوں اور انسانوں میں وہی باعث تعقل و ارادہ ہے۔

اِس بات کو بھی ہم نے ثابت کیا ہے کہ روح کاسب اور مکتسب ہے اور بذریعہ جسم انسانی کے جب وہ اُسمیں شامل ہوتی ہے سعادت اور شقاوت کا اکتساب کرتی ہے۔

اسوقت دنیا میں بہت لوگ ہیں جو نہایت نیک ہیں اور اخلاق حمیدہ اور صفات پسندیدہ اپنے میں رکھتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو نہایت بد ہیں اور اخلاق و خصائل ذمیمہ اپنے میں رکھتے ہیں اور ان اخلاق حمیدہ اور خصائل رذیلہ کا اثر اُنکے اعضا میں سے کسی عضو میں نہیں ہوتا بلکہ اُس چیز میں ہوتا ہے جسکو روح سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اگر وہ اثر اعضا میں ہوتا تو کسی عضو کے ضائع ہونے سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پھر نافرمانی کی اُسنے اپنے پروردگار کے حکم سے کیا پھر تم پکڑتے ہو اُسکو اور اُسکی ذریت کو دوست میرے سوا

اخلاق میں کچھ کمی ہو جاتی حالانکہ کچھ کمی نہیں ہوتی اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوشت پوست اعضاً کے سوا جو اور کوئی چیز انسان میں ہے اس میں اخلاق اور رذائل مستقر ہوتے ہیں۔

علاوہ اسکے انسان کے اعضا اُسکی ہڈیاں اُسکا گوشت پوست تبدیل ہوتا رہتا ہے اگر انسان کا جسم اخلاق حمیدہ یا خصائل رذیلہ کا محل ہوتا تو وہ بھی تبدیل ہوتے رہتے پس کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ روح جو انسان میں ہے وہی کاسب اور مکتسب اور محل علم و اخلاق ہے نہ انسان کا جسم اور نہ کوئی عضو اعضائے انسان میں سے۔

کسب و اکتساب کے معنی ہیں کسی چیز کو کسی ذریعہ سے حاصل کر لینا۔ قرآن مجید میں بھی یہ الفاظ یا اُنکے مشتقات بہت جگہہ آئے ہیں اور اُسی بھلائی یا برائی کی نسبت بولے گئے ہیں جسکو انسان نے حاصل کر لیا ہے جیسا کہ ایک جگہہ فرمایا ہے "تلک امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت" یعنی وہ قوم چل بسی جو اُنہوں نے کیا تھا اُنکے لئے ہے اور جو تم کرتے ہو تمہارے لئے ہے اُسی کو ملتا ہے جو کیا اور اُسی پر پڑتا ہے جو کمایا۔ غرضکہ اعمال و افعال کا اثر فی الفور انسان کی روح پر پڑتا ہے اور وہی کتابت اعمال ہے۔

جب تک روح بدن انسانی میں شاغل ہے اُسوقت تک اُسکو اُن اثرات کے جو اُس نے کمائے ہیں نتیجے محسوس نہیں ہوتے۔ مگر جب وہ بدن سے الگ اور مجرد عن العلائق ہو جاتی ہے اُسوقت اُسکو اپنے کمائے ہوئے اثرات کے نتائج اچھے یا بُرے محسوس ہوتے ہیں جنکو اعمال کی سزا اور جزا سے تعبیر کیا ہے۔

پس اعمال نیک یا افعال بد کے جو اثرات روح انسانی میں مستقر ہوتے ہیں اُنکو خدا تعالیٰ نے کتابت کراماً کاتبین کی مثال میں بیان کیا ہے اور وہی ذریعہ ہیں نیکی اور بدی کی مقدار ظاہر ہونیکا جو نتیجہ ہے میزان اور موازنہ کا۔ اسلئے وزن اعمال کی مثال سے تعبیر کیا ہے اور اس بات کو جتلایا ہے کہ قیامت میں کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا جاویگا و لہذا قال فی موضع ونضع الموازين القسط فالقسط هو العدل وموازين القسط هو العدل كما يقال الموازين هو العدل والميزان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۴۸﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ

هوالعدل۔

یہ راے صرف میری ہی نہیں ہے بلکہ حکماے اسلام کی بھی یہی راے ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ

وقول حکماء الاسلام ان الکتابة عبارة عن نقوش مخصوصة وضعت بالاصطلاح لتعریف المعانی المخصوصة فلو قدرنا کون تلک النقوش دالة علی تلک المعانی لاعیانها وذواتها کانت تلک الکتبة اقوی واکمل اذا ثبت هذا فنقول ان الانسان اذا اتی بعمل من الاعمال مرات وکرات کثیرة متوالیة حصل فی نفسه بسبب تکررها ملکة قویة راسخة فان کانت تلک الملکة ملکة سارة بالاعمال النافعة فی السعادات الروحانیة عظم ابتهاجه بها بعد الموت وان کانت تلک الملکة ضارة فی الاحوال الروحانیة عظم ضرره بها بعد الموت اذا ثبت هذا فنقول ان التکریر الکثیر لما کان سببا لحصول تلک الملکة الراسخة کان لکل واحد من الاعمال المتکررة اثر فی حصول تلک الملکة الراسخة وذالک الاثر وان کان غیر محسوس الا انه حاصل فی الحقیقة واذا عرفت هذا ظهر انه لا یحصل للانسان لمحة ولا حرکة ولا سکون الا ویحصل فی جوهر نفسه اثر من اثار السعادة او اثار الشقاوة قل او کثر فهذا هو المراد من کتبة الاعمال عند هولاء والله اعلم

حکماے اسلام کا قول یہ ہے کہ کتابت اُن خاص نقوش سے مراد ہے جو خاص معانی کے بتانیکے لیے اصطلاحاً بنائے گئے ہیں اگر ہم اس بات کا اندازہ کریں کہ وہ نقوش معانی کی حقیقت اور ذات پر دلالت کرتی ہیں تو وہ کتابت (کتابت اعمال) نہایت کامل اور نہایت قوی ہوگی جب یہ بات معلوم ہو چکی تو اب ہم کہتے ہیں کہ انسان جب کسی کام کو بہت دفعہ بار بار اور پے درپے کرتا ہے تو اُس کام کے بار بار کرنے سے اُسکے نفس میں ایک قوی اور مضبوط ملکہ پیدا ہو جاتا ہے پھر وہ ملکہ اگر ایسے اعمال کی سبب سے جن سے روحانی سعادت حاصل ہوتی ہے خوشی پیدا کرنیوالا ہے تو مرنے کے بعد اسکے سبب سے بے انتہا خوشی حاصل ہوگی اور اگر وہ ملکہ روحانی حالات میں تکلیف دینے والا ہے تو مرنے کے بعد اُسکے سبب سے بے انتہا رنج ہوگا۔ جب یہ بات معلوم ہو چکی تو ہم کہتے ہیں کہ چونکہ عمل کا بہت دفعہ بار بار اور پے درپے کرنا اُس ملکہ راسخہ کے پیدا ہونے کا سبب تھا اس لئے اُس ملکہ راسخہ کے پیدا ہونے میں ہر ایک عمل نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور وہ تمہارے لئے دشمن ہے برا ہے ظالموں کے لئے بدلا (۴۸) میں نے انکو موجود نہیں کیا تھا وقت

اثر کیا تھا اور یہ اثر اگرچہ غیر محسوس تھا مگر فی الحقیقت موجود تھا۔ جب یہ بات بھی معلوم ہو چکی تو صاف

(بحقائق الامور (تفسیر کبیر جلد رابع صفحہ ۱۵)

ظاہر ہو گیا کہ انسان کا کوئی اشارہ کوئی حرکت اور کوئی سکون ایسا نہیں ہے جس سے سعادت یا شقاوت کا کم و بیش اثر انسان کے نفس پر نہ ہوتا ہو۔ حکمائے اسلام کے نزدیک کتابت اعمال سے یہی مراد ہے۔ وھو الحق عند نا فجزاھم اللہ خیر الجزا۔

اب ہمکو یہ بتانا ہے کہ اگر کتابت اعمال سے وہ اثر مراد ہیں جو اعمال نیک اور بد سے نفس انسانی پر منقش ہوتے ہیں تو قرآن مجید میں جو یہ بات آئی ہے کہ اعمال نامے لوگوں کے دائیں ہاتھ میں اور بائیں ہاتھ میں اور پیٹھ کے پیچھے دئے جاوینگے اُس سے کیا مراد ہے۔ یہ مضمون مندرجہ ذیل آیتوں میں بیان ہوا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل میں خدا نے فرمایا ہے کہ جس دن ہم بلاوینگے ہر فرقے کے لوگوں کو انکے پیشواؤں سمیت پھر جس شخص کے دائیں ہاتھ میں اُسکی کتاب یعنی اعمالنامہ دیا جاویگا تو وہ لوگ پڑھ لیں گے اپنی کتاب یعنی اعمالنامہ۔ اور نہ ظلم کئے جاوینگے تاگے کے برابر۔

یوم ندعوا کل اناس باما مھم فمن اوتی کتابه بیمینه فاولٰئک یقرءون کتابھم ولا یظلمون فتیلا۔ (بنی اسرائیل ۷۰)

اور سورہ انشقاق میں خدا نے فرمایا ہے کہ تمام انسان خدا سے ملنے والے ہیں پھر جس شخص کے دائیں ہاتھ میں اُسکی کتاب یعنی اعمال نامہ دیا جاویگا تو اُس سے بہت تھوڑا سا حساب کیا جاویگا اور وہ پھرے گا اپنے لوگوں میں خوش مگر جس شخص کو اُسکی پیٹھ پیچھے اُسکی کتاب یعنی اعمال نامہ دیا گیا تو وہ پہونچے گا ہلاکت کو اور دوزخ میں جاویگا اور بیشک

فاما من اوتی کتابه بیمینه فسوف یحاسب حسابا یسیرا و ینقلب الی اھله مسرورا و اما من اوتی کتابه وراء ظھره فسوف یدعوا ثبورا و یصلی سعیرا انه کان فی اھله مسرورا۔ انه ظن ان لن یحور بلی ان ربه کان به بصیرا (انشقاق ۱۵۰۷)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۴۹﴾ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۰﴾

وہ اپنے لوگوں میں خوش تھا اور اُسکو گمان نہ تھا کہ وہ خدا کے پاس جاویگا۔ یوں نہ تھا جو وہ سمجھا تھا۔ بیشک اُسکا پروردگار اُسکے کاموں کو دیکھنے والا تھا۔

سورۃ الحاقہ میں خدا نے انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ جسدن تم خدا کے سامنے کئے جاؤ گے تو تمہاری کوئی بات چھپی نہیں رہیگی پس جس شخص کے دائیں ہاتھ میں اُسکی کتاب یعنی اعمالنامہ دیا جاویگا تو کہے گا کہ لو پڑھو میرے اعمالنامہ کو بیشک میں جانتا تھا کہ مجھسے حساب ہوگا۔

یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیۃ فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فیقول ھاؤم اقرؤا کتابیہ انی ظننت انی ملاق حسابیہ (الحاقہ ۱۸-۱۹)

پس جس شخص کے بائیں ہاتھ میں اُسکی کتاب یعنی اعمال نامہ دیا جاویگا تو کہے گا کہ کاش یہ اعمال نامہ مجھکو نہ دیا جاتا اور اپنے حساب کو نہ جانتا۔ کاش میری موت ہی فیصلہ کر دیتی۔

واما من اوتی کتابہ بشمالہ فیقول یالیتنی لم اوت کتابیہ ولم ادر ما حسابیہ یالیتھا کانت القاضیۃ (الحاقہ ۲۵-۲۷)

تفسیر کبیر میں اس آیت کے متعلق ایک عجیب روایت لکھی ہے اگرچہ ہم اُسکو تسلیم نہیں کرتے مگر اس مقام پر اُسکا لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔

ابوہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن آدمی لایا جائیگا اور اُسکا نامۂ اعمال بھی لایا جائیگا پھر اُسکی نیکیاں اُسکے ہاتھ کی پشت پر لکھی جائینگی۔ اور اُسکی بدیاں اسکی ہتھیلی

یروی ابوھریرۃ انہ علیہ السلام قال ان الرجل یؤتی بہ یوم القیامۃ ویؤتی کتابہ فتکتب حسناتہ

پیدا کرتے آسمانوں اور زمین کے اور نہ بر وقت اُنکے خود پیدا کرنے کے اور میں نہیں ہوں لینے والا گمراہ کرنیوالوں کو بطور بازو کے (یعنی مددگار) (۴۹) اور جسدن کہے گا پکارو میرے شریکوں کو جن پر تم گھمنڈ کرتے تھے تو وہ پکارینگے پھر وہ اُنکو کچھ جواب نہ دینگے اور ہم کردینگے اُنمیں اور اُنکے درمیان میں ایک مہلک خندق (۵۰)

فی ظهر کفه و تکتب سیئاته فی بطن کفه فینظر الی سیئاته فیحزن فیقال له اقلب کفك فینظر فیه فیری حسناته فیفرح ثم یقول هاؤم اقرؤا کتابیه انی ظننت عند النظرة الاولی انی ملاقٍ حسابیه علی سبیل الشدة واما الآن فقد فرج الله عنی ذلك الغم (تفسیر کبیر جلد سادس صفحه ۳۴۹)

لکھی جائینگی وہ اپنی بدیوں کو دیکھکر غمگین ہوگا اس سے کہا جائے گا کہ اپنا ہاتھ اولٹا کرو۔ اور وہ ہاتھ کی دوسری طرف اپنی نیکیاں دیکھکر خوش ہوگا پھر کہے گا کہ لو پڑھو میرے اعمال نامے کو میں پہلی دفعہ دیکھکر سمجھا تھا کہ مجھسے نہایت سختی کے ساتھ حساب ہوگا مگر اب خدا نے میرا سارا غم دور کردیا۔

جسطرح اعمال ناموں کا لکھا جانا تمثیلاً بیان کیا ہے اسی طرح اُنکا دائین اور بائین ہاتھ میں دیا جانا تمثیلاً بیان ہوا ہے۔ دایاں ہاتھ جو کہ اشرف گنا جاتا ہے اُسمیں اچھے اعمال ناموں کا دیا جانا تمثیلاً بیان کیا ہے اور بایاں ہاتھ جو اشرف نہیں سمجھا جاتا اُس میں بُرے اعمال ناموں کا دیا جانا تمثیلاً بیان کیا ہے۔ اب ہم اُن آیتوں کو بیان کرتے ہیں جن میں اعمال نامے کے لفظ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اُنمیں صرف اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کے الفاظ ہیں۔

خدا تعالیٰ نے سورہ واقعہ میں کئی جگہہ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کا ذکر کیا ہے۔

ایک جگہہ فرمایا ہے کہ "واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین" یعنی داہنے ہاتھ والے کون ہیں وہ داہنے ہاتھ والے ہیں وہ جنت میں ہیں۔

اور دوسری جگہہ فرمایا ہے "واصحاب الشمال ما اصحاب الشمال" یعنی بائین ہاتھ والے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا
مَصْرِفًا ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ
مَثَلٍ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۲﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ
اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ

کون ہیں وہ بائیں ہاتھ والے ؟ وہ جو دوزخ میں ہیں۔

اور ایک جگہ فرمایا ہے کہ اگر وہ ہی داہنے ہاتھ والو میں سے تو داہنے ہاتھ والوں کیطرف سے تجھکو سلام اور اگر وہ ہی جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے تو اسکی دعوت ہے گرم پانی سے اور اسکو جلنا ہے دوزخ میں۔ اس آیت میں اصحاب الشمال کی جگہہ "المکذبین الضالین" کا لفظ آیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحاب الشمال صرف ایک تمثیل ہی کافروں کے لئے۔

> واما ان کان من اصحاب الیمین فسلام لك من اصحاب الیمین واما ان کان من المکذبین الضالین فنزل من حمیم وتصلیة جحیم (سورۃ الواقعہ ۸۹-۹۴)

اور سورہ بلد میں خدا تعالی نے فرمایا ہے۔ پھر وہ ہو گیا ایمان والوں میں سے جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر و تحمل کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو خلق اللہ پر شفقت کرنے کی نصیحت کی وہی اصحاب میمنہ ہیں اور جن لوگوں نے انکار کیا ہماری نشانیوں سے وہ ہیں اصحاب مشئمہ انکو آگ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

> ثم کان من الذین امنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة۔ اولئك اصحاب المیمنة والذین کفروا بایاتنا ھم اصحاب المشئمة علیھم نار موصدة (البلد ۱۷-۲۰)

اس آیت میں بجائے الفاظ "اصحاب الیمین" کے "اصحاب المیمنة" فرمایا ہے جسکے معنی ہیں نیکبختی والے اور بجائے الفاظ "اصحاب الشمال" کے "اصحاب المشئمة" فرمایا ہے جسکے معنی ہیں بدبختی والے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں کی نسبت کہا گیا تھا کہ اُنکے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور دیکھیں گے گنہگار آگ کو اور گمان کرینگے کہ وہ اُسمیں گرنیوالے ہیں اور نہ پاوینگے اُس سے کوئی جگہہ بچنے کی (۵۱) اور بیشک ہمنے طرح طرح سے بیان کی اس قرآن میں لوگون کیلئے ہر طرح سے مثال اور ہے انسان زیادہ سب چیز سے جھگڑالو (۵۲) اور نہیں منع کیا لوگون کو اس سے کہ ایمان لاویں جبکہ آئی اُنکے پاس ہدایت اور بخشش مانگیں اپنے پروردگار سے مگر یہ کہ

ہوگا اور جن کی نسبت کہا گیا تھا کہ اُنکی بائین ہاتھ میں اعمال نامہ ہوگا وہی اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال تھے اور جو اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال تھے وہی اصحاب المیمنہ اور اصحاب المشئمہ ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ پہلی آیتون میں بیان ہوا تھا وہ صرف تمثیل تھی۔

جس طرح اعمال نامون کا دائین ہاتھ میں اور بائین ہاتھ میں دیا جانا تمثیلاً بیان کیا ہے اسیطرح اُن اعمال نامون کا کھولا جانا بھی تمثیلاً بیان ہوا ہے جہان خدا نے سورۂ التکویر کی دسوین آیت میں فرمایا ہے۔ "واذا الصحف نشرت" یعنی جسوقت کہ اعمال نامے کھولے جاوینگے۔ اور سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا ہے کہ ہمنے ہر انسان کی گردن سے اُسکی شامت عمل کو وابستہ کردیا ہے اور ہم قیامت کے دن اُسکے

یوم القیمة کتابا یلقاه منشورا وکل انسان الزمناه طائره فی عنقه ونخرج له اقرأ کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا (بنی اسرائیل ۱۴-۱۵)	اعمال نامہ کو ظاہر کرینگے وہ اُسکو کھلا ہوا پایگا پڑھ اپنے اعمال نامے کو آج تو خود ہی اپنا حساب لینے والا ہے۔

جو کہ کھلے ہوئے کاغذ کو دیکھنے سے جو کچھ اُس میں لکھا ہوا ہے انسان کو اسپر یقین آجاتا ہے اسی یقین کے ظاہر کرنے کو خدا تعالیٰ نے تمثیلاً اعمال نامہ کا کھولا جانا بیان کیا ہے۔

اب ہم ایک اور آیت کا ذکر کرتے ہیں جس میں اصحاب الیمین کا لفظ ہے مگر کسیطرح وہ الفاظ اُن پر صادق نہیں آسکتے جنکے دائین ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا ہو اور وہ آیت سورہ مدثر کی ہے جہان

کل نفس بما کسبت رهینة الا اصحاب الیمین (مدثر ۴۱)	خدا نے فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے کرنے کی

تَأْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۳﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ ۖ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنذِرُوا هُزُوًا ﴿۵۴﴾

کے ساتھ گروہ ہے مگر اصحاب یمین۔ اصحاب یمین سے مراد بعض لوگوں نے مسلمان لئے ہیں اور بعض نے اُن سے مراد لی ہے جو حضرت آدم کے دائین ہاتھ پر تھے اور بعض نے اُن سے مراد لی ہے جنکے دائین ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا۔ مگر ان میں سے کوئی مراد بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ بما کسبت رہینۃ" میں تمام انسان داخل ہیں خواہ اُنہوں نے اچھے کام کئے ہوں یا بُرے کام کئے ہیں پس کسی کا استثنا اُن میں نہیں ہو سکتا اگر ہو سکتا ہے تو صرف اُنھی کا ہو سکتا ہے جو اپنے اعمال کے ساتھ مرہون نہ ہوں اور بجز نابالغ بچوں کے اور کوئی نہیں ہو سکتے اور جو کہ اُنکی اعمال پر بُرے کام اور اچھے کام کا اطلاق نہیں ہو سکتا اسلئے کوئی اعمال نامہ اُنکے ہاتھ میں نہیں دیا جائے گا پس صاف ظاہر ہے کہ یہان اصحاب الیمین سے وہ لوگ مراد نہیں ہیں جنکے دائین ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔

تفسیر کبیر میں حضرت علی مرتضی اور عبداللہ بن عمر کا یہی قول لکھا ہے اور فرا نے جو بہت بڑا نحوی ہے اس قول کی تصدیق کی ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ابن عمر اس آیت اصحاب الیمین کے لفظ سے مسلمان بچے مراد لیتے ہیں۔ فرا نے کہا ہے کہ یہ قول نہایت صحیح ہے۔

> قال علی بن ابی طالب علیہ السلام و ابن عمر ھم اطفال المسلمین قال الفراء و ھو اشبہ بالصواب
> (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۴۰۳)

اب ہم دو آیتیں قرآن مجید کی اور نقل کرتے ہیں جن سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ خدا نے جو کچھ تمثیلاً بیان کیا تھا اُسکی حقیقت کیا ہے۔

خدا تعالی سورہ حدید میں فرماتا ہے۔ کہ جسدن تو دیکھے گا مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آوے اُنکے پاس طریقہ اگلے لوگون کا یا آوے اُنکے پاس عذاب سامنے سے (۵۳)

اور نہیں بھیجا ہمنے رسولونکو مگر خوشخبری دینے والے اور ڈرانیوالے۔ اور جھگڑتے ہیں

وہ لوگ جو کافر ہوے جھوٹی باتون سے تاکہ اُکھاڑ دین اُس سے حق بات کو اور اُنہون

نے پکڑا ہماری نشانیون کو اور اُس چیز کو جس سے ڈرائے گئے تھے ٹھٹھا (۵۴)

یوم تری المؤمنین والمؤمنات یسعی نورهم بین ایدیهم وبایمانهم بشریٰکم الیوم جنّٰت تجری من تحتها الانهٰر خٰلدین فیها ذالك هو الفوز العظیم (حدید۔ ۱۲)	کہ اُنکی روشنی اُنکے آگے اور اُنکے داہنے ہاتھ چلتی ہے۔ خوشخبری ہو تمکو۔ آج تمہارے لئے باغ ہیں جنکے نیچے نہرین بہتی ہیں جن میں سدا

رہیں گے۔ یہی بڑی مراد ملنی تھی۔

دوسری جگہہ خداتعالیٰ سورہ تحریم میں فرماتا ہے کہ جسدن خدا اپنے نبی کو ذلیل نہ کریگا اور اُنکو جو

یوم لا یخزی الله النبی والذین اٰمنوا معه نورهم یسعی بین ایدیهم وبایمانهم یقولون ربنآ اتمم لنا نورنا (تحریم۔ ۸)	اُسکے ساتھ ایمان لائے اُنکی روشنی اُنکے آگے اور اُنکے داہنے ہاتھ دوڑتی ہوگی اور وہ کہیں گے کہ اے ہمارے خدا ہمکو ہماری

کامل روشنی عطا فرما۔

اِسکی مثل ایک آیت سورہ ہود میں ہے جہان خدا نے فرمایا ہے کہ انسانون میں کوئی بدبخت

فمنهم شقی وسعید فاما الذین شقوا ففی النار لهم فیها زفیر وشهیق خالدین فیها واما الذین سعدوا ففی الجنة خالدین فیها (هود۔ ۱۰۹-۱۱۰)	ہے اور کوئی نیک بخت جو لوگ بدبخت ہیں وہ دوزخ میں چیختے چلاتے ہونگے اور اُسمیں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس سے زیادہ اور کیا اس بات کا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اعمال نامون کا لکھا جانا اور اُنکا تولا

جانا اور نیک بندون کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ کا دیا جانا اور بدلوگون کے بائیں ہاتھ میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا
قَدَّمَتْ يَدَاهُ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَ
فِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۝۵۵ وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَنْ يَهْتَدُوا
إِذًا أَبَدًا ۝۵۶ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا
لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ
مَوْئِلًا ۝۵۷ وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا
لِمَهْلِكِهِمْ مَوْعِدًا ۝۵۸ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ
أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۝۵۹ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا

اعمال نامہ کا دیا جانا یا پیٹھ کے پیچھے سے دیا جانا اور اعمال ناموں کا کھلنا یا منتشر ہونا یہ سب تمثیلیں ہیں اور حقیقت صرف اسقدر ہے کہ نور ایمان قیامت کے دن ایمان والوں کے ساتھ ہوگا اور اُنکی پاک روحیں علانیہ اُن نیک افعال کے نتیجوں کو ظاہر کرینگی جو کہ اُنھوں نے دنیا میں کیے تھے اور بدکاروں کی روحیں اُن بداعمالیوں کے نتیجوں کو ظاہر کرینگی جو دنیا میں اُن سے ظاہر ہوئی تھیں۔ فمن شاء فلیومن علے ظواھر آیات القرآن ومن شاء فلیومن علے بواطنہا وحقائقہا ولاریب فی انہا ھی حقیقۃ الاسلام وقد تفضہا اللہ فی روعی فللہ الحمد۔

(۵۹) اِس آیت کی تفسیر بیان کرنے سے پہلے ہمکو کچھ حال حضرت موسیٰ کا بیان کرنا چاہیے واضح ہو کہ جب موسیٰ فرعون کے محل میں پرورش پاکر تعلیم کے قابل ہوئے تو اُنہوں نے بہت اعلیٰ درجہ کی تعلیم پائی تھی۔ اصل شہر جس میں فرعون کا پایہ تخت تھا اُسکا نام رعمسیس تھا اور اُس سے تھوڑی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور کون ہے زیادہ ظالم اُس شخص سے جو نصیحت دیا گیا تھا اپنے پرورگار کی نشانیوں سے پھر مونھہ پھیر لیا اُس سے اور بھول گیا جو کچھ آگے بھیجا ہے اُسکے ہاتھوں نے بیشک ہمنے ڈالدیا ہے اُنکے دلوں پر ڈھکنا کہ اُسکو سمجھ سکیں اور اُنکے کانوں میں ٹھینٹی (۵۵) اگر تو اُنکو بلاوے ہدایت کیطرف تو ہرگز نہ ہدایت پاوینگے اُسوقت کبھی (۵۶) اور تیرا پروردگار بخشنے والا ہے رحمت والا اگر اُنکو پکڑے بسبب اُسکے جو اُنہوں نے کمایا ہے تو البتہ جلد بھیجے اُنکے لئے عذاب بلکہ اُنکے لئے وعدہ ہے کہ نپاوینگے اُسکے سوا پناہ (۵۷) اور یہ بستیاں کہ ہمنے اُنکو ہلاک کیا جب اُنہوں نے ظلم کیا اور ہمنے مقرر کی اُنکی ہلاک کرنیکو ایک میعاد (۵۸) اور جبوقت کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو کہ میں برابر چلا جاونگا یہانتک کہ میں پہونچوں مجمع البحرین کو یا چلا چلوں میں مدت دراز تک (۵۹) پھر جب دونوں پہونچے۔

دور ایک اور شہر تھا اُس کا نام تھا ہیلیو پولس (یعنی مدینۃ الشمس) اُس شہر میں ایک بہت بڑی یونیورسٹی تھی اور تمام علوم کی اُس میں تعلیم ہوتی تھی اور حضرت موسیٰ نے نہایت اعلیٰ درجہ کے علوم تک اُس یونیورسٹی میں تعلیم پائی تھی۔ اِس کا مختصر ذکر اعمال حواریین میں بھی ہے جسکو ہم نے ابھی نقل کیا ہے علاوہ اِسکے ڈاکٹر ولیم اسمتھ نے قدیم کتابوں سے ڈکشنری آف بائبل میں اُسکا مفصل حال لکھا ہے جسکا بعینہ ترجمہ ہم لکھتے ہیں۔

اُس میں لکھا ہے کہ "اُسوقت سے بہت برسوں تک موسیٰ کو باشندہ مصر خیال کرنا ضرور ہے۔ توریت میں اس زمانہ کا کچھ ذکر نہیں ہے مگر عہد جدید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ تعلیم یافتہ تھے اور اُنہوں نے مصریوں کی ساری حکمت میں تربیت پائی اور قول اور فعل میں بڑے لایق تھے (اعمال باب ۷ آیت ۲۲) مفصلہ ذیل مختصر احوال یہودی اور مصری روایات کا ہے جس سے کہ اِس مقدس مصنف کے (اُس زمانہ کے) جو حالات معلوم نہیں ہیں معلوم ہوتے ہیں اُنکی تعلیم ہیلیو پولس میں ہوئی تھی (تصنیفات اسٹربو سے مقابلہ کرو باب ۱۷ فقرہ اول) اور وہاں بطور مقدس قوہن کے جہاں کہ اُنکا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نَسِيَا حُوْتَهُمَا

مصری نام اوسارسف یا اُسی تھن تہا پرورش پائی حسب رائے منیتھو (جو قدیم مورخ ہے) لفظ اوسارسف مشتق ہے اوسائی رس سے جو ایک مصری معبود کا نام تہا اور اوسارسف کے معنی یہ ہین جس کو اوسائی رس نے بچایا ہو۔ حضرت موسیٰ کو کل سلسلہ یونانی، کالڈی اور اسیرین لٹریچر کا پڑہایا گیا تھا۔ مصریون سے اُنہون نے میتی میٹکس سیکہا تاکہ اُنکا ذہن بلا تعصب صدق کے قبول کرنے کے قابل ہو۔ اُنہون نے کشتیان اور تعمیر کے اوزار اور نیز آلات حرب اور پانی کی کلین اور حرف جو تصویرون کی صورت میں لکھے جاتے تھے اور زمین کی قسمون کو ایجاد کیا اُنہون نے ارفیوس کو تعلیم دی اور اسوجہ سے یونانی حضرت موسیٰ کو موسیس کہنے لگے اور مصری ہرمنیز (ہرمس) کہنے لگے اُنہون نے علم صرف و نحو یہودیوں کو سکہایا اور وہاں سے وہ علم فنیشیا اور یونان میں پہونچا حضرت موسیٰ کو ایک مہم پر جو بخلاف جبشیون کے تہی بہیجا گیا تھا اور اُنہوں نے اُس ملک کے سانپون کو اسطرح پر معدوم کیا کہ ملک بہر میں کہا نچے بہر بہر کر پرندہ مار خور جانور چہوڑ دئے اور شہر ہرموپولیس بطور یادگار اپنی فتح کے آباد کیا پہر وہ شہر سبا کی طرف جو ایتہوپیا کا دار الخلافت تھا روانہ ہوئے اور اُس شہر کا نام اپنی متبنّی کرنیوالی مان مسمی مرہس کے نام پر مہرو رکہا اور اُسی جگہہ حضرت موسیٰ نے اُنکو دفن کیا۔ بادشاہ ایتہوپیا کی بیٹی مسمی تہاربس کو اُن سے تعشق ہو گیا تھا اور حضرت موسیٰ معہ اُس لڑکی کے بطور اپنی بی بی کے خوش و خرم مصر کو واپس آئے۔“

(ڈکشنری آف دی بائبل مصنفہ ڈاکٹر ولیم اسمتھ۔ جلد ۲ صفحہ ۴۲۵ - ۴۲۶)

حال میں جو احمد آفندی نجیب نے قدیم مصر کی تاریخ لکھی ہے اُس میں بہی اِس شہر کا ذکر کیا ہے۔

”وہ لکہتا ہے کہ عین الشمس کا قدیم نام ”ان“ ہے اور یہ مصریون کا قدیم مقدس شہر تھا اور وہان اُنکے دیوتا ”رع“ (آفتاب) کا مندر تھا اور اِس شہر میں ایک یونیورسٹی تہی جسکی شہرت کے سبب سے سولون جو یونان کا مقنن تھا اور افلاطون اور فیثاغورس علم کی تحصیل کے لئے اِس یونیورسٹی مین داخل ہوئے تھے اور رعمسیس ثالث کے زمانہ میں جو بیسوین شاہی خاندان کا بادشاہ تھا ایک مندر میں بارہ ہزار طالب علم تعلیم پاتے تہے“

(الاثر الجلیل لقدماء وادی النیل صفحہ ۳۴)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جگہہ جمع ہوئی اُن دونوں (یعنی بحرین) کی بھول گئے اپنی مچھلی کو

اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ شہر مدینۃ الشمس یا مین الشمس میں رہتے تھے اور وہان سے شہر رعمسیس میں آئے اور اسی شہر میں اُس شخص کو گھونسا مار کر مار ڈالا جس کا ذکر قرآن مجید کے سورہ قصص میں ہے۔

سورہ قصص میں یہ بھی ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت موسیٰ کو ایک شخص نے خبر دی کہ وہاں کے سرداروں کا اُنکو مار ڈالنے کا ارادہ ہے اسلئے وہ وہان سے بھاگ گئے۔ اور خروج باب ۲ ورس ۱۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ مدین میں جانیکا اُنھون نے ارادہ کیا۔ جبکہ وہ وہان سے بھاگے ہیں اسوقت کا ذکر اس آیت میں ہے اور بھاگنے کے وقت ایک شخص اُنکے ساتھ ہولیا۔ قرآن مجید سے تو معلوم نہیں ہوسکتا کہ یہ کون شخص تھا صرف اتنا قیاس ہوسکتا ہے کہ جس شخص نے آنکر حضرت موسیٰ کو خبر دی تھی کہ تمہارے مار ڈالنے پر مشورہ ہوا ہے وہی حضرت موسیٰ کے ساتھ ہولیا جبکہ وہ رعمسیس سے نکل گئے، مگر تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ وہ شخص یوشع تھے یا یوشع کے بھائی اور یہ بات ممکن ہے کیونکہ جب حضرت موسیٰ رعمسیس سے نکلے ہیں تو یوشع کی عمر بموجب توریت کے بائیس برس کی تھی اور قفال اور ابن عبید کا قول ہے کہ وہ شخص حضرت موسیٰ کا غلام تھا۔

قرآن مجید میں جو یہ لفظ ہیں "لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین" یعنی جب تک دو سمندروں کے ملنے کی جگہہ تک پہونچوں پس یہ بات دریافت کرنی ہے کہ مجمع البحرین سے کونسی جگہہ مراد ہے تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ بحر فارس اور بحر روم جس مقام پر آپس میں ملے ہیں وہ مقام مجمع البحرین ہے مگر یہ صریح غلطی ہے اس واسطے کہ بحر فارس اور بحر روم نہ کسی جگہہ آپس میں ملے ہیں اور نہ مل سکتے تھے رڈسی یعنی بحر قلزم کی دو شاخیں نکلی ہیں ایک شرقی ہے اور ایک غربی۔ پھر وہ دونوں شاخیں آپس میں ملی ہیں۔ اس زمانہ میں شرقی شاخ کو گلف آف اکابہ یعنی خلیج عقبہ اور غربی شاخ کو گلف آف سویز یا خلیج سویس کہتے ہیں۔ جہان یہ دونوں شاخیں باہم ملی ہیں اُس مقام کو مجمع البحرین کہا گیا ہے۔ ان دونوں شاخوں کے بیچ میں بہت سے پہاڑ ہیں اور اُس زمانہ میں جنگل ہوگا اور عام طور پر وہ رستہ چلتا نہ ہوگا۔ اُسکا ثبوت قرآن کے ان لفظون سے نکلتا ہے "فارتدا علی اثارھما قصصا" یعنی جب حضرت موسیٰ اور اُنکا ساتھی جوان مجمع البحرین

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿٦١﴾

سے چلے اور معلوم ہوا کہ مچھلی نہیں ہے تو پھر وہ اپنے پاؤں کے نشانات ڈھونڈھتے ہوئے واپس آئے اِس سے صاف پایا جاتا ہے کہ عام رستہ نہیں تھا بلکہ جنگل تھا جس کے سبب اُنکو اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈھتے ہوئے واپس آنا پڑا۔

حضرت موسٰی جب رعمسیس سے بھاگے ہیں تو اس خیال سے کہ تعاقب کر کے لوگ پکڑ نہ لیں وہ عام رستہ اختیار کر نہیں سکتے تھے اِس لئے اُنہوں نے جنگل کا اجنبی رستہ اختیار کیا اور وہ اس بات کو جانتے تھے کہ جب مجمع البحرین پہونچ جائینگے تو وہاں سے مدین کا رستہ جہاں اُنکو جانا منظور تھا آسانی سے مل جائیگا۔ اِسی لئے اُنہوں نے کہا "لا ابرح حتے ابلغ مجمع البحرین۔"

صوبہ مدین رڈسی یعنی بحر قلزم کی مشرقی شاخ (خلیج عقبہ) کے دونوں طرف واقع ہے جہاں کہ مدیانی قوم رہتی تھی اور خاص شہر مدین خلیج عقبہ کے مشرقی کنارہ پر واقع تھا۔ ان تمام حالات سے جو جغرافیہ سے معلوم ہوتے ہیں بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسٰی رڈسی کی ایک شاخ کے جنگل کے کنارے ہو کر وہاں پہونچے جہاں دونوں شاخیں رڈسی کی ملتی ہیں اور جسکو مجمع البحرین کہا ہے اور وہاں سے مدین کو چلے گئے۔

(۶۰) مچھلی کی نسبت بہت سی دوراز کار روایتیں کتب تفاسیر وغیرہ میں لکھی ہیں اصلی حقیقت صرف اتنی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت موسٰی کے پاس کوئی کھانے کا سامان موجود نہیں تھا وہ سراسیمگی کی حالت میں شہر سے بھاگے تھے جب وہ مجمع البحرین پر پہونچے تو اُنہوں نے ایک مچھلی پکڑی اور اُسکو ایک چٹان پر رکھدیا کیونکہ قرآن مجید میں اس بات کا کہ موسٰی اپنے ساتھ مچھلی لے کر چلے تھے اور وہ مری ہوئی یا بھنی ہوئی تھی کچھ اشارہ نہیں ہے مگر تھوڑی دیر میں وہ مچھلی تڑپ کر پھر دریا میں جا پڑی جب موسٰی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پھر پکڑی اُس نے (یعنی مچھلی نے) اپنی راہ دریا میں خشکی سی (۶۱) پھر جب وہ آگے بڑھے تو کہا (یعنی موسیٰ نے) اپنے جوان سے کہ دے ہمکو ہمارے صبح کا کھانا بیشک ہمنے پائی ہے اپنے سفر سے تکلیف (۶۲)

وہاں سے چلے تو اُنکو خیال تھا کہ وہ مچھلی ہوگی اُنھوں نے اپنے ساتھی جوان سے کہا کہ ہمارا کھانا لاؤ اُس جوان نے کہا کہ وہ مچھلی تو پھر دریا میں چلی گئی اور اُس کا ذکر کرنا میں تم سے بھول گیا جو کہ جنگل میں اور کچھ کھانیکا سامان نہیں تھا اسلئے حضرت موسیٰ مجمع البحرین کو واپس ہوئے تاکہ پھر کوئی مچھلی کھانیکے لئے وہاں سے پکڑیں۔

مچھلی کے دریا میں چلے جانے کی نسبت قرآن مجید میں یہ لفظ ہیں "اتخذ سبیلہ فی البحر سربا" سرب کے معنی چلنے کے ہیں مفسرین نے جو اس کے معنی مطابق اُن حدیثوں کے جن میں یہ قصہ بیان ہوا ہے اور جن کو ہم بیان کرینگے اسطرح بیان کئے ہیں کہ مچھلی جب پانی میں گئی تو پانی دونوں طرف ہٹ گیا اور پانی میں طاق یا سرنگ کی صورت بن گئی سو یہ بیان روایات یہود پر مبنی ہے جنکا کوئی اشارہ قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا۔ تفسیر کبیر میں اس آیت کی "اتخذ سبیلہ فی البحر سربا" یعنی لکھے ہیں سرب فی البحر سربا یعنی وہ مچھلی سمندر میں چلی گئی اور الفاظ "اتخذ سبیلہ" کو بسبب اُسکے قائم مقام بیان کیا ہے جسکا نتیجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔

اسکے بعد حضرت موسیٰ کے ساتھی جوان نے جب مچھلی کے سمندر میں چلے جانیکا ذکر کیا تو یوں کہا "واتخذ سبیلہ فی البحر عجبا" یعنی مچھلی سمندر میں عجیب طرح سے چلی گئی۔ "عجبا" کے لفظ سے یہ سمجھنا کہ اُس مچھلی نے کوئی عجیب طرح سے سمندر میں رستہ بنایا تھا کسی طرح پر درست نہیں۔ صاف بات یہ ہے کہ مچھلی کو سمندر میں سے نکال کر جہاز پر ڈال دیا تھا اور یہ سمجھے تھے کہ وہ مرگئی مگر اُس میں جان باقی تھی اور وہ تڑپ کر سمندر میں جا پڑی۔ اسی بات کو موسیٰ کے ساتھی جوان نے عجیب بات سمجھکر کہا کہ "واتخذ سبیلہ فی البحر عجبا"

اسی قسم کا واقعہ خود مجھ پر گذرا ہے۔ میں نہر سویز کی سیر کرنے کو کشتی پر بیٹھ کر گیا۔ ایک ملاح نے نہر میں سے مچھلی پکڑی اور اُسکو کشتی میں ڈال دیا دو ایک دفعہ تڑپ کر وہ سست ہوگئی ہم سب نے جانا کہ وہ مرگئی ہم سب نہر کی سیر دیکھتے جاتے تھے اور اُس مچھلی کا کچھ خیال نہ تھا تھوڑی دیر بعد وہ مچھلی زور سے تڑپی اور پھر نہر میں جا پڑی اور ہم سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ ایسے واقعات عام طور پر واقع

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ
وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي
الْبَحْرِ عَجَبًا (٦٢) قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا (٦٣)
فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا
وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (٦٤) قَالَ

ہوتے ہیں اور اسی طرح حضرت موسیٰ کو بھی بطور ایک عام واقعہ کے پیش آیا۔

(٦١) تا (٦٣) جب حضرت موسیٰ مجمع البحرین سے آگے چلے تو حضرت موسیٰ نے اپنے ساتھی جوان سے مچھلی کا پھر دریا میں چلا جانا سُنا تو کہا "ذٰلك ما كنا نبغ" جو کہ مفسرین نے اُن روایات بیہودہ سے جو بعض حدیثوں میں بھی مذکور ہیں یہ سمجھا تھا کہ موسیٰ کو خبر دی گئی تھی کہ جہاں تم مچھلی بھول جاؤ گے وہاں تمکو خضر ملیں گے، اس لئے اُنھوں نے ذٰلک کا مشارالیہ مچھلی کا چلا جانا قرار دیا اور اُسکے معنی یہ سمجھے کہ مچھلی کا چلا جانا وہ امر ہے جسکو ہم چاہتے تھے۔ مگر "ذٰلك ما كنا نبغ" کے معنی صاف ہیں۔ حضرت موسیٰ نے اپنے ساتھی جوان سے کہا کہ "اتنا غداءنا" یعنی ہمارا صبح کا کھانا لا اُس نے کہا مچھلی تو دریا میں چلی گئی یعنی صبح کا کھانا جو تم مانگتے ہو نہیں رہا موسیٰ نے کہا کہ "ذٰلك" ای غداءنا الذی ما کنا نبغ من غداءنا یعنی صبح کا کھانا یہ ہے جسکو ہم چاہتے تھے ذٰلک کا اشارہ صاف غداءنا کی طرف ہے اُسکا مشارٌ الیہ ایک امر ذہنی بلکہ خیالی کو قرار دینا جسکا ذکر نہ صراحتاً نہ کنایتاً قرآن مجید میں موجود ہے صحیح نہیں ہوسکتا۔

(٦٤) اِس آیت میں جو یہ لفظ ہیں "فوجدا عبدا من عبادنا اٰتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما" یعنی جب حضرت موسیٰ اور اُنکا ساتھی جوان پھر کر مجمع البحرین پر پہونچے تو اُنہوں نے ایک بندہ کو خدا کے بندوں میں سے پایا جسکو ہم نے اپنی رحمت دی تھی اور ہم نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

(جوان نے) کہا کیا نہیں دیکھا تو نے کہ جب ہم تکیہ لگائے آرام سے بیٹھے تھے پتھر سے
پھر بیشک میں بھول گیا مچھلی کو اور نہیں بھولایا مجھکو اُس سے مگر شیطان نے کہ ذکر کرون
اُسکا اور پکڑی اُسنے اپنی راہ دریا میں عجب طرح سے ۞۶۲ (موسیٰ نے) کہا یہ ہے
جو کچھ کہ ہم چاہتے تھے پہر دونون پھرے اپنے پاؤنکے نشانون پر ڈھونڈھتے
ہوئے ۞۶۳ پھر انھوں نے پایا ایک بندہ کو ہمارے بندون میں سے کہ دی
تھی ہمنے اُسکو رحمت اپنے پاس سے اور ہمنے اُسکو سکھایا تھا اپنے پاس سے ایک طرح علم ۞۶۴ کہا

اُسکو اپنے پاس سے علم سکھایا تھا مفسرین اور محدثین کہتے ہیں کہ عبد سے خضر مراد ہیں۔

حضرت موسیٰ کو خضر کے ملنے کی یہہ وجہ بیان ہوئی ہے کہ حضرت موسیٰ سے انکی قوم نے پوچھا کہ سب سے زیادہ کون اعلم ہے موسیٰ نے کہا کہ میں سب سے زیادہ اعلم ہون اسپر خدا خفا ہوا اور خدا نے وحی بھیجی کہ میرا ایک بندہ مجمع البحرین میں تجھ سے زیادہ اعلم ہے۔ مگر اسکا قرآن مجید میں کہیں ذکر نہیں اور کسقدر عجیب بات ہے کہ اس واقعہ کا نہ قرآن مجید میں ذکر ہے اور نہ کہین خضر کا نام آیا ہے البتہ یہودیوں میں خضر کا نام اور اُنکے قصے تھے۔

قرآن مجید سے صرف اسقدر پایا جاتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ لوٹ کر پھر مجمع البحرین پر آئے تو وہان ایک اور شخص اُنکو ملا۔ ظاہر ہے کہ جس رستہ سے حضرت موسیٰ نے مدین جانیکا ارادہ کیا تھا وہ نہایت اجنبی پہاڑون اور جنگل کا رستہ تھا جسکو طے کرنا بغیر کسی ایسے شخص کے جو رستہ سے واقف ہو نہایت دشوار تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص جو ملا وہ رستہ کا اور اُس نواح کے حالات کا واقف کار تھا اس لئے حضرت موسیٰ نے اُس سے کہا کہ کیا میں تیری پیروی کرون بشرطیکہ جو بھلائی تجھکو سکھائی گئی ہے مجھکو بھی سکھا دے یعنی رستہ بتاتا ہوا لے چلے۔

واضح ہو کہ اب اس مقام سے قرآن مجید میں صرف انہی دو شخصون کا ذکر ہے اُس جوان کا جو پہلے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لہ موسیٰ

سے حضرت موسیٰ کے ساتھ تھا کچھ ذکر نہیں آیا یا تو وہ ساتھ نہیں رہا یا آیندہ کے حالات میں اُسکے ذکر کرنیکی کوئی خاص ضرورت نہیں ہوئی۔

یہہ شخص جو ملا صاحب موسیٰ کہلاتا ہے اسکی نسبت علمائے متقدمین نے بہت اختلاف کیا ہے اکثر تو کہتے ہیں کہ یہ خضر پیغمبر تھے جو اب تک جیتے ہیں اور جیتے رہیں گے اور قیامت کے بورے نئے ہیٹنگے مگر لوگوں کو دکھائی نہیں دیتے کبھی کسی بھولے بسرے کو راہ بتا دیتے ہیں اور کبھی کسیکو علم لدنی سکھا دیتے ہیں۔

جو لوگ صاحب موسیٰ کو نبی بتاتے ہیں وہ اس آیت پر استدلال کرتے ہیں "اتیناہ رحمۃ من عندنا و علمناہ من لدنا علما" یعنی جس پر ہمنے اپنی رحمت کی تھی اور ہم ہی نے اپنے پاس سے علم سکھایا تھا" مگر تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ نبوت بلاشک رحمت ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر رحمت نبوت ہو۔

اور تفسیر کبیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ "علمناہ من لدنا" کے الفاظ سے بھی نبوت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ علوم ضروریہ ابتداءً میں خدا ہی سے ملتے ہیں۔ پس یہ دلیل نبوت کی نہیں ہے۔

اور تفسیر کبیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ الفاظ جو قرآن میں ہیں "وما فعلتہ عن امری" ان الفاظ سے نبوت پر استدلال کرنا نہایت ضعیف ہے۔ اسکا نہایت ضعیف ہونا ظاہر ہے اسلئے کہ یہہ کہنا کہ میں نے خدا کی مرضی سے یہ کام کیا ہے یا اپنی مرضی و خواہش سے نہیں کیا عام محاورہ بول چال کا ہے اس سے اُس شخص کا نبی اور پیغمبر ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

بخاری کی تین حدیثوں میں جنمیں سے ایک عبد اللہ بن محمد المسندی سے اور ایک ابراہیم بن موسیٰ سے اور ایک قتیبہ بن سعید سے مروی ہے ان حدیثوں میں اُس شخص کا نام جو حضرت موسیٰ سے مجمع البحرین پر ملا خضر لکھا ہے مگر وہ اُن وجوہ سے جو آگے بیان ہونگے قابل تسلیم نہیں ہے۔

بخاری میں متعدد جگہہ حضرت موسیٰ کے قصہ کا ذکر ہے مگر چار حدیثیں بہت بڑی ہیں جن میں قریبا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُس سے موسیٰ نے کہ

یہ تمام قصہ مذکور ہے۔

پہلی حدیث میں عبداللہ بن محمد المسندی۔ سفیان۔ عمرو۔ سعید ابن جبیر۔ ابن عباس۔ ابی ابن کعب راوی ہیں۔

دوسری حدیث میں علی ابن عبداللہ۔ سفیان۔ عمرو بن دینار۔ سعید ابن جبیر۔ ابن عباس۔ ابی ابن کعب راوی ہیں۔

تیسری حدیث میں ابراہیم بن موسیٰ ہشام ابن یوسف۔ ابن جریج۔ یعلی بن مسلم عمرو بن دینار۔ سعید بن جبیر۔ ابن عباس۔ ابی ابن کعب راوی ہیں۔

چوتھی حدیث میں قتیبہ بن سعید۔ سفیان۔ ابن عیینہ۔ عمرو ابن دینار۔ سعید بن جبیر۔ ابن عباس۔ ابی ابن کعب راوی ہیں۔

ان چاروں حدیثوں میں ابی ابن کعب اخیر راوی ہیں اور عمرو بن دینار۔ سعید ابن جبیر۔ ابن عباس چاروں حدیثوں میں راوی ہیں اور سفیان صرف پہلی، دوسری اور چوتھی حدیث میں اور چاروں حدیثوں میں ابن عباس نے ابی ابن کعب سے روایت کی ہے۔

مگر ان حدیثوں میں جو تفاوت الفاظ اور طرز بیان اور بعض جگہ مضمون میں ہے اسکو بیان کرنا مناسب ہے۔

پہلی حدیث میں ہے ''موسیٰ نبی'' دوسری میں ہے صرف ''موسیٰ'' تیسری میں ہے ''موسیٰ رسول اللہ'' چوتھی میں ہے صرف ''موسیٰ''

پہلی اور دوسری حدیث میں ہے ''قام موسی النبی خطیبا فی بنی اسرائیل فسئل ای الناس اعلم فقال انا''

اور چوتھی حدیث میں بجائے ''فسئل'' کے ''فقیل له'' ہے

اور تیسری حدیث میں ہے ''ذکر الناس یوما حتی اذا فاضت العیون و رقت القلوب ولی فادرکه رجل فقال ای رسول الله هل فی الارض احد اعلم منك قال لا''

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

هَلْ اَتَّبِعُكَ

یعنی پہلی اور دوسری حدیث میں ہے کہ " حضرت موسیٰ وعظ کرنیکو بنی اسرائیل میں کھڑے ہوکے پوچھا گیا کہ کون شخص سب سے زیادہ عالم ہے حضرت موسیٰ نے کہا کہ میں ہوں"

اور چوتھی میں بجائے " فسئل " کے " فقیل لہٗ " ہے یعنی موسیٰ سے کہا گیا۔

اور تیسری حدیث میں ہے کہ " ایک دن حضرت موسیٰ نے لوگوں کو نصیحت کی یہاں تک کہ لوگ روئے اور اُنکے دل نرما گئے۔ جب وعظ کہکر چلے تو ایک شخص ملا اور اُسنے کہا کہ اے رسول خدا دنیا میں تم سے زیادہ کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا نہیں"۔

پہلی حدیث میں ہے " فاوحی اللہ الیہ ان عبدا من عبادی بمجمع البحرین اعلم منک "

اور دوسری حدیث میں ہے " قال لہ بلی لی عبد بمجمع البحرین ھو اعلم منک "

اور تیسری حدیث میں ہے " قیل بلی قال ای رب واین قال بمجمع البحرین "

چوتھی حدیث میں ہے " واوحی الیہ بلی عبد من عبادی بمجمع البحرین ھو اعلم منک "

یعنی پہلی حدیث میں ہے کہ " خدا نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ مجمع البحرین میں ایک میرا بندہ تجھ سے زیادہ عالم ہے"۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ " خدا نے موسیٰ سے کہا کہ نہیں بلکہ میرا ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے تجھ سے زیادہ عالم ہے"۔

اور تیسری حدیث میں ہے کہ " کہا گیا ہاں موسیٰ نے کہا اے خدا کہاں؟ خدا نے کہا مجمع البحرین میں"

اور چوتھی حدیث میں ہے کہ " خدا نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ ہاں میرا ایک بندہ مجمع البحرین میں تجھسے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کیا میں تیری پیروی کروں

زیادہ عالم ہے"۔

پہلی حدیث میں ہے" قال یا رب وکیف بہ"

دوسری حدیث میں ہے" قال ای رب من لی بہ و ربما قال سفیان ای رب فکیف لی بہ"

تیسری حدیث میں ہے" قال ای رب اجعل لی علما اعلم ذلک منہ"

چوتھی حدیث میں ہے" قال ای رب کیف السبیل الیہ"

یعنی پہلی حدیث میں ہے کہ" موسیٰ نے کہا اے خدا میں کیونکر اُس تک پہونچوں گا"

اور دوسری حدیث میں ہے کہ" موسیٰ نے کہا اے خدا کون مجھے اُس تک پہونچائے گا اور کبھی سفیان نے کہا اے خدا میں کیونکر اُس تک پہونچونگا"

اور تیسری حدیث میں ہے کہ" موسیٰ نے کہا اے خدا مجھے کوئی نشانی بتا جس سے میں اُسکو پہچانوں"

اور چوتھی حدیث میں ہے کہ" موسیٰ نے کہا اے خدا میں کیونکر اُس تک رستہ پاؤں"

پہلی حدیث میں ہے" فقیل لہ احمل حوتا فی مکتل فاذا فقدتہ فھو ثم"

دوسری حدیث میں ہے" قال تاخذ حوتا فتجعلہ فی مکتل حیث ما فقدت الحوت فھو ثم و ربما قال فھو ثمہ"

تیسری حدیث میں ہے" فقال لی عمرو قال حیث یفارقک الحوت وقال لی یعلی قال خذ نونا میتا حیث ینفخ فیہ الروح"

چوتھی حدیث میں ہے" قال تاخذ حوتا فی مکتل فحیث ما فقدت الحوت فاتبعہ"

یعنی پہلی حدیث میں ہے کہ" موسیٰ سے کہا گیا کہ زنبیل میں ایک مچھلی اُٹھا لے جہاں وہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

علیٰ اٰن

وہ گم ہووہ اُسی جگہہ ہوگا"

اور دوسری حدیث میں ہے کہ "خدا نے کہا ایک مچھلی لے اور زنبیل میں رکھہ جہاں مچھلی گم ہوجائے وہ اُسی جگہہ ہوگا"

اور تیسری حدیث میں ہے کہ "عمرو بن دینار نے مجھ سے کہا کہ خدا نے کہا جہاں مچھلی تجھ سے جدا ہو اور یعلی نے مجھ سے کہا کہ خدا نے کہا ایک مردہ مچھلی لے جہاں اُس میں جان پڑ جاوے"

اور چوتھی حدیث میں ہے کہ "خدا نے کہا زنبیل میں ایک مچھلی رکھہ لے جہاں مچھلی گم ہوجاوے اُس کے پیچھے پیچھے چلا جائیو"۔

پہلی حدیث میں ہے "وحمل حوتا فی مکتل حتی کانا عند الصخرۃ وضعا رؤسھما فناما فانسل الحوت من المکتل فاتخذ سبیلہ فی البحر سربا"

دوسری حدیث میں ہے "فاخذ حوتا فی مکتل ثم انطلق ھو وفتاہ یوشع بن نون حتے اذا اتیا الصخرۃ وضعا رؤسھما فرقد موسی واضطرب الحوت فخرج فسقط فی البحر فاتخذ سبیلہ فی البحر سربا"

تیسری حدیث میں ہے "فاخذ حوتا فجعلہ فی مکتل فقال لفتاہ لا اکلفک الا ان تخبرنی بحیث یفارقک الحوت ۔ + + فبینما ھو فی ظل صخرۃ فی مکان ثریان اذ تضرب الحوت + + حتی دخل البحر"

چوتھی حدیث میں ہے "قال فخرج موسی ومعہ فتاہ یوشع بن نون ومعھما الحوت حتی انتھیا الی الصخرۃ فنزلا عندھا قال فوضع موسی راسہ فنام قال سفیان وفی حدیث غیر عمرو قال وفی اصل الصخرۃ عین یقال لہ الحیاۃ لا یصیب من مائھا شئ الا حیی فاصاب الحوت من ماء تلک العین قال فتحرک وانسل من المکتل فدخل البحر"

یعنی پہلی حدیث میں ہے کہ "موسیٰ نے زنبیل میں مچھلی رکھہ لی یہاں تک کہ دونوں ایک چٹان کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِس بات پر کہ تو

پاس پہونچے اور دونوں اُسپر سر رکھکر سو گئے۔ مچھلی زنبیل سے نکل پڑی اور اُس نے سمندر میں رستہ لیا"

اور دوسری حدیث میں ہے کہ "موسیٰ نے زنبیل میں مچھلی لی پھر وہ اور اُنکا جوان ساتھی یوشع بن نون دونوں چلے اور ایک چٹان کے پاس پہونچے دونوں نے اُسپر اپنا سر رکھا اور موسیٰ سو گئے اور مچھلی تڑپ کر نکل پڑی اور سمندر میں جا پڑی اور اُسنے سمندر میں اپنا رستہ لیا"

اور تیسری حدیث میں ہے کہ "موسیٰ نے مچھلی لی اور اُسکو زنبیل میں رکھا پھر اپنے جوان ساتھی سے کہا میں تمکو اسکے سوا اور تکلیف نہیں دیتا کہ جہاں مچھلی تم سے جدا ہو مجھے خبر کر دینا + + اسی اثنا میں کہ موسیٰ ایک چٹان کی پناہ میں تر زمین پر تھے کہ مچھلی تڑپی + + یہاں تک کہ وہ سمندر میں چلی گئی"

اور چوتھی حدیث میں ہے کہ "راوی نے کہا کہ موسیٰ چلے اور اُنکے ساتھ یوشع بن نون تھے اور دونوں کے ساتھ مچھلی تھی یہاں تک کہ ایک چٹان کے پاس پہونچے اور اُسکے قریب اُترپڑے راوی نے کہا ہے کہ موسیٰ نے اپنا سر اُسپر رکھا اور سو گئے۔ سفیان کہتے ہیں کہ عمرو بن دینار کی روایت کے سوا اور روایت میں ہے کہ چٹان کی جڑ میں ایک چشمہ تھا جسکو چشمہ آب حیات کہتے ہیں۔ اُسکا پانی جسکو لگتا تھا وہ زندہ ہو جاتا تھا اُس مچھلی کو بھی وہ پانی لگا اور اُس میں جنبش پیدا ہوئی اور زنبیل سے نکل کر سمندر میں چلی گئی"

پہلی حدیث میں ہے "فلما انتھیا الی الصخرۃ اذا رجل مسجی بثوب او قال تسجی بثوبہ"

دوسری حدیث میں ہے "حتے انتھیا الی الصخرۃ فاذا رجل مسجی بثوب"

تیسری حدیث میں ہے "فرجعا فوجدا خضرا قال لی عثمان بن ابی سلیمان علی طنفسۃ خضراء علی کبد البحر قال سعید ابن جبیر مسجی بثوبہ"

چوتھی حدیث میں ہے "قال فلما انتھیا الی الصخرۃ اذا ھما برجل مسجی بثوب"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تعلمن

یعنی پہلی حدیث میں ہے کہ "جب دونوں چٹان کے پاس پہونچے تو یکایک ایک شخص نظر پڑا جو ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھا"

اور دوسری حدیث میں ہے کہ "جب دونوں چٹان کے پاس پہونچے تو ناگاہ ایک شخص ملا جو کپڑا اوڑھے ہوئے تھا۔"

اور تیسری حدیث میں ہے کہ "جب دونوں اُلٹے پھرے تو انہوں نے خضر کو پایا عثمان بن ابی سلیمان نے مجھ سے کہا سمندر کے بیچ میں ایک سبز و صلیچہ پر۔ سعید بن جبیر نے کہا کپڑا اوڑھے ہوئے۔"

اور چوتھی حدیث میں ہے کہ "راوی نے کہا جب دونوں چٹان کے پاس پہونچے تو یکایک دونوں نے ایک شخص کو دیکھا کپڑا اوڑھے ہوئے۔"

پہلی اور تیسری اور چوتھی حدیث میں اُس شخص کا نام جو حضرت موسیٰ سے مجمع البحرین پر ملا خضر لکھا ہے۔ اور دوسری حدیث میں نام نہیں ہے بلکہ "رجل مسجے بثوب" لکھا ہے یعنی ایک شخص ملا جو چادر اوڑھے ہوئے تھا۔

یہ تفاوت الفاظ اور طرز بیان اور زیادتی و کمی مضامین کو بطور نمونہ کے ہم نے دکھایا ہے اور اسیطرح کہ اُن حدیثوں میں جو موسیٰ کے قصہ سے متعلق ہیں بہت جگہہ تفاوت الفاظ اور طرز بیان اور مضامین کا ہے۔ اس سے ہمکو یہ ثابت کرنا ہے کہ ان حدیثوں کے جو الفاظ ہیں وہ وہ نہیں ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں بلکہ یہ الفاظ اخیر راویوں کے ہیں جنہوں نے ان حدیثوں کو مثل دیگر احادیث طوال کے بالمعنی روایت کیا ہے اور اسلئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تصور نہیں ہو سکتے۔

دوسرے یہ امر قابل غور ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ "حدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج"

(بخاری کتاب الانبیاء)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سکھلاوے مجکو اُس میں سے

یعنی بنی اسرائیل جو روایتیں بیان کرتے ہیں اُسکے بیان کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ اس بنا پر صحابہؓ اور تابعین یہودیوں کی روایت کو بیان کرتے تھے۔

اخیر کے راویوں نے یہ خیال کر کے کہ پہلے راوی نے آنحضرت سے سنا ہو گا انکو آنحضرت کیطرف مستند کر دیا پس جسقدر یہودیوں کے قصے حدیثوں میں پائے جاتے ہیں اُنکی نسبت یقین نہیں ہو سکتا کہ درحقیقت وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مستند ہیں گو کہ وہ حدیثوں میں مستند کیے گئے ہوں اسلیے ضرور ہے کہ اُن قصوں کا جس قدر ذکر قرآن مجید میں آیا ہے انہیں پر ہم منحصر رہیں اور حدیثوں میں جو قصے ہیں اُنکو بنظر درایت دیکھیں اور جانچیں اور جہاں تک اُن میں کوئی نقص نہ پایا جاوے اور قرآن مجید سے اُسکی تائید ہوتی ہو اُنکو تسلیم کریں اور جن میں از روے درایت کے کچھ نقص پاویں اُنکو متروک کریں۔

قرآن مجید میں یہ قصہ دو سورتوں میں آیا ہے سورہ قصص میں صرف وہاں تک بیان ہوا ہے جہاں تک کہ حضرت موسیٰ ایک شخص کو قتل کر کے شہر سے بھاگے اُسکے بعد بھاگنے کی حالت میں جو واقعات پیش آئے اُنکا بیان سورہ کہف میں آیا ہے اور کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ ایک ہی قصہ اور حضرت موسیٰ ہی کا قصہ ہے جو آدھا ایک سورۃ میں اور آدھا دوسری سورت میں آیا ہے۔

جسوقت تک کہ حضرت موسیٰ اُس شہر سے بھاگے ہیں جس میں اُنہوں نے ایک قبطی کو مار ڈالا تھا اُسوقت تک وہ نبی یا پیغمبر یا رسول نہیں ہوئے تھے کیونکہ اُنکو رسالت اُسکے بہت بعد ہوئی ہے جبکہ وہ فرعون کی ہدایت اور بنی اسرائیل کو آزاد کرنے پر مامور ہوئے اور یہ ایک تاریخی واقعہ ہے مگر بخاری کی مذکورہ بالا حدیثوں میں اُنکو نبی اور رسول اللہ کر کے تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے کہ خدا نے اُنپر وحی بھیجی تھی کہ مجمع البحرین میں جو میرا بندہ ہے وہ تجھ سے زیادہ عالم ہے اور اُن تمام حدیثوں میں پایا جاتا ہے کہ اس واقعہ کی بابت خدا برابر اُن پر ہدایتیں بھیجتا رہتا تھا پس یہ امر جو خلاف تاریخ محققہ و مثبتہ ہے مطابق اصول حدیث کے تسلیم نہیں ہو سکتا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رحمۃ علمت

بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ اُس چٹان کے نیچے جس پر مچھلی رکھی تھی آبِ حیات کا چشمہ تھا اُسکا پانی جسکو لگتا تھا وہ زندہ ہو جاتا تھا اُس مری مچھلی کو بھی وہ پانی لگا اور وہ زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی۔ یہ بیان نہ قرآن مجید میں سے مطابقت رکھتا ہے نہ عقل سے اور اسلئے مطابق اصول حدیث تسلیم نہیں ہو سکتا اور نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ قرار پا سکتا ہے۔ اسیطرح خضر کا سمندر کے بیچ میں ایک سبز مصلیٰ بچھائے بیٹھا ہونا جو بخاری کی حدیث میں ہے قابل تسلیم نہیں ہے اور نہ یہ بات تسلیم ہو سکتی ہے کہ جس سوکھی گھانس پر وہ بیٹھتے تھے وہ ہری ہو جاتی تھی۔ انہی قصوں کی مناسبت سے اُس شخص کا نام خضر رکھدیا ہے۔

اصل یہ ہے کہ قدیم زمانہ کے مقدس لوگوں میں ایک عام رواج تھا کہ لوگوں کو نصیحت کرنے اور اُنکے دل میں خدا کا ڈر بٹھانے اور اُسکی قدرت کی شان جتانے کے لئے اس قسم کے قصے بنا لیتے تھے اور بزرگوں کے واقعی اور سچے حالات میں ایسی باتیں ملا دیتے تھے جن سے خدا کی قدرت عظیم ظاہر ہوتی تھی اور وہ لوگوں کے دلوں پر زیادہ موثر ہوتے تھے اسی قسم کے بہت سے قصے نہایت قدیم زمانہ کے لیٹن زبان میں موجود ہیں حکایات لقمان بھی اسی قسم کی کتاب ہے حضرت مولانا روم کی مثنوی بھی اسی قسم کے قصوں سے مملو ہے اسیطرح یہودیوں کے عالموں اور واعظوں نے حضرت موسیٰ کے شہر سے نکلنے اور مدین تک پہونچنے کے سفر میں جو واقعات پیش آئے اُس میں بھی عجوبہ باتیں ملا دیں اور اُس سفر میں ایک فرضی شخص خضر کا ملنا شامل کیا جسکو ایک نہایت ہی بزرگ شخص اور مقدس خدا رسیدہ صاحب کشف و کرامات قرار دیا۔ وہ قصہ یہودیوں میں مشہور تھا اُسی قصہ کو بطور قصہ یا سے یہود صحابہ و تابعین نے بیان کیا ہو گا اور اخیر راویوں نے اِس خیال سے کہ اُن لوگوں نے آنحضرت صلعم سے سُنا ہو گا اُن قصوں کو حدیثوں میں شامل کر دیا اور مفسرین نے اپنی تفسیروں میں داخل کیا، مگر قرآن مجید میں جہانتک اِس قصہ کا بیان ہے وہ سیدہا اور صاف ہے اور ان باتوں میں سے جو اُن روایتوں اور تفسیروں میں بیان ہوئی ہیں ایک حرف بھی قرآن میں شامل نہیں ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جو سکھایا گیا ہے تجکو

آج تک علما یہ بھی نہیں بتا سکے کہ خضر کون تھے اور کس کے بیٹے تھے دارقطنی کی روایت یہ ہے کہ وہ حضرت آدم کے بیٹے ہیں یہ روایت ابن عباس سے ہے اور اس روایت میں مقاتل اور ضحاک بھی راوی ہیں۔ اصابہ میں لکھا ہے کہ مقاتل کی روایت تو لینے کے قابل نہیں ہے اور ضحاک نے ابن عباس سے کوئی روایت نہیں سنی۔

ابو حاتم سجستانی انکو قابیل کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اُن کا نام خضرون ہے، اور بعضوں نے کہا عامر، اور بعضوں نے کہا انکا نام بلیا ہے اور وہ بیٹے ہیں ملکان کے جو نوح کی اولاد میں سے تھے، اور بعضوں نے کہا اُن کا نام معمر ہے اور وہ بیٹے ہیں مالک بن عبداللہ بن نصر بن ازد کے، اور بعضوں نے کہا کہ وہ عمائیل بن نور بن عیص بن اسحاق کے بیٹے ہیں، اور بعضوں نے کہا کہ وہ موسیٰ کے بھائی ہارون کے نواسے ہیں، اور بعضوں نے کہا کہ انکا نام ارمیا بن خلقیا ہے، اور بعضوں نے کہا کہ وہ فرعون کے نواسے ہیں، اور بعضوں نے کہا کہ وہ فرعون کے بیٹے ہیں، اور بعضوں نے کہا کہ وہ الیسع ہیں اور اُنہی کو خضر کہتے ہیں، اور بعضوں نے کہا کہ وہ فارسی النسل ہیں، اور بعضوں نے کہا کہ وہ اُن میں سے کسی شخص کی اولاد میں ہیں جو حضرت ابراہیم پر ایمان لائے تھے، اور بعضوں نے کہا کہ اُن کا باپ تو ایک فارسی شخص تھا اور اُن کی ماں رومی تھی، اور بعضوں نے کہا کہ انکا باپ رومی تھا اور ماں فارسی تھی، اور بعضوں نے کہا وہ فرشتے تھے جو آدمی کی صورت بنجاتے تھے یہ تمام اختلاف جو نسب سے علاقہ رکھتے ہیں علامہ ابن حجر نے اصابہ میں بیان کئے ہیں۔

اور اصابہ میں سہیلی کی کتاب التعریف والاعلام سے لکھا ہے کہ خضر کا نام عامیل بن سماطین بن اربا بن خلقا بن عیصو بن اسحاق ہے اور اُنکے باپ بادشاہ تھے اور ماں فارسی تھی جسکا نام الہا تھا اور وہ ایک جنگل میں پیدا ہوئے اور ایک شخص کی بکری تھی جو انکو آکر دودھ پلا جاتی تھی پھر اُس شخص نے انکو اُٹھالیا اور پرورش کی۔ ایسی حالت میں اور خصوصاً جبکہ بعضوں نے انکو فرشتہ قرار دیا ہو جو آدمی کی صورت بن جاتے ہیں کیونکر ایک واقعی شخص اور نہ صرف شخص بلکہ نبی و رسول

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رُشْدًا ﴿٦٥﴾ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٦﴾ وَ
كَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ﴿٦٧﴾ قَالَ سَتَجِدُنِي
إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ فَإِنِ
اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٦٩﴾
فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ أَخَرَقْتَهَا
لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ﴿٧٠﴾ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ
إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧١﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ
وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ﴿٧٢﴾ فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا
لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ
لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ﴿٧٣﴾ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ
مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٤﴾ قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا
تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا ﴿٧٥﴾ فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ
إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا

قرار دیا جا سکتا ہے اور کچھ شبہ نہیں رہتا کہ یہ پرانے قصوں میں کا ایک فرضی نام ہے اور اس کو حضرت موسیٰ کے اصلی واقعات کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کامیابی کو (۶۵) اُسنے کہا کہ بیشک تو نہیں کر سکے گا میرے ساتھ صبر (۶۶) اور کسطرح تو صبر کریگا اُس چیز پر جسکو تو نے نہیں گھیر لیا ہے سمجھ سے (۶۷) موسیٰ نے کہا کہ تو مجکو پاویگا اگر اللہ نے چاہا صبر کرنیوالا اور میں نافرمانی نہیں کرنیکا تیرے لئے کسی حکم کی (۶۸) اُسنے کہا پھر اگر تو میری پیروی کرتا ہے تو نہ پوچھنا مجھ سے کسی بات کو یہانتک کہ میں خود کہوں تجھ سے اُسکا کوئی ذکر (۶۹) پھر وہ دونوں چلے یہانتک کہ جب دونوں سوار ہوئے کشتی میں تو اُس شخص نے چھید کر دیا اُسمیں (یعنی کشتی میں) موسیٰ نے کہا کہ کیا تو نے اُس میں چھید کیا ہے اسلئے کہ ڈبو دے تو اُسکے لوگوں کو بیشک تو نے کیا ہے بہت بُرا کام (۷۰) اُسنے کہا کہ کیا میں نے نہ کہا تھا کہ تو نہیں کر سکیگا میرے ساتھ صبر (۷۱) موسیٰ نے کہا کہ نہ پکڑ تو مجکو اُس بات پر جو میں بھول گیا اور مت ڈال مجھپر میرے کام میں تنگی (۷۲) پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب وہ ملے ایک جوان[ف] سے تو اُس شخص نے اُسکو مار ڈالا موسیٰ نے کہا کیا مار ڈالا تو نے ایک پاک (یعنی بےگناہ) جان کو بغیر بدلے جان کے بیشک تو نے کیا ہے بہت ہی ناپسندیدہ کام (۷۳) اُسنے کہا کیا میں نے نہیں تجھکو کہا تھا کہ بیشک تو نہیں کر سکیگا میرے ساتھ صبر (۷۴) موسیٰ نے کہا کہ اگر میں تجھسے پوچھوں کسی چیز سے بعد اُسکے تو نہ مجھکو اپنے ساتھ رکھیو بیشک پہونچ گیا ہے تجھکو میری طرف سے عذر (۷۵) پھر دونوں چلے یہانتک کہ جب پہونچے ایک گاؤن والوں پاس تو دونوں نے کھانا مانگا گاؤن کے لوگوں سے پھر اُنہوں نے انکار کیا کہ ضیافت کریں انکی

(۶۵-۸۱) ان آیتوں میں جو واقعات مذکور ہیں اُنکی تفسیر خود آیتوں سے ظاہر ہے مگر ہم کو تین واقعات

ف ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب۔ وقتیکہ برخوردند بانوجوانے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ
لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ﴿۷۶﴾ قَالَ هَٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي
وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۷﴾
أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ
أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ﴿۷۸﴾
وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا
طُغْيَانًا وَكُفْرًا ﴿۷۹﴾

کی نسبت جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے بیان کرنا باقی ہے ایک کشتی کا چیرنا، ایک دیوار کا درست کرنا اور ایک غلام کا قتل کرنا۔ یہ شخص جو حضرت موسیٰ سے ملا کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اُس نواح کے حالات سے واقف تھا اور اسی سبب سے یعنی رستہ بتانے کی غرض سے حضرت موسیٰ نے اُس سے کہا تھا کہ کیا میں تمہاری پیروی کروں۔ اُسنے کہا تھا کہ جو کچھ میں کروں جبتک کہ میں ہی تم سے نہ کہوں مجھ سے نہ پوچھنا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا وہ شخص جانتا تھا کہ موسیٰ اس نواح کے حال سے واقف نہیں ہیں میں جو کچھ کرونگا وہ پوچھینگے کہ یہ کیوں کیا اور شاید اُسکا بتلانا مجھکو منظور نہ ہو۔

کشتی کے ناقص کر دینے کی جو وجہ اس شخص نے بتلائی وہ نہایت صاف ہے وہ جانتا تھا کہ وہاں کا بادشاہ ظالم ہے لوگوں کی کشتیاں چھین لیتا ہے یا بیگار میں پکڑ لیتا ہے اُس نے اُس کشتی کو اس لئے ناقص کر دیا کہ وہ چھینی یا پکڑی نہ جاوے۔

دیوار کو اُس نے اس لئے درست کر دیا کہ اُسکو پہلے سے معلوم ہوگا کہ اُسکے نیچے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پھر اُنھون نے پائی اُس گاؤن مین ایک دیوار جو چاہتی تہی کہ گر پڑے پہر اُسکو سیدہا بنادیا موسیٰ نے کہا کہ اگر تو چاہتا تو البتہ تو لیتا اسپر مزدوری (۷۶) اُسنے کہا کہ یہہ ہی جدائی مجھہ میں اور تجھہ میں اب میں تجھکو خبر کرتا ہون بیان کرنے سے اُس چیز کے کہ نہین کر سکا تو اُسپر صبر (۷۷) لیکن کشتی تو تہی غریب لوگون کی چلاتے تھے دریا میں پھر مینے چاہا کہ اُسکو عیب وار کردون اور تہا اُنکے آگے ایک بادشاہ پکڑ لیتا تہا ہر کشتی کو زبردستی (۷۸) لیکن وہ نوجوان تو تھے اُسکے ماں باپ مسلمان پھر مجھکو خوف ہوا کہ اذیت پہونچاویگا اونکو سرکشی اور کفر کرکے (۷۹)

یتیمون کے باپ کا رکھا ہوا مال ہے اور اُسکو اُن یتیمون کے مال کا محفوظ رہنا منظور ہوگا۔

تفسیر کبیر میں بعض کا قول لکھا ہے کہ اُس دیوار کے نیچے خزانہ نہ تہا بلکہ ایک تختی تہی جسپر چند عمدہ باتین لکھی ہوئی تہیں۔ یہ قول صحیح ہو یا غلط مگر جن عمدہ باتون کا اُسپر لکھا ہوا ہونا بیان کیا ہے وہ دلچسپ ہیں اسلئے ہم اُنکو لکھتے ہیں۔

اُس تختی پر لکھا ہوا تہا "تعجب ہے کہ جو شخص مقدر پر یقین رکھتا ہو اور پہر غمگین رہے"۔

"تعجب ہے کہ جو شخص رزق مقدر پر یقین رکھتا ہو اور پہر رنج میں پڑے"۔

"تعجب ہے کہ جو شخص موت پر یقین رکھتا ہو اور پہر خوش رہے"۔

"تعجب ہے کہ جو شخص حساب اعمال پر یقین رکھتا ہو اور پہر غفلت میں پڑا رہے"۔

"تعجب ہے کہ جو شخص دنیا کے انقلاب پر یقین رکھتا ہو اور پہر اُس پر مطمئن رہے"۔

اخیر کو اُس میں لکہا تہا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔

غلام کا مار ڈالنا البتہ زیادہ غور کے لائق ہے مگر تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ غلام کا اطلاق بچہ پر بہی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَأَرَدْنَا أَنْ يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا (۸۰)
وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ
كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا
أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ وَمَا
فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا (۸۱)
وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا (۸۲)
إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا فَأَتْبَعَ
سَبَبًا (۸۳)

نہیں ہوتا بلکہ جوان پر بھی ہوتا ہے اور اُس میں یہ قول بھی لکھا ہے کہ جسکو غلام کہا ہے وہ بالغ یعنی جوان تھا اور ڈاکہ ڈالا کرتا تھا اور بُرے بُرے کام کرتا تھا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ وہ شخص اُس کے افعال سے واقف تھا اور وہ واجب القتل تھا اتفاقاً اُسکو مل گیا اور اُسنے مار ڈالا اور موسیٰ سے کہا کہ اُس کے ماں باپ نیک ہیں خدا اُنکو نعم البدل دیگا۔ مفسرین نے تو یہاں تک سلسلہ پہونچا دیا ہے کہ پھر اُسکے ہاں بیٹی پیدا ہوئی اور ایک بیٹے سے بیاہی گئی اُس سے بیٹی ہی پیدا ہوئی پس ان تمام واقعات میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو عجیب ہو اور عام حالات انسانی کے مطابق واقع نہ ہوتی ہو۔

(۸۳) تا (۹۹) ان آیتوں میں یاجوج ماجوج کا اور اُس سد کا ذکر ہے جو اُنکے روکنے کے لئے بنائی گئی تھی۔ لیکن اگر ہم ہر ایک مطلب کو علیحدہ علیحدہ ہر ایک آیت کے ساتھ بیان کریں تو پورا قصہ اور وہ دلیلیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سد کہاں ہے بخوبی سمجھ میں نہیں آنکی اسلئے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پھر ہم نے چاہا کہ بدلا دیوے اُنکو اُنکا پروردگار بہتر اُس سے نیکی میں اور نزدیک زیادہ مہربانی میں ⑧⓪ اور لیکن دیوار تو تھی دو نوجوان یتیمون کی اُس شہر میں اور اُسکے نیچے تھا خزانہ اُنکے لئے تھا اُنکا باپ نیک پھر چاہا تیرے پروردگار نے کہ وہ پہونچیں اپنی نہایت قوت میں اور نکالیں اپنا خزانہ اپنے پروردگار کی رحمت سے اور نہیں کیا میں نے اُسکو مگر اپنی خواہش سے[۱] یہ ہے بیان اُس چیز کا کہ نہیں کر سکا تو اُسپر صبر ⑧① اور پوچھتے ہیں تجھکو ذی القرنین سے کہدے جلد پڑہونگا میں تمپر اُسمیں سے کچھ ذکر ⑧② بیشک ہمنے قوت دی تھی اُسکو زمین میں اور ہمنے دیا تھا اوس کو ہر ایک چیز کا سامان پھر پیروی کی اُس نے سامان کی ⑧③

اِن آیتون کی تفسیر ایک ساتھ بیان کرتے ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ

خدا نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ "تجھ سے پوچھتے ہیں ذو القرنین کا حال"، اب مسلمان مورخون اور مفسرون نے اِس بات پر غور کرنی شروع کی کہ ذو القرنین کون تہا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ آیا تھا "انا مكناله فى الارض" یعنی ہمنے اُسکو قدرت دی تھی زمین میں اسلئے اکثر مفسرین نے تسلیم کیا کہ وہ کوئی بہت بڑا بادشاہ تہا۔ اب یہ سوچ ہوئی کہ ایسا بڑا بادشاہ جسنے تمام دنیا کو مشرق سے مغرب تک لے لیا ہو کون تھا۔ غالبًا ایسا بادشاہ تو اُنکو کوئی نہیں ملا اسلئے اُنہوں نے تلاش کیا کہ سب سے بڑا بادشاہ کون ہوا ہے۔ تاریخ کی کتابون کو ٹٹولا اور یہ قرار دیا کہ سکندر اعظم بن فیلقوس یونانی سب بادشاہوں میں بڑا بادشاہ تھا۔ کیونکہ جب اُسکا باپ فیلقوس مرا تو

[۱] وما فعلته عن امری الا من قبل نفسی (تفسیر ابن عباس)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغۡرِبَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَغۡرُبُ فِىۡ عَيۡنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنۡدَهَا قَوۡمًا ﴿۸۴﴾ قُلۡنَا يٰذَا الۡقَرۡنَيۡنِ اِمَّاۤ اَنۡ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنۡ تَتَّخِذَ فِيۡهِمۡ حُسۡنًا ﴿۸۵﴾

مملکت روم میں جو طوائف الملوکی تھی اُن سب کو مغلوب کر کے ایک سلطنت بنالی پھر مغرب کے بادشاہوں کو مغلوب کیا اور بحر اخضر تک جا پہونچا پھر وہاں سے پھرا اور مصر میں پہونچا اور وہاں اپنے نام پر اسکندریہ بنایا پھر شام میں پہونچا اور بنی اسرائیل پر حملہ کیا اور بیت المقدس میں پہونچکر قربانی کی پھر آرمینیہ اور باب الابواب میں آیا اور اہل عراق اور قبطی اور اہل بربر تک پہونچا پھر دارا پر حملہ کیا اور اسکو شکست دی اور فارس کے ملک پر قبضہ کر لیا پھر ہندوستان اور چین پر چڑھائی کی اور دور دور کے ملکوں کو فتح کرتا ہوا خراسان میں آیا اور بہت سے شہر آباد کئے اور پھر عراق میں آیا اور شہر زور میں بیمار ہو کر مر گیا۔

اب امام رازی صاحب فرماتے ہیں کہ جب قرآن سے ثابت ہوا کہ ذوالقرنین ایک ایسا شخص تھا کہ جسنے تمام زمین پر یا قریبًا کل پر بادشاہت کی تھی اور علم تواریخ سے ثابت ہوا کہ ایسا بادشاہ سوائے سکندر کے اور کوئی نہیں ہوا تو اب بالیقین قرار پایا کہ ذوالقرنین سے مراد سکندر بن فیلقوس یونانی ہے۔ ھکذا فی تفسیر الکبیر

اس میں تو کچھ شک نہیں کہ جب قرآن مجید میں اُس بادشاہ کا نام نہیں بتایا بلکہ صرف اُسکے چند پتے بتائے ہیں تو ہر شخص کو اس پہیلی کے بوجھنے کا خیال پیدا ہوگا مگر ہمکو افسوس ہے کہ امام صاحب نے اسکو ٹھیک ٹھیک نہیں بوجھا نہ سکندر کے زمانہ کی تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ وہ تمام دنیا پر مشرق سے مغرب تک بادشاہ ہو گیا تھا اور نہ وہ وہاں تک جہاں آفتاب طلوع اور غروب ہوتا ہے پہونچا تھا اور نہ دنیا کا جغرافیہ اُن باتوں کی جنکا ذکر امام صاحب نے اپنی تفسیر میں کیا ہے تصدیق کرتا ہے اسلئے ہمکو جرأت ہوئی ہے کہ اپنے یقین سے یہ بات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یہانتک کہ جسوقت پہونچا آفتاب کے ڈوبنے کی جگہہ کے قریب تو پایا اُسکو کہ ڈوبتا ہے گدلے چشمہ میں اور پایا اُسکے پاس ایک قوم کو (۸۴) ہمنے کہا کہ اے ذوالقرنین یا یہ کہ تو عذاب دے اور یا یہ کہ تو اختیار کرے اُنمیں نیکی کو (۸۵)

کیونکہ امام صاحب نے جو ذوالقرنین سے اسکندر یونانی مراد لیا ہے محض غلط ہے۔ اب امام صاحب اس بات پر متوجہ ہوئے ہیں کہ سکندر کو ذوالقرنین کیون کہا ہے اور اُسکی کئی وجہین بیان کی ہیں ایک یہ کہ وہ قرنی الشمس تک یعنی مشرق و مغرب تک پہونچا تھا اور ایک جھوٹی حدیث کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بنائی ہے کہ سُمّی بِذِی القَرنَین لانہ طاف قرنی الدنیا یعنی شرقہا و غربہا غالبًا اس وجہ کے بیان کرتے وقت امام صاحب کا خیال ہے کہ زمین مربع ہے اور اُسکا ایک کنارہ مشرق ہے اور ایک کنارہ مغرب اور اُن کناروں سے آفتاب طلوع و غروب ہوتا ہے لیکن اگر درحقیقت زمین گول ہے تو انسان مشرق و مغرب تک کیونکر پہونچ سکتا ہے کیونکہ آفتاب کا طلوع و غروب باعتبار اُفق کے کہا جاتا ہے پس انسان جہانتک چلا جاوے اُفق بدلتا جاویگا اور مشرق و مغرب کی یکسان حالت رہیگی اور کبھی بھی مشرق و مغرب تک نہ پہونچ سکیگا اور اگر ہم بالفرض باعتبار کسی ملک کی اُفق کے یا بالتخصیص ملک روم کی اُفق کے جہان سکندر کا دارالسلطنت تھا زمین کے نصف کرہ فوقانی کے ایک نقطہ کو مشرق اور ایک کو مغرب قرار دین تو بھی سکندر وہانتک نہیں پہونچا تھا پس یہ دلیل جو وجہ تسمیہ کی بیان کی ہے سرتا پا غلط ہے۔

ایک دلیل یہ بیان کی ہے کہ سکندر دارا کا بیٹا ہے نہ فیلقوس کا۔ فیلقوس نے اپنی بیٹی کی شادی دارا سے کردی تھی مگر دارا نے اُسکو نکال دیا اور اُسکے باپ کے گھر بھیجدیا لیکن وہ حاملہ ہوچکی تھی اپنے باپ کے گھر بیٹا جنی فیلقوس نے اُسکو اپنا بیٹا بنا لیا اسکے ثبوت میں یہ دلیل بیان کی ہے کہ جب دارا زخمی ہوا اور سکندر اُسکا سر گود میں لیکر بیٹھا تو سکندر نے دارا سے کہا کہ اے اباجان تم کو کسنے زخمی کیا ہے پس سکندر اگر دارا کا بیٹا نہ ہوتا تو اُسکو اباجان کیون کہتا پس سکندر کا باپ تو دارا تھا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۶﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۷﴾

اور اُسکی ماں رومی تھی دو نسلیں مل گئیں اس لئے اسکو ذو القرنین کہا گیا۔

ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ اُسکے وقت میں انسانوں کے دو قرن گذرے تھے مگر نہیں بتایا کہ انسانوں کے دو قرن گذرنے سے کیا مراد ہے۔

ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ اُسکے سر کی دو طرفیں تانبے کی تھیں کان صفحتا راسہ من النحاس مگر اسکی کچھ تشریح نہیں کی کہ کان صفحتا راسہ من النحاس سے کیا مراد ہے۔

ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ اُسکے سر پر پیدایشی کوئی ایسی چیز تھی جو دو سینگوں کے مشابہ تھی غالباً اسی خیال سے لوگوں میں یہ بات مشہور ہوئی ہے کہ سکندر کے سر پر دو سینگ تھے۔

ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ اُسکے تاج میں دو سینگ بنے ہوئے تھے۔

ایک یہ بھی ہے کہ اُسکی دو زلفیں تھیں اُن ہی کو دو سینگ کہا ہے۔

سب سے بڑی دلچسپ یہ وجہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نور و ظلمت دونوں کو اُسکا مسخر کیا تھا اسلئے اسکو ذو القرنین کہتے تھے۔

ایک یہ وجہ لکھی ہے کہ بسبب شجاعت کے اُسکو ذو القرنین کہتے تھے جیسے کہ شجاع آدمی کو مینڈھے سے تشبیہ دیتے ہیں جسکے دو سینگ ہوتے ہیں۔

ایک اور دلچسپ وجہ لکھی ہے کہ سکندر نے خواب میں دیکھا کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا ہے اور آفتاب کے دونوں کنارے یا دونوں سینگ (بہتر یہ کہنا ہے کہ دونوں کان) پکڑ کر لٹک گیا تھا اسلئے ذو القرنین کہتے ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ذوالقرنین نے کہا کہ لیکن جسنے ظلم کیا ہے پہر جلد عذاب دونگا میں اسکو پہر پہیرا جاویگا طرف اپنے پروردگار کے پہر عذاب کرے اسکو عذاب سخت (۸۶) لیکن جو ایمان لایا اور کام کئے نیک تو اُسکے لئے ہے بدلا اچہا اور کہونگا میں اُسکے لئے اپنے کامون میں سے آسانی (۸۷)

ایک یہ وجہ لکہی ہے کہ اُسنے نور میں اور ظلمات میں دونوں میں سفر کیا تھا پس ذُوالقَرنَین ہو گیا۔

ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب اٰثَارُ البَاقِیَۃِ عَنْ قُرُونِ الخَالِیَۃِ میں حمیری خاندان کے بادشاہون میں سے ابوکرب شمس بن عمیر بن افریقس کو ذوالقرنین قرار دیا ہے اور کہتا ہے کہ اُسکا ملک مشرق و مغرب تک پہونچ گیا تہا اور اُس پر بڑا قرینہ یہ قایم کیا ہے کہ ذو کا لفظ حمیری خاندان کے بادشاہون کے نام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے جیسے ذی نواس وغیرہ۔

مگر یہ دلیل بہی ٹہیک نہیں ہے اسلئے کہ اول یہ ثابت ہونا چاہیئے کہ ذوالقرنین اُسی ملک کی زبان کا لفظ ہے جس ملک کا وہ بادشاہ تھا حالانکہ یہ امر تحقیق طلب ہے علاوہ اسکے جس قدر اعتراضات سکندر کی سلطنت اور قرآن مجید کی آیات کو اُسکی مملکت کی حالت کے مطابق ہونے پر ہیں وہی سب اعتراضات ابوکرب کی سلطنت و مملکت پر بہی وارد ہوتے ہیں۔

بعض مورخون کا قول ہے کہ ذوالقرنین ایک نیک بندہ تہا خدا کی عبادت میں اُسی کے داہنے قرن میں مارا گیا وہ مر گیا خدا نے اُسکو پہر زندہ کیا پہر بائین قرن پر مارا گیا پہر مر گیا پہر خدا نے اُسکو زندہ کیا اور ذوالقرنین اُسکا نام ہوا اور بادشاہ ہو گیا ہے۔ کیا یہ کچہ کم افسوس کی بات ہے جب کہ ایسی بے سروپا باتیں قرآن مجید کی تفسیرون میں لکہی ہوئی دیکہتے ہیں۔

بعض مورخون نے لکہا ہے کہ ذوالقرنین فرشتون میں سے ایک فرشتہ تہا۔ یہ تمام اقوال جو ہمنے بیان کئے ہیں تفسیر کبیر میں منقول ہیں۔

اب ہمارے مفسروں نے اس بات کی تحقیق شروع کی کہ ذوالقرنین نبی یعنی پیغمبر تہا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۸﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۸۹﴾ كَذٰلِكَ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۰﴾

یا نہیں بعضوں نے کہا ہے کہ نبی تھا بعضوں نے کہا کہ نبی نہیں تھا۔ جو لوگ اُسکے نبی ہونے کے قائل ہوئے اُنہوں نے یہ دلیل پکڑی کہ خدا نے فرمایا ہے کہ انا مکنا لہ فی الارض یعنی ہمنے اُسکو قدرت دی زمین میں تو قدرت کے لفظ سے قدرت فی الدین قرار دینا اولیٰ ہے اور پوری قدرت دین میں نبوت ہے اسلئے ذوالقرنین نبی تھا۔

دوسری جگہہ خدا نے فرمایا ہے واٰتیناہ من کل شئ سببا یعنی ہمنے دیا اُسکو ہر ایک چیز کا سامان اور ہر چیز کے لفظ میں نبوت بھی داخل ہے اور اس لئے ذوالقرنین کو نبوت بھی دی گئی تھی۔

تیسری جگہہ خدا نے کہا قلنا یا ذا القرنین یعنی ہمنے کہا اے ذوالقرنین اور خدا جس سے بات کرتا ہے وہی نبی ہوتا ہے پس ذوالقرنین بھی نبی تھا۔

بعضوں نے کہا کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھا مرد صالح تھا اور مکنا لہ فی الارض سے اُسکی قوت سلطنت اور من کل شئ سببا سے ذریعہ حصول تسلط ملک یہ مراد لینی چاہیئے مگر امام رازی صاحب ان الفاظ سے ذوالقرنین کے نبی ہونے کو تقویت دیتے ہیں۔

مفسرین کو جو اسقدر غلطیاں یا مشکلیں ان آیتوں کی تفسیر میں پڑین اسکا بڑا سبب یہ ہے کہ انہوں نے واقعات کی تحقیق میں اُلٹی راہ اختیار کی ہے یعنی اول اس بات کی تحقیق شروع کی ہے کہ ذوالقرنین کون تھا حالانکہ اول اس بات کو دریافت کرنا تھا کہ وہ سد جسکا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور ایسی مستحکم و مضبوط بتائی گئی ہے کہ مفسرین اور مورخین کے زمانہ تک اُسکا معدوم ہو جانا غیر ممکن ہے۔ فی الحقیقت کس جگہہ واقعہ ہے صرف قیاسا یہ کہدینا کہ شمال میں ہی ہوگی کافی نہین

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پھر پیروی کی اُسنے سامان کی (۸۹) یہاں تک کہ جب پہونچا آفتاب کے نکلنے کی
جگہ کے قریب تو پایا اُسکو کہ نکلتا ہے ایک قوم پر کہ نہیں کیا ہمنے اُنکے لئے اُس سے
ورے کوئی اوٹ (۸۹) یہ حال تھا اور بیشک ہمنے احاطہ کر لیا ہے اُس چیز کو جو اُسکے پاس تھی خبرداری کر کے (۹۰)

صاف طور پر اور بالتحقیق بتانا چاہیے کہ وہ سد فلاں مقام پر موجود ہے۔

اِسکے بعد تحقیق کرنا چاہیے کہ اُسکو کس بادشاہ نے بنایا تھا جس بادشاہ نے بنایا ہو اُسی پر قرآن مجید میں ذوالقرنین کا اطلاق ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ اُس بادشاہ کو ذوالقرنین کہنے کی وجہ نہ معلوم ہو یا مشتبہ رہے مگر اُسکے نہ معلوم ہونے یا مشتبہ رہنے سے کوئی ہرج اصل واقعہ کے ثابت ہونے میں نہیں ہوتا کیونکہ واقعہ جسکا ثبوت درکار ہے وہ صرف اِسقدر ہے کہ وہ سد بنی اور فلاں مقام پر موجود ہے اور فلاں بادشاہ نے اُسکو بنایا۔

اُسکے بعد اُس بادشاہ کی مملکت اور اُسکی سلطنت پر غور کرنا ہے کہ وہ حالات اُن باتوں کے مطابق ہیں جو قرآن مجید میں اُس بادشاہ کی سلطنت یا مملکت کی نسبت بیان ہوئے ہیں یا نہیں کیونکہ اگر وہ مطابق ہوں تو کافی یقین ہوگا کہ اُسی بادشاہ کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور اسی پر ذوالقرنین کا اطلاق ہوا ہے۔

اِسی کے ساتھ یاجوج اور ماجوج کا تاریخانہ طور سے حال بیان کرنا چاہیئے نہ قصہ اور کہانی کے طریقہ پر اور قرآن مجید کے الفاظ کے سید ہے اور صاف معنی لینے چاہیئیں نہ پیچیدہ اور دور از کار چنانچہ اب ہم اِس واقعہ کے بیان کرنے میں اسی طریقہ کی پیروی کرینگے۔

یاجوج وماجوج

ہمارے بعض علما نے یاجوج وماجوج کو عربی زبان کا لفظ بنانا چاہا ہے۔
کسائی کا قول ہے کہ یاجوج۔ تاجج النار سے نکلا ہے جسکے معنی شعلہ کے بھڑکنے کے ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۱﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ
دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۲﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ
اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ

اور ماجوج موج البحر سے نکلا ہے جو کہ وہ قوم چلنے اور دوڑ بھاگنے میں بہت تیز اور سریع الحرکت تھی اسلیے اس نام سے موسوم ہوئی۔ بعضوں نے کہا ماجح الملح سے نکلے ہیں جسکے معنی نمک کی نمکینی کی شدید تیزی کے ہیں۔

قتیبی کا قول ہے کہ اجّ الظلیم سے نکلا ہے جسکے معنی دوڑ کر چلنے کے ہیں۔

خلیل کا قول ہے کہ اج مسور کی مانند دانہ ہوتا ہے اور مجر الریق بھی عرب میں بولا جاتا ہے پس یاجوج و ماجوج اُن لفظوں سے مشتق ہوئے ہیں۔

مگر یہ سب قول غلط ہیں صحیح قول یہ ہے جسکو تفسیر کبیر میں بھی نقل کیا ہے کہ اِنَّهُمَا اِسْمَانِ اَعْجَمِيَّانِ مَوْضُوْعَانِ بِدَلِيْلِ مَنْعِ الصَّرْفِ۔

اسمین کچھ شک نہیں کہ یہ دونوں لفظ عجمی زبان کے ہیں توریت کتاب پیدائش باب دہم آیت دوم میں یافث کے ایک بیٹے کا نام آیا ہے ماغوغ عبری زبان میں غین کا تلفظ گاف کی آواز سے ہوتا ہے پس ماغوغ بولا جاتا ہے ماگوگ عربی میں گاف کو جیم سے بدل لیتے ہیں اسلیے ماگوگ کا ماجوج ہو گیا بَیْبِلْ کا عربی ترجمہ جو پوپ کے حکم سے ہوا اور سنہ ۱۶۷۱ء میں چھپا اُسمیں بھی ماغوغ کو ماجوج عربی میں لکھا ہے۔

یورپ کی زبانوں میں واو کا تلفظ ایسی آواز سے ہوتا ہے جو آواز مابین آواز حرف الف اور حرف واو یا واو منقلب بالف ہو اس وجہ سے جب توریت کا ترجمہ یونانی زبان میں ہوا تو ماغوغ کا تلفظ ماگوگ یا میگاگ لکھا گیا اور میگاگ کی نسل یعنی اُس قوم کا جو میگاگ سے نکلی گوگ یا گاگ نام ہوا اور پھر اُس ملک پر بھی جہاں وہ آباد تھی گاگ کا استعمال ہونے لگا۔ بگا استعمال میں یہ دونوں لفظ

پھر پیروی کی اُسنے سامان کی (۹۱) یہانتک کہ جب پہونچا درمیان دو پہاڑوں کے پایا ورے اُن دونوں سے ایک قوم کو کہ قریب (یعنی آسان) نہ تھا کہ سمجھیں بات کو (۹۲) اُنھوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج فساد کرنیوالے ہیں زمین میں پھر کیا مقرر کریں ہم تیرے لئے کچھ

ساتھ ساتھ بولے جاتے تھے جیسے گاگ میگاگ اور ایک کا دوسرے پر بھی اطلاق ہوتا تھا عربی زبان میں بجاے گاگ میگاگ کے یاجوج ماجوج کا استعمال ہوا پس یہ دونوں لفظ عجمیہ ہیں اور بطور علم کے مستعمل ہوتے ہیں اور اسی لئے عربی زبان میں غیر منصرف مستعمل ہوتے ہیں۔ کتاب خرقیل نبی باب ۳۸ درس ۲ میں گوگ کا لفظ قوم پر اور ماگوگ کا لفظ ملک پر بولا گیا ہے۔

بعض مسلمان مورخوں نے لکھا ہے کہ یاجوج وماجوج نہایت قلیل الجثہ اور صغیر القامۃ ہیں یعنی صرف بالشت بھر کا انکا قد ہے یعنی بالشتئے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ نہایت قوی الجثہ اور طویل القامت ہیں اُنکے ناخن اور دانت ڈاڑہ درندہ جانوروں کے مانند ہیں وہ آدمیوں کو مار کر انکا کچا گوشت کھا جاتے تھے اور کھیتی پکنے کے موسم میں نکلکر تمام کھیتوں کو چٹ کر جاتے تھے یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اُنکے کان اتنے بڑے ہیں کہ ایک کو بچھا کر اور ایک کو اوڑھکر سو رہتے ہیں۔

مگر یہہ سب کہانیاں جھوٹ اور محض بے اصل ہیں وہ لوگ تاتاری ترک ہیں ہمارے علما نے بھی لکھا ہے اور تفسیر کبیر میں اُس قول کو نقل کیا ہے کہ قیل انهما من الترك یہ قوم اب تک موجود ہے اور تمام ملک تاتار اور چینی تاتار میں آباد ہے۔

مگر جب مینے یہ بیان کیا ہے کہ یاجوج وماجوج۔ گاگ میگاگ سے معرب ہو گیا ہے اور انمیں سے ایک کو قوم کا اور ایک کو ملک کا نام بتایا ہے تو یاجوج وماجوج کو دو شخص سمجھنا جیسے کہ ہمارے مورخوں اور مفسروں نے سمجھا ہے صحیح نہیں ہوگا بلکہ اُنسے وہی مطلب سمجھا جاویگا جو

۹۱ (بین السدین) بین الجبلین (تفسیر ابن عباس)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٣﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٤﴾

گوگ اور ماگوگ سے سمجھا جاتا ہے۔ جو ملک کہ اب بھی تبت کے شمال میں واقع ہے اور جو قدیم زمانہ میں سیتھیا اور تاتار کہلاتا تھا اور حال کے نقشوں میں چینی ترکستان کے نام سے لکھا جاتا ہے اس قوم کے رہنے کی جگہہ تھی اور تاتاری اُن ہی کی نسل سے ہیں بہت سے لوگوں نے تاتاریوں کو دیکھا ہوگا وہ مثل عام انسانوں کے ہیں اُنکیں کوئی بھی عجیب بات نہیں ہے البتہ کھوسی ہوتے ہیں۔

سدیا گریٹ وال

کچھ شبہ نہیں ہے کہ جس سد کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ وہی دیوار ہے جو چین اور تاتار یا سیتھیا کی سرحد پر بنائی گئی ہے اور جسکو چی وانگ ٹی فغفور چین نے درمیان ۲۴۰ و ۲۳۵ سنہ قبل مسیح میں بنایا تھا۔

یہ دیوار ھانگ ھو دریا کی غربی موڑ سے جو ایک پہاڑ کے قریب ۲۷ درجہ ۱۵ دقیقہ عرض بلد اور ۱۰۰ درجہ طول بلد پر واقع ہے بنانی شروع ہوئی اور پھر اُس دریا کے دوسرے موڑ کو قریباً ۳۹ درجہ عرض بلد اور ۱۱۱ درجہ طول بلد پر کاٹ کر اور خنجان پہاڑوں کے جنوبی سلسلہ کے نیچے ہو کر خلیج لیوٹونگ کے کنارہ پر ٹھیک چالیس درجہ عرض بلد اور ایک سو بیس درجہ طول بلد پر ختم ہوئی ہے طول اس دیوار کا بارہ سو سے پندرہ سو میل کا بیان ہوا ہے۔

حال سلطنت چی وانگ ٹی

چین کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فغفور ای چن کے مرنے کے بعد تیرہ برس کی عمر میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خراج اِس بات پر کہ بنا دے تو ہم میں اور اُن میں ایک سد یعنی آڑ ۹۴ ذوالقرنین نے کہا کہ جتنی قوت مجھکو دی ہے اُس میں میرے پروردگار نے بہتر ہے پر میری مدد کرو ساتھ قوت کے بنا دوں بیچ تم میں اور اُنمیں ایک مضبوط دیوار ۹۵

چی وانگ ٹی ۲۴۶ قبل مسیح میں تخت پر بیٹھا اور لی زہی نامی ایک عاقل شخص کو اپنا وزیر مقرر کیا اسکی سلطنت دو زمانوں پر منقسم ہوتی ہے پہلا زمانہ وہ ہے جبکہ اس بادشاہ نے اپنی تمام ہمت روپیہ جمع کرنے اور ہر قسم کا سامان اکٹھا کرنے میں صرف کی اور دوسرا زمانہ وہ ہے جبکہ اُسنے ہر قسم کا سامان جمع کرنے کے بعد ملک گیری اور فتوحات نمایاں حاصل کیں۔ اُسکی اِس حالت کا صاف اشارہ قرآن مجید سے پایا جاتا ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے انا مکنالہ فی الارض و اٰتینٰہ من کل شئ سببا فاتبع سببا۔

یعنی ہمنے دی اُسکو قدرت زمین میں اور ہمنے دیا اُسکو ہر چیز کا سامان پھر وہ درپے ہوا سامان کے یعنی سامان جمع کرنے کے۔ یہ فقرہ قرآن مجید کا اور خصوصًا الفاظ فاتبع سببا بالکل اُس بادشاہ کے پہلے قرن یا زمانہ کی ہسٹری بتاتے ہیں۔

مکنا کے لفظ سے اور من کل شئ کے لفظ سے قدرت فی الدین سمجھنا اور پھر قدرت فی الدین کو نبوت قرار دینا اور اوس بادشاہ کی نسبت یہ بحث کرنا کہ وہ نبی تھا اور پھر اُسکے نبی ہونیکو ترجیح دینا ایسے دور از کار خیالات ہیں جنکا ذرا بھی اشارہ قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا اور جو شاعرانہ خیالات سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

انا مکنالہ فی الارض میں جو لفظ فی الارض کا آیا ہے اُس سے تمام دنیا یا از شرق تا غرب افق مراد لینا جبکہ وہ لفظ ایک بادشاہ کی بادشاہت کے حال میں آیا ہے اُس شاعرانہ خیال سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ قرآن مجید میں متعدد جگہہ لفظ الارض کا خاص ملک پر بلکہ خاص زمین پر اطلاق ہوا ہے جن لوگوں نے مکہ سے ہجرت نہیں کی تھی اور وہیں کافر مرے اُنسے فرشتے پوچھیں گے فیم کنتم یعنی تم کس حال میں تھے وہ کہیں گے مستضعفین فی الارض یعنی ہم لاچار تھے زمین میں یعنی مکہ میں لاچار و مغلوب تھے فرشتے کہیں گے الم تکن ارض اللہ واسعۃ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ
انفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا (۹۵)

فتھاجروا فیھا یعنی کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی تاکہ تم اُس میں ہجرت کر جاتے۔

یہ تو ایک مثال ہے بیسیوں جگہ قرآن مجید میں الارض کا لفظ خاص ملک پر اطلاق ہوا ہے پس مکنالہ فی الارض سے صاف مراد یہ ہے کہ ہم نے اُسکو ایک ملک پر بادشاہت دی تھی۔ سلطنت چین کی ایک بہت وسیع سلطنت تھی تبت اور تمام ملک جو اُسکے قریب واقع تھے جیسے برہما آنام تسیام ملایا سب اُس میں شامل اور فغفور چین کے باجگذار تھے۔ چین کی تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جوسی انگ فغفور کے وقت میں اکثر صوبے اور باجگذار ملک باغی ہو گئے تھے ای چن جب اُسکا بیٹا تخت نشین ہوا تو اُسنے بعض کو شکست دی مگر کل ملک پر تسلط نہ کر سکا۔

چی وانگ ٹی جو کہ بانی سد کا ہے جب بادشاہ ہوا اور اُسکا پہلا قرن یا پہلا زمانہ سازو سامان اور اسباب قوت اور سطوت سلطنت کے جمع کرنیکا ختم ہو گیا اور اُسکی سلطنت کا دوسرا قرن یا دوسرا زمانہ شروع ہوا تو اُسنے ملک میں فتوحات شروع کیں۔

خدا نے فرمایا حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ ووجد عندھا قوما یعنی جب وہ وہانتک پہونچا جہان آفتاب ڈوبتا ہے تو اُسکو پایا کہ وہ ایک گدلے پانی کے چشمہ میں ڈوبتا ہے اور وہان اُسنے ایک قوم کو پایا۔

مغرب الشمس کے یہ معنی لینے کہ جس جگہہ آفتاب ڈوبتا ہے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتے کیونکہ آفتاب کہیں نہیں ڈوبتا مگر آدمی ایسی جگہہ پہونچ جاتا ہے جہان اسکو آفتاب غروب ہوتا معلوم ہوتا ہے۔

امام رازی صاحب نے بھی اس امر پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ دلیل سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ زمین گول ہے اور آسمان اُس پر محیط ہے اور کچھ شک نہیں کہ آفتاب آسمان میں ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لاؤ میرے پاس ٹکڑے لوہے کے۔ یہانتک کہ جب برابر کردیا درمیان دونوں پہاڑوں کے تو ذوالقرنین نے کہا دھکاؤ (یعنی لوہے کے ٹکڑوں کو) یہانتک کہ جب اُسکو کردیا آگ (یعنی سرخ آگ کی مانند) تو ذوالقرنین نے کہا میرے پاس لاؤ میں ڈالدوں اُسپر پگھلی ہوئی دھات (۹۵)

اور یہ بھی خدا نے کہا ہے کہ اُسکے پاس اُسنے قوم کو پایا اور یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی قوم آفتاب کے پاس موجود نہیں ہے اور یہ بات بھی ہے کہ آفتاب کئی مرتبہ زمین سے بڑا ہے پھر کس طرح اُسکا زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں ڈوبنا عقل میں آسکتا ہے اور جب یہ بات ثابت ہو تو ہم خدا کے اس قول کی کہ **تغرب فی عین حمئۃ** کئی وجہ سے تاویل کرینگے۔

اول یہ کہ جب ذوالقرنین مغرب میں ایک جگہہ پہونچا اور اُسکے بعد کوئی معمورہ باقی نہ رہا تو اُسنے آفتاب کو پایا کہ گویا وہ پانی کے چشمہ میں ڈوبتا ہے گو کہ درحقیقت ایسا نہ ہو جسطرح کہ سمندر میں سفر کرنیوالا جبکہ اُسکو کنارہ نہ دکھائی دیتا ہو آفتاب کو دیکھتا ہے کہ سمندر میں ڈوبتا ہے حالانکہ وہ سمندر سے بہت دور ڈوبتا ہے یہ وہ تاویل ہے جسکو **ابو علی الجبائی**ؒ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

دوسرے یہ کہ زمین کی جانب غرب آبادی ہے جو سمندر سے گھری ہوئی ہے تو دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ آفتاب اُس سمندر میں ڈوبتا ہے۔

تیسرے یہ کہ اہل اخبار یعنی روایتوں کو تسلیم کرنیوالے کہتے ہیں کہ آفتاب گرم پانی کے چشمہ میں جس میں نہایت گرم اور بہت زیادہ پانی ہے ڈوبتا ہے یہ قول نہایت بعید ہے اسلئے کہ جب ہم کسوف قمری کو رصد کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب کے رہنے والے کہتے ہیں کہ کسوف شام کے وقت ہوا ہے اور مشرق کے رہنے والے کہتے ہیں کہ صبح کے وقت ہوا ہے پس ہمنے جانا کہ مغرب کے رہنے والوں کی جو شام ہے مشرق کے رہنے والوں کے لئے وہ دوسروں کی صبح ہے بلکہ جو شام کا وقت ہمارے لئے ہے وہ کسی دوسرے شہر میں عصر کا وقت ہے اور ظہر کا وقت ہے دوسرے شہر میں اور چاشت کا وقت ہے کسی تیسرے شہر میں اور صبح کا وقت ہے کسی چوتھے شہر میں اور آدھی رات ہے کسی پانچویں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ

شہر ہیں اور جبکہ ہم بتجربہ اور استقرا کے یہ حال معلوم ہے اور اُسپر اعتبار ہے اور ہمنے جان لیا کہ آفتاب ان تمام وقتوں میں نکلا ہوا رہتا ہے تو یہ کہنا کہ وہ دلدل میں ڈوب جاتا ہے ایسا کلام ہے جو خلاف یقین کے ہے اور خدا کا کلام اس تہمت سے پاک ہے بس اب کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم وہ تاویل کریں جو ہمنے بیان کی۔

اب امام صاحب کی اس تقریر پر غور کرو تو نتیجہ اُسکا وہی ہے جو مختصر لفظوں میں ہم نے بیان کیا ہے کہ مغرب الشمس سے ایسی جگہہ مراد ہے جہان سے آدمی کو آفتاب ڈوبتا ہوا معلوم ہو جیسے سمندر میں سفر کرنیوالے کو یا سمندر کے مشرقی کنارہ پر کھڑے رہنے والے کو سمندر میں آفتاب ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

اب ملک کے جغرافیہ پر نظر کرو جب یہ بادشاہ فتوحات کرتا ہوا بڑا دریا کے کنارہ پر پہونچا تو اُسکے جانب غرب خلیج آف بنگالہ تھا تو اُسنے یہاں ملایا قوم کو پایا اور آفتاب کو فی عین حمئۃ یعنی خلیج بنگالہ میں ڈوبتا ہوا دیکھا سمندر کا پانی خود میلا اور کیچڑ سا دکھائی دیتا ہے اور سورج کے غروب ہوتے وقت اُسکی شعاعوں سے اُسپر سُرخی جھلکتی ہے اور اسی واسطے اُسکو عین حمئۃ سے تشبیہ دی ہے۔

پھر خدا نے کہا کہ" قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیهم حسنا قال اما من ظلم فسوف نعذبه ثم یرد الی ربه فیعذبه عذابا نکرا و اما من امن وعمل صالحا فله جزاء الحسنیٰ وسنقول له من امرنا یسرا"

یعنی ہمنے کہا اے ذوالقرنین اُس قوم کو جو یہاں ملی ہے غالباً ملایا کے لوگوں کو یا تو عذاب دے (یعنی سزا دے) یا اُنپر احسان رکھہ (یعنی معاف کر) اُسنے کہا جس کسی نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پھر نہ کرسکے یاجوج و ماجوج کہ اُسپر چڑہ آوین اور نکرسکے کہ اُسمین سوراخ کرین (۹۶) ذوالقرنین نے کہا کہ یہہ رحمت ہی میری پروردگار کیطرف سے (۹۷) پھر جسوقت آویگا وعدہ میرے پروردگار کا کردے گا اُس کو زمین کے برابر

زیادتی کی ہے اُسکو ہم عذاب یعنی سزا دینگے پھر پلٹا دیا جاویگا اپنے پروردگار کے پاس (یعنی مارڈالا جاویگا) پھر وہ اُسکو عذاب دیگا عذاب سخت اور جو کوئی ایمان لایا (یعنی فرمانبرداری کی) اور اچھا کام کیا تو اُسکے لئے اچھا بدلہ ہے اور میں کہونگا (یعنی حکم دونگا) اسکے لئے اپنے معاملات میں سہولیت کا۔

یہ بیان اس بادشاہ کے سلوک کا ہے جو اُس نے اپنی مفتوحہ قوم کے ساتھ کیا قلنا یاذاالقرنین سے یہ سمجھنا کہ خدا نے اُس بادشاہ سے کلام کیا تھا صحیح نہیں ہے قرآن مجید میں ایسے مقاموں پر قلنا کا لفظ بمعنی شدُنا کے آتا ہے جیسے کہ خدا نے اُن یہودیوں کی نسبت جنہوں نے سبت کے دن زیادتی کی تھی فرمایا ہے قلنا لھم کونوا قردۃ خٰسئین اسی طرح اُسکے جواب میں قال کا لفظ آیا ہے پس اس طرح کا استعمال نہ نبوت کی نشانی ہے اور نہ خدا کے ساتھ سوال و جواب ہونیکی دلیل ہے بلکہ جو سلوک کہ اُس فتحمند بادشاہ نے اُس مفتوح قوم کے ساتھ کیا اُسکا بیان ہے۔

مذکورۂ بالا بیان سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اس بادشاہ پر دو زمانے ایسے گزرے جنکا اشارہ قرآن مجید میں بھی موجود ہے اور یہ نہایت قوی قرینہ ہے کہ ان ہی مختلف دو زمانوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اُسکی نسبت ذوالقرنین کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اس فتح کے بعد اُس نے مشرق کیطرف حملہ شروع کیا اور اُس ملک کے مشرقی کنارہ پر پہونچا چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ثم اتبع سببا حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علی قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا کذٰلک وقد احطنا بما لدیہ خبرا۔

یعنی پھر اُسنے سفر کا سامان کیا یہانتک کہ جب وہ پہونچا جہان آفتاب نکلتا ہے تو اُسنے ایسی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ﴿۹۸﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ
فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَعَرَضْنَا
جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا ﴿۱۰۰﴾

قوم پر اُسکو نکلتا ہوا پایا کہ ہمنے اُنکے لئے آفتاب کے ورے کوئی آوٹ نہیں رکھی یہ حال اُس جگہہ کا تھا اور بیشک ہمنے جان لیا تھا جو کچھ اُسکے پاس وہاں کی خبر پہونچی تھی۔

وقد احطنا بما لدیه خبرا کی نسبت ابن عباس کی تفسیر میں لکھا ہے قد علمنا بما کان عندہٗ من الخبر والبیان اسی کے مطابق ہمنے بھی ترجمہ کیا ہے جو معنی ہمنے ابھی مغرب الشمس کے بیان کئے ہیں وہی معنی مطلع الشمس کے ہیں یعنی وہ ایسی جگہہ پہونچا جہاں اُسکو آفتاب نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

یہ حال مملکت چین کے شرقی کنارہ کا ہے جو بہت بڑے سمندر سے گھرا ہوا ہے جب آفتاب نکلتا ہے اُس کنارہ کے رہنے والوں میں اور آفتاب کو نکلتا ہوا دکھائی دینے میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی سمندر کے پانی کی صاف سطح ہوتی ہے اور آفتاب کا نکلنا بغیر کسی حجاب کے اُن ہی لوگوں پر ہوتا ہے۔

اس طرف کے ملک کے لوگوں کو زیر کرنیکے بعد اُس بادشاہ نے پھر سامان درست کیا چنانچہ خدا فرماتا ہے ثم اتبع سببا حتی اذا بلغ بین السدین وجد من دونهما قوما لا یکادون یفقهون قولا۔

یعنی پھر اُسنے سامان سفر کیا یہانتک کہ جب وہ پہونچا دو سدوں یعنی دو پہاڑوں میں تو اُسنے اُنکے ورے ایک قوم کو پایا کہ مشکل سے اُنکی بات سمجھتے تھے۔

یہ مقام مملکت چین کے شمالی حصہ پر ہے اور جس قوم کا ذکر ہے وہ تاتاری اور قدیم منگول (؟) تھی اور کی رہنے والی تھی جو غارتگری اور لوٹیرے پن میں مشاق اور لوٹ مار کی عادی تھی اُنکی زبان چین کے رہنے والوں سے مختلف تھی۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور ہے وعدہ میرے پروردگار کا سچ (۹۸) اور چھوڑ دیا ہمنے اُنکے (یعنی مخلوقات[ل] کے) بعضوں کو آج کے دن جو گڈمڈ ہو رہے بعضوں میں اور پھونکا جاویگا صور پھر انکو اکٹھا کرینگے سب کو (۹۹) اور سامنے لاوینگے ہم جہنم کو اُسدن کافروں کیلیے سامنے لانا (۱۰۰)

جب وہ بادشاہ اس مقام پر پہونچا تو لوگوں نے کہا جو قرآن مجید میں مذکور ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے

قالوا یا ذا القرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لك خرجا علی ان تجعل بیننا وبینھم سدا قال ما مکنی فیه ربی خیر فاعینونی بقوة اجعل بینکم وبینھم ردما۔

یعنی اُن لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین بیشک یاجوج و ماجوج فساد کرنیوالے ہیں زمین یعنی ملک میں پھر کیا ہم تیرے لئے کوئی محصول (یعنی ٹیکس یا باج) مقرر کریں اس بات پر کہ تو بناوے ہم میں اور اُنمیں سد (یعنی فصیل یا دیوار یعنی ایسی روک کہ وہ ہمارے ملک میں نہ آسکیں) اُس بادشاہ نے کہا کہ خدا نے جو مقدور مجھکو دیا ہے وہ بہت اچھا ہے (یعنی کافی ہے محصول لگاکر روپیہ لینے کی ضرورت نہیں) پھر تم میری مدد کرو محنت کرنے سے میں بنادونگا تمہارے اور اُنکے بیچ میں مضبوط دیوار۔

پہلی بات اس آیت میں جو غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ قالوا یا ذا القرنین کسکا قول ہے مفسروں کا یہ خیال ہے کہ یہ اُسی قوم کا قول ہے جو اُس جگہہ ملی تھی اور جسکی نسبت کہا گیا ہے لا یکادون یفقھون قولا مگر یہ خیال ہرگز صحیح نہیں یہ قول اُن لوگوں کا ہے جو سرحد چین کے اندر اور فغفور کے ملک میں رہتے تھے اور اُسی قوم کی لوٹ مار کے بچنے سے جسکی نسبت کہا گیا ہے لا یکادون یفقھون قولا دیوار بنوانا چاہتے تھے۔

دوسری چیز جو اُس بادشاہ نے علاوہ محنت کے اُنسے چاہی وہ لوہا تھا چنانچہ خدا تعالی نے فرمایا ہے اتونی زبر الحدید۔ حتی اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتی اذا جعلہ نارا قال اتونی افرغ علیه قطرا۔

[ل] بعضھم بعض الخلق (کشاف)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
سَمْعًا ﴿١٠١﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ
دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾

یعنی لادو مجھکو لوہے کے ٹکڑے۔ یہانتک کہ جب وہ دونوں پہاڑوں میں برابر کر چکا تو کہا دھونکو یہانتک کہ جب اُس لوہے کو آگ یعنی لال کر دیا تو اُسنے کہا مجھکو لادو میں اُسپر ڈالدوں پگھلی ہوئی دھات یعنی تانبا یا پیتل یا سیسہ۔

یہ آیتیں نہایت صاف ہیں مگر مفسرین نے انکو عجیب طرح پر بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں جو لفظ زبرالحدید یدا آیا ہے اُسکے معنی لوہے کی تختی یا لوہے کی اینٹیں قرار دئے ہیں اور پھر یہ قرار دیا ہے کہ اُن لوہے کی اینٹوں کو اوپر تلے رکھکر بطور دیوار کے چنا اور اُسکو پہاڑ کی چوٹی تک اونچا کر دیا اور جب وہ پوری ہوگئی جسکی لنبائی پندرہ سو میل کے قریب تھی تو آگ جلا کر اُس دیوار کو آگ کے مانند کر دیا یعنی جیسے لوہا آگ میں جلانے سے لال مثل آگ کے ہو جاتا ہے اسطرح ساری دیوار مثل آگ کے ہوگئی۔ پھر اُس دیوار پر پگھلا ہوا تانبا ڈالا اور وہ درزوں میں بیٹھکر جم گیا اور سب ملکر لوہے کی ایک ڈال دیوار یا ایک ڈال مثل لوہے کے پہاڑ کے ہوگئی۔

یہ تفسیر ایسی ہے جو نہ عقل میں آسکتی ہے اور نہ قرآن مجید کی آیتوں میں اس خارج از عقل کارستانی کا اشارہ پایا جاتا ہے کسی طرح قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا ہے کہ وہ دیوار لوہے کی اینٹوں سے چنی گئی تھی لوہا بلاشبہ دیوار کے بنانے میں کام میں لانے کو منگوایا گیا تھا مگر یہ بات کہ اُس لوہے سے دیوار چنی گئی تھی ہرگز قرآن مجید میں نہ مذکور ہے نہ اُس کی طرف اشارہ ہے۔

یہ دیوار جو سد کے نام سے مشہور ہے پہاڑی ملک میں بنائی گئی تھی اور کچھ شبہ نہیں کہ پتھروں کی چٹانوں سے بنائی تھی مگر پتھروں کی چٹانوں کے مضبوط کرنے اور ایک کو دوسرے سے

جن لوگوں کی کہ تھیں آنکھیں اُنکی پردہ میں میری یاد سے اور وہ نہیں سُن سکتے تھے (۱۰۱) کیا پھر
گمان کیا ہے اُن لوگوں نے جو کافر ہوئے کہ پکڑیں میرے بندوں کو میرے سوا دوست
بیشک ہمنے تیار کی ہے جہنم کافروں کے لیئے اوترنیکو (۱۰۲)

جوڑنے کو لوہا درکار تھا اُسکی نسبت اُس بادشاہ نے کہا کہ لوہے کے ٹکڑے مجکو لا کر دو۔

اِس دیوار کو بنے اکیس سو بائیس سو برس گزرے ہونگے اُس زمانہ کی بہت سی عمارتوں کے نشان اور کھنڈر اب بھی موجود ہیں۔ پتھر کی چٹانوں کی دیوار بنانے کا اور اُسکو مضبوط کرنیکا کہ کوئی پتھر دیوار میں سے نکال لیتے سے نہ نکل سکے یہ دستور ہے کہ دو چٹانوں کو برابر رکھکر دونوں کے سروں کے پاس سوراخ کرتے ہیں اور اُن میں لوہے کے پاؤں لگاتے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے جُڑ جاوے اور نکال لینے سے نکل نہ سکے اور اُس لوہے کے پاؤں کو جسکا ایک سرا ایک چٹان کے چھید میں اور دوسرا دوسری چٹان کے چھید میں رہتا ہے آگ سے لال کر کے اُن چھیدوں میں لگاتے ہیں اور کوئی پگھلی ہوئی دھات اُن چھیدوں میں ڈال دیتے ہیں تاکہ پاؤں کے سرے چھیدوں میں جم جاویں اور پھر نکلنے نہ پاویں اور کسی طرح بغیر دیوار کے منہدم کئے نہ دیوار میں چھید ہو سکے اور نہ کوئی پتھر ٹل سکے۔

قرآن مجید کے اِن لفظوں کا کہ حتی اذا ساوی بین الصدفین یہ معنی سمجھنے کہ جب وہ دیوار دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں کے برابر اونچی ہوگئی تھی صحیح نہیں ہے بلکہ ساوی بین الصدفین کا اطلاق دونوں پہاڑوں میں دیوار کی بنیاد کے برابر کرنے پر صادق آتا ہے اور بنیاد کو برابر کر کے اُسپر ردہ لگایا جاتا ہے۔ پس قرآن مجید کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اُسنے دونوں پہاڑوں کے بیچ میں دیوار کو برابر یعنی موافق محاورہ عمارت لیول میں یعنی ہموار میں کیا اور اُسپر جو ردہ لگایا تھا اُس میں لوہے کے پاؤں لگانے کی غرض سے کہا کہ لوہے کو پھونکو اور جب وہ مثل آگ کے لال ہو جاوے اُسکو لگاؤ اور اُسپر پگھلی ہوئی دھات ڈال دو پس یہ دیوار اسی طرح بنی ہے جس طرح عموماً اس قسم کی دیواریں بنتی ہیں۔ عجیب بات اس میں جو ہے وہ یہی ہے کہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾

چارہ سو میل کے قریب لمبی ہے اور پہاڑوں میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور میدانوں میں اور دریاؤں پر برابر بنتی چلی گئی ہے۔

اس دیوار کی مضبوطی ظاہر کرنیکو خدا نے فرمایا فما اسطاعوا ان یظھروہ وما استطاعوا لہ نقبا قال ھذا رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء وکان وعد ربی حقا۔

یعنی پھر قوم یاجوج و ماجوج اوس پر چڑھ نہ سکی اور نہ اوس میں نقب لگا سکی اُس بادشاہ نے کہا کہ یہ دیوار ایک رحمت ہی میرے پروردگار کی پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آویگا تو اُسکو ریزے ریزے کر دیگا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے۔

ان آیتوں کی نسبت مفسرین نے محض بے سند اور افواہی کہانی آمیز روایتوں سے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یاجوج و ماجوج اس دیوار کے توڑنے کے درپے ہیں آنحضرت صلعم کے زمانہ میں روپیہ برابر سوراخ کر چکے تھے جب حضرت عیسیٰ آسمان پر سے اوترینگے اُس وقت وہ اُسکو توڑ کر نکلیں گے گویا یہ وعدہ ہے خدا کا جو اس آیت میں مذکور ہے اور جب وہ نکلیں گے تو تمام دنیا کو لڑائی سے عاجز کر دیں گے آسمان پر تیر چلاوینگے وہ لہو بھرے آوینگے آخر کو حضرت عیسیٰ کی بددعا سے سب مر جاوینگے۔

یہ محض بے اصل کہانیاں ہیں اب اس زمانہ میں تمام تاتار جو یاجوج و ماجوج کی قوم ہے چینیوں کی عملداری ہے جو چینی ترکستان کے نام سے موسوم ہے۔ یاجوج و ماجوج یعنی تاتاری تمام دنیا میں پڑے پھرتے ہیں نہ کسی کے کان بڑے ہیں اور نہ کسی کا گوشت کھاتے ہیں خاصے بھلے چنگے آدمی ہیں۔

جسطرح کہ خدا تعالیٰ جابجا فرماتا ہے کہ اخیر کو تمام چیزیں فنا ہو جاوینگی اسی طرح اس دیوار کی نسبت بھی فرمایا ہے جیسے کہ زمین کی نسبت فرمایا کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربک والملک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کہدے کیا خبر دوں ہیں تم کو بہت زیادہ ٹوٹے والوں کے اعمال میں (۱۰۳) وہ لوگ
ہیں کہ کھوئی گئی کوشش انکی دنیا کی زندگی میں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھا کرتے ہیں کام (۱۰۴)

صفا صفا۔

مسٹر جمس کارکرن نے ایک چینی تاریخ کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے اُس تاریخ میں اس بادشاہ اور اس دیوار کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔

تاریخ چین جمس کارکرن

ای چن کے بعد چی وانگ ٹی فغفور ہوا اور اکثر ختائی مورخوں کی روایت ہے کہ وہ ای چن کے نطفے سے نہ تہا کیونکہ اُسکی ماں جب ایک مرد سوداگر سے حاملہ ہو چکی تہی تب اُسنے فغفور کے ہاتھ اُس عورت کو بیچا تہا اور اُس شخص نے یہ حرکت اِس اُمید سے کی تاکہ تمنا دل کی پوری ہووے اور اپنی اولاد کو تخت پر دیکھے اگرچہ یہ امر بعید القیاس نہیں ہے لیکن شبہ اس نقل کی راستی پر اسی جہت سے ہوتا ہے کہ علمائے ختا بسبب ایک سانحے کے جو ذیل میں مذکور ہے اِسکے نام پر ہزار ہا لعنتیں کرتے ہیں اور یہ فقرہ اُسکے حرامزادے ہونیکا توہین کے قصد سے اُنہوں نے طیار کیا ہے غرض یہ تحقیق ہے کہ سوداگر نے فغفور سے چن سے یہ دوستی بڑہائی اور اپنی لیاقت اِسطرح اُسکے نزدیک ظاہر کی کہ ای چن نے خدمت وزیر اعظم کی اُسے دی خیر جب فغفور نے انتقال کیا وہی لڑکا تیرہ برس کی عمر میں گدی پر جلوہ بخش ہوا اور ایسے بہادر اور مدبر فغفور گنتی کے دو تین ہی ہوئے ہیں اور ایسا ایسا کام اُسنے کیا کہ نام اُسکا قیامت تک رہ جائیگا۔

اعیان دولت سے ایک شخص بنام لی نزی غیر ملکی تہا یعنی وطن اُسکا ریاست فغفور سے باہر دوسرے ایک سلطان کی خدمیں واقع تہا جب فرمان اس مضمون کا نکلا کہ جتنے غیر ملکی اس سرکار کی ریاست میں آئے ہیں سب اپنے اپنے وطن کو چلے جاویں تب اس لی نزی نے ایسی ایک عرضی حضور میں گزرانی اور ریاست میں اغیار کے رہنے سے جو فائدے متصور تھے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۝ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ

سب کو اس خوبی اور فصاحت کے ساتھ اُسنے بیان کیے کہ فغفور نے اپنے حکم کو دوسرے ہی روز منسوخ کیا اور لی نزہی کو وزیر اعظم بنایا اور اسی کی صلاح سے بادشاہ نے تمام سلاطین کو سر کیا اور شہنشاہ ختا اصل حقیقت میں ہوا۔ اسکی صورت اس طور سے ہوئی کہ پہلے کئی برس تک فغفور نے اپنے اخراجات کو حد اعتدال پر رکھا لڑائی بھڑائی سے وہ باز رہا اور خزانہ کو خوب ہی معمور کیا جب دولت باافراد حاصل ہوئی فغفور نے زرپاشی شروع کی اور سلاطین میں زر کے وسیلہ سے بگاڑ ڈلوا دیا اور جب ایک دوسرے سے لڑکر قریب تباہی کے پہونچا اور اُسکا حریف بھی علیٰ ہذا القیاس ضعیف ہوا تب فغفور نے کوئی بہانہ کرکے دونوں سے یا ایک سے بگاڑ کیا اور آناً فاناً میں اُسکا ملک چھین لیا اور اسی تدبیر سے تمام سلاطین کو اسنے بے تخت و تاج کیا اور ساری مملکت ختا کا مالک ہوا اور شہنشاہ اُسی وقت سے کہلایا اور حالانکہ دولت و ملکیت خواہش سے زیادہ ہاتھ آئی تھی اور تبت بزرگ کی حد سے مشرقی سمندر تک اور ملک تاتار سے بحر جنوب تک کی حکمرانی ہوئی لیکن آرام و عیش طلبی مطلق مزاج میں نہ سمائی باوجودیکہ مکانات عالیشان اُسنے بہت بنائے اور بیغایت تکلفات سے آراستہ کیا اور باغات میں بھی علیٰ ہذا القیاس سامان بے پایان عیش و نشاط کا مہیا کردیا اُس پر بھی یہ قاعدہ تھا کہ چند آدمی کو سے لیے پوشیدہ جاتا تھا اور احوال وہاں کے حکام عدالت اور تحصیل اور محاصل زراعت کا خود دریافت کرتا تھا اور شوق اُسکے دل میں یہی تھا کہ مملکت ختا کا سر نو بند و بست کرے اور قدیم فغفوروں کی روییہ پر نہ چلے اور اس ارادے سے جب دستورات قدیم سے اندک فرق کرتا تھا علما کا شور اُٹھتا تھا کہ فلانی بات یاو اور منشن اور دیو کی خلاف حکم کے ہے اسکو کرنا امتناع ہے اور یہ روک ٹوک جب فغفور کو ناگوار گزری لی نزہی سے اُسنے مشورت کی اور وزیر نے تمام کتب قدیم کو جمع کرکے آگ لگا دینے کی صلاح دی اور یہی بات وقوع میں آئی اس سبب سے تاریخ ختا کے اکثر مقامات میں اغلاق واقع ہوا ہے اور بہت سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اپنے پروردگار کی نشانیوں سے اور اُسکے ملنے سے پس نابود ہو گئے اُنکے عمل پھر نہ ٹھیراوینگے ہم اُنکے لیے قیامت کو دن کچھ وزن (۱۰۵) یہ ہے سزا اُنکی جہنم

احوال کو مورخون نے قصداً یا دستے لکھا ہے اور یہ حرکت خلاف عقلا اور شعرا کو ایسی بُری معلوم ہوئی کہ چی وانگ ٹی اور شیطان میں اُنہوں نے فرق نہیں کیا اور ولد الزنا ٹھیرانیکے علاوہ ابلیس مجسم کا لقب اوسکو دیا ہے حقیقت میں اوسکی ہجو بے سبب نہین تھی کیونکہ ایک تو کتب قدیم کے نقصان کرنے اور سب فاضلون کے گھر سے کتاب جبراً منگوا کے جلا دینے کی حرکت اُسنے کی ہی تھی علاوہ اسکے چار سو ساٹھ علماے کو اسی قصور پر اُسنے جیتا گڑوا دیا کہ اسپنے اپنے کتب خانے کو بادشاہ کے پیادوں کے حوالہ اُنہوں نے نہیں کیا تھا سواے اسکے اسلئے خوف فغفور کو یہ تھا کہ اگر زندہ رہینگے تو حافظے سے اُن کتابوں کو پھر لکھیں گے اور ہمکو عاجز کرینگے غرض طیش میں اگرچہ چی وانگ ٹی نے یہ خون ناحق کیا اور بے رحم اور سنگدل اور خونخوار بیجا کہلایا لیکن ان عیبون کے ساتھ اتنا تھا کہ خطا میں اگر پانچ چار فغفور متواتر اسی طرح کے ہوتے تو واللہ اعلم کیا کیا وہ نہ کرتے اور کس کس بات کو عمل میں نہ لاتے القصہ جب کشت و خون اور لڑائی بھڑائی سے فارغ ہوا اور انتظام ملک کا تردد کر چکا ہمیشہ جینے اور باقی رہنے کی ہوس اُسکے دل میں از بس پیدا ہوئی اور اس خیال باطل کو خوشامدیون نے ترقی دی آخر الامر چند نوجوان مرد اور عورتون کو اُس مشرقی سمندر کی طرف روانہ کیا اسلئے کہ سُن چکا تھا کہ اودھر کے جزیرون میں ایک جزیرہ ایسا تھا کہ وہاں کے چشمے کا پانی جسنے پیا مرگ اُسکے نزدیک نہیں آتی غرض وہ لوگ گئے اور پھر آئے اور اُنکا بیان یہ تھا کہ مشرقی سمندر میں طوفان نے آگے بڑھنے نہ دیا لیکن ایک مردک کا جہاز چونکہ طوفان میں بحر سے الگ ہو گیا تھا اُسنے چندے بعد آنکر یہ فقرہ سُنایا کہ منزل مقصود تک پہونچا تھا لیکن چشمہ اُس ایام میں جاری نہ تھا غرض اسکے ہاتھ ایک کتاب آئی تھی جس میں یہ بات اُسنے لکھی پائی کہ چین کا گھرانا اُس خاندان کے ہاتھ سے تباہ ہوویگا جسکا نام ھو کے لفظ سے شروع ہو اس واہیات بات کے اعتبار پر فغفور نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ

فوراً جنگ کا سامان تیار کیا اور چونکہ ایک قوم تاتار کا نام ھوانگ نو تھا اور پہلے حروف تہو تھے دفعتاً اُنکے ملک پر چڑھ گیا اور چونکہ اچانک جا پہونچا اور سب کو بے فکر پایا اس سبب سے اونکو پامال کیا واِلّا اگر پیشتر سے خبر اونکو ملتی تو شاید شکست نہ ہوتی بلکہ غالب ہے کہ وہ تاتار خونخوار سب فغفور کو نہایت تنگ کرتے کیونکہ وے بڑے جنگی او صحرا کے رہنے والے تھے اور لوٹ تاراج سے اُنکی اوقات اور شکار پر اُنکی گزران تھی اور ہر وقت گھوڑون پر سوار ہاتھ میں تیر کمان تلوار لئے خونخوار بنے رہتے تھے اگرچہ وہ بھی قوم خطا سے تھے چنانچہ بعض مورخ کہتے ہیں کہ شہزادہ چنکولی خاندان ھیا کے تباہ ہونے سے صحرائے تاتار میں جا چھپا تھا اور بعض کا بیان ہے کہ اُسی ھیا یعنی یو کے گھرانے کا وہ شہزادہ باپ سے روٹھ کر صحرا میں چند آدمیوں کو لئے چلا گیا تھا وہی جد اُن لوگون کا تھا لیکن صحرا کی آب و ہوا کی خاصیت اور قنات کے نیچے بود و باش کرنے اور کچے گوشت کھانے اور رات دن کمر بند رہنے کی عادتون نے اُنکو ایسا مضبوط بنایا تھا کہ شہری خطائیون سے اور اُنسے کچھ نسبت باقی نہ رہی اور اُنکا گروہ ایک دوسری قوم ہو گئی اور یہی لوگ تھے کہ کسریٰ اور سکندر بھی اُنکے بہادری اور مضبوطی اور سپہ گری کے قائل ہوئے اور اُنسے باج نہ لے سکے اور اِسی قوم کے پہلوانون سے رستم اور اسفندیار کا مقابلہ ہوا اور افراسیاب بھی تاتاری ہی تھا یہ لوگ تیر اندازی اور تلوار کے دھنی تھے اور اُنکے گھوڑے بجلی تھے اور اُنسے جب کسی سے بگڑتی تھی دشمنون کو لاکھوں گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالتے تھے اور غنیم پر دفعتاً ایسے جا پڑتے تھے کہ اُن لوگون کو حربہ کرنیکی فرصت نہیں ملتی تھی گویا اجل سامنے موجود ہو جاتی تھی اور اُنکی رکاوٹ نہ دریا نہ جنگل نہ کوہستان کسی سے ممکن تھی حاصل کلام تاتاری رسالون میں ہر شخص ایک شہسوار خونخوار تھا اور ان لوگوں نے سیکڑون تختون کو اُلٹ دیا اور جو سامنے پڑا خواہ دشمنی کی راہ سے خواہ لوٹ تاراج سے وہ بچکے نہیں گیا الغرض چونکہ اُنکا حال اسی جلد کی تیسرے دفتر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بسبب اسکے کہ انھوں نے کفر کیا اور انہوں نے پکڑا ہماری نشانیوں کو اور رسولوں کو ٹھٹھا (۱۰۶)

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہے انکے لئے جنت

میں طوالت کے ساتھ ہے یہاں پر اتنا ہی بیان کا موقع تھا کہ نتیجہ غفلت کا معلوم ہووے کہ غافل رہنے سے ایسے تاتار خونخوار بھی مارے پڑے القصہ چی وانگسٹی باوجود اس شکست دینے کے خوب جانتا تھا کہ یہ قوم موقع پاکر انتقام ضرور لیگی اور تا وقتے کہ بدلہ اور عوض معقول نہ ہووے اس شکست کی یاد ہمیشہ دل کو صدمہ پہونچائیگی اس سبب سے اُسنے دیوار خطا کی بنا کی جسکا تمام احوال ناصی نے جلد اول کے دوسرے دفتر کے چودھویں باب کے چار سے صفحے میں بیان کیا ہے۔

سینتیس برس اُسنے سلطنت کی اور اُسکے ایام انتقال کو مورخون نے سنہ ۲۱۰ قبل مسیح قرار دیا ہے۔

ذکر بناے دیوار

یہ دیوار قریب آٹھ سو کوس کے لمبی ہے اور سرحد خطا اور تاتار پر واقع ہے اور وجہ اسکی تیاری کی یہ ہوئی کہ جب قوم تاتار نے اُس طرف سے بار بار یورش کرکے خطائیوں کو سخت عاجز کیا اور کوئی تدبیر انکو ضبط کرنے کی نہیں سوجھی تب اُس دیوار کی بنا کی گئی اور فغفور چلینگ وانگ ٹی نے دو سو چالیس برس قبل حضرت عیسیٰ کے اسے شروع کیا اور عرصہ قلیل یعنی صرف پانچ برس میں یہ تمام ہوئی اور حال اُس کا یہ ہے کہ نہ پہاڑ نہ دریا کوئی مانع اُسکی ساخت کا ہوا اور آٹھ سو کوس تک جو موانع سامنے آئے سب کو دفع کرتی ہوئی یہ دیوار اپنی منزل مقصود تک پہونچی ہے اور کئی مقام پر آدہ آدہ کوس کے اونچے پہاڑوں کی چوٹی پر سے یہ دیوار کھنچی ہوئی ہے اور بعض جگہ بڑے بڑے دریا پلونکے اوپر سے بہہ گئی ہے اور زیادہ تکلف یہ ہے کہ سمندر کے بیچ سے شروع اسطرح پر ہوئی ہے کہ صدہا جہاز پتھرون سے لدے ہوئے ڈبا دیئے گئے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾
قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ
اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾
قُلْ اِنَّمَا

اور اوس پر اوسکی بنیاد قایم ہوئی ہے اور آٹھ سو کوس تک تیس گز اونچی اور اسقدر چوڑی ہے کہ چھ سوار پہلو بہ پہلو فراغت سے اوس پر گھوڑا دوڑا سکتے ہیں اور سو سو قدم پر دو منزلہ اور سہ منزلہ برج بنے ہوئے ہیں اور جب تک کہ تاتاریوں نے اپنی دولت کی بنا خطا میں نہیں ڈالی تھی تب تک ہزاروں توپیں اوس پر چڑھی ہی رہتی تھیں اور دس لاکھ فوجوں کی تقسیم تمام برجوں میں تھی غرض جب سے قضائے فلکی سے وہی لوگ جنکی یورش کے سبب سے یہ دیوار بنی تھی خطا کے مالک ہوئے تب سے وہاں کی فوج موقوف ہوئی اور برج اور دیوار سب بے مرمت رہنے لگی مگر کئی باتیں عجیب وغریب اس دیوار کی ساخت میں ہوئیں کہ خطائیوں کی حکمت اور قدرت اور مستقل مزاجی کی دلیلیں ہیں چنانچہ اول یہ کہ معماری کے سرانجام اور بڑے بڑے تختے پتھروں کے ان لوگوں نے آدھ آدھ کوس کے بلند پہاڑوں پر پہونچائے جہاں چڑھنے کا کوئی سہارا نہیں معلوم ہوتا اور گڑارک کی بلندی ایسی ہے کہ آدمی کی چڑہائی ناممکن نظر آتی ہے اور دوسری بات تعجب انگیز ہے کہ سمندر میں جہاں پتھاہ گم اور جوش وخروش بحر زخار کا زیادہ ہے وہاں کس طرح سے نیو ڈالی گئی کہ دو ہزار برس سے ہلی نہیں باوجودیکہ خطا کے سمندر میں ایسا طوفان دس بیس دفعہ ہر سال میں آتا ہے کہ صدہا جہاز اور تخمیناً بارہ چودہ ہزار آدمی سالانہ ان ہی طوفانوں میں ہلاک ہوتے ہیں اور زور وشور ہوا کا ایسا ہوتا ہے کہ ایک انگریز نا خدا بہت تجربہ کار اور عقلمند کا بیان اس طور پر ہے کہ اگر یہ ممکن ہوتا کہ ایک ہی جہاز کی کئی سو ہزار کرنا اور دس ہزار نقارے دفعتاً بجائے جاتے تو اوسی جہاز کی پتوار پر سے طوفان کے غل اور شور کے آگے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فردوس کی ٹھہرنے کو (۱۰۷) ہمیشہ رہین گے اوس مین نہ چاہین گے

اوس سے نکلنا (۱۰۸) کہدے (اے پیغمبر) اگر ہووے دریا سیاہی

میرے پروردگار کے کلمون کے لئے (یعنی لکہنے کیلئے) تو ہو چکے گا دریا پہلے

اس سے کہ ہو چکین میرے پروردگار کے کلمے اور گو کہ ہم لادین اوسی کی مانند

مدد کے لئے (۱۰۹) کہدے (اے پیغمبر) کہ

قرنائون کی آواز کوئی شخص نہین سن سکتا الغرض جس سمندر مین ہر سال دس بیس مرتبہ یہہ قیامت برپا ہو اُس مین اُس دیوار کا قیام عجائبات سے ہے تیسری بات یہ ہے کہ باوصفیکہ آدہی خلقت سے زیادہ اُس کی طیاری مین مطابق فرمان کے ہر وقت حاضر رہتی تہی لیکن پانچ برس کے قلیل عرصہ میں اس دیوار کا تمام ہونا تعجبات سے ہے کیونکہ جب ایک انگریز سیاح نے حساب کیا تو دیکھا کہ اس دیوار کی فقط برجون کی ساخت میں اسقدر اسباب معماری کا صرف ہوا ہے کہ تمام انگلستان کی ہر طرح کی عمارتون میں جو خرچ ہوا ہے شاید اوسکے مقابلہ میں بہت کم نکلے گا اور منصفی شرط ہے کہ تمام دیوار میں کسقدر اسباب صرف ہوا ہوگا اور چوتہی بات حیرت افزا یہ ہے کہ جس جا کے پرے کہینچی ہے وہان سے منزلون تک نہ بستی نہ انسان کی نشانی تہی اور آٹھ سو کوس تک فقط صحرا اور کوہستان اور جنگل تہا اور وہان پر اس کارخانہ کے لئے لازم ہوا ہوگا کہ سیکڑون کوس سے مزدورون اور کاریگرون کے لئے رسد اور دیوار کے واسطے سرانجام آوی اور اس وجہ سے مشکلین دہ گنی ہوئی ہونگی لیکن خطائیون کی حکمت اور استقلال اور ثابت قدمی سب موانع پر غالب ہوئی اور ایک نشانی ایسی رہ گئی ہے کہ روے زمین پر کوئی یادگار انسان کی اولوالعزمی کا اسکے مقابلہ میں نہیں ہے بجز اُس نہر بزرگ کے جو خطا میں تین سو بیس کوس تک بنائی گئی ہے اور جس کے لئے قبلا خان چنگیز کے پوتے کی عقل اور خطائیون کے علم اور ثابت قدمی پر لاکہہ لاکہہ درود بہیجنا مقتضاے انصاف ہے۔ انتہی۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (۱۱۰)

یہ بات کچھ کم تعجب کی نہین ہے کہ سکندر کی نسبت بھی کہا گیا ہے کہ جو اوسکا باپ مشہور تھا وہ اوسکا بیٹا نہ تھا اسی طرح چی وانگ ٹی کی نسبت بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنے مشہور باپ کا بیٹا نہ تھا۔

سکندر کی نسبت بھی کہا گیا۔ ہے کہ اوسنے آب حیات کی تلاش کی تھی اور چی وانگ ٹی کی نسبت بھی آب حیات کا ڈہونڈہنا مذکور ہوا ہے۔

اور اسی سے لئے شبہہ ہوتا ہے کہ چی وانگ ٹی کے حالات کو سکندر کے حالات میں ملا دیا ہے چین ایسا ملک تھا کہ اگلے زمانہ میں بہت کم اُسکی تاریخ معلوم تھی اور ظاہرا یہی سبب ہوا ہے کہ مورخون اور مفسرون کو سد کا مقام بتانے اور اوسکے بننے کے حالات بیان کرنے میں دہوکا پڑا ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِسکے سوا اور کچھ نہیں کہ میں ایک آدمی ہوں تمہاری مانند وحی بھیجی گئی ہے
میرے پاس کہ نہیں اسکے سوا اور کچھ کہ تمہارا خدا خدائے واحد ہے پھر جو کوئی
اُمید رکھی اپنے پروردگار کے ملنے کی تو چاہیئے کہ کام کرے کام اچھے اور نہ شریک کرے
اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو ﴿۱۱۰﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ھو المستعان

سورۂ مریم

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علی خاں صاحب طبع نمود

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كٓهٰيٰعٓصٓ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۱﴾ اِذْ
نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ
وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا ﴿۳﴾ وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾
وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ
مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿۵﴾ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ
رَضِيًّا ﴿۶﴾ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ
سَمِيًّا ﴿۷﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ

﴿۷﴾ ﴿۸﴾ ساتویں آیت میں ہے "یازکریا انا نبشرك بغلم" اس آیت میں بشارت دینے والا کون ہے۔ سورہ آل عمران میں صاف بیان ہوا ہے کہ بشارت دینے والا فرشتہ تھا چنانچہ اُس میں ہے فنادته الملائكة وهو قائم يصلى فى المحراب ان الله يبشرك بيحيٰ۔ آل عمران ۳۴، ۳۰-۴۱ حضرت زکریا جب کہ دعا میں مصروف تھے تو ہاتف غیبی نے آواز دی یعنی حضرت زکریا نے ایک آواز دینے والے کی آواز سُنی کہ وہ بیٹا ہونے کی بشارت دیتا ہے۔ ایسے امور کا واقع ہونا فطرت انسانی سے خارج نہیں ہے مگر یہ بات قابل غور ہے کہ اسکے بعد کی آیتوں میں جو لفظ "قال" ہے۔ اُس میں کہنے والا کون ہے۔ خدا یا فرشتہ۔ مگر اُسکا کہنے والا خدا ہو یا فرشتہ یہ کچھ بحث کے لائق نہیں ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان

کہٰیٰعص یہ بیان ہے تیرے پروردگار کی رحمت کا اُسکے بندے زکریا پر ① جبوقت
کہ پکارا اُس نے اپنے پروردگار کو چھپکے دعا کر کے ② اُس نے کہا اے میرے پروردگار بیشک
میری ہڈیاں سُست ہوگئیں اور سر بڑھاپے سے بھڑک گیا ③ اور اے پروردگار میں تجھسے
مانگ کر محروم نہیں رہا ④ اور بیشک میں ڈرتا ہوں بھائی بندوں سے اپنے بعد اور ہے میری
بی بی بانجھ پس عنایت کر تو مجھکو اپنے پاس سے ایک وارث ⑤ جو میرا وارث ہو اور
یعقوب کے خاندان کا وارث ہو اور اے پروردگار اُسکو ہر دلعزیز بنا ⑥ (خدا نے کہا) اے
زکریا بیشک ہم تجھکو خوشخبری دیتے ہیں ایک لڑکے کی کہ اُسکا نام یحییٰ ہوگا ⑦ اور ہم نے
تیرے لئے (یعنی تیرے خاندان میں) اس سے پہلے کسیکو اُسکا ہمنام نہیں کیا ⑧ زکریا نے
کہا اے پروردگار کیونکر میرے بیٹا ہوگا اور میری بی بی تو بانجھ ہے اور

آٹھویں آیت میں "لہ" کی ضمیر حضرت زکریا کی طرف راجع ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ زکریا کے خاندان میں اس سے پہلے کوئی اس نام کا نہیں ہوا۔ تفسیر ابن عباس میں ہے "لم نجعل لہ من قبل سمیا ای لم نجعل لزکریا من قبل یحییٰ سمیا ولدا اسمی یحییٰ" بعض روایتوں میں جو یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے کسی شخص کا نام یحییٰ نہ تھا یہ صحیح نہیں ہے۔

تفسیر کبیر میں یحییٰ نام رکھنے کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت یحییٰ کی ماں الیشبع حاملہ تھیں حضرت مریم جن کو حضرت عیسیٰ کا حمل تھا اُن سے ملنے کو آئیں۔ الیشبع نے حضرت مریم سے کہا کیا تم حاملہ ہو حضرت مریم نے کہا تم کو کسطرح معلوم ہوا کہ میں حاملہ ہوں الیشبع

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٩﴾ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ
عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿١٠﴾
قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ
لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١١﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ

نے کہا کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ اُس بچہ کو جو تمہارے پیٹ میں ہے سجدہ کرتا ہے۔ اس روایت کے موافق حضرت یحییٰ پہلے شخص ہیں جو حضرت عیسٰی پر ایمان لائے اور اس ایمان سے انکا دل زندہ ہوا۔ اس لئے اُنکو یحییٰ کہنے لگے۔

اِسی کے قریب قریب سینٹ لوک کی انجیل میں قصہ بیان ہوا ہے اول تو سینٹ لوک نے اپنی انجیل کے شروع میں لکھدیا کہ جو باتیں کہ لوگ کہتے تھے اُنکو میں اپنی انجیل میں لکھتا ہوں پس نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ قصہ جو سینٹ لوک کی انجیل میں ہے کہاں تک صحیح ہے۔ بہرحال انجیل کے اُس قصہ پر ہمکو بحث ضرور نہیں۔ مگر عیسائیوں کی روایتیں ہیں جنکو تفسیر کبیر میں لکھدیا ہے اسلام کی روایتیں نہیں ہیں اور نہ توجہ کے قابل ہیں۔

ہمارے نزدیک یحییٰ کی وجہ تسمیہ تلاش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے جب حضرت زکریا کو بیٹا ہونیکا یقین ہوا تو بطور تفاؤل کے یحییٰ اُسکا نام رکھنا اُنکے دل میں آیا جیسا کہ اس زمانہ میں بہت لوگ نیک تفاؤل سمجھکر "جینا" "حیاتی" "حیاتن" اپنی اولاد کا نام رکھہ دیتے ہیں۔

(۱۱) ہم نے اپنی تفسیر میں مفصل طرح سے یہ بات ثابت کی ہے کہ آیت اور آیات کے لفظ سے حکم اور احکام جو خدا کی طرف سے ہوتے ہیں مراد ہوتے ہیں۔ پس اس آیت میں اور سورہ آل عمران کی آیت میں جو لفظ آیت کا آیا ہے اُس سے حکم مراد ہے۔ جب حضرت زکریا کو بیٹا ہونیکا یقین ہوگیا تو اُنھوں نے کہا کہ مجھکو کوئی حکم ہی دے جسکی میں تعمیل کروں۔ خدا نے کہا کہ تیرے لئے یہ حکم ہے کہ تین رات تک جس میں دن بھی شامل ہے کسی آدمی سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بیشک میں پہونچ گیا ہوں بڑھاپے سے نہایت ضعیفی کو ⑨ (خدا نے) کہا بات تو یہی ہے تیرے پروردگار نے کہا کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور بیشک میں نے تجکو پیدا کیا اس سے پہلے اور تو نہیں تھا کوئی چیز ⑩ زکریا نے کہا اے میرے پروردگار میرے لیئے کوئی یعنی حکم مقرر کر (خدا نے) کہا کہ تیری نشانی یہ ہے یعنی حکم کہ تو بات نہ کرے آدمیوں سے تین رات پوری بات ⑪ پھر (زکریا) اپنی قوم کے

پورے طور پر کلام مت کر یعنی مُنہہ سے کچھ مت بول اور اشاروں سے جو کچھ کہنا ہو کہہ دے۔ لفظ سویا سے ہم نے کلاماً سویا کے معنی لئے ہیں ان معنوں کے اختیار کرنے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ سورہ آل عمران میں خدا نے فرمایا ہے "الا تکلم الناس ثلاثۃ ایام الا رمزا" یعنی تین دن تک تو آدمیوں سے بات نہ کر مگر اشاروں سے۔ آل عمران کی آیت میں سویا کے بجاے رمزا آیا ہے اور دونوں کا مطلب واحد ہے اور ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت سے ہوتی ہے۔

اس مقام پر خدا نے یہ بات نہیں بیان کی کہ کلام نہ کرے تو پھر کیا کرے مگر سورہ آل عمران میں فرمایا ہے "واذکر ربك کثیرا وسبح بالعشی والابکار" یعنی اپنے پروردگار کو بہت سا یاد کر اور اپنے پروردگار کے تقدس کا صبح و شام یعنی دن رات ذکر کر۔

پس یہ آیت نہایت صاف ہے اور کوئی مشکل اس میں نہیں ہے مگر مفسرین نے آیت کے معنی معجزہ کے قرار دیکر یہ شبہ کیا ہے کہ بشارت صریح کے بعد کوئی اور معجزہ اُس کی تصدیق کے لئے طلب کرنا صحیح نہیں ہے اور پھر یہ کہا ہے کہ چونکہ بشارت غیر متعین تھی کہ کب لڑکا ہوگا اس لئے معجزہ طلب کیا کہ ولادت کا زمانہ معلوم ہو جاوے اور اس آیت سے یہ مطلب لینا صحیح نہیں ہے کہ وہ تین دن تک گونگے ہو گئے تھے اور بول نہیں سکتے تھے اور گویا یہ نشانی حضرت یحیٰی کی پیدا ہونے کے زمانہ کی تھی کیونکہ اس روایت کی بنیاد سینٹ لوک کی انجیل پر ہے اور اسلامی روایت نہیں ہے۔ یا یہ سمجھنا کہ وہ صرف آدمیوں سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿۱۲﴾ يَا يَحْيَىٰ
خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۳﴾ وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا
وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُن جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾
وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾
﴿۱۶﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا
فَاتَّخَذَتْ مِن دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ
لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ

کلام نہیں کر سکتے تھے ایک توجیہ لاطائل اور غیر ضروری ہے۔

﴿۱۳﴾ یہ خطاب جو خدا کی طرف سے حضرت یحییٰ کو ہوا یہ اُس زمانہ کا معلوم ہوتا ہے جبکہ وہ بڑے ہو گئے تھے اور وعظ کہنا شروع کیا تھا اور اُس زمانہ میں اُنکی عمر ۳۰ برس کی تھی۔ اس بات کی تو کوئی دلیل نہیں ہے کہ نبوت چالیس برس کی عمر سے پہلے نہیں ہوتی اور حضرت یحییٰ کے حال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۳۰ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تھے۔

اب باقی رہتا ہے ان لفظوں پر بحث کرنا کہ خدا نے جو فرمایا ہے "واتیناہ الحکم صبیا" اسکے کیا معنی ہیں جو کچھ بحث ہے وہ حکم کے لفظ پر ہے۔ مفسرین نے حکم کے معنی مختلف بیان کئے ہیں ایک معنی تو حکمت کے بتائے ہیں جس سے مراد ہے توریت کا سمجھنا اور مسائل فقہی کا اخذ کرنا۔ دوسرے معنی عقل کے بیان کئے ہیں تیسرے معنی نبوت کے بتائے ہیں مگر ہم دوسرے معنی کو تسلیم کرتے ہیں جو معمر ابن عباد سلمی معتزلی نے بیان کئے ہیں کیونکہ جو شخص نبی ہوتا ہے وہ ماں کے پیٹ ہی سے عقل و ذکا لیکر پیدا ہوتا ہے اور اسی سبب سے حضرت یحییٰ کی نسبت کہا گیا "واتیناہ الحکم صبیا"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کے پاس عبادت گاہ سے نکلا پھر انکو اشارہ کیا کہ خدا کی تسبیح صبح اور شام کیا کرو ⑪ (خدا نے کہا اے یحییٰ پکڑ اس کتاب کو زور سے اور ہم نے اُسکو حکم دیا لڑکپن میں ⑫ اور ہمنے اُسکو شفقت دی اپنے پاس سے اور پاکیزگی اور وہ تھا پرہیزگار اور نیکی کرنیوالا اپنے ماں باپ سے اور نہیں تھا سرکش اور نافرمان ⑬ اور سلام ہو اُسپر جسدن پیدا ہوا اور جسدن مریگا اور جسدن زندہ ہوکر اُٹھے ⑭ اور ذکر کر کتاب میں مریم کا جبکہ وہ علیحدہ ہوئی اپنی لوگوں سے ایک مشرقی مکان میں ⑮ پھر کرلیا اُس نے انکی طرف سے پردہ پھر ہم نے بھیجی اسکے پاس اپنی روح پھر بنگئی وہ روح اُس کے سامنے پورا آدمی ⑯ (مریم نے) کہا میں خدا کی پناہ مانگتی ہوں تجھ سے اگرچہ تو

(۱۶-۱۷) ان آیتوں میں جو یہ لکھا ہے کہ مریم علیحدہ ہوئی اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان میں اور انکی طرف سے پردہ کرلیا اسکی وجہ کچھ بیان ہونی چاہیے کہ کیوں ایسا کیا۔ مفسرین نے تو یہ لکھا ہے کہ انکو غسل کی ضرورت ہوئی تھی اور انھوں نے غسل کرنے کے لیئے ایسا کیا تھا اور اسی قسم کی اور وجہیں لکھی ہیں مگر خود امام رازی نے اپنی تفسیر میں لکھدیا ہے کہ یہ تمام وجوہ قابل اعتبار نہیں ہیں اور آیت کی الفاظ سے کوئی ایسا اشارہ نہیں پایا جاتا جس سے ہم کسی وجہ کو بھی ترجیح دیسکیں۔ اس کے بعد ذکر آتا ہے فرشتے کے آنیکا جو آدمی کی صورت بنگیا تھا۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ فرشتہ کا آنا بطور نفث فی الروع اور الہام اور القار فی القلب کی طور پر تھا تو وہ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مریم کا علیحدہ ہوکر ایک مکان میں جانا عبادت کی غرض سے تھا اور ہماری جو یہ رائے ہے کہ فرشتے کا آنا

ومن الناس من قال ان ذلك كان على سبيل النفث فى الروع والالهام والالقاء فى القلب كما كان فى حق ام موسى عليه السلام فى قوله و اوحينا الى ام موسى (تفسير كبير جلد ۲ صفحه ۱۵۰)

اور انسان بنکر دکھائی دینا خواب میں واقع ہوا تھا جیسا کہ ہم نے اپنی تفسیر کی دوسری جلد صفحہ ۳۲ میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾
قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ
كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۖ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ
أَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَأَجَاءَهَا
الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنتُ
نَسْيًا مَّنسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادَاهَا مِن تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ
تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا
جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ۖ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا ﴿۲۶﴾
فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا ﴿۲۷﴾ فَأَتَتْ بِهِ

لکھا ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ وہ ایک علیحدہ مکان میں حسب عادت عامہ سونے کی غرض سے گئی تھیں اور جب سو گئیں تو خواب ہی کی حالت میں فرشتہ کا انسان بنکر آنا دیکھا اور خواب ہی میں حضرت مریم اُس سے ہمکلام ہوئیں اور فرشتہ نے اُن سے باتیں کیں۔ اِسکے بعد کی جو آیتیں ہیں اُنکی نسبت مفصل بحث ہم اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھ چکے ہیں۔

آیت (۲۲) (۲۳) "مکانا قصیا" سے ظاہرا شہر بیت اللحم سمجھا جاتا ہے جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تھے مگر لوک کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے ٹھیرنے کو کوئی مکان نہیں ملا اور اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی جنگل یا میدان میں ٹھیرے اور کسی درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے جسکی نسبت خدا نے فرمایا ہے "فاجاءها المخاض الی جذع النخلة" اور دردِ زہ کی شدت میں حضرت مریم نے کہا کہ کاش

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پرہیزگار ہو ⑱ (اُس نے کہا) میں تو تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجکو دون ایک
پاکیزہ بیٹا ⑲ (مریم نے) کہا کیونکر ہوگا میرے بیٹا حالانکہ مجکو نہیں چھوا ہے کسی آدمی نے
اور نہ میں بدکار تھی ⑳ (اُس نے) کہا بات تو یہی ہے تیرے پروردگار نے کہا ہے کہ وہ
مجھ پر آسان ہے اور ہم اوسکو کرینگے ایک نشانی لوگون کے لئے اور رحمت اپنی طرف سے
اور تھی یہ بات مقرر کی ہوئی ㉑ پھر مریم کو اُس لڑکے کا حمل ہوا اور حاملہ ہو کر ایک دور
جگہہ میں چلی گئی ㉒ پھر اُسکو دردزہ ایک کھجور کی جڑ میں لے گیا (مریم نے) کہا ای کاش
میں مرچکی ہوتی اس سے پہلے اور میں ملیامیٹ ہوگئی ہوتی ㉓ پھر اُسکو پکارا اُسکے نیچے
سے کہ تو غمگین نہ ہو بیشک جاری کیا ہے تیرے پروردگا نے تیرے نیچے ایک چشمہ ㉔
اور ہلا تو اپنی طرف اس کھجور کے تنہ کو۔ گرائے گی وہ تجھ پر کھجورین تر و تازہ ㉕ اب کھا اور پی
اور ٹھنڈی کر آنکھ اور اگر دیکھے تو آدمیوں میں سے کسیکو ㉖ تو کہیو کہ میں نے نذر کیا ہے
اللہ کیلئے روزہ پس نہیں بات کرونگی میں آج کے دن کسی انسان سے ㉗ پھر مریم اُس لڑکے کو اُٹھاکر

میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی اور میں ملیامیٹ ہوگئی ہوتی۔

(۲۴-۲۶) "فنادٰھا" قرآن مجید سے نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت مریم کو کس نے پکارا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ "من تحتھا" کی میم کو اگر زبر سے پڑھا جائے جیسے کہ عام قرات ہے تو پکارنیوالا فرشتہ تھا اور اگر میم کا زیر پڑھا جائے جیسا کہ بعض قراتون میں ہے تو اُس سے خود حضرت عیسٰی مراد ہیں جو اوسی وقت پیدا ہوئے تھے۔ مگر دونوں باتوں میں سے کسی بات کی طرف قرآن مجید میں اشارہ نہیں ہے۔ ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عکرمہ کا قول ہے کہ حضرت مریم نے ایک اونچی جگہہ پر یعنی ٹیلہ پر وضع حمل کیا تھا اور اُس ٹیلہ کے نیچے سے آواز آئی۔ ہمارے نزدیک آواز دینے والا نہ فرشتہ تھا نہ حضرت عیسٰی بلکہ کوئی انسان تھا جسنے حضرت مریم کی حالت اضطرار کو معلوم کرکے کہا کہ گھبراؤ مت تمہارے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰٓاُخْتَ
هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ
اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّيْ
عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا
اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾
وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ
وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ
مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ
مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۳۵﴾
وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾
فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ
يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ
الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ

نیچے یعنی اس ٹیلہ کے نیچے چشمہ جاری ہے اور کھجور پکی ہوئی ہے اسکو ہلاؤ اور کھجوریں کھا کر پانی پیو اور اٹھی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اپنی قوم کے پاس لائی۔ اُن لوگوں نے کہا۔ اے مریم بیشک تو عجیب چیز لائی ہی (۲۸)
ای ہارون کی بہن! تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا۔ اور تیری ماں بدکار نہ تہی (۲۹) پھر اشارہ کیا مریم
نے اُس لڑکے کی طرف اُن لوگوں نے کہا ہم کیونکر بات کریں اُس سے جو تھا ایک لڑکا
گہوارہ میں (۳۰) عیسیٰ نے کہا کہ میں ہوں خدا کا بندہ مجکو دی ہے خدا نے کتاب اور
کیا ہے مجکو نبی (۳۱) اور مجکو کیا ہے برکت والا جہاں میں ہوں اور حکم کیا ہے مجکو نماز کا اور
زکوٰۃ کا جب تک کہ میں رہوں زندہ (۳۲) اور نیکی کرنیوالا اپنی ماں کے ساتھ اور نہیں کیا
ہے مجکو (خدا نے) سرکش بدبخت (۳۳) اور سلام ہو مجھ پر جسدن کہ میں پیدا ہوا اور جسدن کہ
میں مروں اور جسدن کہ میں زندہ ہو کر اُٹھوں (۳۴) یہ قصہ ہے عیسیٰ ابن مریم کا سچی بات ہے
جس میں لوگ اختلاف کرتے ہیں (۳۵) خدا کے لئی نہیں ہی کہ وہ لیوے کوئی بیٹا وہ پاک ہے
(یعنی اس بات سی کہ اُسکا کوئی بیٹا ہو) جسوقت وہ کوئی کام کرتا ہے تو صرف اُسکے
لئے یہ کہتا ہے کہ ہو پھر وہ ہو جاتا ہے (۳۶) اور بیشک اللہ میرا پروردگار ہے اور تمہارا
پروردگار پھر اُس کی عبادت کرو یہ ہے سیدہی راہ (۳۷) پھر اختلاف کیا لوگوں نے آپس
میں پھر خرابی ہے اُن لوگوں کے لئے جو کافر ہوئے موجود ہونے سی یوم عظیم (یعنی
قیامت کے دن) کے (۳۸) کیا کچھ سننے والے ہونگے اور کیا کچھ دیکھنے والے
ہونگے جسدن کہ آوینگے ہمارے پاس لیکن ظالم آج کے دن علانیہ گمراہی میں
ہیں (۳۹) ڈرا اُنکو پچھتانے والے دن سے جب

شخص سے جس نے آواز دی تہی یہ بھی سمجھا یا کہ اگر کوئی آدمی تم سے ملے تو اُس سے کلام نہ کرنا اور کہدینا

الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ
وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِبْرٰهِيمَ
إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يٰٓأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ
مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰٓأَبَتِ إِنِّي قَدْ
جَآءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِيٓ أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾
يٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰٓأَبَتِ إِنِّيٓ
أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطٰنِ
وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يٰٓإِبْرٰهِيمُ لَئِن لَّمْ
تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ
سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيٓ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا
تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُوا رَبِّي عَسٰٓى أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ
رَبِّي شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ
وَهَبْنَا لَهُٓ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُم

خدا کے نام کا روزہ رکھا اور میں آج کسی آدمی سے کلام نہیں کرونگی۔ اسکے بعد کی آیتوں میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان لانیوالے نہیں (۴۰) بیشک ہم وارث
ہونگے زمین کے اور ہر ایک کے جو اُس پر ہے اور ہمارے پاس پھر لائے جاوینگے (۴۱)
اور ذکر کر کتاب میں ابراہیم کا بیشک وہ تھا سچا نبی (۴۲) جسوقت کہ اُسنے کہا اپنے
باپ سے اے میرے باپ کیوں تو عبادت کرتا ہے اُسکی جو نہیں سنتا اور نہیں دیکھتا
اور نہ دور کرتا ہے تجھ سے کوئی چیز (۴۳) اے میرے باپ بیشک میں کہ البتہ مجھکو ایک سمجھ
آئی ہے جو تجھکو نہیں آئی پھر میری پیروی کر کہ میں تجھ کو ہدایت کروں سیدھے رستہ کی (۴۴)
اے میرے باپ عبادت مت کر شیطان کی بیشک شیطان ہے خدا کا نافرمان (۴۵)
اے میرے باپ بیشک مجھکو خوف ہے کہ تجھکو پہونچے خدا کی طرف سے کوئی
عذاب پھر تو ہوگا شیطان کا ساتھی (۴۶) ابراہیم کے باپ نے کہا کہ کیا تو مونہہ
پھیرتا ہے ہمارے خداوں سے اے ابراہیم اگر تو بس نہ کریگا تو البتہ ہم تجھکو سنگسار کرینگے
اور مجھ سے دور ہو جا ایک مدت تک (۴۷) ابراہیم نے کہا کہ سلام تمپر میں بخشش مانگونگا
تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بیشک وہ مجھ پر مہربان ہے (۴۸) اور میں چھوڑ دونگا
تم کو اور اوسکو جسکی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا اور عبادت کرونگا اپنے پروردگار کی اور
امید ہے کہ میں اپنی پروردگار کی عبادت کرنے سے بدبخت نہیں ہونیکا (۴۹) پس جب ابراہیم
نے انکو چھوڑ دیا اور اوسکو جسکی وہ عبادت کرتے تھے اللہ کے سوا ہم نے دیا اُسکو یعنی ابراہیم کو اسحق اور
یعقوب (یعنی اسحاق بیٹا اور یعقوب پوتا) اور ہر ایک کو ہم نے نبی کیا (۵۰) اور ہمنے دیا اُنکو

جو قصہ حضرت عیسیٰ کا ہے اُسپر ہم مفصل بحث اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں کر چکے ہیں۔

مِنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۝۵۱ وَاذْكُرْ
فِي الْكِتٰبِ مُوسٰى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝۵۲
وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝۵۳ وَ
وَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هٰرُونَ نَبِيًّا ۝۵۴ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ
إِسْمٰعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝۵۵ وَ
كَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ۝۵۶
وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝۵۷ وَّرَفَعْنٰهُ
مَكَانًا عَلِيًّا ۝۵۸ أُولٰئِكَ الَّذِينَ

(۵۷-۵۸) حضرت ادریس کا نام توریت میں اخنوخ لکھا ہے جنکی پیدائش یہودیوں کی روایت سے سنہ ۳۳۷۸ قبل مسیح میں ہوئی اور انھی کی روایت کے موافق وہ سنہ ۳۰۱۳ قبل مسیح میں آسمان پر زندہ چلے گئے۔ یہ حضرت نوح کے پردادا ہیں اور آدم کی چھٹی پشت میں ہیں۔ یہودی خیال کرتے ہیں کہ دنیا میں سب سے اول سینا پرونا لکھنا پڑھنا انھوں نے ایجاد کیا تھا۔ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ یہی علم حساب اور علم ہیئت کے موجد ہیں۔ اور اسی لئے انکو اخنوخ کہتے تھے جسکے معنی معلم کے ہیں اور اسیکا ترجمہ عربی میں کرکے انکو ادریس کہا جاتا ہے۔

انکی نسبت قرآن مجید میں آیا ہے "ورفعناہ مکانا علیا" اور توریت کی کتاب پیدائش باب ۵ آیت ۲۴ میں لکھا ہے کہ اخنوخ خدا کے مقرب تھے اور پھر غائب ہو گئے خدا نے انکو اٹھا لیا۔ اسکے سبب سے مفسرین قرآن مجید نے "ورفعناہ مکانا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اپنی رحمت میں سے اور ہم نے کیا اُنکے لئے سچا بول بالا (۵۱) اور ذکر کر کتاب میں
موسیٰ کا بیشک وہ تھا چنا ہوا اور تھا پیغمبر نبی (۵۲) اور ہم نے اوسکو پکارا طور کے داہنی
طرف سے اور ہم نے اُسکو نزدیک کیا بھید کی بات کہنے کو (۵۳) اور ہم نے دیا اُسکو
اپنی رحمت سے اُسکا بھائی ہارون نبی (۵۴) اور ذکر کر کتاب میں اسمٰعیل کا بیشک وہ
تھا سچا وعدہ کا اور تھا پیغمبر نبی (۵۵) اور حکم دیتا تھا اپنے لوگونکو نماز کا اور زکوٰۃ کا اور اپنے پروردگار
کے نزدیک پسندیدہ تھا (۵۶) اور ذکر کر کتاب میں ادریس کا بیشک
وہ تھا سچا نبی (۵۷) اور بلند کر دیا ہم نے اوسکا مرتبہ بہت بلند (۵۸) یہ وہ
لوگ ہیں جن پر اللہ نے

علیًا“ کے یہ معنی قرار دئے کہ خدا نے اُنکو زندہ آسمان پر اوٹھا لیا مگر قرآن مجید سے یہ مطلب
کسیطرح پایا نہیں جاتا مفسرین نے صرف عیسائی روایتوں کی پیروی کر کے یہ معنی قرار دئے
ہیں۔ قرآن مجید میں اس سے پہلے صاف بیان کیا ہے کہ حضرت ادریس سچا خلوص خدا
کے ساتھ رکھتے تھے اور اُسی کے ساتھ بیان کیا ”ورفعناہ مکانا علیًا“ یعنی خدا نے اُنکا
مرتبہ بلند کیا کسیطرح اس آیت سے حضرت ادریس کو زندہ آسمان پر اُٹھا لینے کا مطلب
نہیں نکلتا۔

سورہ انبیا میں خدا نے حضرت ادریس کی نسبت فرمایا ہے کہ ہم نے اُسکو اپنی رحمت میں داخل
کیا کیونکہ وہ نیک بندوں میں سے تھا اس آیت سے بھی اُنکا درجہ بلند ہونا پایا جاتا ہے نہ زندہ آسمان
پر چڑھ جانا۔

حضرت عیسیٰ کی نسبت بھی اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں بلکہ اُس میں ایک جگہ یہ تصریح سے فرمایا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا
مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا
وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا
وَبُكِيًّا ۝۵۹ فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ
وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝۶۰ إِلَّا مَن تَابَ وَ
آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ
شَيْئًا ۝۶۱ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ
إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا ۝۶۲ لَّا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا وَ
لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۝۶۳ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ
مِنْ عِبَادِنَا مَن كَانَ تَقِيًّا ۝۶۴ وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ
أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝۶۵ رَبُّ السَّمَاوَاتِ

کر، اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ ؕ یعنی میں اپنے پاس تجھکو اٹھالونگا مگر ہم نے اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں اسپر مفصل بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ رفع سے بلندی قدر و مرتبہ مراد ہے نہ زندہ آسمان پر چلا جانا۔

(۶۵) مفسرین نے اس آیت کو پہلی آیتوں سے کچھ مربوط نہیں کیا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ قریش نے جو حقیقت روح اور قصہ ذوالقرنین اور اصحاب کہف آنحضرت سے پوچھا تھا اور آنحضرت نے اسکے بیان کرنیکا وعدہ فرمایا تھا مگر اسکے ساتھ ان شاء اللہ کا لفظ نہیں کہا اس سبب سے چند روز تک جبرئیل وحی نہیں لائے تھے جب جبرئیل آئے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

انعام کیا نبیوں میں سے آدم کی ذریت میں سے اور اُن میں سے جنکو ہم نے نوح کی
ساتھ چڑھایا اور ابراہیم اور اسرائیل یعنی یعقوب کی ذریت میں سے اور انکی ذریت میں سے
جنکو ہم نے ہدایت کی اور جنکو ہم نے برگزیدہ کیا جسوقت اُنکے سامنے خدائے رحیم کی
آیتیں پڑھی جاتیں تو گر پڑتے سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (۵۹) پھر اُنکے جانشین
ہوئے اُنکے بعد برے جانشین کہ نماز چھوڑ دی اور نفسانی خواہشوں کی پیروی
کی پھر جلد پاوینگے بدلا گمراہی کا (۶۰) مگر وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے
تو وہی داخل ہونگے جنت میں اور ذرا بھی ظلم نہ کیے جاوینگے (۶۱) کہ جنت میں داخل
ہونگے ہمیشہ کے رہنے کی جنت میں جسکا اللہ نے وعدہ کیا ہے اپنے بندوں
سے جسکو انہوں نے دیکھا نہیں بیشک خدا کا وعدہ پورا ہونیوالا ہی (۶۲) نہ سنینگے وہیں
یعنی جنت میں بیہودہ باتیں بجز سلام کے اور اُنکی لئے اُنکا رزق ہوگا جنت میں صبح کو اور شام
کو (۶۳) یہ جنت ہے جسکو ہم دینگے اپنے بندوں کو جو ہوگا پرہیزگار (۶۴) اور ہم نہیں اُترتے
یعنی نہیں داخل ہوتے جنت میں اگر تیرے پروردگار کے حکم سے اُسیکے لئے ہے جو کچھ ہمارے
سامنے ہی اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہی اور جو کچھ اسکی بیچمیں ہے اور نہیں ہے تیرا پروردگار بھولنے والا (۶۵) پروردگار آسمانوں کا

تو حضرت نے اُن سے پوچھا کہ تم اتنے دنوں تک کیوں نہیں آئے اُسکے جواب میں جبرئیل نے کہا کہ ہم نہیں آتے بغیر
خدا کے حکم کے اور خدا کچھ بھول نہیں گیا تھا بلکہ ہمکو حکم نہیں دیا تھا۔ مگر یہ سب روایتیں اور اقوال مطلق قابل
اعتبار کے نہیں ہیں اور یہ آیت اوپر کی آیتوں سے بالکل مربوط ہے۔

پہلی آیتوں میں خدا تعالیٰ نے جنتیوں کا حال بیان کیا ہے اور اس آیت میں جنتیوں ہی کا قول
نقل کیا ہے کہ وہ یعنی جنتی جنت میں کہیں گے کہ ہم جنت میں نہیں آئے بغیر خدا کے حکم کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ
لَهُ سَمِيًّا ﴿۶۶﴾ وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۷﴾
أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿۶۸﴾ فَوَرَبِّكَ
لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿۶۹﴾ ثُمَّ
لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿۷۰﴾
ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۱﴾ وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا
وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿۷۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا
وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿۷۳﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ

"بامر ربک" کے معنی وہی ہیں جو بامر اللہ کے ہیں لیکن چونکہ خدا نے جنتیوں کے قول کو پیغمبر سے نقل کیا ہے اسلئے بجائے بامر اللہ کے "بامر ربک" فرمایا ہے اور ان دونوں لفظوں کے معنی متحد ہیں۔

تفسیر کبیر میں ابو مسلم خراسانی کا ایک قول اسی کے مطابق نقل کیا ہے اُسکا قول یہ ہے کہ "وما تتنزل الا بامر ربک" ممکن ہے کہ اہل جنت کا قول ہو اور اُس سے مراد یہ ہو کہ ہم جنت میں نہیں آئے مگر خدا کے حکم سے جو چیز جنت میں ہمارے سامنے ہے اُسی کی ہے اور جو چیز ہم دنیا میں پیچھے چھوڑ آئے ہیں وہ بھی اُسی کی ہے اور دنیا و عقبیٰ کے درمیان جو کچھ ہے وہ بھی اُسی کا ہے۔

وقال ابو مسلم قولہ "وما نتنزل الا بامر ربک" یجوز ان یکون قول اھل الجنۃ والمراد وما نتنزل الجنۃ الا بامر ربک لہ ما بین ایدینا ای فی الجنۃ مستقبلاً وما خلفنا مما کان فی الدنیا وما بین ذالک ای ما بین الوقتین (تفسیر کبیر جلد رابع صفحہ ۳۰۱)

صاحب کشاف نے بھی یہی معنی بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ "وما کان ربک نسیا" سے یہ مراد ہے کہ خدا نیک بندوں کو اور اُنکے اعمال کو بھول نہیں جائے گا بلکہ ضرور ہر ایک نیک عمل کی جزا دیگا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور زمین کا اور جو کچھ اُنکے بیچ میں ہے پھر اُسی کی عبادت کرا ور اُسی کی عبادت میں صابر رہ
کیا تو جانتا ہے کسیکو اُسکی مانند (۶۶) انسان کہتا ہے کہ کیا جب میں مرجاؤنگا تو نکالا جاؤنگا
زندہ ہو کر (۶۷) اور یاد نہین کرتا انسان کہ ہم نے اُسکو پیدا کیا اُس سے پہلے وہ کچھ نہ تھا (۶۸)
پھر قسم ہے تیرے پروردگار کی البتہ ہم اونکو اوٹھاوینگے اور شیطانون کو پھر ہم انکو حاضر کرینگے دوزخ
کے گرد گھٹنون کے بل گرے ہوے (۶۹) پھر الگ کرلیں گے ہم ہر ایک گروہ سے جو انمیں ہو سب سے
زیادہ سخت خدا کی نافرمانی کرنیمیں (۷۰) پھر ہم خوب جانتے ہیں اُن لوگونکو جو زیادہ لائق ہیں
دوزخ میں ڈالے جانیکے (۷۱) اور نہین ہے کوئی تم میں سے یعنی کافرونمیں سے مگر جا پہونچیگا دوزخ میں
یہ ہے وعدہ تیرے پروردگار پر لازمی مقرر کیا ہوا (۷۲) پھر بچاوینگے ہم اُن لوگون کو جو پرہیزگار رہے اور چھوڑ دینگے
ہم ظالمونکو دوزخ میں گھٹنونکے بل گرا ہوا (۷۳) اور جب پڑھی جاتی ہیں اُنپر ہماری کھلی آیتین تو

(۷۱ - ۷۲) - اِس آیت مین جو لفظ "وان منکم" ہے اور اس مین جو کم کی ضمیر مخاطب ہے اس ضمیر کی خطاب میں لوگون نے اختلاف کیا ہے - جو لوگ کہ یہ کہتے ہیں کہ کل انسان خواہ وہ مسلم ہون یا کافر مخاطب ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ سب لوگ پہلے دوزخ میں جائیں گے پھر جو مسلمان ہیں اُس سے نجات پائین گے مگر جو کہ مسلمانوں کا دوزخ میں جانا اور آیتون سے نہین معلوم ہوتا تھا اس لئے ایک گروہ علما نے یہ خیال کیا کہ دوزخ کی پشت پر جو پل صراط کھچا ہوا ہے اُسکے اوپر سے سب لوگ گذرینگے - جو کافر ہیں وہ دوزخ میں گر پڑینگے اور جو مسلمان ہین وہ صحیح و سالم اُس سے گزر جائین گے۔

مگر یہ روایتین ایسی ہیں جنکا کچھ نشان قرآن کے الفاظ میں نہیں پایا جاتا صحیح رائے اُن لوگوں کی ہے جنہون نے "منکم" کی ضمیر مخاطب کو صرف کفار کی طرف راجع کیا ہے اور یہ رائے قرآن مجید سے صحیح معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ اس آیت سے قبل کی آیتون میں کفار کا اور اُن پر عذاب ہونے اور اونکو دوزخ مین ڈالے جانیکا ذکر ہے اور یہ صاف قرینہ ہے کہ اس آیت میں ضمیر کم کی مخاطب بھی صرف وہی لوگ ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا
وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ
أَثَاثًا وَرِئْيًا ﴿۷۵﴾ قُلْ مَن كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ
مَدًّا ﴿۷۶﴾ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ
فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا ﴿۷۷﴾ وَيَزِيدُ
اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ﴿۷۸﴾ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ
خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۹﴾ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي
كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ﴿۸۰﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ
أَمِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿۸۱﴾ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ ﴿۸۲﴾
وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۸۳﴾ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا
وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۴﴾ كَلَّا

جنکا ذکر اوپر کی آیتوں میں ہے یعنی کفار نہ کہ تمام انسان۔

اس تفسیر کو تفسیر کبیر میں یہی بیان کیا ہے "و کہ وان منکم الا واردھا" کے معنی یہ ہیں کہ

وان منکم الا واردھا یعنی جھنم واختلفوا فقال بعضھم المراد من تقدم ذکرہ من الکفار فکنی عنھم اوّلا کنایۃ الغیبۃ ثم خاطب

تم میں کوئی ایسا نہیں جو دوزخ میں نہ پہونچے۔ پھر اس بات میں کہ اس آیت کے مخاطب کون لوگ ہیں علماء نے اختلاف کیا ہے بعض علما کہتے ہیں کہ وہی کفار مخاطب ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تو کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے اُن لوگون سے جو ایمان لائے کون دونون گروہون
میں اچھے مرتبہ پر ہے اور اچھی صحبت میں (٧٤) اور کتنے ہم نے ہلاک کئے ہیں اُن سے
پہلے گروہ لوگون کے جو کہ وہ بہتر تھے سامان میں اور نمود میں (٧٥) کہدے (ای پیغمبر)
جو کوئی ہے گمراہی میں بڑہاتا ہے اُسکو اللہ بہت بڑہانا (٧٦) یہانتک کہ جب وہ دیکھین گے
اُس بات کو جسکا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے یا تو عذاب یا قیامت تو وہ جلد جان جاینگے
کہ کون ہے بُرے درجہ میں اور کمزور گروہ میں (٧٧) اور زیادہ کرتا ہے اللہ اُن لوگون
کی ہدایت جنھوں نے ہدایت پائی (٧٨) اور ہمیشہ رہنے والی نیکیان بہتر ہیں تیرے پروردگار
کے نزدیک ثواب میں اور بہتر ہیں اور اچھی جگہہ ملنے میں (٧٩) کیا تو نے دیکھا ہے اُسکو
جسنے انکار کیا ہماری نشانیوں کا اور کہا کہ بیشک مجکو ملیگا مال اور اولاد (٨٠) کیا وہ مطلع
ہوا ہے غیب کی بات پر یا اُس نے لیا ہے اللہ سے عہد (٨١) ہرگز نہیں! ہم البتہ لکھیں گے
جو وہ کہتا ہی اور بڑہا وینگے اُسکے لئی عذاب بہت بڑہانا (٨٢) اور مالک ہو جاینگے ہم اُس چیز کی جو وہ
کہتا ہی اور آئیگا وہ ہمارے پاس اکیلا (٨٣) اختیار کئے ہیں اُنھوں نے اللہ کے سوا اور معبود تا کہ وہ اُنکے مددگار ہوں
ہرگز نہیں۔

خطاب المشافہۃ قالوا انہ لا یجوز للمؤمنین ان	جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے خدا نے اول اُن کا ذکر کنایۃً غائب
یردوا النار ویدل علیہ امور احدھا قولہ تعالیٰ ان	کے صیغون میں کیا ہے پھر بالمشافہ اُن سے خطاب کیا
الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولٰئک عنھا	ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا دوزخ میں پہونچنا
مبعدون والمبعد عنہا لا یوصف بانہ واردھا	ممکن نہیں ہے اور اسکی تین دلیلیں ہیں اوّل یہ کہ خدا
والثانی قولہ لا یسمعون حسیسھا ولو وردوا	فرماتا ہے وہ لوگ ہیں جنکے لئے ہم نے پہلے سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سیکفرون بعبادتہم ویکونون علیہم ضدا ﴿۸۵﴾ الم تر
انا ارسلنا الشیطین علی الکفرین تؤزہم ازا ﴿۸۶﴾ فلا تعجل
علیہم انما نعد لہم عدا ﴿۸۷﴾ یوم نحشر المتقین الی الرحمن
وفدا ﴿۸۸﴾ ونسوق المجرمین الی جہنم وردا ﴿۸۹﴾ لا یملکون
الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمن عہدا ﴿۹۰﴾ وقالوا اتخذ

جہنم لسمعوا حسیسہا و
ناتہادہم من فزع یومئذ امنون
(تفسیر کبیر جلد رابع صفحہ ۳۹۱)

نیک جزا مقرر کی ہے وہ دوزخ سے دور رہیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ جو دوزخ سے دور رہینگے انکی نسبت نہیں کہہ سکتے کہ وہ دوزخ میں پہونچینگے دوسری دلیل یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ دوزخ کی آواز بھی نہیں سنیں گے اور اگر وہ دوزخ میں پہونچینگے تو ضرور ہے کہ وہ اُسکی آواز بھی سنیں گے - تیسری دلیل یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ اُسدن کی گھبراہٹ سے امن میں رہینگے۔

پس کچھ شبہہ نہیں ہے کہ اس آیت میں صرف کافر ہی مخاطب ہیں نہ مسلمان۔

(۹۰) اس آیت میں شفاعت کا ذکر ہے مگر قبل اسکے کہ ہم اسپر بحث کریں ہمکو بتانا چاہیے کہ قرآن مجید میں کس کس طرح پر شفاعت کا ذکر آیا ہے۔

اول مشرکین عرب کی نسبت وہ آیتیں ہیں جن میں شفاعت کا ذکر ہے۔ اس میں کسیکو کلام نہیں کہ کفار عرب بلکہ تمام مشرکین بت پرست اس بات کا یقین رکھتے تھے اور یقین رکھتے ہیں کہ جن معبودوں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ معبود خدا سے اونکی شفاعت کرینگے۔ پس اُن آیتوں میں جو کافروں اور بت پرستوں کی نسبت ہیں خدا نے فرمایا ہے کہ کافر جنکی عبادت کرتے ہیں اور جنکو وہ اپنا شفیع سمجھتے ہیں وہ خدا کے پاس اونکی شفاعت نہیں کر سکنے کے۔

مذکورہ بالا آیتیں حسب تفصیل ذیل ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عنقریب وہ انکار کرینگے انکی عبادت سے اور وہ ہونگے اُنکے برخلاف ﴿۸۵﴾ کیا نہیں دیکھا تو نے کہ ہم نے بھیجے ہیں شیطان کافروں پر جو بدکاتے ہیں انکو بدکاکر ﴿۸۶﴾ پس نہ جلدی کر تو اُن پر ہم تو گن رہے ہیں اُنکے لئے گنتی ﴿۸۷﴾ جسدن ہم اکٹھا کرینگے پرہیزگاروں کو خدا کے پاس مہمانوں کی طرح ﴿۸۸﴾ اور ہم ہانک لیجاوینگے گنہگاروں کو جہنم کی طرف پیاسے ﴿۸۹﴾ نہیں مالک ہونگے وہ شفاعت کے مگر وہ شخص جس نے لیا ہی خدا سے عہد ﴿۹۰﴾ اور اونھوں نے کہا

سورہ اعراف میں خدا نے فرمایا ہے کہ جن وعدوں کا خدا نے ذکر کیا ہے جب وہ آجاوینگے

یقول الذین نسوہ من قبل قد جاءت رسل ربنا بالحق فھل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا۔ (سورہ اعراف آیت ۵۱)

تو وہ لوگ جو اُس سے پہلے انکو بھول گئے ہیں کہینگے کہ بیشک ہمارے پروردگار کے سچے پیغمبر آئے تھے پھر کیا ہمارے لئے شفاعت کرنیوالے ہیں کہ ہمارے لئے شفاعت کریں۔ (یعنی کوئی شفاعت کرنیوالا نہیں)

سورہ الشعرا میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کافر کہیں گے کہ ہمارے لئے کوئی شفاعت

فما لنا من شافعین ولا صدیق حمیم (سورہ الشعرا آیت ۱۰۰ و ۱۰۱)

کرنیوالا نہیں ہے۔

سورہ المدثر میں فرمایا ہے کہ کافر کہیں گے کہ ہم جھٹلاتے تھے قیامت کے دن کو یہانتک

فما تنفعھم شفاعۃ الشافعین (سورہ المدثر آیت ۴۹)

کہ ہم کو موت آگئی پھر انکو نفع نہیں دینے کی شفاعت شفاعت کرنیوالوں کی (یعنی جنکو کافر شفاعت کرنیوالا سمجھتے تھے انکی شفاعت سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا یعنی وہ انکی شفاعت کرنے والے ہوسکتے ہی نہیں)

سورہ السجدہ میں کافروں سے خطاب کرکے فرمایا ہی کہ قیامت کے دن کافروں کے لئے خدا کے سوا نہ کوئی ولی ہوگا نہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الرحمن ولدا

مالکم من دونه من ولی ولا شفیع
افلا تتذکرون (سورۃ السجدہ ایت ۳)

کوئی شفاعت کرنے والا —

سورہ المومن میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ظالمون کے لیئے نہ کوئی دوست

ما للظلمین من حمیم ولا شفیع
یطاع (سورۃ المومن آیت ۱۹)

ہوگا نہ کوئی شفاعت کرنیوالا جس کی بات مانی جاوے۔

سورہ الروم میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کافرون کے لیئے اونکے معبودونمیں

ولم یکن لھم من شرکائھم شفعاء وکانوا
بشرکائھم کافرین (سورہ روم ایت ۱۲)

سے جنکو وہ خدا کا شریک ٹھیراتے تھے کوئی شفاعت کرنیوالا نہ ہوگا۔

سورہ الزمر میں فرمایا ہے کہ کیا مکہ کے کافرون نے خدا کے سوا شفاعت کرنیوالے ٹھیرائے

ام اتخذوا من دون اللہ شفعاء
قل اولو کانوا لا یملکون شیئا ولا یعقلون
قل للہ الشفاعۃ جمیعا له ملک السموات
والارض ثم الیه ترجعون
(سورۃ الزمر ایت ۴۴ و ۴۵)

ہیں کہدے (اے پیغمبر) کہ کیا وہ (یعنی جن کو شفاعت کرنے والا ٹھیرایا ہے) کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتی اور نہ سمجھتے ہیں۔ کہدے اے پیغمبر کہ شفاعت تمام تر اللہ ہی کے لیئے ہے اوسی کے لیئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی پھر اوسی کے پاس جاؤ گے۔

ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم
ولا ینفعھم ویقولون ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ
قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات ولا
فی الارض سبحانه وتعالی عما یشرکون
(سورۃ یونس ایت ۱۹)

سورہ یونس میں فرمایا ہے کہ کافر اللہ کے سوا اُنکی عبادت کرتے ہیں جو نہ اُنکو نقصان پہونچاتے ہیں نہ اُنکو نفع۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ ہیں ہماری شفاعت کرنیوالے اللہ کے پاس کہدے اے پیغمبر کہ کیا تم متنبہ کرتے ہو اللہ کو اُس چیز سے کہ وہ نہیں جانتا آسمانوں کی اور زمین کی پاک ہے اور اعلیٰ ہے اُس سے کہ شریک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خدا رکھتا ہے اولاد

مقرر کرتے ہیں۔

سورہ انعام میں فرمایا ہے اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ تمہاری شفاعت کرنیوالوں کو

وماتری معکم شفعاء کم الذین زعمتم انہم فیکم شرکاء (سورہ انعام آیت ۹۴)

جنکو تم گمان کرتے تھے کہ وہ تم میں شریک ہیں۔

سورہ یٰس میں خدا نے پیغمبر کی زبان سے فرمایا ہے کہ کیا میں ٹھیراؤں اللہ کے سوا کسیکو معبود اگر

أأتخذ من دونه آلهة ان یردن الرحمٰن بضر لا تغن عنی شفاعتهم شیئا ولا ینقذون (سورہ یٰس ۳۶ آیت ۲۲)

خدا کچھ مجکو نقصان پہونچانا چاہے تو اُنکی شفاعت میرے کچھ بھی کام نہیں آسکتی۔ اور نہ اُس سے مجکو چھڑا سکتی ہے۔

دوسری قسم کی وہ آیتیں ہیں جن میں قطعاً یہ بات فرمائی ہے کہ کوئی شخص خدا کے سامنے کسی کی شفاعت نہیں کرسکتا۔ اور نہ کوئی کسیکا شفیع ہوسکتا ہے اور وہ آیتیں یہ ہیں۔

سورہ بقر میں خدا نے فرمایا ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو خیرات کرو اُس میں سے جو دیا

یاایها الذین امنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیه ولا خلة ولا شفاعة والکافرون هم الظلمون (سورہ بقر آیت ۲۵۵)

ہے ہمنے تمکو اس سے پہلے کہ ایک دن آوے جس میں نہ خرید فروخت ہے اور نہ دوستی اور نہ شفاعت اور کافر وہی ہیں ظلم کرنیوالے۔

سورہ انعام میں خدا نے اپنے پیغمبر سے فرمایا ہے کہ تو قرآن سے اُن لوگوں کو ڈرا جو ڈرتے ہیں

لیس لهم من دونه ولی ولا شفیع لعلهم یتقون (سورہ انعام آیت ۵۱)

کہ وہ جاوینگے اپنے پروردگار کے پاس اُنکے لئے سوائے خدا کے نہ کوئی دوست ہے نہ شفاعت کرنیوالا تاکہ وہ پرہیزگاری کریں۔

پھر دوسری آیت میں خدا نے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ تو قرآن سے اُنکو نصیحت کر کہ جو کچھ جسنے

لیس لها من دون الله ولی ولا شفیع۔ (سورہ انعام آیت ۶۹)

کمایا ہے اُسکے سبب سے وہ ہلاکت میں پڑیگا اور خدا کے سوا نہ اُسکا کوئی دوست ہوگا اور نہ شفاعت کرنیوالا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا (۹۱)

سورہ ... ڈرایا ہے اور ڈرو اُس دن سے کہ نہیں پورا کریگا کوئی کسی سے کچھ اور اس سے نہ قبول کیا

واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منها عدل ولا تنفعها شفاعة ولا هم ینصرون (سورہ البقر ۱۱۷)	جاویگا بدلا اور نہ فائدہ دیگی اُنکو شفاعت اور نہ وہ مدد کیے جاوینگے۔

تیسری قسم کی آیتیں وہ ہیں جن میں یہ بیان ہوا ہے کہ خدا کے سامنے کوئی کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا بجز خدا کی اجازت کے اور وہ آیتیں یہ ہیں۔

سورہ البقر میں خدا نے فرمایا ہے کہ وہ کون ہے جو شفاعت کرے اُسکے پاس (یعنی اللہ

من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنه (سورہ البقر آیت ۲۵۶)	کے پاس) مگر اُس کے حکم سے۔

سورہ انبیا میں فرمایا ہے کہ خدا جانتا ہے جو کچھ اُنکے آگے ہے اور جو کچھ اُنکے پیچھے

یعلم ما بین ایدیهم وما خلفهم ولا یشفعون الا لمن ارتضی وهم من خشیته مشفقون (سورہ الانبیا آیت ۲۸-۲۹)	ہے اور وہ شفاعت نہیں کرتے مگر اُس شخص کی جس سے خدا خوش ہے اور وہ اُسکے ڈر سے دہلنے والے ہیں۔

سورہ یونس میں فرمایا ہے۔ نہیں ہے کوئی شفاعت کرنے والا مگر اوس کے اذن

ما من شفیع الا من بعد اذنه (سورہ یونس آیت ۳)	کے بعد۔

سورہ طہ میں فرمایا ہے اُس دن شفاعت فائدہ نہیں دینے کی مگر اُسکو جسکے لئے خدا نے

یومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضی له قولا (سورہ طہ آیت ۱۰۸)	اذن دیا ہے اور اُس کی بات کو پسند کیا ہے۔

سورہ سبا میں فرمایا ہے اور فائدہ نہیں دیتی شفاعت اُسکے پاس مگر واسطے اُس شخص

ولا تنفع الشفاعة عندہ الا لمن اذن له (سورہ السبا - آیت ۲۲)	کے کہ اذن دیا گیا ہو اُسکے لئے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بیشک تم لائے ہو بہت بڑی بات (۹۱)

سورہ النجم میں فرمایا ہے اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ انکی شفاعت تم کو کچھ فائدہ نہیں دیتی مگر بعد اسکے کہ اذن دیوے اللہ جسکے لئے چاہے اور پسند کرے۔

> وکم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتهم شیئا الا من بعد ان یاذن الله لمن یشاء ویرضی۔
> (سورہ النجم آیت ۲۶-۲۷)

سورہ الزخرف میں فرمایا ہے جو لوگ کہ عبادت کرتے ہیں اللہ کے سوا وہ مالک نہیں ہیں شفاعت کے مگر وہ شخص جس نے سچ کی گواہی دی اور وہ جانتے ہیں۔

> ولا یملک الذین یدعون من دونه الشفاعة الا من شهد بالحق وهم یعلمون (سورہ الزخرف آیت ۸۶)

سورہ مریم میں فرمایا ہے اور نہیں مالک ہیں شفاعت کے مگر وہ شخص جس نے اللہ سے عہد لیا ہے۔

> لا یملکون الشفاعة الا من اتخذ عند الرحمن عهدا (سورہ مریم - آیت ۹۰)

پہلی قسم کی جو آیتیں ہیں اُن سے زیادہ بحث کرنیکی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ کافر یہ یقین کرتے تھے کہ اُنکے معبود خدا سے اُنکی سفارش کر کے اُنکے گناہ بخشوا دینگے۔ خدا نے کہا کہ قیامت میں اُنکے لئے کوئی شفاعت کرنیوالا نہیں ہوگا یعنی اُنکا یہ خیال کہ اُنکے معبود شفاعت کروائنگے غلط ہے۔

دوسری قسم کی آیتیں بھی ہمارے نزدیک بالکل سیدھی اور صاف ہیں جن میں یہ بیان ہوا ہے کہ خدا کے سامنے کوئی کسی کی شفاعت کرنیوالا نہیں ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص اپنے اعمال کی موافق جزا اور سزا پاویگا۔ پس وہاں نہ کسی کی شفاعت چلتی ہے اور نہ کوئی کسی کی شفاعت کر سکتا ہے۔

مگر تیسری قسم کی آیتیں بحث کے قابل ہیں۔ جن میں الا حرف استثنا کا اور لفظ اذن کا آیا ہے اور اس سبب سے بعض اکابر شفاعت بالاذن کے قایل ہوئے ہیں۔ یعنی خدا جس شخص کی شفاعت کرنے کی اجازت دیگا اوسی کی شفاعت کی جاوے گی۔ اور جسکے لئے خدا کا اذن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ

نہ ہوگا اُسکی شفاعت نہیں کیجاوے گی۔

مسلمانوں میں ایک عام خیال ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام قیامت کے دن اپنی امت کی گنہگاروں کی شفاعت کرکے اُنکو بخشوالیں گے۔ پھر اس خیال کو بہت وسعت ہوگئی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ پیر اپنے مریدوں کی اور نیک بندے اپنے دوستوں اور معتقدوں کی اور حافظ اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کی شفاعت کرکے اُنکو بخشوالیں گے۔ اور ایک ایک کی شفاعت سے معلوم نہیں کتنے کتنے گنہگار بخشے جاوینگے۔ اِن خیالات کی بنیاد کچھ ہی ہو اِس مقام پر اُس سے بحث کرنی ضرور نہیں ہے۔ یہاں صرف اِس بات پر بحث کرنی ہے کہ اُن آیتوں سے جو تیسری قسم میں مندرج ہیں نسبت شفاعت کے کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔

شفاعت کا مطلب اگر یہی خیال کیا جاوے جو عام لوگوں کا ہے تو یہہ مشکل پیش آتی ہے کہ سورہ انعام میں خدا نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن خدا کے سوا نہ کوئی دوست ہوگا نہ شفاعت کرنیوالا اور اس کا فائدہ یہ بتایا ہے کہ "لعلهم يتقون" یعنی تاکہ لوگ پرہیزگاری کریں یعنی کوئی کسیکا شفیع نہیں ہے اسلئے اُنکو چاہیئے کہ نیک اعمال کریں پس اگر لوگوں کو یہہ یقین ہو کہ انبیا اور اولیا قیامت کے دن شفاعت کرکے اُنکے گناہ بخشوا لینگے تو جو فائدہ خدا نے کسی کی شفیع نہ ہونیکا بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ قیامت کے دن خدا کے سوا نہ کوئی دوست ہے نہ شفاعت کرنیوالا وہ باطل ہوجاتا ہے۔ اور اسلئے ضرور ہے کہ اُن آیتوں پر جو تیسری قسم میں داخل کی گئی ہیں کافی غور کی جاوے۔

شفاعت کے معنی اگر یہہ قرار دئے جاویں کہ کوئی شخص کسی اعلیٰ حاکم سے کسیکی نسبت یہ چاہے کہ اُسکی تقصیروں کو معاف کیا جاوے اور اُسپر رحم اور مہربانی ہو تو شفاعت کے لئے تین وجودوں کا ہونا لازم آتا ہے۔ ایک اُس شخص کا جو گنہگار ہے۔ دوسرے اُس شخص کا جو شفاعت کرے تیسرے اُسکا جس سے شفاعت کیجاوے۔ مگر متعدد جگہ خدا نے شفاعت کو اپنے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ اور اُس سے صرف دو وجودوں کا ہونا لازم آتا ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قریب ہے کہ آسمان اُس سے پھٹ جائیں

ایک خدا کا اور ایک اُس شخص کا جو گنہگار ہے۔ خدا نے سورۃ الزمر میں صاف بیان کیا ہے کہ قل للہ الشفاعۃ جمیعا۔ یعنی اے پیغمبر کہدے کہ شفاعت تمام تر اللہ ہی کے لئے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود خدا ہی اپنے گنہگار بندوں کا شفیع ہے۔

علاوہ اسکے خدا نے سورہ السجدہ میں کافروں کی نسبت فرمایا ہے مالکم من دونہ من ولی ولا شفیع۔

اور سورہ یٰسٓ میں فرمایا ہے کہ ااتخذ من دونہ آلہۃ۔ اور سورہ انعام میں فرمایا ہے کہ لیس لھم من دونہ ولی ولا شفیع۔ اور ایک جگہ فرمایا ہے لیس لہا من دون اللہ ولی ولا شفیع جس سے پایا جاتا ہے کہ کافرون کو چاہیئے تھا کہ خدا کو ولی اور شفیع گردانتے نہ خدا کے سوا اور کسی کو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی اور شفیع خدا ہے نہ اور کوئی۔

لفظ "دون" کے بعد جب کوئی امر مثبت اور محقق بیان کیا جاتا ہے تو اُس سے یہی مراد ہوتی ہے کہ جو فعل اُس شخص کے ساتھ کیا گیا ہے جو لفظ "دون" سے مراد ہے وہ فعل اُسکے ساتھ نہ کرنا چاہیئے تھا۔ بلکہ اُسکے ساتھ کرنا چاہیئے تھا جو لفظ "دون" کے بعد ہے جیسا کہ خدا نے کہا ہے کہ یعبدون من دون اللہ پس جو فعل کہ اللہ کے سوا اور کسی کے ساتھ کیا گیا تھا وہ کرنا نہیں چاہیئے تھا۔ بلکہ اللہ کے ساتھ کرنا چاہیئے تھا۔ اور جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین۔ پس ظاہر ہے کہ جو دوستی کہ کافرون کے ساتھ کی گئی تھی وہ قبیح اور ناجائز تھی۔ بلکہ وہ دوستی مسلمانوں کے ساتھ کرنی چاہیئے تھی۔ پس مذکورہ بالا آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شفاعت کا خیال غیر خدا کے ساتھ ناواجب تھا اور خدا کے ساتھ لازم تھا اور اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ ولی اللہ شفیع اللہ الہ۔ پس شفاعت خدا کے ساتھ مخصوص ہے اور وہی شفیع ہے نہ کوئی غیر۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ جہاں کہیں خدا نے شفاعت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے جیسے کہ "قل للہ الشفاعۃ جمیعا" یہ اس سبب سے کیا ہے کہ بغیر اسکے اذن کے کوئی شفاعت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۲﴾

نہیں کر سکنے کا پس گویا حقیقت میں شفیع خدا ہی ہے جس کے اذن کے بغیر شفاعت نہیں ہو سکتی۔

مگر اس توجیہ کا تسلیم کرنا ان آیتوں کی مراد پر منحصر ہے جن میں اذن کا لفظ واقع ہوا ہے اگر ان آیتوں میں شفاعت کے اذن دینے سے مراد نہ ہو تو یہ توجیہ صحیح نہیں ہو سکتی اور اسلئے ہم اُن آیتوں سے بحث کرتے ہیں جنمیں اذن کا لفظ آیا ہے۔

پانچ آیتیں ہیں جن میں الا باذنہ کا لفظ آیا ہے ایک سورہ بقر کی جہاں خدا نے فرمایا ہے " من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ" دوسری سورہ یونس میں جہان خدا نے فرمایا ہے "ما من شفیع الا بعد اذنہ" تیسری سورہ طٰہٰ میں جہان خدا نے فرمایا ہے " یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا" چوتھی سورۂ سبا میں جہاں خدا نے فرمایا ہے " ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ" پانچویں سورہ نجم میں جہاں خدا نے فرمایا ہے " لا تغنی شفاعتھم شیئا الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء ویرضیٰ"

سورہ بقر اور سورہ انعام کی جو آیتیں ہم نے قسم دوم میں لکھی ہیں اُن میں بلا کسی شرط اور بلا کسی استثنا کے خدا نے فرمادیا ہے کہ قیامت کے دن کوئی کسی کا شفیع نہیں ہونے کا اور نہ کوئی کسی کا ولی اور مددگار۔ پس اب ہمکو یہہ دیکھنا ہے کہ ان آیتوں میں جن میں لفظ "الا باذنہ" واقع ہے درحقیقت اُس سے شفاعت کے اذن کا دیا جانا مراد ہے یا نہیں۔

ہمارے نزدیک شفاعت کے اذن کا دیا جانا مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید میں جس جگہہ کسی امر کا ہونا یا نہ ہونا قطعی طور پر بیان کیا گیا ہے اور پھر اُس سے اپنی مشیت یا ارادہ یا قدرت کو خدا نے مستثنے کیا ہے تو اس استثنا سے صرف اپنی قدرت کاملہ اور مشیت اور ارادہ کا اظہار مقصود ہوتا ہے نہ اُس امر کے واقع ہونے کا جو بعد حرف استثنا کے واقع ہوا ہے۔ پس ان آیتوں میں الا باذنہ یا باذن اللہ کا لفظ جو آیا ہے اُس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ خدا قیامت میں کسیکو یا کسیکے لیے شفاعت کرنے کی اجازت بھی دیگا اور خدا نے قرآن مجید میں شفاعت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور زمین ٹکڑے ہو جائے اور گر پڑیں پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر (۹۲)

کی جو عام طور پر نفی کی ہے اس استثنا سے اس میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور ہمارے نزدیک ایسی آیتوں میں کلمہ الا باذنہ یا الا باذن اللہ بطور کلمہ تائید کے ہوتا ہے جس سے اُس امر کا ہونا یا نہ ہونا قطعی ہو جاتا ہے جس سے خدا نے اپنے اذن کو مستثنا کیا ہے۔

اسکی مثال لفظ الا ان یشاء اللہ سے بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ سورہ اعراف میں حضرت شعیبؑ کے قصہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ اُس گاؤں کے سرداروں نے جہاں شعیبؑ رہتے تھے حضرت شعیب سے اور جو لوگ کہ ایمان لائے تھے اُنسے کہا کہ ہم تمکو گاؤں سے نکال دینگے یا ہمارے مذہب میں آجاؤ۔ تو حضرت شعیب نے کہا کہ اگر تمہارے مذہب میں پھر آؤں بعد اسکے کہ خدا نے مجکو اُس سے نجات دی ہے تو میں نے بیشک خدا کے اوپر جھوٹ باندھا ہوگا۔ اور ہمارے لئے نہیں ہے کہ ہم اُس میں پھر جاویں مگر یہہ کہ خدا چاہے۔

قد افترینا علی اللہ کذبا ان عدنا فی ملتکم بعد اذ نجینا اللہ منہا وما یکون لنا ان نعود فیہا الا ان یشاء اللہ (سورہ اعراف - ۸۷)

اِس آیت کا یہہ مقصد نہیں ہے کہ حضرت شعیب کا دوبارہ کفر میں داخل ہونا خدا چاہے گا بلکہ خدا حضرت شعیب پیغمبر کا پھر کفر میں داخل ہونا ہرگز نہیں چاہیگا۔ پس کلمہ استثنا کے بعد جو بیان ہے وہ بطور تائید کلام اول کے ہے اور اُس کا وقوع کسیطرح مقصود نہیں ہے۔ اور یہی حال اُن آیتوں کا ہے جن میں لفظ الا باذنہ کا آیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کسیکو شفاعت کرنیکی یا کسی کے لئے شفاعت کرنے کی اجازت نہیں دینے کا علاوہ اسکے یہ کلمے بطور تبعید یا تعلیق المحال بالمحال کر بولے جاتے ہیں اور اسکی مثال یہ ہے کہ خدا نے قرآن مجید میں جابجا مشرک کی نجات نہ ہونیکو صاف صاف بیان فرما دیا ہے اور ایک آیت میں جہاں فرمایا ہے حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیاط اُنکی نجات کو اس شرط کے ساتھ معلق کیا ہے کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو سکے اور ایسا ہونا محال ہے۔ پس مشرک کی نجات کی جو عام طور پر قرآن میں نفی کی گئی ہے اس تعلیق سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۚ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ
وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي
الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۭ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَ
كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾
فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ
قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾

اسمیں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ بلکہ مشرک کی نجات کا ناممکن ہونا اور بھی واضح ہوگیا ہے۔ اسکی اور بہت سی مثالیں ہیں۔ مثلاً کوئی کہے کہ میں یہ کام نہیں کرونگا جب تک کہ تارکول سفید اور کالا کوا بوڑھا نہ ہوجاوے۔ یعنی جب تک کالے کوے کے سفید بال نہ نکل آئیں۔

پس ان آیتوں میں بھی شفاعت کو باذنہ سے مشروط کرنا تعلیق المحال بالمحال ہے کیونکہ اور آیتوں میں شفاعت کی مطلقاً نفی کی گئی ہے جس سے کسیکو شفاعت کا اذن دیا جانا محال معلوم ہوتا ہے۔ یہاں شفاعت کو اسی اذن کے ساتھ معلق اور مشروط کیا ہے جس کا حاصل ہونا محال ہے۔ پس اس تعلیق سے شفاعت کی مطلق نفی میں کوئی فرق نہیں آتا جو پہلے بیان ہوچکی ہے بلکہ شفاعت کا ناممکن اور محال ہونا زیادہ واضح ہوجاتا ہے۔ بہرحال ان آیتوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت میں خدا کسیکو شفاعت کرنیکا یا کسی کے لئے شفاعت کرنیکا اذن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اس بات پر کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں خدا کے لیئے اولاد کا اور نہیں شان ہی خدا کی کہ وہ رکھے اولاد (۹۲) نہیں ہے کوئی آسمان اور زمین میں مگر آنیوالا ہے خدا کے پاس بندہ ہو کر بیشک خدا نے انکو گھیر لیا ہے انکو اور گن لیا ہے انکو گنتی کر کے (۹۴) اور ہر ایک اُن میں سے آنیوالا ہے قیامت کے دن تنہا (۹۵) بیشک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں اور پیدا کر دیگا خدا اُنکے لئے دوست (۹۶) اے پیغمبر بیشک ہمنے آسان کر دیا ہے قرآن کو تیری زبان میں تاکہ اُس سے خوشخبری دے پرہیزگاروں کو اور تو ڈراوے اُس سے جھگڑالو لوگوں کو (۹۷)

دے گا۔ بلکہ سیاق قرآن سے یہی پایا جاتا ہے کہ اجازت نہیں دیگا۔

دو آیتیں اور ہیں جن میں اذن کا لفظ نہیں ہے مگر حرف استثنا آیا ہے۔ پہلی آیت سورہ الزخرف کی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ ولا یملك الذین یدعون من دونه الشفاعة الا من شهد بالحق وهم یعلمون اور دوسری آیت سورہ مریم کی ہے جسکی ہم تفسیر لکھتے ہیں اُس آیت میں خدا نے فرمایا ہے۔ لا یملکون الشفاعة الا من اتخذ عند الرحمن عهدا۔ یہ دونوں آیتیں ایک سی ہیں۔ پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ خدا کے سوا اوروں سے شفاعت چاہتے ہیں اُن میں سے کوئی شفاعت کا مالک نہیں ہے بجز اُسکے جسنے سچ بات یعنی اسلام پر اقرار کیا۔ اور دوسری آیت میں ہے کہ سوائے اُنکے جنہوں نے خدا سے عہد کیا ہے یعنی اُسکی وحدانیت کا اقرار کیا ہے کوئی مالک شفاعت کا نہیں ہوگا۔

شفاعت کے مالک ہونے سے شفاعت کا حق یا استحقاق حاصل ہونا مراد ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

جو سوائے مسلمان کے اور کسیکو حاصل نہیں ہے شفاعت کا حاصل ہے کسی کے گناہوں سے درگذر کرنا اور جب شفاعت خدا کی طرف منسوب کی جاتی ہے تو اُسکے معنی مغفرت کے رہجاتے ہیں اور مجازاً اُسکا استعمال بمعنی مغفرت ولایت (ولی ہونا) اور نصرت کے ہوتا ہے۔ جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے۔ لہ ا ہم من دون ولی ولاشفیع۔ اور دوسری جگہہ فرمایا ہی لاتنفعھا شفاعة ولاھم ینصرون ان آیتوں میں لفظ ولی اور ینصرون گویا تفصیل ہے شفاعت کی پس خدا کی شفاعت اُسکی مغفرت ہے اور خدا کا شفیع ہونا اُس کا غفور اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور کتنے ہلاک کئے ہیں ہم نے اُن سے پہلے گروہ لوگوں کے کیا تو پاتا ہے

اُن میں سے کسی کا پتا یا سنتا ہے اُنکی بھنک (۹۸)

غفار ہوتا ہے۔ اس مطلب کو نہایت صاف طور پر خدا نے بیان کیا ہے جہاں فرمایا ہے
ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء۔
ولاشک ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفیعنا وشفیع جمیع المسلمین لانہ علیہ السلام ھدانا الی صراط مستقیم موصل الی الشفاعۃ والرحمۃ والغفران من عند اللہ فھو شفیع لنا بالتحقیق فی یوم الدین یوم لابیع فیہ ولا خلۃ ولاشفاعۃ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

هو المستعان

سورهٔ طٰهٰ

۱۰۹

در مطبع مفید عام آگره محمد قادر علیخان صوفی

طبع نمود

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰہٰ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ۱ اِلَّا تَذۡکِرَۃً
لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ۲ تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَ السَّمٰوٰتِ
الۡعُلٰی ۳ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ۴ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا وَ مَا تَحۡتَ الثَّرٰی ۵ وَ اِنۡ تَجۡہَرۡ بِالۡقَوۡلِ
فَاِنَّہٗ یَعۡلَمُ السِّرَّ وَ اَخۡفٰی ۶ اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ لَہُ الۡاَسۡمَآءُ
الۡحُسۡنٰی ۷ وَ ہَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ مُوۡسٰی ۸ اِذۡ رَاٰ نَارًا
فَقَالَ لِاَہۡلِہِ امۡکُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ ۹ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡہَا
بِقَبَسٍ اَوۡ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ہُدًی ۱۰ فَلَمَّاۤ اَتٰىہَا نُوۡدِیَ یٰمُوۡسٰی ۱۱
اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡکَ ۚ اِنَّکَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی ۱۲
وَ اَنَا اخۡتَرۡتُکَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا یُوۡحٰی ۱۳ اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ
اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ ۱۴ اِنَّ السَّاعَۃَ
اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخۡفِیۡہَا ۱۵ لِتُجۡزٰی کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا تَسۡعٰی ۱۶ فَلَا یَصُدَّنَّکَ

ف۱ استویٰ علی العرش پر ہم پوری بحث اپنی تفسیر جلد سوم میں لکھ چکے ہیں دیکھو صفحہ (۱۶۳-۱۷۴)

ف۲ حضرت موسیٰ کے واقعات اور حالات کے متعلق جسقدر آیتیں قرآن مجید میں آئی ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طٰہٰ ہم نے تجھپر قرآن اسلئے نہیں اوتارا کہ تو رنج کہینچے ① بجز نصیحت کے اُسکے لئے
جو ڈرتا ہے ② اوتارا ہوا ہے اُسکا جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانون کو ③
رحمٰن یعنی خدا عرش پر قایم ہوا ④ اُسیکے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانون میں ہے اور جو کچھ
کہ زمین میں ہی اور جو کچھ کہ اُن دونوں میں ہے اور جو کچھ کہ گیلی زمین کے نیچے ہی ⑤
اگر تو کہلم کہلا کوئی بات کرے تو بیشک وہ جانتا ہی چھپے بہید کو اور زیادہ چھپے ہوئے
کو ⑥ خدا ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہی اُسیکے لئے ہیں نام اچھے ⑦ اور کیا پہونچی
ہے تجھ تک خبر موسیٰ کی ⑧ جسوقت اُسنے دیکہا آگ کو تو اُسنے اپنے لوگون سی کہا
ٹہیرو بیشک میں نے دیکھی ہی آگ ⑨ شاید میں لاؤن تمہارے پاس اُس سی انگارا یا میں
پاؤن آگ کے پاس راہ ⑩ پہر جب اُسکے پاس پہونچا تو آواز دیگئی اے موسیٰ ⑪ بیشک
میں ہون تیرا پروردگار اُتار دی اپنی جوتیان بیشک تو میدان پاک میں ہے جسکا نام طویٰ
ہے ⑫ اور میں نے تجھکو پسند کیا پہر سن جو کچھ وحی کیجاتی ہے ⑬ بیشک میں خدا
ہون نہیں کوئی معبود سوا میرے پہر میری عبادت کر اور قایم کر نماز مجھے یاد کرنیکے
لئے ⑭ بیشک قیامت آنیوالی ہے میں چاہتا ہون کہ اُسکے وقت کو پوشیدہ
رکہون ⑮ تاکہ بدلا دیا جاوی ہر شخص کو اُسکا جو وہ کرتا ہے ⑯ پس نہ روکے تجھکو

اُنکی مفصل تفسیر ہم اپنی تفسیر جلد سوم میں صفحہ ٢١٠ سے صفحہ ٢٥٠ تک اور تفسیر جلد اول میں صفحہ ٧٠ سے صفحہ ١٢٦ تک کر چکے ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۷﴾ وَمَا تِلْكَ
بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ
بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۹﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۲۰﴾
فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۱﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ
سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۲﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ
تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۳﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا
الْكُبْرٰى ﴿۲۴﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ
صَدْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۷﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۸﴾
يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۹﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۳۰﴾ هٰرُوْنَ
اَخِي ﴿۳۱﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۲﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۳﴾ كَيْ
نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾
قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ
مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ
فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُس سے جو اُسپر ایمان نہین لایا اور پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی پھر تو ہلاک
ہو جاوے (۱۷) اور یہ کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ (۱۸) موسیٰ نے کہا
کہ یہ میری لاٹھی ہے میں اُسپر سہارا لیتا ہون اور اُس سے پتے اپنے ریوڑ پر جھاڑ لیتا
ہون اور میرے لئے اُس میں اور بھی فائدے ہیں (۱۹) خدا نے کہا کہ اُسکو ڈالدے
اے موسیٰ (۲۰) پھر اُسنے اُسکو ڈالدیا پھر یکایک وہ تھی دوڑتا ہوا سانپ (۲۱) خدا نے کہا
کہ اُسکو اُٹھالے اور مت ڈر ہم پھر کر دینگے اُسکو ویسی ہی جیسی کہ تھی پہلے (۲۲)
اور ملادے اپنا ہاتھ اپنی بغل سے نکلے گا سفید چمکتا ہوا بغیر کسی عیب کے نشانی
ہے دوسری (۲۳) تاکہ ہم تجھکو دکھاوین اپنی بڑی نشانیون میں سے (۲۴) جا فرعون
پاس بیشک اُسنے سرکشی کی ہے (۲۵) موسیٰ نے کہا کہ اے میرے پروردگار میرے لئے
میرے دل کو کھولدے (۲۶) اور آسان کر میرے لئے میرا کام (۲۷) اور کھولدے
گرہ میری زبان کی (۲۸) تاکہ سمجھین میری بات کو (۲۹) اور کر میرے لئے ایک وزیر میرے
لوگون میں سے (۳۰) ہارون میرے بھائیکو (۳۱) اور مضبوط کر اُس سے میری قوت
کو (۳۲) اور شریک کر اُسکو میرے کام میں (۳۳) تاکہ ہم تیری تسبیح کرین بہت اور ہم تجھکو
یاد کرین بہت (۳۴) بیشک تو ہے ہمکو دیکھنے والا (۳۵) خدا نے کہا کہ بیشک دی گئی
(۳۷) تجھکو تیری درخواست اے موسیٰ (۳۶) اور بیشک ہم نے تجھپر احسان کیا دوسری دفعہ
جسوقت کہ ہمنے وحی بھیجی تیری ماں کے پاس جو کچھ کہ وحی بھیجی گئی (۳۸) کہ رکھ اُسکو
صندوق میں اور ڈالدے اُسکو دریا میں پھر اُسکو ڈالدیگا

بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً
مِّنِّي (٣٩) وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي (٤٠) إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ
أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ
وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا (٤١) فَلَبِثْتَ
سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ (٤٢) وَ
اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (٤٣) اذْهَبْ أَنتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا
فِي ذِكْرِي (٤٤) اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ (٤٥) فَقُولَا لَهُ قَوْلًا
لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ (٤٦) قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَن يَفْرُطَ
عَلَيْنَا أَوْ أَن يَطْغَىٰ (٤٧) قَالَ لَا تَخَافَا ۖ إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ (٤٨)
فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ
وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۖ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكَ ۖ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ
الْهُدَىٰ (٤٩) إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ (٥٠)
قَالَ فَمَن رَّبُّكُمَا يَا مُوسَىٰ (٥١) قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ (٥٢)
قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ (٥٣) قَالَ عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي فِي كِتَابٍ ۖ لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى (٥٤)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دریا کنارے پر لے لیویگا اس کو میرا دشمن اور اس کا دشمن اور میں نے ڈال دی ہے تجھ پر (اے موسیٰ) محبت اپنی طرف سے (۳۹) تاکہ تو پرورش پاوے میری آنکھوں کے سامنے (۴۰) جس وقت کہ جا رہی تھی تیری بہن تو وہ کہتی تھی (یعنی ان سے جنہوں نے موسیٰ کو دریا میں سے نکالا تھا کہ کیا میں تم کو بتاؤں اس کو جو پرورش اس کو (یعنی موسیٰ کو) کرے پھر ہم پھیر لائے تجھ کو تیری ماں کی طرف تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور کڑھے نہیں اور تو نے مار ڈالا ایک آدمی کو پھر ہم نے تم کو نجات دی اس غم سے اور آزمایا ہم نے تجھ کو اچھی طرح آزما کر (۴۱) پھر تو چند برس مدین والوں میں رہا پھر تو آیا اندزہ پر اے موسیٰ (۴۲) اور ہم نے تجھ کو پسند کر لیا اپنے لئے (۴۳) اور تیرا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ اور سستی نہ کرو میری یاد کرنے میں (۴۴) دونوں جاؤ فرعون کے پاس بیشک اس نے سرکشی کی ہے (۴۵) پھر اس سے کہو نرم بات شاید وہ نصیحت پکڑے یا ڈرے (۴۶) دونوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار بے شک ہم دونوں ڈرتے ہیں کہ زیادتی کرے گا ہم پر یا کہ سرکشی کرے گا (۴۷) خدا نے ان دونوں سے کہا کہ تم مت ڈرو بے شک میں دونوں کا خدا ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں (۴۸) پھر وہ دونوں فرعون کے پاس آئے پھر ان دونوں نے کہا کہ بے شک ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے پروردگار کے پھر بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اور ان کو عذاب نہ دے بیشک یہی ہے مرضی پروردگار کی اور سلامتی ہے اس شخص پر جس نے پیروی کی ہدایت کی (۴۹) بیشک اس نے کہا ہے ہمارے پاس کہ عذاب اس پر ہے جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی (۵۰) (فرعون) نے کہا تمہارا پروردگار کون ہے اے موسیٰ (۵۱) (موسیٰ نے) کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے دی ہے ہر چیز کو اس کی بناوٹ پھر ہدایت کی (۵۲) فرعون نے کہا کہ پھر کیا حال ہے اگلے زمانے کے لوگوں کا (۵۳) موسیٰ نے کہا کہ ان کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے ایک کتاب میں نہیں چوک جاتا ہے میرا پروردگار اور نہ بھول جاتا ہے (۵۴)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الَّذِي جَعَلَ

لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا وَّأَنْزَلَ
مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۭ فَأَخْرَجْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ
شَتّٰى ۝٥٣ كُلُوْا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ ۭ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّأُولِي النُّهٰى ۝٥٤ ۧ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ
مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى ۝٥٥ وَلَقَدْ أَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا
كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَأَبٰى ۝٥٦ قَالَ أَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ
أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ۝٥٧ فَلَنَأْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ
فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ
وَلَآ أَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝٥٨ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ
الزِّيْنَةِ وَأَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝٥٩ فَتَوَلّٰى
فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ أَتٰى ۝٦٠ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى
وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ
بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝٦١ فَتَنَازَعُوْٓا
أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوٰى ۝٦٢ قَالُوْٓا إِنْ
هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ أَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ
أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وہ ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور نکالے تمہارے لئے اُس میں رستے اور بھیجا آسمان
سے پانی پھر نکالیں ہم نے اُس سے مختلف قسمیں نباتات کی (۵۵) کھاؤ اور چراؤ اپنے مویشی کو
بیشک اس میں ہیں نشانیاں سمجھدار لوگوں کیلئے (۵۶) اُس سے (یعنی زمین سے) پیدا کیا ہم نے
تمکو اور اُس میں تمکو پھر لیجاوینگے اور اُس سے تمکو نکالیں گے دوسری دفعہ (۵۷) اور بیشک
ہمنے دکھائیں اُسکو (یعنی فرعون کو) اپنی تمام نشانیاں پھر اُسنے جھٹلایا اور نہ مانا (۵۸)
کہا فرعون نے کیا تو آیا ہے اسلئے کہ نکالے ہمکو ہماری زمین سے بسبب اپنی جادو
کے اے موسیٰ (۵۹) پھر بیشک ہم لاوینگے تیرے پاس اسی کی مانند جادو پھر مقرر
کر ہم میں اور اپنے میں کوئی وقت نہ ہم اُسکے خلاف کریں اور نہ تو برابر کی جگہ میں (۶۰)
موسیٰ نے کہا تمہارا وقت تہوار کا دن ہے اور یہ کہ جمع ہوں آدمی دن چڑھے (۶۱)
پھر لوٹ گیا فرعون اور جمع کئے اپنے سارے داؤں پھر آیا (۶۲) کہا اُنکو (یعنی
فرعون کے ساحروں کو) موسیٰ نے افسوس تم پر نہ بہتان باندھو اللہ پر جھوٹ (۶۳)
پھر ہلاک کر دے تم کو عذاب سے اور بیشک نامراد ہوا جسنے بہتان باندھا (۶۴)
پھر جھگڑنے لگے اپنے کام میں آپس میں اور چھپایا مشورہ کو (۶۵) (جادوگروں
نے) کہا یہ دونوں بیشک جادوگر ہیں دونوں چاہتے ہیں کہ نکالیں تم کو یہ
دونوں تمہاری زمین سے اپنے جادو سے

سلہ حیوانات مختلف عنصروں سے ملکر بنے ہیں مگر وہ تین قسم کے خیال کئے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو زمین پر رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو پانی میں رہتے ہیں تیسرے وہ جو ہوا میں اوڑتے ہیں۔ زمین پر رہنے والوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ زمین سے پیدا ہوئے اور پانی میں رہنے والوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ پانی سے پیدا ہوئے۔ اور ہوا میں اوڑنے والوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ہوا سے پیدا ہوئے۔ اس سے یہ مقصد نہیں ہے کہ صرف مٹی یا پانی یا ہوا سے پیدا کئے گئے ہیں۔

ﷺ مکانا سوی نصفا بیننا وبینک ان قرأت بضم السین ۱۲ تفسیر ابن عباس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٦﴾ فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ
ائْتُوا صَفًّا ۚ وَقَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٧﴾ قَالُوا
يٰمُوسٰى إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقٰى ﴿٦٨﴾
قَالَ بَلْ أَلْقُوا ۖ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ
سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٩﴾ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسٰى ﴿٧٠﴾
قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰى ﴿٧١﴾ وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ
تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۖ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سٰحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ أَتٰى ﴿٧٢﴾
فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هٰرُونَ وَمُوسٰى ﴿٧٣﴾
قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ
السِّحْرَ ۖ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَ
لَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ
عَذَابًا وَأَبْقٰى ﴿٧٤﴾ قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ
وَالَّذِي فَطَرَنَا ۖ فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ ۖ إِنَّمَا تَقْضِي هٰذِهِ
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿﴾ إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور دور کر دیں تمہاری اچھے طریقہ کو (یعنی دین کو) (۶۶) پھر جمع کر و اپنے داؤں پھر آؤ قطار
باندھکر اور بیشک کامیاب ہوا آج کے دن وہ شخص جو غالب آیا (۶۷) جادوگروں نے
کہا ای موسیٰ یا تو تو ڈال یا ہم ہوں اول ڈالنے والے (۶۸) موسیٰ نے کہا بلکہ تم ڈالو پھر
یکایک اُنکی رسیوں کا اور اُنکی لاٹھیوں کا موسیٰ کو خیال بندہ گیا اُنکے جادو سے کہ وہ دوڑتے
ہیں (۶۹) پھر پایا اپنے دل میں ڈر موسیٰ نے (۷۰) ہم نے موسیٰ کو کہا مت ڈر بیشک تو ہی ہے
غالب (۷۱) اور ڈال دی جو تیری داہنے ہاتھ میں ہے (یعنی اپنا عصا) نگل جاویگا جو کچھ اُنہوں نے کیا
ہی بیشک جو کچھ انہوں نے کیا ہی وہ جادوگر کا دھوکہ ہے اور نہیں کامیاب ہوتا جادوگر جہاں
جائے (۷۲) پس ڈال دئے گئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے اور اُنہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہارون
اور موسیٰ کے پروردگار پر (۷۳) فرعون نے کہا کیا تم ایمان لائے اُسپر (یعنی موسیٰ پر) اس سے پہلے کہ میں
اجازت دوں تمکو بیشک وہ (یعنی موسیٰ) تمہارا گرو ہے جس نے تمکو سکھایا جادو پس بیشک میں
کاٹونگا تمہاری ہاتھ اور تمہارے پاؤں برخلاف (یعنی ایک داہنا اور ایک بایاں) اور
بیشک تم کو سولی پر چڑہاؤنگا کھجور کے ٹہنوں پر اور بیشک تم جانوگے کہ ہم میں سے
کس کا عذاب زیادہ سخت ہے اور باقی رہنے والا ہے (۷۴) جادوگروں نے
کہا کہ ہم تجھ کو ترجیح نہیں دینے کے اُس چیز پر کہ جو آئی ہے ہمارے پاس
کُھلی دلیل سے اور اُس پر جس نے پیدا کیا ہم کو پھر حکم کر جو کچھ تو حکم کرنے
والا ہے اسکے سوا کیا ہے کہ تو حکم کریگا اس زندگانی دنیا میں بیشک ہم
ایمان لائے ہیں اپنے پروردگار پر تاکہ بخشے ہمارے لئے ہماری گناہ اور جو تو نے مجبور کر کے
کروایا ہم سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۵﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا
فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۶﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ
مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ
الْعُلٰى ﴿۷۷﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۸﴾ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى
اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ﴿۷۹﴾ لَّا تَخٰفُ
دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۸۰﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ
مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۸۱﴾
يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ
جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۲﴾
كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ وَمَنْ
يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۳﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ
وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۴﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ
عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۵﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جادو اور اللہ بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا (۷۵) بیشک جو کوئی آوے اپنے پروردگار
کے پاس گنہگار ہو کر تو بیشک اسکے لئے ہی جہنم نہ مرے گا اُس بیچ نہ زندہ رہے گا (۷۶)
اور جو شخص کہ آیا اسکے پاس ایمان لا کر اور اُس نے عمل کئے ہون نیک پھر وہی ہیں
کہ اُنکے لئے ہیں درجے بلند (۷۷) بہشتیں ہیں ہمیشہ رہنے کی جاری ہیں اُنکے نیچے نہریں
ہمیشہ رہیں گے اُس میں اور یہہ ہے جزا اُس شخص کی جو پاک ہوا (۷۸) اور بیشک ہم نے
وحی بھیجی موسیٰ پاس کہ راتوں رات لیچل ہمارے بندوں کو پھر اختیار کر اُنکے لئے رستہ
دریا میں سوکھا (۷۹) اور نہ خوف کر آ پکڑنے سے (یعنی فرعون کے پیچھا کرنے سے) اور نہ ڈر
غرق ہونے سے (۸۰) پھر اُنکا پیچھا کیا فرعون نے ساتھ اپنے لشکروں کے پھر اُنکو
دریا میں سے اُس چیز نے جس نے اُنکو ڈھانک لیا اور گمراہ کیا فرعون نے اپنی قوم کو اور
راہ نہیں دکھلائی (۸۱) اے بنی اسرائیل بیشک ہم نے تمکو نجات دی تمہارے دشمنوں
سے اور وعدہ دیا ہم نے تمکو طور کی داہنی طرف سے اور اوتارا ہم نے تم پر من اور سلویٰ (۸۲) کھاؤ
پاک چیزوں سے جو ہم نے تم کو روزی دی اور اُس میں سرکشی مت کرو تا کہ اوترے تم پر میرا غضب
اور وہ شخص جس پر میرا غصہ اوترا ہلاک ہوا (۸۳) اور بیشک میں بخشنے والا ہوں اُس شخص کیلئے
جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے پھر اچھی راہ پر پڑا (۸۴) اور کیوں جلدی
کی تو نے اپنی قوم سے (یعنی اپنی قوم کو چھوڑ کر جلد کیوں چلا آیا) اے موسیٰ (۸۵)

* فاضرب. ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب بزن. ترجمہ مولوی رفیع الدین صاحب مار. ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب ڈال دے. تفسیر ابن عباس فاضرب لھم بینّ لھم عبور موسیٰ اور غرق فرعون کی نسبت ہم پوری بحث اپنی تفسیر کی جلد اول صفحہ ۱۰۱ لغایت ۱۰۳ میں کر چکے ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَىٰ أَثَرِي وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ﴿۸۶﴾
قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾
فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ﴿۸۸﴾ قَالَ يَا قَوْمِ
أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا أَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ
أَمْ أَرَدْتُمْ أَنْ يَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُمْ
مَوْعِدِي ﴿۸۹﴾ قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ
لَٰكِنَّا حُمِّلْنَا أَوْزَارًا مِنْ زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا فَكَذَٰلِكَ
أَلْقَى السَّامِرِيُّ فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُوَارٌ
فَقَالُوا هَٰذَا إِلَٰهُكُمْ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ ﴿۹۰﴾ أَفَلَا يَرَوْنَ
أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ﴿۹۱﴾
وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ قَبْلُ يَا قَوْمِ إِنَّمَا فُتِنْتُمْ
بِهِ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَٰنُ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي ﴿۹۲﴾
قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِينَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ ﴿۹۳﴾
قَالَ يَا هَارُونُ مَا مَنَعَكَ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

(موسیٰ نے) کہا کہ وہ لوگ ہیں جو میری پیروی پر ہیں اور میں جلدی سے آگیا تیرے پاس
ای میرے پروردگار تاکہ تو راضی ہو (۸۶) (خدا نے) کہا کہ پھر ہم نے بیشک بلا میں ڈال دیا
تیری قوم کو تیرے بعد اور گمراہ کیا اُنکو سامری نے (۸۷) پھر پھر آیا موسیٰ اپنی قوم کی پاس
غصے میں بھرا ہوا اور افسوس کرتا ہوا (۸۸) کہا موسیٰ نے ای میری قوم کیا نہیں وعدہ
دیا تھا تم کو تمہارے پروردگار نے وعدہ اچھا؟ کیا لمبی ہو گئی تم پر مدت؟ کیا ارادہ
کیا تم نے کہ اترے تم پر غضب تمہاری پروردگار سی؟ پھر تم نے خلاف کیا میرے
وعدہ کو (۸۹) انہوں نے کہا کہ ہم نے نہیں خلاف کیا تیرے وعدہ کو اپنے اختیار
سے لیکن ہم سی اٹھوائے گئے بوجھ قوم کے گہنوں کے پھر پھینک دیا ہم نے اُسکو پھر
اسیطرح پھینک دیا سامری نے پھر اُسنے نکالا اُنکے لئے ایک بچھڑا دھڑ والا اُسکے لئی
بچھڑے کی آواز تھی پھر سامری کی لوگوں نے کہا کہ یہی تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا موسیٰ
بھول گیا (۹۰) کیا وہ نہیں سمجھتے کہ وہ جواب نہیں دیتا اُنکو کسی بات کا اور نہیں کر سکتا
اُنکے لئے کوئی بُرائی اور نہ کوئی نفع (۹۱) اور بیشک کہا اُنسے ہارون نے پہلے سی کہ ای
میری قوم یقیناً تم اُسکے سبب سے بلا میں پڑے ہو اور بیشک تمہارا پروردگار خدا ہی
پس میری پیروی کرو اور تابعداری کرو میری حکم کی (۹۲) انہوں نے کہا کہ ہم ہمیشہ اُسی
پر متوجہ رہیں گے جب تک کہ پھر آوے ہمارے پاس موسیٰ (۹۳) موسیٰ نے کہا ای
ہارون کس چیز نے تجھکو روکا

* سامری اور اُسکے بچھڑے کا قصہ ہم اپنی تفسیر جلد سوم میں صفحہ ۲۴۸ سے صفحہ ۲۵۲ تک بیان کر چکے ہیں اسلئے
یہاں اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا اَلَّا تَتَّبِعَنِ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾
قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ اِنِّيْ خَشِيْتُ
اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۵﴾
قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ
يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا
وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ
فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ
تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا
لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ
اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذٰلِكَ
نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ
مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جبکہ تو نے ان کو دیکھا کہ گمراہ ہوئے اس بات سے کہ تو پیروی کرے میری کیا تو نے برخلاف کیا میرے حکم کے (۹۴) ہارون نے کہا اے میرے ماجائے بھائی نہ پکڑ میری ڈاڑھی اور نہ میرے سر کے بال بیشک میں ڈرا کہ تو کہے کہ جدائی ڈال دی تو نے بنی اسرائیل میں اور تو نے خیال نہ رکھا میری بات کا (۹۵) موسیٰ نے کہا پھر کیا ہے تیرا حال اے سامری۔ سامری نے کہا کہ میں نے دیکھا اس چیز کو کہ نہیں دیکھا اس کو لوگوں نے پھر بھرلی میں نے ایک مٹھی خاک کی نقش قدم رسول سے پھر ڈال دیا میں نے اس کو اور اس طرح اچھا دکھایا مجھ کو میرے نفس نے (۹۶) کہا موسیٰ نے کہ دور ہو پھر بیشک تیرے لئے زندگی میں یہ ہے (یعنی یہی سزا ہے) کہ تو کہے کہ کوئی ملنے والا نہیں اور بیشک تیرے لئے اور وعدہ ہے جو ہرگز خلاف نہ کیا جاوے گا اور دیکھ اپنے معبود کو جس پر تو ہوا تھا متوجہ البتہ جلائیں گے ہم اس کو پھر ہم اوڑا دینگے اس کو دریا میں اوڑا دینا (۹۷) اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارا معبود اللہ ہے کہ نہیں معبود کوئی بجز اس کے۔ سما گئی ہے ہر چیز اس کے علم میں (۹۸) اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان خبروں میں سے جو پہلے گذری ہیں اور بے شک ہم نے دی ہے تجھ کو اپنے پاس سے نصیحت (۹۹) جو شخص کہ منہ پھیرے اس سے پھر بیشک وہ اٹھاوے گا قیامت کے دن بوجھ (۱۰۰) ہمیشہ رہیں گے اس میں اور برا ہے ان کے لیے قیامت کے دن بوجھ اٹھانا (۱۰۱) جس دن کہ پھونکی جاوے گی صور اور کھڑا کریں گے ہم گنہگاروں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ
اِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ
اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ وَيَسْئَلُوْنَكَ
عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا
قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾
يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ
الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَئِذٍ
لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ
رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ
الْقَيُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ
مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا
هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا
فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ
ذِكْرًا ﴿١١٣﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کو اس دن الٹی ہوئی آنکھوں کے (۱۰۲) چپکے سے آپس میں کہتے ہوں گے کہ تم نہیں رہے (یعنی دنیا میں) مگر دس دن (۱۰۳) ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں جب کہے گا ان کے طریقہ میں کا سب سے اچھا کہ نہیں رہے تم مگر ایک دن (۱۰۴) اور تجھ سے پوچھتے ہیں پہاڑوں کا حال (یعنی قیامت کے دن ان کا کیا حال ہوگا) پھر اے پیغمبر تو کہہ دے کہ اوڑاویگا ان کو میرا پروردگار اوڑا کر (۱۰۵) پھر چھوڑ دے گا اس کو (یعنی زمین کو) میدان صاف نہیں دیکھنے کا تو اس میں کچھ ٹیڑھا پن اور نہ اونچان (۱۰۶) اس دن پیچھے دوڑیں گے پکارنے والے کی آواز کے نہیں ہونے کا ٹیڑھا پن اس آواز کے چلنے) میں اور بیٹھ جاوے گی آوازیں خدا کے لیے (یعنی خدا کی ہیبت سے) پھر تو نہ سنے گا مگر بھنباہٹ (۱۰۷) آج کے دن نہ فائدہ دیگی شفاعت سوائے اس کے جس کے لیے اجازت دی ہو خدا نے اور پسند کیا ہو اس کے لیے اس کا قول (۱۰۸) اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ کہ ان کے پیچھے ہے اور وہ نہیں احاطہ کرتے خدا کے علم کو (۱۰۹) اور رگڑتے ہیں منہ زندہ قائم رہنے والے کے لیے (یعنی خدا کے لیے) اور بیشک نامراد ہوا جس نے اٹھالیا ظلم کو (یعنی اختیار کیا کفر کو) (۱۱۰) اور جس نے عمل کیا اچھا اور وہ ایمان والا ہے پھر وہ نہ ڈرے ظلم سے اور نہ نقصان سے (۱۱۱) اور اسی طرح اتارا ہم نے قرآن عربی زبان میں اور ہمنے طرح طرح سے اس میں بیان کیا ہے ڈر ان سے تاکہ وہ پرہیزگار ہوں یا پیدا کرے ان کے لیے نصیحت (۱۱۲)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ
بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ
رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ
فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ ع وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا
يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا
مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا
تَعْرٰى ﴿١١٨﴾ ۙ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ
اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ
الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿١٢٠﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا
سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ
الْجَنَّةِ ۡ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿١٢١﴾ ۖ ثُمَّ اجْتَبٰهُ
رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿١٢٢﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا
جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ
هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پس بہت بلند مرتبہ کا ہے اللہ بادشاہ ہے برحق اور جلدی مت کر قرآن کے ساتھ (یعنی قرآن کے طلب کرنے میں) پہلے اس سے کہ اخیر تک پہنچائی جاوے تیرے پاس اس کی وحی اور کہہ اے میرے پروردگار زیادہ دے مجھ کو علم (۱۱۳) اور بیشک ہم نے عہد کیا تھا آدم سے اس سے پہلے پھر وہ بھول گیا اور نہیں پایا ہم نے اس کے لئے قصد کرنا (۱۱۴) اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو پھر انہوں نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے نہ مانا پھر کہا ہم نے اے آدم یہ دشمن تیرا اور تیری بیوی کا پس نہ نکال دے تم دونوں کو جنت سے پھر تو تکلیف میں پڑے (۱۱۵) اب تو تیرے لئے ہے کہ نہ تو بھوکا ہوتا ہے اس میں (یعنی جنت میں) اور نہ ننگا (۱۱۶) اور بے شک تو نہ پیاسا ہوتا ہے اس میں اور نہ دھوپ سے تکلیف پاتا ہے (۱۱۷) پھر وسوسہ ڈالا اس کے (دل) میں شیطان نے کہا اے آدم کیا میں پہنچا دوں تجھ کو ہمیشہ رہنے کے درخت کے پاس اور بادشاہت کے جس کو زوال نہ ہو (۱۱۸) پھر کھا لیا دونوں نے اس میں سے پھر کھل گئیں اون پر برائیاں ان کی اور لگے لپیٹنے اپنے پر پتے درخت کے اور نافرمانی کی آدم نے اپنے پروردگار کی پھر بہک گیا۔ (۱۱۹) پھر مہربانی کی اس پر اس کے پروردگار نے پھر متوجہ ہوا اس پر اور ہدایت کی (۱۲۰) پھر اترجاؤ تم سب اس سے (یعنی جنت سے) ایک تم میں کا دوسرے کا دشمن ہے پھر اگر پہنچے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت (۱۲۱) تو جو شخص تابعداری کرے گا میری ہدایت کی نہ تو گمراہ ہو گا نہ تکلیف میں پڑے گا (۱۲۲)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا
وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ
حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذٰلِكَ
اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾ وَ
كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿١٢٧﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ
اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿١٢٨﴾ ع وَلَوْلَا كَلِمَةٌ
سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ ؕ
فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ
الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾ وَ
لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ
زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ
رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٣١﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ
وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو بیشک اس کے لیے ہے زندگی تنگ (۱۲۳) اور ہم اس کو اٹھاوینگنے قیامت کے دن اندھا (۱۲۴) کہے گا اے میرے پروردگار کیوں تو نے مجھ کو اٹھایا اندھا اور بیشک میں تھا دیکھنے والا (۱۲۵) خدا کہے گا ہے تو یہی آئی تھیں تیرے پاس ہماری نشانیاں پھر تو ان کو بھول گیا اسی طرح آج کے دن بھلا دیا جاویگا (۱۲۶) اور اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں اس کو جو حد سے گزر گیا اور نہیں ایمان لایا اپنے پروردگار کی آیتوں پر اور بیشک عذاب آخرت کا بہت سخت ہے اور ہمیشہ رہنے والا (۱۲۷) کیا نہیں سوجھا ان کو کتنے ہلاک کیے ہم نے ان سے پہلے گروہ آدمیوں کے کہ وہ چلتے پھرتے ہیں انکے گھروں میں بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے (۱۲۸) اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو ہو چکی تیرے پروردگار سے تو عذاب لگ جاتا اور (اگر نہ ہوتا) وقت معین (۱۲۹) پس صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں اور تسبیح کیا کر اپنے پروردگار کی تعریف کی آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی کچھ گھڑیوں میں تسبیح کیا کر اور دن کے کناروں پر شاید کہ تو راضی ہو (۱۳۰) اور مت کھول تو اپنی دونوں آنکھیں اس چیز کی طرف جس سے فائدہ پہنچایا ہے ہم نے لوگوں کو ان میں سے (یعنی کافروں میں سے) آرائش دنیا کی زندگی کی تاکہ ہم مبتلا کریں ان کو اس میں اور بخشش تیرے پروردگار کی اچھی ہے اور ہمیشہ رہنے والی (۱۳۱) اور حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا اور قائم رہ تو اس پر۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ
وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ
مِّنْ رَّبِّهٖ ۗ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ
الْاُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ
لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ
اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾ قُلْ كُلٌّ
مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ
الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾ ع